شرحِ کلامِ جامی

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد



شرح

کلامِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

حیات اور شاعری

مع

اُردو ترجمہ وتوضیح منتخب غزلیات ومدحیہ ہمراہ باحواشی وتوضیحات وتعلیقات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

مُشتاق بُک کارنر
الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

ہماری کتابیں ، معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
باہتمام
سلمان منیر

نام کتاب — مولانا جامیؒ: حیات اور شاعری
مصنف — پروفیسر شمس الدین احمد
مطبع — آر۔آر۔پرنٹرز، لاہور
ڈیزائن — عاطف بٹ
سن اشاعت — 2012ء
قیمت — روپے

سٹاکسٹ
عبداللہ اکیڈمی
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ ادا کرنے کا موقع فراہم کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جاسکے۔ شکریہ

فہرست

عرضِ ناشر

حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ پر اُردو زبان میں یہ اولین کتاب ہے جو تمام تر تحقیقی ارزیابی کے نتیجے میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے کشمیر کے اُستادوالامرتبہ، محقق اور عالم کم نظیر جناب ڈاکٹر شمس الدین احمد نے اپنی محققانہ بصیرت اور خاص علمی روش سے اس کی تکمیل میں تین سال کی مدت صرف کی ہے۔ مولانا جامیؒ یوں تو فارسی ادب کی دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں لیکن اُن کے بعض شعری صفات وخصوصیات کی وجہ سے وہ ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں میں بہت محترم اورعزیز ہیں۔ اگر چہ مولانا جامیؒ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں خاص کر یوسف وزلیخا اور لیلیٰ ومجنون بہت مقبول ہیں لیکن بر حق دینِ اسلام کے رُسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق رکھنے کے نتیجے میں، جسے مولانا نے نعتیہ غزلیات اور مدحیہ منظومات کی صورت میں اظہار کیا ہے، وہ تمام عاشقانِ رسُول کے دلوں میں اپنا دوامی مقام بنا چکے ہیں۔ کشمیر کے مسلمان خاص کران نعتیہ غزلوں کو سرمایۂ حیات کی طرح اپنے سینوں کے ساتھ لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم خود اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ کشمیر میں صرف مولانا جامیؒ کے چند ایک نعتیہ ومدحیہ غزلیات کی ہی تکرار ہوتی رہی ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھ پاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا جامیؒ پر کوئی تحقیق بنیاد کارنامہ کتابی صورت میں دستیاب نہ تھا۔

اب یہ کتاب دستیاب منابع کے حدود میں جامی شناسی پر اُردو زبان میں اولین مکمل کتاب ہے جس میں نہ صرف تقریباً ایک سواسی مدحیہ ونعتیہ فارسی غزلیات کا انتخاب ترجمہ وتوضیحات کے ہمراہ پیش کیا گیا ہے بلکہ مولانا جامیؒ کے مکمل خاندانی حالات، ماحول، تعلیم وتربیت، ذاتی خصایص اور آپ کی شاعری کی توضیحات کا بھی کامل تحقیق کے ساتھ ایک مدلّل اور بسیط تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صراحت بیان کے مدنظر حواشی وتوضیحات اور تعلیقات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ قارئین محترم اس عظیم محقق اور اُستادِ معظم جناب پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد کی تحقیقی کاوشوں سے مستفیض اور لذت یاب ہونگے اور خاص کر فارسی زبان وادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اور طالبان علم جن کے لئے ایک ادبی سرمائے کے لحاظ سے اس کتاب کی اہمیت انکارناپذیر ہے۔

ان شاءاللہ تعالیٰ ہم آیندہ بھی اس طرح کے ادبی سرچشمون کے آب زلال ومصفا سے تشنگان علم ودانش کے دلوں کو سیراب کرتے رہیں گے۔

اِنتساب

۱۔ فرزندِ شہید نثار احمد جان کے نام جس نے اسلام دشمنوں کے ہاتھوں کشمیر میں قرآن کریم کی ناقابل تحمل اہانت کیے جانے کے خلاف ایمانی جوش و غیرت کا مظاہرہ کر کے اپنی جان نثار کر دی۔

۲۔ مرحوم والدین کے نام جنہوں نے مجھے دین اسلام سے روشناس کیا اور جو میری زندگی کے معمار تھے۔

۳۔ اپنی دین دار بیگم صاحبہ، دو نیک بیٹوں اور بیٹیوں کے نام جو اس کتاب کی تکمیل کے عمل میں کسی نہ کسی طرح وابستہ رہے۔

۴۔ اپنے پاک وطنِ عزیز کشمیر کے مسلمانوں کے نام جنہوں نے زمانے کی ظلمتوں میں اپنی دینی غیرت سے اسلام کے نور پاش چراغ کو ہمیشہ روشن رکھا اور اِنشاءاللہ ہمیشہ روشن رکھیں گے۔

سُخنِ مصنّف

اسلام اللہ کا دین ہے اور اس آسمانی دین کا وہ خود محافظ ہے۔ باوجود اس کے کہ اس دین حق کی خیرہ کردینے والی روشنی سے اس کے دشمن خوف اور فنا ہونے کے خطرے کے پیش نظر اسے پھونکوں سے بجھا دینے کی کوششیں کررہے ہیں لیکن اللہ کے سیلاب نور کو وہ نہ روک سکے ہیں اور نہ ہی قیامت تک روک سکیں گے۔ ان دشمنان اسلام کے دلوں اور ذہنوں کو ایک ایسی ناقابل بیان بیماری و مرض لاحق ہے جو لازوال حقانیت کی فنا ناپذیر روشنی کے وجود اور زمان و مکان میں اس کے رواں دواں ہونے کی وجہ سے بڑھتی ہی رہتی ہے۔ ہم آئے دن ان ذہنی مریضوں اور کوردل اندھوں کی اسلام اور مسلمان دشمن مالیخولیا زدہ حرکتوں بیانوں اور باتوں کو سنتے رہتے ہیں اور ان کے کف زدہ ذہنوں اور جھاگ و عفونت سے بھری ہوئی ان کی زبانوں پر ترس کھا کر انکو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں کہ یہی انکی قرار واقعی سزا ہے اور ہم خود اپنے اس ایمان سے اپنے قلب و روح کو استحکام بخشتے ہیں جس کا وعدہ خداوند ذوالجلال نے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے کہ "دین اسلام کی ہم خود حفاظت کریں گے"۔ اللہ کے وعدے حق ہیں۔ اللہ اپنے اس وعدے کو اور وعدوں کی طرح پورا کررہا ہے کرچکا ہے اور کرتا رہے گا۔

خداوند قادر المتعال کا ہر عمل بے علت ہے اور یہ عمل کسی بہانہ یا وجہ کی محتاج نہیں۔ جو چاہا کیا اور جیسے چاہا کرتا ہے۔ اس میں کیوں اور کیسے کا دخل نہیں۔ مالک ہے آقا ہے خالق ہے اور مطلق العنان! لیکن ساتھ ہی رحمن ہے اور رحیم بھی ہے۔ اس لئے اس کا انعام عام بھی ہے اور خاص بھی۔

اپنے بندوں پر اسکی نعمتیں عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ یہی وجہ ہے کہ بندوں میں بعض بندے عام نعمتوں سے مالا مال ہیں اور بعض بندے اس کی خاص نعمتوں اور برگزیدہ انعامات کے لئے مخصوص۔ عام نعمتوں سے بہرہ ور بندگان الٰہی بیشتر اور اکثر دنیاوی مشاغل میں منہمک رہنے کی زحمتوں سے نبرد آزما ہونے کی سہولتوں اور آسائشوں سے مسلح کردیئے جاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو منتخب کرکے ان سے دینی اور روحانی مشاغل کا کام لیتا ہے اور اس عمل سے اس کا مقصد عالم انسانیت کی فلاح و نجات ہے۔ بندگان خدا میں اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں جن کا انتخاب اس نے اپنے بندوں میں سے کیا اور ان پیغمبر بندگان خدا نے ہر زمانے میں خدائے واحد اور اس کے واحد سچے دین اسلام کی پیروی کرنے کی سختی اور پابندی کے ساتھ تلقین کی۔ یہ پیغمبر حضرات اللہ تعالیٰ

کے خاص الخاص بندے ہیں جنہوں نے حکم الٰہی کی پیروی کی اور اللہ کا پیغام دنیا میں پہنچایا۔ان برگزیدہ پیغمبروں میں حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ہزاروں اور پیغمبر شامل ہیں جنہوں نے دین اسلام یعنی اللہ کے دین کی خود پیروی کی اور اپنی قوموں کو بھی اسی پر چلنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کے پیغمبروں کے مسلسل سلسلے میں آخری پیغمبر کا انتخاب کر کے اس سلسلے کو ہمیشہ کے لئے منقطع کر دیا۔یہ آخری رسول اور پیغمبر جنہیں اس مناسبت سے خود اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

حضرت رسول اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے دین اسلام یا دین حق کو احکام الٰہی کے مطابق اس زمانے کے انتہائی جہالت زدہ اور دشوار ترین حالات میں جس ثبات واستقلال اور پامردی کے ساتھ اطراف وجوانب میں پھیلایا اور جہالت کی سیاہ ترین تاریکی کو بصیرت و بصارت اور علم و معرفت اور انسانیت کے اعلیٰ مدارج کے طریق کار اور حصول کی لازوال روشنی میں بدل دیا اس کا اعتراف اسلام کے بدنصیب منکروں تک نے بھی کیا۔اسلام کی یہ روشنی صحیح معنوں میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے ظہور ذات مقدس کے ساتھ ہی شروع ہوئی اور ان کی حیات مبارک میں اطراف واکناف کو سورج کی تابانی کی طرح منور کر گئی۔

نور حق کو دین اسلام کی صورت میں عام کر دینے کا مقدس عمل خود حضرت رسول اکرم ﷺ کے برگزیدہ اور جان نثار یاران صحابہ بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مساعی سے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اور ان کے بعد بھی جاری رہا۔مسلسل عمل کے نتیجے میں اللہ کا نور اس کے آسمانی دین اسلام کی شکل میں اس کی پیدا کی ہوئی دنیا میں پھیلا اور روئے زمین پر آباد بندوں کی آبادیوں میں اس کے اس انعام سے ہدایت یافتہ بندگان بے بہرہ نہیں رہے۔دنیا کے بیشتر ممالک میں اس نور کے مومن نوری بندے آباد اور اس نعمت الٰہی سے بارور ہونے پر اس کی شکر گذاری کرتے رہتے ہیں۔

میدان عمل کے مجاہدین اسلام میں جن بزرگان دین نے نور اسلام کو روشن رکھا اور جنہیں اسلامی تاریخ نے مشائخ وصوفیا کا نام دیا ہے ان کی خدمات کی تابناکی خود دین اسلام کی روشنی کیطرح لازوال ہے۔یہ دینی بزرگ و مشائخ اور صوفیا حضرات دراصل اسلامی فکری وروحانی تعلیمات کے حدود میں معرفت خداوندی، روحانی بلندی اور انسانی اخوت و ہمدردی، انفرادی فلاح ونجات اور اہل اسلام کی رشد وہدایت کے اس مکتب نجات وفلاح کے پیروکار ہیں جسکی بنیاد خود ہادی برحق حضرت رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کے متصل ایک صفہ پر ڈالی تھی اور اس مکتب فکر

کے مجاہدین کو تہذیب فکر و خیال کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو دینی برتری' قلب و نظر کی صفائی' قرآنی تعلیمات و فلسفہ سے آشنائی اور معرفت الٰہی اور دینوی و دینی فلاح و رستگاری کے آداب کی تربیت و آموزش پر مامور فرمایا تھا۔ گویا بیک وقت حضرت رسول اکرمؐ نے نور اسلام کو منتشر کرنے کے مقصد سے رزم و بزم کا اھتمام فرمایا۔ کافروں کے ظلم وستم کے خلاف رزم' اور راہ حق کے پیروؤں کو منحرف کرنے والے نفس شیطان کے خلاف تہذیب اخلاق اور عبادت کی بزم مجاہدہ۔ ایک ہی وقت دو طرح کے مجاہدین عمل کا طریق کار گویا دونوں اقسام مجاہدین کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ مجاہدین رزم میدان رزم کے شاہسوار تھے اور اصحاب صفہ اور ان کے مکتب کے بعد کے پیرو میدان بزم کے آفتاب!

مکتب صفہ کے ان مجاہد حضرات کا' جو تاریخ اسلام میں اولیاء اللہ' صوفیا و مشائخ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں' ہر دور میں تابناک عملی حصہ رہا ہے جو اجتماعی اور انفرادی دونوں صورتوں میں دین اسلام کے حق میں حیرت انگیز حد تک منفعت بخش رہا ہے۔ انفرادی حیثیت میں مجاہدۂ نفس اور عبادت الٰہی کی انتہائی دشوار منزلوں سے گذرنے' معرفت خداوندی کے حصول کے نتیجے میں ان کی عالمگیر نرم روی' شفقت اور آفاقی محبت اور اعلیٰ درجۂ کمال انسانی و روحانی پانے کے پاداش میں انکے انفاس طیبہ کی خوشبوؤں نے زمانے کو اور اس زمانے میں موجود ہر سعادتمند مومن کو اسلام' اسلامی فکر' دینی برتری' آخرت اور دنیا کی رستگاری اور بھلائی' اور اللہ تعالیٰ کی معرفت نیز روحانی بلندی کے حصول کے طریق کار سے آشنا کر دیا۔ ان دینی بزرگوں اور اولیاء اللہ کے انفاس وہ چراغ تھے جن کی روشنی میں مومنین نے منزل پائی' جن کے دامن کو پکڑ کر طالبوں نے مطلوب حاصل کر لیا' جن کی گرد راہ کو سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگا کر سعادتمندوں نے بصیرت و بصارت پائی' جن کی چوکھٹ پر جبین فرسائی کر کے راہ یقین کے سالکوں نے اپنی خواہش کے مطابق کی تقدیر منوالی' اور جن کی رشد و ہدایت سے عاشقان الٰہی نے فلاح و نجات پائی اور روحانی ترقی کے بلند مراحل حاصل کئے۔ یہ اولیاء اللہ حضرات دراصل عشق الٰہی کے جنگل کے شیر ہیں جن کی قامت و برتری باقی ساری مخلوق پر بادشاہ کی سی ہے۔ یہ حضرات عرش الٰہی اور حضرت کبریاء کے قبہ کے نیچے فرشتوں کا شکار کرتے ہیں' پیغمبروں کی رضا کو جیتنے والے لوگ ہیں اور یزدان کو بھی اپنی مرضی و رضا پر عامل بنا دیتے ہیں۔ ان ہی اولیاء و مشائخ' صوفیا اور درویش صفت حضرات کی مدح میں مولانا رومؒ نے فرمایا۔

یک زمانی صحبتی با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت در ریا[1]

(۱) مثنوی از مولانا رومؒ..... اولیاء اللہ کے ساتھ لحہ بھر کی صحبت رکھنا ریاکاری میں سو سال کی عبادت گذاری سے بہتر ہے۔

خواجہ حافظ شیرازیؒ نے کہا ۔

آنان کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمی بہ ما کنند[1]

آنچہ زر می شود از پرتو آن قلب سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشانست

☆☆☆

آنکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید
کبریائیست کہ در حشمت درویشانست[2]

سعدی شیرازیؒ نے فرمایا ۔

خلاف راستی باشد خلاف رای درویشان
بنہ گر ہمتی داری سری در پای درویشان
دو عالم چیست تا در چشم اینان قیمتی دارد
دوئی ہرگز نباشد در دل یکتای درویشان
گرت آئینہ ای باید کہ نور حق دراو بینی
نبینی در ہمہ عالم مگر سیمای درویشان[3]

ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے فرمایا ۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

☆☆☆

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

(۱) دیوان حافظ...... جو حضرات اپنی نظر سے مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں کاش ایسا ہو کہ گوشہ چشم سے ہم پر بھی ایک نظر کرم فرما دیں۔
(۲) دیوان حافظ ...... سیاہ کھوٹی چیز یا سیاہ دل جس کے پرتو سے سونا بن جاتا ہے وہ ایک ایسی کیمیا ہے جو فقط درویشوں کی صحبت میں ملتی ہے۔ سورج بھی جس کے آگے اپنی عظمت کا تاج اتار کے رکھ دیتا ہے وہ ایسی بزرگی ہے جو صرف درویشوں کی شان ہے۔
(۳) کلیات سعدی...... درویش حضرات کی رائے کے خلاف کام کرنا دراصل راستی اور سچائی کے خلاف کام کرنا ہے۔ اگر تجھ میں واقعی ہمت ہے تو درویشوں کے پاؤں پر اپنا سر جھکا کے رکھ۔ دو دنیاؤں کی بھلا ان کی نظروں میں قیمت ہی کیا؟ درویشوں کے یکتا پسند دل میں دوئی ہوتی ہی نہیں۔ اگر تجھے اللہ کا نور دیکھنے کا آئینہ چاہیے تو درویش حضرات کی پیشانی کے بغیر تمام دنیا میں کوئی اور چیز تجھے مل نہیں سکے گی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا چھپا بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

☆☆☆

مشہور حدیث قدسی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان خاص دوستوں کے بارے میں فرمایا: اَولِیـائـی تَحتَ قِبَابِی لَا یَعرِفُہُم غَیرِی - یعنی میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں۔ ان کے کمالات کو میرے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

ایک اور حدیث قدسی ہے: مَاوَسِعَنِی اَرضِی وَلَاسَمَائِی وَوَسِعَنِی قَلبُ عَبدِی المُؤمِن النَقِیّ التَقِیّ - یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے اسرار و معرفت کی عظمت زمین و آسمان میں نہ سما سکی اور پرہیز گار مومن کے پاک دل میں ہی سما گئی ہے۔

عالم اسلام کے مشہور عالم دین اور ولی اللہ اور کشمیر میں دین اسلام کے بنیاد گذار حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی شاہ ہمدان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی معروف فارسی تصنیف ذخیرۃ الملوک میں یوں فرمایا ہے (۱)

"......وہر کہ دل او با ستیلاء جہل و غفلت مردہ است' او نزدِ حق از مردگانست اگرچہ جاہلِ غافل اور ابحیاتِ بدنی زندہ می بیند۔ و ہر نیک بختِ مقبول کہ دلِ اوبحیاتِ عرفان ونورِ محبت و ایقان زندہ است' او درحضرتِ پروردگار از زندگانِ نیکو کار و مقربانِ برخوردارست اگرچہ عُمیان عامہ اورا از مقبورانِ مقبرہ موتیٰ شمرند۔ چنانچہ حضرتِ عزّت' جلت عظمتہٗ' درحق بعضی از شہداء میفرمایدکہ وَلَاتَحسَبَنَّ الَّذِین قُتِلُوافِی سَبِیلِ اللّٰہ اَموَاتًا بَل اَحیَاءٌ عِندَرَبِّہِم یُرزَقُونَ۔ فَرِحِینَ بِمَا اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِن فَضلِہٖ۔ حضرت صمدیت میفرماید کہ ای محمّد! گمان مبرکہ بندگانِ جان بازِعاشق تن گداز حضرتِ خداوندیِ مامُردہ اندیا نقوشِ ہستی از لوحِ وجود سترده اند بلکہ آن محبّانِ صادق و مخلصانِ موافق کہ مال و جان درراہِ محبّت و رضای مادر باختہ اندو بساطِ قرب را از لوثِ ہوا پاک ساختہ و سراپردۂ دل را از کدورتِ اغیار پر داختہ ' بحیات جاودانی

(۱) ذخیرۃ الملوک چھاپ تبریز (ایران صفحہ ۲۹۰، ۲۲۳ـ ۲۲۲)۔

زنده اند و بنور عنایت ربانی بر فلکِ سعادت تابنده اند' واز تتابع ارزاقِ روحانی و نوالِ الطاف رحمانی بدوام روح و راحت مبرور و محفوظ اند اگرچه غافلانِ جاہل آن طائفه را از مقبوران مَقبرهٔ مُوتیٰ بشمرند و بدیدهٔ اعوری درفنای بشرّیت ایشان نگرند.........''[1]

ترجمہ: ''اور جس کا دل جہالت وغفلت کے تسلط کی وجہ سے مر چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردوں میں سے ہے اگرچہ غافل جاہل آدمی اسے جسمانی زندگی میں زندہ دیکھتا ہے۔اور ہر وہ مقبول نیک بخت جس کا دل معرفت وعرفان کی زندگی اور محبت ویقین کے نور سے زندہ ہے وہ بارگاہ خداوندی میں مقرّبوں اور نیکو کار زندوں میں فیضیاب ہے اگرچہ عام اندھے لوگ انہیں موت کے مقبرے میں آسودہ صاحبان قبر خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خداوند عزیز' جس کی عظمت برتر ہے' بعض شہیدوں کے حق میں فرمایا ہے کہ: وَلاَ تَحْسَبَنَّ...... مِنْ فَضْلِهٖ ۔یعنی خداوند بے نیاز فرماتا ہے: اے محمدؐ! خیال مت کیجئے کہ ہماری بارگاہ خداوندی کے جان باز جسم گداز عاشق مر چکے ہیں یا وجود کی تختی سے اپنی زندگی کے نقوش کو مٹا چکے ہیں۔ بلکہ وہ محبان صادق اور اخلاص مند اور وفادار حضرات' جنہوں نے ہماری محبت ورضا کی راہ میں اپنے مال وجان کو لٹا دیا اور نفسانی خواہشات کی آلودگی سے بساط قرب کو پاک کر دیا اور غیریت کی ظلمت سے سراپردۂ دل کو خالی رکھا' وہ حیات جاودانی اور لازوال زندگی سے زندہ ہیں اور عنایت ربانی کے نور سے سعادت کے آسمان پر تابان ومنوّر ہیں اور پے درپے روحانی رزق اور الطاف رحمانی کی بخشش وعطا سے ہمیشہ کیلئے راحت وآسایش کے ساتھ خوش وخرم اور محفوظ ہیں اگرچہ جاہل غافل لوگ اس جماعت کو موت کے قبرستان میں آسودہ سمجھتے ہیں اور اپنی کانی آنکھوں سے ان کی فنائی بشریّت کو دیکھتے ہیں.........''

کشمیر کے مسلمانوں کو جن اولیاء کرامؒ کی رہبری اور اسلام دوستی کی پُرحرارت مساعی نے مسلمان تر کر دیا ان میں مقامی اولیاء اللہ کے علاوہ وہ حضرات بھی شامل ہیں جو غیر کشمیری ہو کر بھی کشمیری مسلمانوں کے جسم وجان میں روح اور رگوں میں پاک لہو کی مانند رواں ہیں۔ان سبوں نے ہمارے دلوں میں اللہ' دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی محبت کی وہ مستحکم اساس ڈال دی ہے جو گردش روزگار کے انقلابات اور اسلام دشمنوں کی سازشوں کی دسترس سے محفوظ رہ کر مستحکم اور مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔

(۱) ذخیرۃ السلوک چھاپ تبریز (ایران) ۱۲۹۰ھ ۳۴۲-۳۴۳۔

غیر کشمیری اولیاءکرام میں سے مولانا نورالدّین عبدالرحمٰن جامیؒ بھی ایک ایسے ولی اللہ ہیں جن کے نام سے نہ صرف ہر کشمیری مسلمان واقف ہے بلکہ ان کی ذات سے غیر معمولی ارادت وعقیدت بھی رکھتا ہے۔ مولانا جامیؒ یقیناً وہ بزرگ شخصیت ہے جن کا نام بلا مبالغہ ہر روز کئی بار کشمیر کے بیشتر مسلمان مسجدوں اور خانقاہوں اور دینی مجلسوں میں لیا کرتے ہیں۔ ہر نماز کے بعد ہزاروں مسلمان مسجدوں یا خانقاہوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وستائش میں جو نعتیں پڑھتے ہیں ان میں ترجیحاً مولانا جامیؒ کی فارسی نعتیں ہی اوّل پڑھی جاتی ہیں اور یہ نعتیں اس قدر مقبول ہیں کہ سینکڑوں سال سے سینہ بہ سینہ ان کی تکرار عشق رسولؐ سے معمور دلوں اور اشک فشان آنکھوں سے برابر ہوتی چلی آرہی ہے اور تعلیم یافتہ وغیر تعلیم یافتہ نماز خوان کشمیری مسلمانوں کے دلوں میں مولانا جامیؒ کی فارسی زبان میں کہی ہوئی نعتیں نقش پذیر ہو چکی ہیں۔ مولانا جامیؒ کی یہ بھی ایک بڑی کرامت ہے کہ جس عشق ومحبت سے انہوں نے محبوب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اوّلین وآخرین معشوق بنا کر ان کی مدح وستائش میں غیر فانی نعتیہ ابیات اور مدحیہ غزلیں لکھیں اسی عشق ومحبت کے ساتھ ہم نے عشق رسولؐ ہی کے طفیل ان کو اپنے دل میں جگہ دی اور اس کا اظہار صدیوں سے بغیر کسی تعطیل کے کشمیری عقیدت مند مسلمانوں کی زبانوں سے دل کی گہرائیوں میں سے نکل کر ہوتا آیا ہے اور برابر ہوتا رہے گا!

مولانا جامیؒ کے مرتبہ ومقام سے شناسائی حاصل کرنا کشمیری مسلمانوں کے لئے خاص کر لازمی ہے۔ چونکہ مولانا جامیؒ کے بارے میں کشمیر میں ایک عام تاثر یہ ہے کہ وہ محض ایک زبردست نعت گو شاعر تھے اور بس' اس لئے مولانا موصوف کے بارے میں انکی زندگی' تعلیم وتربیت اور تصوف ومسلک اور شعر گوئی سے متعلق اطلاعات پردہ میں ہی رہیں۔

یہ واقعی ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ ایران کی ادبی تاریخ میں مولانا جامیؒ کو نویں صدی ہجری کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کئے جانے کے باوجود ان پر ان کی عظمت کے موافق کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ مولانا جامیؒ شاعری میں مثنوی نگار تھے' غزل گو تھے' گو کہ انہوں نے قصائد بھی لکھے ترکیب وترجیع بند بھی لکھے اور رباعیاں بھی لکھیں لیکن ان کی مثنویاں اور ان کے غزل ہی ان کی فن شعر گوئی کے روشن دلیل ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک صوفی باصفا' سلسلہ نقشبندی کے مرشدِ وقت اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے اپنے زمانے میں حسانِ عجم بھی تھے لیکن آج تک جس توجہ اور دقت نظر اور قابل ملاحظہ تحقیق وتنقید کے ساتھ اساتذہ سخن اور صوفیا واولیاء کرام پر ایرانی محققین نے کام کر کے ان کی ادبی' لسانی' تہذیبی' دینی اور متصوفانہ خدمات کو سراہا ہے اور ان کی روشن ضمیری' پاکیزہ سیرت اور عالم اسلام میں ان کے وجود کی منفعت کو اجاگر کر کے ان کو تاریخ ادب وتصوف میں جاودان کر دیا ہے اس توجہ کے

ساتھ مولانا جامیؒ پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ ہاں ایران کے فقط ایک دانشمند محترم مرحوم علی اصغر حکمت نے جامی نام سے مولانا جامیؒ پر ایک چھوٹی سی مگر عالمانہ کتاب لکھی جو[1] اگرچہ بلاشبہ ایک بے تحقیق کام نہیں لیکن اسے ابتدائی کام کا نام ہی دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا جامیؒ کا مختصر ذکر مختلف فارسی تذکروں میں موجود ہے جن میں سے بعض تذکرے ابھی منظر عام سے مخفی ہیں۔ مولانا جامیؒ کی تصانیف میں سے جو اہم تصنیف نفحات الانس ایران سے چھپی ہے[2] اس کے مقدمہ میں بھی مولانا جامیؒ پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ دیوان کامل جامی کا مقدمہ گو طویل ضرور ہے لیکن محض ایک مقدمہ میں مولانا جامیؒ کی ہمہ جہت استادانہ شخصیت کو ابھارنے کی ایک مختصر کوشش ہے۔ گویا جامیؒ ابھی تک ایرانی محققین کی توجہ کا مرکز نہیں بن پائے ہیں۔

ایران سے باہر کسی ایرانی شاعر یا ادیب یا دینی بزرگ پر تحقیقی کام انجام دینا دشواریوں سے خالی نہیں اور یہ دشواریاں ہیں منابع و ماخذ کی عدم دستیابی اور موجودہ تسہیلات جیسے مائیکروفلموں یا منابع کی فوٹوسٹیٹ کا مہیا نہ ہونا اور یا کتاب خانوں تک یا دور سفر کرنے کے لئے مالی استعداد کا نہ ہونا وغیرہ۔ اس لئے اکثر ہوتا ہے کہ بہت سے مفید تحقیقی کام ایک بے استعداد نادار شخص کی خواہشوں کی طرح گھٹ کے رہ جاتے ہیں۔ اور ایسا ہمیشہ ہی ہوتا رہے گا خاص کر غریب ملک میں کسی غریب مصنف و مولف کے لئے جسکی حکومت کے ان پڑھ وزیروں کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہوا کرتی۔

مولانا جامیؒ کی شخصیت سے آشنائی کشمیر کے مسلمانوں کیلئے چونکہ میری نظروں میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اس لئے میں نے منابع کے محدود وسائل اور محدود منابع کے مہیا ہونے کے باوجود موجودہ کتاب لکھ دی۔ اسے تکمیل تک پہنچانے میں جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ان کی فہرست میں نے آخر میں لکھ دی ہے۔ لیکن یہ کتاب مولانا جامیؒ پر آخری کتاب نہیں اور نہ میں نے خود ایک مستقل تحقیقی عظیم کام کو انجام دینے کی نیت سے اسے لکھا ہے۔ یہ کام کسی نہ کسی وقت کہیں نہ کہیں بہرحال انجام دیا جائے گا بشرطیکہ وہ سارے شرائط موجود مہیا ہوں جو ایک اہم تحقیقی کام مکمل کرنے کے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ البتہ میں نے خالص اور فقط اس نیت اور خواہش سے مولانا جامیؒ پر یہ مختصر کتاب لکھ دی ہے کہ خاص کر کشمیر کے مسلمان مولانا جامیؒ کی زندگی اور ان کے حالات اور ان کی عالمانہ حیثیت نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم المثال فارسی زبان کے مدح گو عاشق کی حیثیت سے واقف ہوں کیونکہ جیسا میں عرض کر چکا مولانا جامیؒ کا نام کشمیر کے اطراف و جوانب میں بادصبا کی طرح ہر طرف

---

(۱) ملاحظہ ہو جامی از علی اصغر حکمت جسے مولف محترم نے ایرانی ہائی سکولوں کے طلباء کے استفادہ کیلئے لکھا۔ یہ کتاب سال ۱۳۲۰ شمسی میں بانک ملی ایران نے چھاپی ہے۔
(۲) نفحات الانس باہتمام مہدی توحیدی پور از انتشارات کتابفروشی محمودی۔ تہران۔

رواں دواں ہے اور ایک عاشق رسولؐ کی وجہ سے ان کی نسبت ہم غیر معمولی احترام وعقیدت کے قائل ہیں۔

کشمیر کے بیشتر عقیدت مندوں کیلئے چونکہ مولانا جامیؒ کی نسبت ایک مدح گو شاعر سے آگے بھی ان کی عظمت اور عالمانہ بزرگی سے عدم واقفیت کی بنا پر جامی شناسی پر مناسب حد تک واقفیت ضروری سمجھی گئی اس لئے اس مختصر کتاب کا لکھنا ناگزیر تھا۔

اس کتاب میں مولانا جامیؒ کی زندگی کے حالات ان کے مسلک' تصوف اور ان کی تعلیم وتربیت اور آخر میں ان کی شاعری اور بالخصوص صنف غزل پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

مولانا جامیؒ کی شعر گوئی میں ایک بے نظیر انفرادیت ابھر آتی ہے جب ہم ان کی فارسی غزلیات کا دقیق مطالعہ کرتے ہیں۔ ایران میں کم وبیش سارے ہی شاعروں نے غزلیں لکھی ہیں۔ ان شاعروں میں تفریحی شاعر بھی ہیں' غیر سنجیدہ شاعر بھی ہیں' دینی شاعر بھی ہیں اور سماجی بھی' صوفی شاعر بھی ہیں اور قلندروار بھی۔ ان سبھوں نے اپنے ایک خاص مطمح نظر سامنے رکھ کر شعر کہے۔ البتہ صوفی شعراء نے ھمہ اوست یا ھمہ از وست کے مالک کل خدائے وحدہ لاشریک کو اپنا واحد محبوب مان کر عرفان سے معمور لافانی شعر ہمارے لئے باقی چھوڑے جو آج بھی ہمارے دلوں کو روشن رکھنے کے مؤثر وسیلے ہیں۔ گویا عشق حقیقی سے سرشار صوفی شاعروں کے تمام تر غزلیات فقط وفقط اسی ذات خداوندی کی معرفت ومحبت کا اظہار ہیں جس کا نور آسمانوں اور زمین میں ہر طرف اور ہر جگہ پر موجود ہے۔ لیکن مجاز کی راہ سے بھی بعض سعادتمندوں نے حقیقت کی راہ پالی اور وہ بھی راہ عرفان میں جاوداں ہوگئے لیکن مولانا جامیؒ نے جس طرح سے فقط حضرت رسول اکرم ﷺ کو اپنا مجازی اور حقیقی محبوب بنا کر عشق رسولؐ سے سرشار غزلیں لکھیں اس طرح کی مثال فارسی شاعری میں کہیں نظر نہیں آتی۔ ان کی اکثر وبیشتر غزلیں اسی محبوب لم یزل ﷺ کا آئینہ ہیں جسے مولانا جامیؒ نے عشق مقدس سے مدہوش ہوکر ہمارے لئے محبوب تر بنا دیا ہے۔ اور یہی مولانا جامیؒ کی انفرادیت ہے کہ مقدس ترین ہستی اور خیر البشرؐ کی مدح وستایش میں انہوں نے غزل کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وہ پاکیزہ اور مترنم مدحیہ غزلیں لکھیں جو روایتی غزل گوئی سے الگ نہ ہوکر بھی اپنی ھیئت ومراد اور تقدس وملاحت کلام میں آسمان کی بلندی وصفائی کی طرح منفرد ہیں۔ مجھے فارسی ادب میں صنف غزل میں کوئی اور ایسا شاعر نظر نہیں آتا جس نے اپنی بیشتر فارسی غزلوں میں فقط خدا کے محبوب رسول ﷺ کو زمینی اور آسمانی محبوب بنا کر رسول خداؐ کے چاہنے والوں کے لئے مدحیہ وستایشی غزلوں کا ایک بے مثال ذخیرہ باقی چھوڑ دیا ہو جو اپنی خصوصیات میں منفرد' تاثیر وتاثر میں شتاب آمیز اور ادب وتقدس میں لاثانی ہو۔

مولانا جامیؒ کی رسول اکرمؐ کی تعریف ومدح میں کہی ہوئی بیشتر غزلوں میں سے انتخاب کرنا انتہائی مشکل ہے یہ

مولانا جامیؒ

حیات اور شاعری

[مع اُردو ترجمہ وتوضیح، منتخب غزلیاتِ نعتیہ ومدحیہ ھمراہ باتعلیقات]

حصّہ اوّل

- حالات زندگی
- شاعری اور خصوصیاتِ کلام

مولانا جامیؒ

حالاتِ زندگی (۱)

مولانا رضی الدّین عبدالغفور لاری اور میر علی شیر نوائی اور سلطان حسین بایقرا اور دولت شاہ سمرقندی اور شہزادہ سام مرزا اور مولانا فخر الدین علی، مولانا جامیؒ کے معاصر ادیب تھے اور ان میں سے پہلے دو اور مولانا فخر الدین علی آپ کے ہم نشین مصاحبوں اور شاعروں میں سے تھے بلکہ مولانا رضی الدین عبدالغفور آپ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھے۔ ان ادیبوں نے مولانا جامیؒ کے حالات زندگی کے بارے میں مستند و معتبر اطلاعات ہمارے لئے باقی چھوڑی ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا جامیؒ کے ہم عصر تذکرہ نویسوں اور مؤرخوں یا ان کے زمانے سے قریب مؤرخوں نے آپکی زندگی اور کارناموں سے متعلق مختصر اشارے کیے ہیں۔ ان مستند حوالوں کی روشنی میں مولانا جامیؒ کے بارے میں ان کی زندگی، ادبی مشاغل اور شعر و شاعری سے متعلق دستیاب اطلاعات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

مولانا جامیؒ کا لقب عماد الدّین اور نام عبدالرحمٰن تھا لیکن آپ کا مشہور رائج لقب نور الدّین تھا اور اکثر تذکرہ نگاروں نے اسی بنا پر آپ کا پہلا لقب بلکہ اصلی لقب نور الدّین ہی لکھا جب کہ عماد الدّین کا لقب خال خال ہی استعمال میں لایا جاتا تھا۔

مولانا رضی الدّین عبدالغفور لاری نے اپنے استاد معظّم کی تصنیف نفحات الانس پر جو حواشی لکھے ہیں ان میں تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات زندگی پر بحث کی ہے۔ مولانا لاری کے عین الفاظ اس بارے میں ہم مختصر طور پر نقل کرتے ہیں (اُردو ترجمہ)

---

(۱) مولانا جامیؒ کی زندگی اور حالات و ماحول و مشاغل اور آثار و تصانیف نیز علمی و ادبی امور اور تصوف میں آپ کی دسترس اور مقام کے تفصیلی مطالعہ کے بارے میں مطالعہ ہوں: روضات الجنات از معین الدین اسفزاری مجالس النفائس تالیف میر علی شیر نوائی، حبیب السیر از خواندمیر، تذکرہ الشعرا تالیف دولت شاہ سمرقندی مجالس العشاق از سلطان حسین بالقرا تحفہ سامی از شہزادہ سام مرزا عرفات العاشقین تالیف تقی اوحدی، جامی از علی اصغر حکمت، مقدمہ دیوان کامل جامی از ویراستہ ہاشم رضی لطایف الطوایف مؤلفہ مولانا فخر الدین علی صفی اور رشحات عین الحیات از علی بن حسین کاشفی، تاریخ ادبیات در ایران تالیف استاد ذبیح اللہ صفا، اور تاریخ ادبیات ایران تالیف رضازادہ شفق۔ میں نے اور کتابوں کے علاوہ مولانا جامیؒ سے متعلق حالات زندگی وغیرہ کی اطلاعات کے سلسلے میں علی اصغر حکمت کی کتاب جامی، مقدمہ دیوان کامل جامی از ویراستہ ہاشم رضی، اور تاریخ ادبیات در ایران از استاد ذبیح اللہ صفا اور رضازادہ شفق کی تاریخ ادبیات ایران سے مدد لی ہے۔

”......آپ علیہ الرحمتہ والرضوان‘ کی ولادت خرجرد[1] جام میں ہوئی عشاء کا وقت تھا اور سال ۸۱۷ھ کے شعبان مہینے کی ۲۳ رویں تاریخ تھی۔ آپ کا اصلی لقب عماد الدّین تھا اور مشہور لقب نور الدّین ہے اور آپ کا نام مبارک ہے عبدالرحمٰن۔ اپنے تخلص کے بارے میں فرمایا ہے:

مولدم جام و رشحۂ قلمم جرعۂ جام شیخ الاسلامی است

لاجرم در جریدۂ اشعار بدومعنی تخلصم جامی است

آپکے والد نظام الدّین[2] احمد بن محمد الدشتی تھے اور دشت اصفہان میں ایک محلہ ہے۔ آپکے دادا مولانا محمد نے امام محمد شیبانی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک بیٹی سے نکاح کیا اور ان سے مولانا نظام الدّین احمد‘ جو آپ کے والد تھے‘ پیدا ہوئے۔ آپ (مولانا جامیؒ) نے اکیاسی سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۱۸ رمحرم الحرام سال ۸۹۸ھ کو وفات پائی۔ وفات ٹھیک اس وقت ہوئی جبکہ فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے جیسے کہ کسی کی بات کے جواب میں فرمایا آپ نے ”ایسا ہی ہوگا“ کے الفاظ کہے اور فوراً ہی نماز باندھی۔ اپنے ہاتھ سینے پر رکھ دیئے اور جیسا کہ آپ کا طریقہ تھا بلند آواز میں ”وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِى......“ کی دعا پڑھی اور بیماری وصحت کے حال میں کوئی فرض دکھائے بغیر دو رکعت نماز ادا کی۔ پہلی رکعت میں قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ کی سورتیں پڑھیں اور کسی اضطراب کے بغیر نماز سے فارغ ہوئے۔‘ اور جب اذان صبح ہوئی تو آپ علیہ الرحمتہ والرضوان اس دنیای فانی سے عالم باقی کی طرف تشریف لے گئے۔

سنیچر وار کی صبح کو پادشاہ وقت سلطان حسین بہادر خان باوجود بیماری وناتوانی کے سوختہ دلی کے ساتھ اور نالان و گریان حالت میں اپنے عالی قدر شہزادوں‘ امیروں‘ وزیروں اور بزرگان وقت کے ساتھ آگئے اور ادب واحترام سے آپ کی میّت شریف کو حضرت مخدوم مولانا سعد الدین کاشغری کے مقبرہ میں لے آئے۔ البتہ پادشاہ سلطان حسین بہادر پاؤں میں شدید درد کی وجہ سے جنازہ کے ہمراہ نہ جاسکے جس کا ان کے دل میں بڑا قلق رہا۔ اور حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ اسی مقبرے میں مدفون ہوئے۔

مولانا عبدالغفور لاری نے حضرت مولانا جامیؒ کی اہلیہ محترمہ اور آپکے فرزندوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے البتہ مولانا فخر الدین علی صفی نے اپنی معروف تالیف رشحات عین الحیات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سعد الدّین کاشغری قدس اللہ سرہ‘ کے فرزند حضرت خواجہ کلانؒ کی دو بیٹیاں تھیں جن میں سے

---

(۱) خرجرد نامی جگہ جام کے قصبہ میں واقع ہے اور ہرات نامی شہر میں جو پہلے خراساں ہوتا تھا اور اب افغانستان کا حصہ ہے۔
(۲) رضازادہ شفق نے آپ کے والد کا پورا نام نظام الدین احمد لکھا ہے۔ جب کہ آپ کے شاگرد خاص مولانا لاری نے صرف احمد لکھا ہے۔ اور دونوں نام صحیح ہیں۔

ایک حضرت مخدوم (مولانا جامیؒ) کی نکاح میں تھیں اور دوسری کا نکاح راقم الحروف (مولانا فخر الدین علی صفی) سے ہوا تھا اور اس بارے میں کہا گیا ؎

دو کوکب شرف از برج سعد ملت و دین — طلوع کرد و برآمد بہ سان درّ زصدف

ازان یکی بہ ضیا گشت بیت عارف جام — وزین حضیض وبال صفی شد اوج شرف

حضرت مخدوم مولانا جامیؒ کے اس اہلیہ محترمہ سے چار سعادت مند بیٹے پیدا ہوئے۔ پہلا بیٹا ایک دن سے زیادہ زندہ نہ رہا اور بے نام تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام تھا خواجہ صفی الدین محمدؔ جو ایک سال کے بعد وفات پا گیا اور اس کی وفات سے آپ سخت متاثر اور آزردہ ہوئے چنانچہ اس بیٹے کی موت پر آپ نے سات بندوں پر مشتمل ایک دردناک ترکیب بند مرثیہ کا لکھا[1] آپ کا تیسرا فرزند تھا خواجہ ضیاء الدین یوسف جو سال ۸۸۲ھ میں شوال کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چوتھے بیٹے کی پیدائش محرم الحرام سال ۸۹۱ھ میں ہوئی اور ان کا نام ظہیر الدین عیسیٰ تھا لیکن تقریباً چالیس روز کے بعد ہی وہ وفات پا گئے[2]

مولانا جامی کے ایک برادر بھی تھے مولانا محمد جن کے بارے میں میر علی شیر نوائی نے مجالس النفائس اور خواندمیر نے حبیب السیر میں مختصر ذکر کیا ہے۔ خواندمیر نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامیؒ کے برادر افضل مولانا محمد جامیؒ تھے جو اس زمانے کے بعض علماء کے بقول علمی مطالعات میں بڑھ چڑھ کر تھے لیکن اس کے باوجود انکساری اور تواضع کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور گاہ بہ گاہ بڑے بارونق شعر بھی کہا کرتے تھے۔

گویا مولانا محمدؒ ایک فاضل اور تنہائی پسند عالم تھے جو ظاہری علوم میں مناسب دسترس رکھتے تھے اور علم ادوار اور علم موسیقی کو بھی خوب جانتے تھے۔ میر علی شیر نوائی نے مجالس النفائس میں آپ کی یہ رباعی نقل کی ہے۔

این بادہ کہ من بی تو بدلب می آرم — نی از پی شادی و طرب می آرم

زلف سیہ تو روز من کرد سیاہ — روز سیہ خویش بہ شب می آرم

مولانا محمدؒ کے ساتھ مولانا جامیؒ کی عمیق محبت وعقیدت اس مرثیے سے عیاں ہوتی ہے جو مولانا محمدؒ کی وفات پر آپ نے ترکیب بند میں ثبت کردی ہے۔[3]

---

(۱) ملاحظہ ہو دیوان کامل جامی ازد یراستہ ہاشم رضی چھاپخانہ پیروز۔ تہران صفحہ ۱۱۸۔۱۲۱

(۲) مولانا جامیؒ نے ان کی موت پر یہ قطعہ لکھا ؎ نور دیدہ ظہیر دین کہ فتاد . زادن و بردنش بہ ہم نزدیک . بود برقی از آسمان کرم . زادن و مردنش بہ ہم نزدیک.

(۳) ملاحظہ ہو: دیوان کامل جامی صفحہ ۱۱۵۔۱۱۸۔

مولانا جامیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد نظام الدین احمدؒ سے پائی۔ اس بارے میں مولانا عبدالغفور لاری نے لکھا ہے کہ ایک روز آپ کے اساتذہ اور معلموں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں ہم اپنے والد بزرگوار کے شاگرد ہیں۔ اور یوں معلوم ہوا کہ صرف ونحو آپ نے اپنے والد سے ہی سیکھی تھی اور اس کے بعد علوم عقلی اور یقینی معارف میں آپ غیروں کے بہت زیادہ محتاج نہیں رہے۔

مولانا فخر الدین علیؒ جو آپکے ہم زلف بھی تھے اور شاگرد بھی نے آپکی تحصیلات کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ کمسنی میں اپنے والد شریف کے ساتھ ہرات میں آئے تو مدرسہ نظامیہ میں اقامت کی اور مولانا جنیدؒ اصولی کے حلقۂ درس میں عربیت کا علم سیکھنے کیلئے شامل ہو گئے۔ مولانا اس علم میں اس وقت کے مشہور عالم اور ماہر فن تھے۔ جب مولانا جامیؒ اس حلقۂ درس میں آ گئے تو وہاں بعض شاگرد شرح مفتاح اور مطول کی قرائت میں مصروف تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ ابھی شرعی طور پر بالغ نہیں ہوئے تھے آپ نے ان کتابوں کو سمجھ لینے کی اپنے اندر اہلیت پائی اور مطول کا مطالعہ کرنے لگے اور اس کی شرح بھی پڑھتے رہے۔ اسکے بعد آپ مولانا حضرت سید شریف جرجانیؒ کے شاگرد اکمل مولانا خواجہ علی سمرقندیؒ جو اس عہد کے عظیم المرتبہ دقیق رس علماء میں سے تھے کے مکتب درس میں آ گئے اور چالیس روز کے بعد ہی فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد آپ حضرت مولانا سعد الدین تفتازانیؒ کے سلسلہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد مولانا شہاب الدین محمد جاجرمیؒ جو اپنے دور کے فاضل ترین اساتذۂ مباحث میں سے تھے کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے ...... وہاں سے فراغت پا کر سمرقند چلے گئے اور (مولانا صلاح الدین موسا) قاضی زادۂ رومؒ کے مدرسۂ درس میں آ گئے۔ قاضی زادہ روم اپنے عہد کے نامور محققین میں سے تھے۔ پہلی ہی ملاقات میں مباحثہ ہوا جو خاصا لمبا تھا اور آخر میں قاضی زادہ آپ سے متفق ہو گئے۔

مولانا فتح اللہ تبریزیؒ جو جیّد دانشمندوں میں سے تھے اور میرزا اُلغ بیگ کے دربار میں صدارت کے فرائض منصبی انجام دینے پر فائز تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اس مجلس میں حاضر تھا جو سمرقند میں قاضی زادہ روم نے بلائی تھی اور اس میں مشہور جہان اکابر علماء وفضلا کو مدعو کیا تھا۔ دوران گفتگو قاضی زادۂ روم نے بعض ذہین اور خوش طبع عالموں کا ذکر کیا اور مولانا عبدالرحمن جامیؒ کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا:

جب سے سمرقند کی تعمیر ہوئی ہے اس جوان کی سی ذہانت طبع اور قوت گرفت رکھنے والا کوئی شخص دریائے آموّیہ کے اس طرف نہیں آیا ہے۔ مولانا ابو یوسف سمرقندیؒ جو قاضی زادہ روم کے معروف شاگرد تھے نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ سمرقند میں آ گئے تو اتفاق سے علم ہیئت سے متعلق ایک تذکرہ کا بھی مطالعہ کرتے رہے اور اس تذکرہ کے حاشیہ پر جو تحریرات قاضی زادہ نے لکھی تھیں اور سالہا سال تک وہ حواشی شاگردوں

کے مطالعہ میں تھیں، ہر روز ان میں سے دو ایک باتوں کو کاٹ دیا کرتے تھے اور ان کی اصلاح کیا کرتے اور ایسا کرنے پر قاضی زادہ رومؒ ان کے ممنون رہتے تھے۔ چنانچہ شرح ملخص چمغینی' جو قاضی زادہ کے اپنے افکار کی تخلیق تھی بھی قاضی زادہ لے کر آئے مولانا جامیؒ نے اس میں ایسے اضافے کئے جو ہرگز قاضی زادہ کے خیال میں نہیں آئے تھے۔ ایک دن ہرات میں مولانا علی قوشچی ترکوں کی عادت کے مطابق ایک عجیب صدری کمر پر باندھے آپ کی مجلس شریف میں حاضر ہوئے اور دوران گفتگو علم ہیئت کے بعض دقیق نکتوں کے بارے میں جو بہت مشکل تھے آپ کی مدد چاہی۔ آپ نے فی البدیہ ان مشکلات کا تشفی بخش جواب دے کر اس کی مشکل حل کر دی۔ مولانا علی دنگ رہ گئے۔ مولانا جامی نے خوش طبعی سے مولانا علی سے کہا کیا آپ کی اس صدری میں اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں تھی؟ اس کے بعد مولانا علی قوشچی نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ اس روز سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس عالم ودانشمند آدمی میں نفس قدسی موجود ہے۔ بعض بزرگوار حضرات کا کہنا تھا کہ ان میں یہ قوت اس لئے ہے کہ طریق خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اَرواحُہم میں مشغولیت عقل کی مددگار ہوتی اور قوت ادراک کو قوی بنا دیتی ہے اور ہم درسوں پر ان کو غالب اور مسلط بلکہ مباحث کی قوت وکیفیت میں ان کو استادوں پر بھی فوقیت بخشتی ہے۔

مولانا جامیؒ نے اپنی زندگی میں جو سفر کئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ پانچ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار نظام الدین احمد کے ہمراہ ہرات گئے۔ آپ کا دوسرا سفر ہرات سے سمرقند میں تھا۔ تیسرے سفر میں آپ سمرقند سے ہرات لوٹ آئے اور یہاں مولانا علاء الدین علی قوشچی کے ساتھ علمی مصاحبت رہی۔ اسی سفر میں آپ مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے وابستہ ہو گئے اور تصوف میں ان کا طریقہ اختیار کیا جو آخر عمر تک قائم ودائم رہا۔ چوتھے سفر میں آپ ہرات سے مرو گئے اور نیت یہ تھی کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ کا دیدار کریں گے۔ چنانچہ یہ سعادت آپ کو حاصل ہوئی اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندؒ کی ملازمت میں رہ کر طریق نقشبندی اختیار کیا اور اس طریق مقدس میں آپ قطب وپیشوا بن گئے اور ظاہر وباطن میں کامل ومکمل ہوئے۔ آپ حضرت احرار نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بارہ سال تک رہے۔ آپ کا پانچواں سفر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندؒ ہی کا دوسری بار دیدار کرنے کی نیت سے سمرقند میں تھا جو سال ۸۷۰ھ میں واقع ہوا۔ چھٹا سفر بھی آپ کا تیسری بار سمرقند جا کر حضرت خواجہ احرارؒ کا دیدار کرنے کی غرض سے تھا اور سال ۸۸۴ھ میں واقع ہوا۔ آپ کا ساتواں اور آخری سفر حجاز کا تھا۔ اس سفر میں آپ سال ۸۷۷ھ میں خراسان سے ہمدان' کردستان' بغداد' کربلا' نجف' مدینہ' مکہ' دمشق' حلب اور تبریز کے مقامات میں گئے اور خراسان لوٹ گئے۔

مولانا فخر الدین علی صفی نے رشحات عین الحیات میں اس آخری سفر کے بارے میں بعض تفصیلات بیان کی ہیں

جو اہم اور دلچسپ ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ سال ۸۷۷ھ میں آپ سفر حجاز پر روانہ ہوئے اور جب آپ سفر کی تیاریاں کر رہے تھے تو خراسان کے بعض بزرگ حضرات نے آپ سے اس سفر سے صرف نظر کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ کی توجہ سے کتنے ہی غریب اور ضرورت مند لوگوں کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں اور آپ کی ہمت کی برکت سے جو ضروری امور بادشاہوں کے درباروں اور روسا کے گھروں سے لوگوں کے حق میں انجام کو پہنچتے ہیں وہ پیادہ حج کرنے کے برابر ہے۔ آپ نے خوش طبعی کے طور پر جواب دیا کہ چونکہ اس طرح کے پیادہ حج ہم نے بہت کیے ہیں اس لئے ہم بہت تھک گئے ہیں۔ اب جی چاہتا ہے کہ سوار ہو کر بھی حج کریں۔ جب آپ ہرات سے روانہ ہوئے تو آپ نیشاپور' سبزوار' بسطام' دامغان' سمنان' قزوین اور ہمدان کو عبور کرتے گئے۔ ہمدان کے حاکم شاہ منوچہر نے کمال عقیدتمندی وخلوص کا اظہار کیا اور تین دن اور رات تک آپ کو اہل قافلہ کیساتھ روکے رکھا اور شاہانہ ضیافتوں سے آپ کی خاطر مدارات کی اور اپنے ملازموں اور نوکروں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمراہ کر دی جنہوں نے سلامتی کے ساتھ آپکے قافلے کو کردستان کے دشوار گذار علاقے سے عبور کروا کے بغداد کی سرحد تک پہنچا دیا۔ جمادی الاول کی پہلی تاریخ کو آپ نے بغداد میں پڑاؤ ڈال دیا اور چند دنوں کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ مقدس کی زیارت کرنے کی نیت سے حلہ کی طرف روانہ ہوئے اور جب کربلا پہنچے تو یہ غزل لکھی۔

کردم زدیدہ پای سوی مشہد حسین　　　　ہست این سفر بہ مذہب عشاق فرض عین

مشہد مقدس اور حضرت امیر علیہ السلام کے مرقدِ منوّر کی زیارت کے بعد آپ نے حضرت امیر علیہ السلام کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

اَصْبَحْتُ زَائِراً لَکَ یَا شُحْنَۃَ النَّجَف　　　　بہر نثار مرقد تو نقد جان بہ کف

وہاں کے سیّد السّادات سید شرف الدّین محمد لیث نقیب نے اپنے اعزا و اولاد اور احباب کے ساتھ آپ کا شاندار استقبال کیا اور تعظیم واحترام اور عقیدت وارادت کے ہمراہ تین دنوں تک آپکی میزبانی کی اور مناسب خدمت انجام دی۔ مولانا جامیؒ اب مدینہ مطہرہ کی طرف روانہ ہوئے اور سفر کے دوران ایک قصیدہ لکھا جس میں رسول اکرم ﷺ کے تمام معجزات کا ذکر کیا ہے یہ قصیدہ شریف یوں شروع ہوتا ہے۔

بانگ رحیل از قافلہ برخاست خیزای ساربان　　　　رختم بنہ برراحلہ آہنگ رحلت کن روان[1]

---

(۱) دیوان کامل جامی صفحہ ۸۲

دوسرے قصیدہ شریف کا مطلع یہ ہے ۔

یارب مدینہ است این حرم کز خاکش آید بوی جان یا ساحت باغ ارم یا عرصۂ روض الجنان [1]

اور بائیس دنوں کے بعد مدینہ پہنچے اور حضرت آنحضرت ﷺ کے روضہ مقدس کے شرائط کی بجا آوری کے بعد مکہ مبارک کی طرف روانہ ہوئے دس دنوں کے بعد ذی الحجہ کے اوائل میں وہاں پہنچے اور پندرہ روز تک قیام کیا۔ حج اسلام کے مناسک اور شرائط و آداب کو مکمل طور پر انجام دینے کے بعد آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور زیارت رسول کریم کی توجہ کے دوران یہ غزل لکھی ۔

بہ کعبہ رفتم وز آنجا ہوای کوی تو کردم جمال کعبہ تماشا بہ یاد روی تو کردم [2]

روضہ مظہر نبویؐ کی زیارت اور دیدار حضرت رسولؐ کے بعد آپ شام چلے گئے اور پینتالیس روز تک دمشق میں قیام کیا اور وہاں کے قاضی القضاۃ اور اس عہد کے مشہور محدث اور مستند استاد حدیث قاضی محمد حیصری کی صحبت میں رہے اور ان سے حدیث سنتے رہے اور سند حدیث بھی حاصل کی ۔ قاضی موصوف نے آپکی اقامت کے دوران دمشق میں آپکی خاطر داری اور میزبانی کی ۔ وہاں سے مولانا جامیؒ حلبؒ گئے اور حلب کے سادات وائمہ اور قضات نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحایف و ہدایا پیش کئے ...... قیصر روم نے بھی روم آنے کی دعوت دی لیکن بالآخر اپنی عمر رسیدہ والدہ کی خدمت میں جلد از جلد لوٹ جانے کا بہانہ کر کے آپ نے خراسان کا رخ کیا۔ جب آپ ہرات پہنچے تو اس وقت پادشاہ میرزا سلطان حسین مرو میں تھا۔ مولانا جامیؒ کے لوٹ آنے کی خبر سن کر اس نے اپنے چند خاص معتمدین کو لائق و مناسب تحایف اور ایک ذاتی خط کے ہمراہ جس میں اخلاص و نیازمندی ظاہر کی تھی بھیج دیا۔

(۱) زیارت روضہ مقدس حضرت رسول اکرمؐ مولانا جامیؒ کی زندگی کی غایت تھی اور بالاترین تمنا۔ چنانچہ مدینہ پاک کی طرف روانہ ہونے اور توجہ کرنے کے سلسلے میں سات بندوں پر مشتمل آپ کا ترکیب بند عشق رسولؐ اور دیدار مدینہ کے بارے میں آپ کی اعلیٰ ترین سند ہے۔ اس بند کا ایک ایک شعر مولانا جامیؒ کے فنافی الرسول اور رسول اکرم کی ذات بے سایہ و بے مثال سے بھرپور عشق پر گواہ ہے اور اسی میں وہ مشہور بند بھی ہے جو اکثر و بیشتر مسلمانان کشمیر انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ بلند آواز میں پڑھتے ہیں۔ یا شفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام ۔ بر درت این بار باپشت دوتا آوردہ ام ۔ روضہ مقدس پر مولانا جامیؒ نے یہ سلام بھی گذارا ۔ سلام علیک ای نبی مکرم ۔ مکرم تراز آدم و نسل آدم ۔ مدینہ منورہ دیکھا تو یہ نعت لکھی ۔ ما بلم کہ چون لالہ صحرای مدینہ ۔ داریم بہ دل داغ تمنای مدینہ ۔ شوق مدینہ اور دیدار مدینہ کی تمنا میں نیز رسول اکرمؐ کی بارگاہ میں شرفیاب ہونے کے عشق میں لکھا ۔ کی بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم ۔ گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم ۔ یا احنّ شوقا الی دیار لقیت فیہا جمال سلمیٰ ۔ کہ می رساند از ان نواحی نوید لطفی بجانب ماہ ۔ دربار نبویؐ میں شرفیاب ہونے سے پہلے سلام عرض کرتے ہوئے درخواست گذاری ۔ یارسول اللہ! السلام علیک ۔ انما الفوز و الفلاح لدیک ۔ لبسلام آمدم جوابم دہ ۔ مرھمی بر دل خرابم نہ ۔ بس بود جاہ و احترام مرا ۔ یک علیک از تو صد سلام مرا ۔ (یہ نعت شریف بھی کشمیر کے مسلمانوں میں بے حد مقبول ہے) ملاحظہ ہو دیوان کامل جامی صفحات ۶۷۔۷۳۔۱۲۷۔۱۲۸۔۱۲۹۔۱۳۰۔۵۳۶۔۵۴۹۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے توجہ و محویت کے نتیجے میں یہ غزل بھی میرے یقین میں مولانا جامیؒ نے دیدار رسولؐ کے دوران کہی، جس کا مطلع ہے۔ ای واضح والضحیٰ جبینت ۔ واللیل نقاب عنبرینت ۔ کشمیر میں درود خوانی کے دوران یہ نعت شریف اکثر پڑھی جاتی ہے۔

علی اصغر حکمت نے اپنی تالیف جامی میں لکھا ہے کہ خمسۃ المتحیرین میں میر علی شیر نوائی نے ہرات میں مولانا جامیؒ کے سفرِ حجاز سے واپسی پر ان دو رباعیوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے ایک دوسرے کو لکھی تھیں۔ میر علی شیر نوائی نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت (مولانا جامیؒ) سفرِ مکہ سے لوٹے اس وقت بادشاہ بلخ میں تھا۔ مبارک بادی کا خط لکھا اور ایک قاصد کے توسط سے بھیجا کہ آپ کی سلامتی کی خبر لے کر آ جائے۔ یہ رباعی لکھ کر بھیجی گئی تھی۔

انصاف بدہ ای فلک مینا فام تا زین دو کدام خوبتر کرد خرام

خورشید جہانتاب تواز جانب صبح یا ماہ جہانگرد من از جانب شام

جواب میں آپ نے مع اس رباعی کے ایک مفصل خط بھیج دیا:

با کلک تو گفت نامہ کای گاہ خرام صد تحفہ خوش بہ ردم آوردہ زشام

گر پای تو درمیان نباشد نہ رسد مہجوران را زجانب دوست پیام[1]

رضازادہ شفق نے تاریخ ادبیات ایران میں لکھا ہے کہ سفرِ حج میں بغداد والوں نے مولانا جامیؒ کو آزردہ خاطر کیا اور وہ دل شکستہ ہو کر وہاں سے چل پڑے تھے چنانچہ ان کی نادانی پر لب کشائی کرتے ہوئے آپ نے غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

بکشای ساقیا بہ لب شط سر سبوی وز خاطرم کدورتِ بغداد یان بشوی[2]

صاحب خزینۃ الاصفیا نے اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ سید الکونین کے روضۂ مطہرہ اور کربلا کے دوسرے شہیدوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت سے فراغت پا کر مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر بغداد لوٹ آئے۔ وہاں شیعہ مذہب کے چند علماء نے آپ کی تصنیف کردہ کتاب سلسلۃ الذہب کے بعض شعروں پر اعتراض کیا اور مولاناؒ سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ اس بارے میں ایک بڑی مجلس ترتیب دی گئی جس میں اس عہد کے بغداد کے صلحا و علماء اور حاکمانِ وقت نے شمولیت کی۔ شیعہ علماء کی طرف سے ایک شخص جو تمام شیعوں میں سخت شیعہ تھا اور جس کا نام نعمت حیدری تھا مولانا جامیؒ کے مقابلے میں بحث کے لئے آگے آئے۔ مولانا جامیؒ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ہم سے شریعت کی رو سے بات کرو گے یا طریقت کی رو سے؟ اس نے کہا دونوں کی رو سے۔ آپ نے فرمایا تو پھر تم پہلے اپنی مونچھوں کو جو لمبی اور شریعت کی مقرر کردہ حدوں سے بڑھ چکی ہیں درست کر لو تا کہ ہم تم سے بات کریں اور جب تک تم اپنی مونچھوں کو درست نہیں کر لیتے تم سے بولنا حرام ہے۔ بغداد کا حاکم

(۱) جامی۔ علی اصغر حکمت۔ تہران سال ۱۳۲۰ شمسی چاپخانہ بانک ملی ایران تہران صفحہ ۸۶۔
(۲) تاریخ ادبیات ایران رضازادہ شفق صفحہ ۵۴۲

مجلس میں حاضر تھا۔ اس نے حکم دیا کہ قینچی لائی جائے۔ لیکن مجلس میں حاضر لوگوں نے قینچی کا انتظار نہیں کیا اور اس سے پہلے کہ قینچی آ جاتی نعمت حیدری کی مونچھوں کو بڑی نعمت اور تبرک جان کر ہاتھوں سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔ نعمت حیدری کی حالت غیر ہوگئی اور وہ بول نہ سکا اور شکست خوردہ وٹوٹ پھوٹ کر مجلس سے باہر چلا گیا اور حضرت مولانا بغداد سے مدینہ مقدس کی طرف روانہ ہوگئے۔[1]

مولانا جامیؒ نے جب وفات پائی تو کہرام مچ گیا۔ بادشاہ، امرا، وزرا، خواص وعوام نے ماتم کیا۔ شاعروں نے مرثیے لکھے اور وفات کی تاریخیں کہیں۔ بادشاہ کے مشہور وزیر اور مولانا جامیؒ کے دوست اور ارادتمند خاص میر علی شیر نوائی، جو ترکی اور فارسی کے جید عالم اور زبردست شاعر تھے، نے خود مرثیہ لکھا اور مرثیہ میں ایک ترکیب بند بھی قلمبند کیا۔ جن شاعروں نے مرثیے لکھے اور تاریخ وفات کہی میر علی شیر نوائی نے ان سب کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔ مولانا جامیؒ کی وفات کے بیس دن پورے ہو جانے پر آپ نے ایک عام دعوت کا اہتمام کیا اور لوگوں کو عیدگاہ میں مدعو کیا۔ بادشاہ اور تمام اکابرین ومشائخ، امرا اور وزراء اور خواص وعوام نے شمولیت کی اور جو مرثیہ میر علی شیر نوائی نے لکھا تھا واعظ شہر نے منبر پر کھڑے ہو کر اسے پڑھا۔ چالیسویں پر خود بادشاہ نے اسی طرح عام لوگوں کو مدعو کیا اور عیدگاہ میں دعوت کا اہتمام کیا۔ لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ وہاں سے بادشاہ حضرت جامیؒ کے مقبرۂ شریف پر تشریف لے گئے اور وہاں پر مقبرۂ شریف کے قبلہ کی طرف ایک عمارت کی بنیاد رکھی اور مقبرۂ شریف پر حافظان کلام اللہ کی ایک جماعت مقرر کر دی۔ قطعات تاریخ وفات میں سے یہ چند قطعات درج کیے جاتے ہیں۔[2]

حضرت مخدوم جامیؔ مقتدای اہل فضل
آن کہ مثل، اونديده ہیچکس درکاینات
قطب دوران بود وچون شد فوت نزداہل دل
فات مناقطب دوره گشت تاریخ وفات

☆

جامی کہ بود مایل جنت مقیم شد
فی روضۃ مکرمۃ ار ضہا السماء
کلک قضا نوشت روان بردر بہشت
تاریخ او :ومن دخلہ کان آمنا

☆

روز جمعہ از محرم ہژدہم
رفت جامی سوی حق شوقاً الیہ
باخرد گفتم کہ ای از کاینات
یافتہ تقدیم خلقت من لدیہ
یادکن تاریخ او باخلق
گفت یاد جامی رحمۃ اللہ علیہ[3]

(۱) نقل از دیوان کامل جامی۔ صفحہ مقدمہ ۱۵۰
(۲) ایضاً صفحہ ۱۵۶
(۳) دیوان کامل جامی۔ مقدمہ صفحہ ۱۵۶

ہرات میں تخت مزار میں حضرت مولانا سعد الدّین پیر بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف کے سامنے حضرت مولانا جامیؒ کی قبر مبارک اور روضہ شریف واقع ہے۔ ہرات کے اکثر لوگ سنیچر کے دن آپ کی زیارت کو آتے ہیں اور فیض و برکات سے دامن بھر کر لوٹ جاتے ہیں۔ آپ کی مرقد مطہرہ پر نصب تختی پر کندہ ہے:

هو الباقی ! کُلُ مَنْ عَلَیْها فَانٍ وَیَبْقیٰ وَجْه رَبِّك ذُوالجلا لِ وَالاِکرام!

قَدِاجَابَ دَعْوَةَ الْحَقِّ واتی بِقَلْبِ سَلِیْمِ. به محوایِ ندایِ، یاَ اَیَتها النّفس المُطمئِنّة ارجعی اِلیٰ رَبِّك راضیتہ مرضیتہ. تاووسُ روُح مقدس ، عنقایِ قَافِ لاهوت ' وشاهباز پروازِ اوج جبروت ' مهبطِ انوارِ قدم' کاشفِ اسرارِ علوم و حِکَمْ' مسند کعبۂ عالی مقامی' بلبل خوش آهنگِ بهار ستانِ بلند نامی ' عارف نامی و قطبِ گرامی' مولانا نور الحق و الملّته و الدّین عبد الرّحمن الجامی قدّس الله تعالی سرہٗ السامی ' از مضیق دامگاهِ غرور به وسعت سرایِ سرور پرواز نمود۔

جامی که بود مایل جنت مقیم گشت
فی رَوضَۃِ مخلدۃِ ارضها السما
کلک قضا نوشت روان بردر بہشت
تاریخہ: وَمَنْ دَخَلَ کَانَ آمِنًا

اخلاق اور عزّتِ نفس:

مولانا جامیؒ کی شہرت میں ان کی ذاتی فہم وادراک' قوّت حافظہ اور بھرپور ذہانت ودانائی کا بھی خاص دخل ہے اور ان کے دسیلوں سے آپ نے علم وفضل اور معارف وعلوم میں شہرۂ آفاق دانش حاصل کی چنانچہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے' آپ کی فضیلت کے آگے سرخم کرنے والے فضلاء اس بات کے معتقد تھے کہ مولانا جامیؒ نفس قدسی کے حامل ہیں۔

کتاب دوستی اور مطالعہ کا شوق آپ میں اس قدر راسخ تھا کہ آپ نے اپنے کلام میں اپنے فرزند یا پڑھنے والوں کو مفید ومنفعت بخش کتابیں پڑھنے کی سخت تلقین اور نصیحت کی ہے ۔

خوشتر ز کتاب درجہان یاری نیست
در غمکدۂ زمانہ غمخواری نیست

ہر لحظہ از و بگوشہ تنہائی

صدراحتی است وہرگز آزاری نیست [1]

مولانا جامیؒ کی برجستہ صفات میں سے ان کی تنہائی پسندی اور مادی دنیا سے قطع تعلق ہے کیونکہ ان کی سرشت میں مکمل معنی میں درویشی ہی درویشی تھی اور اس کے تمام آثار یعنی تواضع' انکساری' فروتنی' بے ریائی' خلوص وعقیدت اور بذل نفس آپکے جملہ حرکات وسکنات میں نمایاں تھے۔ آپ نے ہرگز مرشد ورہبر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ روحانی سلوک میں آپ مرشد بھی تھے اور راہبر بھی۔ ذاتی اذکار وریاضتوں میں مشغول رہ کر بھی زندگی کے ضروری امور سے آپ نے صرف نظر نہیں کیا۔ شرعی آداب کا کامل طور پر لحاظ رکھتے ہوئے ہمیشہ شریعت پر عمل کرتے تھے لیکن ان فضائل وصفات عالی سے بھی آراستہ تھے جو صوفی مشائخ اپنی تعلیم میں ہمیشہ اپنے پیروؤں کو اختیار کرنے کی تاکید کیا کرتے ہیں اور اس حیثیت میں بھی نہ ان میں ظاہر فروشی تھی نہ ریاکاری۔ مولانا عبدالغفور لاری نے جو آپ کے خاص شاگردوں میں سے تھے آپ کے فضائل واوصاف کے بارے میں لکھا ہے:

''......آپ' علیہ الرحمتہ والرضوان' کبھی بھی دم بھر کیلئے باطنی مشغولیت سے خالی نہیں رہتے تھے۔ رجال لاتلھیم تجارة ولابیع عن ذکر اللہ آپ کے حسب حال تھا۔ ظاہر میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوتے تھے اور باطن میں حق سبحانہ کے ساتھ۔ حوادث ایام یا سال وماہ کے واقعات ان پر مسلط نہیں ہوتے اور تفرقہ ڈالنے والے آپ کی مجلس شریف میں غوغا برپا کرنے والی باتیں لے کر آتے لیکن آپ مطلق ان چیزوں کا خیال نہیں فرماتے اور اگر فرماتے بھی تو زود گذر بجلی کی طرح آپ کے دل سے محو ہو جاتے۔ فرماتے تھے کہ طریق خواجگان میں ایک خوبی ہے کہ ہر جگہ ہر کسی کے ساتھ ورزش کی جاسکتی ہے۔

سررشتۂ دولت ای برادر بکف آر

وین عمر گرامی بہ خسارت مگذار

دائم ہمہ جا' با ہمہ کس' درہمہ کار

میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

اور اس جماعت (یعنی خواجگان) کے اخلاق کے لب لباب پر عمل پیرا تھے اور شبہ کی چیز سے مطلق احتراز کرتے تھے۔ اگر سلاطین وحکام کی مجلس میں شبہ کی کوئی چیز حاضر کی جاتی تو آپ کے لئے دوسری غذا لائی جاتی تھی یوں کہ

(۱) مولانا جامیؒ نے کسب فضیلت علم اور کتاب خوانی کے بارے میں مثنوی تحفۃ الاحرار اور مثنوی یوسف وزلیخا میں بہت پُر اثر اور کارآمد شعر لکھے ہیں۔

اہل مجلس کو خبر نہ ہوتی اور وہ کوئی گمان نہیں کر پاتے۔

حضرت مولانا جامیؒ کا شب و روز کا طریقہ یہ تھا کہ جب خفتن کی نماز پڑھتے تو ساعت بھر لوگوں کیساتھ مصاحبت و گفتگو کرتے اور جب مجلس سے اٹھتے تو اس جماعت کے طریق کے مطابق شغل اختیار فرماتے اور کہتے تھے کہ سو جانے سے پہلے اس طرح کی ریاضت کا شغل بہت اہم ہے تاکہ ساری رات تک اس کی برکت جاری رہے اور شغل ریاضت سے فراغت کے بعد استراحت کرتے تھے۔ اوائل ایام مشغولیت میں استراحت بہت کم کرتے تھے اور جب بیدار ہو جاتے تو نماز و مراقبہ میں صبح تک مشغول رہتے تھے۔ آخری اوقات میں رات کے تیسرے پہر سے بیداری کو لازمی جانتے تھے اور نماز و مراقبہ میں رہتے اور فرماتے تھے کہ صبح کی مشغولیت کی برکت پورے دن تک جاری رہتی ہے اور صبح کی نماز کے لئے تجدید وضو کرتے تھے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو ایک نیزے کی سورج کی بلندی تک مراقبہ میں رہتے اور دوسرے اوقات میں مراقبہ اور مطالعہ و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا جامیؒ کے بیٹھنے کا طریقہ تشہد میں بیٹھنے کا تھا تعظیماً حق سبحانہ و تعالیٰ کے لئے اور احتراماً لوگوں کیلئے بھی۔ آپ قبلہ رو ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے اور بیشتر اوقات زمین پر بیٹھا کرتے۔ اکثر کشادہ آستین والی قبا پہنتے اور لباس میں زینت سے احتراز کرتے تھے۔ ہر صورت میں آپ دلکش دکھائی دیتے تھے۔ کبھی قبا پہنتے اور کبھی جبہ اور کبھی دستار کا شملہ ڈال دیتے اور کبھی نہیں ڈالتے تھے۔

آپ کی صحبت شریف میں رہنے کی ایک یہ خاصیت تھی کہ جو کوئی آپ کے حضور میں آتا وہ ہر طرح کی تنگی خاطر اور غم و اندوہ سے آزاد ہو جاتا اور خوشی و مسرت سے کھل کھل اٹھتا تھا جو بھی کوئی آپکی خدمت میں آتا خواہ ادنی یا خواہ شریف' اس کے پاس بیٹھ جاتے جب تک وہ خود اٹھ کر چلا جاتا۔ مجلسوں میں آپ نیچے کی طرف بیٹھ جاتے اور دہلیز پر بیٹھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ادنی لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور کھانے میں بڑی بے تکلفی سے کام لیتے تھے اور غذا بھی بے تکلف ہی پسند فرماتے تھے۔

جس عمل میں ریاکاری کا کوئی شائبہ ہوتا وہ آپ سے سرزد نہیں ہوتا تھا۔ اگر کسی شخص کو دینوی امور میں محتاج پاتے تو خفیہ طور پر اسکی مدد کرتے تھے...... لوگوں کی مدد کرنے کے اخراجات میں سے فاضل رقم کو خیر یہ امور میں صرف کرتے۔ ہرات کے شہر میں آپ نے ایک مدرسہ تعمیر کیا ہے اور خیابان میں بھی ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنائی ہے۔ جام میں ایک جامع مسجد بنائی ہے اور مدرسہ خیابان کے حق میں جو آپ کی ہمسائگی میں ہے بیشتر ملکیت وقف کردی ہے۔ آپ' علیہ الرحمتہ والرضوان مجلسوں میں کم سخن تھے اور فرماتے تھے کہ دوستو! کوئی بات کرو ہمارے

پاس کہنے کے لئے کوئی بات ہے نہیں۔ اور پھر کبھی کبھار آپ بھی بات کیا کرتے۔ اور ایک رات فرمایا کہ یار دوست جو آپس میں باتیں کیا کرتے ہیں ان کو تو ایک دوسرے میں فنا ہو جانا چاہئے اور اپنی لذتوں کو ایک دوسرے پر نثار کرنا چاہئے۔

خلوت میں اس جماعت (نقشبندی جماعت) کا کلام اور ان کے حقائق و معارف کثرت سے آپکی زبان پر جاری رہتے اور اس بات کا امکان ہی نہ تھا کہ آپ یہ باتیں ان لوگوں پر ظاہر کرتے جو اس جماعت سے بیگانہ تھے اگر چہ وہ ارباب فضل و کمال ہی کیوں نہ ہوتے۔

جامی غم دوست رابہ عالم نہ دہی
باہر کہ نہ اوست شرح این غم نہ دہی
مرغ غم اوبہ حیلہ شد باما رام
خاموش کہ مرغ رام را رم نہ دہی۔۔۔[1]"

مولانا جامیؒ عزت نفس، بے طمعی اور استغناء کی بلند صفتوں سے سرشار تھے۔ آپ نے سلاطین و حکام اور امراء و وزراء وقت کے سامنے کبھی بھی کسی خواہش کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ وہ اکثر آپ کے حضور میں آکر دامن بوسی کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جوانی کے ایام میں کبھی ذلت و خواری کو اپنے اوپر اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ سمرقند اور ہرات کے اکثر علماء و فضلا مولانا قاضی روم اور مولانا خواجہ علی سمرقندی کے رکاب میں پیادہ چلا کرتے تھے لیکن ہم نے ہرگز ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ درس پڑھنے والوں کی عادت کے مطابق ہم ان کے گھروں کے دروازے پر بھی نہیں گئے گو اس وجہ سے ہمارے وظیفہ کی وصولی میں دقتیں بھی آئیں۔ آپ کی قناعت پسندی و خرسندی اور بے نیازی ان منظوم قطعات سے نمایاں ہوتی ہے:

بہ دندان رخنہ در پولاد کردن
بہ ناخن راہ درخارا بریدن
فرو رفتن بہ آتشدان نگونسار
بہ پلک دیدہ آتش پارہ چیدن
بہ فرق سر نہادن صد شتر بار
زمشرق جانب مغرب دویدن۔

(۱) ملاحظہ ہو جامی از علی اصغر حکمت صفحہ ۹۱-۹۲-۹۳

بسی بر جامی آسان ترنماید
کہ بار منّتِ دونان کشیدن

☆☆☆

پی لقمہ و خرقہ ہر لحظہ ئی
نشاید کشیدن زخلقی گزند
بہ روزی بود خشک نانی کفاف
بہ عمری بود کہنہ دلقی پسند

☆☆☆

برای نعمت دنیا کہ خاک بر سرآن
منہ زمنتِ ہر سفلہ بار برگردن
بہ یک دو روزہ رود نعمتش زدست ولی
بماندت ابدالدہر عار برگردن ! (۱)

ذوقِ جمال:

حضرت مولانا جامیؒ میں لطافت ذوق اور حسن دوستی کا جذبہ اس حد تک تھا کہ خوش جمال چہرہ اور دلکش زلفیں آپ کے ذوق فروزاں کو اور مشتعل کر دیتی تھیں اور شاہدِ ہستی کے حسن کے مظاہر کا مشاہدہ کرنے سے آپ کی حساس طبیعت جوش میں آجاتی تھی جس کے نتیجے میں آپ نے ابیات واشعار اور منثور و منظوم کلام کو' جو آگ کی چنگاریوں سے بھی سوزناک تر ہے' اپنے نوک قلم سے صفحہ قرطاس پر اتار کر ہمارے لئے باقی چھوڑا ہے اور جو فارسی زبان کا بہترین عشقیہ سرمایہ ہے آپ کے حق گذار شاگرد خاص مولانا عبدالغفور لاری نے اپنے استاد گرامی کے شرح احوال کے ضمن میں آپ کی نفسانی حالت اور جذبات قلب کی تفصیل لکھی ہے اور یہ تفصیل واقعاً بے نظیر ہے کیونکہ دوسرے بزرگوں کے بارے میں اس طرح کے عوالم کی طرف بہت کم اشارے ملتے ہیں۔ مولانا لاری نے مولانا جامی کے عاشقانہ جذبات اور وجد و شوق کا ذکر بہت عقیدت اور لطف بیان کیساتھ کیا ہے اور اپنے بیان کو اپنے استاد گرامی کے کلام سے جابجا زینت بخشی ہے۔ مناسب ہے کہ مثال کے طور پر منتخب ذکر ذیل میں کیا جائے:

(۱) دیکھئے دیوان کامل جامی..... صفحات ۹۱، ۷۸۵ اور ۷۸۶۔

''......آپ ابتدائی حال سے مرتبہ کمال تک وجد و عشق سے خالی نہیں تھے اور آپ کے حال و احوال پر عشق کی کشش اور محبت کا جذبہ غالب تھا اور سرِ عشق کو مخفی رکھنا آپ کی فطرت کے لوازمات میں شامل تھا۔ جذبہ حال کے اوائل میں حسین انسانی صورتوں کی نسبت مجازی محبت میں مبتلا رہتے تھے اور اس حقیقت کو افشا کرنے سے احتراز کیا کرتے تھے۔ البتہ اس بارے میں آپ کی پاک دامنی اور پرہیزگاری انتہائی کمال اور وہم و خیال کی حدود سے ماوراء تھی۔

آنم کہ بملک عاشقی بی بدلم
در شہر وفا بپاکبازی مثلم
پاک آمدہ زآلایش علم و عملم
بنہادہ نظر بقبلہ گاہ از لم

اور اس مرتبہ کے حضرات میں محبت کا سرچشمہ دراصل روحانی فیض ہوا کرتا ہے نہ کہ نفسانی لذات کے وسوسے۔ حاصل مقصد درد محبت ہے نہ کہ راحت و خوشدلی کا خیال۔ لیکن وہ لوگ جو نفس و خواہشات کے اسیر ہوتے ہیں دل کی مراد شہوانی قوتوں کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ڈھونڈتے ہیں اور نفسانی لذت کو روحانی فیض کا نام دیتے ہیں اور یہی لوگ عشق و عاشقی کی حقیقتوں سے بے بہرہ و بے نصیب رہتے ہیں۔

قومی کہ نیا مدند در عشق تمام
خوانند ہوای نفس راعشق بنام
کی شاید شان در حرم عشق مقام
خود ہست برایشان سخن عشق حرام

اور اس عشق کی نشانی جلنا اور پگھلنا ہے اور نفسانی لذتوں سے آزاد ہو جانا ہے۔ محبوب سے طلب راحت اور حصول آسودگی ڈھونڈنا نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہے۔

باعشق توام ھوانماند ست وھوس
باآتش سو زندہ چسان ماند خس
خواہدز تو مقصود دل خود ہمہ کس
جامی از توہمین توراخواہد و بس'' [1]

(۱) ملاحظہ ہو: جامی از علی اصغر حکمت صفحہ ۱۰۳۔

ایک اور جگہ پر مولانا عبدالغفور لاری نے اس عارف بزرگوار کے عرفانی حالات کے ضمن میں آپ کے اندرونی افکار و خیالات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے نفسانی آداب و عادات سے متعلق لکھا ہے کہ !

"......مثنوی یوسف و زلیخا کو منظوم کرنے کے سلسلے میں حالات آپ پر طاری ہو جاتے تھے بالخصوص اس کی تکمیل کے اواخر میں جذبہ و حال کی انتہا ہو جاتی تھی اور فرماتے تھے کہ تصور کی شکل میں، جس کی کوئی خارجی صورت خیال میں نہیں آتی' دل میں ایک عظیم جذبہ حاوی ہے۔ اور ایسے اوقات میں آپ پر اندرونی حرارت اور سوز و گداز کے علامات نمایاں ہو جاتے تھے۔ چنانچہ کئی بار آپ نے موسیقی سے شغف فرمایا اور سماع کے دور پر دور ہوئے اور خاصے طویل دور ہوئے چنانچہ بجانے والے اور گانے والے بے طاقت ہو کے رہ گئے اور پھر بھی آپ اس حال سے لوٹ کے نہیں آتے تھے۔ بالآخر جب سماع کی بے حد طوالت کی وجہ سے آپ کے پاؤں درد کرنے لگے تو سماع کو رکوا دیا حالانکہ اس سے پہلے سماع کے بارے میں تذبذب میں رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تک آدمی خود کو خالی نہ کر دے اور اس حال سے جس میں وہ گرفتار ہو آزاد نہ ہو جائے' سماع کیسے کر سکتا ہے آپ کو سماع میں منہمک دیکھ کر میں متعجب اور حیران رہ گیا یہاں تک ایک دن فرمایا کہ ایسی حالت ہم پر طاری ہو گئی اور ایسی کیفیت غالب آئی کہ اسے دور کرنا سماع کے بغیر ناممکن تھا......"

اس بیان سے حضرت مولانا جامیؒ کی حرارت قلبی اور باطنی جذبہ و شوق کی شدت کا علم ہو جاتا ہے اور اسی عالم میں آپ کی سوز ناک ترین مثنوی یوسف و زلیخا منصہ شہود پر آ جاتی ہے۔ اس مثنوی میں آپ کی شوریدگی' بیخودی' غلبۂ عشق و حال اور عاشقانہ بصیرت کے نمونے جابجا موجود ہیں۔

☆☆☆

ظرافتِ طبع:

مولانا جامیؒ کی ظرافت طبع اور بذلہ گوئی اور حاضر جوابی' جوان کی خوشخوئی' بشاشت ضمیر' نشاط خاطر اور ذہانت وجودت طبعیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں' کے بارے میں بہت سے لطیفے نقل ہوئے ہیں' چنانچہ آپ کے آثار میں مزاحیہ قطعات سے آپ کے بلند و عمیق اذکار میں شیرینی اور دلکشی آ گئی ہے۔

مولانا فخرالدین علی صفی نے اپنی ایک اور تصنیف لطائف الطوائف میں' جسے اس نے مولانا جامیؒ کی وفات

(۲) دیوان کامل جامی۔ مقدمہ صفحہ ۱۸۲۔

کے چالیس سال بعد یعنی سال ۹۳۸ھ میں تالیف کیا' مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی نادر حکایتیں درج کی ہیں اور لطائف عارفِ جام کے نام سے ایک مخصوص باب لکھا ہے جس میں آپ نے مولانا جامیؒ کے بارے میں تقریباً تیس حکایتیں درج کی ہیں۔ ان میں سے ہم چند حکایتوں کو نقل کرتے ہیں تاکہ مولانا جامیؒ کے حیات و عقاید اور آداب کے بارے میں نیز آپ کی طبعی ظرافت پر وقوف حاصل ہو جائے:

۱۔ جب آپ سفرِ حجاز میں بغداد پہنچے تو پیر جمال عراقی اپنے مریدوں کے ہمراہ آپ کے استقبال کو آئے۔ وہ ایک عالی شان بزرگ تھے اور خواص و عوام ان کے معتقد تھے۔ ان کا اور ان کے مریدوں کا لباس سراپا اونٹوں کے رنگ کا تھا۔ جب پیر صاحب کی نگاہ آپ پر پڑی تو کہا: ہم نے جمالِ الٰہی (حسنِ پروردگار) دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ہم نے بھی جمالِ الٰہی (اللہ تعالیٰ کے اونٹ) کا مشاہدہ کیا۔

۲۔ بابر مرزا کے عہد میں ایک سمرقندی دانشمند فقیہہ جس کا نام مولانا مزید تھا ہرات میں آیا تھا۔ ایک دن آپ (مولانا جامیؒ) بابر مرزا کی مجلس میں تھے اور مولانا مزید بھی حاضر تھا۔ مرزا نے مزید کی طرف متوجہ ہو کر ان سے پوچھا کہ یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے جواب دیا: جائز نہیں کیونکہ اہل قبلہ میں سے تھا۔ میرزا نے مولانا جامیؒ سے مخاطب ہو کر کہا کہ: مولانا مزید یوں کہتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یزید پر صد لعنت بلکہ بر مزید[1]

۳۔ ایک دن حافظ غیاث الدین محمد جو اس زمانے کے مشہور علماء میں سے تھے بیمار ہو گئے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ان کی عیادت کو گئے حافظ صاحب نے صوفیانہ حقایق و معارف کا ذکر چھیڑ دیا اور چونکہ اس نے یہ علم پڑھا نہیں تھا اور اس کی اصطلاحات سے بہت کم واقف تھا اس لئے بعض مسائل اصطلاحوں کے برخلاف بیان کئے۔ آپ اس کی گفتگو کے مقابلے میں خاموش رہے۔ جب آپ حافظ صاحب کے ہاں سے اٹھ کے چلے گئے تو آپ کے بعد جو جماعت اس کی عیادت کے لئے آئی ان سے حافظ صاحب نے کہا: مولانا عبدالرحمٰن جامی تشریف لائے تھے میں نے ایسے عمیق متصوفانہ مسائل بیان کئے کہ آپ نے کان پکڑ لئے۔ یہ خبر آپ تک پہنچی تو فرمایا: جو باتیں اس نے کہیں ان کو سن کر کان پکڑنے ہی چاہئے تھے۔

۴۔ سمرقند کے بزرگوں میں سے ایک پیر بزرگوار کی داڑھی لمبی تھی۔ ایک دن وہ اپنے دو بیٹوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا تھا اور اس کے بیٹے اپنے وطن کی انگور کی تعریف کرنے لگے۔ اسی ضمن میں انہوں نے کہا، ہمارے ملک میں انگور کی ایک قسم ہے جو سیاہ رنگ کی خاصی بڑی اور رس دار ہوتی ہے اور اسے ریش بابا[2] کہتے ہیں

(۱) بر مزید یعنی اور زیادہ۔ بر مزید یعنی مزید پر بھی گویا دونوں معنی نکلتے ہیں۔ (۲) ریش بابا یعنی بابا کی داڑھی

اور آپ کے خراسان میں اس طرح کی انگور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ہمارے یہاں بھی سیاہ رنگ کی کافی بڑی میٹھی انگور ہے جسے خایۂ غلامان[1] کہتے ہیں جو تم لوگوں کے ریش بابا سے بہتر ہے۔

۵۔ میرزا الغ بیگ کے وقت میں آپ کچھ عرصہ کیلئے سمرقند میں تھے۔ اس زمانے میں ایک خوب رو اور شاعر پیشہ وظریف طبع جوان کان گل نامی جگہ سے سمرقند میں آیا ہوا تھا جو خاکی تخلص کرتا تھا اور اسی نام سے مشہور تھا۔ ایک دن آپ خراسان کے ظریف الطبع اور شاعر لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ خاکی کے سامنے سے گذر رہے تھے اور وہ سمرقند کے طلبا و خوش طبع جوانوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ محض چھیڑ دینے کے خیال سے اس نے کہا ''کہاں جارہے ہیں خراسان کے گدھے؟'' آپ نے فرمایا: خاک نرم کی تلاش میں تا کہ اس پر لڑھک جائیں۔

۶۔ ایک بیہودہ گو شاعر نے آپ کے سامنے کہا کہ: کل میں نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اپنا بابرکت آبِ دہن میرے منہ میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا: غلط دیکھا ہے تم نے۔ خضرؑ چاہتے تھے کہ تمہاری داڑھی اور منہ پر تھوک دیں۔ تمہارا منہ کھلا تھا اس لئے تمہارے منہ میں آپڑی۔

۷۔ ایک شاعر نے آپ کے پاس آکر کہا: میں نے دیوان کمالؔ اور دیوان حافظ اور حضرت امیر کے سوگفتاروں کا جواب کہہ دیا ہے آپ نے فرمایا: خدا کو کیا جوابدو گے؟

۸۔ ایک فضول گو شاعر نے آپ سے کہا: جب میں خانہ کعبہ میں پہنچا تو تبرک کے طور پر اور برکت کی خاطر میں نے اپنے دیوان اشعار کو حجر الاسود کے ساتھ مل دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر آب زمزم میں دھویا ہوتا تو بہتر تھا۔

۹۔ شہر کا ایک شیخ زادہ جو کند ذہنی سے خالی نہ تھا شعر و شاعری کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ اس نے آپ کی اس غزل ؎

بس کہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی
ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

کی تقلید میں غزل کہی اور جب پوری غزل آپ کو سنائی تو اس نے آپ کے مطلع پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: آپ نے اس مطلع میں فرمایا ہے ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی (دور سے جو بھی کوئی دکھائی دیتا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ تم ہو)۔ اگر بالفرض کوئی بیل یا گدھا دکھائی دے؟ آپ نے فرمایا: پندارم توئی (میں خیال کروں گا کہ تم ہو)۔ اس نادان شیخ زادہ کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ جس طرح عربی کلام میں مَن کا لفظ اکثر حالتوں میں ذی شعور اور ما کا لفظ غیر ذی شعور کے لئے آتا ہے' اسی طرح فارسی میں بھی کہ کا لفظ ذی شعور اور چہ کا لفظ غیر ذی شعور کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے ہر کہ پیدا می شود کا کہ آدمیوں کے لئے مخصوص ہے۔

---

(۱) خایۂ غلامان یعنی غلاموں کا خصیہ

۱۰۔ مولانا ساغری ایک شاعر تھا جو آپ کے پاس بڑی بے تکلفی کے ساتھ آتا جاتا تھا اور آپ کبھی کبھی اس کے ساتھ خوش طبعی سے پیش آیا کرتے تھے۔ وہ کنجوسی میں بھی نام پیدا کر چکا تھا۔ غرہ رمضان کو آپ کے پاس بیٹھا تھا اور اس روز چاند کے دیکھے جانے کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا تھا اور حاکم شریعت نے ڈھنڈورہ پٹوایا تھا کہ زوال کے وقت تک لوگ کوئی چیز نہ کھائیں۔ آپ نے فرمایا: مولانا ساغری نے بہر حال علی الصباح کچھ تو کھایا ہوگا۔ احباب میں سے کسی نے کہا: بھول سے کھایا ہوگا، آپ نے فرمایا: اگر اپنے کمرہ میں کھایا ہوگا تو بھول سے کھایا ہے۔ اور مولانا ساغری ہی کے بارے میں آپ نے یہ قطعہ لکھا ؎

ساغری می گفت وزدان معانی بردہ اند
ہر کجا در شعر من معنی رنگین دیدہ اند
دیدم اکثر شعر ہایش را یکی معنی نداشت
راست میگفت آنکہ معنی ہاش رادزدیدہ اند

یہ قطعہ بڑا مشہور ہو گیا۔ جب مولانا ساغری کو سنایا گیا تو آپ کیخدمت میں آیا اور گلہ کیا اور کہا کہ: آپ کے آستانہ کا پرانا خدمت گذار ہوں اور آپ نے ایک قطعہ فرمایا ہے جو سارے شہر میں مشہور ہو چلا ہے اور لوگ اس کو پڑھتے ہیں اور مجھ پہ ہنستے ہیں۔ میں تو اس قطعہ کی وجہ سے رسوا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہم نے تو کہا ہے: شاعری میگفت۔ شہر کے کاتبوں اور ظریفوں نے اسے تبدیل کر کے ساغری میگفت کر دیا ہے۔

۱۱۔ مولانا زوبی نام کا ایک شخص ایک دن آپ کے پاس آیا۔ ایک احمق سادہ لوح فقیر قسم کا آدمی تھا جو ناموزون الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیتا تھا اور خیال کرتا تھا یہ نظم ہے اور انہیں لکھ لیا کرتا تھا اور ہر جگہ جا کر پڑھتا تھا اور لوگ ہنس دیا کرتے تھے اس نے آپ سے ایک سند لکھ دینے کو کہا اور حد سے زیادہ التماس اور تاکید و اصرار کیا اور آپ کو عزیزوں کی روح کی قسم دلائی کہ بہر حال آپ میرے حق میں کچھ تحریر فرمائیں تاکہ شاعروں اور خوش طبع لوگوں میں آپ کی تحریر سند پر میں اتراتا پھروں۔ آپ نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور اس کی رعایت خاطر کے لئے مجلس میں یہ رقعہ لکھا کہ: مولانا زوبی نے ہم فقیروں کو اپنی صحبت شریف سے مشرف کیا اور اپنے دلچسپ اشعار کو سنا کر نوازا۔ آپ کے شعروں کا درجہ اس سے کہیں زیادہ اونچا ہے کہ وہ وزن اور قافیہ کی تنگی میں سما سکیں یا کوئی شخص اپنے دل و دماغ کے ترازو پر ان کو تول سکے[1]۔

---

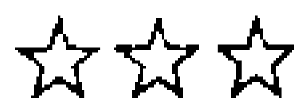
(۱) مولانا جامی کی بذلہ گوئی ظرافت طبع اور مزاح گوئی کی شہرت نے اتنی وسعت پائی کہ ان کے بعد بعض عجیب اور مضحکہ خیز اور بھونڈے لطائف ان سے منسوب کئے گئے ہیں جو اگرچہ مختلف کتابوں میں نقل ہوئے ہیں لیکن ہم نے صرف سند اور پاس ادب کے پیش نظر ان کو لکھنے سے احتراز کیا ہے۔

۱۲۔ شیخ زین الدین خوافی کا ایک خلیفہ شیخ صدر الدین رواسی ان کے مزار پر ایک روز آکر مولانا جامیؒ کے سامنے شیخ زین الدین کی کرامتوں کا ذکر کرنے لگا اور گویا اپنے صاحب کرامات ہونے کے اظہار میں بھی کہا کہ اس سال ماہ رمضان کی نصف مدت گذرنے کے بعد طاعون پھیلنے کا امکان ہے۔ اکابرین میں سے ایک نے کہا کہ امکان ہے نہ پھیلے۔ شیخ نے کہا عقلی امکان نہیں ہے۔ حضرت مخدوم جامیؒ نے فرمایا بے عقلی کا امکان تو ہوگا۔

۱۳۔ مولانا جامیؒ کے وقت نزع پر خراسان کے رند حضرات آپ کے گرد جمع تھے اور آپ کی جدائی کے خوف و غم سے بہت آہ وزاری کرتے تھے اور اس واقعہ کے وقوع ہو جانے کے بعد وہ اس غزل کو غیر مکرر ترکیبات اور تحریرات کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

از بزم طرب بادہ گساران ہمہ رفتند
مابا کہ نشیم چو یاران ہمہ رفتند
نی کوہکن بی سروپاماند نہ مجنون
از کوی جنون سلسلہ داران ہمہ رفتند [1]

اتفاق سے مولانا جامیؒ کے وقت نزع میں چند بد آوازوں نے سورہ یاسین پڑھنا شروع کی اور ان کو عذاب میں رکھا۔ جب چند آیات پڑھ چکے تو مولانا جامیؒ بے قرار ہو گئے اور آنکھیں کھولیں اور کہا: "بس کیجئے کہ اب میں مرا"۔ [2]



(۱) مشہور ہے کہ حضرت خواجہ مشکلکشا و بہاالدین محمد نقشبندؒ نے یہ اشعار اپنے ہمعصر عالم دین مبلغ اور غوث صمدانی جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی شاہ ہمدانؒ کے روز وصال پر فی البدیہہ فرمائے تھے۔ از بزم طرب بادہ گساران رفتند. وزقید جنون سلسلہ داران رفتند. نی کوبکمی ماندونہ مجنون صفتی. مابا کہ نشینم چو یاران ہمہ رفتند. اس بارے میں ہمارے پاس کوئی مستند تحقیقی شہادت موجود نہیں کہ یہ رباعی حضرت خواجہ نقشبندؒ کی ہے۔ اگرچہ بزم نقشبندیہ و مجلس تحقیقات نشریات اسلام جموں و کشمیر سری نگر کے اہتمام سے رباعیات خواجہ نقشبندؒ سال ۱۳۹۵ھ مطابق سال ۱۹۷۵ء چھوٹے کتابچہ کی صورت میں چھپ چکی ہیں اور اس کے صفحہ ۲۰ پر مذکورہ رباعی بھی شامل ہے لیکن یہ ساری رباعیات تحقیق طلب ہیں اور معتبر اسناد کا کوئی حوالہ نہیں۔ ڈاکٹر سلمان عباسی نے غزالی مشہدی (اکبری دربار کا ملک الشعراء) پر جو تحقیقی کام کیا ہے اور سال ۱۹۷۸ء میں اسے "غزالی مشہدی۔ حیات اور کارنامے" کے عنوان سے لکھنؤ سے چھاپا ہے اس میں صفحہ ۲۰۳ پر یہ غزل غزالی مشہدی (سال پیدائش ۹۳۳ھ وفات ۹۸۰ھ) کے دیوان آثار الشباب سے نقل کی ہے۔
از بزم جہان بادہگساران ہمہ رفتند. مابا کہ نشبیم چوپاران ہمہ رفتند. نی کوہکن بی سروپا ماندونہ مجنون. از کوی جنون سلسلہ داران ہمہ رفتند. برخیز کہ ماندیم دریں راہ پیادہ. رابست حطرناك سواران ہمہ رفتند. زین باغ شہیدان توباگیہ جانسوز. ماتم زدہ چون ابربہاران ہمہ رفتند. از دست غمت بے سروپایان ہمہ مردند. باداغ وفاسینہ فگاران ہمہ رفتند. مرحلقہ زلف تو چودیدیذ گرہ با از سلك خرد سبحہ شماران ہمہ رفتند. زاں طوطی طبع تو خموش است غزالی. کانبہ دلان نکتہ گداران ہمہ رفتند. یہی غزل ڈاکٹر ہادی نے اپنی تصنیف مغلوں کے ملک الشعراء میں صفحہ ۷۱ پر نقل کی ہے اور اسے غزالی مشہدی کی غزل کے طور پر ہی نقل کیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت قابل غور ہے کہ غزالی سے منسوب اس غزل کے اشعار مولانا جامیؒ کے روز وصال پر سال ۸۹۸ھ میں قوال گا رہے تھے جب کہ غزالی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

(۲) یہ حکایت تذکرہ کرمی میں ہے جو مولانا جامیؒ کی وفات کے قریب سو سال بعد سال ۹۸۰ھ میں سلطان سلیم خان عثمانی کے عہد حکومت میں لکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جامیؒ کی بذلہ گوئی کی حکایتیں ان کی وفات کے بعد مدتوں نقل ہوتی رہیں۔

اولیاء اللہ اور عارفان الٰہی کے ساتھ ہمیشہ کرامات منسوب ہوتے رہے ہیں۔ مولانا جامیؒ بھی صاحب کرامت ولی اللہ کی حیثیت سے تاریخ تصوف میں پیش کیے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے خاص خلیفہ وشاگرد عبدالغفور لاری نے بعض ایسی باتوں کا ذکر کیا ہے جن کی توجیہ وتفسیر کا خاتمہ کرامت پر ہی ہوسکتا ہے مولانا لاری نے لکھا ہے کہ گیلان کا ایک خواجہ زادہ سخت بیماری میں مبتلا ہوکر اپنی زندگی سے کامل طور پر مایوس ہو چکا تھا۔ ایک رات اس نے آپ کو واقعہ میں دیکھا کہ آ کر اس بیماری کو اسکے بدن سے اٹھا رہے ہیں اور جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو مکمل طور پر صحت یاب ہوا تھا۔ خواجہ زادہ نے یہ واقعہ لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیج دیا اور آپ سے کسی ایک طریقہ کی تلقین فرمانے کی استدعا کی۔ آپ نے حضرات خواجگان نقشبندیہ 'قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم' کے طریقہ کا ایک رسالہ لکھ کر اسے بھیج دیا۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے پشتنی اولادوں میں سے ایک فرزند قدس اللہ تعالیٰ سرہ حضرت مولانا جامیؒ کے قرب وجوار میں رہتے تھے اور مولانا جامیؒ ان کی طرف توجہ رکھتے رہتے تھے۔ ایک دن اس نے کہا کہ ان چند راتوں میں سے مولانا جامیؒ ہمارے گھر ایک رات تشریف لائے۔ ہم نے خفتن کی نماز اکٹھے ادا کی اور خاموشی وسکوت میں صبح تک میں ان کی صحبت میں بیٹھا رہا۔ وہ رات ایک لمحہ کی طرح مجھ پر بیت گئی۔ اور کہا کہ واقعی حضرت خواجگان 'قدس اللہ اسرارہم' کا طریقہ یہی ہے کہ جب تک وہ کسی کے حال کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اس شخص کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ مزید کہا کہ ایک رات میں سخت اندھیرے راستہ پر چلنے لگا اور بارش بھی ہو رہی تھی۔ بے چینی واضطراب کی حالت میں میں نے آپ کی طرف توجہ کی۔ راستہ روشن ہوگیا اور تاریکی کے غم واندوہ سے مجھے نجات مل گئی۔ یہ بات مولانا جامیؒ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنے عقیدہ کی صورت دیکھی تھی۔

صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے مولانا شمس الدین روجی جو خواجہ سعد الدین کاشغریؒ کے اصحاب کبار میں سے تھا کا کہنا ہے کہ ایک دن میں اور مولانا جامیؒ سمندر کے کنارے پر بیٹھے تھے۔ اچانک ایک مرا ہوا کچھوا پانی کی سطح پر نمودار ہوا۔ مولانا جامیؒ نے اسے پانی میں سے اٹھالیا اور زمین پر رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اسکی کمر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیا۔ کچھوا فوراً حرکت کرنے لگا اور آنکھیں بھی کھول دیں اور خلاف عادت زمین سے پھلانگ کر مولاناؒ کے گھٹنے پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب مولاناؒ دریا کے کنارے سے اٹھ کر شہر کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے کچھوے کو زمین پر رکھ دیا اور روانہ ہوئے۔ کچھوا بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اور جیسے بھی ہوسکا بڑی زحمت کے ساتھ مولانا جامیؒ کے قریب پہنچتا رہا۔ آخر ہمارے اور کچھوے کے درمیان کچھ سوار حائل ہوگئے اور اس طرح

سے کچھواہماری نظروں سے غائب ہوگیا۔

خود اپنے بارے میں مولانا عبدالغفور لاری نے اپنی تصنیف تکلمہ میں لکھا ہے کہ ایک روز یہ فقیر آپ کے حجرہ میں داخل ہوا۔ یقیناً یہ وقت آپ کے خاص وقت میں مداخلت کرنے کا نہیں تھا۔ جب مجھے یہ محسوس ہوا تو میرے اوپر سخت وحشت طاری ہوگئی اور بدن کے سارے اعضا پر بھاری بوجھ ظاہر ہوا چنانچہ مجھ میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہی۔ میں اٹھ کر باہر چلا گیا میری یہ حالت بیماری تک پہنچ گئی اور مرض سخت دشوار ہوگیا چنانچہ طبیب لوگ مایوس ہو گئے۔ ساتویں روز زبردست تکلیف اور اضطراب میں مبتلا رہا اور حالت غیر ہوگئی چنانچہ موت یقینی ہوگئی اور اس آخری وقت میں میں نے آپ کے دیدار مبارک کی آرزو کی۔ آپ مجھ فقیر کے سرہانے پر تشریف لے آئے جب کہ میرے جسم کے کسی بھی عضو میں حرکت کرنے کی قوت باقی نہیں تھی۔ کافی اضطراب و بے چینی کے ساتھ میں نے اس آخری وقت میں آپ سے درگذر کرنے کی التماس کی اور عرض کیا کہ کسی شغل کی مجھے تلقین فرمائیں۔ جس ذکر کا آپ نے اشارہ فرمایا میں اس میں مشغول ہوگیا اور آپ کے حکم کے مطابق میں نے آپکی صورت مبارک کو بھی حاضر رکھا اور آپ بھی میری طرف متوجہ ہوگئے۔ ایک لحظ کے بعد میری بیماری کی وہ حالت گھٹنے لگی اور صحت یابی و خوشی کی حالت میں تبدیل ہوگئی اور اس کی لذت میرے تمام قوا اور اعضا میں سرایت کرگئی۔ میں اٹھ کر دوزانو بیٹھ گیا۔ حضرت مولاناؒ نے جب اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور مجھے بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: فکر و تشویش کی کوئی بات نہیں۔ سورہ فاتحہ پڑھی اور روانہ ہوگئے۔ یہ فقیر حجرہ کے دروازے تک آپ کی ہمراہی کے لئے ساتھ رہا اور وہ میری بیماری صحت میں تبدیل ہوگئی اور خیریت سے گذر گئی۔ جب اس قصہ کو کئی سال بیت چکے تو حضرت خواجہ عبیداللہ قدس اللہ سرہ کے اصحاب میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا جامیؒ کے تصرفات کا ایک روز ذکر رہے تھے۔ مجھ فقیر نے اپنا مذکورہ قصہ بیان کیا۔ وہ بزرگ مولانا جامیؒ کے پاس چلے گئے اور وہاں دوران گفتگو میرا یہ قصہ بھی ان کو سنا دیا اور ان سے اس کی تفصیل چاہی۔ مولانا جامیؒ نے فرمایا تھا کہ جب ہم نے اس کے صورت حال اور اس کی بھاری بیماری کی خبر سنی تو ہم بہت غم زدہ ہوئے۔ ہم اس کے اس بوجھ کو اس پر سے اٹھانے میں مشغول ہوگئے ہم نے دیکھا کہ بیماری اس پر سے اٹھ چکی اور ہماری طرف آرہی ہے۔ ہم نے عجز و زاری کی کہ ہم میں اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت نہیں تو ہم سے بھی گذر چکی۔



مسلک مولانا جامیؒ

مولانا جامیؒ اہل سنت والجماعت میں سے تھے اور حنفی مذہب تھے۔اس بارے میں ان کا پورا کلام منظوم وغیر منظوم شاہد صادق ہے۔تصوف کے مسلکوں میں آپ نقشبندی مسلک یا طریقت نقشبندیہ سے منسلک تھے اور اس مسلک میں آپ کا مقام بہت بلند ورفیع ہے۔ چنانچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ ایک مرشد و پیشوا اور اس گروہ کے قطب منتخب ہوئے تھے۔مولاناؒ کو نقشبندی طریق کے ساتھ ایک خاص تعلق اور انس تھا۔آپ نے اپنی تالیفات وتصنیفات میں اس مسلک کی بڑی تعریفیں کی ہیں اور نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں کے کلام کی شرح وتفسیر بھی لکھی ہے اور ان بزرگوں کے ناموں کا اپنی اکثر مثنویوں میں ذکر کیا ہے اور ان کے ارواح مطہر سے فتح و گشایش طلب کی ہے۔حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ جو طریقت نقشبندیہ کے آخری مشائخ میں سے تھے کا ذکر مولانا جامیؒ نے انتہائی احترام وادب کے ساتھ کیا ہے۔اس بارے میں مولاناؒ کی تصنیف سلسلۃ الذہب سے یہ چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

اومحیط است و گرد او اصحاب
فیض کش ، فیض بخش ہمچو سحاب
زدہ اصحاب و خواجہ حلقہ بہم
چون نگین اند و حلقہ خاتم
حبذا حلقہ ای کہ فوج ملک
حلقہ درگوش اوست زاوج فلک
یاد وقتی کہ وقت من خوش بود
دولتم سوی شان عنان کش بود
ہر دم آنجا گذار میکردم
آب از ان چشمہ سار میخوردم
تشنہ می بودم و پریشان حال
پیش ایشان نہادہ آب زلال
گردشان گشتمی و ہر روزہ
کر دمی قطرہ قطرہ دریوزہ

سوی هر قطرہ چون شتافتمی
زندگانی تازہ یافتمی

یوسف وزلیخا کے مقدمہ میں بھی آپ نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے تبرک طلب کیا ہے اور ان کا ذکر کرنے کو فیض ورحمت جانا ہے۔

کتاب فقررا دیباچہ راست
سوادِ نوکِ کلک خواجہ ماست
کسی چون او بلوح ارجمندان
نہ زد نقش بدیع نقشبندان
چوفقر اندر قبای شاہی آمد
بہ تدبیر عبیدُ اللہی آمد
بہ نقر آن را کہ لطفش آشنا کرد
بہ برگر خرقہ بودش، قبا کرد

نقشبندی سلسلہ کی مقدس جماعت کے پیشواؤں میں ایک پیشوا حضرت خواجہ محمد پارساؒ تھے جو حضرت خواجہ بزرگ جناب بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشاؒ کے جانشین اور خلیفۂ خاص تھے۔ آپ نے سال ۸۲۲ھ میں مدینہ مطہرہ میں وفات پائی۔ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ بچپن میں جب کہ میں پانچ سال کا تھا تو اس وقت حضرت خواجہ محمد پارساؒ سفر حجاز کے ارادے سے جام سے گذرے۔ میرے والد اپنے ساتھ مجھے ان کی خدمت میں لے گئے۔

''..... اور آج جب کہ اس واقعہ کو گذرے ہوئے ساٹھ سال ہو چکے ہیں ابھی بھی ان کے نورانی چہرہ کی صفاو پاکیزگی میری آنکھوں میں ہے اور ان کے دیدار مبارک کی لذت میرے دل میں باقی ہے۔ اور یقیناً یہ جو مجھ فقیر میں خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالی اسرارہم کی نسبت اخلاص وعقیدت' ارادت واعتقاد اور عشق ومحبت ہے ان کی ہی برکت نظر کا نتیجہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اسی رابطہ کی برکت وعنایت سے میں ان کے محبوں اور مخلصوں کی جماعت میں محشور ہوں گا.....''

اور نفحات الانس میں ہی حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے حالات کے ضمن میں آخر میں درج ہے کہ۔
''.....بعض خواجگان کے احوال واقوال اور ان کے مسلک وطریقت سے' خاص کر جناب حضرت

خواجہ بہاء الدینؒ اور ان کے اصحاب قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے' معلوم ہوا کہ آپ کا طریقہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے اور احکام شریعت کی اطاعت ہے اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی ہے اور عبادت کی ہمیشگی کسی غیر کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی آگاہی کی ہمیشگی پر مشتمل ہے۔ اس لئے جو جماعت ان عزیزوں کی نفی کرتی ہے اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ خواہشات اور بدعتوں کی تاریکی ان کے ظاہر و باطن پر غالب آ چکی ہے اور حسد و تعصب کے درد چشم نے ان کی دیدۂ بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اسلئے لازمی طور پر یہ جماعت ان حضرات کے ہدایت کے انوار اور ولایت کے آثار کو دیکھ ہی نہیں پاتے اور اپنے اس اندھے پن کا ان انوار و آثار' جو مشرق سے مغرب تک حاوی ہیں' سے انکار و لاعلمی کے توسط سے' اظہار و اعلان کرتے ہیں' افسوس، افسوس:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برنداز رہِ پنہان بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبۂ صحبتشان
می برد و سوسۂ خلوت و فکر چلہ را
قاصری گر زنداین طایفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ برآرم بزبان این گلہ را
ھمہ شیرانِ جہان بستۂ این سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چسان بگسلداین سلسلہ را

خواجہ (ناصر الدین) عبید اللہ احرارؒ خراسان اور ماوراء النہر کے نقشبندی سلسلے کے مرشد تھے اور مولانا جامیؒ نے ان کی عظمت کا ہر جگہ ذکر کیا ہے اور اپنی کئی تصانیف میں انہیں مخدوم اور اپنا استاد کہہ کر یاد کیا ہے۔ مثنوی تحفۃ الاحرار میں مولانا جامیؒ نے صراحت کے ساتھ اپنے نقشبندی سلسلے کے ساتھ وابستہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور پہلے قطب بزرگوار جناب حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند مشکل کشاؒ کی مدح سرائی کر کے ان کی منقبت لکھی ہے اور پھر اس کے بعد خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ مرشد طریقت کا ذکر آخر میں کیا ہے (۱)۔

---

(۱) وآن گہر پاک نہ ہر جا بود. معدن او خاک بخارا بود. سکہ کہ در یثرب و بطحاز دند. نوبت آخر بہ بخارا زدند. از خط آن سکہ نہ شد بہرہ مند. جز دل بی نقش نقشبند. قطب یقین نقطہ توحید او. خلعت دین قرۃ تجرید او. سرفتابہ کہ از وکس نہ گفت. در بقایہ کہ از وکس نہ سفت اول او آخر ہر منتہی. ز آخر او جیب تمنا تہی. صورت او راست بمیزان شرع. جان ورا زندگی از جان شرع. حق طلبان را بہ نظر ہای خاص. راہ ز اندیشہ باطل خلاص. ہر کہ بدان گنج عنایت رسید. رخت ہدایت بہ نہایت کشید. تاج بہا بر سر دین او نہاد. قفل ہوا از در دین او گشاد. (مثنوی تحفۃ الاحرار)

زد بجہان نوبت شاہنشہی
کوکبۂ فقر عبید اللہی
آنکہ زحریت فقر آگہست
خواجۂ احرار عبیداللہ است

نقشبندی سلسلہ کے بارے میں یہ کہنا لازمی ہے کہ یہ سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ سے منسوب ہے کہا جاتا ہے نقشبند' بخارا کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے جو بخارا سے ایک فرسنگ کی دوری پر واقع ہے اور چونکہ حضرت خواجہؒ اسی گاؤں کے تھے اس لئے اس نام سے موسوم تھے[1] چشتیہ کی طرح جس کو ہرات کے دیہات میں سے چشت نامی ایک گاؤں کے رہنے والے حضرت خواجہ احمد ابدال سے منسوب کیا جاتا ہے۔[2] بعضوں کا کہنا ہے کہ چونکہ حضرت خواجہ بہاء الدین محمدؒ کثرت ذکر سے ایسے مرتبہ پر پہنچے تھے کہ لا الـہ الا اللـہ کی ذکر ان کے دل میں نقش پذیر ہو چکی تھی اس لئے نقشبند کہلائے۔ کسی نقشبندی بزرگ نے اس بارے میں فرمایا ہے۔

ای برادر در طریق نقشبند
ذکر حق را دردل خود نقش بند

حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ کے اس معروف سلسلہ اتصال کی تفصیل یہ ہے:

خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاریؒ مرید تھے امیر سید کلال بخاریؒ کے' اور وہ مرید تھے خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے' اور وہ مرید تھے خواجہ علی رامتینیؒ کے جو عزیزان کے لقب سے معروف تھے' اور وہ مرید تھے خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے اور وہ مرید تھے خواجہ عارف ریوگرویؒ[3] کے اور وہ تھے مرید خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے' اور وہ تھے مرید ابو یعقوب یوسف ہمدانیؒ کے' اور وہ تھے مرید شیخ ابو علی فارمدیؒ کے' اور وہ تھے مرید شیخ ابوالقاسم الگرکانیؒ کے' اور وہ تھے مرید شیخ

---

(۱) لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت خواجہ بخارا کے ریورتون گاؤں میں رہتے تھے۔ نقشبند نام کا بخارا میں کوئی گاؤں نہیں۔ حضرت خواجہؒ پر میری تحقیقی کتاب دیکھیے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ۔

(۲) سلسلہ چشتیہ حضرت ابراہیم ادہمؒ سے شیخ حدیفہ مرعشیؒ اور ان سے شیخ ہبیرہ بصریؒ اور ان سے شیخ علوی دینوریؒ اور اس سے شیخ اسحاق شامیؒ اور ان سے خواجہ احمد ابدال چشتیؒ اور ان سے خواجہ ابو محمد بن احمد ابدال چشتیؒ اور ان سے خواجہ ابو یوسف بن محمد بن سمعان چشتیؒ اور ان سے ان کے اپنے فرزند شیخ قطب الدین مودود چشتیؒ اور ان سے اپنے فرزند خواجہ احمد ابن مودود بن یوسف چشتیؒ اور ان سے خواجہ شریف زندنیؒ اور ان سے خواجہ عثمان ہارونیؒ اور ان سے خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتیؒ اور ان سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور ان سے شیخ فرید الدین گنج شکر دھلویؒ اور ان سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ اور ان سے حضرت امیر خسرو دہلویؒ اور شیخ حسن نجم الدین ابن حسن دہلویؒ تک پہنچا ہے..... ملاحظہ ہو: طرائق الحقائق جلد ۲ صفحہ ۱۲۹]

(۳) ریوگروی یا ریوگری۔ ریوگر بخارا کے مضافات میں ایک گاؤں کا نام ہے جو شہر بخارا سے چھ فرسنگ کی دوری پر آباد ہے اور وہاں سے غجدوان صرف ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے..... رشحات عین الحیات صفحہ ۳۲

ابوعثمان مغربیؒ کے' اور وہ تھے مرید شیخ ابوعلی کاتب المصری کے' اور وہ تھے مرید شیخ ابوعلی رود باریؒ کے' اور وہ تھے مرید سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے' اور وہ تھے مرید شیخ سری السقطیؒ کے' اور وہ تھے مرید شیخ ابومحفوظ معروف الکرخیؒ کے۔

مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے شیخ ابوعلی فارمدیؒ کی نسبت تصوف میں دو طرف سے ہے ایک شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے اور دوسری شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے ساتھ' جو شیخ ابوالعباس قصاب آملیؒ کے مرید تھے' اور وہ مرید تھے محمد بن عبداللہ طبریؒ کے اور وہ مرید تھے ابومحمد جریریؒ کے' اور وہ مرید تھے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے۔

بستان السیاحۃ کے مؤلف نے سلسلہ نقشبندیہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ خواجہ ابویعقوب یوسف ہمدانیؒ' شیخ احمد غزالیؒ (برادر امام غزالیؒ) کے مرید تھے جب کہ مولانا جامیؒ نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے وہ شیخ ابوعلی فارمدیؒ کے مرید تھے۔

رشحات عین الحیات کے مؤلف علی بن حسین الکاشفی کا کہنا ہے کہ خواجہ ابویعقوب یوسف ہمدانیؒ کے چار خلیفے تھے خواجہ عبداللہ برقیؒ' خواجہ حسن اندانیؒ' خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ اور خواجہ احمد نسویؒ۔ نفحات الانس میں آیا ہے کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے تین خلیفے تھے ایک خواجہ احمد صدیقؒ دوسرے خواجہ عارف ریوگرویؒ اور تیسرے خواجہ اولیای کلانؒ۔ اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا[1] سلسلہ ارادت ان تین حضرات میں سے خواجہ عارف ریوگرویؒ تک پہنچتا ہے۔

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ نے حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند کو بطور فرزند قبول فرمایا تھا جب کہ طریقت کی تعلیم اور اس کے آداب حضرت سید امیر کلالؒ سے حاصل کئے لیکن حقیقتاً وہ اویسی تھے اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی روحانیت سے تربیت پائی تھی اور یہ حقیقت حضرت سید امیر کلالؒ کے ساتھ ان کی نسبت ہونے کے بالکل منافی نہیں جیسے کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ باوجود اس کے کہ وہ شیخ ابو العباس قصاب آملیؒ کے مرید تھے لیکن حضرت بایزید بسطامیؒ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ جو حضرات حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبندؒ سے منسوب ہیں وہ ہیں خواجہ علاء الدین عطارؒ ان کے فرزند خواجہ حسن عطارؒ خواجہ محمد پارسا بخاریؒ' ان کے فرزند خواجہ حافظ الدین ابونصر پارساؒ' اور مولانا یعقوب چرخیؒ' خواجہ علاء الدین غجدوانیؒ' اور نظام الدین خاموش' خواجہ سعد الدین کاشغریؒ اور خواجہ عبیداللہ احرار۔

مولانا جامیؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت حضرت خواجہ بزرگ نقشبندؒ سے یوں بیان کی ہے: مولانا جامیؒ نے

---

(۱) حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ کے حیات اور ان کی طریقت نقشبندیہ پر ملاحظہ کیجئے میری تصنیف. حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ

خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے، اور انہوں نے خواجہ سعد الدین کاشغری سے، اور انہوں نے مولانا نظام الدین خاموشؒ سے اور انہوں نے خواجہ علاء الدین غجدوانیؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ سے تربیت پائی ہے[1]۔

صاحب طرائق الحقائق نے سال ۱۳۱۵ھ میں اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر نقشبندی سلسلہ کے تین مختلف فرقوں کا جو ذکر کیا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ لکھتے ہیں کہ جب میں مشرق میں سیاحت کر رہا تھا تو سال ۱۳۱۵ھ کے ذی قعدہ ماہ کے آٹھویں روز میں کرمینہ قصبے میں داخل ہوا یہ قصبہ سمرقند اور بخارا کے درمیان واقع ہے اور ہر طرف سے بارہ فرسخ کا فاصلہ رکھتا ہے۔ بعض لوگ اسے صغد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہاں حضرت قاسم شیخ عزیزانؒ کی خانقاہ اور ان کا مزار ہے جنہیں انکے ایک معتقد رستم بہادر خان چنگیزی نے بنوایا ہے۔ یہ خانقاہ بقول صاحب تذکرہ الاحباب سال ۹۶۶ھ میں بنی ہے اور صغد آنجناب کے مقدم شریف کی برکت سے ایک سواد اعظم ہونے پر نازاں ہے۔ حضرت قاسم شیخ عزیزانؒ کا سلسلہ ارادت یوں ہے: انہوں نے شیخ خداداد خرنگیؒ سے نظر پائی اور یہ سلسلہ جہریہ کہلاتا ہے۔ شیخ خدادادؒ کا ایک خلیفہ تھا خواجہ ملا نوریؒ اور دوسرا مولانا کوہ زریؒ۔ شیخ خدادادؒ مرید تھے شیخ جمال الدینؒ کے اور وہ مرید تھے شیخ خادمؒ کے اور وہ مرید تھے شیخ مودودؒ کے اور وہ مرید تھے شیخ علی شیخؒ کے اور وہ مرید تھے ایل امان اتاؒ کے اور وہ مرید تھے صدر اتاؒ کے اور وہ مرید تھے زنگی اتاؒ کے اور وہ مرید تھے حکیم اتاؒ کے اور وہ مرید تھے حضرت خواجہ احمد یسویؒ کے، اور وہ مرید تھے خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے اور یہاں پر سلسلہ جہریہ اور سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کا اتصال ختم ہو جاتا ہے۔ ریاض السیاحہ میں صوفی اسلام کے حالات کے ضمن میں آیا ہے کہ وہ اوزبک طائفہ سے تھا اور ہرات کے علاقوں میں سے کروخ نامی علاقہ کا رہنے والا تھا۔ وہ نقشبندی طریقت میں سلوک پر تھا اور سال ۱۲۲۲ھ میں میں نے اس سے ملاقات کی۔ اس وقت اس کی عمر نوے سال سے بھی زائد تھی اور دو سو افراد سے زیادہ لوگ اس کے خلفاء میں تھے جو خراسان اور توران میں لوگوں کو رشد و ہدایت دیتے تھے اور تقریباً ایک لاکھ گھرانے اس کے مرید اور تابع تھے وہ زرد لباس کا خاکی مائل لباس پہنتا تھا اور اس کے پیرو بھی یہی لباس پہنتے تھے۔ نقشبندی ذکر کا تلقین کرتا تھا اور اس وقت بھی کر رہا ہے۔ میں نے (صاحب طرائق الحقائق نے) اس جماعت کو جو دیکھا اور مشاہدہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ نقشبندی سلسلہ تین فرقوں میں تقسیم ہے:۔

پہلی جماعت قلندریہ کہلاتی ہے۔ ان میں شریعت کے رسوم کا کوئی رواج نہیں اور شریعت کو یہ ایک قید سمجھتے ہیں۔ اطاعت و عبادت الٰہی انجام نہیں دیتے۔ نہ نماز ادا کرتے ہیں اور نہ ہی روزہ رکھتے ہیں اور نکاح کو حرام

(۱) دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مولانا جامیؒ بلاواسطہ مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے مرید تھے اور ان کے بعد مولانا جامیؒ ہی ان کے خلیفہ تھے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ مولانا سعد الدین کاشغریؒ نے ہی مولانا جامیؒ کو حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے پاس پہنچایا تھا اور ہدایت اور رہبری کی سفارش کی تھی۔ طرائق الحقائق جلد ۲ ص ۳۵۳

جانتے ہیں اور ظاہری تجرد یعنی دنیا سے علیحدگی کو لازم و واجب سمجھتے ہیں۔ اور اوراد و اذکار سے منکر ہیں۔ یہ بنگ پیتے ہیں اور چرس بھی بہت پیتے ہیں۔ خود کو دیوانہ جانتے ہیں اور ہمیشہ سیاحت میں مشغول رہتے ہیں اور سفر میں پیدل راہ چلتے ہیں۔ جمعرات کے دن بھیک مانگنے کو فرض جانتے ہیں اور جو کچھ ملتا ہے اسے مرشد کے پاس لاتے ہیں۔ مشائخ کے کلام میں سے ان اشعار کو جوان کے مناسب حال ہوں اکثر پڑھا کرتے ہیں۔ مخلوقات کو اذیت دینے اور آزار پہنچانے کو گناہ عظیم جانتے ہیں۔ نام کے سوا اس جماعت کی اسلام کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں اور فقر میں لباس کے بغیر ان کی کوئی مشابہت نہیں ہے۔

دوسری جماعت اہل سنت والجماعت کی ہے۔ یہ حضرات شریعت و طریقت کے لوازم انجام دیتے ہیں اور حتی المقدور اور حتی الامکان آداب و سنت کی تکمیل میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے اور وحدت وجود کے قائل اور ریاضت و مجاہدہ کے طریقوں میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ باطن کی صفائی اور خفیہ خلوت کے ذریعہ سے بہت عبادت کرتے ہیں اور اخلاق کو پاکیزہ بنانے اور طریقت کے احوال کو اختیار کرنے کے سلسلے میں خاصی جدوجہد کرتے ہیں اور شب بیداری' بھوک' اور سکوت کی عزت کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں۔ تمام نشہ آور چیزوں کو حرام جانتے ہیں۔ تمباکو اور چرس پینے کو حرام مانتے ہیں۔ ذکر خفی اور ذکر جلی اور مراقبہ میں سخت جدوجہد کرتے ہیں۔ البتہ ان میں بعض ایسے ہیں جو ذکر جلی کے منکر ہیں اور حلقۂ ذکر کے بھی انکاری ہیں اور کہتے ہیں کہ حلقہ مؤکر ریا کی آلودگی سے خالی نہیں۔ یہ لوگ خراسان' زابلستان' کابل' ہندوستان' کشمیر' ماوراء النہر' ترکستان' روم' شام' مصر' حجاز اور یمن وغیرہ ملکوں میں کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چوں کہ یہ جماعت شرعی امور کی بہت رعایت کرتے ہیں' اور شرعی امور کی تکمیل میں سخت کوشاں رہتے ہیں اسلئے اہل سنت والجماعت کے اکثر علماء اس جماعت میں داخل ہیں۔

تیسری جماعت مذکورہ اقوال و اعمال و افعال پر عمل کرتے ہیں لیکن شیعہ مسلک سے ہیں اور اس جماعت کی تعداد انتہائی کم ہے بلکہ کم سے بھی کمتر۔ میں نے پچیس سال کی مدت سیاحت میں اس جماعت کے صرف دو یا تین آدمی دیکھے ہیں اور وہ کہتے تھے کہ ہمارا طریق نقشبندی ہے اور مذہب اثنی عشریہ (یعنی بارہ اماموں کی عقیدت) ہے[1]

نقشبندی عقائد' جنہیں طریقۂ خواجگان بھی کہتے ہیں' کی بنیاد چند احکام پر مشتمل ہے اور صاحب رشحات عین الحیات علی بن حسین واعظ کاشفی نے ان تمام احکام و اصول کو نقشبندی مشائخ میں سے ایک شیخ طریقت کی زبانی یوں جمع کر کے درج کیا ہے:

---

(۱) طرائق الحقائق جلد ۲

ہوش دردم، نظر برقدم، سفر در وطن، خلوت درانجمن، یادکرد، بازگشت، نگاہداشت، یادداشت[1]

ہوش دردم............اس کے معنی یہ ہیں کہ جو بھی سانس اندر سے باہر نکلے وہ حضور و آگاہی سے نکلے اور اس میں کوئی غفلت نہ ہو۔

نظر برقدم............یعنی آنے جانے میں شہر وصحرا کی طرف سالک کی نظر صرف اپنے پیروں کے اوپر جمی رہے تاکہ اس کی نظریں ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائیں اور اس مقام یا جگہ پر نہ پڑ جائیں جہاں پر نہیں پڑنی چاہیں۔

سفر در وطن............یعنی سالک طبیعت بشری میں سفر کرے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک بشری صفتوں سے فرشتی صفتوں اور بری صفتوں سے نکل کر اچھی صفتوں میں داخل ہو جائے۔

خلوت درانجمن............جیسا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ نے فرمایا۔ یعنی ظاہر میں تو لوگوں کے ساتھ رہے لیکن باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ الله" اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

یادکرد............اس کے معنی ہیں زبان سے یا دل سے ذکر کرنا۔ مولانا سعد الدین کاشغریؒ نے فرمایا ہے کہ ذکر کو تعلیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مرشد دل میں کہے لا الہ الا الله محمد الرسول الله اور مرید اپنے دل کو حاضر رکھے اور مرشد کے دل کے مقابل میں رکھے اور آنکھیں بند کرے۔ منہ بھی مضبوطی کے ساتھ بند کر دے اور زبان کو تالو کے ساتھ چسپاں کرے اور دانتوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھے اور سانس کو روک دے اور کامل تعظیم وطاقت کے ساتھ مرشد کی موافقت میں ذکر شروع کرے اور دل سے کہے نہ کہ زبان سے۔ اور سانس کو روکنے کے عمل میں صبر سے کام لے اور ایک سانس میں تین بار کہے تاکہ اس ذکر کی حلاوت دل میں پہنچے۔......اور اختیار کرنے کا جو آسان طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ ناف کے نیچے سانس کو روکے اور ہونٹ پر چپکائے اور زبان کو تالو پر یوں کہ اندر سانس زیادہ تنگ نہ ہونے پائے۔ اور دل کی حقیقت کو تمام چیزوں اور خیالوں سے بیزار کر دے اور اسے گوشت کے اس صنوبری شکل والے ٹکڑے کی طرف متوجہ کرے اور اسے ذکر کرنے میں مشغول کرے ایسے کہ لفظ لا کو ناف سے اوپر کی طرف لے آئے اور لفظ الـه کو داہنے طرف حرکت دے اور لفظ الا الـلـه کو سختی کے ساتھ صنوبری دل پر مارے تاکہ اس کی گرمی تمام اعضا میں پہنچ جائے۔

(1) تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ

بازگشت..........اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر بار جب کہ ایک ذاکر کلمہ طیبہ کہے تو اس کے بعد اسی زبان میں فوراً کہتا جائے کہ خدایا! میرا مقصود بس تو ہے اور تیری رضا۔ کیونکہ بازگشت کے یہ الفاظ ہر اس نیک و بد کی نفی کرتے ہیں جو ذاکر کے خیال میں داخل ہوں۔ اس طرح سے اس کا ذکر کرنے کا عمل خالص ہو جاتا ہے اور اس کا دماغ ماسوی اللہ سے فارغ۔

نگاہداشت..........اس کے معنی ہیں دل کا مراقبہ یوں کہ ایک سانس میں کئی بار کلمہ طیبہ کہے اور اس کا دل غیر کی طرف نہ جائے۔ مولانا سعد الدین کاشغریؒ نے اس لفظ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایک گھنٹے یا دو گھنٹوں کا یا اس سے زیادہ وقت گذر جائے اور جتنی مقدار میسر ہو اپنے دل کی حفاظت کرے تا کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہونے پائے۔

یادداشت..........اس سے مراد ہے ذوق وشوق کی بنیاد پر آگاہی حق کی ہمیشگی۔ اسے بے غیب حضور اور شہود حق کا غلبہ بھی کہا گیا ہے۔[1]

مولانا جامیؒ کا تصوف

مولانا جامیؒ عرفان وتصوف اسلامی میں شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی روش وطریق کے پیرو کار تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے شیخ ابن العربیؒ اور ان کے شاگردوں کے آثار و بیانات کی شرح لکھی ہے جس میں فصوص الحکم کی شرح نقد النصوص اور لمعات کی شرح کتاب اشعہ شامل ہے۔ لمعات کی شرح میں مولانا جامیؒ نے شیخ ابن العربیؒ کی تصنیفات فتوحات یا فصوص الحکم میں درج کلام سے استناد کیا اور گواہی لی ہے اور اس اعتقاد کو بیان کیا ہے کہ عشق حقیقی ہی آدمی کو ہمیشہ کی سعادت تک پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ سلطان عشق ہی ہے جو عالم وجود میں تعینات کے جاری اور ظاہر ہونے کے مقامات میں جلوہ گر ہے اور عشق و معشوق و عاشق سبھی ایک ہی وجود مطلق کے مظاہر ہیں۔ معشوق اور محبوب بلکہ محب اور عاشق تمام مراتب میں صرف حضرت حق ہے اور اختلاف اگر ہے تو وہ محبوب اور شہودی تجلیات کے ظہور کے فرق میں ہے۔ محبوب اور محب دونوں ایک دوسرے کا آئینہ ہیں۔ عشق مطلق تمام مظاہر میں ظاہر ہوا ہے اور سبھی مقامات پر آشکار ہے اور ارباب سلوک پر طرح طرح کی تجلیوں میں روشن ہو جاتا ہے صوری تجلیات کی طرح، جو تمام موجودات کی صورتوں میں ہیں اور ذوقی تجلیات کی مانند، جو علوم و معارف اور اذواق

---

(۱) چونکہ مقصود مولانا جامیؒ کے حالات زندگی اور ان کے مرتبہ ومقام نیز شعری استعداد سے ہے اس لئے ان کے نقشبندی مسلک سے منسوب ہونے کے تعلق سے اس مسلک کے بارے میں انتہائی اختصار سے کام لیا گیا تا کہ طول کلام نہ ہونے پائے۔

میں ہیں اور ذاتی تجلیات کی طرح، جو بالخصوص ان حضرات کو حاصل ہیں جو انتہائی کمال کو پہنچ چکے ہیں۔

مولانا جامیؒ ظہور حق کو بندہ میں آئینوں میں محسوس صورت کے ظہور کے ساتھ، بغیر حلول واتحاد اور بغیر زندقہ والحاد کی آلودگی کے، مشابہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سالکان حق کا سلوک (سیر) کامل طور پر سیر الی اللہ سے شروع ہو جاتا ہے اور اس کے بعد وہ سیر فی اللہ میں پہنچ جاتے ہیں اور اس سیر وسلوک میں بہت سے تاریک اور نورانی پردے ہیں اور ان پردوں کو دور کر دینا سفر کہلاتا ہے اور اس میں دو قوس ہیں ایک قوس وجوب اور دوسرا قوس امکان۔ قاب قوسین او ادنیٰ کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔

محب کے افعال محبوب سے منسوب ہوتے ہیں اور عاشق کی ہر چیز معشوق سے ملی ہوتی ہے۔ مختلف شکلوں کی کثرت واحد حقیقی کی وحدت میں کوئی اثر نہیں ڈالتی بلکہ عین کثرت میں واحد اپنے اسی حقیقی وحدت میں قائم ہے۔ معشوق کی گونا گون تجلیاں ہیں اور عاشق کے طرح طرح کے استعداد، اور ان ہی تجلیوں کے مطابق عاشق کو ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔ سیر فی اللہ کی راہ کی کوئی انتہا نہیں اور عاشق کی حرکت اور اسکی طلب اور اس کی ترقی ابدالآباد تک جاری رہتی ہے یہاں تک کہ مولانا جامیؒ کہتے ہیں: عاشق کا دل تعین سے پاک ہے کیونکہ یہ حضرت عزت کے قبہ خیمہ لگانے کا مقام ہے اور بحر غیب وحضور کا سنگم۔ اور اس دل کا حوصلہ ایسا ہے کہ ؎

اگر بہ ساغر دریا ہزار بادہ کشد
هنوز همت او ساغر دگر خواہد

مولانا جامیؒ نے تمثیل وتشبیہ کے طور پر کہا ہے: کوئی یخ سے، جو جما ہوا پانی ہے، برتن بنالیتا ہے اور پھر اسے پانی سے بھر دیا کیونکہ منجمد ہونے کی صفت اور برتن بن جانے کی صورت کی وجہ سے یہ برتن پانی سے ممتاز تھا۔ لیکن جب سورج چمکا اور برتن تیزی سے پگھلنے لگا تو پانی برتن پر حاوی اور غالب ہوا۔ یونہی جب مطلق حقیقت تعینات کی شکل میں ظاہر ہوئی اور کثرت سے مظاہر پیدا ہوئے تو اچانک احدیت کا آفتاب صاحب دولت سالک کے دل پر چمکنے لگا اور اسکی شہودی نظروں سے تعینات کی صورتیں مٹا ڈالیں اور اس نے سب کو ایک پایا اور کہا: لیس فی الدار غیرہ دیار!

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ صفات دو طرح کے ہیں: وجودی اور عدمی۔ جو وجودی ہے وہ معشوق سے پیوند ہے اور جو عدمی ہے وہ عاشق سے جڑا ہے۔ اس لئے بے نیازی معشوق کی صفت اور فقر عاشق کی صفت ہوئی۔ فقر کی فضیلتیں اور مرحلے ہیں عاشق کو غرض سے پاک ہو جانا چاہئے اور اپنی ارادت وطلب کو درمیان سے ہٹا دینا چاہئے اور معشوق کی مراد کو دیکھنا چاہئے اور اسکی رضا اور غیر رضا میں فرق کرنا چاہئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک عاشق

سالک صوری اور معنوی مجاہدات سے افعال و اعمال میں مشغول رہ جانے کا پابند ہے اور جو وجودی صفات عاشق میں ہیں وہ دراصل معشوق کی صفات ہیں جو عاشق کے پاس امانت ہیں۔

عاشق کے معشوق کے ساتھ وصل ہو جانے کے مراتب تین ہیں (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین اور (۳) حق الیقین۔ اور ان کی مثال یوں ہے کہ کوئی آنکھیں بند کر دے تو گرمی کی دلالت کی وجہ سے آگ کے وجود پر اس کا علم علم الیقین ہے اور جب آنکھیں کھولتا ہے اور آگ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے تو یہ عین الیقین ہے اور جب وہ آگ میں گرتا ہے اور نابود ہو جاتا ہے اور آگ کی صفتیں اس سے ظاہر ہوتی ہیں جیسے جلانا اور چمک' تو یہ حق الیقین ہے۔

مولانا جامیؒ کہتے ہیں کہ محبّ اور محبوب کے درمیان احتیاج کا تعلق ہے۔ عاشق جب کمال تجرید و تفرید کو پہنچتا ہے تو وہ سب سے حتیٰ کہ معشوق سے بھی منقطع ہو جاتا ہے اور عشق کی ذاتی انفرادیت و وحدت کو حاصل کرتا ہے اور کثرت کے لباس یعنی محبی اور محبوبی دونوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور صرف شاہد عین کا وجود رہ جاتا ہے۔ عاشق کی صفات تبدیل ہو جاتی ہیں اور وہ بقا بعد الفنا پاتا ہے اور فرق بعد الجمع کے مقام کو پہنچ جاتا ہے اور تکمیل و ارشاد کی منزل کو حاصل کرتا ہے وہ خود کو دیکھتا ہے اور ہر طرف خود کو ہی پاتا ہے اور کہتا ہے: انا من اھوی و من اھوی انا' یعنی۔

جانا زمیان مامنی رفت وتوئی
چوں من تو شدم تو من' مکن ذکر دوئی

وہ جس چیز پر نظر ڈالتا ہے اس میں دوست کا چہرہ دیکھتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کُلُّ شَیءٍ ہالِكٌ اِلّاوَجہہ کی وجہ کیا ہے اور کیوں کر وجہہ کی ضمیر' جسے اگر مفسروں نے حق کی طرف پھیر دیا ہے' چیز کی طرف نہ پھیر دی جائے'' یعنی ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے جو اس کی حقیقت اور عین ثابتہ ہے۔

یہ ہیں چند بنیادی عرفانی اصول جن کو مولانا جامیؒ نے اپنی عرفانی کتابوں میں شرح و کشادگی کے ساتھ مختلف عبارتوں اور نظم و نثر سے آمیختہ کلام میں بیان کیا ہے۔ لوائح نام کی عرفانی کتاب میں ایک شیرین مناجات میں بڑی عمدہ اور فصیح عبارت میں سیر و سلوک کے اپنے منتہای مقصد کو مولاناؒ نے یوں بیان کیا ہے۔

الٰہیٰ! الٰہی خَلِّصنَا مِنَ الاِشتغالِ بِالمَنَاہی' وَاَرِنَا حقائق الأشیاءِ کماہی ! غشاوہ غفلت از بصر بصیرت مابگشای' و ہر چیز راچنانکہ ہست بہ مابنمای۔ نیستی را در صورت ہستی جلوہ مدہ' از نیستی بر جمال ہستی پردہ منہ۔ این صور خیالی را آئینہ تجلیاتِ جمالِ خود گردان' نہ علت حجاب و دوری' و این نقوشِ وھمی راسرمایہ دانائی و بینائی

ماگردان' نه آلتِ جهالت وکوری. محرومی و مهجوریِ ما همه از ماست' مارا بما مگذار. مارا ازما رهائی کرامت کن و باخود آشنائی ارزانی دار ؎

یا رب دل پاک و جان آگاهم ده
آہ شب و گریہ سحر گاہم ده
در راه خود اول زخودم بیخود کن
آنگہ بیخود بسوی خود راہم ده

{ترجمہ........ یا اللہ! ہمیں مکروہات میں پڑنے سے نجات عطا فرما اور اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں ہم پر آشکارا کر۔ ہماری بصیرت کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ کھول دے اور ہر چیز جیسی کہ وہ ہے ہمیں دکھا۔ ہستی کی صورت میں نیستی نہ دکھا اور ہستی کی خوبصورتی پر نیستی کا پردہ مت ڈال۔ ان خیالی صورتوں کو اپنے حسن کی تجلیوں کا آئینہ بنادے نہ کہ حجاب اور دوری کا ذریعہ' اور ان وہمی نقوش کو ہماری دانائی اور بینائی کا سرمایہ بنادے نہ کہ جہالت اور اندھے پن کا وسیلہ۔ ہماری مہجوری اور محرومی خود ہم ہی سے ہے' ہمیں ہم پر مت چھوڑ۔ ہمیں ہم سے رہائی بخش اور خود اپنی ذات سے آشنائی عطا فرما ؎

یارب! مجھے ایک پاکیزہ دل اور آگاہ جان دے
رات کی آہیں اور صبح کے آنسو دے
اپنی راہ میں پہلے مجھے مجھ سے بیخود بنا دے
پھر بیخودی میں اپنی طرف آنے کا راستہ دے }[1]

صوفیوں کے امور میں ایک بنیادی اور اصولی امر یہ ہے کہ فلسفہ وعلم کلام سے گریز کیا جائے اور صرف کشف وشہود اور درون بینی کی طرف توجہ ہو۔ مولانا جامیؒ نے اس امر کی طرف خاصی توجہ کی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس بارے میں آپ نے محاکمہ بین صوفی ومتکلم وحکیم کے عنوان سے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا[2] جس میں آپ نے فلسفہ اور علم کلام پر تصوف کی برتری کو دلائل و براہین کے ساتھ واضح کیا ہے۔ مثنوی سُبحۃ الابرار اور لُجۃ الاسرار نامی قصیدہ میں فلسفہ اور منطق وحکمت اور قیل وقال کے پیروؤں اور بالخصوص بوعلی سینا اور اسکی تصنیفات قانون وشفا پر

(۱) جامی۔ علی اصغر حکمت صفحہ ۱۴۷۔ اردو ترجمہ از مصنف کتاب۔ (۲) ایضاً

صریحاً رہروانِ وادیِ جذب و حال کو ترجیح دی ہے۔ سُبحۃ الابرار میں ایک مختصر قطعہ میں فلسفی و عارف کی گفتگو عارف کے ان ابیات پر ختم ہو جاتی ہے کہ۔

ہر کہ پی بر پی من بشتابد
ہر چہ من یافتم او ہم یابد
کار من نیست کہ کس را بہ جدال
رونما یم بہ خدائے متعال

{جو میرے پیچھے چلے گا یعنی میرے نقش قدم پر چلے گا جو مجھے مل گیا ہے وہ بھی اسے پائے گا۔ بحث و مباحث سے اللہ کی طرف کسی کو لے جانا میرا کام نہیں} لجتہ الاسرار نامی قصیدہ میں فلسفہ و حکمت پر حملہ آور ہو کر مولانا جامیؒ فرماتے ہیں۔

فلسفہ چون اکثرش آمد سفہ پس کل آن
ہم سفہ باشد کہ دارد حکم کل آن چہ اکثر است
فلسفی از گنج حکمت چون بہ فلسی رہ نہ یافت
می نہ دانم دیگری راسوی آن چون رہبر است
حکم حال منطقی خواہی ز حال فلسفی
کن قیاس آن را کہ اصغر مندرج در اکبر است
حکمت یونانیان پیغام نفس است وہوا
حکمت ایمانیان فرمودۂ پیغمبر است
نیست جز بوی نبیؐ سوی خدا رہبر ترا
از علیؓ جو بو کہ بوی بوعلی مستقدر است
دست بگسل از شفای او کہ دستور شقاست
پای یک سونہ ز قانون اش کہ کانون شر است
صاحب علم لدنی راچہ صاحب خط و لفظ
صفحۂ دل مصحف است آن را کہ قرآن از بر است[1]

(۱) دیوان کامل جامیؒ۔ ویراستہ ہاشم رضی ص ۲۳۔

{ترجمہ.............فلسفہ چونکہ بیشتر نادانی وحماقت ہے اس لئے یہ سارے کا سارا نادانی ہی ہے کیونکہ جب اکثر و بیشتر حصہ اس کا نادانی پر مشتمل ہے اس لئے یہ کل کا کل محض حماقت ہے۔حکمت کے خزانے سے چونکہ ایک فلسفی معمولی فلس تک بھی راستہ نہ پا سکا تو معلوم نہیں دوسروں کی کیا رہبری کر پائے گا۔فلسفی کی اسی حالت سے ایک منطقی کی حالت کا بھی قیاس کیجئے کیونکہ منطقی جو اصغر ہے وہ فلسفی جسے اکبر کہا جاتا ہے سے ہی تعلیم پاتا ہے۔دراصل یونانیوں کی حکمت نفس پرستی اور لالچ کی تعلیم ہے اوراس کے برعکس صاحب ایمان لوگوں کی حکمت فرمودات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے اوروہ ہے نفس کی پاکیزگی اور حرص وطمع سے پرہیز۔بوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اللہ تعالیٰ تک تمہاری کوئی چیز رہبری نہیں کرسکتی۔علی رضی اللہ عنہ سے یہ بو حاصل کر کیونکہ بوعلی سینا کی بو تمہارے لئے ایک روک ہے اس کی کتاب شفا سے ہاتھ روک لو کیونکہ وہ شفا کی کتاب نہیں بلکہ شقا یعنی بدبختی کی کتاب ہے۔اسکی کتاب قانون سے یکسر الگ ہو جاؤ کیونکہ وہ شر اور بدی کا ایک آتش دان ہے۔علم لدنی کا عارف بھلا خط اور الفاظ کی کیا حاجت رکھتا ہے۔اس کا دل مصحف ہے کیونکہ قرآن مجید اس کے دل و جان میں محفوظ ہے}[1]

مثنوی لیلیٰ و مجنون کے آخر میں اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کو نصیحت کی ہے کہ فلسفیوں کی روش سے گریز کرے اور حضرت رسولؐ اور دینی علماء کی پیروی کرے۔

چون فلسفیان دین بر انداز
از فلسفہ کاردین مکن ساز
پیش تو رموز آسمانی
افسون زمیان چہ خوانی ؟
یثرب اینجا مشو چو دونان
اکسیر طلب زخاک یونان
گر حرف شناس دین زبون نیست
از سُور مدینہ دین برون نیست

(۱) ترجمہ اردو از مؤلف

رہ نیست جز آن کہ مصطفیٰؐ رفت
تا مقصد قدس راست پارفت
مسکین برہش نگاہ و می رو
می بین پی او بہ راہ وی رو
زان رہ کہ زپای اونشان نیست
برگرد کہ جز ہلاک جان نیست

{ترجمہ............دین کو تباہ کرنے والے فلسفیوں کی طرح دین کے کام کو فلسفہ سے شروع نہ کر۔ تمہارے پاس تو آسمانی رموز ہیں۔ بھلا زمینی افسون پڑھنے سے تجھے کیا تعلق؟ یثرب تمہارے سامنے ہے تو یونان سے احمقوں کی طرح اکسیر طلب کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ دین فہمی بس خاک مدینہ سے حاصل ہوگی جو یہ نہیں سمجھتا وہ پست اور کمزور ہے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس راہ پر چلے اس کے بغیر اور کوئی راہ ہے ہی نہیں وہ تو سیدھے اس راہ سے حضرت قدس تک چلے۔ انؐ ہی کی راہ پر نظر رکھ اور چلتے جاؤ۔ اس راہ پر انؐ کے نقوش قدم کو دیکھتے جاؤ اور چلتے رہو۔ جس راہ پر ان کے قدموں کے نشان نہیں اس راہ سے لوٹ آؤ کیونکہ آگے جانے میں جان کا ہلاک ہونا یقینی ہے}

اپنی غزلوں میں بھی مولانا جامیؒ نے فلسفیوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

علم بہ عالم اطلاق زن زبادۂ لعل
مشو چوفلسفیان قید علّت و معلول
فقیہہ و زاہد و عابد نہ مرد این کارند
بہ بند برزخِ اینان درِ خروج و دخول

☆☆☆

فیلسوف عقل را آداب بحث عشق نیست
خالی از حکمت بود با او درین معنی جدل

گویا مولانا جامیؒ کے نزدیک فلسفی عقائد اور ان کے مباحث تصوف کی تعلیمات کے مقابلے میں ہیچ اور بے وزن ہیں کیونکہ بقول مولاناؒ فلسفی اور منطقی لوگوں کی جماعت شریعت کی صراط مستقیم سے منحرف ہو چکے ہیں اور اہل طریقت کے وجد و حال سے بے نصیب۔ دین و شریعت محمدیؐ کے بغیر نور حقیقت کی تحصیل ممکن نہیں۔ اسے فلسفی کی

راہ وقانون میں تلاش کرنا عبث ہے۔ عقل و منطق اور فلسفہ وکلام جو دینی و مذہبی اصولوں اور عارفانہ سلوک کی طرز و روش میں چون و چرا اور لا حاصل مباحث کیلئے راہ کھول دیتے ہیں بہت ہی مذموم اور ناپسندیدہ ہیں۔ کشف وشہود اور اندرونی بصیرت وبینش کو پانے کا واحد طریقہ تصوف ہے اسی میں تمام چیزوں کی حقیقت موجود ہے جسے عشق و ریاضت اور نفس کی تطہیر و پاکی سے حاصل اور دریافت کیا جا سکتا ہے نہ کہ علت و معلول کے ناپائیدار مباحث سے۔

چند درد سر کشد جامی زگفت و گوی عقل
ای حریفان بازش از یک جرعہ لایعقل کنید

☆☆☆

صحبتی تنگ است جامی جان و دل را باغمش
عقل محرم نیست گو تا یک زمان بیرون رود

☆☆☆

طریق عقل رہا کن کہ ھیچ کس نہ نشست
بہ صدر قرب بہ تدبیرِ عقلِ دور اندیش

☆☆☆

تانماید آن دہان کشف حجاب زلف کن
جزبہ نور کشف نتوان یافت برغیب اطلاع

☆☆☆

بشوی دل ز قوانین عقل و دین جامی
کہ سرّ عشق بدین ہانمی شود مدرک

☆☆☆

بگذر از طور خرد کاندر طریق عشق ہست
عاقلی دیوانگی دیوانگی فرزانگی[1]

مولانا جامیؒ تصوف میں اس طریقہ مجاز کے' جو صوفیوں کے رسوم وآداب کی تقلید ہے' پیرو نہیں تھے بلکہ وہ ہمیشہ حقیقی مجاز کے توسط سے حقیقت کو گرفت میں رکھے ہوئے تھے اور اس طرح سے تصوف کو اس کے حقیقی اور اصلی

(۱) دیوان کامل جامی۔ غزل ہا بہ شمارہ ۳۹۸' ۴۳۲' ۶۷' ۹۲' ۸۲۰' ۱۳۰۰

معنوں میں اپنالیا تھا۔آپ نے اپنے زمانے کے ان صوفی نمامدعیوں کی' جنھوں نے ہر طرف سے صومعوں اور خانقاہوں میں اپنی بساط قائم کرنے کی راہ سے معاش وگذران کا ذریعہ پیدا کیا تھا' بڑی عیب جوئی کی ہے اورانہیں گمراہ اور گمراہ کرنے والے قرار دیا ہے[1]

میزند شیخ ماز شور و شغب
صیحۂ صبحگاہ دہی ہی شب
سر پر از کبر ودل پراز اعجاب
روی در خلق و پشت برمحراب
صف زدہ گردش از خزان گلۂ
در فگندہ بشہر ولولۂ ......
اوز تحقیق دم زندانا
رسم تقلید سازدش رسوا

نفحات الانس میں ایک صوفی سید قاسم انوار تبریزی کے مریدوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: اکثـــــر ایشان از ربقهٔ دین اسلام خارج بودند ......'' اور سید مذکور کی خانقاہ میں مریدوں کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے سلسلے میں خودمختاری اوران کے طور طریقے اور جسمانی لذتوں کے پھیلاؤ اور ہوس وطمع کے بارے میں فرماتے ہیں:

''......فطری سخاوت جوان کی طبعیت میں تھی کے مطابق جونذرونیاز آتا تھا اسے پوری طرح لنگر پرخرچ کیا کرتے تھے اور اصحاب حرص وطمع اور نفس کے پرستار اپنی مرادو ہیں سے پوری کرتے تھے اور اس میں ان کی کوئی ممانعت کرنے والا نہیں تھا۔طمع پرستوں کی ایک جماعت وہاں جمع ہوگئی تھی جوان (سید قاسم انوار) کے معارف کو سنتے تھے اور بعد میں لالچ وحرص کی وجہ سے ان کے ان اقوال میں تصرف کیا کرتے تھے اور اس طرح سے نفسانی خواہشوں کی تکمیل اور نفس کی مخالفت سے پرہیز کرنے کی راہ بنالیتے تھے.........''[1]

سلسلۃ الذہب کے دفتر اول میں کئی جگہوں پر مولانا جامیؒ نے مرشد نما ظاہری اور دام کشا صوفیوں پر سخت تنقید کی ہے جس سے اس عہد کی خانقاہوں کے حال واوضاع کی واقفیت ہوجاتی ہے۔تصوف وعرفان کے ان ہی بساط

(۱) نفحات الانس جامی مہدی توحیدی پور ص ۵۹۲۔ (اردو ترجمہ از مؤلف)۔

بچھانے والوں اور دکانداروں کے بارے میں جوان خانقاہوں میں فسق و فجور میں مبتلا تھے، کہتے ہیں:

حذر از صوفیان شہر و دیار
ہمہ نامردم اند و مردم خوار
کارشان غیر خواب و خوردن نہ
ہیچشان فکر روز مردن نہ
ذکر شان حصر در وجوہ معاش
فکر شان صرف بہر سفرہ و آش
ہریکی کردہ منزلی دیگر
نام آن خانقاہ یا لنگر
فرشہای لطیف افکندہ
ظرفہای نکو پراکندہ
دیگدان کندہ دیگ بنہادہ
کردہ آلات طبخ آمادہ
چشم بر در کہ کیست کز دہ و شہر
یافتہ از طریق مردان بہر
گوشت یا آرد آورد دوسہ من
تانشیند بہ صدر شیخ زمن
سر انبان لاف بگشاید
برحریفان گزاف پیماید
نکندبس زمہمل و قلماش
تابہ آن دم کہ پختہ گرد دآش
ہر گز اسباب آش نادیدہ
نگشادہ بر آشنادیدہ
بہر آش است آشنائی او
و آتش دیگ روشنائی او

ہر کجا مفسدی مجالی یافت
کامردی راز شہر سر برتافت
کرد یاد حضور درویشان
کہ سرم خاک مقدم ایشان
سفرہ پرنان و فوطہ پر خرما
کیسہ پر نقل و کاسہ پر حلوا
آمداز شہر تابہ منزل وی
امردک ہم دوان دوان درپی ......
این نہ صوفیگری و آزادی است
بلکہ کیدی گری و قوادی است
شیخ وصوفی کہ گفمت صدبار
میکنم زان حدیث استغفار
آن فرومایہ راچہ استحقاق
کاین اسامی براو شود اطلاق
لقب و اسم پادشائی چند
حیف باشد بر این دغائی چند

ان ریاکار زاہدوں' دام کشا صوفیوں' نافہم واعظوں' خودنما اور ظاہر بین ملاؤں پر مولانا جامیؒ نے اپنی غزلوں میں بھی ملامت کے تیر برسائے ہیں۔

واعظ خراست و انجمن وعظ خر گلہ
گر خر رود بہ خر گلہ نتوان زخر گلہ
آسودگی مجوی زواعظ کہ خلق را
جز درد سر نمیدہداز بانگ و مشغلہ

روشن نہ شد زپر تو گفتاراو ولی
کی کرم شب چراغ کند کار مشغلہ

☆☆☆

شیخان نارسیدہ چہ دانند قدر عشق
کم جوی طعم پختگی از میوہ ہای خام
از رزق وحیلہ دام بہ ہر سو نہادہ اند
تا آور ند مرغ دل جاہلی بہ دام

☆☆☆

شیخ خود بین کہ بہ اسلام بر آمدنامش
نیست جز زرق و ریا قاعدۂ اسلامش
خویش را واقف اسرار شناسد لیکن
نہ ز آغاز وقوف است نہ از انجامش

☆☆☆

دیوانہ وار واعظ گوید سخن پریشان
گرد آمدہ گروہی بروی پی نظارہ
سر رشتہ تعلق نگسستہ صوفی از خود
بخیہ رذن چہ سودش بردلق پارہ پارہ [1]

مولانا جامیؒ ان پست کردار ریاپیشہ دام کشا صوفیوں اور لوگوں اور عوام الناس کو بے دُم وگوش گدھوں کے عنوان سے یاد کرتے ہیں جوان ریاکار صوفیوں کا فریب کاری اور ریاکاری میں ہاتھ بٹاتے ہیں اوران کی مدد کرتے ہیں

فغان ز ابلہی این خران بی دم و گوش
کہ جملہ شیخ تراش آمدند و شیخ فروش
شوند ہر دو سہ روزی مرید نادانی
تہی زدین و خرد خالی ار بصیرت و ہوش

(۱) دیوان کامل جامی غزلیات شمارہ ۱۳۱۳،۱۰۰۷،۳۹،۷،۱۳۲۳۔

مولانا جامیؒ کی متصوفانہ خصوصیات میں سب سے درخشاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے مرشدی و مریدی کا نہ کوئی دبستان کھولا نہ کوئی بساط اور نہ کوئی صومعہ جہاں وہ غیر معمولی عادات اور کشف و کرامات کی نمائش کر سکیں یا لوگوں کو اپنی ارادتمندی اور پیروی کی طرف بلائیں۔ مولانا عبدالغفور لاری نے تقکلمہ میں اپنے استاد مولانا جامیؒ سے نقل قول کیا ہے کہ۔

''......آپ فرماتے تھے کشف و کرامات پر کوئی اعتماد نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں کہ کسی فقیر کو کسی دولت مند کی صحبت میں بیٹھ کر کوئی تاثر اور جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ خود بخود آزاد ہو جائے......''[1]

نیز معنوی مکاشفہ و حال کے بارے میں مرشد کا یہ قول بھی بیان کیا ہے:

''......فرماتے تھے کہ اگر ہم خود کو اجمالی مرتبہ میں پاتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں اور ایک عجیب طرح کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے' یوں کہ ہمیں خیال ہو جاتا ہے کہ زمین سے الگ ہو گئے ہیں اور ہمارے پاؤں زمین پر نہیں پہنچ پاتے......''

مولانا عبدالغفور لاری نے مولانا جامیؒ کے ارادت و ہدایت کی بساط نہ کھول دینے کے بارے میں تفصیل سے بات کی ہے۔ اگرچہ آپ کیلئے نقشبندیوں اور خواجگان کا پیر اور رہبر بنائے جانے کے سبھی وسائل مہیا تھے لیکن ہمیشہ ہی اس سے آپ احتراز کرتے رہے اور اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ لیکن بالآخر زندگی کے آخری سالوں میں' جیسا کہ اگلے اوراق میں بیان ہوا' آپ کی رغبت کے برعکس اس امر پر آپ کو منتخب کر ہی لیا گیا۔ مولانا لاری لکھتے ہیں:

''......آپ کسی کو بھی اس طریق (طریقتِ نقشبندی) کی تلقین نہیں کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ کو حضرت مخدوم (مولانا سعد الدین کاشغریؒ) سے اجازت تھی اور غیب سے بھی اِذن پایا تھا۔ اور اگر اچانک کوئی فقیر پیدا ہوتا تو خفیہ طور پر اسے اس طریق سے آگاہ کرتے تھے اور کمالِ لطافت اور نازکی پر جو اس طریق کی بنیادوں میں سے ہے' آپ کی نظر رہتی تھی۔ اس طریق کے بارے میں آپ فرمایا کرتے کہ مجھ میں مرشدی کرنے کی طاقت نہیں ہے لیکن اواخر حال میں اصحاب طلب کے طالب رہے اور فرماتے تھے کہ افسوس طالب ملتے نہیں۔ طالب تو بہت ہیں لیکن اپنی لذتوں کے۔

---

(۱) جامی۔ علی اصغر حکمت صفحہ ۱۵۶۔ (اردو ترجمہ از مؤلف)

قومی کہ کام دل طلبند از شکر لبان
شک نیست عاشق اندولی عاشق خودند" [1]

نیز لکھا ہے:

"......توحید وفنا کی نسبت آپ پر غالب رہتی تھی لیکن پھر بھی کسی کی صحبت سے خواہ وہ صالح آدمی تھا یا نہیں تھا، یکسوئی اختیاری نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے باطنی شغل کو ظاہری میل ملاپ کیساتھ، جیسا کہ اس طائفہ کا طور طریقہ ہے اور جسے خلوت در انجمن کہتے ہیں، اکٹھے کر دیا تھا......" [2]

مولانا حسین واعظ الکاشفی نے رشحات عین الحیات میں مولانا جامیؒ کے نفسانی مرتبہ کمال اور باطنی مقام کی بلندی پر جو کچھ لکھا ہے وہ مولاناؒ کی روحانی اور اخلاقی تربیت پر، جو لوگوں کیساتھ رابطہ اور عالم اجتماع میں داخل ہونے سے عبارت ہے، بہترین دلیل ہے صاحب رشحات لکھتے ہیں:

"......ایک دن آپ نے کسی سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: "حضور میں ہوں۔ عافیت سے رہ رہا ہوں اور فراغت کے کونے میں بیٹھا ہوں"۔ آپ نے فرمایا: "حضور و عافیت یہ نہیں کہ ٹانگیں کپڑے میں سمیٹ لیں اور کسی کونے میں بیٹھے رہے۔ عافیت یہ ہے کہ خود سے آزاد ہو چکے ہو گے تب خواہ کسی کونے میں بیٹھ جاؤ یا چاہے لوگوں میں رہو......" [3]

نیز لکھا ہے:

"......کسی نے آپ سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ جناب والا تصوف بہت کم کہا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ خیال کر لو کہ ہم نے ایک عرصہ کیلئے ایک دوسرے کو بازی دے دی ہے......" [4]

نیز مولاناؒ کے نقشبندی طریق کے ساتھ قلبی لگاؤ کے بارے میں لکھا ہے:

"......فرماتے تھے کہ طریق خواجگان 'قدس سرہم' میں ہم نے بہت کم ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن میں ایک طرح کی قبولیت اور شیرینی نہ ہو۔ یہ تو اس طایفہ کی ابتداء ہے اور دوسرے مشائخ کی انتہا کہ جس کسی کو اس طایفہ میں قبول کیا گیا تو شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا

(۱) جامی۔ علی اصغر حکمت صفحہ ۱۵۶۔ (اردو ترجمہ از مؤلف)
(۲) اردو ترجمہ از مؤلف
(۳) اردو ترجمہ از مؤلف
(۴) اردو ترجمہ از مؤلف

جائے۔ اگرچہ نفسانی امور اور حرص و ہوا کے احکام کی پیروی کی وجہ سے وہ ساحل پر پڑا ہوا بھی ہو جب بھی اسے کھینچ کر درمیان میں لایا جاتا ہے......"[1]

دل کے ساتھ توجہ رکھنے اور قلبی ذکر کے بارے میں لکھتا ہے:

"......ایک دن کسی نے آپ سے التماس کی کہ مجھے ایسی تعلیم فرما دیجئے جس میں باقی تمام عمر کے لئے مشغول رہوں۔ فرمایا کہ کسی نے حضرت مخدوم مولانا سعد الدین قدس سرہ سے یہی درخواست کی تھی۔ انہوں نے ہاتھ کو بائیں پہلو پر رکھ دیا اور صنوبری شکل والے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ کہ کام بس یہی ہے یعنی وقوف قلبی کو لازمی طور پر پکڑ کے رکھو......"[2]

یہ متذکرہ بالا نگارشات مولانا جامیؒ کے صفائی مشرب ان کے مرتبہ و مقام کی قدر و منزلت اور تصوف میں ان کے بلند و بالا رتبہ کی طرف صریح اشارہ کرتی ہیں اور واقعاً یہی صفات عالیہ ان کی ایک بڑی کرامت ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مولاناؒ کے مریدوں نے ان کے غیر معمولی کارناموں کا بھی ذکر کیا ہے یعنی ان کی بعض کرامتوں کو بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے گیلان کے ایک شخص کی بیماری کے بعد اس کے مرنے اور زندہ ہو جانے کا واقعہ ہم نے مولانا عبدالغفور لاری کی زبانی نقل کیا ہے۔ یہی واقعہ تفصیل کے ساتھ ہم رشحات عین الحیات کے مصنف مولانا حسین واعظ الکاشفی کی زبانی بیان کرتے ہیں:

"......شہر گیلان کا رہنے والا ایک رئیس چند روز بیمار پڑ گیا اور آخر کار موت نے اسے آلیا چنانچہ اسکے اولاد متعلقین دوست اقرباء سب جمع ہو گئے اور گریبان پھاڑ ڈالے۔ ایک شور و ہنگامہ ہوا اور تجہیز و تکفین کی تیاری میں لگ گئے۔ اسی اثناء میں اس شخص میں حس و حرکت کے آثار نمودار ہوئے اور آہستہ آہستہ وہ سکرات اور سختی والم سے افاقہ پا کر اسی دن صحت و عافیت کے ساتھ بستر سے اٹھا اور سب متعلقین اور لوگ جو اس کے اس حال سے باخبر تھے حیرت زدہ ہو گئے لیکن کوئی بھی حقیقت حال سے مطلع نہ تھا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اس شخص نے اپنے چند محرم احباب اور خاص اقرباء سے کہا کہ میری بیماری کی اس شدت و اضطراب کے عالم میں جبکہ میری روح جدا ہونے کو تھی مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ تشریف لائے اور میری طرف توجہ فرمائی اور اسی وقت میری بیماری دور

---

(۱) اردو ترجمہ از مؤلف

(۲) اردو ترجمہ از مؤلف

ہوگئی۔ اس واقعہ کے بعد اس گیلانی صاحب نے بیس ہزار دینار اور پشمینہ اور کتان کے عمدہ اشیاء وغیرہ آپکے پاس بھیج دیئے اور بڑی سماجت سے عنایت فرمانے کی گذارش اور طریقہ اختیار کرنے کی التماس کی۔ آپ نے طریقہ خواجگان پر قدس اللہ ارواحہم ایک مختصر اور مفید رسالہ لکھ دیا اور اس کے لئے بھیج دیا اور رسالہ کے آخر میں لکھا کہ: اس طرح کی باتیں لکھنا اور کہنا مجھ فقیر کی عادت نہیں لیکن چونکہ آپ کی طرف سے ہمارے مشام ذوق میں خلوص کی خوشبو پہنچی اس لئے یہی رسالہ لکھنے کا باعث بنی۔

با این ہمہ بی حاصلی و ہیچکسی
در ماندہ نارسائی و بوالہوسی
دادیم نشان بگنج مقصود ترا
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

رشحات عین الحیات سے ہی یہ دوسری حکایت نقل کی جاتی ہے:

ہرات کے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیف الدین احمد ایک دن اپنے تمام اصحاب درس وتدریس کے ہمراہ آپکے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ضیافت کے مراسم انجام دینے کے بعد گانے والوں اور سازندوں کو اس مجلس میں غزلیں گانے کا حکم دیا اور اس طرح سے قوالوں نے راگ اور سازندوں نے ساز بجائے۔ اس مجلس کے دو تین روز بعد حضرت مخدوم مولانا جامیؒ زیارت گاہ کی طرف گردش کیلئے باہر نکلے اور وہاں شیخ شاہ جو کہ پرہیز گار مشائخ میں سے تھے کیساتھ ملاقات کی۔ شیخ الاسلام کیساتھ ملاقات اور اس مجلس میں گانے بجانے کا اہتمام کئے جانے کی ساری کیفیت کی اطلاع اس سے پہلے شیخ شاہ تک پہنچ چکی تھی۔ باتوں باتوں میں شیخ شاہ نے آپ سے کہا کہ آپ تو ساری دنیا کے عالموں کے مقتدیٰ ہیں اور عرب وعجم کے عارفوں کے پیشوا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپکی مجلس شریف میں نے اور آلات طرب اور اصول ودائرہ اور دیگر اسباب ساز وآہنگ بجائے جائیں۔ شیخ شاہ نے جب یہ اعتراض کیا تو آپ نے اپنا سر ان کے کان کے قریب کر دیا اور کوئی بات راز داری میں اور خفیہ طور پر ان کے کان میں پہنچا دی جس کے بارے میں اہل مجلس بے خبر رہے۔ فی الفور شیخ شاہ کے دل سے ایک چیخ اٹھی اور بیہوش ہوگئے۔ ایک عرصہ کے بعد جب ہوش میں آگئے تو آپ سے عاجزی ونیاز مندی کا اظہار کیا اور پھر کبھی بھی اس طرح کی باتوں کا ذکر تک نہیں کیا"

مولانا جامیؒ کے روحانی پیشوا

مولانا جامیؒ کے معنوی پیشواؤں میں کئی حضرات کا نام لیا جاتا ہے جن میں اول مولانا سعد الدین کاشغریؒ ہیں۔مولانا جامیؒ کے شاگرد خاص مولانا عبدالغفور لاری کا بیان ہے کہ:

"......حضرت ایشان را در آن اثنا از تفرقه دل وتعلق بصورت آب و گل انحراف خاطری دست داده' وعنان عزیمت از جانب ہرات بصوب سمرقند تافته اند۔ چندی ساکن آنجا بوده اند و درآنجا کسب فضیلت و کمال میمنوده اند تاآنکه شبی' نه شب' بلکه صبح سعادت و اقبال ...... که حضرت ایشان راخاطر از مفارقت صوری و مزاحمت داغ دوری متالم بوده است در خدمت قدوه العرفاء الکاملین...... سعد الملة و الدین الکاشغری قدس اللہ سره در واقعه دیده اند و بگوش ہوش شنیده که فرموده اند'رو دادار (۱)! یاری گیر که گزیر تو بود۔

معشوقہ زد از میکدہ ام بانگ تعال
داد از می عشقم قدح مالا مال
از درد سر خرد شدم فارغبال
برداشتم افغان بہ تقاضای وصال

حضرت ایشان را ازین واقع تاثیر بلیغ ودغدغه عظیم در افتاده است۔از صدق وشوق قدم ارادت برگرفته عنان توجه به خراسان تافته اند و صحبت حضرت مخدوم (۲) راقدس اللّٰه سره دریا فته اند ے

دیدم پیری کہ زیراین چرخ کبود
چون اودگری زبود خود پاک نہ بود

(۱) دادار۔ برادر

(۲) حضرت مخدوم یا مخدومی سے یہاں حضرت خواجہ سعد الدین کاشغریؒ مراد ہیں۔لیکن بعض جگہوں میں جامیؒ سے بھی مراد ہے اور شاید یہ نقشبندی طائفہ میں خاص اصطلاح ہے کہ مرشد اور معلم کو مخدوم کہتے ہیں۔رشحات عین الحیات میں اور نفحات الانس میں مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے حالات تفصیل سے آئے ہیں۔آپ کی وفات جمادی الآخری کی سات تاریخ کو سال ۸۶۰ھ میں ہوئی۔مولانا جامیؒ نے آپ کے مرثیہ میں پانچ بندوں کا ایک ترکیب بند لکھا ہے:

بود آئینه که عکس خورشید وجود
جاوید در اوبصورت اعلی نمود

......به اندك فرصتی که بقدم صدق نیت وخلوص طویت طریق ارادت آنحضرت سپرده اند ایشان را شوق قوی در ربوده و ربودگی عظیم دست داده۔ چنانکه یکی از بزرگان که در آن طریق رفیق ایشان بوده متحیر و متعجب بوده و میفر موده که "طریق خواجگان قدس الله سرہم العزیز حضرت ایشان راعجب زود ربود"۔

حضرت مخدومؒ مرحوم' قدس الله روحه' پیوسته بردر مسجد جامع ہرات که قریب به نشیمن ایشان است با فقرانشسته صحبت میداشته اند و حضرت ایشان راممر و راہگذار آنجا بوده است۔ہر نوبت که میگذشته اند حضرت مخدومی میفر موده اند که این مرد راعجب قابلیتی است و فریفتۂ وی شده ایم که وی را به چه حیله بچنگ آوریم و در روز اوّل که بصحبت حضرت مخدوم قدس سره' رسیده بوده اند میفر موده اند که:"شاہباری بچنگ ما افتاده لست"۔ونسبت حضرت ایشان علیه الرحمته والرضوان در طریق به سه واسطه به حضرت خواجۂ بزرگ خواجه بہاء الحق والدّین المعروف به نقشبند قدّس سرہٗ درست میگردرچه حضرت مخدوم' قدّس سرّه نسبت از حضرت مولانانظام الدّینؒ خاموش داشته اند و خدمت ایشان نسبت از خواجه علاء الحق والدین المشتہر به عطار قدس سره گرفته اند و خواجه علاء الدّین قدّس سرّه مرید خواجه بزرگ روح الله روحه وافاض علی العالم فتوحۂ بوده اند۔"(۱)

مولانا سعدالدین کاشغریؒ کے بعد حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ کا اسم گرامی آتا ہے۔آپ

(۱) جامی۔علی اصغر حکمت صفحہ ۶۷۔۶۸۔

نویں صدی ہجری کے بزرگ ترین عرفاء میں سے تھے اور نقشبندی طایفہ کے پیشوا تھے۔ پادشاہ وقت سلطان ابو سعید آپ کی بے انتہا عزت واحترام کرتے اور اہم ملکی امور میں آپ کے مشوروں سے بھی مستفید ہوا کرتے تھے۔ مولانا جامیؒ کو اس عارف بزرگ کے ساتھ خاص عقیدت وارادت تھی اور کئی بار آپ سے ملاقات کرنے کے لئے سفر کی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ خود اپنے آثار میں بھی مولانا جامیؒ نے مختلف جگہوں پر آپ کا ذکر کیا ہے جس سے مولانا جامیؒ کے شدت کے ساتھ ان سے لگاؤ اور قلبی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

زد به جہان نوبت شاہنشہی
کوکبۂ فقر عبید الٰہی
آن کہ ز حرّیت فقر آگہ است
خواجۂ احرار عبید اللہ است

سلسلۃ الذہب کے دفتر اوّل میں بھی کئی جگہوں پر خواجہ احرارؒ کا نام لے کر ان کی بڑی ستائش کی ہے۔ خواجہ عبیداللہ نے سال ۸۹۵ھ میں یعنی مولانا جامیؒ کی وفات سے تین سال قبل وفات پائی اور مولانا جامیؒ نے آپ کا سات بندوں پر مشتمل ایک ترکیب بند مرثیہ میں لکھا۔ صاحب رشحات عین الحیات نے مولانا جامیؒ کے معنوی رہبروں کا جو بھی نقشبندی سلسلہ سے وابستہ تھے، اور مولانا جامیؒ کا جن کے ساتھ عمر بھر واسطہ رہا اور ان کے دامن کو عقیدت وارادت کے ہاتھوں سے تھام کر رہے، تفصیل وشرح کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ضمناً مولانا جامیؒ کے اس پورے دور میں ان کے سیر سلوک پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مولاناؒ کے ان معنوی رہبروں اور خود مولاناؒ کے روحانی مقامات وعرفانی عوالم کے سلوک کی تحصیل کے بارے میں مزید اطلاعات کی خاطر ہم رشحات کے مؤلف کی زبانی یہاں پر بعض نکات کو نقل کرنا لازمی سمجھتے ہیں:

ذکر ملاقات حضرت مخدوم بامشایخ کبار از صغرسن تا نہایت کار

"مخفی نماند کہ غیر مولانا سعد الدین قدس سرہ از جملہ اکابر کہ دیدہ بودند و ملاقات کردہ اول ہمہ حضرت خواجہ محمد پارسا است قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔ در کتاب نفحات الانس نوشتہ اند کہ چون حضرت خواجہ بہ عزم حجاز از ولایت جام میگذشتند و قیاس چنان می نماید کہ درا واخر جمادی الاولیٰ یا اواخر جمای الاخرہ سنہ اثنین و

(۱) ملاحظہ ہو دیوان کامل جامی۔ ویراستہ ہاشم رضی صفحہ ۱۴۱

عشرین و ثمانما' یه بوده باشد واین فقیر باجمعی کثیر از نیاز مند ان و مخلصان بقصد زیارت ایشان برون آمده بودند و هنوز عمر من پنجسال تمام نه شده بود یکی از متعلقان راگفت که مرابر دوش گرفته پیش محفه محفوف بانوارایشان داشت التفات نمودند ویك سیرنبات كرمانی عنایت فرمودند ر امروز از آن شصت سال است هنوزصفای طلعت منور ایشان د رچشم من است و لذت دیدار مبارك ایشان دردل من وهمانا که رابطه اخلاص و اعتقاد و ارادات و محبتی که این فقیر رانسبت به خاندان خواجگان قدس الله تعالیٰ اَرواحَہم واقع است به برکت نظر ایشان بوده باشد و امید می دارم که به یمن همین رابطه درزمره محبان و مخلصان ایشان محشور شوم بمنّه و جوده۔

دیگر مولانا فخر الدین لورستانی بوده رحمته الله تعالیٰ که از کبار مشائخ زمان بوده اند۔ ہم در نفحات الانس نوشته اند که بخاطر می آید که خدمت مولانا فخر الدین لور ستانی رحمته الله تعالی در خرجر د جام درسرائی که تعلق به والدین فقیر داشت نزدل فرموده بود ومن چنان خرد بودم که مرا پیش زانوی خود نشانده بود و به انگشت مبارك خود نامهای مشهور چون عمرؓ و علیؓ برروی هوامی نوشت و من آن رامیخواندم تبسم می نمود و تعجب می فرمود۔ آن شفقت و لطف وی دردل من تخم محبت و ارادت این طایفه شد واز آن وقت باز ہر روز نشو ونمای دیگر می یابد۔ امید میدارم که بر محبت ایشان زیم دور محبت ایشان میرم و درزمرهٔ محبان ایشان برانگیخته شوم ......

دیگر خواجه برہان الدین ابو نصر پارسا قدس سره است و ایشان رااتفاق صحبت بخدمت خواجه ابو نصر بسیار افتاده بوده است ۔ درنفحات نوشته اند که روزی در مجلس شریف ا یشان ذکر شیخ محی الدّین ابن العربی قدّس سرّہ اللّٰہ تعالیٰ' و منصفات ایشان میرفت۔

ازوالد بزرگوار خود نقل کردند که ایشان میفر مودند فصوص جان است وفتوحات دل 'واین نیز فرمودند که ہر که فصوص رانیك میداند وی را داعیئه متابعت حضرت رسالت صلی الله علیه وسلم قوی میگردد۔

دیگر حضرت شیخ بہاء الدین عمر بوده قدس الله تعالی روحه ۔ میفرموده اند که حضرت شیخ را استغراق و استہلاك بوده عظیم' وبسیار بوده که در ہوا تیز تیز می نگر یستند هما ناکه ملائکه مخلوق از النفاس خلایق را که مقر ایشان ہواست ملا حظه میکردند۔ و میفر موده اند که روزی به ملازمت حضرت شیخ به ده جفاره رفته بودم وجمعی نیز از شہر رسیدند و داب ایشان آن بود که ہر که از شہر می آمدمی پر سیدند که خبر چیست ۔بہمان قاعده از ہریك جدا جدا پر سیدند که از شہر چه خبر داری۔ ہر کس چیزی گفت ۔ آخر از من پرسیدنه که توچه خبر داری؟ گفتم هیچ خبر ندارم۔فرمودند که در راه چه دیدی؟ گفتم هیچ نه دیدم۔ فرمودند که ہر کس پیش فقیری میر و دباید که همچنین رود که نداز شہر خبری داشته باشد و نه درراز چیزی دیده ' پس این بیت خواندند ۔

ولا رائی که داری دل در او بند
دگر چشم از همه عالم فروبند

دیگرخواجه شمس الدّین محمدؔ کوسوئی بود قدس الله تعالی روحه۔ میفر موده اند که حضرت خواجه وعظ می گفتند و حضرت مولانا ی ما' سعد الدیؔن و مولانا شمس الدیؔن محمد اسد و مولانا جلال الدینؔ ابو یزید پورانی وغیر ایشان از عزیزانی که در آن وقت بودند' به مجلس ایشان حاضرمی شدند و معارف و لطائف ایشان را استحسان میکردند۔ خدمت مولانا شرف الدیؔن علی یزدی رحمته الله تعالیٰ علیه ما

را نیز ترغیب می کردند مجلس وعظ ایشان. از بعضی عزیزان استماع افتاده که هر روزی که حضرت مخدوم به مجلس حضرت خواجه کوسوئی قدس سره در می آمدند خواجه میفر مودند که امروز شمعی در مجلس ما افروختند و در حقائق و معارف بیشتر از بیشتر بر زبان ایشان میرفت. حضرت مخدوم میفر موده اند که خواجه کوسوئی علیه الرحمه مصنفات حضرت شیخ محی الدیّن ابن العربی را قدس سرّه مقعتقد بودند و مسئله توحید را موافق وی تقریر میکردند و آن رابر سر منبر در حضور علماء ظاہر چنان بیان میفر مودند که هیچکس را بر آن مجال انکار نه بود. و در اسرار و حقائق قرآن و حدیث نبویؐ و کلمات مشایخ به غایت تیز فہم بودند و به اندك توجہی معانی بسبیار بر ایشان فائض می شد که بعد از تامل سبیار بخاطر دیگران کم رسیدی. در اثنای وعظ و مجلس سماع ایشان را وجدی عظمی می رسید و صحبتہائی سبیارمی زدند و اثر آن به ہمه مجلسیان سرایت میکرد. و خدمت خواجه در بعضی اوقات مردمان را در صور صفات غالبه بر نفوس ایشان میدیدند. روزی می گفتند که اصحاب ما گاه گاهی از صورت انسانی بیرون میروند اما زود به آن باز میگردند و یك دو کس را نام می بردند و میگفتند که ہر گاه پیش من آیند در صورت سگان چار چشم می نمایند.بسیار بودی که در صحبت ایشان چیزی بر خاطر گذشتی خواجه آن را اظہار کردندی بروجہی که غیر آن کس نداستی.

دیگر مولانا جلال الدین پورانی رحمته الله تعالیٰ به ده پوران.برای خدمت ایشان بسبیار میرفته اند. در نفحات نوشته اند که یکبار در پہلوی وی نماز میگز اردم چنان وی را مغلوب و مستہلك یافتم که گوئی به خود شعوری نداشت. در قیام که می ایستاد گاہی دست راست بر بالائی دست چپ می نہاد و گاہی دست چپ بر بالای دست راست.

دیگر مولانا شمس الدین محمد اسد بود رحمه الله تعالیٰ که ایشان باوی صحبت بسیار داشته اند۔ هم در **نفحات** نوشته اند که یکبار در راہی باوی میر فتم بتقریب سخن وی بآنجارسید که گفت مرا درین چند روز امری واقع شد که ہر گز بخود گمان آن نمی بود و توقع آن نمی داشتم و برسبیل اجمال اشارتی به آن کرد بروجہی که من از آن تحقق وی بمقام جمع فہم کردم"(۱)



(۱) رشحات عین الحیات بہ نقل از جامی۔ علی اصغر حکمت صفحات ۶۹۔۷۱

مولانا جامیؒ کے معاصر سلاطین وامراء

مولانا جامیؒ نے باوجود استغناء اور عزت نفس کے اپنے زمانے کے بعض لوگوں کی مدح وستایش کی ہے ان میں وہ تیموری سلاطین بھی ہیں جن کا عہد مولانا جامیؒ نے دیکھا اور جن کا براہ راست آپ سے عقیدت وارادتمندی کا تعلق رہا اور وہ عثمانی سلاطین بھی جو مولانا جامیؒ کی شہرت سن کر دور سے ان کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ ذیل میں ہم مولانا جامیؒ کے ان ممدوحین کا ذکر کرتے ہیں۔

میرزا ابو القاسم بابر ...... یہ بایسنقر ابن شاہرخ (وفات ۲۵ ربیع الثانی ۸۶۱ھ) کا بیٹا تھا۔ دس سال تک شاہرخ کی طرف سے پہلے استرآباد اور خراسان کا حاکم تھا اور پھر مکمل خود مختاری کے ساتھ افغانستان، عراق، فارس اور خراسان کا بادشاہ بن گیا۔ درویش صفت اور سخی تھا اور تصوف کے مطالعہ کی طرف بہت مائل تھا۔ میر علی شیر نوائی نے مجالس النفائس میں اس بادشاہ کے بارے میں لکھا ہے:۔

"......بابر میرزا درویش وش وفانی ضفت و کریم الطّبع پادشاهی بود و بهمت او پادشاه درین قرن نه بوده .گویند پیش او ذکر حاتم چینن گذشته که خانهٔ حاتم چهل در داشت۔ اگر سائلی بتمام آمدی او انعام کردی۔ او جواب گفته که چرا ازیك در چندان چیزی ندادی که به در دیگر احتیاجش نه شدی۔

از رسائل تصوف به لمعات و گلشن راز مشعوف بود.طبعش به نظم نیز ملایمت داشت۔ از وست این رباعی ؎

چوں باده و جام را بہم پیوستی
میدان بہ یقین کہ رند بالا دستی
جام است شریعت و حقیقت باده
چون جام شکستی بیقین بدمستی

مولانا جامیؒ نے فارسی نثر میں فن معما کے اصول وقواعد پر حلیۂ حلل نام کی کتاب اسی بادشاہ کے نام پر لکھی ہے۔

اس کے علاوہ مولانا جامیؒ نے اس کی مدح میں ایک غزل بھی لکھی ہے جس کا مطلع ہے۔

بیا ای ساقی مہوش بدہ جام می رخشان

بہ روی شاہ ابوالقاسم معزّ الدّولہ بابر خان

میرزا ابوالقاسم بابر کی داد و دہش اور سخاوت کے بارے میں مولانا جامیؒ نے اسی غزل میں کہا ہے ۔

رخش آئینہ دلہا ' لبش حلال مشکلہا

کفش دریا و ساحلہا زموجش قلزم احسان

میزا ابو سعید گورکانؔ ...... شاہرخ کی وفات کے بعد یہ ماوراءالنہر کا بادشاہ تھا اور میرزا ابوالقاسم بابر کی موت کے بعد اس نے خراسان پر حملہ کیا سال ۸۷۳ھ میں ہرات کو فتح کیا اور سال ۸۷۳ھ میں اوزون حسن ترکمان کے حکم سے آذربایجان میں قتل ہوا۔ بارہ سال تک خراسان' افغانستان اور ماوراءالنہر پر حکومت کی۔

روضۃ الجنات فی اوصاف مدینۃ ھرات کے مؤلف معین الدین اسفزاری نے سلطان ابوسعید کی کمال عظمت و وسعت سلطنت اور رعایا کے اس کے سائیہ لطف و عنایت میں پرورش پانے کے سلسلے میں لکھا ہے:

چون سبیعن و ثمانمایہ در آمد تمامی امور مملکت درسلك نظم منتظم بود و بہ میامن نصفت و عاطفت پادشاہانہ ' آئین ظلم و فساد و قاعدۂ شرّو فساد منہدم ...... صیت معدلت و آوازہ مرحمتش چنان در اطراف و اقطار عالم و بلاد و امصار شایع و منتشر گشت کہ ساکنان اقالیم مساکن و اماکن قدیم گذاشتہ التجابہ سایہ عاطفتش نمودند"(۱)

مولانا جامیؒ نے پہلی بار اسی بادشاہ کے عہد میں سال ۸۸۴ھ میں اپنا دیوان جمع کیا۔ آپ کے آثار میں سلطان ابوسعید کا ذکر بہت کم آیا ہے اور یہ غالباً اس وجہ سے ہے کہ بادشاہ کے دربار میں مولانا جامیؒ آتے جاتے نہیں تھے۔ لیکن بہرحال آپ کے دیوان میں سلطان موصوف کی ستائش میں یہ غزل موجود ہے۔

ساقی بہ شکل جام زرّ آمد ہلال عید

می دہ بہ فردولت سلطان ابوسعید (۲)

سلطان حسین بایقرا ...... یہ تیموری سلسلے کا وہ آخری بادشاہ ہے جس نے قوت و اقتدار کے

(۱) روضۃ الجنات ... ھرات از معین الدین اسفزاری

(۲) دیوان کامل جامیؒ صفحہ ۳۰۲

ساتھ حکومت کی۔ اس کا دربار ادبی اور فنی نشستوں میں روشن ترین دربار تھا جس کی نویں صدی ہجری کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ سلطان موصوف نے مطلق العنانیت کے ساتھ مشرقی ایران پر ۳۵ سال تک حکومت کی اور اس عہد میں خراسان بہت آباد اور پر رونق ہوا۔ اہل علم و فضل پر بادشاہ کی جو عنایات رہیں اس کے نتیجے میں شہر ہرات کی سلطان محمود غزنوی کے شہر غزنی کی مانند تجدید ہوئی یعنی سلطان حسین بایقرا نے معروف ہنرمندوں اور عالی قدر عالموں اور معروف ترین شاعروں کو اپنے دربار میں جمع کیا۔ خود سلطان موصوف مطلق العنان اور صاحب جلال و عظمت بادشاہ ہونے کے باوجود ذاتی طور پر اہل ذوق و ادب تھا اور ترکی اور فارسی میں شعر کہتا تھا۔ سلطان نے مجالس العشاق نامی تذکرہ بھی لکھا جس میں مشہور و معروف ادیبوں اور شاعروں کا ذکر کیا ہے۔ فارسی شعر میں حسینی تخلص کیا کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ مولانا جامیؒ کو اس شعر اور شاعر پرور بادشاہ کے عہد میں اپنی شعری طبیعت اور فطری استعداد کو ترقی دینے کا مناسب ماحول دستیاب رہا۔ سلطان مذکور بہر حال مولانا جامیؒ کا نہ صرف دل و جان سے مداح تھا بلکہ ان کی بڑی تعظیم و عزت کرتا تھا۔ مولانا جامیؒ کی اس قدر و منزلت کے پیش نظر سلطان کے اکثر وزیر وامیر اور مشاہیر مولانا جامیؒ کو ہی اپنی حاجت برآری کا وسیلہ بنا کر شاہی دربار میں کامیاب ہو جاتے تھے اور مولانا بھی باوجود اپنی ذاتی درویشی کے ان کی حاجتوں کو پورا کرواتے تھے۔

مولانا جامیؒ نے اپنی ان بعض تصنیفات میں، جو آپ نے اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں میں لکھیں، سلطان کے نام کا ذکر کیا ہے چنانچہ بہارستان، رسالہ در معمی، سلسلہ الذہب (دفتر اوّل)، مثنوی سبحتہ الابرار، یوسف وزلیخا، لیلیٰ مجنون اور اپنی آخری مثنوی خرد نامہ اسکندری اسی سلطان کے نام معنون کیے ہیں۔ دیوان شعر میں بھی مولانا جامیؒ نے سلطان حسین بایقرا کی مدح میں قصائد لکھے ہیں۔

مولانا جامیؒ نے سلطان حسین بایقرا کے بعض شاہزادوں اور فرزندوں کا بھی ذکر کر کے ان کی ستائش کی ہے۔ ان میں سلطان موصوف کا بیٹا سلطان مظفر حسین بھی ہے جس کا ذکر مثنوی یوسف وزلیخا کے مقدمہ میں کیا ہے

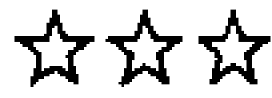
میر علی شیر .... میر علی شیر امیر نظام الدّین ابن غیاث الدین محمد نویں صدی ہجری کا فارسی و ترکی ادب کی تاریخ میں ایک روشن ترین باب تھا۔ یہ سلطان حسین بایقرا کا وزیر دانشمند اور شاعر تھا۔ ادبی فضائل اور اخلاقی صفتوں سے مالا مال یہ ادب دوست وزیر نہ صرف عالموں اور فاضلوں اور اہل کمال کی محبت کی توجہ کا محور تھا بلکہ یہ خود مولانا جامیؒ کا عقیدت مند تھا اور بندگی کے ارادے سے ان کے دامن کو پکڑ رکھا تھا۔ اسکے علاوہ اپنے آپ کو مولانا جامیؒ کا شاگرد اور ان کو اپنا استاد مانتا تھا یہ تعلقات بالآخر ذاتی دوستی میں تبدیل ہوئے اور مولانا جامیؒ نے نظم و نثر میں اپنی بیشتر تالیفات و تصنیفات میر علی شیر کی تشویق اور خواہش پر لکھیں اور ان سب

میں آپ نے اس کے نام کو عزت سے یاد کیا ہے اور اس کی تجلیل کی ہے۔

جب مولانا جامیؒ سال ۸۹۸ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے تو میر علی شیر نے ایک مفصل ترکیب بند لکھا اور خمسۃ المتحیرین نامی تصنیف میں آپ نے خود کو مولانا جامیؒ کا عزادار کہا ہے۔

میر علی شیر سال ۸۴۴ھ میں ہرات میں پیدا ہوا اور اسی شہر میں سال ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔ شاہی عنایات کا حامل رہنے کے باوجود اور دینوی حشمت مہیا رہنے پر بھی بالآخر میر علی شیر درباری مشاغل سے الگ ہو گیا اور سکون قلب اور ادبی مطالعات کے لئے گوشۂ فراغت پا کر مولانا جامیؒ کی ہدایت پر سلسلہ نقشبندیہ کو اختیار کر کے تصوف کی وادی میں داخل ہوا اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنے ارادوں کی تکمیل کی۔

میر علی شیر چغتائی ترکی کا ایک بے نظیر شاعر تھا اور اس زبان میں نوائی تخلص کرتا تھا ترکی میں آپ کے چار دیوان غزلیات اور پانچ مثنویاں ہیں۔ فارسی میں آپ کا تخلص فانی تھا۔ فارسی اور ترکی میں آپ کے تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۲۳ تک ہے جن میں آپ کا مشہور تذکرہ مجالس النفائس بھی شامل ہے۔



تیموری سلاطین کے علاوہ مولانا جامیؒ کے مغربی ایران کے ترکمان قبیلے کے بادشاہوں یعنی جہانشاہ قراقونیلو، اوزون حسن آق قونیلو، اور اس کے بیٹے سلطان یعقوب بیگ کیساتھ قریبی دوستانہ روابط تھے اور یہ بادشاہ بھی مولانا جامیؒ کا بے نہایت احترام کرتے تھے اگرچہ قراقونیلو اور تیموری خاندان آپس میں سخت دشمن تھے لیکن بہرحال مولانا جامیؒ کے سخت قدردان تھے اور ان کا بہت لحاظ رکھتے تھے مولانا جامیؒ کے منشات میں جہانشاہ قراقونیلو کے نام ایک خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان شاہ شعرگوئی سے شغف رکھتا تھا اور عرفان کا ذوق بھی، اور حقیقی تخلص کرتا تھا۔ جہان شاہ نے جب مولانا جامیؒ کے پاس اپنا دیوان بھیجا تو مولاناؒ نے جواب میں ایک قطعہ ارسال کیا جس میں یہ شعر بھی ہیں۔

ھمایون کتابی چو درجی ز درّ
رسید از گہرہای تحقیق پُر
درو ھم غزل درج و ھم مثنوی
ھم اسرار صوری و ہم معنوی
شدہ طالع از مطلع ھر غزل
فروغ تباشیر صبح ازل

جہاں شاہ کے بعد اوزون حسن آق قونیلو کے ساتھ مولانا جامیؒ کے روابط استوار رہے خاص کر جب کہ مولانا جامیؒ نے سال ۸۷۸ھ میں سفر حجاز سے لوٹ کر تبریز میں اوزون حسن سے ملاقات کی۔ یہ روابط اوزون حسن کے بیٹے سلطان یعقوب بیگ کے عہد سلطنت کے آخری ایام تک قائم رہے اور ان روابط کے اثرات مولانا جامیؒ کے نثری اور منظوم مراسلات وتحریرات میں کثرت سے مشہود ہیں۔ اوزون حسن نے بھی مولانا جامیؒ کی خدمت میں کئی مکتوب ارسال کئے ہیں جن سے دونوں کے باہمی اخوت واحترام کا پتہ چلتا ہے۔

اوزون حسن آق قونیلو کے بعد اس کے بیٹے سلطان یعقوب بیگ (۸۸۴۔۸۹۶ھ) نے تخت سنبھالا تو اس نے مولانا جامیؒ کے ساتھ اپنے خاندانی تعلقات کو مزید ترقی دی جس کے نتیجہ میں مولانا جامیؒ بھی یعقوب بیگ کی ستائش کرتے رہے سلطان یعقوب بیگ نے مولانا جامیؒ کو مکتوب لکھا تو مولاناؒ نے بھی کمال محبت سے جواب بھیج کر لکھا۔

قاصد رسید وساخت معطر مشام من
در چین نامہ داشت مگر نافہ ختن
آن نامہ نیست بلکہ پی تحفہ باغبان
چید از چمن بنفشہ و پیچید در سمن

مولانا جامیؒ کیساتھ سلطان یعقوب اس قدر تعلق خاطر پیدا کرنے میں کامیاب ہوا تھا کہ سلسلۃ الذہب کے دفتر سوم میں جسے مولانا جامی نے سلطان بایزید عثمانی غیادشاہ کے نام لکھا ہے' سلطان یعقوب بیگ کی وفات پر سخت افسوس کا اظہار کیا ہے اور اس کی حسن سیاست' مظلوم نوازی اور ظلم کشی کا بڑی ستائش کیساتھ ذکر کیا ہے۔ مولاناؒ نے مثنوی سلامان وابسال کو سلطان یعقوب بیگ کے ہی نام سے معنون کیا ہے اور اس مثنوی کے آغاز واختتام میں سلطان یعقوب کا نام بڑے احترام کے ساتھ لیا ہے بلکہ اس مثنوی میں یعقوب کے بھائی یوسف بیگ کا بھی نام لے کر اسکی تحسین کی ہے۔

خاتمۃ الحیاۃ نامی دیوان میں مولانا جامیؒ کے سلطان یعقوب بیگ کی مدح میں چند قصیدے ہیں جن میں ایک سلطان کے شاہی محل ہشت بہشت کی تعمیر میں ہے۔ سلطان کے بعض درباریوں کے ساتھ بھی جن میں ایک قاضی عیسیٰ ساوجی جیسا ادب پرور اور شعر دوست وزیر بھی شامل تھا مولانا جامیؒ کے دوستانہ روابط تھے۔

☆☆☆☆☆☆

عثمانی سلاطین میں دو بادشاہ مولانا جامیؒ کے سخت ارادت مندوں میں سے تھے سلطان محمد فاتح

(۸۵۵_۸۸۶ھ) اور سلطان بایزید دوم (۸۸۶_۹۱۶ھ)۔ دونوں بادشاہ مولانا جامیؒ کی خدمت میں مکتوبات بھیجا کرتے تھے اور مولانا جامیؒ کمال محبت کے ساتھ ان کے نام جوابات ارسال کیا کرتے تھے۔

مولانا جامیؒ کے دیوان میں سلطان محمد کی فتوحات کی ستائش میں مثنوی کے انداز میں ایک قطعہ بھی موجود ہے۔ سلسلہ الذہب کے دفتر سوم میں مولانا جامیؒ نے سلطان بایزید کی مدح میں کئی اشعار لکھے ہیں۔ بلکہ خاتمۃ الحیوۃ نامی دیوان میں بھی سلطان بایزید کی مدح میں چند قصائد موجود ہیں جن میں ایک کا مطلع یہ ہے۔

ہر کرا در دہان زبان باشد
در ثنای شہ جہان باشد
بایزید الدرم کہ تاج سران
بر درش خاک آستان باشد

تالیفات و تصنیفات:

تحفۂ سامی کے مؤلف سام میرزا نے مولانا جامیؒ کی تالیفات کو یوں بیان کیا ہے:

(۱) تفسیر، آیت :وَ اِیَایَ فَارْھبونَ تک
(۲) شواہد النبوۃ
(۳) اشعۃ اللمعات
(۴) شرح فصوص الحکم
(۵) لوامع
(۶) شرح بعضی ابیات تائیہ فارضیہ
(۷) شرح رباعیات
(۸) لوائح
(۹) شرح بیتی چند از مثنوی مولوی
(۱۰) شرح حدیث ابی ذر غفاریؓ
(۱۱) رسالہ فی الوجود

(۱۲) ترجمہ اربعین حدیث

(۱۳) رسالہ لا الہ الا اللہ

(۱۴) مناقب خواجہ عبداللہ انصاری

(۱۵) رسالہ تحقیق مذہب صوفی ومتکلم وحکیم

(۱۶) رسالہ سوال وجواب ہندوستان

(۱۷) رسالہ مناسک حج

(۱۸) ہفت اورنگ ۔۔ جو سات کتابوں پر مشتمل ہے (۱) سلسلہ الذہب (۲) سلامان وابسال (۳) تحفہ الاحرار (۴) سبحۃ الابرار (۵) یوسف وزلیخا (۶) لیلیٰ مجنون (۷) خردنامہ اسکندری

(۱۹) رسالہ درقافیہ

(۲۰) دیوان اول

(۲۱) دیوان ثانی

(۲۲) دیوان ثالث

(۲۳) رسالہ منظومہ

(۲۴) بہارستان

(۲۵) رسالہ کبیر درمعما

(۲۶) رسالہ متوسط

(۲۷) رسالہ صغیر

(۲۸) رسالہ اصغر درمعما

(۲۹) رسالہ عروض

(۳۰) رسالہ موسیقی

(۳۱) منشآت

(۳۲) فوائد ایضائیہ فی شرح الکافیہ

(۳۳) شرح بعض از مفتاح الغیب منظوم ومنثور

(۳۴) نقد النصوص

(۳۵)نفحات الانس

(۳۶)رسالہ طریق صوفیان

(۳۷)شرح بیت خسرو دھلوی

(۳۸)مناقب مولوی

(۳۹)سخنان خواجہ پارسا

ان مندرجہ بالا تصنیفات میں مولانا جامیؒ کے شاگرد مولانا عبدالغفور لاری نے تین اور کتابوں کا اضافہ ہے اور وہ ہیں (۱) شرح ابی رزین عقیلی (۲) رسالہ فی الواحد اور (۳) صرف فارسی منظوم ومنثور۔

مولانا جامیؒ نے اپنے جامع اور کامل دیوان شعر کو' جو قصیدوں' ترجیع بندوں' غزلوں' مثنویوں' قطعات' رباعیوں اور معماؤں پر مشتمل ہے تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور غالباً یہ تقسیم امیر خسرو دھلوی کی تقسیم بندی کی پیروی میں کی ہے۔ پہلا دیوان فاتحۃ الشباب کے نام سے سال ۸۸۴ھ میں مدوّن اور مرتب کیا ہے۔ اس میں ایک بلیغ و فصیح مقدمہ بھی لکھا ہے۔ دوسرا دیوان واسطۃ العقد کے نام سے سال ۸۸۵ھ میں اور تیسرا دیوان خاتمۃ الحیاۃ کے نام سے سال ۸۹۶ھ میں مدون کیا ہے۔ دیوانوں کی اس تقسیم بندی میں نظام الدین علی شیر نوائی جیسے مولانا جامیؒ کے ادب دوست اور فرہنگ پرور مرید اور رفیق کا بھی ہاتھ ہے جس کا صریح اشارہ علی شیر نوائی کی تالیف خمسۃ المتحیرین میں ملتا ہے۔ ان تین دیوانوں کے نام سے جیسا کہ معلوم ہو جاتا ہے پہلا دیوان مولانا جامیؒ کے عہد شباب اور دوسرا دیوان آپ کی درمیانی عمر اور تیسرا دیوان آپکی زندگی کے آخری مدت کے اشعار کے حامل ہیں۔

تینوں دیوانوں میں قصائد اور مثنویات وترجیعات' مقطعات اور رباعیات اور غزلیات شامل ہیں۔ البتہ دیوان کا بڑا حصہ غزلوں پر مشتمل ہے جو عاشقانہ معانی اور عارفانہ لطایف کو آشکارا کرتے ہیں۔ مثنویوں اور ترجیع بندوں کا حصہ مختصر ہے جو مختلف مطالب سے متعلق ہیں۔ قصائد، توحید اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ، اور اخلاقی و عرفانی مطالب، نیز ہمعصر بادشاہوں کی مدح میں ہیں۔ قطعات جو بہت زیادہ نہیں ہیں نصائح اور خوش طبعی پر مشتمل ہیں۔ رباعیات بھی عرفانی مسائل صوفیانہ حقایق اور عاشقانہ لطایف سے تعلق رکھتی ہیں۔

فارسی ادب کے استادانِ فن نقد وتحقیق کی رائے ہے کہ، مولانا جامیؒ اگر چہ قصیدہ نگاری میں انوری و معزّی اور غزل سرائی میں سعدی وحافظ اور رباعی کہنے والوں میں عمر خیام اور ابوسعید ابوالخیر اور قطعات نگاروں میں سنائی اور ابن یمین سے برتر نہیں ہو سکتے، لیکن صوفیانہ اصطلاحات وتحقیقات کے شرح وبسط میں مولانا جامیؒ منفرد استاد ہیں۔ نیز جہاں پر عربی زبان میں احادیث وروایات اور مضامین سے کوئی مطلب اقتباس کیا ہے اس کے فارسی ترجمہ میں

کمال مہارت دکھائی ہے اور ترجمہ میں امانت کی رعایت قائم رکھی ہے اور جہاں عربی زبان کا کوئی قطعہ یا شعر ملمع کے طور پر فارسی اشعار میں لے آئے ہیں اس کی فصاحت سے اپنے کلام کو مناسب زینت بخشی ہے۔ مولانا جامیؒ کا عربی ادب میں احاطہ اور تبحر آپ کی رونق شعر کا سرمایہ ہے چنانچہ ان سے پہلے جن فارسی شعرا نے عربی اشعار کہنے یا عربی ادب سے نقل کرنے کی کوشش کی ہے وہ سارے اس میدان میں ان کی گرد کو نہیں پہنچ سکے ہیں۔

لیکن یورپ کے مستشرقین معمولاً مولانا جامیؒ کو ایران کا آخری بڑا شاعر مانتے ہیں اور ان کا تعین ہے کہ ان کی وفات کے بعد آج تک جبکہ چار سو سال گذر چکے ہیں ایران نے کوئی جلیل القدر شاعر پیدا نہیں کیا(1)

مولانا جامیؒ کی چند اہم تصنیفات و تالیفات کا مختصر تعارف ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱..... **تفسیر آیات** :- وَ اِيَایَ فَارْهَبُون تک..... یہ سورہ بقرہ کی چالیسویں آیت مبارکہ ہے۔ یہ تفسیر قرآن مجید کے حزب اول کی ہے۔

۲..... **شواهد النبوّت**..... مولانا جامی نے یہ کتاب امیر نظام الدین علی شیر نوائی کی درخواست پر لکھی اور جامیؒ دراصل چاہتے تھے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اپنے زمانے تک پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین اور صوفیای کرام کے اولین عہد تک ایک جامع کتاب لکھ ڈالیں۔ بہر حال یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات ارکان اور ایک خاتمہ کتاب پر مشتمل ہے۔ پہلے رکن میں ولادت حضرت رسولؐ سے پہلے کے شواہد و دلائل کا ذکر ہے۔ رکن دوم، سوم اور چہارم بالترتیب ولادت رسولؐ کے وقت سے بعثت تک، بعثت سے ھجرت تک اور ھجرت سے ظاہری نقل فرمانے تک کے عہد کے واقعات سے متعلق ہیں۔ پانچواں رکن ان واقعات سے تعلق رکھتا ہے جو ظاہری نقل فرمانے کے بعد ہوئے۔ چھٹا رکن اصحاب اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور ساتواں تابعین، تبع تابعین اور صوفیای کرام کے شواہد کے بیان میں ہے۔

مقدمہ میں نبی اور رسول کے معانی بیان کئے ہیں اور خاتمہ کتاب دشمنان دین اسلام اور اعدء محمدؐ کے عذاب سے متعلق ہے۔

شواہد النبوۃ کی طرز تحریر سادہ اور عبادت آرائی سے عاری ہے۔ اس میں لفظی تعقید اور فنی مہارت کی نمائش نہیں ہے۔ یہ کتاب سال ۸۸۵ھ میں تالیف ہوئی ہے۔

۳..... **اشعتہ اللمعات**..... یہ کتاب شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانی مشہور بہ عراقیؔ کے پچیس لمعات پر

---

(۱) تاریخ ادبیات ایران جلد چہارم از براؤن ترجمہ فارسی رشید یاسمی صفحہ ۳۳۶۔ (آج تک مولانا جامیؒ کو گذرے ہوئے پانچ سو سال ہو چکے ہیں۔ مصنف)

مشتمل کتاب کی شرح ہے۔ میری علی شیر نوائی نے مولانا جامیؒ سے درخواست کی کہ عراقی کی لمعات کی مقابلہ کے بعد تصحیح کریں۔ جب مولانا جامیؒ نے لمعات کے بارے میں یہ کام شروع کیا تو دوران مطالعہ وہ اس کتاب کے عرفانی مطالب وحقائق پر فریفتہ ہوگئے اوراس کی شرح لکھ ڈالی۔ اس شرح میں مولانا جامیؒ نے شیخ محی الدین ابن العربی اوران کے شاگرد خاص صدر الدین محمد قونوی اور دوسرے مشہور صوفیوں کے کلام سے بھی اقتباسات پیش کیے ہیں۔ مولاناؒ نے سال ۸۸۶ھ میں یہ کتاب لکھی۔

۴۔ **نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص** ...... یہ کتاب مولانا جامیؒ نے ملی جلی فارسی اور عربی نثر میں سادہ اور روان زبانوں میں لکھی ہے اور شواہد کے طور پر بزرگوں کے اشعار کا بھی استعمال کیا ہے۔ کتاب اصطلاحات اور مقدمات کے بیان میں ایک مفصل مقدمہ پر مشتمل ہے۔ اسکے بعد شیخ محی الدین ابن العربی کی کتاب فصوص الحکم کی ترتیب کے ساتھ شرح وتفسیر لکھی ہے۔

۵...... **لوامع فی شرح الخمریہ** ...... یہ عرب کے مشہور اور بہت بڑے شاعر ابن فارض[1] (۵۷۶۔۶۳۲ھ) کے معروف قصیدۂ خمریہ کی شرح ہے۔ مولانا جامیؒ نے اس شرح کے ہر فصل کو لامعہ اور تمام فصول کو لوامع کا نام دیا ہے۔ یہ شرح آپ نے ۸۷۵ھ لکھی ہے۔

۶...... **شرح رباعیات** ...... یہ مولانا جامی کی اپنی ۴۴ رباعیوں کی شرح ہے۔ مولاناؒ نے اس شرح میں وحدۃ الوجود، اثبات حق اور ان سے وابستہ مسائل کو بیان کیا ہے اور بزرگ صوفیوں اور عارفوں کے اقوال وکلام سے اپنے بیانات میں استناد کیا ہے۔ اس رسالہ کے مقدمہ میں آپ نے لکھا ہے کہ چونکہ قافیہ کی رعایت کرتے ہوئے عبارت کا میدان تنگ تھا اس لئے مجملات کی تفصیل اور مشکلات کی توضیح کے لئے عارفوں کے کلام کے پس منظر میں نثر میں چند باتوں کا ذکر کرنا ناگزیر ہے اور اس طرح سے آپ نے اپنی رباعیات کی شرح لکھ دی ہے۔ رسالہ اس رباعی سے شروع کیا ہے۔

---

(۱) شیخ عمر ابن ابی الحسن دراصل حموی الاصل تھے اور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ ابن فارضؒ کے نام سے معروف ہیں۔ عرب کے بزرگ ترین شاعروں اور صوفی مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی وفات قاہرہ میں ہوئی اور وہیں پر مدفون ہیں۔ ابن فارضؒ کے قصیدہ خمیرہ پر بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا جامیؒ کے اس قصیدہ کے دو شعروں کا دو رباعیوں میں ترجمہ بطور نمونہ یوں ہے: شربنا علی ذکر الحبیب مدامہ ۔ سُکرنا بہا من قبل ان یخلق الکرم روزی کہ مدار چرخ و افلاک نہ بود۔ و آمیزش آب و آتش و خاک نہ بود ۔ بر یاد تو مست بودم و بادہ پرست۔ ہر چند نشان بادہ وتاک نہ بود۔لہا البدر کاس وہی شمس یدیرہا۔ ہلال و کم یبدو اذامزجت نجم ماہست تمام جام ومی مہر میز۔ و آن مہر منیر را ہلالست مدیر۔ صد اختر رخشندہ ہویدا گردد۔ چون آتش می ز آب شود لطف پذیر۔ جامیؒ از علی اصغر حکمت صفحہ ۱۷۲

حمدا لاله ھو با لحمد حقیق
در بحر نوالش ھمہ ذرات غریق
تاکردہ زمحض فضل توفیق رفیق
نسپردہ طریق شکر او ھیچ فریق

اور اس رباعی پر رسالہ کو ختم کیا ہے۔

جامی کہ نہ مرد خانقاہ است نہ دیر
نی باخبر از وقفہ نہ آگاہ زسیر
ھم فاتحہ ہم خاتمہ اش جملہ توئی
فافتح بالخیر رب و اختم بالخیر

۷......**لوایح** ...... مسجع فارسی نثر میں ایک مختصر رسالہ ہے جو حقائق عرفان کے بیان میں چند مقالوں پر مشتمل ہے اور ان عرفانی نکات کے بدیع نکتوں کے ہر ایک مقالہ کو مولانا جامیؒ نے لایحہ نام رکھا ہے جو ایک یا چند عمدہ اور فصیح رباعی یا رباعیوں پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ تقریباً سال ۸۷۰ھ میں لکھا ہے اور بظاہر اسے عراق اور ہمدان اور آذربایجان کے بادشاہ جہان شاہ قرہ قونیلو کو ہدیہ میں پیش کیا ہے۔

۸......**شرح بیتی چند از مثنوی مولوی** .... یہ مولانا رومؒ کی مثنوی کے اس شعر کی شرح ہے۔ بشنو از نی چون حکایت میکند۔ وزجدائیھا شکایت می کند۔ یہ رسالہ نی نامہ یا الرسالہ النائیہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مولانا جامیؒ نے اس شعر کی بڑی استادانہ اور پر ذوق شرح لکھی ہے اور اسے نظم ونثر میں آمیختہ بڑے دل انگیز اسلوب میں تحریر کیا ہے۔ اس رسالہ کے اشعار کی تعداد پانچ سوابیات پر مشتمل ہے۔

۹......**شرح اربعین حدیث** .... یہ چالیس احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے جسے بحر رمل میں مولانا جامیؒ نے سال ۸۸۶ھ میں تالیف کیا ہے۔ یہ احادیث بلند معانی کی نزاکتوں اور مکارم اخلاق سے متعلق ہیں اور مولانا جامیؒ نے بعض بزرگان دین کی پیروی میں، جن میں سے ہر ایک نے اربعین کو جمع کیا ہے اور اس حدیث نبویؐ کے پیش نظر کہ: من حَفِظ علی اُمّتی اربِعین حدیثاً ینتفِعُون به بعثه الله یوم القیامته فقیهاً عالماً'' ان احادیث کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ کتاب اس کلمہ سے شروع ہوتی ہے :

الکلمته الاولی ...... لایومن احد کم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه ......ترجمہا۔

ہر کسی رالقب مکن مومن
گرچہ از سعی جان و تن کاہد
تا نخواہد برادر خود را
آنچہ از بہر خویشتن خواہد

اور اس قطعہ پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔

اربعین ہای سالکان جامی
ہست بہر وصول صدر قبول
نبود از فضل حق عجیب و غریب
کہ بدین اربعین رسی بہ وصول

۱۰......**رسالہ تحقیق مذہب صوفی و متکلم و حکیم**............ یہ رسالہ "الدرۃ الفاخرہ فی تفصیل مذاھب الحکماء و المتکلمین و الصوفیہ" کے نام سے بھی مشہور ہے اور صوفی اور متکلم اور حکیم تینوں کے مسالک پر الگ الگ مباحث پر مشتمل ہے۔

۱۱......**رسالہ ارکان حج** .... یہ رسالہ حج اور عمرہ کے فرائض و مناسک اور مستحبات اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہر و منور کی زیارت اور مزار بقیع میں دفن اماموں کی زیارت کے بارے میں فارسی و عربی سے آمیختہ عبارات پر مشتمل ہے۔ مولانا جامیؔ نے حج کے ان تمام آداب کو چار اماموں کے فقہ کے عین مطابق تحریر کیا ہے۔ یہ رسالہ مولانا جامیؒ کے اسلامی فقہ میں ان کے تبحر کی ایک دلیل مانا جاتا ہے۔

۱۲......**شرح فصوص الحکم**...... یہ شیخ محی الدینؒ ابن العربی کی فصوص الحکم کی شرح ہے اور اس میں ابن العربیؔ کے وحدۃ الوجود کو صوفیانہ بیانات سے دل نشین انداز میں واضح اور روشن کیا ہے۔

۱۳......**ھفت اورنگ**............ سات مثنویوں پر مشتمل ایک مجموعہ جنہیں مولانا جامیؒ نے مختلف اوقات پر لکھا۔ یہ مجموعہ سبعہ یا ھفت اورنگ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ مثنویاں یوں ہیں:

(۱) **سلسلۃ الذھب** ...... یہ مثنوی فاعلاتن مفاعلن فعلن کے بحر خفیف میں تین دفتروں میں لکھی گئی ہے اور مجموعاً سات ہزار دو سو ابیات پر مشتمل ہے۔ پہلا دفتر سال ۸۷۳ھ اور سال ۸۷۷ھ کے درمیان تالیف ہوا ہے اور یہ عرفانی و اخلاقی مباحث کے بارے میں ایک مفصل مثنوی ہے جو آیات قرآنی اور احادیث اور ائمہ شریعت اور صوفیوں کے اقوال کی شرح پر مشتمل ہے جن میں بہت سے علم کلام سے متعلق مسائل جیسے جبر و قدر، قضا و

قدر، نبوت، امامت، قدم اور حدوث عالم نیز، شریعت کے ظاہری آداب جیسے صوم وصلوۃ اور قرائت قرآن کریم پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے عرفانی مسائل مثلاً ذکر خفی اور ذکر جلی، عزلت وخلوت اور صمت وسہر وجوع (خاموشی بیداری اور بھوک) وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے اور ان کو تمثیلات وحکایات سے آشکارا کیا ہے۔

سلسلۃ الذہب کا دوسرا دفتر بقول خود مولانا جامیؒ کے عشق روحانی کے عوالم کے بیان اور درس عشق کی حقیقت کے ذکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے ہر فصل میں عشق مجازی اور محبت الٰہی کا بیان ہے ان میں لطیف و باریک نکتوں اور دقیق مباحث کا ذکر ہے جن کے بارے میں اہل عرفان لکی نغزگیوں سے شواہد اور قرآنی آیتوں اور احادیث پاک سے شواہد و دلائل لائے گئے ہیں۔ یہ مثنوی بھی بحر خفیف میں ہے اور تقریباً دفتر اول کے نصف کے برابر ہے اور سال ۸۹۰ھ میں مکمل ہوئی ہے۔

سلسلۃ الذہب کا تیسرا دفتر پانچ سوابیات پر مشتمل ایک مختصر مثنوی ہے جسے مولانا جامیؒ نے سلطان بایزید خان دوم سلطان عثمانی (قیصر روم) کے نام لکھا ہے۔ یہ مثنوی سیاست مدن، آئین سلطنت، عدل و انصاف کی ستائش اور سلاطین کی نصیحت پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ایک عنوان سے متعلق حکایات درج کی گئی ہیں۔

سلسلۃ الذہب کے پہلے دو دفتر مولانا جامیؒ نے سلطان حسین بایقرا کے نام پر لکھے ہیں۔

(۲) **سلامان و ابسال** ...... یہ ایک تمثیلی مثنوی ہے جسے بحر رمل مسدس (فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) میں لکھا ہے اور سلطان یعقوب آق قونیلو کے نام سے ممنون ہے۔ بظاہر یہ مثنوی سال ۸۸۵ھ میں تکمیل کو پہنچی ہے۔

(۳) **تحفۃ الاحرار** ...... یہ مثنوی سریع (مفتعلن مفتعلن فاعلن) میں نظامیؒ کے مخزن الاسرار اور امیر خسرو کے مطلع الانوار کے اسلوب میں لکھی گئی ہے اور سال ۸۸۶ھ میں مکمل ہوئی ہے اس مثنوی کے نثر میں لکھے گئے دیباچہ میں مولانا جامیؒ نے نظامی اور خسرو کا احترام سے نام لے کر ستایش کی ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے چار مناجاتوں میں خطاب کیا ہے۔ پھر حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں پانچ نعتیں ہیں اور اس کے بعد نقشبندی سلسلہ کے بنیاد گذار حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ، جو نقشبندی سلسلہ کے مرشد اور مولانا جامیؒ کے ہم عصر تھے کی مدح وستائش ہے۔ چونکہ اس مثنوی میں سلطان وقت کا کوئی ذکر نہیں اس لئے ظاہر ہے کہ یہ مثنوی خالص حضرت خواجہ احرارؒ کے آستان شریف پر تحفہ کے طور پیش کی گئی ہے۔ مقدمہ میں لطیف پیرایہ میں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی شرح بیان کی ہے اور اس کے بعد بیس مقالات پر مشتمل دینی، عرفانی اور تربیتی عنوانات

پر بحث کی گئی ہے اور حکایات کو شواہد و دلائل اور شرح و بیان کے طور پر لایا گیا ہے۔

(۴) **سبحۃ الابرار** ...... یہ مثنوی رمل مسدس مجنون مقصود (فاعلاتن فعلاتن فعلات) میں لکھی گئی ہے اور مولانا جامیؒ کی خوبصورت اور شاعرانہ و فنی مہارت میں شمار ہوتی ہے۔ مولاناؒ نے مقفّی اور مسجع فارسی نثر میں اس کا دیباچہ لکھا ہے۔ مثنوی چالیس عقد (عنوانات) پر مشتمل ہے جو اعلیٰ اخلاقی اور عرفانی تعلیمات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر عقد انسان سے مخاطب ہو کر شروع ہوتا ہے جو نفسانی فضائل میں سے ایک فضیلت کی شرح پر مشتمل ہے اور اس میں ایک عمدہ حکایت بھی شامل ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ایک لطیف مناجات پر ختم ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر مثنوی فصیح اور لطیف ہے اور ایک دل آویز وزن میں کہی گئی ہے۔

(۵) **یوسف و زلیخا** ...... یہ مثنوی اس نام کی تمام لکھی گئی مثنویوں میں سب سے زیادہ مشہور اور معروف اور مولانا کی تمام مثنویوں میں پرشور ترین مثنوی ہے۔ اسے حکیم نظامی گنجوی کی خسرو و شیرین کے اسلوب میں بحر ہزج مسدس (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھا گیا اور مثنوی اس بیت سے شروع ہوتی ہے۔

الٰہی غنچۂ امید بگشای
گلی از روضۂ جاوید بنمای

خطبہ و نعت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بیان معراج اور اپنے مرشد و پیر خواجہ عبید اللہ احرارؒ اور سلطان وقت سلطان حسین بایقرا کی مدح کے بعد اسلامی منابع میں درج حکایات کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت نظم کی ہے۔

مولانا جامیؒ نے ہر جگہ جزئیات کی توصیف کی ہے ہیجان انگیز عشقیہ حکایات کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ آخر میں زمانے کی شکایت، اپنے فرزند کو نصیحت اور خود اپنے نفس سے خطاب کے عنوانات سے تین نظموں کا اضافہ کر کے خاتمہ پر اپنی مثنوی کی ستائش کی ہے اور اس میں سال تالیف ۸۸۸ھ اور مثنوی کے ابیات کی تعداد (چار ہزار ابیات) کا بھی ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی مولانا جامیؒ کی معروف ترین مثنوی ہونے کی وجہ سے مختلف زبانوں میں بھی ترجمہ ہوئی ہے۔

(۶) **لیلیٰ و مجنون** ...... یہ بھی ایک عشقیہ مثنوی ہے جو بحر ہزج مسدس (مفعول مفاعلن فعولن) میں لکھی گئی ہے اور نظامی کی اور خسرو کی اسی نام کی مثنوی کے اسلوب میں تحریر ہوئی ہے۔ مثنوی اس بیت سے شروع ہوتی ہے۔

ای خاک تو تاج سر بلندان
مجنون تو عقل ھوشمندان

خطبہ ونعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم' بیان معراج اور معنیٰ عشق کے بعد خواجہ عبید اللہ احرارؒ اپنے پیر طریقت کا ذکر کیا ہے۔ اسکے بعد سلطان وقت کی ستائش کی ہے اور پھر داستان کے متن کو نظم کیا ہے اور منابع عرب میں سے ہر جگہ سے اس حکایت کے ضمن میں تار و پود اخذ کیا ہے۔ مثنوی کا انداز بیان خاصا دلکش ہے جس کی وجہ سے اس مثنوی کا بھی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ مثنوی کے آخر میں اپنے فرزند کو نصیحت کی ہے اور نظامی اور خسرو کو پھر سے یاد کیا ہے اور مثنوی کے سال تالیف (۸۸۹ھ) اور تعداد ابیات (تین ہزار آٹھ سو ساٹھ) کو بیان کیا ہے۔

(۷) **خرد نامۂ اسکندری** ...... یہ مثنوی بحر متقارب مثمن (فعولن فعولن فعولن فعول) میں ہے اور امیر خسروؒ اور نظامی گنجوی کے اسلوب میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کا پہلا بیت ہے۔

الٰہی کمال الٰہی تراست

جمال جہان پادشاھی تراست

توحید و مناجات' اپنے بڑھاپے اور کمزوری' اور حضرت خواجہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور بیان معراج اور خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے حق میں دعا' سلطان وقت سلطان حسین بایقرا کی مدح' اپنے فرزند کے نام نصیحت' نفس سے مخاطب ایک نصیحت نامہ' فن شعر کی فضیلتوں کے بارے میں گفتار کے بعد کتاب کا متن نظم میں شروع کیا ہے اور ہر جگہ ارسطو' افلاطون' سقراط' بقراط' فیثاغورث اسقلنیوس' ہرمس اور دوسرے حکیموں نے جو نصیحتیں سکندر کو کی ہیں اور دوسروں نے جو مکتوبات اور حکیمانہ خطوط اور فلسفیانہ مباحث اور مفید اقوال سکندر کو سنائے ہیں اور ارسال کئے ہیں وہ سب مولانا جامیؒ نے اس مثنوی میں نظم کئے ہیں اور مثنوی کو سکندر کی وفات' حکیموں کی اس پر گریہ وزاری اور ارسطو کے سکندر کی ماں کے نام تعزیت کا خط لکھنے پر ختم کیا ہے۔ غالباً یہ مثنوی سال ۸۹۰ھ میں لکھی گئی ہے اور اسے خاتمہ پر اپنی پانچ مثنویوں کا خاتمہ قرار دیا ہے اور اپنی پانچ مثنویوں کو دوسرے خمسہ نویسوں کی مثنویوں پر برتری دی ہے۔

۱۴...... **بہارستان**...... مولانا جامیؒ نے یہ کتاب اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کے نام لکھی ہے جبکہ وہ دس سال کا تھا اور عربی زبان' فنون ادب اور گلستان سعدی پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول تھا۔ بہارستان کا اسلوب تحریر اور شیوۂ کلام شیخ سعدی کی تقلید میں ہے جو نظم و نثر سے آمیختہ ہے/ کتاب مسجع اور متکلف عبارات سے پر ہے۔ مطایبات کا باب ظرافت سے پُر ہے اور شعراء کے احوال کے ذکر میں جو فصل لکھا ہے وہ تاریخی اور ادبی فوائد سے خالی نہیں۔

یہ کتاب سال ۸۹۲ھ میں لکھی گئی اور سلطان حسین بایقرا کے نام سے معنون ہے۔

۱۵...... **رسالۂ کبیر در معمیٰ**...... یہ کتاب حلیہ حلل کے نام سے معروف ہے اور معما سازی

سے متعلق اصول وقواعد پر نثر میں لکھی گئی ہے۔ کتاب مولانا جامیؒ کی قدیم ترین تصنیفات میں سے ہے کیونکہ اسے سال ۸۵٦ھ میں ہرات دخراسان کے بادشاہ وقت میرزا ابوالقاسم بابر کے نام پر لکھا ہے۔ بقول خود مولانا جامیؒ کے دراصل یہ کتاب مولانا شرف الدین علی یزدی (وفات ۸۵۸ھ) کی ''حلل مطرز در معمّی ولغز'' کی تلخیص کے طور پر لکھی گئی ہے اور اس میں آپ نے مولانا یزدی کا نام بڑے احترام کے ساتھ لیا ہے اور اسی مناسبت سے کتاب کا نام حلیہ حلل رکھا ہے۔

١٦۔۔۔۔۔**رسالہ صغیر در معمیٰ** ۔۔۔۔۔۔۔۔۔غالباً مولانا جامیؒ نے اسے سلطان حسین میرزا کے زمان حکومت میں اپنی عمر کے اواخر میں تحریر کیا ہے۔ یہ رسالہ بھی آپ نے رسالہ کبیر کی طرح فن معمّی کے اصولوں کے بارے میں لکھا ہے۔

١٧۔۔۔۔۔**رسالہ در فن قافیہ** ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بعض فہرستوں میں اس رسالہ کو ''الرسالہ الوافیہ فی علم القافیہ'' کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ رسالہ قافیہ وردیف کی تعریف میں ایک مقدمہ' علم قافیہ کی اصطلاحات کے ایک باب' حرکات قافیہ سے متعلق ایک باب' قافیہ کی صناعات پر ایک باب' مطلق ومقید پر اور قافیہ کے عیوب سے مربوط ایک ایک باب پر مشتمل ہے۔ اور معمول وغیر معمول قافیہ کے بیان پر رسالہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مجموعی طور پر رسالہ فوائد ودلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

١٨۔۔۔۔۔**نفحات الانس** ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا جامیؒ نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''چونکہ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی النیسابوری کی کتاب طبقات الصوفیہ (سال وفات ۴١٢ھ) کا شیخ الاسلام ابواسمٰعیل عبداللہ بن محمد انصاری نے ھروی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور اس زبان میں تصحیف وتحریف بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے کتاب اکثر شائقین کے لئے بعید الفہم ہے نیز خود حضرت شیخ الاسلام کے ذکر اور متاخرین ومعاصرین کے احوال کے تذکرے سے خالی ہے'' اسلئے مولانا جامیؒ نے اسے اپنے وقت کی متعارف زبان یعنی فارسی میں لکھا اور اپنے زمانے کے تک کی لکھی گئی معتبر کتابوں سے احوال کا اس میں اضافہ کیا اور ان حضرات کے شرح احوال اور مقامات ومعارف وکرامات اور تاریخ ولادت ووفات کا بھی اضافہ کیا جو مذکورہ کتاب میں درج نہیں تھے یہ کتاب مولانا جامیؒ نے سال ۸۸١ھ میں شروع کی اور سال ۸۸۳ھ میں اسے مکمل کیا۔ نفحات الانس میں صوفیای عظام میں سے بزرگوار حضرات کے شرح حالات کا ذکر ہے جن کی تعداد پانچ سو بیاسی ہے اور ان کے علاوہ چونتیس صوفیہ عورتوں کا بھی بیان ہے۔ گویا یہ کتاب چھ سو سولہ صوفیای کرام کے حالات پر مشتمل ہے جن میں شروع میں اس طایفہ کی اصطلاحات کی شرح' عارف کے معرفت کا بیان اور صوفی حقیقی کی تعریف اور اس طایفہ کے معجزات و

کرامات اور غیر معمولی کارناموں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد بزرگ صوفیوں کے حالات کا تفصیل سے ذکر ہے اور ابو ہاشم صوفیؒ سے شروع کیا ہے اور شمس الدینؒ حافظ شیرازی پر ختم کیا ہے پھر عارفہ عورتوں کا ذکر رابعہ علویہؒ سے شروع کر کے امرأۃ فارسیہؒ پر ختم کیا ہے۔

مولانا جامیؒ کے شاگرد خاص رضی الدین عبدالغفور لاری نے مولانا جامیؒ کے فرزند ضیاء الدین یوسف کے لئے اس کتاب کا مفصل حاشیہ لکھا ہے تاکہ وہ نفحات کا مطالعہ کرتے وقت اس کی مشکلات کو سمجھ سکے۔

۱۹۔۔۔۔۔۔**سخنان خواجۂ پارسا**۔۔۔۔۔۔۔۔یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو خواجہ محمد پارسا بخاریؒ جو نقشبندی سلسلہ کے بزرگوار ترین مشائخ میں سے تھے، کے فارسی اور عربی اقوال پر مشتمل ہے۔ گویا یہ رسالہ خواجہ محمد پارساؒ کی نسبت مولانا جامیؒ کی عقیدت و اخلاص کا ہدیہ ہے مولانا تب سے ہمیشہ خود کو خواجہ موصوفؒ کے انفاس قدسیہ سے بہرہ ور سمجھتے تھے جبکہ خرجرد جام میں آپکی تشریف آوری ہوئی تھی اور مولانا جامیؒ کو اپنے والد نے ان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس رسالہ میں جو کلمات مولانا جامیؒ خواجہ محمد پارساؒ سے لائے ہیں وہ سب جذبہ و حال اور بلند عرفانی معانی سے پر ہیں اور انتہائی سادہ اور رواں زبان میں پیش کئے گئے ہیں۔

۲۰۔۔۔۔۔۔**فوائد الضیائیہ**۔۔۔۔۔۔۔۔یہ کتاب مولانا جامیؒ نے ابن حاجب کی کافیہ نامی کتاب کی شرح میں تحریر کی ہے جو علم نحو پر ہے۔ یہ کتاب مولانا جامیؒ نے اپنے فرزند ضیاء الدین کے استفادہ کے لئے لکھی جبکہ وہ عربی زبان اور اسکی خاصیتوں کے مطالعہ میں مشغول تھا اور اسی مناسبت سے کتاب کا نام فوائد ضیائیہ رکھا۔ کتاب کا اسلوب قدیم شارحین کے طرز میں ہے یعنی اصل کتاب سے جملے اور عبارتیں لکھ کر بعد میں ان کی شرح کی ہے اور آیات قرآن اور احادیث مبارکہ اور عربی اشعار سے شواہد لائے ہیں۔

☆☆☆☆☆

مولانا جامیؒ کی شاعری اور اس کی خصوصیات

ایران کے اکثر و بیشتر وقایع نگاروں' تذکرہ نویسوں' مورخوں اور ادیبوں نے اپنی نگارشات میں مولانا جامیؒ کے طبعی وفطری ذوق شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ مولانا جامیؒ میں شعر گوئی کی طبیعت اور ملکہ خداداد تھا اور بیشک یہ صفت ان میں ایک ممتاز ترین اور تحقیقی اور اصیل صفت شمار کی جا سکتی ہے۔ اس ملکہ کی بدولت جوان میں بڑا غالب اور قوی تھا مولاناؒ کو وہ شہرت حاصل ہوئی جو نویں صدی ہجری کے اوائل سے تیرہویں صدی ہجری تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ فن شعر میں مولانا جامیؒ کو ایران اور ترکستان اور ہندوستان کے فارسی دان طبقوں میں استادی کی مطلق سند حاصل رہی اور انہیں خاتم الشعراء کا لقب دیا گیا کیونکہ خراسان اور فارس وعراق میں فارسی شاعری کا جو قدیم اسلوب کا مدرسہ قائم تھا وہ مولانا جامیؒ کی موت سے مٹ گیا اور ان کی وفات کے بعد' جو ٹھیک نویں صدی ہجری کے زوال میں ہوئی' تیرھویں صدی ہجری تک فارسی ادب کے آسمان پر کوئی قابل قدر ستارہ طلوع نہ ہو پایا۔

مولانا جامیؒ نے البتہ شعر و شاعری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا تھا اور ہمیشہ اسی میں منہمک نہیں رہتے تھے۔ وہ طلب علم اور مطالعہ اور سیر وسلوک میں مشغول رہتے تھے اور ان وادیوں کو طے کرنے کے دوران بقول مولانا عبدالغفور لاری:

"...........گاہ در پناہ شعر گریختی و بصورت شاعری بر آمدی وگاہ از صفت علم پردہ ساختی و در لباس طالب علمی در آمدی۔ بالجملہ بہر چہ این معنی میسر شدی دست در آن زدی"

{"......کبھی شعر گوئی میں پناہ ڈھونڈتے اور ایک شاعر کی صورت اختیار کرتے اور کبھی علم کی تلاش کے پردوں میں رہتے اور ایک طالب علم کے لباس میں جلوہ گر ہوتے۔ بہر حال جب بھی ان دونوں سے کوئی حقیقت ان پر طاری ہوتی تو اسے اختیار کیا کرتے تھے"}

اور یہی سبب ہے کہ مولانا جامیؒ کی شعر گوئی مسلسل نہیں تھی بلکہ جب ان کی زندگی کی تاریخ کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ مولاناؒ کی شعر گوئی کے بیشتر آثار ان کی عمر کے اواخر میں وجود میں آئے۔ اگرچہ ان کی جوانی کے دور اور درمیانی عمر میں کہی گئی ان کے دیوان اوّل (فاتحۃ الشباب) اور دوم (واسطۃ العقد) میں موجود

غزلوں کے علاوہ کوئی اور برجستہ چیز میسر نہیں اور ان کی سات مثنویوں (ہفت اورنگ) اور قصائد وغزلیات کا دور سلطان حسین میرزا بایقرا (۸۷۳۔۸۹۸ھ) کے عہد سلطنت کا دور ہے' لیکن اس حقیقت کی تردید نہیں کی جاسکتی کہ مولانا جامیؒ ایک خداداد استعداد کے ساتھ عالم وجود میں آئے اور ان کی روشن طبیعت اور پرسوز جذبہ نے ان کی فارسی نظم ونثر میں عمدہ کلام کو ایجاد کرنے کی طرف رہنمائی کی اور خاص کر جب کہ آپ تصوف وسلوک کو طے کر رہے تھے تو اندرونی جذبات اور نفسانی حالات کو آپ شعر کی زبان میں ظاہر کرتے رہے۔

صاحب تکملہ مولانا لاری نے مولانا جامیؒ کی شعر گوئی کے اسباب کا ذکر کیا ہے اور اس ہنر میں ان کے شوق و رغبت اور علت کی طرف لطیف پیرایہ میں اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"......آپ ہمیشہ شعر وشاعری کے شغل میں رہتے اور اسی کی طرف خیالات مبذول رکھتے تھے کیا اوائل سلوک میں اور کیا کمال کے ایام میں۔ لیکن شعر وشاعری میں بہت کم وقت خرچ کرتے تھے۔ عشق جب غالب ہو جاتا ہے اور شوق چھا جاتا ہے تو عاشق میں صبر وشکیب کی طاقت وتاب نہیں رہتی۔ وہ صبر کے مقام سے چل پڑتا ہے اور خوف وعظمت کے مقام کا رخ کرتا ہے۔ شوق اٹھ جاتا ہے اور دل کی آگ شعلہ ور ہو جاتی ہے جو اشک آلود آنکھوں کے پانی سے نہیں بجھتی اور نہ ہی پگھلتے ہوئے دل کے ٹپکنے سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ عاشق کو نہ قرب ووصال کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی مشاہدہ حسن کی کوئی آرزو۔ اسے نہ محبوب کے دیدار کا آرام اور نہ ہی محبوب سے کامرانی کی تمنا ہوتی ہے بلکہ حیرت واضطراب کے مقام میں بے قراری کی حالت میں رہتا ہے۔ اس حالت کو تسکین دینے اور اس آزردگی کو دور کرنے میں نہ حسن مقال کام آتا ہے نہ ہی گفتگوی احوال۔ یہی ہے وہ جگہ جہاں پر عاشق کا وجود شوق اور دغدغہ عشق اسے شعر اور عرض حال کے خیال کی وادی میں دھکیلتا ہے تاکہ وہ رموز عشق اور اسرار شوق ومحبت کا قصہ بیان کر پائے ۔

از خدنگ خود چونی ' سورا خہا کن سینہ ام
تا دہم یکدم برون درد دل افگارِ خویش ' [1]

خود مولانا جامیؒ نے شاعری کی طرف رغبت اور کثرت ذوق اور اس فن میں طبعی اور فطری للکہ واستعداد پانے کی طرف صریح اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

"چنین گوید فقیر' شکستہ ' از ظلمت ہستی نرستہ ' عبد الرّحمن

(۱) اردو ترجمہ از مؤلف

جامیؔ ' خلصه الله تعالی منه ' که چون خاطر حکیم تعالی شأنه در مبدأ فطرت استعداد شعر در جبلت من نهاده بود و خاطر مرافی الجمله تعلقی بدان داده ' ہر گز نتوانستم که آن حرف رابه تمامی از صفحهٔ احوال خود تراشم۔ لاجرم از عنفوان جوانی ' که عنوان صحیفه زندگی است ' تا امروز که سنین عمر از ستین (۶۰)گذشته و مشرف بر حدود سبعین(۷۰) گشته ہز گزازان بکلی خالی نبوده ام"(۱)

مولانا جامیؒ اس کے باوجود شاعری کو اپنی شان سے بہت نیچے خیال کرتے تھےاور کبھی کبھی اس کے بارے میں اظہار ملال ونفرت بھی کرتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنے دور میں شاعروں کوکسب معاش اور نفع اندوزی کا ذریعہ شاعری کو ہی بناتے دیکھا اوراس طرح سے شاعری کے بلند مقام کوشاعروں کے ہاتھوں پامال ہوتے دیکھ کر وہ اس سے بیزار رہتے تھے۔شاعری کوصیادی کا جال اور فریب کاری وشاطری کا وسیلہ بنائے جانے کی وجہ سے آپ کے کلام میں جگہ جگہ اس طرح کے شاعروں کے خلاف بیزاری کا اظہار دیکھنے میں آتا ہے۔ سلسلۃ الذہب کے دفتر اول میں فرماتے ہیں کہ ؎

پیش ازین فاضلان شعر شعار
کسب کردی فضائل بسیار
بودی آراستہ بفضل و ہنر
بودی آزادہ از فضول سیر
طیب انفاس شان مروّح روح
جنبش کلکشان کلید فتوح
ہمہ را دل زہمت عالی
از قناعت پر ' از طمع خالی
وہ کز ایشان بجز فسانہ نماند
جز سخن ہیچ درمیانہ نماند

(۱)مقدمہ فاتحۃ الشباب

کیست شاعر کنون یکی مدبر
کہ نداند زجہل جرّ از بر
نکند فرق شعر راز شعیر
راحت خلد را ز رنج سعیر
ھمّت او خسیس وطبع لیئم
ھمہ آفات راحریف و ندیم
روز و شب کو بہ کو و جای بہ جای
میرود چون سگان سوختہ پای ......
ژاژ خاید ظرافت انگارد
ہر زہ گوید لطیفہ پندارد ......
گشتہ زین گونہ خسّت و ابرام
شعر مذموم و شاعران بدنام

مثنوی تحفۃ الاحرار میں شعروشاعری اور چاپلوس مدح کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے اپنے فرزند ضیاءالدین یوسف کو یہ فن اختیار نہ کرنے کی وصیت کی ہے۔

چند نہی نام لیئمان کریم
چند کنی وصف سفیہان حکیم
آنکہ بصدنیش یکی قطرہ خون
ناید از امساک زدستش برون
نام کفش قلزم احسان کنی
وصف بہ بحر گہرا افشان کنی

تیموری شاہزادوں کی سرپرستی کے نتیجے میں بے مایہ سخن پردازوں کو حرص وطمع اور شہرت جوئی کی تحریک ملی تو انہوں نے اپنی تک بندی میں لئیموں سفیہوں ستمگروں بدکرداروں اور بداخلاق آدمیوں کی مدح سرائی کر کے مولانا جامیؒ کی بلند طبیعت کو آزردہ کردیا وہ اس بات سے سخت نالاں تھے کہ شعروسخن دروغ گوئی بےشرمی اور زراندوزی کا ذریعہ بن گیا ہے۔

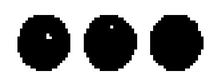
مولانا جامیؒ کے زمانے میں اور خود مولاناؒ کے خیال میں فن شعرگوئی میں معنی اور نئے اور اصیل مضامین کا فقدان

بھی شعر و شاعری کے زوال کا ایک سبب بن گیا ہے۔

جامی چونیست معنی رنگین حسود را
تذھیب شعر خود بہ زر و لاجورد کرد

اور شاعری کی زبان نیز فہم شعر کی معدومیت سے بھی مولانا جامیؒ اپنے زمانے کے لوگوں سے شاکی ہیں اور باطن سے ظاہر کی طرف متوجہ ہونے، رمز و کنایہ کے ادراک سے غفلت برتنے اور سخن شناسی کی اصلیت سے بے خبری عام ہونے پر مولانا جامیؒ حسرت و تاسف کا اظہار کرتے ہیں۔

جامی! ببند لب کہ حریف سخن نیوش
ادراک رمز و فہم کنایت نمی کند



مدعی نکتۂ سنجیدۂ جامی نشنید
طبع موزون چو نبودش سوی موزون نکشید

عام بدذوقی اور نافہمی سے شدید متاثر ہو کر مولانا جامیؒ پکار اٹھتے ہیں۔

فغان زابلہی این خران بی دم و گوش
کہ جملہ شیخ تراش آمدند و شیخ فروش
گہی کہ در سخن آید ہوس کند سامع
کہ کاش ازین ہذیان زود ترشود خاموش

اور شعر گوئی کے اس زوال اور سخن فہمی کے عرصۂ غروب کو دیکھ کر فرمایا۔

جامی سخن نادر کی فہم کند ہر کس
آن بہ کہ بدوزی لب از نادرہ پردازی

اور ان کی یہ فغان انہیں اپنی دانش اندوزی اور علم و ہنر سے بھی آزردہ بنا دیتی ہے۔

ساقیا زین فضل و ہنر ملولیم ملول
ساغری دہ کہ بشوئیم زدل نقش فضول
تنگ آمدم زدانش دردہ شراب صافی
تالوح خاطرم راشوید زہر چہ دانم

مولانا جامیؒ نے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ان تاثرات کا اظہار بیشتر اپنی مثنویوں میں کیا ہے اور شعر کی گذشتہ عظمت پر حسرت وافسوس کرنے' توانگر دل اور آزاد طبع شاعروں کو یاد کرنے' ان کی پسندیدہ روش کو اپنے زمانے کی روش کے ساتھ مقابلہ کرنے' اور شعر گوئی وسخن سنجی کے مجموعی انحطاط وزوال کا ذکر کرنے سے مولانا جامیؒ اپنے شدید تر تاثرات سے ہمیں بہت متاثر کرتے ہیں۔ شعروشاعری کے اسی ماحول سے تنگ آ کر کئی شاعروں نے اپنی زندگی کے اواخر میں شعر گوئی سے کنارہ کشی کی اور تجرّد وتصوف اور عرفان وحکمت میں پناہ لی۔ مولانا جامیؒ کے ہم عصر معروف تذکرہ نگار دولت شاہ سمرقندی نے لکھا ہے کہ مولانا جامیؒ نے اپنی عمر کے اواخر میں شاعری کو ترک کیا اور بہت شاذ ونادر ہی کوئی ایک شعر کہا اور دینی مسائل کی تحقیق کی طرف ہی دل کو متوجہ رکھا۔ چنانچہ اس بارے میں ایک رباعی میں کہا۔

جامی دم گفت و گو فرو بند دگر
دل شیفتۂ خیال مپسند دگر
در شعر مدہ عمر گرانمایہ بہ باد
انگار سیہ شد ورقی چند دگر

سلسلۃ الذہب میں ایک دوجگہ تلخ لہجے میں اسی شعر بیزاری کے بارے میں لکھا۔

چون زنی در ردیف و قافیہ چنگ
کار بر خود کنی چو قافیہ تنگ ......
می کنی ز ابلہی و خود رائی
صبح تا شام باد پیمائی
کاملان چون درّ سخن سفتند
اعذب الشعر اکذبہ گفتند
آن چہ باشد جمال او ز دروغ
پیش اہل بصیرتش چہ فروغ

لیکن بہر حال مولانا جامیؒ کی یہ شعر بیزاری' لب بندی اور پرہیز یک طرفہ نہیں بلکہ بیرونی واقعات وحوادث اور نفسیاتی عوامل کے تحت آپ نے شعر گوئی کا استقبال کیا اور اسے قوام حیات کا وسیلہ بھی قرار دیا اور کبھی البتہ اس سے روگردانی بھی کی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا' اس کی مذمت میں بہت کچھ کہا۔ بعض قصیدوں میں اس تناقض کی

طرف واضح اشارے ہیں اور غزلوں میں بھی۔

بلبل بہ گفت و گو غم گل می برد بہ سر
جامی چو غنچہ بادل خون دم فرومبند

●●●

چو مرغان خزان دیدہ زبان بست از سخن جامی
کجا آن غنچہ خندان کہ باز آرد بگفتارش

●●●

رخ نمودی جامی از وصف توچون بندد زبان
کار بلبل نیست وقت گل کہ بنشیند خموش

●●●

نمودی رخ مکن منع از سرود شوق جامی را
چوبلبل جلوۂ گل دید نتواں ساخت خاموشش

سلسلۃ الذہب کے دفتر اول میں جہاں شعر گوئی سے نفرت کا اظہار کیا ہے وہاں یہ بھی کہا ہے کہ۔

شاعری گرچہ دلپذیرم نیست
طرفہ حالی کز آن گزیرم نیست
می کنم عیب شعر و میگویم
می زنم طعن مشک و می بویم
طعنہ بر شعر ہم بہ شعر زنم
قیمت و قدر آن بہ آن شکنم
چہ کنم درسرشت من این است
وز ازل سرنوشت من این است
بہر این آفریدہ اند مرا
جانب این کشیدہ اند مرا
ہر چہ حق خواست طوق گردن من
کی توانم از کشیدن گردن

مولانا جامیؒ نے' جیسا کہ اوپر بیان ہوا' شاعروں کی مداحی اور ستایش گری پر عیب چینی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود ان کو مدح وستایش کی روش سے مطلق انحراف کرنے سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آپ کے تینوں دیوان شعر اور مثنویاں وقت کے بادشاہوں' امیروں' امیرزادوں' شاہزادوں اور دیگر روٴسا کی مدح گوئی سے خالی نہیں۔ میرزا ابوالقاسم بابر' میرزا ابوسعید گورگان' سلطان حسین بایقرا' میر علی شیر نوائی' جہان شاہ قراقو ینلو' اوزن حسن آق قو ینلو' سلطان یعقوب بیگ اور سلطان بایزید دوم عثمانی کی مولانا جامیؒ نے خاصی مداحی کی ہے۔

علی اصغر حکمت نے اپنی تالیف جامی میں اس بارے میں یوں لکھا ہے [1]

''......اگر کوئی عیب نکالنے والا ناقد استاد جام پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہے کہ باوجود ان ظاہری وباطنی فضائل کے اور اس شرافت طبع و عزت نفس اور استغنا کے جو اس وقت اس مرد فاضل و دانشمند کو حاصل تھے' انہوں نے کیونکر قلم کو سلاطین وقت کی مدح گوئی میں جاری رکھا اور مدح گو شاعروں کی روش پر چل کر' جن کی کوششوں کا مقصد صرف سونے اور چاندی کے چند دینار حاصل کرنا ہوتا تھا' قصیدے نظم کئے' اور بالآخر ایک ایسا شاہباز جو خاکی دنیا کے تعلقات کے قاف سے ہمت کے پر کھول کر عزت کی چوٹی کی بلندیوں پر بیٹھا رہا' کیوں اس جال میں آ گیا؟ تو اس اعتراض کے جواب میں بے فائدہ نہیں کہ اگر ہم لیشر یونیورسٹی کے پروفیسر آگست برکتو [2] کی رائے کو جو اس نے مثنوی سلامان وابسال کے عمدہ فرانسیسی ترجمہ کے مقدمہ (جو سال ۱۹۱۱ء میں پیرس میں چھپ چکی ہے) [3] ظاہر کی ہے' نقل کریں:

جو حضرات جامی کے اپنے ممدوحین کے خطاب میں پر آب و تاب قصائد لکھنے پر سرزنش کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ وہ خود اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسے اشعار میں شاعر سوائے ہنر کی نمائش کرنے اور صنعت گری کے اور کچھ نہیں کرتا۔ مشرق زمین کے شاعر ابھی حال ہی تک یورپ کے ادیبوں کی طرح اپنے قلم کی تخلیقات کی آمدنی سے' یعنی جسے آج کل کے زمانے میں موٴلفین و مصنفین کا قانون حق کا نام دیا جاتا ہے' ہمیشہ اپنی معیشت کا سامان فراہم نہیں کر سکے ہیں۔ ان زمانوں میں اور ان صدیوں میں ادیب لوگ اپنے قلمی آثار میں امراء و سلاطین کو عزت و احترام کے ساتھ یاد کرنے پر مجبور تھے تاکہ ان کی عنایات و کرم سے مناسب صلہ پائیں اور سوائے اس کے ان

---

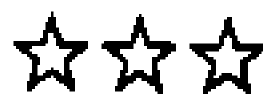
(۱) اردو ترجمہ از مولف

(۲) Auguste Bricteuk

کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ ایک جابر بادشاہ کی لطف نوازی کو قلم کی مدد سے ہی اپنی طرف مبذول کراتے اور یقیناً وہ اس بارے میں موجودہ دور کے ادیبوں کے مقابلے میں آرام میں تھے کیونکہ ان کو ایک ایسے شیطان کو' جس کے ایک لاکھ سر ہیں' اور ''عوام'' کے نام سے جانا جاتا ہے' اپنے ستائش آمیز قلم سے اپنی طرف توجہ مبذول کرانا ہوتا ہے۔ جبکہ قدیم شاعر اور ادیب ان قصیدوں اور مدحیہ خطبات میں سے صرف ایک قصیدے سے' جسے وہ ایک بار کسی امیر کی خدمت میں پیش کرتے تھے' اپنی باقی پوری عمر میں آزادی اور فراغت دل کے ساتھ اپنے خیالات کو اپنے آثار و تصنیفات میں بیان کر سکتے تھے..........''

خود مولانا جامیؒ نے بھی تیسرے دیوان (خاتمۃ الحیات) میں مدح سرائی کے ضمن میں ایک عذر پیش کیا ہے جو اس بارے میں اعتراض کا بہتر جواب ہو سکتا ہے۔

هست دیوان شعر من اکثر
غزل عاشقان شیدائی
یا فنون نصائح است و حکم
منبعث از شعور دانائی
ذکر دونان نیابی اندر وی
کان بود نقد عمر فرسائی
مدح شاہان درو بہ استدعاست
نہ ز خوش خاطری و خودرائی
امتحان را اگر زسر تا پاش
برروی صدرہ و فرود آئی
زان مدائح بخاطرت نرسد
معنی حرص و آز پیمائی
ہیچ جا نبود آن مدائح را
در عقب قطعۂ تقاضائی



اب ہم مولانا جامیؒ کو ایک شاعر کی حیثیت سے دیکھیں گے:

مولانا جامیؒ کے قصائد پختہ، روان اور تکلف سے عاری ہیں۔ اگر چہ بعض قصائد شعری صنائع اور ردیف پردازی سے خالی نہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ قصائد کے ابیات کی تعداد قریب دو ہزار ہے اور موضوع کے لحاظ سے ان کو چار اجزاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ تعمیرات و عمارات کی توصیف...... ان میں مسجدیں، خانقاہیں، باغ اور مدرسے شامل ہیں

۲۔ بادشاہوں کی مدح

۳۔ عارفوں، دینی بزرگوں اور امامان مسلک کی مدح

۴۔ شکوہ و شکایت زمان اور پند و حکمت، اور اپنے حالات کا ذکر

قصیدہ نگاری میں مولانا جامیؒ کی نظر خاقانی، انوری، ظہیر فاریابی اور امیر خسرو پر رہی ہے۔ مولانا جامیؒ کے مشہور قصیدوں میں سے ایک قصیدہ "جواب است این جلاء الروح خاقانی و خسرو را" کے عنوان سے ان کے دیوان میں موجود ہے جو واقعتاً ایک عمیق اور راز و نیاز سے مملو سمندر ہے اور یہ مذکورہ دونوں استادان سخن کے اس ردیف و قافیہ میں کہے گئے قصیدوں کا جواب ہے۔ اس میں دونوں اساتذہ کا بزرگی و ادب سے ذکر کیا ہے۔

سخن آن بود کز اوّل نہاد استاد خاقانی
بہ مہمان خانۂ گیتی پی دانشوران خوانش
چو در سیر معانی یافت خسرو سوی آن خوان رہ
ملا حتہای وی افگند شوری در نمکدانش
گر امروز آرد این خادم ز بحر شعر تر آبی
پی دست و دہان شستن از انہا چیست تا و انش
بہ خاقانی ازان بحر ار رسد رنجی بر انگیزد
چو سوسن تر زبان تحسین کنان از خاک شروانش

اس قصیدہ کے ابتدائی چند شعر یہ ہیں:

معلم کیست عشق و کنج خاموشی دبستانش
سبق نادانی و دانا دلم طفل سبق خوانش

زہر کس ناید این استاد شاگردی نہ ہر کوہی
بدخشان باشد و ہر سنگپارہ لعل رخشانش
زبان جزبی زبانی نیست این نادر معلم را
دریغا درہمہ عالم ندانم کس زبان دانش
شہود الحق فی الکونین ' یک نکتہ زمضمونش
سوادالوجہ فی الدارین ' یک نقطہ زعنوانش
تصور کی توان کرد از کسی تصدیق این معنی
اگر نبود معرف کشف و حجت ذوق و وجدانش
زخاک فقر درکدی ارادت ساختم کاخی
کہ کم خواری و کم خوابی و کم گوئی است ارکانش

خاقانیؔ کے اکثر قصاید روایت و معمول گوئی سے بالاتر ہیں جس کی وجہ سے ان میں مشکل پسندی کی روش کا غلبہ ہے۔ بلکہ ایک متوسط قاری کے لئے خاقانیؔ کے بعض قصیدوں کو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے اور جو اصطلاحات خاقانیؔ استعمال کرتے ہیں ان سے سابقہ آشنائی ہونا ناگزیر ہے۔ لیکن مولانا جامیؒ کے قصائد سادہ اور روان ہیں اور ان میں موزون کلمات و ترکیبات کے استعمال سے شیرینی محسوس ہوتی ہے اگرچہ روانی و شیرینی کے ساتھ ساتھ یہ قصائد پُر حشو بھی ہیں۔

انوریؔ کے مشہور قصیدہ۔

گر دل و دست بحر و کان باشد
دل و دست خدایگان باشد
شاہ سنجر کہ کمترین خدمش
در جہان پادشہ نشان باشد

کے تتبع میں مولانا جامیؒ نے سلطان بایزید عثمانی کی تعریف میں یہ قصیدہ کہا۔

ہر کرا دردہان زبان باشد
درثنای شہ جہان باشد

کام بخشی کہ چون ثناش دعاش
ورد جان جہانیان باشد
آنکہ سلطانش ارلقب نہ نہند
زسلطانیش عیان باشد
بایزید الدرم کہ تاج سران
بر درش خاک آستان باشد
در جہان گرچہ پادشاہ بسی است
نہ چو اوپادشہ نشان باشد
ہر کہ فرمان روائی ازوی یافت
کار فرمای انس و جان باشد

مولانا جامیؒ نے بیشتر امیر خسروؒ کا اپنی نگارشات میں استقبال کیا ہے اور مختلف مقامات اور موقعوں پر ان کا نام لیا ہے دیوان اول (فاتحۃ الشباب) میں آپ نے خسروؒ کے مشہور قصیدہ کا جواب لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

کنگرایوان شہ کزکاخ کیوان برتراست
رخنہ ہا دان کش بہ دیوار حصار دین در است

مولانا کا یہ قصیدہ لجتہ الاسرار کے نام سے معروف ہے۔اس کے چند ابیات یہ ہیں:

چون سلامت منداز تاراج نقد این حصار
پاسبان در خواب و برہر رخنہ دزدی دیگراست
گر ندا رد سیم و زردانا منہ نامش گدا
در برش دل بحر دانش اوشہ بحر و براست
زن نہ ای مردی کن و دست کرم بکشا کہ زر
مرد را بہر کرم زن را برای زیور است ......
نیست قدر عالی و دون جز بمقدار ہنر
قصر شہ را پاسبان بر بام و دربان بردراست

کامل و ناقص نہ یکسایند در قطع امور
آنچہ از شمشیر آید نہ حدّ خنجر است

آخری ابیات میں اپنے اشعار کی تعریف اور امیر خسرو کے قصیدہ کی خوبی میں کہا ہے۔

جامی احسنت این نہ شعر از باغ رضوان روضہ ایست
کاندر و ہر حرف ظرفی پر شراب کو ثراست
در سواد خط آن انوار حکمت مختفی است
چون شب تاریک آبستن بصبح انور است
ہمچو بکر فکر خسرو زادہ است از لطف طبع
در کمال خوبی این یک خواہر آن یک خواہراست
ای بسا خواہر کہ باخواہر چوگرد د جلوہ گر
در جمال اکبر بود ہر چند در سال اصغر است
لجۃ الاسرار اگر سازم لقب آن را سزاست
زانکہ از اسرار دین بحری لبالب گوہراست

خاقانی اور خسرو کے ایک اور قصیدہ کا جواب دیوان اول (فاتحۃ الشباب) میں موجود ہے۔ خاقانی کا قصیدہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے۔

دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش
دم تسلیم سر عشر و سرزانو دبستانش

اور امیر خسرو کے قصیدہ کا مطلع یوں ہے۔

دم ب م عشق استاد زباندانش
سواد لوحہ سبق ومسکنت کنج وسبانش

مولانا جامی کا جوابیہ قصیدہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے۔

معلم کیست عشق و کنج خاموشی دبستانش
سبق نادانی و دانا دلم طفل سبق خوانش

زہر کس ناید این استاد شاگردی نہ ہرکوہی
بدخشان باشد و ہر سنگ پارہ لعل رخشانش ......
بیابانیست ہائل کعبۂ مقصود را در رہ
کہ بی قطع امید از خود بریدن نیست امکانش
گر آری رو درآن کعبہ چوریگ گرم زیر پا
سپردن بایدت صد کوہ آتش در بیابانش
شود ہر خارقلابی بقصد جذب جان از تن
اگر دل خستہ ای بالین نہد زیر مغیلا نش
نشاید بارگی این راہ راجز ناقۂ شوقی
کہ باشد باد حسرت پای د کوہ درد کو ہانش
رسی از سیراین ناقہ سوی مقصد ولی وقتی
کہ یابی ز اختصاص ناقتہ اللہ داغ بر رانش

قصیدہ کے آخر میں مولانا جامیؒ دونوں شاعروں کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

بہ خاقانی ازان بحر ار رسد رشحی بر انگیزد
چو سوسن تر زبان تحسین کنان از خاک شروانش
و گر خسرو سقاہ اللہ نمی یابد ازآن رشحہ
شود سیراب فیض عین عرفان جان عطشانش
بہ شکر من چوتوتی روح اوشکرشکن گردد
چو بفرستم بہ ہند این تنگ شکر از خراسانش

جامیؔ کبھی خود اپنے طرز کلام کو کمال ادائیگی سے مشابہ کر کے خسروؔ کی روش سے بے نیازی کا دعوی کرتے ہیں۔

جامی تر اکمال بس است این طریق خاص
در طور شعر خسرو و نظم حسن مپیچ

اور کبھی خسروؔ تک رسائی کو اپنے امکان میں نہ پا کر جواب گوئی کو بیہودہ خیال کرتے ہیں۔

دید چوجامی بلند پایۂ خسرو
بیہدہ در معرض جواب در آمد

اور کبھی خود کو جامیؔ نہیں بلکہ خسرو وقت کہتے ہیں۔

جامی نیم کہ خسرو وقتم بملک عشق
منشور خسروی، غزل عاشقانہ ام

اور بالآخر اپنے عشقیہ غزلوں میں خود کو خسرو کا پیرو ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

جامی از خسرو همی گیرد طریق سوز و درد
طور او نبود خیالات محال انگیختن

مولانا جامیؒ نے ظہیر فاریابی (وفات ۵۹۸ھ) کے قصائد کے مضامین سے بھی اقتباس کیا ہے اور بعض جگہوں پر ظہیر کے ابیات یا بیت سے تضمین بھی کیا ہے۔ مثلاً اپنی اس غزل میں جس کا مطلع ہے۔

قربان شدن بہ تیغ جفای تو عید ماست
جان میدہم ز بہر چنین عید عمرہاست

ظہیر کے ایک مصرعہ کی یوں تضمین کی ہے۔

تار بر فروختست رخ آن شمع دلفروز
''درهر کہ بنگری بہ همین داغ مبتلاست''

☆☆☆

غزل گوئی میں مولانا جامیؒ کے پیش نظر بیشتر حافظ شیرازیؔ کی روش رہی ہے اور ان کی بہت سی غزلوں کے جواب میں غزلیں کہی ہیں اور تضمین بھی لکھے ہیں۔ مولانا جامیؒ نے خاص کر خواجہ شیراز کی کی ترکیبوں کے علاوہ ان کے غزلوں کے قافیے اور اوزان کی طرف بھی اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حافظ۔ ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز
تا دگر خون کہ از دیدہ روان خواهد بود

جامی۔ نمی دانم چہ شد کز ترکش آن تُرک عاشق کش
بہ جانم تیر زہر آلود پیکان دیر می آید

حافظ۔ راهم مزن بہ وصف زلال خضر کہ من
از جام شاہ جرعہ کش حوض کوثرم

جامیؒ ۔ در دہ زلال خضر کہ رفت آن کہ گفتمی
زہد مرا اساس چو سدّ سکندر است

حافظؒ ۔ بہ ہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش
چنین کہ حافظ ما مست بادۂ ازل ہست

جامیؒ ۔ می شبانہ خمار سحر نمی ارزد
خوش آن حریف کہ مست صبوحی ازل ہست

حافظؒ ۔ باغ مراچہ حاجت سرو صنوبراست
شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر است

جامیؒ ۔ منشور دولتم کہ زعشقت میسر است
طغرایش آن خط است کہ بر دور ساغر است

حافظؒ ۔ ساقی بہ نور بادہ بر افروز جام ما
مطرب بگوکہ کارجہان شدبکام ما
چندان بود کرشمہ وناز سہی قدان
کآید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما
حافظ زدیدہ دانۂ اشکی ھمی فشان
باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

جامیؒ ۔ ساقی بیا کہ دور فلک شد بکام ما
خورشید را فروغ دہ از عکس جام ما
آورد آب رفتہ بہ جو باغ حسن را
سروبلند قامت طوبیٰ خرام ما
تادوس وار توتی جان جلوہ میکند
از فراین ھمای کہ آمد بہ دام ما

حافظؒ ۔ بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت
وندران برگ و نواخوش نالہ ہای زار داشت

جامیؔ۔ یار نازک دل کہ بی موجب زمن آزار داشت
عمری از تیغ تغافل خاطرم افگار داشت

حافظؔ۔ بعد ازینم نبود شایبہ در جوہر فرد
کہ دہان تو بدین نکتہ خوش استدلالی است

جامیؔ۔ دہنت را کہ خرد جوھر فروش خواند
جز بہ منطق لبت اثبات وجودی نکند

حافظؔ۔ کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزین باشد
یک نکتہ دراین معنی گفتیم و ھمین باشد

جامیؔ۔ گر شعر خوشت باید خوش کن دل جامیؔ را
خاطر کہ حزین باشد کی شعر خوش انگیزد

حافظؔ۔ نفس باد صبا مشک فشان خواہد شد
عالم پیردگر بارہ جوان خواہد شد

جامیؔ۔ ہر کہ دید از رخ تو خرم و خوش جامیؔ را
گفت کاین پیر دگر بارہ جوان خواہد شد

حافظؔ۔ ترک عاشق کش من مست برون رفت امروز
تادگر خون کہ ازدیدہ روان خواہد بود

جامیؔ۔ باز خون دلم از دیدہ روان خواہد شد
چشم از ہر مژہ خونابہ فشان خواہد شد

حافظؔ۔ ما آزمودہ ایم درین شہر بختِ خویش
بیرون کشید باید ازین ورطہ رختِ خویش

جامیؔ۔ تا کی کشم بہ صومعہ حرمان زبختِ خویش
خرم کسی کہ برد بہ میخانہ رختِ خویش

حافظؔ۔ وقت است کز فراق تو وسوز اندرون
آتش در افگنم بہ ھمہ رخت و پخت خویش
جامیؔ۔ بنمای لب کہ صاحب تسبیح و طیلسان
در وجہ نقل و بادہ کند رخت و پخت خویش
حافظؔ۔ ما از مودہ ایم درین شہر بخت خویش
بیرون کشید باید ازین ورطہ رخت خویش
جامیؔ۔ جامی بہ شہر عشق مشو رہنمون ما
ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش

مولانا جامیؒ نے اپنی اس غزل میں جس کا مطلع ہے۔

مراکہ خال لبت تخم مزرع امل است
خیال خط تو ختم صحیفۂ عمل است

خواجہ حافظؒ کی اس غزل سے۔

درین زمانہ رفیقی کہ خالی از خلل است
صراحی می ناب و سفینۂ غزل است

دو مصرعوں کی تضمین کی ہے۔

بہ غیرنی کہ تہی شد زخود نمی بینم
"درین زمانہ حریفی کہ خالی از خلل است"
حریف بادہ گسار و ندیم نکتہ گزار
"صراحی می ناب و سفینۂ غزل است"

اور اس غزل میں بھی جس کا مطلع ہے۔

قدم بہ طرف چمن نہ کر سبزہ نو خیز است
شکوفہ در قدم دوستان درم ریز است

مولاناؒ نے خواجہ شیرازؔ کی مشہور غزل کی یوں تضمین کی ہے۔

مدہ بیاد گران مایہ عمر بی بادہ
''کنون کہ باد فرح بخش و باد گل بیزاست''
سرور مجلس توصوت عندلیب بس است
''بانگِ چنگ مخوری کہ محتسب تیز است''

خواجہ حافظؔ کو مولانا جامیؒ نے اپنے تینوں دیوان اشعار میں مختلف مقامات پر یاد کیا ہے۔ ایک جگہ فخریہ انداز میں اپنی شاعری کی بلند پروازی پر اظہار رائے کرتے ہوء حافظ کا یوں ذکر کیا ہے۔

اگر بہ فارس رود کاروان اشعارم
روان سعدیؔ و حافظؔ کند استقبال

ایک اور جگہ اس مطلع کی غزل میں۔

ہلال الکاس کم تکمل بہ شمس الراح کمکہا
کہ گردد چون شود پر این مہ نو بدر محفلہا

خواجہ حافظؔ کے مشہور مصرعہ کی تضمین کی ہے۔

چوافتد مشکلی جامی بہ ساقی گوی چون حافظ
''الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و نا ولہا''

خواجہ حافظؔ کا مذکورہ بالا مصرعہ مولانا جامیؒ نے اپنے ایک شعر میں یوں لایا ہے۔

الایا ایہا الساقی می آمد حل مشکلہا
زمی مشکل بود توبہ ادر کاساً و ناولہا

ایک اور غزل میں حافظؔ اور سعدیؔ کا یوں ذکر کیا ہے۔

ھفت بیتہای جامی چون بہ شیرازؔ اوفتاد
خواند حافظ در مزار سعدیؔ اش سبعاً شداد

ایک غزل میں مولانا جامیؒ نے صراحت کے ساتھ اپنے آپ کو حافظ کا پیرو کہا ہے۔

ہر جا کہ رفت زورق حافظؔ بہ بحر شعر
جامی سفینۂ تو زدنبالہ میرود

نظم تو میرود زخراسان بہ شاہ فارس
گر شعر او ز فارس بہ بنگالہ میرود

اور کبھی اپنے اشعار کو حافظؔ کے اشعار کے ہم پایہ قرار دیا ہے۔

جامیؔ این نظم حسن گر بفرستد سوی فارسؔ
حافظشؔ نام نہد خسرو شیرین سخنان

حافظ شیرازؔ کے علاوہ مولانا جامیؒ نے شیخ اجل سعدی شیرازیؒ کا بھی اپنے کلام میں خاصا استقبال کیا ہے اور ان کی بہت سی غزلوں پر تضمین اور جواب لکھا ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند نمونے پیش کریں گے:

سعدیؒ۔ ترسم نہ رسی بہ کعبہ ای اعرابی
کاین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

جامیؒ۔ جامی از خاک خراسان چہ کنی قصد حجاز
چون تراکعبۂ مقصود بہ ترکستان است

سعدیؒ۔ عاشقان کشتگان معشوق اند
بر نیاید زکشتگان آواز

جامیؒ۔ جدا مانداز تو جامیؔ و نہ نالید
زکشتہ بر نیاید ہر گز آواز

مولانا جامیؒ نے سعدیؔ کو اپنے دیوان اشعار میں نام لے کر بہت یاد کیا ہے:

اگر بہ فارسؔ رود کاروان اشعارم
روان سعدیؔ و حافظ کند استقبال

ایک اور جگہ اپنے اور سعدیؔ کے درمیان فرق نہ ہونے کے خیال سے یہ کہہ کر کہ میرے اشعار سراپا طیبات ہیں اپنے آپ کو سعدی سے اوپر قرار دیا ہے۔

زسعدیؔ نیست تا جامیؔ جزاین فرق
کہ یکسر شعر جامی طیّبات است

ایک اور جگہ جہاں اپنی سات اشعار والی غزل کا ذکر کیا ہے اس میں سعدیؔ اور حافظؔ کی طرف بھی اشارہ

کیا ہے۔

هفت بیتهای جامی چون به شیراز اوفتاد
خواند حافظ در مزار سعدی اش سبعا شداد

سعدیؔ کی ایک غزل کے جواب میں مولانا جامیؒ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ہی دوسروں کے مقابلے میں بہتر انداز میں سعدی کا جواب لکھا ہے۔ اگرچہ مولاناؒ کو اس بات کا احساس بھی ہے کہ غزل موصوف سعدی کے پایہ کی نہیں۔

دل دید لبت وزدو جهان بی خبر افتاد
بین مستی این می که عجب کار گرافتاد......
این نظم نه درپایهٔ سعدی است ولیکن
با گفتهٔ یاران دگر سر به سر افتاد
جامی غزل سعدی و آنان که جوابش
گفتند چو بشنید به این نظم در افتاد

ایک اور جگہ ہم مانند ہونے کے خیال سے اپنے کلام کو سعدی کے کلام سے غیر قابل امتیاز قرار دے کر اشارتاً یہ بات بھی قاری کے ذہن میں پہنچا دیتے ہیں کہ غزل گوئی میں سعدی کی بھی پیروی کی ہے۔

این نظم تست جامی یا تازه دستهٔ گل
کز بوستانِ سعدی طبع کمال بسته

مندرجہ ذیل مطلع والی غزل۔

گل را فراز خ بین در جلوهٔ ناز آمده
شرح نیاز خویش را بلبل نوا ساز آمده

آخری شعر میں سعدیؔ شیراز سے الہام لینے کا ذکر صریحاً موجود ہے۔

زین شعر نوشد پر شکر جامی خراسان گویَا
از کلک سعدی نکتهٔ شیرین ز شیرا ز آمده

کمال خجندیؔ بھی ان صاحب طرز استادانِ سخن میں سے ہے جس پر مولانا جامیؒ کی توجہ مبذول رہی۔ ایک غزل میں مولاناؒ اپنے آپ کو خجند میں کمال کے اسلوب کا پیروکار سمجھتے ہیں۔

قامت نیزہ و رخسار تو ای عشوہ پسند
آفتابیست کہ گشتہ است یکی نیزہ بلند
جامی از لطف ترنم بہ غزلہامی کمال
عندلیبی است خوش الحان بہ چمن ہائی خجند

ایک اور غزل میں غزل گوئی میں خود کو کمال خجندی کا بھی پیرو کہا ہے۔

ہر آفتاب کہ از مطلع جمال بر آید
چو ماہ روی تو بیند بہ انفعال بر آید
بود بہ طور کمال این غزل زگفتہ جامی
سزد کہ نام وئی از زمرۂ کمال برآید

ایک اور غزل میں سخن سرائی میں کمال یابی کو کمال کی روش کا پیروکار بننے کا مرہون جانتا ہے۔

چشم تو صاداست و سر زلف دال
باخود از آن ہر دو مرا صد خیال
جامی ازان لب سخن آغاز کرد
شد لقبش توتی شیرین مقال
یافت کمالی سخنش تا گرفت
چاشنی ای از سخنان کمال

ایک اور جگہ سخن سرائی میں کمال حاصل کرنے کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اگر چہ خجندی اور صفاہانی نہیں ہوں لیکن کمال شعر کو حاصل کر چکا ہوں خجندی اور صفاہانی میں کمال خجندی اور کمال اصفہانی کی طرف اشارہ ہے۔

یافت جامی کمال شعر چہ باک
گر سپاہانی و خجندی نیست

غزل گوئی میں حسن دھلوی پر بھی مولانا جامیؒ کی نظر تھی اگر چہ مجموعی طور پر اسکی روش کا تتبع نہیں کیا۔ ایک جگہ جہاں پر خود کو کمال سخن گوئی کی بلندی پر قرار دیا ہے وہاں خسرو اور حسن کے اسلوب کی تقلید سے باز رہنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

جامی ترا کمال بس است این طریق خاص
در طور شعر خسرو و نظم حسن مپیچ

دوسری جلہ حسن کی تجلیل کی ہے اور خود صفائی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔

گفت در ھند حسن ، گفتۂ جامی چو شنید
کز عدم خسرو شیرین سخنان باز آمد

در پردہ امیر خسروؒ کی بھی توصیف کی ہے۔

☆☆☆

مولانا جامیؒ کی غزلوں کا تجزیہ کرنے اور بڑی دقت سے ان کے طرزِ خاص میں غور و فکر کے بعد یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ مولانا جامیؒ ایک پختہ ذہن اور استادانہ مہارت اور شعری طبیعت کے حامل اپنے عہد کے بے نظیر شاعر تھے جن کی غزلوں میں سادگی و روانی کے ہمراہ شیرینی اور گہرائی کے ساتھ تاثر پیدا کرنے کے عناصر موجود ہیں۔ ان سادہ و شیرین غزلوں میں فنی اور صنعت کی پیچیدگی نہیں اور نہ ہی متقدمین یا متاخرین شعراء کا کوئی اسلوب واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اگرچہ جیسا کہ مولانا جامیؒ کی غزلوں کے بارے میں بعض اساتذہ سخن پر ان کی نظر ہونے کا اوپر ذکر ہوا لیکن ان کی غزلوں میں مجموعی طور پر کسی بھی ایک استاد سخن کا، جس کے تتبع یا طرز میں غزل کہنے کا مولانا جامیؒ نے دعویٰ بھی کیا ہے، اسلوب حاوی نہیں ہے۔ اس طرح کے شاعرانہ دعوے اپنی کسر نفسی کے پیش نظر کئے جاتے ہیں اور مولانا جامیؒ نے بھی بعض جگہوں پر محض کسی استاد کے بحر و قافیہ میں غزل یا چند غزلیں لکھ کر کبھی خود کو ان کے برابر یا ان سے پائیں تر یا کبھی ان سے برتر جتلایا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کسی ایک استاد سخن کی استادی کے پیروکار نہیں تھے گو کہ ان کی طرز سے متاثر ضرور تھے لیکن ان میں سے کسی ایک کے بھی اسلوب سخن کو نہیں اپنایا اور یہی وجہ ہے کہ مولانا جامیؒ کی غزلوں کو پڑھ کر نہ حافظ شیرازی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور نہ سعدی کی۔ نہ امیر خسرو کی غزلوں کی خصوصیات کی طرف توجہ جاتی ہے اور نہ ہی کمال خجندی کی یہ ضرور ہے کہ کہیں چند غزلوں میں روش کی تاثیر میں خسروانہ رنگ یا سعدی و حافظ کا رنگ ابھر آیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے جامیؒ غزل میں اپنے زمانے میں منفرد تھے اور ان کا اسلوب نگارش سب سے جدا تھا۔

مولانا جامیؒ کے اسلوب غزل میں ایک منفرد صاحب سخن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جب کہ جامیؒ زندگی گذار رہے تھے شعر و شاعری کا بازار بے رونق ہو چکا تھا۔ تصوف بھی اپنی بلندیوں سے تنزل کی طرف آ چکا تھا اور شاہد پرستی، اخلاق میں فساد، شریعت کے رسوم اور اجتماعی روایات سے بے اعتنائی کے نتیجے میں فضیلت و تقویٰ داغدار اور پردۂ مجاز کے اظہار میں پورے جامعہ پر نامطلوب اثرات حاوی ہو چکے تھے۔ تصوف کی حقیقت سے بے خبر خود کو صوفی کہنے والے لغزش و گمراہی سے دوچار ہو کر حیوانی شہوتوں اور نفسانی خواہشات میں مبتلا

تھے۔ اخلاقی شاعری بھی زوال پذیر ہو چکی تھی اور سلاطین وقت اور حاکموں اور امیروں کے آگے یا حتیٰ کہ ان کے پیچھے بھی اخلاقی جرأت و شجاعت کے ساتھ ان کے کردار پر تنقید کرنے کی کسی شاعر میں ہمت نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے ماحول میں شاعری کا نازک و لطیف پودا ایک تناور درخت نہیں بن سکتا تھا اور اس طرح کے مسموم ماحول میں خود جامعہ مرجھا جاتا ہے شعر و سخن کی تو بات ہی نہیں۔

لیکن مولانا جامیؒ کے فطری استعداد کلام اور ملکہ سخن گوئی نے اس زوال پذیر دور میں تنہا تجدید سخن و اخلاق کا وہ کارنامہ انجام دیا جو یقیناً مایہ استعجاب بھی ہے اور قابل تحسین بھی۔ مولاناؒ اپنی پاکیزہ صوفیانہ زندگی گذارنے کے طریق کار سے لوگوں کے لئے ایک نمونہ بن گئے اور عوام تو عوام خود سلاطین وقت ان کے در دولت پر سر نیاز خم کرتے تھے۔ شریعت کے احکام پر سختی سے پابند ہونے کے نتیجے میں، جو سلسلہ نقشبندیہ کا بنیادی رکن ہے، مولانا جامیؒ اس طریقت کے پیشوا منتخب اور تسلیم کئے گئے۔ گویا مولانا جامیؒ نے معتدل روش اختیار کی آپ نے تصوف کی اپنی بنائی ہوئی محدود دنیا میں حقیقت پرستی کا دامن پکڑلیا اور حسن مجاز میں جمال حقیقی کے انتہائی مقصد و تلاش کی راہ کو اپنالیا۔ مولانا جامیؒ نے آسمان کے نیچے زمین پر خدائے آسمان کے محبوب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا اور ان کی تعریف میں اپنی بیشتر شاعری کا زور صرف کیا۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمینی محبوب ہیں، بشر ہیں، گوشت و پوست کے بنے ہوئے ہیں، اعلیٰ ترین اخلاق انسانی کے پیکر ہیں، حسن و جمال میں بے نظیر ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندہ و پیغمبر ہیں، ہادی انسانیت ہیں، سراپا رحمت ہیں۔ **نعوذ باللہ** کوئی خیالی اور وہمی پیکر نہیں ہیں، سراپا حق و حقیقت ہیں، اس لئے مولانا جامیؒ نے عالم تصوف میں اور اس عالم مادی دونوں عوالم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنا معشوق اور محبوب بنایا اور ان ہی کی تعریف میں اپنی بیشتر عاشقانہ غزلیں تصنیف کیں۔

مولانا جامیؒ نے اپنے اسی مقدس ترین زمینی محبوب کو غیر معمولی عشق و محبت کا مرکز بنا کر اس کے عمیق اثرات سے نفسانی تجلیات اور اعلیٰ ترین انسانی صفات کی راہ پائی اور اسی راہ سے حقیقت کو دریافت کیا اور اس طرح سے مجازی معشوق کے جمال میں حسن حقیقی کا مشاہدہ کیا۔

مولانا جامیؒ نے امیر خسرو کی طرح زمینی محبوب کے عشق میں ناز و نیاز، جذبہ و حال، نامرادی و کامیابی، ناامیدی اور امیدواری اور اندوہ فراق کے مراحل طے کئے ہیں اور اپنے کلام میں سوز و گداز کے ساتھ ان حقائق کو بیان کیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے ساقی اور بادہ کا بھی ذکر کیا ہے جب کہ بادہ و شراب سے وہ مطلق بے خبر تھے۔ خط و خال اور ساغر و پیمانہ کا بھی آپ کے کلام میں ذکر ہے لیکن ان کلمات کا فانی شاہدوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہی ایک ازلی اور

ابدی محبوب مراد ہے جس میں انہوں نے نور خداوندی کا مشاہدہ کیا اور حقیقت کو پالیا۔ گویا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور زاہدانہ و پرہیزگارانہ زندگی نے ہی مولانا جامیؒ کو نہ صرف حضرت رسولؐ کا گرویدہ بنالیا بلکہ تصوف کی دنیا میں پہنچا کر مولانا جامیؒ کو عشق حقیقی سے سرشار کر دیا۔

مولانا جامیؒ کے کلام میں سادہ و غیر مبہم پاکیزہ عشق کا بیان ہے لیکن اس میں درد، ملال بھی ہے اور سوز و تپش بھی۔ البتہ مولاناؒ کے کلام میں عشق الٰہی میں مستغرق عرفان و تصوف کے بزرگ ترین آموزگاروں، اتالیقوں اور جاودان عارفوں جیسے مولانا رومؒ عطارؒ سنائیؒ ابوسعید ابوالخیرؒ شاہ ہمدانؒ کے کلام کا سا نہ ہیجان ہے نہ ہی سکر و بیخودی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی لحن قلندری موجود ہے۔ ان عارفان باکمال کے کلام کے بحر بیکران میں حالات و مقامات کا جو مد و جزر پایا جاتا ہے مولانا جامیؒ کے کلام منظوم یا غزلوں میں وہ نہیں ہے۔ چونکہ مولانا جامیؒ تصوف میں اہل محبت میں سے تھے اس لئے ان کا کلام اہل معرفت کے تصوف سے جداگانہ ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، مولانا جامیؒ نے زمینی محبوب کے توسط سے عشق حق کی منزل کو بھی پالیا۔ اور اپنے محبوب کی محبت میں جذبہ و مکاشفہ میں مستغرق بھی رہے اور جدا بھی۔ قرب و وصال کے شیریں لحظات سے بھی دوچار ہوئے اور فراق و انتظار کے کرب میں بھی مبتلا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا جامیؒ کے اشعار میں گداز بھی ہے اور حسرت و ہوس کی کیفیت بھی۔ مجاز و حقیقت کی آمیختگی کا عنصر بھی ہے اور مستی کا والہانہ پن بھی۔

ڈکٹر عبدالحسین زرین کوب نے جو موجودہ دور میں ایران کے مشہور نقاد اور فارسی ادبیات کے مشہور استاد ہیں مولانا جامیؒ کے بارے میں لکھا ہے:

"......بعض بدخواہوں نے ان پر اشعار کا سرقہ کرنے کی تہمت لگائی ہے لیکن یہ ایک بے معنی تہمت ہے درحقیقت انکا کلام اس نزاکت سے جو حقیقی شعر کہلاتا ہے خالی ہے اور سوائے شعر کی ظاہری صورت کے اور کچھ نہیں۔ انکے اشعار ایسے نہیں جو ایک غضبناک سیلاب کی طرح شور برپا کرتے ہوئے آگے بڑھے اور وحشی چٹانوں اور بڑے بڑے پتھر کے تختوں میں سے گذر کر بدعت کی راہوں کو مٹاتے ہوئے نئی راہ نکالے۔ ہاں ایک روشن کلام ہے لیکن آہستہ اور بے صدا، جو ایک ندی کی طرح ہموار میدان میں سے گذرتا ہے چلتا ہے اور جانی پہچانی پرانی روایات کی راہوں سے آگے بڑھتا ہے۔ نہ پرانی روایات سے منہ موڑتا ہے اور نہ ہی کوئی نئی چیز سامنے لاتا ہے۔ اس طرح کے اشعار میں نہ کوئی بلندی ہے اور نہ ہی کوئی گہرائی۔ ادب کے اساتذہ کے اشعار کی مانند بے عیب اور بے جان! لیکن کیا وہ بالآخر اپنے عہد کے استاد ادب نہیں تھے؟"[1]

(۱) باکاروان حلہ...... ڈکٹر عبدالحسین زرین کوب اُستاد دانش گاہ تہران۔ انتشارات محمد علی علمی تہران ۱۳۴۷ش صفحہ ۲۹۴۔

ڈاکٹر زرین کوب نے زبان و اسلوب کے نقاد کی حیثیت سے مولانا جامیؒ کے کلام پر رائے زنی کی ہے اور اس میں کسی حد تک ان سے اتفاق کیا جا سکتا ہے کیونکہ مولانا جامیؒ کا عہد فارسی زبان و ادب میں بھی زوال آمادہ عہد تھا اور اس زبان کی قوت و قدرت وقت گذرنے کے ساتھ ماند پڑ چکی تھی۔ اس کا شاعرانہ زور ٹوٹ چکا تھا اور کلام کی ادائیگی کی روش اور موضوعات کی تدوین کی جگہ خشک و معمول کی تعلیمات نے لی تھی۔ مولانا جامیؒ کے زمانے میں جو شعر جوڑنے والے اور خود کو شاعر کہلانے والے موجود تھے وہ شعر گوئی کے صحیح قواعد و اصول سے مطلق بے خبر تھے اور مولانا جامیؒ نے ایسے خطرناک شاعروں کو بھی نیم صوفی بلکہ ناصوفی چاپلوسوں کی طرح آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ لیکن یہ مولانا جامیؒ ہی وہ تنہا درویش صفت صوفی و عاشق اور شاعر تھے جنہوں نے فارسی شعر کے بجھتے ہوئے چراغ کو روشن رکھا اور اپنے زمانے کے رائج شعری اسالیب سے، جن کے خالق شعر گوئی کے قاعدہ واصول اور حدود و مراتب سے بے خبر تھے اور نیک و بد سے ناواقف، دور رہ کر ایک ایسے شفاف و روشن اسلوب کی تخلیق کی کہ ایران میں موجودہ دور میں فارسی ادب سے متعلق لکھی گئی تمام کتابوں میں مولانا جامیؒ کو نویں صدی ہجری کا سب سے بڑا اور تصوف کا نامور شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔[1] استاد زرین کوب جس نگاہ سے مولانا جامیؒ کے اشعار میں نہ کوئی بلندی پاتے ہیں نہ گہرائی، اس نگاہ میں صرف مولانا جامیؒ کی ہی تخصیص نہیں ہو سکتی کیونکہ ایران کی فارسی شری تاریخ میں معدودے چند ہی ایسے استادان سخن ہیں جو استاد موصوف کی تعریف کے زمرے میں آتے ہیں۔

اور ہزاروں شاعروں میں اگر صرف دس ایسے شاعر موجود ہوں جن کا کلام بلند اور عمیق ہے تو یہ کوئی تحسین آمیز بات نہیں اس لئے ڈاکٹر زرین کوب کی تنقید فقط مولانا جامیؒ سے مربوط نہیں کی جا سکتی۔ مولانا جامیؒ کا کلام اپنے عہد کا روشن اور تابناک شعری اثاثہ ہے جس میں سوز و گداز بھی ہے اور تغزل بھی ہے۔ مضمون سازی بھی ہے اور تسلسل مضامین بھی۔ شیرینی بھی ہے اور فصاحت کلام بھی۔ عاشقانہ کلام کی رنگینی اور خوبصورتی بھی ہے اور صنائع و بدائع کی قابل برداشت نیرنگی بھی۔

مولانا جامیؒ چونکہ ہماری نظروں کے سامنے ایک خالص جسمانی محبوب کو جلوہ گر کرتے ہیں جو مولانا جلال الدین رومیؒ، سنائی غزنوی اور خواجہ فرید الدین عطار کے محبوب سے جدا ہے اور گوشت و پوست کے اسی جسمانی و زمینی محبوب کے عشق میں فنا کا درجہ حاصل کیا ہے، اسلئے مولانا جامیؒ کی غزلوں میں ہم اسی خوبصورتی اور گونا گون رنگینی اور تاثیر کا مشاہدہ کرتے ہیں جس کا آپ نے بہت قریب سے معائنہ کیا اور جس سے آپ نے اپنے حق میں ایک

---

(۱) دیکھیے: تاریخ ادبیات فارسی از رضا زادہ شفق تاریخ ادبیات در ایران، از دکتر ذبیح اللہ صفا۔ نیز دیکھیے: شعر و ادب فارسی از زین العابدین موتمن اور تحول شعر فارسی از زین العابدین موتمن۔

عمیق اثر قبول کرلیا اور چونکہ زمینی محبوب کے توسط سے مولانا جامیؒ کا عشق خالصتاً انسانی عشق تھا یہی وجہ ہے کہ مولانا جامیؒ کا عشق مصنوع نہیں اور اسکے نتیجے میں مولاناؒ کے جذبات واحساسات میں سادگی اور روانی آ گئی ہے اور کہیں پیچیدگی وتصنع کا نام نہیں۔ مولاناؒ کی غزلیں محبت کی پوری دنیا کو ہماری نظروں کے سامنے مجسم کر دیتی ہیں کیونکہ اس دنیا میں مولانا جامیؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ سیر کی ہے اور اسے بڑی نزدیکی سے دیکھا اور اس کے ہر گوشے کا مشاہدہ کیا ہے۔ محبت کی دُنیا کے اس طویل سفر میں آپ جن مصائب وشدائد سے روبرو ہوئے ان کے نتیجے میں آپ کے دل کی آگ بھڑک اٹھی اور اسی آتش محبت کا اظہار آپ نے اپنے خاص انداز میں اور اپنے عشق و محبت کے مقام ومرتبہ کے مطابق اپنی غزلوں میں کیا اور جس انداز سے کیا اس میں وہ اپنے عہد میں منفرد ہیں اور یہ انداز تحسین وستائش کے لائق ہے کیونکہ یہ خاص اسلوب بیان محض تکلف نہیں بلکہ ان کی اندرونی سوزش اور شور وہیجان کا ترجمان ہے اور یقیناً اس زوال پذیر ادبی دور میں جبکہ ایران ناخوشگوار تاریخی حادثوں کے نتیجے میں علمی اور اخلاقی انحطاط سے دوچار تھا اور حقیقی شعر گوئی کا فقدان بھی تھا اور شاعر لوگ علمی فضائل سے عاری تھے جبکہ انہوں نے شعر گوئی کو' جیسا کہ خود جامیؒ کی زبانی قبلاً بیان ہو چکا ہے' وسیلہ معاش بنایا تھا اور اس لئے ذوق وحال اور اندرونی جذبہ وہیجان سے' جو شاعری کے اساسی ارکان ہیں' بے بہرہ تھے' مولانا جامیؒ جیسے فرد مشخص اور نامور ویکتا شاعر کا وجود میں آ جانا بعد کی فارسی شاعری کے لئے ایک مبارک فال تھا۔

مولانا جامیؒ کا دور ادبی لحاظ سے فارسی شاعری میں انحطاط کا دور اسلئے بھی تھا کہ اس دور میں شاعروں کی توجہ صنائع وبدائع اور تصنع وتکلف اور اجنبی ودوراز ذھن مضامین کو لانے یعنی باریک خیالی' مضمون تراشی اور خواہ ناخواہ عرفانی اصطلاحوں کے استعمال کی طرف تھی۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ تیموری سلاطین صوفیوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور اسلیئے ریاکار لوگوں کی ایک جماعت جو شعر بافی کے پردے میں منفعت ساز تھے خانقاہوں میں شیخیت کے مسند ارشاد پر بیٹھ کر رہبری کا دعویٰ کرتے تھے۔ اور اپنے خطابات اور اپنی شعر بافیوں میں صوفیانہ اصطلاحات کا خوب بڑھ چڑھ کر چرچا کرتے تھے۔ مولانا جامیؒ نے ایسے ہی شکم پرور اور نفع اندیش ولقمہ خوار صوفیوں کے بارے میں فرمایا ۔

حذر از صوفیان شہر و دیار
همه نامرد مند و مردم خوار
کارشان غیر خواب و خوردن نه
ھیچشان فکر روز مردن نه

فکر شان حصر در وجوه معاش
فکر شان صرف بہر سفرہ و آش
ھریکی کردہ منزلی دیگر
نام آن خانقاہ و یالنگر
فرشھای لطیف افگندہ
ظرفھای نکو پراکندہ
ایں نہ صوفیگری و آزادی است
بلکہ کیدی گری و قوادی است
شیخ و صوفی کہ گفتمت صدبار
میکنم زان حدیث استغفار
آن فرو مایہ راچہ استحقاق
کاین اسامی براوشود اطلاق

تیموری دور میں سلاطین تیموری کی رغبت و پسند کو خاطر میں رکھ کر صوفی نما شعر باف حضرات نے جو تصوف نما شعر کہے ان میں نہ شور و حال تھا نہ ہی عشق واقعی کی کیفیت تھی اور نہ اشتیاق تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے پر تکرار اور خشک و پیچیدہ اور بے ربط وگاہی بے معنی اشعار میں ایک سوختہ جان عارف یا شوریدہ باطن عاشق کا سراغ کہاں مل سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تیموری دور شعری انحطاط میں داخل ہوا اور اسی انحطاط و زوال کی خاک سے مولانا جامیؒ اٹھے جنہوں نے فارسی شعر گوئی کی ٹمٹماتی روشنی کو گل ہونے سے بچالیا اور اپنے لطف کلام، جذابیت، عشق و محبت حقیقی کے جان آفرین عناصر کی چاشنی، حسن بیان، اور ایک ھیجان انگیز لحن سے جو جامیؒ کا اپنا مخصوص لحن ہے، اپنے لئے خاص مقام پیدا کیا۔

مولانا جامیؒ کی حقیقت پسندانہ شاعری، جو ان کے ایک پرسوز و گداز دل اور ان کی شوریدہ سری کا بالواسطہ نتیجہ تھی، کی بنیاد بقول مولانا عبدالغفور لاری: " بصُوَرِ جمیلہ انسانی و زمانی بصورتی خیالی کہ ویرا در خارج وجودی گمان نمی بردہ" سے عشق رکھنے سے وابستہ تھی۔ سلطان حسین بایقرا نے مجالس العشاق میں لکھا ہے کہ: بہت کم ہی ایسا ہوتا تھا جبکہ آپ کی (مولانا جامیؒ کی) مجلس شریف کسی حسن مجازی سے خالی ہوتی" چنانچہ مثنوی یوسف و زلیخا کے آغاز میں خود مولانا جامیؒ نے اپنی ہمیشہ کی عاشقانہ آشفتگی کی طرف

وضاحت کرتے ہوئے کہا:

بحمد اللہ کہ تابودم درین دیر
براہ عاشقی بودم سبک سیر

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ فطرت سے ایک جمال پرست عاشق صادق تھے جن کا پاک اور خالص حقیقی عشق سے سروکار تھا یہ عشق آتش میں مبدل ہو چکا تھا جس میں آپ اندر ہی اندر پگھلتے رہے اور آخر کار بے قابو ہو کر اپنے احساسات کو عرفان و تصوف اور مجاز کی آمیختگی کے ساتھ غزلوں میں بیان کر کے اپنے معاصرین سے ممتاز درجہ حاصل کیا۔

اب ہم ذیل میں مندرجہ بالا صفات اور مشخصات کے پیش نظر ان کی غزلوں میں سے نمونے پیش کریں گے:

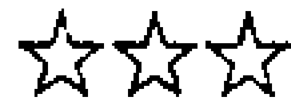
۱۔سوز و گداز

از خار خار هجر تو درسینه دارم خارها
هر دم شکفته بررخم زان خارها گلزارها
از بس فغان و شیونم چکیست خم گشته بهم
اشک آمده تادامنم از هرمژه چون تارها
ره جانب بستان فکن کزشوق توگل در چمن
صد چاک کرده پیرهن شسته بخون رخسارها
تاسوی باغ آری گذر سرو و صنوبر رانگر
عمری پی نظاره سر برکرده از دیوارها
هردم فروشم جان ترا بوسه ستانم دربها
دیوانه ام باشد مرابا خود بسی بازارها
تو داده بار هرخسی من مرده از غیرت بسی
یکبار میرد هر کسی بیچاره جامی بارها

☆☆☆

باز هوای چمنم آرزوست
جلوهٔ سرو وسمنم آرزوست

نکہت گل راچہ کنم ای نسیم
بوئی ازآن پیرہنم آرزوست
تو بہ زمی کردم و آمد بہار
ساقی تو بہ شکنم آرزوست
پرسش اگر نیست بگونا سزا
کزدھنت یک سخنم آرزوست
من کیم و بزم تو لیکن زدور
دیدن آن انجمنم آرزوست
زیستنم باتو میسر مباد
بی تو اگر زیستنم آرزوست
بیش مگو جامی از آن لب سخن
کین سخنان زاں دھنم آرزوست



ای شہسوار حسن جانم فدای تست
ھر جا سر یست خاک رہ بادپای تست
خوش جلوہ دہ سمند کہ دفع گزندرا
ھر سو ھزار سو ختہ دل درد عای تست
مشتاق وصل را کہ زہجران بہ جان رسید
سرمایۂ حیات امید لقای تست
بیچارہ عاشق تو کہ با درد انتظار
سد در رہت غبار و ھنوزش ھوای تست
یک خندہ کردی ودل ماشد از آن تو
باری دگر بخند کہ جان ھم برای تست

دل چون تو انم از تو بریدن کہ در ازل
آب و گلم سرشتہ بمہرو وفای تست
جامی گر آن صنم ز تو بیگانہ شد مرنج
این بخت بس تراکہ سکش آشنای تست

☆☆☆

فصاحت کلام و شیرین گفتاری :-

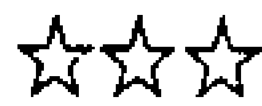
ای بردہ رخت رونق گلہا وسمنہا
دارد دھن تنگ تو باغنچہ سخنہا
گرسرو نہ باقد تو مانذ نتوان برد
چون آب بزنجیر مرا سوی چمنہا
صحرای عدم لالہ ستان شد چوشہیدان
باداغ تو رفتند بخون غرقہ کفنہا
گفتست بہ ہر غنچہ صبا لطف دہانت
ماندست زحیرت ھمہ راباز دھنہا
مشکل کہ بود روی خلاصی دل مارا
از زلف تو با این ھمہ خمہا و شکنہا
با لذّت آوارگی وادی عشقت
غربت زدگان را نہ شود میل و طنہا
چون خامہ بوصف خط تو خشک فرو ماند
جامی کہ شد آنگشت نما در ھمہ فنہا

☆☆☆

عجب مطبوع و موزونی ' عجب زیبا و رعنائی
عجب شوخ دل آشوبی ' عجب ماہ دل آرائی

بہ غمزہ آفت جانی بہ قامت سروبستانی
بہ رخ شمع شبستانی، بہ لب لعل شکرخائی
دلی دارم زغم پرخون غمی دارم، زحد بیرون
دریغا گر تو بر حال من بیدل بخشائی
اجل نزدیک شد دوراز توام آخرچہ کم گردد
اگر روزی قدم در پرسش من رنجہ فرمائی
قدت یا رب چہ موزونست کز رفتار شیرینش
قیامت خیزد اندر شہر اگر ناگہ برون آئی
اساس عشق محکم گشت و بنیاد خرد ویران
اغیثونی اخلائی اعینونی احبائی
دلم بس خلوت تاریک و تنگ آمد بیا جانا
درون منظر چشم نشین یکدم چو بینائی
روای ھمدم تو دربزم طرب بادوستان خوش زی
رہا کن تابمیرد جامی اندر کنج تنہائی
☆☆☆
حقۂ لعل تو از جوہر جان ساختہ اند
کام ہر خستہ در آن حقہ نہان ساختہ اند
ہر لطافت کہ نہان بودپس پردۂ غیب
ھمہ در صورت خوب تو عیان ساختہ اند
ہر چہ بر صفحۂ اندیشہ کشد کلک خیال
شوخی و نازو کرشمہ ھمہ آوردہ بہم
فتنۂ عالم و آشوب جہان ساختہ اند
شکل مطبوع تو زیبا تر از آن ساختہ اند

آن نہ بالاست نہالیست کہ از روضۂ قدس
بہ تماشاگہ عشاق روان ساختہ اند
محنت ہجردہد چاشنی شربت شوق
درد مندان فراقت بہ همان ساختہ اند
تابراہ طلبت بی قدمان پی نبرند
کعبۂ وصل تو بی نام ونشان ساختہ اند
بس کہ جامی صفت حسن تو نیکو گوید
عشقباز ان سخنش ورد زبان ساختہ اند



۳۔ واقعہ گوئی ؎

دل برد زمن فتنہ گری عشوہ نمائی
زرّین کمری کجکلہی تنگ قبائی
در حسن و ملاحت ، چہ پری چہرہ نگاری
درسر کشی و نازچہ شوخی چہ بلائی
من کی بو صالش رسم ، این بس کہ براهش
روزی کہ شوم خاک بوسم کف پائی
داری سر خوزیز من ، اینک کفن و تیغ
باحکم تو کس رانر سد چون و چرائی
باشد غم ہجر تو بہ خونا بہ بر آن نقش
گر از سر خاکم بدمد برگ گیاھی
تو خندہ زنان میگذری بی خبر از من
من گریہ کنان میکنم از دور دعائی

یا رب بہ چہ خرسند شود جامی بیدل
روزی کہ نیاید ز تو تشریف جفائی

☆☆☆

بگذشت یار وسوی اسیران نظر نہ کرد
کردیم نالہ دردل سختش اثر نہ کرد
خاک رہش شدیم کہ بوسیم پای او
از سرکشی و ناز بر آنجا گذر نہ کرد
مارا چہ سود اشک چوسیم و رخ چوزر
چون ہرگز التفات بدین سیم و زر نہ کرد
تا در رخش نظر نکنم ہرگز ندید
جائی کہ روی خویش بہ سوی دگر نہ کرد
ہر خاک رہ نشان کف پای نازکش
روشن دلی ندید کہ کحل بصر نہ کرد
میخواست تن کہ ہمرہ جان از پیش رود
جان خود چنان برفت کہ تن را خبر نکرد
شد خاک بردرش سر جامی ولی ھنوز
سودای پای بوس وی از سر بدرنہ کرد

☆☆☆

دی چودید آن مہ مرا از راہ گردیدن چہ بود
وان روان بگذشتن آنگہ بازپس دیدن چہ بود
بارفیقان گر نہ رمزی داشت از من درمیان
آن اشارت کردن پنہان و خندیدن چہ بود
بیدلی میگفت دی کان ماہ راخانہ کجاست
من زغیرت سوختم کان خانہ پرسیدن چہ بود

برنشان پای اوسازم بہانہ سجدہ را
تانہ گوید کس کہ رخ برخاک مالیدن چہ بود
گرنہ آخر دردلش جاکرد قول مدعی
بیگناہ از عاشق بیچارہ رنجیدن چہ بود
من نیا سودم زنالہ دوش و آن بد خونگفت
شب ہمہ شب بر سراین کوی نالیدن چہ بود
جامی آخر زان جوان بازیچۂ طفلان شدی
خود بگو پیرا نہ سر این عشق و رزیدن چہ بود

☆☆☆

۴۔عشق و عرفان کی آمیزش ے

شراب لعل باشد قوت جانہا قوت دلہا
''اَلا یا ایہا الساقی ادرکا سأ وَ ناوِلہا''
چو ز اوّل عشق مشکل بود وآخر ہم' چرا گویم
''کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا''
خوشامستی کہ ھشیاراز حرم خیزد از آن فارغ
کہ بود اندر میان راہی و اندر راہ منزلہا
ندانم کز کدامین پردہ زد حادی نواکامشب
زگلبانگ حُدا سیردگر دارند محملہا
مزن بر کہنہ دلق دردنوشان زاہد ا طعنہ
کہ در کوی مغان ھستند صدر آرای محفلہا
شدم درلایہای خم فرو ہر چند میدانم
کہ روزی بر دمد گلہای رسوائی ازین گلہا
درین گرداب غم کشتی می از کف منہ جامی
کہ نتوان جبزبدین کشتی گرفتن راہ ساحلہا

☆☆☆

پرتو شمع رخت عکس بر افلاک انداخت
قرص خورشید شد و سایہ برین خاک انداخت
برقی از شعشعۂ طلعت رخشان تو جست
شعلہ در خرمن مشتی خس و خاشاک انداخت
خوش برآن رخش کہ عشقت فلک سرکش را
طوق در گردن از آن حلقۂ فتراک انداخت
ذوق مستان صبوحی زدۂ بزم تودید
صبح در اطلس فیروزۂ خود چاک انداخت
می خرامیدی و ارواح قدس می گفتند
ای خوش آن پاک کہ سردر رہ این پاک انداخت
توتی ناطقہ راسرّ خط و عارض تو
زنگ تشویر در آئینہ ادراک انداخت
جامی اہلیّت اندیشۂ عشق تو نداشت
ھمتش رخت درین موج خطرناک انداخت

☆☆☆

بودم آن روز درین میکدہ از دُردکشان
کہ نہ از تاک نشان بود نہ از تاک نشان
از خرابات نشینان چہ نشان می طلبی
بی نشان ناشدہ زیشان نتوان یافت نشان
ھریک از ماہ وشان مظہر شان دگر اند
شان آن شاھد جان جلوہ گری از ھمہ شان
جان بہ فدایش کہ بہ دلجوئی مادلشدگان
میرود کوی بہ کو دامن اجلال کشان

درره میکده آن به که شوی ای دل خاک
شاید آن مست بدین سوگذرد جرعه فشان
نکتهٔ عشق به تقلید مگوای واعظ
بیش ازین باده بچش چاشنی ای بس بچشان
جامی این خرقهٔ پرہیز بینداز که یار
همدم بی سرو پایان شوو رندوشان

☆☆☆

۵۔تغزل ـ

آسوده دلا حال دل زار چه دانی
خونخواری عشاق جگر خار چه دانی
شب تابه سحر خفته به خلوتگه ناز
بیخوابی این دیدهٔ بیدار چه دانی
ہر گز نخلیده بکف پای تو خاری
آزردگی سینهٔ افگار چه دانی
ای فاخته پرواز کنان بر سرسروی
درد دل مرغان گرفتار چه دانی
جامی تو دجام می و بیهوشی و مستی
راه و روش از مردم هشیارچه دانی

☆☆☆

دل باز سراسیمهٔ سیمین ذقنی شد
مفتون شکر ریزی شیرین سخنی شد
ہر چند که صد زخم زخنجر به تنم زد
ھریک پی بوسیدن دستش دهنی شد

بس شہ کہ چو خسرو لب شیرین تو چون دید
در کوہ زد از عشق سرو کوهکنی شد
بر کشتۂ عشق تو زدل بستہ جگر خون
بنگر کہ شہید تو چہ خونین کفنی شد
تا از تو قبامانع تن گشت بہ تنگم
خوش آنکہ همین مانع او پیرهنی شد
از بس کہ زعشقم شدہ مشہور بہ هر کوی
هر جا کہ نشستم زبتان انجمنی شد
جامی کہ زعقل و ادب افتادہ بہ عشق است
در محنت این کار عجب ممتحنی شد

☆☆☆

آن کیست سوارہ کہ بلای دل و دین است
صدخانہ بر انداختہ در خانۂ زین است
ماهیست درخشندہ چو برپشت سمند ست
سرویست خرامندہ چوبرروی زمین است
آشوب جہان است اگر اسپ سوار است
آسایش جان است اگر بزم نشین است
در آتش و آبم زدل ودیدہ چو دیدم
کا فروختہ رخسار و عرق گرد جبین است
برتافت زمن روٗ گرہ افگند در ابرو
اینک سرو شمشیر اگر برسر کین است
گر قصۂ خود عرضہ رایش نتوان کرد
صد شکر خدا کو همہ دان و همہ بین است

گفتم کہ سخن رانی جامی زلب تست
از پستہ شکر ریخت کہ آری سخن این است

☆☆☆

۶۔ سادگی و روانی

ہر بشی از تو درین گوشہ کا شانہ جدا
زآتشم شمع جدا سوزد و پروانہ جدا
مردہ و زندہ ملولم ز ملاقات رقیب
ہست دیرین مثلی گور جدا' خانہ جدا
چون ز بیگانگیت گریہ کنم بر غم خویش
از غم خویش جدا گرید و بیگانہ جدا
دل کہ محروم نشست است ازآن عارض وخال
ماندہ مرغیست ہم از آب و ہم ازدانہ جدا
چون تو مشاطہ صفت چہرہ و زلف آرائی
کشد از غیرتم آئینہ جدا ' شانہ جدا
ای خوش آن مفلس کہ از پای فتادہ زخمار
کش سبودست جداگیرد و پیانہ جدا
نظم جامی دگر و گفتۂ واعظ دگر است
سرّ توحید جدا باشد و افسانہ جدا

☆☆☆

مست چشمت شراب راچہ کند
بالبت قند ناب راچہ کند
دیدہ روشن بہ تست مردم چشم
چشمۂ آفتاب راچہ کند

هرکه راخانه قرص خورشید است
مشعل خانه تاب را چه کند
جوهری دید لعل خندانت
دُرج درّ خوشاب را چه کند
دیدهٔ بخت هر که بیدار است
با خیال تو خواب را چه کند
هر که شد در ره گدای تو پست
شاه عالیجناب را چه کند
شد به علم نظر علم جامیؔ
شغل درس و کتاب را چه کند

☆☆☆

خرّم آنان که سر زلف نگاری گیرند
وزپریشانی ایام کناری گیرند
تا ازین لجه رسد زورق امید به لب
لب جوی و لب جام و لب یاری گیرند
تادرین بی سروبن صیدگه آزاد زیند
جاسر کوهی و منزل بُن غاری گیرند
هیبت بادیۂ فقر و فنابین که درو
هر صف مورچہ راخیل سواری گیرند
بیقرار ند چو آتش زغمت سوختگان
تانمیرند چه امکان که قراری گیرند
تیز بینان نظر از کحل بصر دوخته اند
در رہت کحل بصیرت زغباری گیرند

جامی و روی بخاک در تو چون زحرم
هر یک از کعبه روان راه دیاری گیرند

☆☆☆

دم زد دل ازسرّ غمت از سرزنش خون کردمش
گرم از میان مردمان چو اشک بیرون کردمش
کردم عقیقین گهٔ ای پیدا بیاد آن دهان
یاد آمد از دندان مرا پر درّ مکنون کردمش
لیلیٰ بہ خواب ازمن شبی پرسید وصف زلف تو
گفتم مسلسل نکتہ ہا چندان کہ مجنون کردمش
چون خیمہ رادیدم تہی از وصلت ای سروسہی
جوئی کہ گرد خیمہ بود از گریہ جیحون کردمش
یارب چہ سخت آمدلت کز بہررحم احوال خود
ہر چند افزون گفتمش بی رحمی افزون کردمش
زخمی کہ مارگیسویت بر جان من زد بہ نہ شد
گرچہ زافسون خوان لبت صد باراافسون کردمش
جامی کہ بامیخوارگان میداشت ھمرنگی ہوس
جامی دو بردی زغمم درّاعہ میگون کردمش

☆☆☆

ای ھمہ سیمران سنگ تو برسینہ زنان
تلخکام از لب میگون تو شیرین دھنان
باگل و بلبل اگر باد نہ بوی تو رساند
آن چراجامہ دران آمد و این نعرہ زنان

دلق سالوس مرا پردۂ ناموس درید
جلوۂ تنگ قبایان تنک پیرهنان
چون نہ رنجم کہ درین بزم طرب پسندید
یک ترنجم بکف از غبغب سیمین ذقنان
بردر پیر خرابات کہ خمخانۂ او
باد محروس زسنگ ستم خم شکنان
می زدم حلقہ بر آمد زدرون آوازی
کای ترا خاتم دولت گرو اهرمنان
ساکن خانقہ و مدرسہ می باش کہ نیست
کنج میخانۂ ماجز وطن بی وطنان
لاف قوت مزن ای پشۂ عاجز کہ شکست
زیر این بار گران پشت همہ پیل تنان
جامی این نظم حسن گر بفرستدسوی فارس
حافظش نام نهد خسرو شیرین سخنان

☆☆☆

۷۔موسیقی آمیز بحروں کا انتخاب

چو ترکش بستہ از راہ آن سوار نازنین آید
مرا تیر بلا برسینۂ اندوهگین آید
بلا گویندمی آید زبالا ' راست است آری
بلای جان من اینک ازآن بالای زین آید
گہی آیدچنین خندان وخوش خلقی شود کشتہ
معاذ اللہ اگر ناگاہ بر آہنگ کین آید
چو از توسن همی آیی فرو برچشم من نہ پا
دریغ آید مرا کان پای نازک بر زمین آید

به هر ناوک که سوی بیدلان اندازی از غمزه
مراصد رخنه درجان صد خلل درکاردین آید
نهانی با تو رازی داشتم اکنون که فرصت شد
چه می آید رقیب روسیه یارب همین آید
زبیخوابی شبها این چنین کامد بجان جامی
چه خوش باشدکه آن بدروز راخواب پسین آید

☆☆☆

به رخسارو جبین وروی وعارض بردی ای دلبر
فروغ ازصبح ونورازروزوعکس ازماه وتاب ار خور
فروغ و نور و عکس و تاب رویت کرده عاشق را
بصربینا ' خرد دانا ' روان روشن ' ضمیر انور
نه باشد درهمه روم وری و چین و چگل شوخی
چوتو خویزیز و شور انگیز ورنگ آمیز و جنگ آور
به عارض گل به موسنبل به برنسرین به تن سیمین
به قد طوبیٰ به رخ جنت به خط طوطی به لب شکر
قبا دیبا کله زیبابدن نازک کمر چابک
عبارت خوش سخن دلکش دہان کوچک میان لاغر
به زلف وطرۂ مشکین و گفتار ولب شیرین
سمن سای وقمر فرسای و روح افزای و جان پرور
من وحرمان ویأس و رنج و محنت چون بود گردت
حصار از سنگ و سور از روی ودرزآهن کلید اززر
توئی درگلشن و برزن توئی در خوبی وحشمت
گل حمرا ' بت رعنا ' انور ' شه کشور

زذوق مستی و مخموری و چشم و لبت دایم
کشم خرقه دهم سبحه ' خورم باده ' زنم ساغر
بہ فکر و نطق وشعر و خط ' وبال خود شدی جامی
تہی کن دل فروخوردم شکن خامہ فگن دفتر

☆☆☆

بیاکز روی ساقی وقت گل برقع براندازیم
زعکس روی آن گل چہرہ گل در ساغر اندازیم
چوگیرد خواب مستی نرگس آن سروگلرخ را
زگل بالین نہیم ' از فرش سبزہ بستر اندازیم
بگیریم از سرخم خشت و زلای تہ می گل
پی عشرت درین خمخانہ طرح دیگر اندازیم
زبانگ چنگ ولحن ارغنون ونغمۂ بربط
فغان در طارم این گنبد نیلوفر اندازیم
صدای مستی ما چون ھمہ آفاق راگیرد
ازین بام زمرّد فام این طشت زرّ اندازیم
اگر عقل نصیحت گونہد بنیاد مستوری
بہ یک جرعہ شراب تلخ بنیادش بر اندازیم
زمحرومی است دوری از حریم مجلس مستان
بہر حیلت توان خود را بہ آن مجلس در اندازیم
ترنّم میکند واعظ چومی خوش نیست بی مطرب
بیاتاسر خوشان خود راپای منبر اندازیم
نیا رامیم چون کشتی درین دریا ولی ہر جا
کہ والا گوھری یابیم آنجا لنگر اندازیم

فضای این شکارستان پر است از صید پروردہ
چرا شہباز ھمت بر شکار لاغر اندازیم
نشاید تشنہ لب رفتن سوی جنت بیا جامی
کہ خود را پیش ازان از خم می در کوثر اندازیم

۸۔تسلسل مضامین

بخرام باز و جلوہ دہ آن سروناز را
پامال خویش کن سراھل نیاز را
بگذار یک نظارہ درآن رو کہ اہل دل
گیرند کیمیا نظری پاک باز را
خوش آن کہ تونشینی و من پیش روی تو
سازم بہانہ بہر سجودی نماز را
حسن تراز عشق من آوازہ شد بلند
محمود ساخت شہرۂ عالم ایاز را
از شرح سوز و درد من ای جان گداختی
پیش کہ گویم این الم جانگداز را
جولان مدہ سمند و مبر عقل و دین زما
بگذار شہسوار من این ترکتاز را
جامی گرفت خاطر آن مہ زشرح ہجر
کوتہ کن این فسانۂ دور و دراز را

☆☆☆

حلقۂ گوش ترا ھر کہ بدین لطف بدید
حلقۂ بندگی عشق تو در گوش کشید
حلقۂ گوش تراتا شدہ ام حلقہ بگوش
حلقہ سان کارمرا پادسری نیست پدید

گوشت ای سیمبر از حلقهٔ زرّگشت گران
جای آن دارد اگر نالهٔ ما را نشنید
ماند در حلقهٔ گوش تو گرفتار دلم
گرچه بسیار از آن راه برون شد طلبید
زرّ شد از حلقهٔ گوش تو مرا چهره ولی
نتوان گوهر وصل تو بدین وجه خرید
هر کجا حلقه زدند اهل ملاحت چو دلم
حلقهٔ گوش ترا دید ازان حلقه رمید
گوش کن گوش که از بار غم فرقت تو
حلقه شدقامت جامیؔ و به گوشت نرسید

☆☆☆

خوشاگل کآمده است از نازنینان چمن برسر
بساط سبزه زیر پای و چتر نارون بر سر
ز بیماری ببالین سر نهاده نرگس رعنا
پی بیمار پرسش آمده سروسمن برسر
همانالاله شمع جمع نوخیزان باغ آمد
که دار د شعلهٔ آتش میان انجمن برسر
معمائیست بس مشکل کشای اندرچمن غنچه
کش آورده است شاخ گل به طبع خویشتن برسر
بنفشه سر فگنده است و دژم بر طرف جوگویا
پی قتلش ستاده سوسن شمشیر زن برسر
درخت گل زباران سحر بهر قدح نوشان
نهاده صحنهای لعل پر درّ عدن برسر

قوانی سنج مرغان گو خمش باشید دربستان
کہ جامی آمدہ است از جملہ در لطف سخن برسر

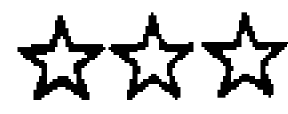
۹-عربی مصرعوں کی فارسی غزل میں موزُونیت (ملمّع)

احنّ شوقاً الٰی دیارٍ لقیتُ فیہا جمالِ سلمٰی
کہ میر ساند از آن نواحی نوید لطفی بجانب ما
بہ وادی غم منم فتادہ ' زمام فکرت زدست دادہ
نہ بخت یاور نہ عقل رہبر نہ تن توانا نہ دل شکیبا
زہی جمال تو قبلۂ جان حریم کوی تو کعبۂ دل
فَاِن سَجدنا اِلیک نَسجدو وَاِن سَعینا الیک نسعا
زسر عشق تو بود ساکن زبان ارباب شوق لیکن
زبی زبانی غم نہانی چنانکہ دانی شد آشکارا
بکت عیونی علٰی شیونی فساء حالی وَلا اُبالی
کہ دانم آخرطبیب وصلت مریض خود راکند مداوا
اگربہ جورم برآوری جان وگربہ تیغم برافگنی سر
قسم بجانت کہ بر ندارم سرارادت زخاکِ آن پا
بہ نازگفتی فلان کجائی چہ بودحالت درین جدائی
مرضتُ شوقاً وَمِتُ ھجراً فکیفَ اشکوا اِلیکَ شکوا
بر آستانت کمینہ جامی مجال بودن ندید از انرو
بکنج فرقت نشست محزون بکوی محنت گرفت ماوی

☆☆☆

زھجران برلبِ آمد جان غمناک
الایالیت شعری این القاک
ہر جمعیتی وصلِ تو جویم
لعلّ اللہ یجمعنی وایاک

کسان را مہر دل از دیدہ خیزد
وقلبی کانَ قبل العین یَہواک
نعیم خلد اگر گردد میسر
لعمری لا یطیب العیش لولاک
عنان عزم ھر سوئی کہ تابی
سوی قلب المیتم لیس ماواک
شدم خاک رہ و دامن کشیدی
زمان چون شاخ گل حاشاک حاشاک
بقصدِ قتلِ جامی میکشی تیغ
کرمہا میکنی اللہ ابقاک



خستۂ زخم عشقم ای ساقی
لاطبیب لہا ولا راقی
بادۂ غم زدا فگن درجام
لنۂ رقیتی و تریاقی
دُرد نوشان چو درد من دیدند
حیث اجری الدُموع آماقی
بس کہ راندند خون دل زمژہ
فاض اقداحہم کاحداقی
ای کہ با ابروی خمیدۂ خویش
زیراین سقف نیلگون طاقی
بی تو بیش از حد ست جامی را
محنت ہجر و درد مشتاقی

شمه ای با تو گفتم و رفتم
قس علی ماسمعته الباقی

☆☆☆

۱۰۔ کائنات اور دینوی تجلیات سے اندرونی ربط

صبحدم عزم چمن کن که هوا معتدل است
وزنم نیم بشی راه نه گرد و نه گل است
تخته خاک زلبس گل که دمید مست زگل
لوح صورت گری خامه زنانان چگل است
ابر گوسایه میفراز که گرد لب جوی
سایهٔ ناروان و بیدبهم متصل است
ہر شاخ گلی خرم و خندان دل خویش
ہر که چون غنچه درین فصل زارباب دل است
برلب، کشت چراسرخ بر آمد لاله
گرنه در دورگل از ساغر خالی خجل است
محتسب گر نه زند بر خم می سنگ ستم
هر جفایی که کند در حق مستان بحل است
بوستان دلکش وی بی غش ویاران سرخوش
جامی از زهد خود امروز عجب منفعل است

☆☆☆

گل را فراز شاخ بین درجلوهٔ ناز آمده
شرح نیاز خویش را بلبل نوا ساز آمده
دامان دشت وگلشن از لعل و زمرد پرشود
زین سان که گنجور زمین گنجینه پرداز آمده

شد لاله شمع بزم گل اینک ببین پروانه سان
ریزان شکوفه دمبدم سویش به پرواز آمده
بس زنده دل کز جام گل خورده می ذوق و طرب
هشیار رفته تا چمن مست و سرانداز آمده
درکار گاه عاشقی بین نورسان باغ را
گل تخت منظوری زده نرگس نظر باز آمده
بس نکته دان کز بلبلان چون کرده گوش اوصاف گل
در گوش جانش نکته ها از پردهٔ راز آمده
ز آواز مرغان از چمن رفته صدا تا صومعه
صوفی به سر غلتان شده دنبال آواز آمده
من عشق و مستی از ازل آورده ام باخود بلی
انجام کار هر کسی بروفق آغاز آمده
زین شعر نوشد پر شکر جامی خراسان گوئیا
از کلک سعدی نکتهٔ شیرین ز شیراز آمده

☆☆☆

چون زفیضِ رشحاتِ نم باران قِدم
سر بر افراخت نی از خاک نیستان عدم
کرد درخود نظری دید قبائی زقصب
تنگ برقامتِ او دوخته خیاط کرم
لیک دانست که باپای فرورفته به گل
هست در زیر قبا صد گرہ بند بهم
گفت یارب بگشا این گره و بند بده
دستِ لطفی که بر آرم زگل و آب قدم

تا بیش کند قبا از بدن وپای ز گل
گره و بند گشادش زدل و جان وزم
لب نہادش بہ لب وچون زخودش یافت تہی
در وجود تہی از خود شدهٔ او زد دم
او دم خویش روان درتنِ او ساخت عیان
ہرچہ در پردہ نہان داشت زالحان ونغم
نی ازان بانگ ونواگفت نبا شدوم من
جز دم او وازین دم نخوزم ہیچ ندم
بلکہ من اویم واومن بمثل گرچہ کشد
مدعِی بر رخ ایمان من از کفر رقم
جامی اسرارمکن فاش کہ در مذہب قوم
نہ زبان محرم این راز نماید نہ قلم
ھمہ دانند کز افشای چنین معنی رفت
صاحب قول انا الحق بہ سر دار ستم

☆☆☆

۱۱۔حُسنِ ترکیب اور استواری کلام

سرو گل اندام من طرف کلہ بر شکست
کاکل او برسمن ' غالیۂ ترشکست
نافہ کشاشد نسیم از گرہ زلف او
رونق سنبل ببرد قیمت عنبر شکست
بر رخ پرگردم اشک از دل آزردہ رُفت
بادۂ گلگون بہ خاک ریخت چو ساغر شکست
رشتۂ جان زاستخوان سبحۂ پُر مہرہ گشت
بس کہ زسنگ جفاش این تن لاغر شکست

بست بروی بتان شیخ در صومعہ
سنگدل من رسید صومعہ را در شکست
بسکہ ز سرو قدش بار بہ دلہارسید
در چمن از باردل پشت صنوبر شکست
شرح غمش می نوشت جامی بیدل فتاد
در دل خامہ شکاف در رخ دفتر شکست

☆☆☆

گفتم: از تو بردلم ہردم کم از صد غم مباد
زیر لب خندید و گفتا: بیش باد و کم مباد
گفتمش: سررشتۂ کارم شد از زلف تو گم
گفت: کارکس چنین آشفتہ و درہم مباد
گفتمش: بہر تو می ریزم زمژگان درّ اشک
گفت: یارب ہر گز این ابر کرم بی نم مباد
گفتمش: شد قامتم چون حلقۂ اشکم نگین
گفت: جز حرف و فایم نقش این خاتم مباد
گفتم: از ھجران نباشد ماتمی جان سوز تر
گفت: برجان محبان داغ این ماتم مباد
گفتمش: دارم دلی پر درد بی پیکان تو
گفت: یارب ھیچکس را دردبی مرہم مباد
گفتم: از عشق تو خالی نیست در عالم کسی
گفت: جامی ہر کہ عاشق نیست در عالم مباد

☆☆☆

ای زخاک قدمت چشم مرا بینائی
چشم بد دور ز روی تو کہ بس زیبائی

ای خوش آن دیدہ کہ اول بہ رخت می افتد
بامدا دان کہ بہ صد جلوہ برون می آئی
لطف وانعام تو عام است ندانم کہ چرا
ھیچگہ برمن درویش نمی بخشائی
سوز من روشنت آن دم شود ای شمع چگل
کہ بشی سوختہ باشی بہ غم تنہائی
گرنیرزم بہ جوابی چو سلامت گویم
چشم دارم کہ بہ دشنام زبان بکشائی
چند سودای بتان وای ازین خون خوردن
تا بکی طعن کسان آہ ازین رسوائی
عقل گفتا نہ رسد وصل سلاطین بگدا
بیش ازین در طلبش عمر چہ میفر سائی
عشق فریاد بر آورد کہ ای عقل خموش
بس بود لذت درد طلب و جویائی
جامی از خیل سگان یار غلامان باشد
بندۂ حلقہ بگوش است چہ می فرمائی

☆☆☆

مولانا جامیؒ کی غزلیات میں صنایع و بدایع کا حسن جگہ جگہ چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔صنایع و بدایع کا شعری کلام شاعر کی علمی حیثیت کی بھی دلیل ہوتا ہے۔جس طرح ایک پیشہ ور زیور ساز اپنے مہارت فن سے زیور کے حسن اور اس کی دل کشی اور جاذبیت میں اضافہ کر کے اسے دل نشین بنا دیتا ہے اسی طرح ایک عالم شاعر بھی اپنے استعداد وقوت ادراک کے مطابق اپنے کلام کو صنایع و بدایع کے زیور سے آراستہ کر کے اسے جذاب اور اثر انگیز بنا دیا ہے۔سعدیؔ' حافظؔ' خواجوؔ' کمال اسمٰعیل' اصفہانیؔ' سلمان ساوجی اور امیر خسروؒ جیسے باکمال اور ممتاز ترین شعراء کے کلام کی خوبیوں میں صنایع و بدایع کا موزون اور مناسب استعمال بھی ہے۔

مولانا جامیؒ کا کلام صنایع و بدایع کے حسن سے بھی سرشار ہے۔اگر غور و دقت کے ساتھ ان کے ضخیم دیوان

غزلیات میں صنائع و بدائع سے متعلق مختلف عنوانوں کے تحت ان کے اشعار کو بروئے کار لایا جائے تو اس میں کافی وقت درکار ہوگا اور یقیناً یہ کام خود ایک ضخیم کتاب کی صورت میں سامنے آجائے گا۔

ذیل میں ہم مختصر طور پر مولانا جامیؒ کی غزلیات میں حسن صنائع و بدائع کے بعض عنوانوں کا ذکر مثالوں کے ہمراہ کریں گے۔

حسن تعلیل:۔

گر کند غنچہ باتو دعوی لطف
بر دہانش زند نسیم صبا

☆☆☆

بس کہ رقتند شہیدان غمت سوی عدم
لالہ ہا غرقہ بخون مید مد آن صحرارا

☆☆☆

بر لب کشت چرا سرخ بر آمد لالہ
گرنہ در دور گل از ساغر خالی خجل است

☆☆☆

تا گل تتق غنچہ ز رخسار گشاد است
نرگس ھمہ تن چشم شدہ بر تماشاست

☆☆☆

می خرامد سوی بستان شاہد رعنای گل
میرود آب روان تا سر نہد در پای گل

☆☆☆

بین غنچۂ نشکفتہ کہ آورد بہ سویت
سربستہ پیامی ز دل سینہ فگاران

☆☆☆

نرگس ولالہ بروی سبزہ پنداری بہ خواب
مستی افتادہ ' زکف ' جام شراب انداختہ

روز مرہ و محاورہ:۔

دل من پر زمہر یار و او فارغ نبود است آن
کہ میگویند راہی ہست دلہا راسوی دلہا

☆☆☆

مرا از ہجر او دردل گرہ می بود صد مشکل
چودیدم شکل اوفی الحال حل شد جملہ مشکلہا

☆☆☆

گرحسود از فتنہ آتش زد جہان را ' باک نیست
آتش نمرود گلزار آمد ابراہیم را

☆☆☆

رخنہ کر دی دل بہ قصد جان من دیوانہ را
دزد آری بہر کالا می شکافد خانہ را

☆☆☆

دارد رقیب بامن دندان زنی بکویت
باہم نزاع دیرین باشد سگ و گدارا

☆☆☆

از نسیم گل و مل دین و دلم رفت بباد
آخر ای باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

☆☆☆

دل را خیال می نہ کشد جزبہ خال او
او مرغ زیرک است بہ ہر دانہ کی شود

مراعاۃ النظیر:۔

بستہ جان احرام کوی تست وقالب محملش
جزدل نالان درین محمل جرس نبود مرا

☆☆☆

تیغ سیاست بکش خون اسیران بریز
دولت خوبی چو داد حشمت سلطان ترا

☆☆☆

برچمن گرگذرد نکہتی از پیرہنت
پر شود دامن و جیب سمن و غنچہ زطیب

☆☆☆

در سیم ساق و ساعد ہر بت کہ بنگری
دستش مزن بہ دامن و بر آستین مچسب

☆☆☆

از ندای تو در افتاد صدائی بہ حرم
خاست صد نعرۂ لبیک زاھلِ عرفات

☆☆☆

قیمت صحبت اونقد دو عالم کردند
جانِ پاکان بہ ہمین نرخ خریدارش باد

☆☆☆

مراکشتی و تکبیری نگفتی
چہ سنگین دل کسی اللہ اکبر

تضاد:۔

بہ عشق کہنہ کہ نوشد اگر گنہکارم
خطِ عذار تو عذرِ گنہ بس است مرا

☆☆☆

به تشریف قدوم خود زمانی
مشرف کن خراب آباد ما را

☆☆☆

قول دشمن مشنو در حق من
که زمن دوست تری نیست ترا

☆☆☆

هر خشتی از کنشت شود کعبهٔ دگر
گر پرتو جمال تو افتد به سومنات

☆☆☆

شبها بباغ بی گل روی تو ناله ام
مرغان خفته را به سحر خوانی آورد

☆☆☆

به تیغت زنده ای شد کشته خوابش دید بیداری
که بر خود زیر خاک از ذوق چاک اندر کفن میزد

☆☆☆

اشک ریزان میروم اما کجا یابد رواج
پیش آن دریای شیرین چند قطره آب شور

تشبیه:

بر صورت نرگس بگشا چشم که گوئی
پیراهن خورشید عیان عقد ثریاست
یا برکف سیمین بدنی جام زراست آن
کز هر سویش انگشت چوسیم آمده پیداست

☆☆☆

تختۂ خاک زبس گل کہ دمیدست زگل
لوح صورتگری خامہ زنانِ چگل است

☆☆☆

تافت ابرازسیم رشتہ ' سوزن اززرساخت مہر
تاصبا دوزد قبای لطف بربالایِ گل

☆☆☆

ای زلعلت کام چو روح الامین
خط سبزت رحمۃللعالمین

☆☆☆

چین در جبین فگندہ گذشتی بسوی من
زنجیر کردہ ای درِ رحمت برویِ من

☆☆☆

بہ چہرہ صورت حسنی ' بہ غمزہ آفتِ دینی
بہ عشوہ شور جہانی ' بہ خندہ راحت جانی

☆☆☆

آبروی دگر آورد چمن را کہ نوشت
بر مطول الفی میم مدوّر نرگس

☆☆☆

تلمیح:

بہ عذر عشق و امق را خطی بس
کہ عذرا را زخوبی بر عذار است

☆☆☆

طرّۂ شبرنگ تو لیلیٰ و دل مجنونِ آن
لعلِ شکر بار تو شیرین و جان فرہاد او

☆☆☆

کمینی یا حمیرا کردہ ورد
بالب شیرین آن شیرین مقال

☆☆☆

بہ لاف ناخلفانِ زمانہ غرّہ مشو
مرو چو سامری از رہ ببانگِ گوسالہ

☆☆☆

نفخ روح القدس از ہر متنفّس مطلب
نزل این فیض جز از خوان مسیحا نرسد

☆☆☆

دہد ~~شجر~~ شجر موسوی تجلی دوست
چو وصل آن شجر از شعبۂ شعیب کند

☆☆☆

در دہ زلال خضر کہ رفت آنکہ گفتی
زهد مرا اساس چو سدِّ سکندر است

☆☆☆

مپندلب ز نصیحت کہ موربہر خدا
بہ همسران خبر از مقدم سلیمان گفت

☆☆☆

تجنیس:

دو هفتہ شد کہ ندیدم مہ دو ہفتۂ خود را
کجا روم بہ کہ گویم غم نہفتۂ خود را

☆☆☆

جامی خموش کم شو از گفت و گوچو شد نو
ذوقِ غزل سرائی از ذوقِ آن غزالت

☆☆☆

تا قبا بزری ازین سان صددل
بستہ در بند قبا خواہی داشت

☆☆☆

زکشمیری بتانِ دین بر انداز
دلم بتخانۂ کشمیر گشت است

☆☆☆

شد قامت من حلقہ در آن فکر کہ دستم
در حلقۂ آن جعد معنبر شدہ باشد

☆☆☆

شرح احوالِ پریشانیِ ماریخت فرو
چون سر زلف پریشان تراشانہ زدند

☆☆☆

بالای سرم شب نہ سپہرست وستارہ
با دود دلم رفتہ شررہاست بہ بالا

☆☆☆

تنسیق الصفات:۔

عجب مطبوع و موزونی عجب زیبا و رعنائی
عجب شوخ دل آشوبی ' عجب ماہ دلآرائی
بہ غمزہ آفت جانی ' بقامت سروبستانی
بہ رخ شمع شبسانی' بلب لعل شکرخائی

☆☆☆

رسید از رہ آن شاہِ خوبان پیادہ
قبا چست کردہ' کلہ کج نہادہ

پی قتل عشاق ز ابرو و غمزہ
کمانی کشیدہ ، خدنگی کشادہ

☆☆☆

کجا باشد چو تو شوخی کماندار و کمند افگن
شکر گفتار و شیرین لب سمن رخسار و سیمین تن

☆☆☆

دل خون و جان فگار و جگر ریش و سینہ چاک
ہم خود بگوی چون نکشم آہ درد ناک

☆☆☆

بہ عارض گل بہ موسنبل بہ برنسرین بہ تن سیمین
بہ قد طوبیٰ بہ رخ جنت بہ خط طوطی بہ لب شکر
قبا دیبا کلہ زیبا بدن نازک کمر چابک
عبارت خوش سخن دلکش دہان کوچک میان لاغر
بہ زلف وطرۂ مشکین و گفتار و لب شیرین
سمن سای وقمر فرسای و روح افزای و جان پرور

☆☆☆

آخر میں ہم مولانا جامیؒ کے دو اور اہم شعری خصوصیات کو مثالوں کے ذریعہ سے واضح کرنا چاہیں گے:
مضمون سازی کیلئے قصیدہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میدان میں اس صفت میں انوری' خاقانی' کمال اسمٰعیل' عرفی شیرازی اپنے جوہر طبع دکھا چکے۔ لیکن غزل کی اپنی خصوصیات اور محدودیتیں ہیں۔ غزل شبنم کی طرح صاف و پاکیزہ اور برگ گل کی مانند اتنی نازک تخلیق ہے کہ بادصبا کی آہٹ سے غبار اور بارش کے خفیف قطرات ورشحات کی بھی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے غزل گو شاعر کو غزل میں لطافت' نازکی' شگفتگی' صباحت اور فصاحت کلام اور ملائمت گفتار کا خاصا خیال رکھنا پڑتا ہے تاکہ ان صفات میں ڈھل کر غزل نسیم صبا کی طرح روح افزا بن جائے۔
غزل میں مضمون سازی میں سعدی و حافظ ایران میں اور امیر خسرو ہندوستان میں ممتاز ترین شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن جس دور میں' جو قدماء کے اسلوب کا آخری دور تھا' مولانا جامی نے غزل کہی اس دور میں وہ اس

خصوصیت میں منفرد استاد تھے۔ مولانا جامی اس دور کے قریب آچکے تھے جہاں سے بعد میں مضمون تراشی کے لئے بعید از قیاس اور دور از ذہن تخیلات کا بھرپور استعمال ہوا لیکن مولانا جامیؒ خیال باف' لفظ باز اور آسمان وریسمان باف اور قافیہ اندیشی کے شاعر نہیں تھے یہی وجہ ہے کہ استادان فن کی ہر ممتاز شعری صفت سے آپ کا کلام مالا مال ہے اور اس وقت بھی جب ہم ان کے کلام سے ریزہ چینی کرتے ہیں تو ذہن شاداب اور دماغ معطر ہو جاتا ہے اور یہ واقعی مولانا جامیؒ کی جودتِ طبع اور عشق سے سرشار ان کے فطری ملکہ واستعداد نیز ان کی علمی صلاحیتوں کا ہی نتیجہ ہے۔

مولانا جامیؒ جن کو نویں صدی ہجری کے شعراء میں بزرگ ترین شاعر تسلیم کیا گیا ہے' کے بارے میں ہم اوپر ان کے کلام کی چند برجستہ خصوصیات کو مثالوں کے ہمراہ بیان کر چکے۔ ان ہی خصوصیات میں ان کی ایک اور روشن خصوصیت جدّت ادا ہے یعنی طرز بیان میں تنوع۔

ان دونوں خصوصیات کو ہم ذیل میں مثالوں کے ذریعہ واضح کریں گے۔

مضمون سازی :

زھفتاد و دوملت کرد جامیؔ رو بہ عشق تو
بلی عاشق ندارد مذہبی جز ترک مذھبہا

☆☆☆

دلم از پر تو خورشید رخت قندیلی است
از سر زلف تو آویختہ با سلسلہ ہا

☆☆☆

گفتست بہ ہر غُنچہ صبا لطفِ دہانت
ماندست زحیرت ہمہ را باز دہنہا

☆☆☆

بویت بہ ہر مشامی ' حیف است ' اگر توانم
سوی تو رہ ببندم // آمد شدِ صبا را

☆☆☆

برفت عقل و دین ' و ماند جان تنہا
چو آن غریب کہ ماند زکاروان تنہا

☆☆☆

مکن غمزہ تعلیم چشمانِ شوخ
مدہ تیغ دردستِ ترکانِ مست

☆☆☆

خوش جلوہ دہ سمند ' کہ دفعِ گزندرا
ھر سو ہزار سو ختہ دل' در دعایِ تست

☆☆☆

قدسیان تصویرِ قدت ساختند
شاخِ طوبیٰ را خرامان ساختند

☆☆☆

درمیانِ آتش و آبم زدیدار تو دور
اشک پیدا غرقہ کردہ داغ پنہان سوختہ

جدتِ ادا:

بعد عمری کشتمت گفتی و من می میرم
ہر دم از غم کہ مبادا نکند عمر وفا

☆☆☆

تا بہ ہر چشمی زراہت سرمہ برد
چشم من چوارد غباری از صبا

☆☆☆

خواہم از دل برکشم پیکان تو
لیکن از دل برنمی آید مرا

☆☆☆

شدی مشہور شہر آن سان کہ ہمچون سورۂ یوسف
ہمی خوانند طفلان قصۂ حسنت بہ مکتبہا

☆☆☆

سجود خاک رہت بردنم تمنا بود
بہ خاک می برم امروز این تمنارا

☆☆☆

پیش ارباب خرد شرح مکن مشکل عشق
نکتۂ خاص مگو مجلس عام است اینجا

☆☆☆

من نمی گویم تو کر دی جا کہا در جان من
ہر کہ بیند جان من داند کہ اینہا کاریست

☆☆☆

دلی آویختہ زلفت زہر موی
کراباشد چنین زلفی دل آویز

☆☆☆

ھر دم چہ آئی از دیدہ در دل
خود را بہ مردم تا کی نمائی

☆☆☆

شد عمرم آخر در جستجویت
ای عمر رفتہ آخر کجائی

☆☆☆

ہم اوپر کہہ چکے کہ مولانا جامیؒ خالصتاً اہل محبت میں سے تھے اور محبت ہی کی راہ سے آپ نے تصوف کی جبل متین کو تھام کر عشق حقیقی کا ہدف بھی پالیا۔ گویا مجاز کے محور کے گرد حقیقت کا بھی مشاہدہ کیا اگرچہ حسن مجاز ہی آپ کی تمام تر توجہات کا مرکز رہا اور یہ حسن مجاز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کے ساتھ بے انتہا

محبت کی صورت میں تھا جو عشق کی حد تک بلکہ اس سے بھی ماوراء تھا۔ ہمارے اس دعویٰ پر خود مولانا جامیؒ کی بیشتر غزلیں گواہ صادق ہیں جو مدحیہ قصائد یا نعتیہ قصائد سے بالکل مختلف ہیں۔ بیشتر غزلوں میں خالص عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار اور مدح گوئی مولانا جامیؒ کی اگرچہ اختراع نہیں تو تخصیص ضرور ہے۔ اور یہ تخصیص اتنی یک طرفہ ہے کہ نعت گوئی اور مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تغزل اپنی تمام تر خصوصیات شعری کے ساتھ فقط و فقط مولانا جامیؒ سے ہی وابستہ ہے اور مدحیہ اور نعتیہ غزل گوئی میں مولانا جامیؒ وہی مرتبہ رکھتے ہیں جو عام غزل گوئی میں حافظ و سعدی کا ہے۔ میں نعتیہ غزلوں کو مولانا جامیؒ کی دیگر غزلوں سے علیحدہ کرنے کا قائل نہیں ہوں کیونکہ آپ کی بیشتر غزلیں جیسا کہ قبلاً بیان کیا جا چکا، اسی محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی محبت کے اظہار میں ہیں اور تمام تر غزلوں میں جامیؒ کا محبوب وہی زمینی محبوب ہے۔ جس میں بقول خسروؒ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری کا بے نظیر معجزہ ہے لیکن چونکہ بیشتر نعتیہ غزلوں میں مولانا جامیؒ نے صراحت کیساتھ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی اور القاب و آداب کے خطابت کے ساتھ مخاطب کر کے اپنے عشق و محبت کا اظہار کیا ہے اسلئے میں نے ایسی نعتیہ غزلوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھا ورنہ حقیقت یہی ہے کہ مولانا جامیؒ کی تمام غزلوں میں اسی محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن دلفریب کی داستان ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نعت گوئی اور ثنا خوانی بیشک مولانا جامیؒ سے شروع نہیں ہوئی۔ اسلامی زبانوں میں خاص کر فارسی اور عربی زبانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی قصیدوں میں، قطعات میں اور رباعیوں کی صورت میں بیشمار اور بے حساب ہوئی ہے لیکن فارسی غزل میں نعتیہ غزل کا وجود مولانا جامیؒ کے ساتھ خاص ہے اور افسوس ہے کہ مولانا جامیؒ کی غزلوں کا تجزیہ کرتے وقت ان کی اس خصوصیت کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ نعتیہ غزل گوئی کی صفات میں وہ یکتا ہیں۔ مولانا جامیؒ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح گوئی دو لحاظ سے کی ہے ایک اپنے عشقیہ محبوب کی حیثیت میں اور دوسرے رسول خدا ہونے کی حیثیت میں صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں لحاظ سے صفت غزل میں مدح گوئی اور نعت خوانی غزل کی تمام تر خصوصیات کے ساتھ ادا کرنا مولانا جامیؒ کی شعری انفرادی خصوصیات میں ممتاز ترین خصوصیت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی اور مدح گوئی کا آغاز مدینہ منورہ میں آپ کی ہجرت کے بعد ہی ہوا حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر دو ایسے شاعر تھے جنہوں نے نہ صرف مدحیہ قصائد لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا بلکہ قیامت تک ان مدحیہ یا نعتیہ قصائد کی جاودان ادبی خصوصیات کی وجہ سے عربی ادب میں خود کو بھی

جاویدان کر دیا۔

کعب بن زہیر[1] نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ۵۷ یا ۵۸ ابیات کا جو قصیدہ بانت سُعاد کے عنوان سے لکھا وہ ادب عالم میں ایک درخشان اضافہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ مکرر چھپا ہے اور تاریخ ادب عربی سے منسلک کتابوں میں اسے نقل کیا گیا ہے۔ فرانسیسی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے۔

حسان بن ثابت کی شاعری کی بنیاد اخلاص پر ہے جس کا اظہار حضرت پیغمبر اکرم کی نسبت اس نے کیا۔ اگر چہ اس کی شاعری میں اسلامی تعبیرات اور قرآن پاک سے اقتباسات بھی موجود ہیں لیکن اصولاً حسان بن ثابتؓ ہی نعت نبویؐ کہنے والوں کا پیشوا ہے اور نعت گوئی کا آغاز حسان بن ثابتؓ نے ہی کیا۔

خواجہ کونین حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وستائش اور آپ کی بزرگواریوں، عظمتوں، مواھب الٰہی اور اعلیٰ تعلیمات کی توصیف وثنا خوانی میں قصیدہ بردہ بھی معروف ترین قصیدۂ مدحیہ شمار ہوتا ہے۔ اس قصیدۂ مدحیہ نبوی کا مصنف شرف الدین محمد بن سعید بوصیری مصری[2] (تاریخ وفات اندازاً ۶۹۵ھ) ہے جو ساتویں صدی ہجری کا ایک معروف ادیب وفقیہ اور شاعر تھا۔ مشہور ہے کہ بوصیری فالج کی بیماری میں گرفتار ہوا۔ قصیدۂ بردہ لکھا اور حضرت دافع البلاء جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یاری ومدد کی درخواست کی۔ خواب میں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بوصیری پر جلوہ گر ہوئے اور بوصیری پر اپنا لباس اور بردہ ڈال دیا بوصیری جب بیدار ہوا تو شفا پا چکا تھا۔ اسی وجہ سے بوصیری کے قصیدہ کا نام قصیدۂ بردہ پڑا اگر چہ اس قصیدہ کا اصلی نام "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" ہے۔ اس قصیدہ شریف کو پڑھنے کے کچھ آداب وشرائط بھی مقرر کئے گئے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وبارگاہ عالی کے پیش نظر اس قصیدہ کو محترم ترین قصیدۂ نعتیہ عربی میں شمار کیا گیا ہے۔ اختلاف تعداد ابیات کے لحاظ سے اس قصیدہ کے ابیات ۱۶۲ بھی بتائے جاتے ہیں اور ۱۶۰ اور ۱۸۰ بھی۔

(۱) کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ جو مخضرمین شعراء میں سے تھا، نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو لکھی جو اسقدر بے ہنگام اور لغو تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب کے حق میں قتل کا حکم دیا۔ جب کعب کو کہیں پناہ نہ ملی تو خود اپنے بھائی کے ایماء پر جو مسلمان تھا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ رحمتہ للعالمینؐ نے اسے معاف کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رحمت ورافت سے متاثر ہو کر کعب نے بانت سعاد نامی مدحیہ قصیدہ حضرت رسول کی شان میں لکھا اور مجلس نبویؐ میں اصحاب ویاران رسول کی حاضری میں رسول اللہ کو سنایا جسے سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا اور جسم مبارک سے بردہ (کتانی پارچہ) اتار کر اسے عطا فرمایا۔ کعب کا انتقال سال ۲۶ھ میں ہوا۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے۔ بانت سُعادُ فَقَلبِی الیَومَ مَتبُول۔ مُتَیمٌ اِثرَہا لَم یُفدَ مَکبُولٌ۔ ان الرسول لسیف یستضاء بہ۔ مھند من سیوف اللہ مسلول۔ فی فتیۃ من قریش قال قائلھم۔ ببطن مکہ لما اسلموا زولوا۔ زالوا فما زال انکاس ولاکشف۔ عند اللقاء و لاخور معازیل۔

(۲) چونکہ عربی نعت گوئی کا موضوع اس کتاب سے غیر مربوط ہے اس لئے میں نے مشہور عربی نعت گو شاعروں کی طرف مختصر زود گذر اشارے کئے ہیں۔

قصیدۂ بردہ بادِ صبا کی مانند ہر جگہ پہنچا ہے۔ کلام کی ترکیب و بندش کے لحاظ سے یہ قصیدہ ایک فنی قصیدہ ہونے کے علاوہ بہت متین اور زیبا ہے اور بلاغت کے لحاظ سے بہت بلند۔ معانی و تعبیرات کے لحاظ سے لطیف اور عمدہ اور تغزل و عشق اور حکمت و آداب نفس نیز فضائل و سیرت و خصائل نبویؐ سے سرتاپا مملو ہے۔ اس کے ابیات کی مسجدوں کے منبر پر قرأت ہوتی ہے اور کتابوں میں اسے نقل کر کے سراہا جاتا ہے[1]

عربی زبان اور عربی تہذیب و تمدن کے ایران میں پھیل جانے کے ساتھ ہی اصناف قصیدہ اور قطعات اور مثنویوں میں فارسی زبان میں بھی مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھی گئی۔ شاھنامہ فردوسی سے لے کر آج تک کے آثار میں شاعروں اور مدیحہ نگاروں نے ہمیشہ ہی یہ سعادت اپنے شامل حال کی ہے۔

نظامی گنجوی (سال وفات ۶۱۴ھ) نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخزن الاسرار نامی مثنوی میں یوں مدح سرائی کی:

تختۂ اول کہ الف نقش بست
بردر مجوبۂ احمد نشست
حلقہ حی را کالف اقلیم داد
طوق ز دال و کمر از میم داد
لاجرم اویافت ازان میم و دال
دائرہ دولت و خطّ کمال
بود در این گنبد فیروزہ خشت
تازہ ترنجی زسرای بہشت
رسم ترنج است کہ در روزگار
پیش دہد میوہ پس آرد بہار

(۱) بوصیر (ابوصیر) مصر کے صعید علاقہ میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ شرف الدین بوصیریؒ کی پیدائش اوّل شوال ۶۰۸ھ کو ہوئی اور قاہرہ کے منصوری ہسپتال میں سال ۶۹۴ھ میں (یا ۶۹۵ھ) میں آپکا انتقال ہوا۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی دینی تالیفات کے مطالعہ کے نتیجے میں کافی واقفیت رکھتا تھا اور چونکہ ان ادیان میں اسے کوئی قابل توجہ چیز نہیں دکھائی دی اس لئے دین اسلام کے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ نیز قرآن مجید کے ساتھ آپ کا عشق اور آپکی محبت میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ قصیدۂ بردہ کے یہ چند شعر ملاحظہ ہوں محمد سید الکونین و الثقلین ۔ وَالفَرِیقَین مِنْ عُربٍ وَ مِن عَجَمِ. نَبِیُّنَا الآمِرُ النَّاھِی فَلا اَحَدٌ. اَبَرَّ فِی قَولِ لا مِنْهُ وَلا نَعَمِ. ھُوَ الحَبِیبُ الَّذِی تُرجیٰ شَفَاعَتُهُ. لِکُلِّ ھَولٍ مِنَ الأَھوالِ مُقتَحِمِ.

کُنتُ نبیاً چو علم پیش بُرد
ختم نبوّت بہ محمد سپرد
مہ کہ نگین دان زبر جد شدہ است
خاتم او مہر محمد شدہ است
گوش جہان حلقہ کش میم اوست
خود دوجہان حلقۂ تسلیم اوست
خواجۂ مساح و مسیحش غلام
آنت بشیر اینت مبشّر بہ نام
امّی گویا بزبان فصیح
از الف آدم و میم مسیح
ہمچو الف راست بہ مہر و وفا
اول و اخر شدہ بر انبیاء

☆☆☆

عصمتیان در حرمش پردگی
عصمت از و یافتہ پروردگی
خامشی او سخن دلفروز
دوستی او ہنرعیب سوز
فتنہ فروکشتن از و دلپذیر
فتنہ شدن نیز براو ناگزیر
برہمہ سرخیل و سرخیر بود
قطب گران سنگ سبک سیر بود
شمع الہی ز دل افروختہ
درس ازل تا ابد آموختہ

چشمۂ خورشید کہ محتاج اوست
نیم ہلال از شب معراج اوست

☆☆☆

شمسۂ نہ مسند ہفت اختران
ختم رسل، خاتم پیغمبران
احمد مرسل کہ خرد خاک اوست
ہر دو جہان بستۂ فتراک اوست
ای تن تو پاکتر از جان پاک
روح تو پروردۂ روحی فداک
نقطہ گہ خانۂ رحمت توئی
خانہ بر نقطۂ زحمت توئی
عقل شدہ شیفتۂ روی تو
سلسلۂ شیفتگان موی تو
چرخ ز طوق کمرت بندہ ای
صبح ز خورشید رخت خندہ ای
عالم تر دامن خشک از تو یافت
ناف زمین نافۂ مشک از تو یافت
خاک تو از باد سلیمان بہ است
روضہ چہ گویم کہ ز رضوان بہ است
سایہ نداری تو کہ نور مہی
رو تو کہ خود سایۂ نور الٰہی
چار علم رکن مسلمانیت
پنج دعا نوبت سلطانیت

گر نظر از راہ عنایت کنی
جملہ مہمات کفایت کنی
از تو یکی پردہ بر انداختن
وز دو جہان خرقہ در انداختن

☆☆☆

مثنوی ہفت پیکر میں ستائش نبویؐ کے یہ چند ابیات ملاحظہ ہوں:

نقطۂ خطِ اولین پرگار
خاتمِ آخر آفرینش کار
نو بر باغ ہفت چرخ کہن
دُرّۃ التاجِ عقل وتاجِ سخن
کیست جز خواجہ مؤید رای
احمد مرسل آن رسول خدای
شاہ پیغمبران بتیغ و بتاج
تیغ اوشرع و تاجِ او معراج
امی و امہات را مایہ
فرش را نور و عرش را سایہ
پنج نوبت زن شریعت پاک
چار بالش نہِ ولایت خاک
ہمہ ہستی طفیل و او مقصود
او محمد رسالتش محمود

☆☆☆

مثنوی خسرو شیریں میں سے یہ چند نعتیہ ابیات:

محمد کا فرینش ہست خاکش
ہواران آفرین برجان پاکش

چراغ افروز چشم اہل بینش
طراز کار گاہ آفرینش
سرو سرہنگ میدان وفارا
سپہ سالار و سرخیل انبیاء را
مرقع برکش نرمادۂ چند
شفاعت خواہ کار افتادۂ چند
ریاحین بخش باغ صبحگاہی
کلید مخزن گنج الٰہی
تیمان را نوازش در نسیمش
از آنجا نام شد درِ تیمش
بمعنی کیمیای خاک آدم
بصورت تو تیای چشم عالم

☆☆☆

مثنوی لیلیٰ و مجنون میں سے یہ چند نعتیہ ابیات:

ای شاھسوار ملک ہستی
سلطان خرد بچیرہ دستی
ای ختم پیغمبران مرسل
حلوای پسین و ملح اوّل
نو بادۂ باغ اولین صلب
لشکر کش عہد آخرین طلب
ای حاکم کشور کفایت
فرماندہ فتوی ولایت
ای برسدرہ گشتۂ راہت
وی منظر عرش پایگاہت

ای خاک تو توتیای بینش
روشن بتو چشم آفرینش
سمعی که نه از تو نور گیرد
از باد بروت خود بمیرد

☆☆☆

شرفنامہ مثنوی میں سے یہ چند ابیات نعت:

فرستادۂ خاص پروردگار
رسانندۂ حجت استوار
گرانمایہ تر تاج آزادگان
گرامی تر از آدمی زادگان
محمد کازل تا ابد هر چه هست
بآرائش نام او نقش بست
چراغی که پروانہ بینش بدوست
فروغ همه آفرینش بدوست
ضمان دار عالم سیه تا سپید
شفاعتگر روز بیم و امید
درختی سهی سایه درباغ شرع
زمینی باصل آسمانی بفرع
زیارتگه اصل داران پاک
ولی نعمت فرع خواران خاک
چراغی که تا او بیفروخت نور
زچشم جهان روشنی بود دور

اقبال نامہ مثنوی سے یہ ابیات مدیحہ ونعتیہ ملاحظہ ہوں:

سپیده دمی در شب کائنات
سیاهی نشینی چو آب حیات

گر او بر نکردی سراز طاق عرش
کہ برقع دریدی برین سبز فرش
رہ انجام روحانی او دادمان
رہ آورد عرش اوفرستادمان
نیر زد بہ خاک سرکوی او
سرماھمہ یک سرموی او
زمارنجہ و راحت اندوزما
چراغ شب و مشعل روزما
درستی دہ ہر دلی کو شکست
شفاعت کن ہر گناہی کہ ہست
سر آمد ترین ھمہ سروران
گزیدہ تر جملہ پیغمبران

مثنوی نویسی میں نظامیؔ گنجوی نے وہ شہرت اور مرتبہ پایا کہ اس میں ان کا کوئی ہمسر پیدا نہ ہوا۔ نظامیؔ کی طرز تحریر اور اسلوب نگارش بہت متین و مستحکم اور اشعار صاف اور روان ہیں۔ توحید اور نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نظامیؔ کے ابیات کا لحن اور انکی لطافت مخصوص دلکشی کے حامل ہو جاتے ہیں جس سے بیشک ایک عظمت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تازہ معانی اور اچھوتی ترکیبوں اور عبارتوں کی کثرت میں نظامی گنجوی میں ابہام کے ساتھ معما کی سی کیفیت بھی پیدا کرتے ہیں۔ اوپر جو نمونے پیش کئے گئے ان میں بھی کئی جگہوں پر معمائی کیفیت موجود ہے اور تغزل نام کو نہیں۔ مثنویات کے علاوہ نظامی نے جو قصائد غزلیات اور رباعیات وقطعات لکھے ہیں ان میں نعتیہ اشعار نہیں ہیں[1]

(۱) نظامی کا پورا نام حکیم ابو محمد الیاس بن یوسف تھا۔ سال ۵۳۵ھ میں آذربایجان کے ایک گاؤں گنجہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ادب و تاریخ اور داستانوں کے مطالعہ سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور علم نجوم میں بھی صاحب اطلاع تھے۔ شاعری میں آپ کی استادی اور مہارت خمسہ یا پنج گنج لکھنے میں عیاں ہوتی ہے۔ یہ پانچ مثنویاں لیلیٰ مجنون، خسرو شیرین، ہفت پیکر، مخزن الاسرار اور اسکندر نامہ پر مشتمل ہیں اور کم و بیش تیس ہزار ابیات کی ہیں۔ مخزن الاسرار زہد و تقویٰ اور روحانی و عرفانی مقامات و معانی سے متعلق ہے اور باقی مثنویاں داستانوں اور حکایات پر مشتمل ہیں۔ داستان گوئی میں فردوسیؔ کے بعد نظامیؔ کے برابر کوئی شاعر خاک ایران سے نہیں اٹھا جس نے نظامیؔ کی سی شہرت پائی ہو۔ اگرچہ آپ کی شاعری میں پیچیدہ عبارات ہیں لیکن بہر حال خمسہ نویسی میں آپ بعد کے خمسہ نویس شاعروں مثلاً خسرو اور مولانا جامیؒ کے لئے ایک نمونہ تھے۔ نظامی میں توصیف بیانی اور تصویر کشی کا زور اوج پر تھا اور اس خصوصیت میں وہ ممتاز تھے

خاقانی نے بھی[1] اپنے قصائد میں اور تحفۃ العراقین نامی مثنوی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستائش کی ہے اور اس میں جو فنی مہارت کا استعمال کیا ہے اسکے پیش نظر فارسی نعت و مدح رسولؐ میں خاقانی کو حسان العجم تسلیم کیا گیا ہے۔ گویا یہ خطاب خالص فن شعر کی دین ہے۔ ذیل میں خاقانی کی نعت گوئی کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

مثنوی تحفۃ العراقین میں سے یہ نعتیہ ابیات ملاحظہ ہوں:

ہر درع کہ دست کبریا بافت
خاص ازپی قد مصطفیٰ یافت
کان درع کہ داشت قد عالم
تاناف کمال اوست بل کم
دردست رضای آن مطہر
دستنبوئیست خلد انور
برجیب کمالِ آن مقدس
گوئی انگلہ ایست چرخ اطلس
برملک بقاستَ شاھی اورا
داھیست جہان داہی او را
تا احمد ملک دارشرع است
در مملکتش دو خطّہ فرع است
در دارلملک سرّ قرآن
خطبہَ ابدی بنام او دان

(۱) افضل الدین بدیل ابن علی نجار خاقانی شیروانی سال ۵۲۰ھ میں شروان میں پیدا ہوا۔ علم و دانش میں اپنے چچا کافی الدین عمر کی تربیت کی وجہ سے کمال پایا اور کہا جاتا ہے چچا نے ہی خاقانی کو حسان العجم کا خطاب دیا۔ سال ۵۵۱ھ میں حج کیا اور واپسی پر اسی سفر میں مثنوی تحفۃ العراقین لکھی۔ خاقانی ایک عمیق صاحب اندیشہ شاعر تھا جس نے اپنے علم و دانش کی قوت اور قدرت طبع اور ذہن کے غیر معمولی استعداد سے شعر گوئی کے زیر و بم اور اس کے نشیب و فراز کا مشاہدہ کر لیا تھا اور شعر گوئی کے چٹیل میدان سے خوب گذر چکا۔ خاقانی کے قصائد خاص طور پر فارسی ادب کی تاریخ میں ایک سرسبز و شاداب اور گران مایہ سرمایہ ہیں۔ خاقانی کے اسلوب میں نیاپن ہے اور فن کے لحاظ سے ایک کم نظیر طرز نگارش ہے۔ خاقانی میں ابداع اور تخلیق کی حیرت انگیز قوت ہے اور آپ کی ترکیبیں تازہ اور بدیع ہیں۔

نزل دلش از سرای قدمت
پیش در ش از برای خدمت
شد غاشیہ دوز عالم پاک
از کیمخت کبود افلاک

☆☆☆

ما اعظم شأنک ای مظفر
ما اکرم و جہک ای مطہر
ای عشر عطای تو بیکدم
صد سالہ خراج ہر دو عالم
ای خاک درت مسیح اکبر
جان در دہ صد ہزار عاذر
ای دین تو میخ ہفت پردہ
تلقین تو مردہ زندہ کردہ
ای خضر پی تو در گرفتہ
تقویم بقا ز سرگرفتہ
ای از تو کرم مخلد الذات
چون خوانمت از شمار اموات
چون اصل طہارت از بحور است
چون گویم بحر نا طہوراست
خطّ ابدی تو دادہ ای بس
شہباز ان راہعر کر کس

☆☆☆

ای کردہ درین بنفشہ گون مہد
سلطان قدر ترا ولیعہد

خور در پیشت پیادہ رفتہ
مہ غاشیۂ تو برگرفتہ
اول بدہ میر بار یزدان
و آ،و شدہ بر دو خطّہ سلطان
شاہی نہ چومہ اسیر لشکر
گہ منہزم و گہی مظفر ......
دستور تو صدر دار اول
سرہنگ . تو انبیای مرسل
در ملک تو عقل پیر تدبیر
در بزم تو روح چاشنی گیر
طغری کش تو سروش اعظم
طغری کش چہ خریطہ کش ہم
ارواح علم برسپاہت
جبریل برید بارگاہت



ای سبحۂ انبیا بیانت
محراب ملائک آستانت
قارون شدہ از عطات عیسیٰ
ہارون در سرات موسیٰ
در حصن تو بہر تقویت را
در مہد تو بہر تربیت را
مریم دایہست پیشکارہ
عیسی طفلی است شیر خوارہ

زانش ز درخت وا خریدی
کز جملہ ذمیانش دیدی
یک موی تو داشت عیسی فرد
زان عود صلیب اختران کرد
کز سہم تو دیدہ بود حیران
پیران فلک بہ امّ صبیان
این عالم پیر طفل دیدار
چون پیر زنی ترا پرستار

قصائد میں سے خاقانی کے یہ منتخب اشعار ملاحظہ ہوں جو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہیں:

شاہنشہی است احمد مرسل کہ ساخت حق
تاج ازل کلاہش و درع ابدقبا
چون نوبت بنوت اور در عرب زدند
از جودی و احد صلوات آمدش صدا
برخوان این جہان زدہ انگشت در نمک
ناخوردہ است شستہ ازین بی نمک ابا
او رحمت خداست جہان خدای را
از رحمت خدای شوی خاصۂ خدا

☆☆☆

احمد مرسل کہ کرد از تپش و زخم تیغ
تخت سلاطین زکال گردۂ شیران کباب
جمع رسل پرورش مفلس طالب زکوٰۃ
اوشدہ تاج رسل تاجر صاحب نصاب
عطسۂ او آدم است عطسۂ آدم مسیح
اینت خلف کز شرف عطسۂ اوبود باب

گشت زمین چون سفن چرخ چو کیخت سبز
تازپی تیغ او قبضه کنند و قراب
ذرهٔ خاک درش کار دو صددرّه کرد
راند بدان آفتاب بر ملکوت احتساب
لاجرم از سہم آن بربط ناھیدرا
بندر ہاوی برفت رفت بریشم زتاب
دیدہ نہ ای روز بدر کان شہ دین بدر وار
راند سپہ در سپہ سوی نشیب وعقاب
بہر پلنگان دین کرد سراب از محیط
بہر نہنگان کین کرد محیط از سراب
از شغب ہر پلنگ شیرقضا بستہ دم
وز فزع ہر نہنگ حوت فلک ریخت تاب
از پی تائید او صف ملایک رسید
آختہ شمشیر غیب تاختہ چون شیرغاب
در علمش میر نحل نیزہ کشیدہ چونحل
غرقۂ صد نیزہ خون اہل طعان و ضراب
چون الف سوزنی نیزہ و بنیاد کفر
چون بن سوزن بہ قہر کردہ خراب و یباب

☆☆☆

بار عام است و درکعبہ گشادہ است کز او
خاصگان بانگ در جنت ماوا شنوند
بہ سلام آمدگان حرم مصطفوی
"اد خلوہا بسلام" از حرم آوا شنوند

''النبی'' ''النبی'' آرند خلائق بزبان
''امتی'' ''امتی'' از روضۂ غرا شنوند
موسیٰ استادہ و گم کردہ زدہشت نعلین
''ارِنی'' گفتنش از بہر تجلا شنوند
بہر دایافتن گمشدہ نعلین کلیم
''والضحیٰ'' خواندن خضراز در ''طاہا'' شنوند

خاقانی کی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت اور غیر معمولی ارادت سے بحث نہیں لیکن نمونے کے طور پر جو مدحیہ ونعتیہ ابیات واشعار اوپر درج ہوئے ان میں بیشتر فنی اعتبار سے خیال کی بلند پروازی' معنی آفرینی اور لفظ سازی کی طرف توجہ مرکوز ہو جاتی ہے۔ یہ سارے اشعار خاقانی کی معروف مثنوی تحفۃ العراقین اور انکے قصائد سے لئے گئے ہیں اور ان میں خاقانی نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علومرتبہ اور قدر ومنزلت کی انتہائی بلندی کو مدنظر رکھ کر ادب اور عظمت بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم کر دیا ہے لیکن سادگی و روانی کا فقدان ہونے کی وجہ سے خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیدائی عقیدتمند قاری خالص فنی نمائش سے جو تصنع کلمات کی حد کو چھوتے ہیں متاثر نہیں ہو جاتا۔ وجد وحال کی کیفیت سے یہ عاری اشعار نعت محمدیؐ کی بیخودی اور رقص وسرور کی خاصیت دل میں پیدا نہیں کر پاتے۔

خاقانی نے غزلیں بھی کہی ہیں لیکن کوئی بھی غزل نعت سے تعلق نہیں رکھتی۔

ایران کے ان دو مشہور شاعروں یعنی نظامی گنجوی اور خاقانی شروانی کے مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اشعار و ابیات کے نمونے دیکھنے کے بعد اب ہم ہندوستان میں امیر خسرو اور عرفی شیرازی کے نعتیہ کلام پر اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔

امیر خسرو کی عشقیہ شاعری بھی سعدی شیراز کی طرح زمینی محبوب یا حسن مجاز کا اظہار ہے۔ خسرو کا محبوب بھی ایک محسوس کیا جانے والا محبوب ہے جو اس زمین کی سطح پر چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی فارسی شاعری میں تغزل کی جو سحر کاری خسرو کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ مجازی محبوب کی تعریف کرنا نسبتاً آسان ہے اس لئے کہ وہ اپنے عاشق کی نظروں میں ہر وقت رہتا ہے لیکن مجازی محبوب کے حسن وجمال کے سراپا کو مجسم کر کے اس میں سوز ودلکشی' حال وکیفیت' شیرینی اور موسیقیت اور پھر شگفتگی اور جذابیت پیدا کرنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ خسرو کو اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بے پناہ محبت تھی اور اس روحانی ربط

ومحبت نے ان کے کلام کو ایک عظمت' حسن اور ایک خاص قسم کی شیرینی دی ہے۔ مرشد کو بھی اپنے مرید صادق کے ساتھ جسے انہوں نے ترک اللہ کا خطاب دیا تھا عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور جس سوز و گداز کا انہوں نے خسرو میں مشاہدہ کیا تھا اس کو اپنی تقدیر ساز نگاہ سے اس کے سینہ میں روشن رکھا اور باہمی راز و نیاز کا یہ عالم من تو شدم تو من شدی کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔

اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ امیر خسروؒ نے اپنی غزلوں میں حسن مجاز کی مجسم ہستی کی جو تعریفیں کی ہیں وہ بیشتر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے مربوط ہیں یا اس کے اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی روحانی شخصیت کے ساتھ۔ حضرت خواجہؒ نے ہر اعتبار سے امیر خسروؒ کی تربیت کی تھی۔ خسرو کی شخصیت میں جو نکھار تھا' ان کی سیرت میں جو پاکی اور استحکام تھا ان کے اخلاق و صفات میں جو شگفتگی تھی اور ادب شناسی میں جو ان کا مرتبہ تھا یہ سب حضرت خواجہؒ کی نگاہ فیض کا نتیجہ تھا۔ امیر خسرو جو کچھ کہتے پہلے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کرتے۔ کوئی کتاب مکمل کرتے تو پہلا نسخہ حضرتؒ کے سامنے لا کر رکھ دیتے اور وہ اس کتاب کی ورق گردانی کر کے خسرو کے حق میں خیر و برکت کی دعا کرتے تھے۔ خسرو نے اپنی بیشتر تصنیفات میں اپنے مرشد خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی منقبت بڑے سوز و حال کیساتھ لکھی ہے اور مضمون آفرینی' تاثیر کلام اور فصاحت کا خاص لحاظ کر کے لکھی ہے۔ بعض نمونے ملاحظہ ہوں۔

نظام الدّین حق فرخندہ نامی
کہ دین حق گرفت از وی نظامی
حدیثش چون خبر درامر و درنہی
بیک پایہ فرود از پایۂ وحی
بہ ہر سو کز دمش بادی رسیدہ
ہزاران کوہ رنج از جا پریدہ
کلاہش را نیارم نام گیرم
زہی بخت ار تہ کفشش بمیرم

☆☆☆

ای میر ہمہ شکر فروشان
تو بہ شکن صلاح کوشان

عشاق زدست چون توساقی
خونابہ بجائی بادہ نوشان
درمیکدۂ غمت سفالی
ز خُمِ معرفت فروشان
درکاوش کنہ خوبی تو
گم گشتہ خیال تیز ہو شان
یک خرقہ غمت درست نگذاشت
در صومعۂ کبود پوشان

☆☆☆

پناہ جہان دین حق را نظام
رہ قدس راپیشوای تمام
جہان زندہ از جان بیدار او
زمین روشن از روز بازار او
قد مگاھش از پایۂ عرش بیش
کف پاش از بوسۂ خلق ریش
زمین و فلک در ولایت حدش
دلی گوشۂ بوریا مسندش
گرہ مفلس و توشہ دان پرز دُرّ
شکم خالی ودل زگنجینہ پُر

☆☆☆

شیخ امم قطب حقیقت نظام
خضرو مسیح از دم یحیی العظام
عصمتیان حرم آسمان
جلوہ کنان در نظرش ھر زمان

زیر فلک قطب زمانہ ھموست
قطب دو گویند یگانہ ھموست
ہر در او ہر کہ ارادت نمود
زندۂ جاوید شد ار مردہ بود
از پی گمراہی جانہا رقیب
وزپی بیماری دلہا طبیب
مفتخر از وی بہ غلامی منم
خواجہ نظام است و نظامی منم

☆☆☆

در حجرۂ فقر پادشاہی
در عالم دل جہان پناھی
بر خاک ز رحمت آسمانی
بر چرخ ز دولت آستانی
شاہنشہ بی سریر وبی تاج
شاہانش بہ خاکپای محتاج
بینا تر جملہ پاک بینان
بیدار ترین شب نشینان
مسندز سپہر بر ترش باد
خسرو چوستارہ چاکرش باد

حقیقت یہ ہے کہ خسرؔو کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی نگاہ کرم نے ہی صاحب کمال بنادیا ورنہ اس زمانے کے عشرت و سرور آمیز بادشاہی درباروں کے ساتھ منسلک رہ کر خسرو ہرگز امیر خسرو نہیں بن سکتے تھے بلکہ کئی درباریوں کی فہرست میں وہ بھی شمار ہوتے اور بعد میں ان ہی درباریوں کی طرح فراموش ہو جاتے۔ لیکن امیر خسرو کو حضرت خواجہؒ نے عشق و محبت کی آب حیات پلا کر زندہ و جاوید بنا دیا۔ حضرت خواجہؒ کے حضور میں جو مراعات امیر خسرؔو کو حاصل تھیں اور کسی کو نہ تھیں۔ حضرت خواجہؒ کے حجرہ میں خفتن کی نماز کے بعد امیر خسرؔو بھی ان

چند مخصوص ارادتمندوں میں تھا جو داخل ہوسکتے تھے۔ دیر تک امیر خسروؒ کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ امیر خسروؒ کی سفارش پر خطا کاروں کی خطائیں معاف کی جاتی تھیں بلکہ خلافت کا خرقہ و کلاہ بھی مل جاتا۔ حضرت خواجہؒ فرماتے تھے کہ ''میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جب مجھے جنت کی طرف لے جائیں گے تو تمہیں (خسروؒ کو) اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا''۔ فرماتے تھے: ''الٰہی! اس ترک بچے کے سوز دل کا واسطہ! میرے گناہ بخش دے''۔ فرماتے تھے کہ: ''خسرو! تم میری زندگی کی دعا مانگا کرو کیونکہ تمہاری زندگی کا انحصار میری بقاء پر ہے''۔ (1)

میں نے یہ چند مثالیں اسلئے پیش کی ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حضرت خواجہ اور امیر خسروؒ کی روحانی یگانگت کی کیفیت کہاں سے کہاں پہنچی تھی۔ اور اسی لئے یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب مرید و مرشد یکجان و دو قالب ہوں تو خسروؒ کے منظوم کلام میں خاص کر غزلوں میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی تعریف سے کیسے فرق کیا جائے۔ حضرت خواجہؒ کی نظر کیمیا اثر سے ہی امیر خسروؒ کو عشق رسولؐ کی سعادت حاصل ہو چکی تھی اور خسروؒ کے کلام میں اگرچہ قرائن سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں چند غزلوں کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے لیکن اصلیت یہ ہے کہ ایسے مدحیہ غزلوں کی تعداد انتہائی کم ہے۔ اور شاذ و نادر ہی ایسی کوئی غزل سامنے آتی ہے جس میں براہ راست اسم حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہو یا ان کی کسی صفت سے غزل کا آغاز کیا گیا ہو برخلاف مولانا جامیؒ کے جنہوں نے اپنی غزل اور مثنوی کے اصناف میں روشن اور صریح طور پر حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھی ہے اور ان کے اوصاف حمیدہ کی مدح خوانی کی ہے۔

خسروؒ کی ان چند غزلوں میں جنہیں قرینے سے حضرت رسولؐ کی مدح خوانی کی غزلیں کہا جا سکتا ہے' بیشک کمال تغزل کے عناصر موجود ہیں۔ ان میں خسروؒ کے عام عشقیہ غزلوں کی مانند آہنگ بھی ہے اور ترنم بھی' موسیقی بھی ہے اور سوز بھی' روانی بھی ہے اور شیرینی و لطافت بھی اور ان خصوصیات میں جامیؒ ان کے پیرو ہیں۔ اس لئے مولانا جامیؒ اور امیر خسروؒ کی نعتیہ غزلوں پر تنقیدی بحث ایک لاحاصل کوشش ہوگی۔

اب ذیل میں ہم محتاط طریقے سے امیر خسروؒ کی بعض ان غزلوں کا نمونہ پیش کریں گے جنہیں ہم خود غزل میں موجود بعض قرائن سے (مثلاً اوصاف حضرت رسولؐ جن میں آپ یکتا تھے) نعتیہ غزلیں مانتے ہیں:۔

خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

(1) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سال ۷۲۵ھ میں حضرت خواجہؒ کا وصال ہوا اور چھ ماہ کے بعد ماہ شوال کی سترہ تاریخ سال ۷۲۵ھ بدھوار کو امیر خسروؒ بھی رحمت حق سے پیوست ہوئے۔

شیوهٔ شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچه خوبان همه دارند تو تنها داری
سنبل و یاسمن و نسترن و سروسهی
از سر زلف و عذار و قد بالا داری
تاتبسم نه کنی عقل نگوید هرگز
کاندرین آب خضر لولوی لالا داری
عقل و دین و دل وجان بردی وهم صبر و قرار
دیگر از خسرو بیدل چه تمنا داری

☆☆☆

چه بلاست از دو چشمت نظری به ناز کردن
مژه را گشاد دادن در فتنه باز کردن
چو کمان صنع بیچون ز جمال تست پیدا
نتوان حدیث عشقت زره مجاز کردن
همه خواب مردمان شد به دودیده تلخ یارب
زکجات گشت شیرین حرکات ناز کردن
تو بخسپ خوش که مارا زغمت چو شمع جوشد
همه روزه زنده بودن همه شب گداز کردن
بجفات دل نهادم بکن آنچه می توانی
چه کنم نمی توانم زتو احتراز کردن
صف عاشقانست اینجا مده ای فقیه زحمت
که به شهر بت پرستان نتوان نماز کردن
چه بود متاع خسرو که کند نثار جانان
مگسی چه طمعه داند به دهان باز کردن

☆☆☆

نمی دانم چہ منزل بود شب جائی کہ من بودم
بہ ھر سو رقص بسمل بودشب جائی کہ من بودم
پری پیکر نگاری سرو قدی لالہ رخساری
سراپا آفت دل بود شب جائی کہ من بودم
رقیبان گوش بر آواز و او درناز و من ترسان
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائی کہ من بودم
نمی دانم چہ میگردد خبر از خود کجا دارم
بدریا قطرہ واصل بودشب جائی کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکان خسرو
محمدؐ شمع محفل بود شب جائی کہ من بودم [1]

ہندوستان میں جمال الدین عرفی شیرازی قصیدہ نگاری کا پیشوا ہے۔ شیراز سے اکبری دربار کی فیاضیاں اسے آگرہ کھینچ لائیں۔ مادری زبان تو فارسی تھی ہی ادھر اسی زبان میں بولنے والے ایرانی الاصل بادشاہوں اور امراء کی سرپرستیوں نے ایرانی زبان و فرہنگ کو ترقی دینے کیلئے خزانوں کے منہ کھول کر رکھ دیئے تھے۔ عرفی نے اپنی خداداد قابلیت اور شعر فہمی و شعر گوئی کے فطری قریحہ سے مقامی اور غیر مقامی مہاجر قصیدہ گو شعرا کو پیچھے دھکیل دیا اور اس صنف میں بادشاہی کی۔

عرفی نے اگرچہ دعویٰ کیا ہے کہ ؎

قصیدہ کار ھوس پیشگان بود عرفی
تو از قبیلۂ عشقی وظیفہ ات غزل است

لیکن اس دعویٰ کے باوجود اسے فارسی ادب کی تاریخ میں قصیدہ نگار ہی تسلیم کیا گیا اور غزل نگاری میں اس کا نام شمار تک نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ قصیدہ میں ہی ہمیں ان نعتیہ نمونوں کو ڈھونڈ کر پیش کرنا ہے جو عرفی نے حضرت

---

(۱) امیر خسرو کے کامل دیوان میں یہ غزل درج نہیں ہے۔ میں نے ان غزلوں میں وہ غزل شامل نہیں کی ہے جس کا مشہور شعر ہے۔ من تو شدم تو من شدی ..... اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت رسول اکرم کی شان اللہ کے بعد عظیم ہے اور رسول اللہ کی ذات اقدس کی نظیر نہیں اس لئے اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کسی کا یہ کہنا کہ من تو شدم تو من شدی کو میں نہ فقط سوء ادب جانتا ہوں بلکہ سخت ترین گستاخی اور دینی حدود سے انحراف جو خسرو جیسے پاکباز عاشق سے بعید ہے۔ میرا یقین ہے کہ امیر خسرو نے اپنے محبوب مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی مدح میں یہ غزل لکھی ہے اور اس غزل کے مقطع میں "افتادہ در شہر شما" کا استعمال میری اس بات کی تائید کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش و مدح میں لکھے ہیں۔ ذیل میں نعتیہ ابیات کو نمونے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے

آرایش ایوان نبوت کہ ز تعظیم
خاک در او اوج شرف داد قسم را
روزی کہ شمر دند عدیلش ز محالات
تاریخ تولد بنو شتند عدم را
انعام تو بر دوختہ چشم و دھن آز
احسان تو بشکافتہ ہر قطرۂ یم را
زان گریہ دہد روشنی دل کہ بیاموخت
روشن گری آئینہ انصاف تو نم را
درکوئی تو تبدیل کند مردمک چشم
اجزای وجود خود و اجزای قِدم را
از بس شرف گوھر تو منشی تقدیر
آن روز کہ بگذاشتی اقلیم قدم را
گر جوہر اول بحریم تو در آید
تن درندہد قامت تعظیم تو خم را
آن روز کہ امکان حشم حادثہ آراست
درسایۂ انصاف تو میخواست حشم را
تاکون ترا اصل مہمات نخواندند
نشنید قضا ترجمہ لفظ اہم را
تامجمع امکان و وجوبت ننوشتند
مورد متعیّن نہ شد اطلاق اعم را
تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلمای حدوث تو ولیلای قدم را

تا نام ترا افسر فہرست نہ کردند
شیرازۂ مجموعہ نہ بستند کرم را
عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را
ھشدار کہ نتوان بہ یک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدیح کی وجم را

☆☆☆

قہرمان عرش مسند داور امّی لقب
صورتش مرآت معنی معنیش ضع الہ
سایۂ یزدانی و انوار سیمایت دلیل
داور کونینی و انواع احسانت سپاہ
شاہد عدلت بدست خلق درایوان دہر
سنبل و ریحان فشاند فتنہ راور خوابگاہ
بسکہ دست رحمت آرائش ہر چہرہ کرد
عشق میورزد بحسن یاس امید اشتباہ
توشہ گیر انتفاع از ریزش جود تو جود
خوشہ چین ارتفاع از مزرع جاہ تو جاہ
از خیال ہیبت اندیشہ میرد در ضمیر
وزنشان آستانت سجدہ رقصد در جباہ

☆☆☆

زہی لوای نبوت زنسبتت منصور
مزاج عشق ز آمیزش دلت رنجور
بنور وسایہ چو امر سکون و سیرکنی
زمانہ فاصلہ یا بدمیان سایہ و نور

بباغ طبع تو بر اوج استفادهٔ فیض
همای عقل طلبگار سایهٔ عصفور
هدایت تو نماید بچشم صورت بین
هر آنچه در جرم ایزدی بود مستور
زنور ناصیه ات ماه گرضیا گیرد
بآفتاب دهد نسخهٔ سنین و شهور
شعاع شعلهٔ قهر تو گرفتد به سحاب
رماد برق شود سرمهٔ صبا و دبور
بعهد حکم تو امر قضا چنان منسوخ
که از نزول کلام مجید حکم زبور
اگر ز روی ضمیرت نقاب بر خیزد
برنگ سایه شود آفتاب طعمهٔ نور
شہا توئی که زکوٰۃ بضاعت کرمت
دو کون را نہ گرانمایگی کند معمور

☆☆☆

شہنشاه سریر قاب قوسین احمد مرسلؐ
که بر پیشانی تقدیر مرقوم است فرمانش
شہنشاہی که فرّاشان بزم او بصد منت
بفرق عرش می ریزند گرد فرش ایوانش
شہنشاہی که ہست از غایت درویشی و ہمت
وجود خود فراموش و غم عالم فراوانش
شہنشاہی که چون آماده شد جمازهٔ جاهش
فرو بستند از عرش برین محمل بکو هانش

بجنت گر برات نعمت جاوید بنویسد
سواد از دیدہ آلاید بنوک کخامہ رضوانش
عتاب او بود رخشی کہ ہر گاھش برانگیزد
غبار مرگ خیزاللہ ز آب خضر جو لانش
عطای او بود ابری کہ در صحرای ناکامی
گل مقصود رویاندز خاریاس بارانش
زہی عزت کہ بی نعت تولوح معصیت گردد
ہر آن نامہ کہ بسم اللہ بود تذہیب عنوانش
زہی رحمت کہ بنمودی بخلق آئینہ روئی
کہ ایزد در نقاب حسن خود میداشت پنہانش

☆☆☆

اوپر جو نمونے پیش کئے گئے وہ نعتیہ مدحیہ قصائد سے ہیں۔ غزلوں میں عرفؔی نے کوئی نعتیہ غزل لکھی نہیں۔ اس کی تمام تر غزلیں عام عشق و عاشقی کی غزلیں ہیں۔ عرفؔی کے نعتیہ قصائد کے مذکور نمونے بھی تغزل سے خالی ہیں اور ان میں وہی زور کلام' ترکیبوں کی جدت' استعارات کا تنوع' مضمون آفرینی اور طرز بیان کا جوش ہے جو اس کے بیشتر قصائد کی خصوصیات ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ نعتیہ قصائد میں متانت اور بندش کی استواری ہے لیکن یہ محض فنی خصوصیات ہیں اور ان کو پڑھ کر قاری کا دل پسیج نہیں جاتا۔ ان میں نہ فصاحت ابھرتی دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی تاثیر کا غالب عنصر۔ گویا عرفؔی کے ذہن میں اس کے فخر کے اظہار کے پس منظر میں خالص فن شعر کی نمائش بھی مقصود تھا یہی وجہ ہے کہ ان چٹانوں سے بھی شیرین اور روان پانی کہیں سے بہتا نظر نہیں آتا۔

☆☆☆

نظامؔی' خاقانؔی' امیر خسرؔو اور عرفؔی کے کلام میں سے نعتیہ نمونے اس لئے پیش کئے گئے کہ یہ مشہور شاعر نعت گوئی میں بھی شہرت کے حامل ہیں لیکن امیر خسرؔو سے قطع نظر باقی مدح گو شاعروں کے نعتیہ قصیدے نہ فقط تغزل سے عاری ہیں بلکہ نعت گوئی کی شگفتگی بھی ان کے قصائد میں موجود نہیں ہے۔ نعت گوئی میں ادب اور تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ستائش و مدح میں شیرینی و شگفتگی نرم و ملایم انداز گفتار' عقیدت آمیز جذبات کا اظہار انتہائی سوز و گداز کے ساتھ' اور روایات سے ہٹ کر طرز بیان کے تنوع کا ہونا لازمی خصوصیات میں سے ہیں۔ لیکن نظامؔی' خاقانؔی

اور عرفیؔ چونکہ اساساً قصیدہ گو تھے اس لئے ان کے نعتیہ قصائد میں بھی ان کے وہی فنی خصوصیات آگئے ہیں جو ان کے عام قصائد میں ہیں۔ پڑھنے والا ترکیبوں استعاروں اور جوش بیان و زور کلام کے تلے دب جاتا ہے اور لذت نعت سے محروم ہو جاتا ہے۔ غزل تو نظامیؔ و خاقانیؔ اور عرفیؔ نے محض تفریحاً لکھی اس لئے اگر یہ تینوں صاحب فن شاعر سنجیدہ غزل گوئی کی طرف طبعاً مائل ہوتے تو اس بات کا امکان تھا کہ نعتیہ غزل بھی لکھتے لیکن نعتیہ غزل کی کمی نعتیہ قصائد میں بھی پوری ہوتی نہیں دکھائی دیتی کیونکہ ان میں تغزل کا نام و نشان تک نہیں صرف معمول کے مطابق فنی نمود و نمائش کا اظہار موجود ہے۔

تو گویا مولانا جامیؒ ہی ہمارے سامنے ایک ایسے فارسی غزل گو شاعر کی صورت میں ابھرتے ہیں جنہوں نے اپنی بیشتر عاشقانہ غزلوں میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنا کر ان کی محبت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور ایسی نعتیہ غزلیں بھی لکھیں جن میں آشکارا طور پر ان کو ان کے اسم مبارک کے ساتھ مخاطب کیا اور ایسی بھی جن میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاک کا انتہائی ارادت و عقیدت اور عشق و محبت کے ساتھ ذکر کیا۔ گویا مولانا جامیؒ کی اکثر و بیشتر غزلیات عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقع ہیں۔

مولانا جامیؒ نے خواہ نعتیہ ترجیع بند لکھا یا مثنوی میں نعتیہ ابیات لکھے یا غزلیں لکھیں تینوں اصناف میں تقدس اور ادب کا پاس کر کے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنی انتہائی عقیدت و احترام اور بے مثال محبت کے اظہار میں بغیر کسی ابہام کے صاف اور روشن زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ خیالات احترام و عقیدت کے وہی خیالات ہیں بلکہ عقائد و خواہشات ہیں جو رسول کریمؐ کی ذات اقدس کے ساتھ ہر مسلمان اور عقیدت مند امتی کے ہو سکتے ہیں۔ پڑھنے والا مولانا جامیؒ کے کلام میں ڈوب جاتا ہے اور اس حد تک طرز ادا اور تاثر اور سوز و رقت بیان کا مغلوب ہو جاتا ہے کہ اکثر بے اختیار اشک فشانی کرتا ہے۔ بیشک مولانا جامیؒ کا یقین تھا کہ حضرت رسولؐ کا نام اور ان کی نعت ہی حرز امان ہے۔

ان غزلوں میں عشقیہ معاملات جیسے انتظار و فراق، شکایت و شوق، ہجر و دیدار یا وصل کا بھی ذکر ہے لیکن چونکہ ان واردات کی اساس عشق و محبت رسولؐ پر ہے اسلئے مولانا جامیؒ کی ان مخصوص نعتیہ غزلوں میں ایک خاص قسم کی پاکی و لطافت آگئی ہے گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کیساتھ عشق مجازی کی واردات کو ان مشاہدات سے ملا دیا ہے جو ذاتی اور صفاتی تجلیوں میں ایک عارف پر گذرتے ہیں۔

مولانا جامیؒ کے مجموعی کلام میں (جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انکی نعتیہ غزلیں انکی عام غزلوں سے الگ نہیں کیونکہ محبوب انکا دونوں میں ایک ہی ہے) اسی بے پناہ عشقِ رسولؐ کی بدولت سوز و درد ہے اور شور و ہیجان ہے۔

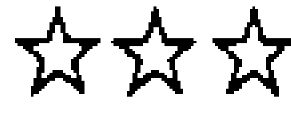
مولانا جامیؒ نے تشبیہات کی دلکشی اور زیبائی کے ذریعہ سے بھی غزلوں کو زندگی بخشی ہے اگرچہ خود موضوع و مضمون بھی بذات خود حیات بخش ہے۔ غزل اگر مدح رسولؐ میں بھی ہو لیکن بعض لازمی صنائع بدائع کے استعمال کی دلکشی اور حسن سے خالی ہو تو زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتی مرجھا جاتی ہے۔ لیکن مولانا جامیؒ کی غزلیں بعض صنائع بدائع بالخصوص تشبیہہ میں خیال انگیز ہیں اور اپنے خیال کے جادو سے مولانا ہماری نظروں سے اوجھل شے کو ہمارے سامنے حاضر اور عیاں کر دیتے ہیں۔ مجاز کی راہ سے مولانا جامیؒ تازہ اور بعض اوقات بدیع و نادر استعمال الفاظ سے قاری کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اور یہ مجاز کے محتاط استعمال کا ہی ایک کرشمہ ہے کہ مولانا جامیؒ کے کلام میں ایک خاص قسم کی روح اور جان آ گئی ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا' مولانا جامیؒ نے روشن اور صریح الفاظ میں اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کیا ہے یعنی صنائع بدائع کے استعمال میں آپ نے دوراز ذہن لفظی آرائشوں کا استعمال نہیں کیا بلکہ ایک معتدل و مناسب استعمال سے کلام میں لطف وطراوت اور شادابی و شگفتگی کا بھی خیال رکھا ہے۔ آرائشی صنائع و بدائع کے بیجا استعمال اور افراط سے کلام پر فنی بوجھ غالب آ جاتا ہے جیسے کہ نظامیؒ' خاقانیؒ اور عرفیؒ کے نعتیہ کلام پر آ گیا ہے اسلئے آرائش جب اپنے حدود کے اندر ہے تو کلام خوبصورت' دلکش اور لطف انگیز ہو جاتا ہے۔ مولانا جامیؒ کا کلام فنی آرائشوں سے قابل ملاحظہ حد تک پاک ہے۔ اور تصنع و تکلف سے عاری۔

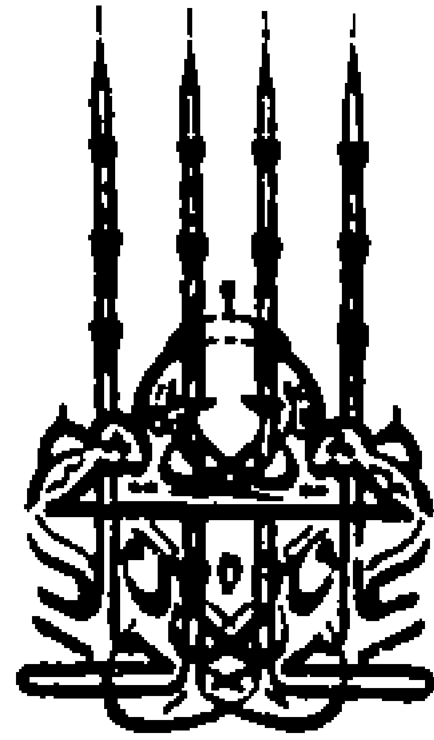
بیان نعت میں مولانا جامیؒ اس لئے بھی فارسی شعر میں بے نظیر ہیں کہ وہ اس حالت و کیفیت کو' جو ان پر مشاہدہ کرنے سے طاری ہو جاتی ہے' دوسروں پر القاء کرتے ہیں۔ عام شعر گوئی میں یہ وصف معمول کی خاصیت ہے اگرچہ ہے بہت بڑی اور اہم خاصیت لیکن نعت گوئی جو خاص اور فقط حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے مربوط ہے' کے بیان میں' جہاں خود مولانا جامیؒ مدہوشی کی کیفیت اور سرمستی کی حالت میں مستغرق رہتے ہیں' غیروں تک بعینہٖ مشاہدہ کی صحیح کیفیت وحالت پہنچا دینا ابلاغ بیان کی کرامت ہے۔ اور میرے خیال میں یہی ایک شاعر حقیقی کا کمال ہے اور یہی وصف اس کیلئے کافی ہونا چاہئے۔ مولانا جامیؒ کی یہ نادر خصوصیت میری دانست میں اس وجہ سے ہے کہ دراصل عشق رسولؐ نے جو چیز ان سے لکھوانا چاہی ہے اسے لکھ دیا ہے نہ کہ جو خود انہوں نے لکھنا چاہا۔

مولانا جامیؒ نے غزل میں عشق و اشتیاق کے ساتھ شعر کہتے ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ ان کے سینہ میں ہمیشہ روشن رہی جو بھڑکتی رہتی اور اسی کی تپش و حرارت سے مولانا جامیؒ کو اس کے شعلے اشعار کی صورت میں باہر پھوٹ دینے پر مجبور کر دیتی تھی۔ ہم جب ان کے ان عشقیہ اشعار کو پڑھتے ہیں تو اس تپش و حرارت کو محسوس

کرتے ہیں۔ مولانا جامیؒ کا سراپا وجود اسی عشق ومحبت کا مغلوب ہو چکا تھا اور ان کے کلام کا جو ایک ایک لفظ حضرتِ رسولؐ کی محبت سے سرشار ہے وہ اس پر گواہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق کی بھٹی سے جو اس عاشق بیقرار کے اندرونی جذبات چشمے کی صورت میں پھوٹ کر نکلے ہیں وہ اوروں کے دل پر نقش پذیر ہو چکے ہیں، محفل احباب اور جگر سوختگانِ عشقِ رسولؐ کی مجلس کی شمع بن کر نور پھیلا رہے ہیں اور مسجدوں، خانقاہوں اور صوفیانہ وعاشقانہ انجمنوں کی زینت بن چکے ہیں۔



مولانا جامیؒ کی ان خصوصیات کی تائید میں اب ہم ذیل میں درج حصہ دوّم میں ان کے کلام میں سے جس میں مثنوی، قصیدہ اور ترجیع بند اور نعتیہ غزلیں شامل ہیں نمونے پیش کریں گے تاکہ نہ صرف مولانا کے اسلوب وطرز نگارش مدح ونعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت ہو جائے بلکہ مولانا جامیؒ کی روح کے ترنم اور ان کے دل کے جان سوز نغمات سے بھی آشنائی ہو سکے۔



مولانا جامیؒ

حیات اور شاعری

[مع اُردو ترجمہ و توضیح، منتخب غزلیاتِ نعتیہ و مدحیہ ہمراہ با تعلیقات]

حصہ دوم

انتخابِ کلامِ منظوم مدحیہ و نعتیہ

بس کہ جامیؔ صفتِ حُسنِ تو نیکو گوید
عشقبازان نخنش وردِ زبان ساختہ اند

ترجیع بند

(۱)

ماءِ معین چیست خاکِ پایِ محمدؐ
حبلِ متین ربقهٔ ولایِ محمدؐ
خلقتِ عالم برایِ نوعِ بشر شد
خلقتِ نوع بشر برایِ محمدؐ
سوده همه قدسیان جبینِ ارادت
بر ته نعلینِ عرش سایِ محمدؐ
عروهٔ وثقی بس است دین و دول را
ریشه ای از گوشهٔ ردای محمدؐ
جانِ گرامی دریغ نیست ز عشقش
جان من و صد چو فدایِ محمدؐ
جان محمدؐ درونِ خلوتِ جان است
نیست مرا دیگری بجایِ محمدؐ
حدِّ ثنایش به جز خدا که شناسد
من که و اندیشهٔ ثنایِ محمدؐ
لیس کلامی یفی بنعتِ کماله
صلّ الٰهی علی النبی و آله

(توضیحات صفحہ ۲۹۹)

(۲)

نورِ بقا آمد آفتاب محمدؐ
پردهٔ آن نور خاک و آبِ محمدؐ

بست نقابی ز آب و خاک وگرنہ
رتبۂ امکان نداشت تابِ محمدؐ
چشم خدا بین بہ جز خدای نبیند
چون زمیان برفتد نقابِ محمدؐ
افسر کونین گشت کافِ لعمرک
از شرفِ دولتِ خطابِ محمدؐ
چون شبِ اسری کشید سرمہ مازاغ
نقشِ سوئی کی شود حجاب محمدؐ
دولتِ فردا بہ هیچ باب نیابد
هر کہ شد امروز ردّ بابِ محمدؐ
هیچ چہ بود درج در صحیفۂ هستی
منتخبی باشد از کتابِ محمدؐ
لیس کلامی یفی بنعت کمالہ
صلِ الٰهی علی النبی و آلہ

(۳) (توضیحات صفحہ ۱۰۴)

گر نبود پردۂ صفاتِ محمدؐ
خلق بسوزد زنورِ ذاتِ محمدؐ
شاہ مخوانش کہ کجروست چو فرزین
هر کہ درین عرصہ نیست ماتِ محمدؐ
ساختہ چون زرناب ناسرہ مس را
پرتو اکسیر التفاتِ محمدؐ
مستیِ او از شرابِ ساقی باقی
مستی باقی زباقیاتِ محمدؐ

سایه نہان شد چو آفتابِ حقیقت
تافت عیان از ھمہ جہات محمدؐ

در صفِ ھیجا بہ وقتِ صولتِ اعدا
کوہ خجل ماند از ثباتِ محمدؐ

من کہ زنم در سخنوری دم اعجاز
عاجزم از شرحِ معجزاتِ محمدؐ

لیس کلامی یفی بنعت کمالہ
صلِ الٰہی علی النبی و آلہ

(۴) (توضیحات صفحہ ۴۰۳)

چرخ کہ خم شد پئی ہجودِ محمدؐ
ہست حبابی ز بحرِ جودِ محمدؐ

مطربِ دستان سرایِ بزم صفارا
نیست سرودی بہ از درودِ محمدؐ

پایۂ قدرِ مقربان ملایک
باھمہ رفعت بود فرودِ محمدؐ

جز لمعاتِ جمالِ اقدم اقدس
نامدہ در دیدہ شہودِ محمدؐ

بولہب آسا آتش تب تبت
سوختہ باداتنِ حسودِ محمدؐ

شیوۂ صدیقیان، وفا ومحبت
عادتِ بوجہلیان، جحودِ محمدؐ

بہر سقوطِ درک ھبوطِ مخالف
فوقِ سعودِ فلک صعودِ محمدؐ

لیس کلامی یفی بعت کمالہ
صلِّ الٰہی علی النبی و آلہ

(توضیحات صفحہ ۴۰۸)

(۵)

حق شبِ اسریٰ چوداد بارِ محمدؐ
از ہمہ بالا گرفت کارِ محمدؐ

گوہر اسرارِ ذات و مخزنِ اسما
کرد در آن تیرہ شب نثار محمدؐ

خواجگی کائناتِ داد خدایش
لیک بہ فقر آمد افتخارِ محمدؐ

بعد حق آن دم کہ کس نبود بصورت
غیر ابوبکرؓ یارِ غارِ محمدؐ

شد دوسہ تاری کہ عنکبوت تنیدش
بر در آن غار پردہ دارِ محمدؐ

گرپیِ ارباب شوق بادِ بہاری
خار و خسی آرد از دیارِ محمدؐ

ھمچو مژہ بر دودیدہ تادم حشر
جاکنم آن را بہ یادگارِ محمدؐ

لیَس کلامی یفی بنعت کمالہ
صلِّ الٰہی علی النبی و آلہ

(توضیحات صفحہ ۴۰۹)

(۶)

ای شدہ طافح زفیض کاس محمدؐ
ز آدم و عالم مکن قیاسِ محمدؐ

وحدتِ مستور در مطاویِ کثرت
بارِ دگر سرزد از لباسِ محمدؐ

یک سرمو از حقش جدا نشناسد
هر کہ شد امروز حق شناسِ محمدؐ
تابہ قیامت مصون بود ز تزلزل
دینِ قویم قویِ اساسِ محمدؐ
جیشِ عدو گشتہ با وفورِ جلادت
منہزم از ہیبت و ہراسِ محمدؐ
حفظِ حق اندر لباسِ نسخ عناکب
داشتہ از باس ختم پاسِ محمدؐ
ہر چہ کند التماس درحقِ اُمت
حق نکند ردّ التماسِ محمدؐ
لیس کلامی یفی بنعت کمالہ
صلّ الٰہی علی النبی و آلہ

(۷) (توضیحات صفحہ ۱۳۱)

ماہ بود عکسی از جمالِ محمدؐ
مشک شمیمی ز زلف و خالِ محمدؐ
درچمنِ فاستقم قدم نہادہ
سرو روانی بہ اعتدالِ محمدؐ
حرف شناسان نقشِ کلکِ قدم را
صد مدد آمد زمیم و دالِ محمدؐ
یافت چو رویِ بتان زخال معنبر
دینِ ہدیٰ زینت از بلالِ محمدؐ
چند نشینی درین سراچۂ ظلمت
محتجب از نیرِ کمالِ محمدؐ

روز نہ بگشا کہ تافت بر ہمہ عالم
پر تو خورشید بی زوالِ محمدؐ
دست بدامانِ آل زن کہ نہ باشد
جز بہ محمدؐ مآلِ آلِ محمدؐ
لیسَ کلامی یفی بنعت کمالہ
صلَّ الٰہی علی النبی و آلہ
(توضیحات صفحہ ۴۱۴)

(۸)

حرز امان چیست نعت و نام محمدؐ
صل علی سید الانامِ محمدؐ
بہرہ نیابی ز ذوقِ مشربِ مستان
تانہ چشی جرعہ ای زجامِ محمدؐ
چرخ برین باھمہ مدارجِ رفعت
ھست کمین پایہ از مقامِ محمدؐ
پیک نسیم شمال ای شدہ محرم
در حرم جاہ و احترامِ محمدؐ
بہر خدا چون بہ عزّ عرض رسانی
از قبلَ بیدلان سلامِ محمدؐ
شرح کنی افتقار و عجز رہی را
باکرم خاص و لطف عام محمدؐ
بوکہ در آیم بدین و سیلۂ دولت
درکنف ظلِّ اہتمام محمدؐ
لیس کلامی یفی بنعت کمالہ
صلَّ الٰہی علی النبی و آلہ
(توضیحات صفحہ ۴۱۶)

(۹)

مہبط وحی خداست جانِ محمدؐ
کاشفِ سرّ ھُدیٰ بیانِ محمدؐ

شاہ نشانانِ بارگاہِ جلال اند
خاکنشیانِ آستانِ محمدؐ

گشتہ نشان مند ھرنبی بہ نشانی
محو نشانہا بود نشان محمدؐ

چیست بہ مہمان سرای نعمت ہستی
عالم و آدم طفیل خوانِ محمدؐ

باھمہ اشجار چیست روضۂ جنت
چند نہالی زبوستانِ محمدؐ

گر بمراحل زعرش دارمش اعلیٰ
نیست غلوّ در علوِّشانِ محمدؐ

شد صدف گوش و ھوشِ عارف و عامی
پُر گہر از لعل درفشانِ محمدؐ

لیس کلامی یفیٰ بنعت کمالہ
صلّ الٰہی علی النبی و آلہ

(توضیحات صفحہ ۴۱ ا)

(۱۰)

صُبحِ ھُدیٰ تافت از جبینِ محمدؐ
عرصۂ دنیا گرفت دینِ محمدؐ

گشت بہ فحوای مَا رَمَیتَ ھویدا
سرّ یدُ اللہ ز آستینِ محمدؐ

از پس و از پیش ھرچہ بودہ و باشد
دیدہ عیان چشم تیز بینِ محمدؐ

طوق نه گردنِ سرانِ جهان است
حلقهٔ گیسویِ عنبرینِ محمدؐ
نقد همه کائنات آمده قاصر
از ثمن گوهر ثمین محمدؐ
تخت نشانان تاج بخش کشیده
باج گدایان ره نشینِ محمدؐ
غر خدا آفرین کسی نه شناسد
در دو جهان حدِّ آفرینِ محمدؐ
لیَس کلامی یفی بنعت کماله
صلِ الٰہی علی النّبی وآله

(توضیحات صفحہ ۶۱۹)

(۱۱)

ہر کہ نہ رو آورد براہ محمدؐ
کی بودش راہ درپناہِ محمدؐ
ہست برون از دوکون اگرچہ بہ ظاہر
خاکِ مدینہ است تکیہ گاہِ محمدؐ
داد زخیل مسومین مددش حق
ضعف چوشد لاحق سپاہ محمدؐ
کو کبہٗ حسنِ آفتاب شکستہ است
شعشعہٗ طلعت چو ماہِ محمدؐ
چون گہ دعوت زبان گشادہ بہ دعویٰ
بودہ حجرتا شجر گواہ محمدؐ
باگنہ ھمچو کوہ چشمِ شفاعت
باشدم از عفو کوہ کاہِ محمد

خرمن شور و شر تمام بشر را
نیم شرر بس ز برق آهِ محمدٌ
لیسَ کلامی یفی بنعت کمالہ
صلِ الٰہی علی النبی وآلہ

(توضیحات صفحہ ۴۲۲)

(۱۲)

مطلع صبح صفاست روی محمدٌ
منبع احسان و لطف جوی محمدٌ
سلسلۂ کائنات را سببی نیست
جز شکنِ زلفِ مشکبوی محمدٌ
بادِ صبا ای رسولِ یثرب و بطحا
خیز و قدم نہ بہ جست و جوی محمدٌ
بر رُخم از خون دل دو رودِ روان بین
تحفہ رسان این دو رود سوی محمدٌ
چشم رمد دیدہ بر رہیست کرم کن
کحل جلائی ز خاکِ کوی محمدٌ
دولتِ جامی بس این کہ میگذراند
عمر گرامی بہ گفت و گوی محمدٌ
لیسَ کلامی یفی بنعت کمالہ
صلِ الٰہی علی النبی وآلہ

(توضیحات صفحہ ۴۲۴)

☆☆☆

ترجیع بند (۲)

(۱)

ای بروی تو چشم جان روشن
وز فروغ رخت جہان روشن
رخ براه تو سوده مہ، کہ چنین
تابد از اوجِ آسمان روشن
ہر شب از شعلہ ہای آتشِ دل
ہمچو شمعم شود زبان روشن
دیدۂ بختِ مقبلان نہ شود
جز بدانِ خاکِ آستان روشن
سوخت جان از غم، و ہنوز نہ شد
بر تو این آتش نہان روشن
زخم تیر تو روز نیست کہ ہست
خانۂ جان و دل بہ آن روشن
پردہ از پیش چہرہ یکسو نہ
تاشود پیش ہمگنان روشن
کز دو عالم ہمین و صال تو بس
بلکہ یک پر تو از جمالِ تو بس

(توضیحات صفحہ ۴۲۶)

(۲)

لاحَ بَرقٌ یُہَیِّجُ الاَشواقَ
تازہ شد درد عشق و داغ فراق

شربت مرگ اگرچہ جانسوز است
نیست چون فرقتِ تو تلخ مذاق
من کہ وخندہٗ نشاط ای صبح
خلّ عینی و دمعی المہراق
تو بلب جان نازنینی و من
کمترین بندہ ئی بہ جان مشتاق
سرِّ عشق از کتاب نتوان یافت
لیس تِلکَ الرُّموزُ فیِ الاوْراق
گر تو با این جمال جلوہ کنی
شور و افغان بر آید از عشّاق
چون متاع دو کوَن عرضہ دہند
ای بہ خوبیِ میانِ خوبان طاق
کز دو عالم ہمین وصالِ تو بس
بلکہ یک پَر تو از جمالِ تو بس (توضیحات صفحہ ۴۲۸)

(۳)

می کشد غمزہٗ تو خنجر کین
می کند نرگسِ تو غارتِ دین
روی بنما چوگل زحجلہٗ ناز
چند باشی چوغنچہ پردہ نشین
بی تو ہر جاسرشکِ خون ریزم
لالہٗ خونچکان دمدز زمین
نتوان غرّہ شد بدولتِ وصل
چون غم ھجر دشمنی زکمین

برد خواب عدم مرا ای کاش
خاکِ کویِ تو بودیم بالین
من که و بجست وبویِ عیشِ جهان
من که و آرزویِ خُلدِ برین
از من این شیوۂ ہانمی آید
زانک من دیده ام به چشمِ یقین
کز دو عالم همین وصالِ توبس
بلکه یک پرِ تو از جمالِ توبس

(توضیحات صفحہ ۴۲۹)

(۴)

طال شوقی اِلَیکَ یا مولای
بنما آن رُخِ جهان آرای
رفت عمرم به دردِ حرمان آه
سوخت جانم بداغِ هجران وای
لافِ عشقت بسی زنند ولی
لیسَ فِی رِبقَتِہِ الخلوص سوای
دستِ اُمّید ما و آن سرِ زلف
رویِ اخلاصِ ما و آن کفِ پای
گر به تن دورم از برت چه غم است
چون تو داری درونِ جانم جای
گو مرا عمرِ جاودانه مباش
گو مرا دولتِ زمانه مپای
جمله اینها طفیلِ تُست ای دوست
تو همین کن که رویِ خود بنمای

کز دو عالم همین وصالِ تو بس
بلکہ یک پر تو از جمالِ تو بس

(توضیحات صفحہ ۴۳۱)

(۵)

عاشقان بی صبر نتوانند
روی بنما کہ جان بر افشانند
این چہ حسنست و این چہ زیبائی
کہ درو کاینات حیرانند
چشم چون گویم آن دو خونخوارند
کز پی خونِ صد مسلمانند
جان ودل روی در عدم دارند
پیش تو یک دو روزہ میہمانند
درد مندانِ عشق با الست
فارغ از جست وجوی درمانند
زاہدان با خیالِ حور و قصور
از وصالِ تو دور می مانند
باچنین رخ گذر بہ صومعہ کن
باشد آن بی بصیر تان دانند
کز دو عالم همین وصالِ تو بس
بلکہ یک پر تو از جمالِ تو بس

توضیحات صفحہ ۴۳۲

(۶)

جانِ فرسودہ شد براہِ تو خاک
وَمِنَ الْقَلْبِ لَا یَزُول ھواک
نتوان دوخت جز بہ رشتہ وصل
جگری کز فراق گردد چاک

بر ندارم زخاکِ پایِ تو سر
گرچه آمد هزار تیغ هلاک
من و سودایِ جز توئی هیهات
تو و پروایِ چو منی حاشاک
نتوان طعنه بر گل رعنا
گر کشد دامن از خس و خاشاک
دامنِ وصلت ار به دست آید
دو جهان گر رود ز دست چه باک
ما نخواهیم جز وصالِ تو هیچ
هم تو خود دانی ای بُتِ چالاک
کز دو عالم همین وصالِ تو بس
بلکه یک پرتو از جمالِ تو بس

(توضیحات صفحہ ۴۴۴)

(۷)

چشم گریان حدیثِ شوقِ تو گفت
راستی دُرّ چکاند و گوهر سفت
باغِ حسن و جمال را هرگز
از رخت تازه تر گلی نه شکفت
بختِ بیدار پاسبانِ این ب...
که شبی سر بر آستانِ تو خُفت
گر توان یک نظر خریداز تو
به دو عالم هنوز باشد مفت
دور ازان طاقِ ابروان دارم
دلی از صبر طاق و باغم جفت

جلوهٔ حسن تست در نظرم
هر کجا بینم آشکار و نهفت
پیش ازین گر نهفته می گفتم
بعد ازین آشکار خواهم گفت
کز دو عالم همین وصالِ تو بس
بلکه یک پرِ تو از جمالِ تو بس

(توضیحات صفحہ ۴۳۵)

(۸)

ای زقدِ تو قدرِ طوبیٰ پست
رونقِ مہ ز عارضِ تو شکست
گر تو صد بار دامن افشانی
کی گذاریم دامنِ تو زدست
رفت عقل ار حریمِ خلوتِ دل
عشقت آمد بہ جایِ آن بنشست
من نہ تنہا اسیر زُلفِ تو ام
کیست کا مروز از کمندِ تو بجست
ہست لوحِ سادہ ئی کہ براُو
بجز خیالِ تو ہیچ نقش نہ بست
چند گوئی ز سر زنش کہ فلان
رفت و بادلبری دگر پیوست
سر زعہدِ تو چون تو انم تافت
من کہ دانستہ ام زعہدِ الست
کز دو عالم ہمین و صالِ تو بس
بلکہ یک پرِ تو از جمالِ تو بس

(توضیحات صفحہ ۴۳۶)

(۹)

هر قدح کزی تو کردم نوش
آفتِ عقل بود وغارتِ هوش

شُد بدور لبِ مَی آلودت
پیر مرشد مریدِ باده فروش

با خیالِ تو روز و شب دارم
دل پُر از گفت وگوی ' و لب خاموش

وه چه اقبال بود آنکِ مرا
رُخ نمودی به خوابِ نوشین دوش

مُشک ریزان دو زُلفِ عنبر پاش
دُرّ فشان آن دُو لعلِ گوهر پوش

گفتی از وصلِ من چه بر خیزد
خیز جامی به فکر دیگر کوش

بر زبان بود این حدیث هنوز
که بر آمد زمن فغان و خروش

کز دو عالم همین وصالِ تو بس
بلکه یک پرِ تو از جمالِ تو بس

(توضیحات صفحہ ۴۳۹)

ترکیب بند[1]

محمل رحلت ببند ای سار بان کزشوقِ یار
میکشد هردم به رویم قطره هایِ خون قطار

زود تر آهنگ ره کن کارزوئی اُو مرا
برده است از دیده خواب ' از سینه صبرٗ از دل قرار

(۱) یہ ترکیب بند مولانا جامیؒ نے مدینہ منورہ جاتے ہوئے لکھا جب آپ نے بغداد سے یثرب کی طرف کوچ کیا تھا۔

قطع این وادی به ترکِ اختیار خود توان
می نهم در قبضۂ حکمت زمامِ اختیار
اشترمستم که بیخود میروم درراه او
نیست در بینی مرا جز رشتۂ مهر ش مهار
پای کو بان می برد شوقِ جمالِ اُو مرا
زیرِ پایم چون حریر و گل بود خارا و خار
ہر کسی برناقہ بہر تحفہ باری می نهد
بارِ من فاقہ است و من زین تحفہ ہستم زیر بار
ہر نشانِ پا کہ می بینم زناقہ در رہش
می نماید چہرۂ مقصود را آئینہ وار
محمل امشب دیر می جنبد حدیٰ آغاز کن
بی نوایان را نوائی دیگر از نو سازکن (توضیحات صفحہ۴۴۱)

(۲)

یک طرف بانگِ حدیٰ یک جانب آواز درای
از گران جانی بود آن را کہ ماند دل بہ جای
ناقہ چون ذکرِ حبیب و منزلِ اُو بشنود
گرچہ باشد در گرانی کوہ گردد باد پای
لیلیٰ اندر حی چوگل بگشاد گوئی پیرھن
کز نسیم نجد می آید شمیم جان فزای
حال و وجدِ من فزود از بویِ جان افزایِ نجد
سویِ نجدم ای صبا بہر خدا راہی نمای
منزل جانان وکانِ لطف و احسانست نجد
آب او خوش، خاکِ او دلکش، ھوایش دلکشای

لالۂ صحرای اور برچہرۂ گل داغ نہ
سبزۂ اطلال اوبر جعد سنبل مشک سای
وایہ آن دارم کہ بینم نجد را ماوای خویش
گر نیا بم وایۂ خود وای من صد بار وای
نجد میگویم وزان قصدم زمین یثرب است
کآفتاب جود و خورشید کرم را مغرب است

(توضیحات صفحہ ۴۴۴)

(۳)

بر کنار دجلہ ام افتادہ دور از خان و مان
وز دودیدہ دجلۂ خون درکنار من روان
پابرون کی کردمی برخاکِ بغداد از رکاب
گر نہ پیچیدی ھوای یثربم آن سوعنان
حبذا یثرب کہ تا یک دم کنم آنجا وطن
عمر ہا ترک اقامت در وطن کردن توان
مرغ جان را آشیان اصلی است آن تو ای خدای
رہ نما این مرغ را روزی سوی آن آشیان
خوابگاہِ حضرتی آمد کہ گر بودی بہ فرض
مرقدِ پاکش چو مہدِ عیسیٰ اندر آسمان
فرض بودی برھمہ بہرِ زیارت گردنش
صرف کردن عمر را درجست و جوی نردبان
مرقدِ او در زمین پیدا زہی حرمان کہ من
باز سر ناکردہ بنشینم ز طوفش یک زمان
کی بود یارب کہ دل از فکر عالم کردہ صاف
گرد آن خرم حرم گویم خروشان در طواف

توضیحات صفحہ ۴۴۶

(۴)

السلام ای قیمتی تر گوہر دریای جود
اسلام ای تازہ تر گلبرگ صحرایِ وجود
السلام ای آنکہ تا از جبہۂ آدم نہ تافت
نورِ پاکت کس نبرد از قدسیان اورا سجود
السلام ای آنکہ زنگِ ظلمت کفر و نفاق
صیقلِ تیغ تو از آئینہ گیتی زدود
السلام ای آنکہ ناید در ہمہ کون و مکان
تیز بینان را بہ جز نور تو در چشم شہود
السلام ای آنکہ بہر فرشِ راہت بافت دہر
اطلسی راکش زشب کردند تارٗ از روز پود
السلام ای آنکہ ابوابِ شفاعت روزِ حشر
جز کلیدِ لطفِ تو بر خلق نتواند کشود
السلام ای آنکہ تا بودم درین محنت سرا
در سرم سودا و در جانم تمنایِ تو بود
صد سلامت میر سانم ہر دم ای فخرِ کرام
بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

(توضیحات صفحہ ۴۱۴)

(۵)

یاشفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام
بر درت این بار باپشتِ دوتا آوردہ ام
چشم رحمت بر گشا مویِ سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی رویِ سیاہ آوردہ ام
آن نمی گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو
ہستم آن گمرہ کہ اکنون رو بہ راہ آوردہ ام

عجز و بی خویشی و درویشی و دلریشی و درد
این همہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام
دیو رہزن در کمین نفس و ہوا اعدای دین
زین ہمہ باسایۂ لطفت پناہ آوردہ ام
بستہ ام بریکدگر نخلی زخارستانِ طبع
گرچہ رُوی معذرت نگذاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام
سوی فردوسِ برین مشتی گیاہ آوردہ ام
دولتم این بس کہ بعد از محنت و رنج دراز
بر حریم آستانت می نہم روی نیاز [1] (توضیحات صفحہ ۴۵۰)

(۲)

یا رسول اللہ نمی گویم کہ مہمان تو ام
یا فقیری طعمہ جوی از ریزۂ خوانِ توام
برلب افتادہ زبان گرگین سگی ام تشنہ جان
آرزو مند نمی از بحر احسانِ تو ام
گر ندارم افسرِ شاہی بہ سراین بس کہ ہست
گردنِ تسلیم زیرِ طوقِ فرمانِ تو ام
مسند عزت نہم بر صدر ایوان قبول
گرنیاید سنگِ رد از دست دربانِ تو ام
شدگلستان از خویِ رخسار تو خاکِ حجاز
من بہ بوئی گشتہ خرسند از گلستانِ تو ام

(۱) کشمیر میں اکثر ان شعروں کا اضافہ سننے میں آیا ہے۔ تو بہ کردم تو بہ کردم رحم کن رحمت نما. چون بدرگاہ تو خود را درپناہ آوردہ ام۔ بر گناہ من مبین و بر کرم خود ببین. زانکہ بہر این مرض توبہ دوا آوردہ ام ۔اور یہ شعر بھی پڑھتے ہیں۔چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست. نیستی وحاجت وعذر و گناہ آوردہ ام ۔لیکن یہ تینوں شعر دیوان کامل جامی میں نظر نہیں آئے۔نیز کشمیر میں یاشفیع المذنبین کی جگہ بعض اوقات یاالہ العالمین پڑھا کرتے ہیں لیکن مولانا جامیؔ کے اس بند کا مطلع یاشفیع المذنبین سے ہی شروع ہوتا ہے۔

وار هان از گفت وگوی زاغ طبعانم که من
عندلیب مدحگو مرغِ ثناخوان تو ام
دفتری دارم سیاه از معصیت بیچاره من
گرشفاعت نامه ای ناید ز دیوانِ تو ام
چون بود عزّ شفاعت راحمایت بس منیع
آل و اصحابِ تراپیش توی آرم شفیع

(توضیحات صفحہ۴۵۴)

(۷)

حقِ آنانی که عمری در وفایت بوده اند
وین زمان در ساحتِ قُربِ توخوش آسوده اند
حقِ آنانی که راهی را که خود پیموده ای
پای از سر ساخته ایشان همان پیموده اند
حقِ آنانی که از تیهٔ ضلالت خلق را
جزبہ صوبِ شارعِ شرعِ تورہ نموده اند
کز گدایِ بینوا جامی عنایت و امکیر
کش عنانِ دل زکف نفس و هوا بربوده اند
از سحاب فیض لطف عام خود رشحی بریز
بر دل وجانش که از لوث گناه آلوده اند
کحل بینا بیش ده زین در که عمری زین هوس
مرد مانِ چشم او خونِ جگر پالوده اند
کن قبول او راطفیل آن کسان کزگفت وگوی
هم تن و هم جان براهت سوده و فرسوده اند
باشد ازیمن قبولت فارغ از خلد و جحیم
بر صراطِ سنت و شرعِ تو ماند مستقیم

(توضیحات صفحہ۴۵۵)

☆☆☆

ابیاتِ مثنوی

(۱)

جامی از گفتگو ببند زبان
هیچ سودی ندیده چند زیان
پای کش در گلیم گوشۂ خویش
دست بر کش بکسب توشۂ خویش
شیوۂ گوشہ گیری از سرگیر
گوشۂ دامنِ پیمبرؐ گیر
روی دل در لقای سرمد باش
نقدِ جان زیرِ پای احمدؐ پاش
قایدُ الخلق با الهدیٰ والعون
شاہ لولاکَ ما خلقتُ الکون
نقدِ طیبہ سلالۂ بطحا
اُمّی لوح خوانِ مَا اَوحیٰ
فیضِ اُمّ الکتاب پرورش
لقب اُمّی ازان خدا کردش
لوح تعلیم ناگرفتہ ببر
همہ ز اسرار لوح دادہ خبر
قلم و لوح بودش اندر مشت
زان نفرسودش از قلم انگشت
آن کہ شق قمر کند چہ قلم
بقلم گر نہ برد دست چہ غم

از گنہ شست دفتر ہمہ پاک
ورقی گر سیہ نکرد چہ باک
بر خط اوست انس و جان راسر
گر نخواند خطی ازان چہ خطر
داشت از دُرّ دہانش درجی پُر
و اندران دُرج درج سی ودو درّ
بود عقدی صحیح لیک دران
کسری افگند سنگ بد گہران
بود لعلش سہیل رخشندہ
سنگ را رنگ لعل بخشندہ
چون سہیلش رفیق سنگ آمد
سنگ در دم عقیق رنگ آمد
سنگکی کم زمہرۂ تسبیح
در کفش سُبحہ خوان بلفظِ فصیح
وان فصیحان دل سیہ چون سنگ
در خموشی ز نعتِ او یکرنگ
معدہ سنگی بخواست چون زطعام
بر شکم سنگ بستہ داشت مدام
نہ کہ او بود نقد کان وجود
کان بی سنگ چون تواند بود
شرح خُلقش کہ خلق ازان عاجز
کی کما ینبغی توان ہر گز
محمدت چون بلا نہایہ زحق
یافت شد نام او ازان مشتق

می نماید بہ چشم عقل سلیم
حرف حالش عیان میانِ دومیم
چون رُخ خور کز کنارۂ او
گشتہ پیدا دو گوشوارۂ او
یا دو حلقہ زعنبرین مویش
آشکار از دو جانب رویش
دال آن کزھمہ فرودنشست
دل بہ نازش گرفتہ بر سر دست
آمد الحمد اوّلِ قرآن
ساز الف لام از و بہ میم بدل
تا کہ حاصل شود بدین تبدیل
نام او در بدایت تنزیل
چون شداین نام آن نجستہ اثر
میدھد ذالک الکتاب خبر
کہ مسمای اوست فی الواقع
مظہر کلّ و نسخۂ جامع
ثبت در وی بہ لون بی لونی
کلماتِ الٰہی و کونی
جانِ اوموج خیز علم یقین
سرّ لاریب فیہ این است این
بود ہم بحر مکرمت ھم کان
گوھرش کانِ خلقہ القران
قم فانذر حدیث قامت او
فاستقم شرحِ استقامتِ او

صبح رویش ز والضحیٰ اوضح
منشرح صدرش از الم نشرح
کحل مازاغ سرمۂ بصرش
ماطغی وصف پاکی نظرش
پایۂ ارتقاش ثم دنیٰ
ذروۂ اعتلاش اَو اَدنیٰ
پنجۂ تیر مارمیت کفش
چشم تنگِ سیہ دلان ہدفش
راندہ بالا زہمت ولا
رخش اسریٰ بعبدہ لیلا
وصفِ خُلقِ کسی کہ قرآن است
خلق را نعتِ اوچہ امکان است
لاجرم معترف عجز و قصور
می فرستم تحیتی از دور
لست اہدی سوی الصلوۃ الیہ
یا مفیض الوجود صل علیہ
وعلیٰ آلہ و اصحابہ
وارثی علمہ و آدابہ

(۲)

ای دل ودیدہ خاک نعلینت
رشتۂ جان شراک نعلینت
شد ادیم رخم بخون جگری
تاچو نعلین زیر پا سپری

بیدلی کرد در وفای تو سود
که چو نعلین رخ بپای تو سود
خاک نعلینت ار نه دسترس است
گردی از نعلِ مرکب تو بس است
در رہت خاکم از سرفاقه
که فرس ران برآن گہی ناقه
روی مجنون بر آن زمین اولی
که بود پای ناقه لیلیٰ
ای خوش آن سر زمین که منزل تست
یا بر آن جاگذار محمل تست
ہر کجا بگذری چو باد بہار
ندمد جز شیم مشک تتار
ارضِ بطحی که زیرِ پای تو بود
خاکِ نعلین عرش سای تو بود
ریگش آمد به چشم اہل نظر
خوشتر از خورد کرده لعل و گہر
میزند سنگریزهٔ رودش
طعنه بر بحر و در منضودش
خاک طیبه که باگلت آمیخت
آبروی زمین روضه بریخت
ہر گیاہی کزان زمین خیزد
نافه در جیب یاسمن بیزد
خس و خاری که رویداز دمنش
ننگ آید ز سوری و سمنش

ساحت روضہ ات کہ کعبہ نماست
حرم عصمت و حریم صفاست
کی بود . با دل زغم رستہ
جامی احرام آن حرم بستہ
بردہ با چہرۂ غبار آلود
سوی آن روضۂ شریف سجود
کی بود ز آب چشم و خون جگر
شستہ رخسارہا ز گرد سفر
پیش آن بارگاہ نورانی
سودہ بر خاک راہ پیشانی
کی بود کزمیان منبر و قبر
کردہ صد چاک جیب خرقۂ صبر
گرد آن منزل بہشت نشان
رفتہ بادیدۂ سرشک فشان
کی بود کز برای روز بہی
خاطری پر امید و دست تہی
رو دران قبلہ گاہ حشمت وناز
پیش سینہ نہادہ دست نیاز
دمبدم . درّ معنی ای سفتہ
خالی از لاف و دعوی ای گفتہ
یا نبی اللہ السلام علیک
انما الفوز و الفلاح لدیک
بسلام . آموم جوابم دہ
مرھمی بر دل خرابم نہ

بس بود جاہ و احترام مرا
یک علیک از تو صد سلام مرا
گرد ہی درسلام بار مرا
میکنی صاحب اعتبار مرا
گرچہ لایق نیم بحضرت تو
چشم دارم ولی زحمت تو
خواہم از شوق دستبوسِ تو مرد
دست بیرون کن از یمانی برد
مہر روی تو ہوش برد ازمن
بنما روی خود ز برد یمن
چون توئی دیدہ ور بباغ بلاغ
ہمچو نرگس زسرمۂ مازاغ
سویم افگن زمرحمت نظری
باز کن بر رخم زلطف دری
مہر بکشا زحقۂ یاقوت
روح را کام بخش و دل راقوت
زاری من شنو تکلّم کن
گریۂ من نگر تبسّم کن
تلخ شد کام من زبخت نژند
ساز شیرین زلعلِ شکر خند
لب بجنبان پی شفاعتِ من
منگر برگناہ و طاعتِ من
گرنہ رفتم طریق سنتِ تو
ہستم از عاصیان اُمتِ تو

مانده ام زیر بار عصیات پست
افتم از پای گرنگیری دست
رحم کن برمن و فقیری من
دست کش بهر دستگیری من
آمدم بر در تو حاجت خواه
دعوتم ردّ مکن ز بهر خدا
چشم لطفی بہ روسیاہی کن
نظری از کرم نگاہی کن
خود بدست تو کی رسد دستم
این قدر بس کہ در رہت پستم
پست بودن براہ تو خوشتر
کز بلندی بہ عرش سودن سر
عرش چون خاک شد براہ تو پست
تارسیدی بہ پابوس تو دست
فیض جانہا ز جان پاک تو باد
عرش و مادونِ عرش خاکِ تو باد

(۳)

زمہجوری بر آمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمة للعالمینی
زمہجوران چرا فارغ نشینی
زخاک ای لالۂ سیراب بر خیز
چونرگس خواب چند، از خواب بر خیز

برون آور سر از برد یمانی
کہ روی تست صبح زندگانی
شب اندوہ مارا روز گردان
زرویت روزِ ما فیروز گردان
فرود آویز از سر گیسوان را
فگن سایہ بپا سرو روان را
بتن در پوش عنبر بوی جامہ
بسر بر بند کافوری عمامہ
ادیم طایفی نعلین پاکن
شراک از رشتۂ جانہای ماکن
جہانی دیدہ کردہ فرش راہند
چو عرش اقبال پابوس تو خواہند
زحجرہ پای در صحن حرم نہ
بفرق خاک رہ بوسان قدم نہ
بدہ دستی زپا افتادگان را
بکن دلداری ای دل دادگان را
اگرچہ غرق دریای گناہم
فتادہ خشک لب برخاک راہم
تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہی
کنی بر حال لب خشکان نگاہی
خوشا کز گرد رہ سویت رسیدیم
بدیدہ گردی از کویت کشیدیم
بہ مسجد سجدۂ شکرانہ کردیم
چراغت راز جان پروانہ گردیم

بگرد روضه ات گشتیم گستاخ
دلی چون پنجره سوراخ سوراخ
زدیم از اشک ابرچشم بی خواب
حریم آستان روضه ات آب
گهی رفتیم ازان ساحت غباری
گهی چیدیم ازان خاشاک وخاری
ازان نور سواد دیده دادیم
وزین برریش دل مرهم نهادیم
بسوی منبرت ره برگرفتیم
رحجره پایه اش در زر گرفتیم
زمحرابت به سجده کام جستیم
قدمگاهت به خون دیده شستیم
بپای هرستون قد راست کردیم
مقام راستان درخواست کردیم
ز داغ آرزدیت بادل خوش
زدیم از دل به هر قندیل آتش
کنون گرتن نه خاک آن حریم است
بحمد الله که جان آنجا مقیم است
بخود در مانده ایم از نفس خود رای
بدین در ماندهٔ چندین بخشای
اگر نبود زلطفت دستیاری
زدست ما نیاید هیچ کاری
قضا می افگند از راه مارا
خدا را از خدا در خواه مارا

که بخشد از یقین اوّل حیاتی
دهد آنگه به کار دین ثباتی
چو هولِ روزِ رستا خیز خیزد
به آتش آبروی مانه ریزد
کند با این همه گمراهی ما
ترا اذن شفاعت خواهی ما
چو چوگان سرفگنده آوری روی
بمیدان شفاعت امّتی گوی
حسن اهتمامت کار جامی
طفیل دیگران یابد تمامی



سلامٌ علیک ای نبیّ مکرّم
مکرّم تر از آدم و نسل آدم
سلامٌ علیک ای زآباءِ علوی
به صورت مؤخّر به معنی مقدّم
سلام علیک ای ز آغاز فطرت
طفیل وجود تو ایجاد عالم
سلامٌ علیک ای ز اسماءِ حسنی
جمال تو آئینۂ اسم اعظم
علامٌ علیک ای به ملک رسالت
ترا خاتم المرسلین نقش خاتم
سلامٌ علیک ای شناسا به صد سرّ
که روح الامین در یکی نیست محرم

سلامٌ علیک ای زابر نوالت
مراکشت زار امل سبز و خرّم
ہزاران تحیّت زحق باد فایض
بروح تو و آل و صحب تو ھردم
بتخصیص آنان کہ ہستند باتو
بیک چار جنسیت نام منظّم
اگر فیض نورت نہ بودی نمودی
یکی ملّت کفر و اسلام باہم
وگرراہ خلد از تو روشن نگشتی
کہ رستی ز ذمتِ قعر جہنم
زسعی تو شد فتح ابواب مغلق
زنطق توشد کشف اسرار مبہم
جزاک الذی عم جوداً و براً
وارضاک عنا وصلّی وسلّم
توئی یا رسول اللہ آن ابر رحمت
کہ باشد محیط از عطای تو یک نم
جگر تشنگانیم از رہ رسیدہ
ترحّم علینا بماءٍ ترحّم
درونہا فگاریم دلہا جراحت
زلطفِ تو داریم امید مرہم
کشادیم بار سفر دردیارت
چو جامؔی ز بارگنہ پشتہا خم
رجا واثق آمد بہ فضلِ تو مارا
کہ این بارہا گردد از پشت ما کم

کشائی بخلیص مالب کہ آمد
ترا فتح باب شفاعت مسلّم

(۴) (توضیحات صفحہ۴۴۱)

ای شہنشاہ یثرب وبطحا
وی مہ برج آسمان ہدا
بلبل روضۂ الم نشرح
رونق افزای باغ ثم دنیٰ
دہ بسر تاجِ علّم القرآن
نہ قدم بر سریر ما اوحیٰ
کن ببر خلعتِ فترضیٰ زود
عاصیان را شفاعتی بنما
نعت گیسوی تو بود حامیم
وصفِ ابروی تو بود طاہا
شمۂ موی تو بود واللیل
روی پاک تو آفتاب ضحیٰ
لن ترانی چوحق بہ موسیٰ گفت
آمدہ در حضور تو بہ ندا
گر نہ دم می زدی ز تو عیسیٰ
از دمش کیف یحیٰ الموتیٰ
سرمۂ دیدہ ات ز مازاغ است
جملہ مردم بہ چشم تو شیدا
از کرم جملہ ماگنہکاران
نیک از لطف خود تو ساز نگاہ

خاک آدم ز تو شده روشن
چون ظهورت ازو شده پیدا
وصف اوصاف تو ز سرتاپا
نتواند کسی بغیر خدا
آمده بر درت کمین جامی
شمع سان سوخته ز سرتاپا

(۵)

ای ز رخسار تو جہان پیدا
وز جمال تو عالمی شیدا
ذات تو آفتاب کونین است
رویت آئینۂ خدای نما
گیسوان تو سورۂ واللیل
روی پاک تو آفتاب ضحیٰ
ہست مرات ذات حق ذاتت
صورتت راحقایق آئینہ ہا
ہر کہ دیدت یقین خدا رادید
من رآنی برین حدیث گوا
ذات تو گرنہ مدعا بودی
یافتی کی وجود ارض وسما
انبیاء ذرہ اند و تو خورشید
اولیاء قطرہ اند، تو دریا
تختگاہ تو قاب قوسین است
بلکہ و حدت سرای او ادنیٰ

جان بلب آمده ز ہجرانت
از برای خدا تو رخ بنما
بادلِ سوز ناک و دیدۂ تر
شمع سان سوختم ز سرتاپا
کی بود کز فراقِ تو نالان
گہ بہ طیبہ روم گہی بطحا
آرزوئیتو بردہ از خویشم
در ہوایت گذشتم از من وما
بر سر آستان تو از شوق
نالہ ہای زنم کہ ای ملجا
خستگان را بخواب دیداری
وزلب جانفزای گفتاری

قصائد

(۱)

ای بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبق
قرصِ قمر بمعجز حسن تو گشتہ شق
تابی ز عکس طلعت وتاری زطرہ ات
صبحٌ اذا تنفس لیلٌ اذا غسق
بر ہر کہ تافت پر تو انوار مہر تو
شد سرخروی درھمہ آفاق چون شفق
جسمت نداشت سایہ و الحق چنین سزد
زیرا کہ بود جوہر پاکت ز نور حق

زین سان که شد کلام تو دیباچه سال
با منطق تو ناطقه را کی بود نطق

در بزم احتشام تو سیاره هفت جام
وز مطبخ نوال تو افلاک یه طبق

بر دفتر جلال تو توریت یک رقم
وز مصحف کمال تو انجیل یک ورق

گل را زمانه از عرق عارضت گرفت
برعکس آن که گیرند اکنون زگل عرق

جامی کجا ونعت تو اما به کلک شوق
بر لوح صدق زد رقمی کیف ما اتفق

(۲) (توضیحات صفحہ ۳۳۵ پر)

ای نامزد به نام تو درنامهٔ قبول
یا ایها النبی و یا ایها الرسول

باران رحمتی تو که از آسمان جود
بر عاشقان تشنه جگر کرده ای نزول

کی در حریم حرمت جاه و جمال تو
هر یاوه گرد را رسد اندیشهٔ دخول

حاشا که از تو روی بتابم خلیل وار
چون نیست آفتاب ترا آفت افول

هر چند رفت طاقتم از جان و جان زتن
وَاللہ لَیْسَ حُبّکَ عَنْ مُھْجَتِی نزول

گر کاذب است دعوی عشق تو بهر چیست
فی عینی البکاء وفی جسمی النحول

در سر هوای عشق تو جامی کشیده است
سر در گلیم فقر به بیغولهٔ خمول

(۳) (توضیحات صفحہ ۳۳۸ پر)

زہی از دو رخ شاہ دنیا و دین
به مُہرکتف خاتم المرسلین
ز خاتم سلیمان ز آن ملک یافت
که نام تو اش بود نقش نگین
یسار است دنیا ، یمین آخرت
به زیر نگینت یسار و یمین
چو طوبیٰ به نعلین تو سوده سر
رسیده سر او به عرش برین
بود حاصل چشم حق بین تو
چه عین الیقین وچه حق الیقین
توئی آفرین گو بر ایزد که کرد
ترا از همه آفرینش گزین
ہزار آفرین باد برجانِ تو
به هر آفرین از جہان آفرین
سگ بندگانِ تو جامی که هست
سگانِ ترابنده ای کمترین
به سر در رہت گر تواند شتافت
نیاید دگر پای او بر زمین

(۴) (توضیحات صفحہ ۳۴۶)

مائیم که چون لالۂ صحرای مدینه
داریم به دل داغ تمنای مدینه

سودای بهشت از سر دانا برود لیک
ممکن بنود رفتن سودای مدینه
هرگز به تماشای بهشتت نکشد دل
گر چشم کشائی به تماشای مدینه
بکشای چوگل گوش که از وحی الٰهی است
گلبانگ زنان مرغ خوش آوای مدینه
کعبه که بود بادیه پیماش جهانی
خواهد که شود بادیه پیمای مدینه
طوبیٰ که سر افراخته بر ذروۂ عرش است
شاخی است زنخل چمن آرای مدینه
مرغان اولی اجنحۂ رانیست نشیمن
جز کنگرۂ سور فلک سای مدینه
نه بود گهری در صدف بحر ارادت
پاکیزه تر از گوهر یکتای مدینه
حلوای نبات است زمصر آمده خرماش
بی زحمت دود آمده حلوای مدینه
خرما چو خوری دانه همی بوس که باشد
تسبیح ملک دانۂ خرمای مدینه
دیده است مدینه به مثل شخص جهان را
چون مردم دیده همه ابنای مدینه
پاکرده ز سرکن ز مدینه طلب دین
کز سر همه دین آمده تاپای مدینه
ازمیم مدینه نگر اینک که چگونه
دین است مرتب شده تاہای مدینه

کوثر که شنیدی نه بود تشنه دلان را
جز ساغر آب از کف سقای مدینه
شد جای کسی خاک مدینه که نه شاید
جز قمهٔ عرش از شرفش جای مدینه
مرغ ازلی لحن که از زمزمهٔ اوست
در رقص ابد صخرهٔ صمای مدینه
کالای مدینه چو بود خاک ره او
ملک دو جهان قیمت کالای مدینه
تا خاک مدینه شده دریا ز وجودش
عقل کل و غواصی دریای مدینه
نایافته خضرت زنم چشمهٔ جودش
نزہت که خضر آمده خضرای مدینه
سقف حرم اوست به صد مشعلهٔ نور
این گنبد فیروزه به بالای مدینه
آفاق ہمہ منتظر مقدم اویند
واو پردگی مهد معلای مدینه
ہر چند که درخاک خراسان شده محبوس
جامی که بود عاشق شیدای مدینه
دارد به خود امید که فردای قیامت
سر بر زنداز شقهٔ خارای مدینه

☆☆☆

(توضیحات صفحہ ۳۹۱)

(۵)

گر ببینم رخ زیبای رسول عربیؐ
دیده مالم به کف پای رسول عربیؐ

بلبلِ جانِ من اندر قفس تن نالان
همچو قمری به تمنای رسول عربیؐ
دارد از شوکت و شان بر سر معراج کلیم
صد شرف پایۂ ادنای رسول عربیؐ
سرمۂ دیدۂ صاحب نظران گردی بس
از سُم اسب فلک سای رسول عربیؐ
فصحای عرب و جمله حکیمان عجم
لال از منطق گویای رسول عربیؐ
داد از روی شرف عرش خدا را معراج
منزل و مسکن و ماوای رسول عربیؐ
نتواند که کند همسری از روی ادب
صالح و ناقه به قصوای رسول عربیؐ
مشکبوتر بود از سنبل وریحان بهشت
گیسوی زلف چلیپای رسول عربیؐ
گرچه ادریس خرامید به بستان ارم
باغ فردوس بود جای رسول عربیؐ
انبیاء و رسل وخیل ملایک دارند
قرب ایزد به تولای رسول عربیؐ
نور خورشید و مه و انجم افلاک بهم
عکسی از پر تو سیمای رسول عربیؐ
سختی از جور فلک هر چه رود برسر من
سهل دانم به تماشای رسول عربیؐ
طوبیٰ وسدره که منزلگه روح است و ملک
سایہ ای از قد بالای رسول عربیؐ

گشت از نیک و بد خلق جهان جامیؔ مست
تا شده والہ و شیدای رسول عربیؐ

☆☆☆

(۶)

جہان روشن است از جمال محمدؐ
ارم تازہ گشت از وصال محمدؐ
بوصف رخش والضحیٰ گشت نازل
چو واللیل بر زلف و خال محمدؐ
محمدؐ بود پادشاہ حقیقی
ھمہ پادشاہان بلال محمدؐ
خوش آن مجلس و مسجد و خانقاہی
کہ در وی بود قیل و قال محمدؐ
بروی زمین گشت سردار عالم
ہر آن کو شدہ پایمال محمدؐ
بود درجہان ہر کسی را خیالی
مرا از ھمہ خوش خیال محمدؐ
بصدق وصفای تو ان گشت جامیؔ
غلام غلامان آل محمدؐ

☆☆☆

(۷)

نسیما جانب بطحیٰ گذر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن
بگوای آفتابِ ذرّہ پرور
بر آ از روضہ ات شام سحر کن

نسیما از تو دارم آرزوئی
کہ تا ملک عرب روزی سفر کن
نسیما گر نمی آید ز تو کار
برو بہر خدا کار دگرکن
بگو ای شاہ اورنگ عنایت
بر احوال گدایانت نظر کن
مشرف گرچہ شد جامیؔ بہ یکبار
خدایا این کرم بار دگر کن

☆☆☆

(۸)

وَصَلَّی اللہ علیٰ نور کز و شد نورہا پیدا
زمین از وصل اوساکن فلک از عشق اوشیدا
محمدؐ احمدؐ و محمودؐ کہ وی را خالقش بستود
از و شد بود ہر موجود وزو شد دیدہ ہا بینا
اگر نام محمدؐ را نیاوردی شفیع آدم
نہ آدمؑ یافتی توبہ نہ مخلص نوحؑ از دریا
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حرمت و حشمت
نہ عیسیٰ آن دم عیسیٰ نہ موسیٰ آن ید بیضا
دو چشم نرگسینش را کہ مازاغ البصر گویند
دو زلف عنبرینش را کہ واللّیلِ اذا یغشی
منوّر عالم از رویش معطّر ہر دو گیسویش
مظفّر ہر دو بازویش دو زلفینش شب یلدا
از و در ہرتنی ذوقی وزو درہر دلی شوقی
از و بر ہر زمان ذکری و زو در ہر سری سودا

به وصفش سورهٔ طاہا ، مزمل نیز ، یاسین ہم
همه موجود او عالی که تلک الرسل فضلنا
ز سر سینه اش جامی الم نشرح تو میخوانی
زمعراجش چه میدانی که سبحان الذی اسریٰ

☆☆☆

(۹)

دل گدای تو یا رسول اللہ
جان فدای تو یا رسول اللہ
آفریده خدا دو عالم را
از برای تو یا رسول اللہ
ماه و خورشید بر فلک باشد
نقش پای تو یا رسول اللہ
می پرم بر سپهر و چرخ برین
به هوای تو یا رسول اللہ
جبرئیل امین فرود آمد
به سرای تو یا رسول اللہ
در دل و دیدهٔ اولی الابصار
هست جای تو یا رسول اللہ
امتان ترا خدا بخشد
به دعای تو یا رسول اللہ
لب شیرین من چو آب حیات
به ثنای تو یا رسول اللہ
عاشق صادقم ز روز ازل
به لقای تو یا رسول اللہ

جامیِ درد مند و بیچارہ
خاکِ پای تو یا رسول اللہ

☆☆☆

(۱۰)

تنم فرسودہ جان پارہ زہجران یا رسول اللہ
دلم پر درد و آوارہ زعصیان یا رسول اللہ
شب و روز از شکیبائی زحد گشتم تمنائی
بخلوت سوی من آئی خرامان یا رسول اللہ
چو سوی من گذر آری من مسکین ز ناداری
نثار نقش نعلینت کنم جان یا رسول اللہ
زکردۂ خویش حیرانم سیہ شد روز عصیانم
پشیمانم ' پشیمانم ' پشیمان یا رسول اللہ
زجام حبّ تو مستم بہ گیسوی تو دل بستم
نمی گویم کہ من ہستم سخندان یا رسول اللہ
بوقت مرگ در مانم رود از تن برون جانم
نگہداری تو ایمانم ز شیطان یا رسول اللہ
چو روز حشر بر خیزم بدامان تو آویزم
ز دیدہ خون دل ریزم فراوان یا رسول اللہ
ز پا افتادم از پیری بہ رحمت دست من گیری
ہمین یک حرف بپذیری ز نادان یا رسول اللہ
بہ صدیقت خریدارم عمرؓ را دوست می دارم
فدا سازم دل و جان را بہ عثمانؓ یا رسول اللہ
نہادم پیش گاہ سر بپای ساقی کوثرؓ
امامانؓ را شوم چاکر بہ ایقان یا رسول اللہ

چو بازوی شفاعت گر کشائی بر گنہکاران
مکن محروم جامی را دراں آن یا رسول اللہ

☆☆☆

(۱۱)[۱]

بانگ رحیل از قافلہ برخاست' خیز ای ساربان
رختم بنہ بر راحلہ' آہنگ رحلت کن روان
بندش ز زانو برگشا بہر خدا بر کش نوا
ساز از نوای جان فزا بروی سبک بار گران
ناقہ ز الحان عرب' آسودہ لذ رنج و تعب
طی می کند باصد طرب' یکروزہ رہ دریک زمان [۲]
بستہ بہ ہر یک محملی' بنشستہ در وی مقبلی
وزپی حدئی کن بیدلی' خوش لہجہ و شیرین زبان
من ہم بہ فقر وفاقہ خوش درخیلِ ایشان ناقہ کش
ناقہ کش اما اناقہ وش دادہ بہ دستِ دل عنان
نی ہیچ جا منزل مرانی دل بہ کس مائل مرا
من ناقہ را و دل مرا سوی حریمِ جان کشان
یارب مدینہ است این حرم کز خاکش آید بوئ جان
یا ساحتِ باغ ارم یا عرصۂ روض الجنان
بادش نسیمِ مشکسا' آبش زلالِ جان فزا
خاکش بود کحل جلا در دیدۂ اہلِ عیان
چون کعبہ آمد قبلہ گہ برطایفان بکشادہ رہ
ہر سنگ ازو سنگِ سیہ ہر کنج بامش ناودان

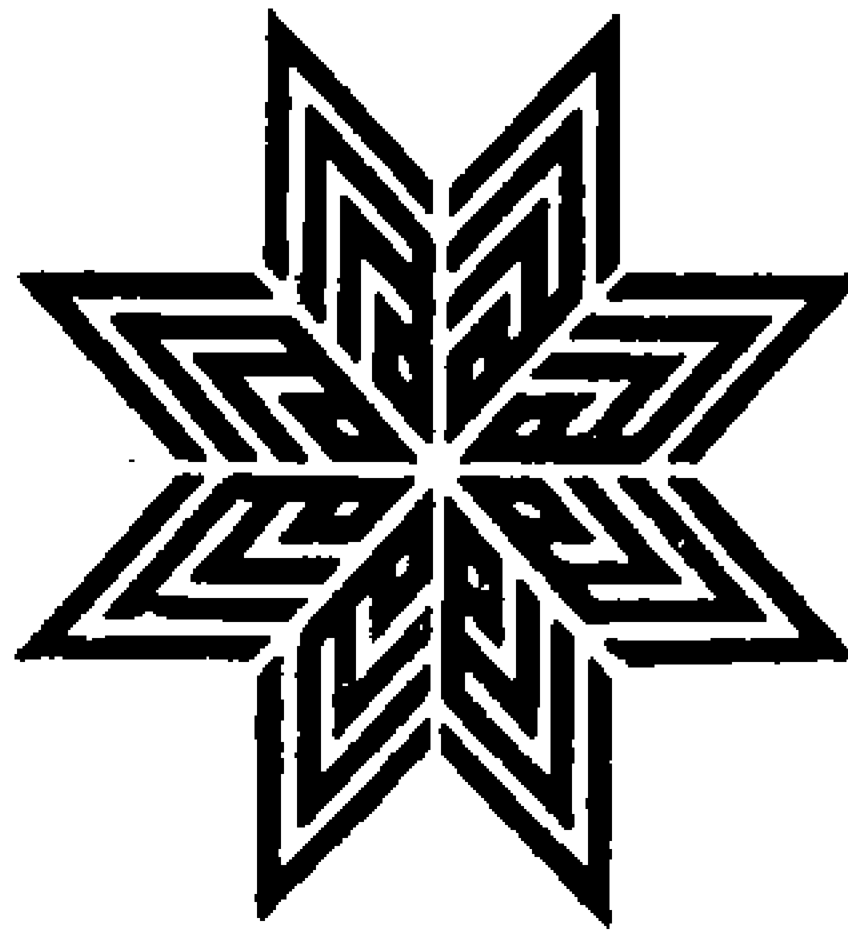
(۱) اس قصیدۂ نعتیہ میں مولانا جامی نے تقریباً سب ہی معجزات رسولِ اکرم کو اکٹھا کر دیا ہے۔
(۲) اس بیت کے بعد میں نے چھ ابیات چھوڑ دیے ہیں جو فقط بیابان کی وسعت اور دشواری کو بیان کرتے ہیں۔

جانہا قدم کردہ زسر' بہر طوافش رہ سپر
فرشِ مطافش کردہ پر مرغانِ قدسی آشیان
اطلالِ اوخیر الطلل' ربعش دل و جان رامحل
ہر دامنہ اش ضرب المثل در خرمی چون بوستان
خرم ازان باران و نم کایدز دریای قدم
رویاند از خاکِ دژم گلہای حسن جاودان
گلہایِ حسنِ معنوی عشقِ کہن را زان نوی
گرشمہ ای زان بشنوی چون بلبل آئی درفغان
حسنی کہ برمہ تافتہ مہ جیب خود بشکافتہ
در جنت از وی یافتہ سرمایہ خیراتِ حسان
سرچشمۂ آن حسن اگر خواہی کہ یابی زودتر
تاروضۂ خیرالبشرؐ مرکب زہمت کن' بران
سلطانِ اقلیمِ وفا' شاہِ سریرِ اصطفاؐ
سر دفتر صدق وصفا' سرمایۂ امن و امان
کافیِ الوریٰ ہادی السُّبل ختمِ اولوالعزم از رُسل
مشکلکشایِ جزو و کُل' فرما نروایِ انس وجان
دریایِ امکان و قدم بودند درطغیان بہم
او درمیان شان از کرم شد برزخ لا یبغیان
بحراست جانِ انورش ساحل لبِ جان پرورش
باشد طفیلِ گوہر ش محصولِ کانِ کُن فکان
قرآن کہ باآی و سور دارد ز اعجازش اثر
از مثلِ آن عاجز شر فکر ہمہ اہل بیان
ہر حرف ازان خوش زمزمہ شد بہر تلقین ہمہ
سرّ ازل را ترجمہ' رازِ ابد را ترجمان

از رشکِ آن بگسیخته برخاکِ خذلان ریختہ
نظمی کہ بود آویختہ در کعبہ بہر امتحان
می ساخت روشن راہ را دعوت کنان بد خواہ را
بشکست قرصِ ماہ را برگوشۂ این گرد خوان
چون فوت شد عصر از علیؓ از بہر وی تر کاہلی
گشت از دعا لیش منجلی از غرب شمس خاوران
روزی کہ باخصم دغا شد لطف او برہان نما
الزام حجت را دہا شد درکفش تسبیح خوان
حنانہ آمد در حنین از فرقتِ آن نازنینؐ
آن دم کہ شد منبر نشین بر سامعان گوہر فشان
اشجارا بہر کنف آواز داد از ہر طرف
پیشش زدند از دور صف' شد درقفای آن نہان
شد سوی اعداء از کرم' زد پیش اواز حال سم
بز غالہ ای مسموم دم کز وی نیالاید دہان
شد بر درِ غارِ محن بہر ش عناکب پردہ تن
تا از حسودِ پُر فِتن برجانِ او ناید زیان
بررغم بد خواہانِ دین شد پیش تیر و تیغ کین
چون بیضہ ہای آہنین بیض حمامش پاسبان
بافرقۂ از دین بری در معنی پیغمبری
چون زد دم از دعویٰ گری شد ذیب وضب شاہد بران
می شد بہ وفقِ رایِ او در رہ کمین مولایِ او
در سجدہ پیشِ پایِ او بنہادہ سر شیر ژیان
کف بربُزی کش از کبر پستان نبود از شیرتر
مالید و شد پر شیر تر پستانش از میش جوان

ز اندک طعامی در دمی اطعام کرده عالمی
وآن طعمه بابیش و کمی باقی به جایش همچنان
صد تشنه کی بی راه و رو بود از کف او آب جو
از فرجهٔ انگشت اوشد آب جوشان چشمه سان
میرفت یارش تیره شب دادش بکف چوبی عجب
شد چوب شمع بی لهب یا خود چراغ بی دخان
سایه نبودش همچو خور وین طرفه تر اندر سفر
از تاب خور بالای سر بودی سحابش سایه بان
در حرب خصم بد نهاد ایزد پی دفع فساد
از مارمکیش تیر داد از قاب قوینش کمان
هر گه نهاده پابرون از تنگنای چند وچون
یک گام او بوده فزون از عرصهٔ کون و مکان
آن شب که می زداز حرم بر مسجد اقصیٰ علم
میرا ند تا ملک قدم یکران همت زیر ران
می شد قرین جان و تن تابارگاه ذوالمنن
نی جان رہینِ ما ومن نی تن اسیر خان و مان
گفتش به گوش هوش در اسرار غیبی سر به سر
دانای بیفکر و نظر گویای بی کام و زبان
برامتِ گستاخ وی کرده بساط لطف طی
گر ننهد آن فرخنده پی پای شفاعت درمیان
از رفتگانِ خفته خوش کی حشر گردد پرده کش
تا طلعتِ خورشید وش ننماید از برد یمان
هر خرقِ عادت کاولیاء بر خلقِ عالم برملا
ظاهر کنند ، آن راجدا از معجزاتِ او مدان

اوصاف او پیشِ خرد بیرون بو داز حدوعد
حاشا کہ در عمرِ ابد آخر شود این داستان
نعتش زبس فرخندگی جان را دہد پایندگی
ہست آن زلالِ زندگی می باش از آن رطب اللّسان
نہ بود درین دیر کہن از نعت اوخوشتر سخن
زین نکتہ جامی بس مکن تا تاب داری وتوان
☆☆☆☆☆
(توضیحات صفحہ۲۵۲)



جامی کہ داد جان بہ غمت ، بہرِ اہلِ درد
بگذاشت یادگار غزلہایِ درد ناک

توجہ

ا۔ میں نے کتاب کا حجم بڑھ جانے کے خوف سے منظوم کلام کے انتخاب فارسی میں سے ابیاتِ مثنوی اور بعض قصائد کا اُردو ترجمہ اور ان کی توضیحات لکھنے سے احتراز کیا۔ اس کی تلافی آگے کی فارسی منظومات سے ہوگی جو کتاب میں درج ہیں۔

۲۔ اسی خیال سے صرف چند غزلیات کا بھی اُردو ترجمہ کرنے اور ان کی توضیحات لکھنے سے صرف نظر کیا البتہ شاعر کے بیان کی شگفتگی اور شیرین طرزِ کلام اور تاثر در سوخ ادا کے پیش نظر متن کتاب میں ان کو باقی رہنے دیا ہے کہ صاحبانِ ذوق اہتزاز کی موجوں میں جھوم اٹھیں۔ ویسے بھی ان غزلیات کا موضوع اور فکر و خیال کی روش باقی غزلوں میں موجود ہے اور اسی لئے میں نے تین ایسی نعتیہ و مدحیہ غزلوں کا فقط اُردو ترجمہ کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جو ہمارے کشمیر میں بے حد مقبول ہیں اگرچہ سخت تلاش و تحقیق سے آمادہ کئے گئے تہران میں سال ۱۹۶۱ء میں ہاشم رضی ویراستہ کے اہتمام سے چھپے دیوان کامل جامی (جو جامیؒ کے تمام قصائد، ترجیع و ترکیب بندوں، مثنویوں، رباعیات، معمات اور غزلیات پر مشتمل ہے) میں یہ تین نعتیہ غزلیں نہیں ہیں۔ یہ تین غزلیں انتخاب کے غزلیاتی متن میں ۸۸۔ ۸۹۔ اور ۹۰ کے نمبرات کے تحت درج ہیں۔

۳۔ انتخاب غزلیات، فارسی کے عنوان کے تحت متن میں مولانا جامیؒ کی جن فارسی غزلیات کا میں نے انتخاب کیا ہے حصۂ ترجمہ و توضیحات میں کتاب کی شیرازہ بندی ہوتے وقت ان کی ترتیب میں انحراف واقع ہوا ہے۔ قارئین محترم کی سہولت جستجو کے پیش نظر فارسی غزل کے آخر میں ترجمہ و توضیحات کا مربوط صفحہ نمبر درج کر دیا گیا ہے۔

(مصنف)

غزلیات

(۱)

گاہ در دل ساز و گہ در دیدہ جا
ہر دو جای تست ای بدر الدّجی
طوبیٰ آمد قد تو وقتِ خرام
گر خرامد سوی ما طوبالنا
تا بہ ہر چشمی زراہت سرمہ برد
چشم من دارد غباری از صبا
می نگویم بندۂ خویشم شمار
نیست حکمی بندہ را بر پادشا
خواہم از دل بر کشم پیکان تو
لیکن از دل برنمی آید مرا
پردہ بکشا چون نمودی آن دوزلف
تارخت بینیم بعد از عمرہا
گر سر جامی جدا سازی بہ تیغ
بہ کہ سازی زآستان خود جدا

☆☆☆

(توضیحات صفحہ ۴۵۷)

(۲)

اَحِنُّ شوقاً اِلٰی دیارٍ لَقیتُ فیہا جمالَ سلمیٰ
کہ میرساندازآن نواحی نوید لطفی بجانب ما
بوادی غم منم فتادہ زمام فکرت زدست دادہ
نہ بخت یاور نہ عقل رہبر نہ تن توانا نہ دل شکیبا
زہی جمالِ تو قبلۂ جان حریم کوی تو کعبہ دل
فَاِنْ سَجَدْنَا اِلَیْکَ نَسْجُد وَاِن سَعَیْنَا اِلَیْکَ نَسعیٰ

زسرِ عشق تو بود ساکن زبان ارباب شوق لیکن
زبی زبانی غم نہانی چنانکہ دانی شد آشکارا
بکتَ عیُونی علی شیونی فساءَ حالی ولا اُبالی
کہ دانم آخر طبیب وصلت مریض خود را کند مداوا
اگر بہ جورم بر آوری جان و گر بہ تیغم بیفگنی سر
قسم بہ جانت کہ بر ندارم سرارادت زخاکِ آن پا
بہ ناز گفتی فلان کجائی چہ بود حالت درین جدائی
مَرِضتُ شوقاً ومِتُّ ھجراً فکَیفَ اشکُوا اِلیک شکوا
بر آستانت کمینہ جامی مجال بودن ندید از آن رو
بکنج فرقت نشست محزون بکوی محنت گرفت مأوا

(توضیحات صفحہ ۴۵۹)

☆☆☆

(۳)

نَفَحاتُ وَصلکَ اَوقَدَت جَمَراتُ شَوقِکَ فی الحشا
زغمت بہ سینہ کم آتشی کہ نزد زبانہ کماتشا
توچہ مظہری کہ زجلوہٗ توصدای صیحہٗ صوفیان
گذرد ز ذروہٗ لامکان کہ خوشا جمال ازل خوشا
ھمہ اہل مسجد و صومعہ پی ورد صبح و دعای شب
من و ذکر طلعت و طرہٗ تو مِنَ الغداۃِ اِلی العِشا
زکمندِ زلف تو ہر شکن گرھی فگندہ بہ کارمن
بہ گرہ گشائی لعل خود کہ زکار من گرھی گشا
دل من بہ عشق تو می نہد قدم وفا بہ رہ طلب
فلکن سعافبہ سعا ولکن مشافبہ مشا
بہ تو داشت خودل گشتہ خون ز تو بود جان مراسکون
فہجر تنی و جعلتنی متحیراً متوحشا

چه جفا که جامی خسته دل ز جدائی تو نمی کشد
قدم از طریق جفا بکش سوی عاشقان جفا کش آ

☆☆☆

(توضیحات صفحہ ۴۷۴)

(۴)

کئوس الرّاح دارت خذید الساقی و قبّلہا
کہ باشد درکف اوقوت جانہا قوّت دلہا
زصد سالک سوی مقصد یکی رہ برد و باقی را
شد اندر راہ دامنگیر آب و خاک منزلہا
بجان اندر خطر در بحر غوّاصان پی گوہر
نشستہ از خطر ایمن صدف چینان ساحلہا
چہ گویم وصف آن شاہد کہ تاباشد جہان باشد
حدیثش نقل مجلسہا ، جمالش شمع محفلہا
شتر رقاص گردد بر مغیلان چون شود حادی
بوصف کعبۂ وصلش جرس جنبانِ محملہا
بریز ای دیدہ بر خاک مذلّت گریۂ حسرت
کہ گلہای کرامت بر دمد روزی ازین گلہا
رخ خدمت متاب از صحبت پیر مغان جامی
کہ آنجا میشود دفع بلا وحلّ مشکلہا

☆☆☆

(توضیحات صفحہ ۴۷۷)

(۵)

سیمین ذقنا ، سنگدلا ، سادہ عذارا
خوش کن بہ نگاہی دل غم پرور مارا
این قالب فرسودہ گر از کوئی تو دورست
القلب علی مایک لیلا ونہارا

آزرده مبادا که شود آن تن نازک
از بهر خدا چست مکن بند قبارا
من چون گذرم از سر کوی تو کز آنجا
یا رای گذشتن نه بود باد صبا را
خوش آنکه زمی مست شوی بی خبر افتی
پنهان ز تو من بوسه زنم آن کف پارا
جامی نکند بجز هوس بزم تو لیکن
در حضرت سلطان که دهد بار گدا را

(توضیحات صفحه ۴۸۵)

☆☆☆

(۲)

از خار خار هجر تو در سینه دارم خارها
هر دم شکفته بر زخم زان خارها گلزارها
از بس فغان و شیونم چنگیست خم گشته تنم
اشک آمده تا دامنم از هر مژه چون تارها
ره جانب بستان فگن کز شوق تو گل در چمن
صد چاک کرده پیرهن شسته بخون رخسارها
تاسوی باغ آری گذر سرو وصنو بر رانگر
عمری پی نظاره سر برکرده از دیوارها
زاهد به مسجد برده پی حاجی بیابان کرده طی
آنجا که کار نقل وی ' بیکاری است این کارها
هر دم فروشم جان ترا بوسه ستانم دربها
دیوانه ام ' باشد مرا با خود بسی اسرار ها
تو داده بار هر خسی من مرده از غیرت بسی
یکبار میرد هر کسی بیچاره جامی بارها

(توضیحات صفحه ۴۶۶)

(۷)

عمری ز رخت بودم با خاطر خوش جانا
وَدَّعتُ وَ اَودَعتُ فِی قَلبِی اَشجَانا
دام سر زلفت را گر خال بود دانہ
صید تو شود دانم مرغ دل صد دانا
شد در قدح صہبا عکسی زرخت پیدا
قَد اَشرَقَتِ الدُّنیا مِن کاسِ حمیانا
گفتم کہ بہ ہجر از دل شوق تو شود زایل
فی الہجر مضیٰ عمری والشوق کما کانا
صد کشتۂ ہجر احیا یابد بدمی ہر جا
کز گلشن وصل تو بوئی رسد احیانا
آن سروسہی قدرا شد خاک قدم طوبیٰ
مَا اَرفَعَہُ قَدرا مَا اَعظَمَہُ شانا

(توضیحات صفحہ ۴۶۱)

☆☆☆

(۸)

ای بردہ رخت رونق گلہا وسمنہا
دارد دہن تنگ تو در غنچہ سخنہا
گر سرو نہ باقدِ تو ماند نتوان برد
چون آب بہ زنجیر مرا سوی چمنہا
صحرای عدم لالہ ستان شد چوشہیدان
باداغ تو رفتند بہ خون غرقہ کفنہا
گفتست بہ ہر غنچہ صبا لطفِ دہانت
ماندست زحیرت ھمہ را باز دھنہا

مشکل کہ بود روی خلاصی دل مارا
از زلف تو با این همه خمہا و شکنہا
با لذّت آوارگی وادی عشقت
غربت زدگان را نہ شود میل وطنہا
چون خامہ بوصف خط تو خشک فروماند
جامی کہ شد انگشت نما درهمہ فنہا
(توضیحات صفحہ ۴۶۸)

☆☆☆

(۹)

یامَن بدا جمالک فی کل مابدا
بادا ہزار جان مقدّس ترا فدا
می نالم از جدائی تو دمبدم چونی
وین طرفہ ترکہ از تونیم یکنفس جدا
عشق است و بس کہ درد و جہان جلوه میکند
گاه از لباس شاه گہ از کسوت گدا
یک صوت بردوگونہ همی آیدت بگوش
گاهی ندا همی نہیش نام و گہ صدا
بر خیز ساقیا ز کرم جرعہ ای بریز
بر عاشقان غمزده زان جام غمزدا
زان جام خاص کز خودیم چون دہد خلاص
در دیدهٔ شہود نماند بہ جز خدا
جامی ره هدیٰ بہ خدا غیر عشق نیست
گفتیم والسلام علی تابع الہدیٰ (۱)

(۱) یہ غزل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نہیں بلکہ عشق الٰہی کی تعریف میں لکھی ہے اور چونکہ عشق مجازی ہی مولانا جامیؒ کے لئے عشق الٰہی کا ذریعہ تھا اس لئے میں نے یہ غزل نقل کی۔

(۱۰)

ربزم زمژه کوکب بی ماه رخت شبها
تاریک شبی دارم با این همه کوکبها
چون از دل گرم من بگذشت خدنگِ تو
از بوسهٔ پیکانش شد آبله ام لبها
از بس که گرفتاران مُردند بکویِ تو
بادش همه جان باشد خاکش همه قالبها
از تاب وتفِ ہجران گفتم سخن ِ وصلت
بود این هذیان آری خاصیتِ آن تبها
تادست بر آوردی زان غمزه به خونریزی
بر چرخ رود ہر دم از دستِ تو یاربها
شد نسخِ خط یاقوت اکنون همه رعنایان
تعلیمِ خط از لعلت گیرند به مکتبها
جامی که بی مذہب اطراف جهان گشتی
با مذہب عشقِ تو گشت از همه مذهبها

(توضیحات صفحہ ۳۶۳)

☆☆☆

(۱۱)

تابرورق گل زدی از مشک رقمها
در وصفِ تو بشکست سر جملہ قلمها
ہرگز دلِ من بی تو جدا از المی نیست
أی قاعدهٔ لطف تو تسکین المها
در لشکرِ عشقِ تو اسیران همه گردند
وز آتشِ دلهاست در آن گرد علمها

نوع دگر آمد ز کرم ہر ستم تو
باختہ دلان میکنی انواع کرمہا
زین بیش غم جملہ بتان بر دلِ من بود
آزاد شدم با غم تو از ہمہ غمہا
تیغ ستمت گونہ ز خونِ وگران یافت
با عاشق خود تاکی ازین گونہ ستمہا
صاحب نظر ان روی نہادند بہ جامی
زان روز کہ در راہ توشد خاک قدمہا
(توضیحات صفحہ ۴۷۲)

☆☆☆

(۱۲)

بر آمد شاہ عشق از طور سینا
وز آنجا زد علم بر دیرِ مینا
رُخ اندر وادی ابطحی بر افروخت
بہ نورِ خود جہانی ساخت بینا
بہ روی ہر کس ابواب فتوحات
بہ آن مفتوح شد فتحاً مُبینا
بہ آن فتحِ مُبین بینا بگشتیم
لَقَد لَقِیْنَا مِنْ ہٰذا نَصَبا
جنونِ عشق را جامی میامیز
بہ تدبیر شفایِ پور سینا
زیدیگر بہ در زنجیر تدبیر
وَقُل ہذا جُنونِ العاشقینا
بود تدبیر رو در وادیِ اشک
ازان وادی بہ سرحدِ یقین آ
(توضیحات صفحہ ۴۸۲)

(۱۳)

بخرام باز و جلوه ده آن سروِ ناز را
پامالِ خویش کن سرِ اہلِ نیاز را
بگذار یک نظاره در آن رو، کہ اہلِ دل
گیرند کیمیا نظری پاکباز را
خوش آن کہ تو نشینی و من پیشِ رُوی تو
سازم بہانہ بہر سجودی نماز را
حسنِ ترا ز عشقِ من آوازہ شد بلند
محمود ساخت شہرۂ عالم ایاز را
از شرح سوز و دردِ من ای جان گداختی
پیشِ کہ گویم این الم جان گداز را
جولان مدہ سمند و مبر عقل و دین زما
بگذار شہسوارِ من این تُرکتاز را
جامی گرفت خاطرِ آن مہ ز شرحِ ہجر
کوتہ کن این فسانۂ دور و دراز را

(توضیحات صفحہ ۴۹۲)

☆☆☆

(۱۴)

بام بر آوجلوہ دہِ ماہِ تمامِ خویش را
مطلع آفتاب کن گوشۂ بامِ خویش را
باھمہ میر سد غمت قسمتِ بندہ ہم بدہ
خاص بہ دیگر ان مکن رحمتِ عامِ خویش را
پُخت زتفِ غمِ دلمْ خام ھنوز کارِ من
پیش تو عرضہ میکنم پختہ و خام خویش را

شد به غلامی درت صرف جوانیم همه
بهر خدا تفقدی پیر غلام خویش را
بر توسلام میکنم گرچه فرود یافتم
باشرف جواب تو قدر سلام خویش را
برد متاع هستیش زود به کشور عدم
هر که بدست عشق تو داد زمام خویش را
در ورقی که کرده ام نام سگانت را رقم
زیر تَرَک نوشته ام از همه نام خویش را
برمن خسته دل مزن طعنه به مهر نیکوان
صید کسی دگر مخوان آهوی دام خویش را
جامی تشنه لب که شد خاک زشوق لعل تو
باده خور و برفشان جرعهٔ جامِ خویش را

(توضیحات صفحہ ۴۹۵)

☆☆☆

(۱۵)

ترا ای نازنین هر سو ز دلها صد سپه بادا
به هر جا بگذری صد جان پاکت خاک ره بادا
همی ترسم شود آزرده آن تن ورنه می گفتم
ترا هر شب درُونِ دیدهٔ من خوابگه ادا
زحکم عقل می بخشد فراغت عشق تو مارا
همیشه خوی تو در کشور دل پادشه بادا
سیه رو خواندیم و آن موجب صد سرخ روئی شد
سرموئی اگر گویم خطا رویم سیه بادا
طفیل دیگران باشد که یابم لذت تیغت
همیشه خوی تو خونریزی من بی گنه بادا

کله کج کرده میرانی سمند و خلق میگویند
خدا همواره یار این سوار کج کله بادا
دل جامی که شد بت خانه از مهر بتی چون تو
نه در وی فکر مسجدنی هوای خانقه بادا
(توضیحات صفحہ ۴۹۸)

☆☆☆

(۱۶)

شد خاک قدم طوبی آن سروسہی قد را
ما اعظمہ شانا ما ارفعہ قدرا
ای پیکر روحانی از زلف بنہ دامی
در قید تعلّق کش ارواح مجرّد را
من نقش خطت بستم روزی که قلم باخود
می زد رقم هستی این لوح زبرجد را
مپسند ز قتل من آزار بر آن ساعد
یک تیغ زن از غمزه خون ریز چومن صد را
من زنده و تو خیزی خون دگران ریزی
هر لحظه ازین غصه خواهم بکشم خود را
دردت ز ازل آید تا روز ابد پاید
چون شکر گذارد کس این دولت سرمد را
در وصف خطت نو کرد آئین سخن جامی
ذوق اگر است آری اشعار مجدّد را
(توضیحات صفحہ ۴۸۸)

☆☆☆

(۱۷)

روحی فداک ای صنم ابطحی لقب
آشوب ترک و شور عجم ، فتنۂ عرب

کس نیست در جہان کہ زکسنت عجب نماند
ای درکمال حسن عجب تر زہر عجب
ہر کس نیافت جرعہ ای از جام وصل تو
زین بزمگاہ تشنہ جگر رفت و خشک لب
تا زلف تو شب است و رخت آفتاب چاشت
واللّیل والضّحیٰ ست مرا ورد روز و شب
کامی زلب ببخش کہ عشاق خستہ را
صد خار خار در جگر افتاد از آن رُطب
رفتن بہ سر طریق ادب نیست در رہت
ماعاشقیم و مست، نیاید زما ادب
دل باد منزل غم و سرخاک مقدمت
کین موجب شرف بود آن مایۂ طرب
مطلوب جامی از طلبم گفتہ ای کہ چیست
مطلوب اوھمین کہ دہدجان درین طلب (توضیحات صفحہ ۵۰۱)

☆☆☆

(۱۸)

بدا برق بطحاء والدّ مع ساکب
زھی عشق مستولی و شوق غالب
خوش آن برق رخشان کہ از کوی جانان
درخشد چو بر آسمان نجم ثاقب
نگاری کہ روبند حوران جنت
غبار دیارش بہ مشکین دوایب
دلم سوخت از شوق او گرچہ دایم
خیال رخش ہست باجان مصاحب
ازان منزل خوش و ز آن ربع دلکش
کزونیست یکدم دل خستہ غایب

مکن حسبة الله ار می توانی
ازین بیش صرف زمام نجایب
سلام من الله مولی العوارف
سلام من الله مُعطی المواهب
علی روضة حلّ فیها حبیب
رفیع المعارج ' سنیّ المراتب
ملیحی که جمع است در بزم وصلش
فنون مقاصد صنوف مآرب
فصیحی که درج است در دُرج لعلش
رموز نوادر ' نکات غرایب
بہ اقبال درد و غمش رست جامی
زمیل مرادات و نیل مطالب

(توضیحات صفحہ ۵۰۶)

☆☆☆

(۱۹)

درد مندم ' عاجزم ' بیمار و تنها و غریب
حال خود مشروح گفتم ' وقت لطف است ای طبیب
ہر شفا در حقّۂ غیب است و آن در دست تست
حقہ بکشا و کرامت کن شفائی عنقریب
جوشش دریای فضلت نیک و بدرا شامل است
گرچہ از بد بد ترم حاشا کہ مانم بی نصیب
عاشق بیمار را وصل حبیب آمد علاج
ز آستانت چون روم چون ہم طبیبی ہم حبیب
با تو دست آویز من تنہائی و غربت بس است
با غریبان لطف و رحمت نیست از خویت غریب
عمر شیرین عیش خوش از دولت وصل تو بود
لابقائی بعدہ یحلوا و لاعیشی یطیب

بندہ جامی را بہ مسکینان این درگاہ بخش
اِستجب ھذا لدّعائی شانہ یا مستجیب
(توضیحات صفحہ ۵۱۴)

☆☆☆

(۲۰)

ای ترا قد خوب و ابرو خوب و زلف و چہرہ خوب
بر زبان اہل دل نام تو محبوب القلوب
بالب نوشین تو زد لاف شیرینی نبات
مصریان از شہر خود کردند بیرونش بہ چوب
با تو ہر کس را ہوای دولت ہم خانگی است
خانہ را اول زگرد ہستی خود گو بروب
بادہانت درمیان دارد دلم سرّ نہان
لیس یدری سرّ قلبی غیر علام الغیوب
گفت بامجنون کسی کای درگناہ عشق غرق
تب الی مولی جمیل العفو غفار الذنوب
گفت مجنون کز ھوای عشق لیلیٰ می کنم
توبہ اما من ھوی لیلیٰ فانی لا اتوب
جامی امشب دوستان در رقص عشقند و سماع
رغم زاہد را تو ھم دستی بزن پایی بکوب
(توضیحات صفحہ ۵۱۰)

☆☆☆

(۲۱)

ای آفتاب روی تو عکس فروغ ذات
ظاہر ز زلف و خال و خطت کثرت صفات
زیر نقاب جعد مسلسل رخ تو کرد
شرح بطون ذات و ظہور تعینات

چشمت بہ عشوہ لب بہ شکر خندہ میکند
تفسیر آیت خلق الموت و الحیات
زان تیغ غمزہ می برم از جان و دل امید
درویش راچہ چارہ از رفع تعلقات
کردم نماز درخم محراب ابرویت
قرت بنور و جمہک عینای فی الصلوت
زان خارہا کہ در دل من کشتی از جفا
خواہد گل وفات دمیدن پس از وفات
در دام طرہ ہای تو جامی اسیر شد
مشکل کہ افگند پس ازین دام ترہات

(توضیحات صفحہ ۸۱۵)

☆☆☆

(۲۲)

بہ درت جا کنند اہل نجات
رفع اللہ قدرھم درجات
گر تو خواہی زکات خوبی داد
ما فقیریم و مستحق زکات
ھر کہ دارد وقوف ازین سر کوی
لایرید الوقوف باالعرفات
تاتوشوئی زمی لب چوشکر
آب شدقند و کوزہ گشت نبات
خط سبز تو زیر سایۂ زلف
خضر حام حولہ ظلمات
ھردم از لعل تو بہ طالع من
خاصیت بین کہ داد آب حیات

توبہ کر دی شراب خور جامی
اتبع السیآت بالحسنات
(توضیحات صفحہ ۵۲۹)

☆☆☆

(۲۳)

ای واضح وَالضحیٰ جبینت
واللیل نقاب عنبرینت
طاہا ورقی زداستانت
یاسین عَلَمی بر آستینت
جنت اثری زفیض مہرت
دوزخ شرری زتفِ کینت
اسرار وجود را کماہی
دیدہ نظر خدای بینت
پیش تو سپہر چون زمین پست
عالم ھمہ روی بر زمینت
تو صاحب کان کنت کنزاً
اعیان رسل قراضہ چینت
چون بر تو خدای افرین گفت
جامی چہ سزای آفرینت [1]
(توضیحات صفحہ ۵۲۹)

☆☆☆

(۲۴)

ای ز مازاغ کحل عینیت
طرفۃ العین سیر کونینت

(۱) کشمیر میں ان دوشعروں کا اضافہ نسخے میں آیا ہے۔ دادند پری ازان بہ جبریل۔ رقصد چو مگس بر انگبینت۔ دارم ھمہ عمر این تمنا۔ بینم بہ جمال نازنینت۔ لیکن دیوان کامل جامی میں نہیں ہیں۔

برکاب تو جبرئیل نہ شد
واقف سرِتاب قوسینت
عالمی بہ شد از مرض باللہ
از دم پر شفای شفتینت
آن سہ عین عین عالم نور اند
خاصہ آن یار ثانی اثنینت
میکند روز و شب رکوع و سجود
آسمان بر زمین حرمینت
حسن اوصاف سیرت و صورت
ختم بر ذات پاک حسنینت
جان نثار رہ مدینۂ تو
سر جامی فدای قدمینت

☆☆☆

(۲۵)

یار خطی کہ بر عذار نوشت
تو لج اللّیل فی النّہار نوشت
والضحیٰ را کہ والضحش رخ اوست
سورۃ اللّیل بر کنار نوشت
بہ خط سبز وصف خطّ و رخش
سبزہ بر طرف لالہ زار نوشت
لب او پر شکر زمشک و گلاب
مرہم سینۂ فگار نوشت
بر بیاض رخم محرر اشک
قصۂ درد و انتظار نوشت

قصد شهرت نہ بود جامی را
کین ہمہ نظم آبدار نوشت
بہر احباب بر صحیفۂ دہر
نکتہ ای چند یادگار نوشت

(توضیحات صفحہ ۵۶۴)

☆☆☆

(۲۶)

ترا صباحت ترک و فصاحت عرب است
ملاحتی کہ میان عجم چنان بود، عجب است
صحیفہ ایست وجود پر لطیفۂ حسن
کہ از اصول صفات کمال منتخب است
مہت پدر شد و خورشید جد تعالی اللہ
ترا میان بتان این چہ رفعت نسب است
کجا رسد بہ تو کس چون ترا بہ ہر سر موی
ہزار خوبی موروث و لطف مکتسب است
تو آن زلال حیاتی کہ دادہ جان از شوق
بہ وادی طلبت صد ہزار تشنہ لب است
نہ ایم باسگ تو در مقام ترک ادب
اگرچہ ترک ادب پیش دوستان ادب است
زشوق لعل تو صد خم و جام را جامی
زبادہ ساخت تہی و ہنوز در طلب است

(توضیحات صفحہ ۵۳۶)

☆☆☆

(۲۷)

یا قوت لب تو قوت جان است
وصل تو حیات جاودان است

زلف تو بر آفتاب تابان
از شعر سیاه سایه بان است
بستی بہ لباس کجکلاہان
بر موی کمر کہ این میان ست
راندی بہ لب شکر دہانان
در ہیچ سخن کہ این دہان است
در ہر آنی توئی وشانی
ما اعظم شانک این چہ شان است
ہر چند بہ ہر زبان زعشقت
ہر لحظہ ہزار داستان است
زان دم کہ تراشناخت جامی
مہر خمشیش بر زبان است

☆☆☆

(۲۸)

آن کیست سوارہ کہ بلای دل و دین است
صد خانہ بر انداختہ درخانۂ زین است
ماہی است درخشندہ چو برپشت سمند است
سروی است خرامندہ چو برروی زمین است
آشوب جہان است اگر اسب سوار است
آرایش جان است اگر بزم نشین است
در آتش و آبم زدل و دیدہ چو دیدم
کافر وختہ رخسار و عرق گرد جبین است
بر تافت زمن رو ، گرہ افگند در ابرو
اینک سر و شمشیر اگر بر سر کین است

گر قصۂ خود عرضۂ رائش نتوان کرد
صد شکر خدا کو همه دان و همه بین است
گفتم که سخن رانی جامی زلب تست
از پستۂ شکر ریخت که آری سخن این است
(توضیحات ص ۵۴۴)

☆☆☆

(۲۹)

ای شهسوار حسن که جانم فدای تست
هر جا سریست خاک ره بادپای تست
خوش جلوه ده سمند که دفع گزند را
هر سو هزار سوخته دل در دعای تست
مشتاق وصل را که ز هجران به جان رسید
سرمایۂ حیات امید لقای تست
بیچاره عاشق تو که بادرد انتظار
شد در رهت غبار و هنوز ش هوای تست
یک خنده کر دی و دل ماشد از آن تو
باری دگر بخند که جان هم برای تست
دل چون تو انم از تو بریدن که در ازل
آب و گلم سرشته به مهر و فای تست
جامی گر آن صنم ز تو بیگانه شد مرنج
این بخت بس ترا که سگش آشنای تست

☆☆☆

(۳۰)

ای رشک شاخ طوبی بالای دلربایت
بروی لباس خوبی چست است چون قبایت

برفرق تاجداران کفش تو تاج و ہریک
بنہادہ تاج از سر چون کفش پیش پایت
سرہای سر بلند ان درحلقۂ کمندت
دلہای نازنیناں در ربقۂ وفایت
از چار حدّ عالم برتست چشم نیکان
یا رب نگاہ دارد از چشم بدخدایت
جان بر لب آمد از غم پیوند زندگی را
دارم ہوس پیامی ازلعل جانفزایت
بخشد بہار خرّم ہر مرغ را نوائی
تو نو بہار حسنی من مرغ خوش نوایت
از زندگی بہ جانم بی روی تو خدا را
بنمای روی زیبا تا جان کنم فدایت
وصلت بدین عزیزی کس چون خرد کہ نبود
نرخ ہزار یوسف یک نیمہ از بہایت
با آنکہ از دعایت خالی نیم زمانی
باشم زہر زبانی مستدعی دعایت
از مردمان دیدہ بست است دیدہ جامی
آری نمی تواند دیدن کسی بہ جایت

(توضیحات صفحہ ۵۷۹)

☆☆☆

(۳۱)

آن چہ نور است کہ از وادی بطحا برخاست
کہ ہمہ کون و مکانش بہ تماشا برخاست
وان چہ نخل است بہ یثرب کہ چو بالا جمود
نعرۂ شوق وی از عالم بالا بر خاست

یک زمان بر سر راهش بہ تماشا کہ نشست
کہ ز عشقش نہ سراسیمہ وشیدا برخاست
عاقبت بر لب اوختم شداز معجز حسن
گرچہ اول دم احیا ز مسیحا برخاست
هیچ جانکته ای از لعل شکر خاش نہ رفت
کہ نہ پر شور شد آن مجلس و غوغا برخاست
دُرد نوشان غمش نعرۂ مستانہ زوند
چہ صداہا کہ ازین گنبد مینا برخاست
شد خرامان سوی صحرا ' اثر دامن اوست
ہر گل ولالہ کہ از دامن صحرا برخاست
وعدہ ای از لبش امروز بہ میخانہ رسید
از دلِ بادہ گساران غم فردابرخاست
دید جامی قد آن سرو بہ جولانگہ ناز
پاز سر کردہ بہ خدمت از سرپا برخاست (توضیحات صفحہ ۵۸۸)

☆☆☆

(۳۲)

ای درت کعبۂ ارباب نجات
قبلتی وجہک فی کلّ صفات
برسر کوی تو ناکردہ وقوف
حاجیان را چہ وقوف از عرصات
رفتہ آوازۂ قند تو بہ مصر
کوزۂ خود زدہ برسنگ نبات
غم عشاق تو آخر نہ شود
انزل اللہ علیہم برکات

گر عبارت کند از میم دہانت
آید از چشمۂ میم آب حیات
می کشی ہر طرف آن حلقۂ زلف
بس کن ای بادصبا زین حرکات
جامی از درد تو جان داد و نہ گفت
فھو ممن کتم العشق فمات

(توضیحات صفحہ ۵۲۲)

☆☆☆

(۳۳)

لطافتی کہ رخت راز جعد خم بہ خم است
ہزار عاشق اگر باشدت ھنوز کم است
بہ زلف عمر و بہ لبہا حیات اہل دلی
بیا کہ عمر عزیز و حیات مغتنم است
دلم نیافت نشان زان دہان بہ ملک وجود
نہادہ روی کنون درولایت عدم است
ز صحبتم تو ملولی و من مشتاق
مراست غم کہ جدایم ز تو تراچہ غم است
ہزار مرہم راحت اگر بود حاصل
نصیب عاشق مسکین جراحت والم است
لبت زلطف عبارت ز عالمی دل برد
نہ در عرب چو تو شیرین زبان نہ در عجم است
حریم خاک درت را مقیم شد جامی
مزن بہ تیغ جفائش کہ آہوی حرم است

(توضیحات صفحہ ۵۴۰)

☆☆☆

(۳۴)

باز هوای چمنم آرزوست
جلوهٔ سرو و سمنم آرزوست
نکهت گل را چه کنم ای نسیم
بوئی ازان پیر هنم آرزوست
تو به زمی کردم و آمد بہار
ساقی تو به شکنم آرزوست
پرسش اگر نیست نگونا سزا
کز دهنت یک سخنم آرزوست
من کیم و بزم تو، لیکن ز دور
دیدن آن انجمنم آرزوست
زیستنم با تو میسر مباد
بی تو اگر زیستنم آرزوست
بیش مگو جامی ازان لب سخن
کین سخنان زان دهنم آزروست

(توضیحات صفحہ ۵۵۲)

☆☆☆

(۳۵)

پرتو شمع رخت عکس بر افلاک انداخت
قرص خورشید شد و سایه برین خاک انداخت
برقی از شعشعهٔ طلعت رخشان تو جست
شعله در خرمن مشتی خس و خاشاک انداخت
خوش بر آن رخش که عشقت فلک سرکش را
طوق در گردن از آن حلقهٔ فتراک انداخت

ذوق مستان صبوحی زدهٔ بزم تو دید
صبح در اطلس فیروزهٔ خود چاک انداخت
می خرامیدی و ارواح قدس می گفتند
ای خوش آن پاک که سر در ره این پاک انداخت
توتی ناطقه را سرخط و عارض تو
زنگ تشویر در آئینه ادراک انداخت
جامی اہلیّت اندیشہٗ عشق تو نداشت
ہمتش رخت درین موج خطرناک انداخت

☆☆☆ (توضیحات صفحہ ۵۵۵)

(۳۶)

دل رُخت را ز روشنی مہ گفت
سخنی روشن و موجہ گفت
ہر کہ دریافت نکتہٗ دہنت
عقلش از سرّ غیب آگہ گفت
پیش قدّ بلند تو ، طوبی
سخنی سدرہ گفت ، کوتہ گفت
گوشۂ ابروی تراشب عید
ہر کہ دید الہلال و اللہ گفت
نیست مشتاق کعبہ صوفی شہر
سخنی کعبہ گر نہ در رہ گفت
دوش جامی حدیث زلف و رخت
ز اوّل شام تا سحر گہ گفت

☆☆☆ (توضیحات صفحہ ۵۶۱)

(۳۷)

رُخت روز طرب را بامداد ست
سرِ زلفت شب غم را سواد ست
توئی کعبه به هر شهری که باشی
چو مکّه نام او خیر البلادست
ز آه چون عمود آتشم چرخ
به هر شب چون ارم ذات العمادست
نکودار اعتقاد ای دل به خوبان
که راس المال صوفی اعتقاد ست
در اقلیم عدم رو کرده جانم
ز تو در آرزوی خیر بادست
در افسون خوانی دل خال و زلفت
یکی شاگرد و دیگر اوستادست
سخن بگذار گو رسم دوئی را
که جامی در مقام اتحادست

(توضیحات صفحہ ۵۶۹)

☆☆☆

(۳۸)

سرو گل اندام من طرف کله برشکست
کاکل او برسمن غالیهٔ ترشکست
نافه گشا شد نسیم از گره زلف او
رونق سنبل ببرد قیمت عنبر شکست
بر رخ پر گردم اشک از دل آزرده رفت
بادهٔ گلگون به خاک ریخت چو ساغر شکست

رشتهٔ جان ز استخوان سبحهٔ پر مهره گشت
بس که زسنگ جفاش این تن لاغر شکست
بس که ز سر و قدش بار به دلہا رسید
درچمن از بار دل پشت صنوبر شکست
شرح غمش می نوشت جامی بیدل فتاد
در دل خامه شکاف در رخ دفتر شکست

(توضیحات صفحہ ۵۰۳)

☆☆☆

(۳۹)

رخت خطی به مشک تر نوشت است
براتی بر گل از عنبر نوشت است
خطا گفتم، نه خط است آن، که دوران
به خون عاشقان محضر نوشت است
فریب عقل را نوشین لب تو
فسون سحر بر شکر نوشت است
نوشته گرچه خوش زین پیش یاقوت
پس از وی لعل تو خوشتر نوشت است
بود کاف کرامت هر شکافی
که از تیغت سران راسر نوشت است
دلم شرح غمت از دودهٔ آه
برین زنگار گون منظر نوشت است
تو خرم زی چه غم زآنت که جامی
بساط شاد مانی در نوشت است

(توضیحات صفحہ ۵۰۴)

☆☆☆

(۴۰)

صبح دولت را فروغ از آفتاب روی تست
قبلۂ رندان مقبل گوشۂ ابروی تست
دم بدم عرضه مده خوبان شهر آشوب را
کز همه عالم همین میل دلم سوی تست
روی نیکو از من بد روز پوشیدی ، ولی
چشم نیکوئی هنوزم از رخ نیکوئی تست
از همه سیمین بران بردی به زور پنجه دست
ناتوانی را چه تاب ساعد و بازوی تست
لب گزی چون گویمت آزار جان من مجوی
جان من آزار جان جستن همانا خوی تست
دل به صد شاخ است دربستان صنوبر را چومن
گوئیا دلدادۂ سرو قد دلجوی تست
نیست جامی را نوائی جز سرود عشق تو
تو گلی نو رسته ای و اوبلبل خوشگوی تست

(توضیحات صفحہ ۵۴۸)

☆☆☆

(۴۱)

ای خاک ره تو عرش را تاج
یک پایه ز قدر تست معراج
تو درّ یتیمی و ترا جای
بر تر زهمه چو درّه التّاج
فخر تو به فقر و تاجداران
آورده به فرق بردرت تاج

در تیره شب ضلال و خذلان
نور تو شده سراج وهّاج
آیات تو در زمانه ظاهر
چون شبگون خط ز صفحهٔ عاج
برروی زده کف خجالت
باجود کف تو بحر موّاج
مشتاق ره ترا مغیلان
در زیر قدم حریر و دیباج
اکنون ره معذرت گرفته
مسکین به شفاعت تو محتاج
جامی که زتند باد عصیان
شد خرمن طاقتش به تاراج

(توضیحات صفحہ ۵۹۵)

☆☆☆

(۴۲)

ای زلعل تو. زنده نام مسیح
کرده چشمت هزار خون صریح
بینم از خطّ سبز و خال سیاه
بر همه نیکوان ترا ترجیح
از لبت شور ما خوش است آری
کل شئی من الملیح ملیح
کار نیک از رقیب چون آید
کل فعل من القبیح قبیح
خون جامی چه غم که خورد لبت
باده باشد حلال پیش مسیح

(۴۳)

ای صیقل جبین تو داده جلای روح
در دل بود خیال تو تن را به جای روح
ای نسبت صفای بتان باوجود تو
چون نسبت کدورت تن باصفای روح
خود گو که از تو چون کسلم چون توئی مرا
محنت زدای قالب و راحت فزای روح
جان راگداختم به هوای تنت بلی
تن را کنند اہل ارادت فدای روح
روحم خبر زعشق ازل می دہد کجاست
روحانی ای کہ گوش کند ماجرای روح
روح اللہ آن نفس کہ ز روح القدس گرفت
لعل لبت بہ آن زنداکنون صلای روح
تو روح جامی ای وی لعل چون خوری
باشد ترا غذای تن او را غذای روح (توضیحات صفحہ ۹۰۲)

☆☆☆

(۴۴)

خوش آن کہ غم عشقت باجان وی آمیزد
بریاد تو بنشیند و زشوق تو برخیزد
چون قبلہ شود رویت ' از سجدہ نیاساید
و ر جام دہد لعلت ' از بادہ نہ پرہیزد
دل بشکندم چشمت خون ریزدم از دیدہ
مست است عجب بنود گر بشکند و ریزد

گر سرو دل آویزت، طرف چمن آراید
کی غنچه دل پر خون درشاخ گل آویزد
شعریست سیه زلفت گردیست زمشک آن خط
کش بادصبا بر گل زان شعر سیه بیزد
چون صید کنی مشکل حاجت به کمند افتد
گر تیر زنی آهو از پیش تو نگریزد
گر شعر خوشت باید خوش کن دل جامیؔ را
خاطر که حزین باشد کی شعر خوش انگیزد

(توضیحات صفحہ ۶۰۵)

☆☆☆

(۴۵)

دل باز سراسیمۂ سیمین ذقنی شد
مفتون شکر ریزی شیرین سخنی شد
هر چند که صد زخم زخنجر به تنم زد
هریک پی بوسیدن دستش دهنی شد
بس شه که چو خسرو لب شیرین تو چون دید
درکوه زد از عشق سر و کوهکنی شد
برکشتۂ عشق تو زدل بسته جگر خون
بنگر که شهید توچه خونین کفنی شد
تا از تو قبا مانع تن گشت به تنگم
خوش آن که همین مانع اوپیرهنی شد
از بس که زعشقم شده مشهور به هر کوی
هرجا که نشستم زبتان انجمنی شد
جامیؔ که زعقل و ادب افتاده به عشق است
در محنت این کار عجب ممتحنی شد

(توضیحات صفحہ ۶۱۲)

(۴۶)

حقّہٴ لعل تو از جوہر جان ساختہ اند
کام ہر خستہ در آن حقّہ نہان ساختہ اند
ہر لطافت کہ نہان بود پس پردہٴ غیب
ہمہ در صورت خوب تو عیان ساختہ اند
ہر چہ بر صفحہٴ اندیشہ کشد کلک خیال
شکل مطبوع تو زیبا تر ازان ساختہ اند
شوخی و ناز و کرشمہ ہمہ آوردہ بہم
فتنہٴ عالم و آشوب جہان ساختہ اند
آن نہ بالاست نہالی است کہ از روضہٴ قدس
بہ تماشا گہ عشاق روان ساختہ اند
محنت ہجر دہد چاشنی شربت شوق
درد مندان فراقت بہ ہمان ساختہ اند
تا براہ طلبت بی قدمان پی نبرند
کعبہٴ وصل تو بی نام ونشان ساختہ اند
بس کہ جامیؔ صفت حسن تو نیکو گوید
عشقبا زان سخنش ورد زبان ساختہ اند (توضیحات صفحہ ۲۶۴)

☆☆☆

(۴۷)

زہی جمال تو خورشید آسمان شہود
توئی بدیع ترین نقش کار گاہ وجود
بہ شرح سرّ جمالت بود ترانہٴ چنگ
زشوق بزم وصالت بود ترنّم عود

چه کار آدمی من ' اگر نه بودی تو
غرض ز بودن من دیدن جمال تو بود
همیشه کلک حقائق نگار درکف تست
بآن کلید کشائی در خزانهٔ جود
کشانقاب که آن کز سجود آدم روی
بتافت پیش تو خواهد نهاد سر به سجود
حسود از لب تو کامیاب و من محروم
چو من مباد کسی در جهان به کام حسود
بس است از دو جهان سود جامی این دولب
که روی صدق وارادت بر آستان تو سود

(توضیحات صفحہ ۶۰۹)

☆☆☆

(۴۸)

بگذشت یار و سوی اسیران نظر نه کرد
کردیم ناله ، در دلِ سختش اثر نه کرد
خاکِ رهش شدیم که بوسیم پای او
از سرکشی وناز بر آنجا گذر نه کرد
ماراچه سود اشک چو سیم و رُخِ چوزرّ
چون هرگز التفات بدین سیم وزرّ نه کرد
تادر رُخش نظر نکنم هرگزم ندید
جامی که رُوی خویش به سوی دگر نه کرد
بر خاک ره نشان کفِ پایِ ناز کش
روشن دلی ندید که کحل بصر نه کرد
میخواست تن که همرهِ جان از پیش رود
جان خود چنان برفت که تن را خبر نه کرد

شد خاک بردرش سر جامی ، ولی هنوز
سودای پای بوس وی از سر بدر نه کرد

(توضیحات صفحه ۶۱۳)

☆☆☆

(۴۹)

خرّم آنان که سرِ زلفِ نگاری گیرند
وز پریشانی ایّام کناری گیرند
تا ازین لُجه رسد زورقِ امید به لب
لبِ جُوی ولب جام ولب یاری گیرند
تادرین بی سر و بُن صید گه آزاد زیند
جاسر کوہی و منزل بُن غازی گیرند
هیبت بادیه فقر و فنا بین که درو
هر صفِ مورچه را خیل سواری گیرند
بیقرار ند چو آتش زغمت سو ختگان
تا نمیرند چه امکان که قراری گیرند
تیز بینان نظر از کحل بصر دوخته اند
در رہت کحل بصیرت زغباری گیرند
جامی و رُوی به خاکِ در توچون زحرم
هر یک از کعبه روان راه دیاری گیرند

☆☆☆

(۵۰)

چون سوارآن خسرو خوبان به راہی بگذرزد
بادی از جانهای مشتاقان سپاہی بگدرزد
یادِ آن شکلِ و شمائل جان ودِل سوزد مرا
هر کجا چابک سواری ، کجکلاہی بگذرد

ماند نامش بر زبانم ، وه چه خوش باشد اگر
نام من هم بر زبانش گاه گاهی بگذرد
مشکل آبادان شود هر دلی کان مه گذشت
وای بر ملکی که ظالم پادشاهی بگذرد
دم به دم هجران به خون ریزیم کشد تیغ ستم
وه چه باشد گر ز خونِ بی گناهی بگذرد
من که از یک روزه هجران این چنین رفتم ز دست
وای بر جانم اگر سالی و ماهی بگذرد
هر طرف کان شوخ راند جامی بی صبر و دل
از عقب افغان کنان چون داد خواهی بگذرد

☆☆☆

(۵۱)

تا ترا شکلی بدین سان ساختند
بهر مردم آفتِ جان ساختند
قد سیان تصویرِ قدّت ساختند
شاخِ طوبیٰ را خرامان ساختند
زاہدِ رحمت قطرہ ہاي لطف ریخت
گرد کردند آن زنخدان ساختند
تیر مژ گانت ز جان چون نگذرد
کش ز نوک غمزہ پیکان ساختند
بهر غلتیدن به خاک پای تست
دُرّ اشکم را که غلتان ساختند
هر کجا جولان کنان راندی سمند
عاشقان از دیده میدان ساختند

خواست جامی کز بتان بندد نظر
آن دو رُخ بازش پشیمان ساختند

(توضیحات صفحہ ۹۲۱)

☆☆☆

(۵۲)

آن سہی سرو چو گلگشتِ لب جُو میکرد
بلبل از شاخِ سمن وصفِ رُخِ او میکرد
صبحدم باد دم از حلقہ زُلفش می زد
باغ راناف پراز نافۂ آھو میکرد
از بہ آنروز ترُ نجِ ذقنش می پرُسید
کہ بہ بازیچہ زنارنج ترازو میکرد
آدم آنروز کہ مسجود ملایک شدہ بود
باخود اندیشۂ آن گوشۂ ابرو میکرد
ای خوش آنشب کہ منش دست کمر میکردم
طوقِ اقبالِ من آواز خمِ بازو میکرد
نقش ہر آرزو از لوح ضمیرم می شست
در تمنای خودم یکدل و یکرو میکرد
گر چہ جامی سخن از روح قدس تلقین داشت
دوش دریوزہ از آن لعل سخنگو میکرد

☆☆☆

(۵۳)

ای آرزوی جان دھن از گفت و گو مبند
بر عاشقان خستہ در آرزو مبند
خارستیز در قدم اہلِ دل مریز
بر طالبان وصل رہ جست و جو مبند

گردِ عذار دائیره عنبرین مکش
بر آفتاب سلسلۂ مشکبو مبند
دو زُلف تو مجال گذر نیست شانه را
چندین دل شکسته به هر تارِ مو مبند
جزُ نیستی نشان ندہد زان میان کمر
بہر خدا که تہمت ہستی برو مبند
جان شد ز رنگ وبویِ میم تازه ای حریف
روی قدح مپوش و دہان سبو مبند
بلبل به گفت و گوی غم گل می برد بسر
جامی چوغنچه بادل خون دم فرو مبند

☆☆☆

(۵۴)

عید است و دارد ھر کسی عزم تماشای دگر
مارا نه باشد غیر تو دردِ ل تمنای دگر
صد خوب پیش آید مرا ' خاطر نیاساید مرا
زینہا چه بگشاید مرا ' چون عاشقم جای دگر
نی ره مرا در خانه ای ' نی جای در کاشانه ای
ھر لحظ چون دیوانه ای گردم به صحرای دگر
بگداخت از غم جان و تن چندان نخواھم زیستن
می بین به رحمت سوی من امروز و فردای دگر
از من چه پرسی این و آن خواہی بخوان خواہی بران
محکوم فرمانم به جان ' نبود مرا رای دگر
ای فاختہ دل می نہی بر قامت سروسہی
گوئی نداری آگہی از قدِتو بالای دگر

جامی نخواهد از تو دل زیرا که در چین وچگل
همچون تو ای پیمان گسل بنود دلآرای دگر

☆☆☆

(۵۵)

ای ترا از گل سیراب تنی نازک تر
برتن از برگ سمن پیرهنی نازک تر
نیست بر هیچ بدن راست بدین لطف قبا
نیست در هیچ قبا زین بدنی نازک تر
زین همه تازه نهالان که به بر آمده اند
نیست کس راز تو سیب ذقنی نازک تر
تا کشد غنچه خجالت بگذر سوی چمن
بالب نازک و از لب دهنی نازک تر
هر شهیدی که به شمشیر تو خو داشته ' وای
گر نه باشد زحریرش کفنی نازک تر
منه از دست کمان ای دل و جانم سپرت
که ندیدم ز تو ناوک فگنی نازک تر
ناز کی سخت وصف کند جامی و بس
زانک گفتن نتوان زین سخنی نازک تر

☆☆☆

(۵۶)

به رخسار و جبین و روی و عارض بردی ای دلبر
فروغ از صبح' ونوراز روز' وعکس از ماه' وتاب از خور
فروغ و نور و عکس و تاب رویت کرده عاشق را
بصر بینا ' خرد دانا ' روان روشن ' ضمیر انور

سگ و سنگ در وسکبان و دربان ترا ہر شب
فتم درپا ' نہم برسر ' برم فرمان ' شوم چاکر
نباشد درھمہ روم و ری و چین و چگل شوخی
چو تو خونریز و شور انگیز و رنگ آمیز و جنگ آور
بہ عارض گل ' بہ مو سنبل ' بہ بر نسرین ' بہ تن سیمین
بہ قد طوبیٰ بہ رخ جنّت ' بہ خطّ طوطی ' بہ لب شکر
قبا دیبا ' کلہ زیبا ' بدن نازک ' کمر چابک
عبارت خوش ' سخن دلکش ' دہان کوچک ' میان لاغر
بہ زلف وطرهٔ مشکین و گفتار ولب شیرین
سمن سای ' وقمر فرسای ' و روح افزای ' و جان پرور
من و حرمان ویأس و رنج و محنت چون بود گردت
حصار از سنگ ' وسور از روی ' و در ز آھن ' کلید از زر
توئی در گلشن و برزن توئی در خوبی و حشمت
گل حمرا ' بت رعنا ' مہ انور ' شہ کشور
ز ذوق مستی و مخموری و چشم و لبت دایم
کشم خرقہ ' دہم سبحہ ' خورم بادہ ' زنم ساغر
بہ فکر ونطق و شعر و خطّ و بال خود شدی جامی
تہی کن دل ' فرو خور دم ' شکن خامہ ' فگن دفتر (توضیحات صفحہ ۶۳۰)

☆☆☆

(۵۷)

اللہ اللہ زکجا میر سد آن غیرت حور
ھمچو خورشید فروھشتہ بہ رُخ برُقع نور
می خرامد ز سراپردهٔ اجلال بطون
تا زند جلوه کنان خیمہ بہ صحرای ظہور

می کشاید ز سر گنج گرانمایه طلسم
تادہد حاصل آن گنج بہ ہر مفلس وعور
ہر کجا سایۂ زلفش همہ دام است و فریب
ہر کجا پر تو رویش همہ عیش است و سرور
همہ دلدادۂ اویند، چہ ہشیارو چہ مست
همہ دیوانۂ اویند، چہ نزدیک وچہ دور
ہر جفائی کہ کند صبر بر آن آسان است
مشکل آنست کہ بی اونتوان بود صبور
جذبۂ شوق رخش برد زخود جامی را
باد آسودہ درین خواب گران تادم صور

☆☆☆

(۵۸)

ز رشک قدّت ای سروسمن بر
بہ صد پارہ دلی دارد صنوبر
بہ باغ خلد اگرشاخ گلی ہست
تو آن شاخ گلی ای شوخ دلبر
نہال حسنی و ما چشم داریم
کہ آریمت بہ آب دیدہ در بر
مرا کشتی و تکبیری نہ گفتی
چہ سنگین دل کسی اللہ اکبر
کنایت زان لب آمد پیش عارف
شراب سلسبیل و آب کوثر
نخواہد رفتن پروانہ راشمع
ازان در بزم خود می سوزدش پر

خوش است از یاد تو پیوسته جامی
ولی اکنون بدیدار تو خوشتر

☆☆☆

(۵۹)

زهی زفتنه ترا هر طرف سپاهی دگر
ز ظلم چشم تو هر گوشه داد خواه دگر
کجا روم که زدست غمت کنم فریاد
که نیست جز تو درین ملک پادشاه دگر
چوجان دهیم زغم ، غیر خار نو میدی
نروید از گل مابیدلان گیاه دگر
گهی که بر سر راه تو منتظر باشیم
مکن بر غم خدا را گذر به راه دگر
اگر چنین زند از سینه شعلهٔ آتش آه
جهان بسوزد اگر به کشیم آه دگر
حدیث شوق نهان از تو چون کنم روشن
که جز خدای ندارم برین گواه دگر
مکش به تیغ تغافل کمینه جامی را
چه سود ازان که شود کشته بی گناه دگر

☆☆☆

(۶۰)

یا به شمشیر وفا در جگرم چاک انداز
یا به رحمت نظری بر من غمناک انداز
تشنه لب خاک شدم درهوس لعل لبت
ساغر می بکش و جرعه برین خاک انداز

سگ طوق توام آندم کہ کنی عزم شکار
طوق در گردنم از حلقۂ فتراک انداز
رخ فروزان بہ تماشای گل ولالہ خرام
آتش از رشک بہ مشتی خس و خاشاک انداز
بکشالب بہ حدیثیؔ و خرد مندان را
سرّی از غیب در آئینہ ادراک انداز
چند صاحب نظر ان درد غم و درد کشند
ای قضا سنگ بہ خمخانۂ افلاک انداز
جامیؔ از عشق چہ نالی کہ ترا گفت کہ دل
در کف سنگدلی سرکش و بیباک انداز (توضیحات صفحہ ۶۳۹)

☆☆☆

(۶۱)

تنہاز کجا میرسی ای سروقبا پوش
دردا کہ تومی آئی ومن میروم از ہوش
من لذّت دیدار چہ دانم ' کہ ہنوزت
از دور ندیدہ فتم آشفتہ و مدہوش
ہر چند برون نیستی از خاطر تنگم
پیش آی کہ چون جان کشمت تنگ در آغوش
در گوش تو یک نکتہ زبخت سیہ ما
گفتن کہ تواند مگر آن خال بناگوش
گویم سخنی با تو اگرچند کہ گردد
برطبع لطیف تو ہمین لحظہ فراموش
خواہی کہ خدادر دو جہان پاس تو دارد
زنہار کہ درپاس دل خستہ دلان کوش

جامی زخرابات غرض بادۂ عشق است
خواہی زسبودرکش و خواہی زقدح نوش

(توضیحات صفحہ ۶۴۴)

☆☆☆

(۶۲)

مہ اشتر سوار من کہ شد رَخش فلک پستش
خوش آن رہَرو کہ در قید مہار مہر دل بستش
تنِ پاکش بہ پاکی دست برد از چشمۂ حیوان
خضر کی یابد آن دولت کہ ریزد آب بردستش
زشاخ سدرہ آمد نخل اوبر ترعجب دارم
کہ چون آسیب سنگ ناکسان نوشین رطب ہستش
اگر صد نشتر محنت رسد بس باشد این مراہم
کہ سوی سینہ ریشان التفات خاطری ہستش
بہ کحل دولت گیتی سیہ چشمی نکرد آری
سواد از سرمۂ مازاغ دارد نرگس مستش
گذشت از سی و چل برساحل بحر طلب عمرم
خوش آن کافتد چواوصیدی پس از پنجاہ در شستش
بود وصاف او جامی دلش رابرق غم بادا
اگر حرفی نہ در وصف رخ او از زبان جستش

(توضیحات صفحہ ۶۴۷)

☆☆☆

(۶۳)

ای بہ سرم دم بہ دم تیغ جفای تو خوش
دل بہ نسیم تو شاد' جان بہ ہوای تو خوش
چشم و دل و جان خوشند تاشدہ جای تو آنک
خوش بنشین در ہمہ' ای ہمہ جای تو خوش

عاشق دلخستهٔ راوعدهٔ بخت مده
چون نه شود خاطری جز به لقای تو خوش
حال خوشی از درت کرد گدائی دلم
جز بگدائی نه شد حال گدای تو خوش
عربده بگذاشتی تخم صفا کاشتی
وقت همه عاشقان شد زصفائی تو خوش
رشتهٔ پیراهنت باد تن لاغرم
تابه طفیلش زیم زیر قبای تو خوش
رخصت جامی مده تاپی دفع رمد
دیده بمالد گهی برکف پای تو خوش

(توضیحات صفحہ ۶۵۳)

☆☆☆

(۶۴)

نازنینا یک بشی باعاشقان دمساز باش
تاج رعنائی به سرسلطان تخت ناز باش
شمع مجلس شوبه آن رخساره گو عشاق را
مرغ جان گرد تو چون پروانه درپرواز باش
زابروان زه کن کمان و ز بهر قتل عاشقان
از مژه ناوک فگن و ز غمزه تیر انداز باش
بالب لعل و خط نوخیز و زلف مشک بیز
هر بلا را اوّل و هر فتنه را آغاز باش
پای تاسررحمتی ' هر دم مبند از ناز چشم
این در رحمت به روی بی دلان گو باز باش
تابه کی باشی دلا محروم از آن موی میان
چون کمر گردش در او از محرمان راز باش

خواہدت روزی بہ بزم وصل خواندان لطف دوست
جامیا گر ہوشمندی گوش برآواز باش

☆☆☆

(٦٥)

ای کردہ بر ہلاک من از اہل عشق نصّ
جان در تنم ز شوق تو کالطیر فی القفص
بس دلکش است قصہٴ خوبان و زان میان
تو یوسفی و قصہٴ تو احسن القصص
گر صاحب فصوص بدیدی لب ترا
در حکمت مسیح نوشتی ہزار فصّ
بی نسبت است بحث مساوات باسکت
کس نیت بر در تو ازو مطلقاً اخصّ
گفتی چوعزم رخصت پابوس کردمت
یا صاحب العزیمۃ ایاک والرخص
تم جام غصہٴ کہ زلعلت نمی خورم
قدمت کم تحر عینی ہذہ القصص
تیغ تو بہر قتل کسان نقش قاطع است
جامی چگونہ سرکشد از مقتضای نصّ

(توضیحات صفحہ ٦٥٦)

☆☆☆

(٦٦)

دل خون و جان فگار و جگر ریش و سینہ چاک
ہم خود بگوی چون نہ کشم آہ دردناک
بیمار پرسی ای بکن ای یار مہربان
کافتادہ ام زہجر تو بربستر ہلاک

آلوده کرد دامنم از خون دل سرشک
واحسرتا که خاصیت این داد عشق پاک
عطر کفن زخاک درت کردم آرزو
آخر ببین که می برم این آرزو به خاک
بویت شنید غنچه و گل هم که میکند
این جامه پاره پاره و آن خرقه چاک چاک
گر پر شود جهان همه از ماه منظران
واللہ کنت أنظر طوعا الی سواک
گفتم که جامی از غم عشق تو مرد، گفت
گر همچو او هزار بمیرد مرا چه باک (توضیحات صفحہ ۶۶۱)

☆☆☆

(۶۷)

مراشد جامهٔ جان از غمت چاک
بیا ای آرزوی جان غمناک
نرفت از لوح دل نامت اگرچند
زلوح آب و گل شد نقش من پاک
بیک رفتار بردی صد دل از راه
تعالی اللہ عجب چستی و چالاک
نهانی هر شبی آیم به کویت
گر یابانی دریدهٔ دامنی چاک
گهی از درد ریزم خاک برسر
گهی از شوق مالم روی برخاک
زحسرت بادر و دیوار گویم
الا یا ربع سلمی این سلماک

ز جامی گرکشی سرچیست تدبیر
تو شاخ ناز کی ' او خار و خاشاک

☆☆☆

(٦٨)

جان می دہم بہ باد و غمت می برم بہ خاک
طوبیٰ لِمَن یموت وفی قلبہ ھَواک
پاکی تو و ز پردۂ عزت ترا نہ دید
جز دیدہ ہای پاک ' خوشادیدہ ہای پاک
ہر شب بہ جست وجوی خیالت روان کنم
در آب دیدہ تاسمک ' و نالہ تاسماک
زاہد کجا و سوز دل من ' کہ او ز زرق
پشمینہ چاک کرد و من از شوق سینہ چاک
زد شیخ نا رسیدہ بہ عشق تو طعنہ ام
دیوانہ را ز سر زنش کودکان چہ باک
خاطر مدار رنجہ بہ فکر عیادتم
بادا سعادت تو اگر من شوم ہلاک
جامی کہ داد جان بہ غمت بہر اہل درد
بگذاشت یادگار غزلہای درد ناک

(توضیحات صفحہ ٦٦٥)

☆☆☆

(٦٩)

ز ہجران برلب آمد جان غمناک
الا یالیتَ شعری ایَن القاک
بہ ہر جمعیتی وصل تو جویم
لَعلّ اللہ یجمعنی و ایاک

کسان را مہر دل از دیدہ خیزد
و قلبی کان قبل العین یہواک
نعیم خلد۔ اگر گردد میسّر
لعمری لا یطیب العیش لولاک
عنان عزم ہر سوئی کہ تابی
سوی قلب المتیم لیس ماواک
شدم خاک رہ و دامن کشیدی
زمن چون شاخ گل حاشاک حاشاک
بہ قصد قتل جامی می کشی تیغ
کر مہا میکنی اللہ ابقاک
(توضیحات صفحہ ۹۷۴)

☆☆☆

(۷۰)

شکر آمد زخندۂ تو بہ تنگ
کوزۂ خود نبات زد برسنگ
روی تو پر صفا ز اشک من است
گرچہ از نم بر آرد آئینہ زنگ
صلح تو بی گناہ خونریزی است
بر سر صلح تو کسان راجنگ
انجم از ماتم انجمن سازد
چون شود آہ من بلند آہنگ
لالہ ہای دو رنگ بین گشتہ
ھمہ در داغداریت یک رنگ
تا بہ کویت مقیم شد جامی
باشد از فکر حج بہ صد فرسنگ
(توضیحات صفحہ ۹۷۵)

(۷۱)

زہی اشک من و لعل تو یک رنگ
زتو اندوہ من با کوہ ھم سنگ
مرا دُرج گہر این بس کہ دارم
زپیکا نہای تو بر سینۂ تنگ
زتیغت چہرۂ مقصود پیداست
مباد از خون بیدرد ان بر آن رنگ
حذر زان چشم و مژگان تا کی ایدل
دلیران چون گریزند از صف جنگ
قدم خم شد چو چنگ و دارم امید
کہ آرم تاری از زلف تو درچنگ
رقیب از کشتن من ننگ دارد
بہ یک تیغم خلاصی دہ ازین ننگ
بہ آن قامت خوش است آہنگ جامی
نیا میزد زہی مرغ خوش آہنگ

(توضیحات صفحہ ۹۷۸)

☆☆☆

(۷۲)

برون آی از نقاب غنچہ ای گل
کہ از شوق جمالت سوخت بلبل
ہرچو گردد موعد دیدار نزدیک
نیاید دیگر از عاشق تحمل
بہ گشتہ باغ رفتم تا برآیم
دمی چون لالہ خوش با ساغر مُل

مرا شوق تو گریانید چندان
که شد پر خون ز اشکم دامن گل
زبس نالیدم از فریاد مرغان
در اطراف چمن افتاد غلغل
جدا زان سرو قد و سنبل زلف
ندیدم قد سرو و زلف سنبل
چو مطرب لب به بست از نظم جامی
بر آمد ازصراحی بانگ بلبل

(توضیحات صفحہ ۶۸۴)

☆☆☆

(۷۳)

سرویست قامت تو زبستان اعتدال
سرتا قدم لطیف تر از پیکر خیال
روح مقدس است که سلطان قدرتش
تشریف داده خلعتی از عالم مثال
لی نور اقدس است که از موطن بطون
بنموده در جمیل ترین مظهری جمال
آن نور پاک ظاهر و شخص تو مظهر است
باشد میان ظاهر و مظهر دوئی محال
فرقی به جز تقید و اطلاق یافتن
نتوان میان ظاهر و مظهر به هیچ حال
زانت برم سجود که آن نور لم یزل
لائح بود ز لوح جمال تو لایزال
غیر از تو کیست مقصد جامی و مطلبش
یا مقصدی هلم و یا مطلبی تعال

(توضیحات صفحہ ۶۸۸)

(۷۴)

ای بوصف لب شیرین سخنت ناطقه لال
فهم سرّ دهنت پیش خرد امر محال
پیش ارباب کرم شرط ادب نیست طلب
حاجت ماهمه دانند چه حاجت به سوال
گر خوشیم از تو به خوابی و خیالی چه عجب
عشرت و عیش جهان نیست به جز خواب و خیال
روشن آن دیده که در آئینه طلعت دوست
پر تو حسن ازل دید به نقش خط و خال
صفت لطف تو گوئیم زهی لطف سخن
سخن از حسن تو رانیم زهی حسن مقال
چون نتادند بوصف رخت از فکر دهان
بس معنی که نمود از تتق غیب جمال
دیدی آن رخ مکن آه وفغان جامی بس
یافتی وصل گل ای بلبل شوریده بنال (توضیحات صفحہ ۶۹۲)

☆☆☆

(۷۵)

شتر بانا مبند امروز محمل
مرا باری چنین مپسند بر دل
نمی شاید کنون بار سفر بست
که شد راه از سرشک عاشقان گل
نه پای رفتن ونی رای بودن
مبادا کارکس زین گونه مشکل

حبیبی راحل والقلب ہایم
و روحی ذاہب والدمع سایل
تن از ھمراھی او ماند محروم
ولی جان میرود منزل بہ منزل
الا ای باد شبگیری گذر کن
علی تلک المنازل و المراحل
بگو بادلبر محمل نشینم
کہ ای نوشین لب شیرین شمایل
ز رنج رہ مبادت ھیچ آسیب
بہ کامت ہر چہ خواہی باد حاصل
سحرگہ چون کنی عزم رحیلت
مباش از نالۂ شبگیر غافل
بیا کز درد و غم ھستم فتادہ
بہ خاک و خون چو مرغ نیم بسمل
تو می نوشی بہ طرف دشت و جامی
بہ کنج محنت و غم زہر قاتل

(توضیحات صفحہ ۱۸۸)

☆☆☆

(۷۶)

کی بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بہ مکۃ منزل و گہ در مدینہ جا کنم
برکنار زمزم از دل برکشم یک زمزمہ
وز دوچشم خونفشان آن چشمہ را دریا کنم
صدہزاران دی درین سودا مرا امروز کشت
نیست صبرم بعد ازین کا مروز را فردا کنم

یا رسول اللہؐ بہ سوی خود مرا راہی نمای
تاز فرق سر قدم سازم ز دیدہ پا کنم
آرزوی جنت الماوی برون کردم ز دل
جنتم این بس کہ برخاک درت ماوی کنم
خواہم از سودای پابوست نہم سردر جہان
یا بہ پایت سرنہم یا سردرین سودا کنم
مردم از شوق تو معذورم اگر ہر لحظ ای
جامی آسانامۂ شوق دگر انشا کنم

(توضیحات صفحہ ۳۰۷)

☆☆☆

(۷۷)

من بندۂ حقیر و تو سلطان محتشم
گر درغم تو زار بمیرم تو راچہ غم
رنجور گشتہ ام زتمنای مقدمت
بہر خدا بہ پرسش من رنجہ کن قدم
بر جانم از تو ہر چہ رسد جای منت است
گر ناوک جفاییت و گر خنجر ستم
سر گشتگان بادیہ پیمای عشق را
ہجر تو رہ نمود بہ سر منزل۔ عدم
شد سینہ ام شگاف شگاف از خدنگ آہ
وزہر شگاف آتش دل میزند علم
روزی کہ می نوشت قضانامۂ اجل
قتل مرا بہ تیغ جفای تو زد رقم
عمریست جرعہ خوار سفال سگان تست
جامی کہ آب خضر ننوشد زجام جم

(توضیحات صفحہ ۶۹۰)

(۷۸)

زہی رسیدہ ترا ہر دم از خدای پیام
عَلَیکَ اَلف صَلوٰت واَلف اَلف سلام
فزودہ پرِ تو روی تو نور مہر سپہر
شکستہ معجز حسن تو قدربدر تمام
بہ حشر اگر نہ گشائی زلعل نوشین مہر
بہشتیان چہ کنند از رحیق مشک ختام
نقاب اگربکشائی زرخ نداند کس
کہ طلعت تو کدام است و آفتاب کدام
زخوان عام تو ہر کس گرفتہ بہرۂ خاص
بہ قدر مرتبہ خویشتن چہ خاص و چہ عام
کدام دل کہ ز ارباب نطق و اہل بیان
لبت نبرد بہ لطف مقال و حسن کلام
زفیض جام تو جامی مدام جرعہ کش است
بلی نصیب بود خاک را ز کاس کرام

(توضیحات صفحہ ۴۰۰)

☆☆☆

(۷۹)

بہ کعبہ رفتم و زآنجا ھوای کوی تو کردم
جمال کعبہ تماشا بیاد روی تو کردم
شعار کعبہ چو دید سیاہ ' دست تمنا
دراز جانب شعر سیاہ موی تو کردم
چو حلقہ در کعبہ بہ صد نیاز گرفتم
دعای حلقہ گیسوی مشکبوی تو کردم

نهاده خلق حرم سوی کعبه روی عبادت
من از میان همه روی دل به سوی تو کردم
مرا به هیچ مقامی نه بود غیر تو نامی
طواف وسعی که کردم به جست و جوی تو کردم
به موقف عرفات ایستاده خلق دعا خوان
من از دعا لب بسته گفت و گوی تو کردم
فتاده اهل منی درپی منا و مقاصد
چو جامی از همه فارغ من آرزوی تو کردم

(توضیحات صفحہ ۲۷)

☆☆☆

(۸۰)

که گوید سلام من مستهام
به جانان که کرد ست درجان مقام
درو بس که گم کرده ام خویش را
نمی دانم اوکیست یا من کدام
همه اوست من درمیان کیستم
نماند ست با من زمن غیر نام
اگر من به حرمت سلامش کنم
فمنه علیه یکون السلام
وگر او به رحمت خطابم کند
فمنه الیه یعود الکلام
بتان جام پاک اند و ساری درآن
جمال ازل همچو باده مدام
ز جامی چه عیب ار خورد جام را
چو در مشربش عین باده است جام

(۸۱)

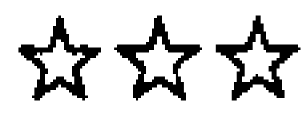
چه حسن است این که گر هر دم رخت را صد نظر بینم
هنوزم آرزو باشد که یک بار دگر بینم
چنین شوقی که من دارم چه تسکین یابد ار ناگه
برون آئی و چون عمر عزیزت در گذر بینم
مگو درماه و خوربین الله الله چون بود ممکن
که تو پیش نظر باشی و من درماه و خور بینم
به تاریکی هجرانم مکش ای غم دمی دیگر
بود کز پرتو رخسارش این شب را سحر بینم
چو محروم ز دیدارش به کوی او روم باری
زمانی بهر خرسندی در آن دیوار و در بینم
سر بالین ندارم لیکن از بخت این قدر خواهم
که وقت جان سپردن آستانش زیر سر بینم
به کنج محنت و اندوه جامی جان دهد آخر
چنین کز درد هجران هر زمان حالش بتر بینم (توضیحات صفحہ ۳۴)۔

☆☆☆

(۸۲)

بنشین دمی که پیش رخت زاریی کنم
باطرهٔ تو شرح گرفتاریی کنم
دل را که از کدورت ایام بی صفاست
از نور طلعتِ تو صفا کاریی کنم
دارم هوای قدّ تو بریاد قدّتست
گر سرورا بباغ هواداریی کنم

تا دیده ام که پرسش بیمار میکنی
هر دم ز نو بهانهٔ بیماری کنم
ارزد هزار نافه چین تار زلف تو
آن دستگاه کو که خریداری کنم
دشوار باشد از تو مرا صبریک نفس
هر چند صبر برهمه دشواری کنم
من جامی ام به نادره گفتن مثل دمی
شو مستمع که نادره گفتاری کنم
(توضیحات صفحہ ۴۷)



(۸۳)

خبر مقدم عیسیٰ نفسی داد نسیم
که توان کرد به خاک قدمش جان تسلیم
تاشد آن ماه مسافر زسر عشرت وناز
مابه صد حسرت و دردیم درین شهر مقیم
یاررا بامن دلخسته قدیمی عهدیست
آه اگر یار فراموش کند عهد قدیم
میل جو روستم از خاطر آن شوخ نه رفت
کی رود شیوهٔ لطف و کرم از طبع کریم
رخ پر اشک من و خاک درت آری هست
بر سر کوی تو باخاک برابر زر وسیم
غبغبت راچه کنم وصف که در خوبی ولطف
هست باگوی زنخدان تو سیبی به دونیم
دست بردم که کشم زلف چو شعر سیهش
گفت جامی مکش افزون قدم از حد گلیم
(توضیحات صفحہ ۱۴)

(۸۴)

مایل بہ قامت تو بود طبع مستقیم
مجبول بر محبت تو فطرت سلیم
بعد از وجود جوہر فرد دہان تو
چون نفی جزءِ لایتجزا کند حکیم
مارا بہ عہد تو چہ مجال سفر کہ شد
ہر جا مسافریست برین آستان مقیم
درّیتیم گوہر دندان تست و لب
بالای آن چو مرحمت و لطف بریتیم
خال تو نقطہ ایست زکلک دبیر صنع
دربر کشیدہ حلقۂ زلف تواش چوجیم
جان وقف آیت خط تست اینک آن دہان
بہر لزوم وقف بہ سرخی نوشتہ میم
تازیر ہر قدم کشدت تحفۂ جدا
جامی نشستہ بر سر راہت دلی دونیم

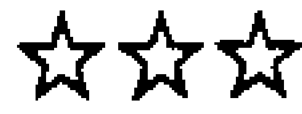
(توضیحات صفحہ ۷۰۸)

☆☆☆

(۸۵)

تو شاہ مسند حسنی و من گدای کمینم
مراسعادت آن از کجا کہ با تو نشینم
چو خاک روبی آن در دریغ داشتی از من
گذار تا خس و خار رہت بدیدہ بچینم
سوارہ رفتی و سودم جبین براہ تو چندان
کہ شد نشان سم اسب و ماند نقش جبینم

اساس زہد شکستم زنام و ننگ برستم
میان بہ مہر تو بستم کمر مبند بہ کینم
بہ ہر کجا گذرم دولت وصال تو جویم
بہ ہر طرف نگرم جلوۂ جمال تو بینم
بسوخت جان من از گریہ ہای تلخ چہ باشد
بخندہ ای بنوازی از لب شکرینم
بہ تیغ بیم مفرما کہ خیز جامی ازین در
کہ عمر ہاست برین آستانہ بہر همینم (توضیحات صفحہ ۱۸)



(۸۶)

بیا کہ وصل ترا از خدای می خواہم
بیا کہ گوش بر آواز و چشم بر راہم
بہ مہر روی تو بادیدۂ ستارہ فشان
نشستہ شب همہ شب در نظارۂ ماہم
خوش آن کہ من بفراغت نہادہ باشم دل
نوید دولت وصلت دہند ناگاہم
گذشت عمر و نیامد بچنگم آن سر زلف
بہ بین درازی امّید و عمر کوتاہم
اگر نہ خانہ کنم همچو کوهکن در سنگ
بہ بام و در فتد آتش ز شعلۂ آہم
غلام پیر مغانم کہ فیض عامش ساخت
بیک دو جام از انجام کار آگاہم
مگو بہ عشوہ کزین خاک در برو جامی
کہ من سگانِ تراکمترین هوا خواہم (توضیحات صفحہ ۲۳)

(۸۷)

آرزوی دل خونین جگرانت خوانم
مردم دیدۂ صاحب نظر انت خوانم
چون قبا چست کنی طرف کلہ برشکنی
پادشاہ ہمہ شیرین پسرانت خوانم
تانمودی بہ تہ پیرہن اندام چوسیم
نازنین تر زہمہ سیمرانت خوانم
ہمچو عمر ازمن دلدادہ روان میگذری
جای آن ہست کہ عمر گذرانت خوانم
تانہ بینی رخش ای شیخ عیان گرچہ شوی
پای تاسر خبر از بی خبرانت خوانم
جامی از ہرچہ نہ دیدار بتان دیدہ بپوش
تادرین انجمن از دیدہ ورانت خوانم (توضیحات صفحہ ۴۴۳)

☆☆☆

(۸۸)

عارض است این یا قمر یالالۂ حمراست این
یا شعاع شمس یا آئینہ دلہاست این
قامت است این یا الف یا سرو یانخل مراد
یا مگر گلدستۂ باغ جنان (۱) آراست این
زلف تو زنجیر یا قلاب یا مشک ختن
سنبل تر یاسمن یا عنبر سارا ست این
چشم تو جادوست یا آھوست یا صیاد خلق
یا دو بادام سیہ یا نرگس شہلاست این

(۱) بعض جگہوں پر باغ جہان آراد یکھنے میں آیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

یارب این طاق است یا محراب یا قوس قزح
یا ہلال عید یا ابروی ماه ماست این
کوی تو کعبہ است یا فردوس یا خلد برین
یا گلستان ارم یا جنت المأوی ست این
حقۂ لعل است یا سر چشمۂ آب حیات
یا دہن یا میم یا نون نہان پیداست این [1]
یا رب این خورشید تابان است یا ماه تمام
یا فرشتہ یا پری یا شوخ بی پرواست این
بلبل بی خانمان یا طوطی شیرین زبان
قمری باغ جنان یا جامی شیداست این [2] (اُردو ترجمہ صفحہ (A)۹۸۵ پر)

☆☆☆

(۸۹)

یا رسول ہاشمیؐ قربان نامت جان من
جان من جانان من با جملہ فرزندان من
از شعاع نام پاک تو منوّر یا رسولؐ
دیدۂ من سینۂ من قلب من قلبان من
حضرت یعقوبؑ میگوید فدایت یا رسولؐ
دیدۂ من یوسف من مصر من کنعان من
بندۂ کم طاعتم از لطف آزادم بکن
خواجۂ من سیّد من شاه من سلطان من
خاک راه رہروان راه عشقت یا رسولؐ
سرمۂ من دیدۂ من چشم من چشمان من

(۱) نون نہان کی جگہ بعض نسخوں میں طوطی شکر خا آیا ہے جو یہاں پر موزوں نہیں۔
(۲) دیوان کامل جامی میں یہ نعتیہ غزل نظر نہیں آئی۔ میں نے کثیر تیا اس کی مقبولیت کے پیش نظر یہ غزل لکھ دی ہے اور صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے

یا رسول ابطحیؐ باب السلام روضہ ات
قبلہٗ من کعبہٗ من دین من ایمان من
سجدہٗ پاکت کہ باشد درقیامت یا رسولؐ
راحت من رحمت من ابرمن نیسان من
یک تکلم زان دولعل شکرین فرما کہ ہست
قوت من قوت من یا قوت من مرجان من
چشم دارد جامیؔ مسکین کہ فرمائی قبول
گریہٗ من نالہٗ من آہ من افغان من [1] (اُردوترجمہ صفحہ(A)۹۸۵پر)

☆☆☆

(۹۰)

تو جان پاکی سر بہ سرنی آب و خاک ای نازنین
واللہ زجان ہم پاکتر روحی فداک ای نازنین
پاکان ندیدہ روی تو دادند جان بر بوی تو
اینک بگرد کوی تو صد جان پاک ای نازنین
رفتی بہ گلگشت چمن گل دید لطف آن بدن
از شوق آن بر خویشتن زد جامہ چاک ای نازنین
دارم زغم بیماری ای بیمار غم را یاری ای
گر تو کنی غمخواری ای از غم چہ باک ای نازنین
گرشد چو لالہ پیکرم غرقہ بخون ' کی غم خورم
این بس کہ بردل می برم داغت بہ خاک ای نازنین
با آنکہ دردم شد قوی خواہم فغانم نشوی
ترسم کہ بہر من شوی اندیشہ ناک ای نازنین

(۱) دیوان کامل جامی میں یہ نعتیہ غزل دیکھنے میں نہیں آئی۔ کشمیری مسلمانوں میں مقبولیت کے پیش نظر میں نے یہ نعتیہ غزل لکھی اور صرف اس کا ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

جامیؒ کہ دارد با تو خو ہرگز نتابد از تو رو
گر خود نہی بر فرق او تیغ ہلاک ای نازنین [1] (صفحہ(B)۹۸۵پ)

☆☆☆

(۹۱)

ای شہ تنگ قبایان، مہ زرّین کمران
سرور کجکلہان، خسرو شیرین دھنان [2]
مرھم سینۂ بی کینۂ آشفتہ دلان
مردم دیدۂ غمدیدۂ صاحب نظران
تاکی افتم بہ رہت آہ زنان اشک فشان
تاکی آیم بدرت نعرہ زنان جامہ دران
گذری کن بہ سر عاشق مہجور کہ ہست
محنت عاشقی و دولت خوبی گذران
باخیال تو سحر معذرتی می گفتم
کای شدہ مونس تنہائی خونین جگران
خویش را شہرہ بہ عشق دگران می سازم
تانگویند حدیث من و تو بی خبران
گفت جامی چو دلت شیفتۂ ماست چہ باک
گر بہ تلبیس شوی شہرہ بہ عشق دگران

(توضیحات صفحہ ۶۹۰)

☆☆☆

(۹۲)

ای بہ رخت ہر نفس مہر دل ما فزون
وجہک الشمس الضحیٰ نحن لہ عابدون

---

(۱) دیوان کامل جامی میں یہ نعتیہ غزل موجود نہیں ہے۔ کشمیر میں مشہور و معروف ہے، یہی وجہ ہے میں نے یہ غزل نقل کی ہے اور محض ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔
(۲) بعض نسخوں میں شیریں پسران آیا ہے۔

ابرو وقد خوشت ، صورت نون والقلم
نقش خط دلکشت معنی مایسطرون
خامۂ ابداع را چون الف قاحت
نامدہ یک حرف خوشٔ بر ورق کاف ونون
کس حرکت با سکون جمع ندیدست ازآن
باحرکات خوشت ، رفت زجانم سکون
کوھکن از بیستون ساخت بہ صنعت زسنگ
من شدم ای سنگدل کوہ بلا راستون
حاصل بیجا صلان چیست جدا از درت
جانی و صد گونہ درد ، چشمی و صدقطرہ خون
درّ ز صدف دور ماند شد گہر از کان جدا
حسرتِ لعلت نرفت از دل جامی برون (توضیحات صفحہ ۷۰)

☆☆☆

(۹۴)

ای زلعلت کام چو روح الامین
خط سبزت رحمۃً للعالمین
گل لطافت دارد و سرو اعتدال
تو سہی قامت ہم آن داری ہم این
در رہم گر گوئی از سر کن قدم
پایم از شادی نیاید بر زمین
گرد سبزہ کم نشیند باغبان
تانشاندی سبزہ گرد یاسمین
گر نبینم ہفتہ ای ماہ رخت
بگذرد آہم ز چرخ ہفتمین

تا کمین کردی تو، شیران گشته اند
آهوی چشم ترا صید کمین
ریخته در پای تو جامی ز چشم
همچو نظم خویش درّ های ثمین

(توضیحات صفحہ ۷۷۸)

☆☆☆

(۹۴)

قبای ناز درپوش و نیاز پادشاهان بین
کلاه دلبری کج نه، شکست کجکلاهان بین
غم شبهای ماخواهی که چون روزش شود روشن
بیاو نالهٔ شبگیر و آه صبحگاهان بین
چوکس را بار نبود در حریم حرمت باری
سمند ناز بیرون ران و حال دادخواهان بین
ز دود دل سیه شد روی تا شبهای هجرای مه
زکات حسن را روزی سوی این روسیاهان بین
شب است و بادیه هم راه ناپیدا وهم رهبر
بیا ای کعبهٔ جان محنت گم کرده راهان بین
پناه ارندهیم درسایهٔ دیوار خود باری
به چشم مرحمت یک بار سوی بی پناهان بین
قدم در کوی عشقش می نهی اول بیا جامی
به تیغ بی نیازی کشته هر سو بیگناهان بین

(توضیحات صفحہ ۷۸۸)

☆☆☆

(۹۵)

برون ران ای سوار شوخ و قلب صد سپه بشکن
برافگن برقع از رخسار و قدر مهر و مه بشکن

گرفتی کشور جانها به سلطانی علم برکش
تراشد لشکر دلها سپاه پادشه بشکن
کشاد کار ما خواهی لب شکّر فشان بکشا
شکست حال ماجوئی سر زلف سیه بشکن
به حسن خویش نازد مهر از بهر خدای ای مه
مپوش آن عارض و بازار او هر چاشتگه بشکن
سرم خود را برابر داشت باکوی تو نادانی
بزن چوگان و چون گویش جزای این گنه بشکن
زجام لعل او جامی ازین پس بازگو هر زی
اساس زهد شیخ و عهد پیر خانقه بشکن (توضیحات صفحہ ۶۹۳)

☆☆☆

(۹۶)

کجا باشد چو تو شوخی کماند ار و کمند افگن
شکر گفتار و شیرین لب ، سمن رخسار و سیمین تن
خرامان هر کجا باشی رخ ما وکف آن پا
سواره هر طرف رانی سر ماوسم توسن
سپاهی کشته شد هر گوشه ای تیر نظر مکشا
جهانی فتنه شد هر جانبی طرف کله مشکن
دهان پر شعلهٔ شوق است ولب از آه می بندم
که می ترسم سیه گردد جهان از دود این روزن
جهان را ای فلک شبها به نور مه چه افروزی
چو دارد شعلهٔ آه من این ویرانه را روشن
چو گشتم کشته در راهت زمن دامن کشان مگذر
مباداز خون ناپاک من آلاید ترا دامن

زبانش گر رسد مرغی زجان طعمه مده جامی
که قوت طایر قدسی نشاید دانه از ارزن
(توضیحات صفحہ ۵۲)

☆☆☆

(۹۷)

هر کس که بیند آن لعلِ خندان
انگشت حیرت گیرد بدندان
با سرو قدّت لاف بلندی
از سر نهاده بالا بلندان
راه غمت را بآان درازی
پیموده صد پی مشکین کمندان
جعد بنفشه درباغ بی تو
صاحبدلان را بنداست و زندان
هرگز نه باشد مه همچو تو
گر خود به خوبی گردد دو چندان
درد دل من دانی و لیکن
رحمی نداری بر درد مندان
جامی پسندد صد رنج باخود
جز رنج صحبت باخود پسندان
(توضیحات صفحہ ۵)

☆☆☆

(۹۸)

زهی ابرویت قبلهٔ پاک دینان
به ناز تو خوش خاطر ناز نینان
چه پنهان فتاد است راز میانت
که گم شد درو فکر باریک بینان

فسونهای آن چشم جادو چگویم
کزو بسته شد نطق سحر آفرینان
ترا دل خوش از حشمتِ خوبروئی
چه دانی غم و درد اندوهگینان
چو نعل سمندت به ره گاه سجده
نشان مانده از ابروی مه جبینانِ
شد از عشق رسوایِ هر کوی جامی
از آن فت درسلک عزلت نشینان (توضیحات صفحہ ۷۶۵)

☆☆☆

(۹۹)

بیا ای اہل دل راقرت العین
کمان ابروانت کتاب قوسین
میان موی تا موی میانت
نمی بیند خرد یک موی مابین
لبت را گفتم : ای جان این قلبی
دہانت گفت پنہان، حیث لا این
به وام از میکده بردم سبوئی
مرا بادا به گردن دایم این دَین
ز جامی گر تو سر خواہی و دیده
برد فرمان تو بالراسِ والعین (توضیحات صفحہ ۷۷۵)

☆☆☆

(۱۰۰)

پرده ز رخ بر فگن جامهٔ جان چاک کن
طرف کله بر شکن تاج سران خاک کن

خار و خس کوی دوست بہ زگل است ای رفیق
نخل سر خاک من زان خس و خاشاک کن
در خورصید تو نیست این تن چون موی من
لیک اگر نگسلد رشتۂ فتراک کن
نالہ و فریاد من ہست ز سوز جگر
یا دہنم را بدوز یا جگرم چاک کن
بر سر بالینم آہمچو رفیقان دمی
حال دلم باز پرس اشک رخم پاک کن
مردم بیدرد را ذوق جفای تو نیست
ہر چہ کنی بعد ازین با من غمناک کن

(توضیحات صفحہ ۷۹۹)

☆☆☆

(۱۰۱)

خدایا بہ آن سرو نازم رسان
بہ آن دلبر دلنوازم رسان
سرم رابود منزل آن آستان
بہ سر منزل خویش بازم رسان
پریشانم از ہجر ھمراز خویش
بہ جمعیّت آباد رازم برسان
بود روی او قبلۂ ہر نیاز
بہ آن قبلۂ ہر نیازم رسان
سری دارم از بہر خدمت بدوش
بہ پای یکی سر فرازم رسان
رہ وصل جانان دراز است و دور
بہ آن راہ دور و درازم رسان

چو جامی ز بیچارگی سوختم
بدیدار آن چاره سازم رسان (توضیحات صفحہ ۸۰۳)

☆☆☆

(۱۰۲)

نگارا ز درماندگان یاد می کن
خدا را ز درماندگان یاد می کن
چو درمانده موریم افتان راهت
سوارا، ز درماندگان یاد می کن
چو اخلاص اهل ارادت نداری
نگارا، ز درماندگان یاد می کن
چو بر محرمان شربت وصلت افتد
گوارا، ز درماندگان یاد می کن
پی پرسش دوستان چون فرستی
صبا را، ز درماندگان یاد می کن
که قسمت از طرهٔ تار تارت
بلا را ز درماندگان یاد می کن
چه یارای جامی که سویت نویسد
که یارا ز درماندگان یاد می کن (توضیحات صفحہ ۸۰۸)

☆☆☆

(۱۰۳)

نگار شوخ چشم تیز خشم تند خوی من
نمی بیند به چشم مرحمت یکبار سوی من
به رویم از مژه خوناب، و زدل خون ناب آمد
چه گویم کز فراق او چه ها آمد به روی من

دم قلم چو تیغ او زسوز سینه بگدازد
ز آب زندگانی خوشتر آید درگلوی من
تماشای رخش را هر سر مو گر شود چشمی
سر موئی نه گردد کم به رویش آرزوی من
در آن کو عمر ها گشتم نگفت آن بیوفا هر گز
که این مسکین سرگردان چه میجوید به کوی من
به خوبان عشق و رزیدن مرا خوئی ست دیرینه
به زودی کی توان ای پند گو اصلاح خوی من
مگو جامی کزان مشکین سلاسل پای دل بگسل
که پیوند یست با او محکم از هر تار موی من

(توضیحات صفحہ ۷۸۳)

☆☆☆

(۱۰۴)

شاه خوبانی و ترکان ختا هندوی تو
سرکشان را طوق گردن حلقۂ گیسوی تو
تاتو رفتی آفتاب از زرّهی تابد طناب
تا زند این خیمۂ فیروز در اردوی تو
مدعی گیرم که چون آئینه روئین تن شود
کی تواند کا یستد یک لحظ رو در روی تو
مه که بر شکل کمان زرّ برآید گاه گاه
میل آن دارد که خود را جاکند پہلوی تو
پر دعا دارم دلی تعویذ و ازآن دست کو
کز رگ جان بندم این تعویذ بر بازوی تو
قتل عاشق راچه بر ساعد نہی رنج کمان
یک کرشمه بس بود از گوشۂ ابروی تو

بندہ جامی پای تا سرشوق شد باد اقبول
نامۂ شوقی کہ آرد باد ناگہ سوی تو (توضیحات صفحہ ۸۸۳)

☆☆☆

(۱۰۵)

ای دل من صید دام زلف تو
دام دلہا گشت نام زلف تو
بندشد در زلف تو دلہا تمام
دام وبند آمد تمام زلف تو
داد تشریف غلامی بندہ را
زلف تو ' ای من غلام زلف تو
لائق رخسار گلرنگ تو نیست
جز نقاب مشکفام زلف تو
رم کنند از دام مرغان وی عجب
جان بی آرام رام زلف تو
زلف تو بالای مہ دارد مقام
بس بلند آمد مقام زلف تو
صبح اقبالست طالع ہر نفس
بندہ جامی را زشام زلف تو (توضیحات صفحہ ۹۰۴)

☆☆☆

(۱۰۶)

نرگس اندر باغ حیران از نگاہ مست تو
مست آہو در بیابان از نگاہ مست تو
گل کند چاک گریبان از نگاہ مست تو
خاردارد گل بدامان از نگاہ مست تو

غمزۂ جادوی تو ایک بمیدان مثال
کار خنجر کرد پنہان از نگاہ مست تو
با ہزاران حسن و خوبی دامن گل درچمن
چاک گشتہ تاگریبان از نگاہ مست تو
گل منم بلبل منم پیش تو ای رشک چمن
گاہ نازان گاہ حیران از نگاہ مست تو
قمریان کوکو نمایان عندلیان صد ہزار
در فراقِ یار نالان از نگاہ مست تو
حال جامی راچہ دانی تیر خوردہ درجگر
گاہ افتان گاہ خیزان از نگاہ مست تو (1)

☆☆☆

(۱۰۷)

ای دل ودیدہ ہر دوخانۂ تو
سر من خاک آستانۂ تو
کاش برمن رسد نہ بر توسن
دمبدم زخم تازیانۂ تو
ھمہ تن گوش میشوم از شوق
ھر کجا میرود فسانۂ تو
ھر کسی خوش بہ گوشۂ طربی
من و غمھای بیکرانۂ تو
ہر طرف ناوک ارچہ می فگنی
دل مابس بود نشانۂ تو
بہر ناکشتنم بہانہ مجوی
کہ مرا می کشد بہانۂ تو

(1) یہ غزل دیوان کامل میں درج نہیں ہے۔

جامیا! ابوی درد می آید
از غزل های عاشقانهٔ تو (توضیحات صفحہ ۸۹۷)

☆☆☆

(۱۰۸)

بشی چون مه نمودی روی نیکو
بر آمد نعره از انجم که ماهو
رمد آهو ز مردم باتکِ تیز
درین شیوه تو بگذشتی ز آهو
برت هست آیتی در لطف و رخ نیز
که از بر خوانم این آیت که از رو
سر شکم خواهد از زانو گذشتن
زشوقت چند گریم سر به زانو
دو چشم تو عجایب جادوانند
ندیدم همچو آن دو هیچ جادو
همه صاحبدلان را ذوق کعبه
من بی دین و دل را ذوق آن کو
تنت در خرقه گر گم گشت جامی
چه شد کم گیرازین پشمینه یک مو (توضیحات صفحہ ۸۷۴)

☆☆☆

(۱۰۹)

چون به مسجد بینمت ای قبلهٔ من روی تو
پشت بر محراب خواهم، روی در ابروی تو
در نمازم دل به سوی تست و رو در قبله گاه
وه چه خوش بودی اگر، رو نیز بودی سوی تو

بر مسلمانان بخشا و مبین ہر سو، کہ شد
صد صف طاعت خراب، از غمزۂ جادوی تو
روی تو پیش نظر من جای دیگر در سجود
سرنمی یارم بر آوردن، ز شرم روی تو
گشتہ خلق از ہر طرف مشغول تسبیح و دعا
من نہانی می کنم باخویش، گفت و گوی تو
پست شد آہنگ قد قامت مؤذن را، چودید
شیوۂ قدِ بلند و قامت دلجوی تو
ہر کرا بینی بہ جائی روی طاعت بر زمین
جامی و رخسارہ زرد و قامت دلجوی تو

(توضیحات صفحہ ۸۸۸)

☆☆☆

(۱۱۰)

چون نیست بخت آن کہ من یکدم شوم ہمراہ تو
بادیگران می گو سخن تا بشنوم آواز تو
چشمت چو خصم جان شودلب را بگو خندان شود
تاترک جان آسان شود برعاشق جان باز تو
خواہم ز تو گویم غمی لیکن ندارم محرمی
گو بخت مقبل تادمی سازد مرا ہمراز تو
نازی بکن ای غمزہ زن گرچہ رود جانم زتن
جان من وصد ہمچو من بادا فدای ناز تو
تو طایر قدسی و کس بر تو نہ دارد دسترس
گستردہ ما دام ہوس کین سو فتد پرواز تو
صد دل شکار خود کند صدرخنہ در جان افگند
از غمزہ چون ناوک زند چشم شکار انداز تو

چون پرده بگشائی ز رو جامی فتد درگفت وگو
تو گلشن حسنی و او مرغ سخن پرواز تو (توضیحات صفحہ ۸۷۹)

☆☆☆

(۱۱۱)

داری بہ جان من کمین ای من کمین هندوی تو
خوی تو گر هست این چنین صد جان فدای خوی تو
گہ بر در بتخانہ ام گہ درحریم خانقہ
القصہ گردم در بدر دایم بہ جست و جوی تو
بادا ز زخم ناوکت درسینہ صد روزن مرا
باشد کہ افتد پر توی از آفتاب روی تو
روز و جفای چاووشان ' وشبها وبیم پاسبان
یارب من آزردہ جان ' کی راہ یابم سوی تو
یکبارہ دل برداشتم از قیل و قال مدرسہ
زین پس بہ کنج میکدہ مائیم و گفت و گوی تو
تا کی چو زاہد بی جہت آریم سوی قبلہ رو
محراب طاعت بس بود مارا خم ابروی تو
جامی کی از خاک درت محروم ماندی این چنین
گر آبروئی داشتی پیش سگان کوی تو (توضیحات صفحہ ۸۹۳)

☆☆☆

(۱۱۲)

آن ترک نیم مست کہ جان شد خراب او
صد بارہ سوختیم ز ناز و عتاب او
برطرف بام اگرمہ شبگرد بیندش
شرمندہ گردد از رخ چون آفتاب او

من کیستم که بوسه زنم پای دوست کاش
یابم همین مجال که بوسم رکاب او
در روی او شهود جمال ازل توان
گر درمیان حجاب نه گردد نقاب او
چون درّفشان شود زلب چون صدف شوم
سرتابه پای گوش ز ذوق خطاب او
بودن به کوی او نتوانم شب فراق
ترسم فغان من برداز دیده خواب او
گاه سوال بوسه به جامی نگفت هیچ
یعنی که نیست غیر خموشی جواب او (توضیحات صفحہ ۹۰۷)

☆☆☆

(۱۱۳)

تو آن مهی که برد خجلت آفتاب از تو
تو آن گلی که شود غنچه درنقاب از تو
دلم که عشق بروصد در بلا بکشاد
رخ امید نتابد به هیچ باب از تو
همیشه عارت شاهان بود عمارت ملک
چه حکمت است که شد ملک دل خراب از تو
عنان صبر شد از کف درین هوس که گهی
رسم بدولت پابوس چون رکاب از تو
مکن شتاب برفتن که میرود جانم
اگرچه عمری و نبود عجب شتاب از تو
بهر سلام مکن رنجه درجواب آن لب
که صد سلام مرابس یکی جواب از تو

چو قتل جامی مسکین ثواب می دانی
چنان مکن که شود فوت این ثواب از تو (توضیحات صفحہ ۹۱۰)

☆☆☆

(۱۱۴)

خورشید و ماه را چه برابر کنم به تو
بنشین دمی که دیده منوّر کنم به تو
مشکین شامه ایست زنخدان توزخط
پیش آی تا مشام معطّر کنم به تو
بنگر میان خویش چه حاجت که من به موی
تشبیه ضعف این تن لاغر کنم به تو
باهیچ آفریده ترا نیست نسبتی
ترسم کزین عقیده ای دیگر کنم به تو
رویت بهشت ولعل تو کوثر بوَد چرا
ذکر بهشت و چشمۂ کوثر کنم به تو
تقریب ذکر جامی و تقریر حال اوست
چون وصف عاشقان سخنور کنم به تو
چون میروی زدیده بصورت مجال ده
کآینۂ خیال مصوّر کنم به تو (توضیحات صفحہ ۹۱۱)

☆☆☆

(۱۱۵)

گشاد از چهره مشکین برقع آن مه
اَرانی فیہ وَجہَ اللہ چهره
زقدش چون درخت وادی طور
شنیدم مژدۂ اِنّی اناالله

لبش بگشاد مہر از حقّهٔ لعل
ز اسرار حقیقت گشتم آگہ
بروئیش ماہ را از ہیچ وجہی
باشد دعوی خوبی موجّہ
بدان زلف درازم دسترس نیست
مبادا دست کس زین گونہ کوتہ
تہ پایش صبا تا فرش گل ساخت
درون غنچہ خون بست است تہ بتہ
بہ لطف قدرہ جامی زد ورفت
زہی لطفِ قد اعلی اللہ قدرہ (توضیحات صفحہ ۹۱۵)

☆☆☆

(۱۱۶)

اینک سوارہ میرود آن ترک کجکلاہ
خلقی نہادہ روی تظلّم بہ خاک راہ
آویختہ بر طرف کمر جان صد اسیر
برہم زدہ بہ تیغ مژہ قلب صد سپاہ
درتاب ماہ عارضش از بادهٔ صبوح
مخمور چشم جادویش از خواب چاشتگاہ
ہر سو ز شوق طلعتش افغان اہل درد
ہر جا ز ظلم غمزہ اش آواز داد خواہ
زارم کشید و بر سر راہش بیفگنید
باشد کہ سوی من بہ ترحّم کند نگاہ
گر لاف عشق می زنم ای خواجہ طعن چیست
اینک سرشک سرخ و رخ زرد من گواہ

جامی ز جام غصه چو خون جگر خورد
نبود سرود مجلس اوجز فغان وآه (توضیحات صفحہ۹۲۳)

☆☆☆

(۱۱۷)

رسید از ره آن شاه خوبان پیاده
قباچست کرده ، کله کج نهاده
پی قتل عشاق ز ابرو و غمزه
کمانی کشیده ، خدنگی کشاده
ز روی زمین چون قدم بر گرفته
جهانی به خدمت زمین بوسه داده
سرشکم که هرگز ستادن نداند
چو باخاک پایش رسیده ستاده
پری و آدمی قاصر ند از جمالش
همانا که از ماه خورشید زاده
سگ آستان نیازم که دارم
بگردن ز طوق وفایش قلاده
مزن بهر بیگانگان فال عشقش
که این قرعه برنام جامی فتاده (توضیحات صفحہ۹۲۸)

☆☆☆

(۱۱۸)

تعالیٰ الله زهی شاه یگانه
زهی حسن و جمال جاودانه
درین بتخانه هر نقشی که بینم
توئی مقصود من ، دیگر بهانه

نبیند چشم عارف عارض وخال
نجوید مرغ قدسی آب و دانه
اگر خوانی ز عشقم داستانی
نخوانی عشق مجنون جز فسانه
مجو اسرار عشق از شیخ خلوت
چه داند نطق طوطی مرغ خانه
میانت راچنان خواهم در آغوش
که موئی هم نه گنجد درمیانه
گذر کن برسر جامی، که دارد
سر خدمت به خاک آستانه

(توضیحات صفحہ ۹۳۶)

☆☆☆

(۱۱۹)

رسید ترک من ازتاب می عرق کرده
شکسته طرف کله جیب جامه شق کرده
صفای سینه اش از چاک پیرهن چون صبح
هزار دلشده را اشک چون شفق کرده
به اتفاق جهانی گذشته از دل و دین
به هر جا گذری کیف ما اتفق کرده
برای باده و نقلش صبابه صحن چمن
زلاله کاسه نهاده زگل طبق کرده
نثار او همه جانها کم است و او زکرم
قناعت از من بیدل به یک رمق کرده
زشرح دل ورقی بیش نیست چهرهٔ زرد
که خامهٔ مژه تحریر آن ورق کرده

اگرچه منکر می بود سابقاً جامی
کنون تلافی انکار ما سبق کرده (توضیحات صفحہ۹۴۶)

☆☆☆

(۱۴۰)

ای بی تو ز دیده خواب رفته
وز هر مژه خون ناب رفته
باز آ که ز رفتن تو مارا
از دیده درّ خوشاب رفته
در دور لبت معاشران را
از سر هوس شراب رفته
با آن همه نور ماه تابان
پیش رخ تو زتاب رفته
دریوزه کنان ز حسن پیشت
ماه آمده آفتاب رفته
هر جا تو سمند ناز رانده
خوبان همه در رکاب رفته
خونابۂ دل که ریخت جامی
خو نیست که از کباب رفته (توضیحات صفحہ۹۵۵)

☆☆☆

(۱۴۱)

با اشک خونین دور از تو ای ماه
بثی و حزنی اشکوا الی الله
رو در تو دارند از دین و دنیا
مردان دانا ، رندان آگاه

دامان وصلت نتوان گرفتن
دست از دو عالم ناکرده کوتاه
هر چند گیرم راه سلامت
لطف خرامت برمن زند راه
از سبزهٔ خط بر عارض تو
کام بر آمد بر وجه دلخواه
تو میکشی تیر از سینهٔ من
وز فرقت آنِ من می کشم آه
جان داد جامی لیکن چه تاوان
لومات عبدٌ فی حبِّ مولاه (توضیحات صفحہ ۹۵۹)

☆☆☆

(۱۲۲)

به لطف قدرهِ دلها زد آن مه
زهی لُطفِ قد اعلی الله قدره
به هر وجهی سخن زان روی گویم
که خوش باشد سخنهای موجه
مرا با آن دهان سریست پنهان
کسی از سرِدرویشان چه آگه
به حلق تشندام تیغ تو بگذشت
دم بسمل چو آب الحمدللہ
نمی رفتم به جز راه سلامت
ترا دیدم براه افتادم از ره
غم عشقت در آمد از در و بام
ملی دیوار مارا یافت کوته

چو طنبور از تو نالان بود جامی
فراقت زاد فی الطنبور نغمہ

☆☆☆

(۱۲۳)

ای زہمہ صورت خوب تو بہ
صورک اللہ علی صورتہ
روی تو آئینہ حق بنی است
در نظر مردم خودبین منہ
بلکہ حق آئینہ و توصورتی
وہم دوئی راہمیان رہ مدہ
صورت از آئینہ نہ باشد جدا
انت بہ متحدٌ فانتبہ
ہر کہ سر رشتۂ وحدت نہ یافت
پیش وی این نکتہ بود مشتبہ
رشتہ یکی دان و گرہ صد ہزار
کیست کزین رشتہ گشاید گرہ
ہر کہ چو جامی بہ گرہ بند شد
گر بہ سر رشتہ رودباز بہ (توضیحات صفحہ۹۱۹)

☆☆☆

(۱۲۴)

آن شوخ رسید اینک و خلقی بہ نظارہ
چون نیست مرا طاقت نظارہ چہ چارہ
ہر کس سر راہش رود از بہر تماشا
مسکین من حیران کنم از راہ کنارہ

خواهم که دوم پیش عنانش چو غلامان
هر جا که رسد پیش من آن ماه سواره
چون ماتمیان چند کنم نوحه در آن کوی
رخساره خراشیده و پیراهن پاره
بیخوابی ما را اگر آن شوخ نه داند
ای کاش بپر سد شبی از ماه وستاره
خواهم که بیک زخم از و کشته نه گردم
باشد که چشم لذّت تیغش دوسه باره
نگرفت در آن سنگدل افسانهٔ جامی
هر چند که خون میشود از وی دل خاره

(توضیحات صفحہ۹۳۲)

☆☆☆

(۱۲۵)

رسید یار طریق جفا رہا کرده
گره ز ابرو و برقع ز روی وا کرده
نموده همچو گل از غنچه پیر ہن زقبا
ہزار پیر ہن صبر را قبا کرده
فشانده رشحهٔ خوی از رخ و غبار از زلف
شمیم سنبل و گل همره صبا کرده
کشیده خطّ خطا برمن و نیارم برد
گمان که رای صوابش درین خطا کرده
ولی زلطفِ عمیمش امید میدارم
که خطّ عفو کشد بر خطای نا کرده
صفای مشرب آن چشمهٔ زلال نگر
که صد کدورت ما دیده و صفا کرده

نکردہ توبہ زعشق تو جامی آخر عمر
چہ جای توبہ زکاری کہ عمر ہا کردہ
(توضیحات صفحہ ۱۴۹)

☆☆☆

(۱۲۶)

منم چو صبح ز شوق تو جامہ شق کردہ
زمہر عارض تو اشک چون شفق کردہ
زلطف خویش بہ جا گشادہ گل ورقی
بہ خط سبز رخت نسخ آن ورق کردہ
بہ صحن باغ گذر کانچہ داشت غنچہ گرہ
گل از برای نثار تو برطبق کردہ
نشستہ بر رخ گل شبنم است یا ز نسیم
شنیدہ نکہت تو وزحیا عرق کردہ
گل ارچہ خلعت خوبی بہ تازگی پوشید
بہ چشم خلق جمال تو اش خلق کردہ
زہستیم رمقی ماندہ است کی باشد
ھجوم عشق تو تاراج آن رمق کردہ
حدیث عشق ز جامی شنو کہ شام و سحر
بہ کنج مدرسہ تحقیق این سبق کردہ
(توضیحات صفحہ ۱۵۰)

☆☆☆

(۱۲۷)

رخ بر افروختہ ای ' ماہ منور شدہ ای
قد بر افراختہ ای ' رشک صنوبر شدہ ای
درنکوئی رخ تو روز بروز افزون است
دی نکو بودی و امروز نکوتر شدہ ای

نیست حدّ بشر این حسن لطافت که تراست
روح قدسی که بدین شکل مصوّر شده ای
خوی تو باهمه عشّاق وفا وکرم است
در حق ماچه جفا گوی و ستمگر شده ای
پیش بالای تو پستند همه سرو قدان
جای آن دارد اگر برهمه سرور شده ای
اند کی سایه فگن بر سرم ای دولت وصل
که پس از محنت بسیار میسّر شده ای
جامی از حرف ریاپاک بشوی لوح ضمیر
دوسه روزی که حریف می وساغر شده ای

(توضیحات صفحہ۹۶۳)

☆☆☆

(۱۲۸)

ای صورت زیبای تو مجموعۀ معنی
ویران شدۀ عشق تو معمورۀ تقوی
در مکتب عشق تو خرد باهمه دانش
چون طفل نو آموز نداند الف از بی
از فکر جهان فردشو ایدل که توان شد
همسایۀ خورشید بدین شیوه چو عیسی
در کوی تو گر پر توی از روی تو بینم
آن وادی ایمن بود این نور تجلّی
خوبان قبایل همه بالطف شمایل
مجنون طلب و خاطر مجنون سوی لیلی
طوبیٰ ست قد ناز تو وآن زلف دلاویز
کافتاده زبالا به زمین سایۀ طوبی

جامی زمی لعل لبت چاشنی ای یافت
درباخت به میخانه همه دیی و عقبی (توضیحات صفحہ۹۷۷)

☆☆☆

(۱۲۹)

به شهر نیکوان مسکین غریبی
که جز خون خوردنش نبود نصیبی

عجب بیماری ای دارم زعشقت
که عاجز شد ز درمان هر طبیبی

چو من عاشق بسی یا بی ولیکن
نیابم چون تو در عالم حبیبی

زکویت رخ نتابم گرچه بینم
به کف تیغ جفا هر سو رقیبی

نیفتد نو بهار خوبیت را
خوش الحان تر ز جامی عند لیبی (توضیحات صفحہ۹۸۲)

☆☆☆

(۱۳۰)

بروی من از لطف بگشادری
مران زین درم بر در دیگری

سرم رامکن ز آستانت جدا
که بالی آستان تو دارم سیری

ز مسکینیم نیست جاپیش تو
زمن هیچ جانیست مسکین تری

شد افزون ز افسون تو سوز دل
دمیدی دمی شعله زد اخگری

ندارد فروغ رخت آفتاب
چومه نیست تابنده هر اختری
بریدی به آن غمزه پیوند وصل
زدی بر رگ جان مرا نشتری
زمیگون لبت دور جامی مدام
ز خون جگری کشد ساغری (توضیحات صفحہ ۱۲)

☆☆☆

(۱۳۱)

لی حبیبٌ عربیٌ مَدَنیٌ قُرشی
کہ بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی
فہم راز ش نکنم اوعربی من عجمی
لاف مہر ش چہ زنم او قرشی من حبشی
ذرّہ وارم بہ ھوا داری او رقص کنان
تاشد شُہرۂ آفاق بہ خورشید وشی
گرچہ صد مرحلہ دور است ز پیش نظرم
وَجہُہٗ فِی نَظَری کُلِّ غداۃٍ وَعَشی
صفتِ بادۂ عشقش زمن مست مپرس
ذوق این می نشناسی بخدا تانہ چشی
مصلحت نیست مرا سیری از آن آب حیات
ضاعفَ اللہ بہِ کلّ زمانٍ عطشی
جامی اربابِ و فا جزرہ عشقش نروند
سر مبادت گرازین راہ قدم بازکشی
(توضیحات صفحہ ۸۱۷)

☆☆☆

(۱۳۲)

ای مظہر حسن لایزالی
مرآت جمال ذوالجلالی
انوار تجلّی قدم را
رخسار تو احسن المجالی
درشان کمال تست نازل
آیات مکارم و معالی
رویت طرفٌ مِنَ النّہار است
زلفت زلفٌ مِنَ اللّیالی
میخانہ کہ ساحت جلاش
بادا ز عناد غیر خالی
احرام حریم آن نبندند
جز دُرد کشان لاابالی
جامی بہ وظایفِ تضرّع
مشغول بود علی التّوالی
باشد بہ حوالۂ عنایت
روزی برسد بدان حوالی

(توضیحات صفحہ ۸۲۳)

☆☆☆

(۱۳۳)

ای باغ حسن را ز جمال تو خرّمی
چشم بد از تو دور کہ محبوب عالمی
حوری بگوی بہر خدا یا فرشتہ ای
کین لطف و ناز کی بنود حدِّ آدمی

زخم تراچه حاجت مرهم بود که آن
شاید جراحت دل ما را به مرهمی
دل آن تست دمبدم از بهر بردنش
عشوه چه می نمائی و افسون چه میدهی
گرچرخ را نماند و فائی چه باک ازآن
هر گز مباد جور و جفای تو را کمی
گم گشتگان بادیۂ محنت و غمیم
مشکل بریم ره به سر کوی بی غمی
جامی سگ ترا ، به غلامی نمی سزد
او راچه حدّ آنکه کند با تو همدمی

(توضیحات صفحہ۸۳۱)

☆☆☆

(۱۳۴)

تو شمع مجلس انسی و شاہ عالم جانی
بناز برهمه خوبان که نازنین جهانی
عجب صبیح و ملیحی عجب جلیل و جمیلی
ولی چه سود که قدر جمال خویش ندانی
به چهره صورت حسنی به غمزه آفت دینی
به عشوه شور جهانی به خنده راحت جانی
به سحر نرگس مستانه آفت زن و مردی
به لطف قامت وبالا بلای پیر و جوانی
خدنگ آه ز چرخ از غم تو میگذرانم
گهی به پرس که بی ما چگونه میگذرانی
نگویمت سوی خود خوان مرا بدین خوشم از تو
که خوانیم سگ خود گرچه سوی خویش نخوانی

صفات حسن تو گفتن چه حدِّ جامی بیدل
به هر کجا که رسد فکر اوْ تو بر تر از آنی
(توضیحات صفحہ ۸۴۰)

☆☆☆

(۱۳۵)

زچشمت چشم آن دارم که گاهی
کند سوی گرفتاران نگاهی
فروغ روی تو ازیاد من برد
که وقتی آفتابی بود و ماهی
فرو ماند از قدت دربوستان سرو
به طوبیٰ کی رسد شاخ گیاهی
به جز روی تو گردید است چشمم
نمی بینم ازین افزون گناهی
اگر بپذیری اینک می فرستم
ز آب دیده سویت عذر خواهی
گواه آه سردم صبحدم بس
که دید از صبح صادق تر گواهی
ندانم دردل جامی چه سوز است
که آهی می کشد باز' و چه آهی
(توضیحات صفحہ ۸۴۶)

☆☆☆

(۱۳۶)

عجب مطبوع و موزونی' عجب زیبا و رعنائی
عجب شوخ دل آشوبی' عجب ماه دلآرائی
به غمزه آفت جانی' به قامت سروبستانی
به رخ شمع شبستانی' به لب لعل شکر خائی

دلی دارم زغم پر خون، غمی دارم زحد بیرون
دریغا گر تو بر حال من بیدل نه بخشائی
اجل نزدیک شد دور از تو ام آخر چه کم گردد
اگر روزی قدم در پرسش من رنجه فرمائی
قدت یا رب چه موزون است کز رفتار شرینش
قیامت خیزد اندر شهر اگر ناگه برون آئی
اساس عشق محکم گشت و بنیاد خرد ویران
اغثونی اخلائی اعینونی احبائی
دلم بس خلوت تاریک وتنگ آمد بیا جانا
درون منظر چشم نشین یکدم چو بینائی
رو ای همدم تو دربزم طرب با دوستان خوش زی
رہا کن تا بمیزد جامی اندر کنج تنہائی

(توضیحات صفحہ ۸۵۰)

☆☆☆

(۱۳۷)

دل برد زمن فتنہ گری عشوہ نمائی
زرّین کمری، کجکلهی، تنگ قبائی
درحسن و ملاحت چہ پری چہرہ نگاری
درسر کشی وناز چہ شوخی چہ بلائی
من کی بہ وصالش رسم این بس کہ براهش
روزی کہ شوم خاک بوسم کف پائی
داری سر خون ریز من اینک کفن و تیغ
با حکم تو کس رانرسد چون و چرائی
باشد غم هجر تو بہ خونابہ برآن نقش
گر از سر خاکم بدمد برگ گیاهی

تو خنده زنان میگذری بی خبر از من
من گریه کنان می کنم از دور دعائی
یا رب به چه خرسند شود جامی بیدل
روزی که نیاید ز تو تشریف جفائی (توضیحات صفحہ ۸۵۸)

☆☆☆

(۱۳۸)

فداک امّی یا غایة المنی و ابی
بسوخت جان من از جان من چه میطلبی
اگر خموش کنم گوییم که بی خبری
و گر خروش کنم رانیم که بی ادبی
جهان صحیفهٔ حسن و جمال لم یزلی است
وزآن صحیفه بهٔ وجه حسن تو منتخبی
چگونه از تو نمانم عجب، که می بینم
به زیر هر خم زلفت هزار بوالعجبی
تو ابر جودی و من کشت تشنه لب بی تو
بیا بیا که کنم با تو شرح تشنه لبی
زهجر روی تو روز تمام نیم شب است
حذر کن از اثر ناله های نیم شبی
عرب نژاد بود یا رومی کند جامی
به فارسی غزل اوصاف حسن آن عربی (توضیحات صفحہ ۸٦۸)

☆☆☆

(۱۳۹)

الله الله چه نازنین شده ای
آفت عقل و هوش و دین شده ای

من چنانم زبیدلی که مپرس
تا تو در دلبری چنین شده ای
کرده ای رخ زچین طرّه عیان
غیرت لعبتانِ چین شده ای
ز آتشین لعل آبدار لبت
خاتم حسن رانگین شده ای
من به جان بندۂ کمین تو ام
بهر قتلم چه در کمین شده ای
گشته ای گم دلا به فکر لبش
چون مگس غرق انگبین شده ای
جامی از فکر آن دهان و میان
خرده دان و دقیقه بین شده ای

(توضیحات صفحہ ۹٦۷)

☆☆☆

(۱۴۰)

ای سرو راستین که کله کج نهاده ای
وی تازه گل که پرده ز عارض کشاده ای
از جنس آب و خاک نئی از چه گوهری
وز نوع جنّ وانس نئی از که زاده ای
نازکتری زبرگ سمن ورنه گفتمی
برشکل سرو ریخته از سیم ساده ای
وصف ترا چنانکه توئی چون کنم خیال
کز هر چه در خیال من آید زیاده ای
رفت آن سوار و صبر و خرد در رکاب او
ای اشک خون گرفته تو چون ایستاده ای

خود را میان راه فگندم به خشم گفت
زین سان چراغنان دل از دست داده ای
سرے برنشان پاش فہادم بہ عشوہ گفت
جامی بروچه درپی من سر نہادہ ای (توضیحات صفحہ ۹۷۲)

☆☆☆

(۱۴۱)

زمشک تر خطی داری و خالی
ندیدم از تو مشکین تر غزالی
رخت خورشید ولے ہر جانبش خطّ
کشیدہ از سواد شب ہلالی
خیال آن میان می بندم آری
بود با خویش ہر کس را خیالی
ازان گل در نقاب غنچہ ماند است
کہ از روی تو دارد انفعالی
بود شوق تو افزون گرچہ بینم
ترا ہر روز و گل را بعد سالی
شود عالم دگر گون ہر دم از تو
ولی بی تو نیم در ہیچ حالی
بہ کوی عشق جامی لب فروبند
کہ باشد ہر مقامی را مقالی (توضیحات صفحہ ۸۲۷)

☆☆☆

(۱۴۲)

آخر ای سرو خرامان ز کدامین چمنی
کہ ز سر تا قدم آشوب دل و جان منی

لب بستم زسخن لیک بہ خلوتگہ جان
گاہ دل با تو وگاہی تو بہ دل در سخنی
بنما آن تن نازک زقبا تا بہ چمن
غنچہ دیگر نکند دعوی نازک بدنی
خون ماخوردہ چہ آزار دلم می طلبی
نوش کر دی می ماشیشہ چرامی شکنی
میدہی یادم از آن لالہ رخ ای باد بہار
چند آتش بہ من سوختہ دل می فگنی
یار بیماری من دید و بسی فاتحہ خواند
لیک شکرانۂ آن را کہ نیم زیستنی
جامی آن شوخ بہ خونریز تو گر تیغ کشد
ادب آن است کہ گردن نہی و دم نہ زنی

(توضیحات صفحہ ۸۳۶)

☆☆☆

(۱۴۳)

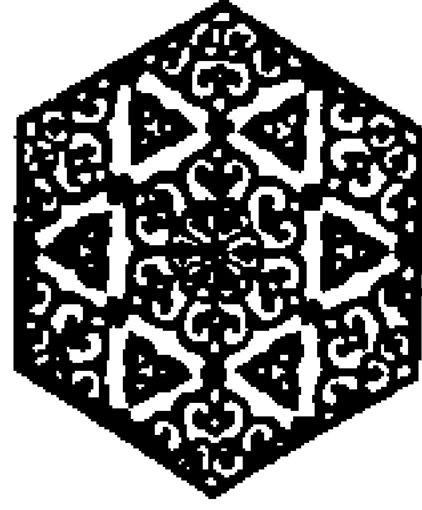
از سبزہ بر گل خطّ می فزائی
دل می فریبی جان می ربائی
ہر دم چہ آئی از دیدہ در دل
خود را بہ مردم تا کی نمائی
شد عمرم آخر درجست و جویت
ای عمر رفتہ آخر کجائی
دور از تو جانم از تن جدا شد
افغان ز دوری آہ از جدائی
صد شعلہ از دل بر زد زبانہ
تاباغم تو کرد آشنائی

شد بر من آن سرزوش که باشد
در آشنائی صد روشنائی
جامی مکن بس از مهر خوبان
چون بادل خود بس می نیائی (توضیحات صفحہ ۸۶۳)

وَ صَلی اللّٰه عَلیٰ سیّدنا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ و ذُرّیتہٖ و اھلِ بیتہٖ اجمعین آمین یاربّ العالمین!

پایان انتخاب

پروفیسر (ڈاکٹر) شمس الدین احمد، سوموار ۱۶/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ:- ۴/ماہ مارچ ۱۹۹۱ء



مولانا جامیؒ
حیات اور شاعری

[مع اُردو ترجمہ وتوضیح، منتخب غزلیاتِ نعتیہ و مدحیہ همراہ باتعلیقات]

حصۂ سوم

اُردو ترجمہ کلام منظوم مع حواشی و توضیحات

اور

حصۂ تعلیقات **مربوط به کتاب**

توضیح

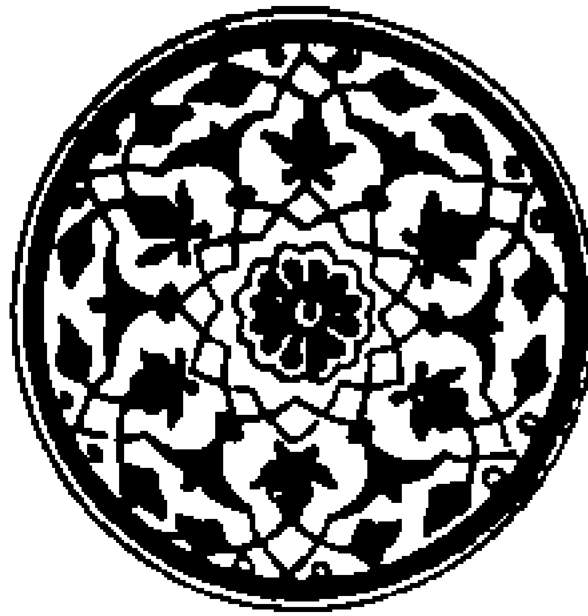
نعتیہ غزلیات کی میں نے جو توضیح کی ہے اس کے بارے میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ میرے اپنے ذاتی ادراک کی بنیاد پر ہے اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ فارسی ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ہر شعر میں ضروری فارسی لفظ کے معنی بیان کرنے کے بعد اس شعر کی اپنی سمجھ کے مطابق صرف وضاحت کی ہے تشریح نہیں لکھی۔ نعتیہ شعر کی تشریح میری بساط سے باہر ہے اس لئے کہ خالص روحانی عشق و محبت اور عاشق و معشوق کا معاملہ اور وہ بھی جب سید المرسلین صاحب معراج حضرت رسول اکرم کی ذات عالی و اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معشوق ہوں انتہائی نازک معاملہ ہے اور ایک ایسی راہ کہ جس پر عظیم المرتبت اولیای کرامؒ بھی احتیاط سے قدم بڑھاتے ہیں۔ میں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ اطہر کے باہر ایک کتا ہوں (اگر وہ رحمتہ اللعالمین ﷺ مجھے اپنے کتوں میں شمار کرنے کی مجھ پر عنایت فرمائیں) میں بھلا کیسے اس درجے پر رسائی پانے کے اہل بن سکتا ہوں جہاں پر پہنچ کر مولانا جامیؒ نے اس ذات سراپا رحمت اور محبوب رب العالمین کے عشق میں مدہوش ہو کر ان ﷺ کے اوصاف آسمانی اور حسن و جمال ملکوتی کی مدح میں نعت لکھے۔ یہ نعت ہم تک پہنچے یہی ہمارے لئے خوش نصیبی ہے۔ میں نے ان میں سے انتخاب کر کے (اگرچہ خود انتخاب کرنا بھی سوءِ ادب تھا کیونکہ مولانا جامیؒ کی ہر نعت انتخاب ہے) اردو ترجمہ کیا اور صرف وضاحت ہی کی۔ شرح لکھنے سے اسلئے بھی پرہیز کیا کہ مسلمانوں میں عشق رسول ﷺ جزو ایمان ہے۔ ہر مسلمان رسول اکرم ﷺ سے اپنے انداز کے مطابق عشق کرتا ہے اور دور دور حدوں تک چلا جاتا ہے۔ اور ہر مسلمان عاشق ان حدود عشق میں آسمان کی مانند وسیع اور آفاق کی طرح کشادہ و بے مانند بن جاتا ہے اس لئے اس لامحدود عشق کے پس منظر میں نعت کی شرح لکھ کر میں ان عاشقانہ اور ملکوتی وسعتوں کو محدود نہیں کرنا چاہتا۔ یہ نعتیں آپ عاشقان رسول ﷺ کے سامنے ہیں آپ اپنے عشق کے مطابق ان میں خود سمو جانے اور روحانی لذتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی کوشش کریں۔

میں نے خالص مشکل اور لازمی فارسی الفاظ کی اور شعر کی اپنی فہم کے مطابق وضاحت کی ہے اگر ان وضاحتوں میں کہیں کوئی لغزش ہو گئی ہو (اور یقیناً ہو بھی گئی ہو گی) تو میں اول رسول اکرم ﷺ سے عفو کا خواستگار ہوں دوم مولانا جامیؒ کی روح پاک سے معافی کا طلبگار اور سوم قارئین سے ملتمس کہ مجھے ان لغزشوں سے آگاہ کریں۔

آخر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ وضاحت سے متعلق ہر نعتیہ شعر کو مزید روشن کرنے کے خیال سے میں نے نعت سے مربوط مضمون کے ضمن میں کہیں کشمیری کہیں اردو اور کہیں فارسی اشعار پیش کئے ہیں۔ بعض جگہوں پر یہ اشعار خالص نعتیہ یا صوفیانہ ہیں لیکن بعض جگہوں پر محض عشقیہ ہیں اور نعتیہ نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ مقصد روشن وضاحت تھی اس لئے ہر جگہ نعتیہ وصوفیانہ اشعار استعمال میں نہیں آپائے۔ البتہ وضاحت کے ضمن میں مجازی عشقیہ اشعار بھی لازماً لانا پڑے۔ میں نے بعض اشعار کے سہل الفہم ہونے کی وجہ سے صرف اُن کے الفاظ کے معانی لکھنے اور ترجمہ کرنے پر ہی اکتفا کی ہے کہ ان کی وضاحت کرنا لازمی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے انعام واحسان کے طفیل حضرت رسول اعظم رسول معظم رسول مکرّم رسول محترم رسول محتشم رسول اکرم جناب محمد عربی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قائم رکھے اور قیامت کے دن ان ﷺ کی شفاعت نصیب کرے آمین!

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدّین احمد



قصائد

ای بردہ زآفتاب بوجہ حسن سبق..................

۱۔ اے کہ آپ نے سورج سے احسن طریقے سے سبقت لے لی ہے۔
چاند بھی آپ کے حسن کے معجزے سے سراپا چاک ہو گیا ہے۔
۲۔آپکے چہرے کے عکس کا ایک پرتو ہے اور آپ کی زلف کی ایک تار ہے۔
صبح ' جب کہ وہ سانس لینے لگتی ہے اور رات ' جب وہ چھا جاتی ہے۔
۳۔آپ کے آفتاب کی روشنیوں کا پر تو جس کسی پر چمکا۔
وہ شفق کی مانند کائنات میں سرخ رو ہو گیا۔
۴۔آپ کے جسم کا سایہ نہیں تھا اور حق تو یہ ہے کہ یونہی شایستہ بھی تھا۔
کیونکہ آپ کی پاک سرشت نور خداوندی سے ہے۔
۵۔جس طرح سے آپ کا کلام دیباچۂ کمال ہو گیا ہے۔
تو قوت ناطقہ کو آپ کے کلام کے آگے بھلا بات کرنے کی کیا مجال۔
۶۔آپ کے جاہ و حشمت کی بزم میں سیارہ سات اجسام میں بٹ چکا۔
اور آپ کی بخشش کے لنگر سے آسمان نو طبق بن گئے۔
۷۔آپ کے جلال وعظمت کی کتاب میں تورات بس ایک ہندسہ ہی تو ہے۔
اور آپ کے کمال ورفعت کے مصحف میں انجیل محض ایک ورق ہے۔
۸۔زمانے نے آپ کے چہرے کے عرق سے گلاب کشید کیا۔
بالکل برعکس اس کے جب کہ آج گلاب سے عرق کشید کرتے ہیں۔
۹۔کہاں جامیؔ اور کہاں آپ کی نعت گوئی ' البتہ شوق کے قلم سے صدق و اخلاص کی تختی پر کچھ لکھ دیا ہے جیسے بھی ممکن ہو سکا

توضیحات

۱۔سبق بردن۔محاورہ ہے یعنی غالب ہونا۔سبقت لے جانا۔آگے بڑھ جانا۔پیشدستی کرنا۔قُرص = ٹکیہ۔گردہ (قرص نان۔قرص ماہ۔قرص خورشید)۔چونکہ چانداور سورج گردہ یا ٹکیہ کی مانند ہوتے ہیں اس لئے پورے چانداور پورے سورج کو قرص کہتے ہیں گویا سراپا چاند یا سراپا سورج قرص ہے۔جدید فارسی میں دوائی کی ٹکیہ کو قرص کہتے ہیں۔شق = شگاف۔چاک ہونا۔چیرنا۔کسی کو رنج وغم میں ڈالنا۔قوم سے الگ ہو جانا۔درست نتیجہ نکالنا۔شق قمر یا شق القمر یعنی چاند کا چاک ہو جانا۔اس مصرعہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور اس کے دوٹکڑے ہو گئے۔یہ معجزہ اس مطالبہ کے جواب میں تھا جو اہل مکہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے کر رہے تھے کہ آپ ہمیں کوئی نشانی دکھائیں اور آپؐ نے یہ نشانی دکھائی۔(ملاحظہ ہو۔صحیح بخاری۔صحیح مسلم' مسند احمد' البدایہ والنہایہ۔تفسیر ابن کثیر وغیرہ)

۲۔صبح اذتنفس لیل اذا غسق ......(سورہ التکویر ۸۱۔آیت ۱۸) اس شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روی مبارک کو پھوٹتی ہوئی صبح سے مشابہ کیا ہے اور ان کے سیاہ وموی مقدس کو گھنی سیاہ رات سے جب وہ کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔مراد ہے تازگی اور شگفتگی روئے مبارکؐ اور گہرے سیاہ رنگ کا موی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔پھوٹتی ہوئی صبح دل کا سکون ہے سراپا تازگی اور بشاشت اور روشنی بکھیرنے والی ہے۔ان ہی صفات سے روی مبارکؐ کو مشابہ کیا ہے۔

۳۔شفق ......شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو صبح اور شام کے آسمان کے کناروں پر ظاہر ہوتی ہے۔سرخ روی شدن محاورہ ہے یعنی کامیاب ہونا۔بامراد ہونا۔خوش ہو جانا۔فتح یاب ہونا۔انوار مہر = سورج کی روشنیاں۔ویسے مہر' محبت' پیار اور الفت کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں' پرتو' انوار اور شفق کے پیش نظر مہر سے سورج' یا آفتاب مراد ہے۔سرخ روئی اور شفق میں مناسبت ہے۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)۔

۴۔جوہر......روح۔اصل۔سرشت۔نچوڑ۔خلاصہ۔مُروارید۔قیمتی پتھر۔موتی۔(گوہر کا معرب ہے)۔ویسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو جوہر اول کہتے ہیں۔جس طرح سے نور حق کا کوئی سایہ نہیں ہوتا اسی طرح نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کا کوئی سایہ تھا ہی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی خمیر نور حق کی تھی۔

۵۔دیباچہ (یا دیباجہ) کتاب کا آغاز۔شروع۔چہرہ۔رخسار۔منطق = کلام۔کلام کرنا۔تکلم سخن گوئی۔گفتار۔قواعد وقوانین کا علم جو غور وفکر کی رہنمائی کرتا ہے۔ناطقہ = قوت گویائی۔بات کرنے کا ملکہ۔نطق = بولنا۔بات

کرنا۔تقریر۔خطبہ۔گویائی۔مراد یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کمال کی ابتدا ہے یعنی ابتدائی کمال کلام رسول اللہ علیہ ﷺ سے ہوئی تو بھلا کوئی ان علیہ ﷺ کے سامنے بولنے کی کیا جرأت کرے۔

۶۔احتشام...... شکوہ۔حشمت۔جاہ ومرتبہ۔سیارہ=وہ ستارہ جو رواں ہو' گردش میں ہو یا حرکت میں ہو۔بہت چلنے والا۔قافلہ۔کاروان۔مطبخ=غذا پکانے کی جگہ۔آشپز خانہ۔نوال=عطا۔بخشش۔عنایت۔نصیب۔ہفت جام=لفظی معنی سات پیالیاں لیکن مراد ہیں سات سیارے یعنی سورج' چاند' زہرہ' عطارد' مریخ' مشتری اور زحل (سبعہ سیارہ یا سات سیاروں کو ہفت اختر' ہفت اختان' ہفت آئینہ' ہفت آئینہ خود بین' ہفت پیکر' ہفت چشم چرخ' ہفت چشم خراس' ہفت خاتون' ہفت دختر خضرا' ہفت در' ہفت دور' ہفت رخشان' ہفت سلطان' ہفت شمع' ہفت کرہ' ہفت گرہ' ہفت محراب فلک' ہفت مشعلہ' ہفت مہرہ' زرین' ہفت نژاد' ہفت نژاد فلک' ہفت نقطہ' ہفت نوبتی چرخ' ہفت وشش بھی کہتے ہیں۔(ہفت وشش میں ہفت سے مراد ہے سبعہ سیارہ اور شش سے مراد ہے شش جہات)۔نہ طبق=نو آسمان (نہ طبق کو نہ بام' نہ پایہ' نہ پدر' نہ پردہ' نہ حجرہ' نہ حصار مینا' نہ رواق' نہ سپہر' نہ شہر بالا' نہ صحیفہ گردون' نہ طارم' نہ قصر' نہ کاخ' نہ مقرنس' نہ فلک' نہ آسمان' نہ خراس' نہ دائرہ' نہ شہر علوی' نہ طاق' نہ کاسہ بھی کہتے ہیں)۔شعر کا مطلب ہے کہ آپ کی بزم شکوہ وحشمت اور جاہ ومرتبہ کی وہ بزم ہے کہ سیارہ ایک نہیں سات مختلف حصوں میں بٹ کر پیالہ برداری کے فرائض انجام دے رہا ہے یعنی سات سیارے آپ کے حکم کی تعمیل میں مستعد ہیں اور آسمان کی وسعتوں کا آپ کی داد ودہش اور بخشش وعطا کے مقابلے کیا ذکر کہ آسمان جیسا وسیع وبے کنار بھی آپ کی عنایات والطاف کو دیکھ کر نو ٹکڑوں میں پاش پاش ہوا ہے۔مطلب یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت وبلندی مرتبہ کے آگے بلند ترین سیارے اور آسمان پست ہیں۔

۷۔جلال=بزرگی۔عظمت۔آزمودہ کاری۔تورات=(یا توریت) وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔رقم=خط' نوشتہ' اعداد کی علامت' نشان' علامت ھندسہ۔ایک قسم کی چادر' ایک قسم کا مخمل' خط والے نقش ونگار کی ایک قسم۔مصحف=وہ کتاب جس میں صحیفے اور رسالے ہوں۔قرآن مجید کیونکہ اسمیں سورتیں ہیں۔انجیل=وہ آسمانی کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔خوشخبری۔مژدہ۔بشارت۔مطلب یہ ہے کہ تورات جیسی آسمانی کتاب جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بیان کرنے کی صفت میں محض ایک عام ہندسہ ہے وہ بھی ان صفات کو مکمل طور پر بیان نہ کر پائی۔اور آپ علیہ ﷺ کے کمال یا کمالات کی کتاب یا مصحف یا آپ کا لایا ہوا قرآن اس قدر عظیم ہے کہ انجیل جیسی آسمانی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی' بھی اس کے

مقابلے میں محض ایک ورق ہے۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتِ کمالات کے آگے تورات اور انجیل کم درجے کی ہیں۔

۸۔ نعت = صفت۔ تعریف۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وتعریفات کو بیان کرنا۔ صفت اور خصلت اور وصف رسول ﷺ کا بیان۔ کیف ما اتفق = بقدر امکان، جیسے بھی ممکن ہوا۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

قصیدہ

ای نامزد بہ نام تو در نامہ قبول..........

۱۔ اے کہ آپ کے نام مبارک سے کسی نامہ کا قبول ہونا مقرر و معیّن ہے۔ اے نبی اکرمؐ! اے رسول خداؐ (یا) اے کہ آپ کا نام نامۂ قبول یعنی قرآن کریم میں یا اَیُّہاالرسول اور یا ایہاالنبی کے خطاب سے نامزد ہے!

۲۔ آپ وہ باران رحمت ہیں جو سخاوت و بخشش کے آسمان سے جگر تشنہ عاشقوں پر نازل ہوئے ہیں۔

۳۔ آپ کے جاہ و جلال کے خانۂ عزت و خرم شریف میں ہر بیہودہ ہر زہ گر کو داخل ہونے کا خیال کہاں آسکتا ہے۔

۴۔ خدا کی پناہ جو میں حضرت خلیلؑ کی طرح رخ موڑ لوں کیونکہ آپ کے آفتاب سراپا میں زوال کا کوئی خدشہ نہیں

۵۔ گو کہ میری جان سے طاقت اور میرے جسم سے جان چلی گئی خدا کی قسم آپ کی محبت میری جان سے الگ نہیں ہو سکے گی

۶۔ اگر آپ کی نسبت میرے عشق کا دعوٰی جھوٹا ہے تو پھر کیوں میری آنکھیں اشک بار اور میرا جسم نحیف و لاغر ہو گیا ہے

۷۔ سر میں آپ کے عشق کی دھن سمائے ہوئے جامیؔ نے فقر کی چادر سر پر لپیٹ کر گمنامی کا ویرانہ اختیار کر رکھا ہے

توضیحات

ا۔ نامزد= معیّن، منصوب، مقرر، نامور، مشہور۔ منگیتر جس کی منگنی ہو چکی ہو۔ نامۂ قبول= قبولیت کا خط۔ (نامہ = خط، مکتوب، چٹھی، حکم، فرمان) یا مجازاً قرآن کریم۔ یعنی آپ کے اسم گرامی کے عُنوان سے ہی نامہ جات باعث قبول ہیں یا آپکا اسم گرامی اس قدر رفیع ہے کہ قبولیت کی کتاب الٰہی قرآن کریم میں آپ کا نام یاایہا النبی (اے نبی) اور یاایہا الرسول (اے رسول خدا) کے خطابات سے ثبت ہے۔

۲۔ جود= بخشش۔ سخاوت، جوانمردی کرنا کرم، تشنہ جگر= پیاسا۔ سخت پیاسا جس کا جگر مارے پیاس کے سوکھ چکا ہو۔ کنایہ ہے عاشقوں سے اور مشتاق و آرزومندان دیدار محبوب سے۔ نزول= اترنا۔ نازل ہونا۔ نیچے آنا۔ کسی جگہ میں داخل ہونا۔ مقام کرنا۔ ٹھہرنا۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)۔

۳۔ حریم= خانہ کعبہ کا اردگرد۔ کسی کنوئیں کا اردگرد۔ گھر کا اردگرد۔ گھر کے اردگرد کی دیوار۔ لائق عزت چیز۔ قابل احترام جگہ۔ گھر۔ مکان۔ یادہ گرد= ہر جگہ آنے جانے والا بیہودہ آدمی۔ غیر پرہیزگار لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا۔ ہوس باز آدمی۔ اندیشہ =خیال۔ سوچ۔ فکر۔ غور۔ خوض۔ ڈر۔ خوف۔ تردّد، دخول =اندر آنا۔ داخل ہونا۔ گھسنا۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)۔

۴۔ حاشا= کلمۂ انکاری ہے یعنی مبادا۔ ہرگز۔ پناہ بہ خدا۔ خدا نہ کرے۔ حاشا اللہ حاشا وکلا، حاشہ رحمٰن جیسے کلمات اس وقت بولتے ہیں جب کسی کام کے نہ کرنے کا عہد کرنا یا قسم کھانا یا لاعلمی ظاہر کرنا مقصود ہو۔ خلیل وار= مانند حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام (خلیل = سچا دوست۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب جو اللہ کے دوست تھے۔ وار= یہ لفظ مانند، نظیر، بمثال، طرح، بطریق کے معنی میں فارسی میں آتا ہے جیسے دیوانہ وار (یعنی دیوانہ کی مانند)، بہشت وار، پلنگ وار، صوفی وار، مجنون وار، سکندر وار، رستم وار، فرعون وار وغیرہ۔ خلیل وار یعنی حضرت ابراہیم خلیلؑ کی طرح۔ افول= نیچے چلے جانا۔ چھپ جانا۔ ستارے یا سورج کا زوال، غروب ہونا۔ اس نعتیہ شعر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے زمانے کی ستارہ پرستی سے منہ موڑنے اور بس ایک لازوال خدائے واحد کی طرف رخ پھیرنے اور اسی کو اپنا محبوب حقیقی بنانے کی طرف اشارہ ہے جب کہ آپ نے شام کے وقت ایک روشن ستارہ دیکھا تو فرمایا: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيهِ اللَّيل را كو كبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيۚ (جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب تھوڑی دیر بعد یہ ستارہ ڈوب گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: فلما افل قال لا احب الافلين (اور جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو کہا ڈوب جانے والوں کو میں دوست

نہیں رکھتا)۔ پھر جب اس ستارے سے بڑا ستارہ یعنی چاند طلوع ہوا تو فرمایا: فلما را القمر بازغا قال ھذا ربی (پھر چاند کو جب چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب)۔ چاند بھی ڈوب گیا تو فرمایا: فلما افل قال لئن لم یہدنی ربی لا کونن من القوم الضالین (پس جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرے رب نے میری ہدایت نہ کی ہوتی تو میں گمراہوں میں شامل ہو گیا ہوتا)۔ اس کے بعد جب آفتاب نمودار ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: فلما را الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا اکبر (پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے) لیکن جب یہ بھی زوال میں ڈوب گیا تو اس سے بھی اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: فلما افلت قال یا قوم انی بریء مما تشرکون (پس جب وہ بھی ڈوب گیا تو فرمایا اے قوم! میں ان سب سے منہ موڑ لیتا ہوں اور بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو) مولانا جامیؒ فرماتے ہیں: اے رسول خدا ﷺ! یہ سارے ستارے بلکہ شاہ ستارہ آفتاب بھی زوال پزیر تھا اسلئے ان زوال آمادہ ستاروں سے ابراہیمؑ نے منہ موڑ لیا لیکن میں آپ کی ذات اقدس سے منہ نہیں موڑوں گا کیونکہ آپ کی ذات گرامی وہ آفتاب تابان ہے جو غروب وزوال سے بالاتر ہے۔ آپ کی ذات مبارک کا سورج لازوال ہے۔ ضمناً اس نعتیہ شعر میں مولانا جامیؒ نے نبی اکرم ﷺ کی ابدی ولازوال حیات کی طرف صریح اعلان کیا ہے۔

۵۔ واللہ لئیس .... بزول = خدا کی قسم، آپ کی محبت میری جان سے نکل نہیں سکتی۔ مراد یہ ہے کہ بدن میں خواہ طاقت نہ بھی رہی لیکن آپ کی محبت قائم ہے اور یہی قوت میرے لئے کافی ہے۔ حُب = محبت۔ مہجہ = جان روح (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۶۔ عین = آنکھ۔ بکاء = آہ وزاری۔ رونا گانا۔ تحول = لاغر نحیف۔ کمزور ضعیف (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۷۔ گلیم = چادر۔ کملی۔ گدڑی۔ فقر = افلاس محتاجی۔ درویشی۔ فقیری۔ تہی دست ہونا۔ تنگدستی، تصوّف میں فقر کی حقیقت احتیاج ونیاز مندی ہے کیونکہ بندہ ہمیشہ حاجت مند ہے مملوک ہے اور حاجت مند اور مملوک حاجت روا اور مالک کا محتاج ہے اور غنی یا امیر یا بے نیاز فقط اللہ تعالیٰ ہے جل شانہٗ اور لوگ فقیر ہیں اور لوگوں کی یہ ایک صفت ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انتم الفقراء واللہ ھو الغنی .... فقر یہ ہے کہ کسی کے پاس مال ودولت نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اس کے لئے نہ ہو۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ فقر فنا فی اللہ ہے اور قطرے کا سمندر کے ساتھ مل جانا۔ اور یہ سلوک وسیر کی انتہا ہے اور کاملین کا مرتبہ ہے کیونکہ فرمایا: الفقر سواد الوجہ فی الدارین سالک کلی طور پر فانی ہو جائے اور کوئی چیز اس کی باقی نہ رہے اور جان لے کہ جو چیز وہ اپنے آپ سے منسوب کرتا ہے وہ سب بس اللہ کی ہے اور خود اس (سالک) کوئی بھی چیز اپنی نہیں۔ بیغولہ = گھر کا کوئی گوشہ۔ آبادی سے دور کوئی گوشہ۔

ویرانہ۔ مطلب یہ کہ میں (جامیؔ) نے آپ کے عشق کو اپنے سر میں سما دیا ہے اور یہی میری دولت ہے۔ دینوی امارت و دولت پر لات مار کر میں درویشی و فقر کو اختیار کر کے گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ خمول = گمنامی۔ بی نامی۔ بی نشانی۔

قصیدہ

سلام علیک ای نبی مکرمؐ..............

۱۔ اے معزز و بزرگوار رسولؐ ! سلام ہو آپ پر
اے آدم اور آدم کی نسل سے بھی بزرگوار تر
۲۔ سلام ہو آپ پر !اے آبای علوی سے
ظاہر میں آخر ' لیکن باطن میں اول تشریف لانے والے
۳۔ سلام ہو آپ پر ! اے کہ آفرینش کے آغاز سے
آپ کے وجود کے طفیل ' عالم وجود میں آگیا
۴۔ سلام ہو آپ پر ! اے کہ اسماء حسنٰی میں
آپ کا جمال اسم اعظم کا آئینہ ہے
۵۔ سلام ہو آپ پر ! اے کہ ملک رسالت میں
آپ کی مُہر خاتم پر خاتم المرسلین کندہ ہے
۶۔ سلام ہو آپ پر ! اے سینکڑوں اسرار کے جاننے والے
جن میں سے روح الامین ایک سے بھی باخبر نہیں
۷۔ سلام ہو آپ پر !کہ آپکی بخشش کے بادلوں سے
میری آرزوں کا کھیت سر سبز و شاداب ہو گیا
۸۔ ہزارہا درود و سلام پہنچے اللہ تعالیٰ کیطرف سے آپ پر ہردم
آپ کی روح پر اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے اصحاب پر
۹۔ خاص طور پر ان پر جو آپ کے ساتھ
اکٹھے مکمل جنسیت کے ساتھ ملے ہوئے ہیں

۱۰۔ اگر آپ کے نور کا فیض نہ ہوتا تو
کفر اور اسلام دونوں اکٹھے مل کر ایک ہی قوم دکھائی دیتے
۱۱۔ اور اگر جنّت کا راستہ آپ سے روشن نہ ہوجاتا
تو جہنم کی گہرائی کی ظلمتوں سے کون نجات پاتا
۱۲۔ آپ کی کوشش سے بند دروازے کھل گئے
آپ کے کلام سے مبہم و پوشیدہ اسرار ظاہر ہوگئے
۱۳۔ ....

....

۱۴۔ آپ اے رسولِ خداؐ وہ سمندر ہیں رحمت کے
کہ روی زمین کا احاطہ کرنے والا سمندر آپکی بخشش کا بس ایک قطرہ ہے
۱۵۔ راہ میں آئے ہوئے ہم لوگ جگر تشنہ ہیں
آب رحمت پلا کر ہم پر رحم فرمائیں رحم !
۱۶۔ ہمارے دل مجروح ہیں اور اندر سے زخم خوردہ ہیں
ہمیں بس آپ کے لطف و کرم کے مرہم کی امید ہے
۱۷۔ آپ کے شہر میں ہم نے آکر بارِ سفر کھول دیا
جامیؔ کی طرح گناہوں کے بوجھ سے ہماری کمر دوہری ہوگئی ہے
۱۸۔ ہمیں پختہ یقین ہے کہ آپ کے کرم سے ہمارا
یہ بوجھ ہماری کمر پر ہلکا ہو جائے گا
۱۹۔ آپ ہماری خلاصی کے لئے تکلم فرمائیں گے کیونکہ
شفاعت کے دروازوں کا کھل جانا آپ کی ذات سے وابستہ ہے

توضیحات

مکرم = عزت دیا گیا۔ بزرگی دیا گیا۔ گرامی کیا گیا۔ احترام کیا گیا۔ آدم = تمام انسانوں کا باپ حضرت آدم۔ پہلا آدمی جس سے انسان کی نسل کا آغاز ہوا۔ ابوالبشر۔ تمام انبیاء اور مرسلین کے سردار یعنی سید المرسلین اور خلاصہ موجودات

ہونے کی وجہ سے حضرت نبی مکرمؐ حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد میں سب سے بزرگ و برتر ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

۲۔آباء علوی = ہفت سپہر۔ ہفت آسمان۔ ہفت فلک۔ نہ چرخ۔ نہ فلک۔ ہفت ستارہ (سبعہ ستارہ)۔آسمانی باپ۔ آباء علوی سے مراد ہیں افلاک اور ستارے اور سبعہ سیارہ۔ یعنی افلاک و ستارگان و سیارگان علوی کو موجودات میں اگر چہ اللہ تعالیٰ نے پہلے وجود میں لایا اور آپ کی ذات اقدسؐ بعد میں ظاہری صورت میں نمودار ہوئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے یعنی تمام موجودات کے خلق ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور پیدا کیا گویا بہ صورت آپؐ اگر چہ بعد میں تشریف لائے لیکن بباطن آپؐ اولین تخلیق تھے۔اس میں ''اول ما خلق اللہ نوری ''(اللہ نے سب سب پہلی چیز جو پیدا کی وہ میرا نور تھا) حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔فطرت = پیدائش۔ آفرینش۔ اختراع۔ ابداع۔ طبیعت۔ سرشت۔ ایجاد عالم۔ دین اسلام۔ دانائی۔ عقلمندی۔ صبح کا کھانا۔ طفیل = ذریعہ۔ وسیلہ۔ وہ جو بن بلائے کسی کے ہمراہ دعوت کی مجلس میں چلا جائے۔ ایجاد = پیدا کرنا۔ وجود میں لانا۔ نئی چیز پیدا کرنا۔ طاقت بخشنا۔ امیر بنانا۔ رنج دینا۔ مطلب کو پہنچا دینا۔ وجود۔ ہستی۔ آفرینش۔ اس میں لولاک لما خلقت الافلاک حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے (یعنی یہ افلاک و آفرینش میں نے آپکی وجہ سے وجود میں لائے ہیں) چونکہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے اور اللہ کے دین کی تکمیل آپ ہی کے ہاتھوں سے ہونا مقرر تھی اس لئے ظاہر ہے اسی خاتم النبیین اور مکمل دین الٰہی کیلئے برتر دینی امور کی جولان گاہ یعنی عالم علوی و سفلی آپ ہی کے لئے مخصوص تھی۔ عالم سفلی میں آپ کا دین برعکس دیگر پیغمبروں کے تمام انسانیت کے لئے تھا اور عالم علوی میں آپ پہلے سے ہی احمد کے اسم مبارک سے متعارف تھے اور پھر یہ تعارف اور شناسائی اور زیادہ گہری ہوئی جب آپ بہ روح و بہ جسد معراج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں کی مخلوق سے ملاقات کی۔

۴۔اسماء حسنیٰ = اللہ تعالیٰ کے اہم نام جن کی تعداد ننانوے بتائی جاتی ہے {کشمیر کی مسجدوں میں جہاں جہاں حضرت شاہ ھمدان رحمتہ اللہ علیہ کے اوراد فتحیہ کا ورد ہوتا ہے وہاں یہ ننانوے اسماء حسنیٰ پڑھے جاتے ہیں} حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا نے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں سو سے ایک کم جو کوئی ان کو پڑھتا رہے گا اور اللہ کو یاد کرتا رہے گا وہ جنت میں جائے گا۔ اسم اعظم = خدا کا سب سے بڑا نام یعنی اللہ۔ اللہ کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ نبیوں اور ولیوں کا وجود۔ جمال = خوبصورتی۔ حسن۔ خوبی۔ زیبائی۔ مطلب یہ ہے کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے اعظم نام (اسم اعظم) کا آئینہ آپ کا جمال مبارک ہے۔ یعنی آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر اللہ کی ذات آئینہ ہو جاتی

ہے۔آپ کو دیکھا تو اللہ کو دیکھا۔

۵۔رسالت = پیغمبری۔ پیغام۔ پیام پہنچانا۔ کتاب۔ خط۔ سفارت۔ ایلچیگری۔ نبوّت۔ اللہ کیطرف سے پیغام آوری۔ خاتم المرسلین = رسولوں میں سب سے آخری رسول۔ تمام انبیاء کی نبوت ختم کرنے والا آخری پیغمبر۔ (خاتم النبیین۔ خاتم رسول۔ خاتم الانبیاء۔ ختم الرسل)۔ خاتم انبیاء = یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ خاتم = انگشتری۔ مہر۔ انگوٹھی۔ جس شے پر فرمان ختم کیا جائے۔ جامیؒ نے رسالت کو ایک ملک جان کر اس ملک کے شہنشاہ (حضرت رسولؐ) کی مہر فرمان کو خاتم المرسلین کے نقش سے کندہ ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی پیغمبری ورسالت کے ملک کے آخری پیغمبر اور رسول حضرت محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد کوئی رسول یا پیغمبر یا نبی نہیں آئے گا۔ قرآن پاک نے بھی آپ کے خاتم النبیینؐ ہونے کا اعلان کیا: وَمَاکَانَ محمد ابا اَحدٍ مِّن رِّجالِکُمْ وَلٰکِنْ رسوْلَ اللہِ و خاتم النّبیین (نہیں ہیں محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور نبیوں میں سے آخری نبیؐ) اور خود بھی اللہ کے سچے رسولؐ نے فرمایا: لَانبی بَعْدِی (میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)۔ خاتم اور خاتم المرسلین میں شعری مناسبت اور حسن ہے۔

۶۔روح الامین = حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ امانت دار رُوح اعظم جو امانت داری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام مرسلین وانبیاء کے پاس پہنچاتے تھے۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۷۔نوال = عطا۔ بخشش۔ حصہ۔ نصیب۔ کشت زار = کھیت۔ زراعتی زمین کا کوئی حصہ۔ امل = امید۔ آرزو

۸۔تحیّت = سلام۔ درود۔ دعائے زندگی۔ اللہ آپ کو زندہ رکھے کہنا۔ سلام و درود بھیجنا۔ آفرین کہنا۔ فائض = اترنا۔ پہنچنا۔ فیض پہنچنے کا عمل فیض پہنچانے والا۔ پانی کا کسی برتن میں پر ہونے کے بعد اطراف سے چھلک پڑنا۔ وافر۔ لبریز۔ پر۔ صحب = جمع صاحب۔ صحابہ۔ اصحاب رسولؐ۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۹۔تخصیص = خاص کرنا۔ خصوصاً۔ خصوصیت کیساتھ۔ مخصوصاً۔ بالخصوص۔ خاص کر۔ جنسیت = ایک جنس ہونا۔ جنس کی حالت وکیفیت۔ قسم۔ صنف۔ منضم = ملا ہوا۔ جڑا ہوا۔ پیوستہ۔ تام = کامل۔ مکمل۔ وہ چیز جس کے اجزا کامل ہوں۔ یعنی بالخصوص درود وسلام ہو ان پر جو سب جنس کے لحاظ سے آپ کی ذات مبارک کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں یعنی آپ کی خاص اولاد صاحبزادے صاحبزادیاں اور نواسے۔ (شعر کا ترجمہ دیکھ لیجئے)

۱۱۔خلد = بقا۔ ہیشگی۔ بہشت۔ ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ ایک کم بصارت کا پستان دار جانور جو کیڑے مکوڑوں کو کھاتا ہے اور زمین کے نیچے رہتا ہے۔ گوشوارہ۔ بالی۔ کنگن۔ قعر = تہ۔ گہرائی۔ انتہا۔ نہایت۔ کنوئیں یا دریا وغیرہ کی تہ۔ جہنم = دوزخ۔ دوسری دنیا میں ایک ایسی جگہ جہاں گناہگاروں اور مشرکوں کو ان کے بداعمال کی سزا ملے گی۔ اس

کے سات درجے ہیں: جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم اور ہاویہ۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر آپ سے ہم کو جنت کو جانے کی اور راہ پانے کی ہدایت نہ ملتی اور اس طرح سے یہ راہ ہم پر روشن اور واضح نہ ہو جاتی تو جہنم کی تاریکیوں سے کیونکر نجات ملتی۔

۱۲۔ فتح = کشائش۔ کھل جانا۔ ملک تسخیر کرنا (فتح الباب = دروازہ کھولنا۔ کاموں میں کشادگی و وسعت۔ موسم برسات کا آغاز) ظفریاب ہونا۔ فتح پانا۔ کھول دینا۔ ظفر۔ فتحمندی۔ اللہ کا پیغمبر یا کسی اور کو مدد بہم پہنچانا۔ اللہ کا کسی کو عالم بنانا۔ قاری قرآن کا اپنا منہ قرأت کے لئے کھول دینا۔ روزی جو اللہ کسی کو عطا کرے۔ فتحہ یعنی زبر کی علامت۔ مغلق = بند دروازہ۔ بند کھڑکی اور کوئی بند چیز۔ مشکل۔ سخت۔ دشوار۔ ابواب مغلق = بند دروازے۔ کشف = آشکار ہونا۔ پیدا کرنا۔ پردہ اٹھانا۔ تکلیف وشر کو دور کر دینا۔ ظاہر ہو جاتا۔ واضح اور روشن ہونا۔ مبہم = وہ جس میں ابہام ہو (ابہام = جو واضح اور روشن نہ ہو۔ اخفا۔ پوشیدگی) پوشیدہ بات۔ وہ کلام جس کا مطلب صاف طور پر سمجھ میں نہ آئے۔ نطق = کلام۔ بات یعنی اے رسول خداؐ! دشوار امور (بند دروازے) آپ کی مساعی سے حل ہوئے کہ آپ حلالِ مشکلات ہیں۔ آپ کے کلام مبارک سے مبہم اسرار ہم پر روشن ہو گئے کہ آپ فصیح الکلام ترین پیغمبر اور شناسا ترین رسول معرفتِ الٰہی ہیں۔ جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا۔ وہ راز اک کملی والےؐ نے بتلا دیا چند اشاروں میں (حفیظ جالندھری) ۔ نگار من که به مکتب نه رفت و خط نه نوشت : به غمزه مسئله آموز صد مدرّس شد (حافظ)

۱۳۔ ....

۱۴۔ محیط = احاطہ کرنے والا۔ اوقیانوس سمندر۔ گھیرنے والا۔ سمندر جو تمام زمین کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ دائرہ کا گول خط۔ گھیرا۔ آدمی کی زندگی بسر کرنے کی جگہ۔ با اطلاع شخص۔ مطلع۔ (ضمناً یہ بھی جان لیا جائے کہ اوقیانوس سمندر (اٹلانٹک) یورپ، افریقہ اور مغربی ایشیا کا امریکہ کیساتھ تعلق کا راستہ ہے۔ اسکی وسعت آٹھ کروڑ چوبیس لاکھ پانچ سو مربع کلومیٹر ہے)۔ نم = رطوبت۔ تری۔ گیلا پن۔ گیلا۔ نمی۔ قطرہ۔ (شعر کا ترجمہ دیکھ لیں)

۱۵/۱۶۔ فگار = (افگار کا مخفف) خستہ۔ زخمی۔ مجروح۔ آزردہ۔ زخم۔ درونہا = (درون یا اندرون کی جمع)۔ جسم کا اندرون یعنی دل۔ اندر۔ وسط۔ درمیان۔ بیچ۔ اندرونی حصہ۔ ترحّم = رحم کرنا مہربانی کرنا۔ بخش دینا۔ لطف و کرم کرنا۔ ماء = آب روان۔ آب پاک۔ پانی۔ (شعر کا ترجمہ دیکھ لیں)

۱۷۔ بار کشادن = سفر کا بوجھ کسی جگہ پر قیام کرنے کی نیت سے اتار دینا۔ بارِ سفر کھول دینا بمقابلہ بار بستن کے جو آمادۂ سفر ہو جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دیار = مسکن۔ گھر۔ شہر۔ سرزمین۔ مدینہ (یہ لفظ دِیار ہے دَیّار

نہیں۔ دَیار کے معنی ہیں دیر نشین۔ صومعہ نشین۔ کوئی آدمی) دِیار دراصل دار کی جمع ہے یعنی گھر۔ ملک۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۱۸۔ رجا= بھروسہ۔ امید۔ امید رکھنا۔ ڈر۔ ڈرنا۔ توقع۔ امیدواری۔ آرزو۔ واثق= مضبوط۔ مستحکم۔ پختہ۔ استوار۔ مطمئن۔ اطمینان دینے والا۔ معتمد۔ فضل= بخشش۔ بزرگی میں فوقیت لے جانا۔ زیادتی۔ بچا ہوا۔ رجحان۔ برتری۔ افزونی۔ احسان۔ معرفت۔ کمال۔ حکمت۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو عدل سے بالاتر اور گناہگاروں کی مغفرت کا موجب ہے☆ فضل کی صفت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بھی سرشار ہے اور یہ صفت ان کے رحمۃ للعالمین ہونے کے ساتھ مربوط ہے۔ تاریخ اسلام میں بڑے بڑے مشرکین اور مجرموں کو معاف کردینے کی صفات محمدی وہ عظیم الشان باب ہیں جن کو پڑھ کر آپؐ کے دشمن اور غیر اقوام بھی آپ کے الٰہیانہ اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

۱۹۔ تخلیص = خلاص کرنا۔ خالی کرنا۔ صاف کرنا۔ چھٹکارا۔ نجات۔ رہائی۔ خالص کر دینا۔ خلاصہ کرنا۔ شفاعت= سفارش کرنا۔ کسی کی نجات کیلئے بھلائی کا کلمہ کہنا۔ خواہش کرنا۔ التماس کرنا۔ کسی کا کسی کے لئے عفو یا مدد کرنے کی درخواست کرنا۔ خواہش۔ التماس۔ مسلّم = تسلیم کیا گیا۔ مانا ہوا۔ یقین کیا گیا۔ سلامت رکھا گیا۔ سپرد کیا گیا۔ تسلیم شدہ۔ باور کیا ہوا۔ وہ شخص جس کی بات کو حجت جانتے ہوں اور بغیر کسی چون وچرا کے اسے قبول کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ یارسول اللہؐ! آپ چونکہ مسلم طور پر شفیع المذنبینؐ ہیں اس لئے مجھے پختہ یقین ہے کہ آپ ہماری نجات کی سفارش ضرور فرمائیں گے۔

قصیدہ

زہی از دو رخ شاہ دنیا و دین......

۱۔ آفرین! دونوں طرف سے آپ دنیا کے بھی شہنشاہ ہیں اور دین کے بھی
آپ کے شانہ مبارک پر خاتم المرسلین کی مہر ثبت ہے
۲۔ سلیمان کو انگوٹھی سے اس لئے سلطنت ملی
کہ اس پر آپ کا نام مبارک کندہ تھا
۳۔ دنیا بایاں طرف ہے اور آخرت دایاں طرف
بائیں اور دائیں سب آپ کے تابع ہے

۴۔ آپ کے نعلین پر جب طوبیٰ نے اپنا سر رکھ دیا
تو اس کا سر عرش عظیم کی رفعتوں تک پہنچ گیا
۵۔ صرف آپ کی حق بین آنکھوں کا حاصل اور ثمرہ ہے
خواہ وہ عین الیقین ہے یا خواہ حق الیقین
۶۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے حقیقی حمد و ثنا کرنے والے ہیں
جس نے تمام موجودات میں صرف آپ کو پسندیدہ قرار دیا
۷۔ آپ کی روح پاک پر ہزار آفرین
اور خدائے جہاں آفرین کی طرف سے ہر آفرین پر ہزار آفرین!
۸۔ آپ کے غلاموں کا کتا جامی
جو آپ کے کتوں کا ایک ادنیٰ سا غلام ہے
اگر آپ کی راہ میں سر کے بل دوڑ سکے
تو پھر زمین پر اس کے پاؤں ٹھہر نہ سکیں گے

توضیحات

۱۔زہی= کلمہ تحسین ہے یعنی شاباش۔کیا کہنے مرحبا۔آفرین۔احسنت [فارسی میں افسوس۔آہ۔دریغا۔حسرت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے]۔تخم گیری اور حاملہ ہونے کی اہلیت رکھنے والا حیوان۔نوزائیدہ حیوان۔موسیقی کا آلہ۔دورُخ= لفظی معنی دونوں چہرے یا دونوں اطراف۔شطرنج میں جب حریف بادشاہ کے مہرے کے مقابلے میں دورخ لاتا ہے تو حریف لازماً بادشاہ کے مقابلے میں مات ہو جاتا ہے۔کتف= کندھا۔شانہ۔جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی ذات مقدس دنیا میں بھی بادشاہ ہے اور دین کی بھی بادشاہ ہے۔دنیا میں آپ کی بادشاہت اسلام کے استوار ہونے کے ساتھ قائم ہوئی اور دین میں آپ کی شہنشاہیت کی تصدیق اس مہرنبوت سے ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے شانہ ہای مبارک کے وسط میں ثبت کی تھی۔ہر حریف بادشاہ آپ کے آگے مات ہے۔
۲۔خاتم= انگوٹھی۔مہر۔انگشتری۔نگین۔(کنایہ کے طور پر دہان محبوب) آخرین۔خاتم انبیاء۔سلیمان= توراۃ میں آپ کا ذکر صرف ایک بادشاہ کی حیثیت سے ہوا ہے لیکن قرآن مجید میں آیا ہے کہ آپ ایک بے مثال بادشاہ ہونے کے علاوہ ایک جلیل المرتبت پیغمبر بھی تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دانش و حکمت۔غیر معمولی قوت فیصلہ

اصابت رائے، بے مثال حکومت، جنوں اور دیوؤں اور ہواؤں کی تسخیر اور جانوروں کی بولیوں کو سمجھنے کی اہلیت عطا فرمائی تھی۔ آپ عقل و دانش میں دور دور تک مشہور تھے اور سلطنت بھی دور فاصلوں تک حاصل تھی اور انسانوں کے علاوہ آپ کی حکومت جنوں اور پرندوں تک پھیلی تھی۔ سب کچھ آپ کے زیر فرمان تھا۔ رینگنے والے جانور اور چیونٹیاں بھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔ آپ ۹۹۲ قبل مسیح میں پیدا ہوئے اور ۹۲۴ قبل مسیح میں وفات پائی اور ۴۱ سال تک حکومت کی۔ بیت المقدس کی تعمیر آپ ہی نے کی جو ہیکل سلیمانی کہلایا جاتا تھا۔ روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی جس پر اسم اعظم نقش تھا اور اسی کے سبب تمام مخلوقات آپکے زیر فرمان تھی۔ مولانا جامیؒ نے سلیمان پیغمبرؑ کی حکومت کی عظمت اور اس کے جاہ و جلال کو حضرت رسول اکرم ﷺ کے اسم مبارک کا مرہون قرار دیا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر نقش تھا اور یہ اسی اسم مبارک کا معجزہ تھا کہ سلیمان پیغمبر ایسی پر حشمت سلطنت کا بادشاہ بن گیا تھا۔ گویا مولانا جامیؒ کے عقیدے کے بموجب حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا کلمہ مقدس نقش تھا۔ دراصل اس نعتیہ شعر میں اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے اول ما خلق اللہ نوری یعنی اولین چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ نور پاک محمد تھا صلی اللہ علیہ وسلم! اس لئے تمام انبیاء و مرسلین کو حضرت محترم رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ان کے مرتبے کی غایت اور مراد و مقصد سے پہلے ہی متعارف کرایا گیا تھا چنانچہ کئی پیغمبروں نے نبی اکرمؐ کے عہد مبارک کو دیکھنے کی تمنا بھی کی تھی۔ سرور کونینؐ کے مرتبہ کی پیغمبروں کیلئے اس دنیا میں بھی اس وقت دوبارہ تصدیق ہوئی جب آپؐ نے سفر معراج کے آغاز میں مسجد اقصیٰ میں جمع تمام انبیاء و مرسلین کی امامت فرمائی اور پھر وہیں سے اپنے آسمانی سفر پر بروح و بجسد روانہ ہوئے۔ اسلئے روحانی دنیا کے عجیب و غریب کرشموں کے پیش نظر حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی پر اسم محمدؐ کا موجود ہونا ایک یقینی امر ہے۔ اس نعتیہ شعر میں رسول اللہ کے سید المرسلین کے ہونے کے پس منظر میں مولانا جامیؒ کا مقصود یہ بھی ہے کہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے بالاتر اور برتر تھے اور ازل سے ہی ان کا فیض رواں تھا اور تمام پیغمبر ازل سے ہی ان کی ذات اقدس سے اپنے مخصوص زمانوں میں فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔

۳۔ یسار = بائیں طرف۔ بایاں ہاتھ۔ ثروت۔ توانگری۔ دولتمندی۔ استطاعت (ایران میں اس لفظ کو منحوس اور نامبارک کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں)۔ یمین = دائیں طرف۔ دایاں ہاتھ۔ مبارک۔ برکت۔ برکت والا۔ قدر۔ مرتبہ۔ منزلت۔ قوت۔ قدرت۔ توانائی۔ سوگند۔ قسم۔ زیر نگین = مسخر ہونا۔ مطیع ہونا۔ حکم و فرمان کے تابع ہونا۔ وہ سارا علاقہ جو فرمان و حکم کے دائرے میں آتا ہو [چونکہ بادشاہ انگوٹھی کے نگین پر اپنا نام کندہ کروا کر

اسے مہر کے طور پر استعمال میں لاتے تھے اسلیئے ہر علاقہ میں اس مہر کی شاہی فرامین عمل میں آنے کی وجہ سے وہ علاقہ زیر نگین بادشاہ کہلاتا تھا اور اسطرح سے زیر نگین کی ترکیب وجود میں آگئی]۔ مولانا جامیؒ نے دنیا کو بایاں ہاتھ کہا ہے اور آخرت کو دایاں۔ غالباً دنیا کو اسلیئے بائیں ہاتھ سے تشبیہہ دی ہے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی اھمیت کم درجہ ہے اور آخرت کو دایاں ہاتھ اسکی عظیم اہمیت کے پیش نظر کہا ہے۔ بہر حال خواجہ کونینؐ ہونے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت دونوں عالم کے بادشاہ ہیں اور دونوں ملک آپؐ کے زیر فرمان اور تابع ہیں۔ اس نعتیہ شعر میں رسول اللہؐ کے سید الثقلین اور سرور و خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ طوبیٰ = بہشت کے ایک درخت کا نام جو طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں دیتا ہے۔ اس کی ٹہنیاں جنت میں مقیم جنتیوں کے گھروں میں پہنچتی ہیں۔ خوشی۔ خوبی۔ خوش۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ بشارت۔ پاک و پاکیزہ تر۔ مفید۔ اچھی چیزیں۔ خیر۔ بہشت۔ خلد۔ نعلین = (نعل کا تثنیہ) یعنی دونوں جوتیاں۔ جوڑا [بھیڑ کی کھال کا بنایا ہوا جوتا جس کا رنگ عموماً زرد یا سرخ ہوتا ہے اور گا ہے اس کی نوک مڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اس طرح کے جوتے کی ایڑی نہیں ہوتی اور ایڑی کی جگہ پر نیچے لوہے کا نعل لگاتے ہیں اور پچھلا حصہ کھلا ہوتا ہے۔ اس طرح کا جوتا فقیہوں اور دینی طالب علموں کے لئے مخصوص ہوا کرتا تھا]۔ سودن = رگڑنا۔ ملنا۔ گھسنا۔ چھونا۔ مار دینا۔ چورہ بنا دینا۔ پگھلانا۔ پانی میں ملانا۔ پرانا کر دینا۔ مٹانا۔ سوراخ کرنا۔ خرچ کرنا۔ پیس دینا۔ عرش برین = سب سے اوپر کا آسمان جو تمام آسمانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ عرش اعظم۔ چھت۔ تخت۔ سائبان۔ خیمہ۔ جہاز کی چھتری۔ جنازہ۔ رکن۔ شرعی زبان میں فلک الافلاک کو کہتے ہیں۔ [فلک الافلاک = نواں آسمان۔ فلک الاعظم۔ فلک الافلاک پر خیال کیا جاتا ہے کہ وہاں کوئی سیارہ نہیں۔ یہ سب آسمانوں کا محیط ہے]۔ نو سیڑھیوں کا منبر۔ بام رفیع۔ چرخ اطلس۔ چرخ برین۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو ساتویں آسمان میں وجود میں لایا اور فرشتوں کو اسے اٹھانے اور اس کی تعظیم کرنے پر مامور فرمایا جیسے کہ آدمی کو مکہ مکرمہ کی تعظیم اور زیارت کرنے کا حکم دیا ہے قرآن کریم میں بھی یہ لفظ کبھی مطلق تخت اور شاہی تخت کے معنی میں آیا ہے (دیکھئے قرآن مجید سورۂ نمل آیات ۲۳۔ ۳۸۔ ۴۱ اور ۴۲) اور کبھی اللہ تعالیٰ کی جگہ جو پانی پر واقع ہے (دیکھئے قرآن مجید سورہ ہود آیت ۸۔ سورہ طاہا آیت ۴) اور کبھی عرش کو اللہ تعالیٰ کا مقام اور اس کا تخت بتایا گیا ہے جسے آٹھ ملائکہ مقربین اٹھائے ہوئے ہیں (دیکھئے قرآن مجید سورۂ الحاقہ آیت ۱۷) اور اس کو اٹھانے والے فرشتے ہیں جو اس کے گرد اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اور یہ ان لوگوں کیلئے بھی مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر ایمان لا چکے ہیں۔ (دیکھئے قرآن مجید سورہ مومن آیت ۷)۔ عرش کی پیدائش کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سبز

یاقوت پیدا کیا اور اسے پانی پر رکھا۔ پھر اس پر ہیبت کی نظر سے دیکھا۔ یہ پگھل گیا اور پانی ہو گیا اور اس سے عرش پیدا کیا اور اسے پانی پر رکھا۔ تفسیر ابوالفتوح جلد ۳ صفحہ ۷ میں حمزہ اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پیدا کیا اور یہ پانی پر کشتی کی طرح چل رہا تھا اور پھر لوح و قلم پیدا کیے۔ اصولی کافی جلد اول صفحہ ۱۲۹ پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو چار نوروں سے بنایا۔ اول سرخ نور جس سے سرخ رنگ نے سرخی پائی دوم سبز نور جس سے سبز رنگ نے سبزی پائی' سوم زرد نور جس سے زرد رنگ نے زردی پائی اور چہارم سفید نور جس سے سفید رنگ نے سفیدی پائی۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول ما خلق اللہ نوری یعنی اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔ اور یہ نور بارہ ہزار سال تک گشت وطواف میں تھا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی و وحدانیت کا ذکر کرتا رہا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس نور مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چار حصے کر دیئے اور ایک حصے سے عرش کو بنایا۔ عرش اللہ تعالیٰ' نور و ظلمت اور قلم وغیرہ کے پیدا ہونے کے وقت پانی پر تھا (طبری جلد اوّل صفحہ ۱۸)۔ جو کچھ اللہ نے پیدا کیا بر و بحر وغیرہ اس کی صورت عرش پر تھی اور ہر روز ستر ہزار اقسام کا نور اسے ڈھانکتا ہے اور خدا کی مخلوق میں سے کسی میں بھی یہ طاقت نہیں کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ (اسرار نامہ عطار باہتمام سید صادق گوہرین صفحہ ۲۳۱)۔ عرش کو عرش برین بھی کہتے ہیں (برین = برتر۔ اعلیٰ۔ بلند۔ اوپر۔ بہت اوپر۔ سوراخ۔ رخنہ۔ شگاف' قدیم فارسی میں شمال کی طرف کو برین کہتے تھے) اور عرش مجید' عرش اعظم' عرش الٰہی' عرش اعلیٰ' عرش اکبر' عرش رحمٰن' عرش شریف کے ناموں سے بھی عرش کو یاد کیا گیا ہے۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ معراج میں جب طوبیٰ کو آپ کے نعلین شریف پر تعظیماً جھک جانے کا شرف حاصل ہوا تو اس کا سر فخر وسعادت سے عرش اعلیٰ کی بلندیوں کو چھو گیا مطلب یہ کہ سفر معراج میں ہر چیز جو آپؐ کی نظروں کے سامنے سے گذری وہ چیز آپ کی توجہ کی برکت وسعادت سے بلند تر درجوں کا حامل ہو گئی۔ طوبیٰ جنت کی بلندیوں میں پہلے سے ہی واقع ہے لیکن جب معراج میں طوبیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف پر احتراماً اپنی ٹہنیاں جھکا دیں اور رسول کرم کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تو اس لازوال خوشی و مسرت اور سعادت مندی پر پھولے نہ سمایا اور اس کا سر فخر سے عرش مجید کی رفعتوں کو چھو گیا۔

۵۔ چشم حق بین = اللہ کا دیدار کرنے والی آنکھ۔ حق کو دیکھنے والی آنکھیں [حق = درست۔ راست۔ ٹھیک۔ واجب۔ سزاوار۔ لائق راستی۔ درستی۔ حقیقت۔ یقین۔ عدل۔ داد۔ انصاف۔ نصیب۔ حصہ۔ سزاواری۔ شائستگی۔ مال۔ ملک۔ اللہ تعالیٰ۔ حق تعالیٰ]۔ حاصل = پھل۔ نتیجہ۔ خلاصہ۔ مطلب۔ زمین کی پیداوار۔ کسی چیز کا بقیہ۔ آمدنی۔ نقدی۔ منافع۔ فائدہ۔ ثمرہ۔ عین الیقین = یقین ثلاثہ یعنی تین یقینوں میں سے ایک یقین کا

نام (علم الیقین ۔ عین الیقین اور حق الیقین)۔ کسی چیز کی اصلیت اور کیفیت کو یقین سے پالینا اور پھر اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ یقین کے تین درجے ہیں علم الیقین یعنی کسی چیز کو کمال یقین کیساتھ اس کی کیفیت اور حقیقت واصلیت کے لحاظ سے جان لینا کہ اصلاً اس میں کوئی شک باقی نہ رہے۔ دوسرا عین الیقین اور وہ ہے کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ مثلاً دور سے آگ کو دیکھ لینا اور یہ علم الیقین سے قوی تر ہے۔ تیسرا حق الیقین اور وہ ہے اس چیز کے اندر داخل ہو جانا یا خود وہ چیز بن جانا یا اس میں مٹ جانا۔ مثلاً اس آگ میں داخل ہونا جو دور سے دکھائی دیتی ہے اور اس میں جل جانا اور یہ یقین عین الیقین سے بھی زیادہ قوی ہے۔ بعضوں نے یہ مثال دی ہے کہ جیسے کہ آدمی کو معلوم ہے کہ زہر کھانا مار دیتا ہے اسے علم الیقین کہیں گے اور اگر اس نے اپنے سامنے کسی کو زہر کھاتے اور مرجاتے ہوئے دیکھا تو اسے عین الیقین کہیں گے اور اگر خود زہر کھائے اور نزع کی حالت میں چلا جائے تو اسے حق الیقین کہیں گے۔ (علم الیقین اور عین الیقین کا ذکر قرآن پاک میں سورۂ الحکاثر آیت ۷ میں بھی آیا ہے)۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خواہ عین الیقین ہو یا خواہ حق الیقین یہ صرف آپ کی خدا بین چشمان مبارک کا ثمرہ اور نتیجہ ہے ورنہ کسی کو ان حقیقتوں کا کیا علم؟ آپ نے معراج میں اللہ کو دو کمانوں کے فاصلے سے بھی نزدیک تر فاصلے میں دیکھا اور یہ بس آپ کا ہی اکمل ترین کمال تھا۔ موسیٰ زہوش رفت بیك جلوۂ صفات : تو عین ذات می نگری در تبسمی ۔آپ کا جسمانی اور روحانی عروج عین الیقین اور حق الیقین کی صورتوں میں نمودار ہوا اور ؎ بمقامی که رسیدی نه رسد هیچ نبی -

۶۔ ایزد = خدا۔ آفریدگار۔ اللہ۔ [زردشتی مذہب میں ایزد کا اطلاق ان فرشتوں پر ہوتا ہے جو امشا سپندوں سے نچلے درجے کے ہیں۔ امشاسپند مقرب اور بلند و برتر فرشتے ہیں جن کی تعداد سات ہے یعنی بہمن، اردی بہشت، شہری ور، اسپندار مذ، خرداد اور امرداد۔ زردشتی مذہب کی پیدائش کی ابتدا میں ان چھ فرشتوں کے آگے سپنتا مینو (عقل مقدس) تھا۔ بعد میں اس کی جگہ پر اہورا مزدا کو لایا گیا اور کبھی اہورا مزدا کی جگہ سروش کو بھی لایا جاتا ہے۔ ایزدان (ایزد کی جمع) کی تعداد بہت ہے اور یہ دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں مینوی اور دُینوی۔ اہورا مزدا کو ایزدان میں شامل کیا گیا ہے۔ یزدان کا لفظ یزد کی جمع ہے اور پہلوی اور فارسی زبانوں میں واحد کے طور پر خدا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے]۔ گزین = پسندیدہ۔ منتخب۔ عمدہ۔ اختیار کرنے والا۔ پسند کرنا۔ انتخاب کیا گیا۔ جامیؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں صرف آپؐ کی ذات اقدسؐ کو پسندیدہ ترین ذات کی حیثیت میں منتخب فرمایا۔ آپؐ نے اس ذات حق کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ اس کے آسمانی کائنات کے اسرار درون کا مشاہدہ فرمایا اور خواجہ کونین سید المرسلینؐ اور صاحب قرآنؐ کی صفات عالیہ سے آپ کو ممتاز بنایا۔ اس کے حقیقی شکر گذار آپ

ہیں کیونکہ آپ ہی ایک ایسی واحد ذات ہیں جو خدا شناس ہے خدا بین ہے اور خُدا جو۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے آپ کے تمام گناہ معاف کر دیئے تھے آپ اللہ کی شکر گذاری میں اتنے محور ہے اور اپنی عبادت و طاعت الٰہی میں یوں منہمک رہے کہ نمازیں پڑھتے پڑھتے آپکے پائے مبارک متورم ہوئے۔ حقیقی شکر گذاری یہی ہے۔

۷۔ جہان آفرین = دنیا کو پیدا کرنے والا' اللہ تعالیٰ' خالق ہر دو جہان۔ آفرین = شکر۔ سپاس۔ مبارک تہنیت۔ خوشی۔ خیر۔ سعادت۔ دعا۔ مدح۔ مرحبا۔ شاباش۔ تحسین۔ خوبی۔ نیکی۔ صلاح۔ مردے کے لئے طلب مغفرت۔ نیک نظر۔ برکت۔ قدیم موسیقی میں ایک آواز کا نام (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

قصیدہ جملہ معجزاتِ رسول اکرمؐ

بانگ رحیل از قافلہ برخاست خیزای ساربان......

۱۔ قافلے سے کوچ کرنے کی آواز بلند ہوئی' اٹھو اے ساربان
میرا سامان سواری پر رکھ دو اور آگے کے سفر کا آہنگ شروع کر دو
۲۔ اس کے گھٹنے سے بند کھول دو اور ھداء کے لئے گانا شروع
اور اپنی جانفزا آواز سے اس کے بوجھ کو ہلکا کردے
۳۔ عربی لحن سے اونٹنی رنج و تھکان سے آسودہ ہوجاتی ہے
ہزاروں مسرتوں کے ساتھ ایک دن کا راستہ ایک لمحہ میں طے کرتی ہے
۴۔ سلمیٰ کے قصے کے سوا اور کچھ نہ سنا کہ اسکے ذکر سے
سامنے آنے والا نا پیدا کنار ریگستان چھوٹا دکھائی دینے لگتا ہے
۵۔ ایک ایسا بیابان جو انتہائی پر خطر اور راہ و راہبر سے خالی ہے
نہ اس میں کسی جنّ کا کوئی نشان اور نہ ہی کسی انسان کی کوئی صورت
۶۔ افق کے فاصلے اس کے کنارے ہیں اور آسمان کی کشائش اسکی وسعتیں
اس کے صحراؤں میں وہم و گمان کی پیمائش کرنے والا گم ہو جاتا ہے
۷۔ سخت گرمی سے پر عجیب بیابان ہے یہ ' دوزخ کی مانند شعلوں کا مالک ہے
اسکی ریت کی سطح پر بیابانی چوہے اور سوسمار تڑپتی مچھلیوں کیطرح مردہ پڑے ہیں

۸۔مہینوں اور سالوں تک اگر تم پانی کی تلاش میں نکلو گے تو ایک قطرے تک کی راہ نہ پاؤ گے
سوائے اس کے کہ کبھی اگر آسمان اس کے پیاسوں پر آنسو بہائے
۹۔پے در پے سرابوں کی وجہ سے ایک عجیب سمندر ہے یہ اور ہر طرف سے
اس میں سینکڑوں اونٹیوں کے بے بادبان جہاز چل رہے ہیں
۱۰۔ہر ایک پر ایک کجاوہ بندھا ہے جس میں اللہ کا کوئی مقبل بندہ بیٹھا ہے
اور پیچھے ایک عاشق حدی خوان خوش لہجہ و خوش زبان گاتا چلا آ رہا ہے
۱۱۔میں بھی فقر وفاقہ کی حالت میں خوش رہ کر ان کے گروہ میں ایک مسافر
سفر ناقہ کر رہا ہوں لیکن اونٹنی ہی کی طرح ایک بے قابو دل کے ساتھ!
۱۲۔نہ کہیں میری منزل اور نہ ہی کسی کی طرف میرا دل مائل
بس اونٹنی کو میں اور مجھے میرا دل حریم جان کی طرف کھینچ کے لے جا رہا ہے
۱۳۔یا اللہ! یہ رہا مدینہ پاک کا حرم جس کی مٹی سے روح کی خوشبو آ رہی ہے
کیا یہ باغ ارم ہے یا روضہ جنان کی وسعتیں
۱۴۔اسکی ہوا ایسے ہوئے نافہ میں آمیختہ نسیم ہے اور اس کا پانی زلال روح افزا
اس کی مٹی اہل چشم کے لئے روشنی بخش سرمہ ہے
۱۵۔یہ کعبہ کیطرح قبلہ گاہ ہے جسکی راہیں گروہ در گروہ طواف کرنیوالوں پر کھلی ہیں
یہاں کا ہر ایک پتھر سنگ سیاہ ہے اور اسکی چھت کا ہر گوشہ ایک نادوان ہے
۱۶۔لوگوں کی جانیں سر کے بل اس کا طواف کرنے کی طرف بڑھ رہی ہیں
قدسی آشیان پرندوں نے اسکے فرش مطاف پر اپنے پر کھول دیئے ہیں
۱۷۔اسکے قدیم علامات و آثار عمدہ ترین آثار اور اسکے محلات دل وجان کے مقامات ہیں
شادابی میں اسکا ہر ایک حصہ بوستان کیطرح ضرب المثل ہے
۱۸۔اس کی بارشیں اور اس کی نمی جو دریائے قدم سے آتی ہیں
اس کی خاک افسردہ سے جاودانی حسن کے پھول کھلاتی ہیں
۱۹۔معنوی حسن کے پھول' جن سے عشق کہنہ میں تنوع آجاتا ہے
اگر ذرا سا ان کو سونگھ لو گے تو بلبل کی مانند فریاد وفغان کرنے لگ جاؤ گے

۲۰۔یہ وہ حسن ہے کہ جب چاند پر چمکا تو چاند نے اپنا گریبان چاک کر دیا
اور جنت میں خیراتؒ حسان نے اسی حسن سے رونق پائی
۲۱۔اگر تم اس حسن کے منبع کو جلدی دیکھنے کی تمنا کرتے ہو
تو حضرت خیرالبشرؐ کے روضہ مطہر کیطرف اپنی ہمت کے مرکب کو دوڑادو
۲۲۔اقلیم وفا کا سلطانؐ ! اصطفا کے تخت کا شہنشاہؐ !
صدق و صفا کا سردارؐ ! امن و امان کا سرمایہؐ !
۲۳۔دنیا و مافیہا کا ضامن!راستوں کا راہبر!اولوالعزم رسولوں کا آخری رسولؐ
ہر جزو وکُل کا مُشکلکشا ! تمام مخلوقات کا فرمان روا !
۲۴۔دریائے امکان وقِدم دونوں باہم جوش مار رہے تھے
کہ وہ فضل خداوندی سے درمیان میں برزخ لایبغیان تھے
۲۵۔آپکی رُوحِ انور ایک سمندر ہے جسکے ساحل آپکے جان پرور لب ہیں
آپ کے گوہر شریف کے طفیل ہی کن فکان کی کان کا محصول وجود میں آگیا
۲۶۔قرآن مجید جو اپنی تمام تر سورتوں اور آیتوں کے سمیت آپکا ایک اعجاز ہے
اس کے آگے سب ہی اہل بیان کا غور و فکر عاجز ہے۔
۲۷۔خوش لحن میں قرائت ہونیوالے اس قرآن مجید کا ایک ایک حرف سب کی تلقین کیلئے
سرّ ازل کا ترجمہ ہے اور راز ابد کا ترجمان
۲۸۔اس کے رشک میں پارہ پارہ ہوگیا اور ذلیل و خوار ہوکر خاک میں مل گیا
وہ منظوم قصائد کا مجموعہ جسے آزمانے کی خاطر کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا تھا
۲۹۔دشمن کو دعوت اسلام دیتے ہوئے اور راہ روشن کی طرف رہبری کرتے ہوئے
آپ نے گول مول قرص چاند کے طبق کا ایک حصہ ان کی خاطر توڑ ڈالا
۳۰۔ جب علی (علیہ السلام) سے عصر کی نماز قضا ہوئی تو ان کے لئے
آپ کی دعا سے مشرق کا سورج مغرب سے طلوع ہوا
۳۱۔ایک روز جب ایک دغا باز دشمن کے آگے آپکی عنایت کو برہان نما ہونا پڑا
تو حجت کے اتمام میں آپکے دست مبارک میں سنگریزوں نے اللہ کی تسبیح کی

۳۲۔ آپ محبوب نازک اندام کی جدائی میں حنانہ نے گریہ ونوحہ کیا
جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوکر سامعین پر گوہر فشان ہوئے
۳۳۔ پناہ کیلئے آپ نے ہر طرف سے جب درختوں کو آواز دی
تو درخت آکر صف در صف دور تک کھڑے ہو گئے اور آپ ان میں داخل ہوئے
۳۴۔ اپنی غایت کرم سے جب دشمن کے ہاں دعوت پر گئے تو زہر کی کیفیت
سے بکری کے زہر آلود گوشت نے آپ کو کھانے سے باز رکھا
۳۵۔ مصیبت کے اس غار کے دروازے پر مکڑیوں نے جال کے پردے بنے
تاکہ فسادی بد باطن دشمنوں کے حسد سے آپ کی جان پاک پر گزند نہ آئے
۳۶۔ دین کے بدخواہوں کی خواہش کے برعکس انکے انتقام کے تیر وتلوار کے مقابلے میں
آپ کی پاسبانی کبوتر کے انڈوں نے لوہے کے سپروں کی طرح کی
۳۷۔ پیغمبری کے معنی میں جب آپ بے دینوں کی جماعت میں
اپنی پیغمبری کی تبلیغ فرمارہے تھے تو بھیڑیے اور سوسمار نے بھی آپ پر گواہی دی
۳۸۔ راہوں میں اپنی خواہش کے مطابق آپ کے ادنیٰ غلام بن جایا کرتے تھے
خوفناک شیر بھی جو آپ کے قدم مبارک پر آکر سجدہ ریز ہوتے تھے
۳۹۔ ایک گھسی پٹی پنجوں والی بکری جسکے پستانوں میں بڑھاپے کیوجہ سے کوئی دودھ نہ تھا
کے تھنوں کو جب آپ نے مل دیا تو وہ تھن جوان گائے سے بھی زیادہ دودھ دینے لگے
۴۰۔ تھوڑی سی غذا سے لوگوں کے ایک ہجوم نے سیر ہوکر کھایا
اور جب بھی وہ غذا کم وبیش ویسے ہی باقی رہی
۴۱۔ راہ کے سینکڑوں پیاسوں نے آپ کے دست مبارک سے شکم سیر ہوکر پانی پیا
جب چشمے کی مانند آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا
۴۲۔ آپکا صحابی اندھیری رات میں چل رہا تھا تو آپ نے عجیب طرح کی چھڑی انکو دی
وہ چھڑی ایک بے شعلہ شمع یا ایک بے دھواں چراغ بن گئی
۴۳۔ آفتاب کی طرح آپ میں کوئی سایہ نہ تھا لیکن عجیب تر یہ بات ہے کہ سفر میں
سورج کی گرمی سے آپ کے سر پر بادل سایہ افگن ہوتا تھا

۴۴۔ بد خصلت دشمن کے ساتھ جنگ میں اللہ تعالیٰ نے فساد مٹانے کی خاطر
آپ کو مارمیت کے تیر اور قاب قوسین کی کمان عطا فرمائی
۴۵۔ جب اس کیفیت و کمیت کی دنیا سے آپ نے پاؤں باہر نکالا
تو کون ومکان کی وسعتوں سے بھی بڑھکر آپ کا ایک ایک قدم تھا
۴۶۔اس رات جبکہ آپ حرم شریف سے نکل کرمسجد اقصیٰ پر اپنا جھنڈا نصب کر رہے تھے
اور ملک قدم تک ہمت کے گھوڑے پر سوار ہوکر جارہے تھے
۴۷۔ تو روح وجسد کے ساتھ خدائے محسن کی بارگاہ میں جا پہنچے
نہ روح ہی من وما کی مرہون اور نہ ہی جسد خان ومان کا اسیر!
۴۸۔ آپ کے گوش ہوش میں سارے غیبی اسرار کہہ ڈالے
اس بے فکر ونظر خدائے دانا اور اس بے کام و زبان خدائے ناطق نے!
۴۹۔امت بے پروا کے حق میں آپ نے کتنے ہی احسان کے منازل طے کئے
اگر آپ کا پای شفاعت درمیان میں نہ ہوتا تو کیا ہوتا
۵۰۔خوش آسودہ مردگان سے قیامت کب پردہ اٹھا دے گی
جب تک آپ کا آفتاب جیسا چہرہ بر دیمن سے طلوع نہ ہوجائے
۵۱۔ ہر وہ خلاف معمول کام جو اولیاء حضرات لوگوں میں آشکارا طور پر
دنیا میں انجام دیتے ہیں ان کو آپ کے معجزوں سے الگ نہ سمجھو
۵۲۔آپ کے اوصاف عقل کی حدود وشمار میں سمانہیں سکتے
عمر ابد بھی ہو تب بھی یہ داستان ختم نہیں ہوگی
۵۳۔ اس دنیای قدیم میں آپ کی نعت گوئی سے بہتر اور کوئی کلام نہیں
جامی !جب تک تم میں مجال و طاقت باقی ہے اس سے باز نہ رہنا
۵۴۔ آپؐ کی نعت انتہائی بابرکت ہونے کی وجہ سے روح کوقوت بخشتی ہے
یہی زندگی کا آب شیرین ہے اسی سے رطب اللسان رہ

توضیحات

ا۔ بانگ = اذان. آواز. صدا. فریاد. وہ صدا جو امیروں، وزیروں اور بادشاہوں کے آگے آگے دی جاتی تھی۔ جب انہیں سوار ہوکر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جانا ہوتا تھا۔ صور کی آواز یا نفخ صور بھی اس سے مراد ہے۔ رحیل = کوچ. رحلت. کوچ کرنا. قافلے کا کوچ [قافلہ جب رات کو کسی جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے تو صبح کو دوسری جگہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے تیاری کرنے کا شور و صدا بلند ہوتا ہے اور ساربان قافلہ والوں کا سامان وغیرہ باندھنے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ قافلے کے چل پڑنے کے عمل کو کوچ کرنا کہتے ہیں]۔ ساربان یا سارواں = اونٹوں کا محافظ. شتربان۔ موسیقی کا ایک آہنگ۔ رخت = سامان. اسباب. لباس. گھوڑا. غم. غصہ. ایک آدمی کی خوراک. رنج. پہننے کے کپڑے۔ راحلہ = سواری کا جانور خواہ مادہ ہو یا نر. خواہ سواری کیلئے ہو یا بار برداری کے لئے، راحل کے مؤنث کو راحلہ کہتے ہیں۔ آہنگ = ارادہ. عزم. قصد. حملہ' قیافہ' موزون اور متناسب آواز. نوا. لحن. کلام. سخن، بات، روش۔ طرز۔ مانند۔ طاق یا چھت یا ایوان وغیرہ کی خمیدگی. توجہ. طویلہ. آدمیوں کی قطار۔ الاپ۔ کشش۔ شتر خانہ۔ رحلت = کوچ کرنا۔ کوچ۔ دوسری دنیا کو چلے جانا۔ مرجانا۔ سفر۔ وفات۔ موت۔ [شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو]۔

۲۔ بند = رسی۔ کمر بند۔ گرہ۔ زنجیر جو کسی جانور کے پاؤں میں ڈال دی جائے یا کسی دیوانے اور مجرم کے پاؤں میں ڈالتے ہیں۔ بدن کا جوڑ۔ تدبیر۔ فکر۔ بندھن۔ قید۔ شرط۔ عہدو پیان۔ قول و قرار۔ کشتی کا داؤ۔ مکر۔ حیلہ۔ غم۔ غصہ۔ رہن۔ گرو۔ قفل۔ کرتے کا تکمہ۔ ترجیع یا ترکیب کا بند جو کئی اشعار پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کے بعد ایک شعر مکرر آتا ہے۔ خیال۔ مقام۔ توقع۔ عقدہ۔ پشتہ۔ کاغذ کا بنڈل۔ پترہ جو صندوق وغیرہ کے جوڑ پر لگایا جاتا ہے۔ سیخ۔ کھونٹی۔ ستار نواز کی انگلی پر بجانے کا آلہ۔ ازار بند۔ طناب جس سے کمر پر سے تلوار لٹکاتے ہیں۔ کمر پر باندھنے کا کپڑا۔ قبا اور صدری کو محکم باندھنے کا کپڑا جس کے وسط میں گانٹھ لگاتے ہیں۔ کپڑے سکھانے کی رسی جو دیواروں کے ساتھ باندھی جاتی ہے۔ ایک عضو کو دوسرے کے ساتھ جوڑنے والی چیز۔ کسی کتاب یا مجموعہ کا ایک حصہ' وہ بند جو پانی پر باندھ دیتے ہیں۔ لوہے یا مس کا ٹکڑا جس سے ٹوٹے برتن کو جوڑ دیا جاتا ہے۔ محنت۔ حبس۔ طمع۔ بیل۔ وہ زمین جسے بیل کے ایک جوڑے سے جوتا جائے (جدید فارسی میں)۔ فارسی زبان میں بند اسم فاعل (باندھنے والے) کے معنوں میں بھی استعمال میں لایا جاتا ہے جیسے نقشبند۔ دیوبند۔ گلوبند۔ کمربند۔ روبند۔ نخلبند۔ دستبند اور اسم مفعول (بندھا ہوا) کے معنوں میں بھی جیسے ترکیب بند یا ترجیع بند۔ زانو = گھٹنا۔ حدا (حدیٰ) = آواز و سرود سے اونٹوں کو جلد چلانا۔ ساربانوں کا سرود و گانا اونٹوں کو چلانے کیلئے۔ برکش

(برکشیدن)= آواز نکالنا۔کھینچنا[تولنا۔کسی کا رتبہ بڑھانا۔کسی کو ترقی دینا۔یہ برکشیدن کے معنی ہیں]۔نوا= آواز۔صدا۔راگ۔نغمہ۔موسیقی کے بارہ مقاموں میں سے ایک مقام کا نام۔لشکر۔جمعیت۔فوج۔اسباب۔ سامان۔خوراک۔غذا۔روزی۔سپاس۔شکر۔پوتا۔نواسا۔بیٹا۔گرو۔رہن۔توشہ۔آذوقہ۔نذرانہ۔پیشکش۔ موافقت۔سازگاری۔جزیہ۔مالیہ۔قیدی۔مقید۔گرفتار۔گرفتاری۔قید۔کسی کے عوض دوسرے کو قید میں ڈال دینا۔مغلوں کے ایک قبیلے کا نام۔نالہ۔پرندے کی آواز۔زندگی کے وسائل۔لوازم معاش۔جان فزا=روح کی خوشی کو بڑھانے والا۔روح میں قوت بخش۔آب حیات۔آب حیوان۔آب زندگی۔جان کا بڑھانے والا۔خوشی میں اضافہ کرنے والا۔سبک =ہلکا۔ہلکے بوجھ والا۔کم وزن۔بے تعلق ۔جلد۔شتاب۔بے وقار۔ چست۔چالاک۔خفیف۔گران =بھاری۔بوجھل۔مہنگا۔قیمتی۔بیش قیمت۔خلاف طبیعت۔ناگوار۔وہ شخص جسکی موجودگی دوسروں کو ناگوار ہو۔سخت۔شدید۔سنگین۔بزرگ۔عظیم۔بہت ۔فراوان۔ پرقوت۔ پرمایہ۔ مشکل۔دشوار۔مکروہ چیز۔دیرہضم۔آہستہ آہستہ چلانے والا۔بدبو۔کٹی ہوئی جو یا گندم کا دستہ جس میں خوشے ہوں(جدید فارسی میں)][شعر کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے]۔

۳۔ناقہ=اونٹنی۔مادہ شتر ۔الحان=(لحن کی جمع) گانے کی آوازیں۔سرود۔گیت۔نغمے۔عمدہ آوازیں۔ دلکش نغمے۔تعب=رنج خستگی۔تکلیف۔مصیبت۔مشقت۔سختی۔تکان۔طرب=خوشی۔نشاط۔مسرت۔شادی۔ شوق۔خوشی سے جھومنا۔خوشی سے جسم کا ہل ہل جانا۔زمان=لمحہ۔ساعت۔وقت۔دور۔عہد۔زمانہ۔فرصت۔ موت۔عرصہ۔جب یہ لفظ زمین کے مقابلے میں آتا ہے تو اس وقت اس کے معنی آسمان ہوتے ہیں۔[شعر کا ترجمہ ملاحظہ کریں]۔

۴۔سلمٰی=عرب کی ایک بہت ہی حسین معشوقہ کا نام۔اب تو مجازاً ہر معشوقہ کو سلمٰی (سلمے) کہتے ہیں۔ ناپیدا کران (ناپیدا کنار)=ایسا سمندر یا دریا جس کا کنارہ دکھائی نہ دے۔یعنی یہ قصہ سلمٰی کا اس قدر دلچسپ ہے کہ اس ناپیدا کنار بیابان کا فاصلہ گھٹ جائے گا اس قصے کو سن کر۔

۵۔تیہ(تیھی ایک ایسا تیہ) جنگل۔ایک بے آب و علف بیابان جس میں بھٹک جاتے ہیں۔گمراہی۔ سرگردانی۔خودپسندی۔گھمنڈ۔غرور۔تکبر۔جن=دیو۔بھوت۔پری جو انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔انس= انسان۔آدمی[شعر کا ترجمہ دیکھ لیں]۔

۶۔افق= آسمان کا کنارہ۔آسمان کے کنارے کا تمام فاصلہ۔حدنگاہ۔جہاں زمین اور آسمان آپس میں ملے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔کنارہ۔ناحیہ۔آسمان کے دکھائی دینے والے حصے اور نہ دکھائی دینے والے حصے کے بیچ

کے فاصلے کی حد۔(انکی جمع ہے آفاق)۔ارجاء(ارجای) کنارے۔اطراف۔گوشے۔پہنا(پہنای)= چوڑا۔ چوڑائی۔فراخی۔وسعت۔عرض۔طول۔قطر۔مساحی=(مساح)وہ شخص جس کا پیشہ زمینوں کی پیمائش ہو۔ [ترجمہ ملاحظہ ہو]۔

۷۔بر= خشکی۔بیابان۔دشت [سطح زمین کی خشکیوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ایشیا اور یورپ اور افریقہ کو برِ قدیم اور امریکہ اور اوقیانوس کو برِ جدید کہا جاتا ہے۔تمام خشکیوں کی مساحت کرہ زمین کے فقط ۱/۴ کی سطح کے برابر ہے یعنی تقریبا بارہ کروڑ پچاس لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور کرہ زمین کی مجموعی مساحت قریب پچاس کروڑ مربع کلومیٹر ہے اور باقی حصے کو پانی گھیرے ہوئے ہے]۔بر(کسی چیز پر)۔اوپر۔بغل۔آغوش۔سینہ۔پھل۔بلند چوڑائی۔نفع۔طرف۔حفظ۔یاد۔جوان عورت۔مہربان۔نیک آدمی۔احسان۔عطیہ۔بخشش۔ہدیہ۔حر= گرمی۔ حرارت۔گرما۔گرم ہونا۔پتھریلی زمین۔دوزخ= مسلمانوں کے اعتقاد میں ایک ایسی جگہ ہے جو آگ سے معمور ہے اور جس کا مزہ ہمیشہ کیلئے مشرکین کو چکھنا ہے جہاں وہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق خالدین فیہا ابدا ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے۔ویسے گناہکاروں کو بھی آتش دوزخ کے طپانچے سہنا ہوں گے۔یہ آگ اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔نار اللہ الموقدۃ فی عمد ممددۃ (قرآن مجید سورۃ الھمزہ آیات ۶۔۹) لمبے لمبے ستونوں میں شعلہ ور آگ![ھندو دوزخ کو نرک کہتے ہیں اور یہ پاتال یعنی نیچے کے درجوں سے مختلف ہے اور اس میں عذاب کے کئی مقامات ہیں جو ان کے بقول اکیس ہیں۔نرک میں جانے والے کو ہندو نرک واسی کہتے ہیں۔اور نرک کے عذاب کو نرک ین ترنا'۔زردشتی مذہب میں دوزخ دوسری دنیا میں ایک جگہ ہے جہاں گناہکاروں کو ان کے برے اعمال کی سزا ملے گی۔اور وہ بڑی گہری جگہ ہے ایک سخت تاریک کنویں کی مانند اور ٹھنڈی اور خون و گندگی سے پر۔موذی جانور جن میں سے سب سے چھوٹا ایک پہاڑ کی اونچائی کے برابر ہوگا بدکاروں کی روحوں کو ڈرانے اور خوفزدہ کرنے میں مشغول ہیں۔بھوک' پیاس' الٹا لٹکایا جانا' آنکھوں میں کیل ٹھونس دینا' گرم تنوروں میں عورتوں کے پستان چپک جانا' پستانوں کے بل لٹکایا جانا' زبانوں کو کاٹ دیا جانا وغیرہ دوزخیوں کے لئے مختلف اقسام کے عذاب ہیں۔]دوزخ اور جہنم برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ذات اللھب = ذات یعنی مالک۔صاحب۔جوہر۔گوہر۔جسم۔ہر چیز کی حقیقت۔جلت نزدیک۔آگے۔لھب = آگ کا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔خالص شعلہ آتش۔زبانہ آتش۔ریگ=ریت۔سنگریزے۔یربوع= جنگلی چوہے۔ضب = سوسمار (چھپکلی کی قسم کا بڑا سا جانور جو عرب کے ریگستانوں میں پائے جاتے ہیں)۔تپان= تڑپتا ہوا۔تپتا ہوا۔ [ترجمہ ملاحظہ ہو]

۸۔ناری=یعنی زاری (نہ آری......نہیں لاؤ گے،نہیں کرو گے)۔(ترجمہ ملاحظہ ہو)

۹۔سراب=ریت جو مسافر کو دھوپ اور چاندنی میں دور سے بہتے ہوئے پانی کی مانند معلوم ہوتی ہے۔شورہ زار جو دور سے پانی دکھائی دے۔[گرمی کے موسم میں صاف اور کول تار کی گئی سڑکوں اور بیابانوں میں جب زمین کے قریب تر والی ہوا گرم ہو جانے کی وجہ سے بالائی حصوں کے مقابلے میں بہت پتلی ہو جاتی ہے تو یہ سراب کو وجود میں لانے کا باعث بن جاتی ہے وہ یوں کہ وہ شعاعیں یا روشنی جو بلند جگہ سے زمین پر چمکتی ہے وہ ہوا کے مختلف طبقوں سے عبور کرتے وقت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور پے در پے ٹوٹتے رہنے سے منعکس ہو کر آنکھوں میں داخل ہوتی ہے اور ایسا دکھائی دیتا ہے کہ روشنی پانی کی سطح سے ملکر منعکس ہوئی ہے]۔تو بہ تو=پیوستہ۔پے در پے۔متنوع۔گونا گون۔ایک کے بعد ایک۔شگرف=نادر۔عجیب۔نیک۔بزرگ۔جوشاندہ۔مسہل۔نیکو۔زیبا۔محتشم۔صاحب حشمت۔قوی۔طاقتور۔کمیاب۔تعجب آور۔بادبان=جہاز کی پال۔کھڑکی بند کرنے کا کاغذ یا پردہ جو شیشوں کی بجائے لگاتے تھے کہ روشنی بھی رہے اور ہوا بھی نہ آئے۔کشمیر میں اب بھی اس کا رواج ہے کہ سخت سردی سے بچنے کے لئے کھڑکیوں میں کاغذ لگاتے ہیں۔جہاز کے ستون پر لگایا جانے والا پردہ۔جہاز کا ستون۔جہاز۔قبا کا گریبان۔جیب۔گریبان کا اگلا اور پچھلا حصہ۔قبا کی آستین۔آستین کا شروع کا حصہ۔پیالہ۔ساغر۔جام۔بے تکلف آدمی جو لوگوں سے انس رکھے۔(ترجمہ ملاحظہ ہو)

۱۰۔محمل=اونٹ کا کجاوہ۔لفظ یا جملہ یا عبارت کے معنی،وہ ٹوکری جس میں درخت سے انگور کاٹ کر ڈال دیتے ہیں۔مقبل=اللہ کا حکم بجا لانے والا۔اللہ کا امر قبول کرنے والا۔سامنے ہونے والا۔روبرو ہونے والا۔کسی کی جانب منہ کرنے والا۔دولت مند۔صاحب اقبال۔قسمت والا۔سعادتمند۔خوش بخت۔حدیٰ کن=حدی کرنے والا۔گانے والا۔بیدل=عاشق۔دیوانہ۔نا امید۔نامرد۔بزدل۔شیدا۔دلدادہ۔آزردہ۔دل تنگ۔(شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)۔

۱۱۔فقر=تنگدستی۔مسکینی۔درویشی۔غریبی۔محتاجی۔افلاس۔خیل=سوار آدمیوں کی جماعت۔جماعت۔گروہ۔گھوڑوں کا گلہ۔سپاہ۔لشکر۔فوج۔پیرو۔مرید۔لشکر گاہ۔اردو گاہ۔قبیلہ۔طایفہ۔ناقہ کش=(ناقہ کشیدن۔ناقہ راندن)اونٹنی کو چلانا۔ناقہ وش=(مانند ناقہ)اونٹنی کی طرح۔اونٹنی کی مانند(وش=اسے شباہت کے معنی میں کسی لفظ کے آخر میں ہمراہ لاتے ہیں جیسے مہ وش۔آئینہ وش۔بحر وش۔شاہ وش۔پری وش۔گاہے وش کو کسی رنگ کے ساتھ بھی ہمراہ لاتے ہیں جیسے سرخ وش۔سبز وش۔سیاہ وش وغیرہ۔ویسے علیحدہ بھی اس لفظ کے معنی ہیں:شبیہ۔مانند۔مثل۔نظیر۔طرح۔طریق۔خوب۔خوش۔کھراڑ۔خالص۔پگڑی کا شملہ۔ایک گھاس کا نام۔ایک قسم کا

ریشمی کپڑا۔ ترکستان کے ایک شہر کا نام۔ صاف نہ کی ہوئی روئی۔ اطلس کا کپڑا)۔ عنانِ = لگام۔ باگ۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھنے سے جو کچھ نظر آئے۔ حرکت۔ جنبش کے لئے کنایہ ہے۔ افسار۔ عنان بدست دل دادن = (محاورہ ہے) یعنی دل کے ہاتھ میں اختیار دے دینا (شعر کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے)۔

۱۲۔ حریم = خانۂ کعبہ کا گرداگرد۔ جس شے پر حرمت و عزت لازم ہو۔ گھر کے گرد کی دیوار۔ کنوئیں کا گرداگرد۔ گھر۔ خانہ۔ مکان جس کی حمایت و حفاظت کرنا لازمی ہو۔ عمارت یا گھر کا اردگرد جو اس سے متعلق ہو۔ حریم جان = اپنی جان سے عزیز تر جگہ۔ یہاں مراد ہے روضۂ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو ہر مسلمان کا حریم ہی نہیں بلکہ حریم جان ہے۔ کشان = کھینچتے ہوئے کھینچنے والا (کشمیری زبان میں ہم کسی کی ٹانگیں کھینچ کر اسے گھسیٹتے ہوئے لے جانے کو پاچہ کشان کہتے ہیں) (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۱۳۔ حرم = حرمت والا گھر۔ حرمت و عزت والا مکان۔ حرمت و عزت کی جگہ۔ خانہ کعبہ کا اردگرد۔ گھر کا اردگرد۔ مقدس مقامات کا گرداگرد۔ گھر کا اندرون۔ آدمی کے اہل و عیال کے رہنے کی جگہ۔ آدمی کا اہل و عیال۔ مستورات۔ پردہ نشین عورتیں۔ نکاح کی ہوئی عورتیں یا کنیزیں۔ مدینہ = شہر۔ بلد۔ سعودی عرب کا ایک مشہور شہر جو عظمت و تقدس کے لحاظ دنیائ اسلام کا دوسرا مقدس ترین شہر ہے۔ اسے مدینۃ النبیؐ کہتے ہیں اور یہ نام اس شہر کا تب سے پڑا جب ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سال اوّل ہجری (۶۲۲ء) میں مکہ معظمہ سے اس شہر میں جو یثرب کہلاتا تھا حضرت صدیق اکبر جناب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔ یہ شہر مکہ کے شمال مشرق میں حجاز کے علاقے میں واقع ہے۔ یہ شہر مدینۃ النبی اور مدینہ طیبہ اور مدینۂ منورہ کے پاک ناموں سے مشہور ہوا لیکن اختصار کے طور پر اسے مدینہ شریف کہا جاتا ہے۔ اب تو یہاں کی آباد بہت بڑھ گئی ہے۔ خود عربوں کی آبادی میں اضافہ ہونے کی وجہ سے نیز عالم اسلام کے مختلف ممالک سے مسلمانوں کے یہاں آکر مستقل بود و باش اور اقامت اختیار کرنے کی وجہ سے۔ مسلمانان عالم سال بھر حج و عمرہ کے لئے جب اللہ کے گھر واقع مکہ معظمہ میں جاتے ہیں تو تمام فرائض و سنت سے فراغت پا کر مدینہ پاک میں واقع آرام گاہ حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت کرنے کی سعادتمندی بھی حاصل کرتے ہیں۔ روضہ مقدس حضرت رسولؐ میں فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خواجہ کونین حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آرام فرما رہے ہیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر پردہ فرمانے کے ۳۵ سال بعد تک مدینہ خلافت کا مرکز رہا۔ ساحت = کشادگی۔ میدان۔ صحن۔ وسعت۔ آنگن۔ گھر کا صحن۔ وہ زمین جس کی کوئی چھت نہ ہو۔ ناحیہ۔ آستانہ۔ بزرگوں کے محل کی بارگاہ۔ باغ اِرم = یا ارم ذات العماد جو قرآن پاک میں مذکور ہے (ملاحظہ ہو...... سورہ

الفجر آیت ۷)اس کو بیشتر شداد کی بنائی ہوئی جنت کہا گیا ہے[روایات میں آیا ہے کہ جنوبی عرب کے پادشاہ عاد کے دو بیٹے تھے شدّاد اور شدّید۔ شدّید کی موت کے بعد شدّاد اس کا جانشین ہوا اور اس نے دوسرے ممالک کو بھی مسخر کیا۔ شدّاد نے بہشت بنایا اور اس کا نام ارم رکھا] یہ بہشت جنوبی عرب میں اُس نے کسی مقام پر یا غالباً اپنی سلطنت کے دارالخلافہ عدن میں بنایا۔ کہا جاتا ہے جب شدّاد نے اللہ تعالیٰ کی بہشت کے بارے میں سنا تو اس نے بھی چاہا کہ وہ ویسی ہی ایک جنت اس دنیا میں بنا دیگا۔ چنانچہ عدن میں کسی جگہ پر اس نے باغ بنوایا جس کے دیواروں پر قیمتی ترین پتھر اور فرش پر پیدل چلنے والوں کیلئے سونے اور چاندی کے تختے لگوائے۔ درختوں کی ٹہنیاں بعض جگہوں پر لعل و جواہرات سے مرصع کروائیں اور ان پر سے لعل ہای شب چراغ لٹکوائے۔ بعض جگہوں پر ہیرے جواہرات سے چھوٹے چھوٹے پرندے بنوائے اور ان کو باغ میں مختلف جگہوں پر رکھا۔ روایت میں ہے کہ جب یہ باغ ارم تیار ہوا تو اس کی افتتاح کے لئے شاہی دبدبے کے ساتھ (جب کہ کہتے ہیں خود خدائی کا دعویٰ بھی کرتا تھا اور اسی لئے خدا کے مقابلے میں زمین پر بہ زعم خود یہ جنت تیار کروائی) روانہ ہوا۔ باغ کے دروازے پر شاہی گھوڑے کے اگلے دو پاؤں اندر اور پچھلے دو پاؤں ابھی باہر ہی تھے کہ پیغمبر ہود علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دینے کے نتیجے میں اور شاہی نخوت و دعوی خدائی کے متکبرانہ رویے کو خاک میں ملا دینے کی عبرت کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے وقت مقررہ پر ملک الموت نے اسی دروازے کی چوکھٹ پر اس کی جان نکال دی اور اسے خود ایک قدم بھی اندر نہ جانے کی مہلت نہ ملی]۔ عرصہ = میدان۔ کشائش۔ وسعت۔ صحن۔ مکان۔ مدت۔ فاصلہ۔ شطرنج یا چوسر کی بساط۔ کھلی جگہ مکان یا سرائے کی جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ صحرا۔ مکان کے سامنے کی کھلی جگہ۔ روض الجنان = روض جمع ہے روضہ کی یعنی باغات۔ سبزہ زار۔ باغ۔ جنان جمع ہے جنت کی۔ بہت سے باغ۔ بہشت (جنان = جان کی جمع یا جنۃ کی جمع ہے) روض جنان یعنی جنت یا بہشت کے باغ (اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خوش آب وہوا آراستہ اور فراخ نعمت باغ جو نیکو کاروں کیلئے مخصوص ہیں جن میں وہ داخل ہو کر ہمیشہ کی زندگی گذاریں گے جس میں کوئی موت نہیں ہوگی) بہشت کے باغ چونکہ تعداد میں آٹھ ہیں اسلئے صیغہ جمع جنان استعمال ہوا ہے۔ انہیں ہشت باغ۔ ہشت باغ جنان۔ ہشت بستان۔ ہشت بہشت۔ ہشت ماویٰ۔ ہشت مرئی بھی کہتے ہیں۔ آٹھ جنت یہ ہیں: خلد۔ دارالسلام۔ دارالقرار۔ جنت عدن۔ جنّت النعیم۔ علیین۔ فردوس [شعر کا ترجمہ دیکھ لیں]

۱۴۔ نسیم = نرم ہوا۔ ٹھنڈی ہوا۔ خوشبودار ہوا۔ ملائم ہوا۔ گرم موسموں میں پتلی اور نرم و مطبوع ہوا کا چلنا۔ خوشبو۔ مشک سا = کستوری میں یا نافہ میں بسا ہوا۔ [مشک اصل میں ایک معطر یعنی خوشبودار مادہ ہے۔ (انگریزی میں مسک) جسے آھوی خطائی (ختائی ...... آھوی ختن' عربی میں غزال المسک اور انگریزی میں مسک ڈیر

(MUSK-DEER) جو نرآہو کے عضو تناسل کے قریب شکم کی کھال کے نیچے سے ایک انڈے یا چھوٹے سنگترے کے برابر نکالا جاتا ہے رسنے یا ٹپکنے کے وقت تازہ مشک ایک تیل کا سا مادہ ہوتا ہے جو تخت معطر اور چاکلیٹ کی رنگ کا چپکنے والا ہوتا ہے اور اس کا رنگ سیاہ مائل قہوہ کے رنگ کا سا اور مزہ ذرا کڑوا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بڑی تیز ہوتی ہے۔ تجارت میں اسے دو طرح سے سامنے لایا جاتا ہے ایک وہ جو ابھی نافہ کی تھیلی میں ہی ہوتا ہے یعنی جو ابھی نافہ سے نکالا نہیں گیا اور آھوی ختن کے شکار اور ذبح کئے جانے کے بعد اس کا نافہ بازار میں لایا جاتا ہے۔ دوسرا مشک وہ ہے جو نافہ سے نکالا گیا ہے اور اس کا امکان ہے کہ اس میں بیرونی مواد شامل کر دیا گیا ہو یا شامل ہو گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس دوسری قسم کی قدر و قیمت پہلی قسم سے بہت نیچے ہے۔ مشک عطر بنانے اور بعض نشہ آور چیزوں کو خوشبودار بنانے میں کام آتا ہے۔ ایران میں مشک کی میم کو زیر لگا کر پڑھتے ہیں۔ عربی اور سریانی میں بھی زیر سے ہی پڑھتے ہیں اس لئے یہ بھی صحیح ہے اور میم کی او پر پیش لگا کر پڑھنا بھی صحیح ہے کیونکہ اس کی اصل سنسکرت اور یونانی اور لاطینی زبانوں میں پیش لگا کر ہی ہے۔ شاعروں نے محبوب کی سیاہ زلف کو مشک کہا ہے]۔ مشکسا= یعنی نافہ میں پسا ہوا=[سا یعنی سودہ شدہ (پیسا ہوا یا پسی ہوئی] معطر۔ خوشبو میں بسی ہوئی۔ حافظ نے کہا ہے ۔تاب بنفشه می دهد طرّه مُشکسای تو۔ پردۂ غنچه می درد خندهٔ دلگشای تو۔ زلال= صاف اور میٹھا پانی۔ آب صاف۔ آب شیریں۔ ٹھنڈا اور میٹھا پانی۔ برف میں پیدا ہونے والا ایک کیڑا جس کے اندر صاف و شفاف پانی ہوتا ہے۔ جان فزا= جان میں اضافہ کرنے والا۔ خوشی و مسرت میں اضافہ کرنے والا۔ آب حیات۔ آب زندگی۔ کحل جلا= کحل= سنگ سرمہ۔ سرمہ۔ آنکھ کی شفا کے لئے لگایا جانے والا سرمہ۔ جلا= روشن کرنے والا۔ روشن کرنا۔ صاف کرنا۔ صیقل کرنا۔ زنگ اتارنا۔ مجلا کرنا۔ چمکانا۔ آوارہ ہونا۔ آوارگی۔ جلاء وطن (کحل جلا= آنکھوں کو روشن کرنے والا سرمہ)۔ اہل عیان= آنکھیں رکھنے والے لوگ۔ صاحبان چشم۔ وہ لوگ جو صاحب کشف ہوں اور ہر چیز ان پر عیاں ہو۔ اولیاء اللہ۔ عارف اور صوفیای کرام۔ (عیان= آنکھوں سے دیکھنا۔ معاینہ۔ دیدار کرنا آنکھوں سے۔ ظاہر۔ آشکار۔ دیدار اور مشاہدہ پر یقین کامل رکھنے والے۔ اہل= لوگ۔ گھر کے لوگ۔ صاحب۔ مالک۔ شایستہ۔ مہذب۔ لایق۔ خاندان۔ باشندہ۔ مقیم۔ ساکن۔ عورت۔ شریف۔ اصیل۔ نجیب۔ ہر پیغمبر کی امت) شعر کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۵۔ کعبہ= بیت اللہ الحرام۔ بیت العتیق۔ اللہ کا گھر۔ خانہ خدا۔ بیت اللہ۔ کعبۃ الاسلام۔ خانہ خدا جو ظاہری صورت میں انگشتری کی مانند اور جس کی طرح تقریبا ایک ڈھیلا ڈھالا مکعب (چہار گوشہ) ہے۔ یہ گھر اللہ کا جو مسجد الحرام کے صحن مقدس کے وسط میں واقع ہے اور جس کے گرد حاجی حضرات طواف کرتے ہیں کعب یا چہار گوشہ ہے

اور اسی لئے کعبہ کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ کے گھر یا اس بیت اللہ شریف کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم پیغمبر علیہ السلام نے رکھی اور اس کا بیت اللہ کے نام سے اعلان فرمایا۔ ان کے بعد وقت گذرنے کے ساتھ اور دین اسلام کے آنے سے پہلے مختلف عربی قبیلوں نے اپنے اپنے بت اس میں نصب کر کے اسے بتخانہ بنا دیا۔ ان بتوں میں ان بت پرستوں کے کئی پتھر کے دیوتا شامل تھے جن میں لات اور عزیٰ اور ود اور منات اور ھبل وغیرہ تھے اور اس طرح سے یہ اس زمانے کے بت پرستوں کی زیارت گاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کو آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ظاہر کر کے کعبہ کا تقدس پھر سے بحال کر دیا اور حضرت خاتم النبین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اس گھر کو مسلمانوں کا قبلہ اور زیارت گاہ قرار دیا اور صاحب استطاعت مسلمانوں کیلئے اس گھر کی زیارت کو فرض بنا دیا۔ اس حکم الٰہی اور حکم رسولؐ کی اطاعت میں تمام مسلمانان عالم جنہیں استعداد ہو ہر سال اس خانہ خدا (اللہ اس کی عظمت و تقدس کو اور زیادہ کر دے) کی زیارت کو آتے ہیں اور بالخصوص ذی الحجہ مہینے کی اولین تاریخوں میں یعنی اول سے دس ذی الحجہ تک حج کے مراسم انجام دیتے ہیں۔ ضمناً یہ کہنا لازمی ہے کہ حجر الاسود مقدس (سنگ سیاہ مقدس) جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں تعمیر ہونے کے دوران جنت سے بھجوایا کعبہ مقدس کی بیرونی دیوار پر نصب ہے جسے حاجی صاحبان دوران طواف چومتے ہیں۔ کعبہ کے اور بھی معنی ہیں: بلند جگہ۔ مرتفع۔ ہر مربع مکان۔ چہار گوشے والی جگہ۔ مکعب۔ کعبہ شریف کی بنیاد زمین سے بلند ہے یا از روی قدر و مرتبت چونکہ رفیع القدر اور عظیم المرتبت اور بلند شان والا گھر ہے اس وجہ سے گویا بلند جگہ کو کعبہ کہا جاتا ہے۔ چہار گوشے والا ہڈی سے بنا ہوا چھوٹا سا ٹکڑا جس پر ایک سے چھ تک کے اعداد لکھے ہوتے ہیں یا کندہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور نرد بازی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اس ٹکڑے کو ہاتھ میں رکھ کر ہتھیلی کے اندر نچا کر پھینکا جاتا ہے اور اعداد یا عدد کے مطابق کھیلنے والا آگے کی کھیل کو کھیلتا ہے۔ آج کل چھوٹے چھوٹے بچے بھی مختلف کھیل کو ان ٹکڑوں سے کھیلتے ہیں۔ قبلہ گہ یا قبلہ گاہ = قبلہ = وہ طرف جس کے مقابل میں منہ کر کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ جانب۔ جہت۔ عبادت گاہ۔ معبد۔ طریق۔ روش۔ روبرو۔ رہبر۔ پیشوا۔ مہتر۔ چونکہ مسلمان کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لئے قبلہ کے معنی کعبہ کے بھی ہیں۔ گاہ = جگہ۔ مقام۔ وقت۔ خیمہ۔ شاہی تخت۔ صبح صادق۔ زرین کرسی۔ سونا چاندی رکھنے کی تھیلی۔ مشہور ستارہ جدی۔ جوئے کا داور۔ مسند۔ مکان۔ نرد کا ہر خانہ۔ جاہ۔ مقام۔ عصر۔ دورہ۔ زمان۔ [گاہ کو کسی لفظ کے ہمراہ جگہ کے معنی میں لاتے ہیں جیسے قبلہ گاہ۔ عید گاہ۔ بارگاہ۔ لشکر گاہ۔ خواب گاہ۔ آرام گاہ۔ وغیرہ اور وقت کے معنی میں بھی جیسے شامگاہ۔ صبحگاہ۔ رزمگاہ۔ خوردن گاہ۔ کمین گاہ۔ سحر گاہ۔ بیگاہ۔ گاہ گاہ۔ [فارسی جدید میں زرگر لوگ جس کٹورہ نما

پیالی میں سونے یا چاندی کو پگھلاتے ہیں اسے بھی گاہ کہتے ہیں]۔ قبلہ گاہ = یعنی قبلہ کی جگہ۔ قبلہ کا مقام۔ ہر وہ جگہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و پرستش کے لئے منہ کیا جائے۔ ایک عنوان یا خطاب ہے جو احترام و عزت کے اظہار کے لئے والد یا کسی اور بزرگ کے حق میں استعمال ہوتا ہے اور اسی معنی میں قبلہ گاہی بھی ہے۔ طایفان = جمع ہے طایف کی اور طایف کے معنی ہیں طواف کرنے والا۔ راتوں میں رکھوالی کرنے والا۔ پاسبان شب۔ گشت کرنے والا۔ کوتوال۔ جو کچھ نیند میں دکھائی دے۔ خواب۔ سعودی عرب کے ایک نہایت ہی زرخیز اور معتدل و خوشگوار آب و ہوا والے شہر کا نام جو مکہ معظمہ کے قریب ہے اور جہاں میوہ جات کی فراوانی ہے۔ سنگ سیاہ = عربی کے حجر الاسود کا فارسی معادل ہے یعنی سیاہ پتھر جو حرم کعبہ کی دیوار میں نصب ہے اور جسے حاجی صاحبان فرط عقیدت اور متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر چومتے ہیں اور تبرکا اس کو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیرتے ہیں۔ ناودان = پانی کے عبور کرنے کی جگہ۔ پرنالہ۔ بدرو۔ نالی۔ نلی جو اندر سے خالی ہو۔ چھت کا پرنالہ جہاں سے پانی بہہ کر نکلے۔ ندی۔ نہر۔ اندر سے خالی لکڑی جس کے بیچ میں سے پانی بہہ کر پن چکی میں اترتا ہے اور اسے گھماتا ہے۔ ٹھیکری کی بنی ہوئی چیز جس میں سے پانی بہہ کر باہر نکلتا ہے اور اسے ناو کہتے ہیں اور جس جگہ پر اسے نصب کرتے ہیں اسے دان کہتے ہیں مجازاً پانی کے خارج میں بہاؤ کے عمل کو بھی ناودان کہتے ہیں۔ چھت کے پانی کے باہر کی طرف بہہ جانے کی راہ کو جو سابقاً اندر سے خالی لکڑی کی کشتی (ناو) کی صورت میں بناتے تھے ناودان کہا جاتا ہے۔ بارش کے پانی کا بہہ کر نل کی راہ سے باہر آنے کا وسیلہ۔ لکڑی کے لٹھ جن کو اندر سے خالی کر کے ان میں آٹا دالیں یا مصالہ وغیرہ ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں ناودان کہلاتے ہیں۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ نے ناودان کی اہمیت بھی واضح کر دی ہے یعنی اگرچہ بظاہر ناودان ایک معمولی سی چیز ہے لیکن ہماری توجہ اس کی طرف اہمیت کے پیش نظر فوراً مبذول ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روضہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت یوں تعمیر ہوئی ہے کہ اس کی ایک ایک سلوٹ یا اس کا ہر ہر گوشہ ناودان کی طرح بارش کے پانی کو آنکھ جھپکنے میں باہر کی طرف خارج کر دیتا ہے تاکہ دھل کر اس کی چمک اور نورانی کیفیت میں اضافہ ہوتا رہے اور عاشقان رسولؐ دور سے اس کی زیارت کی سعادت کو حاصل کر کے اپنے نور البصر میں جلا پیدا کریں۔ پورا شعر روضہ حضرت رسولؐ کے رفعت شان و تقدس کا ترجمان ہے یعنی کعبہ کی طرح عاشقان رسول کا قبلہ گاہ ہے اور اسی عقیدت و احترام کے ساتھ اس کی زیارت کی سعادت سمیٹنے کیلئے دوڑ رہے ہیں جس طرح سے طواف کرنے والے کعبہ کے گرد دوڑتے ہیں۔ عاشقان رسول خدا کی نظروں میں روضہ رسول اکرم کا ایک ایک پتھر حجر الاسود کی طرح مقدس ہے اور بام مقدس کی ایک ایک سلوٹ دھونے اور اسے شفاف قائم رکھنے کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

۱۶۔زسر قدم کردن= محاورہ ہے (یعنی سر کو قدم بنانا) یعنی سر کے بل چلنا۔ جانوں کو قدم بنا کے یا اپنی روحوں کو قدم بنا کے چلنا۔ رہ سپر= یا رہسپار= راہ چلنا۔ راہ چلنے والا۔ راستہ طے کرنا۔ راستہ طے کرنے والا۔ مطاف= طواف گاہ۔ طواف کرنے کی جگہ۔ ارد گرد پھرنے کی جگہ۔ قدسی آشیان= قدسی یعنی پاک۔ پاکیزہ۔ فرشتے۔ فرشتہ۔ ولی اللہ۔ نیکوکار بندہ [جو قدس سے منسوب ہو اور قدس یعنی جنت۔ پاکی۔ پاک ہونا۔ منزہ ہونا جبرئیل] قدسی یعنی جنتی یا بہشتی۔ روحانی۔ قدسی آشیان یعنی وہ جن کا آشیان یا جن کی اقامت گاہ یا جن کی منزل اور مقام یا رہنے کی جگہ بہشت ہو تو مرغان قدسی آشیان کے معنی ہیں فرشتے کیونکہ جس طرح سے پرندوں کے پر ہوتے ہیں اسی طرح سے فرشتوں کے بھی پر ہوتے ہیں۔ شعر کا مطلب ہے کہ عاشقانِ رسولؐ کی جانیں سر کے بل چل کر اس روضہ اقدس کا طواف کرنے کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اور طواف کرنے کی جگہ اتنی مقدس ہے کہ بہشتی فرشتوں نے وہاں پر عاشقان رسولؐ کیلئے اپنے پاکیزہ پر بچھا دیئے ہیں کہ ان کے عشق رسولؐ کا احترام اور عقیدت کا حق ادا کیا جائے۔

۱۷۔اطلال= طلل کی جمع۔ کھنڈر۔ ویران مکانوں کے نشان۔ گری ہوئی قدیم عمارات کے آثار۔ عمارتوں کے نشان۔ ویران مکانوں کی وجہ سے نمایاں بلند جگہیں۔ قدیم تعمیرات۔ خیر الطلل= خیر= عمدہ۔ نیک۔ اجر نیک۔ مال۔ نعمت۔ فیض۔ برکت۔ بہتر۔ نیکوتر۔ طلل= کھنڈر۔ قدمت۔ بدن۔ تن۔ جسم۔ کسی مکان کا نشان۔ کسی ویران جگہ کے اثرات۔ خرابہ۔ ویرانہ۔ خیر الطلل= عمدہ آثار۔ خیر و برکت کے آثار۔ فیض رسان آثار۔ ربع= سرائے۔ خانہ۔ گھر۔ اترنے کی جگہ۔ منزل۔ محلہ۔ محل= مقام۔ جگہ۔ اترنے کی جگہ۔ وقت۔ موقع۔ ہنگام۔ کسی جگہ پر اترنا۔ کسی کو کسی جگہ پر اتارنا۔ قدر و منزلت۔ دامنہ= دامن کی مانند۔ کنارہ۔ حاشیہ۔ دامن۔ دورہ۔ اطراف۔ پہاڑ کا نچلا حصہ۔ (کوہ کی مناسبت سے اس کے دامن کو دمن بھی کہتے ہیں۔ پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن (اقبالؒ)۔ ضرب المثل= جس کی خوبی میں مثال قائم ہو چکی ہو۔ مشہور۔ کہاوت یا مثال کے طور پر پیش کیا جانا۔ خرمی= شادابی۔ طراوت۔ تازگی۔ سرور۔ خوشی۔ شادی۔ شادمانی۔ سیرابی۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمارات فیض و برکت کی نشانیاں ہیں۔ ان کے آثار سے رحمت و برکت برستی ہے۔ یہ خیر العمارات ہیں۔ تمام عمارتوں سے بہتر، نیکوتر اور پرفیض تر ہیں اور ان عمارتوں کی مقدس جگہیں بلکہ ہر ہر محل، ہر ایک جگہ اور ہر کوئی مقام عاشقانِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و جان کی راحت گاہ ہے۔ یہاں کا گوشہ گوشہ، یہاں کا ہر ایک حاشیہ، ہر ایک کنارہ خیر و برکت میں ضرب المثل ہے اور طراوت و شادابی میں ایک بوستان، ایک خوشبودار باغ مصفا ہے جس سے روح کی گہرائیاں تک معطر و منور ہو جاتی ہیں۔

۱۸۔دریای قدم =دریا۔سمندر۔بحر(تصوف کی اصطلاح میں دریا کے معنی ہیں وجود یا ہستی)قدم= کہنہ پن۔قدیم۔قدیم زمانے سے یا پہلے سے جس کا وجود قائم ہو۔(دریای قدم یعنی وجود کا قدیم سمندر)۔خاکِ دژم= غمگین۔افسردہ۔خشمگین۔بیمار۔غضبناک۔(خاکِ دژم=بیمار مٹی۔بے جان خاک)۔جاودان=ہمیشہ رہنے والا۔دائم رہنے والا۔ابدی۔ہمیشہ۔[شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو]۔

۱۹۔حسن معنوی=باطنی۔روحانی۔اصلی۔ذاتی۔حقیقی۔[معنوی=وہ شخص جو عالم معنی و باطن کی سیر کرے یعنی عارف]۔نوی= تازگی۔نیاپن۔تنوع۔جدت۔شمہ= تھوڑی یا ذرا سی بو۔ایک مرتبہ سونگھنا۔کم۔ذرا۔تھوڑا۔[شمہ ای= ذرا سا]۔مطلق خوشبو یا بو اور کم مقدار اور شمع یا چراغ کی لو کو قینچی سے گھٹانے بڑھانے کے عمل کو بھی شمہ کہتے ہیں۔شعر کا مطلب ہے کہ وجود کے قدیم سمندر سے اٹھ کر جو بارشیں یہاں برستی ہیں وہ حسن معنوی کے پھول کھلاتی ہیں یعنی چند روزہ بہار والے پھول نہیں جو کھل کر مرجھا جاتے ہیں بلکہ ان بارشوں سے یہاں کی فضا میں ایک معنوی حسن اور باطنی خوبصورتی چھا چکی ہے جو ابدی ہے اور لازوال۔اس حسن معنوی سے عشق کہن میں بھی تازگی اور تنوع آجاتا ہے۔عاشقان رسولؐ کے دلوں میں عشق کہن تازہ ہو جاتا ہے اور ان کے دل اس عشق سے کھل کھل اٹھتے ہیں۔حسن معنوی کے پھول جو یہاں ہر طرف عجب بہار جاودان بکھیر رہے ہیں اگر تم ان کو ذرا سا سونگھ لو گے یعنی ذرا سا تجھ پر اثر انداز ہو جائیں گے تو بلبل کی طرح مست فغان ہو جاؤ گے اور عشق معنوی میں مستغرق! جامیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی حسن روضہ مبارک کی فضاؤں میں ہر طرف سے عیاں ہے اور اطراف وجوانب میں روحانی بہار ہے جس سے عاشقوں کے دل کھل اٹھتے ہیں۔

۲۰۔تافتن =چمکنا۔طلوع کرنا۔روشن ہونا۔جیب = گریبان۔ پیراہن۔سینہ۔دل۔ تھیلی نما جیب۔ شکافتن= پھاڑ دینا۔چاک کرنا۔سرمایہ= متاع۔مال ومتاع۔پونجی۔دولت وثروت۔قابلیت۔استطاعت۔وہ مال ومتاع جسے تجارت یا کسب وکار کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔مبدأ۔اصل۔خیراتِ حسان= خوبصورت اور خوب سیرت بیویاں[قرآن مجید میں آیا ہے فیہن خیرات حسن فبای الاء ربکما تکذبان (ان نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوبصورت بیویاں! پس اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے؟) ملاحظہ ہو: سورہ الرحمٰن آیت ۷۰]۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ چاند پر جب یہ حسن چمکا یعنی چاند نے جب اس حسن کو دیکھا تب سے گریبان چاک ہے (چاند کے گھٹتے گھٹتے ہلال کی صورت میں آنے کی طرف اشارہ ہے) اور جنت میں خیرات حسان خوبصورت اور خوب سیرت عورتوں یا بیویوں کا سرمایہ اسی حسن جاودان سے ہے یعنی جنت کے حسن کی رونق جن میں خیراتِ حسان بھی شامل ہیں حسن رسول اکرمؐ کا ہی ایک کرشمہ ہے۔

۲۱۔سرچشمہ = وہ جگہ جہاں سے چشمہ نکلے اور پانی جاری ہو جائے۔منبع۔چشمہ۔پانی کا سوتا۔خیر البشرؐ = آدمیوں میں نیک ترین آدمی یعنی حضرت پیغمبر اکرم جناب محمد عربی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ![خیر = نیک۔نیکوئی۔خوبی۔اجر نیک۔مال۔نعمت۔فیض۔برکت۔بافیض۔بابرکت۔نیکوکار۔نیکوکارتر۔بہتر۔نیک ترین۔بشر = انسان۔آدمی۔لوگ] تمام انسانوں میں سب سے بہتر اور سب سے نیکوکارتر یعنی حضرت رسول جناب شفیع الامم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔مرکب = سواری۔سوار ہونے کی کوئی بھی سواری جیسے اونٹ۔گھوڑا۔کشتی۔جہاز۔گدھا وغیرہ۔بران = (راندن) یعنی ہانکنا۔چلانا۔سواری کو حرکت میں لانا۔(ترجمہ ملاحظہ ہو)۔

۲۲۔سلطان = تسلّط۔فرمان روائی۔قدرت۔حجت۔برہان۔پادشاہ۔مقتدر فرمانروا۔[ایران میں صفوی بادشاہوں کے عہد میں فوج کے سردار کو سلطان کہتے تھے اور قاچاری دور میں سلطان اسے کہتے تھے جس کے زیر فرمان ایک سو سپاہی ہوتے تھے۔پہلوی دور میں یعنی رضا شاہ پہلوی کے عہد سلطنت میں یہ عنوان (سلطان) سروان میں تبدیل ہوا تھا اور اب بھی یہی عنوان وہاں رائج ہے] مقتدر ترین بادشاہ اور صاحب قوت و جبروت فرما نروا ہونے کے پیش نظر، جیسا کہ ایرانی تواریخ میں درج ہے، یہ خطاب (سلطان) سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا گیا ۔اقلیم = ملک۔ولایت۔ربع مسکون کا ساتواں حصہ۔کرہ زمین کا ایک علاقہ۔زمین کا وہ حصہ جو آب و ہوا اور قدرتی ماحول میں دوسرے حصوں سے ممتاز ہو۔قدماء نے کرہ زمین کی سطح کو سات حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے کو انہوں نے اقلیم کہا۔[ان کو ہفت اقلیم۔ہفت کشور۔ہفت زمین۔ہفت ھیکل۔ہفت دور۔ہفت در ہفت۔ہفت ولایت۔ہفت بیضہ۔ہفت دکان۔ہفت رصد۔ہفت دہ۔ہفت شادروان۔ہفت علفخانہ۔ہفت فرش۔ہفت نان بھی کہتے ہیں]۔اقلیم سے مراد مطلق دنیا ہے۔وفا = وعدہ پورا کرنا۔قول و قرار پورا کرنا۔عہد بجالانا۔دوستی کا نباہنا۔عہد و قول کی انجام آوری۔دوستی۔وفاداری۔صمیمت۔پیمان۔قول و قرار۔وعدہ۔عہد۔سریر = تخت۔شاہی تخت۔مسند۔عیش کی فراوانی۔نعمت۔اصطفا = انتخاب۔چننا۔برگزیدہ ہونا۔چنا جانا۔چھانٹنا۔چھانٹا ہوا۔سردفتر = سردار۔دفتر کا حاکم اعلیٰ۔وہ جو دفتر کے رسمی اسناد کو جاری کرنے پر متعین ہو۔دفتر کا اعلیٰ ترین افسر۔جامیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر البشر ہونے کے علاوہ خدا کے ساتھ کئے ہوئے قول و قرار اور وفا میں سلطان کا درجہ رکھتے ہیں [یعنی اگر وفاداری کو ایک ملک مان لیں تو اس ملک کے سلطان مقتدر جن کا کوئی جواب نہیں اور نہ کوئی نظیر بس حضرت رسول اکرمؐ ہیں]۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدگی یعنی چنے جانے کے عمل میں یگانہ و یکتا بادشاہ ہیں [یعنی ان کے انتخاب کئے جانے کے عمل کو اگر ایک تخت یا مسند مان لیا جائے تو اس مسند یا بادشاہانہ تخت کے شاہ بس نبی برحق ہیں صلی اللہ علیہ وسلم]۔صدق و صفا کے مالک اور حاکم اعلیٰ

صرف آپؐ کی ذات اقدس ہے یعنی صدق وصفا آپؐ پرختم ہے۔صدق وصفای مجسم صرف آپؐ ہیں[اگر صدق و صفا کو ہم ایک دفتر مان لیں تو اس دفتر کی سرداری آپؐ کی ذات میں پنہاں ہے]۔آپؐ کی ذات اقدسؐ سلامتی و سکون اور امن وامان کا سرمایہ ہے۔یعنی جو آپؐ کی پناہ میں آگیا اور جس کسی نے آپؐ کا دامن مبارک پکڑا اسے ابدی سلامتیٔ بے خوفی اور سکون ظاہر و باطن مل گیا کیونکہ آپؐ کی ذات اقدسؐ ہی سلامتی وسکون کا سرمایہ ہے۔

۲۳۔کافی الوریٰ= کافی = کفایت کرنے والا۔ضامن۔کارگزار۔دانا(اللہ تعالیٰ کا ایک نام) بے نیاز کرنے والا۔عائل۔پیشکار۔باکفایت۔وریٰ= خلق۔مخلوق۔جن وانس کی مخلوق۔دنیا[کافی الوریٰ= مخلوقات کا ضامن۔دنیا و مافیہا میں کفایت کرنے والا]۔ہادی سبل =ہادی ہدایت کرنے والا۔راہ دکھانے الا۔راستے کی طرف لے جانے والا۔راہنما۔آرام کرنے والا۔راہبر۔سبل=(سبیل کی جمع) راہیں۔راستے۔طریقے۔راہ ہای راست۔صراطہای مستقیم۔روشیں۔قربانیاں۔نذور۔وقف۔[ہادی سبل=سیدھے راستوں کی طرف لے جانے والا یا نجات وفلاح اور رستگاری کی راہوں کی طرف رہبری کرنے والا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم]۔ختم= خاتم۔آخری۔ختم کرنا۔انجام دینا۔مہر کرنا۔قرآن مجید کو اول سے آخر تک پڑھنا۔انتہا۔انجام۔اولوالعزم= اولو= رکھنے والے۔مالک۔صاحب۔عزم= ارادہ۔یقین۔پختگی۔قصد۔دلی قصد۔تصمیم۔پایداری۔ثابت قدمی [اولوالعزم= صاحبان عزم وارادہ۔بڑی ہمت والے لوگ۔عالی ہمت۔بڑے ارادوں والے]۔وہ پانچ پیغمبر جن کے آنے سے سابقہ دین منسوخ ہوتے رہے یعنی حضرت نوحؑ۔حضرت ابراہیمؑ۔حضرت موسیٰؑ۔حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔بعضوں کے بقول وہ نو پیغمبر جو بڑی بڑی مصیبتوں اور شدید تکالیف اور رضاء الٰہی پر شاکر اور صابر رہے یعنی حضرت نوحؑ۔حضرت ابراہیم۔حضرت داؤدؑ حضرت یعقوبؑ۔حضرت یوسفؑ۔حضرت ایوبؑ۔حضرت موسیٰؑ۔حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔رسل= جمع ہے رسول کی۔[شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو]۔علامہ اقبالؒ نے ہادی السبل کی جگہ دانائے سبل کہا ہے یعنی نجات وفلاح کی راہیں جاننے والا۔ وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے۔غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا۔نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر۔وہی قرآن وہی فرقان وہی یاسین وہی طاہا......(دیکھئے بال جبریل)۔

۲۴۔امکان وقدم= امکان کے معنی ہیں ہو پانا۔ہوسکنا۔کسی شے کے عدم و وجود دونوں کا ضروری نہ ہونا۔قادر بنانا۔مرتبہ دینا۔قدرت۔طاقت۔آسان ہونا۔میسر ہونا۔قائم کرنا۔وہ جس کا ہونا یا نہ ہونا مساوی ہو جیسے انسان اور حیوان اور نباتات و جمادات۔قدم= وجود۔ہستی۔قدیم سے جس کا وجود ہو (حادث کا مقابل)[حدوث وقدم = حدوث= عدم سے وجود میں آنا۔نیا پیدا ہونا۔نو پیدا۔نیا امر ظہور میں آنے والا۔قدم اس کا مقابل ہے]

طغیان = سمندر کا جوش مارنا۔ پانی کا کثرت سے آنا۔ کفر۔ گناہ میں حد سے بڑھنا۔ سرکشی۔ ظلم۔ حد سے تجاوز کرنا۔ نافرمانی۔ سمندر یا دریا کے پانی کا چڑھنا۔ گستاخی۔ برزخٌ لایبغیان = (قرآن کریم میں آیا ہے بینهما برزخ لایبغیان فبای الآء ربکما تکذبان ...... (ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ...... دیکھیے سورہ الرحمٰن آیت ۲۰)۔ برزخ = دو چیزوں کے درمیان حایل۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ رکھنے والی شے۔ دنیا اور آخرت کے درمیان فاصلہ کی حد۔ عالم مثال۔ موت سے لے کر قیامت تک کی مدت۔ مرنے کے وقت سے قیام قیامت تک کا زمانہ۔ دو چیزوں کے درمیان کی روک خواہ وہ دونوں یکسان ہوں یا مخالف مثلاً اعراف برزخ ہے بہشت اور دوزخ کے درمیان۔ مطلب شعر یہ ہے کہ حدوث وقدم یا وجود وامکان دونوں اکٹھے جوش میں ملے ہوئے تھے اور ان کو آپس میں جدا کرنے کا عمل صرف آپؐ کی ذات گرامی کے باعث ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور مقدس کو ظاہر کر دیا تو حادث اور قدیم دونوں کے درمیان آپ نے فاصلہ قائم کر دیا اور یہ محض آپ کا کرم تھا اور آپ کا فضل کہ عالم آخرت اور عالم دنیا (حدوث وقدم۔ امکان ووجود) آپس میں جدا ہوئے۔ اگر آپ کی ذات حائل نہ ہوتی تو آپس میں ملے ہوئے اس سمندر کے پانی کو وجود وامکان میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ دنیا وجود میں آتی اور نہ ہی آخرت کے عالم کا ظہور۔

۲۵۔ جان انور = جان منور۔ روح منور۔ [انور = نہایت نورانی۔ نہایت روشن۔ خوبصورت۔ بہت تابناک۔ بہت درخشان۔ بہت چمکیلی چیز۔ جان = انسانی روح۔ نفس۔ عزیز۔ گرامی۔ حیات۔ طاقت۔ اسلحہ۔ بدن۔ جسم] جان پرور = جان کو پالنے والا۔ روح کی پرورش کرنے والا۔ وہ جس سے روح و جان میں راحت پیدا ہو۔ طفیل = ذریعہ۔ وسیلہ۔ (ناخواندہ مہمان کو بھی طفیل کہتے ہیں یا طفیلی)۔ گوہر = ذات۔ اصل۔ نسب۔ عنصر۔ صفات۔ مخفی راز۔ پوشیدہ۔ لعل۔ یاقوت۔ الماس۔ زمرد۔ مروارید وغیرہ۔ جوہر۔ تلوار کا جوہر۔ سخن آبدار۔ دانائی۔ عقل۔ فرزند۔ بیٹا۔ ہر شے کی حقیقت۔ عوض۔ معدنیات میں سے ہر ایک چیز۔ جمادات۔ ہر قیمتی پتھر۔ محصول = پیداوار۔ حاصل۔ ثمر۔ میوہ۔ نتیجہ۔ حاصل کیا ہوا۔ خراج۔ چنگی۔ نفع۔ سود۔ وہ جو زراعت سے حاصل ہو۔ خرمن۔ ڈھیر۔ کانِ کن فکان = کن فکان یا کن فیکون = کن یعنی ہو جا۔ فیکن = فوراً ہو جاتا ہے۔ یہ سورہ یٰسین کی آیت ۸۲ سے ماخوذ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انما امرہ اذ آراد شیئاًان یقول له کن فیکون، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ کن فکان سے مراد ہے عالم موجودات۔ آفرینش میں اللہ تعالیٰ کو جو چیز پیدا کرنا منظور تھی اسے فرمایا کن (ہو جا) فیکن تو وہ ہو گئی یعنی وجود میں آ گئی۔ ان الفاظ مقدس سے سارا عالم موجودات وجود میں آ گیا اسلئے کن فکان سے مراد ہے تمام موجودات۔

مولانا جامیؒ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی نورانی تو روشن اور تابناک و درخشاں روح پاک سمندر ہے اور اس سمندر کے ساحل آپ کے جان پرور ہونٹ ہیں۔ آپ ہی کی ذات کریم کے طفیل کن فکان کی کان کا حاصل وجود میں آ گیا۔ کن فکان کی کان یعنی عالم موجودات کا حاصل موجودات' صرف آپؐ کی ذات اقدس کی برکت سے وجود میں آئے۔ آپ نہ ہوتے تو موجودات بھی نہ ہوتے۔

اس نعتیہ قصیدہ کے اولین شعر سے شعر ۲۵ تک مولانا جامیؒ نے روضہ حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت اور مدینہ منورہ کے سفر کا حال انتہائی عقیدت اور ایک جان گداز عاشق رسول کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ ذرا غور کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ جامیؒ کے زمانے میں ریگستان اور بیابان کی فضا کس قدر ہیبت افزا، خشک وجگر سوز اور بے نام و نشان وسیع و عریض اور بے کنار ریگ زاروں اور تہ در تہ سرابوں کا مجموعہ تھی، جہنم کی سی گرمی وحرارت سے اطراف وجوانب میں صحرائی حیوان و وحوش ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر مردہ بکھرے پڑے رہتے تھے اور زیارت کے شیدائی عاشق عشق رسولؐ میں اور شوق منزل کی لے میں ان صعوبتوں سے بے پروا ہو کر بالآخر اپنی پیاسی آنکھوں اور متمنی دلوں کی پیاس و آرزو کی تکمیل کر لیتے جب دور سے انہیں روضہ منورہؐ کے انوار گلے لگاتے تھے۔ روضۂ مقدس کے تقدس اس کی روحانی عظمت ورفعت اور ظاہری تعمیر کی پاکی وصفا، اردگرد کی ہواؤں اور خاک پاک کی عطر آگین اور نافہ وکستوری کی خوشبوؤں میں لپٹی ہوئی نورانی فضا کا حال سنانے کے بعد مولانا جامیؒ نے رسول اکرمؐ کی بعض صفات بیان کی ہیں اور آخر میں تکرار کی ہے کہ رسول خداؐ کا وجود نہ ہوتا تو عالم موجودات کا وجود بھی نہ ہوتا گویا اللہ تعالیٰ نے عالم موجودات کی تخلیق کو نبی برحقؐ کی ذات اقدس کے وجود کے ساتھ مربوط کر دیا۔ (لولاک لما خلقت الافلاک۔) حدیث قدسی: [چونکہ دین اور رسالت کی تکمیل حضرت رسول اکرمؐ کی ذات پر ہوئی اسلئے یہ حقیقت سمجھ میں یقین کیساتھ آتی ہے کہ اسی صاحب منزلت رسولؐ کیلئے یہ سارا عالم اور تمام موجودات وجود میں آئے)۔ اب اس کے بعد مولانا جامیؒ آگے رسول اکرمؐ کے بعض معجزات کا ذکر کر رہے ہیں جن میں بیشتر معجزات سرور کونینؐ کا ذکر ہے اور اسی لئے اس قصیدہؑ کا عنوان ہے: قصیدہ جملہ معجزاتِ ر۔ل اکرمؐ۔

۲۶۔ آی = آیات۔ آیتیں۔ آیت (نشانہ۔ علامت، معجزہ۔ دلیل۔ حجت۔ برہان۔ قرآن کی ہر عبارت جہاں پر ٹھہرا جاتا ہے۔ عجیب۔ عبرت۔ قرآن پاک کا ایک جملہ) سور = سورت کی جمع (سورت۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ میں سے ہر ایک فصل۔ شرف۔ مرتبہ۔ بزرگی) یا سورہ کی جمع۔ اعجاز = معجزہ۔ عاجز کرنا۔ ناتوان کرنا۔ نبی سے کوئی عمل خلاف معمول و عادت ظاہر ہونا جس سے منکرین عاجز آ جائیں۔ ایسا کام کرنا جس سے دوسرے عاجز ہوں یعنی نہ کر سکیں۔ عاجزی۔ ناتوانی۔ معجزہ۔ اگر پیغمبر سے خلاف عادت کام صادر ہو جائے تو وہ اعجاز یا معجزہ

کہلاتا ہے اور اگر کسی ولی اللہ سے سرزد ہو تو کرامت اور اگر کسی کافر سے ہو تو استدراج کہلاتا ہے (استدراج = درجہ بدرجہ کفر کے نزدیک ہونا) شعر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی طرف سے لایا ہوا قرآن ایک عظیم معجزہ ہے جس کے آگے تمام فصیح البیان لوگ عاجز ہوئے۔ قرآن کریم اس ابدی رسول ﷺ کا ابدی معجزہ ہے۔ اس کے آگے عرب کے تمام اہل بیان علماء و ادبا اور شعراء جن کی ادبی تخلیقات حیرت انگیز حد تک دنیا کے اس حصے پر غالب تھیں، نے سپر ڈال دی اور اسکے اعجاز کلام سے متاثر ہو کر اور اس کے آسمانی کلام ہونے پر گواہی دے کر دین اسلام کو قبول کیا۔ قرآنی معجزہ یہ بھی ہے کہ زندہ زبان کی حیثیت میں بھی یہ ابد تک زندہ رہیگا۔ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں اسے اپنی نمازوں میں پانچ وقت پڑھتے ہیں اور نمازوں کے بعد اس کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا متن محفوظ ہے اور اسکی حفاظت خود اللہ کے ذمہ ہے جس کا اس نے وعدہ کیا۔ قرآن پاک نے اعلان کیا کہ کسی کیلئے ممکن نہیں کہ وہ قرآن مجید کے جواب میں ایک آیت یا ایک سورت بھی لکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول برحقؐ پر عظیم ترین معجزہ یہی قرآن نازل ہوا جس کے معجزہ ہونے پر سورہ عنکبوت آیت ۵۰۔۵۱ میں آیا ہے: ''اور وہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر نشانیاں کیوں نہ اتریں؟ کہو کہ نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں، کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تمہارے اوپر قرآن اتارا جو ان پر پڑھا جاتا ہے۔ بے شک اس میں رحمت ہے اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو ماننے والے ہیں''۔

۲۷۔ خوش زمزمہ = خوش آواز۔ [زمزمہ = دور سے آنے والی آواز جو مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہو۔ بادل کی گرج جیسی آواز۔ وہ الفاظ جو زرد شتی لوگ کھانا کھانے کے وقت بولتے ہیں اور جس میں یہ الفاظ ناک اور حلق سے نکلتے ہیں ہونٹ نہیں ہلائے جاتے اور نہ ہی زبان۔ اسلئے زرد شتی آپس میں ہی ان الفاظ کا مطلب سمجھتے ہیں۔ ہر وہ دھیمی اور آہستہ آواز جو سمجھی نہ جائے۔ شیر کی آواز۔ ترنم۔ نغمہ سرور]۔ خوش ترنم۔ خوش صدا۔ تلقین = منہ میں ڈال دینا۔ یاد دلانا۔ سمجھانا۔ زبانی کوئی مطلب کہہ دینا۔ کسی شخص کو کلام کرنے پر آمادہ کرنا۔ مرنے والے کو مذہبی اصول و مبادیات یاد دلانا۔ تعلیم کرنا۔ ازل = وہ زمانہ جس کی ابتدا نہ ہو۔ وہ جس کا اول نہ ہو۔ بے ابتدا۔ بے آغاز [ازلّ = جس کی رانوں پر گوشت کم ہو۔ جس کی رانیں اور چوتڑ پتلے ہوں اور لاغر]۔ ابد = وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ ہمیشہ۔ دائم۔ قدیم۔ ازلی۔ جسکا آخر نہ ہو۔ بے آخر۔ ترجمان = ترجمہ کرنے والا۔ نمائندگی کرنے والا۔ خوش تقریر۔ فصیح۔ تیز زبان۔ ایک قسم کی خوشبودار سبزی جیسے پودینہ وغیرہ جسے کھانے کے ساتھ کھاتے ہیں۔ جدید فارسی میں اس نذر و نیاز کو بھی ترجمان کہتے ہیں جو کسی جرم کے ارتکاب کے بعد گزارا جائے۔ ترجمہ = گذارنا۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا۔ کسی شخص کی سیرت و اخلاق اور اس کے ذاتی نسب کا ذکر یا

بیان کرنا۔گذارش۔(جدید فارسی میں ترجمہ کا تلفظ ئرجُمہ ہے) مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک خوش آواز وخوش زمزمہ حرف تمام بشریت کی تلقین وادراک کیلئے ہے اور یہ کلام آسمانی ازلی اسرار اور ابدی حقائق کی ترجمانی کرتا ہے یعنی روحانی بھید اور اسرار کو ہم پر کھول دیتا ہے اور اس طرح سے ہماری فلاح ونجات کی راہیں ہمیں بتلاتا ہے۔

۲۸۔رشک = غیرت۔حسد۔حمیّت۔غلبہ۔جلن۔ گسیختن = توڑنا۔ٹوٹنا (گسستن بھی یہی معنی رکھتا ہے۔ شکستن اور گسیختن میں فرق یہ ہے کہ سخت چیزوں کے ٹوٹنے یا توڑ ڈالنے میں شکستن کا استعمال ہوتا ہے اور نرم چیزوں جیسے کاغذ اور دھاگا وغیرہ کے ٹوٹنے میں گسستن یا گسیختن کا استعمال ہوتا ہے) خذلان = ذلیل کرنا۔مدد اور یاوری نہ کرنا۔چھوڑ دینا۔رسوا ہونا یا رسوا کرنا۔ذلالت۔رسوائی۔ضعف۔سستی۔خواری۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز زبان واسلوب کو دیکھ کر سات نظموں کا مجموعہ جسے فصیح اللسان عربی شعراء نے اپنی معجز بیانی کے نمائش نامے کی حیثیت میں کعبہ شریف کے دروازے پر فخریہ طور پر لٹکا کے رکھا تھا رسوا و ذلیل ہو کر خاک میں مل گیا۔ یہ بھی قرآن کریم کا ایک معجزہ ہے۔اس نعتیہ شعر میں اشارہ ہے عرب کے سات شاعروں کے سات قصیدوں کی طرف جو جاہلیت کے دور میں اپنی نوع میں بے نظیر قصاید تھے جیسا کہ مشہور ہے فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جو ان قصیدوں میں موجود تھی ان کو کعبہ کے دروازے یا دیوار پر لٹکایا گیا تھا لیکن قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد عربی فصحا نے رسوا ہو کر خود ہی ان قصیدوں کو اتار دیا اور قرآن کریم کی معجزانہ فصاحت و بلاغت اور اسلوب کلام،قوت اور تاثیر کو دیکھ کر خائب وخاسر ہوئے اور گواہی دی کہ ماھذا کلام بشر۔یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں۔بیشک خدا کا کلام ہے۔ان قصاید کے شاعروں کے نام مع ان کے مطلعوں کے یہ ہیں ۱۔امرؤالقیس ابوالحارث حندج بن حجر کندی ۔قفانبک عن ذکری حبیب ومنزل،بسقط اللوی بین الدخول فحومل ۲۔الحارث بن حلزہ ایشکری ۔آذنتنا بینہا اسماء۔رب ثاویمل منہ الثواء ۳۔زہیر بن ابی سلمی ربیعہ بن ریاح المزنی ۔امن ام اوفی دمنتہ لم تکلم۔بحومانتہ الدراج فالمتثلم ۴۔ ۔عنترہ بن شداد بن عمرو العبسی ۔ہل غادر الشعراء من متبردم،ام ہل عرفت الدار بعد توہم ۔۵۔عمرو بن کلثوم بن مالک بن عتاب ابوالاسود تغلبی ۔الاہبی بصحنک فاصبحینا، ولاتبقی خمور الاندرینا۔۶۔طرفتہ بن العبدالبکری ۔لخولتہ اطلال ببرقتہ ثہمد۔تلوح کباقی الوشم فی ظاہرالید،۷۔ابوعقیل لبیہ بن ربیعہ العامری ۔عفت الدیار محلہا فمقامہا۔بمنی تابد غولہا فرجامہا۔

۲۹۔دعوت کناں = دعوت کرتے ہوئے۔(دعوت = بلانا۔دعا کرنا۔ضیافت۔راہ دکھانا۔راہنمائی۔راہبری) اسلام کی طرف بلاتے ہوئے۔قرص ماہ = چاند کی ٹکیہ۔چاند جو ٹکیہ کی مانند ہے (قرص = ٹکیہ۔ٹکی۔گردہ۔روٹی) (کشمیر میں چھوٹی سی گول روٹی کو گردہ کہتے ہیں) جسم۔جثہ۔تن۔جرم (جرم کا اطلاق ارضیات اور فلکیات

دونوں پر ہوتا ہے) قرص تو تب ہی استعمال میں ہوگا جب چاند پورا دکھائی دے یا کامل چاند ہو۔ اس لئے قرص ماہ کی اصطلاح پورے چاند کے معنی میں ہے۔ (سورج کو قرص زر، قرص زرِ مغربی، قرص ہفت درہ (سات آسمانوں کے لحاظ سے) اور چاند کو قرص سیمین اور قرص سرد بھی کہتے ہیں (اس لحاظ سے سورج کو قرص گرم بھی کہا جاتا ہے)۔
گردخوان = خوان کے معنی ہیں تھال۔ سینی۔ مجمہ۔ خوردنی۔ وہ خودرو گھاس جو کھیتی سے نکال دی جاتی ہے۔ سُفرہ۔ طبق۔ لکڑی کا طبق۔ گردِ = گول۔ حلقہ۔ دوائی کی گولی۔ جب۔ جبوب۔ چاروں طرف۔ جمع ہونا۔ (گرد آمدن) ترگاہ۔ شہر۔ بستی۔ دائرہ۔ حدود [جدید فارسی میں گرد موتیوں کی اس مالا کو بھی کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے چہرے کے ارد گرد باندھتی ہیں نیز مصنوعی یا قدرتی پھولوں سے تیار کی گئی مالا جسے حلق کے نیچے سے کانوں تک زینت کے لئے عورتیں اور دلہنیں لگاتی ہیں]۔ گردخوان = گول سینی یا گول سفرہ۔ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کی طرف بلانے کے دوران دشمنوں اور مشرکین کیلئے راستہ روشن بنانے کی غرض سے آپؐ نے ان (مشرکین) کے جواب میں یہ معجزہ بھی عمل میں لایا کہ آپ نے چاند کی روٹی (ٹکیہ) کا ٹکڑا اس گول سفرے (دسترخوان) یعنی آسمان پر کاٹ دیا یعنی آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو شق کر ڈالا۔ اس نعتیہ شعر میں رسول اکرمؐ کے چاند کو چاک کر دینے کے معجزہ (معجزہ شق القمر) کی طرف مولانا جامیؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اہل مکہ حضرت رسول اللہؐ سے مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ آپؐ ہمیں کوئی آشکار نشانی دکھائیں جس کو دیکھ کر ہمیں یقین آجائے کہ آپ بیشک اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ آپ نے اللہ کے حکم سے ان کو یہ نشانی دکھائی کہ آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی طرف اپنی انگلی مبارک سے اشارہ کیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تب سے یہ پیغمبرانہ عمل معجزہ شق القمر کے نام سے مشہور ہے اس کی روایت حضرت انس ابن مالکؓ نے کی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بھی معجزہ شق القمر کی روایت کی ہے اور فرمایا کہ شق القمر ہوتے وقت حضرت رسول اکرمؐ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "لوگو! گواہ رہو کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔" (ملاحظہ ہو: صحیح بخاری جلد چہارم جلد پنجم صفحات ۲۵۱ اور ۶۲۔ صحیح مسلم جلد ۱۷ صفحہ ۱۴۵ مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۲۰۴: البدایہ وَالنّہایہ جلد سوم صفحہ ۱۱۸ و جلد ششم صفحات ۷۴۔۷۷۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۱۲ و جلد چہارم صفحہ ۲۶۱)

۳۰۔ عصر = دیگر کی نماز۔ دن کا اخیر۔ زمانہ۔ روزگار۔ نچوڑ۔ پھل نچوڑنا۔ دورہ۔ غروب آفتاب تک دن کا آخری حصہ۔ صلوٰۃ عصر۔ عصر کے وقت کی نماز۔ جب حضرت علی مرتضیٰؓ سے عصر کی نماز فوت ہوئی تو ان کی خاطر وقت کو دراز کرنے کے لئے رسول اللہؐ نے دعا فرمائی اور مشرق سے طلوع ہونے والے آفتاب کو جو ڈوب چکا تھا مغرب سے لوٹا کر پھر روشن کر دیا تاکہ علی مرتضیٰؓ عصر کی نماز کی تکمیل کر سکیں۔ اور اس طرح سے یہ معجزہ عمل میں

لایا۔اس طرح کے معجزے معجزات سیف اللسانی کہلاتے ہیں۔سیفِ زبان سے مراد ہے کہ زبان سے جو کچھ نکل جائے ویسا ہی ہو کر رہے اور کسی طرح بھی نہ ٹلے۔رسول اکرمؐ نے ادھر دُعا فرمائی اُدھر قبول ہوئی کن فیکن کی طرح۔ آپؐ نے سورج کے لوٹ آنےکی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور سورج لوٹ آیا۔سیف اللسان والے کئی معجزے رسول برحقؐ سے عمل میں آئے ہیں۔مثلاً عبد الرحمٰن ابن عوفؓ آپ کی دعا سے مالدار ہو کر لاکھوں کے مالک ہو گئے۔حضرت سعدؓ کے لئے دعا فرمائی اے اللہ سعد کو مستجاب الدعوات بنا دے۔چناچہ سعدؓ جو دعا کرتے وہ قبول ہو جاتی۔حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے لئے بچپن میں آپؐ نے علم وحکمت کی دعا کی اور وہ عالم ترین صحابہ ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے قوی حافظہ کی دعا فرمائی اور وہ اس کے بعد کوئی چیز نہیں بھولے۔قریش نے جب آپؐ کی سخت مخالفت کی تو آپؐ نے ان کے حق میں بد دعا کی کہ خداوندا ان پر قحط نازل فرما۔چنانچہ قریش قحط میں مبتلا ہوئے۔مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔خطبہ جمعہ کے دوران ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یارسول اللہؐ! بارش کے لئے دعا فرمایئے تاکہ قحط ٹل جائے۔رسول برحقؐ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔اسی وقت پانی برسنے لگا۔یہ میں نے چند مثالیں لکھی ہیں۔[مزید مثالوں کے لئے دیکھئے رسول اللہؐ پر تمام کتابیں جواب تک لکھی جا چکی ہیں ۔ہندوستان اور پاکستان میں بالخصوص سیرت مبارک پر لکھی گئی کتابیں]۔اس نعتیہ شعر میں چند اور الفاظ کے معنی ۔۔ترکاھلی = وقت کو دراز اور لمبا کرنا۔[تر= سفید تر.دراز تر.بہتر.تازہ۔جدید.گیلا۔طراوت۔مرطوب.فاسق.جوئے میں لڑنے والا آدمی یا ہاری ہوئی رقم واپس چھین لینے والا آدمی۔وہ شخص جو معمولی بات سے خشم سے بیقرار ہو جائے اور جھگڑا کرے۔بھیگا ہوا۔لتھڑا ہوا۔صاف.آبدار.پاکیزہ؛بہت۔زیادہ.شرمندہ= نادم۔۔۔مجرم.گنہگار.بدکار.ایک چھوٹا سا خوش آواز پرندہ جسے مولا کہتے ہیں۔کاھلی۔فوت ہوا وقت۔] منجلی= روشن.تابان.ظاہر.آشکارا.وطن سے باہر جانےوالا.جلوہ نما ہونا.جلوہ گر.روشن ہونے والا.غرب = مغرب.پچھم.سورج اور چاند کے غروب ہونے کی جگہ.بڑا ڈول.پانی رکھنے کا برتن۔دور ہونا.چھپ جانا.نیچے بیٹھ جانا۔فراق.جدائی۔آنسو۔آنسو بہانا۔آنسو بہنے کی جگہ۔ زبان کی تیزی۔تلوار کی تیزی۔ہر چیز کی تیزی۔تیز چلنے والا گھوڑا۔دانتوں کی چمک.آنکھ کے کونے کا ناسور۔وہ تمام ممالک جو دوسرے ملکوں کی نسبت مغرب کے طرف میں واقع ہوں،شمس خاوران۔شمس= آفتاب۔سورج۔ خورشید(یہ نورانی کرہٗ جو ثوابت میں سے ہماری طرف نزدیک ترین ہے باقی ثوابت کے مقابلے میں بہت چھوٹا مانا جاتا ہے۔زمین سے اس کا فاصلہ چودہ کروڑ انچاس کلومیٹر ہے اور یہ نور وہ آٹھ منٹ اور تیرہ سیکنڈ میں طے کرتا ہے۔یعنی کرہٗ زمین تک اس کی روشنی کو پہنچنے میں آٹھ منٹ اور تیرہ سیکنڈ لگتے ہیں۔) خاوران= مغرب.مشرق. موسیقی میں ماہور کا ایک مقام.ایران میں خراسان میں ایک جگہ کا نام تھا جس کے اہم شہر یہ تھے: رُوند (ابوالفرج

رونی مشہور شاعر کا وطن) میہنہ نسا ابیورد (انوری ابیوردی کا وطن) اور درہ گز۔

۳۱۔ خصم = دشمن. جھگڑا کرنے والا۔ مالک۔ صاحب۔ دغا = دھوکا فریب. دھوکہ باز فریبی ۔ مکار. نادرست معیوب ۔ جعلساز۔ حرام زادہ. کھوٹا سکہ. نقلی سکہ۔ مکر. خس و خاشاک. برہان نما = دلیل دکھانے والا۔ حجت پیش کرنے والا۔ (برہان = قطعی دلیل) دلیل قاطع. یقینی دلیل ۔ حجت. یقینی مباحث سے مرکب قیاس جو دو حرمِ مبحث کے یقینی ہونے نہ کہ قیاسی ہونے کا نتیجہ دے جیسے کہ ہم کہتے ہیں ہر انسان حیوان ہے اور ہر حیوان جسم ہے اس لئے یہ یقینی نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہر انسان جسم ہے۔ الزام حجت = الزام یعنی لازم کرنا. کسی چیز کا اپنے یا کسی اور کے اوپر لازم کرنا۔ کوئی کام کسی کے سپرد کرنا۔ کسی پر کوئی بات لگانا۔ واجب بنا دینا۔ مبتلا کر دینا۔ اثبات۔ حجت = دلیل۔ برہان ۔ غلبہ ۔ سبب ۔ موجب ۔ حکم ۔ امر. قاضی کا فتویٰ. رہبر ۔ پیشوا۔ رہنما۔ سند۔ الزام حجت = دلیل کو لازم بنا دینا۔ دلیل کو کامل کر دینا۔ دلیل کی تکمیل۔ اتمام حجت ۔ حصا = سنگریزہ۔ بے شما سنگریزے (اسکا واحد ہے حصاۃ) کنکر. ٹھیکریاں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جس روز جھگڑالو اور فریبی دشمنوں کے آگے آپؐ نے ان کے شرک کو مٹانے اور اسلام کی توحید اور اپنی سچی رسالت ان کے دلوں میں اتار دینے کی خاطر دعوت دی تو آپؐ نے اللہ کے فضل و کرم سے اپنے سچے رسولؐ ہونے کے حق میں ان مشرکوں کے سامنے اتمام حجت کے لئے یہ معجزہ عمل میں لایا کہ آپ کے مبارک ہاتھوں میں سنگریزوں نے اللہ کی پاکی بیان کی۔ اس معجزہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ معجزہ مشرکین کی تسلی کے لئے عمل میں لایا گیا لیکن ایک اور روایت البدایہ والنہایہ جلد ششم صفحات ۱۳۲۔۲۰۴ اور تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۴۲ کے حوالے سے اسی معجزہ سے متعلق یوں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ کے عہد مبارک میں میں اس تلاش میں رہا کرتا تھا کہ آپؐ سے تنہائی میں ملاقات کروں اور سوالات پوچھا کروں۔ ایک روز گرمیوں کے موسم میں حضور پاکؐ کے متعلق دوپہر کے وقت خادم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپؐ فلاں جگہ پر ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا رسول اللہ تنہا تشریف فرما ہیں۔ مجھے خیال ہوا شاید آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے مگر میں نے سلام کیا اور آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا تمہیں کون سی چیز یہاں لے آئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت۔ آپ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور میں بیٹھ گیا۔ میں خاموش تھا نہ میں نے کوئی سوال پوچھا اور نہ ہی آپ نے مجھ سے کچھ فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ تیز تیز چلتے ہوئے وہاں آگئے اور سلام کیا۔ آپؐ نے ان سے وہی سوال پوچھا اور انہوں نے بھی میری طرح کا جواب دیا۔ آپؐ نے اُنہیں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور وہ آپؐ کے روبرو ایک منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اُنہیں میرے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ آکر میری دائیں جانب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد عمرؓ اور عثمانؓ بھی

آ گئے اور ان سے بھی آپؐ نے وہی سوال کئے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے کوئی بات کی، جو میری سمجھ میں نہ آئی اور فرمایا "وہ تھوڑی ہی رہ جائیں گی" یا "تھوڑی ہی رہ گئی ہیں"۔ یہ کہہ کر آپؐ نے کچھ کنکریاں اپنے دست مبارک میں اٹھائیں جو تعداد میں یا سات تھیں یا شاید نو۔ آپؐ نے مٹھی بند کر لی اور کنکریوں نے تسبیح پڑھنا شروع کر دیا۔ ہم نے اسطرح کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز بھنبھناہٹ کی صورت میں سننے میں آتی ہے۔ میں رسول اللہؐ کے بالکل ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ نے مجھ کو چھوڑ کر یہ کنکریاں ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیں اور انکی مٹھی میں بھی کنکریوں نے ویسے ہی تسبیح پڑھی۔ ابوبکرؓ سے کنکریاں لے کر رسول اللہؐ نے انہیں زمین پر پھینک دیا اور وہ خاموش ہو گئیں پھر آپؐ نے ان کنکریوں کو عمرؓ کے ہاتھ میں دیدیا تو ان کے ہاتھ میں بھی کنکریوں نے تسبیح پڑھی اور ہم نے اسے سنا۔ ان سے لے کر آپؐ نے انہیں پھر زمین پر پھینک دیا اور اٹھا کر عثمانؓ کے ہاتھ میں دے دیں۔ کنکریاں عثمانؓ کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھتی رہیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے ان سے کنکریاں لے لیں اور زمین پر پھینک دیں اور پھر وہ خاموش ہو گئیں۔

۳۲۔ حنانہ: مسجد نبوی میں وہ مشہور و مقدس ستون جس کے ساتھ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ بہت نوحہ کرنے والا۔ بہت نالہ وفریاد کرنے والا۔ پہلے خاوند کی یاد میں نوحہ کرنے والی عورت۔ وہ عورت جو پہلے شوہر کی اولاد پر مہربان ہو اور موجودہ شوہر کے مال سے ان کو دے۔ وہ کمان جو تیر چھوڑتے وقت آواز دے۔ حنین = نوحہ کرنا۔ آرزومندی۔ زاری۔ نالہ وفریاد۔ رونے کی شدت۔ شفقت۔ اشتیاق (در حنین آمدن = نالہ وفریاد کرنا۔ نوحہ کرنا)۔ فرقت = جدائی۔ فراق۔ دوری۔ مفارقت۔ نازنین = صاحب ناز: ناز کرنے والا: نازک اندام: باریک اندام: نفیس: گران بہا: نازک اندام محبوب۔ لطیف بدن۔ معشوق باریک تن۔ ناز و نعمت میں پلا ہوا۔ گرامی۔ عزیز و محبوب۔ لاڈلا۔ دلربا۔ خوبصورت۔ سامعان = سننے والے (سامع کی جمع یا سماع کی جمع۔ سامعین اور سامعون بھی جمع ہے) گوہر فشان = موتی بکھیرنا۔ موتی بکھیرنے والا۔ (کنایہ ہے موتی جیسی گران بہا باتیں سننے والوں تک پہنچانا۔ قابل قدر باتیں سنانا)۔ موتی نثار کرنا۔ فصیح و بلیغ آدمی۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ستون حنانہ حضرت رسول نازنینؐ کے دور رہنے کے صدمے سے نوحہ و فریاد کرنے لگا جب رسول اکرمؐ نے اس کے ساتھ تکیہ لگانے کا عمل چھوڑ کر منبر شریف سے صحابہ کرامؓ میں خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ یہ ایک معجزہ کی طرف اشارہ ہے جسے معجزہ حنین جذع کہتے ہیں۔ حنین (نوحہ۔ فریاد۔ فراق محبوب میں عاشق کے منہ سے نکلی ہوئی آواز کو بھی حنین کہتے ہیں) جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنا کو کہتے ہیں۔ اس معجزہ کو صحیح بخاری۔ صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند شافعی، مسند احمد، سنن نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، بیہقی، طبرانی

اور ابویعلی نے روایت کیا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ میں ابی ابن کعب، جابر ابن عبداللہ، انس ابن مالک، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس۔ سہل ابن سعد الساعدی، ابوسعید خدری، بریدہ ابن خطیب سلمیٰ، ام سلمہ ام المومنین اور مطلب ابن ابوروداعہ قرسانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔ اور عینی روایت سے بھی بیان کیا ہے۔ اس معجزہ شریف کا واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی تو شروع میں اس میں منبر نہیں تھا۔ (منبر کے معنی ہیں آواز بلند کرنے کی جگہ) رسول اللہؐ خطبہ کے وقت کھجور کے ایک خشک ٹنڈ کیساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد تمیم داری نے رسول کریمؐ کی اجازت سے منبر بنوایا جو تین زینوں کا تھا یعنی دو زینے اور تیسری تشریف رکھنے کی جگہ۔ صحیح بخاری میں ہے جب پہلی دفعہ رسول اللہؐ نے منبر پر خطبہ شروع فرمایا اور کھجور کا ستون حضورؐ کی ٹیک لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا تب نوحہ وفریاد کی آواز اس سے بلند ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں: صاحت النخلته صاح الصبی یعنی وہ بچوں کی طرح چلّایا اور حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ سمعنا لذالك الجذع صوتا لصوت العشار یعنی ہم نے اسکی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی سی آواز سنی۔ حضرت رسول اکرمؐ منبر سے اترے اور اس پر اپنا دست شفقت رکھا اور وہ چپ ہو گیا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے اس ستون حنانہ کو منبر کے متصل دفن کرایا۔ (رُوحی فِدَاكَ یا رَسُول الله)

۳۳: اشجار = شجر کی جمع یعنی درخت. (اشجار = شجرہ کی جمع اور شجرہ کے معنی ہیں ایک درخت) کنف = حمایت۔ پناہ۔ حفاظت۔ سایہ۔ کنارہ۔ طرف۔ مشاہدانہ۔ بھنگ کا بیج۔ قفا = گردن کے پیچھے کا طرف۔ گردن کا پچھلا حصہ۔ پشت۔ پیچھے۔ عقب۔ گدی۔ پس پشت۔ پیٹھ پیچھے۔ دھون۔ گردنی۔ گردنی پر مارا جانے والا مکا (شعر کا ترجمہ دیکھیں)۔ مولانا جامیؒ اس میں ایک اور معجزہ حضرت رسول اللہؐ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں نباتات و جمادات سے بھی رسالت حضور اکرمؐ کی گواہی دینا مقصد ہے۔ جس طرح سے کنکروں نے بھی نبی برحق حضرت نبی کریمؐ کی رسالت کی صداقت کے پیش نظر انکے دست مبارک میں تسبیح پڑھی تھی اسی طرح حضور نبی کریمؐ کے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہونے کی شہادت نباتات و جمادات نے یوں دی کہ آپؐ کی خواہش پر کافروں کے سامنے درختوں کی پوری قطار چل کر آپکے آگے کھڑی ہو گئی۔ اور اس جھنڈ میں ستانے کیلئے آپؐ داخل بھی ہوئے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ خواجہ کونینؐ کی نبوت کی شہادت شجر و حجر نے بھی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو قوت گویائی عطا کی اور شہادت دی کہ اشهد ان لااله الاالله و اشهد ان محمد رسول الله حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھے صلوٰۃ وسلام کرتا تھا اور میری نبوت کی گواہی دیتا تھا۔

۳۴۔ اعداء = عدو کی جمع یعنی دشمن۔ سم = زہر۔ ہر وہ مادہ جو انسان یا جانور کی زندگی کو ختم کرنے یا اس میں خلل

ڈالنے کا موجب ہو۔ سنکھیا۔ (شعر کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے) اس شعر میں مولانا جامیؒ نے بکری کے زہر آلودہ گوشت کی طرف سے اسے نہ کھائے جانے کی التماس کرنے کے معجزۂ رسول کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے جب رسول کریمؐ نے خیبر کا قلعہ مسخر کر کے وہاں قیام فرمایا تو اس اثناء میں ایک یہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحارث نے حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیجا جو ایک بکری کے گوشت کی صورت میں تھا۔ اس عورت نے دریافت کروالیا تھا کہ حضور اکرمؐ کو بکری کے کس حصے کا گوشت زیادہ پسند ہے اور اس عورت نے اسی حصے کو زیادہ زہر آلودہ کر دیا تھا۔ یہ مکروہ عورت خود بھُنی ہوئی بکری لے کر آئی اور اسے حضور پاکؐ کے سامنے پیش کیا۔ حضور اکرمؐ نے گوشت اٹھایا لیکن ابھی تناول نہیں فرمایا۔ اور صحابہ کرامؓ جو مجلس میں حاضر تھے انہوں نے اس میں سے کچھ کھایا مگر حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ رک جاؤ اسے مت کھاؤ۔ اس بکری نے مجھے خبر دی ہے کہ میں زہر آلودہ ہوں۔ یہ معجزہ سیرت رسولؐ سے متعلق تمام کتابوں اور احادیث کی سبھی کتابوں میں مرقوم ہے جیسے سیرہ ابن ہشام، صحیح بخاری، المغازی، الاستیعاب، المسند، الاصابہ۔ البدایہ والنہایہ، اسد الغابہ۔ سنن بیہقی، طبقات ابن سعد وغیرہ۔

۳۵۔ محن = محنت کی جمع یعنی محنتیں۔ مصیبتیں۔ تکلیفیں۔ دکھ۔ رنج۔ بلا۔ سختیاں۔ مشقتیں (محن کنایہ ہے دنیا سے) عناکب = عنکبوت کی جمع یعنی مکڑی۔ پردہ تن = پردہ بننے والا، جال بننے والا (تن = تنیدن سے یعنی بننا۔ مکڑی یا ریشمی کیڑے کی تار بننا۔ ویسے تنیدن کنایہ ہے فریب یا دھوکہ دینے سے۔ لپیٹ لینے کو بھی تنیدن کہتے ہیں۔ گویا یہاں اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی بننے والا) حسود = حاسد۔ حسد برتنے والا۔ بدخواہ۔ بہت حسد کرنے والا۔ کسی کی نعمت کا زوال چاہنے والا۔ رشک کرنیوالا۔ پرفتن = فتنوں سے پُر۔ [فتنہ یعنی گمراہی۔ گمراہ ہونا۔ عذاب۔ دیوانگی، رسوائی، کفر۔ رسوا کرنا۔ آزمائش کرنا۔ حیرت۔ تعجب۔ اولاد، مال۔ عاشق فریفتہ۔ معشوق۔ محبوب۔ آزمائش کیلئے آگ میں سونا چاندی کو پگھلانا۔ رائے و تدبیر میں لوگوں کا اختلاف کرنا۔ گناہ کرنا۔ گناہ۔ آشوب۔ عبرت۔ فریفتہ۔ جنگ۔ لڑائی۔ معشوق جو باعث فتنہ ہو۔ عنبر کا درخت۔ چائے کی ایک قسم کا معطر بوٹا] فتن جمع ہے فتنہ کی، (ترجمہ ملاحظہ ہو)۔

۳۶۔ بر رغم = برخلاف۔ برعکس (رغم کے معنی ہیں خاک آلودہ ہونا۔ ذلیل ہونا۔ کسی کے خلاف ایسا کام کرنا جس سے وہ ذلیل و رسوا ہو جائے) علے الرغم بھی کہتے ہیں۔ بیضہ = انڈے۔ مرغی یا جانور کا تخم۔ خایہ۔ خصیہ۔ خود کی کلاہ۔ حمام = کبوتر۔ ہر طوق دار پرندہ جیسے فاختہ۔ قمری وغیرہ۔ اس شعر میں اور اوپر کے شعر میں حضرت رسول اکرمؐ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے سلسلے میں غار حرا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہمراہی میں پناہ لینے کی طرف

اشارہ ہے جس میں یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا کہ مشرکین اور بدخواہ کافروں کی ایذاء رسانی سے دور رہنے کیلئے غار کے باہر مکڑی نے جال بن لیا اور جال بن جانیکے بعد مادہ کبوتروں نے یا کبوتر نے اس میں انڈے دیے۔ اور جب فتنہ پرست کافر حضور پاکؐ کی تلاش میں اس غار کے دروازے تک آگئے جس کے اندر حضرت سرور کائناتؐ اپنے رفیق شفیق صدیق اکبرؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے تو کافروں نے غار کے دروازے پر مکڑی کی جال اور اسمیں کبوتروں کے انڈے دیکھ کر یقین کر لیا کہ اندر کوئی نہیں ہوگا۔ اور اس طرح سے گمراہوں اور دشمنان رسولؐ کی وہ جماعت وہاں سے چلی گئی۔ یہ معجزہ رسول اکرمؐ کا اولین اہم معجزہ ہے۔

۳۷۔ بری = مبرّا۔ خالی۔ برکنار۔ بیزار۔ الگ۔ بے عیب۔ بے قصور۔ بے گناہ۔ بے لوث۔ پاک [از دین بری = دین سے خالی و محروم۔ دین سے کنارہ کش۔ دین سے بے زار بے دین لوگ] ذیب = بھیڑیا۔ گرگ۔ ضب = سوسمار۔ گوہ [غصہ۔ کینہ۔ حسد۔ ورم۔ ایک مرض کا نام۔ زمین پر سونا۔ ہونٹ کی ایک بیماری کا نام] مولانا جامیؒ اس میں حیوانوں کے بارے میں ان کی رسول اکرمؐ کے سچے رسول خداؐ ہونے سے متعلق گواہی دینے کے معجزہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مشرکین کی ایک جماعت کے سامنے آپؐ ان کو دین اسلام اختیار کرنے کی تبلیغ فرما رہے تھے تو قریب سے سوسمار اور بھیڑیا آکر نکلے اور انہوں نے آپ کی دعوت پر گواہی دے کر کہا کہ اشہد ان لا الـٰـہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ۔

۳۸۔ وفق رائے = رائے کے موافق۔ رائے کے عین مطابق۔ کمین = ادنیٰ تھوڑا۔ کم۔ کمترین۔ ناقص۔ ناتمام پست۔ شکار یا دشمن کیلئے کسی جگہ چھپ کر بیٹھنے والے۔ کسی کی گھات میں بیٹھنے والے۔ دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے چھپ کر بیٹھنا۔ کمین کرنے کی جگہ۔ مولا = بندہ۔ نوکر۔ غلام۔ دوست۔ سرور۔ مخدوم۔ آقا۔ خداوند، مددگار۔ رفیق۔ ہمسایہ۔ صاحب۔ آزاد کیا گیا۔ آزاد کرنے والا۔ (اس لفظ کو مولےٰ یا مولیٰ کی صورت میں بھی لکھا جاتا ہے) شیر ژیان = ژیان یعنی غضبناک۔ خشمناک۔ تُند خو۔ غصہ میں بھرا ہوا۔ خشم آلود۔ خشمگین (شعر کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے) یعنی خود اپنی رائے کے موافق یعنی اپنی خواہش سے راہوں میں سامنے آنے والے غضبناک شیر بھی آکر رسول اکرمؐ کے پائی مبارک پر اپنا سر جھکاتے اور ان کے ادنیٰ غلام بن جاتے تھے۔ شیروں کے غلام بن جانے سے متعلق میں صرف یہ دو واقعات بیان کروں گا۔ حضور اکرمؐ کے آزاد کردہ غلام سفینہؓ سے ابن سعدؒ، بیہقی، ابونعیم اور حاکم نے روایت کی ہے کہ انہوں نے سمندری سفر کیا۔ جہاز ٹوٹ گیا۔ اور وہ ایک تختہ پر بیٹھ کر ساحل پر آگئے۔ اس کے قریب جنگل تھا جو شیروں کی آماجگاہ تھا۔ ایک شیر میری طرف بڑھا۔ میں نے شیر سے مخاطب ہوکر کہا کہ میں حضرت رسول اکرمؐ کا غلام ہوں۔ شیر دم ہلانے لگا اور میرے برابر چلتا رہا۔ مجھے راستے پر ڈال دیا۔ جب

میں اس سے الگ ہوا تو وہ دھاڑ تا تھا گویا مجھے رخصت کر رہا تھا۔

تفسیر ابن کثیر (جلد چہارم) الاصابہ (جلد دوم) اور سنن البیہقی (جلد پنجم) کے حوالے سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابولہب کے بیٹے عتیبہ نے حضور پاکؐ کے معراج کے بارے میں گستاخی کے الفاظ کہے تو حضور نے اس کے حق میں بددعا کی اور فرمایا کہ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط کر دے۔ ابولہب کی پرسش پر عتیبہ نے جب رسول اللہؐ کی بددعا سے اسے آگاہ کیا تو ابولہب نے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! خدا کی قسم میں اس کی بددعا سے تمہیں محفوظ نہیں سمجھتا۔ ہبار ربن اسود جو اس کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ شام کے سفر میں ہم رات کو ایک گرجا میں اترے اور وہاں کے راہب نے ہم سے کہا کہ یہ علاقہ بڑا خطرناک ہے یہاں بکریوں کی طرح شیر پھرتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر ابولہب گھبرایا اور اس نے ہم سے کہا کہ میرے بیٹے عتیبہ کو سامان کے اوپر چھپا دو مجھے (رسول اللہؐ) اس شخص کی بددعا نے پریشان کر رکھا ہے۔ ہبار ر کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ رات ہوگئی۔ جنگل سے ایک شیر آیا۔ اس نے ہم سب کے چہروں کو سونگھا لیکن کسی کو کچھ نہ کیا۔ سامان کے اوپر چھلانگ لگا کر عتیبہ کو سونگھا اور پھر سونگھنے کے بعد اس کو چیر اپھاڑا اور سر کو کھول دیا اور ابولہب کہے جارہا تھا "میں جانتا تھا میرا بیٹا محمدؐ کی بددعا سے کبھی بچ نہیں سکے گا"۔

۳۹۔ کف بُر بُزی = ایک ایسی بکری جس کے پاؤں فرسودہ ہو چکے ہوں۔ گھس پٹ چکے ہوں اور یہ بکری کے بوڑھا ہو جانے کی ایک علامت ہے۔ [کف = ہتھیلی۔ پاؤں کا تلوا۔ جھاگ۔ سوختہ۔ پنجہ۔ خشمگین ہونا۔ سیاہ رنگ کا مادہ جسے مشاطہ عورتیں دلہنوں کے ابروؤں پر لگاتی ہیں۔ کاجل۔ سطح ترازو کا پلڑا (جسے کفہ بھی کہتے ہیں)] کف بُر = بُر (بریدن سے) کٹے ہوئے پاؤں والی۔ کبسر = عمر رسیدہ۔ بزرگ سالی۔ کبرسنی۔ عمر میں کسی سے بڑا ہونا۔ کلاں سالی۔ بڑھاپا۔ میش = بھیڑی۔ بھیڑ۔ اون والی مادہ بھیڑ (شعر کا ترجمہ دیکھ لیجئے) مولانا جامیؒ اس شعر میں رسول اکرمؐ کے اس معجزہ کی بات کر رہے ہیں جو ام معبدؓ کی بوڑھی بکری سے متعلق ہے اور جو احادیث کی اور سیرت رسولؐ کی تمام کتابوں میں درج ہے۔ قصہ یوں ہے۔ کہ سفر ہجرت میں رسول اللہؐ صدیق اکبرؓ اور عامر بن فہیرہؓ یا ابن اریقطؓ کے ہمراہ (جو راہ سے واقف تھا) ام معبدؓ عاتکہ بنت خالد خلید خزاعیہ کے خیمے سے گذرے۔ یہ عمر رسیدہ عورت تھی اور خیمہ کے آگے بیٹھ کر گذرنے والے کو پانی پلاتی اور کھجوریں وغیرہ بھی بیچا کرتی تھی۔ یہ مبارک قافلہ آرام کے لئے وہاں ٹھہرا۔ رسول اللہؐ نے بڑھیا سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے، بڑھیا نے کہا کہ اگر کچھ ہوتا تو میں خود ہی پیش کرتی۔ (ان ایام میں قحط بھی سخت پڑا تھا) ام معبدؓ کے بھائی جیش ابن خالد (جو بعد میں فتح مکہ کے دن شہید ہو کر قتیل البطحاء کہلائے) کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دبلی پتلی کمزور ونحیف بکری کھڑی تھی جسکے بارے میں

نبی اکرمؐ نے پوچھا۔ام معبدؓ نے جواب دیا۔ یہ بہت کمزور ہے۔ریوڑ کے ساتھ چل ہی نہیں سکتی شاید بیمار بھی ہو۔ اس لئے یہاں رہ گئی ۔آپؐ نے پوچھا اگر اجازت ہوتو ہم اسے دودھ لیں۔ وہ بولی اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو یقیناً دوہ لیجئے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا ایک بڑا برتن لاؤ۔ پھر بسم اللہ پڑھکر بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرنے کے بعد دودھ نکالنا شروع کیا ۔ برتن بھر گیا تو سب کو پلایا۔ دوسری بار پھر دودھ نکالا۔ برتن بھر گیا تو پھر دوبارہ سب کو پلایا گیا۔آخر میں خود حضرت رسول اللہ نے پیا۔تیسری بار نکالا جسے گھر والوں کیلئے باقی رکھا۔

۴۰۔اطعام = کھلانا۔کھانا کھلانا۔کھانا دینا۔ طعام = خوراک۔غذا۔ کھانے پینے کی چیز۔روٹی اور پانی۔ طعمہ = خوراک۔غذا۔روزی۔وجہ معاش۔خورش۔ جاگیر جو بادشاہ شاہی اراضی میں سے کسی شخص کو اس کی لیاقت کے پیش نظر یا بااثر و بارسوخ آدمی کو سال بھر کی تنخواہ کے طور پر دیا کرتے تھے۔ یہ رسم قاجاری بادشاہوں کے دور تک ایران میں جاری تھی اس جاگیر کو تیول بھی کہا جاتا تھا (شعر کا ترجمہ دیکھیں) مولانا جامیؒ نے اس شعر میں اس معجزہ بلکہ ان معجزات رسولؐ کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے نتیجے میں تھوڑی سی غذا بہت لوگوں کیلئے کافی ہوگئی۔ان معجزات رسولؐ کو معجزات تکثیر طعام کہتے ہیں۔اس طرح کے کئی معجزات نبی اکرمؐ نے ظاہر فرمائے مثلاً" حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ واقعہ خندق کے ایام میں میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرمؐ نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ رکھا ہے۔معلوم ہوا کہ ایسا آپؐ نے بھوک کی وجہ سے کیا ہے۔اس حالت میں بھی آپؐ اہل صفہ کو سورۂ نساء کی تعلیم دے رہے تھے۔انسؓ نے اپنے باپ کو مطلع کیا جنہوں نے مزدوری کی اجرت کے طور پر جو حاصل کئے۔انسؓ کی والدہ نے آدھ سیر جو پیس لئے اور روٹی پکائی کہ نبی اکرمؐ اکیلے تشریف لائیں تو اچھی طرح سے سیر ہونگے یا ایک دو آدمی بھی ساتھ ہوں تو کام چل جائیگا۔انسؓ کو ماں باپ نے بھیجا اور سمجھا دیا کہ لوگوں کے سامنے کچھ نہ کہنا جب حضورؐ اٹھ کر اندر گھر میں جانے لگیں تب عرض کر دینا کہ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔انسؓ پہنچے تو نبی اکرمؐ لوگوں کے ایک ہجوم میں بیٹھے تھے۔فرمایا تجھے ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟ عرض کیا ہاں۔فرمایا کھانے کیلئے؟ عرض کی ہاں۔فرمایا :لوگو!اٹھو چلو ابوطلحہؓ کے گھر۔سب اٹھ کھڑے ہوئے۔انسؓ نے لپک کر باپ کو اطلاع دی۔اس نے بیوی سے کہا :ام سلیم!رسول اللہ صلی اللہ وسلم تو پوری جماعت کے ساتھ آرہے ہیں۔یہ سن کر وہ بولی اللہ ورسولہ اعلم خدا اور رسول خدا ہی جانتے ہیں کہ اب کیا ہوگا۔ابوطلحہ نے نبی اکرمؐ سے عرض بھی کیا کہ صرف ایک ٹکیا موجود ہے۔حضورؐ نے فرمایا کہ عُکہ یعنی گھی کی کپی لے آؤ۔ کپی سے چند قطرے گھی کے نکلے۔آنحضورؐ نے انگشت مبارک سے روٹی چپڑ دی۔روٹی پھولنے لگی اور برتن سے اونچی ہوگئی۔رسول اللہ نے مردانہ مکان کھلوایا۔روٹی رکھ دی اور زبان مبارک سے فرمایا۔بسم اللہ اللھم اعظم فیھا البرکتہ دس دس آدمی روٹی پر بیٹھتے جاتے اور سیر ہو کر اٹھتے

جاتے تھے۔اسی طرح اسی آدمیوں نے کھانا کھایا (بحوالہ فتح الباری۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ مسند احمد)۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ان کے والد غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجور کی فصل آئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ چلے چلیں تاکہ قرض خواہ حضورؐ کو دیکھ کر مجھ سے رعایت کریں۔ فرمایا تم چلو اور ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ لگا دو۔ میں نے تعمیل کی۔ اتنے میں سرور عالمؐ آ گئے۔ حضورؐ نے بڑے ڈھیر کو تین بار پھر کر دیکھا اور بعد ازاں وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا قرض خواہوں کو بلاؤ۔ وہ آ گئے تو ہر ایک کو ناپ ناپ کر حضورؐ نے کھجوریں دینی شروع کیں حتی کہ سب قرض دار نپٹ گئے اور وہ ڈھیر مجھے جوں کا توں نظر آتا تھا گویا ایک دانہ بھی اس میں سے کم نہیں ہوا۔ (صحیح بخاری) صحیح بخاری میں ہی عبدالرحمٰن ابن حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سو تیس آدمی تھے۔ جب منزل پر اترے تو آپؐ نے پوچھا کہ کھانے کو کسی کے پاس کچھ ہے بھی یا نہیں؟ ایک صحابی کے پاس قریب دو سیر آٹا تھا۔ وہ گوندھ لیا گیا۔ پھر ایک شخص ریوڑ لئے ہوئے وہاں پہنچا۔ اس سے ایک بکری خرید لی گئی۔ بکری کی کلیجی آگ پر بھون لی گئی اور سب میں تقسیم کی گئی۔ بعد ازاں وہی کلیجی دو برتنوں میں ڈالی گئی۔ سب نے اسے سیر ہو کر کھایا پھر بھی ختم نہ ہوئی اور اسے ہم نے اونٹ پر رکھ دیا۔ ابن ابی شیبہ اور احمد اور طبرانی اور ابن سعد نے خبابؓ کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ انکا والد جہاد پر چلا گیا۔ رسول اللہؐ انکے گھر آتے اور بکری کا دودھ دوہ جاتے۔ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب حضرت خبابؓ واپس آ گئے تو انہوں نے دودھ نکالا اور اتنا ہی نکلا جتنا پہلے اس بکری کا ہوا کرتا تھا۔ اس طرح کے کئی معجزات ہیں جن کا ذکر تمام کتابوں میں ہے جو سیرت رسولؐ پر لکھی گئی ہیں۔

۴۱۔ تشنہ بی راہ ورو = کٹھن راہ طے کرنے والے پیاسے یا پیاسا آدمی (بی راہ = کٹھن راہ۔ دشوار راستہ۔ اجنبی راہیں۔ وہ جس کا راستہ کھو چکا ہو۔ راہ سے منحرف۔ گمراہ۔ بے انصاف۔ ناشائستہ کام کرنے والا۔ بے سر گانے والا آدمی۔ رو = روش۔ راہ۔ جانیوالا۔ جانا۔ جاری۔ روان۔ جائز۔ حلال۔ مباح۔ ۔لایق۔ سزاوار)۔ کف = ہتھیلی۔ فرجہ انگشت = انگلیوں کے درمیان کی جگہ یا کشادگی۔ (فُرجہ = کشادگی۔ شگاف۔ رخنہ۔ سیرو تماشا۔ فرصت۔)۔ مولانا جامیؒ نے اس شعر میں رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات یا اس معجزہ کا ذکر کیا ہے جو پانی کے کم ہو جانے پر اس کی بہتات میسر ہو جانے کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مذکور ہے کہ ہم غزوات ذات الرقاع اور وادی افیح میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیلئے پانی طلب فرمایا۔ جابرؓ ڈھونڈ آئے لیکن لشکر میں کہیں ایک قطرہ بھی نہ ملا۔ پھر حضورؐ کے حکم سے حضرت جابرؓ اس انصاری صحابہ کے پاس گئے جو حضورؐ کیلئے پانی رکھا کرتے تھے۔ وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک کے دہانے پر پانی کا ایک قطرہ دکھائی

دیا۔ حکم ہوا کہ وہی لے آؤ۔ رسول اللہؐ نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور پانی کا قطرہ جابرؓ نے دست رسولؐ پر رکھ دیا۔ قطرہ سمندر بن گیا۔ رسول کریمؐ کے بابرکت دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے۔ سب کو بلایا گیا اور سب نے سیرابی حاصل کی۔ اس غزوہ میں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چار سو غازی تھے۔ عمران ابن حصینؓ سے روایت ہے ہم سفر میں تھے (معارج النبوۃ کے حوالے سے یہ سفر تبوک کا سفر تھا) صبح کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی کیونکہ سب سوتے رہ گئے تھے مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ تم آگے آگے چلو۔ راہ چلتے ہم کو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس گاؤں سے پانی ایک دن اور ایک رات کے فاصلے پر ہے۔ صحابہ اس عورت کو رسول اللہؐ کے پاس لے گئے۔ عورت نے یہ بھی سوالوں کے جواب میں کہا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے۔ نبی رحمتؐ نے اسکے مشکیزوں کو دست مبارک سے چھو دیا۔ پانی بہ نکلا۔ چالیس صحابہ نے جو سخت پیاسے تھے سیر ہو کر پانی پی لیا اور مشکیزے جتنے ساتھ تھے وہ بھی بھر لئے (اونٹوں کو وہ پانی نہیں پلایا) عمرانؓ کا بیان ہے کہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے بھرے دیکھے جاتے تھے گویا اب پھوٹ پڑیں گے۔ عورت نے اپنے گاؤں میں پہنچ کر اس معجزہ کا ذکر کیا۔ وہ دور افتادہ لوگ رسول اللہ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گئے۔

۴۲۔ لہب = شعلہ۔ آگ کی لپٹ۔ پیاسا ہونا۔ اوپر چڑھا ہوا غبار۔ دُخان = دھواں (شعر کا ترجمہ دیکھئے)۔ مولانا جامیؒ نے اس شعر میں اس معجزہ رسولؐ کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے تاریک راہوں کو روشن کر دیا۔ ابو سلمہؓ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک تاریک رات میں رسول اللہؐ عشاء کی نماز ادا فرمانے کیلئے نکلے۔ آسمان پر کالے بادل چھائے تھے اور سخت اندھیرا تھا۔ اچانک بجلی چمکی اور اس کی روشنی میں آپؐ نے قتادہ ابن نعمانؓ کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا ''قتادہ ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''جی ہاں یا رسول اللہؐ!'' میں نے خیال کیا کہ اس اندھیری رات میں بہت کم لوگ عشاء کی نماز میں حاضر ہوئے ہوں گے اس لئے میں نے چاہا کہ میں مسجد میں ضرور جاؤں گا''۔ حضور رسول کریمؐ نے فرمایا کہ نماز کے بعد مجھ سے مل کر جانا۔ نماز سے فراغت پا کر قتادہؓ آپؐ سے ملنے کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپؐ نے ان کو کھجور کی ایک باریک سی چھڑی عطا فرمائی اور کہا: ''لو اسے پکڑ لو۔ اندھیرے میں یہ دس قدم تمہارے آگے اور دس قدم تمہارے پیچھے روشنی کرے گی''۔ (صحیح بخاری طبقات ابن سعد۔ الاستیعاب۔ اسد الغابہ)

۴۳۔ طرفہ = تازہ چیز۔ نئی چیز اور مطبوع چیز۔ عجیب چیز۔ حیران کن۔ نیا مال۔ معشوق۔ بازی گر۔ جعلساز۔ عمدہ شے۔ تاب = گرمی۔ چمک۔ روشنی۔ توانائی۔ طاقت۔ پیچیدگی۔ قہر۔ غصہ۔ رنج۔ محنت۔ مشقت۔ غرور۔ حرارت۔ سخت گرمی۔ پیچ۔ خلل۔ فساد۔ خشم۔ قہر۔ غم۔ آنکھ کا ٹیڑھا پن۔ جدید فارسی میں اس رسی کو بھی کہتے ہیں جو

دور درختوں وغیرہ کے درمیان باندھتے ہیں اور اس پر بیٹھ کر ہوا میں آتے جاتے ہیں۔ سحاب = ابر۔ بادل۔
مولانا جامیؒ اس اعجاز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کے اس بے پایاں فضل اور لطف و رحمت کے ساتھ تھا جو اس نے اپنے منتخب اور محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم و دائم رکھا تھا۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ اپنے رسولؐ کا سایہ زمین پر پڑنے نہیں دیا۔ بے سایہ رسولؐ تھے اور اس میں آپؐ کو وہی بے نظیری و بے مثالی اور یکتائی حاصل تھی جو انہیں سید المرسلین، رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین اور ایک صاحب معراج رسولؐ خدا ہونے میں تھی۔ دوسرا اعجاز یہ تھا کہ جب سخت گرمی پڑتی تو اس بے سایہ رسول برحقؐ کے سر مبارک پر اللہ تعالیٰ بادل کے ٹکڑے کا سایہ کر دیتا۔ اس پر آپؐ کا وہ سفر شام گواہ ہے جو بعثت سے پہلے آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کی ہمراہی میں کیا تھا اور دور سے بادل کے ٹکڑے کے حرکت کرنے سے ہی بحیرہ راہب نے پہچان لیا تھا کہ یہی ہے وہ جوان رعنا جس کے پیغمبر ہونے کا ذکر انجیل میں ہے۔ رسول خداؐ بعثت سے پہلے اللہ کے منتخب رسولؐ تھے۔ صلی اللہ علیٰ محمد!

۴۴۔ حرب = جنگ۔ لڑائی۔ جنگی۔ لڑنے والا آدمی۔ کارزار۔ پیکار۔ جنگ کرنا۔ خصم بدنہاد = بدفطرت دشمن۔ کمینہ دشمن۔ بدسرشت دشمن۔ بداصل اور بدطینت دشمن۔ ایزد = (پہلوی زبان میں یزد) یزدان۔ خدا۔ آفریدگار۔ فرشتہ (اسی نعتیہ قصیدہ میں شعر (۶) کی توضیحات میں ایزد کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں)۔ فساد = بگاڑ۔ خرابی۔ تباہی۔ تباہ ہونا۔ نابودی۔ فتنہ۔ آشوب۔ نقصان۔ زیان۔ کینہ۔ دشمنی۔ ظلم۔ ستم۔ شرارت۔ بدکاری۔ بیماری۔ کسی عضو کا سڑ جانا یا کمزور و کہنہ ہو جانا۔ اس میں رسول کریمؐ کو ہر غزوہ میں اللہ تعالیٰ کی حمایت و مدد اور یاری و نصرت ہمیشہ شامل حال رہنے کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے اور جس کا حوالہ مولانا جامیؒ نے قرآن مجید کی دو آیات کریمہ سے دیا ہے۔ ایک آیت وما رمیت سے اور دوسری آیت وَ کانَ قاب قوسین سے۔ پہلی آیت یوں ہے: فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللهَ قَتَلَهُمْ وَمَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى وَلِيُبْلِىَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورہ الانفال آیت ۱۷ ...... پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تو نے (خاک کی مٹھی) نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی [اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام میں استعمال کئے گئے] تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے" [ترجمہ اُردو۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ترجمہ قرآن مجید طبع مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی صفحہ ۴۷۳]۔ جنگ بدر میں جب مشرکین اور مومنین کا مقابلہ ہوا اور جنگ شروع ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر ریت اٹھائی اور ہاتھ میں لے کر شاھت الوجوہ کہتے ہوئے مشرکوں کی طرف پھینکی اور اس کے ساتھ ہی آپؐ کے اشارے سے مومنین فوراً اور ایک ساتھ مشرکین پر حملہ آور ہوئے یہ اسی واقعہ

کی طرف اشارہ ہے کہ ہاتھ تو رسول خدا کا تھا صلی اللہ علیہ وسلم مگر ضرب اللہ کی تھی۔ اور یہ نصرت ہر جنگ میں نبی بر حق کو اللہ کی طرف سے نصیب رہی۔ دوسری آیت کریمہ یہ ہے: ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ (سورہ النجم۔ آیت ۸۔۹) "پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا" [ترجمہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی]۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جو کمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں استعمال میں لاتے تھے اگرچہ بظاہر وہ عام کمان ہی تھی لیکن تھی وہ قاب قوسین یعنی اللہ کے ساتھ قربت کی کمان اور قربت بھی ایسی جیسی کہ کمان کے دو گوشوں کی بلکہ اس سے بھی کم۔ اگرچہ یہ آیت کریمہ جبرئیلؑ کے نبی برحق کے نزدیک آنے سے متعلق ہے لیکن قاب قوسین میں قوسین (کمان) کے لحاظ سے مولانا جامیؒ نے اس سے بہت ہی لطیف معانی پیدا کئے ہیں اور کہا ہے غزوات میں کمان بھی بلکہ تیر بھی رسول خداؐ کے دست مبارک میں اللہ کی طرف سے تھے اور ظاہر ہے کہ نصرت خداوندی ہمیشہ آپؐ کے جلو میں رہتی تھی۔ اور یہ بھی ان الطاف کریمہ و عنایات خداوندی میں شامل تھا جو بطور اعجاز رسول اللہ کو پروردگار کریم جل شانہ کی طرف سے حاصل تھے۔

۴۵۔ تنگنائی = تنگی۔ تنگ جگہ۔ سختی۔ دباؤ۔ پہاڑ کا درہ۔ دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔ قبر۔ لحد۔ آدمی کا قالب۔ دنیا۔ چند و چون = کیفیت و کمیت۔ [تنگنائی چند و چون = یعنی یہ زمان و مقدار والی تنگ جگہ۔ محدود وقت اور کیفیت کی تنگ دنیا]۔ کون و مکان = دنیا و مافیہا، دنیا اور تمام وہ موجودات جو اس میں ہیں [کون = وجود۔ ہستی۔ بود۔ مکان = جگہ یعنی وجود کے تمام موجودات۔ دنیا اور سارے موجودات یعنی کل عالم]

۴۶۔ حرم = اس لفظ کی وضاحت اسی قصیدہ کے شعر (۱۲) اور شعر (۱۳) میں ملاحظہ کیجئے۔ مسجد اقصیٰ = بیت المقدس کی مشہور مسجد مقدس جو موجودہ قبلہ بیت اللہ شریف سے پہلے مسلمانوں کا قبلہ تھی۔ یہ مسجد یروشلم میں ہے اور امریکہ کی پشت پر اسرائیل نے اس پر آج کل غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ علم زدن = محاورہ ہے یعنی اعلان کرنا۔ تشہیر کرنا۔ جھنڈا گاڑ دینا۔ جھنڈا لہرانا۔ جھنڈا بلند کرنا۔ نیزہ بلند کرنا۔ [علم کشیدن۔ علم کردن علم شدن۔ علم برپا شدن بھی ان ہی معنوں میں آتے ہیں]۔ یکران ہمت = عمدہ گھوڑا۔ اصیل گھوڑا۔ قیمتی گھوڑا۔ وہ گھوڑا جس کا رنگ سرخ اور گردن کے بال اور دم سفید ہوں۔ وہ گھوڑا جو چلتے وقت پچھلے پاؤں کو دوسرے پاؤں سے چھوٹا ڈال دے۔ بھورے اور زرد کے درمیانی رنگ کا گھوڑا جسے اشقر بھی کہتے ہیں (یکران ہمت = ہمت کا گھوڑا۔ حوصلہ اور عزم و ارادے کا گھوڑا)۔ ملک قدم = قدیم وجود۔ قدیم ہستی کا ملک۔

۴۷۔ قرین = قریب۔ نزدیک۔ نظیر۔ یار۔ ہمنشین۔ مصاحب۔ مانند۔ کسی چیز کا کسی چیز کی مانند ہو جانا۔ ملا ہوا۔ پاس والا۔ دوست۔ بارگاہ = بادشاہوں کا دربار۔ شاہی محل۔ شاہی خیمہ۔ وہ جگہ جہاں بادشاہ لوگوں کو اپنے

حضور میں آنے اور ان سے ملنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بار عام کی جگہ۔ کچہری کی جگہ۔ کسی بزرگ کا مکان۔ دیوان خانہ۔ حاملہ جانوروں کا پیٹ کہ جو حمل کے بوجھ اٹھانے کی جگہ ہے۔ ذوالمنن = (ذو = صاحب۔ خداوند۔ مالک۔ دارا۔ منن = جمع منت یعنی احسان۔ نیکی) صاحب احسان۔ احسان کرنے والا خدائے محسن۔ خدائے کریم۔ رہین = گرو رکھی ہوئے شے۔ مرہون۔ کفیل۔ ضامن۔ رہن رکھا گیا۔ گرو کیا گیا۔ اسیر = قیدی۔ گرفتار۔ مبتلا۔ بندی۔ بندہ۔ غلام۔ خان و مان = اہل خانہ۔ زن و فرزند۔ اہل البیت۔ گھر کے افراد۔ گھر۔ مکان۔ گھر اور اس کا اثاثہ یا سامان۔ گھر بار (خانمان بھی کہتے ہیں)

۴۸۔ اسرار غیبی = غیب کے راز۔ پوشیدہ اسرار۔ (غیب = پنہاں۔ چھپے ہوئے۔ مخفی۔ غایب۔ غیب کنایہ ہے خدا، پیغمبران اور قیامت اور بہشت و دوزخ سے۔ سر۔ راز)۔ گوش ہوش = فہم و شعور کے کان۔ ادراک کے کان۔ عقل و خرد کے کان۔ روح و جان کے کان۔ آگاہی و بیداری کے کان۔ زیرکی کے کان۔ سر بہ سر = ایک سرے سے دوسرے سرے تک۔ اول سے آخر تک۔ تمام و کمال۔ مکمل۔ بالکل۔ برابر۔ مساوی۔ سراسر۔ جملہ۔ دانای بے فکر و نظر = رائے قائم کرنے اور سوچنے کے بغیر دانا ہستی یعنی اللہ تعالیٰ جو ایک ایسی دانا ذات ہے جو کسی کام کے کرنے کیلئے نہ پہلے سے سوچتا ہے اور نہ کوئی رائے قائم کرتا ہے بلکہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کن (ہوجا) اور فیکن (وہ ہوجاتی ہے) اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [وہ تو جب کسی چیز کا رادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ ترجمہ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ سورہ یٰسین آیت ۸۲]۔ گویای بے کام و زبان = ایک ایسی بولنے والی ہستی جس کا نہ منہ ہے نہ زبان یعنی اللہ تعالیٰ جو ایک ایسی ذات ہے جو اعضائے بدنی سے بے نیاز ہے۔

۴۹۔ امّت = جماعت۔ گروہ۔ ایک دین والے۔ ایک دین کی پیرو جماعت۔ گستاخ = شوخ۔ بی پروا۔ نڈر۔ چالاک۔ بی ادب۔ بے حیا۔ مانوس۔ رام۔ جسارت کرنے والا۔ دلیر۔ بے باک۔ بے شرم۔ اُمّتِ گستاخ = لاپروا امت۔ بے فکر و بے پروا امت۔ بساط لطف طی کردن = یعنی لطف و عنایت کی بساط یا سرمائے کو کسی پر ڈال دینا۔ لطف و کرم کا دسترخوان کسی کیلئے بچھا دینا (طے کردن = تمام کرنا۔ پورا کرنا۔ لطف و کرم اور فضل و عنایت کو کسی کے لئے بہ تمام و کمال مکمل کر دینا۔ فرخندہ پی = مبارک قدموں والا۔ نیک پی۔ میمون۔ خوش قدم۔ خوش یمن۔ شفاعت = سفارش۔ وساطت۔ کسی کا کسی سے عفو یا مدد کی درخواست کرنا۔ خواہش۔ التماس۔ کسی کی نجات کیلئے بھلائی کی بات کرنا۔ پی درمیان نہادن = درمیان میں آجانا۔ کسی کام کا انجام دینا۔

یہ پانچ اشعار یعنی شعر ۴۵ سے شعر ۴۹ تک آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور ایک ہی عنوان کے ترجمان ہیں اور

وہ ہے معجزہ معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ذکر مغربی مصنفین کی رسول اللہؐ اور دین اسلام سے متعلق لکھی ہوئی کتابوں میں بھی درج ہے اور احادیث وسیرت مقدس سے مربوط تذکروں، سفینوں اور صحیفوں اور کتابوں میں تفصیل کیساتھ آیا ہے۔ اور یہ واقعہ اِس قدر نمایاں اور یہ معجزہ اس قدر اہم اور استوار ہے کہ مجھے یہاں پر اسے بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ البتہ مولانا جامیؒ کے مقصود کا مختصر ذکر کرنا ان کے ان مربوط اور جڑے ہوئے پانچ اشعار کی روشنی میں لازمی ہے۔ فرماتے ہیں معراج کے سفر پر جب رسول برحقؐ اس محدود دنیا کی کمیت وکیفیت یا اس چند وچون کی محدود دنیا کی جغرافیائی حدود سے روانہ ہوئے تو یہاں کے فاصلے مٹ گئے اور لامحدود وسعتوں کے وہ فاصلے شروع ہوئے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قدم کون ومکان یعنی اس دنیا کی تمام وسعتوں کے برابر تھا گویا انسانی حد نظر کی انتہا بھی اس قدم شریف کی وسعت کا ادراک نہیں کر سکتی تھی۔ جس رات حرم کعبہ سے روانہ ہو کر مسجد اقصیٰ پہنچے اور ابدی وجود کے ملک کی طرف عزم وارادے کے ساتھ روانہ ہوئے اور سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (پاک ہے وہ ذات یعنی اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندہ (محمدؐ) کو رات کے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا۔ الذی برکنا حولہ لنریہ من آیتنا انہ ھو السمیع العلیم۔ جس کے ماحول کو اُس (پروردگار کریم) نے برکت دی ہے تا کہ اُسے (یعنی محمد رسول اللہؐ) اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائے (سورہ بنی اسرائیل یا سورہ الاسراء آیت ۱) کی نشانیوں کا مشاہدہ عینی کرنے کیلئے چل پڑے تو بارگاہ خداوند احسان وفضل میں حضور پانے کی یہ کیفیت تھی کہ جان وتن کے ساتھ تشریف لائے یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ پر یہ احسان بھی فرمایا کہ بہ روح، بہ تن یعنی جسم وروح سمیت ان کو اپنی بارگاہ میں بلالیا۔ نہ ان کی روح ما اور من یعنی شعور کی پابند تھی اور نہ ہی تن خانمان کی بندشوں میں اسیر۔ یعنی روح اور تن دنیوی شعور وادراک میں اسیر نہیں رہی۔ یہ دونوں دنیا سے بہ یک وقت سفر معراج کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا اور نہ ہی خانمان میں ما ومن کا شعور ذاتی جسمانی شعور) رکھتے ہوئے یعنی گھر بیٹھ کر محض روحانی طور پر مشاہدہ کرایا گیا بلکہ جسمانی سفر تھا اور عینی مشاہدہ۔ اور بارگاہ خداوندی میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے خرد وہوش کے کانوں میں غیبی اسرار کہہ ڈالے اور فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَآ اَوْحیٰ (پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھیجنی تھی وہ بھیجی۔ سورہ النجم) کی حقیقتیں ان پر اللہ تعالیٰ نے جو دانائے بے فکر ونظر ہے اور گویای بے کام وزبان ہے واضح کیں اور جس سے صرف ذات اقدس حضرت رسول اکرمؐ واقف ہے۔ اللہ کی ذات نہ پہلے سے سوچتی ہے اور نہ ہی کوئی رائے قائم کرتی ہے وہ بے فکر ونظر ذات ہے۔ وہ اعضاء کے ذرائع سے بھی بے نیاز پاک ذات ہے۔ نہ اس کا کوئی منہ ہے نہ اس کی کوئی زبان لیکن گویا ہے گویای

بے کام وزبان۔ تو ایسی ذات اکبر جو ذوالجلال والاکرام ہے نے جو اسرارِ غیب حضور نبی اکرمؐ کے گوش گزار کیئے بھلا ان سے ہم دینوی بندے کیا واقف ہو سکتے ہیں اسی لئے یہ وہ اسرار تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جو وحی بھیجنی تھی وہ بھیجی' یعنی حضور کے کانوں میں جو کچھ کہنا تھا وہ کہا۔ یہ وہ اسرار ہیں جن پر اللہ اور اس کا رسولؐ ہی واقف ہے اور کوئی نہیں۔ یہ حبیب اور محبوب کے وہ اسرار ہیں جن میں کوئی تیسرا شریک نہیں۔ رسول اکرمؐ کا امت گستاخ یعنی لاپروائیوں سے کام لینے والی امت مسلمہ پر یہ بڑا احسان اور لطف وکرم ہے کہ اس خوش قدم رسولؐ نے اس کی شفاعت کرنے کا ذمہ لیا یعنی قیامت کے دن گنہگار امتیوں کے گناہ بخشوانے کا احسان ہم پر کیا اور اگر حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم یہ عنایت ہم پر نہ کرتے اور اپنے احسان وکرم کا دسترخوان ہمارے لئے نہ بچھاتے تو معلوم نہیں ہمارا انجام کیا ہوتا۔ سفر معراج میں جہاں پچاس نمازوں کو گھٹا کر رسول اللہؐ نے صرف پانچ وقت کی نمازوں کی سفارش کی جو بارگاہ ایزدی میں منظور ہوئی وہاں اس رحمتہ للعالمینؐ نے امت کے گناہکار مسلمانوں کی مغفرت کرنے کی بشارت بھی پائی۔ (ان پانچ اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

۵۰۔ رفتگان خفتہ خوش = مزے کی نیند سونے والے مردہ لوگ۔ مطلق نیند میں پڑے ہوئے مردے (رفتگان = گذرے ہوئے لوگ۔ مردہ لوگ۔ خفتہ خوش = خوب نیند میں پڑے ہوئے۔ مزے سے سوئے ہوئے)۔ حشر = لوگوں کا جمع ہونا۔ اٹھنا (قبروں سے اٹھنا)۔ آمیزش۔ معاشرت۔ حشر' روز حشر یا یوم حشر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی روز قیامت۔ پردہ کش = پردہ اٹھانے والا۔ ظاہر اور آشکار کرنے والا۔ طلعت = چہرہ۔ رخ۔ دیدار۔ منہ۔ طلوع۔ ستارے کا نکلنا۔ خورشید وش = (وش = فارسی میں مشابہت یا مانند کرنے کیلئے اسم کے آخر میں لاتے ہیں اور اسکے معنی مانند' گون' مثل' نظیر کے ہیں جیسے خورشید وش = آفتاب کی مانند۔ شاہ وش یا ماہ وش یعنی شاہ یا ماہ کی مانند)۔ بُردیمان = (یا بردیمانی یا بردیمن) خانہ دار کتانی کپڑا جو یمن کے ملک میں بنتا ہے اور دنیا بھر میں معروف ہے۔ کتان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اس قدر باریک ہے کہ چاند کے سامنے آنے سے یہ کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ سیرت رسولؐ کی بعض کتابوں میں آیا ہے کہ یمن سے جو وفد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین اسلام میں داخل ہونے کی خاطر حاضر ہوا تھا اس کی طرف سے یہی پارچہ حضور پرنور کو ہدیہ کے عنوان سے پیش کیا گیا اور حضورؐ اسے کبھی کبھار استعمال میں لاتے تھے۔ بہت سے شعراء نے بردیمن سے سر مبارک کو باہر نکال کر دیدار اقدس سے مشرف فرمانے کی التجا کی ہے اور اس طرح کے التماس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً رسول اکرمؐ اس پارچہ کو سر مبارکؐ کے اوپر ڈال کر استعمال میں لاتے تھے یا شاید کبھی کسی وقت اس طرح سے استعمال میں لایا ہوگا (واللہ اعلم!)۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بردیمانی سے اپنے آفتاب جیسے چہرے کو نمایاں اور ظاہر نہیں فرمائیں گے نیند میں غرق مردے قبروں سے نہیں اٹھیں گے۔ یعنی قیامت میں ادھر سے آپ تشریف لائیں گے تو ادھر سے لوگ قبروں سے جی اٹھیں گے گویا جونہی نبی برحقؐ کے چہرہ مبارک کا آفتاب قیامت پر طلوع ہوگا بلکہ مردوں پر طلوع ہوگا وہ جی اٹھیں گے۔ شعر کا ترجمہ دیکھیں۔

۵۱۔ خرق عادت = معجزہ۔ کرامت۔ وہ کام جو خلاف معمول ہو۔ (اولیاء اللہ سے اگر اس طرح کا عمل ہو تو وہ کرامت کہلاتا ہے اور کسی پیغمبر سے ہو تو معجزہ کہلاتا ہے)۔ اولیاء = ولی کی جمع۔ رفیق۔ دوست۔ مددگار۔ حمایتی۔ سرپرست۔ مالک (اولیاء امور)۔ اللہ کے دوست اور یار۔ عارف حضرات (اولیاء اللہ)۔ [فارسی میں یہ لفظ واحد کے معنی میں بھی کبھی کبھی استعمال ہوا ہے اور اس کی مثال دہلی کے باکمال ولی خدا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی ہے جن کے اسم مبارک کے ساتھ یہ عنوان باقی رہا]۔ ملا = پر۔ بھرا ہوا۔ محفل۔ انجمن۔ مجلس۔ صحرا۔ جنگل۔ پری۔ (کنایہ ہے دنیا سے جو مخلوقات و موجودات سے پر ہے)۔ گروہ۔ لوگ (در ملا = لوگوں میں)۔ معجزات = جمع ہے معجزہ کی۔ پیغمبروں کی طرف سے خرق عادت کام کا واقع ہونا جس کی نظیر لوگوں کے ہاتھوں واقع ہونا ممکن نہ ہو۔ (یہی کام اگر کسی ولی اللہ سے ہو تو کرامت کہلاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ہو تو استدراج)۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ جو کرامات لوگوں میں گاہے گاہے آشکار کرتے ہیں براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے مربوط ہیں۔ چونکہ رسول اللہؐ ہی تمام اولیاء اللہ کے مرشد اول و آخر ہیں اس لئے خرق عادت کے امور کا الہام بھی وہ اسی مرشد اول و آخرؐ سے پاتے ہیں۔ مثلاً رسول اکرمؐ کا دست مبارک تقدیر ساز ہے۔ علامہ اقبالؒ نے حضرت امیر کبیر میر سید علی ھمدانی شاہ ھمدان رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک کو بھی ''معمار تقدیر امم'' کہا ہے۔ رسول خداؐ کی ایک نظر رحمت سے تقدیر سنور سکتی ہے یا بدل سکتی ہے علامہ اقبالؒ نے ایک مومن مرد ولی اللہ کی نگاہ کو بھی تقدیر بدل دینے والی نگاہ کہا ہے ۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا ☆ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (دیکھیے بال جبریل اور جاوید نامہ از علامہ اقبالؒ) اس کی وجہ بس یہی ہے کہ یہ روحانی قوت مردان خدا یا اولیاء اللہ نے اس سرچشمہ سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے جو ذات مقدس حضرت خواجہ کائنات سرور کونین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوٹتی ہے۔ اسی روحانی سرچشمےؐ کے آب حیات سے اولیاء اللہ نے شکم سیری پائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی کرامتیں دراصل رسول اکرمؐ کے معجزوں کی صورتیں ہیں۔ اسی لئے اولیاء اللہ کرام کے متعلق عصر حاضر کے عاشق رسولؐ اور مفکر اعظم اسلام علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ۔ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو ☆ ید بیضا چھپا بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں ☆ تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی ☆

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں۔

۵۲۔خرد= عقل۔دانائی۔دانش۔ادراک۔فہم۔دریافت۔حدوعد= حداور شمار:۔مطلب یہ ہے عمر ابدی بھی ہو جب بھی رسول اکرم صلی اللہ الیہ وسلم کے اوصاف کریم کے حدود نہ طے ہو نگے اور نہ ہی ان کا شمار کیا جائے گا۔ وصف خُلق کسی کہ قرآن است:۔خلق رانعت او چہ امکان است (جس کے اخلاق کی توصیف میں قرآن نازل ہوا بھلا اس وجود مقدسؐ کی توصیف کرنا لوگوں کے بس کی بات کہاں؟) حدِّ مناش بہ بجز خدا کہ شناسد☆من کہ واندیشہ ثنای محمدؐ (ان کی تعریف وتوصیف کرنا سوائے اللہ کے کون جانتا ہے۔بھلا میں اور میرا خیال کہاں ان کی نعت گوئی کی جرات کرسکتا ہے) چون برتو خدای آفرین گفت:۔جامی چہ سزای آفرینیت: (جب اللہ نے آپکی تعریف کی ہو تو بھلا جامیؔ کہاں اس کا حقدار ہے کہ آپ کی تعریف کرے۔(شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

۵۳۔دیر کہن = پرانا گھر۔پرانی بستی۔کنایہ ہے دنیا سے (دیر: بت خانہ۔گھر۔مندر۔گرجا۔گنبد۔صومعہ)

۵۴۔فرخندگی= مبارکی۔خوش اقبالی۔میمنت۔خوش نصیبی۔اقبال۔خوش قسمتی سعادت۔پابندگی: بقا۔ہمیشگی۔دایم ابدیت۔ہمیشہ جاوید۔جاودان۔پایدار استوار۔محکم۔باقی۔مدام۔زلال شیرین وصاف پانی۔میٹھا خالص پانی: رطب اللسان=تر زبان۔تازہ زبان: نعت رسولؐ کہنے سے جو ایک خوش اقبالی ہے نعت گو کے لئے جان ورُوح میں استواری آجاتی ہے۔رسول اللہؐ کی نعت بیان کرنا زندگی کا میٹھا اور گوارا اور صاف پانی ہے جس کے پینے سے زبان تروتازہ رہتی ہے اے جامیؔ! بس رسول اکرمؐ کی توصیف اور نعت گوی میں مصروف اور تر زبان رہ اسی سے تمہاری جان میں ابدیت آئیگی اور تم دنیا میں باقی رہو گے۔زبان است تازہ بذکر تو ای جیب ازل☆ دل است زندہ بہ بوی تو یا رسول اللہؐ! (ای جیب ازلؐ! آپکی ذکر کرنے سے میری زبان تازہ ہے اے رسولِ خدا آپ کی خوشبو سے میرا دل زندہ ہے نہ رود در دہانت ای صرفی:۔نرود ہر زبانت ای صرفی؛ غیر نعت محمد عربیؐ: غیر مدح نبی مطلبیؐ (اے صرفیؔ! تمہارے منہ میں اور کچھ نہیں جاپائے گا اور اے صرفیؔ! تمہاری زبان پر سے اور کوئی بات نہیں گزرے گی سوائے محمد عربیؐ کی نعت کے اور بغیر نبی مطلبیؐ کی وصف گوئی کے) (شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

قصیدہ

مائیم کہ چون لالہ صحرای مدینہ.........

۱۔ہم صحرائے مدینہ کے گل لالہ کی طرح ہیں
کہ دل میں مدینہ کی تمنا کا داغ لئے ہوئے ہیں

۲۔بہشت کا جنون ایک دانا آدمی کے سر سے جا سکتا ہے لیکن
ممکن نہیں مدینہ کا جنون اس کے سر سے چلا جائے
۳۔بہشت کا نظارہ دیکھنے کی طرف تمہارا دل ہرگز تمہیں نہیں لے جائے گا
اگر تم مدینہ کا نظارہ دیکھنے کیلئے آنکھوں کو کھول دو گے
۴۔پھول کی طرح اپنے کان کھول دو اور سنو کہ وحی الٰہی سے کس طرح
مدینہ کا خوش آواز جانور چہکتا رہتا ہے
۵۔کعبہ جس کے صحرا طے کر کے دنیا و جہاں سے لوگ آتے ہیں
خود چاہتا ہے کہ مدینہ کے صحراؤں کو طے کرے
۶۔طوبیٰ جس نے اپنا سر عرش کی چوٹی تک پھیلا دیا ہے
مدینہ کے چمن کو آراستہ کرنے والے درخت کی محض ایک ٹہنی ہے
۷۔صاحبان بازو پرندوں کے لئے اور کوئی آشیان نہیں
سوائے مدینہ کی آسمانوں کو چھونے والی فصیل کے کنگوروں کے!
۸۔عقیدت و ارادتمندی کے سمندر کے صدف میں کوئی بھی موتی
مدینہ کے گوہر یکتا جیسا پاکیزہ تر نہیں۔
۹۔حلوای نبات کو مصر کی کھجوروں سے بناتے ہیں
لیکن مدینہ کا حلوا دھوئیں اور آگ کے تکلف سے بے نیاز ہے
۱۰۔کھجوریں کھا کر ان کی گٹھلیوں (دانوں) کو چوم لو کیونکہ
فرشتوں کی تسبیح مدینہ کی کھجوروں کے دانوں سے ہی بنتی ہے۔
۱۱۔مدینہ جو دنیا کی آنکھیں ہے
تو مدینہ کے سب لوگ آنکھوں کی پتلیاں ہیں
۱۲۔سر کے بل چل کر مدینہ سے دین کی طلب کر
کیونکہ سر سے پاؤں تک مدینہ سراسر دین ہی تو ہے
۱۳۔مدینہ کی میم کو دیکھو کہ کیسے وہاں سے
مدینہ کی ہ تک دین کو مرتب کیا گیا ہے

۱۴۔کوثر کا نام جو تم نے سنا ہے وہ پیاسے دل والوں کے لئے
سوائے مدینہ کے ایک سقہ کے ہاتھوں کے چنکی بھر آب کے سوا اور کچھ نہیں
۱۵۔مدینہ کی خاک اس شخص کے لئے جگہ بن چکی ہے
سوائے قبہ عرش کے جس کے لئے مدینہ شرف مکان نہ بن سکتا تھا
۱۶۔ازلی لحن کا پرندہ ہے وہ جس کے زمزمے سے
مدینہ کا سخت پتھر رقص ابد میں ہے
۱۷۔چونکہ مدینہ کی متاع اس کے راہ کی خاک ہے
اس لئے مدینہ کی متاع کی قیمت دو جہان ہے
۱۸۔اس کے وجود سے مدینہ کی خاک جو سمندر بن چکی ہے
تب سے عقل کل مدینہ کے سمندر کی غواص ہے
۱۹۔اس کے چشمہ سخاوت کی نمی سے جو شگفتگی پائی ہے
مدینہ کی ہریالی تب سے خضر کا پاکیزہ مقام بن گئی ہے
۲۰۔نور کی سینکڑوں مشعلوں سے منور یہ اس کے حرم کی چھت ہے
جو مدینہ کے اوپر گنبد فیروزہ کی صورت میں ہے
۲۱۔سارے آفاق اس کے مقدم شریف کے انتظار میں ہیں۔
اور وہ خود مدینہ معلا کے گہوارہ میں پردہ نشین ہے
۲۲۔گو کہ خراسان کی زمین میں مقید ہو چکا ہے
جامی جو مدینہ کا عاشق شیدائی ہے
۲۳۔لیکن اسے امید ہے کہ کل قیامت کے دن
وہ مدینہ ہی کی سنگ خارا کی شگاف میں سے نمودار ہوگا

توضیحات

۱۔لالۂ صحرا=لالہ ایک قسم کا سرخ رنگ کا پھول ہے جو باہر سے سرخ اور اندر سے سیاہ ہوتا ہے [ایران میں ہر اس پھول کو جو خون کی رنگ کی طرح سرخ اور اندر درمیان میں سیاہ ہو لالہ کہتے ہیں]۔لالہ کو عام طور پر شقایق نعمانی

یا شقائق النعمان کہا جاتا ہے اور یہ دس سے چالیس سنٹی میٹر کی بلندی کا گل لالہ ہے جو بحر روم ایشیائی کوچک اور مغربی و مرکزی ایشیا کے اکثر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اسے لالہ حمرا، لالہ سرخ الشقار، ھوا، یہ سکبہ، حمرا اور گلالہ بھی کہتے ہیں۔ لالہ صحرائی ایک قسم ہے جو ریگ زاروں میں لالہ خودرو کی صورت میں خال خال نمودار ہوتا ہے اور تاحد نظر ایک آدھ ہی دکھائی دیتا ہے اسلئے کہ ریگستان یا بیابان میں پھول کا ریت سے پھوٹ نکلنا محض قدرت کی کرشمہ سازی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعروں نے سخت تنہائی کے معنی میں لالہ صحرائی کو اپنے اشعار میں لایا ہے بال جبریل میں تو پوری نظم اسی لالہ صحرا کے عنوان سے علامہ اقبالؒ نے تصنیف کی جس میں انہوں نے اپنی تنہائی کا ذکر کیا ہے اور لالہ صحرائی کی رعنائی، دل سوزی اور سرمستی کے سے اوصاف اپنے اندر پیدا ہونے کی تمنا کی ہے۔ لالہ کے اندر جو سیاہی ہوتی ہے شاعروں نے عام طور پر اسے داغ دل سے مشابہ کیا ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی مدینہ کے اس تنہا لالہ صحرا کی مانند ہوں جو مدینہ کی محبت کا داغ اپنے سینہ کے اندر لئے ہوئے ہے۔ یعنی جس طرح دور صحرا میں لالہ صحرا مدینہ میں نہ ہونے کے غم میں داغدار ہے اسی طرح مولانا جامیؒ بھی مدینہ کی محبت کا داغ دار ہے یا مدینہ میں پہنچنے اور اس سے دور ہونے کے غم میں داغدار ہے۔

۲۔ سودا = دیوانگی۔ جنون۔ پاگل پن۔ عشق (سودا جو اخلاط اربعہ یعنی خون یا سودا یا صفرا یا بلغم میں سے ہے کی کثرت سے جنون پیدا ہوتا ہے) مالیخولیا۔ وسواس۔ خیال فاسد۔ رنجیدگی۔ ملال۔ شدید رغبت۔ ہوی و ہوس۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۴۔ وحی = اللہ کی طرف سے پیغمبر کیلئے پیغام جو جبریل فرشتہ کے توسط سے نازل ہوتا ہے۔ پیغام الٰہی۔ پوشیدہ بات کہنا۔ اشارہ کرنا۔ ایسی بات کرنا جو دوسرا نہ سمجھ سکے۔ گلبانگ = بلبل کے چہکنے کی آواز۔ شادی کے موقعہ پر شور و غل کی آواز۔ خوش خبری کی آواز۔ خوش آواز۔ نقارچیوں اور قلندروں کی آواز۔ قدیم موسیقی کا ایک لحن۔ اذان۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے خوش آواز پرندے دراصل وحی الٰہی سے چہکتے رہتے ہیں اور ان کا یہ چہکنا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و صلوات ہے۔

۵۔ بادیہ پیما = بیابان طے کرنا۔ بیابانوں کو طے کرنے والا۔ (شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

۶۔ طوبیٰ = بہشت کے ایک درخت کا نام جو طرح طرح کے میوؤں اور خوشبوؤں سے معمور ہے۔ خوشی۔ خوبی۔ مژدہ۔ بشارت۔ پاکیزہ تر۔ خوشخبری۔ خوشبودار۔ خوش۔ خیر۔ سعادت۔ بہشت۔ خُلد۔ جنت میں اس درخت کی ٹہنی ہر ایک جنتی کے گھر میں پہنچے گی۔ کشادگی کے ساتھ ساتھ یہ جنتی درخت بہت اونچا ہے۔ ذُروہ = چوٹی۔ سب سے اونچی چیز۔ پہاڑ کی چوٹی۔ کنگرہ۔ نوک۔ سرا (ترجمہ ملاحظہ ہو)

۷۔ مرغانِ اولی اجنحہ = اولی یعنی صاحب یا مالک۔ اجنحہ جمع ہے جناح کی اور جناح کے معنی ہیں بانہہ یا بازو یا ہاتھ، پرندے کے پر۔ مرغانِ اولی اجنحہ = یعنی پر والے پرندے جس سے یہاں مُراد ہے فرشتے جن کے پَر ہوتے ہیں (فرشتے مرغانِ عرشی اور مرغانِ سدرہ بھی کہلاتے ہیں)۔ نشیمن = آشیانہ۔ گھونسلہ۔ آرام گاہ۔ خلوت گاہ۔ نشست گاہ۔ گھر۔ کنگرہ۔ ہر شے کی بلندی۔ دیوار کا کنگورہ۔ دیوار کے اُوپر کے دندان مانند کنگورے۔ دیوار کی ترتیب وار پستی و بلندی (جدید فارسی میں کنگرہ کو کانگرس CONGRESS یعنی ملکی نمائندوں یا ممالک کے سربراہوں کے ایک ہی جگہ جمع ہو کر جلسہ منعقد کرنے کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں یا دیگر اہم لوگوں جیسے پروفیسروں یا سائنس دانوں کے جلسے کو بھی کنگرہ کہتے ہیں)۔ سور = فصیل۔ شہر پناہ۔ قلعہ کی دیوار۔ شہر کے گرد کی دیوار (کمی یا مقدار کے معنوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کو بھی سور کہتے ہیں جیسے کہ بعض یا جتنا وغیرہ) کشمیر میں بھی فصیل کو سور ہی کہتے ہیں جیسے کہ ہاری پربت قلعہ کے اردگرد کی فصیل کے لئے کشمیر میں سور کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔ فلک سا = آسمان کو چھونے والا۔ آسمان سے ملنے والا۔ آسمان کو رگڑنے والا (سا، سوزن سے یعنی رگڑنا، ملنا، گھسنا)۔ یہ ترکیب بلندی میں مبالغہ کے طور پر استعمال میں لائی جاتی ہے۔ کنگرۂ سورِ فلک سا یعنی فصیل کا آسمان کو چھونے والا کنگورہ یعنی بے حد اونچا۔ مطلب یہ ہے کہ مدینہ کی فصیل کے کنگوروں میں فرشتوں نے اپنی نشست گاہیں بنالی ہیں اور درود بھیج رہے ہیں۔

۸۔ گہر = موتی (گہر اصل میں گوہر کا مخفف ہے)۔ صدف = سیپی۔ شراب پینے کا چھوٹا پیالہ۔ ہر اونچی شے جیسے دیوار۔ تین ستاروں کا نام جو مثلث صورت پر ہیں اور قطب کے پاس ہیں انہیں صدف قطب بھی کہتے ہیں۔ [صدف ایک چھوٹے سمندری جانور کا نام ہے جو موتی بنانے کی وجہ سے مشہور ہے۔ اسکے منہ میں ریت کا کوئی ذرہ یا کوئی نوزائیدہ چھوٹا سا کیڑا یا اور کوئی خارجی مادہ جیسے بارش کا قطرہ چلا جاتا ہے اور وہ اس کے گرد ایک چمکیلی سی تار بناتا ہے جس سے موتی بنتا ہے چنانچہ اگر موتی کو توڑ دیا جائے تو یہ خارجی مواد اس کے بیچ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ موتی کا کاروبار کرنے والے یا صدف کے شکاری بحر اوقیانوس کے پاس چھوٹے چھوٹے حوض بناتے ہیں اور ان میں صدفوں کو ڈال دیتے ہیں اور موتی حاصل کرتے ہیں یا خود جبراً ان صدفوں کے منہ میں خارجی مواد ڈال دیتے ہیں اور جب موتی تیار ہو جاتا ہے تو ان کے جسم سے نکال لیتے ہیں]۔ ارادت = خواہش۔ چاہت۔ میل۔ قصد۔ ارادہ۔ خدا کی مرضی۔ مشیت۔ قضا۔ قدر۔ تقدیر۔ دوستی میں مخلص سے خلوص اور اظہار کو بھی ارادت کہتے ہیں۔ ایمان، اعتقاد والی دوستی۔ مرید کا مرشد اور سالک کا پیر کی طرف خاص توجہ۔ مرید بن جانا۔ گوہر یکتا = بے نظیر اور نادر الوجود گوہر۔ بے بہا اور بیش قیمت موتی۔ اسے گوہر یکدانہ بھی کہتے ہیں (یکتا = ایک عدد۔ ایک تہ کا ایک

کپڑا۔ بے مثال۔ اللہ تعالیٰ کا نام۔ بے نظیر۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان واعتقاد کے سمندر کے صدف میں مدینہ کے گوہر یکتا (یعنی حضرت محمدؐ جن کا کوئی ثانی نہیں اور جو رسول بے نظیرؐ ہیں) سے پاکیزہ تر اور کوئی دُر بے بہا نہیں۔

۹۔ حلواء = میٹھی چیز۔ شیرین چیز (حلواء = ایک خوراک جسے میدہ، گھی اور شکر (یا شکر اور شہد) سے بناتے ہیں اور کشمش بھی اس میں ڈالے جاتے ہیں اور ناریل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی)۔ نبات = قند سفید جسے مصری یا چینی بھی کہتے ہیں۔ بنات مصری ایک کھانے والی میٹھی چیز ہے جس میں مصری کھجور کا حصہ بہت ہوتا ہے اور مصر میں بنائے جانے کی وجہ سے نبات مصری کہلاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شیرینی آگ پر ہی بنائی جاتی ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں نبات مصری یا حلوای نبات کو بنانے کے لئے آگ کا استعمال کرنا پڑتا ہے حلوای مدینہ ایسی نبات یا شیرینی ہے کہ آگ اور دھوئیں کی زحمت کے بغیر ہی سورج کی گرمی سے پکتا ہے۔ مصر کی شیرینی انسانی ساخت کی ہے جب کہ مدینہ شریف کی شیرینی قدرت کے ہاتھ سے بنتی ہے۔ (مدینۂ شریف کے کھجوروں کی مدح کی ہے)۔

۱۰۔ (شعر کا ترجمہ ملاحظہ کریں)۔ تسبیح = سُبحان اللہ یعنی اللہ پاک ہے کا ورد کرنا۔ اللہ کو پاکی سے یاد کرنا۔ ذکر خدا۔ یاد خدا۔ لیکن یہاں پر وہ دانہ دار تسبیح مراد ہے، جس کے دانے دھاگے سے گزار کر اور ہاتھ میں لے کر درود و اذکار کا شمار کیا کرتے ہیں۔

۱۱۔ مردم دیدہ = آنکھوں کی پُتلی (مردمک دیدہ بھی کہتے ہیں)۔ ابناء = ابن کی جمع۔ ہم جنس یعنی انسان۔ آدمی۔ فرمایا ہے کہ مدینہ کے لوگوں کو کہ وہ رسول خداؐ کے وطن کے سعادت مند لوگ ہیں آنکھ کی پُتلی کی طرح عزیز رکھنا چاہئے۔ یہ بھی مولانا جامیؒ کے ذات اقدس نبی برحقؐ کے ساتھ جوش عشق کا اظہار ہے کہ مدینہ کا ہر باشندہ اور مدینہ کی ہر چیز اُسے عزیز ترین متاع سے بھی عزیز تر ہے۔

۱۲۔۱۳۔ فرماتے ہیں لفظ مدینہ پر غور کیجئے کہ سر سے پاؤں تک یعنی م اور ہ کے درمیان فقط دین ہی دین ہے

۱۴۔ کوثر = جنت کے ایک چشمے کا نام۔ سقاء = ماشکی۔ پانی پلانے والا یا بھرنے والا یا بیچنے والا۔ فرماتے ہیں کہ جنت کے چشمہ کوثر کا نام جو تم نے سنا ہے اس کا پانی سوائے مدینہ طیبہ کے سقاء کے ہاتھ سے پیا جانے والا پانی ہی تو ہے۔ جو پانی تم مدینہ میں پی رہے ہو سقا کے ہاتھ سے وہ دراصل جنت کے چشمہ کوثر کا پانی ہے البتہ تشنہ دلوں کے لئے یعنی عاشقان دیدار رسولؐ کی نظروں میں!

۱۵۔ قبہ = گنبد والی بارگاہ۔ ایک نمایاں اور گول چھت۔ گنبد۔ گول عمارت۔ کلس۔ شرفش = اس کی عظمت۔ اس کی بزرگی۔ [شرف = بزرگی۔ بلندی۔ بڑائی۔ عظمت۔ اونچی جگہ۔ حسب کی بزرگی جو باپ کی طرف سے ہو۔ اونٹ کا کوہان۔ تازیانہ۔ چابک۔ کوڑا۔ قریب ہونا۔ کسی برج میں ستارہ کا شرف جیسے سورج کا برج حمل میں ہے

اور چاند کا برج ثور میں، زہرہ کا حوت میں، عطارد کا سنبلہ میں، مریخ کا جدی میں، مشتری کا سرطان میں اور زحل کا برج میزان میں شرف ہوتا ہے]۔ مولانا جامی فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی زمین مقدس اس شخص کا مقام بنی جس کیلئے قبہ عرش کے بعد اور کوئی جگہ علاوہ مدینہ کے روئے جہاں پر کہیں اور ہو نہیں سکتی تھی۔ یعنی مدینہ طیبہ میں حضرت رسول خدا کا گھر ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ زمین پاک ان ہی کو زیب دیتی ہے کیونکہ عالم علوی میں یا تو قبہ عرش معلٰی ہی کے نیچے ان کا وطن بن سکتا تھا اور یا عالم سفلی میں مدینہ۔ عرش مجید کی تو سیر آپؐ کر ہی چکے اب اس زمین پر آپؐ کو آرام فرمانے کیلئے وہ جگہ چاہئے تھی جس کا تقدس اور جس کی عظمت و بزرگی آپؐ کے شایان شان اور موافق شرف ہوتی۔ تو وہ جگہ خود اللہ نے آپؐ کیلئے پسند فرمائی یعنی مدینہ منورہ۔ ہجرت کے وقت جب آپؐ نے آخری نگاہ اپنے وطن مکہ مکرمہ پر ڈالی تو اشک بار آنکھوں سے اللہ سے دعا مانگی کہ میرے پروردگار! میں اپنی زمین کو تیرے حکم سے چھوڑ رہا ہوں اب مجھے ایسی زمین میں پہنچادے جو تجھے پسند ہے" اور اللہ تعالیٰ نے آپکا مدینہ منورہ میں مستقر فرمادیا۔

۱۶۔ مرغ ازلی لحن = ازل سے چہکنے والا بلبل یا پرندہ۔ صخرہ صما = (صخر = سنگ گران۔ بڑا پتھر۔ بھاری پتھر۔ صخرہ = بڑا پتھر۔ اس پتھر کا نام جو بیت المقدس میں ہوا میں معلق ہے۔ اس دیو کا نام جو سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی انگوٹھی چرا کر لے گیا تھا۔ صخرہ صما = (وہ پتھر جو بیت المقدس میں ہوا میں معلق ہے) سخت پتھر کو کہتے ہیں۔ بیت المقدس میں معلق ایک پتھر کا نام۔ کہتے ہیں خوف کی وجہ سے ایک بار ایک حاملہ عورت کا وہاں پر وضع حمل ہوا تھا اس لئے اس پتھر کے نیچے ایک دیوار بنائی گئی اور کہا جاتا ہے کہ دیوار اس پتھر سے جڑ نہ پائی اور ابھی بھی یہ پتھر ہوا میں معلق ہے۔ مولانا جامیؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ ازلی لحن کہا ہے اس حدیث قدسی کے پس منظر میں جس میں ارشاد نبویؐ ہوا ہے کہ "اولین چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور تھا" اور یہ نور پیدا ہوتے ہی تسبیح خواں ہوا یعنی اللہ کی بزرگی بیان کرنے لگا اور تب سے یہ زمزمہ تسبیح الٰہی اس قدر پھیل چکا ہے کہ مدینہ کے سخت پتھروں سے بھی توحید الٰہی کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

۱۷۔ کالا = پونجی۔ اسباب۔ مال۔ متاع۔ شطرنج کے مہرے۔ گھر کا اسباب۔ لوازم خانہ۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ عاشقان رسولؐ کی نظروں میں مدینہ منورہ کی متاع (یا وہاں کا مال و متاع) رسُولِ کریمؐ کی خاکِ راہ ہے اور بس جو نور بصر کیلئے سرمہ ہے۔ اسی متاع کی قیمت یعنی خاک راہ مدینہ دو دنیاؤں سے بھی بڑھ کر ہے۔

۱۸۔ عقل کل = حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عرش اعظم۔ [اسے عقل اول بھی کہتے ہیں یعنی نور اول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نور اقرب۔ وہ جسے پہلی بار اللہ نے وجود میں لایا۔ عقل اعلیٰ]۔ غوّاص = سمندر کا غوطہ خور۔ وہ جو سمندر سے موتی وغیرہ کی تلاش میں پانی میں اترے۔ غوطہ زن۔ ڈبکیا۔ غوطہ مارنے والا

سمندر کے پانی میں تا کہ وہاں سے موتی' مونگا مرجان وغیرہ نکال لائے۔ مرغابی کی قسم کا جانور جو پانی میں ڈبکی لگا کر مچھلیوں کا شکار کرتا ہے (شاید کشمیری میں اسے نَدہَر یا کولہ ٹُونچ کہتے ہیں)۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں جب سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے خاک مدینہ شرف وعظمت کی وجہ سے ایک معنوی سمندر میں تبدیل ہوئی تب سے عقل کل یعنی عقل تمام اس دریا سے مختلف انواع کے موتی نکالنے کیلئے غوطہ زن ہے۔ یعنی عقل کل بھی مدینہ طیبہ کے روحانی اسرار کے موتیوں کی تلاش میں حیران و سرگردان ہے۔

۱۹۔ خضرت = سبزی۔ تروتازگی۔ رنگ سبز۔ سبزہ ۔ ہریالی ۔ گندمی رنگ۔ جود = بخشش۔ سخاوت۔ جوانمردی۔ عطا۔ کرم۔ نم = تری ۔ شبنم۔ رطوبت۔ نمی۔ نمناک۔ نمدار۔ نزہت گاہ = تر و تازہ اور سرسبز مقام۔ پاکیزہ جگہ۔ سیر کا مقام۔ خضر = مشہور نبی کا نام جس نے حضرت موسیٰؑ کی رہبری اور ہدایت فرمائی (سورۂ کہف...... قرآن مجید) صوفیوں کے نزدیک بھی ان کا ایک خاص مقام ہے۔ خضر جس کے لغوی معنی سرسبزی و شادابی کے ہیں کا استعمال مولانا جامیؒ نے اس شعر میں خضرت اور خضراء کی مناسبت سے کیا ہے۔ خضراء یعنی سبزہ۔ ہریالی۔ ہر سبز شے۔ سبز گھاس۔ آسمان۔ قوم کا سردار۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ کرم سے جونمی مدینہ منورہ کو ملی اس کی برکت سے سارا مدینہ سرسبز و شاداب ہوا اور حضرت خضر بھی اب اس شادابی و سرسبزی کی نزہت گاہ کو اپنا مقام بنا چکے ہیں۔

۲۰۔ گنبد فیروزہ = لاجوردی رنگ کا یا فیروزہ کی رنگ کا گنبد یعنی نیلا آسمان۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ سینکڑوں نوری مشعلوں سے مزین یہ نیلا آسمان دراصل حرم رسولؐ کی چھت ہے۔

۲۱۔ آفاق = جمع افق کی یعنی آسمان کے کنارے۔ مطلب دنیا۔ عالم۔ جہان۔ سراسر دنیا۔ مقدم = سفر سے آنا۔ قدم رکھنے کی جگہ۔ آنے کا وقت۔ قدم۔ پردگی = پوشیدہ چیز۔ پردہ نشین۔ دربان۔ حاجب۔ مستور۔ پردہ نشین محبوب۔ اہل حرم۔ حجاب میں مستورہ۔ نقابدار۔ مہد = گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ بچھونا۔ بستر۔ پست اور ہموار زمین۔ تخت رواں جو آراستہ و پیراستہ کئے جانے کے بعد چوپایوں یا ہاتھی کے اوپر رکھا جاتا تھا اور اسے سواری کے لئے استعمال میں لاتے تھے۔ مُعلا = (معلّٰی) برتر۔ بلند رتبہ۔ اعلیٰ۔ بلند کیا گیا۔ رفیع۔ والا رتبہ۔ بلند مقام (فارسی زبان میں خاص کر اشعار کے قافیوں میں معلا کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ ہم کشمیر میں حضرت شاہ ھمدانؒ کی خانقاہ کو خانقاہ معلیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں زادہ شرفا!)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مہد معلیٰ میں پردہ نشین ہیں اور ہم ان کے قدوم مبارک کے منتظر کہ ہمیں دیدار مقدس سے منور اور مشرف فرمائیں گے۔

۲۲۔۲۳۔ اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجیع(۱)بند(اوّل)

ماءِ معین چیست؟ خاکِ پای محمدؐ ..... بنداوّل[1]

۱۔ آب روان و پاک کیا ہے ؟ محمدؐ کے پاؤں کی دھول !
مضبوط و پایدار رسی ہے محمدؐ کی دوستی کا بندھن !

۲۔ نوعِ بشر کے لئے عالم کو پیدا کیا گیا
نوعِ بشر کو محمدؐ کے لئے پیدا کیا گیا

۳۔ تمام فرشتوں نے عقیدت وارادت کی پیشانی کو
محمدؐ کے عرش کو چھونے والے نعلین کے تلوے پر رگڑ دیا

۴۔ دین اور خوش اقبالی کی محکم دستاویز بس
محمدؐ کی چادر کے ایک کونے کا تار ہے۔

۵۔ ان کے عشق میں جان عزیز دینے میں کیا مضائقہ
میری جان اور مجھ جیسی سینکڑوں جانیں فدا ہوں محمدؐ پر!

۶۔ محمدؐ کا مقام میری جان کی خلوت گاہ میں ہے
مجھے محمدؐ کی جگہ اور کوئی دوسرا نہیں

۷۔ ان کی تعریف کی حد کو اللہ کے سوا کون جانے
میں کون اور کہاں میرا خیال محمدؐ کی تعریف کرنے کا

۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کرسکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ اور ان کے اہل و عیال پر!

---

(۱) ترجیع بند = مختلف قافیوں پر مشتمل ہے لیکن بحر ایک ہی ہوتی ہے اور ہر بند کے اختتام پر ایک مقررہ شعر کو لایا جاتا ہے جو اسی بحر میں ہوتا ہے لیکن ہر بند کے موضوع سے مربوط ہوتا ہے اور اس شعر کو مکرر ہر بند کے آخر میں لوٹایا جاتا ہے۔ اسی لئے ترجیع بند کہلاتا ہے۔

بند دوّم (۲)

نوُرِ بقا آمد آفتابِ محمدؐ............

۱۔ محمدؐ کا آفتاب باقی رہنے والا نور ہے۔
محمدؐ کا آب وخاک ، اس نور کا ایک پردہ ہے۔
۲۔ یہ تو آب و خاک کی ایک نقاب باندھ لی ورنہ
محمدؐ کے نور کو تحمل کرنے کی امکان میں طاقت کہاں تھی ۔
۳۔ خدا کو دیکھنے والی آنکھ خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتی
جب درمیان میں سے محمدؐ کی نقاب اٹھ جاتی ہے ۔
۴۔ کافِ لعمرک کونین کا تاج بن گیا
محمدؐ کو مخاطب ہونے کی سعادت کی عظمت سے
۵۔ شب اسریٰ کو جب سرمۂ مازاغ لگایا
تو پھر غیریت کا نقش محمدؐ کا حجاب کیسے ہوسکتا تھا۔
۶۔ کل کی سعادت کہیں سے بھی نہیں پائے گا
آج جسے محمدؐ کے دروازے سے رد کردیا گیا
۷۔ کتاب ہستی میں جو کچھ بھی درج ہے
وہ محمدؐ کی کتاب سے بس ایک انتخاب ہے
۸۔ میرا کلام اس کے کمالات کی برابری کہاں کرسکتا ہے
اللہ کا درور ہو ہمارے نبی اور اسکے اہل و عیال پر۔

توضیحات بند اوّل (۱)

ا۔ماءِ معین = صاف و پاکیزہ پانی.آب شفاف ورواں۔حبل متین = مضبوط رسی.رشتۂ محکم. مضبوط عہد و پیمان.مضبوط رگ۔(قرآن کریم کو بھی حبل متین کہتے ہیں).ربقۂ ولا =[ربقہ = رسی یا طناب کا حلقہ.رشتہ.رسی یا رشتہ جس میں گانٹھ پڑے ہوں.گردن کا حلقہ.ولاء = محبت.صداقت.قرب.نزدیکی.رشتہ داری.ملک] دوستی کا

بندھن۔ محبت کا رشتہ۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرمؐ کے پاؤں کی دھول کو پانی میں گھول کر پینا باایمانوں کیلئے ماءِ معین ہے۔ اور انکی دوستی کا حلقہ یا ان کی محبت کا رشتہ ہی حبل متین (مضبوط و محکم طناب) ہے۔

۲۔ نوع بشر = آدمیوں کی قسم۔ [جنس کا ایک حصہ جس میں وہ افراد شامل ہوں جن کی حقیقت ایک نوع کہلاتا ہے جیسے حیوانوں کی جنس میں انسانوں کی نوع] (ترجمہ ملاحظہ ہو)

۳۔ قدسیان = فرشتے۔ اولیاءاللہ۔ صالح لوگ۔ نعلین عرش سای = عرش کو چھونے والے یا عرش کو رگڑنے والے یعنی عرش پر چلنے والے نعلین (نعلین = جوتیاں۔ کفش۔ دونوں جوتیاں یعنی جوڑا جوتیوں کا) اس میں حضرت نبی اکرمؐ کے معراج فرمانے کے موقع پر عرش مجید پر پہنچنے کی طرف اشارہ ہے۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ عرش مجید کو چھونیوالے نعلین مبارکِ رسول اللہؐ کے تلوؤں پر ان ملائکہ مقربین نے جو عرش اعظم کے گرد تسبیح خواں ہیں، اپنے جبینوں کو رگڑ دیا اور یہ تھا مرتبہ اس جلیل القدر رسول خداؐ کا!

۴۔ عروہ وثقی = مضبوط دستہ۔ مضبوط کڑا۔ محکم دستاویز۔ معتمد آدمی۔ صراحی کا دستہ۔ نفیس چیز۔ عمدہ مال۔ مضبوط و محکم پیمان۔ دول = جمع دولت = [دولت = اقبال۔ دھن۔ مال۔ زمانہ۔ حکومت] ردای = چادر۔ کملی (ترجمہ ملاحظہ کریں)

۵۔ جان گرامی = جان عزیز۔ جان مکرم۔ جان محبوب۔ دریغ نہ داشتن = (محاورہ ہے) کسی سے کوئی چیز باز نہ رکھنا۔ کسی کا تقاضا۔ رد نہ کرنا منع نہ کرنا یعنی پیشکش رکھنا، حاضر و آمادہ رکھنا (ترجمہ دیکھیں)

توضیحات بند دوم (۲)

۱۔ بقا = ہمیشگی۔ حیات جاودان۔ زندگانی۔ دائم۔ دوام۔ ہمیشہ کے لئے قائم و پائندہ: مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے آفتاب وجود کا نور ہمیشہ باقی ہے۔ خاک و آب کی صورت جو آپؐ نے اختیار فرمائی وہ تو محض اس نور کا ایک پردہ تھا۔

۲۔ نقاب = پردہ۔ حجاب۔ روبند (وہ کپڑا جو عورتیں اپنے منہ پر ڈالتی ہیں)۔ [جدید فارسی میں نقاب اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو کسی حیوان یا بھوت پریت یا خوفناک آدمی کی صورت میں بچے یا اداکار لوگ کبھی اپنے چہروں پر باندھتے ہیں اور جسے انگریزی میں ماسک کہتے ہیں]

امکان = وہ چیز جس کا ہونا (وجود) یا نہ ہونا (عدم) دونوں ضروری نہ ہو۔ جس کا ہونا نہ ہونا مساوی ہو جیسے انسان اور حیوان اور جمادات و نباتات۔ قدرت۔ طاقت۔ توانائی۔ مرتبہ دنیا۔ قادر کرنا کسی کام پر۔ احتمال۔ یہ شعر اور اوپر کا شعر دونوں آپس میں مربوط ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں رسولِ اکرمؐ کا نور اس قدر شدت کے ساتھ تابان ہے کہ

آپ کو دنیاوی صورت اختیار کرنا پڑی یعنی بشری صورت کے پردہ میں آنا پڑا اور نہ عالم امکان کو آپ کے نور کی شدت برداشت کرنے کی طاقت کہاں تھی۔

۳۔ فرماتے ہیں یہ نقاب محمدؐ جب درمیان سے اٹھ جائے یا اٹھ جاتی ہے تو سوائے اللہ کے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے ان آنکھوں کو جو خدا بین ہوں۔ یعنی محمدؐ ایک نقاب کا نام ہے جو اللہ اور رسول (محمدؐ) میں واقع ہے۔ جب یہ نقاب محمدؐ درمیان مین نہ رہے یا نہیں رہتی تو محمدؐ بھی اللہ کے نور میں مدغم ہو جاتے ہیں اور خدا بین آنکھوں کو محمدؐ کی ذات اقدس میں اللہ کا ہی نور سراپا دکھائی دیتا ہے۔ بالالفاظ دیگر محمدؐ سوائے نورِ خدا کے اور کچھ نہیں ہیں۔

۴۔ افسر = تاج۔ کلاہ پادشاہی. صاحب منصب [جدید اصطلاح میں حکومت میں کوئی صاحب رتبہ آدمی اور اس معنی میں یہ لفظ انگریزی لفظ آفیسر سے لیا گیا ہے] کونین = جمع کون [کون = دنیا. جہان. ہونا. ہو جانا. موجود ہونا؛ ہستی. وجود] دو عالم. یہ دنیا اور وہ دنیا یعنی دنیا و آخرت. دنیا و عقبٰی۔ لعمرک = (جملہ اسمیہ ہے، سوگند یعنی قسم) آپ کی جان کی قسم. آپکی زندگی اور حیات کی قسم. آپ کی عمر کی قسم. آپ کی جان و زندگی کی قسم. یہ قرآن مجید میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: لعمرك انهم لفى سكر تهم يعمهون" (آپکی جان کی قسم اے نبیؐ! اس وقت ان پر ایک نشہ سا چڑھا ہوا تھا جس میں وہ آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ سورہ الحجر آیت ۷۲)۔ (اُردو ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی)۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ کاف لعمرک یعنی صاحب لعمرک حضرت محمد عربی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کو یہ جو خطاب فرمایا کہ لعمرک تیری جان کی قسم! یہ خطاب اقبال مندی کی انتہا ہے کہ اللہ اپنے رسولؐ کو اس قدر عزیز و محبوب رکھتا ہے کہ تیری جان کی قسم کہہ کر ان سے خطاب کرتا ہے اور شرفمندی کی تکریم و بزرگی اور اقبال مندی کی آخری حد یہی ہے اور اس خطاب نے نبی اکرمؐ کو دونوں جہاں یعنی دنیا و عقبٰی کا افسر ہونے کا مستحق بنایا۔ اسی لئے آپ سیّد الثقلین اور محبوب رب المشرقین والمغربین ہیں اور روح جسد الکونین ہیں۔ کاف اصل میں فارسی اور عربی حروف تہجی کا ایک حرف ہے یعنی ک اور عربی الفاظ میں کَ (زبر کے ساتھ) مخاطب سے خطاب میں استعمال ہوتا ہے یعنی تو، تیرا، تمہارا وغیرہ لولاک کی کاف اسی معنی میں ہے اور لعمرک کی کاف بھی یہی معنی رکھتا ہے۔ لولاک یعنی تیرے لئے۔ لعمرک یعنی تیری عمر کی قسم یا جان کی قسم۔ کاف لولاک چونکہ خالص حدیث قدسی کے پس منظر میں رسول اللہؐ سے مخصوص ہے اس لئے نبی برحق کو کاف لولاک اور قرآن کریم کی مذکورہ آیت کریمہ کے پیش نظر کاف لعمرک کے خطابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

۵۔ شب اسریٰ = اسراء یعنی رات کو چلنا. رات میں سیر کرنا. کسی کو رات میں سیر کرانا. [اشارہ ہے قرآن مجید میں اس

آیت کریمہ کی طرف: سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ برکنا حولہ لنریہ من ایتنا (پاک ہے وہ ذات جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول نے اسکو برکت دی ہے تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ سورہ الاسرا آیت ا۔ اُردو ترجمہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) مراد ہے معراج کی رات: سرمہ مازاغ: مازاغ کے معنی ہیں نگاہ نہ چندھیا جانا یعنی نگاہ کا استواری اور مضبوطی کے ساتھ قایم و ثابت رہنا۔ اس صفت کو صوفیوں کی اصطلاح میں سرمہ سے مشابہ کیا گیا ہے یعنی وہ سرمہ جس سے حضرت رسول معظم و محتشم کی نگاہ مبارک ثابت و محکم رہی۔ مازاغ دراصل سورہ النجم کی سترھویں آیت میں آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مازاغ البصر و ماطغیٰ (نگاہ نہ چندھیائی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی۔۔ اردو ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی) نقش سویٰ= (سویٰ= غیر۔ جز۔ نقش= صورت۔ اثر) غیر کی صورتیں۔ حجاب= پردہ۔ مولانا جامی کا مقصد یہ کہنا ہے کہ معراج فرمانے کی اصلی غرض و غایت دیدار الٰہی تھا لیکن اس سفر میں حضرت رسول اکرمؐ نے براق پر سوار ہونے کے وقت سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کے وقت تک جو کچھ مشاہدہ فرمایا وہ تو اللہ کے سوا تھا یعنی وہ اللہ نہیں تھا بلکہ اسکی قدرت کی نشانیاں اور تخلیقات تھیں لیکن سفر معراج کی یہ تخلیقات نبی برحقؐ کے لئے دیدار الٰہی کا حجاب نہیں بنیں۔ سرمہ مازاغ کی بدولت رسول اکرمؐ نے نقش سویٰ (تخلیقات) کا بھی مشاہدہ کیا اور اصل مقصد و مراد یعنی دیدار الٰہی کا بھی روبرو معائنہ فرمایا۔

۶۔ دولت= اقبال۔ سعادت۔ نیک بختی۔ حکومت۔ مال [عنایت ازلی۔ تصوف کے معنی میں] باب= وجہ۔ طریق۔ دروازہ۔ لائق۔ شائستہ۔ رد باب شدن= دروازے سے لوٹا دیا جانا۔ مردود ہو جانا لوٹا دیا جانا (شعر کا ترجمہ دیکھئے۔)

۷۔ صحیفۂ ہستی= (صحیفہ= نامہ۔ کتاب۔ ورق۔ روئے زمین) کتاب زندگی۔ نامہ حیات۔ منتخب= انتخاب کیا گیا۔ چنا ہوا۔ چھانٹا ہوا۔ خلاصہ کیا گیا۔ مقبول۔ برگزیدہ۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ موجودات یا عالم موجودات کی کتاب میں جو کچھ درج ہے وہ حضرت محمدؐ کی کتاب سے ہی ایک انتخاب ہے یعنی دنیا میں جو کچھ عمل میں آ رہا ہے وہ رسول اکرم جناب حضرت محمدؐ کے علم میں ہے کیونکہ یہ سب کچھ کتاب رسولؐ کے متن کا ہی ایک حصہ ہے ان سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ ان پر سب کچھ عیاں ہے۔

بند سوم (۳)

گر نبود پردۂ صفات محمدؐ........

۱۔ اگر محمدؐ کی صفات کا پردہ نہ ہوتا
تو محمدؐ کی ذات کے نور سے لوگ جل جاتے

۲۔ اسے بادشاہ مت کہو بلکہ وہ فرزین کی طرح کجرو ہے
جو اس عالم میں محمدؐ سے مات کھایا ہوا نہیں
۳۔ کھوٹی مس کو خالص سونے کی طرح بنادیتا ہے
محمدؐ کی ۔ توجہ کی اکسیر کا پَر تو!
۴۔ساقی باقی کی شراب سے ان کی مستی ہے
لیکن محمدؐ کی باقیات سے ایک باقی رہنے والی مستی چھائی ہوئی ہے
۵۔ سایہ چھپ گیا جب محمدؐ کی حقیقت کا آفتاب
عیاں طور پر ہر طرف سے چمکنے لگا
۶۔ دشمنوں کے حملے کے وقت جنگ کے میدان میں
محمدؐ کی ثابت قدمی سے پہاڑ بھی خجل و نادم ہوتے
۷۔ میں جو شاعری میں اعجاز کا مدعی ہوں
محمدؐ کے معجزات کی شرح لکھنے سے عاجز ہوں
۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کرسکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبی اور ان کے اہل و عیال پر!

توضیحات بند سوم (۳)

۱۔صفات = (جمع صفت) خوبیاں۔خاصیتیں۔کیفیتیں۔سیرت۔خصوصیات:۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں اگر محمدؐ پر صفات کا پردہ نہ ہوتا تو ان کو عیاں نور میں دیکھنا ناممکن بن جاتا بلکہ ان کے نور کی شدت سے لوگ جل جاتے ۔مقصد یہ کہنا ہے کہ محمدؐ کا نور اللہ کے نور سے جدا نہیں اور جس طرح سے براہ راست اللہ کے نور کا معائنہ ناممکن ہے اسی طرح حضرت محمدؐ کی ذات اقدس سے پھوٹنے والے نور الٰہی کا بھی معائنہ ناممکن ہے ۔محمدؐ کو ان کے صفات، ان کی خصوصیات اور انکی سیرت کے پردوں میں لپیٹ دیا گیا جس کی وجہ سے ان کو دیکھا جاسکا ورنہ ذات مقدس حضرت رسول اکرمؐ کو، جو نور خدا سے الگ نہیں، دیکھنا بعید از امکان تھا۔

۲۔شاہ = شطرنج کی کھیل میں اہم ترین مہرہ جو تمام مہروں کا بادشاہ ہوتا ہے۔فرزین = شطرنج کی کھیل میں ایک مہرہ کا نام جو وزیر بھی کہلاتا ہے۔کج رو = ٹیڑھی راہ چلنے والا[شطرنج کے کھیل میں وزیر کا مہرہ ٹیڑھی راہ چلنے

سے ہی دوسرے مہروں کو ہراتا ہے اور اسی وجہ سے یہ مہرہ جو فرزین کہلاتا ہے ٹیڑھی سیرت یا کج نہاد یا کج رو کے ادبی اصطلاحات سے بھی معروف ہے۔ فارسی میں فرزین رفتار فرزین نہاد کی اصطلاحات کا استعمال کیا جاتا ہے یعنی ست لوگ، بے راہ چلنے والے اور کج نہاد لوگ، الٹی مت والے یا اوندھی کھوپڑی والے لوگ] مات = شطرنج کے شاہ کا قید ہو جانا، شطرنج کے شاہ کی وہ حالت جس سے وہ باہر نہ آسکے اور جسکے نتیجے میں کھیل ختم ہو جاتی ہے۔ [شطرنج میں مات اس وقت ہوتی ہے جب مقابل کے کھیلنے والے شاہ کو کیش ہو جائے اور مقابل کا کھیلنے والا مہروں کو چلانے کے اصول کے مطابق کیش کو ہٹا نہ سکے اور ایک ایسی حالت میں مبتلا ہو جائے جس میں اگلی حرکت سے شاہ کے قید ہو جانے کا امکان ہو۔ اس صورت میں کھیل ختم ہو جاتا ہے کیونکہ شطرنج میں شاہ کا احترام ہمیشہ ملحوظ و محفوظ رہتا ہے اور شاہ ہرگز قید نہیں ہوتا]۔ مولانا جامیؒ نے اس شعر میں شطرنج کی اصطلاحات یعنی شاہ، فرزین، عرصہ اور مات کو استعمال میں لایا ہے۔ (عرصہ = یہاں مراد ہے شطرنج کا تختہ) اور فرمایا ہے کہ خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو کوئی، جب تک نہ وہ حضرت محمدؐ کا غلام ہو جائے تب تک وہ غلط اور ٹیڑھی راہ پر ہے۔

۳۔ زرِ ناب (زر = سونا. اشرفی. روپیہ. بوڑھا. بوڑھی. زرد کا مخفف. طلا. ناب = پاک وصاف. خالص. بے کھوٹ. بے میل. محض. صرف. درندوں کے اگلے دانت جن سے وہ کچل دیتے ہیں۔ قوم کا سردار ۔ بوڑھی اونٹنی. ہاتھی کے بڑے دانت. حیوانوں کے اگلے چار دانت جن سے وہ کاٹتے ہیں۔ ناو تلوار کے بیچ کا خط) خالص سونا۔ بے کھوٹ اور صاف وپاک سونا: ناسرہ = غیر خالص ۔ کھوٹا۔ زر ملمع ۔ کھوٹا سونا۔ اشرفی یا روپیہ جس میں عیب ہو۔ ناخوب. بد. ناقص. معیوب. ناخالص. ناصاف. اکسیر = پگھلا دینے والا ایک مادہ جو اجسام کی کیفیت کو بدل ڈالتا ہے اور ان کو کامل تر بنا دیتا ہے۔ مثلاً پارہ کو چاندی اور مس کو سونا بناتا ہے۔ ہر مفید اور نادر چیز. ایک دوائی کا نام جو قدما کے عقیدے کے مطابق ہر مرض کا علاج تھی [تصوف کی اصطلاح میں مرشد کامل کی نظر جس سے مریدوں یا لوگوں کی کیفیت بدل جاتی ہے] انسان کامل. پیشوا. شیخ. روحانی رہبر. التفات = میلان. مہربانی. توجہ. نظر عنایت. گوشہ چشم سے دیکھنا. اکرام. پروا. لطف. عطا. پرتو = روشنی. چمک. شعاع (جو کسی نورانی جسم سے ظاہر ہو) نور. نور کا عکس. آسیب. صدمہ. مطلب یہ ہے کہ اکسیر کا اثر رکھنے والی نظر التفات اگر رسول اکرمؐ کسی پر کریں تو وہ شخص مس کی طرح بھی ناخالص کیوں نہ ہو زرِ خالص بن جائیگا۔

۴۔ ساقی باقی = [ساقی = پلانے والا. شراب پلانے والا. معشوق۔ محبوب۔ تصوف کی اصطلاح میں پیر کامل۔ مرشد مکمل۔ جمالی صورتیں جن کو دیکھنے سے سالک میں حق کا خمار اور مستی پیدا ہو جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے عاشقوں کو عشق ومحبت کی شراب پلاتا ہے اور ان کو محو اور فانی کر دیتا ہے] ہمیشہ باقی رہنے والا ساقی یعنی اللہ تعالیٰ۔

مستی باقی = باقی رہنے والی مستی [مستی = آرزومندی۔ عاشقی۔ نشہ۔ جوش] باقی رہنے والا جذبہ عشق۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساقی باقی یعنی اللہ تعالیٰ کے عشق و معرفت کی شراب سے مست ہیں اور اسی عشق و معرفت کے باقیات میں سے باقی ساری کائنات ہمیشہ کے عشق میں مست و مدہوش ہے۔ یعنی خود نبی برحقؐ عشق الٰہی میں سرگرم ہیں اور ہم عشق رسولؐ میں!

۵۔ عیان = آنکھ سے معاینہ کرنا۔ ظاہر۔ آنکھ سے دیدار۔ دیدار اور مشاہدہ میں یقین۔ آشکار۔ روشن۔ جہات = جہت کی جمع یعنی اطراف۔ جوانب۔ سمتیں۔ طرفیں۔ ہر طرف (شعر کا ترجمہ دیکھیں۔)

۶۔ ھیجا = جنگ۔ لڑائی۔ صولت اعداء = (صولت = حملہ۔ ہیبت۔ دبدبہ خشم۔ قہر۔ زبردستی۔ قدرت۔ اعداء = جمع عدو یعنی دشمن۔ بدخواہ) دشمنوں کا حملہ۔ ثبات = ثابت قدمی۔ استواری۔ پائیداری۔ استقرار۔ عزم و ارادے کی پائیداری۔ استقامت۔ کافروں کے حملے کے وقت پہاڑوں کی پائیداری بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و ارادے کے مقابلے میں ہیچ تھی۔ پہاڑ ہل سکتے تھے لیکن رسولؐ مشرکوں کے حملوں سے اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے۔ ان کے قدم اللہ کے لئے پہاڑوں سے بھی زیادہ پائیدار تھے۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں۔)

۷۔ دم زدن = محاورہ ہے یعنی دعویٰ کرنا۔ لاف زنی کرنا۔ ڈینگیں مارنا۔ بات کرنا۔ اعجاز = معجزہ۔ وہ کام انجام دینا جس سے دوسرے عاجز ہوں عاجز ہونا۔ ناتوان ہونا۔ عجز۔ ناتوانی۔ غیر معمولی کام انجام دینا جو دوسرے انجام دینے سے عاجز ہوں۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

بند چہارم (۴)

چرخ کہ خم شد پی سجود محمدؐ..........

۱۔ آسمان جو محمدؐ کا سجدہ کرنے کے لئے خم ہوا ہے
محمدؐ کی سخاوت کے سمندر میں محض ایک حباب ہے

۲۔ بزم صفا کے نغمہ گر مطرب کے لئے
کوئی نغمہ و راگ محمدؐ پر درود بھیجنے کے سوا بہتر نہیں

۳۔ ملائکہ مقرب کی قدر و منزلت
بالا ہوتے ہوئے بھی محمدؐ کے آگے پست ہے

۴۔اولین مقدس جمال مبارک کی روشنیوں کے بغیر
محمدؐ کے شہود کا آنکھوں سے معانیہ نہیں ہو پایا
۵۔ابو لہب کی طرح تبت کے بخار کی آگ
محمدؐ کے حاسد کے جسم کو جلاتی رہے!
۶۔صدیقوں کا شیوہ وفا اور محبت ہے
ابو جہلوں کی عادت محمدؐ سے انکار ہے
۷۔مخالف درک اسفل میں گرتا ہی چلا جاتا ہے
اور محمدؐ سعد سیاروں کے آسمان سے بھی بلند تر ہوتے جاتے ہیں
۸۔میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ اور ان کے اہل و عیال پر

توضیحات بند چہارم (۴)

ا۔سجود = سجدہ کرنا۔ پرستش۔ بندگی۔عبادت۔حباب = پانی کا بلبلہ۔جدید فارسی میں شیشے کے ڈھکنے کو کہتے ہیں جو چراغ پر رکھتے ہیں۔مولانا جامیؒ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم وسخاوت کی وسعتوں کو ایک ایسے بے انتہا سمندر سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں دنیا کا وسیع وعریض آسمان صرف ایک بلبلے کی طرح کا ہے۔

۲۔مطرب = مغنیّ۔ گویّا۔گانے والا۔طرب پہنچانے والا۔خوش کرنے والا۔پیشہ ور ساز بجانے اور گانے والا آدمی جو لوگوں کو خوش کرتا ہو۔دستان سرا = نغمہ سرا۔[دستان = سرور۔نغمہ۔لحن۔نوا۔ترانہ۔آہنگ۔سرا = گانے والا۔نغمہ پرواز۔سرودگو۔مغنیّ]۔بزم صفا = صاف و پاکیزہ مجلس۔بے کدورت بزرگوں اور خدا دوستوں کی مجلس۔ پاک وخالص اہل دل کی محفل۔درود = ثنا۔دعا۔ستائش۔سلام۔تحیّت۔خدا کی رحمت۔صلوۃ جو اللہ کی طرف سے ہو تو رحمت کہلاتی ہے'فرشتوں کی طرف سے ہو تو استغفار اور انسانوں کی طرف سے ہو تو دعا۔حیوانوں کی طرف سے ہو تو تسبیح!(شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۳۔مقربان ملائک = مقرب فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے قریب رہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے پاس رہتے ہیں۔پایۂ قدر = قدر ومنزلت کا درجہ [پایہ = رتبہ۔درجہ۔قدر۔منزلت۔بنیاد۔پایاب۔زینہ۔خوار۔شاگرد کو سزا دینے کی چھڑی۔قدر = ارزش۔اعتبار۔شان۔بزرگی۔منزلت۔خوبی]۔رفعت = بزرگواری۔برتری۔

بلندی۔ مقام اور رتبہ۔ فرود = پست۔ پائین۔ نیچے۔ بہت نیچے۔ [شعر کا ترجمہ دیکھئے]

۴۔ لمعات = جمع لمعہ [لمعہ = روشنی۔ چمک۔ پرتو]۔ روشنیاں۔ اقدم = قدیم تر۔ پیش تر۔ بہت پہلے کا۔ سب سے پہلا۔ سب سے اول۔ سب سے مقدم۔ اقدس = بہت مقدس۔ بہت پاک یا پاکیزہ تر۔ شہود = مشاہدہ کرنا۔ دیکھنا (گواہی۔ حاضر ہونا) صوفیوں کی اصطلاح میں وہ درجہ جس میں سالک مراتب کثرت سے گزر کر توحید عیان کے مقام پر پہنچتا ہے اور اس کو موجودات میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے بلکہ ہر شے میں اللہ نظر آنے لگتا ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آنکھوں سے دیدار کیا ہے وہ ان کے جمال مقدس کی وہی روشنیاں ہیں جو ان میں اس روز ودیعت کی گئی تھیں جب کہ زمین و آسمان کا وجود تک نہ تھا۔ ان کا دیدار ان ہی اولین انوار الٰہی کا دیدار ہے۔ یعنی دیدار انوار محمدؐ انوار خداوندی کا دیدار ہے جو قِدم سے ان کو اللہ کی طرف سے ودیعت کی گئی تھیں۔

۵۔ بولہب = ابولہب' عبدالمطلب کا بیٹا اور ہمارے رسول اکرمؐ کا چچا تھا۔ رسول اللہؐ سے سخت عداوت رکھتا تھا اور جب رسول اللہؐ بازاروں میں وعظ فرماتے تو یہ وہاں پہنچ کر لوگوں کو انؐ کے خلاف اکساتا اور انہیںؐ ایذائیں دیتا تھا اور انہیںؐ دیوانہ کہہ کر پکارتا۔ جنگ بدر کے آٹھ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا اور تین دن تک اس کی لاش سڑی پڑی رہی۔ جب اس کی بدبو سے محلہ کے لوگ تنگ آ گئے تو اس کے اقارب نے لمبے لمبے ڈنڈوں سے اس کی لاش کو چارپائی سے' جس پر وہ مرا پڑا تھا نیچے گرا دیا اور اس کے اوپر اتنے پتھر پھینکے کہ اس کی ناپاک لاش پتھروں کے تلے دب گئی۔ آسا = مانند۔ کی طرح (اسم کے بعد حرف عطف کے طور پر صفت کے معنی میں لایا جاتا ہے جیسے شیر آسا۔ آسمان آسا۔ فیل آسا) بمنزلہ۔ بمشابہ۔ تب تبت = (تب = بخار۔ تبت = اشارہ ہے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف تبت یدا ابی لہب وتب...... ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ (دیکھئے سورہ اللہب ۱۱۱ آیت اول...... ترجمہ اردو سید ابوالاعلیٰ مودودی) ابولہب ہمارے رسولؐ کے ساتھ اتنی حسد و عداوت رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اسے بددعا کی جو مذکورہ پورے سورہ شریف پر حاوی ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح حسد و عداوت کے نتیجے میں ابولہب (لعنہ اللہ) کا انجام آگ ہے (سیصلی نارا ذات لہب...... وہ عنقریب دوزخ کی لپٹوں والی آگ میں داخل ہوگا) اسی طرح اس دنیا میں رسول اکرمؐ کا جو بھی کوئی حاسد ہے اس کا انجام نہ فقط دنیوی زندگی میں خود بخود حسد کی آگ میں حسرت و ناکامی کے ساتھ جلنا ہوگا بلکہ آخرت میں بھی وہ دوزخ کی آگ میں رہے گا۔

۶۔ شیوہ = طریق۔ روش۔ طور۔ طرز۔ کرشمہ۔ ناز۔ خودنمائی۔ ہنر۔ قاعدہ۔ قانون۔ خو۔ عادت۔ حیلہ۔ صدّیق = بہت سچ

بولنے والا۔ وہ جو اپنے قول کو اپنے عمل سے سچ کر کے دکھائے۔ وہ شخص جو اپنے قول و فعل سے حضرت رسول اکرمؐ کو صحیح طور پر جاننے اور ان سے قریب ترین رہ کر ان کے قلب مقدس کی معرفت و شناسائی کے نتیجے میں ان پر گذرے ہوئے آسمانی و زمینی واقعات کی صدق دلی کے ساتھ تصدیق کر کے ان کو سچ ماننے اور اس پر گواہی دے مراد ہے حضرت صدیق اکبرؓ جنہیں ان ہی صفات کی وجہ سے خود رسول اکرمؐ نے صدیق کا لقب عطا فرمایا [صدیقین = جمع ہے صدیق کی] بوجہل = یعنی ابوجہل [بوجہلیان = بوجہل کی جمع یعنی ابوجہل کی خو اور عادت اور سیرت و خصلت رکھنے والے لوگ]۔ ابوجہل = رسول اکرم کے چچا کا لقب یعنی نادانی و جہالت کا باپ۔ یہ لقب خود رسول اللہؐ اور اولین صحابہؓ نے عمرو بن ھشام بن مغیرہ کو دیا تھا (یہی نام تھا ابوجہل کا)۔ یہ شخص نبی برحق کا ایک بد ترین دشمن تھا۔ اور ان کی برحق رسالت کا جھگڑالو منکر:۔ جحود = جان بوجھ کر حق سے انکار کرنا۔ دیدہ و دانستہ نہ ماننا۔ بے فیض۔ بے خبر۔ جھٹلانا۔ انکار۔ تکذیب: [شعر کا ترجمہ دیکھئے]

۷۔ سقوط = گر پڑنا۔ خطا کرنا۔ ناتمام بچہ کا عورت کے پیٹ سے گر پڑنا۔ زمین پر گر پڑنا۔ درک = دوزخ کا طبقہ۔ کسی چیز کی انتہائی گہرائی۔ دوزخ کی تہہ۔ [درک اسفل نار = جہنم کا نچلا درجہ۔ جہنم کی تہہ] هبوط = نیچے آنا۔ نیچے اترنا۔ نقصان ہونا۔ نقصان کرنا۔ کسی چیز کی قیمت کا گر جانا۔ بیماری سے دبلا ہونا۔ کسی ستارے کا ایسے برج میں آنا جس سے اس کا اثر نحوست ہو۔ شہر میں آنا۔ بلندی سے پستی میں آنا۔ نازل ہونا۔ ذلیل ہو جانا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ تنزل ہو جانا۔ فوق = اوپر۔ پرے۔ بالا: سعود = نیک ہونا۔ مبارک ہونا۔ سعد ستارے جیسے چاند۔ زہرہ اور مشتری۔ نیک بختی۔ خوش بختی۔ خوش قسمتی۔ خجستگی۔ صعود = اوپر چڑھنا۔ عروج۔ اوپر جانا۔ ارتقاء۔ بلندی پر چڑھنا۔ بلند ہونا (شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)۔

بندِ پنجم (۵)

حق شب اسریٰ چو داد بار محمدؐ.........

۱۔ شب اسریٰ کو جب اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو داخل ہونے کی اجازت دی
تو سب (پیغمبروں) کے مقابلے میں محمدؐ بلند تر ہوگئے

۲۔ ذات کے اسرار کے موتی اور اسماء کے خزانے
اس اندھیری رات میں محمدؐ پر نثار کئے

۳۔ خدا نے کائنات کی خواجگی ان کو دے دی
لیکن فقر کو اختیار کرنے میں محمدؐ کا افتخار تھا

۴۔ وہاں اس وقت اللہ تھا جب کہ بظاہر اور کوئی
ابو بکرؓ کے بغیر محمدؐ کا یار غار نہ تھا
۵۔ دو تین تار جنہیں مکڑی نے بُنا
اس غار کے دروازے کے پردہ دار بن گئے
۶۔ اگر صاحبان شوق کے لئے بہار کی ہوا
دیار محمدؐ سے خار وخس بھی لے آئے
۷۔ تو پلکوں کی طرح دو آنکھوں میں قیامت تک
محمدؐ کی یادگار جان کر اسے جگہ دوں گا
۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبی اور ان کے اہل عیال پر

توضیحات (بند پنجم ۵)

ا۔شب اسریٰ= معراج کی رات[اسریٰ= اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف۔سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حوله لنریه من آیتنا۔ انه هو السمیع البصیره (پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے ۔۔سورۂ بنی اسرئیل آیت ا۔ ترجمہ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی] باردادن= داخل ہونے کی اجازت دینا۔کسی بادشاہ کا یا امیر کا کسی کو اس کے پاس آنے کی اجازت دینا۔بادشاہ کی بارگاہ میں داخل ہونا.اجازت دینا.آنے کی اجازت دینا .دخل دینا.دخل دینے کی اجازت دینا.کار بالا گرفتن= کام کا پر رونق ہو جانا.ترقی کرنا.بلند درجہ پانا.رتبہ پانا.اونچا ہو جانا.کام کی ترقی (شعر کا ترجمہ دیکھیں۔واقعۂ معراج کی طرف اشارہ ہے جو نبی برحقؐ کے معنوی مرتبے کی انتہا ہے)۔

۲۔اسرار= جمع سر یعنی بھید.راز.مخزن= خزانہ.گنجینہ.گنج.مال ومتاع جمع کرنے کی جگہ.اسماء= جمع اسم (نام) تصوف کی اصطلاح میں معارف،حقائق،علوم۔[اسماءِ حسنیٰ =اللہ تعالیٰ کے اہم نام جنکی تعداد ننانوے جانی گئی ہے] مخزن اسماء= ناموں کا خزانہ۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمدؐ پر اپنی ذات سے متعلق رازوں کے موتی اور گوہر آبدار نیز اسماء الٰہی کے خزانے نچھاور کردئے یعنی رسول اکرمؐ کو سر

ذات الٰہی اور اسماء الٰہی کی حقیقتوں سے واقف کر دیا اور فاوحی الیٰ عبدہ مااوحی یعنی پھر اپنے بندہ پر اللہ نے وحی فرمائی جو کچھ بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ لنریہ آیتنا (تا کہ ہم آپ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں) اسمیں اسرار ذات اور اسماء الٰہی سے آپ کو واقف کرنے کی نشانیاں بھی شامل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ معراج کی مبارک رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول برحقؐ کو پوشیدہ حکمتوں اور سربستہ رازوں سے آگاہ کر دیا۔

۳۔ خواجگی = سرداری۔ مالکیت۔ رئیس ہونا۔ مالک اور آقا ہونا۔ مالداری۔ دولتمندی۔ سوداگری۔ تجارت کائنات = موجودات۔ جہان۔ دنیا۔ (کائنات جمع ہے کاینہ کی) فقر = فقیری۔ محتاجی۔ تنگدستی۔ تہی دستی۔ درویشی۔ تصوف میں فقر کی حقیقت احتیاج و نیاز مندی ہے کیونکہ بندہ ہمیشہ محتاج و حاجت مند ہے اور بندگی میں بندہ مملوک ہے اور مملوک اپنے مالک کا محتاج ہے اس لئے غنی یعنی بے نیاز (بے حاجت) صرف اللہ تعالیٰ ہے اور لوگ فقیر ہیں اور یہ بندے کی صفت ٹھہری جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انتم الفقراء واللہ ھوالغنی عن العالمین ---تم محتاج ہو اور اللہ جہانوں کی ضرورت سے بالاتر (بے نیاز) ہے۔ افتخار = فخر۔ ناز۔ سرافرازی۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کو سید العرب والعجم بنایا سید الثقلین بنایا، دونوں جہاں کا پیشوا بنایا یعنی کائنات کا خواجہ (مالک) بنایا یعنی کل کائنات کی خواجگی (یا مالکیت) ان کو عطا فرمائی لیکن رسول اکرمؐ نے فقر کو اختیار فرمایا اور اسی فقیری و درویشی پر آپ نے فخر کیا الفقر فخری (حدیث مبارک) یعنی میرا فقر میرے لئے موجب فخر ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواجہ کونین بنایا لیکن آپ درویش رہے اور اسی پر نازاں بھی!

۴۔ سے آخری شعر تک ترجمہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

بند ششم (۶)

ای شدہ طافح زفیض کاس محمدؐ........

۱۔ اے محمدؐ کی پیالی کے فیض سے مست ہوئے آدمی!
آدم اور عالم سے محمدؐ کا قیاس نہ کر

۲۔ پنہاں وحدت کثرت کی شکنوں میں
پھر سے محمدؐ کے لباس میں جلوہ گر ہوئی

۳۔ ایک بال کے سرے کے برابر بھی وہ اسے اللہ سے الگ نہیں جانتا
جو آج محمدؐ کو صحیح طور پر پہچان سکا

۴۔ قیامت تک تزلزل سے محفوظ ہے
محمدؐ کا مضبوط بنیاد والا سجادین !
۵۔ دشمن کی لشکر باوجود اس کی بہت زیادہ قوت و طاقت کے
محمدؐ کی ہیبت و خوف سے شکست کھائی
۶۔ مکڑیوں کے لباس بننے میں اللہ کی حفاظت کا مقصد
محمدؐ کو دشمن کے خطرے سے بچانے کا لحاظ کرنا تھا
۷۔ امت کے حق میں جو کچھ بھی مانگیں گے
اللہ تعالیٰ محمدؐ کے التماس کو رد نہیں کرے گا
۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کرسکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ اور انکے اہل وعیال پر

توضیحات (بند ششم ۶)

۱۔ طافح = متوالا. مست. شراب سے بہکا ہوا. بدمست. شرابی جوخود سے بے خبر ہو چکا ہو. فیض = بہت بخشش. بہت زیادہ فائدہ. پانی کا نہر میں اتنا زیادہ ہوجانا کہ دونوں کناروں سے بہنے لگے۔ پانی بہنا. عطا. کرم. تصوف کی اصلاح میں کسب واکتساب کی زحمت اٹھائے بغیر الہام کی راہ سے دل میں کسی امر کا القاء ہونا. کاس = پیالہ. شراب کا پیالہ. شراب. بڑا نقارہ. کوس. سیاہ رنگ کا. لاجوردی رنگ کا. نیلی چشم. دھنسا ہوا. مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اے آدمی جو محمدؐ کے فیض سے سرشار ہوا ہے محمدؐ کو یہ نہ سمجھ کہ وہ عام آدمیوں کی نوع کے اس عالم (دنیا) میں ایک آدم ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے (اس کی وضاحت دوسرے اگلے شعر میں کی ہے)

۲۔ دراصل وحدت جو پنہاں تھی یعنی مخفی و پوشیدہ تھی وہ کثرت کے حلقوں میں یعنی دنیاوی کثرتوں میں پھر سے محمدؐ کے لباس میں ظاہر ہوئی یعنی اللہ کی وحدت مخلوق سے پوشیدہ تھی کُنتُ کنزاً مخفیاً (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا) تو یہی پوشیدہ وحدتِ الٰہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں دنیا کی کثرتوں میں جلوہ گر ہوئی ورنہ محمد رسول اللہ کوئی عام آدمی نہیں ہیں اس عالم میں۔ وہ اللہ کے نور ہیں اور نورِ الٰہی کی طرح ہر طرف تابان و درخشان!

وحدت = یگانگی۔ تنہائی۔ ایک ہونا۔ اللہ کا ایک ہونا۔ مستور = پنہان۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔ مخفی۔ پردے کے

اندر۔ جو ستر میں ہے۔ مطاوی = شکنیں۔ پیچیدگیاں۔ مطالب۔ مضامین۔ حلقے۔ [وحدت کا مقابلہ کثرت سے ہی ہو سکتا ہے وحدت ایک ایسی چیز ہے جسکی تعریف سوائے کثرت کے مقابلے میں نہیں ہو سکتی۔ وحدت در کثرت = عالم غیب اور عالم شہادت واحد وجود ہے جو تجلیوں کے مراتب کے مطابق کثرتوں کی صورت میں ظاہر ہیں اور ہر مظہر میں ایک خاص ظہور کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور مجموعی طور پر واحد وجود ہیں اور موجودات اور مظاہر کثرتیں ہیں اور تمام مظاہر و تجلیات واحد حقیقی کی وحدت ہیں]۔

۳۔۴۔۵۔ ان اشعار کا ترجمہ دیکھیں۔

۶۔ اس شعر میں غار حرا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر رسول اکرمؐ کے مخفی رہنے اور غار کے منہ پر مکڑیوں کے جال بُن کر [اور ان میں کبوتروں کے انڈے دینے) غار کی قدامت برقرار رہنے اور رسول خدا کو دشمنوں کی گزند سے محفوظ رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ نسج = بُننا۔ کپڑا بُننا۔ ہوا کا طول و عرض میں چلنا۔ بات کو آراستہ کرنا۔ نسج عناکب = عنکبوتوں (مکڑیوں) کی تار یا جال۔

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ فقط محمدؐ کی عظمت کا لحاظ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم الشان رسول کو مکڑی کی جال کی راہ سے محفوظ رکھا کہ دشمن کو اُن کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو۔

بند ھفتم (۷)

ماہ بود عکسی از جمال محمدؐ.........

۱۔ چاند محمدؐ کے حُسن و جمال کا بس ایک عکس ہے
نافہ محمدؐ کے زُلف و خال کی بس ایک خوشبو !

۲۔ فَاستَقِم کے چمن میں قدم نہیں رکھا
کسی بھی سرو . روان نے محمدؐ کے برابر

۳۔ لوحِ[1] قدیم کے حروف شناسوں کو
محمدؐ کے میم و دال سے بڑی مدد ملی

۴۔ بُتوں کے چہرے کی مانند عنبرفشان خال سے
دین ھدیٰ نے محمدؐ کے ہلال سے زینت پائی

(۱) لوح کی جگہ نقش کا لفظ بھی میری نظر سے گذرا ہے لیکن لوح صحیح ہے۔

۵۔ کب تک تو اس تاریک چھوٹی سی جگہ میں
محمدؐ کے آفتاب کمال سے حجاب میں رہو گے
۶۔ کھڑکی کھول دو کہ سارے عالم میں
محمدؐ کے بے زوال آفتاب کی تابانی روشن ہے
۷۔ اُنؐ کے اہل و عیال کے دامن کو تھام لو کیونکہ
محمدؐ اور اُنؐ کے اہل وعیال کے بغیر کچھ نتیجہ نہیں ہو گا
۸۔ میرا کلام اُن کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا دُرود ہو ہمارے نبیؐ اور اُن کے اہل و عیال پر

توضیحات (بند ھفتم ۷)

۱۔عکس = صورت۔شکل جو پانی یا آئینہ میں دکھائی دے۔الٹنا۔الٹا کرنا۔چمکنا۔[جدید فارسی میں فوٹو کو کہتے ہیں اور فوٹو گرافر کو عکاس]۔

مشک = نافہ۔کستوری۔[توضیح کیلئے دیکھئے قصیدہ جملہ معجزات رسول اکرمؐ کا چودھواں شعر] شمیم = خوشبو۔ خوشبودار ہوا سونگھنا۔بلند چیز (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۲۔فاستقم = اشارہ ہے قرآن پاک کی اس آیت کریم کی طرف :فاستقم کما امرت.......... اے نبیؐ! راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے (دیکھئے سورہ ھود کی آیت ۱۱۲): سرو روان = وہ سرو جو چلے۔ چلنے والا سرو یعنی محبوب۔معشوق کا قد و قامت۔خوش قد و قامت محبوب۔اعتدال = برابر ہونا یکسان ہونا طول و عرض میں برابر ہونا۔گرمی و سردی میں برابر ہونا۔خشکی و تری میں برابر ہونا۔سیدھا ہونا۔درمیانہ ہونا۔برابر کرنا۔ راستی۔میانہ روی:۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ رسالت کی تبلیغ کے امور اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تبلیغ کے امر میں جس ثابت قدمی اور حلم و صبر اور بردباری کیساتھ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نظیر اور طاقت فرسا مصائب کا مقابلہ کیا وہ کسی اور نے نہیں کیا اور نہ اس بارے میں اس خوش قد و قامت رسولؐ کی کوئی اور برابری کر سکتا ہے۔جس طرح وہ اور صفات میں یکتا و یگانہ ھیں اسی طرح تبلیغ کی اس صفت میں بھی ان کا کوئی جواب نہیں۔

۳۔حرف شناسان = حروف تہجی کو پہچاننے والا۔ابجد خوان۔[ویسے حرف شناسان اور حروفیہ کو آپس میں خلط ملط نہیں کیا جانا چاہئے۔حروفیہ ایک فرقہ ہے جو ایران میں تیمور کے عہد سلطنت میں رائج ہوا اس کی بنیاد فضل اللہ

استر آبادی نے ڈالی۔ اس کا عتقاد تھا کہ حروف تہجی انسانی صورتیں ہیں۔ اس کے خیالات وعقاید حروف اوران کی تاویلوں پر مبنی ہیں اس کے عقیدے کی تبلیغ اس لحاظ سے قابل توجہ اور شایستہ مطالعہ ہے کہ نہ صرف اس نے عجیب تعلیمات واد بیات کو ایجاد کیا اور فارسی وترکی میں بہت سے اشعار باقی چھوڑے بلکہ عظیم حوادث کو وجود میں لانے کے لحاظ سے وہ تاریخی اھمیت کا حامل ہے۔ ایران میں بظاہر اگر چہ اسکے پیروؤں کو دوام حاصل نہ ہو سکا لیکن اسکے عقاید ایران کی سرزمین کی حدود سے باہر ترکیہ کے ملک میں پھیلے اور بکتا شیہ درویشوں کے لباس میں نشو ونما پائی]
کلک قدم = قدمت کا قلم مراد ہے قدمت کے قلم سے لوح (تختی) پر لکھے گئے حروف یعنی لوح کائنات کے نقوش یا سوجودات مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ قدمت کی تختی پر جو حروف کلک قضا نے لکھے تھے ان میں اوّلین حروف محمدؐ کے میم ودال تھے اوران ہی دو حروف (میم ودال) کی مدد سے حرف شناسوں کے الجھے مسائل سلجھ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم بلکہ اولین تخلیقات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات اقدس تھی۔ جو نکتہ وروں اور فلسفہ دانوں کے لئے راہنمائی۔

۴۔ معنبر = عنبر کیا گیا۔ وہ شے جس میں عنبر ملایا گیا ہو۔ خوشبودار۔ کالا۔ سیاہ۔ عنبر آلود۔ عنبرین۔ ھدیٰ = کسی کو سیدھا راستہ دکھانا۔ راہ پانا۔ راہنمائی۔ سچا راستہ۔ راہ راست۔ [دین ہدیٰ = دین اسلام]۔ بتوں کے چہروں کو نقش ونگار اور خوشبوؤں سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ دین اسلام کے چہرے کی زینت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عنبرین ابروئین ہیں۔

۵۔ سراچہ = چھوٹا مکان۔ چھوٹی جگہ۔ چھوٹا گھر۔ چھوٹا خیمہ۔ مرغیاں بند کرنے کا ٹوکرا۔ دنیا۔ ظلمت = تاریکی۔ اندھیرا۔ محتجب = پردہ میں ہونے والا۔ پردہ نشین۔ پنہان۔ مخفی۔ چھپا ہوا۔ حجاب میں رہنے والا۔ نیّر = (مبالغہ کا صیغہ ہے) بہت روشنی دینے والا۔ نہایت روشن۔ بڑا روشن ستارہ۔ سورج۔ آفتاب۔ چاند۔ منوّر۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۶۔ روزنہ = روشندان۔ تابدان۔ سوراخ۔ چھوٹی کھڑکی۔ ہر سوراخ اور شگاف جو کمرے کی دیوار وغیرہ میں ہو۔ دریچہ۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۷۔ آل = خاندان۔ اہل۔ خاندان رسولؐ۔ اہل وعیال رسول اللہؐ۔ سرخ۔ احمر۔ سرخ رنگ۔ ایک درخت جس کے جڑ سے سرخ رنگ نکالتے ہیں اوراس سے کپڑوں کو سرخ کرتے ہیں اور طب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایک بیماری ہے جو نوزائیدہ عورت کو وضع حمل کے چھ دن تک لگتی ہے۔ سراب۔ مآل = انجام۔ نتیجہ۔ جائے باز گشت۔ لوٹنے کی جگہ۔ رجوع کرنے کی جگہ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

بند ہشتم (۸)

حرز امان چیست؟ نعت و نام محمدؐ............

۱۔ حفاظت و سلامتی کا استحکام کیا ہے؟ محمدؐ کا نام اور ان کی نعت
درود ہو حضرت محمدؐ سید الانام پر
۲۔ مست معرفت اصحاب کے چشمے سے کوئی لذت نہیں پاؤ گے
جب تک نہ محمدؐ کے جام سے کوئی گھونٹ پیو گے
۳۔ بلند آسمان اپنی بالاتر منزلوں کے ہوتے ہوئے بھی
محمدؐ کے مقام سے بہت کم پایہ کا ہے
۴۔ نسیم شمال قاصد! اے کہ تو محرم ہوئی ہے
محمدؐ کے جاہ و احترام کے حرم پاک میں
۵۔ خدا کے لئے جب تم عرض عزت میں پہنچاؤ گی
محمدؐ کے حضور میں عاشقوں کی طرف سے سلام
۶۔ تو کھل کر بیان کرنا اس غلام کی مفلسی و بیچارگی کی حالت کو
محمدؐ صاحب لطف و کرم کے حضور میں جن کا فیض عام ہے
۷۔ شاید سعادت کی اس راہ سے داخل ہو جاؤں
محمدؐ کی غمخواری کے پناہ کے سایہ میں
۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ اور ان کے اہل و عیال پر

توضیحات (بند ہشتم ۸)

۱۔ حرز = تعویذ۔ استحکام۔ مضبوط پناہ۔ محکم جگہ۔ استوار جگہ۔ جائے پناہ۔ پناہ گاہ۔ حظّ۔ نصیب۔ باز و بند۔ امان = بے بیم ہو جانا۔ بے ترسی۔ ایمنی۔ حفاظت۔ سلامتی۔ عنایت۔ پناہ۔ امن۔ نعت = صفت تعریف۔ رسول اکرمؐ کی تعریف۔ نیک وصف بیان کرنا۔ وصف۔ صفت۔ خصلت (نعت عربی لفظ ہے اور خالص رسول اکرم کی توصیف

کیلئے استعمال ہوتا ہے)۔ سیّد الانام = لوگوں کے سردار۔ خلق خدا کے پیشوا۔ جن وانس کے رہبر یعنی سید الثقلین حضرت محمد عربی احمد مجتبیٰؐ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)۔

۲۔ بہرہ = نصیب۔ حصہ۔ قسمت۔ زراعت میں سے مزارعین کا حصہ۔ سود۔ نفع۔ فایدہ۔ حاصل۔ محصول۔ میوہ۔ ذوق = لذت۔ چکھنا۔ خوشی۔ نشاط۔ بشاشت۔ مستان = مست کی جمع یعنی معرفت کی شراب سے مست عارفانِ الٰہی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی عارف کامل کیوں نہ ہو لیکن جب تک رسول اکرمؐ کی نظر کرم اور انکی سنت کی پیروی حاصل نہ ہو تب تک وہ عارف نہیں ہوگا اور چشمۂ عرفان سے فیض یاب بھی نہیں ہو پائے گا۔

۳۔ چرخ برین = بلند آسمان [چرخ = گریبان۔ چکر۔ رقص۔ دور۔ تسلسل۔ ایک قسم کا اطلس۔ محل کا طاق۔ ایک شکاری پرندہ۔ پہیہ۔ خراسان (موجودہ افغانستان) میں ایک گاؤں کا نام جو شاید غزنی کے قریب ہے۔ آسمان۔ برین = برتر۔ اعلیٰ۔ اونچا۔ بلند۔ بہت اوپر۔ سوراخ۔ رخنہ۔ شگاف۔ برین قدیم فارسی میں شمال کو کہتے تھے] مدارج = مدرج کی جمع۔ سیڑھیاں۔ درجے۔ منزلیں۔ راستے۔ راہیں۔ مرحلے۔ رفعت = بلندی۔ اونچائی، مرتبہ کی بلندی۔ بلند مرتبہ۔ کمین پایہ = پست درجہ۔ کم پایہ۔ نچلے مرتبہ کا۔ (ترجمہ دیکھیں)

۴۔ اس شعر سے ساتویں شعر تک ایک ہی خیال کا ربط ہے۔ (ترجمہ دیکھیں) مولانا جامیؒ بادنسیم کو قاصد بنا کر دربار رسولؐ میں اپنی مسکینی وعاجزی کی کیفیت عرض کر رہا ہے اور رسول کریمؐ سے پناہ کا خواستگار ہے۔

بند نہم (۹)

مہبط وحی خداست جان محمدؐ ....

۱۔ محمدؐ کی جان پاک اللہ کی وحی کا مقام نزول ہے
محمدؐ کا بیان راہِ راست کے اسرار کو کھول دیتا ہے
۲۔ بارگاہِ جلال خداوندی میں وہ لوگ بالانشین ہیں
جو محمدؐ کی دہلیز کے خاک نشین ہوتے ہیں
۳۔ ہر نبی کسی نشانی سے صاحب نشان ہوجاتا ہے۔
لیکن محمدؐ کے نشان سے سارے نشان مٹ گئے
۴۔ ہستی کی نعمت کے مہماں خانہ میں
عالم اور آدم محمدؐ کے خوان کے طفیلی ہیں

۵۔ جنت کا باغ اس کے تمام اشجار سمیت کیا ہے ؟
بس محمدؐ کے بوستان سے چند پودوں کا مجموعہ !
۶۔اگر میں عرش کے درجوں سے بھی اُن کو بالا سمجھتا ہوں
تو یہ محمدؐ کے شان و عظمت کی بلندی کا کوئی مبالغہ نہیں
۷۔ ہر عارف و عامی کے گوش و ہوش کا صدف
موتیوں سے بھر گیا محمدؐ کے لعل دز افشان سے
۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کرسکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ اور ان کے اہل عیال پر

توضیحات (بند نہم ۹)

۱۔مہبط = اترنے کی جگہ۔نازل ہونے کا مقام۔کاشف = کشف کرنے والا۔کھول دینے والا۔ظاہر کرنے والا، ننگا کرنے والا۔دور کرنے والا۔آشکار کرنیوالا۔[دریافت کرنے والا...... جدید فارسی میں جیسے مثلاً کرسٹوفر کولمبس امریکہ کادریافت کرنیوالا (کاشف) ہے](شعر کاترجمہ ملاحظہ ہو)

۲۔شاہ نشین (یاصدرنشین)=اوپر بیٹھنے والا۔سب سے اوپر جگہ پر بیٹھنے والا۔بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ۔بادشاہ کا کمرہ۔اونچی جگہ۔بالانشین۔مجلس میں سب سے اوپر بیٹھنے والا۔پیشوا۔مقدم۔وزیر۔حاکم۔بڑے کمرے کا ایک حصہ جس کی سطح باقی کمرے سے اونچی ہوتی ہے اور بزرگ مرتبہ اشخاص وہاں بیٹھتے ہیں۔بارگاہ جلال = عظمت خداوندی کی بارگاہ۔اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا دربار[بارگاہ = دربار۔محل۔شاہی محل۔کچہری کی جگہ۔دیوان خانہ۔کسی بزرگ کا مکان۔شاہی خیمہ۔شاہانہ دربار۔وہ جگہ جہاں بادشاہ لوگوں کو اپنے حضور میں آنے کی اجازت دے۔ جلال = بزرگی۔بزرگواری۔عظمت۔شکوہ۔باعظمت و بزرگ ہونا۔آزمودہ کار ہونا۔عمر رسیدہ ہونا۔حقیر ہونا] خاک نشین = حقیر لوگ۔مٹی پر لوٹنے والے لوگ۔فروتن لوگ۔عاجز اور انکسار والے لوگ۔متواضع لوگ۔ (ترجمہ ملاحظہ ہو)

۳۔نشان مند = صاحب نشان۔صاحب علامت[نشان = علامت۔نشانی۔داغ۔نشانہ۔ہدف۔فوج کا جھنڈا۔بادشاہ کا فرمان۔تمغہ] مولانا جامی فرماتے ہیں کہ ہر نبی کی کوئی نشانی ہوتی تھی یا کوئی معجزہ لیکن رسول اکرمؐ تشریف لائے تو تمام نشانیاں مٹ گئیں۔تمام پیغمبروں کا آنا ختم ہوگیا۔آپ آئے تو خاتم النبیینؐ بن کر آئے۔

۴۔طفیل = ذریعہ۔وسیلہ۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور دنیا کے لوگ رسول اکرمؐ کے طفیل اس مہمان خانۂ وجود میں آئے ہیں۔آپؐ نہ ہوتے تو ہم بھی نہ ہوتے۔خوان = دسترخوان (مہمان خانہ،نعمت،خوان کا استعمال اس شعر میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے)

۵۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جنت کا باغ محض رسول اکرمؐ کے بوستان کا ایک چھوٹا سا باغ ہے۔ورنہ نبی برحقؐ کیلئے جنات کے روضوں کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں۔نہال = پودا۔نورستہ۔خوبصورت درخت جس میں ابھی پھل نہ لگا ہو۔شاداب سرسبز۔کامیاب۔خوش۔توشک۔بستر۔شکار۔صید۔

۶۔غلو = علم معانی میں مبالغہ کی ایک قسم جس میں مبالغہ کو یہاں تک بڑھاتے ہیں جو عقل اور عادت دونوں کی رو سے محال ہو۔حد سے گذرنا۔ہجوم۔ہاتھ کو جہاں تک بلند ہو سکے بلند کرنا۔حد سے تجاوز کرنا۔[مبالغہ یا تجاوز کی علم معانی و بدیع میں تین منزلین ہیں۔مبالغہ۔اغراق اور غلو۔مبالغہ توصیف میں افراط ہے۔جو عقل و عادت دونوں کی رو سے محال ہو۔]۔ علوشان = شان و عظمت کی بلندی۔(ترجمہ دیکھیں)

۷۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے لب ہای درافشان سے دونوں فیض یاب ہوئے عارف باللہ بھی اور ایک عام آدمی بھی۔ان کے کلام کا یہ ایک معجزہ ہے کہ عام آدمی جو ناخواندہ یا جاہل تھا وہ بھی اس مولای کلؐ کے فصاحت بیان سے دین اسلام کی نزاکتوں سے بہرہ یاب ہوا جس طرح ایک دانشمند عارف باللہ ہوا۔

۸۔عارف = اللہ کو پہچاننے والا۔خداشناس۔عامی = عوام الناس۔جاہل۔ناخواندہ۔رعیت۔درفشان = موتی بکھیرنے والا۔مجازاً نہایت عمدہ و فصیح و شیرین کلام کرنے والا۔(شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

بند دہم (۱۰)

صبح ھدیٰ بافت از جبین محمدؐ.........

۱۔راستی کی صبح روشن ہوئی محمدؐ کی پیشانی سے
دنیا کی وسعتوں پر مسخر ہو گیا محمدؐ کا دین
۲۔مارمیت کے معنیٰ سے واضح ہوا
یداللہ کا راز محمدؐ کی آستین سے
۳۔جو پہلے تھا اور جو بعد میں ہو گا
اسے محمدؐ کی تیز بین آنکھوں نے آشکار دیکھا

۴۔دنیا کے پیشواؤں[1] کی گردنوں میں طوق ڈال رکھا ہے
محمدؐ کے عنبرین گیسوؤں کے حلقے نے
۵۔کائنات کی ساری نقدی ناچیز ثابت ہوئی
محمدؐ کے گران قیمت لعل و گہر کی ارزش کے سامنے
۶۔بادشاہی تخت پر بیٹھنے والے تاج بخش شہنشاہ
محمدؐ کی راہ میں بیٹھنے والے فقیروں کے باجگزار ہیں
۷۔اللہ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا
دو جہانوں میں محمدؐ کی تعریف کی حد
۸۔میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ پر اور ان کے اہل و عیال پر

توضیحات (بند دہم ۱۰)

۱۔ھدیٰ = راستی۔سچائی۔راہ راست۔صراط مستقیم۔تافت = چمکا۔روشن ہوا۔طلوع ہوا۔عرصہ = میدان۔فاصلہ۔وسعت۔مکان کا صحن۔شطرنج یا چوسر کی بساط۔مدت۔صحرا۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ راستی و ہدایت خداوندی رسول اللہ کے نور سے روشن ہوئی اور یہ نور سارے عالم پر مسخر ہو گیا۔مطلب یہ کہ نبی برحقؐ کے وجود نور سے معبود برحق کا دین برحق سارے عالم پر چھا گیا۔

۲۔فحوای = مضمون۔معنی۔مقصد۔مراد۔مطلب۔کلام کا مطلب۔معنی سخن۔مـا رَمَیتَ = قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے...... وَمَـا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللہ رَمی [اور اے نبیؐ! تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا...... سورہ الانفال آیت ۱۷۔ترجمہ اردو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی]۔ید اللہ = قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے...... اِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللہ یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیهِم ...... [اے نبیؐ! جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا...... سورہ الفتح آیت ۱۰ ترجمہ اردو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی]۔قرآن مجید کی مذکورہ آیات کریمہ میں پہلی وَمَـا رَمَیتَ والی آیت جنگ بدر سے مربوط ہے۔جب بدر کے میدان میں کافروں کی لشکر مجاہدین اسلام پر حملہ آور ہوئی تو نبی اکرمؐ مومنین مجاہد کا حوصلہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ عاجزی سے اللہ کے حضور میں ان کے حق میں دعائیں

(۱) میرے ذاتی کتابخانے میں موجود قلمی نسخہ میں اس جگہ سران کی جگہ شیران آیا ہے اور وزن و معنی کے لحاظ سے شیران ہی صحیح ہے۔

فرماتے رہے۔ آپ پر جوش طریقے پر آگے بڑھے اور فرماتے رہے ''عنقریب یہ جتھا شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا''۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک مٹھی کنکریلی مٹی کی لی اور قریش کے جنگجو کافروں کی طرف رخ کر کے فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوه (تم لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں) اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینک دی۔ پھر مشرکین میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کی دونوں آنکھوں، نتھنے اور منہ میں اس ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ نہ گیا ہو۔ اسی کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: ''جب آپ نے پھینکا تو در حقیقت آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا''۔ دوسری آیت بیعت رضوان سے متعلق ہے جس کا ذکر سورہ الفتح میں ہے اور اس بیعت میں بیعت کرنے والوں نے رسول اکرمؐ کے دست مبارک پر اپنے ہاتھ رکھ کر دین اسلام کے قبول کرنے اور اس پر مر مٹنے کی قسم کھائی۔ ان دونوں آیت شریفہ کے پس منظر میں کہ مٹی رسول اللہؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی اور بیعت کے وقت وہ رسول اللہؐ کا ہاتھ نہیں تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا (یا بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں کے اوپر رسول اللہؐ کا ہاتھ نہیں تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا) جامیؒ فرماتے ہیں کہ محمدؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے خواہ اس ہاتھ سے انہوں نے مٹی پھینکی یا بیعت لی۔ محمدؐ کی آستین سے اللہ کا ہاتھ نکلا جب انہوں نے بیعت رضوان لی اور ظاہر ہے کہ جب انہوں نے دشمنوں پر مٹی پھینکی تب بھی ان کی آستین سے اللہ کا ہی ہاتھ نکلا۔ مقصد یہ ہے کہ نبی اکرمؐ اللہ کے اقتدار اور قوت کے ترجمان ہیں اور رسول اکرمؐ کی قوت اللہ کی قوت ہے۔

۳۔۴= طوق نہ = طوق ڈالنے والا۔ طوق رکھنے والا (طوق = حلقہ۔ گلے کا پٹہ۔ گول پٹہ۔ ہنسلی۔ نہ = نہادن سے یعنی ڈالنا۔ رکھنا کسی پر) (اشعار کا ترجمہ دیکھئے)

۵۔ نقد = مسکوک زر و سیم مثلاً اشرفی، روپیہ وغیرہ۔ ادھار کی ضد۔ روک۔ ذات۔ دل۔ فرزند۔ بیٹا۔ نقد دینا۔ پرکھنا۔ پرکھ۔ روپے اشرفی کا پرکھنا۔ آمادہ کرنا۔ اچھے کا برے سے فرق کرنا۔ دینار و درہم میں کھرے کو کھوٹے سے جدا کرنا۔ کلام کے محاسن و معایب کو واضح و آشکار کرنا۔ مال کی قیمت جو خریدنے کے بعد فوراً ادا کر دی جائے۔ رائج پیسہ۔ قاصر = تھوڑا۔ کم۔ قصور کرنے والا۔ کوتاہی کرنے والا۔ نارسا۔ ناتوان۔ [دستور زبان کی اصطلاح میں قاصر کو غیر متعدی یا لازم کہتے ہیں]۔ کم قیمت۔ ناچیز۔ مختصر۔ ثمن = قیمت۔ قدر۔ مول۔ نرخ۔ ثمین = گران قیمت۔ قیمتی۔ پر قیمت۔ پر ارزش۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)۔ رسول اکرمؐ کی ذات گران بہا کے آگے کائنات کی کوئی ارزش نہیں۔ سب کچھ ان کے آگے بے قیمت ہے۔

۶۔ تخت نشانان [1] = تخت پر بٹھانے والے (میں نے تخت نشیان صحیح مانا ہے جس کا ترجمہ ہے تخت پر بیٹھنے

---

(۱) میرے ذاتی قلمی نسخے میں تخت نشانان کی جگہ تخت نشیان آیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

والے بادشاہ لوگ۔ تخت نشانان اگرچہ ترکیب کے لحاظ سے صحیح ہے اور اس کے معنی ہیں تخت پر بٹھانے والے تو ذہن فوراً ان اولیاء اللہ کرام کی طرف جاتا ہے جو ایک نگاہ سے تقدیریں بدل دیتے ہیں لیکن یہ معنی اس شعر سے بعید ہے کیونکہ وہ حضرات اولیاء کسی کے باجگزار نہیں۔ مولانا جامیؒ نے باج کا لفظ بادشاہ یا تخت نشین تاج بخش بادشاہوں کی مناسبت سے استعمال کیا ہے اس لئے تخت نشینان صحیح ہے)۔ باج= خراج۔ محصول۔ باج کشیدن= تسلیم ہونا۔ ماتحت و فرمان بردار بن جانا۔' مولانا جامیؒ فرماتے ہیں پادشاہان بزرگ تو فقیر لوگ ہیں جو رسول اکرمؐ کی راہ پر بیٹھے ہوتے ہیں اور دنیا کے بادشاہ ان کے حضور میں جا کر اپنی عافیت و عاقبت سنوارنے کے لئے ان کے محتاج ہیں اور اس طرح سے بادشاہ ہو کر بھی ان گدایان راہ رسولؐ کے فرمان بردار و محتاج بن جاتے ہیں۔

۷۔ آفرین= مرحبا۔ شاباش۔ تحسین۔ تعریف۔ مدح۔ شکر۔ سپاس۔ تہنیت۔ خوبی۔ نیکی۔ صلاح۔ مردے کیلئے مغفرت چاہنا۔ سعادت۔ قدیم موسیقی میں ایک لحن کا نام۔ خوشی۔ خیر (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

بند یازدھم (۱۱)

ہر کہ نہ رو آورد براہ محمدؐ............

۱۔ جو کوئی محمدؐ کے راستے کا رخ نہیں کرتا
اسے محمدؐ کی پناہ میں بھلا راستہ کہاں ملے گا؟

۲۔ دونوں جہاں سے باہر ہے، اگرچہ بظاہر
مدینہ کا شہر محمدؐ کی آرام گاہ ہے

۳۔ اللہ نے ان کی مدد فرشتوں کی لشکر سے کی
جب محمدؐ کی فوجوں میں ذرا سستی پیدا ہوئی

۴۔ آفتاب کے حسن و جمال کی شان و شوکت توڑ کے رکھ دی
محمدؐ کے چاند جیسے چہرے کی تابانی نے

۵۔ دعوتِ (اسلام) کے وقت جب زبان کھولی
تو پتھر سے لے کر درخت تک نے محمدؐ کے رسولؐ ہونے کی گواہی دی

۶۔ پہاڑ کے برابر گناہ ہوتے ہوئے مجھے شفاعت کی امید ہے
محمدؐ کے عفو سے جو کوہ کو بھی کاہ بنا دیتا ہے

۷۔ تمام لوگوں کے گناہ و شر کے خرمن کو مٹانے کے لئے
محمدؐ کی برق آہ کی بس نصف چنگاری کافی ہے
۸۔ میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ پر اور ان کے اہل و عیال پر

توضیحات بند یازدھم (۱۱)

۱۔شعر کا ترجمہ دیکھئے

۲۔دُو کون = دونوں جہاں۔ دونوں دنیا۔ تکیہ گاہ = آرام گاہ۔ پشت و پناہ۔ ٹیک لگانے کی جگہ۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں اگر چہ مدینہ کا شہر رسول اللہؐ کے آرام فرمانے کا شہر ہے لیکن اسی رسول کریمؐ کے شہر ہونے کی سعادت سے اس شہر کا درجہ دنیا و آخرت دونوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ اصولاً یہ وہ شہر ہے جو اللہ کا شہر ہے اور وہ بھی اللہ کا محبوب شہر۔ [ہجرت فرماتے وقت جب مکہ کی پہاڑی پر سے مکہ کو الوداع کرتے ہوئے رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا ''خداوندا! تمہارے حکم سے میں اپنے محبوب وطن مکہ کو چھوڑ رہا ہوں اب تم مجھے ایک ایسے شہر میں اتار جو تجھے محبوب ہے'' تو اللہ نے ان کو مدینہ منورہ میں اتارا]۔

۳۔خیل = سوار آدمیوں کا گروہ۔ گروہ۔ جماعت۔ گھوڑوں کا گلہ۔ سپاہ۔ لشکر۔ فوج۔ پیرو۔ مرید۔ لشکر گاہ۔ قبیلہ۔ طایفہ۔ مومنین = فرشتے۔ ملایک۔ ضعف = کمزوری۔ سستی۔ ناتوانی۔ لاحق شدن = چمٹ جانا۔ مل جانا۔ پیچھے آکر ملنے والا۔ کسی چیز کے آگے جو آکر ملے یا لگے۔ اس شعر میں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں مجاہدین اسلام کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل کئے۔ اللہ نے فرشتوں سے کہا: 'اِنِّی مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِینَ آمَنُوا سَاُلْقِی فِی قُلُوبِ الَّذِینَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (سورہ الانفال آیت ۱۲...... میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو میں ابھی ان کافروں کے دل میں رعب ڈالے دیتا ہوں...... ترجمہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول برحق ﷺ کا اتنا پاس ہے کہ جنگ بدر میں، جو مسلمانوں کی اولین جنگ تھی شرک و کفر کے مقابلے میں، اور وہ بھی مسلح اور آراستہ و پیراستہ افواج کفر کے ساتھ، اس نے رسول اکرم ﷺ کی دعاؤں کے جواب میں اور مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن رکھنے کیلئے آسمان سے ایک ہزار فرشتے مدد کے لئے نازل کئے۔ گویا یہ تھی عظمت و حرمت محمد عربی ﷺ کی اللہ کے حضور!

۴۔کوکبہ = شان و شوکت۔ بزرگی۔ عظمت۔ حشمت۔ ستارہ۔ بڑا ستارہ۔ گروہ۔ آدمیوں کا ہجوم۔ بادشاہوں

کی سواری کے آگے کا جلوس۔ اونچی خمدار لکڑی جس کے سرے پر لوہے وغیرہ کا صیقل کیا ہوا گیند ہوتا ہے اور اسے اٹھا کر بادشاہ کی سواری کے آگے الٹے پاؤں چلتے ہیں۔ جاہ وجلال۔ شعشعہ = شراب۔ شراب میں پانی ملانا۔ سورج کی روشنی۔ سورج وغیرہ کی روشنی کا پھیل جانا۔ تابندگی۔ نورافشانی۔ طلعت = چہرہ۔ رخسار۔ طلوع۔ ستارے کا نکلنا۔ دیدار۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۵۔ حجر = پتھر۔ شجر = درخت۔ [قصیدہ در جملہ معجزات رسول کے عنوان سے بھی رسول اللہ ﷺ کے معجزات دیکھئے اسی حصہ میں]۔

۶۔ کاہ = گھاس۔ خشک گھاس۔ جو اور گندم وغیرہ کی سوکھی گھاس جسے کوٹ کر نرم کر دیا گیا ہو اور جو مویشیوں کے کھانے کے کام میں آئے اور تعمیر کے سلسلے میں مٹی کے ساتھ ملا دی جائے اور فرنیچر میں استعمال ہونے والے گدیلوں کو بھرنے کے کام بھی آئے۔ مطلب یہ ہے کہ محمد عربی جناب حضرت رسول کریم ﷺ شفیع المذنبین ہیں۔ اگر میرے گناہ پہاڑ کے برابر ہوں تب بھی مجھے اس شفیع المذنبین ﷺ سے شفاعت کی امید ہے اور گناہوں کا پہاڑ گھاس کے وزن کے برابر بن جائے گا۔ [یا شفیع المذنبینؐ! اس گناہکار ترین امتی شمس الدین احمد کے گناہ بھی معاف کر دیجئے۔ آپؐ کے اور اللہ کے بغیر اس کا کوئی آسرا نہیں اور نہ سہارا]۔

۷۔ خرمن = ڈھیر۔ انبار۔ کھلیان۔ غلہ کا وہ تودہ جس سے بھوسہ الگ نہ کیا گیا ہو۔ چاند کا ہالہ۔ شوروشر = فساد۔ فتنہ۔ آشوب۔ بدی۔ گناہ وخطا۔ یعنی رسول اللہؐ کے دل مبارک سے نکلی ہوئی آہ کی تاثیر و برق کی محض معمولی سی چمک سے تمام لوگوں کے گناہ وقصوروں کے ڈھیر اور انبار صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ مجھ ایک گناہکار کی تو بات ہی نہیں۔ (تاثیرِ آہ و برق سے جامیؒ کی مراد ہے رسولِ اکرمؐ کے دُعا کی تاثیر وقوت)۔

بند دوازدھم (۱۲)

مطلعِ صبحِ صفاست روی محمدؐ.........

۱۔ محمدؐ کا چہرہ مبارک صفا و پاکی کی صبح کا مطلع ہے
محمدؐ کی خو لطف و احسان کا منبع ہے
۲۔ سلسلۂ کائنات کا اور کوئی باعث نہیں
سوائے محمدؐ کی مشکبو زلفوں کے خم کے

۳۔ یثرب و بطحا کو جانے والی قاصد بادصبا !
اٹھ اور محمدؐ کی جستجو میں روانہ ہو جا

۴۔ یہ جو میرے چہرے پر تجھے خون دل کی دو ندیاں بہتی نظر آ رہی ہیں
ان دو ندیوں کو میرا تحفہ پہنچا محمدؐ کے حضور میں

۵۔میری ورم زدہ سرخ آنکھیں راہ تک رہی ہیں، مجھ پر کرم کر
اور محمدؐ کے کوچے کی خاک کو روشن سرمہ کے طور پر لا دے[1]

۶۔جامیؔ کی بس یہی سعادت ہے کہ گذارتا ہے
اپنی عمر عزیز کو محمدؐ کی گفتگو میں

۷۔میرا کلام ان کے کمالات کی تعریف کی برابری کہاں کر سکتا ہے
اللہ کا درود ہو ہمارے نبیؐ پر اور ان کے اہل و عیال پر

توضیحات بند دوازدھم (۱۲)

۱۔مطلع = طلوع ہونے کی جگہ۔ستاروں کے نکلنے کی جگہ۔سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔غزل یا قصیدہ وغیرہ کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو۔آغاز کلام۔صفا= صفائی۔پاکی۔پاکیزگی۔بے کدورت۔پاک۔صاف۔خالص۔مکہ معظمہ کے پاس پہاڑی کا نام جہاں سے مروہ تک حاجی صاحبان کو فرضاً دوڑنا پڑتا ہے۔منبع = سرچشمہ۔زمین سے پانی نکلنے کی جگہ۔دریا کے نکلنے کا مقام۔چشمہ۔اصل منشأ۔احسان= نیکی۔کسی سے نیکی کرنا۔نیکوکاری۔خوبی۔انعام۔بخشش۔لطف= نرمی۔مدد۔حمایت۔نازکی۔نگہبانی۔خوبی۔مہربانی۔عنایت۔مدارا۔خوش رفتاری یا نیک سلوک۔کرم۔بذل۔حسن کی ایک خاصیت۔خو= خصلت۔عادت۔سرشت۔(ترجمہ دیکھیں)

۲۔سلسلہ = نسل، اولاد۔خاندان۔زنجیر۔تسلسل۔بزرگان طریقت کا شجرہ۔مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کے وجود میں آنے کا سبب اور کن فیکن کی صفت سے مربوط ہر لمحہ نئے موجودات کے حادث ہو جانے کا سبب فقط محمد عربیؐ کا وجود مقدس ہے۔جامیؒ نے سلسلہ کائنات استعمال کیا ہے یعنی کائنات کے موجودات کا تسلسل جو زنجیر

---

(۱) یہ بند غلطی سے صرف سات اشعار کا دیوان کامل جامی میں چھپا ہے جو سہو ہے۔ اس پانچویں شعر کے بعد میرے ذاتی قلمی نسخہ میں چھٹا شعر یہ ہے۔ مرہم راحت جراحت دگران را ☆ جان من و داغ آرزوی محمد..... ترجمہ اردو: دوسرے تو زخم پر مرہم رکھ کر راحت پاتے ہیں لیکن میرے دل پر محمد کی آرزو کا زخم ہمیشہ رہے گا اور یہ مرہم ہے گا (مرہم = زخموں پر لگانے کی دوا۔ داغ = دھبہ۔ نشان۔ کسی عزیز کا مرنے کا غم۔ دفتر کی مہر)۔

کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت کن فیکن کی ہے یعنی وہ موجود جسے اللہ تعالیٰ وجود میں لانا چاہے اس کے بارے میں اللہ صرف ہوجا فرماتا ہے اور وہ چیز ہوجاتی ہے یعنی وجود میں آجاتی ہے اور اس طرح سے دنیا کے وجود میں آنے کے وقت سے موجودات کن فیکن کی صفت کے تحت وجود میں آتے رہتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر علامہ اقبالؒ "یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید۔ کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون (بال جبریل)۔ جس طرح سے لولاک لما خلقت الافلاک کے پس منظر میں کائنات صرف رسول اللہؐ کے طفیل وجود میں آئی اسی طرح سے تب سے موجودات کا جو تسلسل قائم ہے وہ بھی اسی ذات گرامیؐ کی برکت سے ہے۔ سلسلہ کی رعایت سے نبی اکرمؐ کی مشکبو زلفوں کی زنجیر کو مولانا جامیؒ نے ایک خوش ذوق و لطافت شاعر کی حیثیت سے برتا ہے جس سے شعر کی حلاوت بڑھ گئی ہے۔

۳۔ یثرب = مدینہ منورہ [ہجرت رسولؐ سے پہلے یہ شہر یثرب کہلاتا تھا]۔ بطحا = مکہ معظمہ۔ وادی مکہ معظمہ۔ پتھریلا نالہ۔ وسیع و فراخ ندی۔ کشادہ دریا۔ فراخ زمین جو سیلاب کی گذرگاہ اور بہت سے سنگریزوں کی حامل ہو۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۴/۵۔ رمد = آنکھ کی بیماری جس سے آنکھ سرخ ہوجاتی ہے۔ آنکھ کا دکھنا۔ دورود = دوندیاں۔ دو دریا۔ کحل جلا = روشن سرمہ یا روشن کرنے کا سرمہ [کحل = سرمہ۔ جلا = روشن کرنا۔ صیقل کرنا۔ زنگ اتارنا۔ (ویسے کحل جلا ایک خاص قسم کے سرمہ کا بھی نام ہے)۔ مطلق سرمہ]۔

۶۔ شعر کا ترجمہ دیکھئے۔

ترجیع بند (دوم)

ای بروی تو چشم جان روشن..........

(بند اول)

۱۔ اے کہ آپ کے چہرے سے دل کی آنکھیں روشن ہیں
اور آپ کے رخساروں کی تابانی سے دنیا جگمگا رہی ہے۔

۲۔ چاند نے آپ کے راستے پر اپنا چہرہ رگڑ دیا ہے
تب ہی آسمان کی بلندیوں سے روشنی بکھیر رہا ہے

۳۔ہر رات دل کی آگ کے شعلوں سے
شمع کی مانند میری زبان روشن ہو جاتی ہے
۴۔مقبل لوگوں کی سعادت کی آنکھیں
اس آستانے کی خاک کے بغیر روشن نہیں ہوں گی
۵۔میری جان غم سے جل چکی اور ابھی بھی
آپ پر یہ چھپی ہوئی آگ روشن نہ ہو پائی
۶۔آپ کے تیر کا زخم ایک ایسا دریچہ ہے جس سے
میرے دل و جان کا گھر روشن ہے
۷۔چہرے پر سے پردہ ایک طرف کو ہٹا دیجئے
تاکہ سب پر یہ حقیقت روشن ہو جائے
۸۔کہ دونوں دنیاؤں میں بس آپ کا وصل ہی کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک ہی کافی ہے

توضیحات بند اول (۱)

۱۔فروغ=شعاع۔روشنی۔تابانی۔پرتو۔نور۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ عاشقان رسولؐ کے دلوں کی آنکھیں رسول اللہؐ کے روی مبارک کے دیدار سے روشن ہیں اور دنیا ان ہی کے چہرہ اقدسؐ سے روشن۔چونکہ نبی اکرمؐ کا نور اللہ کے نور سے جدا نہیں اس لئے دنیا میں اسی نور کی تابانی ہے

۲۔سودن=ملنا۔گھسنا۔رگڑنا۔(شعر کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

۳۔مطلب یہ کہ جس طرح شمع کی زبان رات کو روشن رہتی ہے اسی طرح میرے دل میں موجود عشق رسولؐ کی آگ سے میری بھی زبان روشن رہتی ہے۔شمع کی زبان اپنی روشنی سے ماحول کو روشن بناتی ہے میں بھی عشق رسولؐ کی آگ کی روشنی سے اپنی زبان سے مدح رسولؐ میں منہمک رہ کر انکی خوشبو کو پھیلا کر ماحول کو معطر اور اُنؐ کے عشق کی آگ کے نُور سے ایک عالم کو منور کرتا ہوں۔

۴۔مقبلان=(جمع مقبل) اللہ کا حکم قبول کرنے والے لوگ۔سامنے ہونے والے۔روبرو ہونے والے۔کسی کی جانب منہ کرنے والے۔اقبال مند لوگ۔دولت مند لوگ۔سعادت مند حضرات جو اللہ کے دربار میں قبولیت

شرف رکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ حضرات۔ بخت = قسمت۔ سعادت۔ نصیب۔ طالع۔ ایک بھوت کا نام جو سوتے میں دبالیتا ہے (دراصل یہ ایک مرض ہے جو خلط سودا اور بلغم سے ہوتا ہے)۔ بیٹا۔ غلام۔ کسی کو مارنا۔

۵۔ یعنی آپ کے غم میں میری جان جل بھی گئی اور میری یہ آتش نہان ابھی بھی آپ سے چھپی ہے۔ اندر ہی اندر میں آپکے عشق کی آگ سے جل کر بھسم ہو چکا ہوں لیکن اس کے باوجود آپ میری اس حالت سے بے توجہ رہتے ہیں۔

۶/۷/۸۔ ھمکنان = تمام۔ سب (اشعار کا ترجمہ دیکھیں)

بند دوم (۲)

لاح برق مہیج الاشواق............

۱۔ ایک بجلی چمکی جس سے عشق و شوق بھڑک اٹھا
عشق کا درد اور جدائی کا داغ ہرا ہو گیا

۲۔ موت کی شربت اگرچہ جان سوز ہے
لیکن آپ کی جدائی جیسی تلخ ذایقہ نہیں

۳۔ اے صبح! کہاں میں اور کہاں خوشی سے ہنسنا
میری آنکھیں زخمی ہیں اور ان سے آتشین آنسو نکل رہے ہیں

۴۔ آپ کے دلربا ہونٹ جان بخش ہیں اور میں
آپ کا کمترین غلام جان سے ان کا مشتاق ہوں

۵۔ عشق کے اسرار کو کتابوں میں نہیں پایا جا سکتا
یہ وہ رموز ہیں جو اوراق میں موجود نہیں ہوتے

۶۔ اگر آپ اس حسن و جمال کے ساتھ جلوہ نما ہوں گے
تو عاشقوں سے نالہ و فریاد برپا ہوگی

۷۔ جب دو دنیاؤں کا کل سرمایہ پیش کیا جائے گا
اے محبوبوں میں حسن و خوبی میں طاق محبوب!

۸۔ کہ دو دنیاؤں میں بس آپ کا وصل ہی کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک ہی جھلک کافی ہے

توضیحات بند دوم (۲)

۱۔ یعنی رسول اللہ کے حسن و جمال علیہ کی بجلی جو چمکی تو میرا درد عشق اور داغ فراق دونوں تازہ ہو گئے۔ دیدار رسول علیہ سے میرے شورش عشق اور غم و اندوہ فراق کو مہمیز لگی اور میں پھر سے اس بحر عشق میں ڈوب گیا۔

۲۔ جان سوز = جان کو جلا دینے والی۔ یعنی ایک عاشق موت کی شربت کو جو جان سوز ہے پی سکتا ہے لیکن آپ کی جدائی کی شدت و صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ شربت مرگ سے بھی زیادہ تلخ چیز ہے۔

۳۔ ترجمہ دیکھیں

۴۔ نازنین = نازک اندام۔ دلربا۔ خوبصورت۔ لاڈلا [ناز + ئین سے مرکب ہے یعنی ناز والا]۔ ناز کرنے والا (اور ناز کے معنی لاڈ ... فخر۔ بے پروائی۔ بے دماغی۔ نیا اگا ہوا سرو یا صنوبر کا درخت۔ لطف۔ عشوہ گری۔ عاشق کی نسبت معشوق کا استغنا۔ کرشمہ۔ عشوہ۔ نعمت۔ آسائش۔ ریا۔ تزویر۔ خوبصورت۔ زیبا)۔ لطیف و ظریف۔ گرامی۔ عزیز۔ ناز و نعمت میں پلا ہوا۔ گران بہا۔ قیمتی۔ عمدہ و نفیس سے (ترجمہ ملاحظہ ہو)

۵/۶/۷/۸۔ عرضہ دادن = پیش کرنا۔ دکھانا۔ سامنے لا کر دکھانا۔ ظاہر کرنا۔ طاق = منفرد۔ اکیلا۔ تنہا۔ محراب۔ دیوار میں خمدار بنی ہوئی جگہ۔ روئی سے بھرا ہوا جبہ۔ ایک قسم کا کپڑا۔ محل۔ محرابدار عالی شان عمارت۔ ایوان۔ آسمان۔ ابرو کی خمیدگی۔ کمان۔ ردا۔ طاقچہ۔ (چھٹے شعر کو ساتویں شعر کی جگہ پڑھیں۔ دیوان کامل جامیؒ میں یہ ترتیب سہواً آ گئی ہے)

می کشد غمزۂ خنجر کین — بند سوم (۳)

۱۔ آپ کا اشارۂ ابرو انتقام کا خنجر کھینچ رہا ہے
آپ کی نرگس آنکھیں دین کو غارت کر رہی ہیں

۲۔ گلاب کے پھول کی مانند چہرہ دکھایئے حجلۂ ناز سے!
غنچہ کی طرح آپ کب تک پردہ نشین رہیں گے

۳۔ آپ کے بغیر ہر جگہ خون کے آنسو رو رہا ہوں
اب تو زمین سے خون فشان لالے کے پھول پھوٹ رہے ہیں

۴۔ وصل کی دولت پر غرور نہیں کیا جا سکتا
جب کہ فراق جیسا دشمن تعاقب میں ہو

۵۔ کاش مجھے موت کی نیند آ جاتی
اور آپ کے کوچے کی مٹی میرا سرہانہ ہوتی!

۶۔ کہاں میں اور کہاں دنیا کے عیش کی تلاش
کہاں میں اور کہاں بہشتِ برین کی تمنا

۷۔ مجھ سے یہ سب کچھ نہیں ہو گا
کیونکہ میں نے یقین کی آنکھوں سے دیکھا ہے

۸۔ کہ دونوں دنیاؤں میں بس آپ کا وصل کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک ہی کافی ہے

توضیحات بند سوم (۳)

ا۔غمزہ=ابرو کا اشارہ۔آنکھ کا اشارہ۔معشوق کا آنکھ یا ابرو سے اشارہ کرنا۔خوب نچوڑنا۔خوب کھینچنا۔ناز سے چشم وابرو سے اشارہ کرنا۔بے توجہی۔کین=عداوت۔دشمنی۔نفرت۔انتقام۔نرگس=ایک پھول کا نام جو آنکھ کی شکل سے مشابہ ہے اس لئے شاعروں نے محبوب کی آنکھ سے اسے تشبیہ دی ہے۔(معشوق کی آنکھ کو نرگس مخمور اور نرگس نیم خواب بھی کہتے ہیں) چشم معشوق۔غارت=لوٹ۔ویرانی۔تباہی۔تاراج۔مطلب یہ ہے کہ آپ کے ابرو جو خنجر کی مانند ہیں پرکشش ہیں اور خنجر کی مانند دل میں اترتے ہیں۔آپ کی جذاب آنکھوں کو دیکھ کر آدمی دین سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یعنی فقط ان ہی کی طرف ماؤف رہتا ہے اور دین سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔حجلۂ ناز = حجلہ یعنی دلہن و داماد کیلئے آراستہ کمرہ۔آراستہ کمرہ۔زینت کیا ہوا کمرہ۔گلاب کا پھول جب کھلتا ہے تو ظاہر ہو کر سب کے آگے جلوہ نمائی کرتا ہے اور اس کے برعکس غنچہ (کلی) بند ہوتا ہے جو کھل کر سامنے نہیں آتا۔ مولانا جامیؒ نے اشیائی فطرت میں گلاب کے خوبصورت پھول سے مشابہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے رسول خداؐ! غنچہ کی طرح آپ کب تک اپنے چاہنے والوں سے پردہ کریں گے۔وہ آپ کی اس پردہ نشینی سے بے قرار ہیں۔ ان کی تو جان پر بن آئی ہے۔پھول کی طرح اپنا کھلا ہوا چہرہ مبارک دکھا دیجئے۔تراو دنی پرد ہاو نون روخسار☆ جان بلب ودت از تمنائی ☆ وقت آن شد کہ جلوہ فرمائی ☆ باغ دلہای ما بزیبائی (شعری کشمیری)۔

۳/۴۔غرہ شدن=غرور ہو جانا۔فریفتہ ہونا۔دھوکہ کھانا۔بے خبری۔غفلت۔ناآزمودگی۔مغرور۔گستاخ۔ متکبر۔کمین = گھات میں۔تعاقب میں۔چھپ کر گھات میں بیٹھنا۔کم۔تھوڑا۔دمیدن = پھوٹ پڑنا۔پھوٹ

نکلنا۔ اُگنا۔ اُگ آنا۔ اگانا۔ جوش مارنا۔ حملہ کرنا۔ سانس لینا۔ دم کرنا۔ پھونکنا۔ ہوا چلنا۔ طلوع کرنا (یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں پر آتا ہے) ظاہر ہو جانا۔

۵/۶/۷۔ (اشعار کا ترجمہ دیکھیں)

بند چہارم (۴)

طال شوقی الیک یا مولای............

۱۔ اے میرے مولا ! میں آپ کا سخت مشتاق ہوں
مجھے اپنا روی جہان آرا دکھا دیجئے
۲۔ آہ! میری عمر محرومی کے درد میں گذر گئی
میری جان افسوس ! جدائی کے داغ میں جل چکی
۳۔ آپ کے عشق میں بہت لاف زنی کیا کرتے ہیں
لیکن یہ میری ہی گردن ہے جس میں خلوص کا طوق بندھا ہے
۴۔ میری امید کا ہاتھ ہے اور آپ کی زلفوں کا وہ سرا!
میرے خلوص کا چہرہ ہے اور آپ کا وہ کف پا!
۵۔ اگرچہ میں آپ سے جسماً دور ہوں تو کیا غم
کیوں کہ آپ کی جگہ میرے دل کے اندر ہے
۶۔ گو میری عمر ہمیشہ رہنے والی نہیں تو نہ ہو
گو زمانے کی ہمراہی میرے ساتھ نہ رہے نہ سہی
۷۔ میرے محبوبؑ یہ سب، آپ کی بدولت حاصل ہو سکتی ہیں
آپ بس اتنا کیجئے کہ مجھے اپنا چہرہ دکھا دیجئے
۸۔ کیونکہ دونوں دنیاؤں میں بس آپ کا وصل کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک ہی کافی ہے

توضیحات بند چہارم (۴)

۱۔ مولا = آقا۔ مالک۔ مددگار۔ آزاد کرنے والا۔ صاحب۔ سردار۔ خداوند۔ رفیق۔ آزاد کیا گیا۔ غلام۔

ہمسایہ۔مخدوم۔دوستدار(عربی میں مولیٰ اور فارسی میں مولا لکھتے ہیں)۔جہان آرا= دنیا کو آراستہ کرنے والا۔دنیا کو زینت عطا کرنے والا۔اللہ۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۲۔حرمان= محرومی۔ناامیدی۔مایوسی۔کچھ نہ ملنا۔بے نصیبی۔بے روزی۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)۔

۳۔لاف= ڈھینگ۔شیخی۔گپ۔(لاف زدن= شیخی بگھارنا۔ڈھینگ مارنا)۔مولانا جامی فرماتے ہیں کہ صرف میں ایک آپ کا وہ عاشق ہوں جس کی گردن میں آپ کے خلوص محبت وعشق کا طوق ہمیشہ کے لئے جزد حیات بن چکا ہے۔باقی محض لاف زنی کرتے ہیں۔شدت عشق رسولؐ کا اظہار ہے۔

۴۔میری امید بس یہی ہے کہ میرا ہاتھ آپ کی زلفوں تک پہنچے اور میرا چہرہ آپ کے تلووں پر رہے۔گیسوان مبارک حضرت رسول ﷺ کو چومنے اور پائے مبارک کے آگے سرخم کرنے کی تمنا کا اظہار ہے۔

۵۔بر= نزدیکی۔قربت۔سینہ۔آغوش۔بغل۔بلند۔چوڑائی۔مرتفع۔پھل۔نفع۔طرف۔حفظ۔یاد۔جوان عورت۔پر۔اوپر۔

۶۔مپای=(نہ پائیدن) قائم نہ رہنا۔ٹھہرے نہ رہنا۔ناپایدار ہونا۔نظر میں نہ رکھنا۔(ترجمہ ملاحظہ ہو)

بند پنجم (۵)

عاشقان بی صبر نتوانند............

۱۔آپ کے بے صبر عُشاق صبر نہیں کر سکتے
انہیں اپنا چہرہ دکھا دیجئے تا کہ اپنی جان نچھاور کریں
۲۔یہ کیسا حسن ہے اور یہ کیسی خوبصورتی
کہ ساری کائنات ان میں حیران ہوکے رہ گئی ہے
۳۔آپ کی آنکھوں کو خونخوار کیونکر کہوں
لیکن ہیں سینکڑوں مسلمانوں کا خون کرنے کے درپے !
۴۔جان اور دل دونوں نابود تو ہوں گے
البتہ آپ کے پاس بس دو ایک روز کے لئے مہمان ہیں
۵۔آپ کے غم و اندوہ میں عشق کے درد مند لوگ
علاج کی جستجو کرنے سے فارغ ہیں

۶۔زاہد حضرات حور و قصور کے خیال میں محو رہ کر
آپ کے وصل سے دور ہیں
۷۔آپ اس روئی مبارک[۴] کے ساتھ ان کی خانقاہ سے گذر فرمایئے
شاید وہ بے بصیرت لوگ جان جائیں
۸۔کہ دونوں دنیاؤں میں بس آپ کا وصل کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک ہی کافی ہے

توضیحات بند پنجم (۵)

۱۔افشاندن = نچھاور کرنا۔ چھڑکنا۔ نثار کرنا

۲۔کائنات = موجودات۔ دنیا (کاینہ کی جمع)

۳۔یعنی سارے مسلمان جو رسول خداؐ پر ایمان رکھتے ہیں عشق رسولؐ میں مبتلا ہیں۔ ان کے جسم اطہرؐ سے بھی محبت کرتے ہیں اور ان کے ہر ہر عضو سے۔ چشمان مبارکؐ کی زیبائی اور دلکشی و دلربائی سے عاشقان رسولؐ کے دل خون ہو چکے ہیں۔

۴۔یعنی میرا دل اور میری جان جو میں آپ کو دے چکا ہوں محض آپ کے پاس چند روزہ مہمان ہیں کہ ان کی عزت افزائی ہو جائے گی اور آپ کی خدمت میں رہ کر یہ جاودان ہو جائیں گے ورنہ یہ تو معلوم ہے کہ دونوں کو میرے ساتھ نابود ہو جانا ہے۔

۵۔دردمندان = دردمند کی جمع یعنی مصیبت زدہ۔ ہمدرد۔ غمخوار۔ دکھی لوگ۔ رحم دل۔

۶۔زاہدان = (زاہد کی جمع) پرہیزگار۔ تارک الدنیا۔ بےزار۔ بے رغبت۔ وہ جو کسی چیز کو ترک کرے اور اس سے پرہیز کرے۔ وہ جو دنیا کو آخرت کے لئے ترک کرے۔ پارسا (زاہد اور عابد اور عارف میں فرق کیا گیا ہے۔ دنیا کی متاع اور اس کی خوشی سے پرہیز کرنے والے کو زاہد کہا جاتا ہے۔ نیز اسے خالص جنت اور وہاں کے محلات (قصور) اور ان میں رہنے والی حوروں کو پانے کے لئے عبادت کرنے سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور وہ شخص جو نماز، روزہ و نفل و عبادت پر سخت پابند ہو وہ عابد کہلاتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ قدس جبروت کے خیال میں منہمک رہے اور اپنے دل میں فقط نور حق کی روشنیوں کا طالب ہو اسے عارف کہتے ہیں)۔ حور = (حوراء کی جمع) گورے رنگ کی سیاہ چشم عورتیں۔ جنت میں موجود عورتیں جنہیں کسی جن یا انسان نے نہیں چھوا ہے اور جو فقط جنتیوں کی خدمت کے

لئے مخصوص ہیں۔ جنتی عورتیں۔ (عربی میں حور جمع ہے حوراء کی یعنی سفید پوست عورت جس کی آنکھوں اور بالوں کی سیاہی حد سے زیادہ ہو۔ فارسی میں حور کو واحد کے معنی میں لاتے ہیں اور حوران کو جمع کے معنی میں۔ کبھی حور کے آخر میں ی کا بھی اضافہ کرتے ہیں اور حوری کہتے ہیں اور حوری کی جمع حوریان باندھتے ہیں)۔ قصور = قصر کی جمع۔ محلات۔ شاہی محلات۔ درماندہ ہونا۔ سست ہونا۔ کام سے رک جانا۔ کوتاہی۔ سستی۔ خطا۔ گناہ۔ بعید ہونا۔ دور ہونا۔ جنت میں حوروں کے مکان۔ جنت میں جنتیوں کے لئے مخصوص محلات' مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ زاہد لوگ فقط جنت اور وہاں کے عیش ولذائذ کے حرص میں عبادت کرتے ہیں اور ان کو آپؐ سے وصل کی سعادت پانے کا کوئی خیال نہیں بلکہ اس خیال سے وہ بہت دور ہیں۔

۷۔ صومعہ = راہب کی عبادت گاہ جو پہاڑ کے اوپر ہو۔ دیر۔ خانقاہ۔ گرجا۔ عیسائیوں کا عبادت گھر۔ مجازاً مسجد یا خانقاہ۔ ہر عبادت گاہ۔ بے بصیرت = (بصیرت = دل کی بینائی۔ دل کی روشنی۔ دل کا نور۔ یقین۔ زیرکی۔ درنائی۔ سوجھ) چشم باطن کی بے نوری۔ دل کا بے نور ہونا۔ بے نور باطن۔ رسول اللہؐ کے رُخ زیبا کا بیان ہے کہ۔ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری (خسروؒ)۔

بند ششم (۶)

جان فرسودہ شد براہ تو خاک............

۱۔ میری یہ فرسودہ جان آپ کی راہ میں خاک ہو گئی
لیکن پھر بھی میرے دِل سے آپ کی محبت نہیں گئی
۲۔ وصل کے دھاگے کے بغیر سیا نہیں جا سکتا
وہ جگر جو فراق سے چاک ہو چکا ہو
۳۔ آپ کی خاک پا سے سر نہیں اٹھاؤں گا
اگرچہ ہزار تلواریں مجھے ہلاک کرنے کیلئے اٹھیں
۴۔ میں اور آپ کے بغیر میرا جنون ؟ ہرگز نہیں!
آپ اور آپ کو میری پروا؟ ناممکن!
۵۔ گل رعنا تو گل رعنا ہی ہے اسے کیونکر طعنہ دیں
اگر یہ خس و خار سے اپنا دامن بچا کر بھی چلے

۶۔آپ کے وصل کا دامن اگر ہاتھ میں آجائے
تو دو دنیاؤں کے بھی ہاتھ سے جانے کا کیا ڈر
۷۔ہم تو آپ کے وصل کے بغیر کچھ اور چاہتے ہی نہیں
اے بت چالاک! یہ تو آپ خود بھی جانتے ہیں
۸۔کہ دو دنیاؤں میں بس آپ کا وصل ہی کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی بس ایک جھلک کافی ہے

توضیحات بند ششم (۶)

۱۔فرسودہ= گھسی پٹی۔بوڑھی۔پرانی۔پامال ہوئی چیز۔آزردہ۔بوسیدہ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۲۔۳=اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۴۔سودا = دیوانگی۔پاگل پن۔ جنون عشق (سودا کے خلط سے جب اس کی کثرت ہو جنون پیدا ہوتا ہے) وسواس۔ فاسد خیال۔دل گیری۔ ملال۔شدید رغبت۔ مالیخولیا۔ ہوئی وہوس۔ هیہات= افسوس اور حسرت کے مقام پر بولا جاتا ہے یعنی افسوس کہ میں مقصد و مراد سے دور ہوا۔فارسی میں حیرت اور تعجب کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ پروا= توجہ التفات۔خیال۔ رعایت۔ حاجت۔جاننا۔فرصت۔پرورش۔خوف۔رغبت۔آرام۔طاقت۔صبر۔ترس۔بیم۔تحمل۔میل۔خواہش۔حاشاک۔ ہرگز۔ایسا نہیں ہوسکتا ہرگز نہیں۔

۵۔گل رعنا= گل زیبا۔ایک مشہور دو رنگوں والا پھول ہے جو باہر سے زرد اور اندر سے سرخ ہوتا ہے۔اسے گل دوآتشہ بھی کہتے ہیں۔گل دوروئے بھی کہتے ہیں اور گل قحبہ بھی۔فرماتے ہیں کہ گل رعنا اگر خس.کانٹوں سے یا خس وخاشاک سے دامن بچا کرالگ بھی رکھے جب بھی وہ گل رعنا ہی کہلائے گا اور اس سے اس پر کوئی حرف نہیں آتا۔اسی طرح مجھ جیسے خس وخاشاک سے اگر میرا محبوب دامن بچا کے چلتا ہے تو یہ میری کم سعادتی ہے محبوب پر بھلا کیا حرف آئے گا۔

بند ہفتم (۷)

چشم گریان حدیث شوق تو گفت ....

۱۔ میری اشک فشاں آنکھوں نے آپ کے عشق کی داستان کہہ ڈالی
حقیقت یہ ہے کہ موتی بکھیر دئے اور ہیرے پرد ئے

۲۔ حسن وجمال کے باغ میں ہرگز
آپ کے جیسے چہرہ سا شاداب اور تروتازہ پھول نہیں کھلا
۳۔ پاسبان کے بخت کی بیداری اس سے بڑھ کر اور کیا
کہ ایک رات وہ آپ کے آستانے پر سویا پڑا رہا
۴۔ اگر آپ کی صرف ایک نظر کو خریدا جا سکے
تب بھی دونوں دنیا چکانے کے عوض میں مفت ہے
۵۔ آپ کے ان ابروؤں کی محراب سے دور ہونے کی وجہ سے
میرا دل صبر میں منفرداور غم کے ساتھ جڑ گیا ہے ۔
۶۔آپ ہی کے حسن و جمال کا جلوہ میری نظروں میں رہتا ہے
جہاں کہیں بھی میں دیکھوں خواہ آشکار یا خواہ پوشیدہ طور پر
۷۔ آج سے پہلے اگرچہ میں پوشیدہ طور پر ہی کہا کرتا تھا
لیکن آج کے بعد آشکارا کہوں گا
۸۔ کہ دونوں دنیاؤں میں بس آپ کا وصل کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن وجمال کی ایک جھلک کافی ہے

توضیحات بند ہفتم (۷)

ا۔ درّ چکاندن = موتی ٹپکانا۔ موتی بکھیرنا۔ گوہر سفتن = ہیرے پرونا۔ مجازاً عمدہ اور موزون کلام کرنا۔ مولانا جامیؒ نے شعری نزاکتوں کے پیش نظر اپنے گریہ اور آنسو بہانے کو موتی بکھیرنے یا موتی ٹپکانے سے مشابہ کیا ہے۔اور فرمایا ہے کہ حق تو یہ ہے اپنے محبوب کے مناسب حال جو داستان عشق مجھے کہنا چاہیے تھی وہ کہہ ڈالی اور خود محبوب کے شایان شان جو مدح وثنا گوئی ان کے حسن وجمال کی تعریف میں کرنی چاہے وہ میں نے کی اور اس عمدگی سے کی کہ جیسے میں نے مدح گوئی نہیں کی بلکہ ہیرے پروئے۔

۲۔شعر میں حسن وجمال محبوب کی بےنظیری کا بیان ہے۔

۳۔ بیدار اور خفت میں صنعت تضاد کا استعمال کیا ہے۔ پاسبان کا کام سونا نہیں بلکہ خبر گیری کرنا ہے۔فرماتے ہیں کہ اگر کسی ایک رات محبوب کے آستانے پر پاسبان سو گیا تو اس کا بخت بیدار ہو گیا۔ بھلا اس سے بڑھ کر اس کی

بخت بیداری (خوش اقبالی) اور کیا ہو سکتی ہے کہ ساری رات محبوب کے آستانے کو گلے لگا کر سکون واطمینان قلب کو تھوڑی دیر کیلئے حاصل کرنے کی سعادت پائی مطلب یہ ہے کہ جائے محبوب میں پاسبان کی طرح شب بیدار رہتے ہیں اگر کسی رات خیال معشوق میں ان کی آنکھ لگ بھی گئی تو یہی ان کی خوش اقبالی ہے اور بیدار بختی!

۴۔محبوب کی ایک نگاہ کے عوض اگر دونوں جہان کی قیمت بھی دی جائے جب بھی یہ نگاہ تقدیر ساز مفت ہوگی۔ رسول اکرمؐ کی ایک نگاہِ رحمت والفت کے مقابلے میں دو جہان کی ارزش بھلا ہے ہی کیا؟

۵۔محبوب کے ابروؤں سے دوری حقیقت میں محراب عبادت سے دوری ہے اسی لئے دل میں غم بس چکا ہے اور بے صبر رہتا ہے۔

۶/۷=اشعار کا ترجمہ دیکھئے

بند ہشتم (۸)

ای زقدتو قدر طوبیٰ پست.........................

ا۔طوبیٰ= بہشت کے ایک درخت کا نام جو طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں دیتا ہے۔پاکیزہ تر۔خوشی۔ خوبی۔بشارت۔مژدہ۔خوش خبری۔خیر۔سعادت۔درخت بہشت۔عارض=رخسار۔گال۔چہرہ۔افق میں پھیلا ہوا بادل۔فوج کا افسر۔سپہ سالار۔بخشی۔عرضی لکھنے والا۔عرض کرنے والا۔ملنے والا۔لاحق ہونے والا۔الحاق کرنے والا۔اتفاق۔دادخواہ۔چہرے کے دو اطراف

ا۔ لے کہ آپ کے قد سے طوبیٰ کی قدر و قیمت گھٹ گئی ہے
آپ کے چہرے نے چاند کی رونق مٹا ڈالی ہے
۲۔ اگر آپ سو بار بھی ہم سے دامن بچالیں
بھلا ہم کہاں ہاتھ سے آپ کا دامن چھوڑ دیں گے
۳۔ خلوت دل کے حرم سے عقل رخصت ہوئی
آپ کا عشق آکر اس کی جگہ پر بیٹھ گیا
۴۔صرف میں اکیلا ہی آپ کی زلفوں کا اسیر نہیں
کون ہے آج جو آپ کی کمند سے بھاگ نکلا ہو
۵۔ میری سادہ لوح دل پر
سوائے آپ کے خیال کے اور کوئی نقش لکھا ہی نہ جا سکا

۶۔کب تک آپ میری ملامت میں کہتے رہیں گے کہ فلان
چلا گیا اور کسی دوسرے محبوب کے ساتھ مل گیا
۷۔میں آپ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے سے کیسے سر پھیر سکتا ہوں
جب کہ عہد الست سے میں جانتا ہوں
۸۔کہ دو دنیاؤں میں بس آپ کا وصل کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک ہی کافی ہے

توضیحات بند ہشتم (۸)

۱۔اس شعر کے ضروری الفاظ کے معانی وضاحت کے ساتھ اوپر درج کر دیئے گئے ہیں۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں جنت کا مشہور درخت طوبیٰ جو بلندی اور خوبی و خوبصورتی میں مشہور ہے رسول اللہؐ کے قد اقدس کے آگے بے ارزش ہے اور چاند کی تابانی آپ کے چہرہ انورؐ کے مقابلے میں بے نور!

۲۔دامن افشاندن = دامن جھڑکنا۔دامن بچا کے رکھنا۔ساتھ چھوڑنا۔سفر کرنا۔ترک کرنا۔پرہیز کرنا۔سیاحت کرنا۔منہ پھیرنا۔ (ترجمہ دیکھیں)

۳۔حریم = حرم۔گھر۔خانہ۔گھر کا گرداگرد۔گھر کے گرد کی دیوار۔مکان۔مطلب یہ کہ جس جگہ عشق ہو وہاں عقل نہیں ٹھہرتی۔عشق خلل دماغ ہے اور عقل اس کی اجازت نہیں دیتی کہ خلل دماغ کو اختیار کیا جائے اسلیئے وہ خانہ دل اور حریم دماغ کو ترک کر کے خالص عشق کیلیئے جگہ چھوڑ دیتی ہے۔ گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور☆ چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے (اقبالؒ)

۴۔جستن = رہائی پانا۔چھوٹ جانا۔کود کر بھاگ جانا۔کمند = پھندا۔رسی۔محکم رسی یا پھندا جسے جنگ میں دشمن کی گردن اور کمر میں ڈالتے ہیں اور اسے بند کر دیتے ہیں یا جانوروں کو بھی اس سے پکڑ لیتے ہیں۔مطلب یہ کہ صرف میں ہی ایک آپ کی زلفوں کے کمند میں اسیر نہیں۔آج ہر کوئی آپ کی زلفوں میں بند ہے اور فرار نہیں کر سکتا۔یعنی ہر کوئی صاحب ایمان مومن عاشق حضرت رسول اکرمؐ کی محبت میں اسیر ہے۔

۵۔لوح سادہ = سادہ تختی جس پر کچھ لکھا نہ ہو [سادہ لوحی = بھولا پن۔سادگی۔بے شعوری۔احمقی۔سادہ دلی۔سلیم القلبی۔پاک دلی۔ضمیر کی صفائی]۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۶۔سرزنش = ملامت۔طعنہ۔برا بھلا کہنا۔فلان = غیر معلوم شخص۔اس شعر میں جامیؒ مقصود ہیں۔یعنی محبوب

ستانے کی غرض سے کہہ رہے ہیں کہ فلاں (یعنی جامی) اب کسی اور محبوب کا ہو گیا ہے۔

۷۔عہد الست = یہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔ (سورہ الاعراف آیت ۱۷۲......اور اے نبیؐ! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا" ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے" (ترجمہ اردو سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔مولانا جامیؒ چھٹے شعر کے محبوب کی طرف سے سرزنش یا ستائے جانے کی بات کا اس شعر میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روز ازل میں کیے گئے اسی وعدہ پر قائم ہوں۔اس وعدے سے میں کہاں منہ پھیر سکتا ہوں وہ وعدہ تو اٹل ہے کہ بس آپ کا وصل ہی دو دنیاؤں میں میرے لئے کافی ہے۔

بندنہم(۹)

ہر قدح کز میِ تو کردم نوش.........

۱۔آپ کی شراب سے جو بھی پیالی میں نے پی
وہ آفتِ عقل اور ہوش کو غارت کرنے والی تھی
۲۔ آپ کے شراب آلود ہونٹوں کے دور میں
پیر اور مرشد اور مرید سب بادہ فروش بن گئے (یا پیر و مرشد بادہ فروش کے مرُید بن گئے)
۳۔ آپ کے خیال میں رات دن
میرا دل گفتگو میں مبتلا ہے اور ہونٹ خاموش ہیں
۴۔ واہ ! کیا ہی سعادت تھی وہ میرے لئے
جب آپ نے کل خواب شیرین میں مجھے اپنے چہرہ مبارکؐ کے دیدار سے نوازا
۵۔ عنبر افشان دونوں زلفیں نافہ بکھیر رہی تھیں
اور وہ دونوں لعل ناب جیسے ہونٹ در افشانی کر رہے تھے
۶۔ آپ نے فرمایا : میرے وصل سے کیا ہوگا
جامی اٹھو کسی اور خیال کو اپنا لو

۷۔ ابھی آپ کی زبان مبارک پر یہ حدیث چل ہی رہی تھی
کہ میرے دل سے نالہ و فریاد بلند ہوئی
۸۔ کہ دو دنیاؤں میں بس آپ کا وصل کافی ہے
بلکہ آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک ہی بس کافی ہے

توضیحات بند نہم (۹)

۱۔قدح = پیالی ۔ پیالہ ۔ بڑا پیالہ ۔ کاسہ ۔ آفت = مصیبت ۔ دکھ ۔ بلا زیان ۔ آسیب ۔ وہ جو فساد و تباہی کا باعث بنے ۔ ہوش ۔ عقل ۔ سمجھ ۔ دانائی ۔ روح ۔ جان ۔ موت ۔ ہلاکت ۔ زہر ۔ فہم ۔ ادراک ۔ شعور ۔ آگاہی ۔ بیداری ۔ زیرکی ۔ مطلب یہ کہ عشق محبوب کی شراب سے عقل و خرد مٹ گئی اور قلب و روح پر صرف عشق رسولؐ چھایا ہوا ہے۔

۲۔ دور = گردش ۔ زمانہ ۔ وقت ۔ عہد ۔ چکر ۔ جام کو گردش میں لانا ، محیط اطراف ۔ می آلود = شراب سے آلودہ ۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے مست کر دینے والے ہونٹ اس قدر جذاب ہیں کہ مرید ، پیر ، مرشد جو زہد و پرہیز گاری کی راہ پر تھے وہ سب محبوب کے وصل کو اپنا مطمح نظر بنا چکے اور اس طرح معرفت کو اپنا کر عرفان حقیقی کے قلمرو میں داخل ہو گئے اور خود عرفان و معرفت کی رہنمائی کرنے لگے۔

۳۔۴ = خواب نوشین ۔ میٹھی نیند ۔ خواب شیرین ۔ نوشین = خوش مزہ ۔ میٹھا ۔ شیرین ۔ گوارا ۔ میٹھی شربت (ترجمہ دیکھیں)

۵۔ مشک ریز = جس سے نافہ ٹپکے ۔ جو نافہ بکھیرے ۔ عنبر پاش = خوشبو چھڑکنے والا [عنبر = ایک مشہور اور نہایت عمدہ خوشبو کا نام ۔ کہتے ہیں کہ یہ چین اور ہندوستان میں شہد کی مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے ۔ لیکن جدید علم کے مطابق بھورے رنگ کا ایک خوشبودار مادہ ہے جو عنبر مچھلی (انگریزی میں کٹاڈان مکروسفالیس) کی انتڑیوں یا معدہ سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ یہ مادہ عطر سازی کے کام آتا ہے ۔ اس طرح کی مچھلیاں شمال کے علاقے میں واقع سمندروں اور جاپان کے اطراف نیز جاوہ اور ساٹرا میں پائی جاتی ہیں] گوہر پوش = یعنی ہیروں کی طرح ڈھکے ہوئے ۔ ہیروں کی مانند شفاف اور روشن سطح والے ۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

ترکیب بند[1]

محمل رحلت ببند ای ساربان کز شوق یار..........

بند اول (۱)

۱۔ اے ساربان ! کوچ کے لئے محمل باندھ لو کیونکہ عشق محبوب میں
اب لحہ بہ لحہ میرے چہرے پر خون کے قطرات صف باندھ رہے ہیں
۲۔ تیزی سے راستے پر روانہ ہونے کا اہتمام کرو کیونکہ اس کی تمنا نے
میری آنکھوں سے نیند سینے سے صبر اور دل سے سکون چھین لیا ہے
۳۔ اس وادی کو طے کرنے میں اپنے اختیار کو ترک کیا جاسکتا ہے
اور اب اس اختیار کی لگام کو حکمت خداوندی کے سپرد کر دیتا ہوں
۴۔ میں وہ مست اونٹ ہوں کہ خود بخود اس کے راستے میں چلا جارہا ہوں
میری ناک میں اسکی محبت کے نکیل کے بغیر اور کچھ نہیں
۵۔ اس کے حسن و جمال کا عشق مجھے رقصاں رقصاں لئے جا رہا ہے
اور میرے پاؤں کے نیچے کانٹے اور کنکر ریشم اور پھول جیسے لگتے ہیں
۶۔ اونٹنی پر ہر کوئی تحفہ کے طور پر کچھ نہ کچھ سامان رکھ ہی لیتا ہے
میرا سامان بس فاقہ ہے اور اس تحفہ سے میں ممنون ہوں
۷۔ اس کے راستے میں اونٹنی کے پاؤں کے جو بھی نشان میں دیکھتا ہوں
ان سے آئینہ کی طرح مجھے اپنی منزل و مقصود نظر آجاتی ہے
۸۔ آج رات محمل ذرا دیر سے حرکت کرنے والی ہے حدی گانا شروع کرو
بے نواؤں کے لئے نئے سرے سے ایک نئی آواز کا اہتمام کرو

---

(۱) کلام میں ایک ہی بحر کے چند بند لانے جس میں ہر بند الگ قافیہ کا ہو اور ہر بند کے آخر میں ایک غیر مکرر بیت ہو ترکیب کہلاتا ہے۔ یہ ترکیب بند مولانا جامیؒ نے اس وقت لکھا جب آپ حضور پاکؐ کے روضۂ اقدس پر سلام گذارنے کیلئے مدینہ پہنچے تھے۔

توضیحات بند اول (۱)

۱۔محمل=اونٹ کا کجاوہ۔خرمن پر لیجانے کے لئے انگور توڑ کر جمع کرنے کا ٹوکرا۔[محمل بستن =اونٹ کی پیٹھ پر کجاوہ باندھنا۔مسافر یا کاروان وغیرہ کا روانہ ہو جانا] ساربان = شتربان۔اونٹوں کا محافظ۔موسیقی میں ایک آہنگ کا نام۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۲۔آہنگ = قصد۔ارادہ۔اہتمام۔بندوبست۔الاپ۔کشش۔صدای ساز کی موزونیت۔توجہ۔روش۔طرز۔حوض کا کنارہ۔طریلہ۔شترخانہ۔آدمیوں کی قطار۔عزم۔حملہ۔برا ارادہ۔قیافہ۔موزون اور متناسب آواز۔لحن۔نوا۔کلام کا مفاد و مقصد۔طاق یا چھت یا ایوان وغیرہ کے خم۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۳۔قطع کردن =طے کرنا۔کاٹنا۔گلا گھونٹنا۔الگ کرنا۔راہ کاٹنا یا طے کرنا۔کسی پر غالب آنا۔زمام اختیار=اختیار کی لگام یا باگ[زمام= نکیل۔وہ رشتہ یا رسی جسے اونٹ کے نتھنوں میں ڈالتے ہیں اور اس پر لگام باندھتے ہیں۔سواری کی لگام]مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یہی وہ راہ ہے جسے اپنے اختیار سے نہیں بلکہ خدائی اختیار سے طے کیا جاتا ہے۔یہ وہ ماحول ہے جسے قدسی ماحول کہا جاتا ہے۔عاشقان خدا اور رسولؐ کے دلوں میں اپنا اختیار یہاں کہاں؟ بس خدائی طاقت ان کو مست و مدہوش کر کے راستے کو طے کراتی ہے۔

۴۔بہ خود رفتن =یعنی خود بخود چلتے رہنا۔بے اختیار چلتے رہنا۔مہار = باگ۔لگام۔اونٹ کی نکیل۔وہ لکڑی جسے اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس سے رسی باندھتے ہیں۔مطلب یہ کہ عشق رسولؐ مجھے بیخودی میں کھینچ کے لئے جا رہا ہے اور اس عالم بیخودی میں بقول غالبؔ نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں۔

۵۔پای کوبان = ناچتا ہوا۔رقص کرتا ہوا۔رقصان رقصان۔حریر = پرنیان۔ریشم۔ریشمی کپڑا۔مکڑی کی جال۔وہ شخص جو غصے سے گرم ہوتا ہو۔خارا= سخت کنکر پتھر کے چٹان۔ایک قسم کا سادہ اور لکیر دار ریشمی کپڑا جو سورج کے سامنے رکھنے سے پھٹ جاتا ہے جیسے کتان کپڑا چاند کے سامنے پھٹ جاتا ہے موسیقی کے ایک لحن کا نام:شعر کا ترجمہ دیکھیں۔

۶۔زیربار= احسان مند۔ممنون:مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے ہمراہ میں کوئی ساز و سامان نہیں لئے جا رہا ہوں۔بس فاقہ میرے ساتھ ہے اور یہی میرا سامان ہے۔گویا اس سفر میں مولانا جامیؒ روزہ دار رہے اور اسی کو ایک توفیق خداوندی جان کر وہ اللہ کے حضور اپنی احسان مندی اطمینان اور شکرگذاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

۷۔آئینہ وار= آئینہ کی طرح۔مثل آئینہ۔آئینے کی مانند۔[وار= طرز۔روش۔مشابہ۔مانند۔بمثل۔نوبت

۔دفعہ۔باری۔مرتبہ۔لائق۔رسم۔دستور۔عادت۔مقدار۔بوجھ۔صاحب۔خداوند۔مہر۔محبت۔فارسی زبان میں وار الفاظ کے پیچھے لاحقہ (سَفِکس) کے طور پر لاتے ہیں جیسے: آئینہ وار۔مجنون وار۔دیوانہ وار۔رستم وار۔امیدوار۔سوگ وار۔عیال وار۔یک وار۔بہشت وار۔پلنگ وار۔صوفی وار۔فرعون وار وغیرہ]۔یعنی جیسے جیسے اس راہ میں مجھے اونٹوں یا اونٹنیوں کے قدموں کے نشان نظر آنے لگتے ہیں مجھ پر آئینہ کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ میں دیار رسولؐ جو میری منزل مراد ہے کے قریب تر پہنچ رہا ہوں۔ضمناً اونٹ کے قدموں کے نقوش کو آئینہ سے مشابہ کیا ہے جن میں مولانا جامیؒ کو اپنی مقصود کی منزل نظر آ رہی ہے۔

۸۔حداء=اونٹوں کو گیت وسرود گا کے تیز دوڑانا۔ساربانوں کے وہ نغمے اور گیت جن کی لے سے اونٹ ریگستانوں کو تیز رفتاری سے طے کرتے ہیں۔بے نوایان=بیچارے لوگ۔خالی ہاتھ لوگ۔حقیر وعاجز لوگ۔بے سروسامان لوگ۔ناتوان لوگ۔درماندہ لوگ۔مفلس ومحتاج لوگ۔فقیر لوگ۔وہ لوگ جن کی کوئی آواز نہ ہو۔ نوا= آواز۔صدا۔راگ۔نغمہ۔موسیقی کے بارے میں مقاموں میں سے ایک مقام۔لشکر۔فوج۔جمعیت۔ اسباب۔سامان۔خوراک۔روزی۔قوت۔سپاس۔شکر۔بیٹا۔پوتا۔رہن۔گرو رکھنا۔نواسہ۔آذوقہ۔توشہ۔ نذرانہ۔پیشکش۔موافقت۔سازگاری۔جزیہ۔مالیات۔قیدی۔اسیر۔گرفتار۔قید۔گرفتاری۔اسیری۔کسی کے عوض دوسرے کو قید میں بٹھانا۔مغلوں کے ایک قبیلے کا نام۔نالہ۔پرندے کی آواز۔وسائل زندگی۔لوازم معاش۔ سازکردن= آمادہ کرنا۔تیار کرنا۔اہتمام کرنا۔سفر کا سامان وتوشہ راہ دینا۔غذا دینا۔محفل کا آراستہ کرنا۔ارادہ کرنا۔قصد کرنا۔آغاز کرنا۔موسیقی کے کسی آلے میں چابی دینا۔جاری کرنا۔صورت کی نقاشی کرنا۔مولانا جامیؒ نے ان تمام اشعار میں دیار محبوبؐ کی طرف سفر کے آغاز کا بیان کیا ہے۔

بند دوم (۲)

یک طرف بانگ حدیٰ یک جانب آواز درای..........

۱۔ایک طرف سے حدیٰ کی آواز آ رہی ہے اور دوسری طرف سے گھنٹی کی صدا
اب اگر کسی کا دل قرار میں رہے تو وہ سخت دلی کی وجہ سے ہو گا
۲۔اونٹنی جب ذکر حبیبؐ اور اس کے منزل کی بات سنے گی
اگر پہاڑ کی مانند بھی بھاری ہو گی جب بھی وہ ہوا کی طرح سبک پا ہو کر دوڑے گی

۳۔ لیلیٰ نے اپنے قبیلہ میں گویا پھول کی مانند اپنی قمیض کھول دی
کیونکہ بخد سے ہوائے نسیم کی جان فزا خوشبو آ رہی ہے
۴۔ نجد کی جانفزا خوشبو سے میرا وجد و حال اور بڑھ گیا
اے صبا ! خدا کے لئے اب نجد کی طرف میری رہنمائی کر
۵۔ نجد میرے محبوب کی منزل ہے اور لطف و احسان کی کان ہے
وہاں کا پانی لذیذ' وہاں کی مٹی دلکش اور وہاں کی ہوا دلکشا ہے
۶۔ وہاں کے صحرا کا گلِ لالہ گلاب کے چہرے کو داغدار بنا دیتا ہے
وہاں کے کھنڈروں کا شاداب سبزہ سنبل کی زلفوں پر خوشبو نچوڑتا ہے
۷۔ یہ میری آرزو ہے کہ نجد کو اپنی جائے پناہ بنالوں
میری یہ آرزو اگر پوری نہیں ہو گی تو افسوس اور صد افسوس ہے مجھ پر
۸۔ بات تو نجد کی کر رہا ہوں لیکن میری مراد شہر یثرب سے ہے
جو جود و کرم کے آفتاب کا مغرب زمین ہے

توضیحات بند دوم (۲)

۱۔ بانگ = صدا۔ آواز۔ فریاد۔ اذان۔ بلند آواز۔ اونچی صدا۔ صور پھونکنے کی آواز۔ درا = بڑی گھنٹی۔ گھڑیال۔ جرس۔ [ریگستانی سفر کرنے والے اونٹوں کے گلے میں گھنٹے یا گھنٹیاں باندھی جاتی ہیں جو نہ فقط کسی قافلے یا اونٹ کے چلنے کے بارے میں خبردار کرتی ہیں بلکہ ان کی آواز سے اونٹ ایک طرح کی خوشی پاتے ہیں اور وہ ہلکے پن کے ساتھ اور نشاط و سرور کے ہمراہ ریگستان کو طے کرتے ہیں]۔ گران جانی = سخت دلی۔ سخت جانی۔ سخت مقابلہ کرنا۔ عمر رسیدگی۔ فقیری اور بیماری۔ کاہلی۔ سستی۔ پستی۔ بخل۔ کنجوسی۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۲۔ گرانی = بھاری پن۔ بوجھ لدا ہوا۔ سختی۔ دشواری۔ سنگینی۔ کثرت۔ حاملہ ہونا۔ ناگواری۔ کراہت۔ سستی۔ قیمتی ہونا۔ گران بہا ہونا۔ بادپا = وہ حیوان جیسے اونٹ یا گھوڑا جس کی ٹانگیں چلنے میں ہوا کی مانند تیز رفتار اور سبک ہوں۔ ہوا کے پاؤں والا تیز رفتار سبک رو گھوڑا۔ تیز رفتار اور ہوا کی مانند چلنے والی سواری۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۳۔ لیلیٰ = عرب کی مشہور زمانہ معشوقہ کا نام جو قیس (یعنی مجنوں) کی محبوبہ تھی اور جس کو قیس کے عشق سے شہرت دوام حاصل ہوئی۔ لیلیٰ بنت سعد عرب کے بنی عامر قبیلے سے تھی۔ لیلیٰ اور اس کے عاشق مجنون کے عشق کی

داستان عربی اور فارسی ادبیات میں خاصی مشہور ہے اور کئی شاعروں نے لیلیٰ و مجنون کے عنوان سے کتابیں منظوم کی ہیں جن میں فارسی میں نظامی گنجوی اور امیر خسرو کی یہ عشقیہ داستان ایرانی ادبی تاریخ میں بلند درجے کی ہے۔ حی= قبیلہ۔ عرب کے ایک قبیلے کا نام (کہتے ہیں کہ حی نام کا قبیلہ بنی عامر کا ہی وہ قبیلہ تھا جس سے لیلیٰ تعلق رکھتی تھی۔ واللہ اعلم!) حی اللہ تعالیٰ کا نام جو اسکی صفات میں سے ہے یعنی زندہ جاوید۔ بشر۔ انسان۔ نجد = سعودی عرب میں بیابانی پہاڑی علاقہ جس کی اونچائی سات سو پچاس سے پندرہ سو میٹر تک ہے۔ شمال میں اس کی حدیں عراق اور اردن اور جنوب میں ربع الخالی اور مشرق میں احساء اور مغرب میں حجاز سے ملتی ہیں۔ اس بیابانی علاقہ سے کئی وادیاں عبور کی جاتی ہیں جن میں سب سے اہم وادی رمۃ اور وادی حفیفہ ہے اور ان میں کچھ آباد جگہیں ہیں جن کے کناروں پر اس علاقے کے لوگ رہتے ہیں۔ نجد میں آباد چند اہم قبیلے ہیں: عنیزہ، عتیبہ، حرب اور مطیر۔ سعودی عرب کا دارالخلافہ ریاض اسی علاقہ میں واقع ہے۔ خوشی۔ خرمی۔ غم۔ اندوہ۔ پسینہ۔ راہ کا ماہر۔ راہ نما۔ بہادری کے ذریعہ سے غالب آجانا۔ گھر کی آرائش۔ بلند زمین۔ چڑھائی سڑک کی۔ بلند اور کشادہ میدان یا بیابان۔ شمیم = خوشبو۔ اونچا۔ بلند۔ خوشبودار ہوا۔ سونگھنا۔ جان فزا = جان کا بڑھانے والا۔ خوشی و مسرت بڑھانے والا۔ آب حیات۔ وہ جو روح کی خوشی کا موجب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے دشت نجد کی طرف سے آنے والی خوشبودار ہواؤں کو لیلیٰ اپنے محبوب قیس کے وطن کا تحفہ جان کر انہیں اپنے سینے سے لگانے کے لئے گلاب کے پھول کی مانند اپنی قمیض کو کھول دیتی تھی مولانا جامیؒ بھی اسی طرح مدینہ رسولؐ سے آنے والی نافہ آمیز ہواؤں کا استقبال کرتے ہوئے ان کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں۔

۴۔ حال = کیفیت۔ رقص۔ حالت۔ کیفیت۔ حیثیت۔ جذبہ الٰہی۔ طور۔ رقت۔ ذکر۔ احوال۔ طاقت۔ عشق۔ محبت۔ موجودہ وقت۔ اس وقت کا زمانہ۔ ہیئت۔ وضع۔ خوشی۔ سرمستی۔ روش۔ طریق۔ تصوف کی اصطلاح میں ایک ایسی حقیقت جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے دل میں اترتی ہے وہ کیفیت جو محض عطائی خداوندی سے سالک کے پاکیزہ دل پر وارد ہوتی ہے جس میں سالک کا ذاتی حصہ کچھ بھی نہیں ہوتا اور پھر یہ کیفیت صفات نفس کے ظاہر ہو جانے سے دور ہو جاتی ہے۔ وجد = ذوق و شوق کی حالت جو صوفیوں پر گانے سے طاری ہو جاتی ہے۔ وہ کیفیت جو یاد الٰہی میں دل پر چھا کر آدمی کو مدہوش اور بیخود بناتی ہے۔ بہت خوشی۔ ذوق۔ وجد کی کیفیت میں آدمی کا باطن اپنی ہیئت سے تبدیل ہو جاتا ہے غم یا خوشی کے غالب آجانے سے، اور یہ حالت سماع سے پیدا ہوتی ہے اور اگر یہ کیفیت کسی منظم حرکت کا موجب بن جائے تو رقص کہلاتی ہے اور اگر نا منظم حرکات کا باعث بن جائے تو اضطراب کہلائے گی۔ صبا = موسم بہار کی ہوا۔ (فارسی میں مطلق ہوا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے) خوش رفتار گھوڑا۔

ایک راگ کا نام۔ پُروا۔ ہوا۔ وہ ہوا جو شمال مشرق سے چلے اور یہ ہوا ٹھنڈی اور لطیف ہوتی ہے۔ مشرق کی ہوا۔ (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۵/۶۔ داغ نہ = داغ رکھنے والا۔ داغدار بنانے والا۔ اطلال = ویرانے۔ کھنڈر۔ جگہوں یا مکانوں کے نشانات۔ خراب شدہ مکانات کی اونچی ویران دیواریں۔ جعد = زلفوں کے پیچ وخم۔ بالوں کے خم۔ سنبل = (انگریزی میں ھیَاسنتھ) اس پھول میں ریشے سے آویزاں ہوتے ہیں جیسے گیہوں یا جو کی بالیں جس کی وجہ سے ان کو شاعر عام طور پر محبوب کے خمدار زلفوں سے مشابہ کرتے ہیں۔ سنبل دراصل ایک گھاس ہے سوسن پھول کے خاندان سے۔ اس گھاس کے پھول خوبصورت' خوشرنگ اور خوشبودار ہوتے ہیں۔ یہ پھول آرائشی بھی ہیں اس لئے لوگ اس کے پیاز کو گلدانوں میں بوتے ہیں۔ یورپ کے شہر ہالینڈ کے سنبل کی قسم دنیا بھر میں بہترین قسم ہے۔ مولانا جامیؒ دیار محبوب کی ہر چیز کو تمام چیزوں سے بالاتر قرار دیتے ہیں۔ بیابان نجد کے گل لالہ کو گلاب کے پھول سے بڑھ کر جانتے ہیں بلکہ خود گلاب' نجد کے لالہ وحشی کی زیبائی دلکشی اور خوبصورتی ورعنائی پر رشک کرتا ہے۔ اور یہ رعنائی گلاب کے دل پر رشک کا داغ بن جاتی ہے اور کھنڈروں اور زمانے کے ہاتھوں شکستہ مکانات میں دور سے جو خودرو سبزہ نظر آتا ہے وہ اس قدر خوشبودار اور شاداب ہے کہ سنبل کی خوشبودار زلفیں اور خمدار ریشے اسی سبزہ کی نافہ آمیز خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ نجد دیار محبوب ہے۔ لطف واحسان کی کان ہے۔ اس کا پانی عمدہ ہے، اس کی مٹی دلربا اور اس کی ڈھلتی ہوائیں دلکشا ہیں۔

۷۔ وایہ = تمنا۔ آرزو۔ خواہش۔ حاجت۔ مراد۔ ضروری چیز۔ لازم۔' شعر کا ترجمہ دیکھیں

۸۔ یثرب = مدینہ منورہ۔ ہجرت رسولؐ سے پہلے مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا جو ہجرت کے بعد مدینۃ الرسولؐ کہلایا اور مختصر طور پر مدینہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ شہر رسولؐ مدینہ مطہرہ' مدینہ منورہ' مدینہ پاک اور مدینہ شریف بھی کہلاتا ہے۔

بند سوم (۳)

بر کنار دجلہ ام افتادہ دور از خان ومان..........

۱۔ اپنے خان و مان سے دور میں دریائے دجلہ کے ساحل پر پڑا ہوں
اور دونوں آنکھوں سے خون کا دجلہ رواں ہو کر میرے بغل سے بہہ رہا ہے
۲۔ بغداد کی زمین پر میں کب اپنے پاؤں رکاب سے اتارتا
اگر یثرب کی تمنا لگام کو اس طرف نہ پھیر دیتی

۳۔مرحبا اے خاک یثرب! کہ لمحہ بھر کے لئے ہی تو میرا وطن بن جائے
تو کئی عمروں تک اپنے وطن کو تیری خاطر چھوڑا جا سکتا ہے
۴۔مرغ روح کا حقیقی آشیانہ تو وہی جگہ ہے اے میرے خدا
اس پرندے کو ایک دن اس آشیانے کا راستہ دکھا!
۵۔یہ ارض مقدس ایک ایسے حضرتؑ کی آرامگاہ ہے کہ اگر فرضاً
ان کی قبر پاک عیسیٰؑ کے ہنڈولے کی طرح آسمان میں ہوتی
۶۔تو اس کی زیارت کرنے کی خاطر سبھوں پر فرض ہوتا
کہ سیڑھی کی تلاش میں وہ اپنی عمر کو صرف کرتے
۷۔ان کی قبر مطہر زمین پر عیاں ہے لیکن وائے محرومی کہ میں
اس کا طواف کرنے سے سر کو پاؤں بنانے میں ابھی بھی قاصر ہوں
۸۔کب ہوگا اے میرے اللہ کہ دنیا کی فکر سے دل کو فارغ کر کے
میں اس حریم پاک کے ارد گرد طواف کرتے ہوئے بلند آواز میں کہوں:۔

بند چہارم (۴)

السلام ای قیمتی تر گوہر دریای جود..........

۱۔سلام ہو آپ پر' اے دریای جود کے گرانبہا ترین موتی!
سلام ہو آپ پر اے صحرای وجود کے تازہ ترین برگ گل!
۲۔سلام ہو آپ پر' کہ جب تک آدمؑ کی پیشانی سے
آپ کا نور پاک نہ چمکا فرشتوں میں سے کسی نے بھی اسے سجدہ نہ کیا
۳۔سلام ہو آپ پر' کہ کفر و نفاق کی تاریکی کی زنگ کو
دنیا کے آئینے سے فقط آپ کی تلوار کی جلانے دور کر دیا
۴۔سلام ہو آپ پر' کہ تیز بین عارفوں کو سارے کون و مکان میں
آپ کے نور مقدس کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا

۵۔سلام ہو آپ پر، کہ زمانے نے آپ کے فرش راہ کے لئے بن لیا
ایک ایسے اطلس کو جس کا تانا رات کا اور بانا دن کا تھا
۶۔سلام ہو آپ پر، کہ قیامت کے روز شفاعت کے دروازے
آپ کے لطف و احسان کی چابی کے بغیر لوگوں پر کھل نہیں سکیں گے
۷۔سلام ہو آپ پر، کہ جب تک میں اس محنت کے گھر میں رہا
میرے سر میں آپ کا جنون سمایا رہا اور میرے دل میں آپ کی تمنا قائم رہی
۸۔اے فخر کرامؐ! ہر لمحہ میں آپ پر سینکڑوں سلام بھیجتا ہوں
اس امید کیساتھ کہ ان سینکڑوں سلاموں کے جواب میں آپ وعلیکم السلام ایک بار تو ضرور فرمائینگے

توضیحات بند سوم (۳)

۱۔دجلہ = اندرون ایشیا کا ایک دریا جو دیار بکر، موصل اور بغداد کو سیراب کرتا ہے اور دریائے فرات سے مل کر شط العرب کو تشکیل دیتا ہے اس دریا کی لمبائی دو ہزار کلو میٹر ہے اور بغداد کے قریب سے گذرتا ہے۔خان و مان = گھر بار۔اہل خانہ۔اہل بیت۔زن و فرزند۔گھر کا سامان و اسباب۔اس بند کو بغداد میں اپنے پڑاؤ ڈالنے اور کچھ آگے کے سفر سے پہلے کی استراحت میں بیقراری و بے چینی کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ اگر راہ میں بغداد نہ آتا تو میں قطعاً سواری سے نیچے نہ اترتا اور دیار حبیبؐ تک براہ راست چلتا رہتا۔

۲۔عنان پیچیدن = لگام موڑ دینا۔باگ پھیر دینا۔(شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۳۔خبّذا = مدح کا لفظ ہے۔مرحبا! بہتر ہے۔بہت اچھا ہے۔خوب ہے۔آفرین! (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۴۔مرغ جان = روح کا پرندہ یعنی روح (شعر کا ترجمہ دیکھئے)

۵۔مرقد = قبر۔خوابگاہ۔گور۔مہد عیسیٰؑ = حضرت عیسیٰؑ کا ہنڈولا یا گہوارہ (مہد = گہوارہ یا پنگھوڑا جس میں چھوٹے بچوں کو سلاتے ہیں۔بچھونا۔بستر۔) مہد عیسیٰ کا ذکر قرآن کریم میں یوں آیا ہے: فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (سورہ مریم آیت ۲۹ ... مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔لوگوں نے کہا ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارہ میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے؟......ترجمہ اردو مولانا سید ابو اعلیٰ مودودی)۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے: وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی اسے قتل نہیں کیا گیا اور اسے صلیب پر نہیں چڑھایا گیا لیکن وہ لوگ شک میں مبتلا ہو گئے۔نیز قرآن

مجید نے فرمایا کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا اور وہ آسمان پر چڑھے۔ مفسروں نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام چوتھے آسمان پر ہیں۔ اسی مناسبت سے مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے جو کچھ اس شعر میں فرمایا ہے (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۶۔ نردبان = زینہ۔ سیڑھی۔ (شعر کا ترجمہ دیکھیں)

۷/۸۔ حرمان = حسرت۔ ناکامی۔ مایوسی۔ محرومی۔ بے نصیبی۔ ناامیدی۔ خروشان = بلند آواز میں فریاد کرنا۔ نالہ وفریاد کرنا۔ شور وغوغا کرنا۔ (اشعار کا ترجمہ دیکھیں)

توضیحات بند چہارم (۴)

ا۔ جود = سخاوت۔ بخشش۔ جوانمردی۔ کرم۔ گلبرگ = گلاب کے پھول کی پنکھڑی (مجازاً معشوق کے ہونٹ)۔ رسول اکرمؐ بخشش وکرم کے سمندر کے قیمتی ترین موتی اور صحرای وجود کے مناظر قدرت میں آپؐ کی ذات شاداب اور ہر دم تازہ رہنے والی ایک ایسا برگ گل ہے جو سدا بہار ہے۔

۲۔ جبہہ = جبین۔ پیشانی۔ ماتھا۔ سردار۔ لوگوں کا گروہ۔ خاص سلام جو امراء کے احترام میں دی جاتی ہے۔ دشمن کے مقابل میں جنگ کا محاذ۔ قدسیان = (قدسی کی جمع) فرشتے۔ اولیاءاللہ۔ صالح لوگ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ رسول اکرم حضرت محمد عربیؐ کا نور مقدس تھا اور اس حقیقت سے نیز اس کی اہمیت سے آسمانوں کے تمام فرشتے خبردار تھے اور آگاہ۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتوں نے اس کی پیشانی پر نور محمدیؐ کی تابانی کا مشاہدہ کرتے ہی آدمؑ کو سجدہ کیا۔ یعنی آدم علیہ السلام اسی نور مقدس کے حامل ہونے کی وجہ سے فرشتوں کی طرف سے سجدہ کا مستحق قرار پایا۔ برخاک صفی اہل سما سجدہ نمودند☆ برناصیہ اش بود زانوار تو سیما (غیاثی)۔

۳۔ نفاق = دشمنی۔ دوروئی۔ منافقت۔ دوغلاپن۔ صیقل = تلوار یا آئینہ کو صاف کرنے اور چمکانے والا۔ زنگ دور کرنا۔ صاف کرنا۔ چمکانا۔ دھاتوں پر سے میل وزنگ کی دوری۔ گیتی = دنیا۔ جہان۔ عالم۔ عالم سفلی۔ کرہ زمین۔ وضع جہان۔ ایک پھول کا نام۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے جہاد کرنے سے کفر کی تاریکی چھٹ گئی۔

۴۔ چشم شہود = دیکھنے والی آنکھ [شہود = دیکھنا۔ مشاہدہ کرنا۔ حق کا جلوہ موجودات میں نظر آنا]۔ مطلب یہ ہے عارفوں کو ہر طرف کون ومکان میں رسول اللہؐ کا نور دکھائی دیتا ہے کیونکہ رسول اللہؐ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے جدا نہیں۔ ذات تو آفتاب کونین است☆ رویت آئینہ خدای نما☆ ہست مرآت ذات حق ذاتت☆ صورتت

راحقایق آئینہ ہا☆ ہر کہ دیدت یقین خدارا دید☆ من رآنی برین حدیث گوا۔(جامیؒ)

۵۔دہر=زمانہ۔عہد۔عصر۔دورہ۔بے انتہا زمانہ ازلاً وابداً۔اطلس=سادہ ریشمی کپڑے کی ایک قسم جس پر نقش ونگار یا بیل بوٹے نہ ہوں۔نواں آسمان۔بھیڑیا جس کا رنگ سیاہی مائل سرخ ہو۔ریشمی پارچہ۔پرنیان۔دیبا۔سادہ۔جغرافیہ کی باتصویر کتاب جس میں نقشے ہوں۔بغیر پرز کیا ہوا کپڑا۔تار=تانا۔ڈوڑا۔بننے کے کام میں تانا رکھنے کے لئے دھاگوں کا سلسلہ۔تاریک۔سیاہ۔تاڑ کا درخت۔ساز کا تار۔سر کی مانگ۔پود=تانا کے مقابلے میں کپڑے کا بانا جو کپڑے کے عوض میں دھاگوں کا سلسلہ ہوتا ہے۔[تار و پود=تانا بانا] مطلب یہ ہے کہ زمانے نے (ازل وابد نے) آپکی راہوں پر اطلس، وریشم کا وہ کپڑا تیار کر کے بچھا دیا جس کا تانا رات سے اور بانا دن سے بنا گیا ہے یعنی رات اوردن (زمانہ) آپ کا فرش راہ ہے۔آپ نے زمانے کے فاصلے اپنے قدموں کے تلے پامال کر کے گردون کو بھی زیر کرلیا۔ سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے☆ کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردون (اقبالؒ) نہ فقط زمین وزمان کو آپ نے مسخر کیا ہے بلکہ آپکی علوشان سے آسمان بھی آپ کے مغلوب ہیں!

۶/۷/۸۔ابواب=باب کی جمع دروازے (کتاب کے حصے بھی ابواب کہلاتے ہیں)۔داخل ہونیکی جگہیں۔مباحث۔حصے۔امور۔مسائل۔روزحشر=قیامت کا دن۔لوگوں کے اکٹھے ہونے کا دن۔محنت سرا=دنیا۔دکھوں کا گھر۔(اشعار کا ترجمہ دیکھیں)

بند پنجم (۵)

یا شفیع المذنبینؐ! بار گناہ آوردہ ام.............

۱۔اے شفیع المذنبینؐ ! گناہوں کا بوجھ لایا ہوں
اور آپکی بارگاہ میں اپنی خمیدہ کمر پر لادے ہوئے اس بوجھ کو لے کر آیا ہوں
۲۔رحمت والی آنکھیں کھول دیجئے ' میرے سفید بالوں کو دیکھئے
اگرچہ پشیمانی کی وجہ سے میں اپنا سیاہ چہرہ لے کر آیا ہوں
۳۔میرا یہ دعویٰ نہیں کہ سالہا سال تک آپ کی پیروی کی ہے۔
میں تو وہ گمراہ ہوں کہ بس ابھی خود کو آپ کی راہ پر لے آیا ہوں
۴۔عاجزی ' حیرانی ' مسکینی ' دل خستگی اور دکھ درد
ان سب چیزوں کو آپ کے عشق و محبت میں گواہ لے کر آیا ہوں

۵۔رہزن شیطان میرے تعاقب میں ہے' نفس و حرص میرے دین کے دشمن ہیں
ان سب سے بھاگ کر آپ کے لطف و کرم کے سائے میں آیا ہوں
۶۔اگرچہ گستاخی ہوئی ہے کہ معافی چاہنے کیلئے حاضر نہیں ہو پایا
اسی گستاخی کی وجہ سے میں معافی طلب زبان لے کر آیا ہوں
۷۔اپنی طبیعت کے خارزار سے تمناؤں کا ایک درخت باندھ لیا ہے
اور مٹھی بھر گھاس کے تنکوں کو آپ کی جنت میں لے کر آیا ہوں
۸۔میرے لئے بس یہی سعادت کافی ہے کہ ایک لمبی مصیبت اور تکلیف کے بعد
میں آپکے آستانے کے مقام حرمت پر اپنا روی نیاز جھکا دیتا ہوں

توضیحات بند پنجم (۵)

۱۔شفیع المذنبینؐ = گناہکاروں کی شفاعت کرنے والا [شفیع = سفارش کرنے والا۔ خواہش کرنے والا۔ شفعہ کا دعویٰ کرنے والا۔ مددگار۔ معاون۔ مدد دینے والا۔ مذنبین = مذنب کی جمع یعنی گناہکار]۔ پشت دوتاہ = جھکی ہوئی پیٹھ۔ خمیدہ کمر [پشت = کمر۔ پیٹھ۔ پیچھے۔ مدد۔ سہارا۔ کمک۔ معاون۔ پناہ۔ نسل۔ پیڑھی۔ خاندان۔ قوت۔ توانائی۔ مخنث۔ جو چیز شراب کے نشہ کو تیز کرنے کیلئے ملائی جائے۔ دوتاہ = کبڑا۔ جھکا ہوا۔ دگنا۔ خمیدہ۔ دہرا (جدید فارسی میں دو عدد کو دوتا کہتے ہیں مثلاً دو روٹی = دوتا نان)۔ ترجمہ دیکھیں۔

۲۔روی سیاہ = سیاہ چہرہ۔ خطا کار۔ رسوا۔ گنہکار۔ زنگی۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہؐ! اگرچہ گناہوں کے بوجھ سے میں روسیاہ ہوا ہوں' خطا کار ہوں اور گناہوں کی سیاہی میرے چہرے پر چھائی ہوئی ہے لیکن اب میرے بال عمر رسیدگی میں سفید ہو چکے ہیں۔ بوڑھاپا آگیا ہے اور یہی وہ وقت ہے جب آپ کو رحمۃ للعالمینؐ ہونے کی حیثیت میں مجھ پر رحمت کی نظر کرنی ہوگی۔ میری خطا کاری کو مت دیکھئے اپنی رحمت کو دیکھئے اور میرے سفید بالوں کو!

۳۔ترجمہ دیکھیں

۴۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے عشق نے مجھے عاجزی' مسکینی' حیرانی' دل خستگی اور درد و غم دیئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے' ان ہی چیزوں کو آپ کے عشق کے دعویٰ میں گواہ لے کر آیا ہوں۔ یعنی رحمۃ للعالمینؐ! آپ کے عشق نے مجھے نڈھال' فقیر' حیران' دل خستہ اور دردمند بنا دیا ہے۔ میری طرف چشم رحمت کھول کر نگاہ کیجئے تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ حالت زار آپ کے عشق میں میری گواہ صادق ہے۔

۵۔دیور ہزن= شیطان رہزن۔[دیو= شیطان۔جن۔بھوت۔پہلوان۔ایک قسم کا ادنی کپڑا جسے جنگ کے وقت پہنتے ہیں۔ایک خیالی وجود جسے ایک بلند قد' طاقت ور' بدصورت اور ہولناک انسان خیال کیا جاتا ہے جس کے سر پر بیل کی طرح دو سینگ اور پیچھے ایک دم بھی ہوتی ہے۔اسے شیطان کی نسل مانا جاتا ہے۔ابلیس۔وحشی۔بیابانی۔مُفسد۔مفتن۔دلیر۔شجاع۔بدکردار جاہل نفس۔قوی ھیکل گھوڑا۔ رہزن= وہ جو مسافروں کو راہ میں لوٹ لیتا ہے۔ قاطع طریق۔ مطرب۔ گویا۔ چور۔ ڈاکو۔ کمین= گھات میں۔ چھپ کر گھات میں رہنا۔تعاقب میں رہنا۔کسی کی گھات میں چھپ کر بیٹھنے والا۔چوری چوری کسی کے تعاقب میں ہمیشہ رہنا۔نفس= جسم۔تن۔نفس امارہ کے خواہشات۔خون۔جان۔روح۔حقیقت۔شے کی ہستی۔چشم زخم۔ذات۔نزدیک۔ارادہ۔نیت۔قصد۔ننگ۔عار۔عیب۔قوت۔عذاب۔شماتت۔بزرگی۔ارجمندی۔انسانی کی اپنی ذات۔ھوا= خواہش۔طمع۔لالچ۔آرزو۔اشتیاق۔دوستی۔خیر خواھی۔خالی۔باد۔ہوا۔بزدل۔ڈرپوک۔آسمان اور زمین کے درمیان کی فضا۔زمین و آسمان کا درمیانی خلا۔میل۔بو۔نفسانی خواہشات۔نفس کی رغبتیں اور آرزوئیں۔اعدا= عدو کی جمع یعنی دشمن۔بدخواہ۔بیری۔بیر رکھنے والا۔(ترجمہ دیکھیں)

۶/۷۔زبان عذر خواہ=عذر طلب زبان۔معذرت طلب زبان۔معافی چاہنے والی زبان[عذر خواہ= عفو طلب کرنے والا۔معافی کا طلب گار۔معذرت کا خواستگار]۔گستاخی= بے ادبی۔سلوک میں لحاظ نہ کرنا۔بیباکی۔جسارت کرنا' بے پروائی۔(ترجمہ دیکھیں) نخل= کھجور کا درخت۔ درخت خرما۔ آٹا چھاننا۔ مطلق درخت۔ درخت کی مانند ایک درخت جسے موم اور کاغذ اور کپڑے وغیرہ کا بناتے ہیں اور درخت کی طرح اس میں ٹہنیاں اور پھول اور میوے بھی لگائے جاتے ہیں۔ایک بڑا اور اونچا صندوق (تابوت جیسا) جسے قیمتی کپڑوں سے آراستہ کیا جاتا ہے اور اس پر آئینے اور خنجر اور تلواریں نصب کرتے ہیں اور عاشورا کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے تابوت کے نام سے شیعوں کی ایک بڑی جماعت اسے اٹھا کر چلتی ہے (ایران میں میں نے اسے خود دیکھا ہے)۔کبھی کسی جوان کی موت پر بھی اس طرح کا تابوت بنایا جاتا ہے یا بعض اوقات کسی تکیہ میں بھی اس طرح کا تابوت (نخل) رکھا جاتا ہے (امام حسینؑ کے نام کے مذکورہ تابوت کو نخل ماتم' نخل عزا اور نخل محرم بھی کہتے ہیں)۔خارستان= خارزار۔کانٹوں کی زمین۔وہ میدان جہاں صرف کانٹے ہی کانٹے اگے ہوں۔پرخار جگہ۔ویران گاہ۔طبع= فطرت۔ضمیر۔سرشت۔خو جو آفرینش سے ہو۔طبیعت۔چھاپنا۔کوئی چیز قالب میں ڈھالنا۔تلوار بنانا۔مٹی کے برتن بنانا۔سونے چاندی پر سکہ لگانا۔خارج از ذہن موجودات۔کسی کی گردن کے پیچھے مارنا۔مزاج۔رغبت۔میل۔شعری استعداد۔کسی چیز کی ہیئت۔مشتِ گیاہ۔مٹھی بھر تنکے[مشت= مٹھی۔مکہ۔گھونسا۔تھوڑے سے۔

ملا ہوا۔ گیاہ = گھاس ۔ کاہ ۔ تنکے] مولانا جامیؒ اپنی اس عرض داشت کو انکساری کی بنیاد بنا کر دربار نبویؐ میں پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ میری عرض داشت اور التجا دراصل میرے ویران دل جو کانٹوں سے لبریز ہے سے نکلی ہوئی تمنائیں ہیں جنہیں گھاس کے تنکوں کی مانند ایک ہی دستہ میں باندھ کر آپ کی جنت میں لایا ہوں کہ شاداب اور سرسبز ہو جائیں۔

۸۔ ترجمہ ملاحظہ کریں

بند ششم (۶)

یارسول اللہؐ! نمی گویم کہ مہمان توام........

۱۔اے رسول خداؐ ! میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں آپ کا مہمان ہوں
یا آپ کے دسترخوان کے ٹکڑوں کا غذا طلب گدا ہوں

۲۔میں ایک خارش زدہ کتا ہوں جس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور سخت تشنہ ہوں
آپ کے لطف و کرم کے سمندر سے تھوڑی سی عنایت کا خواہاں ہوں

۳۔اگرچہ میرے سر پر شاہی تاج نہیں' میرے لئے یہی کافی ہے کہ
آپ کے حکم و فرمان کے طوق کے نیچے میری گردن خم ہے

۴۔قبولیت کے ایوان کے بالائی حصہ میں میں مسند عزت بچھا دوں گا
اگر آپ کے دربان کے ہاتھوں مجھے دست رد نہ دیکھنا پڑے

۵۔آپ کے رخساروں کے عرق سے حجاز کی مٹی گلستان بن گئی
میں آپکے گلستان سے صرف ایک خوشبو پر خوش اور راضی ہوں

۶۔زاغ خصلت لوگوں کی گفتگو سے مجھے رہائی دلا دیں
میں تو آپ کا مدح خوان بلبل ہوں اور آپ کا ثنا گو پرندہ

۷۔گناہوں سے میرا دفتر سیاہ ہو چکا ہے' افسوس میری بیچارگی پر
اگر آپکے دارالعدالت سے میرے حق میں شفاعت نامہ جاری نہ ہو جائے

۸۔چونکہ شفاعت کی عزت پانے کی خاطر بڑی مضبوط حمایت ہونی چاہئے
اسلئے میں آپکے آلؓ و اصحابؓ کو آپ کے حضور میں شفیع کے طور پر لاتا ہوں

توضیحات بند ششم (۶)

۱/۲۔طعمہ = خوراک۔خورش۔ روزی۔ وجہ معاش۔ خوردنی۔ریزہ = ٹکڑا۔ قطعہ۔ چھوٹے ٹکڑے [ریزہ خوان = خوشہ چین]۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرا یہ دعویٰ کہاں یارسول اللہﷺ کہ آپ کے حضور میں آکر یہ عرض کرنے کی جرأت یا گستاخی کروں کہ دور کا فاصلہ طے کر کے آیا ہوں کہ آپ کے خوان کرم کا مہمان بن کر خوشہ چینی کروں۔ یہ بے ادبی مجھ سے سرزد نہیں ہوسکتی۔ میں تو آپ کی بارگاہ والا شان کے باہر پڑا ہوا ایک ایسا خارش زدہ کتا ہوں جس کی زبان سخت پیاس کی وجہ سے اس کے ہونٹوں سے باہر نکلی ہوئی ہے اور صرف آپ کے لطف و احسان کے بحر بے پایاں میں سے ذرا سی نمی کا خواہشمند ہوں۔گرگین = خارش کا مریض۔ کھجلی کی بیماری والا۔' مولانا جامیؒ نے تو اپنے آپ کو محبوب کے کوچے کا کتا کہا ہے لیکن کتوں میں بھی حقیر ترین کتا وہ جو خارش زدہ ہے اور جس سے سب دور بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں اور جو خود خارش و کھجلی کے مرض کے عذاب میں تشنگی کی انتہا کو پہنچ چکا ہے جس کے زیر اثر اس کی زبان ہونٹوں سے نیچے لٹکی رہتی ہے۔

۳۔افسر = تاج۔تسلیم = سپردگی۔فرمان برداری۔ ماننا۔حکم کی تعمیل۔سلام کرنا۔سلامت رکھنا۔رام ہونا۔ گردن پیش رکھنا۔طوق = گلے کا حلقہ۔ پٹہ۔گردن کے گرد کا زیور۔ہار۔حلقہ کی طرح کا خط کسی جانور کی گردن کے گرد جیسے کبوتر یا فاختہ کی گردن کے گرد ہوتا ہے۔' مطلب یہ کہ دنیا میں بادشاہی تاج سر پر ہونے (یعنی بادشاہ ہونے) سے محمدﷺ کی غلامی بہتر ہے کیونکہ محمدﷺ کا غلام اس دنیا کا بھی بادشاہ ہوتا ہے اور اس دنیا کا بھی۔

۴۔صدر = اوپر۔اوپر کا حصہ۔کسی جگہ کا بالائی حصہ۔امیر۔بالانشین۔ابتدا۔ہر چیز کا اول۔وزیر سے کم اور باقی تمام عہدیداروں سے بڑا عہدہ دار۔علم عروض میں شعر کا پہلا لفظ۔شمال کی طرف قطب ستارہ سے نزدیک ذات الکرسی کے ستاروں میں سے ایک ستارے کا نام۔صدر مجلس۔پیشگاہ۔بزرگ۔مہتر۔رئیس۔وزیر۔ہر بیت کے پہلے مصراع کا جزو اول۔اول نامہ کا۔نامہ کا عنوان۔آغاز۔صدر اسلام (آغاز اسلام)۔ایوان = صفہ۔قصر۔ کاخ۔شاہی محل۔مکان کا حصہ جو آگے سے کھلا ہو اور جس میں دروازے اور کھڑکیاں نہیں ہوتیں۔بڑا دالان۔ دیوان خانہ۔ بیٹھک۔ چبوترہ۔ دالان کے اوپر کی برساتی۔محل۔ ہال۔(ایوان قبول = شرف قبولیت کا محل'۔ مولانا جامیؒ نے قبولیت کو ایک ایوان سے تشبیہ دی ہے اور فرماتے ہیں کہ قبولیت کے ایوان یا دیوان خانہ کے بالائی حصہ میں عزت کی مسند بچھا دوں گا یعنی قبولیت کے ایوان میں یہ میری انتہائی عزت افزائی ہوگی اگر دربان رسولﷺ مجھے بارگاہ رسولﷺ میں حاضر ہونے سے نہ روکے۔

۵۔خوی=عرق۔پسینہ۔آب دہان۔بدن کی کھال کے مسامات سے خارج ہونے والی رطوبت۔'فرماتے ہیں کہ یارسول اللہؐ! آپ کے چہرہ اقدسؐ کے پسینے سے سارا حجاز کھل اٹھا ہے اور معطر ہو گیا ہے۔یہ آپ کا عام انعام ہے۔میں آپ سے صرف آپ کی عطر آمیز خوشبو کی ایک لپٹ کا خواہاں ہوں سو مجھے عنایت فرمائیں کہ میں اسی پر خوش ہوں اور راضی!

۶۔وارہان=رہا کیجئے۔نجات دیجئے۔چھٹکارا دیجئے۔آزاد کیجئے مجھے۔زاغ طبع= کوے کی سی فطرت رکھنے والا۔زاغ فطرت۔کوے کی خصلت والا۔عندلیب=بلبل۔ہزار داستان۔مدح گو=تعریف وستائش کرنے والا۔تعریفیں بیان کرنے والا۔نعت خوان۔ثنا خوان=سراہنے والا۔مداح۔تعریف کرنے والا۔مدح وستائش گو۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اے رسول کریمؐ! بدفطرت' سیاہ طبع اور بدکلام لوگوں کی صحبت وگفتگو سے مجھے بچایئے۔میں آپ کا نعت خوان ہوں اور میری زبان پر فقط آپکی تعریف رہتی ہے تو میں خود کو اس بات کا مستحق سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے بدگو اور زاغ فطرت لوگوں کی چغلخوری سے بچائیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جامیؒ جیسے عالم دین اور نعت خوان رسولؐ بھی حاسدوں اور چغلخوروں اور زاغ صفت بدباطنوں سے محفوظ نہیں تھے۔

۸/۷۔منیع=استوار۔محکم۔مضبوط۔وہ محکم عمارت جو دشمن کی مداخلت سے محفوظ رکھے۔باز رکھنے والا۔منع کرنے والا۔بلند۔رفیع۔شفیع=سفارش کرنے والا۔خواہش کرنے والا۔شفعہ کا دعویٰ کرنے والا (ترجمہ دیکھیں)

بند ہفتم (۷)

حق آنانی کہ عمری در وفایت بودہ اند..........

۱۔ان کی حرمت کا واسطہ جنہوں نے آپ کی وفا میں عمر گذاری
اور جو اس وقت آپ کی بارگہ قرب میں خوشی کے ساتھ آسودہ ہیں
۲۔ان کی حرمت کا واسطہ جنہوں نے وہی راستہ جو آپ نے خود طے کیا
سر کے بل چل کر طے کیا ہے
۳۔ان کی حرمت کا واسطہ جنہوں نے گمراہی کے بیابان سے لوگوں کو
نکال کر آپ کی شریعت کی راہ مستقیم کے سوا اور کوئی راستہ نہیں دکھایا
۴۔کہ آپ مجھ تہی دست گدا جامی سے اپنی عنایت واپس نہ لیں
جسکے نفس اور حرص نے اس کے دل کی لگام کو چھین لیا ہے

۵۔اپنے لطف عام کے فیض کے بادلوں سے چند قطرے برسایئے
اس کے دل و جان پر، جو گناہوں کی آلایش سے داغ دار ہوئے ہیں

۶۔اس دروازے سے اسے سرمہ بینائی عطا کر جس کے ہوس میں ایک عمر
اس کی آنکھوں کی پتلیوں نے خون جگر رویا ہے

۷۔اسے قبول فرما ان حضرات کے طفیل جنہوں نے آپ کے مدح کی گفتگو میں
آپ کی راہ میں جان کو بھی اور جسم کو بھی نحیف و نزار بنا دیا

۸۔آپ کی قبولیت کی برکت سے وہ جنت اور جہنم سے فارغ ہو کر
صرف آپ کی سنت و شریعت کی راہ پر قائم رہے

توضیحات بند ہفتم (۷)

۱۔حق = یہاں مراد ہے بحق یعنی بطفیل۔بوسیلہ۔بحرمت۔ساحت = میدان۔بارگاہ۔صحن۔کشادگی۔آنگن۔گھر کی فضا۔وہ زمین جس پر کوئی چھت نہ ہو۔درگاہ۔مولانا جامیؒ حضرت رسول اکرمؐ کو بالخصوص حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا واسطہ دیتے ہیں کہ یہ دونوں اس وفا کے صلہ میں جو انہوں نے خواجہ کونینؐ کے ساتھ کیا' بارگاہ رسولؐ میں رسول اکرمؐ کے ہمدوش آرام فرما رہے ہیں۔شیخینؓ کے اسی مرتبہ رفیع کا مولانا جامیؒ نبی برحقؐ کو واسطہ دیتے ہیں۔

۲۔مراد ہے تمام اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

۳۔مراد ہے اولیاء اللہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جنہوں نے دنیا کے مختلف علاقوں میں جا کر دین اسلام کی تبلیغ کی جیسے حضرت شاہ ھمدانؒ نے کشمیر میں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر میں یا دیگر اولیای کرامؒ۔
تیہ = جنگل۔بیابان۔ضلالت = گمراہی۔صوب = طرف۔جانب۔سو۔ناحیہ۔راست۔درست۔سیدھا چلنا۔
شارع = سیدھا راستہ۔کشادہ راہ۔کھلا راستہ۔عالم باعمل۔صاحب شرع جو لوگوں کو دین کی تعلیم دے۔شروع کرنے والا۔شاہراہ۔قانون گذار۔دین کا لانے والا۔شریعت کا وضع کرنے والا

۴۔مطلب یہ کہ جامیؒ پر آپ کی عنایات جاری ہیں۔انہیں اے رسول کریمؐ جاری رکھیں اور ان سے مجھے محروم نہ کریں کیونکہ نفسانی آرزوئیں اور حرص و طمع مجھ پر اس حد تک غالب ہیں کہ میرا ان پر کوئی قابو نہیں

۵/۶۔سحاب = بادل۔ابر۔لوث = آلودگی۔آلایش۔پلیدی۔بدی۔کحل = سرمہ (ترجمہ دیکھیں)

۷۔مراد ہے نعت گو حضرات' سیرت نویس' محدثین اور مفسرین حدیث جن کا کام گفتگوی رسولؐ تھا اور ہے اور جنہوں نے اس راہ میں اپنی جان اور اپنے جسم کو نحیف و ضعیف اور زار و نزار بنا دیا۔

غزلیات

غزل(۱)

گاہ در دل ۔ گہ در دیدہ جا ......

۱۔کبھی دل میں اور کبھی آنکھوں میں جگہ بنا دیجئے
ای بدر الدّجیٰ ! دونوں آپ کی جگہیں ہیں
۲۔خرامان چلتے وقت آپ کا قد ' طوبیٰ ہوتا ہے
اگر ہماری طرف خرامان ہو کر آئے تو خوش بحال ما
۳۔آپ کی راہ سے جب سے ہر آنکھ کے لئے سرمہ لے گئی
تب سے میری آنکھوں میں صبا کی نسبت غبار آ گیا ہے
۴۔میں نہیں کہہ رہا مجھے اپنا غلام جان لیں
بھلا بادشاہ پر غلام کا کوئی حکم چلتا ہے
۵۔میں چاہتا ہوں دل سے آپ کے تیر کو نکال لوں
لیکن میرے دل سے نکلتا ہی نہیں
۶۔جب آپ نے دو زلفوں کا جلوہ دکھا دیا ہے تو پردہ بھی ہٹا دیجئے
تاکہ آپ کے روی مبارکؐ کو مدتوں بعد دیکھ لوں
۷۔اگر آپ جامیؔ کے سر کو تلوار سے الگ کریں گے
تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ اسے اپنے آستانے سے الگ کر دیں

توضیحات غزل

ا۔بدر الدّجیٰ = اندھیری راتوں کا مہ کامل یعنی حضرت رسول اکرمؐ [بدر = مکمل چاند۔ پورا چاند۔ چودھویں رات کا کامل چاند۔ دجی = کالی اندھیری رات۔ تاریک رات۔ ظلمت کی رات۔ بدر الدّجی ایک خطاب ہے جو پیغمبر برحقؐ کیلئے مخصوص ہے۔ جب دنیا جہالت اور کفر وشرک کی ذلتوں اور ظلمتوں میں غرق تھی تو اللہ تعالیٰ نے

حضرت محمد پیغمبر برحقؐ کو اسلام کی روشنی کیساتھ مبعوث کیا اور خدائے برحق کے اس رسول برحقؐ نے نور برحق کو (اسلام، قرآن اور شریعت) عام کر کے بشریت کو راہ راست پر لایا۔ (درود وسلام ہو اس عظیم الشان پیغمبرؐ پر!) مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اے بدر الدجیٰ! میرا دل اور میری آنکھیں آپ ہی کے مقام فرمانے کی جگہیں ہیں۔ جہاں آپ رہیں میری سعادت ہے۔

۲۔ طوبیٰ = جنت کے ایک درخت کا نام جو طرح طرح کے میوؤں سے پربار اور خوشبودار درخت ہے۔ مژدہ۔ بشارت۔ خوشبوؤں کا حامل۔ پاکیزہ تر۔ خوش خبری۔ خوشی۔ خوبی۔ سعادت۔ بہشت۔ خلد۔ خرام = ناز کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا۔ زیبائی۔ سرکشی۔ وقار۔ تکبر اور بڑھے پن کے ساتھ چلنا۔ وعدہ کا پورا کرنا۔ وہ شخص جو مہمان کو میزبان کے گھر تک پہنچانے پر مامور ہو۔ طوبالنا = طوبیٰ = خوشی۔ لنا = ہمارے لئے۔ مطلب یہ کہ آپ خرامان چلتے ہیں تو آپ کا قد جنت کے درخت طوبیٰ کی طرح خوشبوئیں بکھیر دیتا ہے۔ اب اگر آپ اسی قد و لجو کے ساتھ میری طرف خرامان خرامان چل کر آئیں تو اس سے بڑھ کر میری خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

۳۔ غبار داشتن = ملال ہونا۔ غمگین ہو جانا۔ بے رونق ہو جانا۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ باد صبا نے جب سے آپ کی راہ پر سے غبار اٹھا کر اسے عاشقوں کی آنکھوں میں سرمہ کے طور پر پیش کیا ہے تب سے میری آنکھوں نے صبا کے خلاف اندوہ و ملال پکڑ لیا ہے۔ یعنی میری آنکھوں کو صبا سے گلہ ہے کہ آپکے راستے کی دھول سرمہ بن کر صرف ان ہی آنکھوں کیلئے مخصوص تھی؟ یہ صبا کے جی میں کیا آئی کہ ہر ایک کے لئے یہ سرمہ پہنچانے لگی ہے۔ چشم میں غبار ہونا شاعرانہ حسن کا حامل ہے یعنی سرمہ تو غبار کی مانند ہی ہوتا ہے اور جب آنکھوں میں آتا ہے تو گویا استعمال کرنے والا اسے عزیز چیز جان کر آنکھوں سے لگاتا ہے اور غبار ہونا گویا افسردگی کا اظہار ہے کہ یہ سرمہ کوئی محبوب جو فقط جامیؒ کی آنکھوں کے لئے مخصوص تھا اب ہر چاہنے والے کی آنکھوں تک پہنچنے لگا ہے۔ مطلب یہ کہ عاشق اپنے محبوب کی کسی بھی شے کو اپنے سے دور ہو جانے کا روادار نہیں۔ غبار = گرد۔ نرم مٹی۔ ہر وہ چیز جو بہت نرم ہو۔ آنکھ کی ایک بیماری جس میں آنکھ میں سفیدی آ جاتی ہے۔ ایک خط کا نام (خط غبار) جو انتہائی باریک قلم سے لکھا جاتا ہے اور اتنا باریک خط ہوتا ہے کہ مشکل سے اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ داڑھی مونچھ۔ تشویش۔ اضطراب۔ اندوہ۔ ملال۔ غم۔

۴/۵۔ پیکان = تیر کا پھل۔ برچھی کی انی۔ تیر اور نیزہ کا آہنی سرا۔ نکیلا دھات جو نیزہ اور تیر کے سرے پر چڑھاتے ہیں۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کے عشق کا پیکان اب دل میں سے کوشش کرنے پر بھی نہیں نکل سکتا۔ یہ ایک ازلی رابطہ محبت ہے جسے دل سے الگ نہیں ہونے دوں گا۔ شعر میں شاعرانہ حسن یہ بھی ہے کہ مولانا جامیؒ

چاہتے ہیں محبوب کے پیکان کو جو دل میں پیوست ہے دل سے باہر نکال دیں لیکن یہ خواہش بھی دل سے اٹھ کر باہر نہیں نکلتی (گویا ہونٹوں تک بھی نہیں آتی)
۶/۷۔ترجمہ دیکھیں۔

غزل (۲)

احسن شہ الیٰ دیار لقیت فیہا جمال سلمیٰ..........

۱۔اس مقام سے سخت عشق ہے مجھے' جہاں سلمیٰ کے حسن و جمال کو دیکھا تھا
کون ان اطراف سے ہماری طرف لطف و محبت کی بشارت لے کر آئے
۲۔میں غم کی وادی میں پڑا ہوا ہوں' عقل و فکر کی لگام ہاتھ سے چھوٹ چکی ہے
نہ قسمت ساتھ دیتی ہے اور نہ عقل رہبری کرتی ہے' نہ ہی جسم میں توانائی ہے اور نہ دل میں صبر و قرار
۳۔مرحبا آپ کے حسن و جمال پر جو قبلۂ جان ہے اور آپ کا کوچہ تو کعبۂ دل ہے
پس سجدہ کرنا چاہیں آپکی طرف تو سجدہ کریں گے' دوڑ کر آنا چاہیں تو دوڑ کر آئیں گے
۴۔ارباب شوق کی زبانیں آپ کے عشق کو راز رکھنے میں خاموش تھیں
لیکن اب تو اسی خاموشی کی وجہ سے جیسا کہ آپکو معلوم ہے یہ چھپا ہوا غم عیاں ہو چکا ہے
۵۔میری آنکھیں میری بدحالی پر اشک فشاں ہیں میری حالت ابتر ہے اور میں لاپروا ہوگیا ہوں
کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آخر کار وصل کا طبیب اپنے بیمار کا علاج کر کے ہی رہیگا
۶۔اگر آپ زور و زبردستی سے میری جان بھی لیں گے اور تلوار سے میرا سر بھی کاٹ دیں گے
مجھے آپکے جان کی قسم ہے کہ جب بھی میں آپ کی خاک پا سے اپنی عقیدت کے سر کو نہیں ہٹاؤں گا
۷۔ناز کے ساتھ آپ نے فرمایا: ''اے فلاں! کہاں تھے تم؟ جدائی میں کیا کیفیت تھی تمہاری؟''
کیا عرض کروں آپ کے عشق میں بیمار تھا' جدائی نے مار ڈالا' شکوہ کیا کروں' وہ تو آپ ہی سے ہے
۸۔اس حقیر جامیؒ نے آپ کے آستانے پر رہنے کو جگہ نہیں پائی اس لئے
غم زدہ ہو کر جدائی کے گوشے میں بیٹھ گیا اور کوی مصیبت کو ٹھکانا بنا لیا

توضیحات غزل

۱۔ سلمٰی = عرب کی ایک بہت خوبصورت عورت کا نام جو اپنے حسن و جمال میں اپنے زمانے میں یکتا اور بے مثال تھی۔ اب ہر معشوق کے معنی میں آتا ہے۔ نوید = بشارت۔ مژدہ۔ خوش خبری۔ نیک وعدہ۔ مہمانی کی دعوت۔ ضیافت کھانے کی بشارت دینا (ترجمہ ملاحظہ ہو)

۲۔ زمام فکرت = فکر کی لگام۔ سوچ کی لگام۔ غور و فکر کی لگام۔ عقل کی لگام [زمام = مہار۔ لگام۔ اونٹ کی نکیل۔ اونٹ کی نکیل میں دونوں طرف باندھنے کی رسی۔ فکرت = سوچ۔ اندیشہ۔ فکر۔ عقل۔ مطلب یہ کہ عقل پر قابو نہیں رہا۔ غم عشق کے ہاتھوں حیران ہوں اور وادیٔ غم میں بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ نہ قسمت کی یاوری میسر ہے نہ عقل راہنمائی کرتی ہے نہ جسم میں طاقت باقی ہے اور نہ ہی دل میں صبر و سکون!

۳۔ مطلب یہ کہ آپ کا حسن و جمال ہی میرا قبلہ ہے اس لئے اس کی طرف سجدہ کرنا میرے لئے روا ہے۔ آپ کا کوچہ میرے دل کا کعبہ ہے اس لئے اس کی طرف دوڑ کر جانا یعنی اس کا طواف کرنا میرے لئے جائز! یعنی اے رسول خدا! میرے قبلہ و کعبۂ حقیقی تو بس آپ ہیں۔ اس لئے میرا مسلک عشق یہی ہے کہ سجدہ کروں تو آپکے حسن و جمال کو اور طواف کروں تو آپکے کوچے کا! [حریم = گھر کی عمارت اور اس کے اردگرد کا حصہ۔ وہ مقام جس کی حمایت اور دفاع کرنا واجب ہو۔ گھر۔ مکان۔ گھر کے گرد کی دیوار۔ گھر کا گرداگرد۔ کنوئیں کا گرداگرد۔ خانۂ کعبہ کا گرداگرد۔ جس چیز کی عزت و حرمت لازم ہو]

۴۔ ساکن = بے حرکت۔ ٹھہرا ہوا۔ اقامت کرنے والا۔ رکا ہوا [زبان ساکن = بے حرکت زبان۔ خاموش زبان۔ رکی ہوئی زبان]۔ ارباب = (رب کی جمع یعنی مالک۔ صاحب۔ آقا۔ [ارباب شوق یعنی صاحبان عشق۔ عشاق]' عاشقوں نے آپ کے عشق کو راز تو رکھا لیکن غم عشق میں ان کی جو حالت ہوئی اور خاموشی کے عالم میں ان کے حال میں جو تغیر آپ کے عشق نے پیدا کیا وہ حالت ان کے عشق کو آشکار کرنے کے لئے کافی تھی۔ مطلب یہ کہ غم عشق کوششوں کے باوجود بھی راز نہیں رہتا۔ یہ اندرونی غم خود ایک ایسا واضح غماز ہے جس پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔

۵۔ میں اب مرض عشق کے نتائج یعنی آنسوؤں کی بارش' جسم و جان کی ابتر حالت اور غم و اندوہ کی گران باری سے لاپروا ہو گیا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وصل محبوب یا طبیب وصل آخر کار میری چارہ جوئی کے خیال سے مجھے اپنے وصل سے مداوا کرے گا اور مجھے کس مپرسی اور ابتری کی حالت میں نہیں چھوڑے گا۔ آخر میں بھی تو محبوب کا

غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔

۶ / ۷۔احیاء = زندہ ہو جانا۔ جان پیدا ہو جانا۔ دم = نفس۔ سانس۔ فریاد۔ افسوس۔ بخار۔ ہوا۔ بھاپ۔ افسون۔ فریب۔ حیلہ۔ دھوکا۔ شیخی۔ غرور۔ گھمنڈ۔ زرگروں یا لوہاروں کی پھکنی۔ دھونکنی۔ شعر کا وزن۔ منتر۔ آہ۔ زمان۔ وقت۔ منہ۔ گھونٹ۔ تلوار کی باڑھ یا دھار۔ برابر۔ احیانا = اچانک۔ اتفاقاً۔ کبھی کبھی۔ گاہ بہ گاہ۔ ہرگز۔ (ترجمہ دیکھیں)

غزل (۱۰)

ریزم زمژہ کوکب بی ماہ رخت شبہا..........

۱۔ راتوں کو آپکے چہرے کے چاند کی غیر موجودگی میں میں پلکوں سے ستارے برساتا ہوں
ان ستاروں کے ہوتے ہوئے بھی میری رات تاریک رہتی ہے

۲۔ میرے دل گرم سے جب آپ کا تیر گذر گیا
تو اس کے پیکان کو بوسے دینے سے میرے ہونٹوں پر آبلے پڑ گئے

۳۔ چونکہ بہت سے گرفتار ان عشق آپ کے کوچے میں مر چکے ہیں
اس لئے اس کی ہوا سراسر روح اور انکی مٹی سراپا قالب بن گئی ہے

۴۔ جدائی کے تب و تاب میں وصل کی بات بھی کہہ ڈالی میں نے'
گرمی و حرارت کی خاصیت ہی ہذیان گوئی ہوتی ہے

۵۔ جب سے آپ کے غمزوں نے خونریزی کرنا شروع کی ہے
تب سے ہر لحہ آپکی وجہ سے میرے یارب! یارب کے نالے آسمان تک پہنچے ہیں

۶۔ خط یاقوت منسوخ ہو چکا ' اب سارے خوبصورت جوان
مدرسوں میں آپ کے لعل لب سے خط کی تعلیم پا رہے ہیں

۷۔ جامی جو مذہب کی تلاش میں اطراف عالم میں پھرتا تھا
اب آپ کے عشق کے مذہب کو اپنا کر تمام مذہبوں سے دستبردار ہو گیا ہے

توضیحات غزل

۱۔ کوکب = روشن اور بڑا ستارہ۔ ستارہ۔ مولانا جامیؒ نے اپنے سفید اور روشن قطرات اشک کو ستاروں سے

مشابہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ محبوب نے اپنا چاند جیسا چہرہ مجھ سے چھپا دیا ہے۔ اسی چاند کی بدولت میری راتیں روشن تھیں اب اگرچہ میں روشن ستاروں جیسے چمکدار آنسوؤں کے قطرے بھی بہار رہا ہوں جب بھی میری راتیں برابر تاریک ہیں۔ شعری حسن کو برقرار رکھتے ہوئے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب میری نظروں سے دور ہے۔ اس کی یاد میں آنسو بہار ہا ہوں اور تاریک راتوں میں محبوب کے غم میں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔

۲۔ خدنگ = تیر۔ ایک درخت کا نام جس کی لکڑی سے نیزے اور تیر بنتے ہیں اور زین بنانے کے کام بھی آتی ہے۔ آبلہ = چھالا۔ پھپھولا۔ پھنسی۔ چیچک۔ حباب۔ مطلب یہ ہے کہ میرے دل گرم سے جب محبوب کا تیر گذر گیا تو اس تیر کے پھل پر جو بوسے میں نے دیئے اُن سے میرے ہونٹوں پر چھالے پڑ گئے۔ یعنی میں نے محبوب کے تیر کا استقبال کیا اور اس کے پھل کو ہونٹوں سے بوسے دیئے اور چوما۔ تیر میں میرے دل کی اسقدر حدت سما چکی تھی کہ میرے ہونٹ تک جل گئے۔ شاعرانہ طرز بیان ہے اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ عشق محبوب میں سراپا جل چکا ہوں اور بس سوز و گداز کا عالم ہے جس میں خاص کر دل آتش فشان ہے ؎ دل میرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا (غالب)

۳۔ گرفتاران = یعنی گرفتاران عشق۔ عشاق۔ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کی ایک بھیڑ اور ایک بھاری کثرت آپکے کوچے میں مر کر دفن ہے۔ اس لئے اس کوچے کی ہوا بھی اب جانوں سے اور اس کی مٹی جسموں سے ترکیب پا چکی ہے یعنی اب یہ گلی بھی عاشقوں کے جسم و جان کی طرح ایک عزیز اور مقدس متاع ہے۔

۴۔ تاب و تف = گرمی و حرارت [تاب = حرارت۔ گرمی۔ چمک۔ تابش۔ روشنی۔ فروغ (بعض ترکیبوں میں تابندہ کے معنی میں آیا ہے جیسے جگر تاب' عالم تاب' شب تاب' جہان تاب) رسی اور کمند یا زلف میں پیچ و خم۔ شکن۔ خلل۔ فساد۔ خشم۔ قہر۔ غصہ۔ شرارت۔ غم۔ رنج۔ اضطراب۔ آنکھ کا ٹیڑھا پن۔ توانائی۔ طاقت۔ غرور۔ تف = روشنی۔ حرارت۔ بخار۔ بدبو۔ پرتو۔ نور۔ ھذیان = بیہودہ کلام۔ بکواس۔ پریشان گوئی۔ بیماری کے اثر میں بیہودہ کلام کرنا۔ مضطرب خیالات اور نامعقول تصورات جو خیالی سایوں اور عذاب کرنے والے تصورات کے ہمراہ مریض کو تنگ کرتے ہیں۔

۵۔ یار بہا = یعنی ''یا اللہ! یا اللہ'' کہنے کی فریاد۔ رنج و بختی کے عالم میں آدمی اللہ کی طرف رجوع کر کے یا اللہ کہہ کر اس سے فریاد کرتا ہے اور رحم کی التجا۔ اسی طرح جب سے محبوب نے اپنی آنکھ کے اشاروں (تیروں) سے عاشقوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے تب سے عشاق کی فریاد یارب آسمانوں تک جا پہنچی ہے۔ مطلب یہ کہ محبوب کے غمزے نا قابل برداشت ہی نہیں بلکہ خون ریز ہیں اور سارے عشاق اس کے شکار ہیں اور عالم میں ایک شور

برپا ہے۔
۲۔ نسخ = منسوخ کرنا۔ رد کرنا۔ دور کرنا۔ زائل کرنا۔ ایک چیز کو بیکار کر کے اس کی جگہ دوسری رکھ دینا۔ ہر شے کی صورت بگاڑنا۔ لکھنا۔ زوال۔ فلسفیانہ اصطلاح میں جسم کے مر جانے کے بعد انسانی روح کا دوسرے جسم میں منتقل ہونا۔ مشہور اسلامی خطوط میں سے ایک خط کا نام جو مسلمان ممالک میں معمول ہے۔ اس خط کے موجد خواجہ عمادالدین تھے۔ خطِ یاقوت = جمال الدین ابوالمجد یاقوت ابن عبداللہ مستعصمی جس کا لقب قبلۃ الکتّاب تھا یہ خلیفہ عباسی باللہ المستعصم (خلافت: ۶۴۰ تا ۶۵۶ ھ) کا غلام اور اس کا ذاتی کاتب تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے خط نسخ اور خط ثلث کو درجہ کمال تک پہنچایا اور اس کے زمانے تک کوئی دوسرا اس کے کمال قدرت قلم تک نہیں پہنچا تھا۔ کہتے ہیں کہ ہر دو ماہ میں ایک قرآن مجید لکھ لیتا تھا اور اس کے ہاتھ سے تین سو چوسٹھواں قرآن کریم دیکھنے میں آیا ہے واللہ اعلم! یاقوت نے ایک سو سال کی عمر میں ۶۹۶ ھ اور ۶۹۸ ھ سالوں کے درمیان بغداد میں وفات پائی اور حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کے قریب مدفون ہوئے۔ رعنایان = رعنا کی جمع یعنی خوبصورت۔ خوش شکل۔ زیبا۔ خوب چہرہ۔ خود پسند۔ متکبر۔ احمق عورت۔ خود کو سجانے والی عورت۔ لعل = ہر سرخ چیز۔ یاقوت۔ ایک سرخ رنگ قیمتی جواہر کا نام۔ معروف ترین لعل بدخشان سے حاصل ہوتا ہے جس کا رنگ چمکیلا سرخ اور خوبصورت ہوتا ہے۔ ہونٹوں کی سرخی کو شاعروں نے ہمیشہ لعل سرخ کہا ہے اور مولانا جامی کے اس شعر کی طرح بعض اوقات لب کی جگہ لعل ہی لاتے ہیں، [گاہے لب معشوق کو لعل بدخشان، لعل خوشاب، لعل درافشان، لعل ناسفتہ، لعل شکر بار، لعل کہربا، لعل خندان، لعل سیراب بھی کہا کرتے ہیں]۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جوانان خوش صورت مکتبوں میں اول اول خط یاقوت سیکھتے تھے لیکن جب سے آپ کے ہونٹوں کی ترکیب کے دلکش خط سامنے آئے ہیں ۱۱؛ کی متناسب اور حسن و جمال کی حامل اور پرکشش ساخت کے آگے یاقوت کا حسن خط ماند پڑ گیا ہے اور اسے منسوخ کیا گیا ہے۔ اب آپ کے ہونٹوں سے تعلیم خط عام ہو گیا ہے اور یہی خط دلوں کو بھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے لبوں کی ساخت و ترکیب کمال قدرت کا کرشمہ ہے ان کے متناسب خطوط خالق کائنات کی فنکاری کا مظہر ہیں۔ ان سے بشری فنکار کے خط کا مقابلہ ہی کیا! ۔ از لعل تو تنہا نہ خراب است بدخشان ☆ ویران شدۂ این دو عقیق اند یمن ہا (مہری ہراتی)۔ در ہوای لب یاقوت فروغ تو سہیل ☆ اشک گرمیست کہ از خاک یمن آمدہ است (صائب)

غزل (۶)

از خار خار عشق تو در سینه دارم خارہا............

۱۔آپ کے عشق کے خلجان میں میرے سینے میں کانٹے چبھ رہے ہیں
(لیکن) ان کانٹوں سے ہر لحہ میرے چہرے پر گلستان کھل رہے ہیں
۲۔سخت نالہ و فریاد کی وجہ سے میرا جسم ایک خمیدہ چنگ کی مانند ہو گیا ہے
میرے ہر مژگان سے تاروں کی مانند آنسوؤں کی لڑی دامن تک آجاتی ہے
۳۔باغ کی طرف نکل آیئے کہ گلاب نے آپ کے شوق میں چمن میں
اپنی قمیض سو جگہوں پر پھاڑ ڈالی اور اپنے رخساروں کو خون سے دھو دیا ہے
۴۔باغ میں سے گذر کر سرو و صنوبر کو دیکھ لیجئے
کہ مدتوں سے آپکو دیکھنے کیلئے دیواروں سے سر باہر کئے ہوئے کھڑے ہیں
۵۔زاہد مسجد کو جا رہا ہے اور حاجی بیابان طے کر رہا ہے
جہاں نقل وحی سے کام ہو وہاں یہ کس کام کے
۶۔ہر لحظہ اپنی جان آپکو فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہوں کہ اسکے عوض آپ سے ایک بوسہ قیمت میں لوں
دیوانہ ہوں اسلئے اپنے آپ سے کئی معاملات خود ہی طے کرتا رہتا ہوں
۷۔آپ ہر کس و ناکس کو بار دیتے ہیں اور میں غیرت سے کئی بار مر چکا ہوں
ہر کوئی ایک ہی بار مر جاتا ہے لیکن بیچارہ جامی بار بار

توضیحات غزل

۱۔خار خار = فکر۔اندیشہ۔تردد۔قلق۔خارش۔عشق کے باعث پیدا ہونے والا خلجان۔چبھن۔اضطراب۔تعلق خاطر جو آدمی کے ضمیر کو تلاش اور کھوج پر اکسائے۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ عشق کے خلجان یا چبھن کے کانٹے جو میرے دل کو لگ رہے ہیں ان سے میرے چہرے پر باغ کی مانند نکھار آگیا ہے۔یہ کانٹے نہیں گلہای باغ کی مانند میری رونق کا سامان ہیں۔اندر ہی اندر میرا خون ہو رہا ہے اور اسے صبر و سکون اور خندہ روئی کیساتھ برداشت کر رہا ہوں۔من عاشقم گواہ من این قلب چاک چاک ☆ در دست من جز این سند پارہ پارہ نیست (عشقی ھمدانی)۔

۲۔شیون = نالہ۔فریاد۔نوحہ۔گریہ۔ماتم۔گریہ وزاری۔اشک فشانی۔مصیبت کے وقت نالہ وزاری کرنا۔
چنگ = ایک ساز کا نام جس کا سر جھکا ہوا ہوتا ہے اور اسے ہونٹوں سے لگا کر پھونک مار کر بجاتے ہیں۔موسیقی کا ایک آلہ تاروں والا جس کی ابتدائی قسم مثلث کے شکل کی تھی اور اس میں قریب ایک گز لمبا تختہ بھی شامل تھا اور لکڑی کی ایک سلاخ بھی جسے اس تختہ کے ایک سرے پر لگا دیا جاتا تھا اور لکڑی کی اس سلاخ کا دوسرا سرا انسان کے ہاتھ کی شکل جیسا ہوتا تھا۔انسان اور دوسرے جانوروں کا پنجہ اور انگلیوں کا مجموعہ۔مرغوں اور پرندوں کا چنگل (پرندوں میں بیشتر چنگل کا استعمال ہوتا ہے) ٹیڑھا۔خمیدہ۔منحنی۔قلاب۔آنکڑا جس سے ہاتھیوں کو چلاتے ہیں۔مانی کا نگارخانہ۔مطلب یہ ہے کہ عشق محبوب میں میرا جسم چنگ کی طرح خمیدہ ہو گیا ہے اور بج رہا ہے یعنی نالہ وافغان اور فریاد وزاری کر رہا ہے۔چنگ کی تاریں میری آنکھوں سے نکلی ہوئی آنسوؤں کی وہ لڑیاں اور قطاریں ہیں جو پیوستہ دامن پر گر رہی ہیں ۔ خندہ می بنی ولی از گریۂ دل غافلی ☆ خانۂ ما اندرون ابر است و بیرون آفتاب (فصیحی ہروی)۔از شمع سہ گانہ کار می آموزم ☆ میگریم و میگدازم و میسوزم (مسعود سعد سلمان)۔
۳/۴۔شعری حسن اور شگفتگی بیان کو برقرار رکھتے ہوئے محبوب کے حسن کو حسن فطرت سے بالاتر قرار دیا ہے۔اس طرح کی توصیف فارسی شاعری میں عام ہے مثلاً ۔ مید ہد رخنۂ دیوار زگلزار خبر ☆ لطف اندام تو از چاک گریبان پیداست (صائب تبریزی)۔زچاک پیرہن اندام نازکش ماند ☆ چو عکس برگ گل اندر میان آب زلال (شاطر عباس صبوحی)۔شمع گر با تو کند دعوی نازک بدنی ☆ کشتنی سوختنی باشد و گردن زدنی (فطرت)۔
۵۔نقل = شراب پینے کے بعد یا دوران منہ کا ذائقہ درست کرنے کے لئے کھائی جانے والی چیز جیسے میوہ۔شیرینی۔کباب وغیرہ۔ایران میں آج کل نقل شیرینی کی ایک قسم کا نام ہے جو کھانڈ کے رس اور خوشبودار دانے ملا کر (جیسے تخم خربوزہ۔ھندوانہ وغیرہ یا بادام کا مغز وغیرہ) بنائی جاتی ہے (نقل ومی = نقل وشراب یعنی مطلق شراب اور مولانا جامیؒ نے یہاں معرفت کی شراب کے معنی میں استعمال کیا ہے)۔فرماتے ہیں زہد اور حج کی رسم ادا کرنا یہ ظاہری عمل ہے اور جہاں معرفت (عمل روحانی اور عرفان الٰہی) ہو وہاں زہد خشک اور ظاہر عبادتیں کام نہیں آتیں۔کشمیر کے عظیم صوفی شاعر شمس فقیر کہتے ہیں ۔ بازٲہہ! کیاہ چھکھ ژٕ کران رٲتھ دۄہ گوٗیے تسبیح پھیران ☆ مۄختہٕ راو رتھ نوٗطس ؤچھتھ زوم ☆ روٗنہٕ مٕژرتھ شرۄژ شرۄژ کلاتو گوم۔ غیر از گہر عشق کہ پایندہ و باقی است ☆ باقی ہمہ چون موج ز دریا گذرانند (صائب)۔در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان ☆ شرط اول قدم آن است کہ مجنون باشی (حافظ)۔
٦۔بازار = خرید وفروخت کی جگہ۔دکان۔نفع۔معاملہ۔رواج۔رونق۔ہنگامہ۔شور۔[بازار کنایہ ہے آدمی

کے قالب، عظمت بشریت اور دینوی امور کی رونق سے ۔ ا۔با خود بازار بودن یعنی دل میں کوئی چیز ترتیب دینا۔ اپنے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنا۔فرماتے ہیں دل ہی دل میں محبوب کے ساتھ باتیں کیا کرتا ہوں اور اس کے ساتھ عجیب طرح کی بازی کھیلتا ہوں۔ دیوانہ ہوں اس لئے ایسا کرتا ہوں۔ اسے دل ہی دل میں اپنا دل بیچ دیتا ہوں اور اس کے بدلے میں اس سے صرف بوسہ لیتا ہوں اور اسی کھیل اور بازی میں مشغول رہتا ہوں دیوانہ کی مانند جسے اپنے غیر شعوری دھن کے بغیر اور کسی چیز کی خبر ہی نہیں ہوتی ۔ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل ☆ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)۔ باما سخت نیست ولی بہتر تسلی ☆ گویم بدل خود ز زبان تو سخنہا (آصفی ھراتی)

۷۔باردادن = اپنی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت دینا۔ بادشاہ کا اپنے حضور میں آنے کی اجازت دینا۔ داخل ہونے کی اجازت دینا (میوہ دینا۔ پھول نکلنا۔ ثمر کا پھوٹ آنا۔ زمین میں کھاد ڈالنا)۔خس = کوڑا۔ گھاس کا تنکہ۔ ایک خوشبودار گھاس کا نام۔ خاشاک۔ خشک گھاس۔ پست درجے کا آدمی۔ عاشق کسی بھی صورت میں کسی اور کو اس کے پاس جانے یا اسکے پاس بیٹھنے کا روادار نہیں۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جو عاشق کیلئے غیر قابل تحمل ہی نہیں بلکہ موت ہے ۔ آمدز پی پرسش واز رشک بمردم ☆ کا یا کہ خبر دادہ ز بیماریم اورا (بہار شیروانی)۔ نمی دہم بہ نگہ رخصت نظارۂ یار ☆ درین زمانہ بچشم خود اعتباری نیست (طبعی قزوین)۔ غیرتم کشت کہ محبوب جہانی لیکن ☆ روز و شب عربدہ با خلق خدا نتوان کرد (حافظ)۔ بہ نالہ نرم نسازم دلت ازان ترسم ☆ کہ نالۂ دگری در دل تو کار کند (عرفی)۔ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب ☆ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے (غالب)۔

غزل (۸)

ای بردہ رخت رونق گلہا و سمنہا..........

۱۔اے کہ آپکے چہرے نے سمن اور گلاب کے پھولوں کی رونق اڑا دی
آپ کے دہن تنگ نے غنچے سے کوئی (پوشیدہ) بات کہہ دی ہے
۲۔اگر سرو آپ کے قد کی مانند نہیں، تو مجھے نہیں کھینچ کے لے جا سکتا
پانی کی طرح ایک زنجیر میں چمن زاروں کی طرف!
۳۔بیابان عدم لالہ زار بن چکا ہے، جب شہید عشاق
آپ کا داغ لے کر خونین کفن پہنے ہوئے وہاں چلے گئے

۴۔صبا نے ہر غنچے سے آپ کے ذہن کی نازکی (کی کیفیت) بیان کی ہے
اسی لئے ان سب کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے ہیں
۵۔ہمارے دل کو مشکل سے ہی چھٹکارا ملنے کا امکان ہے
آپ کی زلفوں سے ' جن میں اتنے سارے پیچ و خم ہیں
۶۔آپ کے عشق کی وادی میں آوارہ پھرنے کی لذت سے
وطن چھوڑنے والوں کو وطن کی رغبت نہیں ہوتی
۷۔آپ کے خط کی توصیف میں قلم کی مانند سوکھ گیا
جامی! جو کہ تمام فنون میں انگشت نما ہو گیا ہے

توضیحات

۱۔گل = یہاں پر یہ کہنا لازمی ہے کہ جس پھول کو ہم گلاب کہتے ہیں ایران میں وہ گل کہلاتا ہے بلکہ فارسی شعر میں بھی گل کے معنی ہمارے لفظ گلاب کے ہی ہیں اور وہاں عرق گل کو گلاب کہتے ہیں (یعنی آبِ گل)۔رونق = چمک۔خوبصورتی۔خوبی۔زیبائش۔حسن۔جمال۔رواج۔کسی معاملہ کی ترقی۔تابش۔روشنی۔محبوب کے پُرجمال چہرے نے گلاب جیسے شاہ پھول اور سمن (چنبیلی) جیسے خوبصورت پھولوں کی رنگت ہی اڑا ڈالی۔یعنی خود ان پھولوں نے جب محبوب کے چہرے کو اپنے سے بدرجہا حسین' متناسب زاویوں والا رنگ ونور کے ناقابل بیان امتزاج کا ایک پررونق چہرہ پایا تو ان کے چہرے حیرت سے زرد و پژمردہ پڑ گئے اور وہ بے نور ہو گئے۔غنچہ جو تنگ دہنی میں اپنے خیال وزعم میں شاخ پر اپنی اس تنہا خوبصورتی پر لہرایا کرتا تھا محبوب کی تنگ دہنی کو دیکھ کر سمٹ گیا۔گویا محبوب نے چپکے سے اس کے کان میں جا کر اپنی تنگدہنی کی بات چھیڑ دی۔غنچے نے ایک نظر دیکھ کر چپ سادلی اور سمٹ کے رہ گیا۔برافگن پردہ تا معلوم گردد☆کہ یاران دیگری رامی پرستند (انوری)۔تو از پری جا بکتری و ز برگ گل نازکتری☆از ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری (امیر خسروؒ)۔دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند☆دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد (حافظ)۔در عہد جمال تو نگیرند گل آب☆عکس تو بہ ہر آب کہ افتاد گلاب است (میر غروری کاشی)۔گل رخسار عرقناک ترا گرمی دید☆باغ جنت خجل از چشمہ کوثر می شد (صائب)۔
۲۔جس طرح سے پانی ایک زنجیر کی صورت میں (چھوٹے چھوٹے نالوں سے گذرتا ہوا) چمن زاروں میں پہنچ جاتا ہے اسی طرح سے میں بھی زنجیر کیطرح ہر جگہ سے گذرتا ہوا دوڑتا ہوا اور افتاں وخیزاں آخر کار باغ وچمن

میں پہنچ جاتا ہوں اور میرا مقصد فقط اے محبوب وہاں آپ کے قد کا مشاہدہ کرنا ہوتا ہے جو وہاں کے سرو سے عین مشابہ ہے۔ اگر سرو کا قد آپ کے قد کے مشابہ نہ ہوتا تو بھلا میں زنجیر کی طرح پانی کی صورت وہاں کیوں جاتا؟ بس وہاں جا کر میری یہی آرزو پوری ہو جاتی ہے۔ سالہا قد تو را خامۂ تقدیر کشید ☆ قامت بود قیامت کہ چنین دیر کشید (لاغری)۔ تیرے سرو قامت سے اک قد آدم ☆ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں (غالب)۔ عجب ز سادگی سرو بوستان دارم ☆ کہ پیش قامت موزونت از زمین خیزد (قاآنی)۔ سرو تا بندگی سرو قدت کرد قبول ☆ در چمن ولولہ انداخت کہ من آزادم (ذوقی اصفہانی)۔ سرو ایستادہ بہ چہ تو رفتاری کنی ☆ طوطی خموش بہ چو تو گفتاری کنی (سعدی)

۳۔ صحرای عدم = بیابان نیستی۔ صحرائے مرگ [عدم = بمقابل ہستی یا وجود یعنی مرگ۔ موت۔ نفی۔ گم ہونا۔ منع کرنا۔ نابودی۔ نہ ہونا۔ درویشی۔ فقیری]۔ لالہ = سرخ رنگ کا پھول جس کے اندر سیاہ داغ ہوتا ہے۔ شاعروں نے اس پھول کو آتش عشق کے حامل عاشقوں کے معنی میں لایا ہے۔ عاشقوں کے خونین آنسوؤں کو بھی لالہ حمرایا لالہ سرخ کہا ہے۔ ستان = مقام۔ جگہ (استان یا آستان۔ سنسکرت میں استھان یا استھان بھی مقام یا جگہ کے معنی رکھتا ہے) اور ستان کو اسم کے آخر میں بطور لاحقہ مکانی لاتے ہیں جیسے گل ستان' لالہ ستان' بوستان' خارستان' افغانستان' پاکستان' تاجکستان وغیرہ۔ لالہ ستان یعنی لالہ زار وہ جگہ یا میدان جہاں فقط لالہ کے پھول اُگے ہوئے ہوں۔ فرماتے ہیں آپ کے عشق کے داغ سے عشاق کے دل خونین ہیں گویا اس راہ مقدس میں جو انہیں آپ کی ذات مقدس کے عشق مقدس کی منزل مقدس تک لے جاتی تھی وہ شہید ہوئے اور یہی خون پاک عشق ان کے خونین کفن سے گلہائے لالہ کی صورت میں نمایاں ہو گیا جس سے موت کی وادی بھی جو بظاہر ایک بے رونق وادی خاموشاں ہے لہلہا اٹھی اور وہ بھیانک صحرای مرگ بھی آپ کے عاشقان شہید کے سرخ خون سے لالہ زار بن گیا۔ عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود ☆ مہرت نہ عارضیست کہ جای دگر شود ☆ عشق تو در وجودم و مہر تو بر دلم ☆ با شیر اندرون شد و با جان بدر شود (حافظ)۔ زدی بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جوابت چیست فردای قیامت فرد داد خواہان را (عارف شیرازی)۔ میخواہم از خدا بہ دعا صد ہزار جان ☆ تا صد ہزار بار بمیرم برای تو (شرف قزوینی)

۴۔ مولانا جامیؒ کا لطف بیان قابل ستائش ہے۔ فرماتے ہیں یہ جو باغ میں ہر غنچہ کا منہ کھلا ہے (یہ وہ عالم ہے کہ جب غنچہ کھلنے کے لئے آمادہ ہے اور بس ذرا سا کھل چکا ہے) دراصل صبا کی ہوا نے محبوب کی تنگ دہنی کا ذکر اس کے پاس جا کر کیا ہے اور اس قدر لطف بیان اور شیرین کلامی کے ساتھ کیا ہے کہ غنچہ کا منہ ادھ کھلا رہ کر حیرانی کے عالم میں معلق رہا۔ محبوب کی تنگدہنی کا بیان ہے اور حسن تعلیل کی صفت کا استعمال کیا ہے۔ علت آن است کہ گرہ کہ سخنی می گوید ☆ ورنہ معلوم نگشتی کہ دہانی دارد (سعدی)۔ غنچہ راپیش دہانش چو صبا خندان یافت ☆ آنچنان بر

دہنش زد کہ دہن خونین شد (ناصر علی نصیر)۔ دہان او معمائی است مشکل ☆ بہ زور بوسہ ہا خواہم گشودن (خسروی قاجار)۔ گر نہ گوئی سخن از ناز بمن معذوری ☆ کہ نداری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیروانی)۔

۵۔ کیسے دل چھوٹے آپ کی دراز زلفوں سے جب اس میں اس قدر پیچ و خم ہیں۔ بس جال میں الجھ گیا اور نکلنے کا کوئی امکان نہیں۔ محبوب کی لمبی پیچ و خمدار زلفوں کی درازی کا ذکر کیا ہے۔ گفتم روم کہ چشمت مائل بخواب ناز است ☆ بکشو دزلف و گفتا بنشین کہ شب دراز است (مائل ہروی)۔ شد زلف را نصیب کہ بوسید پای او ☆ عمر دراز بہر چنین روز ہا خوش است (امیر خسروؒ)۔ اگر بہ زلف دراز تو دست ما نرسد ☆ گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست (حافظ)۔ یک عمر میتوان سخن از زلف یار گفت ☆ در بند آن مباش کہ مضمون نماندہ است (صائب تبریزی)۔

۶۔ آوارگی = بے سروسامانی۔ سرگردانی۔ بیہودگی۔ پریشانی۔ بے خانمانی۔ بے منزلی۔ دوری گھر سے یا وطن سے۔ دربدری۔ غربت = مسافرت۔ شہر اور وطن سے دوری۔ پردیس۔ گھر سے دور جگہ جو آدمی کا وطن نہ ہو (غربت زدہ = وہ جو اپنے شہر و وطن سے دور پڑا ہو)۔ عشق کی آوارگی میں وہ لذت ہے کہ عاشقان آوارۂ بیابانِ عشق کو بھلا اپنے وطن کی یاد ہی کہاں آیا کرتی ہے۔ عشق کے خارزاروں میں پھرنے میں ایک مستی ہے لذت سے پر جو عاشق کو خانماں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہ وہ زمین ہے جس کے آگے آسمان کی بلندی خم ہے۔ زمین را بہرہ بخشید نداز عشق ☆ نداد نداین شرافت آسمان را (امین میر ہادی)۔ بغیر سینہ دریا دلان نگنجد عشق ☆ برای بحر خدا آفریدہ طوفان را (ملا فرج اللہ شبستری)۔ عاشق ار شاہ است باید سر بخاک رہ نہد ☆ عشق را با حشمت و جاہ و تجمل کار نیست (وصالِ شیرازی)۔ از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر ☆ یادگاری کہ درین گنبد دوّار بماند (حافظ)۔

۷۔ اگرچہ جامیؒ تمام فنون میں مشہور ہے لیکن آپ کے حسن و جمال میں آپ کے خط کی تعریف جیسی کہ مناسب اور شایان ہے نہیں کر سکا اور قلم کی طرح سوکھ چکا اسی غم میں کہ خط محبوب نے ناتوان کر کے چھوڑ دیا [خط = نیا سبزہ جو لبوں سے شروع ہو کر رخساروں کے گرد ظاہر ہوتا ہے]۔ علوم و فنون میں شہرت رکھنے کے باوجود جن میں مختلف فنون و خط کا علم و فن بھی شامل ہے میں محبوب کے سبزہ خط کی توصیف نہ کر سکا جیسے کہ اس کا حق تھا اور اسی غم میں خشک ہو چکا ہوں۔ سبزہ خط سے تیرا کاکل سرکش نہ دبا ☆ یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا (غالب)۔ خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری۔ شیوہ و شکل و شمایل حرکات و سکنات۔ آنچہ خوبانِ ہمہ دارند تو تنہا داری (امیر خسروؒ)۔ حسن سبزی بہ خطِ سبز مرا کرد سیرا ☆ دام ہمرنگِ زمین بود گرفتار شدم (غنی کشمیری)۔

غزل (۱۱۱)

تا بر ورق گل زدی از مشک رقمہا..........

۱۔جب سے آپ نے ورق گل پر نافہ سے لکھا
تو تمام قلموں نے آپکی توصیف میں اپنے سر پھوڑ ڈالے
۲۔میرا دل آپ کے بغیر کسی نہ کسی غم سے کبھی جدا نہیں رہتا
اے کہ آپ کے لطف و احسان کا طریقہ غموں کی تسکین ہے!
۳۔آپ کے لشکر عشق میں سبھی گرفتار جمع ہیں
اور اس مجمع میں دلوں کے شعلوں کے علم لہرا رہے ہیں
۴۔ آپ کا ہر ستم کرم کا ایک اور ہی طریقہ ہوتا ہے
خستہ دلوں کے ساتھ آپ طرح طرح کے کرم کر رہے ہیں
۵۔اس سے پہلے تمام محبوبوں کا غم میرے دل میں رہتا تھا
لیکن آپ کے ایک غم نے مجھے اُن تمام غموں سے آزاد کر دیا
۶۔آپ کے ظلم کی تلوار تو دوسروں کے خون سے رنگین ہوئی
اپنے عاشق کے ساتھ اس طرح کا ستم کب تک روا رکھیں گے
۷۔صاحب نظر لوگ جامی کے پاس آنے لگے ہیں
جس دن سے وہ آپکی راہ میں آپ کے قدموں کی خاک بن گیا

توضیحات غزل

۱۔رقم زدن= لکھنا۔تحریر کرنا۔نقاشی کرنا[رقم=نشان۔علامت۔نوشتہ۔خط۔اعداد کا نشانہ جیسے ۸۔۹۔۱۱۔۱۵۔خطوط والے نقش ونگار کی ایک قسم۔ایک قسم کی چادر۔ایک قسم کا ریشمی کپڑا]۔مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کے جسم پاک کو روق گل کہا ہے جو لطافت و نازکی کا اعلیٰ ترین تخیل ہے اور بیان۔ چونکہ اس جسم پاک پر محبوب نے نافہ کی سیاہی سے دلکش خطوط ڈالے ہیں تو قلموں نے جب اس معطر بدن اور جسم مطہر کی توصیف لکھنا شروع کی تو نہیں لکھ پائے اور عاجز آکر اپنے سر پھوڑ ڈالے۔ ہر قلم کا سرا اسی لئے ٹوٹا ہوا ہے کیونکہ وہ محبوب کے حسن و جمال کو بیان

کرنے سے قاصر ہے۔ بصورتی کہ توئی کمتر آفریدہ خدا ☆ تراکشیدہ ودست ازقلم کشیدہ خدا (سلیم)۔ حسن روز افزوں نگر کان خسرو زرین رکاب ☆ دی ہلالی بود و دیشب بدر و امروز آفتاب (محتشم کاشی)۔ گل خورشید را در عہد رویت ☆ برای طاق نسیان آفریدند (صائب) دہانت غنچہ چشمت نرگس ورخ لالہ حیرانم ☆ کہ در یک شاخ چون پیدا شد این گلہای گونا گون۔

۲۔ الم = غم۔ دکھ۔ رنج۔ درد۔ قاعدہ = وضع۔ طور۔ طریقہ۔ دستور۔ قانون۔ بنیاد۔ بیٹھی ہوئی عورت۔ بیٹھنے والی عورت۔ پیندا۔ کسی چیز کی نیچے کی تلی۔ وہ عورت جو حیض اور بچہ جننے سے گھر میں بیٹھی ہو۔ حیض۔ اصل۔ دارالخلافہ۔ ضابطہ۔ تسکین = آرام بخشنا۔ تسلی دینا۔ سکون دینا۔ آپ کا احسان اور لطف و کرم اس اساس پر ہے کہ آپ کسی کے دکھوں کا یا غموں کا مداوا کرتے ہیں اسے اسکے جراحت غم پر اپنی رحمت کا مرہم رکھ کر تسکین بخشتے ہیں لیکن میرا دل میرے دکھ میرے غم کی جراحتیں آپ کی توجہ سے اوجھل ہیں اور آپکے بغیر میں سراپا الم ہوں۔ گریبان چاک و بردل دست و درگل پا ☆ میان عاشقان احوال من دارد تماشائی (رفعت نہاوندی)۔ غلط است این کہ گویند کہ بدل رہیست دل را ☆ دل من زغصہ خون شد دل او خبر ندارد (وحشی بافقی)۔

۳۔ تخیل کی مصوری ہے کہ محبوب کے سارے عشاق لشکر کی صورت میں جمع ہیں۔ گوان خستہ دل اسیروں کے نام ونشان الگ الگ ہیں لیکن سب کے سب نے اپنے دلوں کی چھپائی ہوئی آگ کے شعلوں کے علم بلند کئے ہیں اور محبوب کے سامنے اس عجیب وغریب روشنی کے جھنڈوں کو لہرا رہے ہیں اور یہی ایک چیز ہے جو تمام عاشقوں میں مشترک ہے۔ میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا ☆ میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا ☆ دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں ☆ آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا (غالب)۔ حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست ☆ خام بدم پختہ شدم سوختم (مولانا روم)۔

۴۔ یعنی ہر نیا ستم ایک نئی طرح کے کرم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ خستہ دلوں پر آپ کے یہ کرم طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کے ہر نئے ستم کو ہم کرم جان کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ تو از جفا و ستم بر من آنچہ خواہی [illegible] کنم دامنت رہا اے دوست (وصال شیرازی)۔ حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ☆ بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت (حافظ)۔ اگر صد بار سوزی باز برگرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بر دست و پا افتم (نظیری نیشاپوری)۔

۵۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے میں ہر حسن و جمال کا شیدائی تھا اور ہر حسین وجمیل شے پر فریفتہ و عاشق ہو جاتا تھا بلکہ ہر صاحب جمال معشوق کو اپنا مطمح نظر جان کر اسکے ساتھ محبت کرتا تھا گویا زندگی کے ادوار میں

یہ بھی ایک دور تھا لیکن جب آپ کو دیکھا تو بس میں ان تمام فروعی معشوقوں سے اوران کے ساتھ موضوعی لگاؤ سے اس قدر دستبردار ہو گیا کہ گویا تمام غموں سے آزاد ہو کر صرف آپ کے ہی غم میں مدغم ہو گیا۔ اب میں ہوں اور صرف آپ کا عشق! ۔ گرم دشمن شوی یا دوست گردی ☆ نخواہم دست از دامن گسستن (سعدی) گر بہ تیغم بزنی یا کہ بہ تیغم بکشی ☆ خود محال است کہ مہرت ز دل آید بیرون (محیط قمی)۔ من نہ آنم کہ بہ جور از تو بنالم حاشا ☆ چاکر معتقد و بندہ دولت خواہم (حافظ)۔

۶۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب مجھ جیسے عاشق صادق پر آخر کب تک آپ جور و ستم روا رکھیں گے؟ یہ کیا کم ستم ہے مجھ پر کہ آپ کی تلوار دوسروں کے خون سے رنگین ہو رہی ہے جب کہ میں اس امید میں بیٹھا ہوں کہ یہ سعادت صرف مجھے آپکے ہاتھ سے حاصل ہوگی۔ بھلا دوسروں کا آپکی تلوار پر کیا حق ہے؟ کیا وہ میری طرح آپ کے آرزومند ہیں؟ آپ کا یہ ستم مجھ پر اس لئے غیر قابل برداشت ہے کہ دوسروں کی نظروں میں میں غیر دکھائی دے رہا ہوں وہ آپ کو اپنا اور مجھے غیر سمجھ کر میری رسوائی کا موجب بن رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھ پر یہ ظلم نہ کیجئے! ۔ تا کی ہدف تیر تغافل باشم؟ ☆ لطفی قہری بہستی دشنامی (ابوعلی رود باری)۔ ابرام در شکستن من اینقدر چرا؟ ☆ آخر نہ من بہ بال تو پرواز می کنم؟ (صائب تبریزی)۔ تو این جوری کہ با من می کنی و لطف پنداری ☆ بچشم من خوش است اما ببین مردم چہ می گویند (واحد تبریزی)۔

۷۔ آپکے پاؤں کی دھول بن گیا ہوں اس برکت و سعادت سے لوگ مجھے آنکھوں سے لگا رہے ہیں اور وہ بھی صاحب نظر لوگ! صحیح ہے اور قیامت تک کی پیشگوئی ہے! (اپنے مدحیہ و نعتیہ کلام کے دوام پانے کی طرف اشارہ ہے)

غزل (۳)

نُفحاتُ وصلکَ اَوْقدتْ جَمراتُ شوقکَ فی الحشا.........

۱۔ آپ کے وصل کی خوشبوؤں نے میرے اندر آپکی محبت کے انگارے بھر دیئے
آپکے غم میں میرے سینے سے کم ہی ایسی آگ اٹھی جس نے کہ شعلوں کی صورت اختیار نہ کی

۲۔ کیسا جلوہ گاہ ہے تو کہ تیرے جلوے کو دیکھکر صوفیوں کی چیخ کی آواز
لامکان کی چوٹیوں سے گذر جاتی ہے کہ مرحبا اے جمال ازل! مرحبا

۳۔ سبھی اہل مسجد و خانقاہ ورد صبح اور دعای شب میں مصروف رہتے ہیں
لیکن میں ہوں اور آپکے زلف و رخ کا ذکر و بیان صبح سے شام تک!
۴۔آپ کی کمند زلف کے ہرشکن نے میرے کام میں گرہ ڈال دی ہے
آپ کو اپنے لعل مانند ہونٹوں کی گرہ کشائی کی قسم! میرے کام کی گرہ کو کھول دیجئے
۵۔میرا دل آپ کے عشق کی رہ طلب میں وفا کے قدم اٹھا رہا ہے
میرا دوڑنا اسی سے ہے اور میرا چلنا اسی سے ہے
۶۔میرے خون گشتہ دل کو آپ سے الفت تھی اور آپ ہی سے میری جان کو سکون حاصل تھا
لیکن آپ نے مجھے چھوڑ کر حیرت و وحشت زدہ بنا دیا
۷۔کون سی جفائیں ہیں جو خستہ دل جامی آپکی جدائی میں نہیں سہہ رہا
ظلم و جفا کا شیوہ چھوڑ دیجئے اور عاشقان جفا کش کی طرف آیئے

توضیحات غزل

۱۔زبانہ = شعلہ۔آگ کی لپٹ۔ترازو کا کانٹا۔ڈنڈی کی ڈوری۔وہ جو زبان کی مانند ہو۔شعلۂ آتش۔شعلۂ چراغ۔قلمدان کا اندرونی حصہ۔مطلب یہ ہے کہ آپ کا وصل جو مجھے نصیب ہوا وہ میرے عشق کی انتہا' جیسے کہ میرے خیال میں تھا' یا میرے عشق کا خاتمہ' جیسے میرا گمان تھا' ثابت نہیں ہوا بلکہ جب آپ کے وصل کی خوشبوئیں مجھ میں داخل ہوئیں تو انہوں نے میرے عشق کے اس آگ کو شعلوں میں بدل دیا جو میرے سینے میں محفوظ تھی۔ وصل نے آتش عشق کو' بجائے خاموش اور ٹھنڈا کرنے کے' اسے اور زیادہ بھڑکایا اور عشق کے شعلوں نے میرے جسم و جان کو چراغان میں تبدیل کر دیا۔ مژدۂ وصل چون شود نزدیک ☆ آتش عشق تیز تر گردد (سعدیؒ)۔اسی لئے حضرت علامہ اقبالؒ نے وصل کو فراق پر ترجیح نہیں دی اور وصل کو مرگ آرزو کہا۔ عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کر ہے فراق ☆ وصل میں مرگ آرزو ہجر میں لذت طلب (اقبالؒ)۔ کشمیر کے ایک معروف صوفی شاعر رحیم صاحب سوپوری نے بھی کہا۔ وۄمن دۄپ چنہٕ خوتہٕ چھُہٕ پیارٕنی جان ☆ تنہٕ چھس زلٕتہٕ جان تسہٕ وندٕنی۔اور مولانا جامیؒ بھی وصل کو آتش عشق کے مزید بھڑکانے کا موجب جانتے ہیں۔
۲۔مظہر = جائے ظہور۔ظاہر ہونے کی جگہ۔منظر۔تماشا گاہ۔جلوہ گاہ۔تجلی گاہ۔صیحہ = چیخ۔فریاد۔سخت چیخ۔ سخت آواز۔آواز۔عذاب۔نعرہ۔ذروہ = چوٹی۔پہاڑ کی چوٹی۔سب سے اونچی چیز۔کنگرہ۔سر کی چوٹی۔سر۔

نوک۔ لامکان = عالم الوهیت۔ بے مکان۔ عالم خداوند جو مکان و اطراف و جگہ و مقام سے مبرا ہے۔ خوشا = آفرین۔ مرحبا۔ بہت خوب۔ جمال ازل = صاحب جمال ازلی یعنی مظہر جمال الٰہی مطلب ہے جو ہر شریف ابدی، نور قدیم سرمدی جناب حضرت محمد عربی پیغمبر اور رسول خداؐ۔ مولانا جامیؒ اپنے محبوب حضرت رسول اکرمؐ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے محبوب! آپ کیسے تجلی گاہ ہیں یعنی کتنا بڑا رتبہ ہے آپ کا اے مظہر نور خدا! کہ عارفوں اور صوفیوں نے جب آپ کا جلوہ دیکھنے کی سعادت پائی تو ان کی چیخ عرش معلیٰ کی چوٹیوں تک سے گذر کر لامکان کے عالم قدس میں سنائی دی کہ مرحبا! اے نور قدیم ازلی! مرحبا اے نور سرمدی! مرحبا اے نور ابدی!۔ چو فتادہ غلغلہ بر سما کہ قریب آمدہ مصطفیٰ ☆ خضر و مسیح برہنہ پا بدویدہ پیشیش کہ مرحبا ☆ چہ ملک چہ حور و چہ انبیاء ہمہ تن زبان زپی دعا ☆ لب ہر فرشتہ جدا جدا بہمین ترانہ شدآشنا ☆ بلغ العلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ ☆ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ ☆ دل و جان من بفدای تو سرو دیدہ وقف ہوای تو ☆ چہ کسی کہ بہر لقای تو شدہ اشتیاق خدای تو ☆ زسپہر تا بہ سرای تو ہمہ نور شد بہ ضیای تو ☆ چو بہ لامکان شدہ جای تو دل عرش گفتہ ثنای تو ☆ بلغ العلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ ☆ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ۔

۳۔ صومعہ = دیر۔ پہاڑ کی چوٹی پر راہب کا عبادت خانہ۔ خانقاہ۔ گرجا۔ عیسائیوں کا عبادت گھر۔ (مجازاً مسجد) ہر عبادت گاہ۔ ورد = وہ وظیفہ جو روزانہ پڑھا جائے (ورد کی جمع ہے اوراد جسے ہم یہاں کشمیر کے مساجد، خانقاہوں یا ختمات کی مجلسوں میں، درگاہوں میں، اولیاء اللہ کے روضوں میں نمازوں کے بعد، بالخصوص صبح اور عشاء کی نمازوں کے بعد، اورادفتحیہ کے نام سے بلند آواز میں پڑھا کرتے ہیں۔ اورادفتحیہ حضرت بانی مسلمانی میر سید علی ہمدانی جناب شاہ ہمدان امیر کبیر علیہ الرحمۃ الواسعۃ کی تصنیف شریف ہے)۔ گھاٹ۔ پنگھٹ۔ ہر روز کا کام۔ پانی پینے کی باری۔ تپ کی باری۔ سرخ شیر۔ شاگرد۔ مرید۔ پانی کا کوئی حصہ۔ لشکر کی ایک جماعت۔ بخار۔ ذکر قرآن مجید میں سے پڑھنے کا کوئی پارہ۔ طلعت = رخ۔ منہ۔ دیدار۔ دیکھنا۔ رخسار۔ چہرہ۔ طلوع۔ ستارے کا نکلنا۔ فرماتے ہیں لوگ مسجدوں اور خانقاہوں میں جا کر صبح کو اور شام کو اپنے حق میں دعائیں کیا کرتے ہیں۔ میری مسجد اور میری خانقاہ بس آپ کے زلف و رخ کا دیدار ہے جن کی تعریفوں میں میں صبح و شام محو رہتا ہوں۔ من نہ باختیار خود میروم از قفای او ☆ کان دو کمند عنبرین میکشدم کشان کشان (کمال خجندی)۔ عمر اگر کوتاہ باشد دل بہ زلف یار بند ☆ میرسد تا دامن حشر این طناب زندگی (عالی بخارائی)۔ من ہم از حلقۂ زاہد منشان بودم لیک ☆ حلقۂ زلف تو زین دائرہ بیرونم کرد (نیاز اصفہانی)۔ باین جمال و نکوئی کہ اوراست می ترسم ☆ موحدان بخدائی کنند متہمش (نظیری)۔ بہ فلک میرسد از روی چو خورشید تو نور ☆ قل ہو اللہ احد چشم بد از روی تو دور (سعدی)۔ مردمان در من و

حیرانی من حیراند ☆ من درآن کس کہ ترا بیند و حیران نشود (امیر خسروؒ)۔

۴۔گرہ فگندن = گرہ ڈالنا۔مشکل پیدا کرنا۔ پرپیچ وخم والی آپ کی زنجیرِ زلف میں سے میرے دل کی رہائی مشکل ہے۔دلم بحلقۂ زلف تو گم شد است وھنوز ☆ از آن غریب پریشان خبر نیامدہ است (دھقان اصفہانیؒ)۔ آنقدر در خم گیسوی تو دل پنہان است ☆ کز دل گمشدۂ ما اثری پیدا نیست (فروغی بسطامی)۔ در زلف چون کمندش ایدل مپیچ کانجا ☆ سرہا بریدہ بینی بی جرم و بی جنایت (حافظ)۔اس حال میں میری مشکل کشائی صرف آپ کے لب لعل سے ہی ہوسکتی ہے۔آپ کو اپنے گرہ کشا لعل لب کی قسم میری مشکل مجھ سے دور فرما! مطلب یہ کہ دل کی الجھنیں آپ کے لب لعل سے دور ہوں گی۔ جب تک آپ کھول کر مجھ سے بات نہ کریں گے میری مشکلوں میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔اس لئے میرے محبوب! مجھ سے مخاطب ہونے کیلئے اپنے ہونٹ کھول دیجئے تا کہ آپ کی ہر ہر بات سے میرے دل کے عقدے کھلتے جائیں۔

۵/۶/۷۔میں آپ کی راہ عشق میں عاشق وفادار ہوں۔آپ سے ہی میری خو ہے آپ سے ہی مجھے سکون ہے۔مجھے اپنی بے توجہی سے حیرت و وحشت میں نہ ڈال۔آپ کی بے توجہی اور جدائی میرے لئے ناقابل تحمل ہے بلکہ مجھ پر ظلم ہے۔خدا کے لئے اس ظلم برداشت کرنے والے اپنے سچے عاشق جامیؔ کو اپنا لیجئے۔ای کہ بہشت برین! بی تو عذابم عذاب ☆ آتش دوزخ ھمہ با تو گلابم گلاب ☆ گرمی شوقت چہ کرد زی ز وقت چہ کرد ☆ دیدہ پر آبم پر آب سینہ کبابم کباب (خواجہ حبی کشمیریؒ)۔میسوزم و می نالم پیوستہ ز ھجرانت ☆ رحمی بدل و جانم دست من و دامانت (مستورہ کردستانی)۔ہر لحظہ کہ بی تو میرود عمر ☆ مرگیست بشکل زندگانی ☆ ہر سو کہ رفتہ ام بہ ہوای تو رفتہ ام ☆ ہر جا کہ بودہ ام بخیال تو بودہ ام (ہلالی چغتائی)۔چندان کہ می پرم بہ پروبال بیخودی ☆ از عالم خیال تو بیرون نمی روم (وحید قزوینی)۔ارادتی کہ مراہست کی بہ دل گردد ☆ اگر بجور کُشی در بلطف بنوازی (وصال شیرازی)۔در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس ☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و مارا دوست بس (اوحدی مراغئی)۔

غزل (۴)

کوس الراح دارت خذ ید الساقی وقبلہا..........

۱۔جام ہای شراب کا دور شروع ہوا ہے۔اٹھو ساقی کا ہاتھ پکڑ کر اسے چوم لو کیونکہ اس کے ہاتھ میں یہ جانوں کی غذا اور دلوں کی قوت ہے

۲۔سالک مقصد تک پہنچا کہ بس ایک ہی راہ طے کی' اور باقیوں کے لئے
تو منزلوں کی آب و خاک راہ میں ان کی دامن گیر ہوئی
۳۔گوہر کی تلاش میں سمندر میں غوطہ زنوں کے لئے جان کا خطرہ ہے
خطرے سے باہر صرف ساحلوں پر صدف اٹھانے والے ہوتے ہیں
۴۔بھلا اس محبوب کی کیا توصیف کروں کہ جب تک دنیا قائم ہے تب تک
اس کا ذکر نقل مجلس اور اس کا حسن و جمال شمع محفل ہوگا
۵۔اونٹ کانٹوں اورخارزاروں میں سے رقص کرتا ہوا گذرے گا جب تک حدی خوان
اسکے کعبہ وصل کی توصیف میں محملوں کی گھنٹیوں کو آگے کیطرف حرکت دیتا رہیگا
۶۔اے میری آنکھ ! حسرت کے آنسو اس حقیر مٹی پر گراتی رہ
کیونکہ ایک نہ ایک دن اس کیچڑ سے عنایات وکرم کے پھول پھوٹ نکلیں گے
۷۔جامی ! پیرمغان کی خدمت سے منہ نہ موڑ
یہ وہ جگہ ہے جہاں بلائیں دور اور مشکلیں حل ہو جاتی ہیں

توضیحات غزل

ا۔قُوت=روزی۔غذا۔خوراک۔قوت=طاقت (صفت کے لحاظ سے تجنیس تام ہے قُوت اورقوّت میں)۔ مولانا جامیؔ فرماتے ہیں معرفت کی شراب قوت جان اورقوّت دل ہے جومحبوب کے پاس ہے۔یہی مایۂ نجات و فلاح ہے۔اٹھومحبوب کے ہاتھوں کو پکڑ کران کو چوم لوکہ محبوب کے ہاتھ سے شراب معرفت کونوش کرنا دو جہانوں کی رستگاری اور کامیابی ہے۔اس لئے نہ محبوب سے دستبردار ہو جاؤں گا اور نہ ہی شراب معرفت سے۔مولانا جامیؒ کے متصوفانہ اشعار میں نہ زہد خشک ہے جس سے دلوں میں ملال پیدا ہو اور نہ ہی کلام کی پژمردگی۔ان میں شریعت سے جدا ہوئے بغیر درونی سوز وگداز بھی ہے اور بیخودی عشق بھی۔فرماتے ہیں معرفت خداوندی کی مستی عالم روحانیت کی بیداری ہے اس لئے اسی شراب معرفت کے ساتھ طالب وسالک کوپیہم مصروف عمل رہنا چاہئے یہی اس کی روح کی غذا اوراس کے دل کی حقیقی قوت وطاقت ہے۔ چو پیر سالک عشقت بہ می حوالہ کند☆ بنوش ومنتظر رحمت خدامی باش (حافظ)۔بحقارت منگر بادہ کشان راکین قوم☆ پشت پا بر فلک از همت مردانہ زدند (فروغی بسطامی)۔ ساقی بیاری کہ بہ من پیر میفروش☆ درجام بادہ دادنشانم جمال دوست (غبار همدانی)۔مادر پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم☆

ای بے خبر ز لذت شرب مدام ما (حافظ)۔
۲۔ یعنی سالک دنیا کی آب و خاک کی آمیزشوں سے پاک راہ معرفت الٰہی کو اختیار کر کے رستگاری کی منزل کو پا لیتا ہے۔ باقی اس لئے دور رہ جاتے ہیں کہ وہ دنیاوی آلائشوں میں آلودہ رہتے ہیں۔ تو کز سرای طبیعت نمی روی بیرون ☆ کجا بکوی طریقت گذر توانی کرد ☆ جمال یار ندارد نقاب و پردہ ولی ☆ غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد (حافظ)۔ چہ خبر دارد از حقیقت عشق ☆ پای بند ہوای نفسانی (سعدیؒ)۔
۳۔ غواص = غوطہ زن۔ ڈبکیا۔ موتی نکالنے کیلئے دریا یا سمندر میں غوطہ مارنے والا۔ مچھلیوں کا شکار کرنے والا پرندہ (جسے کشمیر میں ندہر کہتے ہیں)۔ صدف چین = صدف چننے والا (صدف = سیپی۔ شراب پینے کی چھوٹی پیالی۔ ہر اونچی شے جیسے دیوار۔ تین ستاروں کا نام جو مثلث صورت پر قطب کے پاس ہوتے ہیں اور جنہیں صدف قطب بھی کہتے ہیں)۔ سیپوں کا جمع کرنے والا۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ سمندر سے موتی نکالنے والے غوطہ زن اپنی جانوں پر کھیل کر موتی پاتے ہیں بھلا وہ لوگ اس منزل تک کہاں پہنچ سکتے ہیں جو ساحل پر بیٹھ کر سیپوں کو جمع کرتے ہیں۔ یعنی بحر معرفت میں جان عزیز پر کھیل کر ہی مقصد و مراد کے موتی ہاتھ آتے ہیں۔ جو لوگ سمندر کے ساحل پر تماشا بین ہوں وہ اس کی حقیقت کو کیا جانیں۔ بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ☆ اینجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظ)۔ قدم دشت محبت میں نہ رکھ میر ☆ کہ سر جاتا ہے گام اولین پر (میر تقی میر)۔ عشق بجز مرگ ندارد علاج ☆ بی خبران صبر و سفر گفتہ اند (صفائی نراقی)۔ عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نرود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدی)۔
۴۔ یعنی محبوب کی بات ہمیشہ جب تک دنیا قائم ہے محفلوں میں ہوتی رہے گی اور اس کا حسن اس کے چاہنے والوں کی مجلسوں میں مانند شمع زیب محفل رہے گا۔
۵۔ مغیلان = ببول کا درخت۔ کیکر کا درخت [یہ لفظ ام بمعنی ماں اور غیلان بمعنی جمع غول (بھوت پریت) سے مرکب ہے یعنی بھوتوں کی ماں۔ چونکہ یہ درخت بیابانوں اور جنگلوں میں ہوتا ہے اور یہ بھوتوں کے ٹھکانے سمجھے جاتے ہیں اس لئے اس درخت کو بھوتوں اور دیوؤں کی ماں کہا جاتا ہے]۔ مغیلان ویسے ایک جھاڑی نما چھوٹا سا درخت ہوتا ہے جس میں بیشمار کانٹے ہوتے ہیں۔ حادی = حدی خوان۔ گیت گا گا کر اونٹ کو چلانے والا۔ شتربان۔ فرماتے ہیں کہ دیار محبوب کے عشق میں اور وصل محبوب کے خیال میں بیابانوں کے خار ہای مغیلان سے اونٹ رقص کرتے ہوئے گذرنے لگتے ہیں جب شتربان روانگی کے لئے ان کی گھنٹیوں کو ہلاتے ہیں۔ یعنی کعبہ مراد تک پہنچنے میں بیابان کی سختیوں سے گذرنا بہت آسان ہے اور اس شوق میں بلکہ سالک رقص کرتے ہوئے آگے

بڑھتا ہے۔ روز محشر بدر آیم زلحد رقص کنان ☆ بنویسند اگر نام ترا بر کفنم (روشن اصفہانی)۔ ہر سو کہ رفتہ ام بہوای تو رفتہ ام ☆ ہر جا کہ بودہ ام بخیال تو بودہ ام (ہلالی چغتائی)۔ مقصود من از کعبہ و بتخانہ توئی تو ☆ مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بہانہ (ابو اسمٰعیل ہروی)۔

۶۔ مذلت = حقیری۔ ذلت۔ خواری۔ رسوائی۔ پستی۔ حسرت = پشیمانی۔ پچھتاوا۔ افسوس۔ دریغ۔ کرامت = بزرگی۔ عزت۔ نوازش۔ عطا۔ کرم۔ عنایت۔ فرماتے ہیں کہ عاجزی و حقیری کی خاک پر پشیمانی کے آنسوؤں کی بارش برسا تا رہ کہ امید ہے اس کیچڑ سے ایک نہ ایک دن عنایات محبوب کے پھول کھل آئیں گے یعنی عاجزی کے ساتھ اور انتہائی احساس گنہگاری و پشیمانی کے ساتھ محبوب کو یاد کرتا رہ۔ یہی امید کا وہ راستہ ہے جس میں اس کے وصل و دیدار کی سعادت نصیب ہوگی۔ پیراہنی از تار وفا دوختہ بودم ☆ چون تاب جفای تو نیاورد کفن شد (طالب آملی)۔ بگذار وفا را بدو عالم نفروشیم ☆ ہر چند درین عہد خریدار ندارد (صائب)۔ گرم لحد بشکافی پس از ہزاران سال ☆ نشان مہر و وفایابی از رمیم عظام (وصال شیرازی)۔

۷۔ پیر مغان = آتش پرستوں کا پیشوا۔ آتش خانے کا مجاور۔ مخدوم۔ شراب فروش۔ دیر کا راہب۔ رند۔ پیر و مرشد طریقت [مغ = مغان قبیلے کا فرد۔ آتش پرستوں کا روحانی بزرگ (موبد)۔ آتش پرست۔ مغان دراصل ماد قوم کا ایک قبیلہ تھا جن سے فقط روحانیت کا مقام متعلق تھا۔ پھر جب زردشتی مذہب ایران کے مغربی اور جنوبی علاقوں یعنی ماد اور پارس پر غالب آ گیا تو مغان دین جدید کے روحانی بزرگ بن گئے۔ اشکانی اور ساسانی دور میں بھی یہ مغان ہی کہلاتے تھے]۔ مطلب یہ کہ مرشد کا دامن پکڑ کے رکھو یہی ہے حبل متین اور وہ جگہ جہاں مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو ☆ ید بیضا چھپا بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں (علامہ اقبالؒ)۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا ☆ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (علامہ اقبالؒ)۔ بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ☆ کہ سالک بی خبر نبود زراہ و رسم منزلہا (حافظ)۔ حافظ ار آب حیات ازلی میخواہی ☆ منبعش خاک در خلوت درویشان است ☆ آنکہ زری شود از پرتو آن قلب سیاہ ☆ کیمیائی است کہ در صحبت درویشان است (حافظ)۔

غزل

رفیقان! خاک نجد است این نگہدارید محملہا.........

۱۔ دوستو! یہ نجد کی زمین آگئی ہے ذرا محملوں کو روک لو
کیونکہ منزلوں کے آثار کو دیکھکر چاہنے والوں کی آنکھوں سے محبت کے آنسو گر رہے ہیں

۲۔ہر منزل پر بتان دل شکن ہوا کرتے تھے' معلوم نہیں
ان مبارک منزلوں سے وہ کیوں رخت سفر باندھ کے چلے گئے
۳۔ان کے راستے عاشقوں کے باران گریہ سے گیلے رہتے تھے' اب تو
راہوں کی کیچڑ میں ان کی اونٹنیوں کے پاؤں کے نشان ہی باقی رہ گئے ہیں
۴۔جہاں جہاں بھی کسی پاؤں کے نشان دکھائی دیں
تو آنکھوں سے آنسو اور دلوں سے خون کے اشک بہا دیجئے
۵۔آج ہر جگہ پر گورخر اور بارہ سنگھے چرتے ہیں جہاں ترتیب دیتے تھے
گل و سبزہ کے درمیان وہ آہوان شوخ اپنی محفلوں کو
۶۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ میرے اردگرد آنسوؤں کا ایک سمندر جمع ہو جاتا اور میرے حال پر
ساحلوں پر بیٹھ کر وہ نازنین چکور قہقہے کرتے رہتے
۷۔خداوندا یہ جگہیں کیوں الوؤں' گدھوں اور چکوروں اور مولوں کی آماجگاہ بنی ہیں
گردشِ تقدیر و قضا کے ہاتھوں ان مشکلات پر اکثر غور کیا کرتا ہوں
۷۔جامی! میری طرف سے صدق دلی کے ساتھ ان کو خط لکھو
اور اس میں خالص محبت بھر دو اور اسی پر اسے ختم کرو اور بھیج دو

توضیحاتِ غزل

۱/۲۔نگہ داشتن = ٹھہرانا۔دل گسل = دل شکن۔دل توڑنے والا (ترجمہ ملاحظہ کیجئے)۔
۴۔خونابہ = خون پانی۔نہایت رنج و غم۔خون کے آنسو۔سرخ۔مشقت۔(ترجمہ دیکھئے)
۵۔گور = گورخر کا مخفف۔جنگلی گدھا۔قبر۔تربت۔صحرا۔ہموار دشت۔شراب۔عیش و عشرت۔آرام۔بہرام گور کا مخفف۔گوزن = بارہ سنگا۔کمان۔قوس۔ایرانی قالینوں کی ایک عمدہ طرز۔
۶/۷۔کوف = الو۔ چغد۔ بوم۔ تیہو = مولا۔بیٹر۔تصریف = گردش۔ایک حال سے دوسرے پر منتقل ہونا۔دگرگونی۔تبدیلی۔حادثہ پیش آنا۔یہ غزل جیسا کہ متن سے واضح ہے نعتیہ غزل نہیں ہے۔البتہ نجد کی وادی سے مولانا جامیؒ جو گزرے ہیں تو اس وادی کے مٹے ہوئے ان خوبصورت نقوش و مناظر پر واویلا کرتے ہیں اور جگہ جگہ پر ان قافلوں کی غیر موجودگی کے احساس کے زیر اثر اشک فشانی کرتے ہیں جو اب ناپید ہیں' زمانے کی

گردش کا شکار ہو چکے ہیں اور قافلے والوں کے چہچہوں اور قہقہوں اور سبزہ و گل کے درمیان ان کی محفل آرائیوں کے نشانات کے عوض صرف ان کے قدموں کے نشان باقی رہ گئے ہیں۔ مولانا جامیؒ دیار محبوب کی طرف جانے والی راہوں اور بیابانوں اور اس کے اردگرد کے ماحول سے اس قدر باخبر ہیں اور اس ماحول کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو مولانا کے سفروں کے دوران گردش دہر کی نذر ہو چکی ہے اس پر واویلا اور فریاد و فغاں کرتے ہیں۔ میں نے بھی ان کے فرط عشق کے تاثرات کے پیش نظر ہی اس غزل کا انتخاب کیا ہے۔

غزل (۱۲)

برآمد شاہ عشق از طور سینا............

۱۔عشق کا بادشاہ طور سینا سے نکل آیا
اور وہاں سے اس نے دیر مینا پر جھنڈا لہرایا
۲۔وادی بطحا میں اپنے چہرے کو روشن کیا
اپنے نور سے ایک عالم کو بینا کر دیا
۳۔ہر کسی پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے
اور اس سے فتح مبین حاصل ہوئی
۴۔اس فتح مبین سے ہمیں بصیرت نہ ملی
جب کہ ہمیں جو کچھ پیش آیا اسی سے پیش آیا
۵۔جامی! جنون عشق کو مت ملا
ابن سینا کی شفا کے تدبیروں کے ساتھ
۶۔تدبیر کی زنجیروں کو ایک دوسرے سے الگ کر
اور کہو کہ عشق عاشقوں کا دیوانہ پن ہے
۷۔وادی اشک میں آ تدبیر سے نکل کر
اور پھر اس وادی سے یقین کی سر زمین میں داخل ہو جا

توضیحات غزل

۱۔طور سینا= جزیرہ سینا میں ایک پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبادت کی اور وہاں نور الٰہی کا مشاہدہ کیا۔اسے جبلِ طور بھی کہتے ہیں ۔طور سینا پر نور الٰہی کا جو پر تو پڑا (یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنی تجلی موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کی) تو پہاڑ (طور سینا) ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے۔علم زدن= جھنڈا بلند کرنا۔نیزہ بلند کرنا۔دیر مینا= آسمان ۔دیر=بُت خانہ۔گرجا۔مندر مسیحی راہبوں کی اقامت و عبادتگاہ۔صومعہ۔مینا= شراب کا شیشہ۔صراحی ۔رنگین آبگینہ جس سے سونے چاندی پر نقاشی کی جاتی ہے اور یہ مینا سُرخ سبز لاجوردی اور سفید ہوتا ہے۔آبگینہ۔(یہاں لاجوردی رنگ کا گنبد مُراد ہے)۔

ان دو نعتیہ اشعار میں مولانا جامیؒ [جو فنا فی الرسول کے درجے تک پہنچ چکے تھے اور ذات مقدس حضرت رسول اکرمؐ کو جیسا کہ ان کے کئی نعتیہ اشعار سے عیاں ہو چکا' اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے جدا نہیں جانتے تھے] نور مقدس رسول اکرمؐ کو طور سینا کا وہ نور جانتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چمکا اور پھر وہاں سے آسمان کی وسعتوں میں ذات احدیت کے لامکان پر چھا گیا جب کہ حضرت صمدیت کی طرف سے (سبحان الذی اسرا بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد اقصیٰ) سیر معراج کو تشریف لے گئے۔

۲۔وادی بطحا میں بشری صورت میں ظاہر ہوئے اور اپنے نور سے سارے عالم کو منور کیا۔دین اسلام اور توحید الٰہی کے پیغام کو پھیلانے کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ابواب= جمع باب یعنی دروازے۔مفتوح شدن= کھول دیا گیا۔فتح ہوئے۔مطلب یہ ہے کہ فتوحات یعنی کشایشوں کے دروازے سب پر کھل گئے اور یہی وہ فتح مبین تھی جو میسر آئی۔دین اسلام کا غلبہ ہو' تاریک دلوں کے دروازوں پر لگے ہوئے تالے کھل گئے اور دلوں کے اندر دین خدائی کا نور نبی برحقؐ کی کوششوں سے داخل ہوا۔

۴۔لیکن ہم نے اصلی مقصد کو نہیں پایا یعنی نور اسلام تو ہمارے دلوں میں داخل ہوا البتہ اس نور سے ہمارے دل بصیرت کی روشنی سے دور رہے ہم نے صرف اسلام کے اور رسول اکرمؐ کے ظاہری کمالات پر غور کیا لیکن باطنی کمال یعنی عشق اور معرفت پر ہماری نظر نہیں گئی۔معرفت و عرفان سے ہمارے دل خالی ہی رہے اور ہم نے فلسفہ دین کو سمجھنے پر اپنا زور لگایا۔

۶/۵۔اس لئے اے جامی! ابن سینا کی شفا کی تدبیروں کے ساتھ معرفت یا عشق الٰہی یا عرفان یا عشق رسولؐ کو مت ملا۔تدبیر کی زنجیروں کو توڑ دے اور عشق کو اختیار کر جو کامل دیوانگی ہے۔عقل و تدبیر سے خدا کو پانے کی زحمت

نہ کر بلکہ مطلق محبت اور خالص عشق کو اختیار کر۔ یہی وہ دیوانگی ہے جو کامل عقل ہے۔ یہی وہ جنون ہے جو سراپا دانشمندی ہے۔ تدبیر کو عقل و خرد کی گتھیوں کو چھوڑ دو بلکہ توڑ دو اور عشق خالص سے لو لگا کر عاجزی و اشک فشانی کی وادی میں آ۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تجھے یقین کی منزل حاصل ہوگی جہاں سے تمہیں سکون ملے گا اور تم انسانی برتری کی اعلیٰ ترین علامت بن جاؤ گے۔ عقل میں عشق کا سوز نہیں۔ عقل آتش و حرارت طلب سے خالی ہے۔ یہ صرف دلیل اور مثالوں کا گورکھ دھندا ہے۔ عقل استدلال کے سوا کچھ نہیں عشق اس کے برعکس دیوانگی سے کام لے کر سیلابوں کو بھی تھام لیتا ہے۔ ایک جست لگا کر زمین و آسمان کو طے کر لیتا ہے اور اسرار الٰہی کے سمندر میں غوطہ لگا کر حیات ابدی پا لیتا ہے۔ عقل و خرد ابو علی سینا ہے جو اپنی کتاب شفا سے تدبیریں بناتا ہے لیکن اس کے برعکس عشق مولانا رومی ہے عطار ہے یا سنائی ہے جنہوں نے خدا اور رسولؐ کے عشق کو اپنا کر ابدی حیات میں اپنا مقام بنا لیا۔ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ☆ تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (علامہ اقبالؒ)۔ جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی ☆ کھلتے ہیں علاموں پر اسرار شہنشاہی (علامہ اقبالؒ)۔ تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا ☆ عشق تمام مصطفیٰؐ عقل تمام بولہب (علامہ اقبالؒ)۔ بعشق زندہ بود جان مرد صاحبدل ☆ اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری (حافظ)۔ زیرکی بفروش و حیرانی بخر ☆ زیرکی ظن است و حیرانی نظر (علامہ اقبالؒ)۔ عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰؐ ☆ عشق خدا کا رسولؐ عشق خدا کا کلام (اقبالؒ)۔ عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے ☆ عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم (اقبالؒ)۔ عقل گو آستان سے دور نہیں ☆ اس کی تقدیر میں حضور نہیں ☆ دل بینا بھی کر خدا سے طلب ☆ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (اقبالؒ)۔ [ابن سینا = شیخ الرئیس حجۃ الحق شرف الملک امام الحکماء ابو علی حسین ابن عبداللہ ابن حسن ابن علی جو ابن سینا کے نام سے مشہور ہیں سال ۳۷۰ھ میں افشنہ یا خرمیثن (نزدیک بخارا) میں پیدا ہوئے اور سال ۴۲۸ھ میں ھمدان میں وفات پائی۔ آپ کے والد بلخ کے تھے اور آپ کی والدہ ستارہ افشنہ کی تھیں۔ ابن سینا نے بخارا میں تعلیم پائی اور دس سال کی عمر میں قرآن مجید کو ازبر کر لیا اور ابو عبداللہ ناتلی سے منطق، ھندسہ اور نجوم کے علوم سیکھے اس کے بعد علوم طبیعی اور مابعد الطبیعہ اور طب پڑھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ابن سینا کی فکر کو فارابی کے آثار نے اپنی طرف مائل کیا اور فلسفی آثار کے مطالعہ کا شوق اُن میں بڑھ گیا۔ جوانی کے آغاز میں ابن سینا نے سامانی خاندان کے بادشاہ نوح ابن منصور (زمانِ سلطنت = ۳۶۵ھ تا ۳۷۸ھ) کا علاج کیا اور اس کے کتاب خانے سے جو ایک گران بہا خزانہ تھا بہرہ یاب ہوا۔ ابن سینا بخارا سے گرگانج چلا گیا اور وہاں سے خراسان، گرگان، رے، ھمدان اور اصفہان گیا اور ان سفروں میں اپنے ذی قیمت آثار تحریر کئے۔ ھمدان میں ابن سینا وہاں کے حکمران شمس الدولہ کے وزیر ہو گئے۔ ابن سینا کی عمر کے آخری سال اصفہان کے

امیر علاء الدولہ کاکو یہ کے دربار میں گذرے اور اسی امیر کے ھمراہ ھمدان کے سفر میں راہ میں بیمار پڑ کر وفات پائی۔ ھمدان میں ابن سینا کا دیدہ زیب مقبرہ مشہور ہے۔ ابن سینا کی تالیفات ھمیشہ قابل توجہ رہی اور ان کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں اور ان میں سے بہت سی تالیفات کا مغربی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ آپ کی اہم تالیفات میں کتاب الشفا۔ کتاب القانون فی الطِب۔ کتاب اشارات۔ کتاب النّجاۃ اور دانش نامہ علائی (فارسی میں) وغیرہ شامل ہیں۔ شفا = (جس کی طرف مولانا جامیؒ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے) ابن سینا کی عربی زبان میں لکھی ہوئی منطق پر مشہور کتاب ہے جس میں الٰہیات اور طبیعیات کے موضوعات پر بھی بحث کی ہے۔ اسلامی فلسفی کتابوں میں یہ اہم ترین فلسفیانہ کتاب ہے اور فلسفہ وحکمت میں اس کتاب کا وہی مقام ہے جو کتاب القانون کا طِبّ میں ہے۔ اس کتاب کی مکرر شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں ملا صدر الدّین شیرازی معروف بہ ملا صدرا (وفات ۱۰۵۰ھ) کی شرح سب سے بڑی شرح ہے)

غزل(۵)

سیمین ذقنا! سنگ دلا! سادہ عذارا! ......

۱۔ چاندی جیسی غبغب والے! سنگ دل، اور سادہ رخساروں والے محبوب!
بس ایک نظر سے ہمارے غمزدہ دل کو خوش کر دیجئے
۲۔ میرا یہ فرسودہ جسم اگر آپ کے کوچے سے دور ہے
لیکن دل آپ کے عشق میں رات دن اپنی حالت پر قائم ہے
۳۔ خدا نہ کرے آپ کی نازک تن میں کسی قسم کی جراحت راہ پائے
خدا کے لئے بند قبا کو تنگ نہ رکھا کریں
۴۔ بھلا میں کیسے آپ کے کوچے سے گذر سکتا ہوں جہاں سے کہ
باد صبا کو بھی گذرنے کی مجال نہیں
۵۔ کیا ہی اچھا ہو کہ شراب سے مست ہو کر آپ بے خبر ہو جائیں
اور میں پوشیدہ طور پر آپ کے تلووں کو چوم لوں
۶۔ اگر گرم انگیٹھی کی قسم سوز کے معنوں میں کھائی جاتی ہے تو عجب نہیں
کہ آپکے عشق کی حرارت میں میرے دل میں محبت کی آگ کی سوزش کی قسم کھائی جائے

۷۔ جامیؔ کو آپکی مجلس میں حاضر ہونے کے سوا اور کوئی ہوس نہیں
لیکن ایک بادشاہ کے حضور میں گدا کو آنے کی اجازت کون دے گا

توضیحات غزل

ا۔ سیمین ذقن = یعنی محبوب [سیمین چاندی کا یعنی چاندی جیسا و درخشان اور ذقن یعنی ٹھوڑی جسے زنخ یا زنخدان بھی کہتے ہیں]۔ سیمین کے ساتھ محبوب کے بدن کے کئی اعضاء بیان خوبصورتی میں جوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے سیمین نیاگوش، سیمین بدن، سیمین ذقن، سیمین زنخ، سیمین رخ، سیمین سیب، سیمین عارض، سیمین عذار، سیمین گوی، سیمین ساق۔] سیمین = منسوب بہ چاندی۔ چاندی کا بنا ہوا۔ سفید۔ روشن۔ عمدہ۔ نازک۔ عذار = رخسار۔ چہرہ۔ وہ جگہ جہاں داڑھی اگتی ہے۔ عارض۔ مولانا جامی فرماتے ہیں کہ چاندی کی مانند روشن اور سفید زنخدان اور حسن و جمال میں سادہ رخساروں والے محبوب سنگدل! ہم تو آپ سے صرف ایک نگاہ کے طالب ہیں جس سے میرا یہ دل غمناک ایک بار خوش تو ہو جائے۔ میرے دل میں جب صرف آپ کے عشق کا غم پل رہا ہے تو کیا اے حسن و جمال والے محبوب مجھے آپ کی ایک نگاہ سے اس دل غمزدہ کو خوش کر دینے کا حق نہیں؟ میں آپ کے حسن سے زکوۃ نظر کا خواہاں ہوں۔ بنمای رخ کہ باغ وگلستانم آرزوست ☆ بگشای لب کہ قند فراوا آرزوست (مولانا رومؒ)۔ چنان بدیدن روی تو آرزومندم ☆ کہ گر بداون جان ممکن است خورسندم (افسردہ شیرازی)۔ کاشکی دلبر من بادل من دادکند ☆ گاہ گاہی بہ نگاہی دل من شاد کند (ادیب نیشاپوری)۔ نظری بحال من کن کہ زدست رفتہ کارم ☆ بکسم مکن حوالت کہ بجز تو کس ندارم (عطارؒ نیشاپوری)۔

۲۔ فرسودہ = کہنہ۔ گھسا پٹا۔ پامال ہوا۔ آزردہ۔ بہت پرانی اور بیکار شے۔ اگرچہ میرا یہ جسم جواب آپ کے غم میں نڈھال ہو کر بے اہمیت اور بیکار سی شے ہو گیا ہے لیکن آپکے جوش وخروش عشق میں فعال ہے اور دن رات آپ ہی کے عشق سے معمور ومست رہتا ہے۔ باہر سے نڈھال ہے لیکن آپ کے عشق میں اندر سے توانا اور پرحرارت ہے۔ اعجاز عشق بین کہ چراغ دلم نہ مرد ☆ ہرچند تند باد غمت رو بہ اونہاد (سلطان محمد صدقی استرآبادی)۔ درضمیر مائی نگنجد بغیر از دوست کس ☆ ہردو عالم دشمن ما باد و مارا دوست بس (اوحدی مراغہ ای)۔ اگر صد بار سوزی باز بر گردسرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بردست و پا افتم (نظیری نیشاپوری)۔ تو مپندار کہ از خاک در کوی تو من ☆ بجفای فلک وجور زمان برخیزم (حافظ)۔

۳۔ بند قبا کو چست (تنگ) باندھنے سے آپ کے تن نازک میں داغ پڑ جانے کا خدشہ ہے جو میرے لئے

نا قابل تحمل صدمہ ہوگا میری دعا ہے کہ آپ کا ظریف و نازک بدن ہر طرح کی آزردگی و ملال سے محفوظ رہے۔ شعر میں محبوب کی نازک بدنی کی توصیف ہے۔ دیدم از چاک گریبانش صفای سینہ را ☆ من گمان کردم کہ دارد در بغل آئینہ را (صائب)۔ همچو آبی کہ نمایان بود از پردۂ لعل ☆ تن سیمین تو از جامۂ گلگون پیداست (صائب)۔ نظر تا بر صفای آن شکم بود ☆ نگہ را لغزشی در ہر قدم بود ☆ رسیدہ است بجائی لطافت بدنش ☆ کہ از نسیم بود داغدار پیرہنش (صائب)۔ شمع گر با تو کند دعوی نازک بدنی ☆ کشتنی سوختنی باشد و گردن زدنی (فطرت)۔

۴۔ محبوب کے کوچے میں جانے کی حسرت کا بیان ہے اور تعظیم و احترام کی بجا آوری کا بھی جہاں باد صبا بھی بلا اذن داخل ہونے کا تصور نہیں کر سکتی۔ گلستانی را کہ عمری باغبان بودم کنون ☆ رخصت نظارہ ام از رخنۂ دیوار نیست (جلالی یزدی)۔ ظلم است کہ بیرون کنی از حلقۂ عشاق ☆ بیچارہ کسی را را بغیر از تو کسی نیست (احمد علی میرزا)۔ خوبی و خوشی و دلفریبی و جمال ☆ داری ہمہ بجز وفا خدایت بدہاد (اثیر الدین اخسیکتی)۔ چون سایہ ہمرہیم بہ ہر جا روان شوی ☆ شاید کہ رفتہ رفتہ بہ ما مہربان شوی (ابو القاسم کابلی)۔

۵۔ محبوب کے پاؤں کو بوسہ دینے کی آرزو کا بیان ہے۔ زدم بوسی بپای یار و زیر تیغ جان دادم ☆ گرفتم خونبہای خویش پیش از سر بریدنہا (منصف قاجار)۔ جائی کہ خاک پای تو بوسند و جان دھند ☆ روزی ہزار بار ز جان می توان گذشت (مرشد بروجردی)۔

۶۔ مجمر = عود دان۔ انگیٹھی۔ آگ کی منقل۔ آتشدان۔ مولانا جامیؒ کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے عشق کی آگ میرے دل میں یوں شعلہ زن اور حرارت ناک ہے جیسے کہ منقل میں ہوتی ہے۔ اگر منقل ظاہر میں آتش دان ہے تو میرا دل بھی عشق محبوب کی آگ میں شعلہ ور ہے اور انگیٹھی کی طرح دہک رہا ہے۔ حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست ☆ خام بدم پختہ شدم سوختم (مولانا روم)۔ در سینہ ندانم کہ چہ کرد آتش عشقت ☆ از نالۂ خود می شنوم بوی کبابی (یغمای جندقی)۔ آن آتشی کہ دوش بکوی بلند بود ☆ آتش نہ بود آہ من دردمند بود (حیرانی قمی) نازنینی چون ترا دلدادہ ای باید چو من ☆ عشق عالم سوز باید حسن عالمگیر را (پارسا تویسرکانی)۔ گرفتم سہل سوز عشق را اول ندانستم ☆ کہ صد دریای آتش از شراری میشود پیدا (صائب)۔ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے (غالب)

۷۔ اس شعر میں پھر محبوب کے حضور میں پہنچنے کی ہوس کا ذکر فرمایا ہے۔

غزل (۱۶)

شد خاک قدم طوبیٰ آن سرو سہی قد را............

۱۔اس راست قد سرو کے ایک ایک قدم کے آگے طوبی خاک میں مل گئے (یا ایک ایک قدم پر خاک میں خود کو نچھاور کر دیا)
کس قدر عظیم ہے انکی شان!اور کس قدر بلند ہے انکا مرتبہ!
۲۔ اے پیکر روحانی! زلف کی جال بچھایئے
اور تعلق کی قید میں مجرد روحوں کو لے آیئے
۳۔میں نے تو آپ کے خط کے نقوش اسی روز اپنے خیال میں باندھے تھے
جب قلم اس زبر جد کی تختی کے وجود کا ذکر لکھنے لگا تھا
۴۔ مجھے قتل کرنے میں اپنی کلائی کو اذیت مت دیجئے
بس غمزے کا خنجر چلایئے اور مجھ جیسے سینکڑوں عاشقوں کا خون بہایئے
۵۔میں زندہ ہوں اور آپ اٹھ کر دوسروں کو قتل کرتے ہیں
اس غم سے تو میں ہر لحظ خود کو مار ڈالنا چاہتا ہوں
۶۔آپکے عشق کا درد ازل سے ہے جو ابد تک رہے گا
اس سعادت سرمدی کاشکر بھلا کوئی کیسے ادا کرے
۷۔آپکے خط کی توصیف میں جامیؔ نے شعر گوئی میں تازگی لائی ہے
جی ہاں نئے شعروں کا ذائقہ کچھ اور ہی ہوتا ہے

توضیحات غزل

۱۔طوبیٰ= بہشت کے ایک درخت کا نام جو طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں دیتا ہے۔خوش خبری۔ بشارت۔خوبی۔خوشی۔خوشبودار۔مژدہ۔پاک اور پاکیزہ تر۔بہشت۔سہی= سیدھا اگا ہوا۔سیدھا۔راست۔ [سروسہی= سیدھا اگا ہوا سرو کا درخت۔یہ کنایہ ہے معشوق خوش قد و قامت سے]۔مولانا جامیؒ محبوب کے سرو قد کی اور اس کی خوش قامتی کی توصیف میں کہنا چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں سے طوبیٰ کے درخت

پھوٹ نکلتے ہیں اور سطح خاک پر بچھ جاتے ہیں یعنی یہ ان کے قد بالا اور ان کی خوش قامتی کا ہی کرشمہ ہے کہ ان کے خرام سے مٹی سے ایسے خوشنما سرد اگ آتے ہیں جو پاکیزگی و جمال میں جنت کے طوبیٰ کی مانند ہیں اور خود کو ان کے قد کی درازی و خوش جمالی کے آگے ان کے قدموں پر ڈال دیتے ہیں کہ ان کے اوپر سے ہو کر گذریں اور ان کے قدموں تلے پامال ہو جائیں۔ گویا خود محبوب کا قد بالا اور قامت زیبا طوبیٰ سے بڑھ کر ہے اور طوبیٰ کا وجود محبوب کے قد بالا کا مرہون ہے۔ سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو وصنوبر☆ تو اس قد دلجو سے جو گلزار میں آوے (غالب)۔ جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں☆ خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں (غالب)۔ ترے سرو قامت سے اک قد آدم☆ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں (غالب)۔ درچمن یار چو با آن قد و قامت برخاست☆ سرو بنشست ز دعویٰ و قیامت برخاست (سلطان حسین بایقرا)۔ فتنۂ روز جزا درقدم جلوۂ اوست☆ با قیامت قد اودست و گریبان برخاست (حزین)۔ تو با آن قامت رعنا بہ ہر گلشن کہ بخرامی☆ خیابان می کشد چون سرو قد از شوق رفتارت (صائب)۔ سروسہی کہ خاست بطرف چمن زناز☆ چون دید شکل قد تو را بر زمین نشست (شاہی سبزواری) ☆ نازنین تر زقدت درچمن حسن نہ رست☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظ)۔

۲۔ پیکر = شکل۔ جسم۔ بت۔ جسد۔ کالبد۔ صورت۔ تصویر۔ نقش۔ مجسمہ۔ متن۔ ہیئت۔ علم۔ جھنڈا۔ خوبصورت لڑکی۔ لعبت (گڑیا) کھیل کا تماشہ۔ ارواح = روح کی جمع (فرشتوں کے معنی میں بھی آتا ہے) روحیں۔ جانیں [عام استعمال میں فارسی میں اسے واحد بھی لاتے ہیں جیسے ارواح پدرش یا بہ ارواح پدرم یعنی باپ کے روح کی قسم] ارواح جمع ہے ریح کی یعنی ہوائیں۔ مجرد = ننگا۔ عریان۔ تنہا۔ منفرد۔ بن بیاہتا۔ فلسفی اصطلاح میں خالص روحانی چیز جو مادہ سے مخلوط نہ ہو۔ مجردات دو قسموں کے ہیں (۱) وہ جو فعلاً اور ذاتاً اور وجوداً مجرد ہیں جیسے عقول (۲) وہ مجردات جو ذاتاً اور وجوداً مجرد ہیں لیکن فعلاً مادی ہیں جیسے نفوس انسانی اور نفوس آسمانی۔ ارواح مجرد = وہ ارواح جنہوں نے دینوی تعلقات کو منقطع کر کے وجود کو اخلاقی بدی سے پاک وصاف کیا ہوتا ہے اور مال ومنال کو ترک کر کے سیر الی اللہ کیلئے خود کو آمادہ کیا ہو۔ فرشتگان۔ تعلق = لگاؤ۔ واسطہ۔ علاقہ۔ دل بستگی۔ مولانا جامیؒ محبوب کو ایک روحانی پیکر جان کر انہیں تمام عوالم کا جامع اور سبھی اسماء وصفات حق کا مظہر سمجھتے ہیں۔ گویا جامیؒ کا محبوب آئینہ حق ہے اور حقیقت میں وہی آفرینش کی مراد اور ہدف ہے یعنی رسول اکرمؐ۔ فرماتے ہیں کہ اے میرے سراپا روحانی محبوب! آپ زلفوں کی جال کو بچھا دیجئے یعنی عالم ملکوت میں اپنی صفات کا مظاہرہ فرمایئے تاکہ وہاں کے فرشتے جن کو عالم بشریت سے کوئی تعلق نہیں وہ بھی آپ کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر دنیا کے تعلقات سے لو لگائیں۔ گویا مولانا جامیؒ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ عالم بالا کے فرشتے جو خالص روحی صورتیں ہیں وہ بھی

محبوب کے حسن و جمال کو دیکھ کر عالم ملکوت کو خیر باد کہیں گے اور دنیا میں آ کر ان ہی کے عشق میں محو ہو کر رہ جائیں گے۔ پیش خورشید رخت خواست چراغ افروزد ☆ شمع را تیغ سحر آمد و گردن زد و رفت (یغمای جندقی)۔ شاہکاری ہست ہر صنعت گری را در جہان ☆ شاہکار آفرینش خلقت زیبای تست (وثوق الدولہ)۔ باین جمال و نکوئی کہ اوست می ترسم ☆ موحدان بخدائی کنند متہمش (نظیری)۔ ہیچون تو نازنینی سرتا بہ پا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد نیافریدہ (حافظ)۔ پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)۔

۳۔ نقش بستن = خیال باندھنا۔ تصور کرنا۔ صورت بنانا۔ پیدا کرنا۔ تصویر بنانا۔ لوح زبرجد = زبرجد کی تختی [لوح = تختی۔ تختہ۔ شانہ۔ ہر چوڑی چیز خواہ لکڑی یا پتھر یا ہڈی کی ہو۔ پیاسا ہونا۔ ستارے کا ہموار ہونا۔ بجلی کا چمکنا۔ وہ تختہ جو جولاہوں کے پاؤں کے نیچے رہتا ہے۔ زبرجد = ایک معدنی جواہر جو مصر اور شام میں ہوتا ہے اس کا رنگ زردی مائل سبز ہوتا ہے۔ زرد یاقوت۔ لوحِ زبرجد کنایہ ہے آسمان کیلئے۔ خط = نیا سبزہ جو لبوں سے شروع ہو کر رخساروں کے گرد ظاہر ہوتا ہے۔ کاغذ پر قلم کا اثر اور نشان یعنی لکھی ہوئی چیز۔ علامت۔ نشان۔ دو نقطوں کے درمیان کا فاصلہ۔ تصوف کی اصطلاح میں عالم ارواح کے تعینات جو قریبی مراتب وجود ہیں عالم کبریائی۔ رقم زدن = لکھنا۔ تحریر کرنا۔ نقاشی کرنا۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب جس روز قلم نے اس لوح زبرجد کے وجود کو تحریر کیا یعنی جس روز قدرت کے قلم نے آفرینش کی اشیا کی فہرست مرتب کی گویا جب ازل نے آفرینش کو وجود میں لایا اسی روز سے میں نے بھی آپ کے حسن و جمال کی توصیف کرنی شروع کی۔ یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ میں ازل سے آپ کا عاشق ہوں اور ازل سے ہی میری تقدیر میں آپ کا مداح ہونا رقم زدہ ہو چکا تھا۔ بودم آن روز درین میکدہ از دردکشان ☆ کہ نہ از تاک نشان بود و نہ از تاک نشان (جامیؒ)۔ ما شیفتۂ روی تو از روز الستیم ☆ آشفتہ چو مویت ز ازل بودہ و ہستیم (داور شیرازی) مرا از ازل عشق شد سرنوشت ☆ قضای نوشتہ نشاید سترد (حافظ)۔

۴۔ محبوب کا اشارۂ چشم (غمزہ) ہی عاشق کے قتل کرنے کو کافی ہے بھلا اس کے لئے ہاتھ میں تلوار لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تلوار ہاتھ میں لینے سے تو خود محبوب کے بازوی نازک و لطیف میں گرانی عاشق کیلئے موجب آزار ہے۔ بھلا غمزوں کے تیر عاشق کو قتل کرنے میں کچھ کم موثر ہوں گے ان میں بھی وہی خلش اور خونریزی کی اہلیت ہے جو تلوار میں ہے۔ می کشی تیغ کہ سازی دل ما را بہ دو نیم ☆ تیغ بگذار کہ یک غمزہ تمام است اینجا (جامیؒ)۔ کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو ☆ یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا (غالب)۔

۵۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ محبوب کے ہاتھوں رقیب کے قتل ہو جانے پر بھی کف افسوس ملتے ہوئے کہتے ہیں

کہ میرے بیگانہ نواز محبوب! میں جو ابھی زندہ ہوں تو میرے ہوتے ہوئے آپ کیوں غیر کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنیکی سعادت بخشتے ہیں۔ یہ سعادت فقط میرا حق ہے میرا جو روز ازل سے آپ کے عشق میں مبتلا ہوں۔ یہی چیز مجھے قتل کئے دیتی ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں غیر کو قتل کر کے اسے ابدی حیات بخش رہے ہیں۔ یہ میرا حق ہے اور اس غم سے کہ غیر آپ کے قتل کا مستحق ہو گیا ہے میں مر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق صادق محبوب کو اپنے سوا کسی اور کی طرف متوجہ ہونے کو صدمہ مرگ سے کمتر نہیں جانتا محبوب صرف اسی کا ہے اور کسی اور کی طرف محبوب کی توجہ اس کیلئے پیغام موت ہے۔ آمد زپی پرسش واز رشک بمردم ☆ گاہ یا کہ خبر دادہ زبیمارم اورا (بہار شیروانی)۔ سیاہ بختی از این بیشتر نمی باشد ☆ کہ محفل دگران روشن از چراغ من است (فرقتی انجدانی)۔ از ہر پیالہ ای کہ تو بگرفتہ ای زغیر ☆ جانم ہزار مرتبہ برلب رسیدہ است (آشنا)۔ نمی خواہم کہ در چشمم نشینی ☆ کہ آنجا ہم میان مردمان است (محمود قاجار)۔ غیر اسر چو بہ زانوی تفکر نگرم ☆ سوزم از غم کہ مبادا بہ خیال تو بود (شیدا اصفہانی)۔ ای پری چہرہ چہ سازم کہ بہ ہنگام وداع ☆ رشکم آید کہ ترا من بخدا بسپارم ☆ آنقدر رشک دلم راست کہ گر بتوانم ☆ نگذارم کہ خدا ہم گذر داز دل تو (رضائی کاشی)۔ بگلشن میروو آن شاخ گل می میرم از غیرت ☆ کف خاکی بدست آرای صبا در چشم بلبل کن (نادم لاھیجانی)۔ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب ☆ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے (غالب)۔

۶۔ دولت سرمد = دائمی سعادت۔ ہمیشہ باقی رہنے والی خوش بختی۔ فرماتے ہیں کہ ازل سے آپ کا درد عشق پایا ہے جو ابد تک بلا کم وکاست میرے ساتھ رہے گا۔ یہ میرے لئے ایک دائمی سعادت ہے جو مجھے عطا ہوئی ہے بھلا اسکی شکر گذاری کیسے کروں۔ یعنی عشق کا درد مادر زاد مجھے ملا ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور یہی میری متاع سعادت ہے۔ بلبل نیم کہ برسر ہر گل نوا کنم ☆ مجنون نیم کہ صورت خود را گدا کنم ☆ پروانہ نیستم کہ بسوزم زشعلہ ای ☆ شمعم کہ پاک سوزم وجان رافدا کنم ☆ گر بر کنم دل از تو وبردارم از تو مہر ☆ این مہر بر کہ افکنم این دل کجا برم (کمال اسمٰعیل اصفہانی)۔ عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود ☆ مہرت نہ عارضی است کہ جای دگر شود ☆ عشق تو در وجودم ومہر تو بردلم ☆ باشیر اندرون شدو باجان بدر شود (حافظ)۔

۷۔ اشعار مجدّد = نئے اسلوب کے شعر۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ اپنی شعر گوئی میں تازگی وشگفتگی بیان کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وصف محبوب میں یہ ایک نیا اسلوب پیدا کیا ہے میں نے کہ نعت رسول مقبولؐ کو تغزل کا انداز دیا ہے آئندہ جو غزلیات ہم ملاحظہ کریں گے ان سے مولانا جامیؒ کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ثابت ہوگا۔ آسانی عشق پاک کو مولانا جامیؒ نے زمینی مناظر فطرت سے ہم آہنگ کر کے توصیف محبوب یا نعت رسول اکرمؐ کے ضمن

میں نئے اسلوب سخن کو وجود میں لایا ہے۔

غزل(۱۳)

بخرام باز وجلوہ دہ آن سرو نازرا............

۱۔پھر سے خوش رفتاری سے چل کر سرو ناز کا مظاہرہ کیجئے
اور اہل نیاز کے سروں کو پامال کر دیجئے
۲۔اپنے چہرے کا ایک نظارہ دکھا دیجئے تاکہ اہل دل
آپ کی پاکباز کیمیا نظر سے مستفیض ہوں
۳۔کیا ہی سعادت ہوگی میرے لئے کہ آپ بیٹھے ہوں اور میں آپکے چہرے کے آگے
سجدہ کرنے کے لئے نماز کو ایک بہانہ بنا دوں
۴۔میرے عشق سے آپ کے حسن کی شہرت پھیل گئی
گویا مجھ ایاز کو آپ کی شہرت عالم نے محمود بنا دیا
۵۔اے میری جان! درد و سوز کی شرح کرتے کرتے تو پگھل چکی
اس جان کو پگھلانے والے غم کو کس کے سامنے بیان کروں
۶۔اپنے گھوڑے کو مت دوڑاؤ اور ہمارے عقل و دین کو مت چھین
اے میرے شہسوار ! اب اس تاخت و تاراج کو رہنے دو
۷۔فراق کی شرح سن کر اے جامی میرا وہ چاند دل گرفتہ ہوا
تو بھی اب اس دور و دراز افسانے کو ختم کر دو

توضیحات غزل

۱۔خرام=نزاکت کی چال۔نرم چال۔نزاکت سے چلنا۔مٹک کر چلنا۔ٹہلنا۔خوش رفتاری۔ناز سے آہستہ آہستہ چلنا۔زیبائی اور وقار۔وعدہ وفا کرنا۔کسی خوشخبری کے بعد کسی کی دعوت کرنا یا کسی کو دعوت پر لے جانا۔مہمان کو میزبان کے گھر پہنچانے پر مامور آدمی۔سرو ناز=نیا اگا یا ہوا سرو۔وہ سرو جس کی شاخیں ہر طرف جھکی ہوئی ہوں۔سرو ناز سرو کی ایک قسم ہے جو باغوں اور مکانوں میں پرورش پاتا ہے اور مخروطی شکل کا بہت ہی خوبصورت اور

خوش اندام درخت ہوتا ہے اسے سروشیرازی، سروکاشی اور شجرۃ الحیاۃ بھی کہتے ہیں [قدیم موسیقی میں ایک نوا کا بھی نام ہے]۔ پامال کردن = مٹا دینا۔ مغلوب بنا دینا۔ روندنا پاؤں تلے۔ خراب کرنا۔ تباہ و برباد کر دینا۔ ویران کر دینا۔ منہدم کر دینا۔ مضمحل کرنا (اصل میں پایمان ہے)۔ اہل نیاز = محتاج لوگ۔ خواہشمند لوگ۔ حاجت مند لوگ۔ آرزومند لوگ۔ میل ورغبت رکھنے والے لوگ۔ اظہار محبت کرنے والے لوگ' مولانا جامیؒ محبوب سے کہتے ہیں کہ پھر سے خوش رفتاری کے ساتھ نزاکت وناز سے چلنے کا مظاہرہ کیجئے۔ آپ کے آرزومند اور چاہنے والے آپ کے سروناز کو دیکھنے کے منتظر ہیں۔ یہ اہل نیاز آپ کے قامت زیبا کا جلوہ دیکھ کر خود بخود آپ کے مغلوب ہو جائیں گے اور ان کی مراد پوری ہو جائے گی۔ ھیچ می دانی چہ ہا ای سروقامت میکنی ☆ میکشی وزندہ می سازی قیامت می کنی ☆ سروایستادہ بہ چہ تو رفتاری کنی ☆ طوطیِ خموش بہ چوتو گفتار میکنی (سعدیؒ)۔ مصرع قد تو با آن شکن زلف رسا ☆ شاہ بیتی است کہ پیچیدہ بہم مضمونش (صائب)۔ سالہا قد تو را خامہ تقدیر کشید ☆ قامت بود قیامت کہ چنین دیر کشید (لاغری)۔ همہ برجای خود ای تازہ نہالان چمن ☆ بنشینید کہ آن سرو روان برخیزد (صائب)۔

۲۔ کیمیا = اصطلاح میں ناقص چیزوں میں روح شامل کر کے انہیں مرتبہ کمال پر پہنچانا یعنی تانبے کو سونا اور قلعی کو چاندی بنانا۔ چونکہ یہ عمل دھوکا اور فریب مانا جاتا ہے اس لئے کیمیا کہلایا۔ ایک مادہ ہے جس سے ناقص اشیاء کو کمال بخشتے ہیں۔ اکسیر۔ وہ علم جس میں مادہ کے ان خواص سے بحث ہوتی ہے جو اندرونی ترکیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ حیلہ۔ مکر۔ طلسم۔ چارہ۔ عشق۔ عاشقی۔ تصوف کی اصطلاح میں پیرو مرشد کامل کی نظر۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب! اہل دل کو اپنا جلوہ دکھا دیجئے۔ آپ کے چہرے کا نظارہ کر کے ان کی نظریں پاک اور کیمیا اثر بن جائیں گی یعنی محبوب کے چہرہ انور کا دیدار کرنے سے صاحب دل عشاق کی نظریں بھی تقدیر ساز نظریں بن جائیں گی اور ان میں کیمیا کا اثر پیدا ہوگا۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا ☆ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (اقبالؒ)۔ مرد مومن یا صاحب دل ولی اللہ کی نظر کیمیا اثر خود حضرت رسول اکرمؐ کے دیدار مقدس کی مرہون ہوتی ہے اور یہ آپ ہی کا فیضان ہے کہ مردان پاکباز کی نظریں کیمیا کا سا اثر رکھتی ہیں۔ آنان کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ☆ آیا بود کہ گوشہ چشمی بہ ما کنند (حافظ)۔ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ☆ ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (اقبالؒ)۔

۳۔ مولانا جامیؒ اپنے محبوب سے پرستش کی حد تک عشق رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش نماز کے بہانے میں ان کے آگے بیٹھ کر ان کا سجدہ کرتا! گویا یہ عشق کی انتہا ہے جسے مولانا نے اسی خواہش کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے رسیدہ کار بجائی کہ گر نہ باشد کفر ☆ ترا پرستم و گویم خدای من این است ☆ حاجی وطوف حرم ما و سر کوی دوست ☆

کعبہ کجا ما کجا کعبۂ ما کوی اوست (انوار ھمدانی)۔ دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ را ببینی و جان رافدا کنی (فروغی بسطامی)۔ کاش می داد خدا ہر نفسم جانی چند ☆ تا بہ ہر گام تو میکردم قربانی چند (فروغی بسطامی)۔ آمدی رفت زخود دل بکناری بنشین ☆ بنشین تا بخود آید دل زارم بنشین ☆ دل ودین بردی وا ینک پی جان آمدہ ای ☆ بنشین تا بہ تو آنہم بسپارم بنشین (داعی انجدانی)۔

۴۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرے عشق کی بات شہرت اختیار کر چکی ہے اور یہ صرف آپ کے حسن کی تعریف وتوصیف کرنے کی برکت ہے گویا آپ کا یہ غلام ایاز اس سعادت سے محمود (بادشاہ) ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی غلامی غلامی نہیں بادشاہت ہے۔ محمود ہونے میں عاقبت محمود ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ بنازم بہ بزم محبت کہ آنجا ☆ گدائی بہ شاھی مقابل نشیند ☆ نازنینی چون ترا دلدادہ ای باید چو من ☆ عشق عالمسوز باید حسنِ عالمگیر را (پارسا تویسرکانی)۔ محمود بود عاقبتِ کار درین راہ ☆ گر سر برود در سر سودای ایازم (حافظ)۔

۵۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ درد وسوز عشق سے اندر ہی اندر گھلا جا رہا ہوں۔ کیا کروں؟ کس سے یہ حالت بیان کروں اور کون مداوا کرے گا؟ یہ درد عشق ہے جس کا کوئی علاج نہیں ۔ دل ناداں! تجھے ہوا کیا ہے؟ آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟ (غالب)۔ بوالعجب دردیست درد عشق جانان کاندرو ☆ دردم افزون میشود چندان کہ درمان میکنم (شیخ عطار نیشاپوری)۔ مریض عشق پر رحمت خدا کی ☆ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی (غالب)۔ درعدم ھم زعشق شوری ہست ☆ گل گریبان دریدہ می آید (سرخوش)۔ بعالم ہر کجا درد و غمی بود ☆ بہم کردند و عشقش نام کردند (عراقی)۔ ہر درد را علاج بود غیر درد عشق ☆ این درد بی دواست بدرمان نمی رسد (دہقان اصفہانی)۔ دردیست درد عشق کاندر علاج او ☆ ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود (حافظ)۔ بحریست بحر عشق کہ ھیچش کنارہ نیست ☆ آنجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظ)۔ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل ☆ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)۔

۶۔ مولانا جامیؒ کے تصور میں ان کا محبوب جن مختلف صورتوں میں لحہ بہ لحہ ان کے سامنے مجسم ہوتا رہتا ہے ان میں ایک محسوساتی صورت یہ بھی ہے کہ محبوب گھوڑے پر سوار ہو کر آ رہا ہے اور جامیؒ کے تصور میں یہ ایک ایسی صورت ہے کہ گویا محبوب کے اس طرح کے حسین وجمیل پیکر کو جامیؒ عقل ودین کو لوٹنے والا پیکر سمجھتا ہے۔ یعنی گھوڑے پر سوار ہو کر محبوب کا حسین پیکر اس قدر دلکش وجذاب ہے کہ مولانا جامیؒ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور محبوب سے تمنا کرتا ہے اس طرح سے گھوڑے پر سوار ہو کر میرے ہوش وحواس کو لوٹ کر لے جانے کی یہ ترکتازی چھوڑ دے۔ اس حسین انداز میں مجھ میں محبوب کو دیکھنے کی مجال کہاں؟ نہ عقل اپنے بس میں رہتی ہے نہ ہی

دین! ۔ خیمہ زد پادشہ عشق بہ خلوتگہ دل ☆ عقل بیچارہ چو درویش برون می آید (محیط قمی)۔ از شاہ عشق خسرو عقل انہزام یافت ☆ بگذاشت شہر واز سر منزل گذشت و رفت (دہقان اصفہانی)۔ عقل و دین و دل و جان بردی وہم صبر و قرار ☆ دیگر از خسرو بیدل چہ تمنا داری (امیر خسروؒ)۔ مرا گویند مشکلہای عشق از صبر بکشاید ☆ مرا صبری اگر بودی نگشتی کار من مشکل (اہلی شیرازی)۔

۷۔ مولانا جامیؒ نے ہجر و فراق کے قصے سنا کر محبوب کو دل تنگ کر دیا ہے اس لئے خود ہی اس قصہ دور و دراز کو مختصر کرنیکی خواہش کی ہے یعنی میں فراق یار میں غم و آلام اور شدت مصائب کی داستان سنا کر محبوب کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ان کی رنجیدگی میرے لئے ستم بالای ستم ہوگی۔ اس لئے خاموش رہوں گا۔

غزل (۱۴)

بام برآ و جلوہ دہ ماہ تمام خویش را.........

۱۔ چھت پر نکل آیئے اور اپنے ماہ کامل کا جلوہ دیجئے
اور اپنے گوشہ چھت کو مطلع آفتاب بنا دیجئے
۲۔ آپ کا غم عشق سب کو پہنچ رہا ہے میرا حصہ بھی مجھے عطا فرمائیں
اپنی رحمت عام کو دوسروں کے لئے خاص مت کیجئے
۳۔ غم کی حرارت سے میرا دل پک چکا اور میرا کام ابھی تک ناپختہ ہے
آپ کے سامنے میں اپنی پختگی و ناپختگی دونوں کو رکھنا چاہتا ہوں
۴۔ آپ کے دروازے کی غلامی کرتے کرتے میری ساری جوانی گذر گئی
خدا کیلئے اب تو اس اپنے بوڑھے غلام کی طرف توجہ فرمائیں
۵۔ آپکی خدمت میں سلام عرض کر رہاہوں اگرچہ کمتر درجے کی سمجھتا ہوں
اپنے سلام کو آپ کے جواب دینے کی قدر و شرف کے مقابلے میں
۶۔ اپنی ہستی کی متاع کو جلد ہی ملک عدم میں منتقل کر دیتا ہے
ہر وہ شخص جو آپ کے عشق کے ہاتھ میں اپنے اختیار کی باگ دیتا ہے
۷۔ اس ورق پر جس میں آپ کے کتوں کے نام لکھ دیئے ہیں
میں نے اپنا نام تمام ناموں کے سب سے نیچے لکھ دیا ہے

۸۔مجھ خستہ دل کو دوسرے محبوبوں سے محبت کرنے کا طعنہ مت دیجئے
کیوں آپ اپنی جال میں گرفتار ہوئے ہرن کو دوسرے کا شکار کہتے ہیں
۹۔تشنہ لب جامی جو آپ کے لعل لب کے عشق میں خاک ہو چکا
شراب پی کر اپنی پیالی میں سے اس پر ایک گھونٹ پھینک دیجئے

توضیحات غزل

ا۔ماہ تمام=پورا چاند۔بدر کامل۔محبوب کا چہرہ۔مطلع=طلوع ہونے کی جگہ۔(مشرق سورج کا مطلع یا جائے طلوع ہے)غزل یا قصیدہ وغیرہ کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو۔محبوب سے جلوہ افروز ہونیکی التجا ہے اور اُن کے چھت پر آ کر نہ صرف چھت کی جگہ مطلع آفتاب بن جائے گی بلکہ آفتاب کے نور سے سارا عالم روشن ہو جائے گا۔ای فروغ ماہ حسن از روی رخشان شما☆ آبروی خوبی از چاہ زنخدان شما (حافظ)۔گفتمش خورشید سرزد ماہ من بیدار شو☆ گفت تا من برنخیزم کی برآید آفتاب☆ زمانہ دفتر اوصاف حسن یوسف را☆ زشرم روی تو بردو بہ چاہ کنعان ریخت (شعیب جوشقانی)۔بہ تماشا گہ خورشید جمالت امروز☆ آفتاب آمدہ واز ھمہ کس گرم تر است (شوکتی اصفہانی)۔خورشید رافشردہ بصد دست روزگار☆ تا گلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی جرفادقانی)۔ خرمن حسن ترا روزی کہ میکردند جمع☆ آفتاب از دامن یک خوشہ چین افتادہ بود (آقا مجتہد اصفہانی)۔باپرتو جمال تو حاجت بہ شمع نیست☆ بانور آفتاب چہ تاب آورد چراغ (ذوقی اصفہانی)۔حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے☆ اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے (غالب)۔

۲۔اس میں وہی رقابت کا بیان ہے اور رشک کا ذکر جو ایک عاشق دوسرے رقیبوں سے رکھتا ہے۔جامی فرماتے ہیں کہ محبوب! آپ کا غم کھانا اور آپ کے عشق کے اندوہ میں مستغرق رہنا میرا کام ہے اور صرف میرا حق۔ بھلا دوسروں کا اس سے کیا واسطہ۔آپ کا غم کھانا رحمت ہے میں نہیں چاہتا کہ یہ رحمت دوسروں کیلئے بھی خاص رہے۔چرا چون شمع سرتاپا نہ سوزم ز آتش غیرت☆ کہ من پروانہ او باشم واو شمع محفلہا (وصال شیرازی)۔بفرداداہ امشب وعدہ وخون میخورم از غم☆ کہ آید از کجا فرداو باشد در کجا امشب (صہباتی)۔نمی دہم بہ نگہ رخصت نظارۂ یار☆ درین زمانہ بہ چشم خود اعتباری نیست (طبعی قزوینی)۔سراغ یار می پرسم بہر کس میرسم اما☆ بخود آہستہ می گویم خدایا بے خبر باشد (وحید قزوینی)۔فرستادم بکویش قاصد و بی طالعی بنگر☆ کہ خود با یار خود بیگانہ ای را آشنا کردم (آشفتہ ایروانی)۔زدل رشک آیدم چون بگذر رد در دل خیال تو☆ چسان بینم کہ افتد چشم غیری بر جمال تو (امیر قاسم)

۳۔تف = حرارت۔گرمی۔بخار۔روشنی۔بدبو۔پرتو۔عرضہ کردن = ظاہر کرنا۔عرض کرنا۔پیش کرنا۔دکھانا۔ فرماتے ہیں کہ دل حرارت عشق سے پک گیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں خام ہوں۔اب یہ دونوں چیزیں یعنی عشق کی سوزش میں دل کی پختگی اور مقصد و مراد میں نارسائی کی خامی دونوں محبوب کے سامنے ہیں۔چاہے تو محبوب ٹھکرادے چاہے شرف قبولیت بخش کر مجھے کامیاب کردے۔ گفتم این درد عشق پنہان را☆ بہ تو گویم کہ ہم تو درمانی☆ باز گفتم چہ حاجت است ای دل☆ کہ تو خود در دلی و میدانی (سعدی)۔تنم ز ہجر تو چشم از جہان فرو میدوخت☆ امید دولت وصل تو داد جانم باز (حافظ)۔ز دوری تو نمردم ز سخت جانی نیست☆ مرا امید وصال تو زندہ می دارد☆ مارا بجز تو درہمہ عالم عزیز نیست☆ گر رد کنی بضاعت مزجاۃ و رقبول (سعیدی)۔سرارادت ما وآستان حضرت دوست☆ کہ ہرچہ بر سر ماہی رود ارادت اوست (حافظ)۔جز آستان تو ام در جہان پناہی نیست☆ سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست (حافظ)۔

۴۔فرماتے ہیں میری ساری عمر جوانی سمیت آپ کے عشق میں گذر گئی اور اب اسی وفا شعاری میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔بس صرف آپ کی توجہ کی تمنا ہے۔ گفتی کہ رفتہ رفتہ چو عمر آیمت بسر☆ عمرم ز دیر آمدنت رفتہ رفتہ رفت (محتشم کاشی)۔ای خواجہ جفا و جور تا کی؟ آخر ہمہ کس غلام دارد (نیاز اصفہانی)۔تغافل تا بکی؟ حرفی نگاہی گوشہ چشمی☆ جفا قدری ستم حدی و جور اندازہ ای دارد (مجذوب تبریزی)۔ابرام در شکستن من لہ نقدر چرا؟ آخر نہ من ببال تو پرواز میکنم؟ (صائب)۔ہر کہ آمد غم کم عمری گل خورد بباغ☆ ہیچکس رحم بمر غان گرفتار نہ کرد (حالتی ترکمان)۔نایدز من گناہی و شرمندہ ام کہ تو☆ آہنگ جنگ داری و ہیچت بہانہ نیست (خضری قزوینی)۔ ہرگزم نقش تو از لوح دل و جان نرود☆ ہرگز از یاد من آن سرو خرامان نرود (حافظ)۔آنچنان مہر توام در دل و جان جای گرفت☆ کہ اگر سر برود مہر تو از جان نرود (حافظ)۔

۵۔فرماتے ہیں اگر چہ آپ سے جواب سلام سننا میری ناقدری اور نالایقی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا لیکن بہر حال آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا میرے لئے مایہ شرف ہے۔

۶۔مطلب یہ ہے جس نے محبوب کے عشق میں خود کو گرفتار رکھا وہ موت سے ہی اس گرفتاری و اسیری سے رہائی پائیگا۔عشق اور موت لازم و ملزوم ہیں۔ قدم دشت محبت میں نہ رکھ میر☆ کہ سر جاتا ہے گام اولین پر (میر تقی میر)۔ ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن☆ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک☆ غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج☆ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک (غالب)۔با مہر رخت زادن و با عشق تو مردن☆ تقدیر من این بود ز آغاز دگر ہیچ (جامی)۔عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نرود☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدیؒ)۔

۷۔مولانا جامیؒ محبوب کے کوچے میں اپنے آپ کو کمترین کتوں میں شمار کرتے ہیں۔گویا غلامیِ معشوق میں عاجزی کے انتہائی درجے کا اظہار کیا ہے۔

۸۔فرماتے ہیں کہ آپ مجھے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ میں دوسرے محبوبوں سے محبت کرتا ہوں۔اس طرح سے آپ مجھ خستہ دل کو خستہ تر بناتے ہیں بھلا میں جو ازل سے ابد تک آپ کے عشق میں اسیر و مبتلا ہوں آپ کے دام عشق سے کیسے رہائی پا سکتا ہوں۔میں وہ آہو ہوں جو بس آپ کا شکار ہو چکا ہے اور صرف آپ ہی کی اسیریِ دام پر قانع ہوں۔ھمہ از دائرہ عشق تو بیرون رفتند☆ دل ما بود کہ چون نقطۂ پا بر جا بود (سنائی)۔پیراہنی ز تارِ وفا دوختہ بودم☆ چون تاب جفای تو نیاورد کفن شد (صائب)۔بجای طعنہ اگر تیغ میزند دشمن☆ ز دوست بر نداریم دست ہر چہ باداباد (حافظ)۔مرا عہدیست باجانان کہ تا جان در بدن دارم☆ ہواداران کویش را چو جانِ خویشتن دارم (حافظ)۔اگر صد بار سوزی باز بر گرد سرت گردم☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بر دست و پا افتم (نظیری)۔در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و ما را دوست بس (اوحدی مراغہ ای)۔

۹۔قدیم زمانے میں دستور تھا کہ شراب پینے سے پہلے ایک گھونٹ بھر شراب زمین پر ڈال دیتے تھے تاکہ خشک زمین کو جس کے انگور سے شراب وجود میں آئی ہے اپنا حصہ دے دیا جائے۔دوسری تعبیر اس کی یہ کی گئی ہے کہ سخی لوگ اپنی عزیز متاع کو دوسرے ایسے لوگوں کو جو ضرورت مند ہوں دے دیتے ہیں۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کے سرخ ہونٹوں سے شراب لعل ٹپک رہی ہے۔میں عشق محبوب میں خاک ہو چکا ہوں اس لئے اگر اپنے ہونٹوں کی شراب سے قطرہ بھر مجھ خاک شدہ پر ڈال دے تو میں پھر سے زندہ ہو جاؤں گا۔مطلب یہ کہ محبوب کے لعل لب میرے لئے پیام زندگی ہیں۔ آنروز کہ تقسیم شود چشمہ کوثر☆ من لعلِ تو نوشم کہ مراد دلم این است (بانوارقع)۔لبت را آب حیوان گفتم اما☆ چہ جای آب کآن ما معین است (حافظ)۔

غزل (۱۵)

ترا ای نازنین ہر سو ز دلہا صد سپہ بادا!..........

۱۔اے نازنین ! ہر طرف سے دل ہی دل تمہارے محافظ سپاہ ہوں اور جہاں جہاں سے آپکا گذر ہو سینکڑوں جان پاک آپکی خاک راہ بن جائیں

۲۔مجھے ڈر ہے کہیں آپ کا جسم مجروح نہ ہو جائے ورنہ میں یہ کہتا کہ ہر رات میری آنکھوں کے اندر آپ کی خوابگاہ ہو

۳۔آپ کا عشق ہمیں عقل کے احکام بجا لانے سے آزاد کر دیتا ہے
ہمیشہ بس آپ کا عشق میرے دل کی سلطنت کا بادشاہ بن کے رہے
۴۔آپ نے مجھے سیاہ رو کہہ کر پکارا اور یہی میری سرخروئی کا موجب بن گیا
اگر بال برابر بھی غلط کہتا ہوں تو میرا چہرہ سیاہ ہو
۵۔دوسروں کے طفیل ممکن ہے کہ آپکی تلوار کی لذت پاؤں
لیکن ہمیشہ مجھ ہی بیگناہ کا خون بہانا آپ کی عادت بن جائے
۶۔کلاہ کو ٹیڑھی رکھ کے گھوڑا دوڑا رہے ہو اور لوگ دعا کر رہے ہیں
خداوند کریم اس کجکلاہ گھوڑ سوار کی ہمیشہ حفاظت کرے
۷۔جامی کا دل جو آپ جیسے بت کی محبت میں بتخانہ بن گیا ہے
اس میں نہ مسجد کا غم ہو اور نہ ہی خانقاہ کی خواہش

توضیحات غزل

ا۔نازنین=ناز والا۔ناز کرنے والا۔لطیف و نازک (معشوق کی صفت) گرامی۔عزیز۔ناز نعمت میں پلا ہوا۔ نفیس۔ارزشمند۔گران بہا۔نازک اندام محبوب۔لطیف بدن والا۔دل ربا۔خوبصورت۔لاڈلا۔ مولانا جامی محبوب سے بے انتہا عشق رکھتے ہیں اور انہیں پاکیزہ ترین وجود جانتے ہیں۔اس لئے پاک وجود کے اردگرد پاک متاع ہی کے ہونے کے خواہش مند ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے محبوب پاک کے اردگرد صرف عاشقان پاک کے پاک دل ہوں اور وہی سپاہیوں کی طرح میرے اس سلطنت عشق کے سلطان کی محافظت پر رہیں ،اور اس محبوب سلطان کا جہاں جہاں سے گذر ہو عاشقوں کی پاک روحیں آ آ کر آپ کی راہوں میں گرد و خاک بن جائیں۔ غوطہ دراشک زدم کاہل طریقت گویند☆ پاک شو اول و پس دیدہ برآن پاک انداز (حافظ)۔شمس فقیر کشمیری نے بھی کہا ہے ۔ پاک باش لائق دیدار باش۔
۲۔محبوب اس قدر نازک بدن ہے کہ میری آنکھوں میں آرام کرنے سے بھی ان کا نازک بدن داغ دار ہو جائے گا ۔ رسیدہ است بجائی لطافت بدنش☆ کہ از نسیم بود داغدار پیرہنش (صائب)۔شمع گر باتو کند دعوی نازک بدنی☆ کشتنی سوختنی باشد و گردن زدنی (فطرت)۔
۳۔مطلب یہ ہے کہ عشق عاشق کو عقل سے بے نیاز کر دیتا ہے اور اسے دیوانگی و جنون تک لے جاتا ہے اور

عاشق کے دل پر صرف اسی کی حکمرانی ہو جاتی ہے اور اس قلمرو میں عقل کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ فقط عشق محبوب عاشق کے دل و دماغ کا پادشاہ مطلق بن جاتا ہے اور جہاں چاہے اسے لے جاتا ہے ۔ رشتہ ای در گردنم افکندہ دوست ☆ می کشد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست (مولانا رومؒ)۔ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل۔ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)۔ از شاہ عشق خسرو عقل انہزام یافت ☆ بگذاشت شہر واز سر منزل گذشت و رفت (دہقان اصفہانی)۔ خیمہ زد پادشہ عشق بہ خلوتگہ دل ☆ عقل بیچارہ چو درویش برون میآید (محیط قمی)۔ عشق چون جا کرد در دل عقل زد کوس رحیل ☆ خصم رفت و عرصہ جولان گاہ سلطان است و بس (نصرت گیلانی)۔ حدیث عقل در ایام پادشاہی عشق ☆ چنین شدہ است کہ فرمان حاکم معزول (سعدیؒ)۔

۴۔ پہلے مصرعہ میں سیہ رو سے مطلب ہے گنہ کار اور دوسرے میں سیاہ روئی یعنی رسوائی یا منہ کالا ہو جانا۔ عاشق عارف کی سب سے بڑی کامیابی (سرخروئی) یہی ہے کہ محبوب اسے گنہکار کہہ کر خطاب کرتا ہے اور اس طرح سے گویا مغفرت وعفو کی امید بندھ جاتی ہے۔ مولانا جامی اس خطاب کو اپنے لئے سرخروئی کا وسیلہ جانتے ہیں کہ اسی کو وسیلۂ نجات سمجھ کر محبوب سے بخشش وعفو گناہ طلب کریں گے۔

۵۔ مولانا جامیؒ ایک عاشق صادق حقیقی کی طرح محبوب کے ہاتھوں ہی عشق محبوب میں قربان ہو جانے کے خواہش مند ہیں۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کی تلوار کی لذت کو میں رقیبوں کے توسط سے محسوس کرتا ہوں لیکن اس لذت کی انتہا میں تب ہی پاؤں گا جب محبوب خود اپنے ہاتھوں سے مجھے قتل کرتے رہنے کی عادت ڈالے۔ رقیبوں سے محبوب کا قرب مجھے تلوار کی لذت سے تو ہمکنار کر دیتا ہے لیکن تلوار خود محبوب کے ہاتھ سے مجھ جیسے عاشق جان باز کے خون بہانے کیلئے ہی مصرف میں لائی جائے یہی میری آرزو ہے اور میری تمنا! ۔ در کفش خنجر بقصد سر خوش است ☆ این سر اندر زیر آن خنجر خوش است (آبق بختیار)۔ عشرت قتل گہ اہل تمنامت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب)۔ صد دوست بیش کشتہ نہ من نیز دوستم ☆ آخر چہ شد کہ این کرم از من دریغ داشت (امیر خسروؒ)۔ اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ ☆ اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا؟ (غالب)۔ روز محشر چو پرسند کہ خون تو کہ ریخت ☆ آہ حسرت کشم وسوی تو نظارہ کنم۔

۶۔ محبوب کے حسن کی ایک ادا یعنی کجکلاہی کی توصیف کی ہے جو خود عاشقوں کیلئے ایک وسیلہ جاذبیت ہے اور اس ادا میں اسے چشم زخم سے محفوظ رہنے کی تمنا کرتے ہیں ۔ چشم بد دور از چنان روئی ☆ کہ از و چشم دور نتوان کرد (خسروؒ)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کی محبت اس قدر شدت کے ساتھ دل میں نقش پذیر ہے کہ بس اب یہی دل مسجد بھی

ہے اور خانقاہ بھی۔ باہر کی مسجد یا خانقاہ میں اب میں عبادت کے لئے نہیں جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی محبت نے دل کو عبادت گاہ بنا دیا ہے اور اب مسجد و خانقاہ سے بے نیازی حاصل ہو گئی ہے ۔ من از طبیب و پرستار ہر دو آزادم ☆ دوای درد من این درد بی دوای من است (وصال شیرازی)۔ آنچنان مہر توام در دل و جان جا بگرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نرود (حافظ)۔ نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار ☆ چہ کنم حرف دگر یاد نہ داد استادم (حافظ)۔ منم و دلی بہ عالم بہ تو می سپارم اورا ☆ کہ بجز تو کس ندارم کہ بدو گذارم اورا (مشہور اصفہانی)۔

غزل(۱۷)

روحی فداک ای صنم ابطحی لقب..........

۱۔ میری روح آپ پر فدا ہو اے ابطحی لقب محبوب!
اے مملکت ترک کے غوغا! ملک عجم کیلئے موجب شورش اور عرب کے لئے موجب فتنہ!
۲۔ کوئی بھی ایسا شخص دنیا میں نہیں جو آپ کے حسن و جمال سے حیرت زدہ نہیں
اے کمال حسن میں ہر عجیب سے عجیب تر!
۳۔ ہر وہ شخص جس نے آپ کے جام وصل سے گھونٹ نہیں پیا
اس بزم سے تشنہ جگر اور خشک لب ہو کر رخصت ہوا
۴۔ جب تک آپکی زلف کی رات رہے گی اور آپکا چہرہ آفتابِ چاشت
تب تک رات اور دن واللیل و والضحیٰ میرا ورد رہیگا
۵۔ اپنے ہونٹوں سے ہماری مراد بخش دے کیونکہ خستہ دل عاشقوں کے
جگر میں اس میوۂ شاداب کی وجہ سے سینکڑوں کانٹے چبھ رہے ہیں
۶۔ آپ کی راہ میں سر کے بل چلنا ادب کا تقاضا نہیں
ہم عاشق ہیں اور مست لوگ، ہم سے ادب نہیں ہوتا
۷۔ میرا دل آپکے غم عشق کی منزل اور میرا سر آپکے قدموں کی دھول بن جائے
کیونکہ وہ میرے لئے باعث شرف ہے اور یہ موجب مسرت
۸۔ آپ نے پوچھا ہے کہ مجھے ڈھونڈنے سے آخر جامی کا مقصد کیا ہے
اس کا مقصد یہی ہے کہ اس تلاش میں وہ اپنی جان دینا چاہتا ہے۔

توضیحات

ا۔ابطحی = بطحاء کا[بطحاء= مکہ معظمہ۔وادی مکہ۔پتھریلا نالہ۔وسیع اور کشادہ نالہ۔ہامون۔وسیع اور کھلی زمین جو سیلاب کی گذرگاہ ہو اور جس میں بیشمار سنگریزے ہوں]۔آشوب = شوروغوغا۔شوروشر۔فتنہ۔گھبراہٹ۔دکھ۔بیماری۔موجب فساد۔مایۂ فتنہ۔ھیاھو۔تباہی۔خلا۔انقلاب۔شورش۔ازدحام۔ترک = دلیر۔شجاع۔سخت۔بہادر۔دلاور۔ترک بن یافت کی اولاد جو ترکستان میں بستی ہے۔ترکوں کی قوم۔سپاہی۔معشوق۔غلام۔ترک کا نام ایک بدوی قوم کی حیثیت میں پہلی بار چھٹی صدی عیسوی میں نظر آتا ہے۔اسی صدی میں ترکوں نے ایک بدوی حکومت کی بنیاد ڈالی جو منگولیا سے اور چین کی شمالی سرحد سے بحر اسود تک تھی ۔موجودہ ترکی ملک جو سابقاً عثمانی مملکت کہلاتا تھا ایشیای کوچک اور جزیرہ بلقان میں ایک ملک ہے جو شمال میں روس' بحر اسود' بلغاریہ اور مغرب سے یونان اور جنوب سے بحر روم' شام اور عراق اور مشرق سے ایران اور روسی قفقاز کی حدود تک ہے۔یہ سات لاکھ باسٹھ ہزار سات سو چھتیس مربع کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور اس کی آبادی دو کروڑ سے زائد ہے۔انقرہ اس کا دارالخلافہ ہے اور اس کے مشہور شہر استنبول (قدیم قسطنطنیہ) ازمیر' ادرنہ' بروسہ اور قونیہ ہیں۔عجم = غیر عرب خاص کر ایران یا ایرانی۔انگور کا دانہ۔بیج۔گٹھلی۔شور = اضطراب ۔ھیجان۔غوغا۔فساد۔فتنہ۔آشوب ۔فتنہ = آشوب۔عبرت۔جنگ۔آزمانا یا آزمائش۔آزمایش کے لئے سونا یا چاندی کو آگ میں ڈالنا۔گمراہ کرنا۔رائے و تدبیر میں لوگوں کا اختلاف ۔گناہ۔عذاب ۔محنت ۔فریفتہ۔عاشق۔وہ معشوق جو فتنہ و فساد کا موجب بنے۔درخت عطر۔درخت عنبر۔عرب = موجودہ ملک سعودی عرب (المملکتہ العربیتہ السعودیہ) ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور یہ مشرق میں بحرہ عمان اور خلیج فارس' جنوب میں خلیج عدن اور مغرب میں بحیرہ احمر اور شمال میں عراق' فلسطین اور اردن کی حدود تک ہے اس کا فاصلہ بتیس لاکھ مربع کلو میٹر ہے۔یہاں کی آب و ہوا خشک ہے۔اس کا دارالخلافہ ریاض ہے اور پٹرول اس ملک کی ایک جدید تر نعمت الٰہی ہے جس کی دولت سے یہ ملک امیر ترین ملکوں میں سے ہو گیا ہے۔تازہ ہی سونے اور چاندی اور لوہے کی کانیں بھی دریافت ہوئی ہیں۔گندم اور جو اور میوے یہاں کی پیداوار ہیں۔چمڑے اور اون کی بھی بہتات ہے۔اس ملک کے اہم شہر مکہ اور مدینہ ہیں جو مسلمانان عالم کا قبلہ اور زیارت گاہ ہیں۔طرز حکومت پادشاہی ہے اور موجودہ پادشاہ سلطان فہد ہیں۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کے حسن و جمال کی شہرت نے ترک و عجم اور عرب میں ایک غوغا برپا کر دیا ہے اور اس طرح سے خوبان جہان کو پسپا کر کے اپنا سکہ جما دیا ہے۔خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ☆

شیوہ، شکل وشمائل حرکات وسکنات ☆ آنچہ خوبان ھمہ دارند تو تنہا داری (خسروؒ)۔ خرمن حسن ترا روزی کہ میکردند جمع ☆ آفتاب از دامن یک خوشہ چین افتادہ بود (مجتہد اصفہانی)۔ امروز یقین شد کہ تو محبوب خدائی ☆ کز عالم غیب این ھمہ دل با تو روان کرد (سعدیؒ)۔ پیش خورشید رخت خواست چراغ افروزد ☆ شمع را تیغ سحر آمد و گردن زد و رفت (یغمای جندقی)۔ فتنہ در عہد تو ای فتنہ دوران برخاست ☆ تا ز خود فتنہ تری دید کہ برخاستہ است (سرخوش تفرشی)۔ تو ہم در آئینہ حیران حسن خویشتنی ☆ زمانہ ایست کہ ہر کس بخود گرفتار است (آصفی کرمانی)۔ ماہ من ہر جا خرامد از شکوہ فر حسن ☆ نیکوان شہر را جز و تماشائی کند (ابوالحسن جلوہ)۔ جمع خوبان ھمہ چون کوکب، خورشید توئی ☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔

۲۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کا حسن عجب سے عجب تر اور دنیا میں نادر اور روزگار میں یکتا ہے۔ کمال حسن میں اگر کوئی چیز عجیب ہے اور نادر الوجود تو اس سے عجیب تر اور نادر الوجود تر میرے محبوب کا حسن و جمال ہے جسے دیکھ کر سب گواہی دیتے ہیں کہ۔ گل خورشید را در عہد رویت ☆ برای طاق نسیان آفریدند (صائب)۔ بر سر خاک شہیدان اگر افتد گذرت ☆ کشتہ و مردہ ھمہ از قدمت زندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔ گشتیم جہان را کہ ندیدیم و نہ دیدیم ☆ ھمچون تو کسی زیبا در شکل و در شمائل (حافظؒ)۔ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام ☆ بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیز دیگری (خسروؒ)۔ رخ بہ پیران و جوانان بنما تا گسلند ☆ پدران از پسران و پسران از پدران (دامی اصفہانی)۔ از حسرت جمال تو ہنگام عرض حسن ☆ افتد ز دست یوسف پیغمبر آئینہ (نالی تکلو)۔ بزیور ہا بیارایند وقتی خوبرویان را ☆ تو سیمین تن چنان خوبی کہ زیور ہا بیارائی (سعدیؒ)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے دیدار سے ہر کوئی فیض یاب نہ ہو سکا۔ کتنے ہی چاہنے والے اس بزم سے تشنہ لب اور تشنہ جگر ہو کر اٹھ کے چلے گئے اور یہ محض آپ کی بے نیازی تھی۔ زدی بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جواب چیست فردای قیامت دادخواہان را (عارف شیرازی)۔ چندین ہزار شیشہ دل را بہ سنگ زد ☆ افسانہ است این کہ دل یار نازک است (صائب)۔ از بزم تا ز آمدن من برون رود ☆ برخاست گرم و دادن جا را بہانہ ساخت (میلی ترک)۔ کرنے گئے تھے ان سے تغافل کا ہم گلہ ☆ کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے (غالب)۔ گفتم چگونہ می کشی و زندہ می کنی ☆ از یک نگاہ کشت و جواب دگر نداد (خسروؒ)۔ بصد کرشمہ و نازم شکار خود کردی ☆ کنون کنارہ گرفتی چو کار خود کردی ☆ آخر ای پیمان شکن یاران بیاران این کنند؟ دوستان بی موجبی با دوستداران این کنند؟ (محتشم کاشی)

۴۔ محبوب کی زلفیں رات کی مانند گھنی اور سیاہ ہیں اور محبوب کا چہرہ صبح کا مکمل آفتاب اور واللیل اور والضحیٰ کے

حقیقی معنی یہی ہیں۔ جب تک رات آتی رہے گی اور مشرق سے صبح کا سورج نمودار ہوتا رہے گا' واللیل اور والضحیٰ میرا اور دزبان رہیگا۔ گھنی سیاہ زلفوں کی خوبصورتی اور جاذبیت کو گھنی سیاہ رات سے بڑھ کر اور کسی چیز سے مانند نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قدرت کی ہر تخلیق جاذب نظر اور حسن سے معمور ہے اس لئے محبوب کی سیاہ اور حسین گھنی زلفوں کو اگر قدرت کی کسی حسین ترین تخلیق سے مشابہ کیا جاسکتا ہے تو وہ ہے رات اور اسی طرح چہرہ یار کی خوبی اس کی تنویر اور پر وقار عظمت و جلال کو اگر کسی فطری پر جمال تخلیق سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے تو وہ ہے آفتاب جو اپنے حسن و جمال اور عظمت و کمال میں یکتا ہے اور رخ محبوب بھی آفتاب کی ہی مانند ہے چنانچہ عارفوں نے واللیل اور والضحیٰ کی عارفانہ تفسیر کے زمرے میں بیان کیا ہے کہ واللیل کی جو قسم اللہ نے کھائی ہے وہ دراصل اس نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد عربی احمد مجتبیٰ کے گیسوی مبارک کی کھائی ہے اور والضحیٰ کی جو قسم اللہ نے کھائی ہے وہ حضرت رسول اکرمؐ کے روی مبارک کی ہی کھائی ہے گویا واللیل اور والضحیٰ سے بالترتیب مراد ہے گیسوی رسول اور چہرہ رسولؐ! مولانا جامیؒ کے ذہن میں یہی معنی تھے اور اسی لئے انہوں نے کہا ہے کہ واللیل والضحیٰ کا میں اکثر ورد کرتا رہتا ہوں ۔ زلفت شب سیاہ و رخت روز روشن است ☆ القصہ روی و زلف تو روز و شب من است (حاضری سمنانی)۔ امروز در اقلیم سفیدی و سیاہی ☆ از روز من و زلف تو آشفتہ تری نیست (یغمای جندقی)۔ باز بر رخ زلف مشکین را پریشان کردہ ای ☆ روز و شب را خوش بہم دست و گریبان کردہ ای (عرفی)۔ آشفتہ زلف را چو بر خسار می کنی ☆ روز مرا سیاہ چو شب تار میکنی (وصال شیرازی)۔ ارحسرت جمال تو بر چشم عاشقان ☆ چندان نظر نماند کہ بر دیگری کنند (اوحدی مراغہ ای)۔ خورشید را فشردہ بصد دست روزگار ☆ تا گلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی مجر فادقانی)۔ بصورتی کہ توئی کمتر آفریدہ خدا ☆ ترا کشیدہ و دست از قلم کشیدہ خدا (سلیم)۔ محتاج وصف نیست جمال منورش ☆ بر جملہ این حدیث چو خورشید روشن است (مظہر تبریزی)۔ خورشید اگر گم شود از صفحہ گیتی ☆ من دست تو گیرم بلب بام بر آرم (عاشق اصفہانی)۔

۵۔ محبوب کے ہونٹ شاداب ہیں مولانا جامیؒ ان شاداب ہونٹوں سے' جن کی خوبصورتی اور جاذبیت نے عاشقوں کے دلوں کو بے قرار و مضطرب کر دیا ہے' محبوب کی طرف سے کوئی خطاب اور کوئی بات سننے کی خواہش رکھتے ہیں تاکہ پژمردہ دلوں کی شادابی و تر و تازگی لوٹ آئے ۔ چشم مست و لعل میگون راز کاتی لازم است ☆ از خمار آلودگان گاہی خبر باید گرفت (صائب)۔ چشمہ حیوان کجا لعل لب جانان کجا ☆ ہر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا (حیدر طہماسپی)۔ آن روز کہ تقسیم شود چشمہ کوثر ☆ من لعل تو نوشم کہ مراد دلم این است (بانو مہر ارفع جہانبانی)۔ غنچہ آہستہ ز لعل لب جانان دم زد ☆ تند شد باد صبا بر دہنش محکم زد (سید باقر سمنانی)۔ نہ از ناز است اگر کم حرف

انما داست لبہالیش ☆ قلم چون تنگ شق افتد رقم زود بر میریزد (صائب)۔ لب شرینت ار فرہاد دیدی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاچار)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ حریم محبوب اس قدر مقدس ہے کہ سر کے بل چلنا بھی وہاں بے ادبی ہے۔ عاشق مست رہتا ہے عشق محبوب میں، اور اسے اپنی حرکات وسکنات کا کوئی شعور ہوتا ہے نہ ہوش اس لئے وہ ادب کے لوازمات سے بھی بے خبر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سر کے بل محبوب کی راہ میں چل کر جانا عاشق دیوانہ کی نظر میں بے ادبی ہے۔

۷۔ فرماتے ہیں میرے لئے خوشی کا موجب اور شرف وعظمت کا وسیلہ بس یہی ہے کہ میرے دل میں فقط میرے محبوب کا غم عشق پایدار رہے اور میرا سر ان کے قدموں کی خاک بن جائے۔ مولانا جامیؒ کی آرزو اور تمنا ہے کہ دل صرف عشق محبوب میں دردمند رہے اور سر انکے قدموں کی دھول۔ گویا فنای عشق محبوب کا اظہار کیا ہے۔ مرغ روحِ خود از آن در قفس تن دارم ☆ کہ بگردِ تو بگردانم و آزاد کنم (دردی سمرقندی)۔ عالمی خواہم از ین عالم بدر ☆ تا بکام دل کنم خاکی بسر (شیخ بہائی)۔ آن کہ دائم ہوس سوختن ما می کرد ☆ کاش می آمد واز دور تماشا میکرد (طاہر نائینی) ☆ بہ جرم عشق تو ام می کشند وغوغائی است ☆ تو نیز برلب بام آ کہ خوش تماشائی است (رحیمی بہارلو)۔ بی حجابانہ در آ از درکاشانہ ما ☆ کہ کسی نیست بجز دردتو درخانہ ما (شاطر عباس صبوحی)۔ برسر ما گذری کن زعنایت روزی ☆ تا بدانند ھمہ خاک کف پای تو ایم (ذوقی اصفہانی)۔ آمدی رفت زخود دل، بکنارم بنشین ☆ بنشین تا بخود آید دل زارم، بنشین ☆ دل ودین بردی واینک پی جان آمدہ ای ☆ بنشین تا بہ تو آن ہم بسپارم بنشین (داغی انجدانی)۔

۸۔ فرماتے ہیں کہ میری انتہائی آرزو اور میری خواہش وتمنی کا پایان بس یہی ہے کہ محبوب پر اپنی جان قربان کردوں اس سے آگے میری اور کوئی چاہت نہیں ۔ پرتوخور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)۔ گفتی بہ تو گر بگذرم از شوق بمیری ☆ قربان سرت، بگذر و بگذار بمیرم (صباحی بیگدلی)۔ ہستند کشتنی آغاز زمن کن ☆ ترسم کہ بتنگ آئی ومن زندہ بمانم (رشکی ھمدانی)۔ ہرکسی را سر چیزی وتمنای کسی است ☆ ما بغیر تو نداریم تمنای دگر (سعدیؒ)۔ بر ما نظری کن زعنایت کہ در آفاق ☆ غیر از تو مرا چشم عنایت زکسی نیست (عبرت نائینی)۔ بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ☆ آنجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظ)۔ نالیدن بلبل زنو آموزی عشق است ☆ ہرگز نشنیدیم ز پروانہ صدائی (حزین لاھیجانی)۔ دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ را ببینی وجان را فدا کنی (فروغی بسطامی)۔ عاشق آن است کہ ہرگز نخورد آب خوشی ☆ تا بمیرد بفراغت نکند خواب خوشی (لسانی شیرازی)۔ تو عاشقان مسلم ندیدہ ای سعدیؒ ☆ کہ تیغ بر سر وسر بندہ وار در چشند (سعدیؒ)۔

غزل(۱۸)

بدا برق بطحاء والدمع ساکب.........

۱۔بطحاء سے بجلی چمکی اور میرے آنسو رواں ہوئے
آفرین ہے میرے زور آور عشق اور غالب آنے والے شوق پر!
۲۔کیا کہنے اس برق درخشاں۔ کے جو محبوب کے کوچے سے
یوں چمکتی ہے جیسے آسمان پر روشن ستارہ!
۳۔وہ ایسا محبوب ہے کہ جنت کی حوریں ڈھوتی ہیں
اس کی منزل کی دھول کو، اپنی خوشبودار زلفوں سے
۴۔اس کے عشق میں میرا دل جل چکا اگرچہ ہمیشہ ہی
اس کے چہرے کی صورت میری جان کی ہم نشین ہے
۵۔اس مسرت افزا منزل اور اس دلکش مقام سے
جہاں سے کہ ایک لحظ کے لئے بھی میرا خستہ دل غائب نہیں رہتا
۶۔محض رضای خدا کے لئے اگر ہو سکے
اب اس سے زیادہ اونٹوں کے لگام کو اور مت روکے رکھو
۷۔اللہ کا سلام ہو جو احسانات کا مالک ہے
اللہ کا سلام ہو جو انعامات کا عطا کرنے والا ہے
۸۔اس روضہ شریف پر جہاں محبوب قیام پذیر ہے
اونچے مرتبوں والا محبوب، اونچے درجوں والا محبوب!
۹۔وہ ملیح محبوب۔ جس کی بزم میں جمع ہیں
طرح طرح کے مقاصد اور قسم قسم کے حاجات
۱۰۔وہ فصیح محبوب۔ جس کے دُرج لعل میں درج ہیں
نادر رموز اور عجیب و غریب نکتے

۱۱۔جامی اس کے درد و غم کی برکت سے
مقاصد کی خواہش اور مطالب کی تحصیل سے آزاد ہوگیا

توضیحات غزل

ا۔زہی=تحسین کا کلمہ ہے یعنی شاباش۔آفرین ۔ احسنت۔افسوس کا کلمہ بھی ہے یعنی آہ۔افسوس۔ دریغا۔حاملہ رہنے کیلئے آمادہ حیوان۔وہ حیوان جو جماع اور حاملہ رہنے کی آمادگی اور استعداد رکھتا ہو۔زہ دار آلہ موسیقی۔ ذات الاوتار۔مستولی=وہ جو کسی چیز پر مکمل تسلط پائے۔غلبہ پانے والا یا کرنے والا۔غالب۔چھا جانے والا۔ اعتدال کی حد میں ہونے والے الفاظ جو عوام کی رکیک زبان سے دور ہوں اور تکلف میں اس حد تک نہ ہوں کہ انہیں خواص کی زبان سمجھا جائے۔فرماتے ہیں بطحاء (مکہ معظمہ) سے بجلی چمکی یعنی محبوب خدا رسول اللہؐ کا بدر کمال روشن ہوا اور ان کے عشق میں میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔گویا جوں ہی محمد عربیؐ کے چاند جیسے روئے انورؐ کا خیال دل میں چمکا آنکھوں سے فرط محبت میں جوئے اشک جاری ہوئی۔آفرین ہے اس عشق رسولؐ پر جس نے مجھ پر غلبہ کیا ہے اور رسول کریمؐ کی اس محبت پر جو میرے وجود پر چھا گیا ہے۔صفت روی تو والشمس ز قرآن خوانم ☆ مدحت موی تو واللیل ز قرآن دانم ☆ جلوہ گر شو کہ شود محو تجلی جانم ☆ من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم ☆ اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی (تضمین از سیف الدّین سیف کشمیری)۔کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمالِ روی نکوی تو یار سول اللہؐ (حسن کشمیری)۔ای ز رخسار تو جہان پیدا ☆ وز جمال تو عالمی شیدا ☆ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدای نما ☆ خوبرویان جہان گرچہ کواکب صفت اند ☆ اوست مشہور ازان جملہ بخورشید وشی ☆ دادہ انداز آنت دل و جان ای صرفی ☆ کہ دہی دل بہ وی و جان بہ غم او بکشی (صرفی کشمیری)۔

۲۔مولانا جامیؒ نے محبوب کو برق رخشان سے مانند کیا ہے یعنی روشن بجلی اور فرمایا ہے کیا تعریف کروں اس درخشندہ بجلی جیسے محبوب کی جو جب اپنے کوچے میں ظاہر ہوتے ہیں تو یوں جیسے آسمان پر ایک روشن ستارہ۔اس شعر میں حسن محبوب کی برق جیسی درخشندگی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ محبوب کی گلی رفعت وعظمت میں آسمان سے کم نہیں اور اس زمینی آسمان پر جب محبوب ظاہر ہوتے ہیں تو روشن ستارے کی طرح نمایاں ہو جاتے ہیں۔زمانہ دفتر اوصاف حسن یوسف را ☆ ز شرم روی تو بردو بہ چاہ کنعان ریخت (شعیب جوشقانی)۔چسان خورشید خوانم روی اورا ☆ کہ مصحف را غلط خواندن گناہ است (محمد قلی سلیم)۔فروغ روی تو کرد آفتاب را معدوم ☆ از آن بہ ماتم خورشید شب سیہ پوش است (دہقان اصفہانی)۔گرھمہ صورت خوبان جہان جمع کنند ☆ روی زیبای تو سر دفتر

اوراق آید (سعدیؒ)۔ حسن ماہ را با تو سنجیدم بمیزان قیاس ☆ پلہ ماہ برفلک شد و تو ماندی برزمین ☆ الحق کہ برآفرینش خود نازد ☆ ایزد کہ تماشای جمال تو کند ☆ درین زمین چو تو خورشید طلعتی بودہ است ☆ وگرنہ ماہ بدور زمین نمی گردید (سلیم ھمدانی)۔

۳۔ رُوبند = صاف کرتے ہیں (رفتن سے یعنی جھاڑنا۔ صاف کرنا)۔ مشکین دوائب = خوشبودار زلف یا مشکدار لٹیں۔ فرماتے ہیں وہ ایسا محبوب ہیں جن کے مقام یا جن کی منزل و اقامت گاہ کو جنت کی حوریں اپنی زلفوں سے دھول سے پاک کیا کرتی ہیں۔ اس شعر میں صریحاً روضہ اطہر رسول اکرمؐ کی عظمت کا ذکر ہے جس کی دھول کو جنت کی حوریں آسمان سے اتر کر اپنی خوشبودار لٹوں سے صاب کرتی ہیں۔ سَوی جای بہتر پیش حق از کعبہ و از عرش ☆ یتھ جایہ بہتھ پانہٖ سہ سردارٕ مدینس ☆ یتھ جایہ شیدا ذرِ صِفتھ سایہ عدی خورشید ☆ یتھ جایہ پرتو ترادِ سۂ مہٕ رویِ مدینہ (مقبول کرالہ واری)۔ ناز داز یمن قدمبوست بہ عرش ☆ خاک پاک طیبہ وارض حرم ☆ بوی طیب از کوئی طیبہ میدمد ☆ زان زشرم آن نہان ماندہ ارم (جید کشمیری)۔ خوش از وادی مقدس ہست وایمن ☆ بیابان و درو دیوار طیبہ ☆ چو کوہ طور غرق نور دانم ☆ سواد پشتہ و کہسار طیبہ ☆ ملایک ہر زمان احرام بستہ ☆ شرف یابند از دیدار طیبہ (جید کشمیری)۔ جادۂ جان است یا سجادۂ روح الامین ☆ یا حریم محترم یا قبلہ ایمان و دین ☆ طیبہ است این یا فضای عرش رب العالمین ☆ کوی تو کعبہ است یا فردوس یا خلد برین ☆ یا گلستان ارم یا جنت الماویٰ ست این (شہید کشمیری)۔

۴۔ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ محبوب کے چہرہ انور کی صورت میرے دل میں اور میری جان کی ہم نشین ہے پھر بھی ان کے عشق میں میرا دل جل گیا ہے۔ صورت یا خیال میرے دل میں نقش پذیر تو ہے بلکہ دل و جان کا جزو ہے لیکن یہی کافی نہیں بلکہ ان کی ذات کے اپنے سامنے ہمیشہ جلوہ گر رہنے کا متمنی ہوں اور اسی عشق و تمنا کے جوش نے دل کو جلا ڈالا ہے ۔ دل میرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا ☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا (غالب)۔ دکھاؤں گا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے ☆ مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغان کا (غالب)۔ بخون دیدہ و دل عاشق ار وضو نہ کند ☆ بکیش عشق نمازش نمی شود مقبول (ذوقی اردستانی)۔ گریز داز صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست ☆ کسی کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست (نظیریؔ)۔ از شمع سہ گانہ کاری آموزم ☆ می گریم و می گدازم و می سوزم (مسعود سعد سلمان)۔ چند سوز دجگرم یاد بہشتی صفتی ☆ دوزخی دارم ازین بیش عذابم مکنید (اہلی شیرازی) ☆ عشقم چنان گداخت کہ موران تر بتم ☆ عضوی نیا فتند کہ نیشی فرو کنند (ملا شانی تکلو)۔

۶/۵۔ ان دو اشعار میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اونٹوں کی لگام کو اب اور رو کے مت رکھو۔ اگرچہ اس مقام

دلکش اور مسرت افزا جگہ کی تصویر میرے دل سے ایک لحہ کیلئے اوجھل نہیں لیکن میں جلد سے جلد اس مقام مطہر اور منزل منور میں پہنچنا چاہتا ہوں اس لئے اونٹ کی لگام کو روک رکھنا مناسب نہیں۔ ربع = منزل۔ محلہ۔ اترنے کی جگہ۔ سرائے۔ گھر۔ جستہ للہ = محض رضای خدا۔ اللہ کی خوشنودی کی خاطر۔ نجایب = نجیب کی جمع یعنی عمدہ اونٹ۔ عمدہ گھوڑا۔ نفیس اونٹ یا گھوڑا۔ اصیل۔ پارسا۔ وہ جو بڑے خاندان کا ہو۔

۷/۸۔ مولانا جامیؒ احسانات کے مالک اور انعامات کے عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روضہ رسول اکرمؐ پر درود وسلام بھیجتے ہیں جس روضہ منور میں بلند مرتبوں کے اور اونچے درجات کے حامل محبوب خدا آرام فرما رہے ہیں۔ وہ محبوب خدا جو المخصوص باعلی المراتب والمقامات ہیں، شہسوار لامکان ہیں، زمین وآسمان کے تاجدار ہیں، شاہ لولاک اور ماہ لولاک ہیں، مسند نشین اوادنیٰ ہیں، مصدر حسن اور مقصد عشق ہیں، سینوں کیلئے فرحت دلواں کیلئے ابر رحمت، لطف واحسان کے سوداگر، اور گناہکاروں کے غمخوار، فضل وکرم کے بحر ذخار، دو جہانوں کے آموزگار، ازلی علم کے منبع، نور ظہور کے آفتاب، والضحیٰ روئے، واللیل موئے، طوبیٰ قد، مزمل قبا، مدثر ردا، ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ وصلی اللہ علی نور بہ کز وشد نورہا پیدا ☆ زمین از وصل اوساکن فلک از عشق اوشیدا (جامیؒ)۔ ای رسول خدا شہ ثقلین ☆ اب خیر النساء وجد حسین ☆ از دل واز زبان واز شفتین ☆ صلواتی علیک فی الملوین ☆ کان متجاوز اعن العددی (عاجز)۔ ہر نقشہ کان صحیفہ ہستی کشیدہ شد ☆ از انجم وسپہر وزمین ہر چہ دیدہ شد ☆ بہر محمد عربی آفریدہ شد ☆ صلوات برمحمد واصحاب وآل او (صرفی کشمیریؒ)۔ باد صلوات از خدا نازل ☆ برتو بسیار یار سول اللہ (بینوا کشمیری)۔ بروح پاک تو با آل واصحاب تو ہر لحظ ☆ شود نازل تحیات ودرود خالق یکتا (جید کشمیری)۔ چون ورائے تو نیست طجایم ☆ رحم کن رحم اے شفیع ورا ☆ برتو واہل بیت ویارانت ☆ صلوات وسلام حق بادا (جید کشمیری)۔

۹/۱۰۔ ان دو اشعار میں رسول کریمؐ کی تعریف میں کہا ہے کہ نبی اکرمؐ کی بزم وصال میں طرح طرح کے مرادات ومقاصد اور انواع واقسام کی حاجات جمع ہیں یعنی مراد ومقاصد کی تکمیل اسی بزم اقدس میں ہوتی ہے۔ حاجت مندوں کی حاجتیں اسی احسان ومروّت اور فضل وکرم کی مجلس سے پوری ہوتی ہیں۔ یعنی اس محبوب ملیح [ملیح یعنی خوبصورت۔ خوبروی۔ نمکین۔ بانمک] کی بزم میں اور اس خوبروؤں کے شہنشاہ کی بارگاہ میں ہر حاجت مند کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ فصیح الکلام معشوق یزدان ہے جن کے کام ودہن کے دُرج میں نادر الکلامی اور غریب وبے مانند نکات کے موتی رکھے گئے ہیں یعنی رسول اکرمؐ کا کلام شریف یا ان کے سخن نادر الوجود اور عجیب وغریب نکتوں کے حامل ہیں اور یہ وہ کلام ہے جو فصاحت میں ملاحت میں اور حکمت میں خوشنمائی میں، دل کے اندر سرایت کرنے کی خصوصیت میں نادر الوجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت کسی رسول کو نہیں بخشی۔ اور اس کی

تصدیق خود اُس راستگو نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ انا افصح العرب والعجم (میں عرب وعجم یعنی سارے عالم میں فصیح الکلام ترین رسول ہوں) ۔ابنیاء بہترین مخلوق اند☆ ای تو بر جملہ انبیاء واعظ☆ یا حبیب الالہ غیر تو کیست ☆ برسر اہل دوسرا واعظ (مسکین کشمیری) ۔امی وجملہ فصحای عرب☆ درسیاق تو یا رسول اللہ (احمد واعظ کشمیری) ۔فصحای عرب شدہ ابکم☆ از کلام تو یا رسول اللہ (جید کشمیری) ۔یا نبیؐ از کرم بہ ما گذری ☆ امت مستمند را نظری ☆ نخل امید را بہ ماثمری☆ گریہ وزاری مرا اثری ☆ سیداً درنگر فقیری من☆ خواری وبیکسی وپیری من ☆ بکمند ہوا اسیری من ☆ رحم فرما دستگیری من ☆ روز آخر کہ می رود جانم ☆ مددی کن بہ حفظ ایمانم ☆ چون بہ محشر زہول در مانم ☆ راجی از لطف تو در آن آنم ☆ سیداً بندۂ گنہکارم ☆ شرمسار و نزار و بیمارم ☆ از عنایات تو رجا دارم ☆ کہ شوی چارہ ساز ہر کارم ☆ یا شفیع الانام اشفع لی (جید کشمیری) ۔ڈلی گرشتہ واؤ وکلا ژہ دِے انعام پوشہ زۆ وھتھ یے ☆ پاؤن پیٹھے لادن ھیٹھے آدن ژ کرو ثمد ے وَفا ☆ سُی چھی زُون پے سُون تے سُی چھی ٔ حمایت سُون تے ☆ سُی جان سُی ثمہ یون تے سُی رہنما سُی پیشوا (ثناء اللہ کریری کشمیری) ۔

۱۱۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کے درد عشق نے مجھے تمام مطالب ومقاصد سے آزاد کردیا۔ چونکہ میری غایت مراد صرف غم عشق کی تحصیل تھی جو مجھے حاصل ہوگئی ہے اسلئے میں اب تمام دینوی حاجات سے آزاد ہوں ۔ بلند مرتبہ زآن خاک آستان شدہ ام ☆ غبار کوی تو ام گر بر آسمان شدہ ام (علی فیضی خراسانی) ۔عاشقانیم وزکار ھمہ عالم فارغ ☆ مانہ آنیم کہ ہرگز پی کاری گیریم (ہلالی چغتائی) ۔فاش می گویم واز گفتہ خود دل شادم ☆ بندہ عشقم و از ہر دو جہان آزادم (حافظ) ۔

غزل (۲۰)

ای تُراقد خوب وابرو خوب وزُلف وچہرہ خوب..........

۱۔اے کہ تیرا قد اچھا' تیرے ابرو اچھے' تیری زلفیں اچھی اور تیرا چہرہ اچھا ہے
صاحبدل لوگوں کی زبان پر تیرا نام محبوب القلوب پڑ گیا ہے
۲۔نبات نے تمہارے میٹھے ہونٹوں کی مٹھاس کی برابری ہ دعویٰ کیا
مصریوں نے اسے زیرِ چوب لا کر شہر بدر کر دیا
۳۔جس کسی کو تمہارے ساتھ گھر میں رہنے کی سعادت پانے کی خواہش ہو
اسے کہہ دیا جائے کہ پہلے تم ہستی کے غبار سے اپنے گھر کو ڈھا دو

۴۔میرے دل کا تمہارے دہان کے ساتھ ایک باہمی مخفی راز ہے
اور اس راز کو سوائے اس خدائے علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جانتا
۵۔کسی نے مجنون سے کہا :اے عشق میں ڈوبے ہوئے عاشق!
مالک کائنات سے خوب توبہ کرو وہ گناہوں کا در گذر کرنیوالا ہے
۶۔مجنون نے جواب دیا: لیلیٰ سے خواہش رکھنے سے تو میں توبہ کروں
لیکن لیلیٰ کے ساتھ عشق سے میں توبہ نہیں کروں گا
۷۔جامیؔ! آج رات دوست احباب عشق میں رقص و سماع میں ہیں
بر خلاف زاہد کے' اٹھ تو بھی ہاتھ پاؤں حرکت میں لاکر رقص کرو

توضیحات غزل

ا۔محبوب القلوب=دلوں کا محبوب۔دل پسند شخص۔دلوں کا پیارا۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کا قد' اس کے ابرو' اس کی زلفیں اور اس کا چہرہ حسن و جمال میں اس قدر اچھا ہے کہ تمام صاحب دل لوگوں کے دلوں کو بھایا ہے اور اس لئے وہ محبوب کو محبوب القلوب کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی دلوں کا پیارا' دلوں کا محبوب' دلوں کا پسندیدہ محبوب! قد ترا بہ سرو وصنو بر مثل زنند☆ کوتاہی نظر نگر و اشتباہ را (فرات یزدی)۔قد تو کجا وقد رعنای قیامت☆ این جامہ بلند است ببالای قیامت (صائب)۔نازنین تر زقدت در چمن حسن نہ رست☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظ)۔بہر گلشن کہ با آن قد رعنا جلوہ گر گردی☆ بہ تعظیم تو سرو از جای خود آزادی خیزد (صائب)۔سرو پیش قد او لاف زد از رعنائی☆ باد آمد بہ چمن تا بکند از پایش (شفیعی بغدادی)۔خم ابروی تو در بردن دلہا طاق است☆ چون مہ انگشت نما در ہمہ آفاق است (صائب)۔خوشنویسان رانیاید در قلم☆ ہیچ نونی بہتر از ابری دوست☆ غیر رُوي تو کہ پیوستہ دو ابرُو دارد☆ در کجا سورہ یوسف بہ دُو بسم اللہ است (رفیع کاشی)۔ابروت دید و شد نہان مہ عید☆ بہتر از خود نمی تواند دید (قیصری قمی)۔ جز دو ابروی تو بر چہرہ کہ سحر یست حلال☆ کس ندید و نشنید ست بیک مہ دو ہلال (ذوقی اصفہانی)۔این نہ زلف است بگرد رخت ای آفت جان☆ بحقیقت نگرم فتنہ بدور قمر است (صفائی نراقی)۔نینداس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں☆ تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشان ہوگئیں (غالب)۔شد کاسہ دریوزہ ہمہ ناف غزالان☆ تا نکہت آن زلف بہ صحرای ختن رفت (صائب)۔گر روز حشر پردہ ز رویش بر افگنند☆ ایزد بروی بندہ نیارد گناہ را (نظیری)۔نیست سری کز تو

پر آشوب نیست ☆ این همه هم خوب شدن خوب نیست (رہی معیری)۔ چو دید لالہ روی تو باغبان از شرم ☆ ہر آنچہ گل بچمن بود چید و دور انداخت (دہقان سامانی)۔ گفتمش خورشید سر زد ماہ من بیدار شو ☆ گفت تا من برنہ خیزم کی برآید آفتاب ☆ در ماہتاب دوش خرامان ہمی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت (امیر خسروؒ)۔ با چنین چہرہ کہ امروز تو آراستہ ای ☆ ہر کہ آئینہ بدست تو دہد دشمن تست ☆ روزی ز قضا حسن ترا می سنجید ☆ ایزد بہ ترازوی قدر با خورشید ☆ این بس کہ گران بود نہ جنبید ز جا ☆ وآن بس کہ سبک بود بہ افلاک رسید (سعیداء سرمد کاشی)۔ صد جلوہ رو برو ہے جو مژگان اٹھایئے ☆ طاقت کہاں کہ دید کا احسان اٹھایئے (غالب)۔

۲۔ نبات = قند سفید۔ چینی۔ مصری۔ نباتات۔ ہر قسم کی اگنے والی چیز۔ قند جو نیشکر سے حاصل ہوتا ہے۔ نبات مصر سے درآمد ہوتا تھا کیونکہ یہ سفیدی اور مٹھاس میں شہرت رکھتا تھا اور چونکہ نسبتاً ہمارے یہاں اس کی پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے نبات بلکہ شکر (کھانڈ) بھی مصر سے ہی درآمد ہوتے تھے اور دونوں چیزوں کو مصری بھی کہتے تھے چنانچہ نبات مصری ابھی بھی مشہور ہے [نبات کے دانہ کو دہان معشوق سے مشابہ کیا جاتا ہے]۔ بہ چوب بیرون کردن = یعنی ڈنڈے مار مار کے باہر نکال دینا۔ یہاں پر نیشکر جو لکڑیوں یا ڈنڈوں کی صورت میں ہوتا ہے کو مصر سے نکال دینے (برآمد کئے جانے) کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ نبات نے آپکے ہونٹوں کی مٹھاس سے برابری کرنے کا دعویٰ کیا تو مصر کے لوگوں نے اسے ڈنڈے مار کے وہاں سے نکال دیا۔ شاعرانہ حسن بیان ہے اور صنعت حسن تعلیل کا استعمال کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ محبوب کے لب اس قدر شیرین ہیں کہ قند و نبات ان کے آگے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ترسم از دور بہ چشمش بخورند اہل نظر ☆ بس کہ چون خواب بہاران لب او شیرین است (صائب)۔ انحصار شکر و قند بود در لب تو ☆ گر چہ آن قند دگر باشد و این قند دگر (رعدی تبریزی)۔ لب شیرینت ار فرہاد دیدی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاجار)۔ ما خود ز ندامت سر انگشت گزیدیم ☆ تا روزی دندان کہ باشد رطب تو (بابا فغانی)۔ لب او بینی گوئی کہ کسی زیر عقیق ☆ بمیان دو گل اندر شکری پنہان کرد (محمد ابن صالح ہروی)۔

۳۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں محبوب کے ساتھ رہنے کی تمنّٰی جس کسی کے دل میں ہو اسے کہہ دو کہ پہلے اپنی ہستی کو دل سے مٹا دے۔ یعنی ہر طرح کی خواہشات کے گرد و غبار سے دل کو پاک کر دے۔ دل پاک ہو جائے تو محبوب کو پانے کی امید کی جا سکتی ہے۔ در خلوت بروی غیر بستیم ☆ از ہمہ باز آمدیم و با تو نشستیم ☆ آنچہ نہ پیوند یار بود بریدیم ☆ آنچہ نہ پیمان دوست بود شکستیم (سعدی)۔ بغیر جان دگری نیست با تو در دل تنگم ☆ امید ہست کہ آن ہم نماند و تو بمانی (ہلالی چغتائی)۔ چنان بہ بوی تو آشفتہ ام بروی تو مست ☆ کہ نیستم خبر از آنچہ در دو عالم ہست

(سعدی)۔ بہ عمر خویش نگر دیدہ ام گر دگلی ☆ ہمین ز چاک قفس دیدہ ام گلستان را (انیسی طوسی)۔ تو کز سرای طبیعت نمی روی بیرون ☆ کجا بکوی طریقت گذر توانی کرد ☆ جمال یار ندارد نقاب و پردہ ولی ☆ غبار رہ بنشان تا نظر توانی کرد (حافظؒ)۔

۴۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا جامیؒ محبوب کے ذہن کو ایک راز کی طرح مخفی شے جانتے ہیں۔ دہن کی تنگی خوبصورتی کی اعلیٰ ترین تشبیہ ہے اور دہن جتنا تنگ ہوا تنا ہی خوبصورت اور دل کش مانا جاتا ہے اسی لئے محبوب کے دہن کو اکثر پستہ سے مشابہ کیا گیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے تنگی دہن محبوب کو راز کی طرح مخفی شے کہا ہے جو نا قابل دید ہے گویا اتنی تنگ شے ہے کہ جیسے ہے ہی نہیں اور ایک راز ہے۔ یہ ایک معنی ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ میرے دل کا محبوب کے دہان کے ساتھ ایک سری یا مخفی تعلق ہے۔ جس کی تمنی دل ہی دل میں ہے یعنی محبوب کے دہن سے کلام سننے کی دل کو تمنی ہے تا کہ اس چشمہ حیوان کے آب حیات سے مردہ دل میں زندگی آجائے۔ بہ تکلم بکشا نقطہ موہوم دہان ☆ تا ھمہ خلق بدانند کہ ترا ہم دہن است (مشعوف قاجار)۔ دہان تنگ تو گویا کہ نون تکوین است ☆ کہ در حدیث درآید ولیک پیدا نیست (سعدی)۔ پیش دہنت پستہ زتنگی زدہ لاف ☆ زآنست کہ ہر کس دہنش پارہ کند (سنای اصفہانی)۔ دہان او معمائی ست مشکل ☆ بزور بوسہ ہا خواہم گشودن ☆ گرنہ گوئی سخن از ناز بہ من معذوری ☆ کہ نداری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیروانی)۔

۵/۶۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب سے عشق عشق خدائی ہے۔ روحانی ہے جسمانی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجنون سے کسی شخص نے (جسے عشق کا ادراک نہیں تھا) کہا کہ لیلیٰ کے عشق سے توبہ کرو خدا بخش دے گا۔ گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہو۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ مجنون نے جواب دیا لیلیٰ سے کسی خواہش رکھنے سے تو توبہ کروں گا لیکن اس کے ساتھ عشق کرنے سے کیسے توبہ کروں کہ یہ ایک انعام الٰہی ہے میرے لئے اور خود میرے دسترس سے باہر کیونکہ یہ کرم ہے اللہ کا مجھ پر اور یہ عشق ہی ہے جو ایک مومن بندے کی غایت مراد ہے اور معرفت کا چشمہ ہے۔ جس سے پی کر ہی آدمی حیات ابدی پا سکتا ہے اس لئے لیلیٰ کے عشق کو کیسے جانے دوں! یہ تو اب جان دینے کے ساتھ ہی دل سے باہر نکل سکتا ہے۔ از دولت عشق است سرفراز و گرنہ ☆ آدم چہ شرف داشت دگر جانوران را (حیرت قاجار)۔ بغیر سینۂ دریا دلان نگنجد عشق ☆ برای بحر خدا آفریدہ طوفان را (ملا فرج اللہ شبستری)۔ استاد کائنات کہ این کارخانہ ساخت ☆ مقصود عشق بود جہان را بہانہ ساخت (مسلمی شیرازی)۔ مجنون دل چو کرد گذر بر دیار عشق ☆ لیلای حسن آمد و او را عنان گرفت (بانو مہر ارفع جہانبانی)۔ مقام عشق بنازم کہ نیش بر رگ لیلیٰ ☆ زنند و از رگ مجنون خستہ خون بدر آید (دہقان اصفہانی)۔ از مسجد و میخانہ و زکعبہ و بتخانہ ☆ مقصود خدا عشق است باقی ھمہ افسانہ (قاسم انوار)۔

فارغ ز درد عشق چہ لذت برد زعمر ☆ عمر آن بود کہ باغم جانان بسر بری (سعدیؒ)۔ نالیدن بلبل زنو آموزی عشق است ☆ ہرگز نشنیدیم ز پروانہ صدائی (حزین لاہیجی)۔ عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا ☆ درد کی دوا پائی دردِ بے دوا پایا (غالب)۔ دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں ☆ آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا (غالب)۔ بلبل کے کاروبار پر ہیں خندہ ہای گل ☆ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)

۷۔ طرب اور خوشی کے اظہار کی خواہش ہے اور یہ کسی خاص جذبے کے تحت عاشق کو نصیب ہوتا ہے جو شاید لمحہ بھر کے لئے ہی اس کے نصیب میں ہوتا ہے ورنہ عاشق صادق کو خوشی و مسرت کے لمحات کب میسر آتے ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آج ایسی ایک رات دیکھنے کو ملی ہے جس میں احباب (دوسرے صاحب دل عشاق ہمراہی) رقص و سماع کر رہے ہیں کیوں نہ میں بھی زاہد کے وعظ کو بالائے طاق رکھ کر عارفوں کے اس حلقے میں شامل ہو جاؤں اور رقص کرنے لگوں! ۔ عکس تو گر برند بہ فرخار ای صنم ☆ بت یک طرف برقصد و بتخانہ یک طرف (ذوقی اصفہانی)۔ چنگ بنواز و بساز ار بنود عود چہ باک ☆ آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر ☆ در سماع آی و ز سر خرقہ برانداز و برقص ☆ ورنہ در گوشہ رو و دلق ریا بر سر گیر (حافظ)۔ افتادن و برخاستن بادہ پرستان ☆ در مذہب رندان خرابات نماز است (غنی کشمیریؒ)۔

غزل (۱۹)

دردمندم عاجزم بیمار و تنہا و غریب...........

۱۔ درد مند ہوں ' عاجز ہوں ' بیمار ہوں ' تنہا ہوں اور غریب ہوں
کھول کر اپنا حال بیان کر دیا ہے' میرے طبیب! اب آپکی عنایت کا وقت آ گیا ہے
۲۔ ہر شفا ' غیب کے صندوق میں ہے اور وہ آپ کے ہاتھ میں ہے
صندوق کو کھول دیجئے اور فوراً ہی مجھے شفا عطا فرمایئے
۳۔ آپ کے فضل و کرم کے سمندر کا جوش ہر نیک و بد تک پہنچتا ہے
اگرچہ میں بد سے بھی بدتر ہوں ممکن نہیں کہ میں محروم رہوں
۴۔ بیمار عاشق کے لئے وصل محبوب ہی علاج ہے
میں آپکے آستانے سے کیونکر چلا جاؤں جبکہ آپ ہی میرے طبیب بھی ہیں اور علاج بھی

۵۔میری تنہائی اور غربت کی سند ہی آپ کے لئے کافی ہے
آپکے کرم سے غریبوں پر لطف و رحمت کرنا کونسی عجیب بات ہے
۶۔آپکے وصل کی سعادت سے زندگی شیرین تھی اور خوشی میسر!
اسکے بعد زندگی میں نہ اب وہ لذت باقی ہے اور نہ وہ مسرت
۷۔اس بارگاہ کے درویشوں کے طفیل مجھ اپنے غلام جامیؔ کو بخش دے
اپنی عظمت کے صدقے میری یہ دعا قبول فرما اے دعاؤں کوقبول فرمانیوالے!

توضیحات غزل

ا۔مولانا جامیؒ اپنے شفا عطا کرنے والے محبوب حضرت رسول اکرمؐ سے انؐ کی نظر عنایت وکرم کا طالب ہے اور انؐ سے فریاد کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہؐ! دردمند ہوں' عاجز ہوں' تنہا ہوں اور مفلس۔کھول کر آپؐ سے عرض کیا ہے۔اب آپ اپنی نظر کرم ولطف عطا فرمائیں تاکہ میرے یہ درد دور ہو جائیں یا خدا در پردہ گویم باتو گویم آشکار☆ یارسول اللہ! او پنہان وتو پیدای من (علامہ اقبالؒ)۔غمو دادِ نو کورُس ابتر نظر کر یارسول اللہؐ☆ بہ چھس دِل خستہ ہم مضطر نظر کر یارسولؐ اللہ☆ بہٗ گومُت خستہ اندر غم بہ غیرت کرمبہ زانہہ محرم☆ دوادادِ بن منیہ دِم یکسر کرم کر یارسول اللہؐ (نظام الدین کشمیری)۔من زپا افتادہ ام جز تو ندارم ہیچ کس ☆ دستگیر ویاورم یارحمتہ للعالمینؐ☆ چشم رحمت برکشا واز عنایت یک نظر☆ کن بہ حالِ مضطرم یارحمتہ للعالمینؐ (قادری کشمیری) یارسول اللہ بفریادم برس☆ یا نبی اللہؐ ندارم جز تو کس☆ مشکلم پیش است ومن در بیکسی☆ یارسول اللہؐ مارا تو بس☆ نظر کن یا رسول اللہ نظر کن☆ ببین حال گدای مبتلائی☆ فقیر و پیر وخوار وزار و پستم☆ بخشا از عطا خوان نوائی (حسن شاہ کو یہامی)۔ دردمندو مریض ورنجورم☆ ازکرم کن عطا دوا وشفا☆ مبتلا گشتہ ام زرنج والم☆ سیدا وارہان زرنج وبلا (جید کشمیری)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں آپ سے شفا کا خواہاں ہوں۔عطا فرمائیے کیونکہ شفا کے صندوق کی چابی آپکے ہاتھ میں ہے۔ژ کرغم دَفایا حیات النبیؐ☆ مبہ کرتم شفایا حیات النبیؐ (محمود گامی کشمیری)۔کرم یاٗری ژلیم خواٗری بلم یکبار بیمٰری☆ بہٖ ناداٗری چھسے مضطر کرم کر یارسول اللہؐ (تایب کشمیری)۔وقت شفای ھمہ بیمارک است☆ آن خلاصی زگرفتاری است☆ ساعت آزادی ہر مبتلاست☆ مجلس موبود رسول خداؐ ست (سیف الدین کشمیری)۔مبہ چھم دل داٗ دِک لدا اصلاً بلم نہٖ☆ بہ جز دارالشفایت یا محمدؐ (مسکین کشمیری)☆ مبتلای ہزار رنج وغم☆ کو شفای تو یارسول اللہؐ☆ چارہٗ درد خود نمی دانم☆ جز دوای تو یارسول اللہؐ (اعظم دِدٗمری کشمیری)۔

ماھمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (قدسی تاجکستانی)۔ ای طبیب حاذق بیماری جرم وخطا ☆ از مرض گشتم ضعیف وناتوان وبی نوا ☆ واردی بر دردواری دارم امید شفا ☆ وارہان از درد وغم کن صحت کامل عطا ☆ روسیاھم عفو تقصیرات خواھم یارسولؐ۔

۳۔فرماتے ہیں کہ اے رسول خداؐ! آپ فضل وکرم کے ایک بحر بیکنار ہیں جس میں ہر وقت جوش وخروش قائم رہتا ہے اور اس فضل وعنایت کے سمندر کی چھینٹیں ہر آدمی تک پہنچتی ہیں خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ اے رسول رحمتؐ! میں محض بد ہی نہیں بلکہ بد سے بھی بدتر۔ آپ رحمتہ اللعالمینؐ ہیں مجھے بھی اپنی رحمت میں شامل کر لیجئے کیونکہ آپ کی رحمت سے میں محروم رہ ہی نہیں سکتا۔ چشم اکرام از تو دارم من ☆ ای تو امیدگاہ خذ بیدی ☆ از توام دستگیری ای ہوس است ☆ ای دنی بارگاہ خذ بیدی (مقبل کشمیری)۔ تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہی ☆ کنی بر حال لب خشکان نگاہی (جامیؒ)۔ توئی یارسول اللہ آن ابر رحمت ☆ کہ باشد محیط از عطای تو یک نم ☆ جگر تشنہ گانیم از رہ رسیدہ ☆ ترحم علینا بماء ترحم (جامیؒ)۔ نیست ملجائی کنون مارا دگر ☆ غیر فضل ولطفہایت یارسولؐ ☆ میکند یک التفات رحمت ☆ ہر دو عالم را کفایت یارسولؐ (عبید کشمیری)۔ از کثافتہای عصیان وگناہ ☆ گشتہ آلودہ ھمہ سرتاقدم ☆ چشم دارم قطرۂ از رحمت ☆ تاشوم پاکیزہ ہمچو خس بہ یم (جید کشمیری)۔ حقہ ہشد رحمتک ابر نیسانی ☆ از لکہ فضلک بحر خار ☆ تس نشہ جاری فیض ربانی ☆ سہ چھ لاثانی بانی کار ☆ زحمت کاسہ تس فصل غفرانی ☆ اسہ یس رحمت پانہ غمخوار ☆ یس نہ پڑھ تہنزی تس چھ حارانی ☆ سہ چھ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔

۴۔فرماتے ہیں بیمار ہوں اور محبوب کا دیدار ہی میرا آخری علاج ہے۔ اس لئے جب تک ان کا دیدار نہ ہو جائے میں ان کے آستانہ پر سے اٹھوں گا نہیں۔ خاک چوئی ملہ رولیس کلہ ترا وے ڈیڈ تل ☆ چاک دتھ کرجامہ پارے یاشفیع المذنبینؐ ☆ شبہ اکے ہاوتم دیدار نیر بم آرزوے ☆ نتہ وا لے نبہ تارے یاشفیع المذنبینؐ (ثناء اللہ کریری کشمیری) ☆ بہ چانس روضہ ہی پاری نظر تر اوم ژلم خواری ☆ مبہ داد بن کرد وادر خور کرم کر یارسول اللہ (نظام الدین کشمیری)۔ چہ شود گر نقاب بکشائی ☆ بیدلان را جمال بنمائی ☆ عاشقان را نظارہ ای بخشی ☆ خستگان رادمی بخشائی ☆ جان مارا بہ چہرہ شاد کنی ☆ دل مارا بہ غمزہ بربائی ☆ من بخاک لحد نخواہم ماند ☆ تاتو رخسار خویش نہ نمائی (شعری کشمیری)۔ ای خوش آن شب کز جمالت مینمائی جلوہ ای ☆ ہمچو ماہ انورم یارحمتہ للعالمینؐ ☆ جز بدر گاہت باین فرط معاصی از امید ☆ در کجا رو آورم یارحمتہ للعالمین (قادری کشمیری)۔ تو آفتاب جہانی نہان چرا مانی ☆ زبرج مطلع طیبہ برآ برای خدا ☆ چو چشم نیست کہ بیدار بینمت باری ☆ جمال خویش بخوابم نما برای خدا (واعظ کشمیری)۔ ای اختر برج، کرم از روضہ بیرون نہ قدم ☆ تاازرخت چون صبحدم گیرد ھمہ عالم ضیا (احمد جامیؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ کے عشق نے مجھے تنہا اور مفلس کر دیا ہے۔یعنی چونکہ آپ کے عشق نے مغلوب کر دیا ہے اس لئے کسی اور سے تعلق نہیں۔صرف آپ کا عشق ہی میرا اولین و آخرین تعلق ہے اس لئے کسی سے نہ مربوط ہوں اور نہ ہی متعلق۔اور تنہا ہوں۔آپ کی محبت نے دنیا سے لاتعلق کر دیا ہے اس لئے دنیا میں مفلس ہوں لیکن آپ سے محبت رکھنا میری سب سے بڑی دولت اور سعادت ہے۔میرا ایمان ہے کہ یہ دو چیزیں جنہیں میں آپ سے عشق رکھنے کے نتیجے میں حاصل کر چکا ہوں یعنی دینوی تعلق سے نجات و آزادی' یہی میرے حق میں آپ کے لطف و کرم کی ایک عظیم سند ہے۔اس لئے میں آپ کے لطف و کرم کا امیدوار ہوں اور یہ امید آپ سے رکھنا کوئی عجیب چیز نہیں کیونکہ آپ رحمتہ للعالمینؐ ہیں۔ یک نگاہی بر سرم یا رحمتہ للعالمینؐ ☆ از سر لطف و کرم یا رحمتہ للعالمینؐ ☆ چشم رحمت بر کشا و از عنایت یک نظر ☆ کن بحال مضطرم یا رحمتہ للعالمینؐ (قادری کشمیری)۔بغیر از در گہ لطفت کجا روی امید آرم ☆ نہ دارم جز درت امید گاہی یا رسول اللہؐ (قادری کشمیری)۔

۶۔آپکا وصل مجھے نصیب ہوا تو میری زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے معمور رہی۔جب سے فراق میں پڑا ہوں نہ وہ خوشیاں رہیں اور نہ ہی زندگی کی لذتیں۔ تھی وہ اک شخص کے تصور سے ☆ اب وہ رعنائی خیال کہاں (غالب)۔ من بودم دو دوش آن بت لالہ عذار ☆ گہ لب بلب جام و گہی برلب یار ☆ صد شکر کہ گشت روزی من شب وصل ☆ الحمد کہ شد میسرم بوس و کنار (محسن شمس ملک آرا)۔ایدل امشب کہ من و یار بہ یک بالیم ☆ صبح در خواب اگر ماندہ مکن بیدارش (حجت)۔دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم ☆ از بخت شکر دارم و از روزگار ہم (حافظ)۔یک امشی کہ در آغوش شاہد شکرم ☆ گرم چو عود بر آتش نہند دم نہ زنم ☆ ندانم این شب قدر است یا ستارۂ صبح ☆ توئی مقابل من یا خیال در نظرم (سعدی)۔می سوزم و می نالم پیوستہ ز ہجرانت ☆ رحمی بہ دل و جانم دست من و دامانت (مستورہ کردستانی)۔ مارا فراق روی تو کشتہ نہ روزگار ☆ مرگ و جفا و گردش گردون بہانہ است (دہقان اصفہانی)۔

۷۔مولانا جامیؒ اپنے محبوب سے التجا کرتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ سے جو مسکین درویش عاشق منسوب ہیں ان کے طفیل میری خطاؤں کو بخش دے۔اے دعائیں قبول فرمانے والے محبوب خداؐ میری یہ التجا قبول کیجئے۔مولانا جامیؒ اپنے محبوب کو ان بلند قدر و بزرگ و عظیم مرتبت عاشقوں کی قسم دیتے ہیں جنہوں نے راہ یار میں سب چیزیں قربان کر کے دنیاوی مفلسی و مسکینی اختیار کی لیکن بارگاہ رسولؐ سے وابستہ رہے ان کے صدقے میری خطائیں معاف کیجئے کیونکہ اے رسول خداؐ! آپ گناہوں کے معاف فرمانے والے رحمت عالمؐ ہیں اور دعائیں اور التجائیں قبول فرمانے والے رؤف و رحیم پیغمبر اکرمؐ بھی ہیں۔ خطہک سودا پر کھاو تم سہ عطہک ستہ عفوک چھکھ سرکار ☆ رحمت کہ بازار مول پاوتم سہ، گاہ ہاوتم ماہ روخسار (نادم کشمیری)۔بہ اصحاب و ازواج و آل کرام ☆ عفو کر خطایا

حیات النبیؐ ☆ بہ آسے ژبہ کن بخش تم مبہ گوناہ ☆ مضٰی یامضٰی، یاحیات النبیؐ (محمود گامی) ☆ رَنچ جھے تمس بازارگأنی ☆ لطف واحسانک چھُ سوداگار ☆ سُو ڈِ تھودسوداتس چھ ارزأنی ☆ سہ چھُ لاثانی بأنی کار (نادم کشمیری) ☆ قساوت از گونہہ گامژ دِلس چھم ☆ مبہ تتھ کرتم سرایت یامحمدؐ ☆ خطا کری کری برم نامہ سیاہ مبہ ☆ بامید عطایت یامحمدؐ (مسکین کشمیری)۔ چون کنم چون کنم از دارِفنا عزم سفر ☆ راہ پرخوف وخطر بار گناہان برسر ☆ دارم امید کرم از تو شفاعت گستر ☆ چشم رحمت بکشا سوی من انداز نظر ☆ ای قریشی لقب وہاشمی ومطلبی (سیف الدین کشمیری)۔

غزل(۲۱)

ای آفتاب روی تو عکس فروغ ذات.........

۱۔اے کہ آپ کے چہرے کا آفتاب ذات الٰہی کے نور کا عکس ہے
آپ کی زلف اور خط و خال سے صفات کی کثرت ظاہر ہو رہی ہے
۲۔آپ کی مسلسل گیسوؤں کی نقاب کے نیچے آپ کا چہرہ
ذات خداوندی کے مخفی اسرار اور تعینات کے ظہور کی شرح بیان کررہاہے
۳۔آپکی آنکھیں غمزہ کی راہ سے اور آپ کے ہونٹ شکر خند کے ذریعہ سے
خلق الموت والحیات کی آیت شریف کی تفسیر پیش کر رہے ہیں
۴۔آپ کے غمزہ کی تلوار سے دل اور جان کی امید چھوڑ دی ہے
کہ ایک درویش ناتوان کو تعلقات کے موقوف کرنے کے علاوہ چارہ ہی کیا ہے
۵۔میں نے آپ کے ابروؤں کی محراب میں نماز ادا کی
کیونکہ آپکے چہرہ اقدس کے نور سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور درود وسلام کی برکت
سے مجھے روشنی حاصل ہو جاتی ہے
۶۔آپ نے ظلم روا رکھ کر میرے دل میں جو کانٹے بو دیئے ان سے
میری وفات کے بعد میری قبر سے آپ کی وفا کے پھول اگیں گے
۷۔جامی آپ کی زلفوں کے دام میں اسیر ہو چکا
اب کے بعد مشکل ہے کہ وہ بیہودگیوں کا کوئی جال پھیلا سکے

توضیحات غزل

ا۔فروغ=روشنی۔شعاع۔تابش۔نور۔پرتو۔ذات=صاحب۔ہر چیز کی حقیقت۔جوہر۔جسم۔فطرت۔ اللہ۔پروردگار۔ذات خدائے خالق وکریم۔ذات حق۔مالک۔کثرت=فراوانی۔زیادتی (کمی کے مقابلے میں)۔موجودات عالم کا شمار یا تعداد۔بہتات۔افزونی۔مجازاً بھیڑ۔انبوہ۔جماعت۔ہجوم[کثرت در وحدت= عرفانی اصطلاح ہے۔عین وحدت میں وجود جامع' اور تمام مراتب اور کمالات اور کثرتوں کو وجود میں لانے والا ہے اور عالم وجود میں اولین کثرت جو حق ہے وہ ہے صفات واسماء کا مرتبہ۔الٰہیات کے فلسفیوں کا کہنا ہے کہ تمام وجود اور موجودات عین کثرت میں وحدت میں محو ہو جاتے ہیں]۔صفات=صفت کی جمع۔خوبیاں۔خاصیتیں۔صفات سے یہاں صفات باری مراد ہیں یعنی اللہ کی صفات جو بسیط ہیں۔ممکنات کی صفات مرکب ہیں۔جب ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ عالم ہے' قادر ہے تو علم وقدرت کے نفس وحقیقت کو صفت کہتے ہیں لیکن ممکنات میں صفت' ذات کے ساتھ فقط منسوب ہے۔اصلی صفت اللہ میں ہے یعنی اللہ عالم ہے تو علم کی صفت اللہ میں حقیقی اور اصلی ہے اور آدمی میں علم کی صفت محض عارضی یا غیر حقیقی ہے۔جن صفات سے ذات خداوند متصف ہے انہیں صفات ثبوتی کہتے ہیں جیسے علم اور قدرت' حیات اور ارادہ' قدیم ہونا۔جن صفتوں سے ذات خداوند منزہ ہے انہیں صفات سلبی کہتے ہیں جیسے ترکیب وتجسم کا نہ ہونا یعنی عدم ترکیب وجسمانیت۔عدم لذت وغم والم۔عدم محل ومکان۔عدم شرکت۔عدم احوال وغیرہ۔جو صفات اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور عزت وعظمت سے تعلق رکھتے ہوں وہ صفات جلالی کہلاتے ہیں اور جو اسکی رحمت ورأفت اور لطف وکرم سے مربوط ہیں انہیں صفات جمالی کہتے ہیں۔جن صفتوں سے اللہ تعالیٰ کی توصیف ہوتی ہے اور جنکے برعکس اسکی توصیف نہیں ہوتی جیسے قدرت' عظمت وعزت' انہیں صفات ذاتی کہتے ہیں۔صفات باری کو صفات واجب بھی کہتے ہیں۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب (حضرت رسول اکرمؐ) کا چہرہ آفتاب ہے اور یہ دراصل اللہ کے نور کے فروغ کا عکس ہے جو ان کے چہرہ مبارک کو آفتاب عالمتاب بنا چکا ہے گویا رسول اللہؐ کے روئے انور کا دیدار نور الٰہی کا دیدار ہے اور رسولؐ کے زلف وخط وخال موجودات وصفات الٰہی کی کثرت کا مشاہدہ! یعنی نبی برحقؐ وحدت اور کثرت کا مجموعہ ہیں۔روئے انور صلی اللہ علیہ وسلم وحدت کا ترجمان ہے اور زلف وخط وخال کثرت صفات الٰہی ہیں یعنی یہ بھی دراصل اللہ کے صفتوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ای زرخسار تو جہان پیدا ☆ وز جمال تو عالمی شیدا ☆ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدائے نما ☆ ہست مرآت ذات حق ذاتت ☆ صورتت راحقایق آئینہ ہا (جامیؒ)۔حق گویدت کای عین حق' جان بودی وجانان

شدی ☆ از نور من پیدا شدی در ذات من پنہان شدی ☆ من جوہر معنی شدم تو صورت انسان شدی ☆ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ☆ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری (تضمین از شہید کشمیری)۔ رخسار تست آئینہ نور ذات حق ☆ من ذالذی رآک رای اللہ بالصریح (عبید کشمیری)۔ نورت از نور ایزدی ناشی۔ زان جمال ترا کمال ضیا ☆ گر نہ بودیت پردہ خاکی ☆ خلق را دیدنت نہ بد یارا (جید کشمیری)۔ کُن ذون اوسس گنج کتمانی ☆ نون دراوسی کُن در بازار ☆ بیون چھنہ نون بوزمن رآنی ☆ سہ چھُ لاثانی بانی کار ☆ کثر تک معدن وحدتک کانی ☆ خلقتک باعث چھُسی موختار ☆ لولاک دِ پنس پانہٖ یزدانی ☆ سہ چھ لاثانی بانی کار ☆ ابر پتہٖ آفتاب یُتھ آسانی ☆ فاش نتہٖ گاش چھس پانٔ داوار ☆ سہ تھی مخفی تہٖ بییہ اعلانی ☆ سہ چھ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری) ☆ آ و در جلوہ شاہد وحدت ☆ از میان دراو پردۂ کثرت ☆ وحدتن تھاؤنہ دوئی درکار ☆ از چھ معراجِ احمد موختارؐ ☆ اللہ اللہ! حبیب تے محبوب ☆ معنی لیس منزئی انن محسوب ☆ یار گو دوست، دوست زانن یار ☆ از چھ معراجِ احمد موختارؐ (درویش قادری کشمیری)۔

۲۔ جعد = گھونگریالے بال۔ مڑے ہوئے بال۔ پیچیدہ گیسو۔ پیچیدہ مو۔ مسلسل = زنجیروں میں بندھا ہوا۔ مقید۔ متصل۔ ایک دوسرے سے پیوستہ۔ پیاپے۔ باہم بُنے ہوئے زلف یا بال [جعد مسلسل = زنجیر زلف]۔ بطون = بطن کی جمع۔ چھپے اسرار۔ مخفی اور چھپے ہوئے امور۔ پوشیدہ گیاں۔ تعینات = تعین کی جمع۔ وجود۔ ہستی۔ آنکھ سے دیکھنا اور یقین ہو جانا۔ بزرگی اور مال و دولت پانا۔ مقرر ہونا۔ مخصوص ہونا۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں زلفوں کے نیچے رخ محبوب اسرار الٰہی کو آشکار کر رہا ہے اور وجود ہستی کو بھی ظاہر کر رہا ہے۔ روئے مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے سے اسرار الٰہی بھی واضح ہو جاتے ہیں اور مقصد کائنات و موجودات بھی آشکارا ہو جاتا ہے ۔ شعری حسن کے پس منظر میں کہا ہے کہ رخ یار زلفوں کے نیچے چھپا ہے۔ انکے رخ پر سے ڈھلنے سے اسرار کھل جاتے ہیں یعنی مخفی چہرہ واضح طور پر سامنے آ جاتا ہے اور وجود کائنات کا مقصد بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ ذات رسول اکرمؐ ہی کائنات کو وجود میں لانے کا منتہائی مقصد تھا۔ سیدنا محمد بن الحمود فی الایجاد والوجود (درود کبریت احمر)۔ مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی ☆ از عالم پاک آمدی جانہا فدایت مرحبا (احمد جامی)۔ کس بجز ذات حق نمی داند ☆ منتہای تو یارسول اللہؐ ☆ موجب حیرت اولوالعزم است ☆ انتہای تو یارسول اللہؐ (اعظم کشمیری)۔ تو کی کہ بہر خودت از جہان گزیدہ خدا ☆ لباس ناز تو بقد خود بریدہ خدا (شعری کشمیری)۔ والی کشور دارین شہنشاہ زمان ☆ شد ز انوار ظہورش ہمہ پیدا ز نہان ☆ زندہ شد قالب کونین بآن جان جہان ☆ نام او حرز دل شش جہت و چار ارکان ☆ شد مولید ثلاثہ بظہورش قربان ☆ برگل عارض جان پرور احمدؐ صلوات ☆ بر دو گیسوی فرح بخش محمدؐ

صلوات (احسن کشمیری)۔

۳۔ مطلب یہ کہ محبوب کے غمزے قتل کر رہے ہیں لیکن فوراً ہی ہونٹوں کا تبسم زندگی پھر سے بخشتا ہے اور موت و زندگی کو پیدا کرنے کی تفسیر محبوب کے ان دو معجزوں میں پوشیدہ ہے۔ مطلب و مقصد محبوب کے دلکش اشارہ ہای چشم سے ہے جو اتنے دلربا ہیں کہ عاشق ان اداؤں سے قتل ہوا جاتا ہے اور جب اس کی نظر محبوب کے حیات بخش ہونٹوں پر جاتی ہے تو پہلی کیفیت کو بھول جاتا ہے۔ گر سیہ چشم تو یک شہر کشد در مستی ☆ لعل جان بخش تو از بوسہ دہد تاوان را (فروغی بسطامی) ☆ از لعل تو تنہا نہ خرابست بدخشان ☆ ویران شدۂ این دو عقیق اند یمن ہا (مہری ہراتی) ☆ لب ہای می آلود بلای دل و جان است ☆ زان تیغ حذر کن کہ بخون تر شدہ باشد (صائب تبریز) ☆ آن ھمہ غوغای روز رستخیز ☆ از خدنگ چشم چون آہوی اوست (خواجہ عطار نیشاپوریؒ)۔

۴۔ اس شعر میں اوپر کے شعر کے پہلے مصرعہ کے مطلب کی تکرار ہے۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کے دلکش اشارہ ہای چشم اس قدر قاتل ہیں کہ دل و جان کے سالم رہنے کی کوئی امید نہیں اس حالت میں درویش عاشق کے تعلقات خود بہ خود دنیا سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ ناتوانی کا عالم ہے بھلا ان اشاروں سے کیسے نپٹ سکتا ہوں۔ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ☆ غمزہ و عشوہ وہ ادا کیا ہے (غالب) ☆ چشم اگر این است و ابرو این و ناز و عشوہ این ☆ الوداع ای صبر و تقویٰ الفراق ای عقل و دین (کمال خجندی)۔

۵۔ محبوب کا خم ابرو محراب ہے جسکے آگے نماز پڑھنا مذہب عشق میں جائز ہے۔ مطلب یہ کہ محبوب کا روئے انور نماز کے مقصد و مراد کو پورا کرتا ہے۔ اس روئے منور کو دیکھتا ہوں تو میرا دل نوری ہو جاتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ روئے اقدس کا مشاہدہ کرتا ہوں تو درود و سلام بھیج کر مجھے بصیرت اور روشنی میسر ہو جاتی ہے۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ! ترا از جوہر جان آفریدند۔ ز نورت حسن خوبان آفریدند ☆ فروغی زان رخ پر نور گل کرد ☆ کزان مہر درخشان آفریدند ☆ ملاحت وام کردند از رخ تو ☆ کہ از وی بدر تابان آفریدند (شہید کشمیری)۔ رخسار تست آئینہ نور ذات حق ☆ من ذالذی رآک رای اللہ بالصریح (عبید کشمیری)۔ ای رخت دلکشا زبدردجی ☆ عالم افروز تر ز شمس ضحیٰ ☆ مہر و مہ چیست جز دو آئینہ ☆ نور پاکت ز ہر دو جلوہ نما ☆ نورت از نور ایزدی ناشی ☆ زان جمال ترا کمال ضیا (جید کشمیری) ☆ جلوہ نور خدا یا روی ماہ ماست این ☆ معنی صورت نما یا صورت معنی ست این ☆ عارض است این سحر یا مہر نور افزا است این ☆ عارض است این یا قمر یا لالہ حمرا است این ☆ یا شعاع شمس یا آئینہ دلہا ست این (تضمین شہید کشمیری)۔

۶۔ محبوب کے گاہ بہ گاہ دور رہنے کی آزمائشیں عاشق کے لئے جان لیوا ہیں اور عاشق محبوب کے اس طرز ادا کو

ظلم سے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ظلم و جور نے دل کو اس دنیا میں اگر چہ مایوس و حسرت زدہ کر دیا ہے لیکن وفا میں اس قدر ثابت قدم ہوں کہ مر کر بھی میری قبر پر وفا شعاری کے ہی پھول کھلیں گے۔ لے گئے خاک میں ہم داغ تمنای نشاط☆ تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا (غالب)★ ہر کجا بی گل رویت نگرم☆ از نگاہم گل حسرت روید (سالک بختیاری)★ با من سخن از فرقت دلدار مگوئید☆ از مرگ سخن در بر بیمار مگوئید (شرف قزوینی)★ در غمت از مرگ گفتم گردد آسان مشکلم☆ جان سپردم آخر و آسان نہ شد مشکل مرا (مشتاق اصفہانی)★ بکشای پای ما کہ کمند وفای ما☆ محکم تر است از ہمہ بندی بہ پای ما (سحاب اصفہانی)★ ما ہمانیم کہ بودیم بہ میدان محبت☆ سر بہ بازیم و خود از سر نہ گذاریم وفا را (خسروی قاجار)★ در قیامت کہ سر از خاک بدر خواہم کرد☆ باز ہم در طلبت خاک بہ سر خواہم کرد (دھقان اصفہانی)۔

۷۔ترہات = ترہت کی جمع یعنی خرافات۔ مہملات۔ بیہودگیاں۔ کلام بی فائدہ۔ فرماتے ہیں کہ میں محبوب کی زلفوں کے جال میں گرفتار ہو چکا اب مجھے اس کی فرصت کہاں ملے گی کہ بیہودگیوں میں وقت صرف کروں اب تو کامل طور پر چشم پوشیدہ عشق محبوب میں پھنس گیا ہوں اور اس دام سے نکلنے کی کوئی امید نہیں۔ کوئی امید بر نہیں آتی☆ کوئی صورت نظر نہیں آتی (غالب)★ بکمند سر زلفت نہ من افتادم و بس☆ کہ بہ ہر حلقہ زلف تو گرفتاری ہست (سعدیؒ)★ بلاہای سیہ را جمع کردند☆ از آن زلف پریشان آفریدند (صائب)★ دلم بحلقہ زلف تو گم شدہ است وھنوز☆ از آن غریب پریشان خبر نیامدہ است (دھقان اصفہانی)★ کس نہ جست از دل گم گشتہ ما ہیچ نشان☆ مو بہ مو ہر چہ سر زلف ترا شانہ زدند (فروغی بسطامی)۔

غزل ۴۲

ای درت کعبۂ ارباب نجات..........

۱۔اے کہ آپ کا دروازہ اہل نجات کا کعبہ ہے
آپ کا چہرہ تمام صفتوں میں میرا قبلہ ہے
۲۔جو آپکے کوچے میں آکر وقوف نہیں کرتے یعنی نہیں ٹھہرتے
بھلا ان حاجیوں کو عرفات کا کیا وقوف ؟ یعنی کیا خبر
۳۔آپ کے شکر کی شہرت جو مصر میں پہنچی
تو نبات نے اپنا برتن پتھر پر دے مارا

۴۔آپ کے عاشقوں سے درد و غم ختم نہیں ہوگا
اللہ ان پر اپنی برکتیں نازل کرے
۵۔اگر آپ کا دہن میم بن جائے
تو میم کے چشمے سے آب حیات پھوٹنے لگے گا
۶۔اس حلقۂ زلف کو تم ہر طرف لہرانے لگی ہو
اے باد صبا! ایسی حرکتوں سے باز آ
۷۔جامیؔ نے آپ کے درد میں جان دے دی اور نہیں کہا کہ
اس نے عشق کو چھپا کر جان دی

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں نجات کے طالب مومنین کا کعبہ آپ کا دروازہ ہےاور آپ کا روئے انورؐ ہر حال میں میرا قبلہ ہے۔یعنی جس طرح کعبہ میں پہنچ کر ایک مومن تمام گناہوں سے دھل جاتا ہےاور پاک ومطہر ہوکر تمام بدیوں سے نجات پاتا ہےاسی طرح آپکے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر آپکے دروازے پر خم ہوکر عاجزی وانکساری کیساتھ گڑگڑا کر وہ تمام غموں سے آزاد اور شر وبدی سے نجات پاتا ہے۔میرے لئے تو بہرحال تمام صفات وکمالات میں بس آپ کا چہرہ منورؐ ہی قبلہ ہے جس کا دیدار کرنے سے میری تمام حاجتیں پوری ہوجاتی ہیں[یارسول اللہؐ! اپنے اس گناہگارترین امتی شمس الدین احمد پر مولانا جامیؒ کے طفیل عنایت ورحمت کی ایک نظر فرمائیں آمین!]۔ذرہ ذرہ دردو عالم ہر چہ ہست ☆ پردہ ای از آفتاب روی اوست۔(عطارؒ نیشاپوری) ٭قسم بہ قبلۂ روی تو یا رسول اللہ! ☆ رواست سجدہ بسوی تو یا رسول اللہ ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یا رسول اللہؐ (حسن کشمیری) ٭قبلۂ دل نگرم روی رسول عربیؐ ☆ کعبۂ جان شمرم کوی رسول عربیؐ (حسن کشمیری) ٭قبلۂ دل آفتاب روی اوست ☆ کعبۂ جان خاک راہ کوی اوست (شاہ ھمدانؒ)۔

۲۔عرفات = مکہ معظمہ سے نوکوس کے فاصلے پر ایک فراخ میدان کا نام جہاں حاجی لوگ ٹھہرتے ہیں اور لبیک ودعائیں پڑھتے ہیں اور ظہر وعصر کی نماز وہیں ادا کرتے ہیں اور یہی حج کی تکمیل ہے۔اس کے بعد پھر مکہ معظمہ کو لوٹ آتے ہیں۔چونکہ تمام حاجی حضرات کا اس میدان میں جمع ہوکر عصر اور ظہر کی نماز کا امام کے پیچھے پڑھنا فریضہ ہےاس لئے موجودہ حکومت سورج کی شدت کی دھوپ سے محفوظ رہنے کیلئے اس وسیع وعریض ریت

زار کو سرسبز و شاداب بنانے کے اقدامات کرنے کے سلسلے میں اس کو درخت زار بنا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقان رسول کا ایام حج میں دربار رسولؐ میں حاضر ہونا تو بہرحال لازمی ہے اور وہ حاضر ہو ہی جاتے ہیں لیکن عام حاجیوں کا مدینہ طیبہ جا کر رسول اکرمؐ کے آستانہ مبارک پر حاضر ہو جانا بھی ضروری ہے اور جو ایسا نہیں کرتے وہ اللہ سے محبت کرنے کے حقیقی مقصد سے غافل ہیں۔ اللہ سے محبت کرنے کی اساسی شرط رسول کریمؐ سے محبت کرنا ہے۔ حج میں عرفات کی حاضری کے ساتھ ساتھ نبی برحقؐ کے دربار عالی میں حاضری دینے کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ اس لئے ایام حج میں اس سرکار مقدس و دربار رفیع القدر میں حاضر ہونا ہر حاجی کے لئے ضروری ہے۔

۳۔ قند مصری یا مصری شکر یا مصری نبات بڑی مشہور چیز تھی اور پیداوار میں بہتات کی وجہ سے یہ میٹھی چیز مصر سے باہر کے ممالک میں برآمد ہوتی تھی جس کی وجہ سے اس کی معروفیت و شہرت اس قدر عام تھی کہ شاعروں نے اس کی شیرینی سے خوبان شہر کے ہونٹوں کو منسوب کر دیا۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ اتنے شیریں ہیں کہ نبات مصر نے، جو اپنی شیرینی و مٹھاس پر اتراتا تھا جب آپ کی برتر و بالاتر مٹھاس و شیرینی کی توصیف سنی تو اس نے اعتراف شکست میں اپنا برتن توڑ ڈالا اور اپنے وجود کے ریزے ریزے کر ڈالے۔ نبات عام طور پر مٹی کے ایک برتن میں بنتا ہے اور جب اس سے استفادہ کرنا مقصود ہو تو خود نبات کو باہر نکالنے کے لئے برتن توڑ دیتے ہیں۔ مولانا جامیؒ نے بھی ایک شاعر کی حیثیت سے صنعت حسن تعلیل سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ نبات نے اپنے جسم اور اپنے وجود کو ریزہ ریزہ کر دیا جب اس نے محبوب کی شیرینی کی تعریفیں سنیں ۔ مرکز پرکار جان یا نقطہ حسن صفات ☆ نکتہ معنی است یا رمز یست از وجدان ذات ☆ غنچہ گل ہست یا شہد است یا قند و نبات (شہید کشمیری)۔ چوں پستہ کہ گیرد شکرش تنگ در آغوش ☆ در قند نہان کردہ دہان تو سخن را (سعیدای اشرف) ★ گر د دھن تنگ تو گردم کہ نمود است ☆ شیرین بہ نظر ہا سفر تلخ عدم را (صائب تبریزی) ★ دہان تنگ شیرینت مگر مہر سلیمان است ☆ کہ نقش خاتم لعلش جہان زیر نگین دارد (حافظ)۔

۴۔ حقیقی عاشق تادم مرگ درد و غم عشق میں مبتلا ہیں۔ یہ وہ روگ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اللہ ان عاشقان رسولؐ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے کہ اس درد کو دل میں لئے آہ و واویلا اور شکوہ و شکایت کئے بغیر آپ کے دیدار کی تمنا میں جئے جا رہے ہیں ۔ مریض عشق پر رحمت خدا کی ☆ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی (غالب) ★ مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی ☆ موت آتی ہے پر نہیں آتی (غالب) ★ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے (غالب) ★ با مہر رخت زادن و با عشق تو مردن ☆ تقدیر من این بود ز آغاز و دگر ہیچ (جامیؒ) ★ عشق و اغیست کہ تا مرگ نیاید نرود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدی) ۔ درد یست درد

عشق کہ اندر علاج او☆ ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود (حافظ)۔ ہر درد را علاج بود غیر درد عشق☆ این درد بے دواست بدرمان نمی رسد (دہقان اصفہانی)۔

۵۔ شاعروں نے محبوب کے دہن کی خوبصورتی کو اس کے تنگ ہونے میں محسوس کیا ہے دہن ان کے خیال میں جتنا تنگ ہوا تناہی خوبصورت متصور ہوگا چنانچہ اسی خیال میں شاعر تنگی دہن محبوب کو ایک نقطہ تک بھی لے آئے۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ محبوب کے دہن کی تنگی کو ایک مناسب اور کسی حد تک مشابہ مناسبت جو مشاہدہ پر درست نظر آتی ہے کے قریب تر لائے ہیں اور کہا کہ میرے محبوب کا دہن لفظ میم کے سرے کے چشمے کی مانند ہے کہ تنگی میں حسین وجمیل بھی ہے اور کلام بے غش اور سخنان پاک جب اس سے پھوٹتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دہن نقطہ میم ہی نہیں بلکہ چشمہ آب حیات بھی ہے۔ حقہ لعل است یا سر چشمۂ آب حیات☆ یا دہن یا میم یا طوطی شکر خاست این (جامیؒ)۔ ماھمہ تشنہ لبانیم وتوئی آب حیات☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (قدسی تاجکستانی)۔ عقل درکار تو ای تنگ دہان حیران است☆ کردہ ئی کشور دل ضبط بہ این بی دہنی (ملا ذہنی)۔ بہ تکلم بکشا نقطۂ موہوم دہان☆ تاھمہ خلق بدانند تراہم دہن است (مشعوف قاجار)۔ غنچہ را پیش دہانش چو صبا خندان یافت☆ آنچنان بر دہنش زد کہ دہن خونین شد (ناصر علی نصیر)۔ گر نہ گوئی سخن از ناز بمن معذوری☆ کہ نہ داری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیروانی)۔ تاتبسم نہ کنی عقل نداند ہرگز☆ کہ تو در آب خضر لولوی لالا داری (ابن حسام)۔ (یہ شعر امیر خسروؒ سے بھی منسوب ہے)۔

۶۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کی زلفوں کو حرکت میں لاکر انہیں اردگرد میں لہرانا بے ادبی کی حد ہے جسے بادِ صبا عمل میں لاتی ہے اور ایسا کرنے سے اسے باز رہنا چاہئے۔ اس میں ایک طرف محبوب کی ہر شے کو مقدس اور محترم ہونے کے خیال کو ظاہر کیا ہے اور دوسری طرف رقابت کا بھی اظہار ہے کہ بادِ صبا کو محبوب کی زلفوں کے ساتھ دست اندازی کا کوئی حق نہیں۔ شانہ کمتر زن کہ ترسم تار زلفت بشکند☆ تار زلف تست امارشتۂ جان من است (نیاز اصفہانی)۔ اگر بزلف دراز تو دست ما نرسد☆ گناہ بخت پریشان و دست کوتہ ماست (حافظ)۔ ایدوست زلف خود را در دست باد نگذار☆ مگذار ہستی ما بر باد رفتہ باشد (امیر اتابکی)۔ ما پریشان تو و زلف تو در دست شمال☆ ما گرفتار تو و بوی تو ہمراہ نسیم (وصال شیرازی)۔ صبا برہم زد آن زلف و دلم برگرد آن گردد☆ چو آن مرغی کہ ویران کردہ بیند آشیانش را (ضمیری اصفہانی)۔ ای صبا در حرم زلف چو محرم شدہ ای☆ باادب باش کہ دلہای پریشان آنجاست (صائب)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے آپ کے عشق کے درد میں ہم جان سے گئے کہ یہی اس کا علاج تھا لیکن آپ کے

عشق کو ہم نے چھپا کر نہیں رکھا برملا آپ سے عشق کیا اور علانیہ آپ کے عشق میں جان دے دی اور یہ میری زندگی کا حاصل تھا۔ حاصل عمر نثار رہ یاری کردم ☆ شادم از زندگی خویش کہ کاری کردم [ضمناً یہ شعر میرے جوان سال شہید فرزند نثار احمد جانؒ کی قبر پر کندہ کیا ہوا ہے اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت احمد مجتبیٰؐ کے لائے ہوئے قرآن کریم کی نسبت سری نگر کے غیر مسلموں نے جو شر انگیز توہین کی اس کی غیرت میں مظاہرہ کر کے اس نے اپنی جان کو قرآن مجید کی عظمت کو بلند رکھنے کے ایمان میں قربان کر کے عظیم شہادت پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانان کشمیر نے میرے جوان سال فرزند کی شہادت کو عظیم سانحہ اور واقعہ قرار دیا اور ہزاروں اشکبار مسلمانوں نے میرے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جس کیلئے میں ان کا شکر گذار ہوں۔ شمس الدین احمد]۔ فاش می گویم واز گفتہ خود دل شادم ☆ بندۂ عشقم واز ہر دو جہان آزادم (حافظ) ★ در عشق بتان چارہ بجز مردن نیست ☆ بی مہر بتان نیز نمی شاید زیست ☆ ای وای بر آن دل کہ بر آن سوزی نیست ☆ ای خاک پر آن سر کہ در آن شوری نیست (مجمر اصفہانی) ★ این عشق جملہ عاقل و بیداری کشد ☆ بی تیغ می بر د سر و برداری کشد (مولانا رومیؒ) ★ تا مرد بہ تیغ عشق بی سر نشود ☆ در حضرت معشوق مطہر نشود ★ ہم دوست طلب کنی و ہم جان خواہی ★ آری خواہی ولی میسر نشود (شاہ سنجان)۔

غزل ۲۲

بہ درت جا کنند اہل نجات..........

۱۔ اہل نجات آپ کے دروازے پر جگہ بنا لیتے ہیں
اللہ تعالیٰ ان کا مرتبہ اور درجہ بلند کرے!
۲۔ اگر آپ اپنے حسن کی زکوٰۃ دینا چاہتے ہوں
تو ہم مسکین لوگ ہیں اور زکوٰۃ کے مستحق!
۳۔ جس کسی کو آپ کے کوچے کی واقفیت ہوگی
وہ عرفات میں وقوف کرنے یعنی ٹھہرنے کا ارادہ نہیں کرے گا
۴۔ تا کہ آپ اپنے شیریں ہونٹوں کو شراب سے دھولیں
شکر پانی ہو گیا ہے اور نبات کوزہ!
۵۔ آپ کی زلفوں کے سائے میں آپ کا سبزۂ خط
گویا خضر کو ظلمتوں نے گھیر رکھا ہے

۶۔ میری خوش بختی کہ ہر لحظہ آپ کے لعل لب نے
اپنی خاصیت عیاں کر کے مجھے آب حیات عطا کیا
۷۔ جامی تو نے شراب پینے سے توبہ تو کی
لیکن کبھی کبھی یہ گناہ ثواب کے ساتھ کیا کر

توضیحات غزل

۱۔مطلب یہ ہے کہ نجات چاہنے والوں کی اگر کوئی جگہ ہے تو وہ بس رسول اکرمؐ کی بارگاہ کا دروازہ ہے۔نجات ملے گی تو بس وہیں پر ملے گی اور اسی لئے عاشقان رسولؐ اس بارگاہ عالی مرتبت کے دروازے کیساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان عاشقوں کے مرتبے کو بلند کرے! ؎ درگاہ تست قبلۂ حاجات ہر گروہ ☆ چہ تازی وچہ ہندی وچہ ترک وچہ مغل (تجلی کشمیری) ٭ نیست در ہر دو جہاں چون تو شہی بندہ نواز ☆ ہمہ شاہان اقالیم بصد سازش وساز ☆ بہ غلامی تو بنہادہ زسر افسرناز ٭ بردر فیض تو استادہ بصد عجز ونیاز ٭ رومی وطوسی وھندی یمنی وعربی (تضمین از سیف الدین کشمیری)
۲۔یعنی آپ کے حسن کی زکات کے مستحق ہم آپ کے چاہنے والے وہ عاشق لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے عشق میں دنیا اور دنیوی حشمت کو خیر باد کہہ کر اپنے لئے درویشی اور مسکینی اختیار کی۔بس آپ اپنے حسن کی زکوٰۃ یعنی دیدار ہمیں عطا کیجئے۔ہم سے زیادہ اور کون مستحق ہوسکتا ہے۔مطلب یہ کہ دیدار رسولؐ کیلئے دنیوی خواہشات اور دنیوی جاہ وحشمت کو ترک کر کے عشق رسولؐ کو اختیار کرنے والے عاشقان رسولؐ ہی اہل ہیں ؎ پاک باش لائق دیدار باش (شمس فقیر) ٭ پاک شو اوّل وپس دیدہ برآن پاک انداز (حافظ)۔
۳۔فرماتے ہیں کہ جو آپؐ کے روضۂ مبارک کے مرتبہ اور اس کی قدر ومنزلت کی رفعتوں سے واقف ہوگا وہ عاشق اور حج گذار عرفات میں نہیں رک سکتا۔اس کے حاجات آپ کے دربار عالی میں پہنچ کر بھی پورے ہوں گے کیونکہ آپ کی وساطت اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے۔ ؎ شوقہٖ چانہٖ نیر ہا چاک دتھ جامن ☆ ذوقہٖ چانہٖ ولتہٖ ہا چون دربار ☆ رذس چانس پھیر پیرامن ☆ روٹ چون دامن بوز ساۓ زار (نادم کشمیری) ☆ ژی ستھ جمعن تہٖ بیہ افرادن ☆ خاصن تہٖ عامن جاۓ تھر ☆ ساری پیتر اُوی جاۓ امدادن ☆ یانبی پادن وتہٖ ہویے سر (نادم کشمیری) ☆ سویے جایے بہتر پیش حق از کعبہ واز عرش ☆ یتھ جایہ بہتھ پانہٖ سہٖ سردار مدینس (ناظم کشمیری) ☆ تتھ جایہ شیدا ذرہ صفت ساسہٖ بدی خورشید ☆ یتھ جایہ پرتو تراوتہٖ مہ روی مدینہ (مقبول شاہ کرالہ واری)۔
۴۔یہ شعر ذومعنی ہے۔ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آپ اپنے شکرین ہونٹوں کو جن میں فطری شادابی اور تروتازگی موجود

ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے گویا شراب طہور ان ہونٹوں سے ٹپک رہی ہے تو یہ سماں دیکھ کر شکر پانی اور برتن مجسم نبات بن گیا ہے اور یہ اسلئے کہ ان دونوں کو یہ سعادت حاصل ہو کہ آپ انہیں اپنے ہونٹوں سے لگالیں۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ آپکے ہونٹوں کی شیرینی کو دیکھ کر قند پانی پانی ہو رہا ہے اور نبات کی قدر کوزہ بن جانے کی حد تک گھٹ گئی ہے اور اس طرح سے انکی اہمیت نظروں سے گر چکی ہے۔ [قند کو پانی میں ڈال کر استعمال میں لایا جاتا ہے اور نبات کوزہ میں ہی بنتا ہے اور شاعر مولانا جامیؒ نے ان صفتوں سے حسن تعلیل کی شاعرانہ صنعت سے کام لیا ہے]۔ چھکن درّ از تکلم وز تبسم ☆ ہرن چھکھ قند و شکر یا محمدؐ (مسکین کشمیری) ★ می همین خوانند لعلت را دمن در حیرتم ☆ زانکه می تلخست و شیرین تیرلبت از شکر است (بیدل کرمانشاہی) ★ یاقوت ز لعل لب شیرین سخن تو ☆ چون چہرۂ خجلت زدہ ہر لحظہ بہ رنگی است (صائب) ★ لب او بنی گوئی کہ کسی زیر عقیق ☆ بمیان دو گل اندر شکری پنہان کرد (محمد ابن صالح ہروی) ★ انحصار شکر و قند بود در لب تو ☆ گرچہ آن قند دگر باشد و این قند دگر (رعدی تبریزی)۔

۵۔ خضر کے معنی سبز کے ہیں اور سبزۂ خط وہ نازک و باریک سا سبزہ یا خط رخسار جو عنفوان شباب میں چہرے پر نمودار ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سبزۂ خط پر آپ کی سیاہ گھنی زلفوں کا چھایا رہنا ایسا ہے جیسے کہ خضر کو ظلمتوں نے گھیر رکھا ہے۔ یہاں پر ذہن خضر پیغمبر علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جب کہ مقصد کہنے کا یہی ہے کہ سبز پر سیاہی کا غلبہ نظر آتا ہے جب آپ کے سیاہ گیسو خط رخسار پر پھیل جاتے ہیں اور روئے انورؐ پر یہ نظارہ کہ سیاہ گھنی زلفیں لہرا رہی ہیں ایک عاشق کیلئے دل ربا نظارے سے کم نہیں۔ زلف تو شد از چہ رو مجاور رویت ☆ کافر اگر در بہشت راہ ندارد (شجاع بختیاری) ★ دید ہر کس بر خت زلف سیہ کارہ ہمی ☆ گفت کافر چہ در غلد برین می گذرد (شہباز بختیاری) ★ باز بر رخ زلف مشکین را پریشان کردہ ای ☆ روز و شب را خوش بہم دست و گریبان کردہ ای ☆ زلف را افکندہ ای تا آن کہ باشد سایبان ☆ آفتابی را بہ زیر ابر پنہان کردہ ای (عرفی) ★ آشفتہ زلف را چو بر خسار میکنی ☆ روز مرا سیہ چو شب تار میکنی (روحانی وصال شیرازی)۔

۶۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ یہ خوش سعادتی حاصل رہی ہے کہ آپکے ہونٹوں کی شادابی کا مشاہدہ کرتے وقت گویا آب حیات مل گیا جسے پی پی کر مجھے نئی زندگی ملتی رہی۔ یعنی جب بھی میں راہ عشق کی منزلوں کے سفر میں نڈھال ہو کر نیم مردگی کی حالت میں رہا آپکے شاداب لب ہای لعل کو دیکھ کر مجھے زندگی کی نوید ملی گویا انکی تر و تازگی اور شادابی و رطوبت میرے لئے آب حیات سے کم نہیں۔ آن روز کہ تقسیم شود چشمہ کوثر ☆ من لعل تو نوشم کہ مرادم این است (بانو مہار رفع جہانبانی) ★ لعل سیرابش کجا دارد غم لب تشنگان ☆ چشمہ حیوان کجا یاد سکندر می کند (صائب)۔

۷۔شراب پینے سے مولانا جامیؒ کی مراد محبوب کے ہونٹوں کی شادابی کا نظارہ کرنے سے ہے۔اوراس کی تکرار آپ نے کئی اشعار میں کی ہے اس شعر میں فرمایا ہے کہ شراب پینا اگر چہ گناہ ہے لیکن میں محبوب کے لب ہای لعل کی شادابی کے زیر اثر مست رہنا پسند کرتا ہوں کہ یہ مستی گناہ نہیں ثواب ہے ۔دل بہ نظارۂ او شد کہ دگر باز آید ☆ آب گردید در آن لعل گہر بار بماند (صائب) ٭ منکہ صد میخانہ میکردم تہی در یک نفس ☆ زان لب میگون دہانم باز چون پیمانہ ماند (صائب) ٭ گر بہ یاد لب او جام دہد بادہ فروش ☆ توبہ خمیازہ کشان تا در میخانہ رود (طبعی قزوین)۔

توضیحات غزل ۲۳

ای واضح والضحیٰ جبینت ....

۱۔اس شعر میں والضحیٰ اور واللیل قرآن مجید سے ماخود ہیں: "والضحیٰ واللیل اذا سجی ...." (سورہ ۹۳۔آیت ۱۔۲..... ترجمہ: قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب وہ سکون سے طاری ہو جائے ..... ترجمہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔رسول اکرمؐ کے عاشق اور ان کی ذات رحمتہ للعالمینؐ سے محبت کرنیوالے سعادت مند صاحب ایمان لوگ جو فنافی الرسول کے درجہ پر ہوتے ہیں رسول خداؐ کی تعریف کو قرآن مجید کی خدائی زبان واصطلاحات کیساتھ اسلئے جوڑ دیتے ہیں کہ اس سے برتر اس محبوب رسول معظمؐ کی تعریف نہیں ہوسکتی کیونکہ انسانی ادراک وفکر محدودیت کی حامل ہے۔خداوند عالم وعظیم کی زبان سے بڑھ کر اور کوئی زبان نہیں اسلئے اسی زبان مقدس ومطہر خداوندی کے لامحدود معنی کے حامل الفاظ واصطلاحات کے ساتھ صوفی وعارف عاشقان رسولؐ نے رسول کریمؐ کی تعریف کو پیوند کر کے ان کی ذات اقدس کو نمایاں تر کر دیا ہے اور توصیف وتعریف کی حد یہی ہے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں اے رسول خداؐ! آپکی جبین مبارک (یعنی آپ کی پیشانی) قرآن مجید کی آیت والضحیٰ کو آشکار کر رہی ہے۔اور واللیل آپ کی وہ عنبرین (خوشبودار) نقاب ہے جو آپکے چہرہ مبارک پر وقتاً فوقتاً چڑھتی رہتی ہے مطلب یہ کہ آپ کی پیشانی مبارک روز روشن (والضحیٰ) کی طرح نور پاش اور منور ہے اور اس پر کبھی کبھی جو آپ کی زلفوں کا لہرالہرا کے آکر سایہ پڑتا ہے وہ رات (واللیل) کی طرح ایک خوشبودار نقاب کے چڑھنے کا نظارہ پیش کرتا ہے [رسول اکرمؐ عطر کا استعمال فرماتے تھے اسلئے ان کا موی مبارک معطر اور خوشبودار رہتا تھا۔جامیؒ نے اسی وجہ سے نقاب عنبرین کی ترکیب کا استعمال کیا]۔ واللیل مویہ کہ بویہ ختن مس چھ ز عالم ☆ والشمس تہند جلوہ رُخسار مدینس (ناظم کشمیری) ۔واللیل مویے ہاوا سہ دات دادن ☆ ذرکونہ برآفتاب چاو ☆ شاد کرئی والضحیٰ رو یکھ یادن ☆ یا نبیؐ گوش فریادن تھاو (ناظم کشمیری) ٭ خجل کور مشک چین واللیل موین ☆ مدینہ کو معطر یا محمدؐ (مسکین کشمیری) ٭ والضحیٰ رویے

چھس شمس نورانی ☆ واللّیل مویے چھس مشکِ تاتار ☆ خولقہِ بوڈ خویہ رُت بویہ ریحانی ☆ سہ چھُ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری) ★ رویہ پاکئی صفت کری ذاتن ☆ سُور یہ شمس درقوران وچھے ☆ وصف موئِ مبارکت واللّیل ☆ قاریان باادب پران وچھے (عاصی کشمیری) ★ جمالِ والضحیٰ روین دوس واللّیل کی موین ☆ کوٗرس اُکی جائز خوشبوین بہٕ شیدا یا رسول اللہؐ! (سایل کشمیری) ★ ہست واللّیل مخبر از زلفت ☆ وزجبین تو والضحیٰ واعظ (مسکین کشمیری) ★ آفتاب عارضت خورشید اوج والضحیٰ ☆ قاب قوسین بارگاہت یا محمد مصطفیٰؐ (غیاثی) ★ محبوب ایزدی کہ قسم خواند درکلام ☆ برموی وروی خوب تو ای سربہ سرعیق۔ ☆ در وصف زلف مشک فشان معنبرت ☆ واللّیل یاد کرد خصوصاًو ماوسق (عبید کشمیری) ★ فروغی زان رخ پرنور گل کرد ☆ کزان مہر درخشان آفریدند ☆ ملاحت وام کردند از رخ تو ☆ کہ ازوی بدر تابان آفریدند ☆ نقاب از چہرۂ تابان کشادند ☆ کہ ازوی صبح خندان آفریدند ☆ گرہ از کاکل مشکین کشادند ☆ از آن شام غریبان آفریدند (شہید کشمیری) ★ صفت روی تو والشمس ز قرآن خوانم ☆ مدحت موی تو واللّیل بہ قرآن دانم ☆ جلوہ گرشوکہ شود محو تجلّی جانم ☆ من بیدل بجمال تو عجب حیرانم ☆ اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی (تضمین از سیف الدّین کشمیری)۔

۲۔ طاہااور یاسین دونوں خطابات کے الفاظ قدس ہیں جن سے پروردگار عالم نے ہمارے رسول اکرمؐ کو قرآن کریم میں مخاطب فرمایا ہے:''طٰہٰ ہ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرآنَ لِتَشْقیٰ ۔ اِلاَّ تَذْکِرَۃً لِّمَن یَّخْشیٰ ''...... طاہا! ہم نے یہ قرآن تم پراس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہ تو ایک یاددہانی ہے ہراس شخص کے لئے جوڈرے (ترجمہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔ اوریٰسؔ کا خطاب یوں آیا ہے:''یٰسٓ وَالْقُرآنِ الْحَکِیْمِ ۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرسَلِیْن ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ۔...... یاسین! قسم ہے قرآن حکیم کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو (ترجمہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی) سورۃ طٰہٰ کالب یہ ہے کہ اس میں رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فوراً ہی کسی کافر و منکر قوم کو ان کے کفر وانکار پر نہیں پکڑتا بلکہ ان کو سنبھلنے کے لئے کافی مہلت دیتا ہے۔ اس لئے اے رسولؐ آپ کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ آپ صبر واستقامت کے ساتھ کافروں کی زیادتیوں کو برداشت کریں اور نصیحت کا حق بھی ادا کرتے رہیں۔ سورۂ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی تبلیغ رسالت میں بے غرضانہ مشقت اور معقول پیغام لوگوں تک پہنچانے کی محنت کا بیان فرمارہے ہیں اور یہ کہ نبی برحقؐ پوری کوشش اور قوت استدلال کے ساتھ لوگوں کے زنگ زدہ دلوں کے قفل توڑ ڈالنے کے اقدام کررہے ہیں اور قرآن مجید کی دعوت کو دلوں میں اتار کر ان کے جمود کو توڑ دیتے ہیں اور ان کی روح میں حرکت اور عمل پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ گویا یہ سورۂ مبارکہ اللہ کی طرف سے نبی برحقؐ کے حق میں ان کی صداقت ورسالت کی کامیابی کی ایک

سند ہے۔ مولانا جامیؒ رسول اکرمؐ کے علو مرتبہ اور دو جہانوں میں ان کی تکمیل رسالت کے نتیجے میں شہرت و کامیابی کے پس منظر میں فرماتے ہیں کہ طاہا کا خطاب اور طاہا سورۂ شریف کی داستان آپ کی ذات گرامی سے مربوط داستانوں میں تو صرف ایک ورقِ داستان ہے ورنہ آپ کی حیات مبارکہ کی کتاب مقدس کی کتنی ہی داستانیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں کہ اگر ان کی شرح لکھی جائے تو ہزاروں کتابوں پر بھاری ہوں گی۔ اسی طرح یٰسین کا خطاب اور سورۂ یٰسین کی سند آپ کی آستین کا صرف ایک طراز ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ جو آپ کو طرح طرح کی جامۂ مفاخر رسالت کی آرائشیں اور زیبائشیں عطا فرمائی ہیں ان کے بیان حقائق و معنی کا کس کو یارا ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا مرتبہ اور درجہ رسالت الٰہی میں اس قدر رفیع اور بلند ہے کہ طاہا اور یٰسین جیسے خطابات قدس سے وہ پورے طرح متعین نہیں ہوتے یہ دونوں خطاب خداوندی محض آپ کی جاہ و حشمت سے متعلق اشارے ہیں اور بس۔ [طاہا اور یٰسین قرآن مجید کے حروف مقطعات میں شمار ہوتے ہیں اور دوسرے ایسے حروف قرآن مجید کی طرح ان کے معنی صرف اللہ کو معلوم ہے۔ ویسے عام طور پر مفسرین نے طاہا اور یٰسین کو اسمای رسول کہا ہے جو اللہ کی طرف سے رسول اللہ کو عطا ہوئے ہیں۔ علم آستین وہ زیبائشی اور آرائشی نشان ہے جو لشکر کا رہنما اور فرمانده اپنے بازو پر تخصیص کی وجہ سے لگاتا تھا اور اس طرح کے نشان کو طراز (نقش و نگار۔ نشان زیبائش) کہتے ہیں۔ ہمارے رسول اکرمؐ جو ایک بڑی امت کے خالق اور فرمانده تھے اللہ کی طرف سے اس طراز کے حامل تھے اور وہ طراز بس ایک نہیں تھا بلکہ بیشمار تھے جنہیں خداوند قدوس نے انہیں عطا کیا تھا۔ ان ہی طرازوں میں نبی اکرمؐ کا ایک طراز یٰسین تھا]۔ گویا کوئی کہاں تک اس صاحب معراجؐ کی توصیف کرے جس کی توصیف خود خداوند کریم نے ان کے حق میں طاہا اور یٰسین جیسے خطابات سے کی ہے۔ یک نسخہ ز وصف شب معراج توانجم ☆ طغرای تو یاسین ولوای تو فتحنا ☆ اکلیل تو حم وقبای تو مزمل ☆ مدح تو الم نشرح والقاب تو اہا (غیائی) ٭ سید اروی والضحیٰ داری ☆ موی واللیل از اہجی داری ☆ طاءِ طاہا طراز خلعت تو ☆ وز مدثر مہین رواداری ☆ یاءِ یاسین کہ یاسمن بوی است ☆ گل دستار خوشنما داری (احمد بیجہاروی) ٭ طاہا صفاتس یاسین ذاتس ☆ کیا رفعت وشان سبحان اللہ! (مسکین کشمیری) ٭ جملہ مصحف نازل اندر وصف تست ☆ حرف حرف آیت بہ آیت یا رسولؐ ☆ سورہ طاہا و یٰسین آمدہ ☆ از جناب حق ثنایت یا رسولؐ (عبید کشمیری) ٭ طاہا و یٰسین نام تو انا فتحنا کام تو ☆ قرآن ز حق پیغام تو ای آفرینت مرحبا (احمد جامی)۔

۳۔ فرماتے ہیں آپ سراپا رحمت و شفقت ہیں کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ رحمت آپ کی ایک ایسی صفت ہے جس کی تشبیہ دنیا کی کسی چیز سے دی ہی نہیں جا سکتی۔ البتہ جنت کی جو

صفتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں کہ مثلاً جنت کی ہوائیں حیات پرور ہیں' وہاں کے نظارے جنتیوں کی آنکھوں کے نور اوران کے دل کے سرور کو دوبالا کریں گے' وہاں شہد اور پاک ومطہر پانی پینے کو میسر ہوگا' حور وغلمان خدمت کیلئے مہیا ہوں گے اور ان چیزوں سے نیز دوسری کئی چیزوں سے جنتیوں کو سکون وسلامتی' اور چین وراحت نصیب ہوگا' جنت کی یہ اوران کے علاوہ دیگر تمام صفتیں دراصل آپ ہی کی رحمت وشفقت کا ایک حصہ ہیں۔ جب یہ صرف آپ کی رحمت اور آپ کے فیض وکرم کا محض ایک ہی حصہ ہیں تو پھر اے رسول خداؐ! آپ کے رحمت تمام اور سراپا کرم کی توصیف کیسے کی جائے کہ جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ حساب۔ کافروں اور مشرکوں پر آپ کا غیظ وغضب دوزخ کی بس ایک چنگاری ہی تو ہے اس شعر میں صریحاً سورہ الفتح کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: "محمد رسول الله والذین معه اشداءُ علی الکفّار رحماء بینهم تراهم رکّعا سجّداً یبتغون فضلاً من الله و رضواناً [آیت ۲۹ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں جب تم دیکھو گے انہیں رکوع وسجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں پاؤ گے......ترجمہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی] ۔ رحمتچ چھے تمس بازرگانی ☆ لطف واحسانک چھُ سوداگار ☆ سُو تھود سوداتس چھُ ارزانی ☆ سَہ چھُ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری) ☆ چھ رحمت عالمینز تسنز ساری ☆ چوان چھی آب از جوی محمدؐ (قدیر کشمیری) ☆ کیاہ گونہکار چھے سیاہ کاری ☆ زیادٕ چھے رحمتچ خریداری ☆ گرم گومت چھُ رحمتک بازار ☆ از چھُ معراج احمدِ موختار (درویش قادری کشمیری)۔ پیش ازان کار سلیمان انس وجن زیرنگین ☆ مہرِ منشور تو بودہ رحمۃ للعالمینؐ (عصمت) ☆ زبہر ہر دو عالم رحمت حقی علی التحقیق ☆ و ما ارسلت الا رحمۃ للعالمین حقا (صرفیؔ کشمیری)۔ سنبل از باغ رسالت بشگفت ارسلناک ☆ نرگس از روضہٴ تعریف شریفش لولاک ☆ گلبن از گلشن توحید وماارسلناک ☆ نہر بخشایش او موج زن اعطیناک ☆ آنکہ شد نسترن از خوبی او جوہر پاک ☆ برگل عارض جان پرور احمدؐ صلوات ☆ بردو گیسوی فرح بخش محمد صلوات (احسنؔ کشمیری)۔

۴۔ وجود کے اسرار کو جیسے کہ وہ ہیں آپ ہی کی خدابین آنکھوں نے دیکھا۔ اس میں صاحب معراج حضرت نبی اکرمؐ کے معراج کرنے کا ذکر کرکے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ذات واجب الوجود حضرت اللہ جل جلالہٗ کے اسرار کو آپ نے یوں مشاہدہ کیا جیسے کہ وہ اسرار قدس حقیقت میں ہیں اور یہ صرف آپ کی ہی شان تھی کہ قاب قوسین کی نزدیکی پاکر آپ نے اپنی آنکھوں سے یعنی ظاہری آنکھوں سے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے طور کی طرف نظر اٹھا کر تجلی الٰہی کی ذراسی جھلک دیکھی اور غش کھا کر گر پڑے لیکن اے رسول خداؐ آپ نے قریب ترین فاصلہ سے اللہ کو عرش پر اللہ کی دعوت پر وہاں جا کر دیکھا اور لوٹ آئے اور سارے اسرار واجب الوجود سے آگاہی

پائی ۔ موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک جلوہ صفات ☆ تو عین ذات می نگری در تبسمی ☆ در مقام قاب قوسین ادن منی چھیُ خطاب ☆ سرو چھتھ دریک اشارے یا شفیع المذنبین (ثناء اللہ کریری) ★ آ دو در جلوہ شاہد وحدت ☆ از میان دراو پردہ کثرت ☆ وحدتن تھادنہ دوئی درکار ☆ ازچھ معراج احمد مختار ☆ اللہ اللہ حبیب تے محبوب ☆ معنیس منزانن کنی محسوب ☆ یار گو و دوست دوست زانن یار ☆ از چھ معراج احمد مختارؐ (قادری درویش) ★ شب وصل برقع دلکشا چو کشادہ از رخ جانفزا ☆ زخودی گذشتہ وخویش را بخودش ندیدہ بجز خدا ☆ بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ ☆ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ ☆ از حصول وصال حق گشتہ ★ گرم بازار صاحب المعراج ☆ رحمت ایزدی دران بازار ☆ شد خریدار صاحب المعراج (قادری کشمیری) ★ سواد چشم تو افزود سرمہ مازاغ ☆ ندیدہ دیدۂ تو غیر را چو دیدہ خدا (حسن شعری کشمیریؔ) ★ روشن چو شد بہ سرمہ مازاغ بینشت ☆ با این بصر معاینہ دیدی القای حق ☆ زاوی چولوح علمِ نہادت ببر علیم ☆ اعلم شدی بہ سرو عالم بہ یک سبق (عبید کشمیری) ★ گوشت اوحی تا بہ ما اوحی شنید ☆ دیدہ دیدہ ما رآیت یار سولؐ ☆ واندران خلوت بہ نور این بصر ☆ دیدہ شد عین لقایت یار سولؐ (عبید کشمیری) ★ قاب قوسین گشت واو ادنیٰ ☆ اقتران تو یارسول اللہؐ ☆ دیدنی وشنیدنی آنجا ☆ شد عیان تو یارسول اللہؐ (جید کشمیریؔ) ۔

۵۔ فرماتے ہیں کہ اے رسول اکرمؐ! آپ کے رفعت مرتبہ کے آگے آسمان بھی زمین کی طرح پست ونگون ہے اور سارا عالم آپ کی سرزمین پر سرخم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی برحقؐ کے مرتبہ کا بھلا کیا ذکر ہو اس مرتبہ ومقام کے آگے آسمان کی قدر ومنزلت پست ہے۔ یعنی آسمانوں سے آگے بھی آپ بالاترین آسمان سے گذر کر عرش برین پر پہنچے اور تمام آسمانوں کو آپ نے زمین ہی کی طرح روند ڈالا اس لئے آسمان کا مرتبہ نبی اکرمؐ کے مرتبہ کے آگے کس قدر پست ہے۔ آپکی زمین (مدینہ طیبہ) پر آپکے چاہنے والے عالم کے تمام اطراف واکناف سے حاضر ہو کر اور آپکی بارگاہ عظیم القدر کے آستانے پر جبین جھکا جھکا کر آپ سے محبت اور احترام واکرام کا اظہار کرتے ہیں۔ ہول چھم سینس مدینس ثنز بنہا بوا کھ گراہ ☆ لول چھم چون بے نہایت یا شفیع المذنبینؐ (مسکین کشمیری) ★ خاک چونی ملہ ر دلیس کلہ تراوے ڈیڈ تل ☆ چاک دِتھ کر جامہ پارے یا شفیع المذنبینؐ (ثناء اللہ کریری کشمیری) ★ عربی شاہا مدنی ماہا! اسہ گژھ گٹہ ثنز گا ہا چون ☆ بتھ اکی ڈ چھوتھ رتہ دلخواہا ☆ اسہ گژھ گٹہ ثنز گا ہا چون ☆ اکی آیہ مفلس برتل شاہا جایے سائی ٹیکہ کر پایاہ سۆن ☆ راہے چھنہ بنہ بیاکھ یژھ درگاہا اسہ گژھ گٹہ ثنز گا ہا چون (نادم کشمیری) ★ ڈیڈ تل اکی نمتھ شمتھ ستاری ☆ یژد و چھو سیود چھ چائے بڈیاری (حسن شعری) ☆ برتر ز چرخ واختری بہتر ز ماہ ومشتری ☆ بردعوی پیغمبری آمد ترا آ ھو گواہ (احمد جامی) ☆ صل علیٰ محمدٍ آن کہ بہ رفعت آمدہ ☆ صل علیٰ محمد عرش بہ زیر پای او (فصیح کشمیری) ★ قدر خیل وخدمت از صفت خاک گذشت ☆ کنہ فضل وکرمت از حد ادراک گذشت ☆

روزِ بعثت درجاتِ توز املاک گذشت ☆ شبِ معراج عروج توز افلاک گذشت ☆ بہ مقامی کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی (تضمین از سیف الدین کشمیری) ٭حرمین از شرف و جاہ تو فائز بمرام کہ زیارتگہ خاص است و عبادت گہ عام ☆ مکہ از کرمت زمزمِ فیض است بجام ☆ نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام ☆ زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی (تضمین از سیف الدین کشمیری)۔

۶۔آپ کنت کنزاً کی کان کے مالک ہیں اور باقی مرسلین بزرگوار آپ کے ریزہ چین۔ حدیث قدسی ہے: کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لئے میں نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ ایک اور حدیث قدسی میں آیا ہے کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ افلاک یہ کائنات آپ کیلئے وجود میں لائے۔ ان دونوں احادیث قدسی کا آپس میں ربط ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو پہچانے جانے کی غرض سے مخلوقات پیدا کی اور اس سے پہلے وہ مخفی خزانہ تھا۔ تو چونکہ اولین مخلوق رسول اللہ کا نور مقدس تھا اس لئے اس مخلوقات کو وجود میں لانے کا مقصد ہی ظہور نبویؐ تھا جسے لولاک لما خلقت الافلاک کے حدیث مبارک قدسی سے ظاہر کر دیا گیا گیا کنت کنزاً حدیث قدسی کی اساسی غرض و غایت رسول اکرمؐ کا وجود مقدس تھا جو ان کے نور پاک کی صورت میں اول مخلوق تھے اور اس دنیا میں جب تک آپ تشریف لے آئے تب تک جتنے بھی رسولان بزرگ مبعوث ہوئے وہ سارے رسول اکرمؐ ہی کے ریزہ چین تھے یعنی ان ہی کے طفیل مبعوث بھی ہوئے اور ان ہی کے دین اسلام کی پیروی کرتے تھے جب تک رسول اللہؐ نے مبعوث ہو کر سارے عالم میں اس خدائی دین کو پہنچا دیا اور چونکہ نبی برحقؐ سے آخر پر اللہ نے یہی کام لینا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو رسول کریم کی ذات میں مکمل کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی صاحب کان کنت کنزاً کی وساطت سے نور اسلام کی روشنی پھیلانے کی غرض سے کائنات کو پیدا کیا اور لولاک لما خلقت الافلاک اور کنت کنزاً مخفیاً دونوں احادیث کی غرض و غایت کی تکمیل ہوگئی۔ کنتُ کنزاً آوِیے ☆ جلوہِ ماران دراوِیے ☆ نحنُ اَقرَب باوِیے ☆ یارِ گوھو دِیوِیے ☆ پانہِ احد آوِیے ☆ کُس ہیہ ھس ناوِیے ☆ نوٗن سہ احمد دراوِیے ☆ یارِ گوھو دِیوِیے (خواجہ حبیب اللہ نوشہری) ☆ کُن ون اوسس گنج کتمائی ☆ نون دراوُسکر دربازار ☆ بیون چھنہِ نوٗن بوزمنۍ آنی ☆ سہ چھُ لاثانی بُانی کار ☆ کثرتک معدن وحدتک کانی ☆ خلقتک باعث چھُسی موختار ☆ لولاک دِلۍ پس پانہِ یزدانی ☆ سہ چھُ لاثانی بُانی کار (نادم کشمیری) ☆ زاں شد بہ خلیل آتش نمرود گلستان ☆ کو داشت بدل نور تو ای ساہ برایا ☆ تا مقتبس بدرِ تو شد کوکب یوسف ☆ زد برق رخش شعلہ ای برجان زلیخا ☆ جویان تو روح اللہ و گریان تو یعقوب ☆ حیران تو یحییٰ و شعیب و زکریا ☆ یونس

کہ ازان لجۂ خون خوارہ امان یافت ☆ در بطن سمک داشت بہ اسم تو تولا ☆ موسیٰ بہ عصای تو شکافید دل نیل ☆ بر سحر گرانش تو نمودی ید بیضا (غیاثی)۔ حق وجود تو گنج مخفی را ☆ کرد گنجینہ یا رسول اللہؐ (بہاء کشمیری)۔ ای تو سلطانِ دارِ ملک وجود ☆ همہ عالم طفیل تو مقصود ☆ مرکز محور وجود توئی ☆ کہ بہ تو قائم است ہر موجود (معین)۔ پیش ازان کا دم کشیدی سر ز حبیب ماد طین ☆ بوُد خورشید جمالت آفتاب ملک دین (عصمت)۔ ذات تو گر نہ مدعا بودی ☆ یافتی کی وجود ارض وسما۔ انبیاء ذرہ اند وتو خورشید ☆ اولیاء قطرہ اند وتو دریا (جامیؒ)۔ ہر نقشہ کان صحیفہ ہستی کشیدہ شد ☆ از انجم وسپہر وزمین ہرچہ دیدہ شد ☆ بہر محمد عربی آفریدہ شد ☆ صلوات بر محمدؐ واصحاب وآل او (صرفی کشمیری)۔ گر نہ بودی وجود تو مقصود ☆ آفرینش کجا شدی پیدا (جید کشمیری)۔ تو بہ گشتہ گلشکر بر بوالبشر ☆ کز تو کردہ یاد نام محترم ☆ نوحؑ در طوفان بہ فیض وجودِ تو ☆ برزدہ بر کوہِ جودی بشکلم ☆ نور تو در چہرہ ابراہیم داشت ☆ زان شدہ آتش برو بردو سلم ☆ سینۂ داوٗد پر سوزِ تو بوُد ☆ زان بہ لحن خوش ہمی کردی نغم ☆ حبیب موسیٰ زان ید بیضا نمود ☆ کہ بہ سینہ داشت مہرت مرتسم ☆ ور دعیسیٰ بود نام پاک تو ☆ زان نمودی مردہ را زندہ بہ دم ☆ یوسف از نور تو یک لمعہ بیافت ☆ زان بخوبی گشتہ در عالم علم ☆ داشت یونس را بہ سینہ عشق تو ☆ زان برون افکند حوتش از شکم ☆ مرسلان را مرسلہ شد گوہرت ☆ سلک خلقت گشتہ از تو منتظم ☆ گر بنودی گوہرت پیوند بخش ☆ برگستی رشتۂ عالم زہم (جید کشمیری)۔ توئی کہ بہر خودت از جہان گزیدہ خدا ☆ لباس ناز بہ قدِ تو خود بریدہ خدا (حسن شعری)۔

۷۔ جب خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی توصیف وتعریف کی ہے تو بھلا جامی کو آپ کی تعریف کرنا کہاں زیب دیتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے رسول اکرمؐ! اللہ آپ کا نعت گو ہے اس نے قرآن پاک میں جگہ جگہ آپ کی صفتوں کو بیان کیا ہے آپ کا مرتبہ آشکار کیا ہے اور آپ کی شان میں مدح وتوصیف نازل کی ہے۔ بھلا میں ایک معمولی سا بندۂ خدا آپ کی شان آپ کے مرتبہ اور آپکے مقام کی تعریف میں کیا لکھوں۔ میری کہاں مجال کہ آپ جیسے سید المرسلینؐ اور امام المتقینؐ اور رحمتہ للعالمینؐ کی تعریف لکھوں۔ اللہ ہی آپکے رتبہ سے واقف ہے اسلئے اللہ نے ہی ہم پر واضح کرنے کیلئے خود آپکی ستائش کی ۔ جن وانسان کرھکن تعریف اَنتہ در بیان ☆ چھی صفت درِی سپارے یا شفیع المذنبینؐ (ثناء اللہ کریری)۔ خواند علی الدّوام خداوند کردگار ☆ بر وی درودِ بی حد وصلوٰت بی شمار ☆ خوانند ھم ملائکہ باعز وباوقار ☆ در مصحف مجید چنین گفت آشکار ☆ ای بلبلان گوشہ گلزار احمدیؐ ☆ صلوا علیٰ محمد وآل محمدی (جمیل کشمیری)۔ ای بجان تو خود خدا واعظ ☆ دی علی کل مابدا داعظ ☆ چیست مسکین کہ میکند نعتت ☆ کہ ز نعت تو شد خدا واعظ (مسکین کشمیری)۔ مدح تو نیست طاقت ہر ناطق فصیح ☆ یکفی کلام ربک فی شانک المدیح (عبید کشمیری)۔ سورہ یاسین وطابا آمدہ ☆ از جناب حق ثنایت یا رسولؐ ☆ جملہ مصحف نازل اندر وصف تست ☆ حرف حرف آیت بہ آیت یا رسولؐ (عبید کشمیری)۔ غالب ثنای خواجہ بہ

یزدان گذاشتیم ☆ کآن ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است (غالبؔ)۔

غزل (۲۴)

ای واضح والضحیٰ جبینت..........

۱۔اے کہ آپ کی جبین والضحیٰ کو آشکار کرتی ہے
واللیل آپ کی خوشبودار نقاب ہے
۲۔طاہا آپ کی داستان حیات کا بس ایک ورق ہے
یاسین آپ کی آستین کا بس ایک منشور ہے
۳۔جنت آپ کے فضل و کرم کا بس ایک نشان ہے
دوزخ آپ کے غضب کی حرارت کی بس ایک چنگاری
۴۔اسرار وجود کو ' جیسے کہ حقیقت میں وہ ہیں
بس آپ کی خدا بین نظروں نے دیکھا
۵۔آپ کے آگے آسمان زمین کی طرح پست ہے
آپ کی زمین پر سارا عالم جھک جاتا ہے
۶۔آپ ہی کنت کنزاً کان کے مالک ہیں
باقی مرسلین بزرگوار آپ کے ریزہ چین!
۷۔جب خود خدا نے آپ کی تعریف کی ہے
بھلا جامیؔ کی کیا مجال کہ آپ کی تعریف کر سکے

غزل (۲۶)

ترا صباحت ترک و فصاحت عرب است..........

۱۔آپ میں ترکوں کی صباحت اور عربوں کی فصاحت ہے
آپ عجم میں ایسی ملاحت رکھتے ہیں ' تعجب ہے !

۲۔آپ کے وجود شریف کا حسن و خوبی سے معمور صحیفہ
ایک ایسی کتاب ہے جس کا صفات کمال سے انتخاب ہوا ہے
۳۔چاند آپ کے والد اور سورج آپ کے جد' اللہ اکبر !
بتوں میں بھی کس قدر بلند ہے آپ کا نسب!
۴۔ کون آپ کی برابری کر سکتا ہے کہ آپ کے ایک ایک سرمو سے
ہزاروں لطف و خوبیاں حاصل کی جاتی ہیں
۵۔آپ زندگی کے وہ صاف و شفاف پانی ہیں کہ آپ کے شوق میں
لاکھوں تشنہ لب عاشقوں نے آپ کی جستجو کی وادی میں اپنی جان دیدی
۶۔آپ کے کوچے کے کتے کے ساتھ ہمارا ساتھ ہے تو یہ ترک ادب نہیں
اگرچہ دوستوں کے نزدیک ترک ادب ہی ادب ہے
۷۔آپ کے لعل لب کے شوق میں جامی نے سینکڑوں خم اور جام
شراب سے خالی کر دیئے اور ابھی بھی اس کی طلب باقی ہے

توضیحات غزل

ا۔ترک لوگ بڑے خوبصورت اور گورے رنگ والے ہوتے ہیں خصوصاً ترک جوان اور نوعمر بڑے ہی دلکش اور جذاب ہوتے ہیں۔شاہی درباروں میں نفاست پسندی کے پیش نظر ترک جوان ہی بادشاہ کے سامنے آیا جایا کرتے تھے۔ترک = معشوق ۔سپاہی۔شجاع۔دلیر۔سخت۔خوبصورت۔صباحت = گورا رنگ ۔سفید رنگ۔ خوبروئی۔حسن وجمال۔خوبصورتی۔فصاحت = خوش بیانی۔خوش کلامی'خوشگوئی'خوش تقریری'علم معانی کی اصطلاح میں کلام کا مشکل'ثقیل'غیر مانوس الفاظ وتراکیب اور تعقید سے پاک ہونا۔روانی کلام۔تیز زبانی۔عجم = ملک عرب کے علاوہ دوسرا ملک خصوصاً ترکستان اور ایران۔وہ شخص جو عرب کا باشندہ نہ ہو۔ملک عجم کے باشندے چونکہ عربی نہ جاننے کی وجہ سے عربوں کے سامنے خاموش رہتے تھے اس لئے وہ ان کو عجم (گونگے) کہتے تھے۔عربی زبان پر عربوں کو اس قدر ناز تھا کہ وہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو گونگے تصور کرتے تھے یعنی عربی زبان کے مقابلے میں باقی تمام زبانیں بے وقعت تھیں۔ملاحت = حسن کی نمکینی۔سانولے رنگ کی خوبصورتی۔سانولا رنگ اور تناسب اعضا۔نمکینی۔زیبائی۔خوبصورت ہونا۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ میں ترکوں کی سی رنگت اور

عربوں کی فصاحت ہے۔ تعجب ہے کہ عجم میں بھی آپ کے حسن کی نمکینی کا جواب نہیں۔ مولانا جامیؒ دراصل اپنے محبوب کے اوصاف حسن کو تمام حسین و جمیل اشیاء یا مخلوقات سے مشابہ کر کے محبوب کے جمال اور خوبصورتی کو بالا ترین حد تصور کرتے ہیں۔ جاذبیت اور دلکش رنگت میں خوبان ترک بے نظیر شہرت رکھتے ہیں اس لئے مولانا جامیؒ محبوب کو عجم میں بھی نازنینان ترک کا سردار مانتے ہیں جب کہ خود محبوب عجمی نہیں عربی ہیں۔ اور حسن و جمال کی تینوں خوبیوں یعنی فصاحت، صباحت اور ملاحت کے مالک ہیں۔

۲۔ فرماتے ہیں آپ کا حسن وزیبائی سے معمور وجود شریف ایسی کتاب ہے جس میں کمال صفات کا انتخاب درج ہے یعنی کمال کی جتنی بھی صفتیں ہیں ان میں سے منتخب صفتوں سے ہی آپ کے وجود کو اللہ تعالیٰ نے خلق کیا ہے۔ گویا منتخب صفات کمال میں سے بھی مغز و خلاصہ کا انتخاب کر کے ان ہی اصولوں پر آپ کے وجود مبارک کی کتاب ترتیب دی گئی ہے اور اس صفت کے پیش نظر آپ کا وجود مقدس یکتا اور لاثانی ہے۔ ای کہ در ذات خویش منفردی ☆ باصفات کمال متحدی (جامیؒ) ☆ زنان مصر بہ ہنگام جلوۂ یوسف ☆ ز روی بیخودی از دست خویش ببریدند ☆ مقرر است کہ دل پارہ پارہ می کردند ☆ اگر جمال تو ای نور دیدہ می دیدند (ترجمہ فارسی از کلام مبارک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ)۔

۳ رسول اکرم کے جد بزرگوار عبدالمطلب نہایت حسین اور خوبصورت تھے۔ ایک شاعر نے ان کے حسن کی تعریف میں لکھا ہے۔ علیٰ شیبۃ الحمد الذی کان وجہہ ☆ یضیٔ ظلام اللیل کالقمر البدری (چودھویں رات کے چاند کی طرح شیبۃ الحمد کا چہرہ رات کی تاریکی کو روشن کرتا تھا آپ کا نام شیبۃ الحمد تھا)۔ طبقات کے مصنف ابن سعد نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل، سب سے زیادہ قوی اور جسیم، سب سے زیادہ بردبار اور حلیم، سب سے زیادہ سخی اور کریم اور سب سے زیادہ شر اور فتنہ سے دور بھاگنے والے تھے اور قریش کے مسلّم سردار تھے۔ عبدالمطلب کی مہمان نوازی انسانوں سے گذر کر چرند و پرند تک پہنچ گئی تھی اور عرب کے لوگ ان کو فیاض اور مطعم طیر السماء (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والے) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اپنی قوم میں عبدالمطلب نے اس قدر شرف و عزت اور اعزاز و احترام پایا کہ ان کے آباء و اجداد میں کوئی اس مقام کو نہ پہنچ سکا تھا قوم نے ان کو دل سے چاہا اور ان کی بہت قدر کی۔ رسول اکرمؐ کے والد بزرگوار جناب عبداللہؓ عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں جن کی تعداد دس تھی سب سے زیادہ دلکش، خوبصورت، وجیہہ اور حسن و جمال والے تھے۔ آپکی صورت میں سخت جاذبیت اور دلکشی تھی۔ آپ کی پیشانی میں ایک عجیب چمک تھی جو قریش کے کسی نوجوان کی پیشانی میں نظر نہ آتی تھی۔ آپ کا ماتھا صبح کے نور کی طرح روشن رہتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب دنیا کے تمام

سلسلہ ہای نسب سے اعلیٰ، برتر، افضل اور بہتر ہے اور کسی نے آپؐ کے نسب مطہر میں کبھی کلام نہیں کیا۔ مولانا جامیؒ رسول اللہؐ کے جد بزرگوار اور والد بزرگوار دونوں کے حسن و جمال کی برتری کے بارے میں ایک کو سورج اور دوسرے کو چاند کہہ کر فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی شہرت قدر و منزلت اور حسن و جمال کے لحاظ سے تو تھی ہی لیکن سبحان اللہ! بت پرستوں میں بھی آپ کے اجداد کا نسب عالی ترین نسب تھا اور اصالت و نجابت اور شرافت و عفت میں بے نظیر! دلبرم ہاشمی و مطلبی و قرشی ☆ کہ دل وجان مرا جز بہ غمش نیست خوشی ☆ ہمہ شاہان عرب بر در سلطان عرب ☆ کمتر از بندۂ زنگی و غلام حبشی (حضرت صرفیؒ کشمیری) ٭ مرحبا سید مکی مدنی العربی ☆ دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی (قدسی تاجکستانی) ٭ ای تو عالی نسبی ہاشمی و مطلبی ☆ بر گل عارض جان پرور احمدؐ صلوات ☆ بر دو گیسوی فرح بخش محمدؐ صلوات (احسن)۔

۴۔ فرماتے ہیں کہ اے رسول خداؐ! آپ کا ایک ایک رواں خوبصورت ہے بلکہ آپ کے ہر سر مو میں ایک نہیں ہزاروں خوبیاں خوبصورتیاں اور دلکشیاں جلوہ گر ہیں بھلا کوئی آپکے حسن و جمال تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یا رسول اللہؐ (حسن کشمیری) ٭ ماہ و خورشید منفعل ماندہ ☆ از رخت کہ بصد ضیا داری ☆ بصفایت کجا رسد خورشید ☆ در صفا نام مصطفیٰ داری (احمد بحیبہاروی) ٭ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام ☆ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری (امیر خسروؒ) ٭ ملاحت وام کردند از رخ تو ☆ کہ از وی بدر تابان آفریدند ☆ فروغی زان رخ پر نور گل کرد ☆ کز ان مہر درخشان آفریدند (شہید کشمیری)۔

۵۔ فرماتے ہیں یا رسول اللہؐ! آپ وہ آب حیات ہیں کہ آپ کی جستجو و تلاش کی وادیوں میں لاکھوں تشنگان نے آپ کے شوق محبت میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرمؐ جو آب زندگی کا ایک مصفا و مطہر چشمہ ہیں کے دیدار کی پیاس رکھنے والوں نے اور اس چشمۂ حیات کو تلاش کرنے والوں نے فرط محبت و عشق رسولؐ میں اپنی جانیں دیں اور اس طرح سے انہوں نے فنافی الرسولؐ کا مرتبہ پایا۔ چشمۂ حیوان کجا لعل لب جانان کجا ☆ ہر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا (حیدر طہماسبی) ٭ این جان عاریت کہ بہ حافظ سپردہ دوست ☆ روزی رخش بینم و تسلیم وی کنم (حافظ) ٭ بیا ای دل قدم نہ بر سر کوی وفا وانگہ ☆ ز راہ صدق جان را خاک راہ آن کف پا کن ☆ سر و تن را بہ راہ جلوۂ آن سرو بالا کش ☆ دل و جان را فدای حسن آن رخسار زیبا کن (حقی) ٭ ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (قدسی تاجکستانی)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے کوچے کے کتے کے ساتھ ہم ادب سے پیش آتے ہیں جو میرا دوست ہے۔ اگرچہ بے تکلفی میں دوست کے ساتھ ترک ادب کیا جا سکتا ہے لیکن آپ کے کتے کا ہم سخت ادب کرتے ہیں اس لئے کہ

یہ کتا کوئی عام کتا نہیں اسے آپ جیسے رحمت عالمؐ کی گلی میں بود و باش اختیار کرنے کا مرتبہ حاصل ہے۔ بعض عاشقان رسولؐ نے تو نبی اکرمؐ کے کوچے کے کتے کیساتھ خود کو مشابہ کرنے میں بھی شرمندگی کا اظہار کیا ہے۔ خویشتن راسگ تو گفتم ولیکن خجلم ☆ کو دران راہ گذر دارد و من پا بہ گلم ☆ ای فدای سگ کوی تو شود جان و دلم ☆ نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم ☆ زانکہ نسبت بہ سگ کوی تو شد بی ادبی (تضمین از شہید کشمیری)۔

۷۔فرماتے ہیں آپ کے لب لعل کے عشق میں میں نے کتنے ہی خم اور کتنے ہی جام خالی کر دیئے لیکن طلب ابھی بھی باقی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے سرخ و لعل گون ہونٹوں سے جو آب حیات ٹپکتی ہے اس آب حیات کی طلب میں اکثر و بیشتر بےخودی کے عالم میں اور صحو و سکر کی کیفیتوں سے گذرتا رہا لیکن جب بھی اس عالم سے لوٹ آیا تو محسوس کیا کہ طلب باقی ہے۔ لب ہای می آلود ملای دل و جان است ☆ زان تیغ خذر کن کہ بخون ترشدہ باشد (صائب) * بہ ہوای لب لعل تو صنم زاہد شہر ☆ توبہ بشکستہ و در میکدہ ساغر زدہ است (ھمای شیرازی) * لعل سیرابش کجا دارد غم لب تشنگان ☆ چشمہ حیوان کجا یاد سکندر می کند (صائب)۔

غزل ۳۳

لطافتی کہ رخت راز جعد خم بہ خم است.........

۱۔پیچ در پیچ مڑے ہوئے گیسوؤں سے جو لطافت آپ کے چہرے میں ہے
اگر آپکے عاشق ہزاروں بھی ہوں جب بھی کم ہیں
۲۔اہل دل عاشقوں کے حق میں آپکی زلفیں عمر اور آپکے لب زندگی ہیں
آپ آجائیں کیونکہ عمر عزیز ہے اور غنیمت بھی
۳۔اس ملک وجود میں میرے دل نے آپکے دہان کا کوئی نشانہ نہیں دیکھا
گویا اب وہ ملک عدم کا رخ کر چکا ہے
۴۔میری صحبت سے آپ آزردہ ہیں جب کہ میں آپ کا مشتاق ہوں
مجھے تو آپ سے جدا ہونے کا غم ہے، آپ کو کیا غم؟
۵۔راحت پانے کے اگر ہزاروں مرہم بھی میسر ہوں
جب بھی بیچارے عاشق کے نصیب میں جراحتیں اور آلام ہی ہوتے ہیں

۶۔آپ کے ہونٹوں کے لطف کلام نے تو ایک عالم کا دل چھین لیا
آپ جیسا شیرین زبان نہ عرب میں موجود ہے اور نہ ہی عجم میں
۷۔جامی نے آپ کے دروازے کی خاک کے حرم میں اقامت اختیار کی
اسے ظلم وجور کی تلوار سے مت مار کیونکہ اب وہ آھوی حرم ہے

توضیحات غزل

ا۔فرماتے ہیں پیچ دار گیسوؤں کی دلکشی ودلفریبی سے آپ کا چہرہ اس قدر جذاب اورلطیف ہو جاتا ہے کہ ایک عاشق کے اس لطافت پر فدا ہو جانے کی بات ہی نہیں ہزاروں عاشقان دیدہ ور بھی اگر اس خوبی ولطافت پر اپنی جانیں نچھاور کریں تب بھی کم ہے۔یعنی گیسوان تابدار وپر پیچ وخم سے محبوب کے چہرے کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور اس حسن دوبالا پر ایک نہیں ہزاروں عاشق فریفتہ ہوکر اپنی عزیز جانیں قربان کرتے ہیں۔ گیسوی تابدار کو اور بھی تابدار کر☆ قلب ونظر شکار کر ہوش وخرد شکار کر (اقبالؒ) ★خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں☆ ہیں گرفتار وفا زنداں سے گھبرائیں گے کیا؟ (غالب) ★تار زلف افتادہ بر رخسار جانان من است☆ یا مگر بر روی آتش رشتہ جان من است (شجاعی شہدی) ★شرح شکن زلف خم اندر خم جانان☆ کوتہ نتوان کرد کہ این قصہ دراز است (حافظ) ★بکمند سر زلفت نہ من افتادم وبس☆ کہ بہ ہر حلقہ زلف تو گرفتاری ہست (سعدی) ★شب تیرہ چون برآرم رہ پیچ پیچ زلفت☆ مگر آن کہ شمع رویت بہ رہم چراغ گردد۔

۲۔فرماتے ہیں کہ آپ کی زلفیں عاشقوں کے لئے مانند عمر عزیز ہیں اور آپ کے ہونٹ ان کیلئے مانند حیات۔ اور یہ دونوں چیزیں یعنی عمر اور زندگی آدمی کیلئے بیش بہاترین اور عزیز ترین متاع ہیں۔عاشقوں نے عمر اور حیات کو آپ کی زلف اور آپ کے ہونٹوں سے پیوند کر دیا ہے اور ان کی زندگی بس یہی دو چیزیں ہیں۔آپ اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں کیونکہ عمر عزیز بھی ہے اور غنیمت بھی یعنی اس سے پہلے کہ ہم اپنی عمر عزیز سے خالی ہو جائیں آپ اپنے جلوہ دیدار سے اور زلف ولب کی حسین وزندگی بخش نمایش سے میری عمر کو بڑھائیں اور اس میں اضافہ کریں کیونکہ آپ کی درازی زلف سے میری درازی عمر وابستہ ہے۔ کاکل او راز مستی رشتہ جان گفتہ ام☆ مست بودم زین سبب حرفی پریشان گفتہ ام (مخفی) ★عمر اگر کوتاہ باشد دل بہ زلف یار بند☆ میرسد تا دامن حشر این طناب زندگی (عالی نجارائی) ★پہلو بہ حیات ابدی میزند این زلف☆ این است سوادی کہ بہ اصل است مطابق (صائب)۔یک عمری توان سخن از زلف یار گفت☆ در بند آن مباش کہ مضمون نماندہ است (صائب) ★زندان و

لب جان بخش عالم ☆ در و لعل بدخشان آفرید ند (شہید کشمیری) ٭ بیک دم گرہ بر ہم جملہ عالم ☆ اگر گرہ خم بیک موی محمدؐ (قدیر کشمیری)۔

۳۔ فرماتے ہیں جب تک میں اس ملک وجود میں رہا میں نے آپ کے منہ کا کوئی نشان نہیں پایا گویا آپ کا دہان ملک عدم میں منتقل ہوا ہے یا اب میرا دل عدم میں اس کی تلاش کرنے کی فکر میں ہے۔ یعنی آپ کا دہان ہے ہی نہیں۔ محبوب کی نازک اندامی کی تعریف میں مولانا جامیؒ نے ان کے دہان کی تنگی و ظرافت' جو حسن و زیبائی کی انتہا ہے' کو اس قدر نازک اور تنگ کہا ہے گویا محبوب کا دہان ہی نہیں اور کوئی وجود ہی نہیں رکھتا۔ تنگی دہان اور ظرافت و ناز کی دہان کا بیان ہے جسے انتہا تک یہ کہہ کر پہنچا دیا ہے کہ اگر دوسرے محبوبوں کا دہان نقطہ کی مانند تنگ ہے تو میرے محبوب کا دہان اس قدر تنگ اور ظریف و نازک ہے کہ گویا ہے ہی نہیں۔ ضمناً اس سے یہ بھی مراد ہے کہ چونکہ میرے محبوب کا منہ ہے ہی نہیں اسی لئے میں ان کے تخاطب سے محروم ہوں ۔ ہر کہ موئی زمیان و ز دہانت ☆ خبری باز دہد بی خبر است ☆ نہ کمر راز میانت وطنیست ☆ نہ سخن راز دہانت گذر است (عطارؒ نیشاپوری) ٭ گرد دہن تنگ تو گردم کہ نمود است ☆ شیرین بہ نظرہا سفر تلخ عدم را (صائب) ٭ برزبانہاست کہ آن شوخ دہانی دارد ☆ ورنہ این اصل ندارد سخن افواہی است (خواجہ امان) ٭ دہان تنگ تو گویا کہ نون تکوینی است ☆ کہ در حدیث در آید و لیک پیدا نیست (سعدیؒ) ٭ صنم سنتے ہیں تیرے بھی دہن ہے ☆ کہاں ہے کس طرف کو ہے کدھر ہے (بعض جگہوں پر اس شعر میں دہن کی جگہ کمر بھی دیکھنے میں آیا ہے)۔

۴۔ میں آپ کے ساتھ رہنے کا مشتاق ہوں لیکن آپ آزردہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ آپ کیوں اس کا غم کرتے ہیں؟ غم تو مجھے ہے کہ میں آپ سے مہجور ہوں آپ کا اس سے کیا تعلق؟ آپ کو تو بے غم ہونا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ میں اس غم میں غرق ہوں کہ محبوب سے جدا ہوں اور ان کی قربت کا خواہاں یعنی ان کی نزدیکی مجھے میسر نہیں اور اس کا غم مجھے کھائے جا رہا ہے لیکن محبوب کو اس سے تو بے فکر اور بے غم و بے پرواہ ہونا چاہئے۔ ایک اور معنی یہ بھی ہے کہ مجھے غرق غم دیکھ کر آپ بھلا کیوں میرا غم کھائیں! اس کی آپ کو کیا فکر اور کیا غم کہ جامی آپ کے غم فراق میں مرا جا رہا ہے۔ ایک اور معنی یہ بھی ہیں کہ آپ اگر میرے غم سے غمگین ہیں (جو تراچہ غم؟ سے مترشح ہے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً آپ کو دل ہی دل میں مجھ سے لگاؤ ہے ورنہ میرے غم کھانے سے آپ کیوں غمگین ہونے لگے ۔ ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار ☆ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ (غالب) ٭ لاگ ہو اس کو تو ہمیں سمجھیں لگاؤ ☆ جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا؟ (غالب) ٭ لے گئے خاک میں ہم داغ تمنائی نشاط ☆ تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا (غالب)۔

۵۔فرماتے ہیں کہ راحت کے کتنے ہی وسائل مہیا ہوں عاشق کی قسمت میں جب بھی جراحتیں اور آلام ہی ہوتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ عشق کے غم و آلام کا کوئی کنارہ نہیں۔محض چند راحتوں کے میسر آجانے سے نہ عاشق صادق عشق سے دست بردار ہو جاتا ہے اور نہ ہی عشق جیسے عظیم اور ابدی درد کا مداوا ہو جاتا ہے۔عاشق عشق میں گرفتار ہو گیا سو عمر بھر کے لئے ہو گیا اور عمر بھر ہی غموں کے ساتھ اور درد و ہجر نیز طرح طرح کی جراحتوں میں مبتلا ہو گیا گویا غم عشق سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ☆ اینجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظ)۔گرفتم سہل سوز عشق را اول ندانستم ☆ کہ صد دریای آتش از شراری می شود پیدا (صائب)۔عشق داغی است کہ تا مرگ نیاید نرود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدی)٭در دیست درد عشق کہ اندر علاج او ☆ ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود (حافظ)٭ہر درد را علاج بود غیر درد عشق ☆ این درد بی دواست بدرمان نمی رسد (دہقان اصفہانی)٭کس نہ کشت است نہالی کہ برآرد ثمری ☆ گلشن عشق عجب آب و ہوائی دارد (آشفتہ ایرانی)٭عشق بجز مرگ ندارد علاج ☆ بےخبران صبر و سفر گفتہ اند (حالتی ترکمان)٭پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)٭پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا ☆ آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے (غالب)۔

۶۔فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ کے دہان کے لطف کلام سے سارا عالم مستفیض ہوا۔بے شک دنیا میں کہیں بھی نہ عرب میں اور نہ عرب کے ماسوا غیر عرب دنیا (عجم) میں آپ جیسا شیرین زبان محبوب پیدا ہوا ہے۔مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی شیرین کلامی سے سارا عالم فیض یاب ہو چکا ہے اور آپ کے آب حیات والے ہونٹوں اور دہان پاک و مطہر اور آپ کی شیرین و متبرک زبان سے اسرار ربانی و رموز قدس کے وہ نکتے بیان ہوئے ہیں جن کی تاثیر سے دنیا والوں کے دل و دماغ متاثر ہو کر آپ کی عظمت و رحمت کے آگے مغلوب ہو کے رہ گئے۔نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت ☆ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد (حافظؒ)٭شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دہنان ☆ کہ بمژگان شکند قلب ہمہ صف شکنان (حافظؒ)٭یاقوت ز لعل لب شیرین سخن تو ☆ چون چہرہ خجلت زدہ ہر لحظہ برنگی است (صائب)٭لب شیرینت ار فرہاد دیدی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاجار)۔

۷۔فرماتے ہیں میں نے اب آپ کے دروازے کے حرم پاک کو اپنی اقامت گاہ بنا لیا ہے اس لئے اب میں آپ کے ظلم و جور سے آزاد ہو گیا ہوں کیونکہ آپ کے حرم کے احاطہ مقدس میں میری حیثیت آھوی حرم کی ہو گئی ہے جس کو شکار کرنا ممنوع ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی خاک در کو اپنا جز و ایمان بنا لیا ہے اس لئے آپ کی قربت کی امید ہو گئی ہے اور فراق کے درد و الم سے آزاد ہو گیا ہوں۔خاک مدینہ سر بہ سرمیاشن اُحسن کحل البصر ☆ چھی

چون در میلانی حرم یار رحمۃ للعالمینؐ (عاصی کشمیری)٭ ہول چھم سینس مدینس منز بہما بوا کھ گراہ ☆ لول چھم ون بے نہایت یا شفیع المذنبینؐ (مسکین کشمیری)٭ حرمین از شرف وجاہ تو فایز بمرام ☆ کہ زیارت گہ خاص است وعبادت گہ عام ☆ مکہ را از کرمت زمزم فیض است بہ جام ☆ نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام ☆ زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیرین رطبی (تضمین سیف الدین کشمیری)۔

غزل ۲۸

آن کیست سوارہ کہ بلای دل و دین است..........

۱۔یہ کون سوار ہو کے جا رہا ہے جو دل و دین کیلئے ایک مصیبت بن گیا ہے
خانۂ زین پر بیٹھکر ہزاروں گھر اجاڑ دیئے ہیں

۲۔گھوڑے کی کمر پر جب ہوتا ہے تو ایک روشن چاند ہے
جب زمین پر ہوتا ہے تب ایک سرو خرامان!

۳۔اگر گھوڑے پر سوار ہے تو آشوب عالم ہوتا ہے
اگر بزم میں بیٹھا ہوتا ہے تو جانوں کے لئے آسایش!

۴۔ دل اور آنکھوں کے ہاتھوں میں آگ اور پانی میں ڈوب جاتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ رخساروں کو جلا بخشی ہے اور پیشانی عرق آلود ہے

۵۔مجھ سے چہرہ پھیر دیا اور ابروؤں میں گرہ ڈال دی
اگر آپ مجھ سے یوں انتقام لینے کے خیال میں ہیں تو یہ لیجئے یہ رہی شمشیر اور یہ رہا میرا سر!

۶۔اگر اپنی حالت کا قصہ ان کی رائے کیلئے پیش نہیں کیا جا سکتا
ہزار ہا شکر اللہ کے حضور کہ وہ خود سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے

۷۔میں نے کہا کہ جاؔمی کا کلام اور اسکی باتیں آپ کے ہونٹوں سے (تعلق رکھتی) ہیں
پستہ سے شکر چھڑکا کہ ہاں بات تو یہی ہے

توضیحات غزل

۱۔براندا ختن = ڈھا دینا۔ ویران کر دینا۔ اجاڑ دینا۔ منہدم کرنا۔ سوچنا۔ خانہ = مکان۔ جگہ۔ گھر (عورت

سے بھی خانہ مراد لیا جاتا ہے)۔خانۂ زین یعنی زین کی جگہ۔ مطلق زین۔ چونکہ سوار آدمی زین پر پوری طرح سے جم کر بیٹھ جاتا ہے جیسے اپنے گھر میں اسی لئے خانۂ زین کی ترکیب کو استعمال میں لایا ہے۔محبوب کی دلکشی اور جاذبیت ہر رنگ میں اور ہر صورت میں اثر انگیز ہے خواہ عام اصطلاح میں بزم نشین ہو زمین پر آ جا رہا ہو یا خواہ گھوڑے پر سوار ہو یا سوار ہو کے کہیں جا رہا ہو۔ عاشق صادق جس صورت میں بھی اسے دیکھتا ہے حسن و جمال اور دلفریبی ادا کے لحاظ سے اس کیلئے اور اس کے دین کیلئے ایک مصیبت ہوتا ہے اور سوار ہو کر تو عاشقوں کے لئے محبوب خانہ بر انداز ہوتا ہے۔محبوب عاشق کے دل کے لئے ایک بلا (مصیبت) تو ہے ہی لیکن دین کے لئے بھی وہ اس کے حق میں اس لئے بلا ہے کہ دین سے بے نیاز ہو کر اور دین کی شرعی پابندیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے عاشق صرف محبوب ہی کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔دیوانہ وار اہل خانہ اور خانہ داری کے فرائض سے منہ موڑ کر بس محبوب کی دریافت اور اس کی محبت کو ہی حاصل زیست سمجھتا ہے ۔ قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو☆ کاش کے تم میرے لئے ہوتے (غالب) ٭ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی☆ جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں (غالب) ٭دل و دین بردی هم صبر و قرار☆ دیگر از خسرو بیدل چه تمناداری (امیر خسرو) ٭دل رفت و ہوش رفت و خرد رفت و نام رفت☆ ناصح کنون نزاع تو با ما چه حاجت است (وصال شیرازی) ٭عاشقم من دل و دین باختن آئین من است☆ ہر کہ پاس دل و دین کرد نہ بر دین من است (وصال شیرازی) ٭ہر کہ در شہر دلی دارد و دینی دارد☆ گو حذر کن کہ ہلاک دل و دین میگذرد (سعدی)۔

۲۔محبوب گھوڑے پر بیٹھ کر درخشان چاند دکھائی دیتا ہے اور جب زمین پر ہوتا ہے تو ایک سرو جو خرامان خرامان چلتا ہے۔عاشق طرح طرح کے طرز بیانات سے اپنے محبوب کے حسن و جمال اور اس کے حسین و جمیل ہونے کی یکتائی کے اوصاف کی جلوہ گری کرتا ہے ۔ سرد سہی کہ خاست بطرف چمن زناز☆ چون دید شکل ترتو را بر زمین نشست (شاہی سبزواری) ٭ماه برگردن نہاد از ہالہ طوق بندگی☆ سرو موزون تو تا از گلشن ایجاد خاست (صائب)٭ مہ جمال ترابی حجاب نتوان دید☆ کہ بی حمایت دست آفتاب نتوان دید۔ (گلبنی افشار) ٭پیش خورشید رخت خواست چراغ افروزد☆ شمع را تیغ سحر آمد و گردن زد و رفت (یغمای جندقی) ٭ماه من گر پیشتر از صبح برخیزد ز خواب☆ تا بہ شب بیرون نیاید از خجالت آفتاب (میر ابو طالب) ٭در چمن یار چو آن با قد و قامت برخاست☆ سرو بنشست ز دعوی و قیامت برخاست (سلطان حسین میرزا بایقرا) ٭سرو من گر بخرامد بخیابان بہشت☆ طوبی از روضۂ رضوان خجل آید بیرون (ذوقی اصفہانی)۔

۳۔مولانا جامیؒ سونے کے سکے کی مانند اپنے محبوب کو ہر طرح سے اور ہر طرف سے پرکھتا ہے اس کے حسن کا

مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی اس انمول عزیز شے کے حق میں والہ و فریفتہ ہو کر مستی و بیخودی میں اس کی ہر ادا کی تحسین و ستائش کرتا ہے۔ ان تین مدحیہ اشعار میں مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کو گھوڑے پر سوار ہو کر عالم رؤیا میں دیکھا ہے [کئی بزرگان دین نے رسول اکرمؐ کو چہار یارانِ باصفا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہمراہی میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس تشریف فرمائی کے لئے یا کہیں اور تشریف لے جانے کے لئے دیکھا ہے عالم رویا میں، اور پھر عالم بیداری میں اس زیارت مقدس اور دیدار رسولؐ کی مکمل روداد بیان کی ہے۔ اولیاء اللہؒ کے تذکروں میں یہ رودادیں دیکھی جاسکتی ہیں]۔ اور اسی کو اپنے لطیف اور دلکش شاعرانہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ جب گھوڑے پر سوار ہیں تو آشوب جہان ہو جاتے ہیں اور جب کسی بزم میں بیٹھے رہتے ہیں تو عاشقوں کے حق میں آرام جان ہیں۔ گھوڑے پر سوار دیکھ کر آپ اتنے حسین اور خوبصورت وزیبا ہوتے ہیں کہ جیسے قیامت سوار ہے اور لوگ اس حسن کا متحمل نہ ہو کر شور و غوغا برپا کرتے ہیں اور ایک ہنگامہ اور ایک فتنہ ہو جاتا ہے۔ بزم میں بیٹھے ہوئے جب آپ کو دیکھا جاتا ہے تو اس وقار اور خوبصورت انداز سے بیٹھے ہوتے ہیں کہ عشاق بس دیکھتے ہی چلے جاتے ہیں اور اس طرح سے ان کے دردمند دلوں میں سکون و آرام آجاتا ہے۔ گرُ الا نی رُوح الامین نیر عرشس غل کر ☆ لامکانِکہِ شہسوارے یاشفیع المذنبینؐ! (ثناء اللہ کریری) ٭ چہ شود گر نقاب بکشائی ☆ بیدلان را جمال بنمائی ☆ عاشقان را نظارہ ای بخشی ☆ خستگان را دمی بخشائی ☆ جان ما را بہ چہرہ شاد کنی ☆ دل ما را بہ غمزہ بربائی (محمد حسن شعری) ٭ بمیزان نظر حسن تو را با ماہ سنجیدم ☆ میان این و آن فرق از زمین تا آسمان، دیدم (میرزا اسود)۔ ھمچون تو نازنینی سرتا بہ پا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد نیا فریدہ (حافظؒ) ٭ از حسرت جمال تو ہنگام عرض حسن ☆ افتد ز دست یوسف پیغمبر آئینہ (نالی تکلو)۔

۴۔ فرماتے ہیں محبوب کے تابناک چہرے کو دیکھتا ہوں تو گویا آگ کا مشاہدہ کرتا ہوں اور ان کے عرق آلود جبین پر نظر جاتی ہے تو گویا پانی میں غرق ہو جاتا ہوں اور اسی عالم آب و آتش میں میرے ایام سوز و گداز بسر ہو رہے ہیں۔ انوکھا شاعرانہ طرز بیان ہے محبوب کی خوبصورتی و جمال کا! چہرۂ محبوب آگ کی مانندِ روشن ہے جو محبوب کی خوبصورتی کی ایک آیت ہے۔ محبوب کی پیشانی پر قطرہ ہای عرق نمایاں ہیں جو پھر انکے حسن و جمال اور خاص کر چہرے کی زیبائی کو دوبالا کرتے ہیں۔ جامیؒ یہ نظارہ دیکھتے ہیں تو ان میں اس کی تاثیر آتش و آب کی کیفیت پیدا کرتی ہے جیسے کہ روی محبوب کی روشنی میں آگ اسکے اپنے دل میں بھڑکتی ہے اور پیشانی محبوب کا عرق فوراً ہی اس آگ کو خاموش کر دیتا ہے اور دونوں یعنی چہرے اور پیشانی کے یکے بعد دیگرے نظارہ کرنے کی تکرار سے جامیؒ اسی آگ اور پانی کے عالم میں غرق رہتا ہے محبوب کی خوبصورتی اور اپنی بے قراری کا بیان نئے انداز میں کیا ہے۔ آتش یک شہر در من

است و نہ سوزم ☆ عشق ازا۔نہا فزون بود بہ کرامت (وصال شیرازی) ★ خندہ می بینی ولی از گریہ دل غافلی ☆ خانہ ما اندرون ابرست و بیرون آفتاب (فصیحی ہروی) ★ زسر بگذشت بی تو آب چشمم ☆ یکی از سر گذشتم بی تو این است (امیدکرمان شاہی) ★ من نمی دانم کہ دل می سوزد از غم یا جگر ☆ آتش فتادست در جائی و دودی میکند (سایر مشہدی) ★ جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا ☆ کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے (غالب) ★ دل میرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا ☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا (غالب) ★ فرش سے تا عرش واں طوفان تھا موج رنگ کا ☆ یاں زمیں سے آسمان تک سوختن کا باب تھا۔ ☆ واں خودآرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال ☆ یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا (غالب)۔

۵۔فرماتے ہیں محبوب نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور غصے میں ابروؤں پر گرہ ڈال دی ۔ اگر اس طرح سے وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو پھر ایک ہی دفعہ مجھے قتل کر دیں۔ یہ میں ان کے ہاتھ میں تلوار دیئے جاتا ہوں۔ بھلا یہ کب مجھ سے برداشت ہوگا کہ محبوب مجھ سے روٹھ جائیں مجھ سے خفا ہوں اور غصے میں چین بہ ابرو ڈال کر چلے جائیں۔ وہی تو میری کل کائنات ہیں۔ میں کیسے ان کے روٹھ کر چلے جانے کے صدمے کا متحمل ہو سکتا ہوں جنکے لئے میں نے سب کچھ قربان کر دیا۔ ان کے خفا ہو کر چلے جانے سے میرے لئے فوری موت بہتر ہے اسلئے میں اے محبوب! آپ کے سامنے تلوار رکھ رہا ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ عشرت قتلگہ اہل تمنا مت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب) ★ آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں ☆ عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا (غالب) ★ خمی کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت ☆ بقصد جان من زار ناتوان انداخت (حافظ) ★ بیکدم گرو ہِ برہم جملہ عالم ☆ اگر گو ہِ خم بیک موی محمدؐ (قدیر کشمیری)۔

۶۔فرماتے ہیں کہ میں کیسے آپ سے قلبی روابط کو منقطع کر سکتا ہوں۔ میری خمیر ہی روز ازل سے آپ کی وفا اور آپ کی محبت میں ڈھل چکی ہے۔ یہ قطع تعلق میرے بس کی بات کہاں؟ تقدیر میری یہی ہے کہ اپنی زندگی کو فقط آپ کے عشق میں گذار دوں ۔ درکوی نیکنامی ما را گذر نہ دادند ☆ گر تو نمی پسندی تغییرِ کن قضارا (حافظ)۔ حافظ آنروز طربنامۂ عشقِ تو نوشت ☆ کہ قلم بر سر اسبابِ دل خرم زد (حافظ)۔ مرا مہر سیہ چشمان ز سر بیرون نخواہد شد ☆ قضای آسمان است این و دیگر گون نخواہد شد (حافظ)۔

۷۔فرماتے ہیں اگر محبوب مجھ سے خفا ہو کر روٹھ گئے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ انکی گلی کے کتے سے میرا لگاؤ ہے میں تو ان کے کتے تک سے محبت کی اپنی روایت کو قائم رکھوں گا۔ مولانا جامیؒ بہر حال اور ہر صورت میں محبوب سے عشق کے پیوند کو تقویت دینے کے تمام ذرائع اور راہوں اور وسیلوں کو اپنانے کے خواہشمند ہیں اور محبوب کی بے

توجہی کی مدت میں وہ محبوب کی گلی کے کتوں کے ساتھ قلبی لگاؤ کو منقطع نہیں کرتے کیونکہ آخر یہ گلی محبوب ہی کی تو ہے اوراس کی ہر متاع عاشق کیلئے عزیز ترین متاع ہے۔

غزل (۴۰)

صبح دولت را فروغ از آفتاب روی تست ....

سعادتمندی کی صبح میں روشنی آپ کے آفتاب جیسے چہرے سے ہے
رندان مقبل کا قبلہ بس آپ کا گوشہ ابرو ہے

حسینان شہر آشوب کو ہر وقت آپ جلوہ نہ دکھایا کریں
سارے عالم میں تو بس آپ ہی میرے ہیں جن سے مجھے دلی رغبت ہے

مجھ بد قسمت سے آپ نے اپنا چہرہ چھپا تو لیا لیکن
ابھی بھی مجھے آپ کے چہرۂ نیک سے نیکی کی امید ہے

زور بازو سے آپ نے تمام سیم تن حسینوں سے سبقت لی
اب میں ایک ناتوان آدمی بھلا آپ کے دست و بازو کی تاب کیا لائے

جب میں آپ سے کہتا ہوں میرے آزار کے درپے نہ رہیں تو آپ غصے سے ہونٹ کاٹنے لگتے ہیں
میری جان! آزار جان کے پیچھے رہنا تو آپ کی عادت ہی ہے

باغ میں صنوبر کا دل سینکڑوں شاخوں میں بٹ گیا ہے
جیسے وہ بھی میری ہی طرح آپ کے قد دلجو کا عاشق ہے

کسی وقت میرے پہلو میں ہوتے ہیں اور کبھی میرے رقیب کے پہلو میں
رنج و راحت جو مجھے ملتی ہے وہ تو آپ کے پہلو سے ہی ملتی ہے

جامیؔ کے نغمے آپ کے سرود عشق کے بغیر بلند نہیں ہوتے
آپ ایک تازہ کھلے ہوئے پھول ہیں اور میں آپکا بلبل خوش الحان!

توضیحات غزل

۱۔دولت=اقبال۔خوش بختی۔سعادت۔زمانہ کا خوبی اور اقبال کے ساتھ گردش کرنا۔مال۔دھن۔حکومت۔نیک بختی۔فروغ=نور۔روشنی۔چمک۔شعاع۔پرتو۔رندان مقبل=[رند=لاابالی۔شرع سے آزاد و بے قید آدمی۔وہ شخص جو بظاہر مورد ملامت ہو لیکن باطن میں نیک اور صالح ہو۔زیرک۔حیلہ گر۔تصوف کی اصطلاح میں وہ شخص جو خود کو قابل ملامت بنادے لیکن اصل میں جس کا دل اور باطن درست اور صراط مستقیم پر ہو۔وہ جو نیستی کی شراب دے اور سالک کی نقد ہستی کو لے لے۔وہ جو اوصاف و کثرات و احکام و تعینات سے آزاد ہو کر محو و فنا سے کسی قید میں مقید نہ ہو سوائے اللہ کے۔مقبل=اللہ کا حکم قبول کرنے والا۔سامنے ہونے والا۔روبرو ہونے والا۔کسی کی جانب منہ کرنے والا۔اقبال مند۔دولت و نیک بختی والا۔صاحب سعادت۔صاحب اقبال۔خوش بخت] رندان مقبل سے مراد ہے سعادتمند اور خوش بخت رند لوگ۔صاحب اقبال و نیک بخت عاشقان الٰہی یا عاشقان رسولؐ۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں سعادتمندی و خوش بختی جو صبح کی طرح روشن اور منور ہے آپکے آفتاب کی طرح روشن چہرے کے نور سے روشنی پاتی ہے۔اور نیک بخت عشاق کا قبلہ آپ کا گوشۂ ابرو ہے۔مطلب یہ ہے کہ خوش قسمتی و سعادت دونوں صبح کی طرح روشن ہیں ان کی روشنی فقط آپ کے آفتاب کی مانند چہرے سے ہے۔یہ اقبالمندی جو

عاشقوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے ایک نور ہے جس سے ان کے دل منور ہیں اور یہ نور بھی سعادتمندی کی صورت میں ان کو آپ ہی کے چہرۂ انور سے حاصل ہے بلکہ ان کا قبلہ عبادت بھی آپ ہی کا محراب ابرو ہے۔ یعنی سعادتمند مقبل عاشق لوگ وہی ہیں جو اپنے دلوں کا نور آپ کے چہرے اور روئے انورؐ سے کسب کرتے ہیں اور آپ ہی کے محراب نما ابرووٴں کو دل میں سما کر محو عبادت رہا کرتے ہیں۔ محتاج وصف نیست جمال منورش ☆ بر جملہ این حدیث چو خورشید روشن است (مظہر تبریزی) ★ در ماہتاب دوش خرامان ہمی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت (امیر خسرو) ★ از شمس ماہ عالم ازان نوری برد ☆ کان پرتوی ز عارض چون آفتاب تست (عصمت اللہ بخارائی) ★ بہ تماشا گہ خورشید جمالت امروز ☆ آفتاب آمدہ واز ہمہ کس گرم تر است (شوکتی اصفہانی) ★ پیش خورشید رخت خواست چراغ افروزد ☆ شمع را تیغ سحر آمد و گردن زد و رفت (یغمائی جندقی) ★ خورشید را فشردہ بصد دست روزگار ☆ تا گلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی جرفادقانی) ★ گو و جہان تاز بہ روخسارِ رسول عربیؐ ☆ رَدٔ ٹ گلو مشکھ زگفتارِ رسول عربیؐ ☆ روز و شب درا ے پھٹتھ پرِ ڈ ٹتھ شمس و قمر ☆ ذرہ چین آیہ بہ انوارِ رسول عربیؐ (حقانی کشمیری) ★ ردیہ پانکی صفت کری ذائن ☆ سور یہ شمس در قوران وچھے (عاصی کشمیری)۔ جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیم روز ☆ آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں (غالب) ★ جلوہ از بس کہ تقاضائے نگہ کرتا ہے ☆ جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا (غالب) ★ خم ابروی تو در بردن دلہا طاق است ☆ چون مہ انگشت نما در ہمہ آفاق است (صائب) ★ تا قبلۂ ابروی تو ای یار کج است ☆ محراب دل و قبلۂ احرار کج است ☆ ما جانب قبلۂ دگر رونہ کنیم ☆ آن قبلۂ ماست گرچہ بسیار کج است (قاآنی) ★ غیر روی تو کہ پیوستہ دو ابرو دارد ☆ در کجا سورۂ یوسف بہ دو بسم اللہ است (رفیع کاشی) ★ چھ محراب دعایا قبلۂ جان ☆ میہ چوئی ہمہ ونجر یا محمدؐ (مسکین کشمیری) ★ چھ پزی پاٴنکی عشقہ والبن عاشقن کیوٴت ☆ ز محراب قوسِ ابروئِ محمدؐ (قدیر کشمیری)۔

۲۔ شہر آشوب [آشوب = فتنہ۔ شور و شر۔ غوغا۔ گھبراہٹ۔ دکھ۔ بیماری۔ فساد۔ باعث فتنہ۔ موجب فساد۔ خلل۔ انقلاب۔ شورش۔ بھیڑ۔ یہ لفظ ترکیبوں میں آشوب لانے والا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے شہر آشوب۔ لشکر آشوب وغیرہ] وہ شخص جو فتنہ و فساد سے کسی شہر کو ویران کر ڈالے۔ وہ شخص جو حسن و جمال کی وجہ سے شہرۂ آفاق ہو۔ وہ شخص جو حسن و خوبصورتی کی وجہ سے کسی شہر کا فتنہ بن چکا ہو۔ کسی اجڑے ہوئے شہر کا ماتم یا ذکر۔ ایرانی موسیقی میں ایک آہنگ کا نام۔ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب آپ ہر وقت فتنہ انگیز حسینوں کے آگے یعنی خود کو ان کے سامنے جلوہ نما کرتے ہیں۔ بھلا آخر میں اسے کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ میری مال و متاع بلکہ عشق و محبت کی انتہا آپ ہی کی ذات ہے جو فقط میرے لئے مخصوص ہے۔ جیسے کہ میرا دل صرف آپ کے لئے مخصوص ہے جس میں

سوائے آپ کی ذات اور آپ کے عشق و محبت کے اور کوئی نہیں رہتا۔ اس شعر میں رقابت و رشک کا بیان ہے۔ حیف باشد کہ چو گل بر کف ہر خار نہی ☆ دامنی را کہ بصد ناز کشیدی از ما (ہلالی چغتائی) ★ تو و بالا لہ رویان گل ز شاخ عیش چیدنہا ☆ من و چون غنچہ از دست تو پیراہن دریدنہا (رہی معیری) ★ وفا گا موختی از ما بکار دیگران کردی ☆ ربودی گوہری از ما نثار دیگران کردی (انیسی شاملو) ★ میں نے کہا کہ بزم یار چاہئے غیر سے تہی ☆ سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں (غالب) ★ غاڑن ہتی چھکھے اتھ لاے کران ☆ مارن تمہ دادِ عاشق پان۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ مجھ بدقسمت عاشق سے گو آپ نے اپنا چہرہ چھپا لیا لیکن ابھی بھی مجھے آپ کی نیک روئی سے نیکی کی امید ہے مطلب یہ ہے کہ آپ نیک رو ہیں۔ نیک اخلاق ہیں۔ آپ کے چہرے میں شرم وحیا اور عفت و بھلائی ہے اس لئے ان تمام اوصاف کو جو آپ کے روی زیبا میں جمع ہیں سامنے رکھ کر میں آپ کے روئے پاک سے جلوہ نمائی کی امید رکھتا ہوں جسے گو آپ نے مجھ سے چھپا دیا ہے۔ محبوب کے رحمت تمام اور مجسم خلق عظیم ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ محبوب اپنے روئے زیبا کے دیدار کی رحمت سے مجھے محروم نہیں رکھ سکتے۔ رواق منظر چشم من آشیانہ تست ☆ کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست (حافظ) ★ بر ما نظری کن زعنایت کہ در آفاق ☆ غیر از تو مرا چشم عنایت زکسی نیست (عبرت نائینی) ★ نظری کن بمن سوختہ کار باب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند (سعدیؒ) ★ حریف بزم تو بودم چو ماہ نو بودی۔ کنون کہ بدر تمامی نظر دریغ مدار (حافظ) ★ مشو غائب ز چشم چونکہ جا در چشم من داری ☆ کہ نور چشم را باشد ہمیشہ مردمک منزل (ہادی ابرقوئی)۔

۴۔ بہ زور پنجہ آپ نے تمام سیم تن حسینوں سے گوئے سبقت چھین لی۔ میں ایک ناتوان! بھلا آپ کے پنجہ و بازو کی طاقت کہاں سے لاؤں؟ مولانا جامیؒ محبوب کی بالادستی کی توصیف میں مختلف بیانات اور متنوع طرز وسایل سے اپنے احساسات کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ ایک شاعر اور عاشق شاعر کے محبوب کی چاہت کے مختلف جہات ہیں جن کو وہ طے کرتا جاتا ہے اس شعر میں تمام حسینوں پر جامیؒ اپنے محبوب کے بالادست اور غالب ہونے کا ذکر کر رہے ہیں کہ آپ نے مقابلہ حسن و جمال میں اپنی کمال بالادستی منوانے میں کامرانی حاصل کی۔ میں آپ کا ایک خاموش و ناتوان عاشق ہوں۔ اپنی عاجزی وانکساری کا سامان لے کر آپ کے سامنے کیا دم مار سکتا ہوں۔ بس آپ کے کرم اور آپ کی عنایت کا امیدوار ہوں۔ دست من گیر کہ بیچارگی از حد بگذشت ☆ سر من دار کہ در پای تو ریزم جان را (سعدیؒ) ★ نظری بحال من کن کہ ز دست رفتہ کارم ☆ بہ کسم مکن حوالت کہ بجز تو کس ندارم (عطارؒ نیشاپوری) ★ روی بنمای و برافروز بشادی دل ما ☆ ای کہ بی روی تو آسان نشود مشکل ما (نظام وفا)۔

۵۔ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ سے گذارش کرتا ہوں میری اذیت سے دستبردار ہو جائیے تو آپ غصے سے

اپنے ہونٹ کاٹنے لگتے ہیں میرے محبوب! دراصل میری جان کے درپے آزار ہونے کی آپ کو عادت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میں آپ سے میری اذیتوں سے دستبردار ہونے کو کہتا ہوں تو آپ غصے ہو جاتے ہیں۔ دراصل آپ میرے ساتھ لگاؤ ہونے کے خیال سے مجھے آزمار ہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے ستانے کی عادت کو آپ چھوڑنے پر تیار نہیں۔ محبوب جامیؒ کو مختلف آزمائشوں سے گذارر ہے ہیں اور اس سے وہ خوش ہے کیونکہ معمولی سی شکایت کرنے پر وہ محبوب کو غصہ در پاتے ہیں جو براہ راست محبوب کے جامی کیساتھ لگاؤ اور علاقہ مندی کی صریح علامت ہے۔ اس لئے در پردہ محبوب کی اذیت رسانی کی عادت کو مولانا جامیؒ اپنے حق میں ایک عنایت سمجھتے ہیں اور محبوب کی طرف سے محبت کا اشارہ۔ کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر ☆ پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے (غالب)٭ دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی ☆ دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی (غالب)٭ کرنے گئے تھے اُن سے تغافل کا ہم گلہ ☆ کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے (غالب)٭ کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے ☆ جفائیں کر کے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے (غالب)۔

۶۔ فرماتے ہیں صنوبر جسے اپنی زیبائی اور قد پر ناز تھا اب باغ میں شاخ صد پارہ ہو کے رہ گیا ہے اور اس کے دل کے ٹکڑے شاخ در شاخ نظر آتے ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے کہ بیچارے کا دل میری طرح آپ کے سرو قد پر عاشق ہو کر شکستہ ہو گیا ہے۔ صنوبر کے کئی شاخ والے درخت ہونے کو اس کے دل پارہ پارہ ہونے کی صورت سے مشابہ کیا ہے اور ساتھ ہی صنوبر کے غرور کو توڑ دیا ہے کہ اسے اپنے قد کی زیبائی اور دل کشی پر بڑا ناز تھا۔ لیکن جب سے اس نے جامیؒ کے محبوب کے قد کو دیکھا ہے تو ٹوٹ گیا ہے اور کئی شاخوں میں پارہ پارہ ہو کے بٹ گیا ہے۔ شعر میں محبوب کے سرو قد کی تعریف و ستائش ہے۔ نازنین تر ز قدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)۔ ھمہ بر جای خود ای تازہ نہالان چمن ☆ بنشیید کہ آن سرو روان برخیزد (صائبؒ)٭ عجب ز سادگی سرو بوستان دارم ☆ کہ پیش قامت موزونت از زمین خیزد (قاآنی)٭ تو اندر بوستان باید کہ پیش سرو نہ نشینی ☆ وگرنہ باغبان گوید کہ دیگر سرو ننشانم (سعیدی)٭ ھیچ میدانی چہا ای سرو قامت میکنی ☆ می کشی و زندہ میسازی قیامت می کنی۔

۷۔ فرماتے ہیں کبھی آپ ہمارے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی آپ کو رقیب کے پہلو میں بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں۔ گویا آپ کی ذات سے مجھے راحت بھی مل جاتی ہے اور رنج تو بہ ہر حال غیر قابل تحمل ہے ہی کہ مجھے آپ کو رقیب کے پاس دیکھنا پڑتا ہے۔ مراد یہ ہے عاشق صادق اپنے عزیز محبوب کو کسی اور کے قریب جانے کو پسند نہیں کرتا۔ جس عاشق نے اپنا سب کچھ اپنے محبوب کے لئے ترک کر کے صرف اسی کے لئے اپنی زندگی اور محبت وقف کی ہو اور صرف اسی کے لئے موت اور حیات کی خواہش رکھتا ہو بھلا وہ کب اس کو کسی اور کے قریب دیکھنا پسند کرے گا۔

شعر میں روایتی رقابت کا بیان ہے ۔ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب ☆ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے (غالب) ★ یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ سے ☆ وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے (غالب) ★ سیاہ بختی ازین بیشتر نمی باشد ☆ کہ محفل دگران روشن از چراغ من است (فرقت انجدانی) ★ نمی خواہم کہ در چشم نشینی ☆ کہ انجا ہم میان مردمان است (محمود قاجار) ★ بہ نالہ نرم نسازم دلت ازان ترسم ☆ کہ نالہ سوگری دردل تو کارکند (عرفی شیرازی) ★ نخواہم بگذر دسوی چمن باداز سر کویش ☆ مبادا بوی او گیرد گل دغیری کند بویش (شرف الدین بافقی) ★ ای پری چہرہ چہ سازم کہ بہ ہنگام وداع ☆ رشکم آید کہ ترا من بہ خدا بسپارم۔

۸۔فرماتے ہیں آپ کے عشق کی تعریف میں میرے نغمے میرے گیت میرے منظومات اور میری نعتیں فقط آپ کیلئے وقف ہیں اور یہ نغمے ازل سے ہی میرے دل کو ودیعت کیے گئے ہیں کیونکہ ان کا بے اختیار میرے دل سے اظہار ہونے کی کیفیت سے معلوم ہے کہ آپ کے عشق میں میری نوائیں دراصل میرے خمیر میں گوندھی گئی ہیں۔آپکی ذات شاداب' غنچے کی طرح سدا شگفتہ ہے اور میں آپ کا نغمہ گر بلبل ہوں اور بلبل بھی خوش الحان جس کے گیت اور نغمے سننے والوں کو اچھے لگتے ہیں اور ان کے دلوں میں اتر جاتے ہیں ۔ در عدم ہم زعشق شوری ہست ☆ گل گریبان دریدہ می آید (سرخوش) ★ ہمین بس شاہد یکرنگی معشوق با عاشق ☆ کہ بلبل عاشق است و گل گریبان پارہ میسازد (صائب تبریزی)۔

غزل ۲۴

باز ہوای چمنم آرزوست..........

۱۔مجھے پھر سے چمن کی ہوا کھانے کی خواہش ہے
اور سرد وسمن کا جلوہ دیکھنے کی خواہش ہے

۲۔اے ہوای نسیم! گل کی خوشبو کا کیا کروں
مجھے تو اس کے پیرہن کی خوشبو کی خواہش ہے

۳۔شراب سے توبہ کی اور بہار آگئی
اب تو بہ شکن ساقی کی خواہش ہو رہی ہے

۴۔اگر کوئی پرسش نہ ہو تو کوئی نا مناسب بات ہی کہئے
مجھے تو آپ کے دہن سے کوئی بات سننے کی خواہش ہے

۵۔بھلا کہاں میں اور کہاں آپکی مجلس' لیکن دور سے
اس مجلس کو دیکھنے کی خواہش ہے

۶۔آپکے ساتھ زندگی بسر کرنا میرے نصیب میں نہ ہو
اگر آپکے بغیر زندہ رہنے کی خواہش ہو

۷۔جامی اس لب کے بارے میں زیادہ گفتگو نہ کر
کیونکہ یہ کلام تو مجھے اسی دہن سے سننے کی خواہش ہے

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں باغ کی فضا میں جا کر اور وہاں کی ہوا میں گھل مل کر سرو وسمن کے جلوؤں سے پھر سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں۔مولانا جامیؒ ”قدرت کے شاہکار مناظر‘ جو دستِ الٰہی کی تخلیق کی بہترین آیات وعلامات ہیں‘ کے ساتھ اپنے بے نظیر صاحب حسن وجمال محبوب کو مشابہ کرتے ہیں اور اس صورت کو مجسم کرتے ہوئے وہ باغ کے سرو وسمن کی جلوہ گری اور بہار حسن کا ذکر کرتے ہیں کہ باغ میں ہوا خوری کی خواہش کے بہانے سے محبوب کے حسن و جمال کی یاد کو سرو وسمن کا نظارہ کر کے تازہ کروں گا۔ تو جس کو ڈھونڈتا ہے تاروں کی خامشی میں ☆ پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائی زندگی میں ☆ استادہ سرو میں ہے سبزہ پہ سو رہا ہے ☆ بلبل میں نغمہ زن ہے خاموش ہے کلی میں (اقبالؒ) ٭ گلشن کو تری صحبت از بس کہ خوش آئی ہے ☆ ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے (غالب) ٭ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ☆ غمزہ وعشوہ وادا کیا ہے؟ ☆ شکن زلف عنبرین کیوں ہے؟ نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟ سبزہ وگل کہاں سے آئے ہیں؟ ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟ (غالب) ٭ میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا ☆ بلبلیں سن کر میرے نالے غزل خواں ہو گئیں (غالب) ٭ بنمای رخ کہ باغ وگلستانم آرزوست ☆ بگشای لب کہ قند فراوانم آرزوست (مولانا رومؒ) ٭ سروی ز دلاف آزادی ولی قدری نداشت ☆ کار سرو از بندگی قدِ تو بالا گرفت ☆ سرو من گر بخرامد بخیابان بہشت ☆ طوبیٰ از روضۂ رضوان خجل آید بیرون (ذوقی اصفہانی)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ خوشبوئی گل کی شہرت درست لیکن کیا کروں مجھے تو یعقوبؑ کی طرح اپنے یوسفؑ کے پیرہن کی حیات بخش اور فرحت افزا خوشبو کی ہوس اور تمنا ہے جسکے آگے پھول کی خوشبو بے وقعت ہے۔ چو دید لالہ روی تو‘ باغبان از شرم ☆ ہر آنچہ گل بہ چمن بود چید و دور انداخت (دہقان سامان) ٭ پیش خورشید رخت گل رفتہ بود از حال خویش ☆ بر رخش ابر بہاری از ترحم آب زد (سلیمؔ)۔

۳۔مطلب یہ ہے کہ عشق سے کسی بھی صورت مجھے مفر نہیں۔اگر عشق کی دیوانگی سے ذرا بھر بھی سکون میسر آجاتا ہے تو بہار عشق کی نیرنگیاں اور دلفریبیاں پھر سے حاوی ہو کر محبوب تو بہ شکن کی جستجو اور تلاش پر اکساتی ہیں اور میں پھر سے جنون عشق میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ☆ اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما (حافظ)۔ ساقی بیاری کہ بہ من پیر میفروش ☆ در جام بادہ داد نشانِ جمال دوست (غبار ہمدانی) ٭ تاک را سیراب کن اے ابر نیسان در بہار ☆ قطرہ تا می میتواند شد چرا گوہر شود (رضی دانش) ٭ مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو ☆ اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے (غالب) ٭ چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو ☆ موج گل‘ موج شفق‘ موج

صبا موجِ شراب ☆ ہوش اڑتے ہیں میرے جلوہ ٔ گل دیکھ اسدؔ ☆ پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب (غالب)۔

۴۔ بہر حال اگر آپ مجھ سے ہمکلام نہیں تو' اگر پرسش نہ ہو' کوئی نامناسب بات ہی میرے ساتھ کیجئے لیکن کچھ تو کہئے خدا کیلئے۔ مجھے تو صرف آپ کے دہان شیرین سے بات سننے کی آرزو ہے۔ مولانا جامیؒ محض دیدار یا جلوہ ٔ یار پر راضی نہیں وہ اس تمنا کا اظہار کرتے ہیں کہ دیدار سے مشرف فرمانے کے علاوہ مجھ سے ہمکلام ہونے کی سعادت بھی مجھے بخشیں خواہ وہ ہمکلامی کسی بھی طرح کی ہو نامناسب کلام ہی سہی بشرطیکہ ایسا کرنے سے محبوب پر حرف نہ آئے اور لوگ انگلیاں نہ اٹھائیں اور ان سے اس بارے میں پرسش نہ ہو۔ تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے مولانا جامیؒ نے اس شعر میں۔ مولانا کو معلوم ہے محبوب صاحب خلق عظیم ہونے کی عظمت کے پیش نظر کوئی غیر مناسب کلام نہیں کر پائیں گے۔ اسلئے محبوب کو گویا اُکسا کر ان کی خامشی کی مہر کو توڑنا چاہتے ہیں یہ کہہ کر کہ کوئی نامناسب کلام ہی سہی لیکن مجھ سے بات تو کیجئے ۔ از ما سخنی بشنو و با ما سخنی گو ☆ کز بہر تو بسیار شنیدیم سخنہا (شاہی سبزواری) ۔ چہم تمنا از لب لعلت کنو بوزہ ہا ☆ از شفاعت یک حکایت یا شفیع المذنبینؐ (مسکین کشمیری) ۔ چھکھ مدینہ کنہٕ چھکھ بطحا پکہٕ ڈیکہٕ کرٕ ہاوتم وتھاہ ☆ ستھ چھ چاٲنی کرتم کتھاہ یا رسولؐ سلام علیک ☆ دعائی گرنمی گوئی بہ دشنامی عزیزم کن ☆ کہ گر تلخ است شیرین است زان لب ہر چہ فرمائی (سعدیؒ)۔

۵۔ فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ اقدس میں بیٹھنے کے اہل نہیں۔ کہاں میں اور کہاں آپ کی وہ پُر نور و عظمت مجلس مقدس۔ البتہ تمنّی ہے کہ اس بارگاہ پاک و مطہر کو دور سے ہی دیکھنے کی سعادت پاؤں اور اس طرح سے آپ کے جلوہ ٔ مبارک اور دیدار مسعود سے مشرف ہوسکوں۔ مولانا جامیؒ ایک عاشق صادق رسول اکرمؐ کی حیثیت سے کسی بھی صورت میں اپنے محبوبؐ سے دور نہیں رہنا چاہتے۔ رسول اللہؐ جہاں بھی ہوں جامیؒ عاشق وفا شعار کی طرح ان کے پیچھے پیچھے چلنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ نبی اکرمؐ کی اپنی ذاتی راز و نیاز اور خلوت کی محفلوں میں بھی دور سے ان کے جلوہ نازنینؐ سے لطف اندوز و مشرف ہونے کیلئے آرزومند ہیں ۔ بر ما نظری کن ز عنایت کہ در آفاق ☆ غیر از تو مرا چشم عنایت ز کسی نیست (عبرت نائینی) ۔ محروم از آستانہ مرانم بحکم آنک ☆ ناچار خوشہ چین بود آنجا کہ خرمن است (ھای شیرازی) ۔ بیرون خرام و کشتہ ٔ دیرینہ زندہ کن ☆ تا خلق بنگرند کہ صنع الہ چیست (بابا فغانی) ۔ روی بنما و وجود خودم از یاد ببر ☆ خرمن سوختگان راہمہ گو باد ببر (حافظؒ) ۔ وائے دیوانگی شوق! کہ ہر دم مجھ کو ☆ آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیران ہونا ☆ جلوہ از بس کہ تقاضای نگہ کرتا ہے ☆ جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا (غالب)۔

۶۔ فرماتے ہیں اے محبوب! اگر مجھ میں آپ کے بغیر زندگی کی خواہش ہو تو آپکے ساتھ زندگی گذارنے کی میری تمنّی پوری نہ ہو۔ مولانا جامیؒ نے شاعرانہ مہارت کا مشترک الفاظ کو مختلف دو معنی میں استعمال کرنے کے علاوہ اپنی عمیق خواہش کا بھی ذکر کیا ہے کہ میں آپ کے بغیر اپنی زندگی کا خواہش مند نہیں۔ بھلا میری زندگی کس معنی کی جو آپ کے ساتھ نہ گذرے۔ میں مروں گا تو آپ کی خاطر اور زندہ رہوں گا بس آپ کے لئے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی تمنّی نہیں ۔ پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)۔ ای کہ بہشت برین بی تو عذابم عذاب ☆ آتش دوزخ همه باتو گلابم گلاب (حبی کشمیریؒ)۔ بی تو ای سرو روان باگل و گلشن چه کنم ☆ زلف سنبل چه کشم عارض سوسن چه کنم (حافظؒ)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ جامیؔ! لب محبوب کی اور زیادہ ذکر نہ کر۔ شایستہ یہی ہے تیرے لئے کہ تو اسی لب و دہان سے گفتگو سنے۔ کیا اس سے بھی زیادہ اور کوئی شیرین کلامی کے چشمے کہیں سے پھوٹ سکتے ہیں؟ اس لئے محبوب کے لبوں سے شیرین دہنی کا انتظار کر ۔ چشمہ حیوان کجا لعل لب جانان کجا ☆ هر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا (حیدر طهماسی)۔ نِلا اُس عدرتہ اسہ وُن رویے ☆ سینس پتھ اوس شوبہ وُن مویے ☆ وُتھ تھنڈِ اکر قند و شکر ☆ محمد مصطفٰی پیغمبرؐ (حیدر شاہ چرار شریف)۔ انحصار شکر و قند بود در لب تو ☆ گر چه آن قند دگر باشد و این قند دگر (رعدی تبریزی)۔ لب شیرینت ارفرهاد دی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاجار)۔ چون پستہ کہ گیرد شکرش تنگ در آغوش ☆ در قند نهان کرده دهان تو سخن را (سعیدای اشرف)۔ ای پستہ تو خندہ زدہ بر حدیث قند ☆ مشتاقم از برای خدا یک شکر بخند (حافظ)۔ قدسیان شربت دیدار تو ای مظهر ذات ☆ خواستند از تو بدین نغمه و آهنگ صفات ☆ کای حدیثت شکر ناب و لبت قند و نبات ☆ ماهمه تشنه لبانیم و توئی آب حیات ☆ رحم فرما که ز حد گذر د تشنہ لبی (تضمین از شہید کشمیریؔ)۔ بسکہ امید شفاعت ز تو دارند عصات ☆ دیدنت عین حیات است و ندیدن چو ممات ☆ مصحف روی ترا رحمت رحمٰن آیات ☆ ماهمه تشنه لبانیم و توئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ ز حد میگذر د تشنہ لبی (تضمین از سیف کشمیریؔ)۔

غزل ۳۵

پرتو شمع رخت عکس بر افلاک انداخت........

۱۔ شمع جیسے آپ کے چہرے کے پرتو نے آسمانوں پر عکس جو ڈالا تو سورج کی ٹکیہ بن گیا اور اس زمین پر سایہ ڈال دیا

۲۔ آپ کے روشن رخسار کی روشنی سے ایک بجلی چمکی اور مٹی بھر خس و خاشاک کے ڈھیر میں شعلہ ڈال دیا

۳۔ آفریں ہے اس گھوڑے پر جس کے حلقۂ فتراک سے آپ کے عشق نے فلک سرکش کی گردن میں طوق ڈال دیا

۴۔ آپ کی بزم کے چند صبوحی نوش مست عاشقوں کو دیکھا تو صبح نے اپنے فیروزہ رنگ کے اطلس کا گریبان چاک کرڈالا

۵۔ آپ خراماں خراماں جا رہے تھے تو ارواح قدس کہتے تھے خوشا وہ پاک آدمی جس نے اس پاک نفس کی راہ میں اپنا سرڈال دیا

۶۔ تمہارے خط و عارض کے اسرار نے طوطی ناطقہ کے ادراک کے آئینے میں شور و اضطراب کا رنگ ڈال دیا

۷۔ جامیؔ میں آپ کے خیال عشق کی اہلیت نہیں تھی
یہ اس کی ہمت تھی جس نے اس خطرناک سمندر میں قدم ڈال دیا

توضیحات

ا۔قرص = ٹکیہ۔ٹکی۔روٹی۔گردہ۔[قرص خورشید = آفتاب۔سورج۔گردۂ خورشید] فرماتے ہیں میرے محبوب! یہ آپ ہی کے چہرے کی شمع کے نور کا ایک پرتو ہے جو آسمان پر سایہ افگن (ظاہر) ہوا اور سورج کے ٹکیہ کی صورت میں ہماری اس زمین پر نور افشانی کر رہا ہے۔مولانا جامیؒ نے چہرہ محبوب کے نور کی محض ایک جھلک کو آفتاب کہا ہے۔باقی نور کا ذکر ہی کیا۔عاشقان رسولؐ نے ہمیشہ روی منور نبی اکرمؐ کو آفتاب کہا ہے لیکن جامیؒ کہتے ہیں پورا روی انورؐ آفتاب نہیں صرف ایک جھلک اور پرتو ہی ایک آفتاب ہے باقی روئے انورؐ کو بیان کرنے کی تاب ومجال کہاں؟ یہ جو ہماری زمین پر آسمان پر سے سورج اپنی شعاعیں بکھیر رہا ہے یہ رسول کریمؐ کے روی منور کی ایک جھلک ہے۔مکی قمرِ تہٖ مدنی شمسہ گاہ ہاوتم سہ ماہ روخسار☆ والضحیٰ رُوئیک گہہ تراوتم سہ گاہ ہاوتم سہ ماہ روخسار (نادم کشمیری)٭بُتھ اکی وُچھ ہوتھِ رِتہِ دِل خواہا☆ رنبہ وُن ماری موندڑی رٹبہٖ وَدن☆ والشمس پرہویے نعت والضحیٰ ہا☆ اَسہ گوھ کٹہ لنز گاہا چون (نادم کشمیری)٭روز وشب درایہ ہکتھ پرہٖ ڈٹھ درعرصات☆ ذرہ چین آیہ بہ انوارِ رسول عربیؐ (حقانی کشمیری)٭روئِ پاکگ صفت گری ذاتن☆ سوُریہ والشمس درقوران وُچھے (عاصی کشمیری)٭جہان روشن است از جمال محمدؐ☆ ارم تازہ گشت از وصال محمدؐ (جامیؔ)٭بدر کامل بداغ حسرت سوخت☆ از صفای تو یارسول اللہؐ☆ نسبتی نیست مہر انور را☆ باضیای تو یارسول اللہ (اعظم کشمیری)٭پیش ازان کادم کشیدی سرزجیب ماوطین☆ بود خورشید جمالت آفتاب ملک ودین (عصمت)٭ای زرخسار تو جہان پیدا☆ وزجمال تو عالمی شیدا☆ ذات تو آفتاب کونین است☆ رویت آئینہ خدا یے نما۔

۲۔شعشعہ = سورج کی روشنی۔شراب۔شراب میں پانی ملانا۔سورج وغیرہ کی روشنی کا بکھر جانا۔دودھ میں پانی ملانا۔طلعت = چہرہ۔دیدار۔روئے۔طلوع۔ستارے کا نکلنا۔رخ۔منہ۔فرماتے ہیں آپ کے روشن اور نور پاش چہرے کی روشنی کی ایک بجلی جو چمکی تو اس نے مٹھی بھر خس وخاشاک کے ڈھیر میں شعلے بھڑکا دیئے۔مطلب یہ ہے

کہ آپ کا نور تمام دیگر روشنیوں پر غالب ہے بلکہ باقی ساری روشنیاں آپ کے چہرہ انورؐ کے نور کی روشنی کے سامنے محض خس و خاشاک کی طرح بے قدر و بے وقعت ہیں اور ان کا کوئی وجود نہیں۔ آپ کے روئے انورؐ سے ایک بجلی جو چمکی تو اس نے ان تمام روشنیوں کو خس و خاشاک کی طرح خاکستر کر ڈالا۔ خورشید افسردہ بصد دست روزگار☆ تاگلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی جرفادقانی)٭فروغ روی تو کرد آفتاب را معدوم☆ از آن بہ ماتم خورشید شب سیہ پوش است (دہقان اصفہانی)۔ جمع خوبان ھمہ چون کوکب و خورشید توئی☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ہلالی چغتائی)٭گل خورشید را در عہد رویت☆ برای طاق نسیان آفریدند (صائب)٭روی ترا صفت نہ توانم نمود لیک☆ این قدر گویمت کہ چو شمس و قمر نہ بود (شجاع الدین پرتو)٭آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام☆ بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیز دیگری [امیر خسرو...... اس شعر میں بعض چھاپی نسخوں میں آفاق را کی جگہ آفاقہا آیا ہے اور بسیار خوبان کی جگہ خوبان فراوان نظر سے گذرا ہے۔ شمس الدین احمد]۔

۴۔ فرماتے ہیں مرحبا اور آفرین اس گھوڑے پر جس پر سوار ہو کر آپ کے عشق نے اس کے حلقہ فتراک سے آسمان جیسے سرکش گھوڑے کی گردن میں رسی ڈال کر اسے رام کر دیا۔ [رخش = سفید و سرخ رنگ ملا ہوا۔ سفید و سرخ رنگ گھوڑا۔ مطلق گھوڑا۔ چونکہ رستم پہلوان کے گھوڑے کا رنگ سرخ و سفید تھا اس لئے اسے رخش کہتے تھے۔ اس کے بعد ہر سفید و سرخ رنگ والے گھوڑے کو رخش کہا جانے لگا اور آہستہ آہستہ اس کے معنی عام گھوڑے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگے۔ اصیل گھوڑا۔ ایران کے لغت نامہ اور فرہنگ معین میں درج ہے کہ مشہور ہے کہ رستم پہلوان کا رخش سرخ رنگ اور انڈے کی زردی اور سفید رنگوں سے مرکب تھا نیز اس کے بدن پر زرد اور سرخ رنگ کے درمیانی رنگوں کے گل بوٹے بھی تھے اور اس کے بیضے، دم کے نیچے کی جگہ اور آنکھوں کے نیچے کی جگہ سے منہ تک سفید تھا (فرہنگ معین جلد ۵ صفحہ ۵۸۶۔۵۸۷)۔ فتراک = وہ تسمہ جو زین کے آگے پیچھے لگا ہوتا ہے اور جس میں شکار لٹکائے جاتے ہیں۔ شکار بند۔ حلقہ فتراک = فتراک کی رسی جو شکار کی گردن میں اسے رام کرنے کے لئے ڈالی جاتی ہے۔ اس نعتیہ شعر میں مولانا جامیؒ نے معراج رسولؐ کی تعریف میں کہا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر عشق ربانی اور شوق رویت الٰہی کی شدت یہ تھی کہ گویا فتراک میں سے رسی نکال کر آسمانوں کی تیز گردش تک کو بھی رسول اکرمؐ نے رام کر دیا کہ انکی گردش و حرکت سے خود گھوڑے کی برق رفتاری متاثر نہ ہونے پائے اور اس طرح سے آسمانوں اور کہکشانوں کی راہ اس قدر صاف ہو گئی کہ پیغمبر اکرم صاحب معراجؐ چشم زدن میں رویت لقائی اور دیدار خدائے تعالیٰ سے بہرہ ور ہو کر چشم زدن میں ہی زمین پر لوٹ آئے جب کہ زمینی زمان کے اندازے کے مطابق آسمانوں پر اور دیگر مقامات علوی پر آپ کی سیر و گردش کئی سال تک کی تھی۔ رستم کے گھوڑے رخش کی تعریف ایک زمینی گھوڑے

کی تعریف ہے اور رستم اور اس نے گھوڑے سے ایرانی قصہ پردازوں خاص کر شاہنامہ کے مؤلف ابوالقاسم فردوسی نے وہ داستانیں بیان کی ہیں جو فکر و ادراک کے لحاظ سے نا قابل قبول ہیں۔ رسول اکرمؐ کے لئے سواری کو خود حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اذن الٰہی سے لے کر آئے تھے۔ اس سواری کا نام جیسا کہ ہماری مذہبی کتابوں میں درج ہے براق تھا۔ براق ایک بہشتی جانور کا نام ہے جو خچر سے کچھ چھوٹا اور گدھے سے کچھ بڑا سفید رنگ کا برق رفتار تھا اور جس کا ایک قدم بصارت کی انتہا پر پڑتا تھا بعض روایات میں آیا ہے کہ خود جبرئیل امین علیہ السلام نے رسول پر نورؐ کو براق پر سوار کیا اور خود آپؐ کے پیچھے سوار ہوئے حد نظر پر اس کا ہر قدم پڑنے کی مناسبت سے اس سواری کا نام بُراق تھا اور براق کی یہ صفت متفقہ طور پر حدیث کی تمام روایات میں بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کی شان اور ان کا علو مرتبہ ملاحظہ ہو کہ افلاک آپ کے مطیع ہو گئے۔ آپ آسمانوں سے گذرے تو گردش افلاک رک گئی، وقت ٹھہر گیا، زمان سمٹ کے رہ گیا اور حشمت و جلال کے اسی عالم میں اللہ کے حضور سے زمین پر اتر آئے۔ سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیؐ سے مجھے ☆ کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردون (اقبالؒ)★ بعض کتابوں میں درج ہے کہ مقامات ملکوت کی انتہا تک پہنچنے کے بعد بُراق سے اتر کر آپ ایک اور سواری پر سوار ہوئے جس کا نام رفرف تھا [رفرف = شب معراج میں رسول اکرمؐ کی ایک سواری کا نام۔ سبز کپڑا۔ سبز کپڑے کا تکیہ۔ خیمہ۔ تکیہ۔ اترنے کیلئے پرندہ کا پر پھڑ پھڑانا۔ اسرافیل کا مقام۔ فرش۔ بچھونا۔ نازک ریشمی کپڑا] اور ظاہر ہے کہ رفرف کی تیز رفتاری عرش مجید الٰہی تک پہنچنے کے ضمن میں اتنی تند و تیز تھی کہ انسانی فکر و ذہن اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ انتہائی تصور یہی ہو سکتا ہے کہ نور و روشنی کی رفتار سے بھی تیز تر لیکن یہ اسرار اسرار ربانی ہیں جنہیں درک کرنا کسی انسانی شعور کے بس کی بات نہیں ۔ اللہ اللہ! تجلیِ انوار ☆ از چھ معراجِ احمدِ موختارؐ ☆ مرحبا مرحبا! شبِ اسرار ☆ از چھ معراجِ احمد موختار ☆ از چھ اُمت براق ھیتھ جبریل ☆ خاصہِ خاصہِ مَلک تہِ میکائیل ☆ شاہِ لولاکؐ سُند چلو بردار ☆ از چھ معراج احمد موختارؐ ☆ آسمان ستھ براق پتھ ترٲوتھ ☆ عرش و کرسی تہ سدرہ وَتھ ہٲوتھ ☆ آو درجلوہِ رفرف رفتار ☆ از چھ معراجِ احمد موختارؐ (درویش قادری)★ قاع تو فلک نعل سمندت مہ وخورشید ☆ ملکت زسمک تا بہ افق ذروۂ عُلیا (غیاثی)★ شب معراج نردبان ترا ☆ عرش یک زینہ یارسول اللہؐ (بہا کشمیری)★ ای براقت راز لولاک ولعمرک بال و پر ☆ کردہ در یک دم بہ دارالملک اوادنیٰ گذر (عصمت)★ ای خاک درتو عرش را تاج ☆ یک پایۂ قدر تست معراج (جامی)★ پس نہ کرد آن شی کہ اوج علا ☆ اعتلای تو یارسول اللہؐ ☆ پایۂ عرش راتہ پا کرد ☆ ارتقای تو یارسول اللہؐ (بینوا کشمیری)★ تا جبہہ برآستانہ ات سود ☆ گذشت زلامکان سرعشق ☆ تسخیر ممالک بقا کرد ☆ سلطان دلت بہ لشکر عشق ☆ طبق چرخ زانوار تجلی پرگشت ☆ بہ مثالی کہ پر از سیم

وطلا گرد و طشت ☆ چون نسیمی که به بالا رود از دامن دشت ☆ شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت ☆ به مقامی که رسیدی نه رسد هیچ نبی (تضمین از شهید کشمیری) ☆ شب معراج برق واپس ماند ☆ از براق تو یا رسول اللہ (فصیح کشمیری) ☆ برق پویہ براق گردون سیر ☆ گشت رام تو یا رسول اللہ ☆ کس ندیداست این چنین توسن ☆ خوشخرام تو یا رسول اللہ (جید کشمیری) ☆ بر زین همان نشستن واقصیٰ رسیدنت ☆ همچون نگه به عینک شفاف بی رتق ☆ معراج بودیا پر جبریل یا ز نور ☆ هشته ز عرش تا سر اقصیٰ یکی و تق ☆ پای براق نیز ز رفتار باز ماند ☆ شد غرق از مزید تگ و دو چو در عرق ☆ رفرف رسیده زود ز درگاه ذوالجلال ☆ کز نور او شدی نگه مهر در برق (عبید کشمیری)۔

۴۔صبوحی = صبح کی شراب۔صبح کے وقت شراب پینا۔صبوحی پینے والا [مستان صبوحی زدہ= صبوحی پینے والے عاشقان مست]۔ذوق = چکھنا۔چاشنی۔لذت۔مزہ۔خوشی ونشاط۔[تصوف کی اصطلاح میں شہود کا پہلا درجہ۔ کامل تر مرتبہ پر ذوق کو شرب کہتے ہیں۔اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما (حافظؒ)]۔اطلس فیروزہ = نیلے رنگ کا آسمان [اطلس = ایک قسم کا سادہ ریشمی کپڑا جس پر نقش ونگار یا بیل بوٹے نہیں ہوتے۔اس کپڑے کا کشمیر میں بھی خاصا رواج تھا کیونکہ دلہن کے جہیز میں ساتھ جانے والے لباس میں اس کپڑے کا بھی لباس بھیجا جاتا تھا اور کشمیری زبان میں اسے اطلس کی جگہ اطلاس کہتے تھے۔میں نے تاجکستان میں اس کپڑے کو عام کپڑے کی طرح استعمال میں دیکھا ہے اور صرف عورتوں کیلئے مخصوص ہے]۔نواں آسمان۔بھیڑیا جس کا رنگ سیاہی مائل سرخ ہو۔فیروزہ= ایک نیلگون اور مشہور جواہر کا نام جسکی کان نیشاپور میں ہے۔میں نے نیشاپور میں فیروزہ کی کان قریب سے دیکھی ہے۔شاعروں نے نیلے رنگ کے سادہ وروشن ریشمی اطلس سے نیلے آسمان کو مشابہ کیا ہے۔اس شعر میں مولانا جامیؒ محبوب کے عشق میں مدام مست و بیخود رہنے والے مست عاشقوں کے بزم کے حال و کیفیتِ ملکوتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صبح روشن و بے داغ اور پاک ومطہر نے جب میرے محبوب کے عاشقان ومستان صبوحی نوش کی بزم کی روشنی و بے آلایش، بے ریائی، عشق کی بیخودی وسرمستی اوران کی پاکی وطہارت کا معائنہ کیا تو اپنی صفات سے خجل ہوکر اس نے فیروزہ اطلس یعنی نیلگون آسمان کے سینے کو چاک کرڈالا یعنی خود چاک چاک ہوکر آسمان پر تتر بتر ہوگیا۔صبح کے پھوٹ جانے اور آسمان پر اس کی روشنی منتشر ہونے کی کیفیت کو شعری انداز میں پیش کرکے شعر کو بہت خوبصورت بنادیا ہے ۔ راز درون پردہ ز رندان مست پرس ☆ کین حال نیست صوفی عالی مقام را (حافظؒ) ☆ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ☆ اے بی خبر ز لذت شرب مدام ما (حافظؒ) ☆ بر من کہ صبوحی زدہ ام خرقہ حرام است ☆ ای خلوتیان راہ خرابات کدام است (حافظؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں آپ اس قدر دلفریب انداز میں خراماں خراماں جارہے تھے کہ فرشتگان ملکوت یک بار چیخ

اٹھے مرحبا اور آفرین ہے اس عاشق پاک پر جو اس پاکباز وحسین وجمیل محبوب کی راہ میں اپنا سر قربان کر دے۔ مطلب یہ کہ اس خوش رفتاری کے ساتھ خراماں خراماں چلنے والے محبوب بے نظیر اور معشوق دل پذیر کے حسن وعشق پر قربان ہونے والے عاشق پر ملکوتی فرشتے بھی آفرین کہتے ہیں جو ایسا کرنے سے خود ایک ابدی حیات پاتا ہے۔ گویا جب ملکوتی فرشتے بھی محبوب کی خوش رفتاری کو دیکھ کر گرفتار وفا ہو جاتے ہیں تو جامیؒ جیسے عاشق مست وبیخود کا ذکر ہی کیا۔ دیکھو تو' دلفریبی انداز نقش پا ☆ موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی (غالب) ☆لطف خرام ساقی وذوق صدای چنگ ☆ یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے (غالب)۔

۶۔فرماتے ہیں طوطی کلام کے آئینہ ادراک میں آپ کے خط وعارض کے اسرار نے اضطراب وآشوب پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے خط اور چہرے کے خطوط کے اسرار اس قدر عمیق ہیں کہ میری قوت ناطقہ میں خلل پیدا کیا ہے اور میں ان اسرار ورازہای آسمانی کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی آپ کا خط سبز اور آپکے چہرے کی عمیق دلکشی میری قوت گویائی اور طاقت بیان سے باہر ہے۔ ختم نمودہ است خداوند گار ☆ دررخ تو صنعت صورتگری (فتح علی شاہ) ☆خط سبز ولب لعل ورخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری (امیر خسروؒ) ☆ سوسن بصد زبان کند از عشق تو سخن ☆ کای نو بہار حسن ز رخ پردہ برفگن ☆ تنہا نہ بلبل است ز شوق تو نعرہ زن ☆ بہر نظارہ گل روی تو در چمن ☆ گل ہر طرف ز شاخ درختان برآمدہ (شہید کشمیری)۔

۷۔فرماتے ہیں جامیؒ میں آپ کے عشق کا خیال نقش پذیر ہونے کی اہلیت کہاں تھی یہ تو اس نے ہمت سے کام لیا جس کی بدولت وہ اس بحر خطرناک میں کود پڑا۔ یعنی اتنی بڑی ذمہ داری کا کام مجھ سے بعید تھا لیکن ہمت وحوصلہ نے مجھے اس خطرناک کار عشق کے سمندر میں کودنے پر آمادہ کیا۔ ہمت نہ ہوتی تو میں کیسے بحر خطرناک میں اترتا۔ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ☆ عقل ہے محو تماشای لب بام ابھی (اقبالؒ) ☆دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزم خیر وشر ☆ کون طوفان کے طمانچے کھا رہا ہے میں کہ تو؟ (اقبالؒ)۔ میارا بزم بر ساحل کہ آنجا ☆ نوای زندگانی نرم خیز است ☆ بہ دریا غلط وبا موجش درآویز ☆ حیات جاودان اندر ستیز است (اقبالؒ) ☆قدم دشت محبت میں نہ رکھ میر ☆ کہ سر جاتا ہے گام اولین پر (میر تقی میر) ☆عشق بجز مرگ ندارد علاج ☆ بی خبران صبر وسفر گفتہ اند (حالتی ترکمان) ☆ہمہ عالم ہر کجا در دعوی بود ☆ بہم کردند وعشقش نام کردند (عراقی) ☆ہر درد را علاج بود غیر درد عشق ☆ این درد بی دواست کہ بدرمان نمی رسد (دہقان اصفہانی) ☆بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ☆ آنجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظؒ) ☆گریز د از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست ☆ کسی کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست (نظیری نیشاپوری)۔

غزل (۳۶)

دل رخت راز روشنی مہ گفت.........

۱۔ میرے دل نے آپ کے چہرے کو روشنی کی وجہ سے چاند کہا ایک روشن اور پسندیدہ و مقبول بات کہی اس نے
۲۔ جس کسی نے آپ کے دہن کے نقطے کو پایا عقل نے اس کو غیبی اسرار سے واقف کہا
۳۔ آپ کے اونچے قد کے آگے طوبیٰ نے سدرہ کی بات کی لیکن مختصر
۴۔ عید کی شب کو آپ کے گوشۂ ابرو کو جس نے بھی دیکھا اس نے "خدا کی قسم! یہ ہے ہلال" کہا
۵۔ ایک بوسہ کا اور دس دشنام طرازی کا وعدہ تھا وہ ایک تو آپکے ہونٹوں نے دیا نہیں اور یہ دس دے دیئے
۶۔ شہر کا صوفی کعبہ کا مشتاق نہیں اگر راستے میں کعبہ کی بات نہیں کہی

۷۔ کل جامی نے آپکے زلف و رخ کی بات
اول شام سے صبح پھوٹنے تک بیان کی

توضیحات غزل

۱۔ مؤجہ = وہ چیز جس کی طرف منہ کیا جائے۔ پسندیدہ خواب۔ پسندیدہ۔ مقبول۔ صاحب جاہ و مقام۔ با قاعدہ۔ مطابق ضوابط وقواعد۔ فرماتے ہیں آپ کا چہرہ روشنی بکھیرتا ہے اس لئے اسے دیکھتے ہی میرے دل نے کہا کہ حقیقی چاند تو یہی ہے اور حق یہ ہے کہ دل نے واقعی ایک پسندیدہ اور مقبول بات کہی یعنی جسے سب پسند کریں گے اور قابل قبول ہوگی۔ مطلب یہ کہ روئے محبوب چاند کی طرح روشن ہے۔ ماہ من گر بر کشد اررخ نقاب خویش را☆ از خجالت چرخ پوشد آفتاب خویش را (وصال شیرازی) ای فروغ ماہ حسن از روی رخشان شما☆ آبروی خوبی از چاہ زنخدان شما (حافظ) آسمان بر قمر خویش کند فخر و عجب☆ می نداند چو تو بر صفحۂ گیتی قمریست (محسن شمس ملک آرا) ماہ من ہر جا خرامد از شکوہ فر حسن☆ نیکوان شہر را جز دتماشائی کند (ابوالحسن جلوہ)۔

۲۔ فرماتے ہیں جو شخص آپ کے نقطۂ دہان کو پائے گا وہی غیبی اسرار سے واقف کہلائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا دہان ایک نقطہ ہے اور نقطہ وہ بھی جو دکھائی نہیں دیتا۔ اب جسے یہ نقطۂ دہان آپ کا دکھائی دے گا ہم اسے ہی اسرار غیب سے آگاہ آدمی قرار دیں گے۔ شاعروں نے دہان کی خوبصورتی کا ایک پیمانہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ دہان جتنا تنگ اور چھوٹا ہوگا اتنا ہی وہ خوبصورت اور دلفریب و دلکش ہوتا ہے (بلکہ معشوق کی کمر کے بارے میں بھی یہی میزان ہے) اس لئے محبوب کی تنگی دہان کے ذکر میں عاشقوں نے اپنے معشوق کے دہان کو ایک نقطے میں بدل ڈالا۔ مولانا جامیؒ بھی اسی میزان کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح سے غیب کے اسرار آنکھوں سے

دکھائی نہیں دیتے اسی طرح سے میرے محبوب کا نقطۂ دہان نہیں دکھائی دیتا اور یہ نقطہ اس قدر باریک ہے کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ غیبی اسرار کے ساتھ دہن محبوب کی دریافت کو مشابہ کرنا واقعی ایک تازگی اور تنوع ہے ورنہ یہ ایک عام مضمون ہے اور اس کو کھینچتے کھینچتے شاعروں نے پھیکا بنا دیا ہے۔ زانگونہ کہ از ہیچ بسازند سخن را☆ از بہر تو ہم ساخت سخن ساز دہن را (حامد بیہبانی)☆ بہ تکلم بگشا نقطۂ موہوم دہان☆ تا همه خلق بدانند تراهم دہن است (مشعوف قاجار)☆ دہان تنگ تو گویا کہ نون تکوین است☆ کہ در حدیث درآید ولیک پیدا نیست (سعیدی)☆ بہ خندہ ہر کہ ببیند دہان او گوید☆ وجود نقطۂ موہوم را مبرہن کرد (ریاض بروجردی)☆ گرنہ گوئی سخن از ناز بہ من معذوری☆ کہ نہ داری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیرازی)☆ عقل در کار تو ای تنگ دہان حیران است☆ کردہ ای کشور دل ضبط باین بی دہنی (ملا ذہنی)۔

۳۔طوبیٰ= بہشت کے ایک درخت کا نام جو مختلف اقسام کے میوے اور خوشبوئیں دیتا ہے۔ جنت۔ بہشت۔ سعادت۔ خیر۔ خلد۔ خوشی۔ شادی۔ مژدہ۔ بشارت۔ خوش خبری۔ خوشبودار۔ پاک تر (درخت طوبیٰ کی شاخوں میں سے ہر جنتی کے گھر میں ایک شاخ پہنچے گی)۔ سدرہ= ایک درخت۔ بیری کا درخت [سدرۃ المنتہیٰ = ساتویں آسمان پر بیری کا درخت جو بہت اونچا ہے]۔ فرماتے ہیں جنت کے پر ثمر اور معطر درخت طوبیٰ نے ساتویں آسمان پر واقع سدرۃ المنتہیٰ درخت کی اونچائی کا ذکر چھیڑ دیا لیکن چونکہ آپ کا قد و بالا اس کی نظروں کے سامنے تھا اس لئے دبی زبان میں اور بہت ہی مختصر ذکر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ بلند ترین درخت سدرۃ المنتہیٰ کی بلندی بھی آپ کے قد بالا کے آگے پست ہے۔ ز قامت تو بہ عالم قیامتی برخاست☆ قیامت است قدت گر بود قیامت راست (میر تقی)☆ نسبت قد تو با شاخۂ طوبیٰ نتوان☆ پیش سرو قد تو شاخۂ طوبیٰ حطب است (شاطر عباس صبوحی)☆ دل قد ترا بلای جان گفت☆ بالاتر ازین نمی توان گفت (فرخی ساوجی)☆ نازنین تر ز قدت در چمن حسن نہ رست☆ خوش تر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)☆ در گذار از سر نظارۂ آن قد بلند☆ کاین تماشا ز سر چرخ کلاہ اندازد (صائب تبریزی)☆ بر در مسجد گذاری کن کہ پیش قامتت☆ در سجود آیند آنہائی کہ قامت بستہ اند (اوحدی مراغہ ای)☆ ہوای قد بلند تو میکند دل من☆ تو عمر کوتہ من بین و آرزوی دراز۔

۴۔فرماتے ہیں عید کی شب کو جب لوگ ہلال کی تلاش میں تھے تو آپ کے گوشہ ابرو پر نظر پڑتے ہی سب پکار اٹھے کہ یہ دیکھئے خدا کی قسم یہ رہا ہلال عید اور اس طرح سے انہوں نے عید منائی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے گوشۂ ابرو اور ہلال آسمان میں آپس میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں یکساں ہیں۔ دونوں پر کشش اور خوبصورت ہیں بلکہ محبوب کا ہلال ابرو اس قدر عیاں اور دل فریب ہے کہ اسے عید کی شب میں دیکھتے ہی لوگوں نے عید کا اعلان کر دیا۔

خم ابروی تو در بردن دلہا طاق است ☆ چون مہ انگشت نما درهمہ آفاق است (صائب) ٭ خوش نویسان را نیاید در قلم ☆ ھیچ نونی بہتر از ابروی دوست ☆ غیر روی تو کہ پیوستہ دو ابرو دارد ☆ در کجا سورہ یوسف بہ دو بسم اللہ است (رفیع کاشی) ٭ ابروت دید و شد نہان مہ عید ☆ بہتر از خود نمی تواند دید (قیصری قمی) ٭ ماہ نو جلوہ اگر کرد تو ابرو بنما ☆ میتوان داد شمشیر جواب شمشیر۔

۵۔فرماتے ہیں کہ مجھے آپ سے بوسہ کی وعدہ وفائی کی امید تھی لیکن آپ نے مجھ سے خفا رہنے کے وعدے کو ہی ترجیح دی اور پہلا وعدہ نظر انداز کر دیا۔ بوسہ اظہار محبت کا ذریعہ ہے محبوب نے اپنی بے نیازی سے اس کا اظہار تو نہیں کیا لیکن میرا امتحان لینے پر مصر ہے اور مجھ سے بے رخی برابر برت رہے ہیں۔ دشنام یہاں پر نظر اندازی اور شدت کی بے رخی کے معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ اس کے لغوی معنی میں ۔ یک بوسہ وعدہ کردی و صورت نمی دہی ☆ چون وجہ حاضر است بدہ وام خویش را (سالک ہروی) ٭ گر میسر نشود بوسہ زدن پایش را ☆ ہر کجا پای نہد بوسہ زنم جایش را (حیدر ہراتی) ٭ با چنین سامان حسن ای غنچہ لب انصاف نیست ☆ از برای بوسہ ای خون در جگر کردن مرا (صائب) ٭ گفتمش وعدہ ہای بوسہ چہ شد ☆ کرد لب خندہ ای کہ یادم نیست (جلال اسیر)۔ بوسہ ای زان دہن تنگ بدہ یا بفروش ☆ کاین متاعیست کہ بخشند و بہا نیز کنند (سعدیؒ) ٭ قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست ☆ بوسہ ای چند بیا میز بہ دشنامی چند (حافظؒ) ٭ بوسہ ہا گفت دہم زآن لب ہمچون شکرش ☆ آن ھمہ بوسہ رسیدہ است بہ دشنامی چند (وصال شیرازی)۔

۶۔فرماتے ہیں صوفی کعبہ دیکھنے کا مشتاق نہیں ٭ یہ تو وہ راہ میں کعبہ کا نام لیتا جاتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کعبہ جاتے ہوئے اپنے دل کے اندر کعبہ بسائے ہوئے جا رہا ہے ۔ کعبہ بنیاد خلیل آذر است ☆ دل گذر گاہ جلیل اکبر است (مولانا رومؒ) ٭ آئینہ سکندر جام جم است بنگر ☆ تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دا" حافظؒ)۔ کرا جوئی چرا در پیچ و تابی؟ کہ او پوشیدہ است زیر نقابی ☆ تلاش او کنی جز خود نہ یابی ☆ تلاش خود کنی جز او نہ یابی (اقبالؒ) ٭ جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں ☆ وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں (اقبالؒ)۔ در ان روز بودم کہ اسما نہ بود ☆ نشان از وجود مسمی نہ بود ☆ ز من شد مسمی و اسما پدید ☆ در آن روز کانجا من و ما نہ بود ☆ بہ بت خانہ رفتم بہ بت خانہ در ☆ در آن ہیچ رنگی ھویدا نہ بود ☆ بہ عمدا شدم بر سر کوہ قاف ☆ در آنجا بہ جز جای عنقا نہ بود ☆ بہ کعبہ کشیدم عنان طلب ☆ در او مقصد پیر و برنا نہ بود ☆ سوی قاب قوسین کردم نظر ☆ در آن باگاہ معلٰی نہ بود ☆ نگہ کردم اندر دل خویشتن ☆ در آنجاش دیدم دگر جا نہ بود (مولانا رومؒ)۔ ای قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید ☆ معشوق ھمین جاست بیائید بیائید ☆ معشوق تو ہمسایہ دیوار بہ دیوار ☆ در بادیہ سرگشتہ شما در چہ ہوائید ☆ گر صورت

بی صورت معشوق بیند ☆ ہم حاجی و ہم کعبہ و ہم خانہ شمائید (مولانا رومؒ)؀ طواف کعبۂ دل کن اگر دلی داری ☆ دل است کعبۂ معنی تو گل چہ پنداری ☆ ہزار بار پیادہ طواف کعبہ کنی ☆ قبول حق نہ شود گر دلی بیازاری (مولانا رومیؒ)۔

۷۔ فرماتے ہیں اے محبوب کل میں نے آپکے زلف و رخ کا ذکر اول شام سے صبح ہونے تک کیا اور تمام نہ ہو پایا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی زلفیں اور ان کا روئے انور اس قدر خوبصورت ہیں کہ عمر بھی ان کی تعریف میں گذر جائے تب بھی تعریفیں ختم نہیں ہوں گی شعر میں زلف و رخ کے بے انتہا حسین و جمیل ہونے کا بیان ہے۔ زلف محبوب سیاہ ہے اسلئے شام کی سیاہی سے مشابہ کر کے مولانا جامیؒ نے زلف کی تعریف شروع کی اور صبح روشن ہے اس لئے روئے منور سے اسے مشابہ کر کے اس کی تعریف صبح کے روشن ہوتے ہی تمام کر دی۔ شاعرانہ حسن کے بیان میں حسن تعلیل کی صنعت کا استعمال کیا ہے ۔ نینداس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں ☆ تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشان ہو گئیں (غالب)؀ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ☆ غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے ☆ شکن زلف عنبرین کیوں ہے ☆ نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے (غالب)۔ گیسوی تابدار کو اور بھی تابدار کر ☆ قلب و نظر شکار کر ہوش و خرد شکار کر (اقبالؒ)؀ جس جا نسیم شانہ کش زلف یار ہے ☆ نافہ دماغ آہوی دشت تتار ہے (غالب)؀ در زلف چون کمندش ای دل مپیچ کانجا ☆ سرہا بریدہ بینی بی جرم و بی جنایت (حافظؒ)؀ ہر طرف نافۂ دل بود کہ میریخت بہ خاک ☆ ہر گرہ کز سر زلف تو صبا وا می کرد (صائبؒ)؀ حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے ☆ اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے (غالبؒ)؀ جلوہ از بس کہ تقاضای نگہ کرتا ہے ☆ جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا (غالبؒ)۔ کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے ☆ کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا (غالب)؀ من کہ می بینم تفاوت از زمین تا آسمان ☆ چون کنم نسبت بہ روی یار مہر و ماہ را (آذر بیگدلی)؀ زمانہ دفتر اوصاف حسن یوسف را ☆ زشرم روی تو بردد بہ چاہ کنعان ریخت (شعیبؔ جوشقانی)؀ روی خود را مگو شریک مہ است ☆ در نکوئی کہ لاشریک لہ است (جامیؒ)؀ عمر اندر سخن بہ نہایت رسید و عمر بہ پایان ☆ ہنوز وصف جمالت نمی رسد بہ نہایت (سعدیؒ)۔

غزل ۲۵

یار خطی کہ بر عذار نوشت............

۱۔ محبوب نے چہرے پر جو خط لکھا ہے رات کو دن سے نکالنے کی بات لکھی ہے
۲۔ والضحیٰ ' جس کی وضاحت اس کا چہرہ کرتا ہے کے کنارے پر ' واللیل کی سورت بھی لکھ دی ہے
۳۔ خط اور چہرے کی توصیف میں خط سبز سے لالہ زار کے اطراف میں سبزہ کی بات لکھ دی ہے
۴۔ شکر سے لبالب مشک و گلاب والے ہونٹوں کو میرے زخمی سینے کے لئے مرہم لکھ دیا

۵۔ آنسوؤں کے محرر نے میرے چہرے کی کتاب پر درد و انتظار کی داستان لکھ دی
۶۔ جامی کو شہرت پانے کا کوئی ارادہ نہ تھا کہ اس نے یہ سارے فصیح و روان شعر لکھ دیئے
۷۔ دراصل اس نے دوستوں کی خاطر دل کی کتاب
میں محفوظ رکھنے کے غرض سے یہ چند یادگار نکتے لکھ ڈالے

توضیحات غزل

ا۔خط= قلم کا نشانہ واثر کاغذ وغیرہ پر۔لکھا ہوا۔علامتوں یا نشانات کا مجموعہ جو لکھنے کے لئے حروف وعلامات کے بارے میں ایک زبان میں استعمال ہوتا ہے جیسے فارسی خط۔کشمیری خط۔نشانہ۔آیت۔دونقطوں کے درمیان کا فاصلہ۔سبزۂ خط یعنی وہ کم کم بال جو نوجوانوں کے چہرے اور ہونٹوں کے گرد نمودار ہوتے ہیں اسے خط سبز بھی کہتے ہیں۔عذار= داڑھی کے اگنے کی جگہ۔رخسار۔چہرہ۔عارض۔یولج اللیل فی النہار= قرآن مجید کے سورہ آل عمران کی آیت ۲۷......تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل......رات کو دن میں داخل کرتا ہے دن کو رات میں داخل کرتا ہے[رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں پروتا ہوا لے آتا ہے ......ترجمہ سید ابوالاعلیٰ مودودی]۔[تو لے آوے رات کو دن میں اور لے آوے دن کو رات میں......ترجمہ شاہ عبد القادر]۔لفظی تجنیس کی رعایت سے مولانا جامیؒ نے خط کو لکھنے کی علامت کہا ہے لیکن اصل میں ان کی مراد محبوب کے خط سبز یا سبزۂ خط سے ہے۔پہلے معنی میں تو بہر حال خط لکھا ہی جاتا ہے جسے محبوب نے اپنے چہرے کی کتاب میں ادھر ادھر لکھ دیا ہے اور لکھا یہ ہے کہ میں دن کو رات سے اور رات کو دن سے نکالتا ہوں یا رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہوں یا رات کو دن میں لے آتا ہوں اور دن کو رات میں۔اور اس سے مراد یہ ہے کہ محبوب کے گیسو جب ان کے چہرے پر جو روز روشن کی مانند ہیں بکھر جاتے ہیں تو دن چھپ جاتا ہے (یعنی چہرۂ روشن) اور رات آجاتی ہے (یعنی گھنے سیاہ گیسوؤں کے نیچے محبوب کا روشن چہرہ آجاتا ہے اور جب محبوب گیسوؤں کو ہٹادیتے ہیں تو رات ڈھل جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے) گویا محبوب کے چہرے کی روشن کتاب پر جو خط مولانا جامیؒ دیکھتے ہیں اس خط کی عبارت یہی ہے۔یہ خط خط سبز بھی ہے اور لکھا ہوا خط بھی جسے مولانا جامیؒ کی بصیرت سے معمور آنکھیں ہی پڑھ سکتی ہیں کہ سبزۂ خط سے محبوب کے چہرے کی کتاب پر تولج اللیل فی النہار لکھا ہے۔تجنیس خطی کے علاوہ مولانا جامیؒ نے مرعاۃ النظیر نامی صنعت کا بھی استعمال کیا ہے۔اس شعر کے بعد آنے والے دو اور شعر بھی اسی ذکر یعنی بیان توصیف رخ وزلف کے ضمن میں آئے ہیں۔

۲۔والضحیٰ= قرآن کریم کے سورہ الضحیٰ کی پہلی آیت ہے والضحیٰ یعنی قسم ہے روز روشن کی۔واللیل اسی سورہ

شریف کی دوسری آیت ہے واللیل اذا سجیٰ یعنی اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے (ترجمہ سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔ فرماتے ہیں والضحیٰ جو اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے روز روشن کی اس کی وضاحت آپ کا چہرۂ انور ہے (علیہ السلام) اس روز روشن کے کنارے پر آپ نے واللیل یعنی رات کے حروف بھی لکھ دیئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سورۂ والضحیٰ یا آیت والضحیٰ کی وضاحت یا صاف کتاب آپ کا چہرۂ روشن ہے اور آپ کی سیاہ زلفیں یا سیاہ گیسو حاشیے پر اس کتاب کی سیاہ رنگ میں لکھی ہوئی توضیح ہے۔ جس طرح کتاب کے کنارے پر بعض ضروری توضیحات درج کی جاتی ہیں اسی طرح آپکے روز روشن جیسے چہرے کے کنارے پر آویزاں سیاہ گیسو دراصل واللیل یعنی سیاہی میں لکھی ہوئی توضیحات ہیں جو واضح کتاب کی تکمیل کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ والضحیٰ اور واللیل کی قرآنی آیات کریمہ سے مراد آپ کا روئے انور اور آپ کے گیسو ہیں۔ تیسرا شعر جواب اس کے بعد آتا ہے بھی اسی توصیف کے ضمن میں بیان ہوا ہے۔

۳۔ فرماتے ہیں رخ و خط کی تعریف و توصیف میں لالہ زار کے اطراف میں خط سبز سے آپ نے سبزہ لکھ دیا ہے یعنی محبوب کے چہرے کو لالہ زار کہا ہے اور لالہ زار کے اطراف میں (یعنی کناروں پر) سبزہ ہوتا ہے جس سے مولانا جامیؒ نے آپ کے چہرے کے کناروں پر نمودار ہوئے تازہ اور خوشبودار موئے سے مشابہ کیا ہے ان تینوں نعتیہ اشعار میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے چہرے ان کے گیسو اور ان کے خط سبز کی مختلف تشبیہات سے توصیف و تعریف کی ہے۔ پہلے شعر میں رخ اور گیسو کو دن اور رات کہا ہے اور خط سبز کو لکھنے کے خط سے مشابہ کیا ہے۔ دوسرے شعر میں چہرۂ انور کو والضحیٰ اور گیسوی مبارک کو واللیل کہا ہے اور ان دونوں آیات کریمہ کی توضیح کی ہے۔ تیسرے شعر میں چہرۂ انور کو لالہ زار کہا ہے جسکے کناروں پر سبزہ نمودار ہے۔ عاشقان رسولؐ نے ہمیشہ ہی توضیحات حسن رسولؐ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے کلام سے اپنے دلائل کو تقویت دی ہے کیونکہ خود خداوند قدوس نے رسول بر حق حضرت نبی اکرمؐ کی قرآن کریم میں توصیف و تعریف اور ستائش و تحسین کی ہے۔ صوفیای کرام نے بھی حضرت رسول کریمؐ کے حسن بے مثال کی تعریف کے ضمن میں آیات قرآنی سے ہی مدد لی ہے۔ مولانا جامیؒ نے بھی والضحیٰ اور واللیل اور تولج اللیل فی النہار نیز دیگر نعتوں میں قرآنی آیات کریمہ کی روشنی میں بلکہ خود قرآنی کلمات سے اتصال کر کے جمال رسول کریمؐ کی تعریف کی ہے اور حق یہ ہے کہ ان توصیفات و تعریفات اور مدحیہ اوصاف میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ کئی قرآنی اصطلاحات کے حقیقی اور باطنی معنی کے لحاظ سے نبی اکرمؐ کی ذات اقدسؐ کے ساتھ اتصاف میں مولانا جامیؒ محمد الرسول اللہؐ کے خاص مداح کی حیثیت سے فارسی زبان کے مداحوں کی شکل میں صف اول میں جگہ پاتے ہیں ۔ خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ

ید بیضا داری (خسروؔ)۔ واللیل قسم بر شکن طرۂ مویت ☆ والشمس بہ ماہ رخت ای ماہ دل آرا (غیاثی)۔ بسید اروی والضحیٰ داری ☆ موی واللیل اذا سجیٰ داری (احمد بیگ بہاروی کشمیری) ★ گیسوان تو سورہ واللیل ☆ روی پاک تو آفتاب ضحیٰ ☆ طرفہ خطی است کہ از نقطۂ وحدت زدہ سر ☆ قد الف قامت رعنای رسول عربیؐ (حسن کشمیری) ★ صفت روی تو والشمس ز قرآن خوانم ☆ مدحت موی تو واللیل ز قرآن دانم ☆ جلوہ گر شو کہ شود محو تجلی جانم ☆ من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم ☆ اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی (تضمین از سیف کشمیریؔ) ★ فروغی زان رخ پر نور گل کرد ☆ کز ان مہر درخشان آفریدند ☆ ملاحت وام کردند از رخ تو ☆ کہ از وی بدر تابان آفریدند ☆ نقاب از چہرۂ تابان کشادند ☆ کہ از وی صبح خندان آفریدند (شہید کشمیریؔ) ★ بر گل عارض جان پرور احمدؐ صلوات ☆ بر دو گیسوی فرح بخش محمدؐ صلوات (احسن کشمیریؔ) ★ باز بر رخ زلف مشکین را پریشان کردہ ای ★ روز و شب را خوش بہم دست و گریبان کردۂ (عرفی) ☆ واللیل مو یہ کہ بو یہ ستمن مس چھِ ز عالم ☆ والشمس تہند جلوۂ روخسار مدیٔس (ناظم کشمیری) ★ قسم چھی والضحیٰ رُوئیک دم خمدار ابروئیک ☆ خم واللیل گیسوئیک مُوروُٹی یا رسول اللہؐ (سایل کشمیریؔ) ★ چھُ واللیل تعریف گیسوی تو ☆ رُخت والضحیٰ یا حیات النبیؐ (محمود گامی کشمیری) ☆ روی پاکِک صفت کری ذاتن ☆ سُورہ شمس درقو ران وچھے ☆ وصفِ مویِ مبارکت واللیل ☆ قاریان باادب پران وچھے (عاصی کشمیریؔ)۔

۴۔ فرماتے ہیں کہ مشک و عرق گلاب میں گوندھے ہوئے آپ کے شکرین ہونٹوں کا مرہم ہی میرے مجروح سینے کا علاج لکھ دیا گیا ہے ★ یعنی محبوب کے ہونٹ میرے حق میں خاموش ہیں ★ ان معطر اور خوشبودار ہونٹوں سے میرے ساتھ کلام شکر بار کر کے محبوب ہی میرے سینۂ فگار کا علاج کر سکتا ہے ★ اگر چہ جراحتوں پر شکر اندازی زخموں کو بڑھا کر درد میں شدت پیدا کرتی ہے لیکن میرے محبوب کے ہونٹوں کا شکر جو عطر و گلاب میں گوندھا ہوا ہے میرے زخموں کا واحد مداوا ہے (فارسی میں گلاب یعنی گل آب یا آبِ گل اور عرق گل کے معنی میں آتا ہے جب کہ ہمارے یہاں گلاب خالص ایک خاص پھول کا نام ہے جسے فارسی میں ایران میں گل کہتے ہیں اور جب ہمارا مقصد اسکے عرق سے ہو تو ہم عرق گلاب کہتے ہیں) ۔ ترسم از دور بہ چشمش بخورند اہل نظر ☆ بسکہ چون خواب بہاران لب او شیرین است (صائب) ★ می ھمی خوانند لعلت را دو من در حیرتم ☆ زانکہ می تلخ است و شیرین تر لبت از شکر است (بیدل کرمان شاہی) ★ یاقوت ز لعل لب شیرین سخن تو ☆ چون چہرۂ خجلت زدہ ہر لحظہ بہ رنگی است (صائب) ★ چون لب ساغر لب شیرین شور انگیز او ☆ بس کہ جان بخش است بوسیدن تقاضا میکند (قاآنی)۔ لب او بینی گوئی کہ کسی زیر عقیق ☆ بمیان دو گل اندر شکری پنہان کرد (محمد ابن صالح ہروی) ★ چنین کہ وصف لبت میکنم عجب نبود ☆ اگر ز خامہ رسد طعنہ ہا بہ نیشکرم (وصال شیرازی) ★ چو ذکر لعل لبت میکند خرد گوید ☆ حدیث یا شکر

است این کہ درد ہان داری (حافظؒ) ہمقدسیان شربت دیدار تو ای مظہر ذات ☆ خواستند از تو بدین نغمہ و آہنگ صفات ☆ کای حدیثت شکر ناب ولبت قند ونبات ☆ ماہمہ تشنہ لبانیم وتوئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (شہید کشمیریؒ تضمین بر قدسیؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں آنسوؤں کے محرّر نے میرے چہرے کی کتاب پر درد وانتظار کی داستان لکھ دی ہے★[محرّر = تحریر کرنے والا۔لکھنے والا۔منشی]۔کشمیری زبان میں اسی معنی میں یہ لفظ مستعمل تھا اور اب متروک ہے۔عدالتوں میں اور نجی کاروبار والوں کا حساب یہی کھاتوں میں اندراج کرنے والوں کے حق میں محرر کا لفظ ہی کشمیری زبان میں عام استعمال میں تھا]★آنسو جب چہرے پر رواں ہوتے ہیں تو قطاروں یا لکیروں کی صورت میں اترتے ہیں۔ مولانا جامیؒ نے چہرے کو کتاب کہا ہے اور چہرے پر یعنی اس کتاب پر آنکھوں سے اترتی ہوئی آنسوؤں کی لڑیوں یا لکیروں کو گویا جملوں سے مشابہ کیا ہے جو اس کتاب روئے پر درد وانتظار کی کہانی لکھ رہے ہیں۔کوئی چاہنے والا محبوب کے انتظار اور درد جدائی میں مبتلا رہے تو سوائے حسرت ومایوسی کی اشکباری کے اس کا اور کیا کام ہوسکتا ہے۔ دور از رخ تو دمبدم از گوشہ چشم ☆ سیلاب سرشک آمد وطوفان بلا رفت (حافظؒ)★در فراق روی او تنہا نہ گل خون می گریست ☆ شمع را دیدم کہ آتش بر سرش افتادہ است (ابوالکرم فراہانی)★ہر کجائی گل رویت نگرم ☆ از نگاہم گل حسرت روید (سالک بختیار)★گفتم بہ بلبلی کہ علاج فراق چیست ☆ از شاخ گل بخاک فتاد وطپید ومرد (علی حزین) میں نے روکارات غالب کو وگرنہ دیکھتے ☆ اس کے سیل گریہ میں گردون کف سیلاب تھا (غالب)★رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے ☆ دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے (غالب)★ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا ☆ روتے روتے غم فرقت میں فنا ہو جانا (غالب)★قید حیات وبند غم اصل میں دونوں ایک ہیں ☆ موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں (غالب)۔

۶/ ۷۔آبدار = بارونق۔چمکتا ہوا۔روشن۔شفاف۔پانی رکھنے والا نوکر۔دولت مند آدمی۔خوراک وغیرہ کا داروغہ۔وہ ملازم جو امراء کو پانی پلانے یا غسل کا پانی حاضر کرنے پر مامور ہو۔شربت دار۔ساقی۔چائے اور قہوہ اور حقہ وغیرہ پیش کرنے پر مامور آدمی جو آبدار خانہ کا رکن ہوتا ہے۔رس دار میوہ۔شاداب۔رس بھرا۔تلوار آبدار یعنی سخت تیز تلوار۔مال دار آدمی۔صاحب جاہ وجلال۔بہت ہی سفید اور چمکیلا۔چمکیلے دانت۔شعر آبدار یعنی فصیح و رواں اشعار۔(اور اس شعر میں مولانا جامیؒ نے آبدار کو فصیح وروان ہونے کے معنی میں ہی استعمال کیا ہے)۔سخت۔ مشکل۔دشوار۔ڈنک کا اثر رکھنے والی جیسے دشنام آبدار (یعنی سخت گالی)۔فرماتے ہیں ایسے فصیح ورواں شعر لکھنے سے میرا مقصد شہرت حاصل کرنا نہیں تھا دراصل بعض احباب کی فرمائش پر میں نے یہ نعتیہ اشعار لکھ دیئے ہیں تا کہ

ان کے دل کی تسلی ہو جائے اور ان اشعار کو وہ اپنی خاطر میں محفوظ رکھیں یادگار کے طور پر! ضمناً لفظ آبدار (فصیح و روشن روان) لا کر مولانا جامیؒ نے در پردہ نہیں بلکہ اعلانیہ اپنے اشعار کی تعریف کی ہے اور یہ چیز ہر شاعر میں فطری طور پر موجود ہے جس کا اظہار وہ علانیہ کرتے ہیں۔ چونکہ ہر شعر شاعر کی تخلیق اور اس کے خون جگر کا حاصل ہوتا ہے اس لئے ہر شاعر اپنی تحصیل حاصل اور خلق تخلیق سے اسی طرح خوشی و مسرت محسوس کرتا ہے اور اس کا مشاہدہ کر کے اس کی تحسین و ستائش کرتا ہے جس طرح سے ایک ماں درد و الم کے طویل عرصے کے بعد اپنی تخلیق کے بارے میں کرتی ہے۔ ہر شعر خون جگر صرف کرنے کی کتنی ہی راتوں کے طویل اندوہ دنوں کی تپش آلام اور ایک مدت کی بے چینی و اضطراب کے بعد کی تخلیق ہوتا ہے اور یہی تخلیق شاعر کا سکون اس کی راحت اس کا آرام جان اور اس کے آنکھوں کی روشنی بن جاتا ہے اور بالکل ایک ماں کے بچے کی طرح اس کی عزیز ترین متاع! مولانا جامیؒ اپنے ان عزیز محاصل کی ستائش و تعریف میں اکیلے نہیں ہیں۔ غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ ☆ کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را (حافظؒ) * در آسمان نہ عجب گر بگفتہ حافظ ☆ سرود زہرہ بہ رقص آورد مسیحا را (حافظ) * زبان کلک تو حافظ چہ شکر آن گوید ☆ کہ گفتہ سخنت می برند دست بدست (حافظ)۔ چو در صفات تو ام آبروی می بایست ☆ فرید راسخنی ھمچو آب زر دیدم (خواجہ فریدالدین عطارؒ) * سعدیا خوشتر از حدیث تو نیست ☆ تحفہ روزگار اہل شناخت ☆ آفرین بر زبان شرینت ☆ کاین ھمہ شور در جہان انداخت (سعدیؒ) * من دگر شعر نخواہم کہ نویسم کہ مگس ☆ زحمتم می دہد از بس کہ سخن شیرین است (سعدیؒ) * یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب ☆ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا (غالبؔ) * ریختہ کے تم ہی استاد نہیں ہو غالبؔ ☆ کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا (غالبؔ)۔ ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے ☆ کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور (غالبؔ) * عطا ایسا بیان مجھ کو ہوا رنگین بیانوں میں ☆ کہ بام عرش کے طائر ہیں میرے ہم زبانوں میں (اقبالؒ) * یہ کون غزل خوان ہے پر سوز و نشاط انگیز ☆ اندیشہ دانا کو کرتا ہے جنون آمیز (اقبالؒ)۔

غزل ۳۷

رخت روز طرب را بامداد است.........

۱۔ آپ کا چہرہ میرے روز مسرت کی صبح ہے — آپ کی زلفیں میرے شب غم کی سیاہی!
۲۔ جس کسی بھی شہر میں آپ ہوں آپ ہی کعبہ ہیں — مکہ کی طرح جس کا نام خیر البلاد ہے
۳۔ آتشین عمود کی مانند میری آہوں سے آسمان — ہر رات ارم ذات العماد بن جاتا ہے
۴۔ اے دل! حسینوں کا اچھا اعتقاد رکھو — کیونکہ ایک صوفی کا سرمایہ صرف یہی ایک اعتقاد ہے

۵۔ میری جان عدم کا رخ کر رہی ہے البتہ آپ سے نیر باد کی توقع رکھتی ہے

۶۔ دل پر جادو کرنے میں آپ کے زلف و خال ایک شاگرد ہے تو دوسرا استاد

۷۔ اپنے کتے سے کہدیجئے کہ دوئی کی عادت چھوڑ دے
کیونکہ جامی اس کے ساتھ متحد و متفق ہے

توضیحات غزل

ا۔طرب = مسرت۔خوشی۔نشاط۔شوق۔شادی۔خوشی میں جھومنا۔خوشی سے لہرانا۔خوشی سے ہلنا۔شادمانی۔ شاد ہو جانا (تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت)۔ بامداد = صبح۔ صباح۔ (بام = سویرا۔ پو پھٹنا۔[فارسی میں پگاہ بھی کہتے ہیں۔صبح چونکہ ہر دوسرے روز یعنی کل کے آنے والے دن کو ہوتی ہے اس لئے پگاہ کا لفظ کشمیری زبان میں آنے والے کل کے پورے دن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ فارسی میں پگاہ کا لفظ خالص صبح سویرے یا پو پھٹے کیلئے مستعمل ہے]۔بامداد کے معنی میں فارسی میں بامدادان بھی آتا ہے٭سواد = سیاہی۔ شہر کے اطراف۔ذہن۔ملکہ۔بڑی جماعت۔لکھا ہوا۔نقل لکھے ہوئے چیز کی۔سایہ۔دور سے نظر آنے والی شہر کی سیاہی۔شہر اور اس کے اردگرد کے دیہات۔گاؤں۔لکھنا پڑھنا۔ فارسی میں ان پڑھ کو بے سواد کہتے ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کا روئے مبارک میری خوشیوں کی صبح ہے جب کہ آپ کی زلفیں میرے غموں کی رات کی سیاہی۔یعنی ہر کوئی صبح کو پاتا ہے لیکن میری صبح خوشیوں سے معمور تب ہی ہوتی ہے جب آپ کے چہرہ انور کو دیکھوں۔آپ کے چہرے کو دیکھتا ہوں گویا پر مسرت صبح کو دیکھتا ہوں اور آپ کی سیاہ زلفیں جب دیکھتا ہوں تو یہ میرے غم کی سیاہ راتوں کو یاد دلاتی ہیں۔محبوب کے چہرے کو خوش کن پو پھٹے یا سویرے سے مشابہ کیا ہے اور زلفوں کو اپنے غموں کی سیاہ رات سے جو سخت اندھیری اور کالی ہے۔چہرہ محبوب اور زلف محبوب کو بالترتیب صبح اور سیاہ رات سے تشبیہ دینے کے ضمن میں اس سے پہلے بھی ہم نے اسی کتاب میں مولانا جامیؒ کے کئی نعتیہ یا مدحیہ اشعار پڑھے اور دیکھے ہیں لیکن ہر شعر کا انداز بیان دوسرے سے مختلف ہے اور شاعر کے قوت بیان اور زور تخیل کی ہی کرشمہ سازیاں ہوتی ہیں کہ ایک ہی مضمون کو مختلف اور گوناگون بیانات کے پیرائے میں پیش کرتا ہے اس شعر میں روز طرب' بامداد' شب غم اور سواد کا استعمال خاص معانی میں مولانا جامیؒ کے اسی مضمون و خیال کے اگلے اشعار سے جنہیں ہم دیکھ چکے ہیں بالکل الگ ہے اور ضمناً اس شعر میں مراعاۃ النظیر کی صنعت بھی لے آئے ہیں۔خورشید اگر گم شود از عرصہ گیتی ☆ من دست تو گیرم بہ لب بام بر آرم (عاشق اصفہانی)٭جہان روشن بہ ماہ و آفتاب است ☆ جہان ما بدیدار تو روشن (سعدیؒ)٭بلاہای سیہ را جمع کردند ☆ از آن زلف پریشان

آفریدند (صائب) ٭ در درازی بہ سر زلف تو میماند شب ☆ در سیاہی سر زلف تو بہ شب می ماند (رشید الدین وطواط) ٭ کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے ☆ مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا (غالب)۔

۲۔ فرماتے ہیں جس شہر میں آپ ہوں گے اس میں آپ ہی کعبہ ہوں گے مکہ کی طرح جس کا نام شہروں میں بہترین شہر ہے۔ کعبہ کی وجہ سے مکہ شریف تمام دنیا کے شہروں میں متبرک ترین' مقدس ترین اور بہترین شہر ہے۔ محبوبِ صاحب کعبہ جل جلالہ ہونے کی وجہ سے آپ جہاں کہیں بھی ہوں گے کعبہ ہی کی طرح آپ مقدس' مرکز توجہ' نامور اور انگشت نما ہوں گے۔ [صوفیوں کے نزدیک خدائے احد اور حضرت احمدؐ میں فقط میم کا فرق ہے بلکہ معراج میں یہ فرق بھی اللہ تعالیٰ نے مٹا کر دکھائی تھی] ۔ ژی چھکھ مول تے مژ ایجادن ☆ تاج لولاک چھیٔ ژِیے بر سر ☆ ژی ژۏ روحن تہٕ کن اجسادن ☆ یا نبیؐ یادن وٹھ ہوئے سر (نادم کشمیری) ٭ چھنہٕ بعد از خودا اعلیٰ ژِ یہ ھیؤ کانہہ ☆ میہ چھم تتھ پیٹھ روایت یا محمدؐ (مسکین کشمیری) ٭ ہر جا کہ ہست پرتو نام محمدؐ است ☆ ای من فدای آن کہ غلام محمدؐ است (تجرد کشمیری) ٭ مخلوق دو جہان پیٔ ذات کریم او ☆ عالم تمام بندہ لطف عمیم او ☆ کونین بہرہ بردہ ز خوان نعیم او ☆ قرآن شدہ مفسر خلق عظیم او ☆ ای بلبلان گوشہ گلزار احمدی ☆ صلوا علیٰ محمد و آل محمدی (جمیل کشمیری)۔ ای بجان تو خود خدا واعظ ☆ وی علیٰ کل ما بدا واعظ ☆ انبیاء بہترین مخلوق اند ☆ ای تو بر جملہ انبیاء واعظ ☆ رہبر کل تو ئی و خیر رسل ☆ کس نہ بر جملہ جز شما واعظ (مسکین کشمیری)۔

۳۔ فرماتے ہیں محبوب کے فراق و درد و اور غم و اندوہ ہجر میں میرے دل سے آتشین آہیں عمودوں (ستونوں) کی صورت میں خارج ہو کر آسمان تک پہنچتی ہیں اور چونکہ ہر شب یہی میرا کام ہے اس لئے آسمان بھی اب قوم ارم کے ستونوں کا سا شہر لگ رہا ہے۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ نے ارم ذات العماد کی ترکیب قرآنِ پاک سے مستعار لی ہے۔ یہ ترکیب قرآن مجید میں یوں ہے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۵ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ [تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی...... ترجمہ از سید ابو الاعلیٰ مودودی]۔ عاد کے لئے ذات العماد (اونچے ستونوں والے) کے الفاظ اس لئے استعمال کئے گئے ہیں کہ وہ بڑی بڑی بلند عمارتیں بناتے تھے اور دنیا میں اونچے ستونوں پر عمارتیں کھڑی کرنے کا طریقہ سب نے پہلے انہوں نے ہی شروع کیا تھا (مزید توضیح کیلئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد ششم سورہ الفجر آیت ۶ تا ۸ صفحہ ۳۲۸۔۳۲۹) مولانا جامیؒ فرماتے ہیں جو آہیں میرے دل سے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں دل سے نکل کر ہر رات آسمان سے ٹکراتی ہیں، ان کی وجہ سے اب آسمان بھی عادِ ارم کے ستونوں کا سا شہر ہو گیا ہے۔ شعر میں شاعر مبالغہ کی صنعت بھی برتتا ہے تاکہ اپنی شدت غم والم

اور درد واندوہ کو کسی حد تک بیان کر پائے۔ فراق وہجر محبوب میں مولانا جامیؒ کی راتیں آتشین آہوں کی نذر ہو جاتی ہیں اوران آہوں کی شدت کو مبالغہ سے کام لے کر بیان کیا ہے۔ شب کہ جرق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا☆ شعلہ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا (غالب)* میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بار ہا☆ میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا (غالب)* طرفہ حالی است کہ آن آتش سوزان زسرم☆ دور تر ہر چہ رود بیشترم می سوزد (ملوتی اصفہانی)* اجل رائی جہت خلقت نہ کردند☆ علاج درد ہجران آفریدند (حاجب شیرازی)* سینہ از آتش دل درغم جانانہ بسوخت☆ آتشی بود درین خانہ کہ کاشانہ بسوخت☆ تنم از واسطۂ دوری دلبر بگداخت☆ جانم از آتش مہر رخ جانانہ بسوخت (حافظ)۔

۴۔ فرماتے ہیں خوبرویوں کے بارے میں نیت اور امید اچھی رکھنی چاہئے۔ آخر ایک صوفی صافی کے پاس اُمید اور نیک اعتقاد کے علاوہ اور سرمایہ ہی کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صوفی کے دل میں محبوب کی محبت اور محبوب کی طرف سے اس کے حق میں اچھے سلوک کا اعتقاد ہونا چاہئے۔ بس یہی نیت اور امید اس کی پونجی ہے۔ خوبرویوں کے بارے میں عام اعتقاد ہے کہ وہ سخت دل اور لاپروا ہوتے ہیں اور اپنے چاہنے والوں کے درد وغم اور ان کی حالت زار کی طرف ذرہ بھر بھی متوجہ نہیں ہوتے۔ مولانا جامیؒ نے اس اصول کو تسلیم تو کیا ہے لیکن دل کو تلقین کی ہے کہ تو اپنے محبوب کے بارے میں اچھے اعتقاد کو ترک نہ کر بلکہ اس سے نیک امید اور نیک نیت وابستہ رکھ کہ شاید محبوب تمہاری طرف بالآخر متوجہ ہو جائے۔ ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے☆ بے نیازی تیری عادت ہی سہی (غالب)* ہوں ترے وعدہ نہ کرنے میں بھی راضی کہ کبھی☆ گوش منت کش گلبانگ تسلی نہ ہوا (غالب)* وائے دیوانگی شوق کہ ہردم مجھ کو☆ آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیران ہونا (غالب)* وقتی امیر مملکت خویش بودمی☆ اکنون باختیار وارادت غلام دوست (سعدیؒ)* بے رضای ماست سویت آمدن از ما مرنج☆ این نہ جرم ما گناہ پای نافرمان ماست (وحشی بافقی)* چون سایہ ہمرہیم بہ ہر جا روان شوی☆ شاید کہ رفتہ رفتہ بہ ما مہربان شوی۔

۵۔ فرماتے ہیں اب میری جان ملک عدم کو جانے والی ہے میرے محبوب! اب تو آپ مجھے خدا حافظ یا الوداع کہیں۔ قریب المرگ ہونے پر بھی عاشق اپنے معشوق سے الوداع کہنے کی امید رکھتا ہے تا کہ ان کا دیدار بھی ہو اور ان کے منہ سے الوداع یا خدا حافظ کے کلمات سن کر آخری لمحات عمر ایمان افروز بن جائیں اور سکون وطمانیت سے جان کو جان آفرین کے سپرد کر دے۔ دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی؟ معشوق را ببینی وجان را فدا کنی (فروغی بسطامی)* عاشق آن است کہ ہرگز نخورد آب خوشی☆ تا بمیرد بفراغت نکند خواب خوشی (لسانی شیرازی)* بخون دیدہ ودل عاشق ار وضو نہ کند☆ بکیش عشق نمازش نمی شود مقبول (ذوقی اردستانی)* تو از جفا وستم بر من آنچہ خواہی

کن ☆ بکن کہ من نکنم دامنت رہا ای دوست (وصال شیرازی) ٭ از تو ای دوست نگسلم پیوند ☆ گر بہ تیغم برند بند از بند ☆ الحق ارزان بود ز ما صد جان ☆ از دہان تو نیم شکر خند (ہاتف اصفہانی) ٭ پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)۔

۶۔فرماتے ہیں میرے دل کو مسحور اور مغلوب طلسم کرنے میں آپ کے زلف و خال میں سے ایک نے شاگردی اور دوسرے نے استادی سے کام لیا۔ان میں سے اگر ایک شاگرد ہے تو دوسرا استاد اور دونوں اپنے فن میں ماہر[ضمناً جب شعبدہ باز یا جادوگر اپنا کھیل دکھاتے ہیں تو ان میں سے ایک چھوٹا شاگرد ہوتا ہے تو دوسرا بڑا آدمی استاد ہوتا ہے اور دونوں مل کر تماشہ بینوں کو اپنے کرتب دکھا کر مشغول رکھتے ہیں۔حجم کے اختصار کے خیال سے مولانا جامیؒ نے خال کو شاگرد اور زلف کی طوالت کے پیش نظر اسے استاد کہا ہے]۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی زلف اور آپ کے خال دونوں نے اپنی دلکشی خوبصورتی' جاذبیت اور دلفریبی کی وجہ سے میرے دل پر جادو کر دیا ہے۔ہر کہ زنجیر سر زلف پری روی تو دید ☆ شد پریشان و دلش بر من دیوانہ بسوخت (حافظؒ) ٭ عمر اگر کوتاہ باشد دل بہ زلف یار بند ☆ می رسد تا دامن حشر این طناب زندگی (عالی بخارائی) ٭ خال بہ کنج لب یکی طرہ مشکفام دو ☆ وای بہ حال مرغ دل! دانہ یکی و دام دو (کمال اسمٰعیل اصفہانی) ٭ زلف و خالت دانہ و دام دل است ☆ با چنین دل زندگانی مشکل است (عارف قزوینی) ٭ فریاد کہ در کنج لب آن خال سیہ را ☆ دل دانہ گمان کرد ندانست کہ دام است (صائی اصفہانی) ٭ خال بر روی سحری است از آن چشم سیاہ ☆ ورنہ ہرگز مگسی بر سر آتش نہ نشست (فیضی)۔

۷۔فرماتے ہیں کہ آپ کا کتا مجھے غیر سمجھتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مجھ میں دوئی نہیں میں بھی خود کو آپ کے کوچے کا کتا ہی سمجھتا ہوں اس لئے آپ کے کتے کو مجھے کوئی غیر نہیں جاننا چاہئے۔مطلب یہ کہ میں ایک پست و خوار آدمی ہوں اور آپ کی توجہ کا طالب ہوں۔مجھے اپنی گلی کا کتا سمجھ کر وہاں اقامت کرنے کی اجازت دیجئے۔ شبی در برت گر بیاسودمی ☆ سر فخر بر آسمان سودمی ☆ قلم در کف تیر بشکستمی ☆ کلاہ از سر ماہ بربودمی ☆ جمال تو گر زانکہ من دارمی ☆ بجای تو گر زانکہ من بودمی ☆ بہ بیچارگان رحمت آوردمی ☆ بہ دلدادگان بر بخشودمی (فردوسی) ٭ مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی تو ☆ مقصود توئی کعبہ و بت خانہ بہانہ (ابو اسماعیل ہروی) ٭ دست من گیر کہ بیچارگی از حد بگذشت ☆ سر من دار کہ در پای تو ریزم جان را (سعدیؒ) ٭ مشرف کن ای ماہ اوج سعادت ☆ ز مسکین نوازی شبی مسکنم را (محتشم کاشی) ٭ ای دوست بہ پرسیدن حافظ قدمی نہ ☆ زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت (حافظؒ)۔ گفتی بہ تو گر بگذرم از شوق بمیری؟ ☆ قربان سرت بگذر و بگذار بمیرم (صباحی بیگدلی) ٭ پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں ☆ سر زیر بار منت دربان کئے ہوئے (غالب)۔

غزل ۳۸

سروگل اندام من طرف کلہ برشکست..........

۱۔ پھولوں کا سابدن رکھنے والے میرے سروقد محبوب نے کلاہ کا ایکطرف ٹیڑھا کر دیا — اسکے بکھرے کاکل نے سمن کے خوشبوی تازہ کی رونق توڑ کے رکھدی

۲۔ اسکی زلف کی گرہیں کھول کر باد نسیم نے گویا نافہ کھول دیا — سنبل کی رونق مٹا دی اور عنبر کی قیمت گھٹا دی

۳۔ غمگین دل کے آنسوؤں نے چہرے کی گرد کو دھو ڈالا — سرخ شراب زمین پر بکھر گئی جب پیالی ٹوٹ گئی

۴۔ جان کا رشتہ استخوانوں کیوجہ سے پر مہرہ تسبیح جیسا نمودار ہوگیا — جبکہ اسکے جورو جفا کے پتھر سے میرا یہ لاغر جسم ٹوٹ گیا

۵۔ شیخ صومعہ نے بتوں پر دروازہ بند کر دیا — میرا سنگدل محبوب جب آیا تو اس نے صومعہ کو ہی توڑ ڈالا

۶۔ اس کے سروقد سے جو دل بوجھل ہو گئے — چمن میں دلوں کے بوجھ کو دیکھکر صنوبر کی کمر ٹوٹ گئی

۷۔ جاؔمی بیدل اسکے غم کی شرح لکھ رہا تھا تو
قلم کے دل میں شگاف پڑ گئی اور ورقہای کتاب بکھر گئے

توضیحات غزل

۱۔گل اندام = پھولوں کا سا نازک بدن رکھنے والا۔ نازک تن۔ نازک مزاج۔ محبوب۔ معشوق۔ خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑا۔ طرف کلاہ = کلاہ کا ایک طرف [طرف = کنارہ۔ جانب۔ چہرہ]۔ شکستن = ریزہ ریزہ کرنا۔ مغلوب کرنا۔ ہرانا۔ منہ موڑنا۔ تہ کرنا یا لپیٹ دینا جیسے فارسی میں زلف شکستن یا زلف شکستہ۔ ایک دوسرے کے اوپر ڈال دینا۔ ایک دوسرے میں ملا دینا۔ شکار کرنا۔ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہونا۔ توڑنا۔ ٹیڑھا کرنا۔ تند و تلخ ہونا۔ رد گردانی کرنا۔ شرمندہ ہونا۔ کھانا [کلاہ شکستن = کلاہ ٹیڑھ کر دینا۔ کجکلاھی]۔ کاکل = آگے کی طرف لٹکے ہوئے گیسو یا سر کے بال یا زلفیں۔ زلف (کاکل ترکی لفظ ہے)۔ سر کے بال آدمیوں کے یا حیوانوں کے (ایران میں جب کوئی بچہ سنہری بالوں کا پیدا ہوتا ہے یا سنہری بالوں والا ہوتا ہے تو اسے بچہ کاکل زری کہتے ہیں)۔ سمن = چنبیلی کا پھول۔ برکہ۔ یاسمن پھول۔ غالیہ = ایک خوشبو ہے جسے مشک وعنبر اور کافور یا کسی اور معطر چیز سے ملا کر بناتے ہیں اور سیاہ رنگ کا مرکب ہوتا ہے [غالیہ تر = تازہ و معطر غالیہ.....تر = تازہ۔ پاکیزہ۔ صاف۔ آبدار۔ بھیگا ہوا۔ لتھڑا ہوا۔ بہت۔ زیادہ۔ مجرم۔ گنہکار۔ فاسق۔ نادم۔ شرمندہ۔ خجل۔ بدکار۔ پرندہ جسے ممولا کہتے ہیں۔ جوئے میں ہاری ہوئی چیز واپس لینے والا۔ مرطوب۔ معمولی بات سے خشم میں آنے والا آدمی۔ تفضیلی علامت جیسے درراز تر۔ احمق تر وغیرہ]۔ عالم خیال میں مولانا جامیؒ محبوب کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں کبھی گھوڑے پر سوار تو کبھی ناقہ پر۔ گاہے قبا پہنے ہوئے تو گاہے سر پر ناز و انداز سے کلاہ کو کج رکھ کر جاتے ہوئے۔ یہ تمام صورتیں عالم رؤیا میں

جو مولانا جامیؒ یا ایک عاشق صادق کو نظر آتی ہیں دراصل اس محبوب کے حسن و جمال کے پیکر ہیں جن کو عاشق اپنے قلب و جگر میں تراشتا ہے اور اس طرح سے وہ محبوب کو اپنے ہوش و حواس اور قلب و نظر میں سما کر اسی کے خیال میں محو ہو جاتا ہے یہ شعر بھی مولانا جامیؒ کے محبوب کا ایک پیکر ہے ایک تصور ہے اور ایک سراپا۔ فرماتے ہیں کلاہ کے ایک طرف کو کج کر دیا ہے میرے پھول جیسا بدن رکھنے والے سرو قامت محبوب نے اور پھر اپنے سمن جیسے چہرے پر کاکلیں بکھیر دیں جن کی خوشبو نے غالیہ تازہ کی رونق و عطر کو ختم کر ڈالا۔ اس میں مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کو جیسے کہ انہوں نے عالم رؤیا میں انہیں دیکھا ہے ہمارے سامنے اسی صورت میں لا کر متعارف کیا ہے۔ یعنی مولانا جامیؒ کے محبوب کو ہم گل اندام سرو قد کج کلاہ پاتے ہیں اور ان کی خوشبو دار زلفیں چہرہ شفاف و پر نور پر بکھر کر دور اطراف تک کو معطر بنا رہی ہیں اور زلفیں اتنی خوشبو دار ہیں کہ تازہ غالیہ کی خوشبو بھی زوال پذیر ہو گئی ہے۔ گویا اس ایک شعر میں محبوب کی اتنی صفتیں بیان کی ہیں اور ان کے حسن و جمال کی دلکشی اور جاذبیت و دلفریبی کو ابھارا ہے۔ تیرے سرو قامت سے اک قد آدم ☆ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں (غالب) ٭ جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم ☆ میں حتقد فتنہ محشر نہ ہوا تھا (غالب) ٭ قامت در چمن حسن درختی است بلند ☆ کہ ہمہ دلبری و عشوہ و نازش ثمر است (فخری قاجار) ٭ سرو میز دلاف آزادی ولی قدری نداشت ☆ کار سرو از بندگی قد تو بالا گرفت ☆ انچنان کز خط کشیدن صفحہ باطل میشود ☆ جلوۂ او یک خیابان سرو را از پا فگند (صائب) ٭ سالہا قد تو را خامہ تقدیر کشید ☆ قامت بود قیامت کہ چنین دیر کشید (لاغری) ٭ این نہ زلف است بگر درخت ای آفت جان ☆ بہ حقیقت نگرم فتنۂ دور قمر است (صفائی نراقی) ٭ سر زلف تو زچین مشک تر آوردہ بہ شہر ☆ از ختن مشک نخواہید حریفان کہ خطاست (بہار خراسانی)۔ شد کاسہ دریوزہ ہمہ ناف غزالان ☆ تا نکہت آن زلف بصحرای ختن رفت (صائب) ٭ فدای طرۂ مشکین دلکش تو کہ ہست ☆ زروزگار پریشان من پریشان تر (پارسا تویسرکانی) ٭ کاکل او راز مستی رشتۂ جان گفتہ ام مست بودم زین سبب حرفی پریشان گفتہ ام (مخفی ہندوستانی) ٭ ہمچو آبی کہ نمایان بود از پردۂ لعل ☆ تن سیمین تو از جامہ گلگون پیداست (صائب) ٭ در پیرہنت بدن تو گوئی ☆ شمعی است کہ پیرہن نہ دارد (فکرت لاریجانی) ٭ رسیدہ است بجائی لطافت بدنش ☆ کہ از نسیم بود داغدار پیرہنش (صائب) ٭ ز چاک پیرہن اندام نازکش ماند ☆ چو عکس برگ گل اندر میان آب زلال (شاطر عباس صبوحی) ٭ ماہ بر آنند کہ چون روی تست ......ادعاست ☆ مشک ستانند کہ چون موی تست ...... این خطاست ☆ آن کہ قد دلکش رعنای سرو ......ای تذرو ☆ گفتہ کہ چون قامت دلجوی تست ...... نارساست ☆ رنگ گل، رخ و شمیم نسیم ......ای ندیم ☆ گر نہ زرخسار تو و روی تست ......از کجاست (رشید یاسمی) ٭ نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا ☆ کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے (غالب) ٭ کہتے تو ہو تم

سب کہ بت غالیہ مو آئے ☆ یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ "وہ آئے" (غالب) ٭ سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو وصنوبر ☆ تو اس قد دلکش سے جو گلزار میں آوے (غالب) ٭ مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس ☆ زلف سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے ☆ اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ ☆ چہرہ فروغ می سے گلستان کیے ہوئے (غالب)۔

۲۔ فرماتے ہیں کہ ہوائے نسیم محبوب کے زلفوں کو کھول کر نافہ بکھیر رہی ہے اور اس طرح سے سنبل کی رونق اور عنبر کی قدر و قیمت کو توڑ کے رکھ دیا ہے۔ [نسیم = نرم ہوا، ٹھنڈی ہوا، خوشبو دار ہوا۔ ملائم اور خنک ہوا۔ نافہ = کستوری یعنی مشک کی تھیلی جو پوٹلی سی ہوتی ہے اور ہرن کی ناف سے نکلتی ہے۔ خوشبو میں اس سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں۔ تاتار کے جنگلی ہرنوں کا نافہ بہت مشہور ہے اور نافہ تتار کہلاتا ہے ٭ سنبل = ایک خوشبودار گیا ... جو اور گیہوں کی بال۔ زلف محبوب۔ گیاہ سنبل۔ اصل میں سوسن کے خاندان کا ہے۔ یہ گیاہ جلدی ہی پھول نکالتا ہے اور اس کے پھول خوبصورت خوش رنگ اور خوشبودار ہوتے ہیں اور زینت و آرائش کے لئے لوگوں کے مرغوب طبع ہیں اور ان پھولوں کے پیاز کو گلدانوں میں بوتے ہیں۔ بہتریں قسم ہالینڈ کی ہے۔ عنبر = عنبر مچھلی کی انتڑیوں یا معدہ سے روغنی اور خوشبودار مٹیالے رنگ کا مادہ نکالتے ہیں جو عنبر کہلاتا تھے۔ اس مچھلی کی پیٹ یا معدہ میں یہ خوشبودار عنبر نامی مادہ ان چھوٹی مچھلیوں سے بنتا ہے جن کو یہ غذا کے طور پر کھاتی ہے۔ عنبر جو اس مچھلی کے معدہ اور انتڑیوں سے نکالتے ہیں کا وزن پانچ سے دس بلکہ کبھی بیس کلوگرام تک ہوتا ہے۔ عام طور پر عنبر مچھلی کا جاپان جادہ اور سماٹرا کے سمندروں میں شکار کیا جاتا ہے۔ بعض کتابون میں عنبر اور مشک کو ایک ہی جانا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ عنبر مچھلی کے معدہ سے اور مشک (نافہ) نر ہرن کے پیٹ میں سے نکالا جاتا ہے۔ ہمارے کشمیر میں سیب کی اقسام میں سے ایک قسم ہے سیب عنبری جو بہت خوشبودار ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سیب کے ایک دانہ کو کمرہ میں محفوظ رکھ کر سارا کمرہ مہک اٹھتا ہے۔ یہ قسم اب ناپید ہورہی ہے]۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو ہوائی نسیم اطراف میں نافہ کی سی خوشبو کو منتشر کررہی ہے دراصل محبوب کی زلفوں کو کھول کر اور وہاں سے خوشبو اپنے ہمراہ لے کر دور ونزدیک کے جوانب واطراف میں ماحول کو معطر کررہی ہے اور اس حدتک کہ سنبل اور عنبر کی خوشبو بے قدر ہو کے رہ گئی ہے۔ نہ بود عجب از بہار خلقت ☆ از شعلہ برآور دریاحین ☆ گردید دماغ آفرینش ☆ از نکہت گیسوی تو مشکین ☆ بریاد کمند مشک سایت ☆ سر برزدہ آہ مشک آگین (شہید کشمیری)۔ ز چشمت نرگس واز روی تو گل ☆ ز زلفت سنبلستان آفریدند ☆ نقاب از چہرہ تابان کشادند ☆ کہ از وی صبح خندان آفریدند ☆ گرہ از کاکل مشکین کشادند ☆ ازان شام غریبان آفریدید (شہید کشمیری)۔ در وصف زلف مشک فشان معنبرت ☆ واللیل یاد کردہ خصوصاً وماوسق ☆ محبوب ایزدی کہ قسم خواند در کلام ☆ بر موی و روی خوب تو ای سر بہ سر عشق ☆ بر نعت حسن عارض عالم فروز تو ☆ فرمودہ

است والقمر ماذا انشق (عبید کشمیری)۔ جس جا نسیم شانہ کش زلف یار ہے ٭ نافہ دماغ آہوی دشت تتار ہے (غالب)۔ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں ☆ غمزہ وعشوہ وادا کیا ہے ☆ شکن زلف عنبرین کیوں ہے ☆ نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے (غالب)۔

۳۔فرماتے ہیں دل سے جو غم کے اشک چہرے پر سے گرد وغبار کو ہٹا چکے وہ تو ہٹا چکے لیکن یہ اشک میرے خون جگر تھے جو خاک کے ساتھ تب ہی مل گئے جب پیالی ٹوٹ گئی ہے۔یعنی میرے چہرے پر جو گرد وغبار کی خاک تھی اسے میرے بادۂ سرخ کی مانند خون جگر کے آنسوں نے دھولیا اور یہ خون تب رواں ہوا میرے دل سے جب کاسہ دل کے ٹکڑے ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ غم محبوب میں دل خون ہو چکا ہے اور یہ خون چہرے پر اشک کی صورت میں روان ہے۔ عاشقی صبر طلب اور تمنی بے تاب ☆ دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک (غالب)۔رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل ☆ جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے ☆ چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن ☆ ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے (غالب) ٭ تب نازگراں مائگی اشک بجا ہے ٭ جب لخت جگر دیدۂ خونبار میں آوے (غالب)۔اشک من رنگ شفق یافت زبی مہری یار ☆ طالع بی شفقت بین کہ درین کارچہ کرد (حافظ) ٭ گو بروو آستین بخون جگر شوی ☆ ہر کہ درین آستانہ راہ ندارد (حافظ)۔

۴۔اس شعر میں بھی ظلم وستم محبوب کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔محبوب کے مظالم کو اسکی طرف سے پتھر مارنے کے عمل سے تشبیہ دی گئی ہے۔اوراس وجہ سے مولانا جامی کے بدن کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں اوران ہڈیوں کی وجہ سے اس کی جان کا رشتہ مہروں کی تسبیح بن گیا ہے جس کے دانے ان ہی ہڈیوں سے تشکیل پا چکے ہیں۔مبالغہ آرائی کی صنعت کو اس کی اہمیت کے پیش نظر شاعروں نے اکثر استعمال میں لایا ہے لیکن بعض اوقات وہ مبالغہ جو اغراق تک جائے شعر کو شعری حسن سے گھٹا دیتا ہے۔اس شعر میں اغراق ہے لیکن بہر حال قاری پر مولانا جامی کے ایک عاشق کی حیثیت سے مظالم سہنے کی شدت کا حال واضح ہو جاتا ہے۔ گریبان چاک وبردل دست ود رگل پا ☆ میان عاشقان احوال من دارد تماشائی (رفعت نہاوندی)۔کسی عاشق بود کز آتش سوزان نپرہیزد ☆ براہ عشق نتوان بودن از پروانہ ای کمتر (مالی شیرازی)۔عروس عشق بس زیباست لیکن ☆ بجز جان و دلش کابین نہ باشد (صفائی نراقی)۔اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا تھا ☆ کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر (غالب)۔ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو ☆ تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں (غالب)۔نظر لگے نہ کہیں اس کے دست وبازو کو ☆ یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں (غالب)۔پھر گرم نالہ ہای شرر بار ہے نفس ☆ مدت ہوئی ہے سیر چراغان کئے ہوئے ☆ پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق ☆ سامان صد ہزار نمکدان

کئے ہوئے (غالب) ☆[سبحہ = تسبیح۔ مالا۔ ذکر الٰہی۔ دعا۔ مہرہ۔ کنکر۔ دھات یا ہڈی یا لکڑی یا شیشے کا ٹکڑا۔ آہنگری کا ہتھوڑا۔ ریڑھ کی ہڈی کی ہر ہڈی۔ آدمی کا بدن]

۵۔[صومعہ = گرجا۔ عیسائیوں کا عبادت گھر مجازاً مسجد۔ ہر عبادت گاہ۔ راہب کی عبادت گاہ کسی ٹیلے یا پہاڑ کے اوپر۔ خانقاہ۔ شیخ۔ بزرگ۔ پیر۔ مرشد۔ استاد۔ بڑا عالم۔ بوڑھا جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو۔ دانشمند۔ خواجہ۔ عربی قبائل میں کسی ایک قبیلے کا رہنما۔ کسی مذہبی فرقہ کا رہبر]۔ فرماتے ہیں کہ شیخ نے بتوں پر خانقاہ کا دروازہ بند کر دیا لیکن میرا سنگدل محبوب جب وہاں پہنچا تو اس صومعہ (خانقاہ) کا دروازہ ہی توڑ دیا یعنی خانقاہ جہاں معشوقوں کا مجمع اکٹھا رہتا ہے کو مرشد کے حکم سے بند کر دیا گیا تا کہ حسین و پر جمال محبوب جنہیں عاشقان صادق بتوں کی مانند عبادت کی حد تک چاہتے ہیں وہاں نہ آنے پائیں لیکن میرے سنگ دل محبوب نے اس حکم کی عدولی کی اور اس نے دروازہ توڑ دیا اور اس طرح سے حسینوں کی آمد و رفت بحال کر دی۔ مطلب یہ ہے کہ عشق مجازی تو عشق حقیقی کا براہ راست ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے بت پرستی نہیں ہے بلکہ عاشقان صادق کو تو ہر حال میں جمال الٰہی ہی نظر آتا ہے۔ در خرابات مغان نور خدا می بینم ☆ این عجب بین کہ چہ نوری بہ کجا می بینم (حافظ)۔ جلوہ برمن مفروش ای ملک الحاج کہ بو☆ خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم (حافظ)۔ عشق مشاطہ ایست رنگ آمیز☆ کہ حقیقت کند بہ رنگ مجاز☆ تا بدام آورد دل مخمور☆ بطراز د بہ شانہ زلف ایاز☆ عشق کہ بازار بتان جای اوست☆ سلسلہ بر سلسلہ سودای اوست (ہاشمی دھلوی)۔ مومن ز دین بر آمد و صوفی ز اعتقاد☆ ترسا محمدی شد و عاشق ہمان کہ ہست (بابا فغانی)۔ ندانم عشق را ملت ولی ہر کس کہ عاشق شد☆ مسلمان کافر ش میخوانند و کافر مسلمانش (بیدل شیرازی)۔ این صورت بت چیست اگر خانہ کعبہ است☆ وین نور خدا چیست اگر دیر مغانہ است (مولانا رومؒ)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کے سرو قد۔ سے دلوں پر بوجھ ہے جسے دیکھ کر صنوبر کی کمر ٹوٹ گئی۔ یعنی عاشقوں کے دل محبوب کے سرو جیسے دلکش اور خوبصورت قد کی وجہ سے سخت الم زدہ ہیں اور ان کے دلوں پر ایک بوجھ سا ہے

صنوبر کو اپنے قد پر ناز تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اسکی طرف کوئی متوجہ نہیں اور سب کے سب محبوب کے سرو قد پر فریفتہ اور اسی غم میں گرفتار ہیں تو اس غم سے اسکی کمر ٹوٹ گئی۔ یعنی محبوب کے سرو قد کی تصویر ہر عاشق کے دل میں نقش ہو چکی ہے اور صنوبر کے قد کی بالائی کسی کی آنکھوں میں نہیں جچتی ہے۔ جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم☆ میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا (غالب)۔ قدت گفتم کہ

شمشاداست بس خجلت بہ بار آورد☆ کہ این نسبت چرا دادیم واین بہتان چرا نفتیم (حافظ)۔

۷۔ جامی بیدل محبوب کے غم کی تفصیل لکھ رہا تھا کہ لکھتے لکھتے قلم کے دل اور کتاب کے اوراق میں شگاف پڑ گئی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا غم اس قدر دردناک اور تاثیر انگیز ہے کہ اس کی شرح جب میں لکھنے بیٹھا تو نہ قلم اسے سہہ سکا اور نہ ہی کتاب کے اوراق۔ بلکہ دونوں میں شدت الم سے شگاف پڑ گئی۔[قلم کی زبان میں شگاف تو ہوتی ہی ہے اسے اپنی شرح درد اشتیاق سے مناسب دی ہے اور حسن تعلیل کی ایک اچھی مثال ہے]۔ ۔ چون قلم اندر نوشتن می شتافت ☆ چون بہ عشق آمد قلم از خود شگافت (مولانا رومؒ)۔ حال دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو کھلا دوں ☆ انگلیاں فگار اپنی خامہ خون چکان اپنا (غالب)۔ من عاشقم گواہ من این قلب چاک چاک ☆ در دست من جز این سند پارہ پارہ نیست (عشقی ہمدانی)۔

غزل ۳۰

ای رشک شاخ طوبیٰ بالای دلربایت.........

۱۔ میرے محبوب! آپکا قد دلربا درخت طوبیٰ کی شاخ کیلئے مایہ رشک ہے اور اس پر آپکی قبا کی طرح آپکا عمدہ لباس کسقدر چست ہے!

۲۔ تاج داروں کے سر پر آپ کا نعلین تاج ہے اور ہر ایک نے اپنے سر سے تاج اٹھا کر نعلین کی طرح اسے آپکے پاؤں کے آگے رکھدیا ہے

۳۔ سر بلند لوگوں کے سر آپ کے حلقہ کمند میں اسیر ہیں اور ناز نینان جہان کے دل آپکی وفا کے کمند میں گرفتار!

۴۔ دنیا کے چاروں اطراف سے خوبرویوں کی نظریں آپ پر لگی ہیں خداوند آپکو چشم بد سے محفوظ رکھے!

۵۔ غم کی شدت سے پیوند زندگی منقطع ہو رہا ہے اب آپ کے لب جان بخش سے کوئی پیغام سننے کی تمنّٰی ہے

۶۔ ہر پرندے کو بہار جانفزا چہچہانے پر اکساتی ہے آپ حسن و جمال کے نو بہار ہیں اور میں آپکا مرغ خوش نوا!

۷۔ آپکے چہرے (کے دیدار) کے بغیر میں زندگی (جان) سے تنگ آگیا ہوں اپنا روئ زیبا دکھا دیجئے کہ اپنی جان فدا کردوں

۸۔ آپ بے انتہا عزیز ہیں تو پھر آپکے وصل کو کوئی کیسے خریدے ایک ہزار یوسف کی قیمت بھی آپکی نصف قیمت نہیں بنتی

۹۔ اگرچہ میں کبھی بھی آپکے حق میں دعا کرنے میں غافل نہیں میں آپ سے ہر زمان اور ہر زبان میں دعا کا التماس خواہ ہوں

۱۰۔ جامیؔ نے آنکھ کی پتلیوں کو بھی اپنی آنکھوں سے بند کر کے رکھا ہے
ہاں ! آپ کی جگہ پر کسی اور کو دیکھا نہیں جا سکتا

توضیحات غزل

۱۔ قبا= ایک مشہور پوشاک ہے جو امراء پہنتے ہیں۔ اچکن۔ قمیض وغیرہ کا چاک۔ پہننے کا لباس جو آگے سے کھلا رہتا ہے اور پہننے کے بعد آگے کے ہی دو حصوں میں بٹن سے ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہیں۔ قباہ اور قبای بھی

کہتے ہیں ۔ چست = مضبوط ۔ تنگ ۔ چالاک ۔ ٹھیک ۔ درست ۔ محکم ۔ استوار ۔ تیز ۔ تند ۔ چسپاں (فراخ اور کشادہ کے مقابلے میں)۔ فرماتے ہیں آپ کے قد کی دلکشی کا کیا کہنا! جنت کے درخت طوبیٰ کی شاخ کو بھی آپ کے قد پر رشک ہو رہا ہے اور پھر آپ کی قبا کی طرح اس قدِ زیبا پر آپ کا چست لباس کوئی کیا تعریف کرے! قد ترا بہ سرو و صنوبر مثل زنند ☆ کوتاہی نظرِ نگر و اشتباہ را (فرات یزدی)۔ ہر کرا دیدیم حیران قد رعنای اوست ☆ بر علم دارد نظر دائم سیاہ از شش جہت (صائب)۔ دل قد ترا بلای جان گفت ☆ بالا تر ازین نمی توان گفت (فرخی ساوجی)۔ نازنین تر ز قدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوش تر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)۔ غلام قامت آن لعبتم کہ بر قد او ☆ بریدہ اند لطافت چو جامہ بر بدنش (سعدیؒ)۔ مصرع قد تو با آن شکن زلف رسا ☆ شاہ بیتی است کہ پیچیدہ بہم مضمونش (صائب)۔ ببرد از من قرار و طاقت و ہوش ☆ بت سنگین دل سیمین بنا گوش ☆ نگاری چابکی شنگی کلہ دار ☆ ظریفی مہوشی ترکی قبا پوش ☆ چو پیراہن شوم آسودہ خاطر ☆ گرش ھمچون قبا گیرم در آغوش (حافظؒ)۔

۲۔ فرماتے ہیں آپؐ کے نعلین شریف کو تاج دار بادشاہوں نے اپنے سر پر تاج بنا دیا ہے اور سر سے تاج اتار کر آپ کے قدموں پر رکھ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ شہنشاہ کونینؐ ہیں دینوی بادشاہوں نے آپ کو ہی حقیقی شہنشاہ تسلیم کر کے آپ کا نعلین اپنے سر پر رکھ دیا ہے کہ یہی وہ تاج ہے جسکی برکت سے انہیں دین و دنیا کی بھلائی اور کامرانی ملے گی اور اپنا شاہی تاج اتار کر آپ کے قدموں پر رکھ دیا ہے کہ ہم آپؐ کے غلام ہیں اور تابع فرمان۔ تو ئی کہ بر سر خوبان کشوری چون تاج ☆ سزد اگر ھمہ دلبران دہندت باج (حافظؒ)۔ غلام نرگس مست تو تاجدارانند ☆ خراب بادہ لعل تو ہوشیارانند (حافظؒ)۔ محمدؐ بود بادشاہ حقیقی ☆ ھمہ پادشاہان بلال محمدؐ (جامیؒ)۔ سران را تاج رفعت از سر فخر است گردی بس ☆ ز نعلین چو تو صاحبکلاہی یا رسول اللہؐ (قادری کشمیری)۔ جای آنست کہ شاہان ز تو شرمندہ شوند ☆ سلطنت زا بگذارند و بہ تو بندہ شوند ☆ گر بہ خاک قدمت سجدہ میسر گردد ☆ سرفرازان جہان جملہ سرافگندہ شوند (ہلالی چغتائی) [فرق = سر کی مانگ مجاز اُسر ۔ جدائی ۔ تفاوت ۔ دو چیزوں میں امتیاز کرنا ۔ جدا کرنا]۔

۳۔ فرماتے ہیں عالی رتبہ و معزز لوگ آپ کی کمند میں اسیر ہیں اور نازنینوں کے دل آپ کی وفا کے حلقے میں قید! مطلب یہ ہے کہ بلند مرتبہ لوگ بھی اپنی دینوی بلندیوں سے اتر کر آپکے عشق میں مبتلا و پست یا دینی بزرگ بھی بس آپ ہی کی محبت میں اسیر ہیں اور حسینان عالم بھی اپنے حسن و جمال کے بلند بانگ دعووں سے دست بردار ہو کر آپ ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں اور آپ ہی کے وفا میں مبتلا ہیں۔ صدر بدر ہر دو عالم خواجۂ دنیا و دین ☆ جملہ عالم در پناہت یا محمد مصطفیٰؐ (غیاثی)۔ خورشید نقش پای تو گردون چمن پیرای تو ☆ در ہر سری سودای تو در ہر دلی غوغای

تو ☆ ای عرش اعظم جای تو وی عاشقت مولای تو ☆ عالم همه یغمای تو خلق جہان شیدای تو ☆ آن نرگس رعنای تو آوردہ رسم کافری (شہید کشمیری تضمین بر غزل خسروؒ)۔

۴۔ فرماتے ہیں تمام دنیا کے اطراف سے حسینوں کی نگاہیں آپ کے حسن و جمال کو دیکھ رہی ہیں۔ اللہ آپ کو نظر بد اور چشم زخم سے محفوظ رکھے! مطلب یہ ہے کہ محبوب کا حسن بے مثال مرکز نگاہ عالم بن چکا ہے۔ محبوب میرا ہے اس لئے میری دعا ہے کہ وہ چشم بد کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ چشم بد دور از چنان روئی ☆ کہ از وچشم دور نتوان کرد (خسروؒ)۔ آدمی زادہ بدین خوبی و رعنائی نیست ☆ این پری روی اگر حور نہ باشد ملک است (حشمت شیرازی)۔ حسنت بہ اتفاق ملاحت جہان گرفت ☆ آری بہ اتفاق جہان می توان گرفت (حافظ)۔ روی تو کس نہ دید و ہزارت رقیب ہست ☆ در غنچہ ای ھنوز و صدت عندلیب ہست (حافظؒ)۔ ہر کس کہ ترا دید بدین شکل و شمائل ☆ گردید ترا از دل و جان عاشق و مائل (عبرت نائینی)۔ یارب این نوگل خندان کہ سپردی بہ منش ☆ می سپارم بہ تو از چشم حسود چمنش ☆ گرچہ از کوی وفا گشت بصد مرحلہ دور ☆ دور باد آفت دور فلک از جان و تنش (حافظؒ)۔ تنت بہ ناز طبیبان نیازمند مباد ☆ وجود نازکت آزردۂ گزند مباد ☆ سلامت ھمہ آفاق در سلامت تست ☆ بہ ہیچ عارضہ شخص تو دردمند مباد ☆ ہر آنکہ روی چو ماہت بہ چشم بد بیند ☆ بر آتش تو بجز جان او سپند مباد (حافظؒ)۔

۵۔ فرماتے ہیں غم عشق اتنا سخت تھا کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ اب جب کہ میری جان ہونٹوں تک آ چکی ہے آپ اپنے جان بخش ہونٹوں سے میرے ساتھ ہمکلام ہوں کہ میری جان کنی جان بخشی میں بدل جائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہونٹ میرے حق میں ہمیشہ خاموش رہے اب آپ کے غم میں دم نزع آ گیا ہے اور میری جان بدن سے خارج ہو رہی ہے۔ میری اب آخری تمنی ہے کہ آپ اپنے حیات بخش ہونٹوں سے مجھے کچھ پیغام سنائیں کہ میری جان آپ کی بات سن کر ہی میرے بدن میں لوٹ آئے۔ چشمۂ حیوان کجا لعل لب جانان کجا ☆ ہر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا (حیدر طبھا پی)۔ لبت را آب حیوان گفتم اما ☆ چہ جای آب کان ماء معین است (حافظؒ)۔ یک سخن کن بہ من کہ آب حیات ☆ در لب لعل محتوی داری (احمد بیج بہاروی کشمیری)۔ جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے ☆ جان کالبد صورت دیوار میں آوے (غالب)۔ بہ لب آمدست جانم تو بیا کہ زندہ مانم ☆ پس از آنکہ من نمانم بہ چہ کار خواہی آمد (خسروؒ)۔

۶۔ فرماتے ہیں بہار شاداب ہر مرغ کو یعنی ہر پرندے کو چہک بخشتی ہے۔ آپ بہار حسن و جمال ہیں جس نے مجھے مرغ خوشنوا بنا دیا اور میں اس حسن کو دیکھ کر چہکتا رہتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح سے بہار کی تروتازگی ہر

پرندے کو مطرب بناتی ہے اسی طرح سے مولانا جامیؒ اپنے محبوب کے حسن کی بہار کو دیکھ کر ایک خوش آواز و شیرین دہن پرندے کی طرح اس کی تعریف میں گیت گاتے ہیں۔ حسن یار ہی عاشق کو چہکنے پر اکساتا ہے۔ جلوۂ حسن تو آورد مرا برسر فکر ☆ تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم (غنی کشمیری)۔ ہاں نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ ☆ پھر ہوا ہے تازہ سودائے غزلخوانی مجھے (غالب)۔ چاک مت کر جیب بے ایام گل ☆ کچھ ادھر کا بھی اشارہ چاہئے (غالب)۔

۷۔ فرماتے ہیں آپ کے چہرے کے دیدار کے بغیر میں زندگی سے تنگ آ چکا ہوں۔ آپ اپنا خوبصورت چہرہ دکھا دیجئے کہ میں آپ پر اپنی جان فدا کروں۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کی زندگی معشوق کا دیدار کئے بغیر بے مراد اور ایک ناکام زندگی ہے۔ اس کا مُنتہای مقصد حیات دیدار یار ہے جو اسے جب حاصل ہو جائے تو گویا اس کا مُنتہای مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور اس مقصد کے حاصل ہوتے ہی وہ اپنی جان محبوب پر نچھاور کرتا ہے۔ جان کا فدا کر دینا گویا عاشق کی طرف سے بھی معشوق کی نسبت اظہار عشق و محبت کی انتہا ہے کیونکہ عزیز ترین تمنّٰی کی تکمیل کے بعد کسی اور چیز کو عزیز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج ☆ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک (غالب)۔ پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)۔ این جان عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست ☆ روزی رخش بینم و تسلیم وی کنم (حافظؒ)۔ میخواہم از خدا بہ دعا صد ہزار جان ☆ تا صد ہزار بار بمیرم برای تو (شرف قزوینی)۔ سحر بوی نسیمت بہ مژدہ جان سپرم ☆ اگر امان دہد امشب فراق تا سحرم (ادیب نیشاپوری)۔ یار می آید و ہنگام نثار است مرا ☆ مروای جانِ گرامی بہ تو کاری دارم (گرامی)۔

۸۔ فرماتے ہیں آپ جیسے محبوب عزیز کی آرزوی وصل کوئی کیسے کرے کیونکہ آپ اس قدر گران قیمت محبوب ہیں کہ ایک ہزار یوسف کی قیمت آپ کی نصف قیمت کے برابر بھی نہیں۔ شعر میں قصہ یوسف پیغمبر علیہ السلام اور عزیز مصر کے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یوسفؑ بہت خوش جمال تھے چنانچہ ان کے حسن کی دلکشی کو ضرب المثل کے طور پر استعمال میں لاتے ہیں اور روایتوں میں نظر سے گذرا ہے کہ حسن کے اللہ تعالیٰ نے اگر دس حصے پیدا کئے تو اکیلے حضرت یوسفؑ کو نو حصے عطا کئے تھے۔ لیکن مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرا محبوب اس قدر خوش جمال اور خوب رو حسین، خوبصورت، نظر نواز اور دلکش ہے کہ ہزاروں یوسف ان کے نصف صفات کے برابر بھی نہیں ہیں۔ خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ☆ شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات ☆ آنچہ خوبان ھمہ دارند تو تنہا داری (خسروؒ)۔ بہ فلک میرسد از روی چو خورشید تو نور ☆ قل ھو اللہ احد چشم بد از روی تو دور (سعدیؒ)۔ از حسرت جمال تو ہنگام عرض حسن ☆ افتد ز دست یوسف پیغمبر آئینہ (نالی تکلو)۔ زمانہ دفتر اوصاف حسن یوسف را ☆ ز شرم روی تو بردو بہ چاہ کنعان ریخت (شعیب جوشقانی)۔

۹۔فرماتے ہیں کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے حق میں دعا کرنے سے غافل نہیں اور اس سعادت کی انتہا تک پہنچنے کیلئے میں آرزومند ہوں کہ ہر زبان میں آپکے لئے دعا کرتا رہوں۔شدت محبت کا اظہار ہے کہ اگر چہ میں اپنی زبان میں (یا اکتسابی زبانوں میں) آپکو ہمیشہ دعا کرتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ ہر زبان میں جو دنیا میں بولی جاتی ہے دعا فقط آپ کیلئے مخصوص ہو۔واقعی نیا انداز فکر ہے جو محبوب کی نسبت محبت کو ظاہر کرتا ہے۔در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست ☆ می بینمت عیان و دعامی فرستمت ☆ ہر صبح و شام قافلہ ای از دعای خیر ☆ در صحبت شمال و صبای فرستمت ☆ ای غایب از نظر کہ شدی ہمنشین دل ☆ میگویمت ثنا و دعامی فرستمت (حافظؒ)۔اگر چہ من زغمت ہمچو ابر میگریم ☆ ہمیشہ ای گل شاداب شاد و خندان باش (وصال شیرازی)۔عمرت دراز باد کہ من در پناہ تو ☆ دارم امید آنکہ بہ امید ہا رسم (کمال اسمٰعیل)۔

۱۰۔فرماتے ہیں کہ اے محبوب! میں آپ کو اس حد تک چاہتا ہوں کہ رشک سے اپنی آنکھ کی پتلیوں کو بھی آپ کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس لئے میں نے ان پر دروازے (یعنی اپنی آنکھیں) بند کر دی ہیں بھلا کوئی اور آپ کو کیوں دیکھے؟ رشک وحسد اور رقابت میں خود اپنی آنکھوں پر بھی رشک کیا ہے اور یہ اظہار رشک میں بیان کا مبالغہ ہے۔اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعد قتل ☆ میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے (غالبؔ)۔ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے ☆ مرتے ہیں مگر ان کی تمنا نہیں کرتے (غالبؔ)۔قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالبؔ ☆ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے (غالبؔ)۔دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے ☆ میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے (غالبؔ)۔نمی وہم بہ نگہ رخصت نظارۂ یار ☆ درین زمانہ بہ چشم خود اعتباری نیست (طبعی قزوینی)۔رشک آیدم ز مردمک دیدہ بارہا ☆ کین شوخ دیدہ چند بیند جمال دوست (سعدی)۔نمی خواہم کہ در چشمم نشینی ☆ کہ آنجا ہم میان مردمان است (محمود قاجار)۔آنقدر رشک دلم راست کہ گر بتوانم ☆ نگذارم کہ خدا ہم گذرد از دل تو (رضائی کاشی)۔

غزل ۳۹

رخت خطی بہ مشک تر نوشت است..........

۱۔ آپ کے چہرے نے مشک تازہ سے خط لکھا ہے یعنی عنبر سے پھول پر برات لکھ دی ہے
۲۔ میں نے غلط کہا یہ خط نہیں بلکہ زمانہ نے عاشقوں کے خون سے محضر لکھ دیا ہے
۳۔ عقل کو فریب دینے کے لئے آپ کے شیرین ہونٹوں نے شکر پر جادو کا فسون لکھ دیا ہے
۴۔ ہر وہ شگاف کاف کرامت ہے جو آپ کی تلوار سے سروں کی سرنوشت ہے

۵۔ اس سے پہلے اگرچہ یاقوت بہت اچھا لکھتا تھا لیکن اسکے بعد آپکے لعل مانند ہونٹ زیادہ اچھا لکھتے ہیں
۶۔ میرے دل نے آپ کے غم کی تفصیل آہوں کے کاجل سے اس منظر زنگار مانند پر لکھ دی ہے
۷۔آپ خوش رہیں آپ کو بھلا کیا غم کہ جامیؔ نے
خوشی کی بساط کو لپیٹ کے رکھ دیا ہے

توضیحاتِ غزل

ا۔ برات = وہ خط یا پروانہ جس کے ذریعہ سے خزانہ سے روپیہ حاصل کیا جاتا ہے [اس لفظ کی جگہ اب انگریزی لفظ چک استعمال کرتے ہیں کشمیر میں چک کا لفظ عام ہونے سے پہلے برات ہی کا لفظ معمول تھا]۔ تنخواہ۔ حصہ۔ کشتی میں ایک فن کا نام۔ اس غزل سے پہلے ہم یار خطی کہ بر عذار نوشت والی غزل میں محبوب کے خط کی مدح پڑھ چکے ہیں اور اس ساری غزل کے مضمون کی تکرار اس موجودہ غزل میں بھی جاری ہے۔ فرماتے ہیں آپ کے چہرے پر خوشبوی تازہ سے خط لکھا ہوا ہے گویا عنبر سے پھول کے اوپر برات لکھ دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے چہرے پر تازہ سبزہ وخوشبو کی سیاہی میں لکھا ہوا جو خط ہے وہ گویا برات کا نوشتہ ہے جس کے مطابق کمال آزادی کے ساتھ آپ کے روئے مبارک کا بھرپور مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ خط (آغاز کی تازہ اگی ہوئی داڑھی) کو ایک چٹھی سے مشابہ کیا ہے یا حروف کے مجموعے سے۔ مشک سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور سیاہی بھی سیاہ رنگ کی ہوتی ہے اس لئے مشک اور سیاہی میں باہم مشابہت پیدا کی ہے۔ چہرے کی لطافت اور نازکی کو پھول سے تشبیہ دی ہے اور اس کے آزادی کیساتھ مشاہدہ کرنے کی اجازت کو برات یا پروانہ و اجازت سے مشابہ کیا ہے۔ معنی کی اقسام میں تناسب کو قائم رکھنا شاعرانہ فن کاری ہے اور مولانا جامیؒ نے ایک مضمون کو مختلف معانی میں استعمال کرتے وقت اس کی خوب رعایت کی ہے۔ چون ترک من سیاہ حبش برختن زند ☆ از مشک سودہ سلسلہ برنسترن زند (خواجو کرمانی)۔ گرکنم یک شمہ در وصفِ خطِ سبزت سواد ☆ روی دفتر گردد از نوکِ قلم پر مشک ناب (خواجو)۔ گرد مشک است کہ گردِ گلِ رویت بدمید ☆ یا بنفشہ است کہ پیرامن نسرین بگرفت (خواجو)۔

۲۔ خطا = بھول۔ چوک۔ غلطی۔ قصور۔ گناہ۔ سہو۔ نادرست۔ بے ارادہ گناہ [خطا یا ختا شمالی چین کے علاقے کو کہتے تھے اور وہ ترکوں کا مسکن تھا اسلامی آثار میں ختا اور ختن سے مراد شمالی چین اور مشرقی ترکستان ہیں۔ ختن کا شہر مشرقی ترکستان (چینی ترکستان) کا شہر تھا اور کبھی سارے چینی ترکستان کو کہا جاتا تھا۔ خطا (ختا) اور ختن فارسی ادب میں مشک نافہ کی وجہ سے اور ان علاقوں کے مشہور وخوبصورت ہرنوں کی وجہ سے استعمال ہوتے آئے ہیں]۔ فرماتے ہیں میں نے کہنے میں غلطی کی۔ دراصل یہ خط نہیں بلکہ زمانے نے عاشقوں کے خون سے محضر لکھا ہے

مطلب یہ ہے کہ یہ پروانہ نہیں ہے جیسا میں نے کہا بلکہ زمانے نے عاشقوں کے خون سے ایک وثیقہ لکھ دیا ہے۔ گویا یہ لکھ کے دیا ہے کہ عاشقوں کا خون کرنا مباح ہے اور یہ محضر نامہ اسی کی وضاحت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق عاشقوں کے ارمانوں کا خون کرتا ہے ان کے احساسات کا خون کرتا ہے۔ ان کی امیدوں کا خون کرتا ہے۔ ان کی آرزوئں' خواہشات اور نیتوں کا خون کرتا ہے۔ اور ایسا کرنے کو جایز جانتا ہے چنانچہ معشوق کے چہرے پر خط کی صورت میں علانیہ محضر نامہ لکھا ہوا ہے کہ معشوق عاشقوں کا قاتل ہے۔ خون کرنے سے مراد ہے معشوق کی بےتوجہی' بےنیازی' لاپروائی جن کو برتنے سے عاشق کے ارمانوں کا خون ہو جاتا ہے [محضر = وثیقہ کہ حاکم مجاز کا تصدیق کیا ہوا کاغذ۔ حاضر ہونے کی جگہ۔ حاضر ہونے کا وقت۔ سامنا۔ حاضر ہونا۔ حضور۔ رسمی استاد کا دفتر] ۔ عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب ☆ دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک (غالب)۔ اسد بسمل ہے کس انداز کا؟ قاتل سے کہتا تھا☆ کہ عشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر (غالب)۔ زدی بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جوابت چیست فردای قیامت دادخواہان را (عارف شیرازی)۔ بہ خنجر سینۂ من می کشاید☆ بہانہ این کہ پیکان من اینجاست (مظہر تبریزی)۔ نہ من از دست نگارین تو مجروحم و بس ☆ کہ بہ شمشیر غمت کشتہ چو من بسیارند (سعدی)۔ بروزگار تو ہر دل کہ بود پر خون شد☆ ستم تو کردی وتہمت نصیب گردون شد (ملا درکی قمی)۔ قاتلی خون مرا ریخت کہ درروز جزا☆ نظر از ناز بہ ہنگامۂ محشر نہ کند (صراف اصفہانی)۔

۳۔ فرماتے ہیں آپ کے شیرین ہونٹ کیا ہیں گویا شکر پر جادو و فسون لکھ دیا گیا ہے جس سے عقل بھی دھوکہ کھاتی ہے۔ افسون و جادو سے عقل دھوکہ کھاتی ہے اور اصل حقیقت نظروں سے یا ڈھل جاتی ہے یا مشکوک ہو جاتی ہے۔ عقل وخرد کو معلوم ہے کہ دہن یار یا محبوب کے ہونٹ شکرستان یا شکر بیز ہیں لیکن خود ہونٹوں نے ایسا جادو چلا دیا کہ عقل حیران رہ گئی مطلب یہ ہے کہ لب ہای محبوب کی دلکشی ایسی دل فریب ہے کہ دیکھنے والے عاشق کو مسحور کرتی ہے اور اس حد تک کہ اس کی عقل دنگ ہو کے رہ جاتی ہے [فسون = جادو۔ منتر۔ فریب۔ مکر۔ تزویز۔ مکاری۔ دھوکہ۔ چاپلوسی۔ حیلہ۔ افسون بھی کہتے ہیں۔ سحر = جادو۔ افسون۔ جادو کرنا۔ فریفتہ کر لینا۔ جاننا۔ ہر لطیف شے جس کا جاننا مشکل ہو۔ جادوگری۔] ۔ سخن طوطی خطت بہ چمن میگفتم ☆ نسبت پستۂ تنگت بہ شکر میکردم (خواجو)۔ ترسم از دور چشمش بخورند اہل نظر☆ بس کہ چون خواب بہاران لب اوشیرین است (صائب)۔ بجز لب تو کزو گفت شکرین خیزد☆ کہ دیدہ لعل کزو جوی انگبین خیزد (قاآنی)۔ انحصار شکر و قند بود در لب تو ☆ گرچہ آن قند دگر باشد و این قند دگر (رعدی تبریزی)۔ دبیر از آن لب شیرین حکایتی میراند☆ دہان تنگ قلم را پر از شکر میکرد (خواجو)۔ روزی کہ پستہ دید لب ہمچو قند او☆ شد خندہ زہر در دہن نیم خند او (صائب)۔ [شعر میں فریب اور

فسون اور سحر کی رعایت سے صفت مراعاۃ النظیر کا استعمال کیا ہے]۔

۴۔فرماتے ہیں اس سے پہلے یاقوت بہت اچھا خوش نویس تھا لیکن اس کے بعد آپ کے لعل (مانند ہونٹ) سب سے اچھا لکھتے ہیں [یاقوت = جمال الدین ابوالمجد یاقوت ابن عبداللہ مستعصمی ملقب بہ قبلہ الکتاب' عباسی خلیفہ المستعصم باللہ کا غلام تھا اور اس کا خاص کاتب۔ یاقوت پہلا شخص ہے جس نے خط ثلث اور نسخ کو درجہ کمال تک پہنچایا اور اس کے زمانے تک کسی کو بھی قلم پر قدرت حاصل نہ تھی کہ اس جیسا کاتب عدیم المثال بن سکتا۔ کہتے ہیں ہر دو مہینوں میں ایک قرآن مجید لکھ لیتا۔ اس کا لکھا ہوا تین سو چونسٹھ واں قرآن پاک دیکھا گیا ہے۔ یاقوت نے لمبی عمر پائی گویا ایک سو سال اور بغداد میں ۶۹۶ھ اور ۶۹۸ھ کے درمیان وفات پائی اور حضرت امام احمد حنبلؒ کی قبر شریف کے ساتھ دفن ہوا۔ ایک قسم کا پلاؤ جس کے چاول سرخ ہوتے ہیں۔ ایک جزیرہ کا نام۔ ایک بیش قیمت اور مشہور جواہر کا نام جو چار رنگ کا ہوتا ہے سرخ' زرد' لاجوردی اور سفید۔ اور یاقوت سرخ ان سات رنگوں کا ہوتا ہے رمانی' ارغوانی' بہرمانی' دولوی' حمری' لحمی اور خلی۔ بعض کے نزدیک ایک اور قسم بھی ہے جسے کبدی یا جگر کہتے ہیں۔ یاقوت سرخ کا رنگ شفاف و صاف سرخ رنگ کا اور خوش زیب ہوتا ہے اور یہ نادر اور یاقوت کی تمام قسموں میں گران قیمت ترین ہوتا ہے۔ یہ قسم خاص کر تبت اور ہندوستان کے قدیم آتش فشانی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ سرخ آتشی اور گران بہا ہونے کی وجہ سے ہی شاعروں نے محبوب کے ہونٹوں کو یاقوتِ سرخ کہا ہے]۔فرماتے ہیں آپ کے ہونٹ جو لعل مانند ہیں ایسے حروف خوشنما ہیں کہ مشہور کاتب یاقوت کی خوشنویسی سے بھی بہتر ہیں۔ یاقوت کی مناسبت اور لعل کی مشابہت سے ہونٹوں کی سرخی کو نمایاں اور خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ محبوب کے ہونٹ یاقوت سرخ سے بھی زیادہ دلکش اور دلفریب ہیں۔ ای خندہ زدہ لعل تو بر حقہ یاقوت ☆ یاقوت لبِ لعلِ تو مرجانِ مراقوت ☆ یاقوتِ لب لعلِ تو چون قوتِ روان است ☆ یاقوت بود نام لبِ لعلِ تو یاقوت ☆ با کلک قضا کاتب صنع از خط یاقوت ☆ خوش برلب لعل تو نوشت است کہ یاقوت ☆ قربان وفاتم بہ وفاتم گذری کن ☆ تابوت مگر بشنوم از رخنہ تابوت ☆ یاقوت ز لعلِ لبِ شیرین سخنِ تو ☆ چون چہرۂ خجلت زدہ ہر لحظہ بہ رنگی است (صائب)۔

۵۔کاف = شگاف۔ شگاف کرنے والا۔ پھاڑ۔ چیر۔ باز رکھنے والا۔ باز رہنے والا۔ بوڑھا اونٹ یا بوڑھی اونٹنی جس کے دانت گھس گئے ہوں۔ کافتن کا امر یعنی شگاف کر۔ چیر دو۔ فارسی اور عربی کی حروف تہجی کا ایک حرف (ک) [اور اسے غلط العام میں کشمیر میں کیف پڑھا جاتا ہے جو البتہ نادرست ہے] کو کاف کو بھی کہتے ہیں۔ کیمیا کیلئے ایک رمز۔ کون کیلئے ایک رمز۔ کرامت = بزرگی جتانا۔ جوانمرد ہونا۔ بزرگی۔ بزرگواری۔ جوانمردی۔

عفو اور بخشش۔ تصوف کی اصطلاح میں کوئی غیر معمولی کام جو کسی خدا رسیدہ بزرگ' درویش یا ولی سے سرزد ہو (بمقابل معجزہ جو صرف پیغمبر سے وجود میں آتا ہے)۔ عطا۔ عزت۔ نوازش۔ عنایت۔ سرنوشت = خط۔ پیشانی۔ حکم ازلی۔ تقدیر۔ نصیب۔ بخت۔ طالع۔ قسمت۔ وہ جو آدمی کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ فرماتے ہیں آپ کی تلوار سے سر پر (یا عاشقوں کے سروں پر) جو شگاف ہمارے مقدر میں ہیں وہ ہمارے لئے (یا میرے لئے) کاف عنایت اور سراپا نوازش و کرم ہیں۔ یہ ضرب ہمارے مقدر میں ہیں لیکن چونکہ آپ جیسے محبوب کے ہاتھ سے عمل میں آرہے ہیں اس لئے یہ ہمارے لئے ضرب نہیں بلکہ باران رحمت ہیں' سراسر عنایت اور فضل و عطا ہیں۔ عشرت قتلگہ اہل تمنا مت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب)۔ موج خون سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے ☆ آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟ (غالب)۔ چشم ما روشن! کہ اس بیدرد کا دل شاد ہے ☆ دیدۂ پرخون ہمارا ساغر سر شار دوست (غالب)۔ خون ہے دل خاک میں احوال بتان پر یعنی ☆ ان کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد (غالب)۔ بفریب اثر جلوہ قاتل صد بار ☆ جان بہ پروانگی شمع مزار آمد و رفت (غالب)۔

۶۔ دودہ = چراغ کا کاجل۔ چراغ کا دھواں۔ خاندان۔ خویش و تبار۔ شعلے کی سیاہی۔ سیاہ نرم مادہ جس سے سیاہی لکھنے کیلئے بناتے ہیں۔ بڑا فرزند۔ کیڑا۔ زنگار گون = دھات کی رنگ کا سا۔ آئینہ۔ سبز رنگ (زنگار فام بھی کہتے ہیں)۔ منظر = نظر کا مقام۔ دیکھنے کی جگہ۔ وہ جگہ جس پر نظر پڑ جائے۔ آنکھ۔ وہ جو آنکھوں کے آگے آئے۔ کنایہ ہے آسمان سے۔ دریچہ۔ صورت۔ چہرہ۔ کھڑکی۔ جھروکہ۔ فرماتے ہیں میرے سوزناک اور آتشیں دل سے جو سیاہ دھواں آہوں کی صورت میں خارج ہو رہا ہے ان سے میں دراصل اس نیلگوں آسمان پر (جب یہ آہیں اس سے ٹکراتی ہیں) غم عشق و اندوہ یار کی تفصیل لکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ میری سیاہ آہیں آسمان سے ٹکرا کر اسے بھی میرے داستان غم کی تفصیل سناتی ہیں۔ میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بار ہا ☆ میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا ☆ دل نہیں ورنہ دکھاتا تجھ کو داغوں کی بہار ☆ اس چراغان کا کروں کیا کارفرما جل گیا (غالب)۔ چرخ برہم زنم ار جز بمرادم گردد ☆ من نہ آنم کہ زبونی کشم از چرخ و فلک (حافظؒ)۔ نالہ را ہر چند میخواہم کہ پنہانی کشم ☆ سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن۔

۷۔ بساط = فرش۔ بچھونا۔ چٹائی۔ دسترخوان۔ دستگاہ۔ سرمایہ۔ پونجی۔ سفرہ۔ چمڑے کا دسترخوان۔ حوصلہ۔ ہمت۔ طاقت۔ وسعت۔ ریشمی فرش جس پر جوہری جواہرات کو خریداری کے لئے لگاتے ہیں۔ شطرنج یا چوسر کھیلنے کا تختہ یا کپڑا۔ میدان کی کشادگی۔ فراخ اور ہموار زمین۔ بساط درنوشتن محاورہ ہے یعنی ختم ہو جانا۔ دکان بند کرنا۔ کسی چیز کا مٹ جانا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ عیش و آرام سے زندگی گذاریئے خوشی و نشاط میں محو

رہئے آپ کو بھلا اس کا کیا غم کہ جامیؔ کی خوشی و مسرت آپ کے غم میں مٹ گئی ہے۔ محبوب کی بے توجہی' بے پروائی اور بے نیازی کا بیان ہے وہ اپنی عشرتوں میں اور کاروبار عیش و نشاط میں اس قدر مشغول ہے کہ اسے جامی کے دردناک اور قابل رحم اور جان گداز حال اور کیفیت کی کوئی پروا نہیں جو جامی پر محبوب کے ہی غم عشق میں طاری ہے۔ بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور! کب تلک ☆ ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟ (غالب)۔ لے گئے خاک میں ہم داغ تمنائی نشاط ☆ تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا (غالب)۔ ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ☆ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک (غالب)۔ غلط است این کہ گویند کہ بہ دل رہ است دل را ☆ دل من زغصہ خون شد دل او خبر نہ دارد (عرفی)۔

غزل ۱۳۱

آن چہ نور است کہ از وادی بطحا بر خاست..........

۱۔ یہ کیسا نور ہے جو بطحا کی وادی سے اٹھا
کہ جسے دیکھنے کو سارا کون و مکان دوڑ پڑا

۲۔ یہ کیسا درخت ہے یثرب کا کہ جب قد نکالا
تو اسکے عشق میں عالم بالا سے نعرے بلند ہوئے

۳۔ لمحہ بھر کیلئے ہی کون ہے وہ شخص جو اسے دیکھنے کیلئے اسکی راہ میں بیٹھا
تو اسکے عشق میں سراسیمہ اور اس کا فریفتہ ہو کر نہ اٹھا

۴۔ معجزۂ حسن و جمال سے بالآخر اسی کے ہونٹوں پر ختم ہوا
اگرچہ اول مسیحا کے دم سے ہی احیاء اموات (کامعجزہ) ہوا

۵۔ اس کے شکر آمیز ہونٹوں سے کوئی ایسا نکتہ کہیں بھی نہ نکلا
جہاں یا جس محفل میں اسے سن کر شور و ہنگامہ برپا نہ ہوا

۶۔ اس کے غم عشق کے متوالوں نے جو ایک نعرۂ مستانہ مارا
تو کتنی ہی صدائیں گنبد مینا سے بلند ہوئیں

۷۔ خراماں خراماں جو صحرا کی طرف نکلا تو یہ اسی کے دامن کا نتیجہ تھا
کہ دامن صحرا میں پھول اور لالے کھل اٹھے

۸۔ آج جو میخانے میں اس کے ہونٹوں سے ایک وعدے کی بات پہنچی
تو بادہ خواروں کے دل میں کل کا غم پیدا ہوا

۹۔ جولانگہ ناز میں جامیؔ نے اس سرو کا قد جو دیکھا تو
خدمت گذاری کے لئے سر کے بل رہ کر سراپا کھڑا رہا

توضیحات غزل

۱۔ بطحا= مکہ معظمہ۔ وادی مکہ۔ پتھریلا نالہ۔ کشادہ دریا۔ فراخ ندی۔ پانی کے نکاس کی وسیع جگہ۔ وادی۔ فراخ زمین جو سیلاب کی گذرگاہ اور کنکروں سے بھری پڑی ہو۔ کون و مکان= [کون= ہونا۔ ہو جانا۔ ہستی۔ موجود ہونا۔ وجود۔ بود۔ دنیا۔ جہان۔ عالم ہستی]۔ دنیا اور اس میں موجود سارے موجودات۔ دنیا و مافیہا۔ فرماتے ہیں کہ یہ کیسا نور ہے جو مکہ معظمہ میں سے اٹھا اور جس سے فیض یاب ہونے کیلئے دنیا و مافیہا دوڑ پڑے۔ رسول عربیؐ کے

مکہ معظمہ سے بحیثیت رسول خداؐ مبعوث ہو کر دین مبین اسلام کو بشریت کی اصلاح و نجات اور کفر و شرک کو قلع قمع کرنیکی غرض سے گمراہ انسانیت کو نور خداوندی سے فیض یاب کرنے کا بیان ہے اور مقصد یہ بیان کیا ہے کہ نور محمدیؐ نے جو مکہ معظمہ سے طلوع ہوا ساری دنیا کو نور اسلام سے منور کر دیا اور نہ فقط ذی الارواح کو بلکہ شجر و حجر تک (جن کی اسلام سے پہلے عبادت کی جاتی تھی) کو یہ فیض پہنچا کہ وہ خدا بن جانے کی روایت کی گمراہی سے آزاد ہوئے۔ ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہان کا منظر ☆ کہیں معبود تھے پتھر کہیں مسجود شجر ☆ خوگر پیکر محسوس تھی انسان کی نظر ☆ مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر؟ ☆ تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟ ☆ قوت بازوی مسلم نے کیا کام ترا ☆ صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے ☆ نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا ہم نے ☆ تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے ☆ پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں ☆ ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں (نقل از شکوہ علامہ اقبالؒ)۔ یہی اس نور محمدیؐ کا معجزہ تھا کہ ہم سے محفل کون و مکان میں سحر و شام پھرے ☆ مئی توحید کو لے کر صفت جام پھرے ☆ کوہ میں دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے ☆ اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے؟ ☆ دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے ☆ بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے ☆ تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں ☆ خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں ☆ دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں ☆ کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں ☆ شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی ☆ کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی (شکوہ۔ علامہ اقبالؒ)۔ رسول اکرمؐ نے تمام ظلمتوں کو جہالت کی ظلمت کو شرک کی ظلمت کو کفر کی ظلمت کو ظلم و ستم کی ظلمت کو نابرابری کی ظلمت کو بداخلاقی کی ظلمت کو فسق و فجور کی ظلمت کو بدعادات و رسوم کی ظلمتوں کو جڑ سے مٹا دیا اور دنیا اور اس کے تمام موجودات میں صلح و صفا امن و سکون اطمینان و آرامش قلب اور کروڑوں خداؤں سے لوٹا کر بس ایک خدائے واحد لم یلد ولم یولد کے حضور کے آگے ڈال کر نور ایمان سے دلوں کو معمور کر دیا۔ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد و اصحاب محمد!۔ آل واصحابن لگے پاری ژیہ گرھے یارِ یاہ ☆ زونہ شوبان تم ستارے یا شفیع المذنبینؐ ☆ خالقن دیوٗ تنے ولایت مالکن کوژنکھ توے ☆ سارِ ملکٖکہ تاجدارے یا شفیع المذنبینؐ (ثنا اللہ کریری)۔ عربکہ سردارِ عجمہ کِہ راجے ☆ شاہِ معراجے کرسون پایے ☆ دون عالمن ھنْد چھکھ ژی خواجے ☆ شاہِ معراجے کرسون پایے ☆ سارِنی نبین ھند سرتاجے ☆ ژی چھکھ شرعک تخت آرای ☆ روشن دین گوڈ چانی راجے ☆ شاہِ معراجے کرسون پایے (مقبول کشمیری)۔ وصلی اللہ علیٰ نور کزو شد نورہا پیدا ☆ زمین از وصل او ساکن: فلک از عشق او شیدا (جامیؒ)۔ جہان روشن است از جمال محمدؐ ☆ ارم تازہ گشت از وصال محمدؐ (جامیؒ)۔ اگر فیض نورت نہ بودی نمودی ☆ یکی ملت کفر و اسلام باہم ☆ وگر راہ خلد از تو روشن نہ گشتی ☆ کہ رستی ز ظلمات قعر

جہنم (جامی)۔ شرفِ انبیاء وختم رسُل ☆ نور عالم تجلی خلاق ☆ باذجِ شرع وناسخ ادیان ☆ قامع اصل کفر وبیخ نفاق (خلیل اللہ کشمیری)۔ ای کہ از مہر روی تو روشن ☆ آسمان وزمین سلام علیک ☆ ای بہ گردتو عالمی قربان ☆ کعبہ واصلین سلام علیک (بینوا کشمیری)۔ شمشیر شرع اطہرت از بہر دفع کفر شد ☆ گیتی ستان آتش فشان کشور کشا اعداء فگن (اوحدی)۔ شرع توچوآفتاب برداشت ☆ یکبارہ ظلام آفرینش ☆ ایجادتو صبح دلفروزاست ☆ کافروختہ شام آفرینش (شہید کشمیری)۔ ای کہ اظہار ربو بیت حق راسببی ☆ مرترا جملہ مکارم نسبی وحسبی ☆ جنذا فخر رسل انت بامی وابی ☆ مرحبا سید مکی مدنی العربی ☆ دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی ☆ شدہ از نور جمالت دل آدم مسرور ☆ گشتہ از ہور کمالت کل عالم معمور ☆ چہ عرب بلکہ عجم نیست زانعام تو دور ☆ ذات پاک تو کہ در ملک عرب کرد ظہور ☆ زان سبب آمدہ قرآن بہ زبان عربی (سیف کشمیری تضمین بر نعت قدسی تاجکستانی)۔ نورت از نور ایزدی ناشی ☆ زان جمال ترا کمال ضیا ☆ در یتیمی خدات یاری کرد ☆ تاشدی شاہ طیبہ وبطحا ☆ طمطراق تو رفت در عالم ☆ منکسر کرد کنگر کسریٰ ☆ از ظہور تو ساوۂ دیرین ☆ خشک گردید گرچہ بد دریا ☆ نار فارس بماند از تابش ☆ سرنگون اوفتادہ آن بتہا ☆ دیو حیران وبس فتان خیزان ☆ ہرطرف درخروش خرآسا ☆ ملک اندر کمال تو ہایم ☆ ملکوت از جمال تو شیدا ☆ گر بنودی وجود تو مقصود ☆ آفرینش کجا شدی پیدا (جید کشمیری)۔ تافت نور ھدیٰ زمیلادت ☆ یافت عالم ضیاء زمیلادت ☆ علم شرع ودرایت اسلام ☆ ہرطرف شد بپاز میلادت ☆ ساخت معمارِ قدرت از سرجُود ☆ قصرِ دین رابناز میلادت ☆ روشنی یافتہ بہ صدرونق ☆ بزم ورع وتقاز میلادت ☆ صاف از گرد ظلم وکفر شدہ ☆ راہ صدق وصفاز میلادت ☆ زدعلم آفتاب صدق کہ شد ☆ باطل از حق جداز میلادت ☆ اللہ اللہ کمال قدرت را ☆ کردظاہر خداز میلادت (قادری کشمیری)۔ چونکہ طالع شدہ خورشید محمد مختار ☆ رفت تاریکی کفر د شدہ گیتی انوار ☆ لات وعزیٰ بشکستند زگلو ہاز نار ☆ بس کہ رفت از رخ طاغوت محض آب وقرار ☆ صنم از بانگ دلی خود بہ صمد کرد اقرار ☆ برگل عارض جان پرور احمد صلوات ☆ بردوگیسوی فرح بخش محمد صلوات (احسن کشمیری)۔

۲۔ یثرب = مدینہ منورہ کا قدیم نام۔ مدینہ پاک کا اصلی نام یثرب تھا لیکن رسول اکرمؐ کی اس شہر میں مکہ سے ہجرت فرمانے اور اسی شہر میں حیات مقدس گذار دینے کا فیصلہ فرمانے کے بعد اس کا نام مدینۃ النبی یا مدینہ طیبہ یا مدینہ منورہ یا اختصار سے مدینہ پڑ گیا۔ مدینہ سعودی عرب کا مشہور شہر ہے اور مکہ معظمہ کے بعد عظمت وتقدس کے لحاظ سے دنیای اسلام کا دوسرا شہر ہے جو حجاز کے علاقہ میں مکہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اسی شہر میں خاتم النبیین رحمتہ للعالمین حضرت نبی برحق جناب محمد رسول اللہؐ کا روضہ اطہر ہے۔ رسول اللہؐ کے ظاہری طور پر رحلت فرمانے کے بعد یہ شہر سال ۳۵ھ تک خلافت کا مرکز رہا۔ عام معنوں میں مدینہ کا مطلب ہے شہر۔ نخل = کھجور کا درخت۔

درخت خرما۔ آٹا چھاننا۔ مطاق درخت۔ درخت کے مانند ایک درخت جو موم اور کاغذ اور کپڑے کا بناتے ہیں اور درخت ہی کی طرح اس کی ٹہنیاں پھول اور میوے بناتے ہیں اور یہ ایک آرائشی چیز ہوتا ہے۔[ایران میں ایک بڑے اور لمبے تابوت کو قیمتی کپڑوں سے آراستہ کرتے ہیں اور اس پر خنجر، آئینے اور تلواریں نصب کرتے ہیں اور محرم کی دس تاریخ کو یعنی عاشورا کے دن اسے لوگوں کا ایک بڑا گروہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تابوت کے عنوان سے اٹھا کر جلوس کی شکل میں بازاروں سے پھراتے ہیں اور اس تابوت کو نخل کہتے ہیں۔ کبھی کسی جوان کی موت پر بھی اسے اٹھاتے ہیں یا کسی تکیہ میں رکھ دیتے ہیں]۔ فرماتے ہیں یہ یثرب کا کیسا درخت ہے کہ جب قد بالا کے ساتھ نمودار ہوا تو عالم بالا میں عشق و محبت کے نعرے بلند ہوئے اور انہوں نے بھی رسول اکرمؐ کے جمال قد بالا کو اپنے دلوں میں سما دیا۔ مقصد یہ ہے کہ جمال نبیؐ اس دنیا کے علاوہ اس دنیای بالا کے مکینوں کے دلوں پر بھی محیط ہے۔ کرِتھ سامانہٕ ژِی چھکھ سٕز زمینن آسمانن ٹنز ☆ برن ساری چھِ چوٗنی ٹُز بہ ہرجا یار سول اللہؐ (سایل کشمیری)۔ تہند یے آفتابک گہہٕ چھُ ہرسُو ☆ پرٛزن ہرجا چھُ لولُو یے محمدؐ ☆ یوسمت چھی عرشہ پیٹھے فرشتی تام ☆ نواغوغا تہٕ ہے ہو یے محمدؐ (قدیر کشمیری)۔ طوبی و سدرہ کہ منزل گہ روح است و ملک ☆ سایہ ای از قد بالای رسول عربیؐ (جامیؒ)۔ گفت جبریل کہ درد تو بود درمانم ☆ جلوۂ حسن ہم دل بردو ہم جانم ☆ چہ مہی ایکہ بود عاشق تو یزدانم ☆ من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم ☆ اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی ☆ قدسیان شربت دیدار تو ای مظہر ذات ☆ خواستند از تو بدین نغمہ و آہنگ صفات ☆ کای حدیثت شکرناب ولبت قندونبات ☆ ماھمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (شہید کشمیریؒ تضمین برنعت قدسی تاجکستانی)۔

۳۔ کون ہے وہ جو انکے راستے پر لمحہ بھر کیلئے بیٹھا اور ان کی بس ایک جھلک دیکھ کر وہاں سے عاشق دیوانہ شیدا اٹھ کر نہ گیا۔ فرماتے ہیں کہ جو انکے دیدار کی محض ایک جھلک دیکھ چکا وہ ہمیشہ کیلئے انؐ کا والہ و شیدا بن گیا۔ ینہ ہووتھم ماہِ تابان تنہٕ چھس پھلوا گوٗمت ☆ بنہٕ ناجاوِ دُبارے یاشفیع المذنبینؐ (ثناء اللہ کریری)۔ بہ مستی مست گے زن چو تموی ☆ یمو دُچھ چشم جادُوی محمدؐ (قدیر کشمیری)۔ مست و مدہوش عاشقان رہت ☆ از شراب تو یار سول اللہؐ (محمود کشمیری)۔ بہ عالم ہیچکس دیوانہ تر نبود زبی عقلی ☆ کہ از سودای عشق تو نہ شد دیوانہ و شیدا (صرفی کشمیری)۔ ای تو در حسن و ملاحت زھمہ بیشتری ☆ ماا گرنور بسیطیم تو چیزی دگری ☆ خاکروب در توانس و ملک حوروپری ☆ سربسر سرخدائی و بہ صورت بشری ☆ کہ نماند است بہ جز شوق رخت خشک وتری (جید کشمیریؒ)۔ چو دید لالہ رُوی تو باغبان از شرم ☆ ہرآنچہ گل بہ چمن بودٕ چید و دور انداخت (دہقان سامانی)۔ چشمی کہ ترا بیند و در قدرت بیچون ☆ مدہوش نماند نتوان گفت کہ بیناست (سعدیؒ)۔ بہ ہوش بودم از اول کہ دل بہ کس نسپارم ☆ شمایل تو بدیدم نہ عقل ماند و نہ ہوشم (سعدیؒ)۔

۴۔فرماتے ہیں کہ اگر چہ اول مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دم عیسیٰ میں تھا لیکن آخر کار یہ معجزہ آپ کے حسن کی بدولت آپ ہی کے کلام کو عطا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کا حسن و جمال اور کلام دونوں معجزے ہیں جن کا مشاہدہ کر کے مردہ زندہ ہو جاتا ہے اور یہ خصوصیت خاتم النبیینؐ کو ہی حاصل تھی جو ان ہی پر ان کی نبوت کی طرح ختم ہوئی۔ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تھا لیکن یہ معجزہ کوئی عام معجزہ نہیں تھا بلکہ اپنے سچے نبی ہونے کے دلیل میں انہوں نے ایک یا دو بار مردے کو زندہ کیا۔ لیکن جامیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے رسول اکرمؐ کا حسن و جمال اور کلام جو عام مشاہدے میں آتا ہے اسی طرح مردہ لوگوں کو زندہ کر دیتا ہے جس طرح سوکھی اور بنجر زمین کو آسمان کی بارش! اصحاب رسول اکرمؐ کے روئے انورؐ سے نظریں ہٹاتے ہی نہیں تھے اور عاشقان رسول ان کے کلام معجز نظام یعنی قرآن پاک کی آیات کریمہ یا خود رسول اکرمؐ کی زبان مقدس سے روحانی نکات اور دیگر احادیث وکلمات طیبات سن کر اپنی مردہ جانوں کی آبیاری کیا کرتے تھے۔ اسلام لانے سے پہلے عربوں میں اخلاق کی موت آ چکی تھی شرک وکفر کی خباثت نے ان کے دلوں کو سیاہ کر کے سلا دیا تھا ظلم وجہالت کی غالبیت نے ان کے ہوش وحواس کو قتل کر دیا تھا۔ احسان کرنے والے پروردگار عالم نے حضرت محمد عربیؐ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا اور انہوں نے نہ فقط اپنی شخصیت کی جاذبیت، شیرینی، ملاحت، دلکشی اور جمال بے مثال سے لوگوں کے دلوں میں گھر بنالیا بلکہ حکمت ونکات ربانی اور کلام آسمانی کی باران رحمت سے جو ان کے دہان مبارک سے چشمہ ہای زلال کی مانند پھوٹ نکلتے تھے عربوں کے بے حس وحرکت شورہ زار مانند دلوں کو سرسبز و شاداب بنادیا اور پھر یہی جاہل قوم انسانیت واخلاق اور توحید واخلاص کی معلم بن گئی۔ اور یہ معجزہ تھا نبی اکرمؐ کے جمال وکمال کا اور ان کے دم الٰہی کا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بخشا تھا یہ وہی اصحاب رسول بن گئے کہ ۔ در دل پاک رسولؐ معبود ☆ دل شان راز درون راہی بود ☆ گوش گشتند چواولب بگشود ☆ دیدہ گشتند چو اوروی نمود ☆ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ☆ ظاہر شان بہ عبادت معمور ☆ باطن شان بہ طہارت پر نور ☆ ہمہ از نور ہدایت منظور ☆ سعی از حسن کفایت مشکور ☆ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (محمد حسن شعری کشمیری)۔ خط سبز ولب لعل ورخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری (خسروؒ)۔ گفتی حدثیم آمدہ جان بخش چون مسیح ☆ ہذا حدیثک حسن بل ھواصح (صرفیؒ کشمیری)۔ دم جان بخش اوچون رنگ حیرت ریخت در عالم ☆ زمہر آئینہ در پیش نفس دیدم مسیحا را (غنی کشمیریؒ)۔ مسیحا یار وخضرش ہمعنان وہمرہش یوسف ☆ فغانی آفتاب مابدین اعزازمی آید (فغانی شیرازی)۔ شہنشاہ اکبر نے فغانی کو اس شعر میں آفتاب کی جگہ شہسوار لانے کا مشورہ دیا تھا)۔ بشکر خندہ دراحیای دل خستہ دلان ☆ لب جان بخش تو اعجاز مسیحا بنمود (خواجو کرمانی)۔

۵۔فرماتے ہیں کسی بھی جگہ جب میرے محبوب نے اپنے شکرین لبوں سے کوئی نکتہ بیان فرمایا وہاں پر شور وغوغا اور اضطراب ودرہی پیدا ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب نے جب بھی کہیں کسی مجلس میں روحانی' ربانی اور حکمت آمیز نکات بیان کئے تو آپ کے حسن بیان' طلاقت ادا اور فصاحت کلام سے وہ مجلس تحسین و مدح اور تعریف وثنا کے شور وغوغا میں بدل گئی اور ہر طرف سے آفرین ومرحبا کا شور اٹھا ۔ شد زبان تو بگفتار خداوند غفور ☆ ناسخ نسخہ توریت وہم انجیل وزبور ☆ بس کہ بوداست بہ شیرین سخنی ہا مشہور ☆ ذات پاک تو در ملک عرب کرد ظہور ☆ زان سبب آمدہ قرآن بہ زبان عربی (شہید کشمیری تضمین برنعت قدسی تاجکستانی)۔ فصحای عرب و جملہ حکیمان عجم ☆ لال از منطق گویای رسول عربیؐ (جامیؒ)۔ زسعی تو شد فتح ابواب مغلق ☆ زنطق تو شد کشف اسرار مبہم (جامیؒ)۔ فصحا جملہ گنگ ولال شدند ☆ از مقال تو یا رسول اللہؐ (قادری کشمیری)۔ چون پستہ کہ گیرد شکرش تنگ در آغوش ☆ در قند نہان کردہ دہان تو سخن را (سعیدای اشرف)۔ نگار من کہ بہ مکتب نرفت وخط ننوشت ☆ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرّس شد (حافظؒ) * جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا * وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں (حفیظ جالندھری)۔ [نکتہ = کلام کی باریکی۔ وہ پاکیزہ بات جو ہر کسی کی سمجھ میں نہ آسکے۔ دقیق مسئلہ۔ باریک مضمون۔ سرّ۔ رمز۔ نقطہ]۔

۶۔محبوب کا غم عشق کھانے والوں نے جو بیخود ہو کر ایک نعرۂ مستانہ مارا تو اس گنبد مینا سے کتنی ہی آوازیں بلند ہوئیں۔ [دُردنوشان = درد = شراب کی تہ میں بیٹھنے والی تلچھٹ۔ آخر۔ انتہا۔ دردنوشان۔ شراب خوار لوگ]۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کے عشق کے متوالوں نے جب غم محبت اور عشق محبوب میں بیخود ہو کر نعرہ مارا تو آسمان سے کتنی ہی صدائیں بلند ہوئیں۔ یعنی عاشقان و دیوانگان عشق رسولؐ کے مستانہ صداؤں کا آسمانوں میں رہنے والے فرشتوں نے بھی استقبال کر کے مرحبا اور آفرین کہی [گنبد مینا = آسمان۔ سبز یا نیلے رنگ کا ہونے کی وجہ سے آسمان کو گنبد مینا کہا جاتا ہے۔ مینای چرخ بھی آسمان کو کہتے ہیں]۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ عاشقان رسولؐ جو مستی و بیخودیِ عشق رسولؐ کی حالت میں نعرہ زن ہوتے ہیں ان نعروں کو آسمان کے فرشتے بھی گلے سے لگا کر آفرین و مرحبا کا شور اٹھاتے ہیں اور اس طرح سے وہ بھی عشق رسولؐ میں مبتلا ہو جاتے ہیں گو کہ وہ حکم الٰہی سے رسول اکرمؐ پر ہمیشہ درود وصلوات بھیجنے میں مشغول ہیں لیکن زمین کے عاشقان رسولؐ کے درد وغم عشق کی جگر سوز آہوں اور چیخ و پکار سے وہ بھی متاثر ہو کر ان کے شور وغوغا میں شامل ہو جاتے ہیں ۔ دُرود سُوزُس پانہٕ داؤ ریے ☆ آیہ قورآنک عمری تو سے ☆ ملکو پتہٕ وَتھ دُرود عمریے ☆ ژٕریے درودِ پُرتو سے (نادم کشمیری)۔ انبیاء ورسل وخیل ملائک دارند ☆ قرب ایزد بہ تولای رسول عربیؐ (جامیؒ)۔ ہشیار زمستی نہ شود تابہ قیامت ☆ آن کس کہ شدہ مست زعرفان محمدؐ (فاخر کشمیری)۔

اوافضل رسُل بودو سیدانام ☆ بعدازھمہ رسُل بوداوسیّدانام ☆ گویندجن وانس وملائک علی الدوام ☆ صلوات برمحمدؐ واصحاب وآل او(صرفی کشمیریؔ)۔

۷۔فرماتے ہیں محبوب صحرا کی طرف خرامان خرامان نکلے۔دامن قباز مین کے ساتھ لگتے لگتے صحرا کا سارا دامن پھولوں سے کھل اٹھا اور لالہ زار اور گلزار بن گیا۔مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کی نظر رحمت بنجر زمینوں کو بھی گلزار بنا دیتی ہے۔[اے رسول خدا! اپنے اس گناہکار ترین امتی شمس الدین احمد پر رحمت کی نظر ڈال کر اس کے دل کو نور ایمان اور اپنی محبت سے بھر دیجیے اور اس کے بنجر دل کو گلزار بنا دیجیے آمین!] نظر یا مت ژیہ تراؤتھ سورمہ چشموؔ☆ پھلے لُج باد من یامحمدؐ(محمود گامیؔ)۔وقت آن شد کہ جلوہ فرمائی ☆ باغِ دل ہای ما بزیبائی (شعری کشمیریؔ)۔جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ☆ خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں (غالبؔ)۔یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے؟ ☆ کہ غیر جلوہ گل رہگزر میں خاک نہیں (غالبؔ)۔لالہ وگل دمداز طرف مزارش پس مرگ ☆ تاچہاد ردل غالب ہوس روی تو بود (غالبؔ)۔

۸۔فرماتے ہیں میخانہ میں محبوب کے خود اپنے منہ سے کئے ہوئے آنے کے وعدہ کی خبر پہنچی۔بادہ خوار متوالوں کے دل غم فردا سے یہ خبر سنتے ہی ملول ہوئے۔یعنی عاشقوں کی محفل میں آ کر انکو اپنے دیدار سے فیض یاب کرنے کی خبر تو خود محبوب کے ہونٹوں سے نکل کر ان تک پہنچی لیکن یہ خبر سنتے ہی عاشقان صادق کے دل آزردہ و غمگین ہو گئے کہ کل تک اس خوشی کی خبر کی تکمیل پر کون زندہ رہے گا۔وصل محبوب کی خبر جان لیوا ثابت ہو گی اور خوشی ونشاط اور فرط مسرت سے وہ زندہ نہیں رہ پائیں گے۔اس شعر میں در پردہ یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ کہیں محبوب اپنے وعدہ کی تکمیل نہ کر پائیں تو اس غم سے عاشقوں کی جانیں جائیں گی۔تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ☆ کہ خوشی سے مرنہ جاتے اگر اعتبار ہوتا (غالبؔ)۔پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالبؔ)۔مارا زشب وصل چہ حاصل کہ تواز ناز ☆ تابند قبا باز کنی صبح ومیداست (بیدل کرمان شاہیؔ)۔یارمی آید و ہنگام نثار است مرا ☆ مروای جان گرامی بہ تو کاری دارم (گرامیؔ)۔قاصد یار آمد و پیغام وصلی میدھد ☆ جان فدای دوست باید کرد یا پیغام دوست (وصال شیرازیؔ)۔نوید وعدہ مراکشت شوق اگر این است ☆ ہنوز شادی روز وصال تاچہ کند (ولی دشت بیاضیؔ)۔مژدہ وصل بہ فردادھیم آہ کہ نیست ☆ از قفای شب امروز تو فردای دگر (یغمای جندقیؔ)۔مژدہ وصل تو کو کز سر جان برخیزم ☆ طایر قدسم واز دام جہان برخیزم (حافظؒ)۔رفتم ز ہوش مژدہ وصلت شنیدہ دوش ☆ چون آمد بہوش شنیدم نیامدی (واقف ہندیؔ)۔

۹۔جولان گہ ناز=جولان گاہ یعنی گھڑ دوڑ کا میدان[جولان=دوڑنا۔ارد گرد پھرانا۔گھوڑا دوڑانا۔دور کرنا]۔

ناز= بے پروائی۔فخر۔بے دماغی۔لاڈ۔پیار۔نیا اگا ہوا صنوبر یا سرو کا درخت۔لطف۔عشوہ گری۔عاشق کی نسبت معشوق کا استغنا۔نعمت۔آسایش۔کامرانی۔نوازش۔دلجوئی۔ریاکاری۔نوازش پانے کیلئے بہانہ ڈھونڈنا۔ خوبصورت۔نازنین۔سرو ناز۔گل ناز۔تصوف کی اصطلاح میں معشوق کا غمزدہ عاشق کو طاقت وقوت بخشنا [جولانگہ ناز= ناز واداا ور استغنا کا مقام۔کوئی بھی جگہ جہاں سے محبوب استغنا اور ناز وعشوہ کے ساتھ گذر رہا ہو]۔ فرماتے ہیں بڑی بے پروائی اور استغنا کے ساتھ محبوب کو جامی نے گذرتے ہوئے دیکھا اور جامی سر کے بل خدمت گذاری کیلئے کھڑا رہا۔مقصد یہ ہے کہ گو محبوب میری طرف بے نیازی سے گذرا اور توجہ نہ کی لیکن محبت خدا نخواستہ کب مجھے ان سے بیگانہ کرسکتی ہے۔میں فوراً سر کو پاؤں بنا کر کھڑا رہا کہ شاید متوجہ ہوکر مجھے خدمت گذاری کا موقع بخشیں ۔ بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک ☆ ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟ (غالب)۔ہم بھی تسلیم کی خوڈالیں گے ☆ بے نیازی تیری عادت ہی سہی (غالب)۔تو ار جفا وستم بر من آنچہ خواہی کن ☆ بکن کہ من نہ کنم دامنت رہا ایدوست (وصال شیرازی)۔نظری کن بہ من سوختہ کہ ارباب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند ☆ نام من گر برود بر دہنت باکی نیست ☆ پادشاہان بہ غلط یاد گدا نیز کنند (سعدی)۔ بر سر ما گذری کن زعنایت روزی ☆ تابدانند ھمہ خاک کف پای توایم (ذوقی اصفہانی)۔

غزل ۱۴۱

ای خاک رہ تو عرش را تاج..........

۱۔ اے کہ آپ کے راستے کی گرد عرش کے لئے تاج ہے معراج آپ کے مرتبہ کا بس ایک زینہ ہے
۲۔ آپ درّ یتیم ہیں اور آپ کی جگہ درۃ التاج کی مانند سب سے اوپر ہے
۳۔ آپ کا فخر فقر پر ہے اور شاہان تاجدار خراج کے طور پر سروں کے تاج آپکے دروازے پر لے کر آئے ہیں
۴۔ گمراہی اور جہالت کی اندھیری رات میں آپ کا نور آفتاب تابان بن گیا
۵۔ آپ کی نشانیاں زمانے میں واضح ہیں جس طرح سے صفحۂ عاج پر سیاہ خطوط
۶۔ اپنے چہرے کو خجالت کے ہاتھوں سے پیٹا متلاطم سمندر نے جب آپ کے ہاتھ کی سخاوت دیکھی
۷۔ آپ کے راستے کو طے کرنے والے عاشقوں کے لئے تھوہڑ کے کانٹے قدموں کے لئے مخمل و ریشم ہیں
۸۔ جامی جس کا خرمن اطاعت گناہوں کی آندھی سے لٹ گیا
۹۔اب معذرت کی راہ اختیار کر کے بیچارہ
آپ کی شفاعت و درگذر کا حاجت مند ہے

توضیحات غزل

ا۔ پایہ = رتبہ۔ درجہ۔ قدر و منزلت۔ بنیاد۔ پایاب۔ زینہ۔ شاگرد کو سزا دینے کی چھڑی۔ خوار۔ کھمبا۔ اصل۔ جگہ۔ مقام۔ دامان۔ جاہ و مرتبہ۔ اس شعر میں معراج نبوی کے پس منظر میں رسول اکرمؐ کا رتبہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں: اے رسول خداؐ! آپ کی خاک راہ عرش کے لئے تاج ہے یعنی زمین سے آپ جو بہ روح و بہ جسد بشری لباس یا معمول کا اپنا لباس پہنے ہوئے عرش مجید پر دیدار الٰہی سے شرف یاب ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو زمین کی گرد جو آپ کے نعلین شریف کے ساتھ لگی تھی وہ عرش تک پہنچ گئی اور یہ ایک ایسا رتبہ ہے جو آپ کی ذات گرامی کے سوا کسی اور پیغمبر کو نصیب نہیں ہوا۔ یہی نہیں بلکہ ایک ہی جست میں زمین سے جو آپ عرش الٰہی پر پہنچے گویا صرف ایک زینہ تھا جو آپ نے طے کیا۔ آپ کی بے حد و حساب رفعتوں اور بلندیوں کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے جب کہ سفر معراج جو فرش زمین سے عرش برین تک کا تھا آپ کے اس سفر مبارک کا فقط ایک زینہ تھا۔ نبی اکرمؐ کے بیکران و بے حساب مراتب بلند میں سے نعت خوان رسولؐ مولانا جامیؒ نے معراج کی بلندی کو آپؐ کے سفر کا صرف ایک زینہ کہا ہے باقی بلند مراتب کا قیاس اسی پر ہو سکتا ہے۔ ای پادشہ مسند اقلیم تجلی ☆ قصر تو فلک، تکیہ گہت عرش معلٰی (غیاثی)۔ شب معراج نردبان ترا ☆ عرش یک زینہ یا رسول اللہؐ (بہاء کشمیری)۔ عرش است کمین پایہ زایوان محمدؐ ☆ جبریل امین خادم و دربان محمدؐ (فاخر کشمیری)۔ ای مایۂ افتخار عالم ☆ شد از تو بلند کار عالم ☆ نقش کف پای عرش سایت ☆ گلدستۂ نو بہار عالم (شہید کشمیری)۔ ای مفخر مفاخران عالم ☆ ذات شرف وجود آدم ☆ یک پایہ ز قدر تست معراج ☆ یک نیمہ ز جود تست عالم (شہید کشمیری)۔ ہست عرش برین بہ این رفعت ☆ پایمال تو یا رسول اللہؐ ☆ کمترین بیضہ ایست عرش برین ☆ زیر بال تو یا رسول اللہؐ (الہام کشمیری)۔ عرش مجید گفت کہ ای فخر کائنات ☆ بگذار نعل خود بہ سرم تا شوم سوَق ☆ بر فرش من خرام بہ نعلین محترم ☆ تابش از این رخم شود از فخر موتلق ☆ چون طی فرش عرش بہ نعلین تمام شد ☆ رستی ز صحن شش جہت و کاخ نہ طبق (عبید کشمیری)۔ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام ☆ اس زمین و آسمان کو بیکران سمجھا تھا میں (علامہ اقبالؒ)۔ [معراج = نبی اکرمؐ کا عروج عرش مجید پر جہاں آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ موسیٰ بہ ہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات ☆ تو عین ذات می نگری در تبسمی ☆ سیڑھی۔ اوپر چڑھنے کا آلہ۔ سیڑھی کا ڈنڈا۔ عروج۔ بلندی۔ مرتب۔ قرب خداوندی]۔

۲۔ درّ یتیم = رسول اکرمؐ سے مراد ہے کیونکہ آپ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ بڑا آبدار موتی جو صدف میں تنہا ہو۔ بے نظیر اور نادر موتی۔ درّۃ التاج = بادشاہوں کے تاج کے اوپر ایک بیش قیمت اور نادرۂ روزگار منفرد ہیرا یا

موتی جو تمام موتیوں سے الگ اور بڑے حجم کا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں آپ ایک ایسے موتی ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اسی لئے آپ کا مقام درۃ التاج کی طرح تمام موتیوں سے برتر اور بلند تر ہے۔ یعنی حضرت رسول اکرمؐ تمام پیغمبروں میں ایک بے نظیر پیغمبر ہیں ان کے مرتبہ ورفعت کے لحاظ سے' ان کی صفات کی وجہ سے جو خود اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن پاک میں بیان کی ہیں' ان کے علو درجہ کے لحاظ سے جس پر قرآن گواہ ہے' ان کے تمام عالم بشریت کی فلاح و بہبود کیلئے مبعوث ہونے کی وجہ سے' ان کے خلق عظیم کیلئے جس کی خبر قرآن نے دی' ان کے عرش مجید پر جا کر اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونے کی بے مثال عظمت کی وجہ سے' ان کی رحمت للعالمینؐ' شفیع المذنبینؐ اور سید المرسلینؐ ہونے کی صفات عالیہ کی وجہ سے' نیز بیشمار صفات پیغمبر و بشری کی وجہ سے' جن کا احاطہ صرف اللہ کر سکتا ہے اور کوئی بشر نہیں کر سکتا ان تمام درجات وصفات سے صرف ہمارے رسول اکرمؐ متصف ہیں اور کوئی نبی یا رسول یا پیغمبر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرمؐ کا درجہ تمام پیغمبروں سے الگ ہے برتر ہے اور بلند تر ہے اور تاج پیغمبری میں آپ کا مقام درۃ التاج کی مانند ہے۔ از خلقت کن کس نہ شنیداست و نہ دیداست ☆ مثل تو شہنشاہ بہ دنیا و بہ عقبیٰ ☆ اندر ملک و آدم و عالم احدی نیست ☆ بہتر ز تو در نز د خداوند تعالیٰ (غیاثی)۔ تو گوہری آدم صدف تو رہبر ہر نا خلف ☆ بر انبیا داری شرف چندانکہ مس بر کیمیا (احمد جامیؒ)۔ افتخار فرشتگان و رسل ☆ اقتدای تو یا رسول اللہؐ ☆ کس بجز ذات حق نمی داند ☆ منتہای تو یا رسول اللہؐ (اعظم کشمیریؒ)۔ ذات تو گر نہ مدعا بودی ☆ یافتی کی وجود ارض و سما ☆ انبیا ذرہ اند و تو خورشید ☆ اولیاء قطرہ اند و تو دریا ☆ او افضل رسل بود و سید انام ☆ بعد از ھمہ رسل بود او سید انام ☆ گویند جن و انس و ملائک علی الدوام ☆ صلوات بر محمدؐ و اصحاب و آل او (صرفی کشمیری)۔ نیست در ہر دو جہان چون تو شہی بندہ نواز ☆ ھمہ شاہان اقالیم بہ صد سازش و ساز ☆ بہ غلامی تو نہادہ ز سر افسر ناز ☆ بر در فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز ☆ رومی و طوسی و ھندی یمنی و عربی (تضمین از سیف کشمیری بر نعت قدسی تا جکستانی)۔ حق گو یدت کای عین حق جان بودی و جانان شدی ☆ از نور من پیدا شدی در ذات من پیدا شدی ☆ من جوہر معنی شدم تو صورت انسان شدی ☆ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ☆ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری (تضمین از شہید کشمیری بر غزل امیر خسروؒ)۔ آن گل اصطفا و درّ یتیم ☆ لعل یکتا و گوہر مکنون ☆ احمد مجتبیٰ امام رسل ☆ مفخر کارگاہ بوقلمون ☆ شاہ بیت کتاب تکوین را ☆ اوست بر جستہ معنی و مضمون (جید کشمیریؒ)۔ توئی کہ بہر خودت از جہان گزیدہ خدا ☆ لباس ناز بہ قد تو خود بریدہ خدا ☆ بہ حیرتم کہ تو در آئینہ چہ میدیدی ☆ کہ در زمانہ مثالت نیافریدہ خدا (شعری کشمیریؒ)۔

۳۔ فقر = درویشی۔ مسکینی۔ خالی ہاتھ رہنا۔ تنگدستی۔ محتاجی۔ غریبی۔ فقیری۔ تصوف کی اصطلاح میں فقر کی

حقیقت نیاز مندی اور محتاجی ہے کیونکہ بندگی اللہ کی غلامی ہے اور غلام اپنے آقا اور مالک کا محتاج ہوتا ہے اور در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز بے حاجت اور غنی ہے اور بندہ فقیر اور یہ بندہ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَ اللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ عَنِ الْعَالَمِین (تم ہی محتاج ہو اور اللہ تمام دنیاؤں سے بے نیاز ہے)۔ فقر یہ ہے کہ مومن کے پاس کوئی مال و دولت نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اپنے لئے نہ ہو۔ بعضوں نے کہا ہے فقر کے معنی ہیں فناء فی اللہ اور قطرے کا سمندر کیساتھ پیوست ہو جانا اور یہ کاملین کا مرتبہ اور سلوک کی انتہا ہے "اَلْفَقْرُ سَوادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن (نیاز مندی دونوں دنیاؤں میں باعث نجات ہے) سالک کلی طور پر فانی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی چیز اس کے پاس باقی نہیں رہتی اور جان جاتا ہے کہ جس چیز کو وہ اپنے ساتھ نسبت دیتا ہے وہ دراصل اس کی نہیں اللہ کی ہے اور اس کے پاس کچھ بھی اپنا نہیں۔ باج = خراج۔ جزیہ۔ محصول۔ ماتحت بادشاہوں کی طرف سے بڑے بادشاہوں کی خدمت میں مال واسباب کی پیشکشی جو مقررہ مدت کے بعد پابندی کے ساتھ دی جاتی ہے۔ ٹیکس۔ کسٹم یا چنگی۔ زکوٰۃ۔ بھیڑ بکریوں کو چرانے کی اجازت دینے کیلئے چراگاہ پر نقد پیشگی۔ فرماتے ہیں اے محبوب! آپ کا فقر مایہ افتخار ہے اگرچہ بادشاہوں نے آپکے سر پر نثار کرنے کی خاطر باج و خراج بھی آپ کے دربار میں پیش کیا تھا۔ یعنی گو کہ تاجدار بادشاہوں نے آپ کے در پر حاضر ہو کر کتنے ہی قیمتی اشیاء پیش کیے لیکن آپ نے اپنے فقر و استغناء کی ازلی صفات کو قائم رکھتے ہوئے اپنی ذات بے مثال ہی کی طرح مثال تعمیر کی۔ الفقر فخری آپ ہی کی شان تھی۔ آپ ہی کے گھر میں دنوں چولھا نہیں جلتا تھا۔ آپ ہی کے بدن نازنینؐ پر موٹی کھردری چٹائی کے نشان اتر جاتے تھے۔ فقر و فاقہ کی سختی سے آپ بھی اوروں کی طرح شکم مبارک پر پتھر باندھا کرتے تھے۔ آپ ہی کے پاس ایک کمبل تھا جس پر گذارہ فرمایا کہ اوپر چڑھاتے تھے تو پائی مبارک عریاں رہتے اور ان کو ڈھانپتے تو سینہ مبارک سے سر مبارک تک کا حصہ کھلا رہتا۔ آپ ہی کے لباس میں پیوند لگے رہتے۔ آپ ہی مہینوں کھجور اور پانی پر گذارہ کرتے۔ آپ ہی نے اپنی آنکھ سے کبھی بھنی ہوئی بکری نہ دیکھی۔ آپ ہی نے روکھی پھیکی اور سخت زندگی گذاری جسے برداشت کر لینا دوسروں کے بس کی بات نہ تھی اور ایسی ہی صبر و رضا اور مسکینی و درویشی کی زندگی پر آپ فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے اَلْفَقْرُ فَخْرِی (فخر ہے مجھے مسکینی کی زندگی گذارنے پر)۔ بادشاہوں نے آپ کے دربار عالی میں کتنی ہی گران بہا اشیاء پیش کیں لیکن فخر کائناتؐ نے ان فانی مادی چیزوں کی طرف دیکھا تک نہیں ۔ فقر سرمایہ توکل و عزم ☆ متکای تو یا رسول اللہؐ ☆ فقر مستغنی از غنا گردید ☆ بہ نوال تو یا رسول اللہ (قادری کشمیریؔ)۔ گرد رہ آستان فقرت ☆ پیرایہ جبہہ سلاطین (شہید کشمیریؔ)۔ عائشہ گفت تو نہ خوردی سیر ☆ نان جو گاہ یا رسول اللہؐ ☆ از تہی اشکمی چو بستی سنگ ☆ بر تہی گاہ یا رسول اللہؐ ☆ بر فروش و سریر کردہ پسند ☆ بستر کاہ یا

رسول اللہؐ (شیخ احمد واعظ کشمیر)۔

۴۔ فرماتے ہیں گمراہی اور جہالت کی ظلمتوں میں آپ کا نور چمکتا ہوا چراغ (سورج) بن کر ظاہر ہوا جس سے ظلمتوں کی لمبی رات ختم ہوئی۔ اشارہ ہے بعثت رسولؐ سے پہلے عہد جہالت اور دور گمراہی کی طرف جب راستے پر پڑے ہوئے پتھر کے ٹکڑوں، درختوں، ہواؤں، بجلیوں، بادلوں، طوفانوں، سیلابوں، پہاڑوں، چشموں، کنوؤں، شیروں، ریچھوں، چوہوں، سوروں، ہاتھیوں، کیڑے مکوڑوں، شرمگاہوں اور بھی لاکھوں بے جان یا با جان درندوں اور چیزوں کی عبادت کی جاتی تھی، اور قتل و غارت، غیر انسانی فعل، اور خود اپنی ہی بیٹیوں کو زمین میں زندہ دبانے کی رسم عام تھی۔ جب اس طرح کی سنگین جہالت اور سخت و سیاہ گمراہی حد کمال کو پہنچی تو رسول کریمؐ کی ذات اقدس کا ظہور ہوا اور وہ ذات ایسی مکرم تھی کہ مذکورہ ساری جہالتیں دور کر دیں اور گمراہی کی لمبی کالی رات آپکے نور رحمت و ہدایت سے روشنی میں تبدیل ہو گئی اور صحیح ہدایت یعنی اللہ کے دین کو سارے عالم میں عام کر کے انسانیت کی اصلیت اور بشری شرافت کا احیاء کر دیا!۔ ای ناسخ دین ضلل وی محرم راز ازل ☆ طاؤس باغ لم یزل عنقای قاف کبریا (احمد جامی)۔ عالمی روشن از تولد تو ☆ شد ہر آئینہ یا رسول اللہؐ ☆ شد بہ ہر ملتی چو تقویمی ☆ حکم پارینہ یا رسول اللہ (بہاء کشمیری)۔ اگر فیض نورت نہ بودی نمودی ☆ یکی ملت کفر و اسلام باہم ☆ وگر راہ خلد از تو روشن نگشتی ☆ کہ رستی ز ظلمات قعر جہنم (جامیؒ)۔ بارِج شرع ناسخ ادیان ☆ قامع اصل کفر و بیخ نفاق (خلیل اللہ کشمیری)۔ شمشیر شرع اطہرت از بہر دفع کفر شد ☆ گیتی ستان آتشفشان کشور کشا اعداء فگن (اوحدی)۔ شرع تو چو آفتاب برداشت ☆ یکبارہ ظلام آفرینش ☆ ایجاد تو صبح دلفروز است ☆ کافروخت شام آفرینش (شہید کشمیری)۔ صدر فاہ از برکات تو بنی آدم را ☆ عز و جاہ از صلوات تو بنی آدم را ☆ شرف از شرح صفات تو بنی آدم را ☆ نسبتی نیست بہ ذات تو بنی آدم را ☆ زانکہ از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی (تضمین از سیف کشمیری بر نعت قدسی تاجکستانی)۔ دور کردہ ظلمت کفر از جہاں ☆ جبہہ بدر الدجایت یا رسولؐ ☆ گمرہان را راہ حق بنمودہ است۔ ☆ پرتو نور الہدایت یا رسول (عبید کشمیری)۔

۵۔ فرماتے ہیں زمانے میں آپکی آیات و علامات یوں روشن اور واضح ہیں جیسے کہ صفحہ عاج پر خط سیاہ [عاج = ہاتھی دانت] جیسے سفید و براق ہاتھی کے بنے ہوئے صفحہ پر سیاہ خط صاف اور واضح دکھائی دیتا ہے ویسے ہی آپکی چھوڑی ہوئی نشانیاں اور علامات دنیا میں روشن ہیں۔ یہ روشن نشانیاں وہ صفات ازلی و بدی ہیں جن کا ذکر رسول اکرمؐ سے متعلق لکھی گئی سیرت طیبہ کی سب ہی کتابوں میں درج ہیں اور جن کو پڑھ کر ہم اپنے قلب و ذہن کو منور کرتے ہیں۔ ان روشن علامات میں معجزات نبوی اور آپ کے حسن اخلاق شامل ہیں۔ سب سے بڑھکر آپ کا معجزہ وہ قرآن کریم ہے جو خداوند کریم نے آپ کی ذات کریم پر نازل کیا اور جو قیامت تک قائم و باقی ہے۔ مصحف ہمہ

بدرح صفات تو منزل است ☆ آیہ بہ آیہ صفحہ بہ صفحہ ورق ورق (عبید کشمیری)۔ جملہ قرآن بہ وصف تو نازل ☆ لقبت زان مزمل و طاہا ☆ دلپذیری بوصف خلق عظیم ☆ بی نظیری بہ حسن خو یکتا (جید کشمیری)۔ نور پاکت ناشی از نور خداست ☆ وصف ذات تو سز د نور قدم (جید کشمیری)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ اے رسول خدا! متلاطم بیکران سمندر جو کشادگی و وسعت رکھتا ہے اس نے جب آپ کے دست سخاوت کی وسعت و کشادگی کو دیکھا تو اس نے اپنے چہرے کو تھپیڑوں سے مارے خجالت کے نیلگون کر دیا۔ شعر میں حسن تعلیل ہے یعنی سمندر جس کی وسعتوں کا اندزہ نہیں کیا جا سکتا کی سطح پر جو لہریں اٹھتی ہیں وہ دراصل سمندر اپنے چہرے پر مارے خجالت کے طمانچے مار رہا ہے کیونکہ اسے اپنی کشادگی اور وسعت پر ناز تھا لیکن جب سمندر نے رسول اکرمؐ کے دست سخا کو دیکھا تو وہ شرمندگی سے اپنے چہرے کو پیٹنے لگا اور اس کا چہرہ سارا نیلے رنگ کا ہو گیا اور بالآخر خجالت کی وجہ سے پانی پانی ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت رسول کریم کی سخاوت اور داد و دہش کے آگے سمندر کی بزرگی و وسعت ہیچ ہے ۔ جاریست فیض او زسمک تا سما مدام ☆ کان بحر جود فیض رسان محمد است (فقیر کشمیری)۔ حقہ بشد رشحتک ابر نیسانی ☆ از لکہ فعلک بحر ذخار ☆ تس نشہ جاری فیض ربانی ☆ سہ چھ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔ [مواج = موج زن۔ لہریں مارنے والا۔ طوفانی۔ متلاطم۔ تند و تیز]۔

۷۔ مغیلان = ببول کا درخت۔ تھوہڑ کا درخت جو کانٹے دار ہوتا ہے۔ اسے ام غیلان بھی کہتے ہیں۔ یہ درخت صحرائی جنگلوں میں ہوتا ہے اور چونکہ صحرائی جنگلوں میں غول کا وجود ناگزیر سمجھا جاتا رہا ہے اور اس کا ٹھکانہ اسی درخت کے سائے میں فرض کیا جاتا ہے اس خیال سے اس درخت کو جس کے کانٹے بہت لمبے اور خطرناک ہوتے ہیں۔ ام غیلان (غولوں کی ماں) بھی کہا گیا ہے۔ حریر = ریشم۔ ریشمی کپڑا۔ پرنیان۔ مکڑی کا تار۔ دیباج = دیبا۔ رنگین ریشمی کپڑے کی ایک قسم۔ خوبصورت۔ حسین چہرے کا دیدار۔ ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا۔ دیبا کا معرب دیباج ہے۔ فرماتے ہیں آپ کی راہ میں جو بھی کانٹے پیش آتے ہیں آپ کے چاہنے والوں کے قدموں میں وہ ریشم اور پرنیان کی طرح نرم محسوس ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ راہ رسولؐ کے طے کرنے والے سختیوں اور شدائد کو مطلق نہیں محسوس کرتے بلکہ سختیاں اور تکالیف آپ کے عشق میں خود بخود راحتوں میں بدل جاتی ہیں۔ سختیاں آبھی جائیں آپ کے عاشق ان کو خوشی و نشاط کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور راحت و آرام پاتے ہیں۔ بچشم اہل دل ریگ بیابان ☆ نماید خوش دُرِ شہوار طیبہ ☆ بہشت و کوثر است آنجا نمایان ☆ زمین طیبہ و انہار طیبہ ☆ خوش از وادی مقدس ہست وایمن ☆ بیابان و درو دیوار طیبہ (جید کشمیری)۔ خاک در یگ رہش بہ اہل نظر ☆ خوشتر است از دُر و زر قارون (جید کشمیری)۔ بہتر ز قصور خلد دائم ☆ ہر کوشک و منظر مدینہ ☆ مرغان بہشت و سدرہ رقصند ☆ ہر

گنبد و کنگر مدینہ (جید کشمیری)۔ چہ خوش راہی کہ صحرا اش بنی از فضای قدس ☆ زہر کوہ بلندش رہ بسوی عالم بالا ☆
درین رہ ہر کجا نخلی است شاہ سروقدان است ☆ زبر کش برسرش چتری کہ نی جم داشت نی دارا ☆ درین رہ چشمہا
چون چشمہ ہای عاشقان پرآب ☆ زشوق آن کہ چشم عالم است از نور او بینا (صرفی کشمیریؒ)۔

۸/۹۔فرماتے ہیں جامی جس کی عبادت واطاعت گذاری کا سارا ذخیرہ گناہوں کی آندھی نے تباہ کرڈالا اب
عفوو بخشش کا محتاج ہے اور بیچارہ آپ کی شفاعت کا خواہان ہے۔ یہ دراصل ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ
سے اس کے رسولؐ کے صدقے اور ان کی شفاعت کے وسیلے سے اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی چاہتا ہے کیوں
کہ نبی اکرم شفیع المذنبینؐ اور رحمتہ للعالمینؐ ہیں۔ جب رسول رحمتؐ نے حضرت امیر حمزہؓ جو انؐ کے چچا تھے، کے
قاتل وحشی کو معاف کیا۔ جب آپ نے اپنے ہجونگار کعب بن زہیر کی بدذہنی کو عفو کیا اور جب آپ نے دین اسلام
کے ایک بدترین دشمن ابوسفیان کی خطائیں چشم ترحم سے درگذر کردیں تو ہم جو آپؐ کے گناہکار امتی ہیں اور جن
میں مولانا جامیؒ خود کو شامل کرتے ہیں [اور بالخصوص یہ راقم شمس الدین احمد جو روئے زمین پر رحمتہ للعالمینؐ کا
گناہکارترین لیکن مؤمن امتی ہے]۔ کیوں نہ اس رحمتہ للعالمین سے شفاعت کی امید رکھیں اور عفوو بخشش ورحمت
کی گذارش کریں۔ چھم تمنا ازلب لعلت کنو بوز ہا ☆ از شفاعت یک حکایت یا شفیع المذنبینؐ ☆ اندرین عالم
مہ خوتے کانہہ گونہکار اچھُنہ ☆ ہم درین ملک وولایت یا شفیع المذنبینؐ (مسکین کشمیری) ☆ آسہ نہ ہرگز گونہکارا
بہ عالم ہیچومن ☆ نے شفیعاہ چون تو میمون یا شفیع المذنبینؐ (عاشق ترالی)۔ ظطہک سودا پرکھاوتم سہ عطہک تہ عفوک
چھنھہ سرکار ☆ رحمتہ کہ بازار مول یاوتم سہ گاہ ہاوتم سہ ماہ روخسار (نادم کشمیری)۔ مہ برج ہدایت ژ ی شہِ ملک
عنایت ژ یِ ☆ گونہکارن حمایت ژ یِ پناہا یارسول اللہؐ (سائل کشمیری)۔ بہ اصحاب وازواج آلِ کرام ☆ عفوکر
خطایا حیات النبیؐ ☆ بہ آسے ژ بہ کُن بخشتم مے گوناہ ☆ مضے یامضے یا حیات النبیؐ (محمود گامی)۔ استغثو لعاجز
مضطر ☆ شمر واذ یلکم الی المددی ☆ چون کنی ناخن شفاعت تیز ☆ گرہ از کار بستہ بکشائی (شعری کشمیریؒ)۔ چھس
گونہکار یارسول اللہؐ ☆ بوزتم زار یا رسول اللہؐ ☆ کر شفاعت بہ بندۂ عاصی ☆ پیش غفار یارسول اللہؐ (قدیر
کشمیریؒ)۔ کیاہ گونہکار چھے سیہ کاری ☆ زیادٕ چھے رحمچ خریداری ☆ گرم گومت چھُ رحمتک بازار ☆ از چھ معراج
احمد موختارؐ (درویش قادری کشمیری)۔ گونہکارس میہ تے یاد از شفاعت ☆ ہیزیم در روز محشر یا محمدؐ (مسکین
کشمیریؒ)۔ نادم چھُ وَ ظلمت نفسکی دامن ☆ اتھ روٹ کرتس نتہ گژھ خوار ☆ سخت اون عاجز نفس بدکامن ☆
رلٹ چون دامن بوز سائے زار (نادم کشمیریؒ)۔ میہ حاصل چھُنہ جز روسیاہی ☆ برم گونہ ہو میہ دفتر یا محمدؐ ☆
گدا آمت چھُ قاضی کُڈ مدٕعا تس ☆ صدالایان چھُ بردر یا محمدؐ (قاضی نظام الدین خانیاری)۔ کیاہ میہ پروا چھم

کوناھن ھند میہ شافع سُی چھُ بس ☆ جلوٕ گرشام وسحر میے تمُ سندُی روخسار مُھم (عاصی کشمیری)۔ چون احمد جامی نہان دارد گناہ بیکران ☆ از حق بخواہ ای کامران عفو گناہ این گدا (احمد جامی)۔ بہ واعظ از کرمت یا نبیؐ ترحم کن ☆ کہ نیست غیر تواش متکا برای خدا (واعظ کشمیری)۔ لب بجنبان پی شفاعت من ☆ منگر بر گناہ وطاعت من ☆ چشم لطفی بہ روسیاہی کن ☆ نظری از کرم نگاہی کن ☆ گرچہ این جرائم نہ بود روا ☆ عفو کن عفوای رسول خداؐ (جامیؒ)۔ مبتلای ہزار رنج وغم ☆ کو شفای تو یا رسول اللہؐ ☆ چارہ درد خود نمی دانم ☆ جز دوای تو یا رسول اللہؐ (اعظم کشمیری)۔ از درد وزخم عصیان ما را چہ غم کہ سازد ☆ از مرہم شفاعت درمان ما محمدؐ (معنیؔ)۔ چون دہد اذن شفاعت حق ترا روز جزا ☆ دست شفقت گستری بر فرق ہر شاہ وگدا ☆ آن زمان فرما عطائی را کہ ای مدحت سرا ☆ گیر در جنات تجری تحتہا الانہار جا ☆ روسیاہم عفو تقصیرات خواہم یا رسولؐ (عطائی)۔ ای شافع مامذنبین حال گناہگاران ببین ☆ پیش درت ما را جبین فریادرس یا مصطفیؐ (مسکین کشمیری)۔ سیدا بندۂ گنہکارم ☆ شرمسار وزار وبیمارم ☆ از عنایات تو رجا دارم ☆ کہ شوی چارہ ساز ہر کارم ☆ یا شفیع الانام اشفع لی (جنید کشمیری)۔

غزل ۴۳

ای صیقل جبین تو دادہ جلای رُوح

۱۔ اے کہ آپ کی پیشانی کی درخشانی نے روح کو روشنی دی — دل میں آپ کا خیال جسم کیلئے روح کی مانند ہے
۲۔ اے کہ حسینوں کو آپ کے ہوتے ہوئے صفاء پاکیزگی کیساتھ — نسبت دنیا جسم کی تیرگی کو روح کی پاکیزگی و صفا سے نسبت دینا ہے
۳۔ آپ ہی خود کہئے کہ آپ سے قطع تعلق کیسے کروں جبکہ آپ ہی — میرے جسم کے قالب کی مصیبتوں کو دور کرنیوالے اور میری روح کی راحتوں میں اضافہ کرنیوالے ہیں
۴۔ آپ کے جسم کی خواہش میں میں نے جان کو گھلا دیا ہاں — اہل عقیدت اپنے تن کو روح پر فدا کر دیتے ہیں
۵۔ میری روح مجھے عشق ازل سے باخبر کرتی ہے کہاں ہے — کوئی مرد روحانی جو مجھ سے روح کا قصہ سنے
۶۔ روح القدس نے جو سانس روح اللہ میں ڈال دی — اس سے اب آپ کے لعل لب روح پھونکتے ہیں

۷۔ آپ روح جامی ہیں اور آپ جب شراب لعل پئیں گے
تو وہ آپکے لئے غذای جسم ہے لیکن اسکے لئے غذای روح!

توضیحات غزل

۱۔ صیقل = زنگ دور کرنا۔ صاف کرانا۔ چمکانا۔ درخشان کرنا۔ تلوار یا آئینہ کو صاف کرنے اور چمکانے والا۔ جلا = روشن کرنا۔ صاف کرنا۔ صیقل کرنا۔ زنگ اتارنا۔ مجلا کرنا۔ آوارہ ہو جانا (جیسے جلای وطن) آوارگی۔ فرماتے ہیں محبوب کی پیشانی اس قدر روشن اور درخشان ہے کہ روح میں جو روشنی وچمک ہے وہ اس نے محبوب کی پیشانی

سے ہی پائی ہے۔ اور محبوب کا خیال ہی دراصل بدن میں روح کی جگہ لیتا ہے۔ یعنی محبوب کی جبین مبارک میں روح کی سی صفائی و روشنی ہے اور بدن کی رگوں میں محبوب ہی کا خیال دوڑنے سے بدن صحیح و سالم ہے کیونکہ یہ خیال روح کی طرح بدن کو زندہ رکھتا ہے۔ یہ خیال نہ ہو تو عاشق صادق مر جائے ۔ای واضح والضحیٰ جبینت ☆ واللیل نقاب عنبرینت (جامیؒ)۔ای ناصیۂ تو مطلع نور ☆ زان مطلع نیک چشم بددور ☆ زان نور کہ چشم دل فروز است ☆ یک لمعہ فروغ بخش صد طور (ذہنی کشمیری)۔

۲۔ کدورت = تیرگی۔ گدلاپن۔ تاریکی۔ ناپاکی۔ آلودگی۔ ملال۔ فرماتے ہیں کہ نازنینان جہان کے حسن و خوبی کا بھلا آپ سے کیا مقابلہ! یہ تو ایسی بات ہے جیسے جسم کا روح سے مقابلہ کیا جائے۔ جسم کی تیرگی کہاں اور کہاں روح کی صفاو پاکیزگی۔ معشوقان عالم آپ کی خوبی و صفا کے آگے جسم کی مثال ہیں اور آپ روح کی مانند پاک اور جمیل ۔چونکہ طالع شدہ خورشید محمد مختارؐ ☆ رفت تاریکی کفر و شدہ گیتی انوار ☆ لات و عزیٰ بشکستند زگلو ہازنار ☆ بس کہ رفت از رخ طاغوت محض آب و قرار ☆ صنم از بانگ دلی خود بہ صمد کرد اقرار ☆ برگل عارض جان پرور احمدؐ صلوات ☆ بردو گیسوی فرح بخش محمدؐ صلوات (احسن کشمیریؒ)۔ نی حور دار دنی پری با تو مجال ہمسری ☆ از دلربان ہم دلبری ختم است بر تو دلبری ☆ تو فخر مہر خاوری تو رشک ماہ انوری ☆ تو از پری چابک تری وز برگ گل نازک تری ☆ وزہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبر (شہید کشمیری تضمین برنعت خسروؒ)۔ ترا از جوہر جان آفریدند ☆ زنورت حسن خوبان آفریدند (شہید کشمیری)۔

۳۔ فرماتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ سے تعلقات کاٹ دوں اس لئے کہ میرے جسم و تن کی تکلیفیں دور کرنے والے اور میری روح کی راحتوں میں اضافہ کرنے والے آپ ہیں۔ کوئی اور نہیں آپ کے سوا میرا' تو پھر میں آپ کا دامن کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ دونوں صورتوں میں میرے جسم و جان پر بس آپ ہی کی حکم فرمائی ہے۔ جس سے میں زندہ ہوں ۔غمو دادِ یو کلارس ابتر نظر کر یارسول اللہؐ ☆ بہ چھس دل خستہ ہم مضطر کرم کر یارسول اللہؐ (نظام الدین کشمیری)۔ میہ چھم دل دأدی لدا صلا بلیم نہ ☆ بہ جز دار الشفایت یا محمدؐ ☆ میہ چھم در ہر دو عالم چانٔ و ومید ☆ میہ بس چانٔی حمایت یا محمدؐ (مسکین کشمیری)۔ عمرم ہمہ صرف در وفایت بادا ☆ جان و دل من فدایت بادا ☆ محبوب من از دل و جان و عمر توئی ☆ ہر چیز من خستہ برایت بادا ☆ آن کس کہ ترا شناخت جان راچہ کند ☆ فرزند و عیال و خان و مان راچہ کند۔

۴۔ گداختن = پگھلا دینا۔ گھلا دینا۔ پگھلنا۔ گھلنا۔ دھات کا پانی ہو جانا حرارت کی وجہ سے۔ حرارت سے دھات وغیرہ کو پانی بنا دینا۔ ہوا = آرزو۔ چاہت۔ خواہش۔ میل۔ رغبت۔ اشتیاق۔ حرص۔ فرماتے ہیں کہ آپ

کی ذات شریف کو پانے کی خواہش و آرزو میں میں نے اپنی ریاضت عشق و محبت کی حرارت سے اپنے جسم کو گھلا دیا۔ روح کی منزل پانے کے لئے تو اہل ریاضت و عقیدت اپنے جسم کو گھلا دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب میرے لئے روح کی حیثیت رکھتے ہیں اور جس طرح سالک حضرات ریاضت کے وسیلے سے جسم و تن کو پگھلا کر روحانی منزلوں کو پاتے ہیں' میں نے برتر روحانی منزل یعنی حضرت محبوب کی ذات اقدسؐ کو پانے کی خاطر جسم کو ان کے عشق میں زار و نزار کر دیا ہے۔ یعنی عشق محبوب میں میرا جسم نحیف ہو چکا ہے ۔ جانِ تراب تو یا رسول اللہؐ ☆ دل خراب تو یا رسول اللہؐ ☆ دیدہ پر آب و سینہ ام بیتاب ☆ زاحتجاب تو یا رسول اللہؐ (محمود)۔ زشوقت یا نبیؐ دارم ہوائی ☆ فدای تو شوم بنما لقائی ☆ فقیر و پیر و زار و خوار و پستم ☆ بخشا از عطا خوان نوائی (حسن شاہ مورخ کشمیری)۔

۵۔ فرماتے ہیں کہ میری روح مجھے عشق ازل سے خبر دار کر رہی ہے۔ ایک مرد روحانی آئے اور مجھ سے روح کی داستان سنے۔ مطلب یہ ہے کہ میری روح مجھے ہر دم ازلی عشق خداوندی سے باخبر کرتی رہتی ہے اس لئے چونکہ یہ ازل سے میری نوشت ہے اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ ہے اس لئے عشق سے فرار کہاں کیا جا سکتا ہے۔ اس مصرعہ میں گویا عہد الست کی طرف اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جسم و جان کی صورت میں اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے ان سے وعدہ لیا تھا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں؟ (الستُ بربکم) تو روحوں نے جواب دیا ہاں! آپ ہی ہمارے اللہ اور رب ہیں (قالو ابلیٰ)۔ دوسرے مصرعہ میں فرمایا روح کی داستان کوئی مجھ سے سنے کہ روح کون ہیں؟ لیکن اسکے لئے روحانی آدمی چاہئے جس کے آگے میں داستان روح بیان کروں۔ دراصل اس پوری غزل میں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں مولانا جامیؒ نے روح کو حضرت رسول اکرمؐ سے مشابہ کیا اور یہ تشبیہ اپنے اندر بڑی جدت کی حامل ہے۔ جس طرح روح انسانی جسم و تن کی حیات و زندگی کا واحد وسیلہ ہے اور روح کے بغیر جسم مردہ ہے اسی طرح مولانا جامیؒ جیسے عاشقان رسولؐ کے لئے روح کی حقیقت اصل میں عشق رسولؐ ہے جو روح حیات بخش ہے۔ عشق رسولؐ نہیں تو روح نہیں اور جب روح نہیں تو زندگی نہیں۔ عاشقان رسول اکرمؐ کے لئے سرمایۂ حیات و جان فقط ذات رسول اکرمؐ ہے ۔ وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے ☆ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا ☆ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر ☆ وہی قرآن وہی فرقان وہی یاسین وہی طاہا (اقبالؒ)۔ مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی ☆ از عالم پاک آمدی جانہا فدایت' مرحبا (احمد جامی)۔ ای تو سلطان دار ملک وجود ☆ ہمہ عالم طفیل تو مقصود ☆ مرکز محور وجود توئی ☆ کہ بہ تو قایم است ہر موجود (معینؒ)۔ بر سریر لی مع اللہ تا ابد سلطان توئی ☆ در دیار قم فانذر صاحب فرمان توئی ☆ مطلع دیباچۂ والنجم والرحمٰن توئی ☆ مخزن اسرار گنج علم القرآن توئی ☆ در گلستان فاوحی مرغ خوش الحان توئی ☆ قالب بی روح ما راہر زمان چون جان توئی ☆

سینۂ مجروح مارا مرہم و درمان توئی ☆ مرہم تست آنچہ رنج اہل علت را دواست (عصمت)۔

۶۔روح اللہ = حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب۔ روح القدس = وہ روح جس نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت مریم علیہا السلام پر تجلی کی' ان میں پھونک مارا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت رسول برحقؐ پر وحی لے آتے تھے۔ وہ روح جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جو سانس حضرت عیسیٰؑ نے حضرت روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) سے پائی تھی اور جس کی برکت سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے' روح کی یہ خاصیت یا معجزہ میرے محبوب کے ہونٹوں میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دم مسیحا کا معجزہ میرے محبوب کے ہونٹوں میں ہے کہ جب وہ اپنے چاہنے والوں اور عاشقان صادق و بے ریا سے ہمکلام ہوں گے تو ان کے تشنہ دلوں یا مردہ رگوں میں زندگی دوڑنے لگے گی۔ خطِ سبز ولب لعل ورخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری (امیر خسروؒ)۔ می دید زندہ ساختن مردہ از دمت ☆ یالیت فی زمانک قد بُعث المسیح (عبید کشمیری)۔ گفتی حدیثم آمدہ جان بخش چون مسیح ☆ ہذا حدیثک حسن بل ھوا لصحیح (صرفی کشمیری)۔

۷۔فرماتے ہیں آپ روح جامیؔ ہیں۔ آپ جب شراب لعل پیتے ہیں تو یہ اگر آپ کی تن و بدن کی غذا ہے تو جامیؔ کیلئے غذای روح۔ روح اس لئے کہ آپ ہی جامی کی روح ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کے لعل لب میں جو آب حیات ہے وہ میرے لئے غذای روح ہے۔ جس شراب سرخ کی طرف مولانا جامیؒ اشارہ کرتے ہیں اس سے مراد محبوب کے ہونٹوں کی آب حیات ہے اور آب حیات سے مقصد محبوب کا کلام جان آفرین یا حیات بخش ہے۔ محبوب اپنے کلام سے جب عاشق کو نوازتا ہے تو یہ عاشق کے لئے خشک اور مردہ زمین میں شاداب زندگی لانے کے مترادف ہے۔ چہ شود گر نقاب بکشائی ☆ بیدلان را جمال بنمائی ☆ عاشقان را نظارہ بخشی ☆ خستگان را دمِ مسیحائی ☆ جان ما را بہ چہرہ شاد کنی ☆ دل ما را بہ غمزہ بربائی ☆ تراوڈ نی پُرِ دِ ہاوئوں رَوخسار ☆ جان بلب دوت از تمنائی ☆ ہر کہ شد زندہ از لب لعلت ☆ می کند دعوی مسیحائی (شعری کشمیری)۔

غزل ۴۴

خوش آنکہ غم عشقت با جان وی آمیزد..........

۱۔ خوشی اسی کی ہے جسکی جان میں آپکے عشق کا غم گھل مل جائے بیٹھے تو آپکو یاد کرتے کرتے اور اٹھے تو آپکے اشتیاق میں

۲۔ آپ کا چہرہ قبلہ مانند ہو جائے تو سجدہ کرنے سے نہ رکے اور اگر آپکے لعل لب جام پیش کریں تو وہ بادہ نوشی سے پرہیز نہ کرے

۳۔ آپکی آنکھوں نے میرے دل کو توڑ دیا ہے اور آنکھوں سے میرے خون بہہ رہا ہے ۔ مست ہیں اس لئے حیرانی نہیں کہ توڑ پھوڑ کرتی رہتی ہیں

۴۔ اگر آپ کا سرد دل آویز باغ کی طرف آرائش نمود کرے ۔ تو غنچہ بھلا کہاں اپنے دل پر خون کو شاخ گل پر لٹکائے گا

۵۔ آپکی سیاہ زلفیں سیاہ ریشم ہے اور آپکا خط گرد ہے نافہ کی ۔ جسے باد صبا گلاب پر اس ریشم سیاہ میں سے چھانتی رہتی ہے

۶۔ جب آپ شکار کریں گے تو مشکل سے ہی آپکو کمند کی ضرورت پڑے گی ۔ جب آپ تیر چلائیں گے تو آہو آپکے آگے سے بھاگے گا نہیں

۷۔ اگر آپکو اچھے اچھے اشعار چاہیں تو آپ جامی کے دل کو خوش رکھیں

اس دل سے جو غمزدہ رہے کب اچھے شعر نکلتے ہیں

توضیحات

۱۔ فرماتے ہیں حقیقی خوشی اسی شخص کو حاصل ہے۔ جس کے خون وخمیر میں آپ کی محبت سما جائے اس حد تک کہ اٹھے تو آپ کو یاد کرتے کرتے اٹھے اور بیٹھے تو بس صرف آپکے خیال میں بیٹھے۔ مطلب یہ کہ وہی شخص سعادت مند ہے جو بس صرف آپ کا ہو کے رہے اور صرف آپ ہی کی محبت کا مغلوب ہو جائے ۔ چون کرد صرف راہ تو نقد حیات خویش ☆ یعقوب راز عشق تو صرفی شدست نام (صرفیؒ کشمیری)۔ عاشق بہ فنا سیر ز معشوق نہ گردد ☆ ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد (غنی کشمیری)۔ دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی ☆ دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی ☆ شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ ☆ تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی (غالبؔ)۔ بتا ہلاک شود دوست در محبت دوست ☆ کہ زندگانی او در ہلاک گشتن اوست (سعدیؒ)۔ مشنو ای دوست کہ غیر از تو مرا یاری ہست ☆ یا شب و روز بجز عشق توام کاری ہست ☆ گر بگویم کہ مرا با تو سر و کاری نیست ☆ در و دیوار گواہی بدہد کاری ہست (سعدیؒ)۔ چنان بہ بوی تو آشفتہ ام بہ روی تو مست ☆ کہ نیستم خبر از آنچہ در دو عالم ہست (سعدیؒ)۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ☆ تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری (خسروؒ)۔

۲۔ یہ شعر اوپر کے شعر سے جڑا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں اور وہی شخص سعادت مند ہے کہ جو قبلہ کی طرح آپ کے چہرے کے آگے سجدہ کرتا رہے یا آپ کے چہرے کو قبلہ مان کر اس کے آگے سر بسجود ہونے کے عمل کو جاری رکھے اور جب آپ کے (یعنی محبوب کے) ہونٹ جام پیش کریں تو عاشق بادہ نوشی سے پرہیز نہ کرے یعنی محبوب کی محبت عاشق پر اس حد تک غالب آ جائے کہ اسکے چہرے کے سامنے قبلہ کی طرح سجدہ کرنے سے نہ رکے اور محبوب کے ہونٹوں سے کلام کی صورت میں جو آب حیات بہنے لگے اس کو پیالیوں میں بھر بھر کر پیتا رہے اور مست و بیخود ہو جائے۔ مطلب یہ کہ روی انورؐ مانند کعبہ ہے۔ جس کے آگے سر بسجود ہونا عاشق کی کمال سعادت مندی ہے اور پھر اس سے بڑھ کر ایک عاشق صادق کے لیے اور کیا نیک بختی اور تحصیل کمال سعادت ہو سکتی ہے کہ رسول اکرمؐ اسے اپنا

مخاطب قرار دے کر ہم کلام ہوں اور اس فخر وسعادت اور نیک بختی کو پا کر وہ ایک خاص ربانی کیفیت کے عالم میں مست و بیخود رہے۔ محتاج وصف نیست جمال منورش ☆ بر جملہ این حدیث چو خورشید روشن است (مظہر تبریزی)۔ خورشید اگر گم شود از صفحہ گیتی ☆ من دست تو گیرم بلب بام بر آرم (عاشق اصفہانی)۔ بیاد لعل لبت حال ما دگر گون است ☆ کسی کہ بادہ ازین جام میخورد چونست؟ (وصال شیرازی)۔ صفت بادہ عشقش ز من مست مپرس ☆ ذوق این می نشناسی بہ خدا تا نہ چشی (جامیؒ)۔ من از کلام تو دشنام آرزو دارم ☆ شنیدم کہ کلام تو سخت شیرین است ☆ رسیدہ کار بہ جائی کہ گر نہ باشد کفر ☆ ترا پرستم و گویم خدای من این است (طوقی تبریزی یا سہوی یا سید قزوینی)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ کی جذاب اور حسین و دلکش آنکھوں نے کبھی میرا دل توڑ ڈالا اور کبھی میری آنکھوں سے خون بہایا۔ دراصل ان کا کوئی قصور نہیں۔ مست ہیں اس لئے توڑ پھوڑ کیا کرتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی آنکھوں میں مستی چھائی رہتی ہے یعنی خمار آمیز ہیں (اور یہ دلکشی اور حسن کی ایک کیفیت ہے) جنہیں دیکھ کر عاشقان صادق کے دل مجروح و خستہ ہو جاتے ہیں اور ان آنکھوں کی یاد میں خون کے آنسو بہاتے ہیں۔ ہر کس کہ بدید چشم او گفت ☆ کو محتسبی کہ مست گیرد (حافظؒ)۔ چشم مست و لعل میگون را زکاتی لازم است ☆ از خمار آلودگان گاہی خبر باید گرفت (صائب)۔ بندۂ آن چشم مخمورم کہ از مستی و ناز ☆ در میان شہر در ہر گوشہ ای غوغا از وست (قاسم انوار)۔ چہ خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را ☆ کہ کس آہوی وحشی را ازین خوشتر نمی گیرد (حافظؒ)۔

۴۔ فرماتے ہیں اگر آپ کا سرو دلاویز باغ کو آراستہ کرنے کیلئے آ جائے تو غنچہ اپنے دل پر خون کی نمود و نمائش کیسے کر سکتا ہے! مطلب یہ ہے کہ جب آپ اس دلاویز سرو قد کے ساتھ باغ میں آ نکلیں گے تو باغ کے پھول ٹہنیوں پر اپنی نمائش و نمود کو ترک کر کے شرم و حیا کے مارے پژمردہ ہو جائیں گے اور ان کا حسن و جمال جسے وہ روز دکھاتے رہتے ہیں آپکے ظاہر ہوتے ہی بجھ جائے گا۔ ھمہ بر جای خود ای تازہ نہالان چمن ☆ بنشینید کہ آن سرو روان بر خیزد (صائب تبریزیؔ)۔ چو دید لالہ رُوی تو باغبان از شرم ☆ ہر آنچہ گل بہ چمن بود چید و دور انداخت (دہقان سامانی)۔ ز شرم روی تو در باغ وقت گل چیدن ☆ گل آب گردد از دست باغبان بچکد (اوحدی مراغہ ای)۔ تو اگر چنین لطیف از در بوستان در آئی ☆ گل سرخ شرم دارد کہ چرا ہمی شگفتم (سعدیؒ)۔ از اشتیاق روی تو ای نو بہار حسن ☆ دستی است شاخ گل کہ گلستان بہ سر زدہ (صائب)۔ بہ زیور ہا بیارایند وقتی خوبرویان را ☆ تو سیمین تن چنان خوبی کہ زیور ہا بیارائی (سعدیؒ)۔

۵۔شعر = بال۔ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا جو بالوں کی مانند باریک اور سیاہ ہوتا ہے۔اعلیٰ ریشمی کپڑا جو نازک بھی ہوتا ہے اور اسے لباس کے کنارے پر حاشیہ یا دامن میں سی لیتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ آپ کی سیاہ زلفیں سیاہ ریشم ہیں اور آپ کا خط نافہ کی گرد ہے جو آپ کے گلاب جیسے چہرے پر باد صبا انہی ریشمی زلفوں کے درمیان میں سے چھانتے ہوئے چھڑکتی رہتی ہے۔چہرہ محبوب کی رعایت سے محبوب کی سیاہ زلفوں کو اعلیٰ ترین قسم کے ریشمی سیاہ کپڑے سے مشابہ کیا ہے اور جو ابتدائی خط چہرہ مبارک پر ابھر آیا ہے اسے پسے ہوئے نافہ کی گرد کہا ہے جو باد صبا ان سیاہ ریشمی زلفوں کی جال کے بیچ میں سے محبوب کے گلاب جیسے سرخ و ملائم چہرے پر چھن کے ڈالتی رہتی ہے۔ محبوب کے چہرے کو گلاب کہا ہے ابتدائی سیاہ خط کو نافہ کی پسی ہوئی گرد کہا ہے زلفوں کو سیاہ ریشم کہا ہے اور زلفوں کی لہراہٹ کو جنبش باد صبا سے مربوط کیا ہے یہ تعریفیں ایک عاشق شاعر کی زبان سے بڑی بھلی لگتی ہیں اور سننے والوں کے کان اور ان کے قلوب دونوں ایک عجیب سی کیفیت سے بھر جاتے ہیں۔شد کاسہ دریوزہ ہمہ ناف غزالان ☆ تا نکہت آن زلف بصحرای ختن رفت (صائب)۔سر زلف تو زچین مشک تر آوردہ بہ شہر ☆ از ختن مشک مخواہید حریفان کہ خطاست (بہار خراسانی)۔ ہر طرف نافہ دل بود کہ میریخت بہ خاک ☆ ہر گرہ کز سر زلف تو صبا وا میکرد (صائب)۔گر باغبان نظر بہ گلستان کند ترا ☆ بر تخت گل نشاند و سلطان کند ترا (فروغی بسطامی)۔از گل طبقی ساختہ کاین روی من است ☆ وز مشک خطی کشیدہ کاین موی من است ☆ صد نافہ بباد دادہ کہ این بوی من است ☆ آتش بجہان درزدہ کہ این خوی من است (کمال اسمٰعیل اصفہانی)۔

۶۔فرماتے ہیں میرے محبوب! جب آپ شکار کو نکلیں گے تو مشکل سے ہی شکار کو پھانسنے میں آپ کو کمند کی ضرورت پڑے گی کیونکہ جب آپ تیر پھینکیں گے تو بھلا غزال کہاں بھاگ سکے گا۔محبوب کا حسن و جمال ہی شکار کرنے کے لئے کافی ہے۔ان کو نہ کمند کی ضرورت ہے اور نہ ہی تیر پھینکنے کی۔ان کو دیکھ کر غزالان وحشی اور آہوان صحرائی اور حسینان و نیکوان عالم شکار ہونے کیلئے خود بخود چلے آئیں گے۔ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف ☆ بہ امید آنکہ روزی بہ شکار خواہی آمد (خسروؒ)۔ہزار بار گرم ہچو تاک سر بزنی ☆ زشوق تیغ تو بار دگر ھمی رویم (محیط قمی)۔ ماخود ہمی رویم دوان از قفای کس ☆ اومی برد کہ ما بہ کمندوی اندریم (سعدیؒ)۔گردن بہ بندگی نہم و سر بہ چاکری ☆ خواہی بخش خواہ بکش رای رای تست (خواجہ کرمانی)۔

۷۔فرماتے ہیں کہ آپ مجھے اپنی توجہ اور نوازش سے خوش رکھیں گے تو میرے نشاط آمیز دل سے خوشی سے لبریز اشعار کے چشمے پھوٹ پڑیں گے ورنہ جب آپ مجھے اپنی توجہات و عنایات کے لائق نہیں جانیں گے تو میرا دل غم و الم سے بھر جائے گا اور ظاہر ہے کہ ایک غم انگیز دل سے نغمہ ہای محزون ہی خارج ہوں گے۔مطلب یہ ہے کہ آپ

کی میری طرف توجہ ہی مجھے آپ کی ستائش کرنے پر اکساتی رہتی ہے اور یہ ہی میری اچھی نعت گوئی کی توجیہہ ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو مجھے مغلوب غم رہنے کی وجہ سے شعر گوئی کی طرف توجہ ہی کہاں رہتی۔ یہ بھی آپ ہی کا کرم ہے کہ اپنی توجہات سے آپ میری حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔ جلوہ حسن تو آورد مرا بر سر فکر☆ تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم (غنی کشمیری)۔ اس چشم فسونگر کا اگر پائے اشارہ ☆ طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے (غالب)۔ چاک مت کر جیب بے ایام گل ☆ کچھ ادھر کا بھی اشارہ چاہئے (غالب)۔

غزل ۴۷

زھی جمال تو خورشید آسمان شہود............

۱۔ مرحبا! کہ آپ کا حسن آسمان شہود کا آفتاب ہے　آپ کا وجود کارخانہ عالم کا نادر ترین نقش ہے

۲۔ ترانہ چنگ ہو آپ ہی کے حسن و جمال کے راز کی وضاحت کرتا ہے　عود کا ترنم ہو آپ ہی کی بزم وصال کے شوق کا ترجمان ہے

۳۔ میں بھلا کس کام آتا اگر آپ نہ ہوتے　میرے وجود کا مقصد ہی آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرنا ہے

۴۔ آپ کے ہاتھ میں ہمیشہ حقیقت نگار قلم رہتا ہے　اور آپ اسی کنجی سے سخاوت کے خزانے کا دروازہ کھولتے ہیں

۵۔ آپ چہرے پر سے نقاب اٹھا دیجئے تاکہ وہ جس نے آدم سے منہ موڑ لیا تھا　آپ کے آگے سر بہ سجود ہو جائے

۶۔ حاسد آپکے ہونٹوں سے کامیاب ہو گیا ہے اور میں محروم ہوں　حاسد کو کامیاب دیکھنے والا مجھ جیسا بد نصیب دنیا میں اور کوئی نہ ہو

۷۔ یہی دو ہونٹ دونوں عالم میں جامیؔ کے لئے سود مند ہیں
جس نے صدق دلی کے ساتھ آپ کے آستانے پر اپنا چہرہ رگڑ دیا

توضیحات غزل

۱۔ زہی = تحسین کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے مرحبا، شاباش۔ آفرین۔ کیا کہنے۔ واہ واہ!۔ شہود = حاضر ہونا۔ مشاہدہ کرنا۔ دیکھنا۔ تصوف کی اصطلاح میں حق کا حق سے ہی دیکھنا۔ یہ وہ درجہ ہے جس میں سالک مراتب کثرت اور موجودات صوری سے گزر کر توحید عیانی کے مقام پر جا پہنچتا ہے اور اس کو موجودات میں جلوۂ حق نظر آتا ہے بلکہ ہر شے میں حق نظر آتا ہے۔ بدیع = نادر۔ انوکھا۔ نرالا۔ نئی بات۔ نیا بنانے والا۔ ایسی چیز بنانے والا جس چیز کا مادہ پہلے سے موجود نہ ہو۔ نو آفرین۔ تازہ۔ نیا [ادبیات میں بدیع اس علم کا نام ہے جس میں کلام کے صنائع اور نظم و نثر کے الفاظ کے محاسن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے]۔ کارگاہ = کارخانہ۔ وہ جگہ جہاں کام کرتے ہیں۔ ہر وہ جگہ جہاں چیزیں بنائی جائیں۔ کپڑا بنانے کی جگہ۔ دکان۔ شاہی مکان۔ محل پادشاہی۔ قصر۔ کپڑا بننے کی کھڈی۔ کرگا۔ دنیا۔ نقاش خانہ [کارگاہ وجود = وجود و ہستی کا کارخانہ یعنی دنیا جیسے کارگاہ فلک اور کارگاہ کن فکان بھی کہتے

ہیں۔]نقش = صورت۔ نگار۔ لیاقت۔ سزاواری۔ چتر کاری۔ پھول پتی کا کام۔منبت کاری۔ کھدائی۔ کندہ کاری۔بیل بوٹے کا کام۔ چھاپ۔مہرہ۔ٹھپا۔جادوٹونا۔منتر۔افسون۔تعویذ۔نشان۔کھوج۔علامت۔اثر۔ تاثیر۔خیال۔تصور۔منقوش۔کندہ۔کھدا ہوا۔موسیقی میں ایک راگ کا نام۔کسی آدمی کی صورت یا کسی چیز کا بنانا۔ شکل۔طرح۔لکھی ہوئی چیز۔جدید فارسی میں فلم یا تھیٹر کے بازی گروں یا اداکاروں کی اداکاری کو نقش کہتے ہیں جسے انگریزی میں رول کہتے ہیں مثلاً ''فلان درنقش پادشاہ جہانگیر خوب بازی کردہ''۔جنس۔ ذات۔خمیر۔ خصلت۔نرد کی بازی میں جیت کا داؤ۔جوئے کا وہ داؤ جو مطلب کے موافق آجائے۔فرماتے ہیں اے محبوب! آپ کے کیا کہنے آپ کا حسن و جمال شہود کے آسمان کا آفتاب اور آپ کی ذات دنیا کے کارخانے کی نادرترین صورت ہے۔سورج آسمان پر چمکتا ہے اس لئے شہود یعنی مشاہدہ کو آسمان کہا ہے جس میں حسن محبوب آفتاب کی طرح چمکتا ہے یعنی یہ عالم شہود اگر آسمان ہے یعنی اس کو اگر ہم آسمان مانیں تو اس کا سورج حسن و جمال محبوب ہے۔ اور موجودات کے اس دنیا کا نادرترین موجود یا وجود فقط محبوب کی ذات ہے جس سے برتر اور بالاتر اور کوئی وجود یا ذات یا نقش یا صورت نہیں۔مطلب یہ ہے کہ حسن محبوب سورج کی روشنی کی طرح درخشاں ہے اور محبوب کی ذات سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی وجود نہیں ۔ای صورت تو آئینہ سر وجود ☆ روشن ز رخت پرتو انوار شہود ☆ مجموعہ ہر دو کونی و کس چون تو نیست ☆ در مملکت صورت و معنی موجود ☆ از خلقت کن کس نشنیدست و ندیدست ☆ مثل تو شہنشاہ بہ دنیا و بہ عقبیٰ ☆ اندر ملک و آدم و عالم احدی نیست ☆ بہتر ز تو در نزد خداوند تعالیٰ (غیاثی)۔ماہ و خورشید منفعل ماندہ۔از رخت کہ بصد ضیاء داری ☆ بہ صفایت کجا رسد خورشید ☆ در صفا نام مصطفیٰ داری (احمد نبیج بہاروی)۔ ای ز رخسار تو جہان پیدا ☆ وز جمال تو عالمی پیدا ☆ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدائی نما۔

۲۔ترانہ = گیت۔الاپ۔راگ۔سرود۔نغمہ۔ جوان رعنا۔ صاحب جمال۔خوبصورت ۔معشوق۔حیلہ سازی۔خوش طبعی۔بدخوئی۔راگ الاپنے کی ایک ترکیب جسے امیر خسروؒ نے ایجاد کیا۔رُباعی (فارسی میں رُباعی کو دوبیتی بھی کہتے ہیں)۔چنگ = ایک ساز کا نام جس کا سر جھکا ہوا ہوتا ہے اور اسے ہونٹوں سے لگا کر پھونک مار کر بجاتے ہیں۔تاروں والا موسیقی کا ایک آلہ جس کی ابتدائی شکل تین کونے والی یعنی مثلث کی تھی اور یہ تقریباً ایک گز لمبے تختے اور لکڑی کی چھڑی پر مشتمل تھا۔یہ چھڑی عمودی طور پر اس تختہ کے ایک سرے پر نصب ہوتی تھی اور اس کا دوسرا سرا آدمی کے ہاتھ کی شکل کا ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی تکمیل ہوئی اور موجودہ صورت میں آگیا۔ٹیڑھا۔کانٹا جس میں قصائی گوشت لٹکاتے ہیں وہ کانٹا جس سے ہاتھی کو ہانکتے ہیں یعنی آنکس۔جانوروں کی چونچ۔تیر اور پیکان کی نوک۔انسان کا پنجہ۔جانوروں اور پرندوں کا چنگل (ترانہ چنگ = چنگ کا نغمہ۔چنگ کا سرود)۔

ترنم = گیت۔ سرود۔ گیت گانا۔ گانا۔ اچھی آواز۔ نغمہ۔ عود = بربط جو مشہور ساز ہے۔ اگر جو ایک خوشبودار لکڑی ہے اور آگ میں جلائے جانے سے خوشبو بکھیرتی ہے۔ ہر درخت کی لکڑی۔ درخت کی کٹی ہوئی ٹہنی۔ موسیقی کا ایک آلہ جو تاروں والا ساز ہے اور جس کی ابتدائی شکل بطور کلی بربط سے ملتی جلتی تھی۔ اسلامی عہد میں یہ آلہ ایران کے شمال مشرق میں بننے لگا اور وہ اس شکل میں کہ اس کا سر، جس پر اس ساز کی چابیاں ہوتی ہیں، پیچھے کو موڑ دیا گیا اور اس کا شکم کھال سے ڈھک دیا گیا [ترنم عود = عود یا بربط کی آواز]۔ فرماتے ہیں محفلوں میں چنگ سے جو نغمے پھوٹ پڑتے ہیں وہ آپ ہی کے حسن و جمال کے اسرار کی وضاحت کرتے ہیں اور آپ کے ذوق وصل سے مربوط جو مجلسیں آراستہ کی جاتی ہیں ان میں بربط و عود کے ساز آپ ہی کے عشق و محبت کے گیت الاپتے ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مسلک کے تھے اور اس مسلک کے عقیدت مند سماع (موسیقی) کو جائز جانتے اور اس بارے میں خاصا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا جامیؒ کے کلام میں موسیقی اور گانے اور عاشق کے وجود میں اس سے خاص حالت و کیفیت اور تاثیر پیدا ہونے کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ اس شعر میں بھی موسیقی کی محفل میں ساز و سرود اور بربط و چنگ بجائے جانے کی حقیقی مقاصد کا بیان ہے اور فرماتے ہیں کہ محبوب سے عشق و محبت کے اظہار میں عاشقان صادق جو محفلیں موسیقی و سماع کی ترتیب دیتے ہیں ان میں فقط محبوب ہی کے عشق و محبت کا ذکر ہوتا ہے اور چنگ و بربط سے جو صدائیں بلند ہوتی ہیں وہ بھی محبوب ہی کے حسن و جمال کے اسرار کی کیفیتوں کو بیان اور بزم شوق وصال کے شائقین کے احساسات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ساز و سنطور ردہریے در شریعت نوچھیے ☆ عاشقن تی بس چھیے یارِ گرہ ھوَد دیویے (خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ)۔ سوز کہِ سنطورِ وایوِنے سازِ ے ☆ لالہِ بوزِ سنہِ وِنی نالہِ تراوِیے ☆ کُن تھاوِنہِ وَوے خوش آوازِ ے ☆ تازِ تازِ ونہِ ناوِیے لو (عبد الاحد نادم)۔ سوز بوزِ نہِ پانہِ ییہ ییے بوزِ ییے میانی وبداغ ☆ شوقہِ سان دِل کس ربابس تارِ لولچہ چارِ ہا (مہجور)۔ چنگ رباب زونگلیہِ چھُ وزان ☆ اَنہِ رگر بزان نیر چھُ بوزان ☆ تتہِ پرُن تہِ کرن وکر پیوٗم ☆ ردنہِ مژرتھ شرِدی شرِدی کوتوٗ گوم (شمس فقیر)۔ دماہ اَکھ ییے گیم کل میہ بوز دِلہِ کین پرن تل ☆ چھُ ساز و ناز افضل چھُ زیر بم تہِ چالی (شمس فقیر)۔

۳۔ فرماتے ہیں میں کس کام کا تھا اگر آپ نہ ہوتے۔ دنیا میں میرے آنے کا مقصد ہی آپ کے حسن و جمال کو دیکھنا تھا۔ دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ازل سے ہی میری خمیر میں آپ کی محبت کو گوندھ دیا گیا تھا اور اس لئے دنیا میں میری پیدائش ہی اس غرض سے تھی کہ آپ کی ذات اقدس سے محبت کا اظہار کروں اور آپ کے حسن و جمال کو بس دیکھتا رہوں۔ درازل ہر کو بہ فیض دولت ارزانی بود ☆ تا ابد جام مرادش ھمدم جانی بود (حافظ)۔ رہرو منزل عشقیم وز سرحد عدم ☆ تا بہ اقلیم وجود این ہمہ راہ آمدہ ایم (حافظؒ)۔ بعد ازین روی من و آئینہ وصف جمال ☆ کہ

درآنجا خبر از جلوہ ذاتم دادند (حافظؒ)...

۴۔کلک = قلم ۔قلم کا نیزہ۔ ہر نے جو اندر سے خالی ہو۔ نے۔حقیقتوں کو لکھنے والا۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپکے ہاتھ میں حقیقت یا راستی بیان کرنے والا قلم ہمیشہ رہتا ہے اور یہ وہ چابی ہے جس سے آپ فضل وکرم کے خزانے کھول دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا ہاتھ راست گو قلم یا حقیقت بیان قلم ہے اور یہ سوائے راستی و معاونت کے اور کچھ نہیں لکھتا یعنی آپ کا ہاتھ راستی وہدایت کا ہاتھ ہے اس لئے آپ اس ہاتھ سے محض اپنے فضل و کرم سے سخاوت کے دروازے کھول کر ان کی دستگیری فرماتے ہیں ۔ از تو ام دستگیریٔ ہوس است ☆ ای دنیٔ بارگاہ خذ بیدی (مقبل کشمیری)۔ابرِ تلہٕ دریا تھد جوادن ☆ دست تے دلہٕ چانہٕ نشہٕ کمتر☆ واتہٕ کُس چانہٕ استعدادن ☆ یا نبیؐ پادن وندِ ھےسر (نادمؔ کشمیری)۔حقہٕ سند رحمتک ابر نیسانی ☆ از لکہٕ فضلک بحر ذخار☆ تس نشہٕ جاری فیضِ ربانی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بانی کار☆ سینگ فرحت دینک بانی ☆ شرعک شارع ورغک یار☆ حرمک سردار کرمک خوانی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔ برآر دست فتوت ز آستین کرم ☆ بدستگیری مغلوب یا رسول اللہؐ (محتشم)۔ای خواجۂ بیت الحرم وی معدن فضل وکرم ☆ از بیدلان بردار غم فریادرس یا مصطفیؐ (مسکین کشمیری)۔نیر برج کرم کیست رسول اکرمؐ ☆ صلوات اللہ علیہ وسلامی ہردم ☆ صفت لطف وعطایش نتوان کرد رقم ☆ مظہر نور خدا سرو گلستان قدم ☆ رحمت فیض ازل ہجور دایش بردوش۔

۵۔فرماتے ہیں میرے محبوب آپ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیجئے تاکہ وہ جس نے حضرت آدمؑ کا سجدہ کرنے سے منہ موڑ لیا تھا آپ کے آگے سر بسجود ہو جائے۔مطلب یہ ہے کہ ابلیس نے خود کو برتر سمجھ کر حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سر بہ سجود ہونے کے خدائی حکم سے انکار کیا لیکن اگر وہ میرے محبوب کو دیکھے گا تو یقیناً اللہ کے حکم کی تعمیل کر کے ان کے حسن و جمال کے سامنے سجدہ ریز ہوگا۔ قسم بہ قبلۂ روی تو یا رسول اللہؐ ☆ رواست سجدہ بہ سوی تو یا رسول اللہؐ ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یا رسول اللہؐ (حسن کشمیری)۔باایں خصائل ملکی برخلاف رسم ☆ باید کہ سجدۂ تو کند ہر کہ آدم است (محتشم کاشی)۔

۶۔فرماتے ہیں حاسد یا رقیب آپ کے ہونٹوں سے اپنی مراد پالیتے ہیں اور میں ہی ایک بدنصیب محروم رہتا ہوں۔مجھ جیسا آدمی بھی کوئی نہ ہو جس کے ہوتے ہوئے رقیب کامیاب ہو۔مطلب یہ ہے کہ محبوب میرے رقیبوں سے ہمکلام رہتے ہیں اور میں اس سعادت سے بے نصیب اور محروم ۔ از رشک سوختم بہ رقیبان سخن مکن ☆ گرمی کنی ترا بخدا پیش من مکن (صائب)۔باغیر گذشت وسوخت جانم از رشک ☆ ای آہ دل شکستہ کو تاثیرت؟ (رہی معیری)۔از ہر پیالہ ای کہ تو بگرفتہ ای زغیر ☆ جانم ہزار مرتبہ برلب رسیدہ است (آشنا)۔باغیر رسیدی وزغیرت

جگرم سوخت ☆ صد بار زنا آمدنت بیشترم سوخت (میلی ترک)۔ زدل رشک آیدم چون بگذرد در دل خیال تو ☆ چسان بینم کہ افتد چشم غیری بر جمال تو (امیر قاسم)۔

۷۔ فرماتے ہیں جس جامیؒ نے صدق وارادت کے ساتھ آپ کے آستانے پر اپنا چہرہ رگڑ دیا اس کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا منفعت ہوگی کہ دونوں دنیاؤں میں آپ اپنے ہونٹوں سے اس کے ساتھ ہم کلام ہوں گے۔ مطلب یہ ہے آپ کے آستانے پر جامیؒ اس امید پر انتہائی صدق دلی اور ارادت مندی کے ساتھ پڑا ہے کہ آخر تو آپ اس کے ساتھ ہمکلام ہوں گے اور یہی ہم کلامی آپ کی اس کیلئے دونوں دنیاؤں میں باعث آبرو اور موجب نجات ہوگی۔

غزل ۴۸

بگذشت یار وسوی اسیران نظر نہ کرد............

۱۔ محبوب قریب سے گذرے اور اپنے اسیروں کی طرف نگاہ تک نہ کی ۔ ہم نالہ و فریاد کرتے رہے لیکن ان کے سنگین دل میں کوئی اثر نہ ہوا

۲۔ ہم ان کی راہ کی خاک بن گئے کہ ان کے پاؤں چوم لیں ۔ لیکن غرور و نازکی وجہ سے وہاں سے گزرنا ہی چھوڑ دیا

۳۔ چاندی جیسے آنسوؤں اور سونا جیسے چہرہ کا ہمیں کیا فائدہ ؟ ۔ جب کہ انہوں نے اس سونا چاندی کی طرف کوئی توجہ ہی نہ کی

۴۔ تاکہ میں ان کے چہرے کو نہ دیکھ پاؤں انہوں نے ہرگز کوئی جگہ ۔ نہ چھوڑی جہاں مجھے موجود پا کر اپنا چہرہ دوسری طرف نہ پھیر دیا

۵۔ محبوب کے پای نازک کے تلوے کے نقش کو خاک رہ پر ۔ دیکھکر کون روشن دل ہے جس نے اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ نہ بنایا

۶۔ میرے جسم نے اس کے پیچھے پیچھے چلنے میں جان کا ہمسفر ہونا چاہا ۔ لیکن جان یوں روانہ ہوئی کہ اس نے جسم کو خبر تک نہ کی

۷۔ اس کے در پر جامیؔ کا سرخاک ہو چکا لیکن ابھی بھی
اس نے اپنے سر سے محبوب کی پایے بوسی کا جنون نہیں نکالا

توضیحات غزل

۱۔ فرماتے ہیں کہ محبوب ہمارے قریب سے گذرے لیکن ہم جو راہ میں ان کے عشق ومحبت اور وفا وچاہت کے اسیر پڑے تھے ہماری طرف نگاہ بھی نہ کی۔ ہم ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کیلئے فریاد وفغان بھی کرتے رہے لیکن ان کے سخت دل پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور وہ نکل گئے۔ اس شعر میں محبوب کی بے پروائی اور ان کی بے نیازی کا بیان ہے اور دراصل یہ بے نیازی بھی عاشق صادق پر محبوب کی طرف سے آزمائشوں اور صبر وثبات کا ایک امتحان ہوتا ہے ۔ بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک ☆ ہم کہیں گے حالِ دل آپ فرمائیں گے کیا؟ (غالب)۔ آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے ☆ کل تلک تیرا بھی دل مہر ووفا کا باب تھا (غالب)۔

غلط است این کہ گویند کہ بدل رہیست دل را ☆ دل من زغصہ خون شد دل او خبر نہ دارد (عرفی)۔ بیگانہ وار میگذری از سواد چشم ☆ ای نور دیدہ حب وطن در دل تو نیست (مخلص کاشی)۔ دلبر برفت و دل شدگان را خبر نہ کرد ☆ یاد حریف شہر و رفیق سفر نہ کرد ☆ من ایستادہ ام کہ کنم جان فدا چو شمع ☆ او خود گذر بمن چو نسیم صبا نہ کرد (حافظؒ)۔

۲۔ اس شعر کا ربط اوپر کے شعر سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کے پاؤں کو چومنے کی تمنا سے ہم اس راستے کی خاک بن گئے جہاں سے ہمیں ان کے گذرنے کی امید کامل تھی لیکن محبوب کے غرور و ناز نے انہیں اس راستے سے گذرنے نہیں دیا اور اس طرح سے ہماری خواہش بدستور حسرت ہی رہی۔ اس میں محبوب کی کمال بے نیازی کا ذکر ہے کہ ان کے عشق میں ہم خاک ہو گئے اور وہ اپنی بے نیازی سے برابر کام لئے جا رہے ہیں۔ شعر میں عاشق اپنے کمال عشق کا بیان کرنے کے بعد اپنی مجبوری و لاچاری اور بے بسی و عاجزی کا بھی اظہار کر رہا ہے یعنی راہ محبوب میں خاک ہو جانے کے باوجود بھی وصل محبوب کی بس امید ہی کی جا سکتی ہے۔ چرا از کوی خود رانددی چو من آزردہ جانی را ☆ غریبی خاکساری بیکسی بی خانمانی را (مفتون شیرازی)۔ گشتیم خاک و پا نہ نہادی بروی ما ☆ زین بیشتر بہ باد مدہ آبروی ما (وصال شیرازی)۔ زدی بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جوابت چیست فردای قیامت داد خواہان را (عارف شیرازی)۔

۳۔ فرماتے ہیں کیا فائدہ میرے پاس سونا اور چاندی کے ہونے کا جب کہ محبوب اس گران بہا متاع کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔ یعنی سفید آنسوؤں کی لڑیاں میرا چاندی ہے اور زرد رخ میرا سونا ہے لیکن محبوب کو ان کی طرف کوئی رغبت ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے عشق میں زار و قطار روتا رہتا ہوں اور ان کے غم میں میرا چہرہ زرد و پژمردہ ہو گیا ہے۔ افسوس میری اس حالت پر محبوب کو رحم نہیں آتا۔ یہ شعر بھی اوپر کے دو شعروں میں محبوب کی بے نیازی اور بے پروائی کے بیان کے ساتھ مربوط ہے۔ ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا ☆ روتے روتے غم فرقت میں فنا ہو جانا (غالبؔ)۔ گریہ چاہے ہے خرابی میرے ویرانے کی ☆ در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا (غالبؔ)۔ لب خشک در تشنگی مردگان کا ☆ زیارت کدہ ہوں دل آزردگان کا ☆ ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی ☆ میں دل ہوں فریب وفا خوردگان کا (غالبؔ)۔ واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال ☆ یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا ☆ جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغان آبجو ☆ یاں رواں مژگان چشم تر سے خون ناب تھا (غالبؔ)۔
کیا میرؔ تھا یہی جو تیرے در پہ تھا کھڑا ☆ نمناک چشم زرد رخ اور لب خشک تھا؟ (میر تقی میر)۔

۴۔ فرماتے ہیں کوئی بھی ایسی جگہ نہ تھی جہاں محبوب نے اپنی نظر دوسری طرف نہ پھیر دی تا کہ میں ان کے چہرے کو نہ دیکھ پاؤں۔ اس شعر میں بھی مولانا جامیؒ نے محبوب کی بے رخی، بے توجہی اور لاپروائی و بے نیازی کا گلہ

کیا ہے۔ اور یہ تین شعر اصل میں محبوب کے انداز ناز وادا اور عاشق کو صبر وتحمل کی سخت آزمایشوں سے گذارنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ ترا ببینم و خواہم کہ خاک پای تو باشم ☆ مرا نبینی و چون باد بگذری کہ ندیدم (سعدیؒ)۔ بر خاستی ز جا بہ شتابی کہ ما و دل ☆ فرصت نیافتیم کہ ہم را خبر کنیم (راقم)۔ دیدی از دورم و دانستہ تغافل کردی ☆ خوب کردی کہ ترا خوب تماشا کردم (شوکتی اصفہانی)۔ چو برخیزد ز خواب ناز بیند سوی خود رویم ☆ بہانہ چشم مالیدن کند تا ننگرد سویم (ضمیری اصفہانی)۔

۵۔ فرماتے ہیں جہاں بھی اس محبوب کے پای نازک کا نقش راہ پر پڑا پایا روشن دل عاشق نے فوراً اس خاک کو اٹھا کر سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگایا۔ [کحل بصر = آنکھ کا سرمہ۔ کحل = سرمہ۔ سنگ سرمہ۔ شفای چشم کی ہر دوا]۔ عشق محبوب نے تو عاشق کے دل کو روشن کر ہی دیا ہوتا ہے اس لئے ہر عاشق صادق روشن دل ہوتا ہے۔ محبوب کے عشق میں عاشق اس حد تک ڈوبا رہتا ہے کہ سوائے محبوب کے اور کچھ بھی اس کے لئے عزیز نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف محبوب کے لئے ہی زندہ رہتا ہے اور اسی کے لئے مرتا بھی ہے۔ خاک راہ محبوب بھی اس کی نظر میں سرمہ ہے جسے وہ اپنی آنکھوں میں لگاتا ہے اور یہ عاشق صادق کی طرف سے شدت عشق اور کمال محبت کا ایک ذریعہ اظہار ہے۔ مکہ مدینہ یام اژ کھیانیواُ چھر والوڈُ وَ کھ ☆ تتھ وَتہِ ساری خار وخسک اوش میون چھلکھ لاگکھ سقا (ثناء اللہ کریری)۔ خاک چونی ملہ روِلیس کلہ ترا وے ڈیڈِ تل ☆ چاک دِتھ کرِ جامہِ پارے یا شفیع المذنبینؐ (ثناء اللہ کریری)۔ جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ☆ خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں (غالب)۔ دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا ☆ موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی (غالب)۔ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ ☆ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف (اقبالؒ)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کے پیچھے پیچھے چلنے میں میرے جسم و جان میں مقابلہ آرائی ہوئی لیکن جان آگے نکل گئی اور اس نے جسم کو خبر تک نہ کی۔ محبوب کی خاطر جان قربان یا فدا کرنے کا ایک خوبصورت انداز بیان ہے۔ محبوب نظروں سے دور ہے اور عاشق فراق کے الم میں ہے۔ اب یہ درد نا قابل تحمل ہو گیا ہے اور اسی شدت غم والم میں جسم سے پہلے جان نے خود کو فدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ غم محبوب میں جان یوں نکل گئی کہ خود عاشق کو خبر تک نہ ہوئی۔ عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے ☆ کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے ☆ قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالب ☆ ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے (غالب)۔ صبر و طاقت ز اشتیاقت کس چھُ ورسوز و گداز ☆ مُود عاشق چون لاشک انتظارے یار سولؐ ☆ پتہ لارے دتہ گارے کتہ پرارے یار سولؐ ☆ لھِ اکہِ نے پان ہاد کھ پان مارے یار سولؐ (سایل کشمیری)۔ سُود کیاہ تہند س مالس تتہ

جانس ☆ یس نہ تس لالس کرِ قو ربان ☆ توفیق منکہ بوذوالجلالس ☆ سوز بہ استقبالس جان ☆ مکہ کس ٹاٹھس مدنی لالس ☆ سوز بہ استقبالس جان (نادم کشمیری)۔ در رفتن جان از بدن گویند ہر نوعی سخن ☆ من خود بہ چشم خویشتن دیدم کہ جانم می رود (سعدی)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ جامی کا سر تمنای وصل محبوب میں خاک ہو چکا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے آپ کے پاؤں کو چومنے کی آرزو کو سر سے باہر نہیں نکالا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے عشق میں فنا ہو کر بھی عاشق سیر نہیں ہوتا یعنی خاک ہو کر بھی وہ عشق محبوب میں ہی مدغم ہو جاتا ہے عاشق بہ فنا سیر زمعشوق نہ گردد ☆ ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد (غنی کشمیری)۔ گر بمیرم زغمت تا بہ ابد خواہد ماند ☆ آتش عشق نہان در تہ خاکستر من ☆ ہزار بار گرم ہمچو تاک سر بزنی ☆ زشوق تیغ تو بار دگر ہمی رویم (محیط قمی)۔ دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ را ببینی و جان را فدا کنی (فروغی بسطامی)۔ آنچنان مہر تو ام در دل و جان جا بگرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نہ رود (حافظ)۔ از توای دوست نگسلم پیوند ☆ گر بہ تیغم برند بند از بند (ہاتف)۔ در آن نفس کہ بمیرم در آرزوی تو باشم ☆ بدان امید دہم جان کہ خاک کوی تو باشم ☆ بوقت صبح قیامت کہ سر ز خاک بر آرم ☆ بگفتگوی تو خیزم بہ جستجوی تو باشم ☆ (سعدیؒ)۔ گرم لحد بشکافی پس از ہزاران سال ☆ نشان مہر و وفا یابی از رمیم عظام (وصال شیرازی)۔ مشہد عاشق سے کوسوں تک جو اگتی ہے حنا ☆ کس قدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا (غالب)۔ لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ ☆ تا چہا در دل غالب ہوس روی تو بود (غالب)۔

غزل ۴۵

دل باز سراسیمہ سیمین ذقنی شد.........

۱۔ یہ دل پھر ایک سیمین غبغب معشوق کی خاطر پریشان ہو گیا اور ایک شیریں کلام کی شکر افشانی کا شیدائی ہوا
۲۔ اگرچہ خنجر سے سینکڑوں زخم میرے بدن پر لگائے ہر زخم اس کے ہاتھ کو چومنے کے لئے ایک دہن بن گیا
۳۔ کتنے ہی بادشاہ جنہوں نے خسرو کی طرح آپ کے شیرین لب دیکھے پہاڑوں کی راہ لے کر پتھروں پر عشق کے مارے سر پھوڑ کر کوہکن ہو گئے
۴۔ آپ کے عشق کے مارے ہوئے پر جگر نے دل کا خون باندھا دیکھ لو کہ شہید کیا ہی خونین کفن بن گیا ہے
۵۔ جب سے قبا نے آپ کے جسم پر تنگی کی وجہ سے ممانعت کی اچھا ہوا کیونکہ یہی ممانعت آپ کیلئے پیرہن بن گئی
۶۔ عشق کی وجہ سے ہر گلی کوچے میں خاصا مشہور ہونے کی وجہ سے میں جہاں بھی بیٹھا وہاں حسینوں کا ایک مجمع اکٹھا ہو گیا

۷۔ جامی جو عشق کی وجہ سے عقل و ادب سے دور چلا گیا ہے۔
اس کام میں عجیب طرح سے آزمایا گیا

توضیحات غزل

ا۔سراسیمہ = حیران۔ پریشان۔ مضطرب۔شوریدہ سر۔آشفتہ۔سرگردان۔سیمین ذقن = چاندی جیسی سفید ٹھوڑی والا۔چاندی جیسا غبغب رکھنے والا[سیمین = چاندی سے منسوب۔چاندی کا۔سفید۔روشن۔عمدہ۔نازک۔ سیمین بنا گوش سیمین بدن، سیمین اندام، سیمین رخ، سیمین ذقن، سیمین زنخ یہ سب صفات معشوق ہیں۔معشوق کی ٹھوڑی کو سیمین سیب بھی کہا گیا ہے اور سیمین گوی بھی۔سیمین عذار اور سیمین عارض بھی معشوق کے مخصوص صفات ہیں]۔مفتون = شیفتہ۔شیدائی۔عاشق۔فتنہ میں ڈالا ہوا۔فرماتے ہیں یہ دل دیوانہ کہاں آرام سے بیٹھتا ہے پھر سے چاندی جیسی سفید اور روشن وخوبصورت ٹھوڑی والے اس محبوب کے پیچھے آشفتہ وسرگردان ہوگیا اور اس معشوق شیرین سخن کی شکر گفتاری کا دیوانہ! محبوب کے چاندی جیسے سفید غبغب اور اس شیرین کلام کی شکر کلامی سے عشق کا بیان ہے۔دراصل محبوب کی ہر چیز عاشق صادق کے لئے محبوب ہے اس لئے وقتاً فوقتاً ان مرغوب ومحبوب چیزوں کی دلکشی اور ان کی زیبائی وخوبصورتی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا☆بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا(غالب)۔جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں☆خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں(غالب)۔نیند اسکی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں☆تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشان ہوگئیں(غالب)۔وشۂ غمزہ جان ستان ناوک ناز بے پناہ☆تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں(غالب)۔چشم خوباں خامشی میں بھی نواپرداز ہے☆سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہے(غالب)۔دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا☆موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی(غالب)۔جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے☆جان کالبد صورت دیوار میں آوے(غالب)۔ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں☆غمزہ وعشوہ وادا کیا ہے☆شکن زلف عنبریں کیوں ہے☆نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے(غالب)۔حسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے☆اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے(غالب)۔دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اس نے کہا☆میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے(غالب)۔لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ☆یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے(غالب)۔آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے☆صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا(غالب)۔چوں پستہ کہ گیرد شکرش تنگ درآغوش☆در قند نہان کردہ دہانِ تو سخن را (سعیدای اشرف)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ سینکڑوں زخم میرے بدن پر لگائے لیکن یہ زخم اتنے بڑھ گئے کہ ہر ایک زخم محبوب کے ہاتھوں کو چومنے کیلئے ایک دہن بن گیا جن ہاتھوں سے یہ زخم اس نے لگائے تھے۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کی طرف

سے جور و ستم بھی عاشقان صادق کے لئے باعث مسرت ہے اور وہ صبر و سکون کیساتھ اسے سہہ ہی نہیں لیتے بلکہ محبوب کا ایک کرم سمجھتے ہیں کہ آخر کار اس نے ان کو اس قابل سمجھا اور لگاؤ اور توجہ کا مستحق قرار دیا۔ لاگ ہو اس کو تو ہم سمجھیں لگاؤ ☆ جب نہ ہو کچھ بھی دھوکا کھائیں کیا (غالب)۔ جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی ☆ مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی (غالب)۔ نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو ☆ یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں (غالب)۔ تو عاشقان مسلم ندیدہ ای سعدی ☆ کہ تیغ بر سر و بندہ وار در پیش اند (سعدیؒ)۔ حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ☆ بیداد لطیفان ھمہ لطف است و کرامت (حافظؒ)۔ تو مپندار کہ از خاک در کوی تو من ☆ بہ جفای فلک و جور زمان برخیزم (حافظؒ)۔ اگر صد بار سوزی باز برگرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بردست و پا افتم (نظیری نیشاپوری)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ خسرو کی طرح جس نے شیرین کے ہونٹ دیکھ کر اپنے عشق کا اظہار کیا تھا کتنے ہی شاہوں نے جب آپکے لب ہای شیرین دیکھتے تو وہ بادشاہت شاہی سے دستبردار ہو گئے' پہاڑوں کی راہ لی اور کوہ کن کی طرح آپکی سختیوں کو برداشت کرنے ہی پر آمادگی اور آسودگی اختیار کی۔ مطلب یہ ہے کہ دینوی بادشاہ جب آپ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو بادشاہت کو جو محض ایک عارضی اور زود گذر مایہ خرسندی ہے ترک کر کے آپ کی راہ کی شدتوں اور سختیوں کو ہی کوہ کن کی طرح اپنے اوپر اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ بالآخر آپ کی توجہ اور آپ کو پانے میں ہی کمال بشریت مضمر ہے اور اس لئے آپ کا وصل حاصل کرنے کی خاطر کوھکن بھی بننا پڑے تو منفعت ابدی کا سودا ہے۔ عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا ☆ درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا (غالب)۔ عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا ☆ لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا (غالب)۔ موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے ☆ آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟ (غالب)۔ منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا ☆ ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد (غالب)۔ قد و گیسو میں قیس و کوھکن کی آزمائش ہے ☆ جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے (غالب) ☆ عاشقی راشرط تنہا نالہ و فریاد نیست ☆ ہر کسی از جان شیرین نگذرد فرہاد نیست (عشقی ھمدانی)۔ خسرو = کئی ساسانی بادشاہوں کا نام لیکن یہاں پر مراد ہے خسرو پرویز سے (پرویز پہلوی زبان سے ہے یعنی پیروز بمعنی فاتح)۔ خسرو پرویز ساسانی ہرمز چہارم کا بیٹا تھا جو اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ بہرام چوبین کیساتھ جنگ میں شکست پائی لیکن روم کے بادشاہ موریس کی مدد سے ایران لوٹ آیا۔ رومیوں اور بہرام کی باہمی جنگ میں بہرام کو ہزیمت ہوئی اور خسرو مداین میں داخل ہو کر تخت پر بیٹھا اور رومی سپاہیوں کو بھاری ہدیئے دیکر لوٹا دیا۔ کئی فتوحات پا کر خسرو پرویز مغرور ہوا اور اپنے بعض دلیر فوجی سرداروں کی توہین کی نیز دستگرد نامی مقام پر جنگ میں شکست کھا کر بھاگ جانے پر

لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اس کو پکڑ کر ایک اندھیرے جیل خانے میں ڈال دیا اور سال ۶۲۸ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ نوشیروان کے بعد یہ مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے حرم سرا اور عالی شان عمارتوں کی گئی داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ شیرین = خسرو پرویز کی ارمینیائی معشوقہ اور بیوی۔ روایات کے مطابق فرہاد بھی شیرین کے ساتھ عشق کرتا تھا۔ معشوق دعاشق ہونے کے زمانے کے عشقیہ قصہ سے متعلق شیرین اور خسرو پر مثنویاں لکھی گئی ہیں جن میں موجودہ آذربایجان کے گنجہ نامی گاؤں کے مولانا نظامی کا قصہ خسرو و شیرین اور اسی کی تقلید میں ہندوستان کے حضرت امیر خسروؒ کا شیرین و خسرو کا قصہ بہت مشہور ہے۔ کوہ کن = خسرو پرویز کی خوبصورت محبوبہ شیرین کا عاشق جس کا نام فرہاد تھا اور کوھکن لقب پایا کیونکہ مشہور ہے کہ فرہاد نے شیرین کی خاطر پہاڑوں کے پیچھے سے شیر (دُودھ) کی ندی جو یہاں بہتی تھی (جوئے شیر) پہاڑ کاٹ کر لائی اور یہ ایک شرط تھی جو اس کے لئے شیرین کے پانے کے لئے رکھی گئی تھی جسے اس نے پورا کر لیا۔ جس پہاڑ کو اس نے تن تنہا کاٹا اس کا نام بیستون مشہور ہے۔ فرہاد خود ایک سنگتراش تھا۔ علامہ محمد قزوینی نے یادداشتہای قزوینی جلد ۶ صفحہ ۱۰۸ میں مشہد کے کتابخانہ میں موجود ابن الفقیہہ کے نسخہ کے آخر میں مسعر ابن مہلہل کے رسالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے: "اور وہاں سے (یعنی قرمیسین نامی جگہ سے) ایک پہاڑ پر جاتے ہیں جس کا نام ہے سمیرہ۔ بلند پہاڑ ہے اور اس پر بڑی نادر تصویریں اور خوبصورت نقوش کندہ ہیں اور کہتے ہیں خسرو پرویز نے فرہاد کو ان کے بنانے کا حکم دیا تھا"۔

۴۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے عشق میں قتل ہوئے اور جگر نے دل کا سارا خون تن بدن پر مل دیا۔ ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کا شہید کس درجہ خونین کفن ہے! مطلب یہ ہے کہ جو آپ کے عشق میں مر جاتے ہیں وہ کفن نہیں اوڑھتے خون دل اور خون جگر ہی ان کا کفن ہوتا ہے یعنی آپ کے عشق میں عاشق صادق جو اپنے دل و جگر کو خون کر دیتا ہے وہی اسے شہید راہ حق بنا کر حیات ابدی عطا کرتا ہے اور یہی خون اس کا کفن ہو جاتا ہے۔ عشق بازی کار بازی نیست ای دل سر بباز ☆ ورنہ گوی عشق نتوان زد بہ چوگان ہوس (حافظؒ)۔ تنہا نہ جاری است مرا خون دل زچشم ☆ بر ہر کہ دل بکس دہد این ماجرا رود (وصال شیرازی)۔ خوشم از گریہ خود گرچہ ھمہ خون دل است ☆ زانکہ بوی تو ز ہر قطرہ خون می آید (امیر خسروؒ)۔ بنا کردند خوش رسمی بہ خاک و خون غلطیدن ☆ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را ☆ رفتم بہ طبیب گفتم از غایت درد ☆ بیماری عشق را چہ باید کرد ☆ خون دل و آب دیدہ شربت فرمود ☆ گفتم کہ غذا گفت جگر باید خورد ☆ ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب ☆ خون جگر ودیعت مژگان یار تھا (غالبؒ)۔ رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل ☆ جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے (غالب)۔

۵۔ قبا کو آپ کے جسم نے جب سے تنگ ہونے کے سبب ممانعت کی یہی ممانعت اب پیرہن کی صورت میں

آپ کے جسم کی خوبصورتی کو اور نکھار رہی ہے۔ پیرہن قبا کے مقابلے میں تنگ ہے۔ قبا کی کشادگی کے مقابلے میں تنگی پیرہن حسن و زیبائی کو برجستہ تر بنا دیتی ہے اس لئے عاشق محبوب کے پیرہن کی تنگی کو تن محبوب کی جاذبیت کا ایک پر جمال ذریعہ قرار دیتا ہے [قبا = اچکن۔ قمیض وغیرہ کا چاک۔ امراء کا مشہور پوشاک۔ پیرہن = لباس کے نیچے تن پر پہننے کی صدری۔ قمیض۔ نازک اور لمبا لباس جو عورتیں پہنتی ہیں (کشمیر میں یہی لفظ بگڑ کر پھرن ہو گیا ہے)۔ پیراہن اور پیراہند اور پیرہن ایک ہی معنی رکھتے ہیں)۔

۶۔ فرماتے ہیں میں محبوب کے عشق میں اس قدر مشہور ہو گیا ہوں کہ ہر گلی کوچے میں میرا چرچا ہے اور حسینان خوبرو دیکھ کر مجھے روک لیتے ہیں اور ذوق و شوق سے مجھ سے میرے محبوب کے حسن و جمال کی داستان سننے کے آرزومند ہو کر انجمن میں جمع ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حسینان و خوبریان عالم محبوب کا عاشق دیوانہ جان کر مجھ پر رشک کرتے ہیں اور میری زبان سے ہر طرف جمع ہو ہو کر محبوب کے حسن و جمال کے قصے سننا چاہتے ہیں۔ یعنی محبوب جان عالم ہے اور ہر کسی کے دل میں گھر کر گیا ہے۔ میری تو بہر حال بات ہی الگ ہے میں تو ان کے عاشق کی حیثیت میں شہرہ آفاق ہو گیا ہوں۔ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے ☆ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا (غالب)۔ سب کو مقبول ہے دعویٰ تیری یکتائی کا ☆ روبرو کوئی بت آئینہ سیمانہ ہوا ☆ در خور قہر و غضب جب کوئی ہم سانہ ہوا ☆ پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا (غالب)۔ آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب ☆ کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد (غالب)۔ ترا بہ مہر و وفا مہربان خود کردم ☆ وفا و مہر تو با من باختیار تو نیست (میر صبری اصفہانی)۔ دل در غم عشق تو فدا کردم و جان نیز ☆ ثابت قدمی در رہ عشق تو چو ما نیست (صفائی نراقی)۔ پیراہنی از تار وفا دوختہ بودم ☆ چون تاب جفای تو نیاورد کفن شد (طالب آملی)۔ در آن نفس کہ بمیرم در آرزوی تو باشم ☆ بدان امید دہم جان کہ خاک کوی تو باشم ☆ بوقت صبح قیامت کہ سر ز خاک بر آرم ☆ بگفتگوی تو خیزم بہ جستجوی تو باشم (سعدیؒ)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ عشق میں عقل و ادب سے دور پڑ چکا ہوں۔ دیوانہ و مجنون ہو گیا ہوں کسی کے عشق میں اس لئے نہ عقل رہی اور نہ ہی ہوش و ادب۔ اس راہ میں یہ بھی ایک عجیب طرح کا امتحان دینا پڑا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق جنون ہے اور جنون میں ہوش و حواس اور عقل و ادب کی گنجائش کہاں۔ جو عاشق ہوا وہ عقل و ادب سے ہاتھ دھو بیٹھا اور واقعی عشق کی دشواریوں میں یہ ایک بڑا امتحان ہے۔ آنجا کہ عشق خیمہ زند جای عقل نیست ☆ غوغا بود دو پادشہ اندر ولایتی (سعدیؒ)۔ از شاہ عشق خسرو عقل انہزام یافت ☆ بگذاشت شہر و از سر منزل گذشت و رفت (دہقان اصفہانی)۔ عقل تا بوی می عشق تو یافت ☆ دائما دیوانہ لایعقل است (عطار نیشاپوری)۔ بے خطر کود پڑا

آتش نمرود میں عشق ☆ عقل ہے محو تماشای لب بام ابھی (اقبال)۔ گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور ☆ چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے (اقبالؒ)۔ خرد سے راہر وروشن بصر ہے ☆ خرد کیا ہے چراغ رہگذر ہے ☆ درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا ☆ چراغ راہ گذر کو کیا خبر ہے (اقبالؒ)۔ ہر دو بہ منزلی روان، ہر دو امیر کاروان ☆ عقل بہ حیلہ می برد عشق برد کشاں کشان (اقبالؒ)۔ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل ☆ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)۔

غزل ۱۵

تا تراشکلی بدنیسان ساختند..........

۱۔ آپ کی صورت جو اس طرح بنائی گئی ہے ‏ لوگوں کے لئے آفت جان بنا دی گئی ہے
۲۔ قدسیوں نے آپ کے قد کی تصویر بنائی ‏ شاخ طوبیٰ کو خرامان بنا دیا
۳۔ رحمت کے بادلوں سے زیبائی و جمال کے قطرے گرے ‏ ان کو جمع کر کے آپ کا زنخدان بنایا گیا
۴۔ آپ کی پلکوں کے تیر جان سے کیونکر نہیں گذریں گے ‏ کیونکہ ان کا پیکان غمزوں کی نوک کا بنا دیا گیا
۵۔ یہ تو آپ کی خاک پا پر لڑھکنے کے لئے ہیں ‏ میرے آنسوؤں کے موتی جنہیں لڑھکنے والے بنایا گیا ہے
۶۔ جہاں کہیں بھی آپ نے اپنا گھوڑا دوڑایا ‏ عاشقوں نے اپنی آنکھوں کا میدان پھیلا دیا

۷۔ جامیؒ نے بتوں سے نظریں بچانا چاہیں
ان دو رخساروں نے پھر سے اسے شرمندہ کر دیا

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ صورت جو بنائی ہے عاشقوں کیلئے آفت جان ہے۔ نہ انہیں چین نصیب ہے نہ قرار۔ بس اسی بے مانند شکل وصورت کے شیدائی ہو چکے ہیں ۔ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام ☆ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری ☆ تو از پری چابکتری وز برگ گل نازک تری ☆ وز ہر چہ گویم بھتری حقا عجائب دلبری (خسروؒ)۔ بصورتی کہ توئی کمتر آفریدہ خدا ☆ ترا کشیدہ ودست از قلم کشیدہ خدا (سلیمؒ)۔ زآن روی نظیر تو نہ جوئیم کز اول ☆ نقاش چو زد نقش تو بشکست قلم را (وحدیؒ یکتا)۔ ای فروغ حسن ماہ از روی رخشان شما ☆ آبروی خوبی از چاہ زنخدان شما (حافظؒ)۔ نیست سری کز تو پر آشوب نیست ☆ این ھمہ ہم خوب شدن خوب نیست (رہی معیری)۔ در ماہتاب روش خرامان ہمی شدی ☆ ماہت بدید وچادر شب پیش رو گرفت (خسروؒ)۔ گر خیال خلق پری وار بگذری ☆ فریاد در نہاد بنی آدم اوفتد (سعدیؒ)۔ تو قدر خویش ندانی ز دردمندان پرس ☆ کز

اشتیاق جمالت چہ اشک میبارند (سعدیؒ)۔ از حسرت جمال تو بر چشم عاشقان ☆ چندان نظر نماند کہ بر دیگری کنند (اوحدی مراغہ ای)۔

۲۔قدسیان=فرشتے ۔ فرشتگانِ مقرب۔ صالح لوگ۔ اولیاء اللہ۔ روحانیاں۔ بہشتی۔ طوبیٰ=جنت کا درخت۔خیر۔بھلائی۔ جنت۔ سعادت۔ مژدہ۔ بشارت۔خوش خبری۔خوشبودار۔ پاک تر۔ جنت کا ایک شجر جو طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں دیتا ہے۔فرماتے ہیں فرشتگان قدس نے آپ کی تصویر بنائی یعنی فرشتگان مقرب نے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے آپ کی خمیر گوندھ کر آپ کی صورت بنائی تو آپ کے شاخ طوبیٰ جیسے قد کو انہوں نے خرامان بنا دیا۔اس میں جامیؒ نے کئی حقایق بیان کئے ہیں۔محبوب کی خمیر فرشتگان مقرب نے بنائی جس سے آپکی صورت مبارک تعمیر ہوئی۔اور جب قد کا اندازہ ہوا تو جنت کے درخت طوبیٰ کو مدنظر رکھا گیا کہ اس قد بالا میں اسی شجر خلد کی بلندی کا حسن و جمال اور خرامانی کی جاذبیت قائم رہے۔گویا محبوب کی ازلی پاک صورت مطہر کی منفرد ساخت جو خالص فرشتگان مقرب کے ہاتھوں فرمان الٰہی کے عین مطابق ہوئی ہے اور متناسب وزیبا اندازۂ قد جس میں درخت جنت طوبیٰ کی شادابی وعطر اور بالائی وحسن خرام قائم ہے کا بیان ہے ۔ گر فکنند از قد تو سایہ طوبیٰ ☆ ازان ہر سروبستان آفریدند (شہید کشمیریؔ)۔نازنین تر ز قدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)۔سرو من گر بخرامد بہ خیابان بہشت ☆ طوبیٰ از روضہ رضوان خجل آید بیرون (ذوقی اصفہانی)۔ بجای خشک بماند سروہای چمن ☆ چو قامت تو ببینند در خرامیدن (سعدیؒ)۔ مخرام ای بت رعنا کہ بہ ہنگام خرام ☆ محشر تازہ بہ ہر گام بپا میگردد ☆ از قامت تو راست چسان بگذرد کسی ☆ آب روان بہ سرو تو پابست می شود (صائب تبریزیؔ)۔ در گذر از سر نظارۂ آن قد بلند ☆ کاین تماشا ز سر چرخ کلاہ اندازد (صائب)۔ جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم ☆ میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا (غالب)۔ تیرے سرو قامت سے اک قد آدم ☆ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں (غالب)۔

۳۔فرماتے ہیں کہ رحمت الٰہی کے بادلوں سے لطف و جمال کے جو قطرے گرے انہیں قدسیوں نے جمع کیا اور اس سے محبوب کی ٹھوڑی کی تعمیر کی۔(لطف اس شعر میں خالص حسن وخوبی کے معنی میں لایا گیا ہے)۔یعنی محبوب کا زنخدان رحمت الٰہی ہے جس کو دیکھ کر عاشقان رسولؐ کے دل جھومنے لگتے ہیں اور روحانی کیفیتوں سے لبریز ہو جاتے ہیں ۔ بہ زنخدان تو ہر کس کہ نگاہ اندازد ☆ گر بود خضر دل خویش بہ چاہ اندازد (صائب)۔رنگ و بوئی کہ از آن باغ جنان رنگین بود ☆ گرد کردند و بہ آن سیب ذقن بخشیدند (صائب)۔از ان چاہ زنخدان قطرہ ای ریخت ☆ زلال آب حیوان آفریدند (شہید کشمیری)۔

۴۔ فرماتے ہیں آپ کی پلکوں کے تیروں کی جان سے گذر جانے کی جو خاصیت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا پیکان آپ کی آنکھوں کے غمزوں سے بنایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی نظروں اور آپ کے آنکھوں کے اشاروں کے تیر جان لیوا ہیں۔ ان میں اتنی کشش ہے کہ جان کے اندر سے گذر کر ہمیں بے جان بنا دیتے ہیں۔ پری زادیست مژگانت کہ از چشم ☆ گرفتہ در بغل آہوی وحشی (صائب)۔ الفت مژگان چشمش رانگر با یکدگر ☆ تا بہ دست مست بنی خنجر خون ریز را (محرمی قاجار)۔ ہچو مژگان ہر دو عالم را بہم انداخت است ☆ از اشارتہای پنہان چشم بازی گوش تو (صائب)۔ دشنہ غمزہ جان ستان ناوک ناز بے پناہ ☆ تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں (غالب)۔ بلائی جان ہے غالب اس کی ہر بات ☆ عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا (غالب)۔ یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے (غالب)۔

۵۔ فرماتے ہیں ازل سے ہی میرے آنسوؤں کے موتیوں کو لڑھکنے والے موتی اس مقصد کیلئے بنایا گیا ہے کہ آپ کی خاک پا پر لڑھک کر نثار ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے آنسو کے موتی آپ کے پاؤں کی دھول پر نثار ہیں چہرہ کو خاک پای محبوب پر رگڑنے اور دیدار پای محبوب کے ساتھ ساتھ اشکباری کرنے کا بیان ہے۔ قسم بجان تو خوردن طریق عزت نیست ☆ بہ خاک پای تو کآن ہم بزرگ سوگند است ☆ کہ با شکستن پیمان و بر گرفتن دل ☆ ہنوز دیدہ بہ دیدارت آرزومند است (سعدیؒ)۔ بہ خاک پای تو سوگند و جان زندہ دلان ☆ کہ من بپای تو بر مردن آرزومندم (سعدیؒ)۔ بہ خاک پای تو سوگند نور دیدہ حافظ ☆ کہ بی رخ تو فروغ از چراغ دیدہ ندیدم (حافظ)۔ بجا کپای شما چہرہ سودنم ہوس است ☆ جز این مراد ندارم بہ خاک پای شما۔

۶۔ جولان = گھوڑا دوڑانا۔ دوڑنا۔ گرداگرد پھرانا۔ حملہ کرنا۔ گھوڑے کو سرپٹ دوڑانا۔ سمند = زردی مائل رنگ کا گھوڑا۔ مطلق گھوڑا۔ زرد مائل رنگ۔ فرماتے ہیں جہاں سے بھی آپ گھوڑے پر سوار ہو کر تیز رفتاری کے عالم میں نکلتے ہیں آپ کے عاشق اپنی آنکھیں بچھاتے ہیں کہ آپ ان پر سے ہو کر گذریں۔ مطلب یہ ہے جہاں سے آپ گذرتے ہیں عاشقان صادق دیدہ و دل فرش راہ بنا کر اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست ☆ تا نہ پنداری کہ تنہا می روی (سعدیؒ)۔ کامہ دِیۂکرِ سائلِ ڈل بوزم شبس گوھ تیل بل ☆ درشنس آبس اندر پمپوش لاگتھ پیار ہا (مہجور) ☆ نسیم بوزم ژبالہ دائگ کمند ھیتھ چھکھ شکار ژھاران ☆ بہ شوقہ چاپے شکارِ اندر پنن یہ سر ھیتھ ترے ہالالو (مہجور)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حسینوں سے نظر بچا کر چلنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن محبوب کے رخساروں کا خیال آتے ہی میں نے اس فیصلے پر شرمندگی محسوس کی کیونکہ بالآخر میرے محبوب کے چہرے کے برابر اور کس کا حسن ہے کہ میں

دوسرے حسینوں کے حسن سے آنکھیں چراؤں؟ آخران کا حسن اتنی اہمیت تو نہیں رکھتا کہ ان سے نظر بچا کر چلوں ۔ دلفریبانِ نباتی ھمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد (حافظؒ)۔ آنچان خوب و لطیفی کہ خدا خواستہ است ☆ دست مشاطہ صنعت چہ خوش آراستہ است (سعدیؒ)۔ تشبیہہ روی تو نہ کنم من بہ آفتاب ☆ کاین مدح آفتاب نہ تعظیم شان تست (سعدیؒ)۔ بتان چو جان وتو جان بتانی از خوبی ☆ درست گفت ترا ہر کہ جان جانان گفت (وصال شیرازی)۔ روی بما تا کہ ایمان آورند ☆ بت پرستان زمین سومنات ☆ سزد کہ از ھمہ دلبران ستانی تاج ☆ چرا کہ برسر خوبان عالمی چون تاج (حافظؒ)۔ امروز یقین شد کہ تو محبوب خدائی ☆ کز عالم غیب این ھمہ دل با تو روان کرد (سعدیؒ)۔ جمع خوبان ھمہ چون کوکب و خورشید توئی ☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔ بردراز رخ پردہ وبگذار ببیند ☆ درروی تو صاحب نظران صنع الہی (عبرت نائینی)۔

غزل ۴۶

حقہ لعل تو از جوہر جان ساختہ اند.......................

۱۔آپ کے دہان لعل کو جوہر روح سے بنایا گیا ہے
اور ہر خستہ جان کی مراد کو اسی میں چھپا کر رکھا گیا ہے
۲۔پردۂ غیب کے پیچھے جو بھی لطافتیں پنہان تھیں
ان سب کو آپ کے خوبصورت چہرے میں واضح کر دیا گیا ہے
۳۔خیال کا قلم تصور کے صفحے پر جو بھی بنائے
آپ کی صورت مرغوبِ طبع کو اس سے زیادہ حسین بنا دیا گیا ہے
۴۔شوخی و ناز اور کرشمہ کو اکٹھا کر کے
فتنۂ عالم اور جہان آشوب بنا دیا گیا ہے
۵۔یہ قد نہیں بلکہ ایک درخت ہے جسے روضۂ اقدس سے
عاشقوں کے مشاہدہ کے لیے (لاکر) روان کیا گیا ہے
۶۔جدائی کی سختی شربت عشق کا مزدہ دیتی ہے
اور آپ کی جدائی کے درد مندوں نے اسی پر موافقت کر لی ہے

۷۔آپ کی راہ طلب میں کہیں بے قدم اصحاب کو پتہ نہ لگے
آپ کے کعبۂ وصل کو بے نام و نشان بنا دیا گیا ہے
۸۔یہ جو جامیؔ آپ کے حسن کی اچھی تعریفیں کرتا ہے
عشاق نے اس کے کلام کو ورد زبان کر دیا ہے

توضیحات غزل

ا۔حقہ =وہ ڈبہ جس میں عطر یا معجون یا قیمتی ہیرے جواہرات یا گران اشیاء رکھی جائیں۔شعبدہ۔حیلہ۔ لعل=یاقوت۔ایک سرخ رنگ۔قیمتی جواہر کا نام۔ہر ایک سرخ چیز۔لال کا معرب۔لعل کی مشہورترین قسم بدخشان کی ہے جس کا رنگ روشن اور خوبصورت سرخ ہوتا ہے۔لعل کی سرخی کے ساتھ عام طور پر محبوب کے سرخ ہونٹوں یا منہ کو مشابہ کیا جاتا ہے۔جامیؒ نے دہن محبوب کو حقہ لعل کہا ہے یعنی سرخ ڈبیا جس میں قیمتی موتی (دانت) چھپا کے رکھ دیئے گئے ہیں اور جسے مادی مواد سے نہیں بلکہ روحانی مواد سے بنایا گیا ہے۔فرماتے ہیں کہ اے محبوب! آپ کے دہان سرخ کو روح کی پاکیزگی کے خمیر میں گھول کر بنا دیا گیا ہے اور عاشقوں کے خستہ دلوں کی مراد کو اسی میں چھپا کے رکھ دیا گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ آپ کا رُوح جیسا دہان مطہر ہی خستہ جان عاشقوں کی دل کی مراد ہے کہ اس سے کلام کا آبِ حیات رواں ہو جائے تو عاشقوں کے دلوں کی جراحتیں مندمل ہوں۔بس آپ کے عاشقوں کی امیدیں اور آرزوئیں آپ کے دہان پاک سے وابستہ ہیں ۔ دردرج دُرعقیق لبت لعل جان نہاد☆ جنسی نفیس بود بجای نہان نہاد☆ قفلی زلعل بردر آن درج زولبت ☆ خالت زعنبر آمد و قفلی بر آن نہاد (سلمانؔ ساوجی)۔لب تو خضر و دہان تو آب حیوان است☆ قد تو سرو و میان تو موی و گردن عاج ☆ دہان تنگ تو دادہ بہ آب خضر بقا☆ لب چو قند تو برد از نبات مصر خراج (حافظؒ)۔

۲۔فرماتے ہیں پردۂ غیب کے پیچھے جو بھی نزاکتیں مخفی تھیں ان سب کو آپ کی حسین صورت میں عیاں کر دیا گیا ہے۔یعنی عالم غیب میں جو بھی حُسن کی نزاکتیں ہماری نظروں سے چھپا دی گئی تھیں ان تمام دلفریبیوں' دلکشیوں اور نزاکتوں کو وہاں سے اٹھا کر محبوب کے چہرے پر نمایاں کر دیا گیا۔مطلب یہ ہے کہ کمال حسن و جمال کو خداوند علام الغیوب نے آپ کے روی انورؐ پر عیاں کر دیا ہے۔وچھ آفتاب چون ژندن موکھ تہ ڈولس رنگ ☆ گنج کارتوے زون پھس سر سام نگارد (روسل میر) ☆ دُردانہ استھ بے خبر مرجان دپان چھی ☆ خورشید رویس کج نظر پدمان دپان چھی ☆ شوبان

روخ چھی قند ہارچ زون زن تابان ☆ خوبانِ عالم ماہ مہربان دپان چھی (روسل میر) ☆ صبح نوروز روے بیلہ ھوون ☆ شب قدرے موے یلہ تر دوون ☆ روزِ روشن کورنم شاے ☆ تنہ یورنے آے ویسیے (روسل میر)۔ روسل چھ زانتھ دین ومذہب روخ تہ زلف چون ☆ کوو زلنہِ کیاہ گوکفر تے اسلام نگارو (روسل میر) ☆ سور یہ شمس در توران وچھے (عاصی کشمیری)۔ روخ چون رحمت موکھ نورانی ☆ حقِ سبحانی دیوتنے کیاہ ☆ دون عالمن منز چھی نہ کانہہ ثانی ☆ حق سبحانی دیوتنے کیاہ (سایل کشمیری)۔

۳۔ فرماتے ہیں خیال کا قلم خواہ کمال انتہا تک پہنچنے کے بعد آپ کی جو بھی تصویر کھینچے اس سے بھی حسین اور خوبصورت تر تصویر آپ کی مقبول ومرغوب صورت ہے۔ اس شعر کا ربط اوپر کے خیال سے ہے' یعنی بشر کے خیال کا قلم اپنے تصور میں محبوب کے حسن و جمال کی خواہ کوئی بھی تشبیہہ بنائے آپ کی نہیں بنا سکتا' اس لیے کہ آپ کی صورت بشری خیال وتصور سے بالاتر ایک انتہائی خوبصورت تصویر ہے۔ بصورتی کہ توئی کمتر آفریدہ خدا ☆ تراکشیدہ ودست از قلم کشیدہ خدا (سلیم)۔ زانروی نظیر تو نہ جوئیم کزاول ☆ نقاش چوز دنقش تو بشکست قلم را (وحدی یکتا)۔ نقاش چین چو صورتش آوردور نظر ☆ زد برزمین قلم کہ چہامی کشیم ما (سلطان حسین میرزا اصفوی)۔ بدا امنت نہ رسد دست کس کہ جلوہ ناز ☆ ترا بہ بام فلک بردونردبان برداشت (شاپور طہرانی)۔ چسان خورشید خوانم روی اورا ☆ کہ مصحف راغلط خواندن گناہ است (محمد قلی سلیم)۔ شاہکاری ہست ہر صنعت گری رادر جہان ☆ شاہکار آفرینش خلقت زیبای تست (وثوق الدولہ)۔ تمثال رخ ترا بہ چین بردستند ☆ آنجا کہ مصوران چابک دستند ☆ درپیش مثال روی تو بنشتند ☆ انگشت گزیدند وقلم بشکستند (شیخ شطاح شیرازی)۔ صورتگران چین اگر آن چہرہ بنگرند ☆ نقش نگار خانہ چین را کنند حک (حافظؒ)۔ ترا از جوہر جان آفریدند ☆ زنورت حسن خوبان آفریدند ☆ بجز خودتا نہ بیند حسن تو غیر ☆ زچشم خلق پنہان آفریدند ☆ فروغی زان رخ پرنور گل کرد ☆ کزان مہر درخشاں افریدند ☆ ملاحت وام کروند از رخ تو ☆ کہ از وی بدرتابان آفریدند ☆ عرق چیدند زان رخسار گلگون ☆ بہارا ین گلستان آفریدند (شہید کشمیری)۔

۴۔ شوخی = شرارت۔ تندی۔ تیزی۔ گستاخی۔ بے شرمی۔ بے حیائی۔ خوشی۔ عشرت۔ مزاح۔ ہزل۔ ناز = بے پروائی۔ پیار۔ فخر۔ بے دماغی۔ نیا اُگا ہوا سرو یا صنوبر کا درخت۔ عشوہ گری۔ عاشق کی نسبت معشوق کا استغنا اور امتناع۔ نعمت وآسائش۔ بہبود۔ خوشی۔ دلجوئی۔ ریاکاری۔ فریب۔ احسان پانے کی خاطر بہانہ جوئی۔ غمزدہ عاشق کو معشوق کی طرف سے قوت وحوصلہ دینا۔ خوبصورت۔ نازنین۔ کرشمہ = آنکھ اور ابرو کا اشارہ۔ سہ ضربی چھوٹا نغمہ جو اکثر گیتوں میں بجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں سارے ناز وکرشمے اور ساری شوخیاں اکٹھی کر دی گئیں اور محبوب میں ڈال دی گئیں او اس

طرح سے محبوب فتنۂ عالم اور آشوب جہان بن گیا۔ مطلب یہ ہے تمام نازوادائیں، دلفریبیاں اور دلکشیاں محبوب میں جمع ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ باعث فتنۂ دنیا اور شور وغوغای عالم ہے۔ یعنی ان ہی خصوصیات کی وجہ سے سارا عالم ان کی طرف کھچا آ رہا ہے اور شور واضطراب پیدا کر دیا ہے۔ روحی فداک ای صنم ابطحی لقب ☆ آشوب ترک وشور عجم فتنۂ عرب (جامیؒ)۔ ژیہ لوگتھ وارِ قصاب نہ مورتھس ظالمے ☆ زلف چھی پار گولاب چاومی جام جے ☆ خنجر نستے زہراب ڈتھ کود ظالمے ☆ جگر ژ ڈتھم چو سہراب چاومے جامِ جے ☆ ہونجے منز چھی ژیہ تالاب آولنہ دل لوگمے ☆ ولنے آم گردان چاومی جام جے (روسل میر)۔ خستہ لوین نستہ خنجر بستہِ گو درخستہ جان ☆ تیغ بازس رزم ساز ترکتاز دعار چھا ☆ دلبرن لب شکرن منہ پیکرن غارت گرن ☆ دور لوین حُورِ تیراہ ژ ورِتھونس وار چھا (مہجورؔ)۔

۵۔ روضۂ قدس = بہشتی سبزہ زار۔ جنت کا باغ۔ روحانی۔ فرماتے ہیں یہ کوئی عام قدو بالا نہیں بلکہ روضۂ جنت کا ایک شجر ہے جسے عاشقوں کے لیے چلنے کی خاصیت عطا کی گئی ہے کہ وہ اس قد بہشتی کا مشاہدہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا قد جنت کے ایک پاکیزہ اور ملکوتی درخت کے عین مطابق ہے اور اس کا مشاہدہ عاشقوں کے لیے مایہ نشاط و سرور ہے۔ یہ قد چون زن چھ پوشے گل پھلے برجستہ ٹھس بلکل ☆ وچھتھ سوبنل تہ رنگین گل یہ دِل ماتملے بونبرو (مہجورؔ)۔ قد چون ڈیشتھ دیر برمان تیز گرھان خم ☆ شمشادِ سیمین سروِ خرامان دپان چھی (روسل میر)۔ قد چون گورمُت کمی کاملیے ☆ ڈیشتھ درنار پیو نارون ☆ شہتیر خم گیے شمشاد ہیلے ☆ بوزتھ عاشق ذلیے ون (روسل میر)۔ چھی تیوتھ قدس تی شوبہ سورگس ☆ طوبیٰ تہ کوثر الحمد للہ ☆ ڈیشتھ سہ قامت پیو درندامت ☆ درگل صنوبر الحمد للہ (روسل میر)۔ قدس چھی رتبہِ عالی قبا لولاک چی نالی ☆ لعمرک ذاتہ سنز ڈالی مکلل یا رسول اللہؐ (حقانیؔ)۔ ٹھس دِوان ونی بہ بوستانن منز ☆ چمنن کن سہ گلعذار ییہ نا ☆ نارِ شمشاد باغِ قم نانذر ☆ راست چون سرو جویبار ییہ نا (سیف الدین کشمیری)۔ شوب انی عالمس نون ییلہ وارو ☆ طوبیٰ قد نی سروآزادن ☆ لولہ ستی بندگی کر شمشادن ☆ یا نبی گوش فریادن تھاو (ناظم کشمیری)۔

۶۔ محنت = مشقت = دکھ۔ تکلیف۔ رنج۔ بلا۔ سختی۔ آزمائش۔ چاشنی = ذائقہ۔ مزہ۔ چکھنے کی مقدار۔ صفت۔ نمونہ۔ شیرینی۔ نقارہ پر ابتدائی چوٹ لگانا۔ بندوق کی ٹوپی۔ فرماتے ہیں کہ جدائی کی سختی شربت محبت کا مزہ بہم پہنچاتی ہے اس لیے آپ کی جدائی کے دردمند عشاق اسی پر قناعت کیے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبت کا نتیجہ امتحان و آزمائش اور مشقتوں اور سختیوں کو برداشت کرنا ہے اور عشق کی شربت تلخ ہے۔ یہی حال فراق وجدائی کا ہے جو سخت تلخ اور سختی کا زمانہ ہوتا ہے۔ فراق کی یہ صفات شربت شوق سے مطابقت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقوں نے فراق کی سختیاں

برداشت اور اکتفا کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔یعنی فراق اپنی سرشت میں انتہائی دکھ درد اور رنج و مصیبت کی چیز ہے۔تمنای دل محبوب جو بذات خود ان ہی صفات کی حامل ہے کی تکمیل ہونے تک فراق کی سختی برداشت کرنا عاشق کو ذائقہ وصل سے دوچار کرتی ہے اس لئے اسی خیال سے وہ فراق کی مصیبتوں کو برداشت کرتا ہے ۔ ای غائب از نظر بہ خدامی سپارمت ☆ جانم بسوختی و بجان دوست دارمت (حافظؒ)۔حدیث روز قیامت کہ گفت واعظ شہر ☆ کنایتی است کہ از روزگار ہجران گفت (حافظؒ)۔درفراق روی او تنہا نہ گل خون میگریست ☆ شمع را دیدم کہ آتش بر سرش افتادہ است (ابوالکرم فراہانی)۔بلای ہجر و درد اشتیاق پیر کنعانی ☆ کسی داند کہ چون یوسف عزیزی در سفر دارد (وحشی یافقی)۔درد غم ہجر تو بہ ہرکس کہ بگفتم ☆ از بہر ہلاک من بیچارہ دعا کرد (طرب نائینی)۔بدرد ہجر ہرکس مبتلا شد ☆ علاجی بہتر از مردن نہ دارد (حسین کاشی)۔گفتم بہ بلبلی کہ علاج فراق چیست ☆ از شاخ گل بخاک فتاد و طپید و مرد (شیخ علی حزین)۔یہاں پر یہ کہنا بے محل ہوگا کہ حضرت علامہ ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فلسفۂ سخت کوشی کے تحت فراق کی سختیوں کو برداشت کرنے کو ہی وصل یا آرزو کی تکمیل پر ترجیح دی ہے اور اس روزگار درد والم کو طلبن و کشمکش کا وہ زمانہ قرار دیا ہے جس میں لذت ہی لذت ہے۔(طلب لذت یا) لذت طلب ہی الم کش اور درد آشنا حوصلہ مندوں کا کام ہے۔کیونکہ جب وصل ہوا یا آرزو کی تکمیل ہوئی تو پھر کوئی آرزو باقی نہیں رہتی۔اس لیے آرزو باقی رہنے اور اسے پانے اور ختم نہ ہونے کی کشمکش اور سختی کے تحمل میں جو لذت ہے وہی صحیح طالب کی شان ہے۔فرمایا ہے ۔ عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کر ہے فراق ☆ وصل میں مرگ آرزو ہجر میں لذت طلب (اقبالؒ)۔مولانا جامیؒ نے بھی زیر مطالعہ اس شعر میں ڈاکٹر اقبالؒ کے اس خیال کو ساڑھے چار سو سال پہلے بیان فرمایا تھا کہ وصل سے قطع نظر عاشق بلند حوصلہ و دردمند فراق میں لذت وصل پاتا ہے اور اسی لذت طلب میں وہ فراق کی سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔

۷۔بی قدمان = خود مولانا جامیؒ کی بنائی ہوئی ترکیب ہے یعنی قدموں کے بغیر یا بے محنت و مشقت اصحاب یا عشاق۔فرماتے ہیں کہ آپ (محبوب) کے کعبۂ وصل یا راہ طلب کا نہ کوئی نام ہے نہ کوئی پتہ اور یہ اس لئے ہے کہ آپ کی طلب کے راستے پر بے قدم لوگ آشنا نہ ہونے پائیں یعنی آپ کا وصل ایک کعبہ ہے لیکن بیت اللہ کے برعکس اس کعبۂ وصل کا کوئی نام و علامت نہیں اور وہ اس لئے ہے کہ وہ لوگ جو بلا مشقت و محنت اس کے طالب ہیں وہ حرکت میں آجائیں اور طلب و جستجو کریں اور ڈھونڈیں اور پھر اس تلاش و جستجو کے نتیجے میں آپ کے وصل سے کامیاب ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وصل محبوب کے لئے تلاش و مشقت لازمی ہے۔بے راہ روی کے یہ راہ طے نہیں ہوسکتی ۔ ماھمانیم کہ بودیم بہ میدان محبت ☆ سر بباز یم و خود از سر نگداریم وفارا (خسروی قاجار)۔تو از جفا و ستم بر من آنچہ خواہی کن ☆ بکن کہ

من نہ کنم دامنت رہا ای دوست (وصال شیرازی)۔ من آن نیم کہ دہم نقد دل بہ ہر شوخی ☆ در خزانہ بہ مہر ونشانۂ تست (حافظؒ)۔ ہر دم چو بے وفایان نتوان گرفت یاری ☆ ما ئیم و آستانت تا جان ز تن در آید (حافظؒ)۔ در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس ☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و ما را دوست بس (اوحدی مراغہ ای)۔ من نہ آنم کہ بہ جور از تو بنالم حاشا ☆ چاکر معتقد و بندۂ دولت خواہم (حافظؒ)۔

۸۔اس شعر میں جامیؒ نے احسن طریقے سے محبوب کے حسن کی تعریف کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ چونکہ میں اے محبوب! آپ کے حسن و جمال کی بہت عمدہ اور بہت اچھے طریقے سے تعریف کرتا ہوں' اس لیے میری یہ نعت گوئی لوگوں کو قبول خاطر ہے اور ان نعتوں کا وہ ورد کرتے رہتے ہیں۔ واقعاً یہ ایک حقیقت اساس پیشگوئی ہے۔ٹھیک پانچ سو سال سے مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ عاشقان و محباب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو عشق رسولؐ میں کہی گئی اپنی بے نظیر تعریفوں اور نعتوں سے ایمان و آگہی اور معرفت و ذوق وشوق کے جوش وخروش اور جذبات لطف و رأفت سے معمور کرتے رہے ہیں۔ کشمیر کے باایمان مسلمانوں کے دلوں میں تو گویا مولانا جامیؒ کی محبت خمیر کی طرح گوندھی گئی ہے اور ہمارے یہاں مسجدوں میں' خانقاہوں میں' اولیاء اللہ الکرام کے روضہ ہای مقدس پر' ختمات کی مجلسوں میں' گھروں میں غرض ہر جگہ مولانا جامیؒ ہی کی فارسی نعتیں رسول اکرمؐ کی تعریف پاک میں دہرائی جاتی ہیں۔ مولانا جامیؒ کشمیر میں ہر دل عزیز ہیں' انتہائی محترم ہیں اور محبوب نعت خوان رسولؐ۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کی اس مخصوص صفت کو روشن تر کرنے' نیز ان کے کلام میں سے اور زیادہ نعتوں کا انتخاب کر کے ان کی توضیح اور ترجمہ کرنے کا اقدام کیا تا کہ میرے وطن عزیز کشمیر کے باایمان اہل اسلام (اللہ میرے کشمیر اور میرے مسلمان بھائیوں کو ہر بلا سے محفوظ رکھے!) اور زیادہ مستفید ہوں اور رسول اکرمؐ کی ذات اقدس سے اور زیادہ عشق و محبت کا اظہا رہو کہ یہی محبت ہمارے ہر مرض کا چارہ ہے۔ میں نے بھی عشق و محبت رسول کریم میں یہ کام کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ میری تمنا ہے کہ مجھ گنگاہگار ترین امتی پر وہ رحمت للعالمینؐ جنہوں نے ابوسفیان کو معاف کیا' کعب ابن زہیر کو معاف کیا اور وحشی کو بھی معاف کیا' میری خطائیں معاف کر کے مجھ پر راضی رہیں کیونکہ رسول اکرمؐ کی رضا موجب نجات اخروی ہے اور جنت الفردوس میں ابدی زندگی گذارنے کا باعث ۔ یا رسول اللہ! بفریادم برس ☆ یا نبی اللہ! نہ دارم جز تو کس ☆ مشکلم پیش است و من در بیکسی ☆ یارسول اللہ! مارا تو بسی ☆ المستغاث یا رسول اللہؐ ☆ المستعان یا رسول اللہؐ ☆ الشفاعۃ یا رسول اللہؐ ☆ الخلاص یا رسول اللہؐ ☆ یا نبیؐ از کرم بہ من گذری ☆ ان عنایت بکن بمن نظری ☆ نخل امید را بہ من ثمری ☆ گریہ وزاریم مرا اثری ☆ سیدا! در نگر فقیری من ☆ خواری و بیکسی و پیری من ☆ بکمند ہوا اسیری من ☆ رحم

فرماو دستگیری من ☆ روز آخر کہ می رود جانم ☆ مددی کن بہ حفظ ایمانم ☆ از عنایات تو رجا دارم ☆ کہ شوی چارہ ساز ہر کارم ☆ شد دو تا پشت طاقتم چو کمان ☆ زیر بار گناہ خذ بیدی ☆ سر نگونم فکندہ چون ہاروت ☆ نفس بدخواہ بہ چاہ' خذ بیدی ☆ میشود غول راہ می بردم ☆ دیو سرکش زراہ' خذ بیدی ☆ راست کن از کمال لطف و کرم ☆ کار من از گناہ' خذ بیدی ☆ کیست بی پشت و بی پناہان را ☆ جز تو پشت و پناہ خذ بیدی ☆ از تو ام دستگیری ای ہوس است ☆ ای دنی بارگاہ' خذ بیدی ☆ خاک پای تو ہست بر سر من ☆ افسر عز و جاہ خذ بیدی ☆ بر درت ایستادہ می گویم ☆ یا حبیب اللہ خذ بیدی...... طالب عفو و دیدار: شمس الدین احمد۔

غزل ۵۶

بہ رخسار و جبین و روی و عارض بردی ای دلبر..........

۱۔اپنے رخسار و جبین اور چہرہ و عارض سے اے میرے محبوب! آپ چھین لے گئے روشنی کو صبح سے' نور کو دن سے' شعاعوں کو چاند سے اور چمک کو سورج سے

۲۔آپ کے چہرے کے نور روشنی اور تابش و چمک نے' عاشق کی بصارت کو بینا' عقل کو دانا' جان کو روشن اور اس کے ضمیر کو منور کر دیا

۳۔ہر رات آپ کے کتے' اور دروازے کے پتھر' اور آپ کے کتے کے نگہبان' اور آپ کے دربان کے پاؤں پر پڑوں گا' سر پر رکھوں گا' فرمان برداری کروں گا اور چاکر ہو جاؤں گا

۴۔نہیں ہو گا سارے روم میں' ری اور چین و چنگل میں کوئی سوخ آپ جیسا خونریز اور فتنہ انگیز' اور رنگ آمیز اور جنگ آور!

۵۔رخسار پھول' موئے سنبل' سینہ نسرین اور تن سیمین قد طوبیٰ' چہرہ جنت' خط طوطی اور لب شکر

۶۔قبا ریشم' کلاہ حسین' بدن نازک' کمر چست و چابک عبارت عمدہ' کلام دلکش' منہ چھوٹا اور پیٹھ باریک

۷۔زلفیں اور طرہ ہای سیاہ' گفتار اور شیریں ہونٹ سمن سا ہیں' قمر فرسا ہیں' روح افزا ہیں اور جان پرور ہیں

۸۔میں اور نا امیدی' حسرت اور رنج و مشقت آپ کے گرد
پتھر کی فصیل' پیتل کی دیوار' لوہے کا دروازہ اور سونے کی چابی ہیں
۹۔آپ ہی گلشن ہیں' گلی کوچوں میں' اور آپ ہی حسن و حشمت میں
گلاب کا پھول ہیں' بت زیبا ہیں' اور پادشاہ کشور ہیں
۱۰۔ مستی و خمار اور چشم و لب کے ذوق میں' میں ہمیشہ
خرقہ باہر نکال لیتا ہوں' تسبیح پھینک دیتا ہوں' شراب پیتا ہوں اور ساغر تھام لیتا ہوں
۱۰۔اے جامی غور و فکر شعر اور نطق و گفتار و بیان میں اپنے لئے وبال ہو چکے ہو
دل کو خالی کر دو' سانس کو نگل دو' قلم کو توڑ دو اور کتاب پھینک دو

توضیحات غزل

ا۔رخسار= گال۔چہرہ۔منہ۔رو۔رخ۔عارض (رخسار بھی کہتے ہیں)۔عارض=رخسار۔گال۔لاحق ہونے والا' ملنے والا۔الحاق کرنے والا۔افق میں پھیلا ہوا بادل۔سپہ سالار۔فوجی افسر۔فوج کی موجودات لینے والا۔بخشی۔عرض کرنے والا۔عرضی لکھنے والا۔اتفاق۔عارضہ۔[تصوف کی اصطلاح میں حقیقت جمال اور عیان پر سے حجابوں کا دور ہونا اور نور ایمان کا کشف ہونا اور عرفان کے دروازے کھل جانا]۔اس مصرعہ میں رخسار اور عارض ہم معنی ہیں۔فروغ=روشنی۔تابش۔شعاع۔روشنائی۔پرتو۔نور۔عکس=شعاعیں چاند کی یا سورج کی۔چمکنا۔چمک۔پانی یا آئینہ وغیرہ میں کسی چیز یا شخص کی تصویر کا ظاہر ہونا۔عکس کھینچنے کی مشین (کیمرہ) سے کسی چیز یا آدمی کی صورت کھینچنا۔پھولوں یا جانوروں کی معمولی سی طرحوں کے ساتھ حاشیہ کا بھر دینا۔تاب=نور۔چمک۔تابش۔فروغ۔[بعض ترکیبات میں تابندہ (چمکنے والا) کے معنی میں آتا ہے جیسے شب تاب۔عالم تاب۔جہان تاب وغیرہ]۔توانائی۔گرمی۔پیچیدگی۔پیچ۔قہر۔غصہ۔رنج۔محنت۔مشقت۔غرور۔شکن جو زلف میں ہو۔رسی کا پیچ و خم۔خلل۔فساد۔اضطراب۔آنکھ میں کجی یا بھینگا پن۔اس پوری نعتیہ غزل میں مولانا جامیؒ نے لف ونشر کی صنعت کو بڑی عمدگی سے استعمال کیا ہے۔لف ونشر میں ایک جگہ چند الفاظ لاتے ہیں (لف) اور پھر ان الفاظ سے مربوط چند اور الفاظ ان کے ساتھ ترتیب کے ساتھ استعمال میں لائے جاتے ہیں (نشر)۔ترتیب کے ساتھ لف ونشر کی صنعت کو جب استعمال کیا جائے تو لف ونشر مرتب اور بے ترتیبی ہو تو لف ونشر غیر مرتب کہلاتی ہے۔زیر نظر پوری غزل مرتب لف ونشر کی ہے۔یعنی مثال کے طور پر پہلے شعر کی فارسی ترتیب نثر میں یوں ہوگی: ''ای دلبر! تو بہ رخسار فروغ از صبح' بہ جبین نور از روز' بہ روی عکس از ماہ و بہ عارض تاب از

خورشید بروی''۔ یعنی رخسار کو فروغ صبح' جبین کو نور روز' روئے کو عکس ماہ اور عارض کو تاب خورشید کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور یہی ہے صنعت لف ونشر مرتب۔ خور کے معنی خورشید کے ہیں اور یہ خورشید کا مخفف ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ نے اپنے رخساروں سے صبح کی روشنی چھین لی' جبین (پیشانی) سے دن کا نور' چہرے سے چاند کی چمک' عارض سے آفتاب کی روشنائی کو ماند کر دیا۔ شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے روئے انور کی مختلف چیزوں کو دنیا کی حسین ترین نورانی چیزوں سے مشابہ کر کے بیان کیا ہے کہ یہ تمام نورانی اور روشن وتابان چیزیں محبوب کے روئے منور کی نورانی اور روشن چیزوں کے مقابلے میں ماند پڑ گئی ہیں۔ ان کے رخسار کو دیکھ کر صبح کی روشنی ختم ہوگئی' ان کے جبین کی تابانی کے آگے دن کا نور بجھ گیا' ان کے چہرے کے سامنے چاند کی روشنی گل ہوگئی اور ان کے عارض کی تابانی دیکھ کر آفتاب کی چمک ٹھنڈی پڑ گئی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے حسن وجمال کی تابانی کے آگے دنیاوی نوری اشیاء بجھ جاتے ہیں اور ان کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ من کہ می بینم تفاوت از زمین تا آسمان ☆ چون کنم نسبت بہ روی یار مہر و ماہ را (آزر بیگدلی)۔ تشبیہ کردہ اند بہ ماہت' یکی بگیر ☆ از رخ نقاب ورفع کن این اشتباہ را (عبرت نائینی)۔ مہ خجل گردید از روی درخشان شما ☆ سوخت خور از حسرت رخسار تابان شما (بانو مہرا رفع جہان بانی)۔ روی خود را مگو شریک مہ است ☆ درنگوئی کہ لاشریک لہ است (جامیؒ)۔ چسان خورشید خوانم روی او را ☆ کہ مصحف را غلط خواندن گناہ است (محمد قلی سلیم)۔ خورشید را فسردہ بہ صد دست روزگار ☆ تا گلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی جرفادقانی)

۲۔ روان = جان۔ روح۔ نفس ناطقہ۔ فوراً۔ فی الحال۔ جلد۔ جاری۔ بہتا ہوا۔ جانے والا۔ مائع۔ چلنے کے عمل میں۔ تند وتیز۔ خرد عقل۔ ادراک۔ فہم۔ دریافت۔ دانائی۔ دانا = عقلمند۔ جاننے والا۔ عالم۔ باعلم۔ بامعرفت۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام یعنی علیم۔ ضمیر = انسان کا باطن۔ دل کا اندرون۔ خیال۔ وہ جو خاطر میں گذرے۔ وجدان۔ راز۔ سر پنہاں۔ دستور کی اصطلاح میں وہ لفظ جو اسم کی جگہ لے اور کسی چیز یا کسی شخص کی طرف منسوب ہو۔ اس معنی میں ضمیر کی کئی اقسام ہیں۔ انور = نہایت نورانی۔ نہایت روشن۔ خوبصورت۔ بہت درخشان۔ بہت تابناک۔ فرماتے ہیں گو کہ محبوب کے نور وروشنی کے آگے آسمانی روشن سیارے اور ستارے بے نور اور ماند پڑ جاتے ہیں لیکن ان کے عاشق صادق کی بصارت اُن کے نور سے بینا بن جاتی ہے۔ ان کی روشنی سے اس کی عقل بامعرفت' ان کی چمک سے اس کی جان منور اور ان کی تابانی سے اس کا قلب وباطن تابناک بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے روی انور اور چہرۂ تابناک ونورانی کو دیکھ کر عاشق کے محسوس عناصر ہی نہیں بلکہ غیر محسوس وغیر مرئی عناصر جیسے بصارت عقل' جان اور ضمیر' تک روشن اور منور ہو جاتے ہیں۔ بچشم من نگہ آوردۂ تست ☆ فروغ لالہ آوردۂ تست ☆ دچارم کن بہ صبح من رآنی

☆شمع را تاب مہ آوردہ تست (علامہ اقبالؒ)۔ مرا این سوز از فیض دم تست ☆ بہ تاکم موج می از زمزم تست ☆ خجل ملک جم از درویشی من ☆ کہ دل در سینۂ من محرم تست (علامہ اقبالؒ)۔

۳۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کی گلی کے کتے‘ آپ کے سنگ در‘ آپ کے کتے کے نگہبان اور آپ کے دربان کے آگے بالترتیب پاؤں پڑوں گا‘ سر پر رکھوں گا‘ فرمان برداری کروں گا اور غلام بن جاؤں گا۔ بالآخر یہ سارے خوش نصیب ہیں کہ آپ ان کے ہاں سے گذرتے ہیں اور یہ آپ کے دیدار اقدس سے اپنے دیدہ و دل کو روشن کرتے ہیں اور ان کی سعادتمندی سے متاثر ہو کر میں ان کو آنکھوں سے لگاؤں گا اور اس وسیلے سے بھی آپ کی ذات مقدس کے ساتھ اپنے انتہائی عشق کا اظہار کرتا رہوں گا۔ تا نہ حسپد سگ و نباید بہ سر کوی تو غیر ☆ پاسبانی کنم ای دوست سگ کوی ترا (فتح علی شاہ)۔ خاک پایش خواستم شد باز گفتم زینہار ☆ من بآن دامن نمی خواہم غبار خویش را (سعدیؒ)۔ پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں ☆ سر زیر بار منت دربان کیے ہوئے ☆ جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن ☆ بیٹھے رہیں تصور جانان کیے ہوئے (غالبؔ)۔

۴۔روم = موجودہ ترکی۔ روم کا سارا ملک ترکوں کے قبضہ میں تھا اور اب صرف موجودہ ترکی تک محدود ہے۔ سال ۱۹۱۴ء تک یہاں کا بادشاہ سلطان روم کہلاتا تھا۔ ۱۹۱۴ء سے یہاں جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ اس کا دارالخلافہ انقرہ ہے۔ یہی سلطنت عثمانیہ کہلاتی تھی۔ اسلامی ادب میں روم کی خوبصورتی کا خاصا ذکر پایا جاتا ہے خاص کر یہاں کے مرد جوانوں اور جوان عورتوں کا۔ ری = بڑا خوبصورت علاقہ تھا ایران کا جسے منگولوں نے دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح تباہ کر ڈالا۔ اس وقت ری‘ تہران کے تابع ایک شہر ہے جو تہران کے جنوب میں ہے اور تہران وقم کو ملانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے۔ گلسرین اور سیمنٹ سازی کے کارخانے یہاں کے معروف ہیں۔ مزار حضرت شاہ عبدالعظیمؒ امام زادہ حمزہؒ امام زادہ ابراہیمؒ بی بی شہر بانوؒ ابن بابویہؒ امام زادہ عبداللہؒ امام زادہ طاہرؒ برج طغرل‘ نقش اور شیر اول پادشاہ ساسانی‘ مزار ناصر الدین شاہ قاجار اور مزار رضا شاہ پہلوی اسی شہر میں ہیں۔ پہلے یہ شہر حضرت عبدالعظیم کہلاتا تھا لیکن قدیم نام کی مناسبت سے ایران کے فرہنگستان نے اس نام کو بدل کر ری رکھ دیا۔ اسلامی ادب میں مشہور ملک ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر ہوا ہے۔ چین = براعظم ایشیا کا مشہور ملک۔ چین کا نام ژن بادشاہوں کے نام سے ماخوذ ہے۔ ستانوے لاکھ اسی ہزار کلومیٹر مربع علاقے پر پھیلا ہے اور ایک ارب سے زیادہ کی آبادی والا ملک ہے۔ اس کا دارالخلافہ پکن کہلاتا ہے‘ سال ۱۹۴۹ء سے یہاں کمیونسٹ طرز کی حکومت قائم ہے۔ یہاں کے مشہور شہر ہیں: تن ژن‘ چن یانگ‘ پکن (دارالخلافہ)‘ چوفوچو۔ لوگوں کا مذہب بدھ مذہب ہے لیکن مسلمان بھی

یہاں آٹھ یا شاید نو کروڑ کی تعداد میں ہیں۔ یہاں کی ایک دیوار جو دیوارِ چین کہلاتی ہے، اور ایک نہر عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔ اسلامی ادب میں چین کا ذکر دور علاقے کی وجہ سے آیا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ فرمایا حضرت رسول اکرمؐ نے کہ مسلمانوں کو اگر علم حاصل کرنے کے لیے چین بھی جانا پڑے تو ضرور جانا چاہیے۔ اس حدیث پاک میں چین کی دوری یا ایک عجیب وغریب ملک ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ چگل = ترکستان کے ایک شہر کا نام جس کے جنوب اور مشرق میں خلخ، مغرب میں تخس، اور شمال میں قرقیز کا علاقہ ہے۔ یہاں کے سارے باشندے ترک نژاد اور بہادر اور بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اسلامی ادب میں حسن و جمال زیبارویان کی وجہ سے اس کا ذکر آیا ہے۔ شور انگیز = یعنی فتنہ ابھارنے والا۔ جس کی وجہ سے غوغا وجود میں آجائے۔ شور وغوغا برپا کرنے والا۔ فتنہ برپا کرنے والا یا وہ جو باعث فتنہ وغوغا ہو۔ رنگ آمیز = اس لفظ کے معنی مصور یا نقاش کے ہیں اور وہ جو رنگوں کو آپس میں ملائے۔ تو اس مناسبت سے اس آدمی کو کہیں گے جو ہر لحظہ خود کو مختلف رنگوں میں یا مختلف طریقوں میں ظاہر کرتا ہو یعنی فریب دینے والا۔ حیلہ گر (اور مولانا جامیؒ کا مقصد بھی اس شعر میں معشوق حیلہ گر یا فریب دہ سے ہی ہے)۔ فرماتے ہیں: یہ جو روم وری اور چین و چگل کے شہر معشوقوں کے حسن و جمال میں بڑے مشہور ہیں میں نہیں سمجھتا اور یقین نہیں آتا کہ روم کا کوئی معشوق آپ جیسا خون ریز، ری کا محبوب آپ جیسا فتنہ انگیز، چین کا زیباروی آپ جیسا حیلہ گر اور چگل کا دلا آرام آپ جیسا جنگ جو ہوگا۔ محبوب کو عاشق کی نسبت ستمگری، فتنہ پردازی، حیلہ گری اور جنگجوئی برتنے سے منسوب کیا ہے یعنی وہی ناز و بے پروائی اور بے نیازی جس نے محبوب کو ستمگر، فتنہ جو، حیلہ گر اور جنگجو بنا دیا ہے۔ خوبرویان ھمہ جاما یل جور ند ولی ☆ در صف سیم تنان چون تو جفا کاری نیست (مستورۂ کردستانی)۔ کنی کباب دلم را و گوئی آہ مکش ☆ بلند چون نشود از کباب سوختہ دود؟ (دہقانِ اصفہان)۔ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای ☆ باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش (عرفیؔ)۔ قاتلی خون مرا ریخت کہ در روز جزا ☆ نظر از ناز بہ ہنگامۂ محشر نکند (صرافؔ اصفہانی)۔ شکایت از تو ستمگر کجا برم چہ کنم ☆ تو دادرس تو جفا جو مرا کہ داد دہد؟ (شہیدیؔ قمی)۔ فریب بین کہ فرستد نوید وصل دمادم ☆ بدین خیال کہ شاید در انتظار بمیرم (ضمیریؔ اصفہانی)۔ جفا و جور تو کم شد مگر شدی آگاہ ☆ کہ من بہ جور و جفا نیز خوشدلم از تو؟ (شہابؔ اصفہانی)۔

۵/۶/۷۔ یہ تینوں شعر آپس میں مربوط ہیں اور اوپر کے شعر کے مضمون سے جڑے ہوئے ہیں، جس میں محبوب کی بعض صفتوں کا بیان ہے اور ان دو شعروں میں بھی محبوب کی بعض دیگر صفات کی تکمیل کی گئی ہے گویا ان تینوں اشعار میں محبوب سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے کہ ان صفات میں نہ روم وری میں اور نہ ہی چین و چگل میں آپ کا کوئی ثانی

ہے۔[پے در پے صفتوں کا بیان کرنے کی صفت کو تنسیق الصفات کہتے ہیں یعنی صفتوں کو ترتیب دینا یا اکٹھے کرنا یا آراستہ کرنا]۔ بر= سینہ۔آغوش۔بغل۔پھل۔نفع۔طرف۔حفظ۔یاد۔ جوان عورت۔ بلند۔ چوڑائی۔ پر۔ اوپر فائدہ۔ پستان۔ پہلو۔کمر۔نزدیک۔ جانب۔نسرین=اسے نسترن' نسترون اور سیوتی کا پھول بھی کہتے ہیں۔ یہ نرگس کی ایک قسم ہے اس کے پھول سفید وزرد رنگ کے ہوتے ہیں اور مرطوب جگہوں اور جنگلوں میں یہ خاصی تعداد میں اگتی ہے۔ان پھولوں سے عطر نکالتے ہیں۔نسرین کا پھول جاڑے میں برف کے نیچے بھی زندہ رہتا ہے اور مرتا نہیں۔ فارسی میں نسرین کے پھول کو گل عنبری' نرگس زرد اور گل مشکی بھی کہتے ہیں نسرین عورتوں کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔نسرین کا پھول مخصوص رنگ زرد و سفید کے لیے دلکشی کی علامت ہے۔ میان= کمر۔ درمیان۔کسی چیز کا بیچوں بیچ۔ تلوار وغیرہ کا غلاف۔ نیام۔ پٹکا۔ داخل۔ مابین۔ لاغر=باریک۔دبلا۔سمن = چنبیلی کا پھول۔ یاسمن۔ سا=مانند۔ مشابہ۔موافق۔ باج۔خراج۔نظیر۔شبیہ۔(سمن سا= چنبیلی کے پھول کی مانند۔ مانند یاسمن)۔ایک باریک قیمتی کپڑا۔[فارسی زبان میں سا کی ترکیب چھونے والے کے معنی میں بھی استعمال میں لائی جاتی ہے جیسے: آسمان سا۔فلک سا۔ پہلوسا' جبہہ سا۔ نیز نرم بنانے والے' ریزہ ریزہ کرنے والے اور کچل دینے والے کے معنی میں بھی لاتے ہیں۔ جیسے: ادویہ سا۔ بوی سا۔پیل سا۔جگر سا۔عنبر سا۔مشک سا۔جادو کرنے والے کی ترکیب کے معنی میں بھی لاتے ہیں جیسے پری سا]۔فرسا= گھسانے والا۔گلانے والا۔گھٹانے والا۔[فارسی ترکیب میں فرساینده کے معنی میں آتا ہے مثلاً خستہ بنانے والے' رنج دینے والے کے مفہوم میں جیسے: طاقت فرسا۔روان فرسا۔جان فرسا۔نیز نابود ومحو کرنے والے اور گلانے یا گھسانے والے کے معنی جیسے قمر فرسا' گردون فرسا]۔فرماتے ہیں کہ روم وری اور چین و چگل میں آپ جیسا کوئی نہ ہوگا جو گل رخسار ہو' سنبل مو ہو' نسرین آغوش ہو' سیمین مدن ہو' طوبیٰ قد ہو' جنت روی ہو' طوطی خط ہو' شکرلب ہو اور جسکی مخملین قبا ایسی خوبصورت ہو' کلاہ اتنی اچھی جچتی ہو' بدن اس قدر نازک ہو' کمر ایسی چست ہو' خوش عبارت ہو' دلکش کلام ہو' اتنا چھوٹا سا منہ رکھتا ہو اور کمر اتنی نازک ہو۔جس کی زلفیں چنبیلی کے پھول کی مانند' جس کے گیسوی مشکین رشک سے چاند کو بھی گلا دیتی ہوں' جس کا کلام اس قدر روح افزا اور جس کے شیرین ہونٹ جان پرور ہوں۔مولانا جامیؒ نے محبوب کے تن بدن کے تمام جزئیات کے ساتھ عشق صادق کا اظہار کیا ہے اور ہر جز و کو فطری مناظر کے شاہکار منظر یا تخلیق فطرت کی خوبصورت شے نیز انسانی آنکھ میں زیباترین متاع عالم کے ساتھ مشابہ کر کے نہ فقط محبوب کے کمال حسن و جمال کو ہماری نظروں کے سامنے لا کر مجسم کر دیا ہے بلکہ قوت بیان کی اور روانہ گفتار کی حیرت انگیز مثال بھی پیش کی ہے۔ان اشعار میں محبوب کے رخسار' موئے' سینہ وآغوش' بدن' قد' روئے' خط' لب اور قبا'

کلاہ، تن، کمر، خوش سخنی، خوش کلامی، منہ کی تنگی، زلف، طرہ مشکین، کلام جان پرور کی تعریف کی ہے اور تخلیق و موجودات قدرت کی زیبا ترین موجودات و تخلیقات سے مشابہ کیا ہے جن سے برتر اور کسی شاہکار و زیباترین جمال کے ساتھ محبوب کی صفتوں کو مشابہ نہیں کیا جا سکتا۔ پوری غزل موسیقی آمیز بحر میں ہے اور ایک عجیب وجدانی کیفیت رکھتی ہے۔ ایک خاص بات جو اس نعتیہ غزل کی خصوصیت میں کہی جا سکتی ہے، یہ ہے کہ یہ تمام تعریفیں فطری ہیں، یقینی ہیں اور حقیقت اساس ہیں۔ ان میں نہ کوئی اغراق ہے نہ مبالغہ۔ نہ غیر فطری ہیں اور نہ ہی غیر یقینی کیونکہ محبوب بشر ہیں۔ زمینی ہیں، ایک حقیقی وجود ہیں اور ایک چلتی پھرتی شخصیت کوئی خیالی وجود نہیں اور نہ ہی وہم و گمان کا کوئی بت یا صنم۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب یعنی حضرت رسول اکرمؐ سے مربوط مولانا جامیؒ کی تعریفیں خود ہمارے لیے روح افزا اور جان پرور ہیں اور دل و جان میں براہِ راست نقش پذیر۔ تا بم زول بردکا فرادائی ☆ بالا بلندی کوتہ قبائی ☆ چون مرگ ناگہ بسیار تلخی ☆ چون جان شیرین اندک وفائی ☆ از زلف پرخم مشکین نقابی ☆ از تابش تن زرین ردائی (غالبؔ)۔ دل بردز من فتنہ گری عشوہ نمائی ☆ زرین کمری کجکلہی تنگ قبائی ☆ در حسن و ملاحت چہ پری چہرہ نگاری ☆ در سرکشی و ناز چہ شوخی چہ بلائی (جامیؒ)۔ خرامندہ سروی برخ گلستانی ☆ فروزندہ ماہی بہ لب دلستانی ☆ بہشتی برخسار و در حسن حوری ☆ جہانی بہ خوبی و در لطف جانی ☆ نہ حور بہشت از طراوت بہشتی ☆ نہ سرو روان از لطافت روانی ☆ بہ بالا بلندی بیاقوت قندی ☆ بگیسو کمندی بہ ابرو کمانی ☆ زمشک ختن برعذارش غباری ☆ زشعر سیہ بررخش طیلسانی ☆ در آشفتگی زلفش آشوب شہری ☆ لبش در شکر خندہ شور جہانی (خواجو کرمانی)۔ وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا ☆ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی (میر تقی میر)۔ تیرے ہوتے ہوئے محفل میں جلاتے ہیں چراغ ☆ لوگ کیا سادہ ہیں سورج کو دکھاتے ہیں چراغ (احمدؔ فراز پاکستانی)۔ منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی ☆ قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی (غالبؔ)۔ ای شاہد قدسی کہ کشد بند نقابت ☆ وی مرغ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت (حافظؔ)۔

۸۔ حرمان = بے بہرہ ہونا۔ بے روزی رہنا۔ بے نصیبی۔ ناامیدی۔ محرومیت۔ مویوسی ناامیدی۔ یاس = ناامید ہونا۔ بائیں طرف۔ جوا کھیلنے والا قمار باز۔ آسان۔ سہل۔ یاسمن کا پھول۔ فرماتے ہیں میری ذات، میری مایوسی، میری محرومی، میرے دکھ اور میری مشقت یہ ساری چیزیں دراصل بالترتیب پتھر کی فصیل، پیتل کی دیوار اور لوہے کا دروازہ ہیں جو میری حالت زار کی ترجمانی اور میری سختیوں کی نمائندگی کرتی ہیں آپ کی ذاتِ مشکلشا ان مشکلوں کو کھولنے کی چابی ہے اور وہ بھی کلید طلا سونے کی چابی۔ مطلب یہ ہے کہ مری ذات آپ کے حضور میں جو کچھ لے کر آئی ہے مشکلات و مصائب کا مجموعہ ہے۔ آپ کی ذات ہر مشکل کے لیے کلید زر ہے اس لئے میری ہر سختی اور میری ہر

مصیبت آپ کے فضل وکرم کی کلید زرین سے دور ہوگی۔ کرُو درمیانی دردو غم یا رحمۃ للعالمینؐ ☆ کرتم رحم پئۃ برکرم یا رپۂ للعالمینؐ (عاصی کشمیری)۔ کیاہ شوب میانس آدس تہ جاوس ☆ رخ چھم پانس وراس بدکار ☆ درح گوم نفسن لوگنس داوس ☆ داوس اُتھ دنہ ناوس زار (نادم کشمیری)۔ بہ چس بیکس پتھر پیوست غموتی ☆ ژ یہ روس کا نہہ چھمنہ یاور یا محمدؐ ☆ نظر کرتم میہ ژلنم غم تہ داوی ☆ بہ چھس دل خستہ ابتر یا محمدؐ (قاضی نظام الدین خانیاری)۔ خبراہ ییٔ گوھ بے آرامن ☆ نظراہ دتہ اسہ چھی بیار ☆ تھا وتھ بیوٹھک کتہ اسہ خامن ☆ روٹ چون دامن بوز سانی زار (نادم کشمیری) ☆ (حصار = قلعہ۔ گڑھ۔ گھیرنا۔ احاطہ کرنا۔ محاصرہ کرنا۔ ایک قسم کا گدا جو اونٹ کی پالان کی مانند اس کی پیٹھ پر ڈال کر سوار ہوتے ہیں۔ موسیقی کا ایک شعبہ۔ پنجاب کے ایک مشہور شہر کا نام۔ تاجکستان کے ایک گاؤں کا نام جہاں سے بہت سے سادات حضرت شاہ ہمدانؒ کے ہمراہ کشمیر میں تبلیغ دین اسلام کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس جگہ کو میں اسی شوق میں دیکھنے کیلئے دوشنبہ سے گیا تھا (شمس الدین احمد)۔ دیوار۔ قلعہ کے اردگرد کی دیوار۔ فصیل۔ وہ پناہ گاہ جو آدمی کو دشمن سے محفوظ رکھے۔ ہر دیوار والی محصور جگہ۔ سور = شہر پناہ۔ دیوار۔ فصیل۔ اس معنی میں یہ لفظ ابھی بھی کشمیر زبان میں رائج ہے۔ جدید فارسی میں ضیافت۔ جشن۔ دعوت۔ شادی۔ ختنہ میں دی جانے والی دعوت (ختنہ سوران) کے معنی میں آتا ہے۔ گھوڑا یا خچر یا گدھا جس کے سر کے بالوں سے دُم تک ایک سیاہ لکیر ہو (ایران میں اکثر ایسی سواری کو منحوس جانتے ہیں اور کہتے ہیں سوراز گلہ دور یعنی سور گلہ سے دور)۔ سوئیوں کی مانند تیز پتے والا مخروطی درخت جو ہمیشہ سبز رہتا ہے۔ روی = کانسی۔ (انگریزی میں زِنک)۔

۹۔ برزن = گلی۔ کوچہ۔ محل۔ میونسپلٹی کی طرف سے شہر کی تقسیمات میں سے ایک حصہ۔ میونسپلٹی کا ایک شعبہ جو ایک محلہ کے اُمور سنبھالتا ہے۔ حشمت = بزرگی۔ دبدبہ۔ عظمت۔ شوکت۔ جاہ وجلال۔ شکوہ۔ شرم وحیا۔ گل حمرا = گلاب کا پھول [حمرا = نہایت سرخ۔ بہت لال۔ سرخ رنگ کی عورت۔ ہر سرخ رنگ مادہ۔ دوپہر کی سخت دھوپ۔ سخت سال۔ سخت گرمی]۔ رعنا = خوشنما۔ خوبصورت۔ چالاک۔ خود آرا۔ صاحب غرور۔ صاحب نخوت۔ ایک پھول کا نام جو باہر سے زرد اور اندر سے سرخ ہوتا ہے۔ ہر دو رنگی چیز۔ خود پسند۔ متکبر۔ زیبا۔ حسین۔ بت = مورت۔ صنم۔ معشوق۔ محبوب۔ لکڑی یا پتھر یا دھات کی کوئی بھی صورت حیوان کی یا خیالی دیو کی یا خود ساختہ دیوتا کی جسے غیر مسلم پوجتے ہیں۔ فرماتے ہیں میرے معشوق! پھول زاروں میں، کوی و برزن میں، حسن وعظمت میں آپ ہی گل حمرا ہیں، بت رعنا ہیں، ماہ درخشاں ہیں اور بادشاہ کشور ہیں۔ مطلب یہ کہ محبوب حسن وجمال کے تمام محسوس تصورات کمال میں سب سے حسین وجمیل ہیں۔ پھولوں کے باغ میں پھول بے شمار ہیں اور حسن والے بھی لیکن ان کا

بادشاہ گلاب کا پھول میرا ہی محبوب تو ہے۔ گلی کوچوں میں حسن والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے لیکن خوشنما اور زیبا ترین صاحب جمال میرا ہی صنم ہے۔ خوبی وحسن میں کتنے ہی ہیں جو اپنے حسن و جمال میں دلکش ہیں لیکن ان سب پر میرے محبوب کا جمال ماہ رخشندہ کی طرح بھاری ہے۔ جاہ وجلال میں کتنے حکمران ہیں جو صاحب دبدبہ ہیں لیکن ان سب کا شہنشاہ میرا معشوق ہے جس کی عظمت وشوکت منفرد ہے۔ غرض محبوب ہر رنگ میں خوش جمال، زیبا اور عظیم ترین ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور ثانی ہونے کی وجہ سے ان کا سایہ تک نہیں۔ توئی در ملک جان خسرو چہ خسرو، خسرو خوبان ☆ بود نخل قدت فتنہ چہ فتنہ، فتنہ دوران ☆ جمالت مجمعی باشد چہ مجمع، مجمع خوبی چہ خوبی، خوبی یوسف چہ یوسف یوسف کنعان ☆ یقین چشمت بود جادو چہ جادو، جادوی کافر ☆ چہ کافر کافر رہزن چہ رہزن، رہزن ایمان (لطفی بختیاری)۔ گر میسر شود آن روی چو خورشید مرا ☆ پادشاہی چہ، کہ دعوای خدائی بکنم (بیگم دہلوی)۔ شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دہنان ☆ کہ بہ مژگان شکند قلب ھمہ صف شکنان (حافظ)۔ صورت خوبت نگارا خوش بہ آئین بستہ اند ☆ گوئیا نقش لبت از جان شیرین بستہ اند ☆ خط سبز و عارضت بس خوب ودلکش یافتم ☆ سائبان از گرد عنبر گرد نسرین بستہ اند ☆ یارب آن روی است در پیرامنش بند کلاہ ☆ یا بگرد ماہ تابان عقد پروین بستہ اند (حافظ)۔ ہے صاعقہ وشعلہ وسیماب کا عالم ☆ آتا ہی سمجھ میں میری آتا نہیں، گو آیے (غالب)۔ مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس ☆ زلف سیاہ رخ پہ پریشان کئے ہوئے ☆ چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو ☆ سرمے سے تیز دشنہ مژگان کئے ہوئے ☆ اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ ☆ چہرہ فروغ مے سے گلستان کئے ہوئے (غالب)۔

۱۰۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے چشم ولب کی مستی ومخموری میں میری یہ حالت ہے کہ خرقہ زہد کو پھینک دیا ہے، تسبیح ترک کردی ہے اور شراب وساغر کو اختیار کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے چشم ولب دونوں میں ایسی مستی اور خمار ہے کہ ان کے ذوق وشوق میں زہد وتسبیح کو ترک کردیا ہے اور اب یہی مستی وخمار جو مستی وخمار بادہ سے کم نہیں میرا کاروبار شوق ہے۔ یعنی محبوب کی آنکھیں اور اس کے ہونٹ آب حیات سے معمور ہیں جو زہد وتسبیح کے مقابلے میں براہ راست عاشق کو منزل وصل ودیدار یار تک پہنچاتی ہیں۔ محبوب کی آنکھوں کا خمار اور اس کے لبوں کی مستی ہی عاشق کے لئے معرفت کی مستی اور معرفت کی شراب ذوق ہے۔ خمی کہ ابروی شوخ تو در کمان انداخت ☆ بقصد جان من زار ناتوان انداخت ☆ بنود نقش دو عالم کہ نقش زلفت بود ☆ زمانہ طرح محبت نہ این زمان انداخت ☆ بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد ☆ فریب چشم تو صد فتنہ در جہان انداخت (حافظؒ)۔ آن شدای خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی ☆ کار ما بالب ساقی ولب جام افتاد (حافظؒ)۔ زچشم مست تو آنہا کہ آگہی دارند ☆ مدام

معتکف آستان خمارند (خواجو کرمانی)۔ ولا تا طلعت سلمٰی نہ یابی ☆ بدینا روضۂ عقبیٰ نہ یابی ☆ زہستی رونق مستی بینی ☆ زتو بہ لذت تقویٰ نہ یابی ☆ درین بتخانہ تا صورت پرستی ☆ نشان از عالم معنی نہ یابی (خواجو کرمانی)۔ مقصد ہے ناز وغمزہ ولی گفتگو میں کام ☆ چلتا نہیں ہے دشنہ وخنجر کہے بغیر ☆ ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو ☆ بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر (غالب)۔

۱۱۔ وبال=عذاب۔ ناگوار ہونا۔ سختی۔ گرامی۔ بدانجامی۔ کسی ستارے کا بوجھ اور وبال جیسے آفتاب کا وبال دلو میں' چاند کا جدی میں' عطارد کا برج قوس اور حوت میں' زہرہ کا عقرب میں' مریخ کا میزان میں اور ثور میں' مشتری کا جوزا اور سنبلہ میں' زحل کا برج سرطان اور اسد میں وبال ہوتا ہے۔ گناہ۔ تقصیر۔ فرماتے ہیں کہ فکر شعر اور نطق کلام اور بیان گفتار میں اے جامیؔ تم اپنے لئے وبال بن گئے ہو اب بہتر یہی ہے کہ یہ کار بار شوق چھوڑ دو' فل کو افکار سے خالی کر دو' خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ' قلم کو توڑ دو اور دفتر کو پھینک دو۔ یہ تجاہل عارفانہ ہے دراصل اپنے بیان گفتار' اور قوت کلام' اشعار کی عمدگی اور تخیل کی صداقت کی تعریف لوگوں سے کروائی ہے کہ وہ میرے کلام کو اس قدر اچھال رہے ہیں کہ ان کا تعاقب میرے لئے وبال جان بن گیا ہے اور ان کی طرف سے عکس العمل میرے لئے اس حد تک نا قابل تحمل بن گیا ہے کہ میں اب شعر گوئی کو ترک کرنے کی سوچ رہا ہوں۔ شاعرانہ تعلّی ہے اور ہر شاعر اپنے کلام کے بارے میں حُسنِ ظن رکھتا ہے۔ یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالبؔ ☆ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا (غالبؔ)۔ ریختہ کہ تم ہی استاد نہیں ہو غالبؔ ☆ کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا (غالبؔ)۔ ہوں ظہوریؔ کے مقابل میں خفائی غالبؔ ☆ میرے دعویٰ پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں (غالبؔ)۔ حسد چہ می بری ای سست نظم بر حافظؔ ☆ قبول خاطر ولطف سخن خدادا داست (حافظؔ)۔ عراق و پارس گرفتی بہ شعر خوش حافظؔ ☆ بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است (حافظؔ)۔ حافظؔ چہ طرفہ شاخ نباتی است کلکِ تو ☆ کش میوہ دل پذیر تر از شہد وشکر ست (حافظؔ)۔

غزل ۶۰

یا بہ شمشیر جفا در جگرم چاک انداز........................

۱۔ یا تو آپ جفا کی تلوار سے میرا جگر چاک کر دیجئے
یا رحمت کی ایک نظر مجھ غمزدہ پر ڈال دیجئے
۲۔ آپ کے لعل لب کی ہوس میں میں تشنہ لب خاک ہو کے رہ گیا
ساغر شراب کو تھام لیجئے اور اس خاک پر بس ایک گھونٹ ڈال دیجئے

۳۔میں آپ کے طوق میں بندھا کتا ہوں' جس وقت آپ شکار کا ارادہ کریں گے
تو اپنے حلقہٗ فتراک کا طوق میری گردن میں ڈال دیجئے
۴۔چہرے کو فروزاں کر کے گل ولالہ کو دیکھنے کیلئے ٹہلنے کو نکل جایئے
اور ان مٹھی بھر خس و خاشاک پر رشک سے آگ لگا دیجئے
۵۔کوئی بات کرنے کے لئے ہونٹ کھولئے اور عقلمندوں کے
آئینہ ادراک میں غیب کا کوئی راز ڈال دیجئے
۶۔صاحب نظر عشاق کب تک غم و درد کی تلچھٹ پیتے رہیں گے
ای قضا! افلاک کے خمخانوں پر پتھر مار دیجئے
۷۔جامیؔ! عشق کے ہاتھوں کیوں نالہ و فریاد کرتے ہو' تجھے کس نے کہا تھا
کہ ایک سنگدل' سرکش اور بی باک کے ہاتھ میں اپنا دل دے دو

توضیحات غزل

۱۔جفا= ظلم۔ستم۔زیادتی۔جور۔بیوفائی۔بے مہری۔فرماتے ہیں یا تو آپ شمشیر جفا سے میرا جگر زخمی کر کے اسے کاٹ دیجئے یا مجھ غمزدہ پر رحمت کی نظر کیجئے ۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی دوری اور پھر بے پروائی میرے لئے ناقابل تحمل ہیں یا تو آپ ایک ہی بار ستم سے کام لے کر مجھے قتل کر دیجئے اور یا مجھ غمزدہ آدمی پر رحم وکرم کی نظر ڈال کر میرے دکھوں کا مداوا کیجئے۔محبوب سے نظر رحمت کی التجا ہے۔ دل خستگان را شاد کن ما راز غم آزاد کن ☆ از عاشقانت یاد کن بخرام در کوی وفا (احمد جامی)۔طبیب خستہ دلانی تو یارسول اللہؐ ☆ بکن علاج من بی دوا برای خدا (واعظ کشمیری)۔از میان صد بلا من سوی تو بگریختم ☆ دست رحمت برسرم نہ یا برافشان آستین ☆ یاروان کن آب رحمت آتش غم رابکش ☆ یا خلاصم دہ چو عیسیٰ زین جہان آتشین (ثنائی)۔بحق آن خدای حی ودود☆ یک نگاہی نما سلام علیک ☆ از نگاہ تو خاک وخس گردد☆ چون زر وکیمیا سلام علیک (بینوا کشمیری)۔آفتابی کند بہ نور و شرف ☆ نظری گر کنی بہ سوی سہا ☆ نظر لطف کن برین عاصی ☆ کان نظر بہ بود ز ظل ہما (جید کشمیری)۔نظر کن یارسول اللہ نظر کن ☆ ببین حال گدای جتلائی ☆ شدم بیمار از تیمار ہجران ☆ جمال خود نما یابم شفائی (حسن کشمیری)۔چشم رحمت برکشا واز عنایت یک نظر☆ کن بحال مضطرم یا رحمۃ اللعالمین (قادری کشمیری)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ آپ کے سرخ ہونٹوں کی ہوس وحسرت میں خاک ہو گیا۔اب آپ ساغر شراب تھام لیں

اور میری اس خاک پر ایک گھونٹ ڈال دیں کہ مجھ میں پھر سے جان آجائے۔ مطلب یہ ہے کہ آب حیات سے معمور آپکے ہونٹوں سے کوئی بات کوئی کلام سننے کی آرزو میں خاک ہو چکا ہوں۔ آب حیات کے ساغر (دہان اقدس) سے میری خاک پر چند قطرے گرا دیجئے کہ میں پھر سے زندہ ہو جاؤں یعنی آپ سے کلام سننے کی تمنی میں خاک ہو چکا ہوں۔ اب آپ چشمہ آب حیات جیسے دہن سے مجھ سے ہمکلام ہوں کہ اس خوشی سے میں پھر سے جی اٹھوں۔ [قدیم زمانے میں شراب پینے سے پہلے خاک پر گھونٹ بھر شراب ڈالنے کی ایک روایت تھی اور کہتے تھے کہ شراب میں زمین کا بھی حصہ ہے کہ بالآخر اسی کی پیداوار ہے۔ اس شعر میں شراب کا گھونٹ زمیں پر یا خاک پر ڈالنے کی جو بات مولانا جامیؒ نے کہی ہے اس میں اس روایت کی طرف بھی اشارہ ہے]۔ ۔چہ شود گر دوای من بخشند☆ چشم مست تو ولب میگون (جید کشمیری)۔ مس قلبم بیک نظر زر کن☆ کان نظر ہچو کیمیا داری☆ یک سخن کن بمن کہ آب حیات☆ درلب لعل محتوی داری (احمد بیج بہاوری)۔ چشمہ حیوان کجا لعل کب جانان کجا☆ ہر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا (حیدر طہماسپی)۔ گر بہ گل گیرد در میخانہ ہا را محتسب☆ ما خمار آلودگان را آن لب میگون خوش است (صائب)۔ بہوای لب لعل تو صنم زاہد شہر☆ توبہ بشکستہ و در میکدہ ساغر زدہ است (ھمای شیرازی)۔

۳۔ طوق = گلے کا حلقہ۔ پٹہ۔ طاقت۔ توانائی۔ ہار۔ مالا۔ کبوتر و فاختہ وغیرہ کی گردن کے گرد حلقہ نما لکیر۔ گردن کے گرد کا حلقہ زیور۔ فتراک۔ زین کے آگے یا پیچھے بندھی ہوئی رسی جس میں شکار لٹکاتے ہیں۔ شکار بند۔ فرماتے ہیں کہ آپ کا طوق میری گردن میں تو ہے ہی کیونکہ میں آپ کا کتا ہوں۔ جب آپ شکار کرنے کے ارادے سے نکلیں گے تو فتراک کی رسی کو میرے لئے گردن کا طوق بنا دیجئے۔ کتے سے تشبیہ دینے میں اپنی انتہائی خاکساری، احساسِ دربانی اور کمال وفاداری کا اظہار کرنا مقصود ہے اور محبوب کے آگے اس مشابہت سے بڑھکر جس میں اپنی عاجزی اور نیستی کے علاوہ رذیلِ خلایق ہونے کا بھی صریح عنصر موجود ہو اور کوئی مشابہت نہیں نیز صبر و تحمل اور خاموشی کے ساتھ سختی و شدائد برداشت کرنے اور وفاداری کی ایک نمایاں علامت کے طور پر کتے سے مشابہت بہت مناسب سمجھی گئی ہے۔ اپنی وفاداری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں تو ہمیشہ ہی گردن میں آپ کا طوق رکھتا ہوں اب جب آپ شکار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو طوق کے اوپر حلقہ فتراک بھی چڑھا دیجئے کہ آپ کے شکاروں میں بھی میرا شمار ہو۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے عشق میں موت ہو جانے کی آرزو ہے۔ ۔میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں☆ وہ ستمگر میرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا (غالب)۔ کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجئے☆ ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا (غالب)۔ عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا☆ درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا (غالب)۔ مرتے ہیں آرزو میں مرنیکی☆ موت آتی ہے پر نہیں آتی (غالب)۔

۴۔فروزان = (افروختن) روشن کرنا۔ بھڑکانا۔ درخشان کرنا۔ تابان کرنا۔ فرماتے ہیں کہ اپنے چہرہ روشن کیساتھ آپ باغ میں گل ولالہ کو دیکھنے کیلئے ذرا خراماں خراماں سیر کیجئے تا کہ ان مٹھی بھر خس وخاشاک میں آپ کے چہرے کا حسن و جمال دیکھ کر رشک سے آگ لگ جائے۔ محبوب کے چہرے کے مقابلے میں گل ولالہ کو خس و خاشاک کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے حسن و جمال کے مقابلے میں باغ کے پھول بے وقعت ہیں۔ بلکہ اگر ان کو اپنے حسن پر ناز ہے تو آپ لمحہ بھر کے لئے اپنے چہرہ تابان کے ساتھ ٹہلنے کو نکلیں تا کہ انہیں احساس ہو جائے کہ ان کی خوبصورتی آپ کے حسن و جمال کے آگے خس وخاشاک کی طرح ہیچ و بے قدر ہے۔ مُراد یہ ہے کہ حسنِ محبوب کا کوئی جواب نہیں۔ یہ لاثانی ہے ۔ ہر کجا نظارہ کنم بینمت بہ چشم ☆ گیتی بعہد حسن تو آئینہ خانہ ایست (آتش اصفہانی)۔ چونور نظر از رخش باز گردد☆ زشادی در آغوش مژگان نگنجد (اقدسی مشہدی)۔ ز تیرہ بختی آئینہ حیرتی دارم☆ ترا کشید در آغوش و آفتاب نہ شد (بہجت شیرازی)۔ بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد☆ فریب چشم تو صد فتنہ در جہاں انداخت ☆ شراب خوردہ وخوی کردہ کی شدی بہ چمن ☆ کہ آب روی تو آتش درار غوان انداخت ☆ بنفشہ طرہ مفتول خود گرہ می زد☆ صبا حکایت زلف تو درمیان انداخت ☆ زشرم آنکہ بہ روی تو نسبتش کردم☆ سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت (حافظؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں اے محبوب! کوئی بات کرنے کیلئے ہونٹ کھولئے اور خردمندوں کے آئینہ ادراک میں غیب کا کوئی راز ڈال دیجئے مطلب یہ ہے کہ محبوب کا کلام اسرار غیب کا حامل ہوتا ہے اور جو نکتہ ور اور اہل خرد ہیں ان کی عقل وفہم کی رسائی ان اسرار تک کہاں ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں آپ کا کلام چونکہ اسرار بانی اور رازہای عالم غیب کا ترجمان ہے اس لئے صاحب فہم وادراک جن کا آئینہ عقل سطحی طور پر روشن ہے کو صاحب بصیرت بنا دیجئے اور انکے فکر وادراک کو غیبی اسرار کی سمجھ سے جلا دیجئے ۔ نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت وخط نہ نوشت ☆ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد (حافظ)۔ جو فلسفوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا ☆ وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں (حفیظ جالندھری)۔

۶۔فرماتے ہیں صاحب نظر لوگ کب تک غم اور درد کی تلچھٹ پیتے رہیں گے ای قضا! افلاک کے خمخانہ کو پتھر سے اڑادو تمام طور پر شدائد ومصایب اور غم وآلام کو گردش افلاک سے منسوب کرتے ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں صاحب نظر لوگ کب تک خمخانہ افلاک سے درد ومصیبت کی تلچھٹ پیتے رہیں گے۔ اے قضا! اب تو اس عذاب سے رہائی دے اور افلاک کے خمخانہ کو پتھروں سے اڑا دے کہ ہماری قسمت میں بھی بادۂ ناب آجائے اور یا ہم اس سختی سے خلاصی پائیں۔ [دُرد = شراب کی تہ میں باقی رہنے والی تلچھٹ۔ خمخانہ = شراب خانہ]۔ مولانا جامیؒ نے

صاحب نظر لوگوں کی بادۂ معرفت سے محرومی کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ صاحب نظر لوگوں کے حصہ میں خالص تلچھٹ آئی ہے اور بادۂ عرفان سے وہ محروم ہیں اس لئے اے تقدیر! کچھ گردش سے کام لے اور صاحب نظر حضرات کو صاحب عرفان بنادے۔ کب تک گردش افلاک کے ہاتھوں وہ اس محرومی کا شکار ہوتے رہیں گے۔ خود کو صاحب نظر لوگوں میں شامل رکھ کر مولانا جامیؒ نے صاحب عرفان ہونے کی آرزو کا اظہار کیا ہے اور بادۂ عرفان سے مست و مدہوش ہونے کی تمنا کو بیان کیا ہے۔ صاحب نظر کی حیثیت سے قطعی محرومیت کا ذکر تو نہیں کیا ہے البتہ کہا ہے کہ ہمارے حصہ میں فقط بادۂ معرفت کی تلچھٹ آتی رہی لیکن اب یہ تلخی جو محض درد و غم کی تلخی تھی حد سے گذر چکی ہے اور خالص شراب عرفان کی آرزو ہے بیا و کشتی مادر شط شراب انداز ☆ خروش وولولہ در جان شیخ وشاب انداز ☆ بیار زان می گلرنگ مشکبو جامی ☆ شرار رشک وحسد در دل گلاب انداز (حافظ)۔ عارف از پر تو می راز نہانی دانست ☆ گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست (حافظ)۔ پلادے مجھے وہ می پردہ سوز ☆ کہ آتی نہیں فصل گل روز روز ☆ وہ می جس سے روشن ضمیر حیات ☆ وہ می جس سے ہے مستی کائنات ☆ وہ می جس میں ہے سوز وساز ازل ☆ وہ می جس سے کھلتا ہے راز ازل (اقبالؒ)۔

۷۔ جامی! عشق کی وجہ سے تمہاری نالہ وفریاد بے سود ہے تجھے کس نے محبوب سرکش و بے باک کے ہاتھ میں اپنا دل دینے کو کہا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب بے پرواہ، بے باک ہے اس لئے عشق میں گریہ وزاری کرنے سے اُس کے دل سنگین کو نرم کرنے کی توقع نہ رکھ۔ عشق کیا ہے تو اس کے نتائج یعنی اسکے شدائد اور اسکی سختیوں کو بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ کیا کس نے جگرداری کا دعوی؟ شکیب خاطر عاشق بھلا کیا (غالب)۔ یہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیوں؟ یہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا (غالب)۔ ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب ☆ خون جگر ودیعت مژگان یار تھا (غالب)۔ یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ☆ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو (غالب)۔ میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں ☆ وہ ستمگر میرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا (غالب)۔ کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجئے ☆ ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا (غالب)۔ جراحت تحفۂ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ ☆ مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا (غالب)۔ ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ☆ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک (غالب)۔ کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو ☆ نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو (غالب)۔

غزل ۶۱

تنہاز کجا میرسی ای سرو قبا پوش............

ا۔ای سرو قد قبا پوش ! یہ اکیلے آپ کہاں سے آ رہے ہیں
افسوس ! آپ تو آ رہے ہیں لیکن میں ہوش سے جا رہا ہوں
۲۔میں لذت دیدار سے کہاں شناسا ہوں کہ ابھی آپ کو
دور سے دیکھا بھی نہیں اور پریشان خاطر اور مدہوش ہو کر گر پڑتا ہوں
۳۔گو کہ آپ میرے دل تنگ سے باہر نہیں رہتے
پھر بھی آگے آجایئے کہ اپنی جان کی طرح آپکو میں بھینچ لوں
۴۔آپ کے کان میں میری بدبختی کے بارے میں بس ایک بات
کون کہہ سکتا ہے سوائے کان کی لو کا وہ خال!
۵۔اگر میں چند باتیں آپ کی خدمت میں عرض کروں تو میں جانتا ہوں
آپ کی طبیعت لطیف انہیں ابھی فراموش کرے گی
۶۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ دونوں دنیاؤں میں آپ کا خیال کرے
تو آپ بھی خستہ دلوں کا خیال کرنے کی کوشش کریں
۷۔میخانے سے مقصد شراب عشق ہے اے جامی !
خواہ سبو سے پی لو اور خواہ قدح سے !

توضیحات غزل

ا۔دردا= ہائے افسوس۔ دریغا۔ آہ۔ فرماتے ہیں اے میرے محبوب سرو قد قبا پوش! آپ اکیلے کہاں سے آ رہے ہیں؟ آہ! آپ آ تو رہے ہیں لیکن میں خود جا رہا ہوں ہوش وحواس سے مطلب یہ ہے کہ محبوب مقابل کی طرف سے آ رہے ہیں اور اکیلے ہیں گویا عاشق کے لئے یہ ایک نایاب لمحہ ہے کہ محبوب اکیلا ہو اُدھر سے آ رہا ہو اور عاشق اِدھر سے جا رہا ہو کہ ایک غیر متوقع ملاقات ہو جائے گی اور عاشق غالباً گلے شکوے کرے گا' اپنی حالت زار بیان کرے گا اور پھر جی بھر کر محبوب کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرے گا اور شاید محبوب کے ہونٹوں سے کوئی بات سننے

کی بھی امید کرے گا۔ لیکن دور سے محبوب کو آتے دیکھ کر عاشق اس کے حسن وجلال اور زیبائی و جمال سے اس قدر مرعوب ہو جاتا ہے کہ محبوب سے ملنے یا بات کرنے کی اسے سدھ بدھ ہی نہیں رہتی اور وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور اس نایاب لمحہ کو بھی گم کر دیتا ہے مراد یہ ہے کہ محبوب کا حسن اور اس کا جمال وجلال عاشق کو ہمیشہ ہوش وحواس کی گم گشتگی کے عالم میں رکھتا ہے اور اس منزل پر اس میں دیدار محبوب کی تاب وتوانائی نہیں ہوتی اور اگر یہ سعادت اسے نصیب بھی ہو جائے تو محبوب کی حسین شخصیت اور اس کا دلکش وجود اسے بے حس بنا دیتا ہے۔

۲۔ آشفتہ = خراب حال۔ پریشان۔ شوریدہ۔ مضطرب۔ متفرق۔ پراگندہ۔ پریشان حال۔ بے ترتیب و بے نظم۔ درہمی سے دوچار یعنی درہم برہم۔ غضب ناک۔ خشمگین۔ رنجیدہ سرگردان۔ بے رونق۔ مدہوش = (مصدر دہشت سے اسم مفعول) دہشت زدہ۔ حیران۔ ہکابکا۔ سرگشتہ۔ بھوچکا۔ متحیر۔ یہ شعر بھی اوپر کے شعر کے خیال کا پیچھا ہے اور دونوں آپس میں مربوط اور بندھے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں لذت دیدار سے کہاں واقف ہوں؟ جب یہ سعادت قریب ہوتی ہے اور آپ کو دور سے آتے ہوئے ابھی ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں پاتا ہوں کہ بس میرے ہوش اڑ جاتے ہیں اور اسی عالم میں حیران وسرگردان رہتا ہوں اور آپ کے دیدار کی لذت سے محروم ہو جاتا ہوں۔ وائے دیوانگی شوق! کہ ہردم مجھ کو ☆ آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیران ہونا (غالب)۔ اے دل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر ☆ کون لاسکتا ہے تاب جلوۂ دیدار دوست؟ (غالب)۔ ڑیوان روشہ چھکھتہ ہوشہ ڈلہ یو مدنو ☆ بہ ڑیوان ھرنہ چشمن سو رمہ چھلہ یو مدنو (روسل میر) ☆ ژلہ لارڈ چھکھ حال ونہ ہے والہ ڈچھ ہے رو یے ☆ گلہ زیومیہ گیم اش وڈکھم دوڈرلیہ دنے کیاہ (مہجور)۔

۳۔ فرماتے ہیں آپ میرے دل تنگ میں ہمیشہ ہیں لیکن دل میں ہو کر بھی چاہتا ہوں کہ آپ سامنے آکر مجھے موقع بخشیں کہ آپ کو اپنی آغوش میں لے کر آپ سے بغل گیر ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ گو آپ میری جان میں دل میں اور میری رگ رگ میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود بھی آپ کو سامنے بے محابا دیکھنے کی آرزو بے قرار کئے دیتی ہے کہ آپ سے بغل گیر ہو جاؤں۔ انتہائی عشق اور دیدار یار کی تمنا کا اظہار ہے۔ لولہ فنر کرے بہ گور گور ☆ دُردانہ موھیم دُور دُور ☆ اتھ ماہ رویس ٹھوڑ مہ تھاو ☆ کیاہ نیرھتہ اکہ رَویے ہاو ☆ ہاو عاشقن نُور ظہور ☆ دُردانہ موھیم دور دُور (مہجور)۔ لالہ ییہ ناسالہ رَتہ ھن نالہ ونہ ھس حالِ دل ☆ بوزِ ناکرِ میوٗن چارے سوز دل شہلاوِنا (مہجور)۔ کھلتھ سینس اندر نالہ وُتھ شامہ سوٗندر ☆ جامہ زن سروقدس پان ڈلو یو مدنو (روسل میر)۔

۴۔ نکتہ = باریک کلام۔ وہ پاکیزہ بات جو پوشیدہ ہو اور ہر ایک کی سمجھ میں نہ آسکے۔ نقطہ۔ دقیق بات۔ باریک مضمون۔ رمز۔ سر۔ خال بناگوش = [خال = سیاہ نقطہ جو جسم پر ہوتا ہے۔ سیاہ اونٹ۔ ماں کا بھائی۔ ماموں۔

بنا گوش= کان کا نچلا حصہ جس میں چھید کر کے گوشوارہ پہنا جاتا ہے۔ کان کی لو۔ نرمۂ گوش۔ شقیقہ]۔ خالِ بنا گوش= کان کی لو کا خال۔ کان کے نچلے حصے کا خال۔ بخت سیاہ= سیاہ بختی۔ بدقسمتی۔ بدبختی۔[سیاہ خال کو اپنی سیہ بختی کا ترجمان کہا ہے]۔ فرماتے ہیں کہ ایک راز کی بات ہے جسے میں آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں لیکن میری سیہ بختی یہ ہے کہ آپ کے کان تک اس بات کو پہنچانا میری سعادت کہاں؟ بس آپ کے کان کی لو پر سیاہ خال ہی اس قدر نزدیکی وقرب کا درجہ رکھتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی میری آرزو کا راز آپ تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں خال کے اس قدر نزدیک ہونے پر رشک کا اظہار ہے نیز خال کی زیبائی کی طرف مبہم سا اشارہ بھی۔ خال چھی ٹنز ہارِ نِجہ بمن رُمہ رُمہ چھی ہرنہ رُمن ☆ زنگیاہ دراوہتھ تیرِ کمن مار کمن کمن وَڈ لو (روسل میر)۔ از خال سیہ دانئے وَز زلف پریشانے ☆ ہمٔ دام چھس ہم دانے زولانہ کرِتھ ژوٗ لے (روسل میر)۔ بہدانہ ایست خالت افتادہ بر بنا گوش ☆ باید کہ گوشداری زآسیب روزگارش (ایثرالدین اخسیکتی)۔

۶/۵۔ فرماتے ہیں کہ آپ سے ایک بات عرض کرنی ہے گو کہ میں جانتا ہوں کہ آپ نازک طبعی سے اسے بھول ڈالیں گے اور وہ یہ ہے کہ دو دنیاؤں میں اللہ تعالیٰ آپ کا خیال رکھے گا آپ خستہ دلوں کا خیال رکھئے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا جامیؒ گو اس حقیقت کے عالم ہیں کہ محبوب اس طرح کی دعا لینے سے بے نیاز ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ محبوب اس دعائیہ عرضداشت کو اپنی بے نیازی اور نازک طبعی کی وجہ سے[یعنی ان کی نازک طبیعت پر میری یہ گران بات بھاری محسوس ہوگی اور اسے وہ] فراموش کر ڈالیں گے لیکن پھر بھی عشق محبوب میں ناگفتہ اور زار ونزار حالت کی انتہا کے پس منظر میں محبوب سے عرض کرتے ہیں کہ ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا ☆ اور درویش کی صدا کیا ہے (غالب)۔ مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا ☆ میں غریب اور تو غریب نواز (غالب)۔ تم جانو تم کو غیر سے کیا رسم وراہ ہو ☆ مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو (غالب)۔ مشرف کن ای ماہ اوج سعادت ☆ زمسکین نوازی شی مسکنم را (محتشم کاشی)۔ ای دوست بر سیدن حافظ قدمی نہ ☆ زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت (حافظ)۔ نظری کن بہ من سوختہ کار باب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند (سعدیؒ)۔ بہ کرشمۂ عنایت نظری بحال ما کن ☆ کہ دعای دردمندان زسر نیاز باشد (سعدیؒ)۔

۷۔ خرابات= خرابہ کی جمع= ویرانے۔ شراب خانہ۔ میکدہ۔ مرکز فسق۔ رنڈی خانہ۔ وہ جگہ جہاں چرس بھنگ وغیرہ پیتے ہیں۔ قمار خانہ۔ تصوف کی اصطلاح میں رسوم وآداب وعادات سے بے اعتنائی کی جگہ اور مقام۔ وصل و اتصال کا مقام جو واصلان باللہ کو بادۂ وحدت سے سرمست کرتا ہے۔ سبو= مٹی کا بنا دستہ دار برتن جس میں پانی یا شراب وغیرہ ڈالتے ہیں۔ مٹی کا برتن۔ قدح= پیالہ۔ بڑا پیالہ۔ کاسہ[تصوف کی اصطلاح میں وقت]۔ فرماتے ہیں

کہ خرابات میں ہمارا مقصد بادہ عشق و معرفت پینا ہے۔ خواہ وہاں میں مٹکے پی لوں یا پیالیاں بھر کر۔ بات ایک ہی ہے کوئی فرق نہیں۔ در خرابات مغان نور خدا می بینم ☆ وین عجب بین کہ چہ نوری بکجا می بینم (حافظؒ)۔ بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کن ☆ مرو بہ صومعہ کانجا سیاہ کارانند (حافظؒ)۔ دوش دیدم کہ ملایک در میخانہ زدند ☆ گل آدم بسر شتند و بہ پیمانہ زدند (حافظؒ)۔ دوش رفتم بہ کوی بادہ فروش ☆ ز آتش عشق دل بہ جوش و خروش ☆ محفلی نغز دیدم و روشن ☆ میر آن بزم پیر بادہ فروش ☆ چاکران ایستادہ صف در صف ☆ بادہ خواران نشستہ دوش بدوش......... جرعہ ای درکشیدم و گشتم ☆ فارغ از رنج عقل و دانش و ہوش ☆ چون بہ ہوش آمدم یکی دیدم ☆ مابقی را ہمہ خطوط و نقوش ☆ ناگہان از صوامع ملکوت ☆ این حدیثم سروش گفت بہ گوش ☆ کہ یکی ہست و ہیچ نیست جز او ☆ وحدہٗ لا الٰہ الا ہو (ہاتف اصفہانی)۔

غزل ۶۲

مہِ اُشتر سوارِ من کہ شُد رخشِ فلک پستش.........

۱۔ میرا وہ اونٹ سوار چاند، جس کے زیر فرمان آسمان کا گھوڑا ہے
کیا کہنے اس راہرو کے، جو ان کی محبت کے بند نکیل میں قید ہوا!
۲۔ ان کا پاک بدن چشمۂ آب حیات کی پاکی پر فوقیت رکھتا ہے
خضر کو یہ سعادت کہاں نصیب کہ ان کے ہاتھ دھو لے
۳۔ ان کا نخل درخت سدرہ کی شاخ سے برتر ہے تعجب ہے مجھے
کہ بد طینت لوگوں کے پتھروں کی چوٹ کیسے انکے میوہ شیرین کو لگ گئی
۴۔ اگر مصیبتوں کے سینکڑوں نشتر بھی لگ جائیں تب بھی اتنا مرہم کافی ہے
کہ سینہ ریش عاشقوں کی طرف ان کی توجہ خاطر ضرور ہے
۵۔ آپ نے دنیا کی دولت کے سرمے سے اپنی آنکھیں روشن نہیں کیں
آپ کی نرگس مست سرمہ مازاغ سے سیاہ ہے
۶۔ تلاش کے سمندر کے ساحل پر میری زندگی کے چونتیس سال گذر چکے
پچاس کے بعد بھی اگر وہ شکار میری گرفت میں آئے تو میری خوش قسمتی
۷۔ جامی ان کا وصف گو ہے' اسکے دل پر غم کی بجلی گر جائے
اگر اس کی زبان سے محبوب کے چہرے کی توصیف نہ نکلے

توضیحات غزل

ا۔رخش= سرخ وسفید رنگ کا گھوڑا۔ رستم کے گھوڑے کا نام کیونکہ کہتے ہیں رستم کے گھوڑے کا رنگ سفید وسرخ تھا۔ پھر ہر سفید وسرخ رنگ کے گھوڑے کو رخش کہنے لگے اور پھر رفتہ رفتہ اس کے معنی محض گھوڑا ہو گیا۔ مطلق گھوڑا۔ قوس قزح۔ مبارک۔ عکس۔ ابتدا کرنا۔ روشنی کا انعکاس۔ چاند اور سورج کی کرن۔ بجلی۔ برق۔ روشنی۔ پرتو۔ چمک۔ چمکنا۔ سرخ وسفید رنگ ملا ہوا[رخش فلک = آسمان کا گھوڑا]۔ رہرو= مسافر۔ راہ چلنے والا۔ سالک۔ خوب راہ چلنے والا۔ سیاح (تصوف کی اصطلاح میں وہ جو طریقت میں داخل ہوا ہو یعنی سالک۔ دالان۔ دہلیز۔ جدید فارسی میں سڑک کے کنارے بنی ہوئی پٹری (فٹ پاتھ) کو بھی کہتے ہیں۔ مہار= اُونٹ کی نکیل۔ وہ لکڑی جو اُونٹ کی ناک میں ڈال کر اس سے رسّی باندھتے ہیں۔ فرماتے ہیں چاند جیسا میرا وہ اُونٹ سوار محبوب جس کے لئے آسمان جیسا تیز رفتار ترین گھوڑا زیرِ فرمان رہا اس کی نکیل کی محبت کی قید میں رہنے کی جو مسافر آرزو اور تمنّی کرے اس کی سعادت مندی کے کیا کہنے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معمولاً اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا اونٹ سوار تھا جو حسن وجمال میں ماہ آسمان تھا اور ایک مرتبہ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کا گھوڑا ان کے زیر فرمان کر دیا اور فہم وتصور سے ماوراء رفتار کے ساتھ ہمارا یہ محبوب اونٹ سوار رسول خداؐ لا مکان سے پرے عرش مجید پر اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ تو کس قدر بخت مند اور صاحب سعادت ہے وہ رہرو عشق رسولؐ جو ان کی نکیل کے زیر فرمان رہے۔ مطلب یہ ہے کہ صاحب معراجؐ کا فرمان بردار بن کے رہنا ہر عاشق رسول کیلئے بے انتہا سعادتمندی اور خوش بختی ہے۔ پہلے مصرعہ میں رسول اللہؐ کے معراج کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے میں ان کا فرمان بردار اور تابعدار رہنے پر تاکید۔ برق کردار از فلک بگذشت ☆ اسپ رہوار صاحب المعراج (قادری کشمیری)۔ کردی گذر زانجم وافلاک آنچنان ☆ کز ابر برق خاطف وسوزن زجرم رق (عبید کشمیری)۔ بر براق خلد بردہ جبرئیل ☆ در سماوات علایت یارسولؐ ☆ عرش طی فرمودی ودر لامکان ☆ شوق قربت زدلوایت یارسولؐ (عبید کشمیری)۔ برق پویہ براق گردون سیر ☆ گشت رام تو یارسول اللہؐ ☆ کس ندیداست این چنین توسن ☆ خوشخرام تو یارسول اللہؐ ☆ رشتۂ مہربستہ از دل وجان ☆ بالگام تو یارسول اللہؐ (جید کشمیری)۔ برق براق باز پس ماندہ ☆ از براق تو یارسول اللہ (احمد کشمیری)۔ برق وش رفت براق تو ازین کون ومکان ☆ جہتی نیست کہ گنجد بہ حساب تو زمان ☆ نہ رسد فکر ونظر عقل بشر وہم وگمان ☆ بمقام تو زہی وصل تو بیچون بکمان ☆ الحذر ای دل غافل کہ نداری خبری (مخلص کشمیری)۔ ہمہ شاہان عجم بر در سلطان عرب ☆ کمتر از بندہ زنگی وغلام حبشی ☆ دادہ اند دل وجان را از آنت ای صرفی ☆ کہ دہی

دل بہ دَی وجان بہ غم بخشی (صرفی کشمیری)۔
۲۔ چشمہ حیوان = آب حیات کا چشمہ (حیوان = زندگی۔ زندہ۔ جان دار۔ زندہ ہونا) معشوق کے دہن کے ساتھ بھی چشمہ حیوان کو مشابہ کرتے ہیں۔ روایات کے مطابق چشمہ حیوان شمال میں ایک اندھیرے علاقہ میں ایک چشمے کا نام ہے۔ اس کا پانی پینے سے ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے۔ کہتے ہیں سکندر اس کی تلاش کو نکلا لیکن اسے پا نہ سکا البتہ خضر پیغمبر علیہ السلام اس چشمے پر پہنچ گئے اور اسکا پانی پی لیا اور ہمیشہ کے لئے زندہ وجاوید ہو گئے۔ اس چشمے کو آب حیوان' آب زندگی' آب زندگانی' آب بقا اور آب خضر کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آب بدست کسی ریختن = [لفظی معنی = کسی کے ہاتھ دھلانا اور اس کے لئے اس کے ہاتھ پر پانی ڈالنا] یہ محاورہ ہے اور اس کے معنی ہیں کسی کی خدمت گذاری یا غلامی اختیار کرنا۔ خادم یا غلام ہو جانا۔ خضر = مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ایک نبی کا نام جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہبری کی اور اس کا بیان قرآن کریم میں سورہ کہف میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ صوفی حضرات کے نزدیک بھی خضرؑ ایک بلند درجہ رکھتے ہیں۔ مغربی محققین میں حضرت خضر کی اصلیت کی تشخیص میں اختلاف ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ حضرت خضرؑ کی صورت میں دو شخصیتوں یعنی الیابنی اور جرجیس ولی کا ذکر ہوا ہے۔ اسلامی روایات میں حضرت خضر علیہ السلام زندہ و جاوید ہیں اور گمراہوں کی رہبری کرتے ہیں۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کی پاک تن پاکیزگی میں آب حیات کے پانی سے سبقت پا چکی ہے۔ بھلا حضرت خضر کو کہاں یہ سعادت کہ میرے محبوب کی غلامی اختیار کرے۔ معلوم ہے کہ حضرت خضر چشمہ حیوان پر پہنچے ہیں اور انہوں نے اسے دیکھا اس کا پانی بھی پی لیا۔ لیکن اگر وہ میرے محبوب کی آب حیات سے بھی برتر تن پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو یقیناً ان کی غلامی اختیار کر کے سعادت مند ہو جائیں گے۔ شعر میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاف تن یا پاکیزہ جسم نازنین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ تو جان پاکی سر بسر نی آب و خاک ای نازنین ☆ واللہ ز جان ہم پاکتر روحی فداک ای نازنین (جامیؒ)۔ ترا از جوہر جان آفریدند ☆ ز نور ت حسن خوبان آفریدند (شہید کشمیری)۔
۳۔ سدرہ = سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر درخت بہشتی کا نام۔ نخل = کھجور کا درخت۔ درخت خرما۔ مطلق درخت۔ آسیب = چوٹ۔ دکھ۔ درد۔ دھکا۔ بھوت۔ جن۔ پری جن وغیرہ کا سایہ۔ زخم۔ ضرب۔ صدمہ۔ ضرب یا زخم لگنے سے کوئی نقص یا عیب یا شکستگی کا پیدا ہونا۔ رنج۔ مصیبت۔ آفت۔ بلا۔ نکبت۔ آزار۔ زیان۔ ضرر۔ رگڑ۔ نوشین رطب = [نوشین = شیرین۔ میٹھا۔ گوارا۔ میٹھا شربت۔ خوش مزہ۔ رطب = تر و تازہ میوہ۔ تازہ۔ وہ چیز جو اپنی اصلی رطوبت یا تاثیر و خاصیت کی وجہ سے تازہ ہو۔ نازک اندام لڑکا جو نزاکت میں عورتوں کے مشابہ ہو۔ تر و

خشک]۔ترو تازہ میوہ شیریں۔خستن = زخم لگنا۔زخمی کرنا۔مجروح کرنا۔آزردہ کرنا۔مجروح ہونا۔زخمی ہونا۔آزردہ ہونا۔ناکس = نالائق۔کمینہ۔پست فطرت۔ناقص۔ذلیل۔رذیل۔بدذات۔بدجنس۔ناجوانمرد۔مکار۔حیلہ گر۔بزدل۔لالچی۔بے غیرت۔بے عزت۔مخنث یا وہ جس کے خصیے نہ ہوں۔بے آبرو۔فرماتے ہیں میرے محبوب کے قد و بالا کی بلندی بہشتی درخت سدرہ کی ٹہنی ہے (یا درخت سدرہ کی بلند شاخ)۔مجھے تعجب ہو رہا ہے پست فطرت لوگوں کے طعنوں کے پتھر بھلا ان کے میوہ شیریں کو کہاں لگ سکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو بدفطرت اور کمینے لوگ ساحت مقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت طعن و تشنیع کے پتھر یا تیر پھینکتے ہیں وہ ان تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ان کی ذات اقدسؐ ان جراحتوں سے بالاتر ہے اور پھر وہ خود اتنے میٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خطاب فرمایا ہے: ''اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم ''۔انہیں رؤف اور رحیم کہا ہے اور یہ خود خدا کی اپنی صفات ہیں جن سے ان کو متصف کیا ہے۔رسول کریم جو رحمتہ للعالمینؐ ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ کی مانند بلند اور سدرۃ المنتہیٰ ہی کی طرح میٹھے اور سدا بہار میوؤں سے مالا مال ہیں' کو بھلا کسی بدجنس کے طعنوں کی کیا پرواہ۔وہ ایسے نبی رحمتؐ ہیں کہ ہر کسی کو معاف کر دیتے ہیں۔غیر تبیان تو نہ شد روشن ☆ راہ از چاہ یا رسول اللہؐ ☆ ہر کہ او از رہ تو برگشتہ ☆ گشت گمراہ یا رسول اللہؐ (شیخ احمد کشمیریؒ)۔دور کردہ ظلمت کفر از جہان ☆ جبہہ بدر الدجایت یا رسولؐ ☆ گمرہان را راہ حق بنمودہ است ☆ پرتو نور الہدایت یا رسولؐ (عبید کشمیریؒ)۔

۴۔نشتر محنت = [نشتر = نیشتر کا مخفف ہے یعنی فصد کھولنے کا اوزار۔تیز نوک والی لکڑی جس سے گھوڑوں گدھوں کو ہانکتے ہیں۔نیش۔ڈنک مارنے والے یا زہر دار جانوروں جیسے بھنورا' بچھو' سانپ' مچھر کا ایک جسمانی عضو جس کے ذریعہ سے وہ انسان یا حیوان کے بدن میں زہر داخل کرتے ہیں۔منہ کے سامنے کے چار تیز نوک والے دانتوں میں سے ہر ایک دانت]۔مصیبت کے ڈنک۔تکلیف و درد کا گزند۔سختی کے زخم۔سینہ ریش = عاشق۔وہ جس کا سینہ مجروح ہو چکا ہو۔التفات خاطر = دلی توجہ۔میلان طبیعت۔رغبت خاطر۔فرماتے ہیں اگر ان کی طرف سے سینکڑوں زخم بھی لگ جائیں گے' سختی و تکلیف سے ہم کتنے ہی مجروح ہو جائیں گے ہمارے لئے بس اتنا مرہم کافی ہے کہ ہم سینہ ریش عشاق کی طرف ان کا میلان طبیعت ہے۔یعنی وہ جو ہم کو سختی و بلا کی آزمائشوں میں ڈال کر ہمارے جسموں کو مجروح کر رہے ہیں یہ ہمیں قبول ہے کیونکہ خود انکی طرف سے سختیوں کیلئے ہمارا انتخاب کیا جانا ہی ان زخموں کیلئے مرہم ہے اور یہ صاف واضح ہے کہ انکی توجہ ہماری طرف یقیناً ہے۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے ہم تمام سختیوں اور آزمائشوں پر صبر کریں گے اور انکی عائد کی ہوئی ان سختیوں کو ہم انکا التفات خاطر جان کر سہہ لیں گے۔مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے ☆ پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا (غالبؔ)۔

عشرت قتلگہ اہل تمنا مت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب)۔اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ ☆ اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا (غالب)۔مہربانیہای دشمن کی شکایت کیجئے ☆ یا بیان کیجئے سپاس لذت آزار دوست (غالب)۔تو خواہ صلح کن و خواہ جنگ امراز تست ☆ کسی کہ عشق بمن داد صبر ہم دادہ است (میر نجات)۔دل اگر دیوانہ شد دار الشفای صبر ہست ☆ میکنم یک ہفتہ اش زنجیر و عاقل می شود (وحشی بافقی)

۵۔کحل = سرمہ۔دولت = مال۔دھن۔زمانہ کا اقبال کے ساتھ اور خوبی سے گردش کرنا۔سعادت۔حکومت۔گیتی = عالم۔دنیا۔زمین۔ایک پھول کا نام۔جہان۔عالم سفلی۔کرہ زمین۔[کحل دولت گیتی = دنیا کے مال و ثروت کا سرمہ]۔سواد = سیاہی۔نوشتہ۔نقل تحریر۔لوگوں کا گروہ۔شہر کی سیاہی جو دور سے نظر آئے۔شہر کے گاؤں اور ان کا ارد گرد۔لکھنا اور پڑھنا۔مازاغ = قرآن کریم میں سورہ النجم میں معراج مبارک حضرت رسول اکرمؐ کے بارے میں ایک آیت کریمہ یہ ہے "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی" (معنی ..... نگاہ نہ چندھیائی نہ حد سے زیادہ متجاوز ہوئی (ترجمہ تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔مولانا جامیؒ نے اسی آیت مبارکہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب المعراج کو جو نشانیاں آسمانوں میں اور عرش مجید پہ دکھائیں وہ دراصل نبی اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ ہی کے کامل قدرت سے عطا کردہ نور بصیرت سے مشاہدہ فرمائیں جو نور بصیرت انؐ کے نور بصارت میں مدغم ہوا اور اس طرح سے رسول مکرم و معظم کی رویت بصری اور رویت قلبی میں کوئی فرق نہ رہا۔کلام سرمدی بے نقل بشنید ☆ خداوند جہان را بے جہت دید ☆ درآن دیدن کہ حیرت حاصلش بود ☆ دلش در چشم و چشمش در دلش بود ☆ گویا نبی اکرمؐ کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ سرمہ لگایا تھا جس سے رسول اکرم کی قلبی رویت اور بصری رویت ایک ہو گئی تھی اور اس طرح سے آپ نے نور الٰہی اور ذات الٰہی کا عیان مشاہدہ کیا ہے۔آو در جلو شاہد وحدت ☆ از میان در او پردہ کثرت ☆ وحدتن تھاونہ دوئی درکار ☆ از چہ معراج احمدِ موختارؐ ☆ شوہ دن تس چھ سُرمہ یہ مازاغ ☆ لو یہ وئی تتہ وچھتھ چہ نرگس باغ ☆ باغ باغ از کتی اولوالابصار ☆ از چہ معراج احمدِ موختارؐ ☆ اللہ اللہ حبیب تے محبوب ☆ معنی لیس لنتر اُنن کنی محسوب ☆ یار گو وودوشت دوشت زانن یار ☆ از چہ معراج احمدِ موختارؐ (قادری درویش)۔مولانا جامیؒ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ محبوب نے مال دنیا کا سرمہ آنکھوں میں نہیں لگایا کیونکہ ان کی مست نرگس مانند آنکھوں میں سرمہ مازاغ چڑھا تھا۔یعنی رسول محتشم حضرت صاحب المعراجؐ نے مال دنیا کی طرف نگاہ تک نہ کی کیونکہ ان کی نگاہوں میں مازاغ البصر و ماطغیٰ کی راست روی اور بصیرت تھی اس لئے انہوں نے انوار الٰہی اور ذات الٰہی کو اپنایا اور دنیا کو ٹھکرا دیا۔سواد چشم تو افزود سرمہ مازاغ ☆ ندیدہ دیدہ تو غیر را چو دیدہ خدا (شعری کشمیری)۔بہر توقیع سیر معراجت ☆ گفت سبحان الذی اسریٰ ☆ کحل مازاغ

وصف چشمانت ☆ زیب ما منطق زبانت را (حمید کشمیری)۔ روشن چو شد بہ سرمہ مازاغ بینشت ☆ با این بصر معاینہ دیدی لقای حق (عبید کشمیری)۔

۶۔فرماتے ہیں چالیس سال سے زائد عمر گذر چکی جب کہ تلاش محبوب کو نکلا تھا۔ پچاس سال کی عمر میں بھی مجھے محبوب مل جائے تو یہ میری سعادت ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ دیدار محبوب جب بھی نصیب ہو عاشق کے لئے عظیم ترین سعادت ہے۔ ای اختر برج کرم از روضہ بیرون نہ قدم ☆ تا از رخت چون صبحدم گیرد ھمہ عالم ضیا ☆ نور دل آدم توئی کام ھمہ عالم توئی ☆ ہر درد را مرہم توئی ای دردمندان را دوا (احمد جامیؒ)۔ از فراقت جگر کباب شد ☆ شور شم تا بہ کی روا داری ☆ مس قلبم بہ یک نظر زر کن ☆ کان نظر ہچو کیمیا داری ☆ یک سخن کن بہ من کہ آب حیات ☆ در لب لعل محتوی داری (احمد بیگ بہاردی)۔ یا رسول اللہ تمام عمری خواہم ہمین ☆ آرزو دارم کہ بینم آن جمال نازنین (ثنائی کشمیری)۔ کی بود کز فراق تو نالان ☆ گہ بہ طیبہ ردم گہی بطحا ☆ آرزوی تو بردہ از خویشم ☆ در ہوایت گذشتم از من و ما ☆ بر سر آستان تو از شوق ☆ نالہ ہای زنم کہ ای ملجا ☆ خستگان را بہ خواب دیداری ☆ وز لب جانفزای گفتاری ☆ مدنی برقع از رخت بردار ☆ روی زیبا نما سلام علیک ☆ بحق آن خدای حی و دود ☆ یک نگاہی بہ ما سلام علیک ☆ از نگاہ تو خاک وخس گردد ☆ چون زر و کیمیا سلام علیک (بینوا کشمیری)۔

۷۔وصاف = بہت وصف کرنے والا۔ بہت تعریف کرنے والا۔ وصف شناس۔ فرماتے ہیں میں محبوب کا مداح، مدح گو، وصف گو اور وصف شناس ہوں۔ اگر میری زبان سے رخ محبوب کی تعریفوں کے علاوہ اور کوئی بات نکلے تو میری زبان پر بجلی گرے اور جل جائے۔ مطلب یہ ہے کہ سوائے رسول اکرمؐ کی نعت گوئی اور ان کی مدح خوانی کے میرا اور کوئی کام نہیں ۔ نہ رود در دہانت ای صرفی ☆ نرود بر زبانت ای صرفی ☆ غیر نعت محمد عربی ☆ غیر مدح نبی مطلبی (شیخ یعقوب صرفیؒ کشمیری)۔ بہ بہا نعت تو گرامی تر ☆ از خزائنہ یا رسول اللہؐ (بہا کشمیری)۔ نباید در بیان نعت حبیبؐ کبریا انور ☆ کہ ہر موی تنم را گر شود صد صد زبان پیدا (انور کشمیری)۔ بیچارہ مسکین آوارہ غمگین ☆ تم شد ثنا خوان سبحان اللہ (مسکین)۔ قدیرا اوڑھ لکھ دیدار بیشک ☆ اگر آسکہ ثنا گوے محمدؐ (قدیر کشمیری)۔ کر تسو نادمہ مدحت خوانی ☆ بر تسو نعتن ھند طومار ☆ پر تسو کریو نہ مہربانی ☆ نہ چھ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔ چھہ حقانی بہ شور و شر پران اوصاف پیغمبرؐ ☆ ثنا بر حضرت داور دمادم کار چھی میونی (حقانی کشمیری)۔ جھی و نان نعتھا ثناء اللہ ساتھا روز تس ☆ بوز تس یم زار پارے یا شفیع المذنبینؐ (ثناء اللہ کریری)۔ کر نا نادم مدحت گر پیے ☆ کنہ نی وَنہ دُن گر تو سے ☆ دل دیو ر ژھونڈ گرئیے ☆ ژ رپے درُود پر تو سے (نادم کشمیری)۔

غزل ۶۳

ای بہ سرم دم بہ دم تیغ جفای تو خوش.........

۱۔اے محبوب! میرے سر پر لحہ بعد لحہ آپکی تیغ جفا اچھی لگتی ہے
نسیم آپکی طرف سے ڈھل کر آتی ہے تو دل کو اچھی لگتی ہے اور جان آپکی آرزو میں خوش رہتی ہے
۲۔میری آنکھیں' میرا دل اور میری جان خوش ہیں جب سے یہ تمہاری جگہیں بن چکی ہیں
یعنی آپ خوشی سے ان سب میں بیٹھ جائیں اس لئے کہ یہ سب جگہیں آپکی وجہ سے اچھی ہیں
۳۔عاشق دل خستہ کو جنت کا وعدہ نہ دیں
کیونکہ کوئی بھی دل سوائے آپکے دیدار کے خوش نہیں رہے گا
۴۔میرے دل نے آپکے در پر آکر خوش حالی کی بھیک مانگی
سوائے بھیک مانگنے کے آپ کے بھک منگے کا حال خوش نہ رہا
۵۔آپ نے جنگجوئی کی عادت ترک کر دی صلح و صفا کا بیج بویا
آپ کی صلح و صفا نے سب ہی عاشقوں کا وقت خوش کر دیا
۶۔میرا نحیف و نزار جسم آپ کے پیرہن کا دھاگا بن جائے
تاکہ اس وسیلے سے میں آپ کی قبا کے نیچے خوشی سے بسر کروں
۷۔جامی کو اجازت دیجئے کہ مرض چشم کو دور کرنے کے لئے
کبھی آپ کے تلووں پر آنکھیں مل کر خوش رہے

توضیحات غزل

۱۔نسیم = نرم ہوا۔خوشبودار ہوا۔ٹھنڈی ہوا۔فرح بخش اور ملایم ہوا۔گرمی کے موسموں میں ٹھنڈی اور نرم ہوا کا چلنا۔خوش بو۔ہوا = فضا۔آرزو۔خواہش۔حرص۔اشتیاق۔زمین و آسمان کا درمیانی خلا۔دوستی۔خیر خواہی۔خالی۔باد۔بزدل [شعر میں مولانا جامیؒ نے نسیم کی مناسبت سے ہوا کا لفظ استعمال کیا ہے گو یہاں پر ہوا کو اشتیاق و آرزو کے معنی میں لایا ہے]۔فرماتے ہیں آپ جو میرے حق میں لحہ بہ لحہ تیغ جفا کو کام میں لاتے ہیں بڑا اچھا لگتا ہے۔آپ کی طرف سے نسیم ڈھل کر آتی ہے تو کتنی اچھی لگتی ہے اور خود میری جان آپ کی آرزو میں محو ہے تو میں کتنا خوش

رہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی جفا کو بھی ہم وفا کی طرح سینے سے لگا کر خوش رہتے ہیں اور اپنی جان سے بھی اس لئے محبت کر کے خوش ہیں کہ یہ فقط آپ کی تمنا میں جی رہی ہے ۔ گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں ☆ جان دادۂ ہوای سر رہگذار تھا (غالب)۔ میں اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے ☆ عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا (غالب)۔ آتا ہے میرے قتل کو پر جوش رشک سے ☆ مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر (غالب)۔ ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں ☆ جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر (غالب)۔

۲۔ فرماتے ہیں جب سے آپ میری آنکھوں، میرے دل اور میری جان میں سما کر ان کو اپنی جگہ بنا چکے ہیں تب سے میرے وجود کی یہ گراں بہاترین اور پاک ترین جگہیں خود اظہار خوشی کر رہی ہیں کہ آپ نے ان کو اپنے انتخاب کا افتخار عطا کیا۔ ہر ہر جگہ ان میں سے شادمان ہے کہ آپ نے ان کو شادمان بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ میری آنکھوں میں دل میں اور میری جان میں بس آپ ہی آپ ہیں اور اس خوشی سے میرا سارا وجود شادمان ہے ۔ مکہٕ کسؔ ناٹھس مدنی لاس سوزِ بو استقبالس جان ☆ نعلین کرٕ ہاتھِ کس دالس جرٕھس یم زی لعلِ رخشان ☆ یہ ہیے تہٕ لاگہٕ ہیے پاین حالس سوز بو استقبالس جان ☆ سُو دکیاہ تہندس مالس جانس پُسنہٕ تس لاٗس کرِ قوربان ☆ توفیق منگہٕ بو ذوالجلالس، سوز بو استقبالس جان (نادم کشمیری)۔ دِلس چھم ہول آمت چھم تہند لول ☆ بہٕ کرڈ چھ روبہ رُورو ئے محمدؐ ☆ اُچھو ٹکُر ہار ہا بو خونِ جگر ☆ سہٕ خونِ کرٕ ہا بہٕ پاشوٕ یے محمدؐ ☆ دلا کر جان فداٗس سر بقوربان ☆ دِ چھکھ دیوٗ رُو یے نیکو یے محمدؐ (قدیر کشمیری)۔ در دو چشم بجز تو بینائی ☆ لیس یا سیدی و مولائی ☆ در گلستان جان نخواہد رست ☆ چون تو سروی بدین دل آرائی ☆ من بہ خاک لحد نہ خواہم ماند ☆ تا تو رخسار خویش نہ نمائی (شعری کشمیری)۔

۳۔ لقای = صورت۔ چہرہ۔ دیکھنا۔ ملنا۔ پہنچنا۔ دیدار۔ روے۔ عورت کے ساتھ لیٹنا۔ فرماتے ہیں کہ عاشق دل خستہ کو جنت کے وعدوں سے بہلایا نہیں جا سکتا۔ جنت اس کی منزل نہیں۔ اس کی منزل آپ کا دیدار ہے اور یہی اس کی وہ انتہائی آرزو اور تمنی ہے جس سے اس کا وجود خوش رہ سکتا ہے وعدہ جنت سے نہیں ۔ ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن ☆ دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے (غالب)۔ سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست ☆ لیکن خدا کرے وہ تیری جلوہ گاہ ہو (غالب)۔ چہرہ بنما بناز تا کہ بہشت ☆ کم بنازد بہ حور و غلمانش (صفائی نراقی)۔ دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ را ببینی و جان را فدا کنی (فروغی بسطامی)۔ دو عالم را بیکبار از دل تنگ ☆ برون کردیم تا جای تو باشد (سعدیؒ)۔ نہ طالب دنیا و نہ مشتاق بہشتیم ☆ با دولت وصلش ز کف این ہر دو بہشتیم (وصال شیرازی)۔

۴۔ فرماتے ہیں میرا دل آپ کے دروازے پر آ کر آپ سے خوش حالی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ نے

بھیک مانگنے بغیر آپکے بھک منگے کا حال کیسے خوش رہ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں آپ سے میری طرف متوجہ ہو کر خوش رکھنے کی بھیک مانگ رہا ہوں اور اسی بھیک مانگنے کے بہانے سے آپکے دروازے پر آ کر تو کم از کم دل کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بغیر جان دگری نیست با تو در دل تنگم ☆ امید ہست کہ آنہم نماند و تو بمانی (ہلالی چغتائی)۔ میخواہم از خدا بہ دعا صد ہزار جان ☆ تا صد ہزار بار بمیرم برای تو (شرف قزوینی)۔ بہ خانہ اش روم واین بود بہانہ من ☆ تو گفتہ ای کہ نیاید فلان بہ خانہ من؟ (پریشان قراگزلو)۔ ہر سو کہ رفتہ ام بہ ہوای تو رفتہ ام ☆ ہر جا کہ بودہ ام بخیال تو بودہ ام (ہلالی چغتائی)۔ تا کی ہدف تیر تغافل باشم؟ ☆ لطفی قہری تبسمی وشنامی (ابوعلی رود باری)۔

۵۔ آپ نے اے محبوب جنگجوئی ترک کر دی، صلح وصفا کی تخم ریزی کی۔ اس طرح کے سلوک صلاح وصفا سے تمام عاشقوں کا وقت خوشی ومسرت کا وقت بن گیا۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ بے نیازی اور عاشقوں کی نسبت بے پروائی برتنے کا رویہ محبوب نے ذرا ملتوی کر دیا اور عاشقوں کی طرف کچھ توجہ کی۔ اس طرز ادا سے عاشقوں کی عید ہو گئی اور ایک مسرت وشادمانی کی وہ کیفیت ان کیلئے پیدا ہو گئی جوان کے لئے عنقا تھی۔ ہمچو آئینہ مرا زندگی از دیدن [illegible] جانم از تن برود گر ز مقابل بروی (قاسمی کاشی)۔ بندگانیم جان و دل برکف ☆ چشم بر حکم وگوش برفرمان ☆ گر دل صلح داری اینک دل ☆ ور سر جنگ داری اینک جان (ہاتف اصفہانی)۔ بہ تکلم بہ تبسم بہ خموشی بہ نگاہ ☆ می توان برد بہر شیوہ دل آسان از من ☆ آخر نگہی بسوی ما کن ☆ دردی بہ تفقدی دوا کن (سعدیؒ)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ میرا جسم آپ کے عشق میں نحیف وضعیف ہو گیا ہے۔ اب اس بدن کی بقا اسی میں ہے کہ یہ آپ کی پیرہن کا دھاگا بن جائے کہ اسی راہ سے آپ کی قبا کے نیچے رہ کر خوش خوش ہو کر زندہ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق محبوب کے دامن کو کسی بھی طرح سے چھوڑنا نہیں چاہتا اور چونکہ عاشق کا واحد وسیلہ حیات خود محبوب ہے اس لئے محبوب کے ساتھ ساتھ رہنے اس کو چھونے اس سے ہمکلام ہونے کے بہانوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ نے اپنے تن بدن کو ہجر محبوب کی وجہ سے دھاگے کی مانند نحیف اور لاغر ہو جانے کے بیان میں مبالغہ آرائی کی ہے اور کہا ہے کہ اب جو دھاگا بن چکا ہوں محبوب کی جدائی میں اب میری تمنی ہے کہ قبای محبوب کے نیچے رہوں تا کہ بے جان ہو کر بھی ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ یعنی عاشق مر کر بھی محبوب سے دستبردار نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر چیز محبوب پر قربان کر چکا ہوتا ہے۔ بر ما نظری کن زعنایت کہ در آفاق ☆ غیر از تو مرا چشم عنایت ز کسی نیست (عبرت نائینی)۔ بکرشمہ عنایت نظری بحال ما کن ☆ کہ دعای دردمندان ز سر نیاز باشد (سعدیؒ)۔ جانی دگرم بخش کہ آن جان کہ تو دیدی ☆ چندان زغمت خاک بسر کرد بدر شد (طالب آملی)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا بمیرد (امیر خسرو دہلوی)۔ یک بار سر بر آرز جیب قبای خویش ☆ دست مرا بہتن بگر بیان چہ

میکند (صائب تبریزیؒ)۔ مارابدرد دوری خود مبتلا مکن ☆ ای فرقتت زہرالمی جان گدازتر (صحبت لاری)۔ گرچہ پیرم تو شبی تنگ درآغوشم گیر ☆ تا سحرگہ ز کنار تو جوان برخیزم (حافظؒ)۔ تا کی ای ابر محبت ہمہ خرمن سوزی ☆ سوی ماہم گذری کن کہ گیاھی داریم (ہدایت طبرستانی)۔

۷۔رخصت = اجازت۔ چھٹی۔ فراخی۔ ارزانی۔ پروانہ۔ جواز۔ اذن۔ رمد = آنکھ کی بیماری جس سے آنکھ سرخ ہو جاتی ہے۔ آنکھ دکھنا۔ درد چشم جو آنکھ کے اندر ورم ہو جانے پر مشتمل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں آپکی خاکِ پا پر اپنی آنکھیں ملنے کی تمنا ہے تا کہ ان کا درد دور ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی خاک پا آنکھوں سے ملنے سے شفا ہوتی ہے بلکہ اس خاک سے عاشق کا سارا وجود شفایاب ہو جاتا ہے۔ آنان کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ☆ آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند (حافظ)۔ ما خاک راہ را بہ نظر کیمیا کنیم ☆ صد درد را بگوشہ چشمی دوا کنیم (شاہ نعمت اللہ ولیؒ)۔ نادیدہ رخت عمری سودای تو ورزیدم ☆ فارغ ز تو چون باشم اکنون کہ رخت دیدم ☆ رواق منظر چشم من آشیانۂ تست ☆ کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست (حافظؒ)۔ نظری کن بہ من سوختہ کارباب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند (سعدیؒ)۔ بگذار تا بپای تو مالم رخ نیاز ☆ تا خاک من غبار شود دیری شود (میرزا حیدر)۔

غزل ۶۵

ای کردہ بر ہلاک من از اہل عشق نص..........

۱۔اے کہ میری ہلاکت پر آپ نے اہل عشق میں حکم قطعی صادر کر دیا ہے
میری جان آپ کے شوق میں پھڑ پھڑا رہی ہے جیسے پرندہ قفس میں
۲۔خوبان جہان کا قصہ بڑا دلکش ہے اور اس میں
آپ یوسف ہیں اور آپ کا قصہ احسن القصص ہے
۳۔صاحب فصوص اگر آپ کے لبوں کو دیکھتا
تو حکمت مسیح پر وہ ایک ہزار فص لکھ ڈالتا
۴۔آپ کے کتے کے ساتھ برابری کرنا ایک لا حاصل بحث ہے
آپ کے دروازے پر خاص الخاص اس کے بغیر اور کوئی نہیں
۵۔آپ نے فرمایا کہ پائے بوسی کی اجازت تمہیں دی جاتی ہے
اے صاحب عزیمت! اجازت پر عمل کرنے سے باز رہ

۶۔آپ کے ہونٹوں سے فقط غصے کے جام پی رہا ہوں
اب تو میں مر رہا ہوں۔قصے کہانیوں سے کب تک محروم رہوں گا
۷۔آپ کی تلوار عشاق کے قتل پر ایک قطعی حکم ہے
بھلا جامیؔ حکم قطعی سے کیسے منہ موڑ سکتا ہے

توضیحات غزل

۱۔نص = قطعی حکم۔تصریح کرنا۔ظاہر کرنا۔بلند کرنا۔پوچھنے میں باریکیاں نکالنا۔ہر کلام میں صریح و ظاہر مادہ۔وہ قرآنی آیت کریمہ جو اپنے معنی اور مطلب صاف اور واضح طور پر ظاہر کرے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔اصل عبارت۔کسی بات کو اس طرح دریافت کرنا کہ اس کا اصل حال کھل جائے۔اونٹ کا اچھی طرح چلنا۔اونٹ کو اچھی طرح چلانا۔صریح کلام۔آشکار لفظ۔کلام میں نص کا ہونا یہ ہے کہ اس میں ایک معنی کے علاوہ کا احتمال نہ ہو اور اس میں تاویل جایز نہ ہو۔فرماتے ہیں اے محبوب! آپ نے عشاق میں سے مجھے قتل کرنے پر قطعی حکم صادر فرمایا ہے۔اس شوق میں کہ آپ کے ہاتھوں میں قتل ہو جاؤں گا میری جان اس قدر بے تاب ہے اور نکلنے کیلئے پر پھڑ پھڑا رہی ہے جیسے قفس میں ایک اسیر پرندہ آزاد ہونے کیلئے۔مطلب یہ ہے کہ عشق میں عاشق محبوب کے ہاتھ قتل ہونے پر خوش اور راضی ہے اور اسے وہ اپنی خوش قسمتی جانتا ہے اور شوق کی انتہا کیونکہ عاشق کی آخری آرزو عشق میں موت ہو جانے کی ہوتی ہے اور اگر یہ موت خود معشوق کے ہاتھوں ہو جائے تو ظاہر ہے وہ معشوق کی طرف سے قبول عشق کی ایک صریح سند ہے اور اس سے برتر عاشق کیلئے خوشی ومسرت کا اور کوئی مقام نہیں۔وصل تو گر در نفس آخراست ☆ از ہمہ عمر آن نفسم آرزوست (آذر بیگدلی)۔لب بر لبم گذار کہ جان آیدم لب ☆ عمری است برلب آمدن جانم آرزوست (بانو مہر ارفع جہان بانی)۔کاش میداد خدا ہر نفسم جانی چند ☆ تا بہ ہر گام تو میکردم قربانی چند (فروغی بسطامی)۔چہ خوش آن کہ از پی قتل من زستمگری خبری رسد ☆ زپی رساندن آن خبر دگری پی دگری رسد (عذرا بیگدلی)۔مرغ روح خود از آن در قفس تن دارم ☆ کہ بگرد تو بگردانم و آزاد کنم (دردی سمرقندی)۔سخت می خواہد دلم ای نو بہار آروزو ☆ با تو تہ مینای عمر خویش را خالی کنم (طاہر قزوین)۔آرزوئی بجہان در دل من نیست جز این ☆ کہ فدای تن و جان تو شود جان و تنم۔

۲۔یوسف = حضرت یوسف پیغمبر علیہ السلام فرزند حضرت یعقوبؑ۔آپ کی والدہ کا نام راحیل تھا۔چھوٹی عمر میں سوتیلے بھائیوں نے آپ کو بڑی اذیت پہنچائی کیونکہ حضرت یعقوبؑ آپ سے بڑی محبت کرتے تھے۔بھائیوں

نے حضرت یوسفؑ کو صحرا میں کھیلنے کے بہانے لے جا کر وہاں ایک ویران کنویں میں پھینک دیا۔ قافلہ والوں نے جو وہاں سے گذر رہے تھے آپ کو وہاں سے نکالا اور اپنے ساتھ لے جا کر آپ کو مصر میں بیچ ڈالا اور بہت سی تکلیفیں جن میں زندان کی صعوبتیں بھی شامل تھیں برداشت کرنے کے بعد بالآخر آپ مصر کے بادشاہ بن گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورہ یوسف میں بیان فرمایا ہے۔ ضمناً روایات میں آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حسن و جمال میں یکتا اور بے مثال تھے۔ بعض اسلامی کتابوں میں نظر سے گذرا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بالفرض حسن کے دس حصے پیدا کئے تو ان میں نو حصے صرف حضرت یوسفؑ کو ہی عطا کئے تھے۔ احسن القصص =[احسن = بہت نیک۔ بہت عمدہ۔ بہت اعلیٰ۔ بہتر۔ اولیٰ۔ قصص (جمع قصہ) حکایتیں۔ داستانیں۔ افسانے] بہترین قصہ قصوں میں سے۔ دراصل یہ اشارہ ہے قرآن کریم میں اس آیت کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمانے سے پہلے خود اس قصے کو احسن القصص یعنی قصوں میں سے بہترین قصہ کا نام دیا ہے: ''نحن نقص علیك احسن القصص بما او حینا الیك هذا القرآن و ان کنت من قبله لمن الغافلین ''...... ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس بہت اچھا بیان اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے بے خبروں میں (ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب)۔ فرماتے ہیں حسن و عشق یا خوبان جہان کے حسن و جمال اور ان سے محبت کئے جانے کا قصہ بڑا دلکش قصہ ہے لیکن حق یہ ہے کہ ان سارے حسینان عالم میں آپ کا درجہ حسن و خوبصورتی اور زیبائی و جمال میں حضرت یوسفؑ کا ہے اور آپ کے عشق کا قصہ احسن القصص یعنی بہترین قصہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا حسن و جمال یکتا' بے نظیر اور نادرہ روزگار ہے۔ اس کا نہ کوئی جواب ہے نہ کوئی مثال نیز محبوب کا قصہ عشق اعلیٰ ترین اور نیک ترین قصہ ہے جس سے برتر اور کوئی قصہ نہیں یعنی محبوب کے ساتھ عشق کی داستان بھی لاجواب ہے ان کے حسن و جمال کی طرح ۔ زمانہ دفتر اوصاف حسن یوسفؑ را ☆ ز شرم روی تو بردو بہ چاہ کنعان ریخت (شعیب جوشقانی)۔ خط سبز لب لعل و رخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ☆ شیوہ شکل و شمائل حرکات و سکنات ☆ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری (امیر خسروؒ)۔ توئی کہ نیست ترا آفتاب و ماہ نظیر ☆ ترا بہ حسن کجاہست ثانی و ثالث (دہقان اصفہانی)۔ مردمان در من و حیرانی من حیرانند ☆ من در آن کس کہ ترا بیند و حیران نہ شود (خسروؒ)۔ ہمچو تو نازنیی سرتا بہ پا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد نیا فریدہ (حافظؒ)۔ معلما! سخن از عشق گو کہ مرغ دلم ☆ طفیل سورہ یوسف بخواند قرآن را (بیدل کرمانشاہی)۔ بغیر سینۂ دریا دلان نگنجد عشق ☆ برای بحر خدا آفریدہ طوفان را (ملا فرج اللہ شبشری)۔ نازنینی چون ترا دلدادہ باید چو من ☆ عشق عالم سوز باید حسن عالمگیر را (پارسا تویسرکانی)۔

۳۔فصوص=فص کی جمع یعنی نگینے۔صاحب فصوص=یعنی فصوص کا مالک۔اشارہ ہے کتاب فصوص الحکم کی طرف جو فلسفۂ وحدۃ الوجود اسلامی پر مشہور عالم کتاب ہے اور جس کے مصنف عالم اسلام کے جانے پہچانے برگزیدہ عالم حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ ہیں جو شیخ اکبر کہلاتے ہیں۔فصوص الحکم (حکمتوں کے نگینے) عربی میں ہے اور ۲۷ فصوص پر مشتمل ہے۔خود مؤلف نے نقش النصوص کے نام سے اس کتاب کا خلاصہ بھی لکھا ہے۔دوسرے مفسرین کے اقوال کو بالخصوص شیخ صدر الدین محمد قونوی کے عقائد کو نظر میں رکھ کر مولانا جامیؒ نے اس کی شرح و تفسیر لکھی ہے اور اس کا نام نقد الفصوص فی شرح نقش النصوص رکھا۔فصوص الحکم کی مشہور شرح شرح داؤد بن محمود اور شرح صدر الدین قونوی ہے۔حضرت شاہ ہمدان جناب امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ نے اس کی شرح لکھی ہے۔شاہ ہمدان کولاب (جہاں آپ کا روضہ مقدس ہے) کی خانقاہ میں فصوص الحکم کو پڑھاتے تھے۔حکمت=حکمت کے معنی ہیں راست گفتاری۔ترکیب۔علاج معالجہ۔ڈھنگ۔غرض۔مطلب۔عدل۔داد۔علم۔دانش۔حلم۔بردبار۔ی راستی۔درستی۔صواب۔حق کے موافق کلام۔فصیحت۔مسیح=مسح کیا گیا۔ملایا گیا۔دوست۔بہت زمین پیمایش کرنے والا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب کیونکہ آپ دوست حق بھی تھے اور مجرد ہونے کی وجہ سے زیادہ تر سیر و سیاحت میں رہتے تھے۔گھسا ہوا سکہ۔(دروغ گو۔جھوٹا......ان معنوں میں دجال کا لقب ہے)۔حکمت مسیح سے مراد ہے ان کے معجزات جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے تھے جن میں اندھوں کو بینا' کوڑھیوں کو ٹھیک اور مردوں کو زندہ کرنا شامل تھا۔ان ہی معجزات کی وجہ سے مسیحادم' مسیحا نفس' مسیح دم' مسیح نفس کی اصطلاحات وجود میں آ گئی ہیں اور مولانا جامیؒ نے حکمت مسیح سے یہی معجزات مراد لئے ہیں۔فرماتے ہیں اگر شیخ اکبرؒ صاحب فصوص آپ (یعنی میرے محبوب) کے ہونٹ دیکھتا تو حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی حکمت پر ہزار فص لکھ ڈالتا۔مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن اگر مردوں کو زندہ کرنے کی یہ خاصیت میرے محبوب کے ہونٹوں میں شیخ اکبرؒ دیکھتا تو حضرت عیسیٰؑ کی یہی خاصیت حکمت اس کا موضوع بنتی اور ہزاروں رسالوں میں دلائل سے ثابت کرتا کہ مسیح کی یہ خاصیت اتنی قابل توجہ نہیں کیونکہ یہ خاصیت تو میرے محبوب کے ہونٹوں میں ہے۔یعنی مراد یہ ہے میرے محبوب کے تو ہونٹوں میں زندگی کی بقا کا معجزہ ہے جو مسیح کے بارے میں اس قدر مشہور ہے اور محبوب کی اس صفت پر ہزاروں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں ۔مہ بخشم مو رہ جانس زندگانی ☆ زِ لعل جانفزایت یا محمدؐ ☆ مہ پھم دِل دأدِی لدا اصلا ہلیم نہ ☆ بجز دار الشفایت یا محمدؐ (مسکین کشمیری)۔ہر کہ شد زندہ از لب لعلت ☆ می کند دعوی مسیحائی (شعری کشمیری)۔

۴۔اخص=بہت خاص۔خاص الخاص۔خاص تر۔مخصوص تر۔فرماتے ہیں کہ آپ کے کتے کے ساتھ بھلا میں

کیا برابری کرسکتا ہوں۔آپ کے دروازے پر اسے ایک خاص الخاص درجہ حاصل ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ کے دروازے پر ہمیشہ پڑے رہنا سعادت مندی اور خصوصیت خاص کی حامل نشانی ہے۔ یہ خوش بختی ہمیں کہاں حاصل؟ آپ کے کتے پر رشک آتا ہے کہ یہ عظمت و بخت کی برتری اور درجۂ خاص مطلق اسے حاصل ہے اور ہم اس سے محروم۔اس لئے آپ کے کتے کے اقبال وسعادت سے برابری کہاں ہوسکتی ہے۔

۵۔فرماتے ہیں میرے محبوب آپ نے کہا کہ آپ نے مجھے پائے بوسی کی اجازت دے دی۔اے صاحب عزم! اجازت (رخصت) پر عمل کرانے سے باز رہے صرف عزم پر قائم رہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ نے صرف ارادہ کیا ہے مجھے پای بوسی کرنے دیں گے لیکن اس کی اجازت دینے پر آپ عمل ہی کہاں کرتے ہیں۔ہم اس سعادت سے بھی محروم ہیں ۔تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا ☆ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا (غالب)۔شادم کہ وعدہ داد بہ صحرای محشرم ☆ کانروز ہیچ وعدہ بہ فردانمی رسد (ضمیری اصفہانی)۔

۶۔فرماتے ہیں آپ کے ہونٹوں کی دوری کی وجہ سے رنج وغم کے جام پی رہا ہوں۔اب جان میری لبوں پر آچکی ہے اور قریب المرگ ہوں۔آپ کب تک اپنے ہونٹوں کی ہمکلامی سے مجھے محروم رکھیں گے۔میری مردہ جان آپکے لبوں کی ہمکلامی سے آب حیات چھڑک کر پھر سے زندگی پانے کی منتظر ہے۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ہونٹ حیات بخش ہیں۔ان کے فراق میں مرچکا ہوں اور ان سے محبوب کے کلام کی صورت میں آب حیات پینے کا متمنی ہوں۔

۷۔فرماتے ہیں آپ کے ہاتھوں قتل ہونا عاشق کی آخری آرزو اور منزل ہے اور چونکہ آپ کے ہاتھوں میں تلوار قتل کا حکم مطلق ہے میں اس سعادت سے کیسے محروم رہوں گا۔میں آمادہ ہوں اور آپ کے ہاتھوں قتل ہونے کا منتظر۔وصل تو گر در نفس آخراست ☆ از ھمہ عمر آن نفسم آرزوست (آذر بیگدلی)۔خون دل من ریز ونیندیش کہ گویند ☆ بی جرم غم عشق فلان کشت فلان را (ظہیر فاریابی)۔بہ جرم عشق تو ام میکشند وغوغائیست ☆ تو نیز برلب بام آ کہ خوش تماشائیست (رحیمی بہارلو)۔بکش چنان کہ دانی کہ بندہ رانرسد ☆ خلاف آنچہ خداوندگار فرماید (سعدیؒ)۔جان دادہ ایم ومہر تو از جان خریدہ ایم ☆ بر ما جفاو جور فراقت روامدار (حافظؒ)۔

غزل ٦٦

دل خون وجان فگار وجگر ریش وسینہ چاک.........

۱۔دل خون ' جان مجروح ' جگر زخمی اور سینہ چاک ہے
آپ خود ہی کہئے میں کیوں نہ درد بھری آہیں کھینچوں
۲۔ اے یار مہربان ! بیمار کی عیادت کیجئے
کہ آپ کی جدائی میں میں ہلاکت کے بستر پہ پڑا ہوں
۳۔میرے آنسوؤں نے دل کے خون سے دامن آلودہ کر دیا ہے
افسوس کہ عشق پاک کا اثر یہ نکلا
۴۔آپ کے دروازے کی خاک سے کفن کی خوشبو کی آرزو کی
دیکھ لیجئے آخر کار یہ آرزو خاک میں ساتھ لئے جا رہا ہوں
۵۔آپ کی خوشبو کلی نے سونگھی اور گلاب نے بھی ' کہ
وہ لباس کو پارہ پارہ کر رہی ہے اور یہ خرقے کو چاک !
۶۔اگر مہ رخوں سے سارا عالم بھر بھی جائے
قسم خدا کی میں آپکے سوا کسی کیطرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا
۷۔محبوب سے میں نے کہا جامی آپ کے عشق کے غم میں مر چکا
فرمایا: اس جیسے اگر ہزاروں بھی مر جائیں تو مجھے کیا فکر!

توضیحات غزل

۱۔فگار = مجروح۔زخمی۔جراحت۔زخم۔خستہ۔آزردہ (افگار بھی کہتے ہیں)۔ریش = گھاؤ۔زخمی۔گھائل۔زخم۔ہریسہ۔حلیم۔شوربا جو گاڑھا ہو۔داڑھی۔غصہ۔غضب۔پرندوں کے پر۔عمدہ لباس۔معاش کی فراخی۔چاک = پھٹا ہوا۔چرا ہوا۔پارہ۔رخنہ۔دریچہ۔صبح کی سفیدی۔تیار۔آمادہ۔تلوار وغیرہ مارنے کی آواز۔فرماتے ہیں آپ کے عشق میں حالت میری یہ ہے کہ دل خون ہی خون ہو چکا ہے' جان مجروح ہے' جگر میں زخم پڑے ہیں اور سینہ پھٹ چکا ہے اب انصاف سے کہئے کہ میں اس حالت زار پر دردناک آہیں نہ کھینچوں تو اور کیا کروں۔عشق

میں اپنی حالت کو نمایاں تر کر دیا ہے کہ کس کیفیت سے گذر رہا ہوں۔ گر مستمند و خستہ و مجروح میکشی ☆ ما عاجزیم و خستہ و مجروح و مستمند (وصال شیرازی)۔ پای تا سر آتش و سرتا بہ پا خوناب دل ☆ قطرہ اشکم کہ از چشم کباب افتادہ ام (میر حیدر)۔ از شمع سہ گانہ کاری آموزم ☆ میگریم و میگدازم و میسوزم (مسعود سعد سلیمان)۔ زندگی کردن من مردن تدریجی بود ☆ آنچہ جان کند تنم عمر حسابس کردم (فرخی یزدی)۔ زری بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جواب چیست فردای قیامت دادخواہان را (عارف شیرازی)۔ حال دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلا دوں ☆ انگلیاں فگار اپنی خامہ خون چکاں اپنا (غالب)۔ تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد ☆ سینہ کہ تھا دفینہ گہرہای راز کا (غالب)۔ واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال ☆ یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا ☆ جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبجو ☆ یاں رواں مژگان چشم تر سے خون ناب تھا ☆ یاں سر پر شور بیخوابی سے تھا دیوار جو ☆ واں وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا ☆ یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی ☆ جلوہ گل واں بساط صحبت احباب تھا ☆ فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موج رنگ کا ☆ یاں زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا ☆ ناگہاں اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا ☆ دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا (غالب)۔

۲۔ فرماتے ہیں اے دوست مہربان! آپ کی جدائی کے غم میں بستر مرگ پر پڑا ہوں۔ آنکھیں آپ کے دیدار کو ترس رہی ہیں۔ اپنے چاہنے والے کی عیادت کو ہی آ جائیے۔ مطلب یہ ہے کہ وقت نزع بھی عاشق معشوق کے دیدار کا ہی متمنی رہتا ہے گو کہ بستر مرگ پر پڑنے کی وجہ صرف محبوب یا اس کے ہجر کا صدمہ ہوتا ہے۔ جانم بلب رسیدہ و چشمم براہ دوست ☆ با مرگ و انتظار عجب درکشاکشم (غبار ہمدانی)۔ روز مرگ و شام ہجران راز ہم فرقی بود ☆ آن بآسانی سر آمد این بدشواری گذشت (دولت شاہ قاجاری)۔ تیمار غریبان سبب ذکر جمیل است ☆ جانا مگر این قاعدہ در شہر شما نیست (حافظؒ)۔ نہ می آئی نہ می خوانی نہ می جوئی نہ می پرسی ☆ چرا از آشنایان این قدر کس بی خبر باشد (صائب)۔ آخر ای پیمان شکن یاران بہ یاران این کنند؟ دوستان بی موجبی با دوستداران این کنند؟ (محتشم کاشی)۔ ییٚھنا حال دل باوٕے زوٗدمُت سینہٕ بہ ہاوٕے ☆ ژٕیلہِ یِکھ ییلہِ بہ راوٕے پوٗشے متہِ جانانو ☆ مہجور وٕنۍ ڈِوان یارَس بیوفابازی گارَس ☆ ڈیکہِ توٚس کوٗت کال پرارس پوٗشے متہِ جانانو (مہجور کشمیری)۔ ییٚھنا حالِ دل باوٕے گٕچھے نٕحہِ توسہِ وٕلۍ تھراوٕے ☆ ژٕن زٕلۍ پیشکش تھاوٕے میہ پانٕس شرژ لیے بوٗنبرو (مہجور کشمیری)۔

۳۔ سرشک = آنسو۔ قطرہ اشک۔ چنگاری۔ فرماتے ہیں دل کا خون آنکھوں کی راہ سے اب بہ کر دامن میں آ گیا ہے۔ خون باری کا عالم ہے۔ میرے محبوب! دیکھ رہے ہیں آپ عشق کا اثر آخر کار کچھ تو نکلا۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق غم محبوب میں خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل ☆ جب آنکھ ہی

سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے (غالب)۔ جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ☆ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں (غالب)۔ خوُن گوم جاَری اوش ہاَرکِ ہاَری ☆ پھلہِ پھلہِ گوم موختہ ہار مدنو (مہجور)۔ وَدلولہِ زخمن میہ چھم خوُن جاَری ☆ رُتھ نالہ متہ خون مٹہِ کھار ناوَ ے (مہجور)۔ سرشک از زخم پاک کردن چہ حاصل ☆ علاجی بکن کز دلم خون نیاید (میر والہی قمی)۔

۴۔ فرماتے ہیں میری آرزو تھی کہ آپ کے دروازے کی مٹی اٹھا کر اسے اپنے کفن میں خوشبو کے طور پر قبر میں اپنے ہمراہ لے جاتا۔ افسوس کہ نہ آپ کے دروازے کی مٹی میسر ہوئی اور نہ یہ آرزو ہی پوری ہوئی بلکہ اب یہ آرزو ہی اپنے ساتھ لحد میں لے جا رہا ہوں۔ محبوب کے غم عشق میں طرح طرح کی مایوسیوں اور ناکامیوں کا جو ذکر عاشق کی طرف سے اکثر ہوتا رہتا ہے یہ شعر بھی ان ہی احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ای دوست بر سیدن حافظ قدمی نہ ☆ زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت (حافظؒ)۔ تو از جفا وستم بر من آنچہ خواہی کن ☆ بکن کہ من نہ کنم دامنت رہا ای دوست (وصالؔ شیرازی)۔ پیراہنی از تار وفا دوختہ بودم ☆ چون تاب جفای تو نیاورد کفن شد (طالب عاملی)۔ دور بآخر رسیدہ وعمر بہ پایان ☆ شوق تو ساکن نہ گشت ومہر تو زائل (سعدیؒ)۔ در آن نفس کہ بمیرم در آرزوی تو باشم ☆ بدان امید دہم جان کہ خاک کوی تو باشم ☆ بوقت صبح قیامت کہ سر ز خاک بر آرم ☆ بگفتگوی تو خیزم بہ جستجوی تو باشم (سعدیؒ)۔ گرم لحد بشکافی پس از ہزاران سال ☆ نشان مہر ووفا یابی از رمیم عظام (وصالؔ شیرازی)۔

۵۔ شنیدن = سونگھنا۔ سننا۔ رقت سے کان لگانا۔ سامعہ کی راہ سے آواز پانا۔ کسی کی بو پانا یا درک کرنا۔ اطاعت گذاری۔ فرمان برداری کرنا۔ فرماتے ہیں کہ فقط میرا ہی سینہ چاک چاک نہیں۔ آپ کے تن زیبا کی خوشبو کلی نے پائی تو اس نے رشک سے کپڑے پھاڑے بلکہ گلاب کے پھول نے بھی آپ کی طرف سے آنے والی عطر یعنی خوشبو سونگھی تو اس نے بھی اپنا لباس فرط شوق میں چاک کر ڈالا۔ شاعرانہ حسن بیان ہے محبوب کے حسن و جمال کی برتری اور دلکشی و دلفریبی کا۔ عام طور پر کھلے ہوئے پھولوں کو حسن پرست شاعر یا عاشق کپڑے پھاڑنے سے مشابہ کرتے ہیں۔ اسی رعایت سے مولانا جامیؒ نے کلی کا کھل کر پھول بن جانا اور گلاب کا کامل طور پر کھل جانا مشابہ کیا ہے اس بات سے کہ ان دونوں نے محبوب کے حسن کی شہ پا کر کپڑے پھاڑ دیئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فطرت کی حسین ترین موجودات بھی محبوب کے حسن کے مقابلے میں خود کو پست تر سمجھتے ہیں اس لئے کہ محبوب حسن وزیبائی میں بے مثال ہے۔ چو دید بلبل بہودی تو باغبان از شرم ☆ ہر آنچہ گل بہ چمن بود چید و دور انداخت (دہقان سامانی)۔ روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست ☆ در غنچہ ای ہنوز و صدت عندلیب ہست (حافظ)۔ در عہد جمال تو نگیرند گل آب ☆ عکس تو بہ ہر آب کہ افتاد گلاب است (میر غروری کاشی)۔ گل خورشید را در عہد رویت ☆ برای طاق نسیان

آفرید ند (صائب)۔ مجھے اب دیکھ کر ابر شفق آلودہ یاد آیا ☆ کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر (غالب)۔ جو تھا سو موج رنگ کے دھوکے میں رہ گیا ☆ اے وائے! نالۂ لب خونین نوای گل ☆ سطوت سے تیرے جلوۂ حسن غرور کی ☆ خون ہے مری نگاہ میں رنگ ادای گل ☆ تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک ☆ بے اختیار دوڑے ہے گل در قفای گل (غالب)۔

۶۔ ماہ منظر = چاند کا سا نظارہ رکھنے والا۔ چاند کی مانند دکھائی دینے والا۔ مہ رخ۔ فرماتے ہیں اگر ساری دنیا میں ہر جگہ حسینان مہ رخ دکھائی دینے لگیں اور سارا عالم ان سے بھر جائے، قسم خدا کی آپ کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا۔ آخر ان کا حسن آپ کے حسن و جمال کی برابری کہاں کر سکتا ہے۔ آپ مہ رخوں کے خورشید جمال ہیں۔ ان کی خوبصورتی آپ کے جمال کے مقابلے میں ہیچ ہے ۔ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ور زیدہ ام ☆ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری (امیر خسروؒ)۔ جہان بگشتم و دیدم تمام خوبان را ☆ جہان فدای تو بادا کہ از تمام بہی (محیط قمی)۔ چگونہ با تو نکویان کنند دعوی حسن ☆ ہزار خار کجا میر سد بپای گلی (آزاد نور بخش)۔ عالم ہمہ گردیدم آفاق نوردیدم ☆ در کشور نیکوئی نہ بود چو تو زیبائی (مستورہ کردستانی)۔ جہان بگشتم و بسیار نیکوان دیدم ☆ بنود چون تو نگاری بہ حسن و زیبائی (عبرت نائینی)۔ بہ از تو مادر گیتی نیاورد فرزند ☆ بہ عمر خود کہ ہمین بود حد زیبائی (سعدیؒ)۔ ہمچون تو نازنینی سرتا بہ پا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد نیافریدہ (حافظؒ)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کی بے نیازی ملاحظہ ہو، میں نے ان سے کہا کہ جامی آپ کے غم عشق میں مر چکا۔ سن کر بے نیازی سے فرمایا: مرنے دو۔ اس جیسے ہزاروں عاشق بھی مر جائیں تو مجھے کیا غم! محبوب کی بے نیازانہ اداؤں کا بیان ہے اور خود یہ ادا بھی محبوب کی دلکشی اور دلربائی کا ایک ناقابل بیان انداز ہے اور اسی لئے عاشق اسے اکثر زبان پر لا کر اس کی اداؤں کے ناوک و نشتر سے لذت محسوس کرتے ہیں ۔ بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور! کب تلک ☆ ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا (غالب)۔ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے ☆ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا (غالب)۔ ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ☆ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک (غالب)۔ ہے کس قدر ہلاک فریب وفای گل ☆ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل (غالب)۔ میں نے کہا کہ بزم ناز چاہئے غیر سے تہی ☆ سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں (غالب)۔ ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہیں ☆ غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہیں (غالب)۔ قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں ☆ میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں (غالب)۔ ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے ☆ بے نیازی تری عادت ہی سہی (غالب)۔

غزل ۶۸

جان میدھم بہ بادو غمت می برم بہ خاک........

۱۔اپنی جان برباد کر چکا اوراب آپ کا غم اپنے ساتھ مٹی میں لئے جا رہا ہوں
مبارک ہے وہ جو دل میں آپ کی محبت لئے مر جائے

۲۔آپ پاک ہیں اور پردۂ عزت میں سے کوئی آپ کو دیکھ نہ سکا
سوای پاک آنکھوں کے، مرحبا ہو ان پاک آنکھوں پر!

۳۔ ہر رات کو آپ کے خیال کی طلب میں روانہ کیا کرتا ہوں
اپنی دو آنکھوں کا پانی پاتال تک، اور فریاد وفغان آسمان تک

۴۔ کہاں زاہد اور کہاں میرا سوز دل! اس نے تو مکر میں
پشمینہ پھاڑ دیا اور میں نے عشق میں اپنا سینہ

۵۔خام کار شیخ نے آپ کے عشق میں مجھے طعنے دیئے
بھلا ایک دیوانے کو بچوں کی ملامت کا کیا ڈر

۶۔میری عیادت کے لئے آپ فکر مند نہ ہوں
آپ کی طرف سے یہ میری سعادت ہوگی اگر میں مر جاؤں

۷۔جامیؔ جس نے آپ کے غم میں جان دی، نے درد مند عاشقوں کیلئے
جامیؔ چھوڑ دیئے درد ناک غزلیات

توضیحات غزل

۱۔بباد دادن = محاورہ ہے یعنی برباد کرنا۔ ویران کردینا۔ تباہ کردینا۔ فرماتے ہیں آپ کے غم میں میری جان برباد ہو چکی اور آپ کے غم عشق کو اب اپنے ساتھ قبر میں لئے جا رہا ہوں کہ وہ دل بڑا سعادت مند اور بابرکت ہے جس میں آپ کی محبت سما چکی ہو اور اسی برکت وسعادت کو لے کر قبر میں اترے۔ عاشق مرکر بھی عاشق ہے۔ وہ اپنے کو سعادت مند اور صاحب برکت جانتا ہے کہ معشوق کی محبت کو دل میں لے کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے کئی نعتیہ غزلوں میں عشق کی وجہ سے اپنی تباہ حالی اور غم عشق کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔ اس غزل

میں بھی ان ہی خیالات کی تکرار ہے۔ دراصل چونکہ حکایت عشق عاشق صادق کی نظر میں لذیذ ترین داستان ہے اسلئے اسے دراز تر بیان کیا کرتے ہیں۔ گر بہ تیغم بزنی یا کہ بہ تیغم بکشی ☆ خود محال است کہ مہرت ز دل آید بیرون (محیط قمی)۔ باور مکن کہ من دست از دامنت بدارم ☆ شمشیر نکسلاند پیوند مہربانان (سعدیؒ)۔ بجرم عشق تو گرمی زنند بردارم ☆ گمان مبر کہ ز عشق تو دست بردارم (قاآنی شیرازی)۔ عہدم این است کہ جان در سر کار تو کنم ☆ گر من این عہد بپایان نہ برم نامردم (سعدیؒ)۔ آنچنان مہر توام در دل و جان جا بگرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نہ رود (حافظؒ)۔ ز نجم از تو بہ تیغم اگر زنی ای دوست ☆ کہ نیست شیوہ عاشق ز یار رنجیدن (محیط قمی)۔ صد بار اگر برانیم از آستان خویش ☆ کی روی از در تو بجای دگر کنم ☆ گر تیغ بر کشی زپی قتل عاشقان ☆ اول بہ پیش تیغ تو من جان سپر کنم ☆ در راہ عشق او اگرم سر رود بہ باد ☆ باور مکن کہ عشق وی از سر بدر کنم (عبرت نائینی)۔

۲۔ عزّت = عزیز ہونا۔ شدت۔ قوت۔ غالب ہونا۔ ارجمندی۔ آبرو۔ حرمت۔ سرافرازی۔ فرماتے ہیں اے محبوب! آپ پاک ہیں اور عزت و آبرو کے پردۂ بصارت سے آپ کو فقط پاک آنکھیں ہی دیکھ سکتی ہیں۔ مبارک ہیں اور آفرین کے لائق ہیں وہ پاک آنکھیں جو آپ کو دیکھتی ہیں۔ مطلب یہ ہے محبوب کی پاک ذات کو دیکھنے کیلئے پاک آنکھیں چاہئے۔ ظاہر ہے یہ آنکھیں ایک پاک دل عاشق صادق میں ہی ہوں گی۔ غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند ☆ پاک شو اول و پس دیدہ بر آن پاک انداز (حافظؒ)۔ چشم آلودہ نظر از رخ جانان دور است ☆ بر رخ او نظر از آئینہ پاک انداز (حافظؒ)۔ آشہِ چانہِ ترڈیرم ششوے پاش ☆ پاک باش لایق دیدار باش (شمس فقیر کشمیری)۔ رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے ☆ دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے (غالب)۔

۳۔ سمک = مچھلی۔ وہ مچھلی جس کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ اس کی پیٹھ پر بیل کھڑا ہے جس کے دو سینگوں پر زمین ہے۔ زمین کی سب سے نچلی تہ۔ سماک = دو ستاروں کے مجموعہ کا نام جو بہت بلندی پر واقع ہیں ان میں سے ایک سماکِ اعزل کہلاتا ہے۔ جو چاند کی چودھویں منزل ہے۔ قدر اول کا یہ ستارہ ہر سال ۲۷ رمئی کو نصف النہار پر سے گذرتا ہے اور اس کا درجہ عرض گیارہ درجے شمالی ہے۔ سماک کا دوسرا ستارہ سماک رامح کہلاتا ہے۔ قدر اول کا یہ ستارہ ہر سال ۹ رجون کو نصف النہار پر سے گذرتا ہے اور اس کا عرض تیس درجے شمالی ہے۔ شاعر حضرات سمک اور سماک میں لفظی مناسبت اور حسن صوت کی وجہ سے گاہی سمک کو زمین اور سماک کو آسمان کے معنی میں لاتے ہیں اور مولانا جامیؒ نے بھی ان ہی معانی میں یعنی زمین اور آسمان کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں راتوں کو آپ کے تصور میں اتنا روتا ہوں کہ آنسو زمین کی نچلی تہ یعنی پاتال تک چلے جاتے ہیں اور نالے اتنے زور سے بلند ہوتا

ہوں کہ ان کی آواز آسمانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ ہجر محبوب میں اشکباری اور نالہ زاری کرنے کی شدت کو بیان کیا ہے اور مبالغہ برتا ہے جو شعری محاسن میں شامل ہے ۔ واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال ☆ یاں ہجوم اشک میں تارنگہ نایاب تھا (غالب)۔ میں نے روکا رات غالب کو گرنہ دیکھتے ☆ اس کے سیل گریہ میں گردوں کف سیلاب تھا (غالب)۔ گریہ چاہے ہے خرابی میرے کاشانے کی ☆ درودیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا (غالب)۔ دل میں پھر گریئے نے اک شور اٹھایا غالب ☆ آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا (غالب)۔ وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے ☆ جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب میں (غالب)۔

۴۔زرق = مکر۔ جھوٹ۔ نفاق۔ اندھا ہونا۔ آنکھوں کی گردش۔ دوا ٹپکانا۔ پرندے کا بیٹ ڈالنا۔ دوروئی۔ ریاکاری۔ نیلی آنکھ والا ہونا۔ نیلا رنگ۔ کبود چشم۔ نیلگوں چشم۔ زاہد = وہ شخص جو کسی چیز کو ترک کرے اور اس سے پرہیز کرے۔ پارسا۔ وہ جو آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرے۔ پرہیزگار۔ بے رغبت۔ بیزار۔ تارک الدنیا زاہد اور عابد اور عارف میں فرق کیا گیا ہے۔ دنیا کی چیزوں اور اس کی خوشیوں کو ترک کرنے والے کو زاہد کہتے ہیں اور جو شخص عبادت اور نماز و روزہ وغیرہ کا پابند ہو اسے عابد کہتے ہیں اور جس شخص کی مطلق توجہ قدس جبروت کی طرف ہو اور وہ اپنے دل میں ظہور انوار الٰہی کیلئے کوشاں اور خالص حق کیلئے حق سے عشق رکھتا ہو اور رویت الٰہی کے سوا اور اسکے جمال کا مشاہدہ کرنے کے بغیر اور کوئی تمنی نہ رکھتا ہو اسے عارف کہتے ہیں۔ زاہد و عارف میں راہوں کے یہ بعید اور الگ فاصلے شریعت و طریقت کے مباحث میں دلچسپ ہونے کی وجہ سے عارفانہ ادب کا نمایاں موضوع بن چکے ہیں۔ زاہد جنت کا طالب ہے اور عارف فقط ذات الٰہی کا۔ زاہد عشق الٰہی سے بے بہرہ ہے اور فقط ظاہری عبادت کی رعایت سے ظاہر پرست ہے اور ظاہر پرستی میں ریاکاری شامل ہو جاتی ہے جبکہ دیوانہ حق ان چیزوں سے بالاتر ہے۔ مولانا جامیؒ نے بھی دگر عارف شعراء حضرات کی مانند اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے سے زاہد کو ریاکاری سے مبرا نہیں کیا۔ فرماتے ہیں زاہد بھلا میرے سوز دل کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ پشمینہ کا پہنا ہوا یا اونی لباس پھاڑتا ہے جو اس کے ظاہر کے جسم پر چڑھا ہوا ہوتا ہے اور میں عشق الٰہی کے سوز وحدت اور شدت حرارت سے اپنا سینہ۔ زاہد کو بھلا عشق اور درد عشق سے کیا واسطہ؟ وہ ظاہر کو سنوارتا ہے جبکہ عارف عاشق باطن کو انوار الٰہی سے روشن کرنے کا متمنی ہے۔ راز درون پردہ ز رندان مست پرس ☆ کاین حال نیست زاہد عالی مقام را (حافظؒ)۔ بادہ نوشی کہ درو روی و ریائی نہ بود ☆ بہتر از زہد فروشی کہ درو روی و ریاست (حافظؒ)۔ صوفی بیا کہ خرقہ سالوس بر کشیم ☆ وین نقش زرق را خط بطلان بہ سر کشیم ☆ نذر و فتوح صومعہ در وجہ می نہیم ☆ دلق ریا بہ آب خرابات بر کشیم (حافظؒ)۔ ہاز اُبھر! کیاہ چھکاکھ کران رات ڈلاھ گوے تسبیح پھران ☆ مَوختہ راو رُتھ فوطس و چھتھ زوم رہنہ

مُورتھ شر وڈ شر وڈ کو تو گوم (محمد صدیق بٹ المعروف شمس فقیر)۔

۵۔نارسیدہ = خام۔ناپختہ۔کچا۔نابالغ۔کنواری لڑکی۔بے بہرہ۔بے نصیب۔کچا میوہ۔وہ جو ابھی پہنچا نہ ہو۔سرزنش = ملامت۔برا بھلا کہنا۔طعنہ دینا۔شیخ = بوڑھا۔استاد۔عالم۔بزرگ۔بڑا پیر۔خواجہ۔مرد بزرگ۔ کسی مذہبی فرقے کا رہبر۔عربی قبیلے کی کسی جماعت کا رئیس۔بزرگ ملا۔فرماتے ہیں ملای ناپختہ وخام نے آپ کے عشق میں مجھے طعنے دیئے اور میری ملامت کی! بھلا نابالغ بچوں کی طرف سے ایک دیوانہ سرمست کو طعنوں کا کیا ڈر۔ ملا کو نادان اور نابالغ بچہ کہا ہے اور خود کو دیوانۂ عشق۔نابالغ بچہ عشق کے اسرار اور محبت کے جنون کو کیا جانے یہ تو عاشقوں کے سینوں میں ہی سمانے کی چیز ہے جو عشق پاک اور سوز عشق کی شدت سے دیوانے ہو چکے ہوتے ہیں۔اوپر کے شعر کے معانی کی تکرار ہے اور زاہدوں کے رہبر یا بزرگ ملا کو بھی عشق حقیقی سے محروم آدمی قرار دیا ہے اور بے خبر! ای آنکہ خندہ برمنت آید کہ عاشقم ☆ برخود گری کہ عشق نہ داری وخرمی (وصال شیرازی)۔در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان ☆ شرط اول قدم آن است کہ مجنون باشی (حافظؒ)۔چہ خبر دارد از حقیقت عشق ☆ پای بند ہوای نفسانی (سعدیؒ)۔من کجا گفتن توانم بر بہ زاہد سر عشق ☆ گوش کر آخر چہ استیفا کند از نطق لال (یغمای جندقی)۔

۶۔فرماتے ہیں آپ میری عیادت کو آنے کے خیال میں دل کو مضطرب نہ کریں۔میرے لئے یہی سعادت کافی ہے آپ کی طرف سے کہ آپ کے عشق میں میری موت واقع ہو جائے۔مطلب یہ کہ عاشق صادق وہی ہے جو آپ کی محبت میں جان دے۔فرماتے ہیں یہ میری انتہائی سعادت ہوگی کہ آپ کی محبت میں میری موت ہو جائے۔ وصل تو گر در نفس آخر است ☆ از ہمہ عمر آن نفسم آرزوست (آذر بیگدلی)۔کاش میداد خدا ہر نفسم جانی چند ☆ تا بہ ہر گام تو میکردم قربانی چند (فروغی بسطامی)۔خواہم ز کردگار کہ یک شب چو جام می ☆ لب بر لبت گذارم وقالب تہی کنم ☆ مرغ روح خود از ان در قفس تن دارم ☆ کہ بگرد تو بگردانم وآزاد کنم (دردی سمرقندی)۔ چنان بدیدن روی تو آرزومندم ☆ کہ گر بدادن جان ممکن است خرسندم (افسردہ شیرازی)۔

۷۔فرماتے ہیں میں نے آپ کے عشق میں جان دی اور اہل عشق کی رہبری کے لئے اپنے پیچھے یہ چند درد ناک غزلیات چھوڑ دیئے بطور یادگار کہ انہیں پڑھ کر اہل عشق عشق کی سختیوں اور آزمایشوں' منزل عشق کو جانے والی راہوں کے پست و بلند اور خطرات سے آگاہ ہو کر مجھے یاد کیا کریں۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میری یہ غزلین درد عشق سے معمور ہیں اس لئے بڑی دردناک ہیں کیونکہ ان میں خالص درد وغم کا بیان ہے اور ان اہل درد کے مزاج کے موافق اور عین مطابق جو خود منزل درد سے گذر رہے ہیں۔میری یہ غزلیں عشق میں میرے ذاتی تجربوں کے نتائج ہیں اس لئے اہل درد اور عاشقان صادق کیلئے رہبر ہیں ۔ حافظا باز نما قصہ خونابہ چشم ☆ کہ درین جوی نہ آن

آبِ روان است کہ بود (حافظؒ)۔ تیر عاشق کش ندانم بر دل حافظ کہ زد ☆ این قدر دانم کہ از شعر ترش خون می چکید (حافظؒ)۔ گویند ذکر خیرش در خیل عشقبازان ☆ ہر جا کہ نام حافظ در انجمن در آید (حافظؒ)۔ لولہ سازس تازہ لے هیتھ آیے مہجورِ غزل ☆ کیاہ وتان کس کن وتان ژٹتہ ڈچھز ییے زانہہ پرزِ ییلے (مہجور)۔

غزل ۶۷

مرا شد جامۂ جان از غمت چاک.........

۱۔ آپ کے غم سے میری جان کا لباس چاک ہو گیا
آجایئے اے میری غمناک جان کی آرزو!
۲۔ دل کی تختی سے آپ کا نام نہ گیا ' اگرچہ
خود آب و گل کی تختی سے میرا اپنا نقش کئی بار مٹ چکا
۳۔ بس ایک چال سے راہ میں سینکڑوں دل اڑا لئے
سبحان اللہ ! عجیب طرح کے چست و چالاک ہیں آپ !
۴۔ ہر رات کو چوری چھپے آپکے کوچے میں آتا ہوں
گریبان پھاڑے ہوئے اور دامن کو چاک کر کے !
۵۔ کبھی شدت درد سے سر پر خاک انڈیلتا ہوں
اور کبھی شدتِ شوق سے خاک پر چہرہ رگڑتا ہوں
۶۔ حسرت بار نظروں سے در و دیوار کو دیکھکر کہتا ہوں
اے منزل سلمیٰ ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے ؟
۷۔ جامیؔ سے آپ اگر منہ موڑ لیں گے تو پھر تدبیر کیا ہے ؟
آپ تو ایک شاخ نازک ہیں اور وہ خس و خاشاک !

توضیحات غزل

۱۔ فرماتے ہیں آپ کے غم میں میری جان کا لباس چاک ہو گیا ہے اب تو آجایئے اے میری غمناک جان کی تمنا! مطلب یہ ہے کہ آپ کی جدائی یا آپ کے غم عشق میں میری جان نکلی جا رہی ہے۔ اب مجھ میں کیا باقی رہ گیا

ہے۔آپ اب میرے اس نزع کے عالم میں تو آ جایئے تاکہ اے میری غمناک زندگی کی آرزو! آپ کے دیدار سے مشرف ہو جاؤں اور جان کو جان آفرین کے سپرد کر دوں۔ عشق میں اپنی جان گنوانے اور اسے فقط محبوب کے دیدار پانے کے عوض قربان کرنے کا ذکر ہے جو عاشق صادق کی آخرین تمنا ہے۔ من با تو دوستی و وفا کم نمی کنم ☆ چندان کہ دشمنی و جفا بیشتر کنی (سعدیؒ)۔تو عہد کردہ ای کہ کشائی بخون مرا ☆ من سعی میکنم کہ بہ عہدت وفا کنی (فروغی بسطامی)۔تو مرا سوزی و من سوزم ازین غم کہ مباد ☆ باد بیرون برداز کوی تو خاکستر من (ابوالحسن فراہانی)۔ پانگیرم ز سر کوی تو تا جان دارم ☆ گر مرادست بداماں شود ان شاء اللہ ☆ مہر من بر دل معشوق اگر جای گرفت ☆ گرہ مشکلم آسان شود ان شاء اللہ (لسان شمس ملک آرا)۔ در راہ عشق اوا گرم سر رود بہ باد ☆ باور مکن کہ عشق وی از سر بدر کنم (عبرت نائینی)۔

۲۔لوح= تختی۔تختہ۔شانہ۔ ہر چوڑی چیز خواہ لکڑی کی ہو پتھر کی ہو یا ہڈی کی۔ پیاسا ہونا۔ستارے کا ہموار ہونا۔بجلی کا چمکنا۔ جہاز کا تختہ۔ جولاہ کے پاؤں کے نیچے رہنے والا تختہ جسے وہ پاؤں کی انگلیوں سے مضبوطی سے پکڑتا ہے۔گھڑی کے آلات میں سے ایک آلہ۔اس شعر میں بھی اوپر کے شعر سے مربوط معنی کا بیان ہے۔فرماتے ہیں اگرچہ میرے آب وگل (آب وگل= انسان کی سرشت۔گارا۔کیچڑ۔انسان کا خمیر۔لوح آب وگل= وجود کی تختی) کی تختی پر لکھا ہوا نقش مٹ بھی چکا اس کے باوجود بھی میرے دل کی تختی پر لکھا ہوا آپ کا نام نہیں مٹا۔یعنی اگرچہ میرا وجود مٹ گیا لیکن میرے دل سے آپ کی الفت نہ گئی۔ وہ دائمی تھی اور دائمی باقی رہ گئی۔ پتا بلاک شود دوست در محبت دوست ☆ کہ زندگانی او در ہلاک بودن اوست (سعدیؒ)۔ مارا از یاد می توان برد ☆ از خاطر مانمی توان رفت (صہبای قمی)۔ آنچنان مہر توام در دل و جان جای گرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نرود (حافظؒ)۔ از تو ای دوست نگسلم پیوند ☆ گر بہ تیغم برند بند از سند ☆ الحق ارزان بود ز ما صد جان ☆ از دہان تو نیم شکر خند ☆ ای پدر پند کم دہ از عشقم ☆ کہ نخواہد شد اہل این فرزند (ہاتف اصفہانی)۔

۳۔رفتار= چال۔روش۔طرز روانی۔ چلنے کا ڈھنگ۔سیر۔سلوک۔فرماتے ہیں آپ کے چلنے کی ایک روش نے راہ چلنے والے سینکڑوں عاشقوں کے دل لوٹ لئے۔سبحان اللہ! آپ کس قدر چالاک اور چست ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صرف میں ایک ہی آپ کے چلنے کے دلفریب خرام کا دلدادہ عاشق نہیں بلکہ جنہوں نے آپ کی طرز رفتار کا مشاہدہ کیا وہ سب آپ کو دل دے بیٹھے۔ سب رقیبوں سے ہیں ناخوش پر زنان مصر سے ☆ ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہو گئیں (غالب)۔آزاد شود فاختہ و بند شود سرو ☆ در گلشن اگر شرح خرام تو نویسند (نکہت شیرازی)۔ مخرام ای بت رعنا کہ بہنگام خرام ☆ محشر تازہ بہ ہر گام بپا میگردد ☆ بجای خشک بمانند سروہای چمن ☆

چوقامت تو بینند در خرامیدن (سعدیؒ)۔ باسرو ہیچ فرق نہ داری بغیر از انک ☆ او ایستادہ است و تو رفتاری کنی (توحید وصال شیرازی)۔

۴/۵۔فرماتے ہیں ہر شب میں چوری چھپے آپ کے کوچے میں گریبان کو پھاڑے اور دامن چاک کئے ہوئے آیا کرتا ہوں اور کبھی شدت درد سے سر کو خاک وگرد میں لت پت کیا کرتا ہوں اور کبھی فرط عشق میں مٹی اپنے چہرے پر مل لیتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے عشق میں میری حالت دیوانوں کی سی ہو گئی ہے۔ آپ کی گلی میں آتا ہوں تو کبھی وہاں کے گرد وخاک سے سر کو آلودہ کرتا ہوں اور کبھی اسی گرد وخاک کو چہرے پر مل لیتا ہوں۔ درد کی شدت نا قابل برداشت ہے اس لئے فرط اضطراب میں پیچ وتاب کھاتا ہوں اور کبھی اس امید کے خیال سے کہ آپ کے دیدار کا عاشق صادق ہوں سعادت وصل کبھی نہ کبھی میسر ہو ہی جائے گی آپ کے کوچے کے گرد وخاک کو اپنے چہرے پر مل لیتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے ۔ عاشق ارشاہ است باید سر بہ خاک رہ نہد ☆ عشق را با حشمت و جاہ وتجمل کار نیست (وصال شیرازی)۔ بستر شدہ در کوی تو خاکسترم امشب ☆ یا سوختہ از آتش دل بسترم امشب ☆ جان دادم و فارغ شدم از محنت ہجران ☆ یعنی کہ ز شبہای دگر بہترم امشب (غزالی مشہدی)۔ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل ☆ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)۔ وائے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھ کو ☆ آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیران ہونا (غالب)۔

۶۔ الا = آگاہ ہو۔ خبردار ہو۔ اے۔ ربع = مکان۔ منزل۔ سرائے۔ محلہ۔ اترنے کی جگہ۔ پڑاؤ۔ فرماتے ہیں جس پڑاؤ پر اترتا ہوں وہاں کے در و دیوار سے حسرت کے عالم میں مخاطب ہو کر چلاتا ہوں اے سرائے سلمیٰ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے؟ مطلب یہ ہے کہ خواہ میں سفر میں رہوں یا حضر میں محبوب کی طلب وجستجو میں رہتا ہوں ہر طرف اور ہر جگہ محبوب کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں ۔ ہر کسی راہوی یا سرو کاری در پیش ☆ من بیچارہ گرفتار ہوای دل خویش (سعدیؒ)۔ ز دستم بر نمی خیزد کہ بی یاد تو بنشینم ☆ بجز رویت نمی خواہم کہ روی ہیچکس بینم (سعدیؒ)۔ عشق آمد و زد خیمہ بہ صحرای دلم ☆ زنجیر جنون فکند در پای دلم ☆ گر یار بفریاد دل من نہ رسد ☆ پس وای دلم وای دلم وای دلم (فریدون حسین میرزا صفوی)۔ گہی افتم گہی خیزم گہی از دیدہ خون ریزم ☆ نہ آن دستم کہ بستیزم نہ آن پایم کہ بگریزم ☆ ہر سو کہ رفتہ ام بہ ہوای تو رفتہ ام ☆ ہر جا کہ بودہ ام بخیال تو بودہ ام (ہلالی چغتائی)۔

۷۔ فرماتے ہیں اگر آپ جامی سے منہ موڑ لیں گے تو اس کا کیا کیا جائے۔ کہاں آپ شاخ نازک اور کہاں وہ خس وخاشاک! مطلب یہ ہے کہ اگر آپ جامی کو ترک بھی کریں تو وہ اس بھاری مصیبت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟ آپ مختار ہیں اور ہم تابع فرمان آپ ایک نازک شاخ گل ہیں اور ہماری وقعت سوائے خس وخاشاک

کے اور ہے ہی کیا۔ جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے۔ محبوب کی بے نیازی کا بیان ہے جو عاشق صادق کے شدت الم سے بے نیاز ہے۔ آخرای پیمان شکن یاران بہ یاران این کنند؟ ☆ دوستان بی موجبی با دوستداران این کنند؟ (محتشم کاشی)۔ تغافل تا بکی؟ حرفی نگاہی گوشہ چشمی ☆ جفاقدری ستم حدی و جوراندازہ ای دارد (مجذوب تبریزی)۔ تغافل کردتا در آرزوی دام او بودم ☆ کنون کز گوشۂ بامش پریدم دانہ میریزد (عاشق اصفہانی)۔

غزل ۶۹

زہجران برلب آمد جانِ غمناک.........................

۱۔ آپ کی جدائی میں جان غم آلود ہونٹوں تک آگئی ہے
کاش میں آپ کے دیدار سے مشرف ہو پاتا
۲۔ ہر جمیعت میں جا کر آپ کے وصل کی تمنا کرتا ہوں
کہ شاید اللہ آپ کو مجھ سے ملا دے
۳۔ بعض عشاق کے دل کی محبت آنکھوں سے شروع ہوتی ہے
لیکن میرا دل تو آنکھوں سے پہلے ہی آپ کا عاشق تھا
۴۔ اگر مجھے جنت کی نعمتیں بھی مل جائیں
اپنی جان کی قسم آپ کے بغیر زندگی بے عیش رہے گی
۵۔ کسی بھی طرف آپ جانے کا عزم کریں
میرے اس رام کئے ہوئے دل کے بغیر آپکا اور کوئی ٹھکانہ نہیں
۶۔ میں آپ کی رہگذر کا دھول بھی بن گیا اور آپ نے دامن بچا لیا
پھولوں کی ٹہنی کی مانند! پناہ بہ خدا! پناہ بہ خدا
۷۔ جامیؔ کو قتل کرنے کیلئے تلوار نکل لی ہے
یہ تو واقعی آپ کا کرم ہے اللہ آپ کو سلامت رکھے!

توضیحات غزل

۱۔ یہ پوری غزل اس سے پہلی غزل کے مضمون کی تکرار ہے۔ دراصل تکرار مضمون سے درد والم کی شدت واضح

ہو جاتی ہے اور شعری خصوصیت کے لحاظ سے بھی شاعر کے کلام کی روانی اور قدرت بیان کی آشنائی میں مزید تقویت ہو جاتی ہے۔اس غزل میں ملمع سازی کی خاصیت نمایاں ہے۔ملمع وہ اشعار ہیں جن میں ایک شعر فارسی اور دوسرا عربی کا ہوتا ہے یا کسی اور زبان کا۔ یہ ذولسانین بھی کہلاتا ہے۔اور اس سے شاعر کے ایک اور زبان پر قدرت رکھنے اور اس کے علم سے باخبر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔فرماتے ہیں کہ میری غم سے بھرپور جان آپ کی جدائی میں اب ہونٹوں پر آکر نکلنے کیلئے پھڑ پھڑا رہی ہے۔اس وقت تو اب آپ آجائیں اور خود یہ تماشا مشاہدہ کریں کہ آپ کے غم میں کس حسرت سے میں مر رہا ہوں۔مطلب یہ کہ محبوب کے عشق میں جان نکل جانے کے آخری لمحات میں بھی عاشق اپنے معشوق کے دیدار کا طالب ہے۔ بہٖ تہٖ نو بیہ ذُور بر چوَن ذرے بال مرائیو☆ کیاہ کر تھلو قم ذَرِے ذَرے بال مرائیو (روسل میر)۔ فراقت بہ جانم چو آرد شبیخون ☆ شی آبم از دیدہ آید شی خون (ہدایت طبرستانی)۔لب بر لبم گذار کہ جان آیدم بہ لب ☆ عمریست برلب آمدن جانم آرزوست (بانو مہر ارفع جہانبانی)۔ برلب رسیدہ است مرا جان ز درد عشق ☆ از لعل روح بخش تو درمانم آرزوست (امین میر ہادی)۔آرزوئی بہ جہان در دل من نیست ازین ☆ کہ فدای تن و جان تو شود جان و تنم ☆ ھمہ ہست آرزویم کہ ببینم از تو روئی ☆ چہ زیان تراکہ من ہم برسم بہ آرزوئی (فصیح الزمان شیرازی)۔

۲۔فرماتے ہیں لوگوں کے ہر گروہ میں جا کر آپ کی تلاش کرتا ہوں کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے وہاں آپ سے ملاقات کرنے کی سعادت عطا کرے۔مطلب یہ کہ خواہ میں تنہائی میں ہوں یا کسی جماعت میں بس آپ ہی کو ڈھونڈتا ہوں۔نقشبندی مسلک کے بنیادی عقاید سے ایک عقیدہ ہے خلوت در انجمن یعنی بظاہر لوگوں میں رہنا لیکن بہ باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔مولانا جامیؒ اس شعر میں اسی بنیادی عقیدے کے قائل ہیں کہ وہ خود نقشبندی مرشد تھے۔گویا جامیؒ خواہ خلوت میں تھے یا خواہ جلوت میں، بس ان کا دل اپنے معشوق کی طلب میں رہتا تھا اور جلوت میں کثرت اس جستجو میں حائل نہیں آتی تھی۔ بخشے ہے جلوہ گل ذوق تماشا غالب ☆ چشم کو چاہئے ہر رنگ میں وا ہو جانا (غالب)۔از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ ☆ طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ (غالب)۔ بر روی شش جہت در آئینہ باز ہے ☆ یاں امتیاز ناقص و کامل نہیں رہا (غالب)۔

۳۔فرماتے ہیں کہ ہیں کچھ ایسے لوگ جن کی آنکھ عاشق ہو جاتی ہے لیکن میرا یہ حال ہے آنکھ کے عاشق ہو جانے سے بہت پہلے میرا دل عاشق ہو چکا تھا۔مطلب یہ ہے کہ میرا دعوی عشق خالص آنکھ کی ہی توسط سے نہیں بلکہ میرا دل مدتوں پہلے عشق کی خمیر میں گوندھا جا چکا ہے۔اس لئے اب میں اندرون سے بھی عاشق ہوں اور بیرون سے بھی اور عشق میرے سراپا پر غالب ہے۔ زپای تا بہ سرش ہر کجا کہ می نگرم ☆ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این

جاست ☆ نالہ راہر چندی خواہم کہ پنہانی کنم ☆ سینہ میگوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن ☆ وفادار مہر توام تازیم ☆ تو خواہی وفادار خواہی مدار (مسرور طالقانی)۔ درضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس ☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و ما را دوست بس (اوحدی مراغہ ای)۔

۴۔فرماتے ہیں اگر جنت کی تمام نعمتیں بھی مجھے میسر ہو جائیں جب بھی آپ کے بغیر میری نظروں میں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔خود آپ کا وجود اور آپ کا دیدار میرے لئے جنت کی سراسر نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔آپ کے دیدار کی سعادت میرے نصیب میں رہے گی تو پھر مجھے جنت اور وہاں کے نعمتوں سے کیا کام ۔ اے کہ بہشت برین بی تو عذابم عذاب ☆ آتش دوزخ ہمہ باتو گلاہم گلاب (خواجہ حبیب اللہ نوشہری)۔من آن نیم کہ حلال از حرام نہ شناسم ☆ کہ آب بی تو حرام است وشراب باتو حلال (سعدیؒ)۔گرمخیر بکنندم بہ قیامت کہ چہ خواہی ☆ دوست ما را و ہمہ نعمت فردوس شما را (سعدیؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں آپ کسی بھی طرف جانے کا عزم وارادہ کریں میرے آپ کے ہاتھوں رام کئے ہوئے دل کے بغیر اور کوئی جگہ آپ کے شایاں نہیں جہاں آپ ستا لیں گے۔مطلب یہ ہے آپ کے عشق نے میرے قلب سرکش و گمراہ کو رام کر دیا ہے اور یہ آپ خود جانتے ہیں اس لئے میرے اس قلب پاک کے بغیر جسے میں نے آپ کیلئے وقف کر دیا ہے آپ کسی اور جگہ پڑاؤ ڈالنے کو پسند نہیں کریں گے۔میرا دل آپ کے بس کا ہے آپ آکر اپنے ہی چاہنے والے کے اس کلبہ کو منور کر لیجئے ۔یعنی عاشق معشوق کو اپنے دل میں رکھ کر اپنی آرزوی وصل کی تکمیل کا خواہاں ہے ۔جہانی مختصر خواہم کہ در وی ☆ ہمین جای من وجای تو باشد (فوجی نیشاپوری)۔وہ کہ دل تنگ و قفس تنگ و فضای دہر تنگ ☆ کاش می بودیم با این حال تنہا در قفس (صحبت لاری)۔مشرف کن ای ماہ اوج سعادت ☆ زمسکین نوازی شبی مسکنم را (محتشم کاشی)۔بی حجابانہ درآ از در کاشانہ ما ☆ کہ کسی نیست بہ جز درد تو در خانہ ما (نظیر زنگنہ)۔بیا و ملک دل ما بہ دلنوازی گیر ☆ بلطف اگر نہ سپردم بہ ترکتازی گیر (وصال شیرازی)۔

۶۔فرماتے ہیں خاک راہ کی طرح میں آپ کی گذرنے والی راہ پر بچھ گیا کہ آپ میرے اوپر سے گذریں گے لیکن شاخ گل کی طرح آپ نے میری خاک سے دامن بچایا کہ آلودہ نہ ہو جائے۔مطلب یہ ہے کہ خاک ہو کر بھی محبوب کی بے نیازی عاشق کے حق میں متاثر نہیں ہوتی ۔خواندی بہ مہر سویت وراندی بکین مرا ☆ بردی بر آسمان وزدی بر زمین مرا (غیرت اصفہانی)۔گشتیم خاک و پا نہ نہادی بروی ما ☆ زین بیشتر بباد مدہ آبروی ما (وصال شیرازی)۔ہزار مرتبہ از تر بتم گذشت ونگفت ☆ کہ این بلاکش افتادہ خاک راہ من است (قاآنی)۔کرنے گئے تھے ان سے تغافل کا ہم گلہ ☆ کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے (غالب)۔ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے

لیکن ☆ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک (غالب)۔ در مزرع وفای تو از آب چشم خویش ☆ تخم امید کاشتم اما ثمر نہ کرد (دفتری بختیاری)۔

۷۔ فرماتے ہیں مجھے قتل کرنے کے لئے آپ تلوار نکال چکے ہیں۔ الحمد للہ! کتنی بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے آخر آپ میرے حق میں کرم فرما نکلے۔ آپ کے ہاتھوں آپ کے عشق میں قتل ہو جاؤں یہ آپکا کرم ہے کہ آپ نے بالآخر اس سعادت مندی کیلئے میرا انتخاب کیا جس کے نتیجے میں مجھے زندگی جاوید حاصل ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی خاطر جان دینا عاشق کے حق میں خوش بختی کی انتہا ہے۔ فارغ ز درد عشق چہ لذت برد ز عمر ☆ عمر آن بود کہ باغم جانان بسر بری (سعدیؒ)۔ ہمین کہ پای نہادی برآستانہ عشق ☆ بدست باش کہ دست از جان فرو شوئی (سعدیؒ)۔ ہر آن مریض کہ از درد عشق شد بیمار ☆ ہزار بار بود مرگ بہ ز عافیتش (فریب اصفہانی)۔ عشق بجز مرگ ندارد علاج ☆ بے خبران صبر و سفر گفتہ اند (حالتی ترکمان)۔ عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نرود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدیؒ)۔ جان دادم و رفتم بہ سلامت ز رہ عشق ☆ راہیست رہ حق کہ ہیچش خطری نیست ☆ بذل مال و جان و ترک نام و ننگ ☆ در طریق عشق اول منزل است (سعدیؒ)۔

غزل ۷۰

شکر آمد ز خندۂ تو بہ تنگ.........

۱۔ آپ کی ہنسی سے شکر تنگ آچکا
نبات نے اپنا کوزہ پتھر پر دے مارا
۲۔ میرا چہرہ میرے آنسوؤں سے پر روشن ہے
اگرچہ آئینہ نم پڑنے سے زنگ دار ہو جاتا ہے
۳۔ آپ سے صلح کرنا بے گناہ خونریزی کے برابر ہے
کہ آپ کے ساتھ صلح کرنے پر لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں
۴۔ رقیب نے اپنا نام عاشق رکھا ہے
عاشقان صادق کو اب اس نام سے ننگ آتی ہے
۵۔ ستارے ماتم کی انجمن بلاتے ہیں
جب جب میری آہیں بلند آواز سے نکلتی ہیں

۶۔ گل ہای لالہ کی دو رنگی کو دیکھئے کہ کس طرح سے
سارے کے سارے آپ کی داغداری میں یکرنگ ہیں

۷۔جب سے جامی آپ کے کوچے کا مقیم ہوا
تب سے خیال حج سے کوسوں دور ہو چکا ہے

توضیحات غزل

ا۔تنگ آمدن = عاجز ہونا۔ رنجیدہ ہونا۔ آزردہ ہونا۔ملول ہونا۔فرماتے ہیں آپ کی ہنسی اتنی شیرین ہے کہ شکر بھی جسے اپنے میٹھے ہونے پر ناز ہے' اسے دیکھ کر ملول ہو چکا ہے کہ اس کی اہمیت گھٹ چکی ہے بلکہ آپ کی ہنسی کی شیرینی کے رشک سے نبات بھی پتھر پر سر پھوڑتا ہے۔نبات کے پتھر پر سر پھوڑنے میں صنعت حسن تعلیل سے کام لیا گیا ہے کہ یہ معلوم ہے نبات کوزے میں ہی بنتا ہے اور جب اسے نکالنا ہوتا ہے تو اس کوڑے کو توڑ دیا جاتا ہے اور مولانا جامیؒ نے نبات کو توڑے جانے کے عمل کو محبوب کے شیرین تبسم سے وابستہ کیا ہے کہ دراصل نبات اپنی شیرینی پر نادم ہے اور محبوب کے شرین تبسم کی موجودگی میں اس قدر شرمندہ کہ پتھر پر سر پھوڑتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کے تبسم کی مٹھاس کے مقابلے میں شکر اور نبات کی کوئی وقعت نہیں ۔ کیاہ خندہ برلب قندہ خوتہ شیرین ☆ وجنس اکو خندہ گاریے لولو (روسل میر)۔دلبرن لب شکرتن مہ پیکرن غارت گرن ☆ دُور لوئین حورِ تیراہ ڑُور تھونس وار چھا (مہجور)۔

۲۔فرماتے ہیں میرے آنسوؤں سے بھی زیادہ میرا چہرہ صاف وشفاف ہے یعنی میرے آنسوؤں سے ہی میرا چہرہ دھلتا رہتا ہے اور صاف ہوتا ہے اگر چہ یہ آئینہ پانی کی وجہ سے زنگ آلو ہونا چاہئے تھا۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی جدائی میں میری آنکھوں سے لگا تار آنسو بہتے رہتے ہیں اور اسی متواتر اشکباری سے میرا چہرہ دھلتا رہتا ہے۔ مدنس وتیسے انتیسے عار☆ وَدنس چھمنہ زانہہ ڑھنین تہ لولو (روسل میر)۔ چھس ودان پتہٖ میے پیار یے☆ مارِ متہٖ دل گوم تاریے☆ طوطہٖ میے روُدم ہاریے☆ پوشے متہٖ جانانو (مہجور)۔

۳۔فرماتے ہیں کہ آپ سے صلح کرنا بھی خون ریزی کے برابر ہے گوکہ یہ خون ریزی معصومانہ اور بے گناہ ہے کیونکہ آپ کے عشاق آپ سے صلح کرنے میں آپس میں اس قدر پیش پیش ہیں کہ ان کی آپس میں جنگ ہوتی رہتی ہے اور اس کشاکش میں ان کی جان تک چلی جاتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ساتھ صلح پسندی سے رہنا بھی آزمائشوں سے خالی نہیں۔اگر چہ اس میں اسے عاشق کو ستانے کا کوئی بہانہ نہیں لیکن معشوق حیلہ جو عاشق کو

آرام وسکون سے بیٹھنے نہیں دیتا ۔ کاتھ زُون گۄ تھس سفرس لُا تھس ☆ ژھور کھ گامہ شہار مدنو (مہجور)۔ گوڑ ہو وتھم دیدار اَدِ کیاز ِکھوٗتھ رُوپے ☆ ڈٔز نے ڈچھتھ دُ دبار وانج مبہ پھٹےلو (رسول میر)۔

۴۔فرماتے ہیں رقیب روسیاہ اب خود کو بھی عاشق کہنے لگا ہے۔اس سے عاشقان صادق کو غیرت آ گئی ہے اور وہ اس اس نام سے حیا کرنے لگے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ عشق صادق ہر کسی کے بس کی بات نہیں صاحب دل اور عاشقان رسولؐ کی بات ہی کچھ اور ہے۔عاشق صادق سے حسد کرنے والے رقیب بھلا عاشق کہاں ہو سکتے ہیں۔ یہ ان کی محض فریب کاری ہے اور بوالہوسی ۔ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی ☆ اب آبروی شیوہ اہل نظر گئی (غالب)۔

۵۔فرماتے ہیں جب میری آہیں بلند ہو کر آسمان سے جا کر ٹکراتی ہیں تو وہاں ستارے جمع ہو کر ماتم کی انجمن منعقد کرتے ہیں۔رات کو آسمان پر ستاروں کی جو انجمن ہوتی ہے اس سے مولانا جامیؒ نے یہ تصویر کھینچی ہے کہ دراصل یہ ایک انجمن ماتم ہے جو میرے غم میں میری بلند آواز آہیں سن کر انہوں نے برپا کی ہے۔مطلب یہ ہے کہ غم محبوب میں میری آہیں آسمانوں تک راتوں کو جاتی ہیں اور ستاروں تک کو مضطرب کر دیتی ہیں ۔ ہمیں تو آج کی شب پو پھٹے تک جاگنا ہو گا ☆ یہی قسمت ہماری ہے' ستارو تم تو سو جاؤ ☆ پریشان رات ساری ہے ستارو تم تو سو جاؤ ☆ سکوت مرگ طاری ہے ستارو تم تو سو جاؤ (قتیل شفائی)۔شب از فراقت درفغان روز از غمت درزاریم ☆ دارم عجب روز و شبی آن خواب واین بیداریم (عاشق اصفہانی)۔ہمہ آرام گرفتند وشب از نیمہ گذشت ☆ آنکہ در خواب نہ شد چشم من و پروین است (سعدیؒ)۔

۶۔فرماتے ہیں لالہ ہای دورنگ بھی آپ کے غم کا داغ رکھنے میں یکرنگ ہیں۔گل ہای لالہ خواہ کتنے ہی رنگوں کے ہوں لیکن آپ کے عشق کا داغ ان میں ایک ہی رنگ کا ہے یعنی سیاہ۔گویا سب میں آپ کے عشق کی حالت یکساں ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔مطلب یہ ہے کہ عشق محبوب مناظر فطرت میں بھی اتنا ہی عمیق ہے جتنا کہ عاشقان صادق میں ہے ۔تو جس کو ڈھونڈتا ہے تاروں کی خامشی میں ☆ پوشیدہ ہے وہ شاید غوغای زندگی میں ☆ استادہ سرو میں ہے سبزہ پہ سو رہا ہے ☆ بلبل میں نغمہ زن ہے خاموش ہے کلی میں (اقبالؒ)۔برگ درختان سبز درنظر ہوشیار ☆ ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار (سعدیؒ)۔یوٗد نظر کرِ پوشہِ باغس گل کرن ناز نثار ☆ چاک جامن ڈاوِنا برخاک پوشن ساوِنا ☆ روشہ رَوشے باغ وَسہ ناگل وچھن کسنک بہار ☆ سۄنبلن کرنا پریشان بلبلن موراونا (مہجور)۔سۄنبل چھ ترا اُدِتھ لالن برجگرس داغ ☆ چھیُ دام کا گل خال سیہ فام نگارو (رسول میر)۔

۷۔فرماتے ہیں جب سے آپ کے کوچے کا ساکن ہو گیا ہوں تب سے حج کے خیال سے کوسوں دور ہو چکا

ہوں۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی گلی میرا کعبہ ہے اور اسی میں میرا جو قیام ہے وہ حج کے برابر ہے۔ میں نے سب کچھ چھوڑ کر آپؐ کے عشق کو اپنایا ہے اور یہی میرا ایمان ہے اور اس نے مجھے رسوم سے بھی بے نیاز کر دیا ہے کیونکہ یہ رسوم بھی میرے شدّت عشق میں ایمان کا جزو ہو چکی ہیں۔اور عشق رسولؐ نے مجھے سب کچھ عطا کیا ہے عجب کیا گر مہ و پرویں میرے نخچیر ہو جائیں ☆ کہ بر فتراک صاحبدولتی بستم سر خود را ☆ وہ دانائی سبل ختم الرسلؐ مولای کلؐ جس نے ☆ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا ☆ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر ☆ وہی قرآن وہی فرقان وہی یاسین وہی طاہا (اقبالؒ)۔عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات ☆ عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات (اقبالؒ)۔ز وصل چھڑائیتھ دین و مذہب رو رخ تہ زُلف چون ☆ کو وزانہ کیاہ گو لا کفر تے اسلام نگارو (رسول میر)۔ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم ☆ ملتیں جب مٹ گئیں اجزائی ایمان ہو گئیں (غالب)۔

غزل ۱۷

زہی اشک من و لعل تو یکرنگ.........

۱۔آفرین ہے مجھ پر کہ میرے آنسو اور آپ کے سرخ لب ایک ہی رنگ کے ہیں
آپ کی طرف سے میرا بار غم پہاڑ کے ہم وزن ہے
۲۔ میرے لئے یہی درج گہر کافی ہے کہ
اپنے سینہ تنگ میں آپ کے پیکان محفوظ ہیں
۳۔ آپ کی تلوار سے مقصد ظاہر ہے
بے دردوں کے خون سے یہ رنگین نہ ہو
۴۔ اے دل! تو کب تک اس چشم و ابرو سے بھاگتا پھرے گا
بھلا کیا دلیر لوگ میدان جنگ سے بھاگ جاتے ہیں
۵۔ چنگ کی مانند میرا قد ٹیڑھا ہو چکا اور مجھے امید ہے کہ
آپ کی زلف کا ایک تار آخر کار میرے چنگ میں آہی جائے گا
۶۔ میرے قتل ہونے میں رقیب کو ننگ آتی ہے
آپ تلوار کی ایک ضرب سے مجھے اس ننگ سے رہائی دیں

۷۔اس قد و قامت پر میرے گیت اچھے لگتے ہیں
اس خوش آہنگ پرندہ پر آفرین کہ کسی اور لے میں اپنی لے نہیں ملاتا

توضیحات غزل

ا۔زہی = شاباش۔آفرین۔تحسین کا لفظ ہے۔احسنت۔آہ۔افسوس۔حاملہ ہونے کیلئے آمادہ حیوان۔وہ حیوان جس میں حمل قرار پانے اور حاملہ بن جانے کی اہلیت ہو۔نوزائیدہ حیوان۔وتر والا موسیقی کا آلہ۔ذات الاوتار۔لعل= کنایہ ہے محبوب کے ہونٹ سے جو سرخی اور خوشنمائی اور درخشانی میں عاشق کے خیال میں لعل سے مشابہ ہے۔مشہورترین لعل (ہیرا) بدخشان کا ہے جس کا تیز سرخ رنگ ہوتا ہے اور روشن اور خوبصورت ہوتا ہے۔خون کے آنسوؤں سے بھی لعل کا کنایہ مقصود ہوتا ہے۔شراب۔(آب لعل۔شراب لعل۔لعل تر۔لعل روان۔لعل۔مذاب= شراب) سرخ رنگ کو بھی لعل سے مشابہ کیا جاتا ہے۔ہم سنگ= ہم وزن۔برابر[سنگ= باٹ۔وزن۔پتھر۔گرانی۔بھاری پن۔مقدار۔قدر۔مرتبہ۔وقار۔قیمت۔اعتبار]۔خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرے آنسوؤں کا رنگ آپ کے سرخ ہونٹوں کے ساتھ یکرنگ ہے۔یعنی ایک ہی رنگ کے ہیں یہ دونوں۔اور آپ سے مجھے جو غم والم ملا ہے وہ پہاڑ کے ہم وزن ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ کے غم عشق اور درد فراق میں خون کے آنسو رو رہا ہوں اور پہاڑ کی مانند بھاری درد کو دل میں برداشت کئے ہوئے ہوں اور کوئی شکوہ نہیں بلکہ خوشی سے تحمل کئے جا رہا ہوں ۔ عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا ☆ لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا (غالب)۔موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے ☆ آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟ (غالب)۔ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا ☆ ہوتے جو کئی دیدہ خونابہ فشان اور (غالب)۔ودیعت خانہ بیداد کاوشہای مژگان ہوں ☆ نگین نام شاہد ہے میرے ہر قطرہ خون میں (غالب)۔ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب ☆ خون جگر ودیعت مژگان یار تھا (غالب)۔جو ے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ☆ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں (غالب)۔

۲۔درج = ڈبہ۔صندوق۔ڈبیا جس میں موتی یا ہیرے رکھے جاتے ہیں۔پیکان = برچھی کی انی۔پیک (قاصد) کی جمع۔تیر کی نوک کا لوہا۔نیزہ کی نوک کا لوہا۔نوک دار دھات جسے تیر اور نیزہ کے سرے پر نصب کیا جاتا ہے۔فرماتے ہیں میں نے آپ کے تیر کے پیکانوں کو اپنے سینے کے چھوٹے سے ڈبے میں محفوظ رکھا ہے اور یہی میرا درج گہر ہے جو میرے لئے بس گران قیمت اور یادگار متاع ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ کے مژگانوں

یا نظروں کے تیروں اور پیکانوں سے میرا سینہ چھلنی ہو چکا ہے اور ان زخموں کو میں ایک درج گہر یا ہیروں کے چراغان کی طرح عزیز رکھتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی طرف سے ہدیہ اور ارمغان ہے ۔ جراحت تحفہ' الماس ارمغان' داغ جگر ہدیہ ☆ مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا (غالب)۔ گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا ☆ گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا (غالب)۔ دل نہیں' تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار ☆ اس چراغان کا کروں کیا کارفرما جل گیا (غالب)۔ دکھاؤں گا تماشادی اگر فرصت زمانے نے ☆ مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغان کا (غالب)۔ ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی ☆ آخر اس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا (غالب)۔ کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو ☆ یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا (غالب)۔

۳۔ چہرہ مقصود پیدا شدن = مقصد کا روشن اور واضح ہونا۔ بے درداں = بے درد کی جمع۔ وہ جس میں درد نہ ہو۔ بے حس۔ بے رنج۔ بے رحم۔ سنگ دل۔ شقی۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی تلوار سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شقی القلب اور سنگ دل لوگوں کے خون سے نہیں رنگی جاتی بلکہ ان ہی عاشقان صادق کا خون اس پر چڑھے گا جو بس آپ کے متمنی ہیں۔ آپ کی آزمائشوں کی تلوار صرف ان ہی کے لئے مخصوص ہے۔ یعنی معشوق اپنی شان بے نیازی میں صرف اپنے چاہنے والوں کو امتحانات کی تلوار سے گزار دیتا ہے نہ کہ ان لوگوں کو جن کے دل محبت سے عاری ہیں ۔ نسیمہ بوزم ژبالہ داٹی کمندھیتھ چھکھ شکار ژھاران ☆ بہ شوقہ چاپیے شکار اندر پکن یہ سرھیتھ ترے ہالالو (مہجور)۔ ھمہ آھوانِ صحرا سر خود نہادہ بر کف ☆ بامید آن کہ روزی بہ شکار خواہی آمد (امیر خسرو)۔ ما ہمانیم کہ بودیم بہ میدان محبت ☆ سر بازیم و خود از سر نگذاریم وفارا (خسروی قاجار)۔ شربت زہر ار تو دہی تلخ نیست ☆ کوہ احد گر تو نہی نیست بار (سعدی)۔

۴۔ فرماتے ہیں کہ اے میرے دل تو کب تک محبوب کے چشم و مژگان کے تیر باران سے بچتا رہے گا۔ آخر مقابلہ کرنے والے جنگ کے صفوں سے تھوڑے ہی بھاگتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب سے عشق کیا ہے تو محبوب کے مظالم چشم و مژگان سے مفر نہیں۔ ان کے نظروں کے سحر آفرین اثر اور مژگان کے تیر ہای بلا انداز سے خود کو آمادہ رکھنا ہے اور اس ستم و الم کو سہنا ہے ۔ تو ار جفا و ستم بر من آنچہ خواہی کن ☆ بکن کہ من نہ کنم دامنت رہای دوست (سعدی)۔ من آن نیم کہ دہم نقد دل بہ ہر شوخی ☆ در خزانہ بہ مہر تو و نشانہ تست (حافظ)۔ بجای طعنہ اگر تیغ می زند دشمن ☆ ز دوست دست بر نداریم ہر چہ باداباد (حافظ)۔ اگر صد بار سوزی باز بر گرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بر دست و پا افتم (نظیری)۔ نہ رنجم از تو بہ تیغم اگر زنی ای دوست ☆ کہ نیست شیوہ عاشق زیار رنجیدن (محیط قمی)۔

۵۔ چنگ = پنجہ۔ چنگل ۔ ایک ساز کا نام جس کا سر ٹیڑھا ہوتا ہے اور اسے ہونٹوں سے لگا کر پھونک مار کر بجایا جاتا ہے۔ مشہور مصور مانی کی کتاب کا نام جوارژنگ بھی کہلاتی ہے۔ مانی کا نگارخانہ۔ ایرانی چنگ جو موسیقی کا ایک آلہ ہے پہلے تکونی شکل کا تھا جو تقریباً ایک پختہ گز لمبا لکڑی اور ایک لکڑی پر مشتمل ہوتا تھا۔ یہ لکڑی عمودی طور پر اس تختہ کے سرے پر نصب ہوتی تھی اور اس لکڑی کا دوسرا سرا انسانی ہاتھ کی شکل کا ہوتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ موجودہ صورت میں اس کی تکمیل ہوتی رہی۔ ٹیڑھا۔ خمیدہ۔ کانٹا۔ ہاتھی کو ہانکنے کا کانٹا۔ پرندوں کی چونچ۔ تیر اور پیکان کی نوک۔ پرندوں کا پنجہ۔ آدمی کا پنجہ (فارسی میں پرندوں کے پنجے لئے چنگال استعمال میں آتا ہے)۔ فرماتے ہیں محبوب کی زلف کو ہاتھ میں لانے کی آرزو اور حسرت میں میرا قد بھی خمیدہ ہو گیا ہے اور آرزو باقی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر چنگ کی طرح میرا قد ٹیڑھا بھی ہو چکا جب بھی ان شاء اللہ زلف محبوب میرے چنگل میں آ جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے زلف کو اپنے ہاتھوں سے مس کرنے کی تمنا یقین میں بدل چکی ہے اور یہ یہی حسرت جس میں ساری عمر صرف ہو چکی ہے حسرت نہیں رہے گی بلکہ کامرانی میں بدل جائے گی۔ زلف کو مس کرنے کی تمنا دراصل محبوب کے وصل دیدار کی طرف اشارہ ہے اور زلف بھی چونکہ مجموعی حسن و جمال معشوق میں شامل ہے اس لئے جب زلف کا تماشا ہوگا یا مشاہدہ ہوگا تو گویا پورے جمال کا مشاہدہ ہوگا۔ ژِیہ لوگھ وارِ قصاب بہٕ موٗر تھس ہاتھا لے ☆ زُلفِ چھی پارِ گولاب چاوِی جامِ جمے (رسل میر)۔ بناز وادا زُلفِ شبرنگ ہاوتھ ☆ یہ موصوم دل ژودِ رنیاوُن رواچھا (مہجور)۔ طپد دل در برم از باد زلف او چو آن مرغی ☆ کہ ناگہ در قفس از دور بیند آشیانش را (نظیری)۔

۶۔ رقیب = اللہ تعالیٰ کا ایک وصفی نام ہے یا رقیب۔ نگہبان۔ دربان۔ پاسبان۔ وہ دو شخص جو ایک ہی معشوق پر عاشق ہوں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا رقیب کہلاتا ہے اس لئے کہ ہر ایک دوسرے سے معشوق کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رقیب کو میرے قتل کئے جانے پر ننگ آتی ہے آپ مجھے تلوار کی ایک ضرب سے قتل کر دیں تاکہ رقیب کو معلوم ہو جائے کہ عاشق صادق کیلئے یہ ننگ نہیں بلکہ ایک سعادت ہے۔ رقیب کے دل میں یہ خیال کہ قتل کیا جانا اس کی نظر میں میرے لئے ایک ننگ ہے دراصل رقیب کے عشق کی خامی ہے۔ وہ سچے عشق اور معشوق کی چاہت کی شدت سے دراصل واقف نہیں اس لئے اے میرے محبوب! آپ مجھے قتل کر دیں کہ یہ سعادت ابدی مجھے نصیب ہو جائے اور رقیب ابدی و دائمی حیرت میں مبتلا رہے۔ کام اگر می دہی تیغ بکش بکش مرا ☆ چند بہ وعدہ خوش کنم جان بہ لب رسیدہ را (رہی معیری)۔ جان را بگیر وز رنجم خلاص کن ☆ بگذار تا بہ جان منت منت اوفتد (پژمان بختیاری)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا بمیرد (امیر خسرو)۔ نظری

بہ حال من کن کہ زدست رفت کارم ☆ بلسم مکن حوالت کہ بجز تو کس ندارم (عطار نیشا پوری)۔ چنان بدیدن روی تو آرزومندم ☆ کہ گر بدادن جان ممکن است خرسندم (افسردہ شیرازی)۔ بخت می خواہد دلم ای نو بہار آرزو ☆ با تو تہ مینای عمر خویش راخالی کنم (طاہر قزوینی)۔

۷۔فرماتے ہیں مرحبا اور آفرین ہے مجھ خوش نغمہ پرندے پر کہ کسی اور کے ساتھ سوائے محبوب کی ذات کے اپنے چہچہوں اور نغموں، گیتوں اور آہنگ کو ملاتا نہیں ۔بس میرے نغمے اور گیت میرے معشوق کے ساتھ مخصوص ہیں۔میں نے اچھے اسلوب میں جو کچھ لکھا ہے وہ بس نعتیں ہیں جو ذات رسول اکرمؐ کی مدح وستایش میں ہیں۔گویا مجاز بھی لکھا تو مقصد رسول کریمؐ ہی تھے۔آفرین و مرحبا کے لائق ہوں کہ میرے نغمے کسی اور کی مدح میں نہیں ۔

پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت ☆ ہم سوختن وساختن وجامہ دریدن (کمال اسماعیل)۔من نہ آنم کہ سراز خط وفا بردارم ☆ گر چہ سازند جدا چون قلم بندز بند ☆ تو مپندار کہ حرفی بہ زبان آرم اگر ☆ تا بہ سینہ چو قلم باز شکافند سرم (سعدی)۔ہر دم چوبی وفایان نتوان گرفت یاری ☆ ماییم و آستانت تا جان زتن درآید (حافظ) ☆ از حرف خود بہ تیغ نہ گردیم چون قلم ☆ ہر چند دل دو نیم شود حرف ما یکی است (صائب)۔

غزل ۲۷

برون آی از نقاب غنچہ ای گل.........

۱۔ اے گل! کلی کے پردے میں سے باہر نکل آؤ
کہ بلبل آپ کے حسن کے شوق میں جل چکی
۲۔ جب دیدار کے وعدے کا وقت قریب آتا ہے
تو پھر عاشق میں طاقت برداشت نہیں رہتی
۳۔ میں باغ کی سیر کو نکلا کہ دم بھر کے لئے
لالہ کی طرح ساغر شراب کو دیکھ کر خوش رہوں
۴۔ آپ کے عشق نے مجھے اتنا رلایا
کہ میرے آنسوؤں سے دامن گل خون سے بھر گیا
۵۔ پرندوں کی فریاد سن کر میں نے جو نالے سر کئے
ان سے چمن کے اطراف میں شور وغل اٹھا

۶۔اس سرو جیسے قد اور سنبل جیسی زلف سے
میں نے کسی بھی سرو کا قد اور سنبل جیسی زلف کو الگ نہ پایا
۷۔ مطرب نے جامی کی غزل گا کر جو خامشی اختیار کی
تو صراحی سے بلبل کے نغمے پھوٹ پڑے

توضیحات غزل

ا۔گل سے یہاں مراد معشوق ہے اور بلبل سے عاشق۔فرماتے ہیں اے محبوب! پردے کو ہٹا دیجئے آپ کے شوق جمال اور دیدار کی آرزو میں عاشق جل چکا۔آپ غنچے کے پردے میں سے نکل کر بہار حسن کا جلوہ دکھا دیجئے کہ عاشق جو جل چکا ہے پھر سے زندہ ہو جائے۔مطلب یہ کہ دیدار جمال سے عاشق تجدید حیات اور سعادت دائمی کا طالب ہے۔برافکن پردہ تا معلوم گردد☆ کہ یاران دیگری رامی پرستند (نظامی)۔[ویسے یہ شعر انوری سے بھی منسوب ہے]۔روی تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست☆ در غنچہ ای ہنوز وصدت عندلیب ہست (حافظؒ)۔جمع خوبان ہمہ چون کوکب و خورشید توئی☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔بدین روش کہ توئی گر بہ مردہ برگذری☆ عجب نہ باشد اگر نعرہ آید از کفنش (سعدیؒ)۔چو آب زندگی گر بگذری بر خاک مشتاقان☆ ہمہ چون سبزہ از مہر تو بردارند سر از گل (اہلی شیرازی)۔تو اگر چنین لطیف از در بوستان در آئی☆ گل سرخ شرم دارد کہ چرا همی شکفتم (سعدیؒ)۔

۲۔موعد = وعدے کا وقت۔وعدے کی جگہ۔میعاد۔عہد۔پیمان۔کام پر عمل کرنے کا وقت۔فرماتے ہیں کہ محبوب کے دیدار کا وعدہ جب مکمل ہو جانے کے قریب آتا ہے تو پھر عاشق بے طاقت ہو جاتا ہے اور اس میں فرط شوق و شدت آرزو کی وجہ سے تاب و تحمل جواب دیتا ہے اور وہ بے بس و ناتوان ہو کر رہ جاتا ہے اور اس بے یقینی اور یقین کی کشمکش میں کہ آیا کیا واقعی محبوب اپنے دیدار سے مشرف کرنے کے وعدہ کو پورا کرے گا وہ سراپا حیرت اور مجسم بے بسی کی تصویر بن جاتا ہے۔آرش رُ روزم یار واتیم از پگاہ☆ یی کران سوران آ ولو کہ چارمیو ن (مہجور)۔وعدکورمُت یاد چھی ناساہ کأژاہ زائی تھس☆ آدِ نے اَدکونہ تھاوِ یوتھ میون دل سنبلاونۓ (روسل میر)۔یار می آید بکام نثار اسعت مرا☆ مرد ای جان گرامی بہ تو کاری دارم (گرامی)۔دیدار یار غائب دانی چہ شوق دارد☆ ابری کہ در بیابان بر تشنہ ای ببارد (سعدیؒ)۔

۳۔ساغر = شراب کا پیالہ۔مل = انگوری شراب۔شراب۔امرود۔فرماتے ہیں کہ باغ میں جا کر گل لالہ کے

ساغر سے شراب انگوری کے تصور میں گاہ گاہ مست ہو جاتا ہوں اور اس طرح سے گویا روی محبوب کے جام حسن سے خود کو خوش کیا کرتا ہوں۔ مناظر فطرت کے حسین ترین تخلیقات کے مشاہدات عمیق کے نتیجے میں عاشق صادق ہر تخلیق الٰہی میں محبوب کو پاتا ہے۔ سنبل ہے تو زلف محبوب' نرگس ہے تو چشم محبوب' گل ہے تو روی محبوب' گلبرگ ہے تو لب محبوب' غرض عاشق کو ہر منظر فطرت میں محبوب کی زیبائی' دلکشی' دلفریبی' رعنائی اور دلربائی دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح مولانا جامیؒ گل لالہ کے قریب جا کر محبوب کے چہرے کی خوبصورتی اور اس کے حسن و جمال کے تصور میں محویت کی کیفیت اختیار کرتا ہے۔ اس کیفیت کو مولانا جامیؒ نے مستی شراب سے مشابہ کیا ہے ۔ چون ترک من سپاہ حبش بر ختن زند ☆ از مشک سودہ سلسلہ بر نسترن زند ☆ کار دلم چو طرہ مشکین مشک بیز ☆ بر ہم زند چو سنبل تر بر سمن زند (خواجو)۔ ای شب زلفت غالیہ ساوی مہ رویت غالیہ پوش ☆ نرگس مستت بادہ پرست لعل خموشت بادہ فروش (خواجو)۔ خرامندہ سروی بہ رخ گلستانی ☆ فروزندہ ماہی بہ لب دلستانی ☆ بہشتی بہ رخسار و در حسن حوری ☆ جہانی بہ خوبی و در لطف جانی ☆ چو ہندو سر زلفش آتش نشینی ☆ چو کوثر لب لعلش آتش نشانی (خواجو)۔ گر باغبان نظر بہ گلستان کند ترا ☆ بر تخت گل نشاند و سلطان کند ترا (فروغی بسطامی)۔ یہ قد چون زن چھڑ پوشے گل پھلے برجستہ چھس بلبل ☆ وچھتھ سوبل تہ رنگین گل یہ دل ماتبلے بومبرو (مہجور)۔

۴۔ فرماتے ہیں آپ کے شوق دیدار نے مجھے اس قدر رلایا کہ میرے آنسوؤں سے دامن گل خون سے بھر گیا ہے۔ حسن تعلیل کی صنعت کو برتتے ہوئے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ گل میں جو سرخی ہے یہ دراصل میرے خون کے آنسو ہیں جو میں محبوب کے شوق دیدار اور اس کے چہرے کا مشاہدہ کرنے کی حسرت میں گل کے آگے رویا کرتا ہوں کیونکہ گل کو دیکھ کر روئے معشوق یاد آتا ہے۔ خوُن گوم جارٕی الاٗش ہاٗرٕ ہاٗری ☆ پھلہِ پھلہِ گوم موختہٕ ہار مدنو (مہجور)۔ رٔدٕسولکن پیالہٕ چشمن خوُن دل کوٗرنہٕ شراب ☆ کباب دل بہ ژٕپیے کیوت تاوِتلہ یومدنو (روسل میر)۔ غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل ☆ خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا (غالب)۔ جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغان آبجو ☆ یاں رواں مژگان چشم تر سے خونِ ناب تھا (غالب)۔ باغ میں مجھ کو نہ لے جاورنہ میرے حال پر ☆ ہر گل تر ایک چشم خون فشاں ہو جائے گا (غالب)۔

۵۔ فرماتے ہیں کہ پرندوں کی فریاد سن کر میں جو خود ان کے غم میں شریک ہو کر نالہ و زاری کرنے لگا تو سارے چمن میں ایک ہنگامہ بپا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ پرندے جو اپنے محبوب کے غم میں نوحہ خوان ہیں میری طرح شور و فریاد کرتے رہتے ہیں۔ باغ میں جا کر میں ان درد کے ماروں کے غم میں شریک ہوا جبکہ مجھے خود اپنا محبوب یاد آ گیا اور میں بھی نالہ و فریاد کرنے لگا۔ پرندوں نے میری آہ و زاری سن کر شور و ہنگامہ برپا کر دیا اور سارا باغ شور محشر ہو

گیا۔ مقصد یہ ہے کہ عشق محبوب میں میری آہ وزاری پرندوں کے فریاد وفغان سے کچھ کم نہیں۔ میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا ☆ بلبلیں سن کر میرے نالے غزل خوان ہوگئیں (غالب)۔ گریہ چاہے ہے خرابی میرے کاشانے کی ☆ در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا (غالب)۔ واں کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام ☆ گریہ سے یاں پنبۂ بالش کف سیلاب تھا ☆ واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال ☆ یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا (غالب)۔ قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ ☆ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے (غالب)۔

۶۔ فرماتے ہیں محبوب کے سرو قد اور زلف سنبل کو مناظر فطرت میں موجود سرو و سنبل سے میں نے الگ نہ پایا۔ قدرت نے گویا خود اپنے ہاتھوں سے میرے محبوب کی زلف وقد کی تعمیر کی ہے اس لئے جب بھی مناظر قدرت میں سرو و سنبل کا مشاہدہ کرتا ہوں خود محبوب کے سرو جیسے قد اور سنبل جیسی زلفوں کو دیکھتا ہوں۔ سرو تا بندگی سرو قدت کرد قبول ☆ در چمن ولولہ انداخت کہ من آزادم (ذوقی اصفہانی)۔ سرو ایستادہ بہ چو تو رفتاری کنی ☆ طوطی خموشی بہ چو تو گفتاری کنی (سعدی)۔ در چمن یار چو با آن قد و قامت برخاست ☆ سرو بنشست ز دعوی و قیامت برخاست. (سلطان حسین میرزا بایقرا)۔ تو با آن قامت رعنا بہ ہر گلشن کہ بخرامی ☆ خیابان می کشد چون سرو قد از شوق رفتارت (صائب)۔ قد چون ڈیشتھ دیر برمان تیر گو ھان خم ☆ شمشادِ سیمین سرو خرامان! دپان چھپ (روسل میر)۔ گلن چھس تہ ھایہ سُوبنل گلن ہمسایہ بلبل ☆ کتھن دِیوتنم تغوفل کرتھ یقرار کلات گوم (روسل میر)۔

۷۔ فرماتے ہیں گوئیے نے جب جامی کی غزل گانے کے بعد چپ سادھ لی تو صراحی سے بلبل کے نغمے بلند ہوئے۔ صراحی سے شراب انڈیلنے کی آواز کو مولانا جامی نے شور نغمہ سے مشابہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں میری غزلوں میں شراب کا سا خمار اور مستی ہے۔ محفل میں میری غزل گانے کے بعد جب مطرب خاموش ہوا تو میری غزل کے سننے کا وہی اثر سامعین کے دلوں پر کر گیا جو صراحی سے شراب انڈیلنے کی آواز سے ہوتا ہے یعنی مستی و بیخودی۔ مطلب یہ ہے کہ میری غزلوں میں مستی کا اثر ہے اور میری غزلیں دلوں پر اس قدر اثر انداز ہوتی ہیں کہ سب گویا بیخودی میں اس کی مستی کا سا اثر رکھنے کے نتیجے میں جھومنے لگ جاتے ہیں۔ خواجو از چشمہ نوش تو چو راند سخنی ☆ می چکد ہر نفسی آب حیات از سخنش (خواجو کرمانی)۔ حافظ چہ طرفہ شاخ نباتی است کلک تو ☆ کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکر است (حافظ)۔ در آسمان چہ عجب گر بگفتہ حافظ ☆ سماع زہرہ بہ رقص آورد مسیحا را (حافظ)۔ بر رخ ساقی پری پیکر ☆ ہمچو حافظ بنوش بادہ ناب (حافظ)۔ دلم از پردہ بشد حافظ خوشگوی کجاست ☆ تا بقول و غزلش ساز نوائی بکنیم (حافظ)۔

غزل ۵

شتربانا! مبند امروز محمل ....

۱۔ اے ساربان! آج محمل کو مت باندھ
اور میرے دل پر ایسا بوجھ ڈالنا پسند مت کر
۲۔ ابھی سامان سفر باندھنا مناسب نہیں
کیونکہ راستے عاشقوں کی اشکباری سے گل آلود ہیں
۳۔ نہ جانے کی مجھ میں قوت ہے اور نہ ٹھہرنے کا خیال
کسی کا کام اس قدر مشکل نہ بن جائے
۴۔ محبوب میرا کوچ کرنے والا ہے اور میرا دل سرگردان ہو رہا ہے
میری روح نکل رہی ہے اور آنسو رواں ہو رہے ہیں
۵۔ میرا جسم اس کی ہمراہی سے گو محروم ہے
لیکن میری روح منزل بہ منزل اس کے ہمراہ ہے
۶۔ اے پچھلی رات کی ہوا! تو بھی گذر جا
منزلوں پر سے اور پڑاؤں کے اوپر سے
۷۔ اور میرے محبوب محمل نشین سے کہدے
کہ اے شیرین لب، شیرین شمائل محبوب!
۸۔ راستے کی تکلیف سے خدا تجھے محفوظ رکھے
جو بھی تیری مراد ہو وہ تو پائے، البتہ
۹۔ صبح کو جب تو سفر کا ارادہ کرے
تو میری پچھلے پہر کی نالہ زاری سے غافل نہ رہنا
۱۰۔ دیکھ لو آ کر کہ درد و غم کے ہاتھوں کس طرح افتادہ ہوں
خاک و خون میں، نیم بسمل پرندے کی طرح!

۱۱۔ تم دشت میں می نوشی میں مصروف ہو اور جامی
غم و الم میں مبتلا ہو کر زہر قاتل پی رہا ہے

توضیحات غزل

ا۔شتربان=اونٹ کا محافظ۔نگہبان شتر۔ساربان۔محمل=اونٹ کا کجاوہ۔[محمل بستن یعنی اونٹ کی پیٹھ پر کجاوہ باندھنا جو سفر کی تیاری کرنے کی طرف اشارہ ہے]۔انگور چننے کی ٹوکری۔یہ پوری غزل دراصل محبوب کے سفر کے ضمن میں ہے۔مولانا جامیؒ چونکہ معشوق کی جدائی کے دردو کرب میں اور محبوب کے دیدار کی حسرت والم میں مبتلا ہے اس لئے اس جدائی کو انہوں نے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے اور اس غزل میں جدائی اور جدائی کے رنج کو ایک موہوم سفر کی صورت میں بیان کیا ہے اور چونکہ مولانا جامیؒ کا معشوق عربی محبوب ہے اس لئے اس غزل کا ماحول اور اس کا مزاج بھی عربی ہی ہے اور اسی لئے ماحول و مزاج کے موافق الفاظ شتربان' محمل' بار سفر' راحل' منزل' مراحل' باد شبگیری' رحیل اور دشت وغیرہ استعمال کئے ہیں۔اس غزل کا ہر شعر چونکہ واضح اور روشن ہے اور خالص سفر کا بیان ہے اس لئے کوئی بھی شعر توضیح کا محتاج نہیں۔جہاں جہاں الفاظ کے معنی لائق وضاحت ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔سرشک=آنسو۔قطرہ۔آنسو کا قطرہ۔چنگاری۔شیرہ۔انگور کا شیرہ۔

۳۔پای=مقابلہ۔مقاومت۔تاب و توان۔قوت۔طاقت۔ذمہ۔پاس۔پاؤں۔مبادا=ایسا نہ ہو۔خدا بچائے۔خدا نہ کرے۔نہ ہو۔مت ہو۔

۴۔حبیبی=میرا یار۔میرا محبوب۔میرا عزیز۔میرا معشوق۔راحل=کوچ کرنے والا۔ہایم=آشفتہ۔مضطرب۔پریشان۔سرگردان۔شیفتہ۔نہایت پیاسا۔ذاہب=نکلنے والی۔روانہ ہونے والی (اس شعر میں روحی یعنی میری جان ذو معنی ہے خود مولانا جامیؒ کی جان اور یا معشوق جو جان کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ عزیز)۔
دمع=آنسو۔خوشی کے آنسو۔غم کے آنسو۔آنسو بہانا۔سایل=روان۔جاری۔

۶۔باد شبگیر=پچھلی رات کو ڈھلنے والی ہوا جب صبح قریب ہو(شبگیر=آدھی رات کے بعد کا وقت۔پچھلی رات کا وقت جب صبح قریب ہو۔صبح ہونے سے پہلے اور آدھی رات کے بعد سفر کو جانا۔پچھلی رات کو عبادت کرنے والا۔ایک پرندے کا نام جو پچھلی رات کو نرم آواز سے چہچہاتا ہے۔ہر وہ حیوان جو رات کو بولتا ہو۔قریب صبح۔سحر کا وقت۔سحر گاہ۔صبح کے وقت ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا)۔علی تلک=ان کے اوپر۔ان پر۔منازل جمع منزل۔

مراحل جمع مرحلہ یعنی منزل۔ پڑاؤ۔
۷۔نوشین = شیرین۔ میٹھا۔ شمائل = شمیلہ کی جمع۔ عادتیں۔ خصلتیں۔ صورتیں۔ شکلیں۔ درخت کی کونپلیں (صورت۔ وضع کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ تصویر۔ بائیں ہاتھ۔ چہرے۔ درخت کی شاخ۔
۸۔آسیب = زحمت۔ رنج۔ مصیبت۔ دکھ۔ درد۔ چوٹ۔ بھوت۔ جن۔ پری۔ جن وغیرہ کا سایہ۔ دھکا۔ زخم۔ ضرب۔ عیب۔ نقص۔ صدمہ۔ چوٹ لگنے سے کوئی نقص یا عیب۔ آفت۔ بلا۔ آزار۔ زیان۔ ضرر۔
۹۔رحیل = کوچ سفر
۱۰۔نیم بسمل = آدھا زخمی۔ نیم کشت۔ وہ جانور جو کامل طور پر ذبح نہ ہوا ہو (اور یہ حالت دردناک ترین ہے)۔

غزل ۴۳

سروی است قامت تو ز بستان اعتدال..........

۱۔ ایک سرو ہے آپ کا قد اعتدل کے چمن کا
سر سے قدم تک پیکر خیال سے بھی آپ لطیف تر ہیں
۲۔ ایک روح مقدس ہیں آپ جسے قادر مطلق نے
عالم مثال سے ایک خلعت پہنا کرشرف عطا کیا
۳۔ آپ نور اقدس ہیں کہ پوشیدہ مقامات میں
آپ نے خوبصورت ترین مظہر کی حیثیت میں اپنا جمال دکھایا
۴۔ وہ پاک نور ظاہر ہے اور آپ کی ذات اس کا مظہر
ظاہر اور مظہر میں دوئی کا ہونا نا ممکن ہے
۵۔تقید اور اطلاق کے سوا کوئی فرق
ظاہر اور مظہر میں کسی صورت مین بھی نہیں پائی جا سکتی
۶۔ میں آپ کو اس لئے سجدہ کرتا ہوں کہ وہ نور لم یزل
آپ کے حسن لایزال کی لوح سے روشن ہے
۷۔آپ کے سوا جامی کی منزل و مراد اور ہے ہی کیا
اے میری مراد آجایئے! اے میری منزل تشریف لایئے

توضیحات غزل

ا۔ بستان = بوستان یعنی چمن ۔گلزار ۔ باغ ۔ پھلواری (بستان جو بوستان کا مخفف ہے دراصل خوشبو (بو) اور ستان (جگہ۔مقام) سے مرکب ہے یعنی خوشبو کی جگہ) ۔اعتدال = یکساں ہونا۔ برابر ہونا۔طول وعرض میں برابر ہونا۔گرمی وسردی میں برابر ہونا۔خشک وتری میں برابر ہونا۔ درمیانہ ہونا۔سیدھا ہونا۔ برابر کرنا۔میانہ روی۔ راستی۔پیکر = جسد۔جسم ۔صورت نقش ۔تصویر۔مجسمہ۔متن ۔ھیات ۔خوبصورت لڑکی ۔گڑیا۔فرماتے ہیں اعتدال وراست روی کے چمن کا ایک سرو ہے آپ کا قد۔آپ انسانی خیال کی صورت وتصویر سے بھی زیادہ لطیف ہیں سر سے قدم تک! مولانا جامی نے اعتدال وراستی کوا یک باغ کہا ہے اوراسی باغ کا ایک سرو ہے قدمحبوب یعنی محبوب کا قد اعتدال میں ہے نہ زیادہ اونچا نہ پست بلکہ انتہائی راست ومعتدل اور خودان کی ذات مبارک انسانی خیال کی خوبصورت ترین تصویر سے بھی زیادہ حسین وخوبصورت ہے۔انسان اپنے خیال میں جس قدر بھی خوبصورت نقش یا تصویر بنا سکتا ہے جب بھی وہ حسن و جمال محبوب کے لطیف پیکر کے برابر نہیں بن سکتی کیونکہ انسانی وہم وگمان اور خیال ورائے کی تصویروں سے بھی حسین وجمیل تر اور زیباتر ہے محبوب کی ذات سر سے پاؤں تک ۔اس لئے یہ حسن انسانی تعریف سے بالاتر ہے ۔ توبا آن قامت رعنا بہ ہرگلشن کہ بخرامی ☆ خیابان می کشد چون سروقد از شوق رفتارت (صائب)۔کسی از راستی خویش بنوداست خجل ☆ سرو پیش قدش قدش از راستی خود خجل است (شوکت)۔ آنجا کہ تو برخیزی وقامت بنمائی ☆ بر پا شود آشوب کہ ہنگام قیام است (ہماری شیرازی)۔مصرع قافیہ قامت موزون تو نیست ☆ سرو ہر چند کہ در عالم خود موزون است (احسان)۔ نازنین تر زقدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)۔از قامت تو راست چسان بگذرد کسی ☆ آب روان بہ روتو پابست می شود (صائب)۔ آنچنان خوب ولطیفی کہ خدا خواستہ است ☆دست مشاطہ صنعت چنو آراستہ است (سرخوش تفرشی)۔ عکس تو گر برند بہ فرخار ای صنم ☆ بت یک طرف برقصد و بتخانہ یک طرف (ذوقی اصفہانی)۔صورت گران چین اگر آن چہرہ بنگرند ☆ نقش نگار خانہ چین را کنند حک (حافظؒ)۔ہمچون تو نازنینی سرتاپا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد نیا فریدہ (حافظؒ)۔

۲۔سلطان = بادشاہ۔ والی ۔ قدرت ۔ غلبہ۔ دلیل ۔ حجت ۔ تسلط ۔فرمان روائی ۔قوت ۔مقتدر فرمانروا۔ دولت ۔حکومت ۔تشریف = بزرگوار بنانا۔شرف دینا۔شریف بنا دینا۔خلعت دینا۔عزت افزائی ۔عزت وآبرو سے استقبال کرنا۔ بزرگ کرنا۔خلعت = سلا ہوا جامہ جو کسی بزرگ کی طرف سے کسی کو عطا کیا جائے ۔لباس یا

پوشاک جو بادشاہ یا امیر کی طرف سے کسی کو ملے۔ سروپا۔ عالم مثال = اس عالم اجسام کی نسبت ایک عالم لطیف تر ہے۔ جو چیز اس عالم میں نظر آتی ہے اس کی نظیر اس عالم میں پائی جاتی ہے (اور یہ افلاطون کا فلسفہ ہے)۔ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! سلطان قدرت یا قادر مطلق خداوند متعال نے آپ کی مقدس روح کو آسمانوں میں موجود عالم مثال میں ہی بزرگی و عظمت کی خلعت پہنا کر شرف و عزت سے مشرف فرمایا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیائے اجسام میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں آپ کو شرف و عظمت سے مالا مال فرمایا تھا۔ یہ بزرگی و عزت قدیمی تھی جسے آپ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ تو گوہری آدم صدف تو رہبر ہرنا خلف ☆ بر انبیاء داری شرف چندانکہ بر مس کیمیا ☆ مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی ☆ از عالم پاک آمدی جانہا فدایت مرحبا (احمد جامؒ)۔ پیش از آن کادم کشیدی سر ز جیب ماو طین ☆ بود خورشید جمالت آفتاب ملک و دین ☆ پیش ازان کادم صفی بودہ تو بودی مصطفیٰؐ ☆ مہتر عالم محمدؐ خواجہ ہر دو سرا (عصمت)۔ بودی تو شاہ ملک وجود و نشان نہ بود ☆ از عسکر ملایکہ و معتبر رسل ☆ بعد از خدا بزرگی مطلق برای تست ☆ ای در حقیقت تو سراسیمہ عقل کل (تجلی)۔

۳۔ اقدس = بہت پاک۔ مقدس تر۔ پاکیزہ تر۔ احتراماً بادشاہوں، شہزادوں، بزرگ امراء اور اولیاء اللہ کرامؒ کے روضہ ہای پاک کے بارے میں بھی استعمال میں لاتے ہیں۔ موطن = وطن۔ رہنے کی جگہ۔ آدمی کی سکونت کی جگہ۔ مقام۔ منزل۔ مظہر = جای ظہور۔ ظاہر ہونے کی جگہ۔ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ وہ نور پاک ہیں کہ پوشیدہ مقامات و منازل میں بھی آپ انتہائی خوبصورت انداز میں اپنے حسن و جمال کے مظہر ہیں۔ یعنی ذات رسول اکرمؐ پر اسرار منازل روحانیت میں یا مقامات ربانی میں اپنے حسن و جمال کا مظاہرہ کرتی ہے اور ان پوشیدہ منازل میں نور محمدی بڑے خوبصورت انداز میں پہلے سے ہی تابان اور روشن ہے۔ خازن راز نہان مخزن اسرار ربی ☆ عالم لوح و قلم حضرت امی لقبی (احسن)۔ تازہ ترین سنبل صحرای ناز ☆ خاصہ ترین گوہر دریای راز (نظامی)۔ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یا رسول اللہؐ (حسن کشمیری)۔ بوٹھ بوٹھ تھندی نور تابانی ☆ کوڈ گوڑ تھندی روح اظہار ☆ ادلیوکھ قلمن از لے لانی ☆ سَہ چھ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔

۴۔ فرماتے ہیں نور پاک خدائی روشن ہے اور اس نور کے مظہر آپؐ ہیں۔ واضح ہے کہ ظاہر میں یعنی ظہور ہو جانے میں اور جس سے ظاہر ہو (مظہر) ان میں آپس میں کوئی دوئی نہیں اور نہ تفاوت۔ دونوں ایک ہیں اور تفریق ناممکن! مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور پاک روشن ہے اور نور آپؐ کی ذات سے ہم پر روشن ہو رہا ہے اس لئے نور پاک الٰہی جو آپؐ کی ذات سے نمایاں ہے ظاہر اور مظہر کی طرح آپس میں جڑا ہے۔ ظاہر مظہر سے الگ نہیں ہو سکتا۔ آپؐ اللہ کے نور ہیں اور اس میں شک و شبہ بالکل نہیں۔ کنز تمک معدن وحدتک کانی ☆ خلقتک باعث چھ

سُی موختار☆ لولاک دوپنس پانہِ یزدانی ☆ سہٕ پھُلا ثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔ آو در جلوۂ شاہد وحدت ☆ از میان دراو پردہ یہ کثرت ☆ وحدتن تھاوِنہ دوٕیی درکار ☆ از چہ معراج احمدِ موختار ☆ اللہ اللہ حبیب تے محبوب ☆ معنی لیس ثئزانُن کنی محسوب ☆ یار گو دوست دوست زانن یار ☆ از چہ معراج احمدِ موختار (درویش قادری)۔

۵۔ تقید = پابند ہونا۔ بند ہونا۔ خود کو بند کرنا۔ پابندی۔ قید ہونا۔ قید۔ بندش۔ اطلاق = طلاق دینا۔ چھوڑ دینا۔ رہا کرنا۔ قید سے چھوڑنا۔ کھولنا۔ بولنا۔ کسی چیز کو کسی چیز سے نسبت یا تعلق دینا۔ آزاد کرنا۔ مخصوص معنی میں کسی لفظ کا استعمال۔ آزادی۔ رہائی۔ فارغ خطی لکھنے والے کی اُجرت جسے حق الاطلاق کہتے تھے۔ فرماتے ہیں ظاہر اور مظہر میں بس یہی فرق ہے جو بندش اور رہائی میں ہے یا پابندی و آزادی میں ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ بُعد ہے لیکن بُعد نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر نورِ الٰہی جو آپ میں مجسم ہے آپ کی ذاتِ اقدسؐ کے پردے میں پابند نہ ہوتا تو بھلا آپ کو کون دیکھ پاتا نور تو بہر حال دوئی سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نور ہر تقید سے پاک ہے۔ یہی نور آپ میں مجسم ہو کر رہ گیا ہے۔ اللہ کی ذات پاک سے ظہور نور ہوا اور آپ کی ذات اقدس میں آ گیا۔ اللہ مظہر ہے اور آپ ظاہر۔ اللہ نور ہے اور آپ مجسم نورِ الٰہی۔ باخدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار ☆ یا رسول اللہؐ! او پنہان و تو پیدای من (اقبالؒ)۔ کُن وُن اوسُس گنج کتمانی ☆ نوٗن ڈراو تُس کُرِ دربازار ☆ ییون چھُنہ نُون بوز من رآنی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔ نورت از نور ایزدی ناشی ☆ زان جمال ترا کمال ضیا ☆ گر نہ بودیت پردہ خاکی ☆ خلق را دیدنت نہ بدیارا (جید کشمیریؔ)۔

۶۔ لم یزل = بے زوال۔ ابدی۔ ہمیشہ۔ اللہ تعالیٰ۔ لازوال۔ لائح = ظاہر۔ روشن۔ چمکنے والا۔ چمکیلا۔ آشکار۔ ہویدا۔ درخشان۔ لایزال = بے زوال۔ دائم۔ ہمیشہ۔ اٹل۔ نہ مٹنے والا۔ فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوبؐ! میں اسلیئے آپکو سجدہ کیا کرتا ہوں کہ وہ نورِ لازوال آپ کی لوحِ حسن سے یوں چمکتا ہے کہ اس میں کوئی زوال نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے لوحِ حسن یعنی حسین و جمیل چہرہ مبارکؐ سے خدائے لازوال کا نورِ لازوال چمکتا ہے کہ جس میں کوئی زوال نہیں بلکہ ابدی اور دائمی ہے۔ اسلیئے آپؐ کے اس پاک نور کی طرف میرا خم ہونا خدائے پاک کے نورِ لازوال کی طرف خم ہونا ہے۔ اگر نہ این ہمہ مرغوب خوی او بودی ☆ اگر نہ در دو جہان نورِ روی او بودی ☆ اگر نہ موی سینہ مشکبوی او بودی ☆ اگر نہ واسطہ رُوی و موی او بودی ☆ خدای خلق نگفتی قسم بہ لیل و نہار (خواجہ اسعد کشمیری)۔ نور بانورت چو آمد دور شد زنگ از جہان ☆ ذاک قرآن مبین انت برہان مبین (جید کشمیری)۔ بود آئینہ ذات حق و اسمای او ذاتش ☆ وان لم ینفصل عن ذاتہ بالذات کالاسما (حضرت صرفیؒ کشمیری)۔ رخسار تست آئینہ نورِ ذات حق ☆ من ذالذی رآک رای اللہ بالصریح (عبید کشمیری)۔ قسم بہ قبلہ رُوی تو

یارسول اللہؐ ☆ رواست سجدہ بہ سوی تو یارسول اللہؐ ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یارسول اللہؐ (حسن کشمیری)۔

۷۔فرماتے ہیں جامی کا مقصداور جامی کی منزل آپ کی ذات اقدس کے سوااور کیا ہے۔کرم کیجئے یارسول اللہؐ آیئے آجایئے اورتشریف لاکر مجھے دیدار مبارک سے نواز کر سعادت بخش دیجئے۔ گہ بدیدار کن سرافرازم ☆ این چنینم چراجداداری ☆ ازفراقت جگر کباب شد ☆ شورشم تابہ کی روا داری ☆ مس قلبم بہ یک نظرزر کن ☆ کان نظر ہمچو کیمیا داری (احمد بیج بہاروی)۔ای اختر برج کرم از روضہ بیرون نہ قدم ☆ تا از رخت چون صبحدم گیرد ہمہ عالم ضیا (احمد جامی)۔توآفتاب جہانی نہان چرامانی ☆ زبرج مطلع طیبہ برآبرای خدا ☆ طبیب خستہ دلانی تو یارسول اللہؐ ☆ بکن علاج من بی دوابرای خدا (واعظ کشمیری)۔ہست داروی دل بیمار من ☆ شربت وصل تو ای دلدار من ☆ پس پشان یک جرعہ از جام وصال ☆ بیش ازین مگذار مارادر ملال ☆ پردہ بردار یارسول اللہؐ ☆ بہر دیدار یارسول اللہؐ ☆ نیست مارا بہ جز تو درد دسرا ☆ مونس و یار یارسول اللہؐ (بینوا کشمیری)۔

غزل(۶۴)

ای بہ وصف لب شیرین سخنت ناطقہ لال..........

۱۔اے کہ آپ کے لب شیرین کلام کی صفت بیان کرنے میں قوت گویائی گونگی ہے
آپکے سرّ دہن کا ادراک کرنا عقل کے آگے امر محال ہے
۲۔ صاحبان کرم کے آگے طلب کرنا شرط ادب نہیں
ہماری حاجت سب کو معلوم ہے مانگنے کی ضرورت ہی کیا
۳۔ اگر ہم آپ سے خواب یا خیال میں خوش ہیں تو کوئی تعجب نہیں
دنیا کی عیش و عشرت خواب و خیال کے بغیر اور ہے ہی کیا
۴۔وہی آنکھ روشن ہے جس نے محبوب کے آئینہ رخسار میں
حسن ازل کی جھلک دیکھی نہ کہ خط و خال
۵۔ ہم آپ کے الطاف کی بات کر رہے ہیں کیا کہنے ہمارے لطف کلام کے!
ہم آپکے حسن کا ذکر کر رہے ہیں کیا کہنے ہمارے حسن مقال کے!

٦۔ دہن کے خیال سے نکل کر اب جو ہم آپکے چہرے کی صفت بیان کرنے لگے
تو کتنے ہی معانی غیب کے پردے سے ہم پر آشکار ہوئے
٧۔ تم نے وہ چہرہ دیکھا جامیؔ! آہ وفغان کو اب ختم نہ کر
وصل گل تو تجھے نصیب ہوا اے، بلبل شوریدہ! اب نالہ و فریاد کر

توضیحات غزل

١۔ ناطقہ = قوت گویائی۔ بات چیت کا ملکہ۔ سخن گوئی۔ تکلم و بیان کی قوت۔ لال = گونگا۔ گنگ۔ بی زبان۔ وہ جو بات نہ کر سکے۔ سرخ رنگ۔ ایک جوہر جس کا معرب لعل ہے۔ فہم = سمجھ۔ عقل۔ دانائی۔ دریافت۔ دریافت کی قوت۔ ادراک۔ خرد = عقل۔ ادراک۔ فہم۔ دریافت۔ دانائی۔ فرماتے ہیں آپ کے شیرین کلام ہونٹوں کی شیرینی، دلکشی، رعنائی، خوبصورتی اور دلکشی کے آگے میری قوت گویائی ختم ہو جاتی ہے۔ کچھ نہیں بول پاتا۔ ششدر رو حیران ہو کے رہ جاتا ہوں اور دیکھتا رہتا ہوں۔ آپ کے دہن کے راز کا ادراک بھی میری عقل وخرد کیلئے ناممکن ہو گیا ہے۔ دہن کی تنگی عاشقوں کے نزدیک انتہائی خوبصورتی کی علامت ہے اور اسی لئے انہوں نے محبوب کے منہ کو اتنا تنگ بیان کیا ہے گویا ہے ہی نہیں۔ مولانا جامیؒ نے اس مصرعہ میں دہن محبوب کو ایک سر یا راز کہا ہے اور راز یا سر چونکہ ایک پنہان چیز ہے جو آشکار نہیں ہوتا بلکہ چھپی ہوئی متاع ہے اسلئے محبوب کا دہان راز کی طرح مولانا جامیؒ کیلئے فہم وادراک سے بالاتر ہے یعنی اس قدر تنگ ہے کہ راز کی طرح پنہان اور ناقابل دید۔ درآن گلشن کہ گوید غنچہ حرفی از لب لعلش ☆ صبا ساز دلبالب از در شبنم دہانش را (خالص ہندوستانی)۔ ترسم از دور بچشمش بخورند اہل نظر ☆ بس کہ چون خواب بہاران لب او شیرین است (صائب تبریزی)۔ روزہ میدارم وافطارم از آن لعل لب است ☆ آری افطار رطب در رمضان مستحب است (فریدون حسین میرزا صفوی)۔ یاقوت ز لعل لب شیرین سخن تو ☆ چون چہرہ خجلت زدہ ہر لحظہ بہ رنگی است (صائب)۔ چون پستہ کہ گیرد شکرش تنگ در آغوش ☆ در قند نہان کردہ دہان تو سخن را (سعیدای اشرف)۔ بہ تکلم بکشا نقطہ موہوم دہان ☆ تا ہمہ خلق بدانند ترا ہم دہن است (مشعوف قاجار)۔ علت آن است کہ گہ گہ سخنی میگوید ☆ ورنہ معلوم نہ گشتی کہ دہانی دارد (سعدیؒ)۔ گر نہ گوئی سخن از ناز بہ من معذوری ☆ کہ نہ داری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیروانی)۔ میخواست کند غنچۂ بشگفتہ دہن باز ☆ وصف از دہن تنگ تو کردیم، حیا کرد (فرصت شیرازی)۔ پیش دہنت پستہ زتنگی زدہ لاف ☆ ز آنست کہ ہر کس دہنش پارہ کند (ساى اصفہانی)۔

۲۔فرماتے ہیں صاحبان کرم سے مانگنا کیا وہ تو خلاف ادب ہے۔ ہماری حاجات سے وہ خوب واقف ہیں وہ خود عطا فرمائیں گے مطلب یہ ہے کہ میرا محبوب صاحب کرم ہے کریم ہے اور سخی۔ ان کو میری حاجت معلوم ہے وہ کہاں مجھے محروم رکھیں گے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اَسہِ تشنہٕ لب کتہِ تھاوسہ دُریاےِ ہدایت ☆ کوثر چھنوان آب رُواز جوےِ محمدؐ (مقبول کرالہ واری)۔ پان دِتھ نادم پان پشراوس ☆ غم چھمنہٕ مہ چھم غم بردار ☆ مُنکر ساری افسوس کھیاوس ☆ واوس اتھ وَنہٕ ناوس زار (نادم کشمیری)۔ ناوِ چانہٕ لچھ بدی گونہگارے ☆ موکلن تتہ بیتہِ ساری حاران ☆ ناوِ نشہِ تے بیہ دوزخنہ نارے ☆ حقہٕ سند یارے وَنڈ ہویے جان (قطب مسکین کشمیری)۔

۳۔فرماتے ہیں اگر یہ میرا ایک خواب ہے اور ایک خیال کہ آپ سے نسبت ومحبت رکھنے میں میں خوش ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں دنیاوی آدمی ہوں اور دنیا خود ایک خواب وخیال ہے۔ یہاں کی خوشی یہاں کے عیش اور یہاں کی عشرتیں مصنوعی ہیں جو دیرپا نہیں۔ اسی طرح میرے خواب وخیال بھی قائم ودائم نہیں رہ سکتے یہ ٹوٹ جائیں گے اور مجھے دیدار محبوب کی اصلیت اور حقیقت میسر ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ دیدار محبوب کیلئے میری کوششیں رائیگاں نہیں ہوں گی اور مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن میری رحمتیں رحمتوں میں تبدیل ہوکر مجھے وصل یار سے ہمکنار کر دیں گی۔ رہے نہ جان تو قاتل کو خون بہا دیجئے ☆ کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہئے ☆ نہیں نگار کو الفت نہ ہو نگار تو ہے ☆ روانی روش و مستی ادا کہئے ☆ نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے ☆ طراوت چمن وخوبی ہوا کہئے (غالب)۔ جان تم پر نثار کرتا ہوں ☆ میں نہیں جانتا دعا کیا ہے (غالب)۔ پھر گرم نالہ ہای شرر بار ہے نفس ☆ مدت ہوئی ہے سیر چراغان کئے ہوئے ☆ پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق ☆ سامان صد ہزار نمک دان کئے ہوئے ☆ پھر بھر رہا ہوں خامہ مُژگان بخون دل ☆ ساز چمن طرازی داماں کئے ہوئے ☆ چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو ☆ سرمے سے تیز دشنہ مُژگان کئے ہوئے ☆ اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ ☆ چہرہ فروغ مے سے گلستان کئے ہوئے ☆ پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں ☆ سر زیر بار منت دربان کئے ہوئے ☆ جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن ☆ بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے (غالب)۔

۴۔طلعت = دیدار۔ رخ۔ منہ۔ دیکھنا۔ طلوع۔ (ستارے) کا طلوع ہونا یا نکل آنا۔ چہرہ۔ ازل = بے ابتدا۔ بے آغاز۔ بے آغازی جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔ بے ابتدا زمانہ۔ بے سرو بے شروع وقت۔ تصوف کی اصطلاح میں وہ جس کا کوئی اول نہیں [حسن ازل = یعنی وہ حسن جو ہمیشہ سے ہے یعنی حسن پروردگار عالم۔ نور خدا]۔ فرماتے ہیں کہ وہی آنکھ بصیرت والی ہے جو محبوب کے چہرے کے آئینے میں حسن ازل کا مشاہدہ کرے نہ کہ چہرے کے خدو

خال دیکھے۔ یعنی عاشق دل کی آنکھوں سے دیکھ لے کہ محبوب کے چہرے میں نورِ الٰہی اور حسنِ خدائے لم یزل ہے۔ خالص چہرہ یار کے نقوش نہ دیکھے۔ چہرہ محبوب میں نورِ الٰہی عیاں ہے یہ وہی آنکھ دیکھ پائے گی جس میں بصارت کے ساتھ بصیرت ہوگی ۔ اللہ اللہ جمال شاہد غیب ☆ شد تجلی نماز میلادت (قادری کشمیر)۔ وجہ حق، مہر و ہلالِ فلک چشم امم ☆ چہرہ و دیدہ وابروی رسول عربی ☆ احد بر صورت احمدؐ ز وحدت خواستہ کثرت ☆ عیان آمد شدش میم محبت درمیان پیدا (انور کشمیری)۔ ای واضح والضحیٰ جبینت ☆ واللیل نقاب عنبرینت (جامیؒ)۔ آمدی نور خدا از رخ پاکت ظاہر ☆ بہ لغت ہای دگر حمد و ثنا را ماہر ☆ جلوۂ نور خدا یا روی ماہ ماست این ☆ معنی صورت نما یا صورت معنی ست این (شہید کشمیری)۔ ز نور مصطفیٰ ہر سو کہ بینی ☆ تجلی گاہ یزدان است امشب ☆ سرای او کہ از نور است معمور ☆ تو گوئی عرش سبحان است امشب (شہید کشمیریؔ)۔ آن ذات خداوند کہ مخفی است ز عالم ☆ پیدا و عیان است ز چشمان محمدؐ (فاخر کشمیری)۔ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدائے نما ☆ ہست مرآت ذات حق ذاتت ☆ صورتت را حقایق آئینہ ہا ☆ ہر کہ دیدت یقین خدا را دید من رآنی برین حدیث گوا ☆ ذات تو گر نہ مدعای بودی ☆ یافتی کی وجود ارض و سما ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یا رسول اللہؐ (حسن کشمیری)۔

۵۔ فرماتے ہیں میں آپ کے الطاف کا ذکر کر رہا ہوں کیا کہنے میرے لطف سخن کے کہ اس سے بڑھ کر میرے کلام میں کب خوبی پیدا ہوگی۔ آپ کے حسن و جمال کی تعریف کر رہا ہوں کیا کہنے میرے خوبی کلام کا کہ اس سے بالاتر فصاحت و شیرینی و حسن میرے کلام میں پھر کب ہوگا مطلب یہ کہ میرے لطف کلام اور حسن سخن کی انتہا یہی ہے کہ آپ کے الطاف اور آپ کے حسن و جمال کی صفات کو بیان کیا کرتا ہوں۔ ان ہی صفتوں کے ذکر و بیان نے میرے کلام میں حسن بیان، لطف سخن، دلکشی، جاذبیت، اثر اور بلاغت و فصاحت پیدا کیے ہیں ۔ اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے ☆ عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے (اقبالؒ)۔ ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے ☆ کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور (غالب)۔ شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد ☆ دفتر نسرین و گل را زینت اوراق بود (حافظؒ)۔ جلوہ حسن تو آورد مرا بر سر فکر ☆ تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم (غنی کشمیری)۔ سرود مجلست اکنون فلک برقص آرد ☆ کہ شعر حافظ شیرین سخن ترانۂ تست (حافظؒ)۔ حسد چہ می بری ای ست نظم بر حافظ ☆ قبول خاطر و لطف سخن خداداد است (حافظؒ)۔

۶۔ تُتق = پردہ۔ پنہاں۔ سراپردہ۔ خیمے کا پردہ۔ بڑا پردہ۔ معانی (معنی) = مطلب۔ مراد۔ مقصد۔ حقیقت۔ مضمون۔ کمالات باطنی۔ معانی جمع ہے معنی کی یعنی مطالب۔ مقاصد۔ اصلی حقایق۔ باطنی کمالات۔ معنی کے معنی مفہوم کلام اور مفہوم سخن کے بھی ہیں۔ حقیقت۔ موضوع۔ باطن۔ معانی ایک علم (فن) کا بھی نام ہے۔ یہ ان اصول

وقواعد کا علم ہے جن کی مدد سے کلام کے مطابق کی کیفیت' مقتضائے حال و مقام کے مدنظر جانی جاتی ہے۔ اس کا موضوع وہ الفاظ ہوتے ہیں جو متکلم کے مقصود کو پہنچاتے ہیں اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نظم و نثر میں بلاغت کے اسرار کی واقفیت ہو جاتی ہے۔ علم (فن) معانی میں خبر' مسند' مسند الیہ' قصر' انشاء' وصل و فصل' ایجاز' اطناب اور مساوات سے بحث کی جاتی ہے۔ جمال نمودن = چہرہ دکھانا۔ واضح ہونا۔ دکھائی دینا۔ آشکار ہو جانا۔ فرماتے ہیں جب سے ہم آپ کے دہن کی صفتوں کو بیان کرنے کے لطف کلام کو پھیر کر آپ کے رخ زیبا کی طرف متوجہ ہوئے تب سے کتنے ہی حقایق اور باطنی اسرار نے ہم پر اپنا چہرہ کھول دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رخ محبوب اسرار باطنی کا ایک گنجینہ ہے اور جب سے میں خالص اس چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہوں مجھ پر غیبی اسرار منکشف ہو رہے ہیں۔ مولانا جامیؒ نے اوپر چوتھے شعر میں رخ محبوب کو حسن ازل (نور خداوندی) کی آماجگاہ کہا ہے یعنی روی زیبای محبوبؐ میں نور پاک خداوندی ہے اور گویا یہ پہلا راز تھا جو مولانا جامیؒ پر آشکار ہوا اور پھر اس نور پاک الٰہی سے جو رخ پاک رسولؐ سے چھلک رہا ہے اور بھی بے شمار غیبی اسرار ان پر منکشف ہو رہے ہیں۔ بہار خلد چھیٔ روی محمدؐ ☆ شمیم جان فزا بوی محمدؐ ☆ دل و جانم ہوادار رخ اوست ☆ منم آشفتہ بر روی محمدؐ (مسکین کشمیری)۔ رَوخؕ چون رحمت موکھ نورانی ☆ حقِ سبحانی دیوتنے کیاہ ☆ دون عالمن منز چھیٔ نہ کانہہ ثانی ☆ حق سبحانی دیوتنے کیاہ (سائل کشمیری)۔ ای مہ سرد قدمن قدمن پأری لجے یو ☆ نگہی سوی من افگن وچھنس پأری لجے یو ☆ پیش رُو زلف پریشان پس سرکا گل پیچان ☆ از چھم یار بہ سامان شوبنس پأری لجے یو ☆ عشوہ گر چشم فتان تیر زن ہمہ کمان ☆ خند کر غونچہ دہانہ اس، اُس پأری لجے یو ☆ مَنہِ منز یار دماہ ہمہ رنہ منز خاصہ نیامز کھیتہ ☆ کھبکھ نتہ بال کھیے وہمہ روشنس پأری لجے یو ☆ پونپر یو کرتھ ہس گتھ پان زولتھ ژیہ یارس پتھ ☆ برونہہ کو وتھ اپچ صلیچ (یا عشقچ) وَتھ دزنس پأری لجے یو ☆ شمہو! کو وِ دَوُد کھ ژی محبت وَنتہ کوٹھوند چھی ☆ اوش تراوان دارِ ژیہ کیاہ گوٗے دزنس پأری لجے یو ☆ فاخر ہاولہ منز زبر پینجہ ہمہ سانہ کرم کر ☆ ہنے چانہ ژلیم شرِ ہنس پأری لجے یو (فاخر کشمیری)۔

۷۔ فرماتے ہیں جامی! دیدار رخ یار تو تجھے نصیب ہوا لیکن خبردار کہیں نالہ و فریاد کو ختم نہ کرنا۔ خیال رہے اے بلبل شوریدہ وصل گل پا کر چہچہانا اور فریاد و زاری کرنے کے عمل کو جاری رکھ۔ عین وصل میں فریاد کا احساس در اصل احساس مرگ ہے کہ کہیں وصل کی یہ سعادت محض آنکھ جھپکنے کے زمان کے برابر نہ ہو۔ اسی لئے مولانا جامی وصل کی سعادت حاصل ہو کر بھی نازان نہیں اور انہیں احساس ہے کہ نازان ہونے یا خوش ہونے پر یہ سعادت چھن نہ جائے۔ یہ مرحلے بڑے نازک ہوتے ہیں اسلئے جامی! تو فراق و درد جدائی کے زمان کو آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دینا بلکہ وصل کے عمل میں بھی سکوت و سکون اور احساس فراق اور مرگ و موت کے خیال کو ہاتھ سے نہ جانے

دینا کہ کہیں وصل کا یہ ہنگام بھی تمہارے لئے محبوب کی طرف سے آزمائش نہ ہو۔ غالباً حضرت علامہ اقبالؒ نے اسی احساس کے پیش نظر عالم عشق میں فراق کو ہی ترجیح دی تھی اور فرمایا تھا۔ عالم سوز وساز میں وصل سے بڑھ کر ہے فراق ☆ وصل میں مرگ آرزو ہجر میں لذت طلب (اقبالؒ)۔ یعنی وصل جب نصیب ہوا تو پھر کوئی آرزو باقی نہیں رہتی اور طالب تو ہمیشہ طلب میں رہنا چاہتا ہے اور یہ وہ طلب ہے جس میں لذت جستجو ہے' تپش ہے' بے قراری ہے' سوز وحرارت ہے۔ طالب میں تو یہ ختم نہیں ہونے چاہیں۔ طالب کی عین حیات تلاش کی کاوش ہے' جستجو کی تڑپ ہے اور نہ پانے کی لذت۔ چنانچہ اقبالؒ نے طالب کے حق میں یہ دعا بھی کی کہ ۔ تری دعا ہے کہ تیری آرزو ہو پوری ☆ میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے (اقبالؒ)۔ خواجہ حافظ شیرازی نے عین وصل میں احساس مرگ کے مضمون وموضوع کو ان دو شعروں میں بڑی خوبی سے بیان کیا ہے ۔ بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت ☆ وندر آن برگ ونوا خوش نالہ ہای زار داشت ☆ گفتمش در عین وصل این نالہ وفریاد چیست ☆ گفت مارا جلوۂ معشوق در این کار داشت (حافظؒ)۔

غزل (۷۷)

من بندۂ حقیر وتو سلطانِ محتشم..........

۱۔ میں ایک حقیر غلام ہوں اور آپ صاحب حشمت بادشاہ
اگر میں آپکے غم میں ناتوانی کے عالم میں مر بھی جاؤں تو آپ کو کیا غم
۲۔ آپ کے قدموں کی تمنا میں بیمار ہو چکا ہوں
خدا کیلئے میری خبر لینے کی خاطر اب قدم رنجہ فرمایئے
۳۔ آپ سے میری جان پر جو کچھ بھی بیتے گی اس کیلئے ممنون ہوں
خواہ آپکی جفا کا تیر ہو یا آپکی ستم کا خنجر!
۴۔ آپ کے عشق کے صحرا میں بھٹکنے والوں کو
آپکی جدائی نے بالآخر عدم کی منزل تک رہنمائی کی
۵۔ آہوں کے تیروں سے میرا دل پارہ پارہ ہو چکا
اور ہر شگاف سے دل کی آگ بلند ہو رہی ہے

۶۔ جس دن قضا اجل نامہ لکھ رہی تھی
اسی دن اس نے آپ کی تلوار سے میرا قتل ہونا لکھ دیا تھا
۷۔ ایک مدت سے آپکے کتوں کے سفالین برتن کا شریک ہے
جامی! جو کہ جام جم سے آب حیات بھی نہیں پیتا

توضیحات غزل

ا۔محتشم = حشمت والا۔نوکر چاکر والا اور صاحب دولت آدمی۔شوکت اور دبدبہ والا۔صاحب شکوہ۔فرماتے ہیں کہ آپ بادشاہ ہیں سلطان ہیں صاحب اقتدار وحشمت ہیں اور میں ایک حقیر غلام آپ کا۔آپ کی محبت میں زار ونزار ہوکر میں اگر مر بھی جاؤں تو آپ کو اس کا کیا غم۔مقصد یہ ہے کہ آپ سے دور اور آپ کی محبت میں مبتلا میں ایک مجبور ولاچار عاشق اگر مر بھی جاؤں تو آپ صاحب حشمت بادشاہ کو اس کا کیا غم ہوسکتا ہے آپ اپنی شاہانہ بے نیازی اور شان بے پروائی میں اپنے عاجز چاہنے والے کا بھلا کیا خیال کریں گے۔آپ کی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔محبوب کی شان بے نیازی اور مزاج سلطانی کا بیان ہے کہ عاشق کی موت سے ذرہ بھر بھی متاثر نہیں ہوتے۔آسودہ خاطران چمن راچہ آگہی ☆ از نالہ ای کہ مرغ گرفتار میکند (راہب نائینی)۔دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ را ببینی وجان را فدا کنی (فروغی بسطامی)۔مرا عہدیست باجانان کہ تا جان در بدن دارم ☆ ہوا داران کویش راچو جان خویشتن دارم (حافظؒ)۔پروبالم بریدی ودل از عشق تونہ بریدم ☆ شکستی استخوانم را ومن عہد تونہ شکستم (خسروی قاجاری)۔دل از تو برنگیرم ومہر از تو نگسلم ☆ صد بارم ار برانی واز در جدا کنی (ذوقی اصفہانی)۔

۲۔رنجور = دکھی آدمی۔بیمار۔رنج میں مبتلا آدمی۔مشقت میں مبتلا آدمی۔دردمند۔آزردہ۔ملول۔غمگین۔اندوہناک۔مقدم = سفر سے آنا۔قدم رکھنے کی جگہ۔آنے کا وقت۔قدم رنجہ کردن = تکلیف قبول کرنا۔روانہ ہونا۔کسی کے ہاں جانے کیلئے قدم بڑھانے کی زحمت اُٹھانا (تکلف سے کام لیتے وقت استعمال کرتے ہیں)۔فرماتے ہیں آپ کے قدموں کی آمد کی حسرت وتمنا میں اب رنج میں مبتلا ہوکر بیمار ہوگیا ہوں۔خدا کے لئے میرے محبوب اب تو میری خبر پرسی کو آجایئے اور میرے ہاں قدم رنجہ فرمایئے اور دیکھئے آپ کی تشریف آوری کی تمنا میں اور آپ کے میرے ہاں قدم رنجہ فرمانے کے شوق وحسرت میں میری کیا حالت ہوچکی ہے حسرت دید کا متاثر کن بیان ہے۔ہاواو! واتکھنا تو تی بیتہِ ڈاف ترأ وتھ مصطفیٰ ☆ احوال میأئی تس وَنکہ سی ھوکر بم دادِین دوا ☆ وَتس اکھاہ بے پاوسر بیکس چھ گومت در بدر ☆ لولہ چھ دُوٗدُمت تس جگر

کرتس نظر بخشس شفا (ثناء اللہ کریری)۔ شبہ اَکہ ماہ روخ پرزلاوتم سہ ☆ لبہ ہا خواکہ چون اکہ دیدار ☆ والضحیٰ رُویک گہہ تراوتم سہ ☆ گہہ ہاوتم سہ ماہ رہ خسار (نادم کشمیری)۔ کرہ ڈیشے شکل موزون یا شفیع المذنبینؐ ☆ یک نظر برحالِ مفتون یا شفیع المذنبینؐ ☆ دلبرا! یک جلوہ فرما تادلم شادان شود ☆ کوت کالاہ روز محزون یا شفیع المذنبینؐ (عاشق ترالی)۔ وقت آن شد کہ جلوہ فرمائی ☆ باغِ دل ہای ما بزیبائی ☆ کرتہ ساتھاہ ژِ مجلس آرائیی ☆ دوُن اُچھن ہنز وندے بہ بینائیی ☆ چہ شود گر نقاب بکشائی ☆ بی دلان را جمال بنمائی ☆ عاشقان رانظارہ ای بخشی ☆ خستگان را دمی بخشائی ☆ جانِ ما را بہ چہرہ شادکنی ☆ دلِ ما بہ غمزہ بربائی ☆ ژراوِیز پردہا نون روخسار ☆ جان بہ لب وَوت از تمنائی ☆ من بہ خاکِ لحد نہ خواہم ماند ☆ تا تو رُخسار خویش نہ نمائی (شعری کشمیری)۔

۳۔ منت = احسان۔ نیکوئی۔ کسی سے احسان کرنا۔ کیئے ہوئے احسان کو جتانا۔ ناوک = نادہ کی تصغیر بمعنی کھوکھلی لکڑی۔ مجازاً تیر۔ ایک خاص قسم کا تیر جو چھوٹا ہوتا ہے اور اسے لوہے یا لکڑی کے غلاف میں' جو باریک نلی جیسی ہوتی ہے' ڈال دیتے ہیں اور کمان سے پھینکتے ہیں تا کہ زیادہ اور دور تک چلا جائے۔ وہ نلی جس میں سے گیہوں اور جو وغیرہ چکی کے منہ تک پہنچتا ہے یا پہنچایا جاتا ہے۔ آدمی کی پیٹھ پر جو شگاف ہے اسے بھی ناوک کہتے ہیں۔ اندر سے کھوکھلی ہر چیز ناوک کہلاتی ہے۔ فرماتے ہیں آپ کی طرف سے جو کچھ بھی میری جان پر بنے گی یا بیتے گی اس کے لئے میں احسان مند رہوں گا خواہ آپ کی جفا کا تیر ہو یا خواہ خنجر ستم میں انتہائی منت سے ان کو قبول کرنے کا خواہش مند ہوں۔ آپ میرے مالک و آقا ہیں آپ جیسے بھی مجھ سے سلوک کریں گے میں اسے ستم و جفا سمجھ کر نہیں بلکہ لطف و محبت جان کر جان سے لگا دوں گا۔ مولانا جامیؒ نے اپنے اثبات عشق اور وفاداری کا اس شعر میں ذکر کیا ہے۔ تو ار جفاو ستم بر من آنچہ خواہی کن ☆ مکس کہ من نہ کنم دامنت رہا ای دوست (وصال شیرازی)۔ حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ☆ بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت (حافظؒ)۔ از تو ای دوست نگسلم پیوند ☆ گر بہ تیغم برند بند از بند (ہاتف اصفہانی)۔ صد بار اگر ز جور مرا کشت بی گناہ ☆ ہرگز نہ گفتہ ام کہ گناہی نہ کردہ ام (شعوری مشہدی)۔ اگر صد بار سوزی باز گرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بردست و پا افتم (نظیری نیشاپوری)۔

۴۔ سرگشتگان = سرگشتہ کی جمع = حیران۔ بھٹکے ہوئے۔ سرگردان۔ آوارہ۔ دربدر۔ بادیہ پیما = بیابان طے کرنے والے۔ جنگلوں' بیابانوں یا صحراؤں میں چلنے والے۔ سر منزل = منزل۔ عمارت۔ جگہ۔ کسی جگہ اچھی آب و ہوا کی وجہ سے کوئی شخص یادگار کے طور پر وہاں عمارت بنائے اسے سر منزل کہتے ہیں۔ مسکن۔ مقام۔ عدم = نیستی۔ نابودی۔ نہ ہونا۔ نفی۔ گم کرنا۔ منع کرنا۔ درویشی۔ فقیری۔ فرماتے ہیں آپ کے عشق کے صحرا میں بھٹکنے والے عاشقوں کو بالآخر آپ کی جدائی کے غم و حسرت نے نیستی و نابودی کی منزل پر پہنچا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی محبت

میں جو گم ہوئے وہ آخر کار آپ کے دیدار نہ ہونے کے غم میں مر گئے۔ آپ کی جدائی کا غم عاشق کے لئے نا قابل برداشت ہے اور آخر میں یہ غم اس کے لئے باعث مرگ بن جاتا ہے۔ یار افراق روی تو کشتہ نہ روز گار☆ مرگ و جفا و گردش گردون بہانہ است (دہقان اصفہانی)۔ از محنت ہجران تو جان دادم و رستم ☆ گر ہجر چنین بودہ کہ دشوار نہ بود است (دولت شاہ قاچار)۔ درد غم ہجر تو بہر کس کہ بگفتم ☆ از بہر ہلاک من بیچارہ دعا کرد (طرب نائینی)۔ بدرد ہجر ہر کس مبتلا شد ☆ علاجی بہتر از مردن نہ دارد (حسین کاشی)۔ اجل را بی جہت خلقت نہ کردند ☆ علاج درد ہجران آفریدند (حاجب شیرازی)۔ گفتم بہ بلبلی کہ علاج فراق چیست ☆ از شاخ گل بہ خاک فتاد و طپید و مرد (محمد علی حزین)۔

۵۔ خدنگ = تیر۔ ایک درخت کا نام جسکی لکڑی سے نیزہ اور تیر بنتا ہے اور زین کے کام بھی آتی ہے۔ علم زدن = محاورہ ہے یعنی بلند ہونا۔ بلند کرنا۔ جھنڈا بلند کرنا یا گاڑنا۔ نیزہ بلند کرنا۔ فرماتے ہیں آپ کے دیدار کے غم میں میرے سینے سے آہوں کے جو تیر نکلتے ہیں ان سے میرا سینہ چھلنی ہو چکا ہے اور آتش حسرت کے شعلے ان سوراخوں سے باہر بلند ہو رہے ہیں جو تیروں نے سینے میں کیے ہیں۔ عشق میں اپنی حالت کا بیان کیا ہے کہ آہوں نے تیروں کی مانند سینے کو سوراخ کر دیا ہے اور دل میں جو عشق کی آگ ہے وہ اب ان سوراخوں سے باہر نکل کر بلند ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غم عشق نے ایک نہ بجھنے والی آگ کا طوفان سینے میں پیدا کر دیا ہے اور خود سینہ پھٹ چکا ہے۔ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے (غالب) لس کہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا ☆ موئے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا (غالب) دل مرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا ☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا ☆ دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں ☆ آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا (غالب)۔ جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا ☆ کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے (غالب)۔ نالیدن بلبل ز نو آموزی عشق است ☆ ہرگز نہ شنیدیم ز پروانہ صدائی (حزین) حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست ☆ خام بدم پختہ شدم سوختم (مولانا رومؒ)۔

۶۔ قضا = حکم۔ حکم کرنا۔ ختم کرنا۔ تمام کرنا۔ بیان کرنا۔ وہ عبادت جس کا مقرر وقت گذر چکا ہو۔ تقدیر۔ حکم خداوند۔ خدا کا وہ حکم جو روز ازل سے مجموعاً اور مجملاً مخلوقات کے حق میں ہو چکا ہے۔ مرگ۔ موت۔ دادرسی کرنا۔ قضاوت۔ سرنوشت۔ بلا۔ حاجت کو پورا کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ اجل = تقدیر۔ میعاد۔ مہلت۔ موت کا وقت۔ مقررہ وقت۔ وقت۔ زمان۔ عمر کی انتہا کا وقت۔ زمانہ۔ قرض کی ادائیگی کا انتہائی وقت۔ رقم زدن = لکھا جانا۔ لکھنا۔ تحریر میں لانا۔ فرماتے ہیں جس روز تقدیر الٰہی یعنی حکم الٰہی میرا تقدیر نامہ ازل میں لکھ رہا تھا اسی روز اس میں لکھا گیا کہ

میری موت آپ کی تلوار جفا سے قتل کی صورت میں ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ ازل میں ہی مجھے آپ سے عشق تھا اور ازل میں ہی اس عشق کی وجہ سے انتہائی غم والم کے نتیجے میں میری موت لکھی گئی۔ یعنی عشق کا نتیجہ مرگ ہے اور اس کے آگے میرا سر تسلیم خم ہے ۔ عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نرود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی وارد (سعدیؒ)۔ ہر درد را علاج بود غیر درد عشق ☆ این درد بی دواست بہ درمان نمی رسد (دہقان اصفہانی)۔ عشق بجز مرگ ندارد علاج ☆ بیخبران صبر وسفر گفتہ اند (حالتی ترکمان)۔ عشقبازی چیست سر در کوی دلبر باختن ☆ باسر اندر کوی دلبر عشق نتوان باختن (سعدیؒ)۔ آنچنان مہر توام در دل و جان جا بگرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نرود ☆ در ازل بست دلم باسر زلفت پیوند ☆ تا ابد سر نہ کشد وز سر پیمان نرود (حافظؒ)۔ با مہر رخت زادن و با عشق تو مردن ☆ تقدیر من این بود ز آغاز و دگر ہیچ (جامیؒ)۔

۷۔ جرعہ خوار = جرعہ بمعنی گھونٹ۔ ایک گھونٹ۔ پانی وغیرہ کی وہ مقدار جو ایک دم میں پی لی جائے۔ (جرعہ خوار یعنی پینے والا)۔ جرعہ کے معنی روح اور جان کے بھی ہیں جب اسے صفا کیساتھ استعمال میں لایا جائے۔ سفال = مٹی کا برتن۔ ٹوٹا ہوا گھڑا یا پیالہ۔ بادام یا اخروٹ وغیرہ کا چھلکا۔ ٹھیکری۔ پختہ مٹی۔ پختہ مٹی کی چیزیں۔ آب خضر = آب حیات۔ [تصوف کی اصطلاح میں علم لدنی۔ معرفت حقیقی جو انبیاء و اولیاء کا خاصہ ہے]۔ روایت کے مطابق ایک چشمے کا نام ہے جو شمال میں ایک تاریک علاقے میں جسکا نام ظلمات ہے واقع ہے۔ آدمی اس کا پانی پینے سے ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سکندر اسے ڈھونڈنے کیلئے نکلا لیکن نہ پاسکا اور حضرت خضر پیغمبر علیہ السلام نے اسے پالیا اور اسکا پانی پی کر ہمیشہ کی زندگی پائی۔ آب خضر، آب بقا، آب حیوان، آب زندگی، آب زندگانی سے مراد یہی آب حیات ہے۔ جام جم = روایت میں آیا ہے کہ ایران کے حکیموں نے بادشاہ جمشید کے لئے ایک پیالہ بنایا تھا اور کہتے ہیں کہ اس پیالہ کے ذریعہ سے آسمان کے ستاروں کے مقام اور ان کے ذریعہ سے جس چیز کا سوال کیا جاتا اس کا انجام احکام نجوم کی وساطت سے معلوم ہو جاتا تھا۔ نیز شراب جمشید کے عہد حکومت میں ایجاد ہوئی اور اس کے دور شروع ہوئے اسلئے بھی جام جم مشہور ہے (جم اصل میں جمشید کا مخفف ہے)۔ اسے جام جہان آرا، جام جہان بین، جام جہان نما، جام عالم بین، جام گیتی نما، جام گوہر نگار اور جام کیخسرو بھی کہتے ہیں۔ شاہ نامہ میں فردوسی نے داستان بیون با منیژہ میں افراسیاب کے حکم سے بیون کو کنوئیں میں قید کر دینے اور اپنے باپ گیو کی تلاش میں مایوس ہونے کا ذکر کرنے کے بعد دیدن کیخسرو بیون را در جام گیتی نمای کے عنوان کے تحت لکھا کہ ۔ پس آن جام بر کف نہاد و بدید ☆ در و ہفت کشور ہمی بنگرید ☆ زکار و نشان سپہر بلند ☆ ہمہ کرد پیدا چہ و چون و چند ☆ زماہی بہ جام اندرون تا برہ ☆ نگاریدہ پیکر درو یکسرہ ☆ چہ کیوان چہ ہرمز چہ بہرام و شیر ☆ چہ مہر و چہ ماہ و چہ ناہید و تیر ☆ ہمہ بود نیہا بدو اندرا ☆ بدیدی جہاندار

افسونگرا۔ یہ جام، جام کیخسرو کے نام سے مشہور تھا جب کہ چھٹی صدی میں جمشید کی شہرت اور اسے سلیمان علیہ السلام کے ساتھ یکساں قبول کئے جانے کے نتیجے میں اس جام کو جمشید کے ساتھ منسوب کر دیا گیا اور اسے جام جم اور جام جمشید کہا گیا۔ یہ جام آئینہ گیتی نما بھی کہلاتا ہے۔ عارفوں نے جام جم کو دل سے مشابہ کیا ہے کہ جب صاف ہو جائے تب سب کچھ اس میں دکھائی دیتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس بھی۔ جام جم نام کی ایک مشہور فارسی مثنوی اوحدی مراغدای نے لکھی ہے سال ۷۳۳ھ میں اور اسکے آخری حصے میں مرشد، مقامات سالک، عارفوں کی اصطلاحات جیسے دل، نفس، عشق اور سماع وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں جامیؒ جو جام جمشید جیسی اہم پیالی میں آب حیات جیسا بامراد پانی نہیں پیتا اور عزت نفس کا خیال کر کے ان دونوں کو ٹھکرا دیتا ہے آپکے کتوں کے برتن میں ان کا شریک بن کر اپنی عزت و آبرو کو دوبالا کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک جام جمشید اور آب حیات کی کوئی قدر نہیں۔ میرے لئے جام جمشید محبوب کے کتوں کا برتن ہے اور ان کتوں کا کھانا جسے میں بھی ان کے ساتھ کھاتا ہوں میرے لئے آب حیات ہے اور یہی کھانا مجھے آب حیات کی طرح ہمیشہ کی زندگی عطا کرے گا۔ مقصد یہ ہے کہ میں محبوب کا ایک حقیر ترین، ادنیٰ ترین، پست ترین اور بے قدر ترین غلام ہوں۔ اس حالت میں وہ مجھے اپنے کتوں میں شمار کریں یہ میرے لئے ایک ابدی نعمت ہے۔ دینوی عیش (جام جم) اور دینوی لذتیں (آب حیات) میرے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ محبوب کے آگے انکساری، پستی، درویشی، حقیری، مسکینی اور بے قدری ایک ایسا سامان ہے جو دینوی تجمل و شان اور دولت و حشمت پر بہت بھاری ہے۔ اسی سامان سے محبوب کی خوشی میسر ہو سکتی ہے اور آخرت میں سرخروئی بھی۔ بی نوایان راست صد رگ ونوا از رحمت ☆ بین کہ بی برگ و برم یار حمۃ للعالمینؐ ☆ من ز پا افتادہ ام جز تو ندارم ہیچکس ☆ دستگیر دیاورم یار حمۃ للعالمینؐ (قادری کشمیری)۔ ای آفتاب شرع و دین چون خس کہ پامال توام ☆ در من نگر بر من گذر سایہ فگن برفرق من (اوحدی)۔ افتادہ ام یکبارگی در عجز و در بیچارگی ☆ کن از کرم غمخوارگی فریادرس یا مصطفیٰؐ (مسکین کشمیری)۔ من آن شاخ درختم کز خزان دہر بی برگم ☆ بہارم دہ عطا کن برگ و بارم یارسول اللہؐ ☆ غریب و بیکس و زار و نزارم یارسول اللہؐ ☆ سیہ بخت و پریشان روزگارم یارسول اللہؐ (کبیری کشمیری)۔ دستگیرم شو کہ پر جرم و گناہم یارسولؐ ☆ نیست غیر از فضل تو پشت و پناہم یارسولؐ ☆ نفس و شیطان روز و شب شد غول راہم یارسولؐ ☆ حال زار من ببین و کن نگاہم یارسولؐ (عطائی کشمیری)۔

غزل (۷۸)

زہی رسیدہ ترا ہردم از خدای پیام.........

۱۔ مرحبا ہو آپ پر کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر پیغام اترتا تھا
آپ پر ہزاروں درود! آپ پر ہزار ہزار سلام

۲۔ آپ کے روی منور نے آسمان کے سورج کی روشنی بڑھائی
آپ کے حسن کے معجزے نے بدر کامل کی قدر گھٹا دی

۳۔ اگر آپ قیامت کے دن اپنے شیریں لبوں کی مہر نہیں توڑیں گے
تو جنتی مشک ختام والی خالص اور صاف شربت کا کیا کریں گے

۴۔ اگر آپ اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دیں گے تو کوئی جان نہ پائے گا
کہ آپ کا چہرہ کون سا ہے اور آفتاب کون سا

۵۔ آپ کے عام دسترخوان سے ہر کسی کو ایک خاص حصہ مل گیا
اس کے مرتبہ کے مطابق ' خواہ وہ خاص آدمی تھا یا عام

۶۔ اہل نطق و بیان میں سے کس کا دل نہ تھا جسے آپ کے
ذہن نے لطف سخن اور حسن کلام سے چھین نہ لیا

۷۔ آپ کے جام کے فیض سے جامیؔ ہمیشہ جرعہ کش ہے
ہاں خاک کو بڑے برتن میں سے حصہ مل ہی جاتا ہے

توضیحات غزل

۱۔علیک= آپ پر۔تم پر(عربی لفظ ہے)۔اَلف=(عربی لفظ ہے) یعنی ہزار۔صلوات=درود۔رحمت۔
زہی= تحسین کا لفظ ہے یعنی مرحبا۔آفرین۔شاباش۔احسنت(افسوس کا اظہار کرنے پر بھی زہی لاتے ہیں جیسے فارسی میں زہی خجلت وغیرہ)۔فرماتے ہیں آفرین و مرحبا ہے آپ کی ذات اقدسؐ پر کہ ہر لحظہ اور ہر وقت اللہ کی طرف سے آپ پر پیغامات ربانی اترتے رہتے تھے کیا ہی عظمت وشان ہے آپ کی' کیا ہی بلند مرتبہ اور رفیع مقام ہے آپ کا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ہر بات کو یقینی بنانے کیلئے' زندگی و آخرت کے ہر ہر پہلو پر' ہر چھوٹے

بڑے مسئلوں اور امور سے متعلق خود اللہ تعالیٰ آپ کے دل مبارک پر وحی اتار کر آپ کے مسئلوں اور آپ کی دشواریوں کو رفع کر دیتا تھا کہ خود اس کے دین میں اور آپکے رسول ہونے میں قیامت تک آنیوالے باایمان لوگوں کے دل میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ یہ قدر و منزلت بس آپ ہی کی تھی ہزار ہا درود ہوں آپ پر اور ہزاروں ہزاروں سلام اے رسول کریمؐ! ؎ خیر الوریٰ امام ہدیٰ شاہ انبیاءؑ☆ شاہی کہ ہست سر بہ سرش تاج اصطفا ☆ ختم رسل محمد مختار باصفا☆ صلوات بر محمدؐ واصحاب وآل او (صرفی کشمیریؒ)۔ یا مفخر الانامؐ ویا خاتم الرسلؐ☆ یا سید الکرامؐ ویاہادی السبلؐ☆ بودی تو شاہ ملک وجود ونشان نہ بود☆ از عسکر ملایکہ ومعشر رسل☆ بعد از خدا بزرگی مطلق برای تست☆ ای در حقیقت تو سراسیمہ عقل کل (تجلی کشمیری)۔ اگر چہ آمد آن سرورؐ بہ صورت از بنی آدم☆ ولی آدم بمعنی باشد این واو اب الآبا☆ ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن☆ ہو العبد الذی اوحی الیہ اللہ ما اوحی (صرفی کشمیری)۔ سر پرآرای کلک آفرینش احمد مرسلؐ☆ کہ پیش از وی نہ شد در ملک ہستی کار فرما کن☆ نہ شد تا بر سر منشور عالم خاتم حکمش☆ ز دیوان ازل نامد بر آن منشور طغری کن (حقی کشمیری)۔ خواند علی الدوام خداوند کردگار☆ بروی درود بیحد وصلوات بی شمار☆ خواندہم ملائکہ باعز وباوقار☆ در مصحف مجید چنین گفت آشکارای بلبلان گوشہ گلزار احمدی☆ صلوا علیٰ محمدؐ وآل محمدی (جمیل کشمیری)۔

۲۔ سپہر = آسمان۔ فلک۔ بدرِ تمام = چودھویں رات کا چاند۔ پورا چاند۔ مہ کامل۔ فرماتے ہیں اے رسول خداؐ! آپکے چہرہ انورؐ نے آسمان کے سورج کا نور بڑھا دیا اور آپ کے معجزہ نما حسن نے مہ کامل کی قدر و منزلت کو توڑ کے رکھ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ سورج کی روشنی آپ کے چہرہ منورؐ سے ضیا پذیر ہے اور اسی لئے اس کے نور میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مہ کامل کو خاصا ناز تھا اپنی چمک پر لیکن آپ کے حسن کی برتر چمک اور درخشندگی سے وہ خجلت زدہ ہوا اور اسکی قدر و منزلت جاتی رہی۔ یعنی حضرت رسول اکرمؐ کا روی منور سورج سے بڑھ کر روشن ہے اور آپؐ کا حسن وجمال پورے چاند سے بھی بالاتر۔ ؎ روشن دو عالم است زمہر جمال او☆ بستان دہر تازہ زباغ نوال او☆ سیراب باغ دین زسحاب کمال او☆ زایل ظلام کفر زنور جلال او☆ ای بلبلان گوشہ گلزار احمدی☆ صلوا علیٰ محمدؐ وآل محمدیؐ (جمیل کشمیری)۔ زتو رنگ جہان رارنگ پیدا☆ زتو عرش برین راا عتلائی☆ زتو سیارہ گشتہ اطلسی پوش☆ زتو خورشید را زرین قبائی (مورخ حسن شاہ کو یہامی)۔ ای رخت دلکشا زبدر دجیٰ☆ عالم افروز تر زشمس ضحیٰ☆ مہر ومہ چیست جز دو آئینہ☆ نور پاکت زہر دو جلوہ نما☆ نورت از نور ایزدی ناشی☆ زان جمال ترا کمال ضیا (جید کشمیری)۔ فروغی زان رخ پرنور گل کرد☆ کز آن مہر درخشان آفریدند☆ ملاحت وام کردند از رخ تو☆ کہ از وی بدر تابان آفریدند☆ ورق چیدند زان رخسار گلگون☆ بہار این گلستان آفریدند☆ نقاب از چہرہ تابان کشادند☆ کہ از وی

صبح خندان آفریدند (شہید کشمیری)۔ صفت روی تو والشمس ز قرآن خوانم ☆ مدحت موی تو واللیل بہ قرآن دانم ☆ جلوہ گر شو کہ شود محو تجلی جانم ☆ من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم ☆ اللہ اللہ چہ جمال است بدین بو العجبی (تضمین از سیف کشمیری)۔ دین وفای تو یا رسول اللہ ☆ حق برای تو یا رسول اللہ ☆ دل سرای تو یا رسول اللہ ☆ جان بہای تو یا رسول اللہ ☆ ماہ روی تو یا رسول اللہ ☆ خور بقای تو یا رسول اللہ ☆ ای ز رخسار تو جہان پیدا ☆ وز جمال تو عالمی شیدا ☆ ذاتِ تو آفتاب کونین است ☆ رُویت آئینہ خدا ئی نما ☆ بدرِ کامل بہ داغِ حسرت سوخت ☆ از صفایِ تو یا رسول اللہ ☆ نسبتی نیست مہر انور را ☆ با ضیای تو یا رسول اللہ (محمد اعظم دیدہ مری)۔ ماہ و خورشید منفعل ماندہ ☆ از رخت کہ بہ صد ضیا داری ☆ بہ صفایت کجا رسد خورشید ☆ در صفا نام مصطفیٰ داری (احمد بج بہاروی کشمیری)۔

۳۔ لعل نوشین = سرخ و شیرین لب۔ میٹھے سرخ ہونٹ۔ رحیق = شربت۔ پینے کی شربت۔ شراب۔ مُشک خِتام = مشک کی مہر۔ خوشبو کی مہر۔ اس شعر میں مہر کی مناسبت سے رحیق اور مشک ختام دراصل قرآن مجید سے لئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: یسقون من رحیق مختوم۔ ختمه مسك ۔......ان کو (یعنی جنتیوں) کو نفیس ترین سر بند شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی (ترجمہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی۔ ملاحظہ ہو آیات ۲۵/۲۶ سورہ المطففین)۔ فرماتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر قیامت کے روز آپ اپنے سرخ و شیریں ہونٹوں سے مہر نہیں اٹھائیں گے تو بھلا جنتی لوگ اس نفیس و عمدہ ترین سر بند شربت کا کیا کریں گے جس پر خوشبو کی مہر لگی ہوگی۔ یا رسول اللہ! جنت میں جنتی لوگ خوشبو سے مہر بند شریں شربت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ ان کیلئے تو آپ کے دہان مبارک سے آب حیاتِ شیرین و معطر سے معمور کلام روح پرور اس جنتی شربت سے بہتر اور عمدہ تر ہے۔ آپ جنتیوں میں گھل مل کر ان سے محو کلام ہوں گے بس یہی یک ربانی اور روحانی شربت ان کیلئے کافی ہے۔ ہر کہ شد زندہ از لب لعلت ☆ میکند دعوی مسیحائی (شعری کشمیری)۔ اَسہِ بڈ لادن تھاو متائی ☆ یُتھ ھیوٚ شافع تہٕ غم بردار ☆ کالہِ بنہِ تہندی پاسہِ آسانی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔

۴۔ طلعت = چہرہ۔ رخ۔ منہ۔ دیدار۔ دیکھنا۔ فرماتے ہیں اگر آپ چہرے سے پردہ ہٹا دیں تو کوئی بھی یہ جان نہیں پائے گا کہ آپ کا چہرہ کون سا ہے اور آفتاب کونسا۔ مطلب یہ کہ حضرت رسول ﷺ کا والضحیٰ روئے اس قدر تابناک، نورانی اور روشن ہے کہ اس کا آفتاب سے فرق نہیں کیا جا سکتا۔ برافکن پردہ تا معلوم گردد ☆ کہ یاران دیگری را می پرستند (انوری)۔ محتاج وصف نیست جمال منورش ☆ بر جملہ این حدیث چو خورشید روشن است (مظہر

تبریزی)۔ تشبیہ روی تو نہ کنم من بآفتاب ☆ کاین مدح آفتاب نہ تعظیم شان تست (سعدیؒ)۔ چسان خورشید خوانم روی اورا ☆ کہ مصحف را غلط خواندن گناہ است (محمد قلی سلیم تہرانی)۔ چشمہ نور کہ خوانند کسانش خورشید ☆ پیش روی تو یکی ذرہ بی مقدار است (محسن شمس ملک آرا)۔ خدا پرست نباشد کسی کہ روی ترا ☆ نظارہ کرد ونگر دید آفتاب پرست (عبرت نائینی)۔ خورشید را فشردہ بصد دست روزگار ☆ تا گلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی جرفادقانی)۔ پیش خورشید رخت خواست چراغ افروزد ☆ شمع را تیغ سحر آمد وگردن زد و رفت (یغمای جندقی)۔ جب وہ جمال دل فروز صورت مہر نیمروز ☆ آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں (غالب)۔ رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ☆ ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے (داغ دہلوی)۔

۵۔ خوان = دستر خوان۔ خوردنی۔ لکڑی کا تھال۔ وہ خود رو گھاس جو کھیتی سے نکال دی جاتی ہے [خوان عام = عام دستر خوان جہاں پر آ کر عام لوگ فیض یاب ہوتے ہیں]۔ فرماتے ہیں آپ کے عام دستر خوان سے جو ہر کسی کے لئے کھلا ہے ہر کسی نے کوئی نہ کوئی خاص حصہ ضرور پایا اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق' خواہ وہ عام لوگ تھے یا خاص۔ مطلب یہ کہ حضرت رسول اکرمؐ کا فیض و کرم اور فضل و احسان عام ہے ہر کوئی خواہ وہ خاص آدمی ہو یا خواہ عام' آپؐ کے فیضان عام سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ یہ رحمت کا وہ دریا ہے جس کا آب احسان ہر کسی تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ تمام عالمین کیلئے دریائے رحمتؐ ہیں' رحمۃ للعالمینؐ ہیں بھلا کوئی شخص' خاص یا عام' کیونکر ان کے فیض و برکت سے محروم رہ سکتا ہے ۔ ابرِ تلہٖ دریا تھد جوادن ☆ دست تےَ دلہٖ چانہِ نشہِ کمتر ☆ واتہِ کُس چانس استعدادن ☆ یا بیٔ پادن وٹھ ہوبے سرٕ (نادم کشمیری)۔ عزت دِیُو تنے ذوالاکرامن ☆ سارنِی کوٗر نکھ ژی سردار ☆ ساری بُجر اُوی چانی انعامن ☆ رَوٗٹ چون دامن بوز سانی زار (نادم کشمیری)۔ رَحمچ چھے تمس بازرگانی ☆ لطف واحسانک چھُ سوداگار ☆ سُو دِتھوٗ سوداتس چھُ ارزانی ☆ سہ چھُ لاثانی بانی کار ☆ حقہٖ ہندِ رحمتک ابرِ نیسانی ☆ از لکہٖ فضلک بحرِ ذخار ☆ تس نشہٖ جاری فیضِ ربانی ☆ سہ چھُ لاثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔

۶۔ ارباب نطق = صاحب زبان لوگ۔ اہل بیان = علم بیان کے رموز و غوامض سے واقف علما۔ لطفِ مقال = خوش کلامی۔ خوش تقریری۔ حسن کلام = خوبی سخن۔ بات عمدگی و نفاست سے کہنے کا استعداد۔ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ کی خوش کلامی اور حسن سخن سے بھلا کس صاحب نطق و زبان اور عالم فصیح و بلیغ کا دل آپ کے دہان مبارک نے چھین نہیں لیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے دہان مبارک سے چھلکتے ہوئے حسن کلام اور لطف تقریر نے بڑے بڑے اہل ادب اور فصحا و بلغاء کے دل چھین لئے اور انہوں نے اپنی فصاحت و بلاغت دانی کو چھوڑ کر آپ کے نفاست کلام اور عمدگی سخن کے آگے زانوی تلمذ تہ کیا۔ انہوں نے آپ کے لطف کلام جو فصاحت و بلاغت کی

معراج ہے کے آگے اپنی عاجزی اور شکستگی کا اعتراف کرلیا اور ان کے دلوں میں صرف آپ ہی کا انداز گفتگو اور لطف ونفاست سخن اور عمدگی بیان اور طرز واسلوب مقام وکلام نقش پذیر ہوا۔ جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا ☆ وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں (ابوالاثر حفیظ جالندھری)۔ نگار من کہ بہ مکتب نرفت وخط نہ نوشت ☆ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد (حافظؒ)۔ فصحای عرب وجملہ حکیمان عجم ☆ لال از منطق گویای رسول عربیؐ (جامیؒ)۔ ابکم اعجمی خلیل اللہ ☆ چہ کند نعت سید آفاق ☆ فصحای عرب ز توصیفش ☆ لال ماندہ بہ عاجزی الحاق (خلیل اللہ)۔ فصحا جملہ گنگ ولال شدند ☆ از مقال تو یا رسول اللہؐ ☆ کاملان معترف بہ نقص خودند ☆ در کمال تو یا رسول اللہؐ (قادری کشمیری)۔ ابکم ز نعت تو فصحای عرب شدند ☆ آرد کجا زبان من اعجمی ذلق (عبید کشمیری)۔

۷۔ مدام = ہمیشہ۔ ہمیشہ رکھا گیا۔ جاوید۔ پیوستہ برسنے والی بارش۔ انگوری شراب۔ بادہ۔ جرعہ کش = گھونٹ پینے والا یعنی پینے والا۔ کاس کرام = بڑا پیالہ۔ سخی لوگوں اور بلند ہمت مردوں کا جام شراب۔ فرماتے ہیں اے رسول کریمؐ! جامیؔ ہمیشہ سے آپ کے جام سے پیتا چلا آ رہا ہے۔ ہاں! بلند ہمت مردوں کے جام سے خاک کو حصہ مل ہی جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں یہ ایک رسم تھی کہ صاحبان کرم اور بلند ہمت لوگ جب دائرے میں بیٹھ کر شراب پیتے تھے تو پینے سے پہلے زمین پر کچھ حصہ پھینک دیتے تھے اور گویا یہ بلند ہمتی، سخاوت اور مردانگی کی دلیل تھی کہ کوئی اور شریک شامل نہ تھا تو کم از کم وہ حصہ زمین کو ہی پلا دیتے تھے تاکہ سخاوت کی روایت ٹوٹ نہ پائے۔ جامیؒ خود کو خاک کی طرح پست جانتے ہیں اور فرماتے ہیں رسول کریمؐ جیسے سخی ترین انسان کے فضل وکرم اور احسان و مروت سے میں ہمیشہ فیض یاب ہوں۔ میری طرف کہ میں خاک محض ہوں رسول اکرمؐ کی توجہ باعث حیرت نہیں کیونکہ نبی اکرمؐ سخی اعظم ہیں اور اپنی سخاوت ہر روز اور ہر لحظہ عنایت کرنے سے پہلے مجھے عطا فرماتے ہیں کہ ان کو معلوم ہے جامیؔ خاک کا درجہ رکھتا ہے اس لئے اسے پہلے فیض یاب ہونا چاہئے۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ اس خاص توجہ وعنایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو حضرت رحمۃ للعالمینؐ جامیؔ پر جو ان کا مدح خوان اور ایک مخلص ترین نعت گو ہے رکھتے ہیں۔ یہ ایک مومن کیلئے بالاترین سعادت ہے جو روز ازل سے جامیؔ کی تقدیر اور سرنوشت میں لکھی تھی۔ ہر کسی کا یہ نصیب کہاں۔ میری (شمس الدین احمد کی) تو ساری عمر اس امید پر گذر گئی کہ کاش ابوسفیان اور کعب بن زہیر اور وحشی کو بھی معاف کرنے والے وہ رسول رؤف ورحیمؐ میرے گناہوں کو درگذر فرمائیں کہ میری عقبیٰ سنور جائے۔ المستغاث یا رسول اللہؐ ☆ المستعان یا رسول اللہؐ ☆ الشفاعۃ یا رسول اللہؐ ☆ الخلاص یا رسول اللہ ☆ اور مجھ شمس الدین احمد جیسے کتنے ہی مسلمان ہوں گے جو رسول اکرمؐ کی ایک نگاہ رحمتؐ کے منتظر ہوں گے۔ اور

ایک مومن حضرت مولانا جامیؒ بھی ہیں جو خود اعتمادی کے ساتھ دعویٰ کررہے ہیں کہ رسول رحمتؐ کی رحمت و عنایت اور انؐ کا کرم ان کا احسان ان کی رافت اور ان کی منت ہمیشہ جامیؒ کے شامل حال رہی ہے۔ خاکیان بی بہرہ انداز جرعہ کاس الکرام ☆ این تطاول بین کہ باعشاق مسکین کردہ اند (حافظؒ)۔ شربنا و اہرقنا علی الارض جرعۃ (فضلہ)۔ وللارض من کاس الکرام نصیب (ابن فارضؒ)۔

غزل (۸۴)

مایل بہ قامت تو بود طبع مستقیم ....

۱۔ راست طبیعت آپ کے قد و قامت کی ہی خواہش مند ہے
اور فطرت سلیم آپ سے محبت کرنے کی ایک خدائی تخلیق ہے

۲۔ آپ کے یکتا جوہر دہن کو وجود میں لائے جانے کے بعد
بھلا حکماء کیونکر جزء لایتجزا سے انکار کر سکتے ہیں

۳۔ آپ کے دور میں سفر پر جانے کی ہم میں طاقت کہاں کہ
جہاں کہیں کوئی مسافر ہے وہ آپکے دروازے پر مقیم ہو چکا ہے

۴۔ آپ کے دانت کے ہیرے درہای یتیم ہیں اور ہونٹ
ان کے اوپر یتیم پر رحمت و احسان کا سایہ ہیں

۵۔ آپ کا خال کاتب فطرت کے قلم سے نقش کیا ہوا نقطہ ہے
جسے آپکے حلقۂ زلف نے حرف ج کی طرح گلے لگایا ہے

۶۔ جان آپ کے خط کی آیت کی وقف ہے اور یہ ہے دہان
جسے وقف کی لازمیت کی خاطر سرخی م میں لکھا گیا ہے

۷۔ اس مقصد کے لئے کہ آپکے ہر قدم پر ایک الگ تحفہ پیش کرے
جامی آپکی راہ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن دونیم ہو کر!

توضیحات غزل

ا۔ اس پوری غزل میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے روئے پاک کا دقیق مشاہدہ کر کے عیاں و روشن ہیئت اقدسؐ

کی الگ الگ تعریفیں بیان کی ہیں جن میں قد بالای راست' دہان پاک' دندان مبارک' لب ہای پاکیزہ' خال و زلف معنبر و پیچدار شامل ہیں اگر چہ اکثر نعتیہ غزلوں میں ان ہی کی مدح کا اہتمام کیا ہے لیکن ایسی غزلیں خال خال ہی ہیں جن میں بیک وقت مولانا جامیؒ نے ہیئت اقدسؐ کے اعضای جمال مبارک کی تعریف کی ہے اور یہ دراصل محبوب کو سامنے دیکھ کر دیدار مبارک سے سرشار ہونے کا نتیجہ ہے کہ اس قدر باریکی اور دقت نظر سے تصویر نقش کی ہے اور الگ الگ مدح لکھی ہے۔ مایل = راغب۔ متوجہ۔ مشتاق۔ خواہش مند۔ جھکا ہوا۔ میل کرنے والا۔ کسی کی طرف جھکنے والا۔ شایق۔ طبع مستقیم = راست و درست طبیعت [طبع = سرشت۔ طبیعت۔ فطرت۔ وہ خو جو پیدا ہونے کے وقت سے ہو۔ چھاپنا۔ نقش کرنا۔ کوئی چیز قالب میں ڈھالنا۔ تلوار بنانا۔ مٹی کے برتن بنانا۔ سونے، چاندی پر سکہ لگانا۔ خارج از ذہن موجودات۔ کسی کی گردن پر مارنا۔ مزاج۔ رغبت۔ میل۔ شعر کہنے کی اہلیت۔ کسی چیز کی ہیئت۔ ذات۔ مستقیم = سیدھا۔ سیدھی۔ راست۔ درست۔ صحیح۔ ٹھیک۔ سیدھی کھڑی ہونے والی چیز۔ استقامت رکھنے والا۔ پایدار۔ امین۔ صاحب اعتماد۔ معتمد۔ معتدل۔ طبع مستقیم = فطرت راست۔ درست طبیعت۔ بے کھوٹ سرشت]۔ مجبول = پیدا کیا گیا۔ جبلت (سرشت۔ پیدائش۔ خلقت۔ طبیعت۔ خو) میں کوئی خاص عادت۔ سرشتہ۔ فطری عادت یا صفت۔ فرماتے ہیں فطرت راست آپ کے قد و بالا کی خود بخود مایل ہو جاتی ہے اور ایک بے عیب طبیعت آپ سے محبت کرنے کی پیدائشی عادی ہے۔ محبوب کا قد سیدھا ہے جس میں کوئی کجی نہیں۔ ظاہر ہے اس قد کا خواہاں وہی ہے جو خود کجی سے مبرا ہو اور جس کی فطرت راست ہو۔ محبوب سے محبت کرنے پر وہی شخص حق ہے جس کی فطرت سلیم ہو' بے داغ ہو' صاف و پاک ہو۔ گویا فطرت سلیم کو خلق ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ محبوب سے محبت کرے اور راست فطرت ہی محبوب کے قد راست کو چاہنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ یعنی محبوب کا قد مستقیم ہے راست سرشت کی طرح اور ان سے محبت فطرت سلیم کا خاصہ ہے اور اصحاب راہ مستقیم ہی آپ سے محبت کرنے کے اہل ہیں ۔ شایان قدت خلعت لولاک لعمرک ☆ دربان درت یوشع و ذوالکفل و مسیحا (غیاثی)۔ آن بہرہ کہ تن پذیرد از جان ☆ دیدا زنفس تو پیکر عشق ☆ سوز دز نسیم بزم خلقت ☆ عود دل و جان بہ مجمر عشق ☆ تسخیر ممالک بقا کرد ☆ سلطان دلت بہ لشکر عشق (ذہنی کشمیری)۔

۲۔ جوہر فرد = جزو لایتجزی جو متکلمین کے نزدیک ہرگز قابل تقسیم نہیں اور اسی انتہائی ذرہ مانند چیز سے حسن پرست شعرا محبوب کے دہن کو مشابہ کرتے ہیں۔ معشوق کا منہ۔ جوہر یکتا۔ نفی = انکار کرنا۔ نہ ماننا۔ رد کرنا۔ قبول نہ کرنا۔ دور کرنا۔ نیست کرنا۔ شہر بدر کرنا۔ جلا وطن کرنا ہنکانا۔ دور کرنا (تصوف کی اصطلاح میں صفت کا محو ہو جانا۔ بشریت کی صفت کی نفی) جزء لایتجزی = تقسیم نہ ہونے والا جزو۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے یکتا و یگانہ جوہر دہن کے

وجود میں آنے کے بعد ایک حکیم تقسیم نہ ہونے والے جزو سے کیسے انکار کرسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا دہن اس قدر چھوٹا ہے کہ اس کی مطلق تقسیم نہیں ہوسکتی اور اس دہن کو دیکھ کر حکماء نے متفقہ طور پر قبول کرلیا ہے کہ واقعاً بالآخر ایک ایسا جزو وجود میں آ گیا ہے جو نا قابل تقسیم ہے۔ جیسا کہ پہلے کسی جگہ عرض کر چکا ہوں کہ محبوب کے دہن کی خوبصورتی اس کی تنگی میں ہے۔ شاعر اور عاشق کے نزدیک تنگ ترین دہن ہی خوبصورت ترین ہے اسی لئے مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کے دہان کو اس قدر تنگ کہا ہے کہ اس کی مزید تقسیم ہو ہی نہیں سکتی بعض شاعروں نے محبوب کی کمر اور اس کے منہ کو اتنا تنگ کر دیا کہ گویا محبوب کی نہ کمر ہی تھی اور نہ ہی دہن ۔ گر دہن تنگ تو گردم کہ نمودست ☆ شیرین بہ نظرہا سفر تلخ عدم را (صائب تبریزی)۔ بہ تکلم بگشا نقطۂ موہوم دہان ☆ تا ھمہ خلق بدانند تراہم دہن است (مشعوف قاجار)۔ دہان تنگ تو گویا کہ نون تکوین است ☆ کہ در حدیث در آید و لیک پیدا نیست (سعدیؒ)۔ علت آن است گہ گہ سخنی میگوید ☆ ورنہ معلوم نہ گشتی کہ دہانی دارد (سعدیؒ)۔ بہ خندہ ہر کہ ببیند دہان او گوید ☆ وجود نقطۂ موہوم را مبرہن کرد (ریاض بروجردی)۔ غنچہ راپیش دہانش چو صبا خندان یافت ☆ آنچنان بر دہنش زد کہ دہن خونین شد (ناصر علی نصیر)۔ میخواست کند غنچہ بشگفتہ دہن باز ☆ وصف از دہن تنگ تو کردیم حیا کرد (فرصت شیرازی)۔ پیش دہنت پستہ زتنگی زدہ لاف ☆ زآنست کہ ہر کس دہنش پارہ کند (سنائی اصفہانی)۔ کردی بہ خندہ نقطہ موہوم را دونیم ★ ای مبطل کلام حکیمان دہان تو ☆ گر نہ گوئی سخن از ناز بہ من معذوری ☆ کہ نداری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیروانی)۔

۴۔ مجال = توان۔ طاقت۔ حوصلہ۔ قدرت۔ امکان۔ محل۔ موقع۔ فرصت۔ میدان۔ جولان گاہ۔ دوڑنے کا میدان۔ عہد = زمانہ۔ وقت۔ دور۔ پناہ۔ امان۔ پیمان۔ سوگند۔ قسم۔ عہد نامہ۔ نگہداشت۔ محافظت۔ شناخت۔ وفا۔ ملاقات۔ نصیحت۔ وصیت۔ مقیم = اقامت کرنے والا۔ کسی جگہ ٹھہرنے والا۔ رہنے والا۔ قائم۔ قیام کرنے والا۔ فرماتے ہیں آپ کے زمانے میں میری کیا مجال کہ آپ سے دور رہ کر میں کہیں سفر پر چلا جاؤں۔ میری تو بات ہی نہیں جہاں سے بھی کوئی مسافر آپ کے در پر حاضر ہوا بس یہیں کا ہو کر بس گیا۔ جب اوروں کا یہ حال ہے تو میں جو آپ کا ازلی عاشق صادق ہوں بھلا آپ کے دروازے کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ اوروں کے در محبوب پر مقیم یا ساکن ہو جانے میں ان حاجیوں کی طرف بھی اشارہ ہے جو حج بیت اللہ کے موقعہ پر دربار رسولؐ میں حاضر ہوتے ہیں اور واپس لوٹ جانے کو ان کا دل نہیں کرتا بلکہ چاہتے ہیں کہ آستان رسولؐ پر ہی مقیم رہ کر جبہہ سائی کر کے اپنی آخرت سنواریں۔ مولانا جامیؒ نے محبوب کے حق میں اپنی وفا شعاری اور ثبات عشق کا اس شعر میں اعادہ کیا ہے۔ آنچنان مہر توام در دل و جان جای گرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نہ رود (حافظؒ)۔ در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از

دوست کس ☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و مارا دوست بس (شیخ اوحدی مراغہ ای)۔ تو مپندار کز ین در بہ ملامت بروم ☆ دلم این جاست بدہ تا بہ سلامت بروم (سعدی)۔ مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم ☆ ہواداران کویش را چو جان خویشتن دارم (حافظؒ)۔ از تو بر کندن دل ممکن اگر بود مرا ☆ بہ تمنای تو کی این ہمہ جان می کندم؟ (ثنائی ہروی)۔ اگر صد بار سوزی باز بر گرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بر دست و پا افتم (نظیری نیشاپوری)۔ گر بہ تیغم بزنی یا کہ بہ تیغم بکشی ☆ خود محال است کہ مہرت ز دل آید بیرون (محیط قمی)۔

۴۔ در یتیم = بڑا آبدار موتی جو صدف میں تنہا ہو۔ یکتا موتی۔ رسول اکرمؐ جو بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ لاجواب اور نادر مروارید یا موتی (فارسی میں یتیم بے نظیر' بے مثال' لاجواب اور نادر الوجود کے معنی میں آتا ہے)۔ مرحمت = مہربانی۔ رحم۔ شفقت۔ لطف (فارسی میں مرحمت سے مراد ہے بڑوں کی طرف سے چھوٹوں پر مہربانی و رحم جب کہ عربی میں اس سے مطلق رحم اور مہربانی و شفقت مراد ہے)۔ یتیم = وہ بچہ جس کے والدین چھوٹی عمر میں اس سے بچھڑ جائیں۔ بن باپ کا بچہ۔ بے نظیر۔ بے مانند۔ بے مثال (ایران میں اس نوکر لڑکے کو بھی کہتے تھے جو گھروں میں مویشیوں' گھوڑوں یا بھیڑ بکریوں کی نگہداشت کرنے پر مامور ہوتا تھا)۔ فرماتے ہیں اے محبوب! آپ کے دانتوں کے گوہر درہای یتیم (بے مانند) ہیں اور ان کے اوپر جو آپ کے ہونٹ ہیں وہ ایک یتیم پر لطف وشفقت کی طرح کا سایہ ہیں۔ مولانا جامیؒ نے خلاق معنی شاعر کی حیثیت سے لفظ یتیم سے حسن بیان کے ہمراہ عجیب عجیب معانی پیدا کئے ہیں۔ فرمایا کہ محبوب کے دانتوں کے ہیرے دراصل بے مانند موتی ہیں ایسے موتی جن کی نہ کوئی نظیر ہے نہ کہیں کوئی مثال یا جواب۔ اور چونکہ قیمتی موتی صدف میں ہوتے ہیں یا چھوٹے سے ڈبے میں محفوظ' اس لئے محبوب کے یہ بے مانند موتی ان کے صدف دہن میں محفوظ ہیں اور ان پر جو لب ہای محبوب کا ڈھکنا رکھا ہوا ہے وہ دراصل ایسے ہیں جیسے کہ یتیموں کے سر پر لطف و محبت اور رحم وشفقت کا سایہ۔ بڑی عجیب اور دل میں اتر جانے والی تشبیہ ہے اور نادر بھی۔ ہونٹوں کی عام طور پر خوبصورتی اور دلکشی اور نازکی کی تعریف کی جاتی ہے لیکن مولانا جامیؒ نے محبوب کے ہونٹوں کو رحم وشفقت کا سایہ کہا ہے جو دانتوں کے درہای یتیم پر چھایا ہوا ہے۔ یتیم کے لحاظ سے لطف و رحمت کا استعمال کیا ہے۔ اس میں وہ اشارہ بھی در پردہ محسوس کیا جا سکتا ہے جس کی مناسبت سے حضرت رسول کریمؐ یتیموں پر شفیق تھے' مہربان تھے اور رؤف و رحیم تھے۔ مجموعی طور پر محبوب کے دانتوں اور ہونٹوں کی مدح کی ہے۔ از فروغ رشتہ دندان گوہر بار او ☆ چشم من دائم بکردار صدف پر گوہر است ☆ دندانت بہ قطرہ ہای شبنم ماند ☆ کاندر دہن غنچہ خندان افتد (ابن یمین)۔ حدیث از در دندان او شنید صدف ☆ گہر چو شبنم گل آب گشت در دہنش (شفیعای اثر)۔ در آن درج دہان درہای دندان ☆ چو شبنم درمیان غنچہ خندان (کلیم کاشی)۔ تا

تبسم نکنی عقل نہ داند ہرگز ☆ کہ تو در آب خضر لوئو لالا داری (ابن حسام۔امیر خسروؒ)۔ دو رشتہ در دندان چون از لبت بتابد ☆ گوئی مگر ثریا در ماہ کردہ منزل (کمال اسماعیل اصفہانی)۔ یاقوت ز لعل لب شیرین سخن تو ☆ چون چہرۂ خجلت زدہ ہر لحظہ برنگی است (صائب تبریزی)۔ گوہری چون لب لعل تو نیارد بیرون ☆ تیغ خورشید اگر خون بدخشان ریزد (شکوہی ہمدانی)۔ غنچہ آہستہ ز لعل لب جانان دم زد ☆ تند شد باد صبا بر دہنش محکم زد (سید باقر سمنانی)۔ لب شرینت ار فرہاد دیدی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاچار)۔

۵۔ کلک = قلم۔ قلم کا نیزہ۔ ہرنے جو اندر سے خالی ہو۔ درندوں کے چار تیر دانت۔ دبیر صنع = (دبیر = لکھنے والا۔ کاتب۔ منشی۔ جدید فارسی میں سکول میں پڑھانے والے مدرس کو بھی کہتے ہیں۔ نایب سفیر جو سفیر کی غیر حاضری میں سفارت کا کام انجام دے۔ یونیورسٹی کے رجسٹرار کو بھی دبیر کہتے ہیں اور اس کے پورے دفتر کو دبیر خانہ۔ محرر۔ محاسب۔ مدیر۔ اخبار کا اڈیٹر۔ صنع = کاریگری۔ کام۔ اللہ کا عمل تخلیق۔ اللہ کا کسی چیز کو پیدا کرنا۔ احسان کرنا۔ بنانا۔ پیدا کرنا۔ نیکی کرنا) دبیر صنع = کاتب تقدیر۔ کاتب آفرینش۔ کلک خدا۔ قلم تخلیق۔ فرماتے ہیں کہ آپ کا خال کاتب آفرینش کے قلم کا نقطہ ہے اور اسے آپکے جیم مانند حلقہ زلف نے اپنے اندر لپیٹ کے رکھ دیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے محبوب کے چہرے پر خال کو زلف کے دائرے میں گھرا ہوا دیکھا تو اس سے ان پر یہ معنی القاء ہوئے کہ خال محبوب قلم خداوندی سے بنایا ہوا نقطہ ہے جسے زلف کے ایک حلقے نے ج کے نقطے کی طرح اپنی گود میں محفوظ رکھ دیا ہے ۔ بر صفحہ عذار تو آز نقطہ ہای خال ☆ کردست کلک صنع نشان بوسہ گاہ را (صائب)۔ زلف و خالت دانہ و دام دل است ☆ با چنین دل زندگانی مشکل است (عارف قزوینی)۔ بر چہرۂ سپید تو خال سیاہ چیست ☆ بنشستہ است شاہ جبش بر سریر عاج (دہقان اصفہانی)۔ برلب لعل روان بخش تو آن خال سیاہ ☆ ہمچو داغیست کہ باشد بدل خونینم (فرصت شیرازی)۔ اختر برج سعادت مرکز پرگار حسن ☆ تخم آہ آتشین یا خال عنبر بوست این (صائب)۔ خال کنج لب یکی طرۂ مشکفام دو ☆ وای بہ حال مرغ دل! دانہ یکی و دام دو (کمال اسماعیل اصفہانی)۔ بر آن لب خال مشکین چیست نقاش ازل گویا ☆ ز کار خویش چیزی را کہ خوش کردہ نشان کردہ (طالب کلیم)۔

۶۔ وقف = کسی چیز کو اللہ کی راہ میں چھوڑ دینا۔ وہ چیز جو اللہ کی راہ میں چھوڑ دی گئی ہو اور کسی کی ملکیت نہ ہو۔ عطا۔ توقف کرنا۔ ٹھیرنا۔ کسی جگہ کھڑا ہونا۔ خبردار ہونا۔ کلام میں توقف کرنا۔ مطلع ہونا۔ جاننا۔ ٹھیرانا۔ اقامت۔ قرآن مجید کی قرأت کرتے وقت کسی لفظ پر ٹھہرنا یعنی اس لفظ کو بعد کے لفظ سے نہ ملانا اور اس کی علامت عام طور پر م ہوتی ہے اور قاری اس علامت کو دیکھ کر ٹھیر جاتا ہے۔ قلمی قرآن مجید میں علامتیں بیشتر سرخ سیاہی سے لکھی جاتی

تھیں تا کہ قاری کے سامنے واضح طور پر آجائے۔ فرماتے ہیں میری جان آپ کے خط کی آیت کیلئے وقف ہے اور اسی لئے علامت وقف کے طور پر آپ کے دہن کو سرخی میم کی مانند لکھا گیا ہے۔ شعر میں آیت' خط' وقف اور سرخی اور م کا استعمال مراعاۃ النظیر کی صفت کا استعمال ہے۔ محبوب کے چہرے پر خط سبز کو آیت قرآنی کے الفاظ کے ساتھ اور محبوب کے دہن (یا ہونٹوں) کی سرخی کو وقف لازم سے مشابہ کیا گیا ہے۔ گویا چہرہ رسول اکرمؐ کو مصحف شریف کہا گیا ہے جس پر خط سبز کو آیات اور دہن مبارک کو سرخی م وقف لازم سے مشابہ کیا گیا ہے۔ سیدا روی الضحیٰ داری ☆ موی واللیل از آنجی داری (احمد بیج بہاروی)۔ بہ وصف رخش والضحیٰ گشت نازل ☆ چو واللیل بر زلف و خال محمدؐ (جامیؒ)۔ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدای نما ☆ گیسوان تو سورہ واللیل ☆ روی پاک تو آفتاب ضحیٰ ☆ وصف روی تو سورہ والشمس ☆ کرد دادار یا رسول اللہؐ (بینوا کشمیری)۔ صفت روی تو والشمس ز قرآن خوانم ☆ مدحت موی تو واللیل ز قرآن دانم (سیف کشمیری)۔ جملہ مصحف نازل اندر وصف تست ☆ حرف حرف آیت بہ آیت یا رسولؐ ☆ سورہ طاہا و یاسین آمدہ ☆ از جناب حق ثنایت یا رسولؐ (عبید کشمیری)۔ مصحف ہمہ بہ مدح صفات تو منزل است ☆ آیہ بہ آیہ صفحہ بہ صفحہ ورق ورق ☆ بر نعت حسن عارض عالم فروز تو ☆ فرمودہ است والقمر اذا اتسق (عبید کشمیری)۔ نور با نورت چو آمد دور شد زنگ از جہان ☆ ذاک قرآن مبین انت برہان مبین (جید کشمیری)۔

۷۔ فرماتے ہیں آپ کی راہ پر اس شوق سے بیٹھا ہوں کہ آپ کے ہر ہر قدم کا الگ الگ نقشہ کھینچوں اور اسے بعد کے آنے والوں عشاق کے لئے تحفہ کے طور پر یادگار چھوڑ جاؤں۔ اسی نیت سے بیٹھا ہوں ادھر سے آپ کے غم میں دل بھی دو ٹکڑے ہو چکا ہے اور اسکے باوجود بھی آپ کی آمد کے انتظار میں سر راہ بیٹھا ہوں کہ آپ آئیں گے تو میری مراد بر آئے۔ شعر میں انتظار کا دردناک بیان ہے۔ سپید گشت دو چشم بہ انتظار شبی ☆ کہ پیش زلف تو گویم حدیث بخت سیاہ (رہی معیری)۔ در انتظارت ای ثمر دل شگوفہ وار ☆ چشم سفید گشت و تو در دیدہ بودہ ای (محمد سعید قمی)۔ جانم بلب رسیدہ و چشم براہ دوست ☆ با مرگ و انتظار عجب در کشاکشم (غبار ہمدانی)۔ شوقم زبس کہ ساختہ امیدوار تو ☆ بی وعدہ انتظار بہ ہر رہگذر کشم (کلیم کاشی)۔ نوید آمدنت می دہند ہر روزم ☆ تو فارغی و من از انتظار می سوزم (جامیؒ)۔ گرچہ میدانم نمی آئی ولی ہر دم ز شوق ☆ سوی در می آیم و ہر سو نگاہی می کنم (ہدایت طبرستانی)۔

غزل (۸۴)

خبر مقدم عیسیٰ نفسی داد نسیم..........

۱۔ ہوائے نسیم نے ایک عیسیٰ نفس کے آمد کی خبر دی
جس کے خاک قدم پر جان کو تسلیم کیا جا سکتا ہے

۲۔ جب سے وہ چاند عشرت و ناز سے سفر پر گیا ہے
میں سینکڑوں حسرتوں اور درد و غم کے ساتھ اس شہر میں مقیم ہوں

۳۔ میرے محبوب کو مجھ دل خستہ کے ساتھ ایک قدیم وعدہ ہے
آہ ! اگر محبوب اس قدیم وعدہ و پیمان کو بھول ڈالے

۴۔ اس شوخ کے دل سے ظلم و ستم کا خیال دور نہیں ہوا
ایک کریم کی طبیعت سے بھلا لطف و کرم کے انداز کب جا سکتے ہیں

۵۔میرا آنسوؤں سے بھرا چہرہ اور آپ کے دروازے کی خاک! ہاں
آپ کی گلی میں زر و سیم مٹی کے برابر ہیں

۶۔ آپ کے غبغب کی کیا تعریف کروں کہ یہ خوبصورتی و دلکشی میں
آپ کی گوئے زنخدان کے آگے دو حصوں میں بٹا ایک سیب ہے

۷۔ میں نے ہاتھ بڑھایا کہ محبوب کی سیاہ ریشمی زلف کو پکڑ لوں
اس نے کہا : جامیؔ! اپنی گلیم سے زیادہ قدم آگے نہ بڑھا

توضیحاتِ غزل

۱۔مقدم = سفر سے آنا۔قدم رکھنے کی جگہ۔آنے کا وقت۔نسیم = نرم وٹھنڈی ہوا۔فرح بخش اور نرم ہوا۔گرم موسم میں ٹھنڈی اور پتلی ہوا کا چلنا۔پتلی اور مطبوع ہوا۔خوشبودار ہوا۔خوشبو۔عیسیٰ نفس = وہ جس کی پھونک حضرت عیسیٰؑ جیسی ہو۔دم عیسیٰ رکھنے والا۔وہ جو پھونک مارنے سے مردہ کو زندہ کردے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح پھونک مار کر مردے کو زندہ کرنے والا۔فرماتے ہیں بادنسیم نے ایک عیسیٰ نفس کے آنے کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک ایسی ذات ہے جس کے قدموں پر جان قربان کی جاسکتی ہے۔مطلب یہ

ہے کہ محبوب کی ذات عیسیٰ دم ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کیطرح مردے کو پھونک مارنے سے زندہ کرتے ہیں گویا محبوب کی اس معجز نما ذات کے آگے بلکہ ان کے قدموں پر جان دی سکتی ہے۔ ان کی اس صفت پر جان قربان کی جاسکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ پھر سے جان بخش دیں گے لیکن یہ کیا کم ہے کہ وہ خود ایک عیسیٰ نفس ہیں۔ خط سبز ولب لعل و رخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری (امیر خسروؒ)۔ تلخی دادن جان سکرات و تنگی گور ☆ جملہ شود فراموش از لذت محمدؐ ☆ گر مرا خاک شود خاک رود بر بادم ☆ نگذرم من ز تمنای رسول عربیؐ (حسن کشمیری)۔ چو اسماعیلؑ میخواہم کہ در شوقت کنم ہر دم ☆ تن زار ضعیف خویش قربان یا رسول اللہؐ (واعظ کشمیری)۔ جان من بادا فدایت یا رسولؐ ☆ دیدہ من خاک پایت یا رسولؐ (عبید کشمیری)۔ این جان عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست ☆ روزی رخش بینم و تسلیم وی کنم (حافظؒ)۔

۲۔ عشرت = خوش دلی۔ عیش و آرام۔ عیش کرنا۔ باہم خوشدلی۔ خوش زندگی۔ خوش گذرانی۔ کامرانی۔ آمیزش۔ مصاحبت۔ معاشرت۔ ناز = لاڈ۔ پیار۔ بے پروائی۔ بے دماغی۔ فخر۔ نیا اگا ہوا صنوبر یا سرو کا درخت۔ عشوہ گری۔ عاشق کی نسبت معشوق کی بے نیازی اور اس کو خاطر میں نہ لانا۔ ادا۔ عشوہ۔ نعمت۔ آسائش۔ نوازش۔ دل جوئی۔ نرمی۔ ریا۔ نوازش پانے کیلئے بہانہ جوئی کرنا۔ حسن و جمال۔ گل ناز۔ سرو ناز۔ خوبصورت۔ نازنین [تصوف کی اصطلاح میں معشوق کا عاشق غمزدہ کی حوصلہ افزائی کرنا اور اسے قوت و طاقت بخشنا]۔ فرماتے ہیں جب سے محبوب عیش و عشرت اور ناز و ادا سے کام لے کر ہم سے دور مسافر کی طرح سفر میں ہیں ہم حسرت و رنج کے ساتھ ان کے انتظار میں ان کے شہر میں مقیم ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب لاکھ ہم سے دور رہیں ہم ان کے دروازے سے الگ نہیں ہوں گے اور یہیں پر ساکن رہیں گے جب تک نہ ہم ان کے دیدار کی سعادت سے کامیاب ہو جائیں گے ہم اس شہر سے جانے والے نہیں۔ ہر شام کہ می خوابم بر یاد تو می خوابم ☆ ہر صبح کہ برخیزم از عشق تو برخیزم (صفائی نراقی)۔ ہر سو کہ رفتہ ام بہوای تو رفتہ ام ☆ ہر جا کہ بودہ ام بہ خیال تو بودہ ام (ہلاتی چغتائی) ☆ ہزار بار گرم ہمچو تاک سر بزنی ☆ زشوق تیغ تو بار دگر ہمی رویم (محیط قمی)۔ آنچنان نرد محبت بتو بازم کہ شود ☆ عشقبازی بجہان ختم بہ اسم من و تو (ذواتی اصفہانی)۔ از ہمہ کار جہان ما بہ تو پرداختیم ☆ عمر تلف کردن است جز بہ تو پرداختن (عبرت نائینی)۔ میخواہم از خدا بدعا صد ہزار جان ☆ تا صد ہزار بار بمیرم برای تو (شرف قزوینی)۔

۳۔ فرماتے ہیں مجھ دل خستہ عاشق کے ساتھ محبوب کا ایک قدیم وعدہ ہے۔ آہ اگر وہ اس قدیم عہد کو بھلا ڈالیں تو پھر میری کیا حالت ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ آزردہ عاشق رنجیدہ کے ساتھ محبوب نے بہت پہلے وعدہ کیا ہے جواب قدیم وعدہ ہے کہ وہ اپنے دیدار سے مجھے مشرف فرمائیں گے۔ یہ وعدہ ابھی عمل میں نہیں آیا۔ مجھ پر

وحشت کا عالم طاری ہے اور سوچتا ہوں کہ خدا نہ خواستہ اگر محبوب اس وعدے کو بھلا ڈالیں گے تو میرا کیا حشر ہوگا۔اپنی وحشت و بے قراری اور اضطراب و بے چینی کا بیان ہے اور محبوب کی بے نیازی کے خوف و وحشت کا ذکر بھی۔ اظہار دوستی زبانی کجاشدہ ☆ ای سنگدل مترس کسی دردل تو نیست (میر صبری اصفہانی)۔ مارا بہ نام نیز فراموش کردہ ای ☆ دانستہ ای کہ دیدۂ مارا سواد نیست (میر برہان ابرقوئی)۔ وعدہ وصل بفردا دہی ومیدانی ☆ ہر کہ امروز ترا دید بہ فردا نرسد (شاہدی نیشاپوری)۔ ماراچو روزگار فراموش کردہ ای ☆ جاناشکایت از تو کنم یا ز روزگار (عمعق بخارائی)۔ سست عہدی کہ بدو عہد مودت بستم ☆ ترسم آخر کہ بہ سختی شکند پیمان را (فروغی بسطامی)۔ بیوفا بین کہ نہ پرسید پس از رفتن من ☆ کہ کجا رفت و چرا رفت و چہ آمد بسرش (فرخ خراسانی)۔ آن عہد کہ باتو بستہ بودم ☆ یادست مرا ترا فراموش (حیرت قاجار)۔ آخر نہ من و تو دوست بودیم ☆ عہد تو شکست و من ہمانم (سعدی)۔

۴۔فرماتے ہیں اس شوخ محبوب کے دل سے ظلم وستم کرنے کا خیال نہ گیا بھلا ایک کریم الطبع کے دل سے لطف وکرم سے کام لینے کی عادت جاسکتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ محبوب میری نسبت ظلم وجور سے کام لیتا ہے ان کی یہ عادت میرے حق میں محض لطف واحسان ہے کہ کم ازکم اس راہ سے ان کا میرے ساتھ تعلق تو ہے۔ وہ میرے حق میں کریم ہیں اور ان کا یہ محض کرم ہے مجھ پر کہ میرے ساتھ ظلم وجور سے پیش آتے ہیں۔ جامیؔ محبوب کے ظلم وستم کو انکی طرف سے لطف واحسان جان کر قبول کرتے ہیں۔ موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے ☆ آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟ (غالب)۔ اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ ☆ اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا (غالب)۔ دوست غمخواری میں میری سعی فرمادیں گے کیا ☆ زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاویں گے کیا؟ (غالب)۔ واحسرتا! کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ ☆ ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر (غالب)۔ عشرت قتل گہ اہل تمنامت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب)۔

۵۔فرماتے ہیں میرا آنسوؤں سے بھرا چہرہ ہے اور آپکے دروازے کی گرد۔ آپ کی گلی میں تو سونا ہو یا چاندی' سب خاک کے برابر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میری آنکھوں سے جو یہ اشکوں کے موتی آپ کے دروازے پر نثار ہو رہے ہیں آپ کی شان بے نیازی میں مٹی کے برابر ہیں۔ محبوب کی بے پروائی اور بے نیازی کا بیان ہے کہ میرے آنسوان کی خاطر کو متاثر نہیں کرتے۔ اگر چہ غم عشق میں میرا زرد چہرہ سونے سے کم نہیں اور سفید آنسو چاندی ہیں لیکن محبوب اس سونے چاندی سے بےفکر ہے اور وہ میری اس حالت سے مطلق متاثر نہیں ہوتا۔ تو وبالالہ رویان گل زشاخ عیش چیدن ہا ☆ من وچون غنچہ از دست تو پیراہن دریدنہا (رہی معیری)۔ مابی نصیب ازتو وخلقی بہ کام

دل ☆ آخر بہ غیر عشق تو مارا گناہ چیست (ہمائی شیرازی)۔ چرا از کوی خود راندی چو من آزردہ جانی را ☆ غریبی خاکساری بیکسی بی خانمانی را (مفتون شیرازی)۔ گوش اگر گوش تو و نالہ اگر نالہ من ☆ آنچہ البتہ بہ جائی نرسد فریاد است (یغمائی جندقی)۔ فریاد مردمان ہمہ از دست دشمن است ☆ فریاد سعدی از دل نامہربان دوست (سعدیؒ)۔ گفتم مگر بہ گریہ دلش مہربان کنم ☆ در سنگ خارہ قطرۂ باران اثر نہ کرد (حافظؒ)۔ در سنگ خارہ نالۂ من رخنہ کرد لیک ☆ سختی نگر کہ در دل جانان اثر نہ کرد (محیط قمی)۔

۶۔ غبغب = طوق گلو یعنی ٹھوڑی کے نیچے لٹکا ہوا گوشت جو حسن میں داخل ہے (اسے غبب بھی کہتے ہیں)۔ زنخدان = ٹھوڑی (اس میں دان کا لفظ زائد ہے)۔ زنخ بھی کہتے ہیں۔ ٹھوڑی کے علاوہ زنخ کے معنی ہیں بیہودہ بات۔ طعن۔ زنخدان کے معنی میں ذقن بھی مستعمل ہے۔ گول)۔ فرماتے ہیں آپ کی غبغب کا کیا ذکر کروں یہ تو حسن وخوبصورتی میں آپ کی گول ٹھوڑی کے سامنے سیب کی مانند ہے جو دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔ یعنی آپ کی گول ٹھوڑی اور غبغب حسن و جمال میں یکساں ہیں اور ایک ہی سیب کی مانند جو دو حصوں میں تقسیم ہوا ہے۔ شعر میں محبوب کی ٹھوڑی اور غبغب کی دلکشی اور رعنائی کا بیان ہے ۔ لب عقیق بدندان گرفتہ است سہیل ☆ ز دور دیدہ مگر سیب آن زنخدان را (صائب)۔ بہ زنخدان تو ہر کس کہ نگاہ اندازد ☆ گر بود خضرت دل خویش بہ چاہ اندازد (صائب)۔ رگ جانہا بہم پیوستہ شد زلف پریشان شد ☆ لطافتہای عالم گرد شد سیب زنخدان شد (صائب)۔ رنگ و بوئی کہ از آن باغ جنان رنگین بود ☆ گرد کردند و بآن سیب ذقن بخشیدند (صائب)۔ ماسکر وحان بہ بوی سیب غبغب زندہ ایم ☆ سبزہ ما آب از چاہ زنخدان میکشد (صائب)۔ چون سرو قمریان ہمہ گردن کشیدہ اند ☆ در آرزوی طوق گلوسوز غبغبش (صائب)۔

۷۔ دست بردن = دخل اندازی کرنا۔ ہاتھ بڑھانا۔ تصرف کرنا۔ قبضے میں لانا۔ سبقت کرنا۔ سبقت لے جانا۔ شعر = ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا جو بالوں کی مانند باریک اور سیاہ ہوتا ہے۔ جانور یا انسان کے بال۔ باریک اور اعلیٰ قسم کا کپڑا جو دامن یا حاشیہ میں لگاتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے محبوب کے سیاہ ریشمی زُلفوں کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو فرمایا کہ جامی! اپنی چادر سے آگے قدم مت پھیلاؤ۔ یعنی میری مجال کہاں کہ محبوب کے ریشم جیسے سیاہ زُلفوں کو اپنی گرفت میں لانے کا خیال بھی لاؤں۔ یہ سعادت مندی مجھے کہاں حاصل۔ شعر میں اس حسن نہان کا بیان ہے کہ محبوب کی دراز زلفیں ہماری مجال رسائی سے باہر ہیں (اور خود درازی زلف حسن وخوبصورتی کی اعلیٰ ترین علامت ہے) ۔ ہر تا رزلف خوبان باشد شب درازی ☆ کو آنکسی کہ میگفت یکشب ہزار شب نیست (غیاثای شیرازی)۔ اگر بزلف دراز تو دست ما نہ رسد ☆ گناہ بخت پریشان و دستِ کوتہ ماست

(حافظؒ)۔دوش در حلقۂ ما قصۂ گیسوی تو بود☆ تادل شب سخن از سلسلۂ موی تو بود (حافظؒ)۔عمر اگر کوتاہ باشد دل بہ زلف یار بند☆ می رسد تا دامن حشر این طناب زندگی (عالی بخارائی)۔خواہم کہ آن مشکین رسن امشب بحلقم اوفتد☆ کوتہ مشوای شب کہ من فکر درازی کردہ ام (ہدایت طبرستانی)۔گفتم روم کہ چشمت مائل بہ خواب ناز است☆ بکشو دزلف و گفتا بنشین کہ شب دراز است (مائل ہروی)۔آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک☆ کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک (غالب)۔

غزل (۸۵)

تو شاہ مسند حسنی و من گدای کمینم.........

۱۔ آپ مسند حسن کے بادشاہ ہیں اور میں ایک کم مرتبہ گدا
میری یہ سعادت کہاں کہ آپ کے پاس بیٹھوں
۲۔ آپ نے جو اپنے دروازے پر خاک ڈھونے سے مجھے منع کیا
اتنی اجازت تو دیجئے کہ آپکے راستے کے خاروخسک کو آنکھوں سے اٹھالوں
۳۔ آپ سوار ہو کر گذرے تو آپ کے راستے پر میں نے اتنی جبین سائی کی
کہ آپکے گھوڑے کی سم کا نشان میرے جبین پر نقش ہو کے رہ گیا
۴۔ میں نے زہد کو بنیاد سے توڑ دیا اور نام و ننگ سے نجات پائی
اور فقط آپکی محبت پر کمر باندھی اب تو آپ میری دشمنی پر نہ اتر آئیں
۵۔ جہاں سے بھی گذرتا ہوں آپکے وصل کی خوش بختی کی تلاش کرتا ہوں
جس طرف بھی دیکھتا ہوں آپ ہی کے حسن و جمال کو پاتا ہوں
۶۔ کڑوے آنسو بہا بہا کر اب تو میری جان جل چکی' کیا ہی اچھا ہوتا
اگر آپ اپنے میٹھے ہونٹوں سے مجھے ایک ہنسی سے نوازتے
۷۔ تلوار دکھا کر مجھے خوفزدہ نہ کریں کہ جامی اٹھو میرے دروازے سے
میری تو مدتیں گذریں آپکے آستانے پر اسی مقصد کیلئے!

توضیحات غزل

۱۔مسند = تکیہ۔تکیہ گاہ۔ بڑا تکیہ۔ وہ جگہ جہاں پر بیٹھتے ہیں یا اس پر تکیہ لگاتے ہیں۔ایک گراں بہا فرش جو کمرے کے اوپر کے حصے میں ڈال دیتے تھے اور بادشاہ یا امراء و بزرگان اس پر بیٹھتے تھے۔ مقام۔مرتبہ۔ بدذات۔ بدکردار۔کاہل۔کمین = کم مرتبہ۔ادنیٰ۔کم رتبہ۔پست۔نیچ۔کمترین۔کم اہمیت واعتبار آدمی۔حقیر۔کم ازکم۔فرماتے ہیں اے محبوب! آپ حسن و جمال کے بادشاہ ہیں اور میں ایک حقیر گدا۔ بھلا میری یہ خوش بختی کہاں کہ آپکے پہلو میں بیٹھ سکوں۔شعر میں اپنی فرومائیگی' خاکساری اور انتہائی پستی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرا محبوب پادشاہ حسن ہے اور میں ایک ادنیٰ گدا۔ میری کیا مجال بادشاہ تک رسائی کا خیال بھی لاؤں چہ جائیکہ انکے پاس بیٹھنے کا تصور بھی کروں۔ گو کہ چاہت ہے کہ ایسا ہو جائے لیکن میں اپنے آپکو اس حد تک خوش قسمت نہیں سمجھتا۔شعر میں مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب' جو حسن و جمال کے بادشاہ ہیں' کے پہلو میں بیٹھ کر سعادت مندی پانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے ۔ سخت میخواہد دلم ای نو بہار آرزو ☆ با تو تہ مینای عمر خویش را خالی کنم (طاہر قزوینی)۔ حاصل زندگانیم روی تو دیدن است و بس ☆ خوشتر ازین چہ زندگی بہتر ازین چہ حاصلم (وصال شیرازی)۔چنان بدیدن روی تو آرزومندم ☆ کہ گر بدادن جان ممکن است خرسندم (افسردہ شیرازی)۔ہمہ ہست آرزویم کہ ببینم از تو روئی ☆ چہ زیان ترا کہ من ہم برسم بہ آرزوئی (فصیح الزمان شیرازی)۔ای دوست بہ پرسیدن حافظ قدمی نہ ☆ زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت (حافظؒ)۔نظری کن بمن سوختہ کارباب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند ☆ نام من گر برود بر دہمنت باکی نیست ☆ پادشاہان بہ غلط یاد گدا نیز کنند (سعدیؒ)۔

۲۔خاک روبی = مٹی ڈھونا۔جھاڑو دینا۔گرد و غبار صاف کرنا۔دریغ داشتن = منع کرنا۔روک دینا۔کسی کی مانگ کو رد کرنا۔کسی کا تقاضا پورا نہ کرنا۔خاروخس = کانٹے اور تنکے۔چیدن = چگنا۔چننا۔فرماتے ہیں آپ نے مجھے دروازے پر خاک و دھول ڈھونے سے منع فرمایا۔ مجھے میری آرزو اور میری خواہش و تمنی سے روک نہ دیں اور کم ازکم اتنی تو اجازت دیں کہ آپ کے راستے کے کانٹوں کو اپنی آنکھوں سے چن کر آپ کی گذرگاہ کو صاف کیا کروں۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق محبوب کو ہر طرح کی گزند سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے اس لئے محبوب سے التجا کرتا ہے کہ آپ کے تمام راستوں کو جہاں سے آپ گذرتے ہیں کانٹوں سے پاک رکھوں اور ان کانٹوں کا ہاتھوں سے نہیں بلکہ آنکھوں سے اٹھانے کی آرزو ہے کہ یہ کانٹے بھی عاشق کی نظر میں عزیز اور مقدس متاع ہیں ۔ مکہ مدینہ یام اڙکھ میانیوآ چھرڈ والوڈُ وَ کھ ☆ تُھ وتہِ ساری خاروخسک' اوسُّ میوںَ چھلکھ لاگکھ سقا (ثناء اللہ کریری)۔محروم

از آستانہ مرانم بہ حکم آنک ☆ ناچار خوشہ چین بود آنجا کہ خرمن است (ہمای شیرازی)۔ شعر میں یہ اشارہ بھی ہے کہ عاشق معشوق کے دروازے کو اگر چھوڑ دینے پر مجبور ہے تو کسی اور وسیلے سے محبوب کے قریب یا اس کے قرب و جوار میں رہنے کا آرزومند ہے تا کہ محبوب کے دیدار سے مشرف ہوتا رہے۔ یعنی محبوب کے قرب و جوار میں رہ کر عاشق اس کی نظروں سے دور رہنے کا متحمل نہیں۔ آخر بسرم گذر کن ایدوست ☆ انگار کہ خاک آستانم (سعدیؒ)۔ دست من گیر کہ این دست ہمان است کہ من ☆ سالہا از غم ہجران تو بر سر زدہ ام (قاضی رکن الدین قمی)۔ گفتی بتو گر بگذرم از شوق بمیری ☆ قربان سرت بگذر و بگذار بمیرم (صباحی بیگدلی)۔ ہر کسی را سر چیزی و تمنای کسی است ☆ ما بغیر تو نداریم تمنای دگر (سعدیؒ)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا بمیرد (امیر خسروؒ)۔ دری دیگر نمی دانم کہ روی از تو بگردانم ☆ مکن زنہار بر جانم کہ دردم بی دوا ماند (سعدیؒ)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ آپ راستے پر سے سوار ہو کر گذرے اور میں دور دور تک آپ کو شوق کی نظروں سے دیکھتا رہا اور فرط شوق میں آپ کے گھوڑے کی سم پر اس قدر اپنی جبین کو گھساتا رہا کہ خود میری جبین پر سم کا نقش رہ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق اس راستے کو بھی اپنی جبین سے لگا تا رہا جس پر سے محبوب یا گھوڑے پر سوار ہو کر یا پیدل چل کر گذرا۔ انتہائی شوق کا اظہار ہے۔ کہ سجدہ خاک راہت ز سر شک میکنم گل ☆ غرض آنکہ دیر ماند اثر سجودم آنجا (ہلالی چغتائی)۔ خاک کویت ہمہ در دیدہ کشم تا دگری ☆ نہ نشیند ز غم عشق تو بر خاک آنجا (نوری اصفہانی)۔ مو نیست بر سرم ہمہ خار محبت است ☆ یک یک بپا خلیدہ و از سر بدر شد است ☆ ما و جدائی از تو محال است ز آنکہ تو ☆ مانند جان بہ قالب من کردہ ای حلول (ذوقی اصفہانی)۔ مارا بجز تو در ہمہ عالم عزیز نیست ☆ گر رد کنی بضاعت مزجاۃ و رقبول (سعدیؒ)۔ سر خاک شد بہ راہت و خواہم کہ بعد ازین ☆ در گوشہ ای نشیم دخا کی بہ سر کنم (عبرت نائینی)۔ زمن مرنج بسی گر نظر کنم سویت ☆ گرسنہ چشم و سیری ندارم از رویت (شیخ بہائی۔ پروانہ ئیستم کہ بسوزم ز شعلہ ای ☆ شمعم کہ پاک سوزم و جان را فدا کنم (مخفی ہندوستانی)۔

۴۔ اساس = بنیاد۔ جڑ۔ پایہ۔ اصل۔ اسماعیلی مذہب کی ایک اصطلاح اور یہ خطاب ہے اس شخص کا جو اس مسلک کے صامت (امام) کے سلسلوں میں سے کسی سلسلے کا سردار ہو۔ زہد = لذات دینوی سے کنارہ گیری۔ نفسانی خواہشوں سے نفرت اور عملی اجتناب۔ پرہیزگاری۔ پارسائی۔ دنیا سے پرہیز۔ نام و ننگ = لحاظ و شرم۔ غیرت و حیا۔ عصمت و عفت۔ عزت و حرمت۔ آبرو۔ اعتبار۔ میان بستن = کمر باندھنا۔ مستعد ہونا۔ تیار ہونا۔ کین = دشمنی۔ عداوت۔ کینہ۔ نفرت۔ انتقام۔ تصوف کی اصطلاح میں قہری صفتوں کا غلبہ۔ فارسی زبان میں کین کے معنی کہ این کے بھی ہیں (یعنی موصول اور ضمیر یا اسم اشارہ کا جمع ہو جانا)۔ فرماتے ہیں میں نے زہد کو بنیاد سے

ہی ترک کر دیا اور عزت و آبرو سے بھی رہائی پائی۔ صرف آپکی محبت میں کمر باندھی ہے اسلئے آپ مجھ سے نفرت کرنے پر نہ اتر آئیں۔ یعنی عاشق نے دنیا کو محبوب کیلئے ترک کیا۔ ذاتی چاہتوں لذتوں اور دنیا سے مربوط تمام آرزوں کو چھوڑ دیا اور صرف دل میں عشق محبوب کو اتار دیا اور اب عاشق کے دل میں معشوق کی محبت کے سوا اور کوئی چیز باقی نہیں۔ دنیا ملتی یا دنیا سے محبت کرتا تو دینوی اعتبار ملتا اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ معشوق سے محبت کی تو دینوی اعتبار و آبرو کو ٹھکرا دیا۔ محبوب کیلئے سب کچھ چھوڑ دیا اب جب کہ منتہائی مراد اور آخری اور اولین منزل بھی عشق محبوب ہے اس لئے اے محبوب! میری طرف توجہ کیجئے۔ مجھ سے نفرت نہ کیجئے۔ میرے اول و آخر آپ ہیں۔ آپکی محبت میری زندگی ہے اور زندگی کا حاصل ہے۔ آپ مجھے اپنا چاہنے والا جان کر مجھے اپنی نوازشوں میں شامل کریں۔ من با تو دوستی و وفا کم نمی کنم ☆ چندان کہ دشمنی و جفا بیشتر کنی (سعدیؒ)۔ ارادتی کہ مراہست کی بدل گردد ☆ اگر بہ جور کشی ور بہ لطف بنوازی (وصال شیرازی)۔ من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا ☆ چاکر معتقد و بندہ دولت خواہم (حافظؒ)۔ از تو برکندن دل ممکن اگر بود مرا ☆ بہ تمنای تو کی این ہمہ جان میکندم (ثنائی ہروی)۔ دل از تو برنگیرم دمہر از تو نگسلم ☆ صد بار ار برانی واز در جدا کنی (ذوقی اصفہانی)۔

۵۔ فرماتے ہیں اے محبوب! جہاں سے بھی میں گذرتا ہوں آپ کے دیدار اور آپ سے ملنے کی سعادت پانے کے خیال میں محو رہتا ہوں اور اسی تصور میں اس قدر غرق ہو جاتا ہوں کہ ہر طرف جہاں بھی نظر دوڑاتا ہوں آپ ہی کے حسن و جمال کے جلوے نظر آتے ہیں۔ مولانا جامیؒ محبوب کے تصور میں اس قدر گم ہیں کہ ظاہر اور باطن دونوں طرح سے جمال محبوب کے ہی شیدائی بن کر ان کے دیدار اور جلوہ جمال کے طالب رہتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی جاتے ہیں محبوب کے وصل کا خیال ہی ان کے ہمراہ ہوتا ہے۔ جہاں بھی نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں خواہ درون یا بیرون میں جمال یار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ فنافی المعشوق اور جامیؒ کے حق میں فنافی الرسول کا درجہ ہے کہ جہاں بھی نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں جلوہ رسولؐ کا مشاہدہ کرتے ہیں ۔ دل کے آئینے میں ہے تصویر یار ☆ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ☆ بس کہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ☆ ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی (جامیؒ)۔ مولانا جامیؒ جو اس درجہ فنافی الرسول پر پہنچے تھے سے ان کی اسی عشق رسولؐ کی نسبت اور جمال و حسن رسول اکرمؐ سے ہر دم فیض یاب ہونے کی ازلی سعادت کے پیش نظر ان سے کئی کرامتیں منسوب ہیں مثلاً یہ کہ جب زیارت روضہ رسولؐ کے لئے گئے تو سلام عرض کرنے کے بعد زبان مقدس رسالتؐ سے وعلیکم السلام سنا۔ اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور دربار نبویؐ میں معروضات بیان کرنے کے بعد دربار نبویؐ سے جوابات بھی سنے۔ کشمیر میں مولانا جامیؒ کی ایک نعتیہ غزل کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ غزل آپ پر اس وقت القاء ہوئی جب دوران اقامت نماز حضور رسالتمابؐ آپ پہ

جلوہ گر ہوئے اور الحمد شریف کے بعد سورہ قرآن کی جگہ فی البدیہہ جمال نازنین کی مدح کرتے کرتے یہ غزل پڑھی اور مقتدیوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس مشہور غزل کے یہ تین شعر ملاحظہ فرمائیں (پوری غزل مع توضیحات کے اسی کتاب میں کسی جگہ درج ہے) ؎ عارض است این قمر یا لالہ حمراست این ☆ یا شعاع شمس یا آئینہ دلہاست این ☆ قامت است این یا الف یا سرو یا نخل مراد ☆ یا مگر گلدستۂ باغ جنان آراست این ☆ چشم تو جادوست یا آہوست یا صیاد خلق ☆ یا دو بادام سیہ یا نرگس شہلاست این (جامیؒ)۔ میں نے اس غزل کے شان نزول کے بارے میں یہ کہیں نہیں دیکھا یا پڑھا کہ دوران اقامت نماز جب حضرت رسول کریمؐ اپنے عاشق صادق مولانا جامیؒ پر جلوہ گر ہوئے تو سورہ شریف کی جگہ آپ نے مدح رسولؐ میں یہ غزل فی البدیہہ کہہ ڈالی لیکن اس میں مبالغہ کی بھی کوئی گنجایش نہیں کیونکہ خود مولانا جامیؒ نے فرمایا کہ ؎ بہ ہر طرف نگرم جلوہ جمال تو بینم اور ؎ بہ ہر کجا گذرم دولت وصال تو جویم۔ گویا مولانا جامیؒ عشق رسولؐ میں آٹھوں پہر غرق رہتے تھے اور اس سعادت مند مومن اور عاشق رسولؐ کو ہر طرف حسن و جمال رسولؐ کے جلوے نظر آرہے تھے ؎ جہان روشن است از جمال محمدؐ ☆ ارم تازہ گشت از وصال محمدؐ ☆ بود در جہان ہر کسی را خیالی ☆ مرا از ہمہ خوش خیال محمدؐ (جامیؒ)۔ مولانا جامیؒ کی اس طرح کی کرامات اور بھی کتنی ہوں گی اس بارے میں ہماری اطلاعات ناقص ہیں کیونکہ ایران کے ادیبوں اور دانشوروں نے ان پر اتنا کم لکھا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے اور اس بارے میں انہوں نے مولانا جامیؒ کے حق میں انتہائی مذہبی تعصب سے کام لیا ہے جو عالموں اور دانشوروں، خواہ وہ کسی دین یا کسی بھی مسلک اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کے شایان نہیں۔ مولانا جامیؒ کی دینی شخصیت پر اگر تحقیق دقیق کی جاتی تو یقیناً ان کی حیات دینی اور عاشقانہ مسلک سے متعلق کئی پہلو ہمارے سامنے آشکار ہو جاتے جن میں ان کے وہ غیر معمولی کرامات بھی شامل ہوتیں جو ایسے بلند مقام عاشقوں سے وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہیں۔

۶۔ فرماتے ہیں تلخ آنسو رو رو کر آپ کی جدائی میں میری جان بھی جل چکی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ میری اس حالت کا مشاہدہ کر کے از روئے ترحم میری طرف اپنے شکرین ہونٹوں سے تبسم کا آب حیات بڑھاتے کہ میں پھر سے زندہ ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ سوز عشق سے میری جان جل گئی اب آپ سے ایک تبسم کی التجا ہے تاکہ اس لطف و نوازش سے میں ابدی زندگی پاؤں کیونکہ آپ کے ہونٹوں سے جو چشمۂ آب حیات پھوٹتا ہے تبسم و نوازش کی راہ سے وہ میری حیات جاوید کا وسیلہ ہے ؎ بست را آب حیوان گفتم اما ☆ چہ جای آب کان ماء معین است (حافظؒ)۔ انحصار شکر و قند بود در لب تو ☆ گرچہ آن قند دگر باشد و این قند دگر (رعدی تبریزی)۔ لب شرینت ار فرہاد دیدی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاجار)۔ تا تبسم نہ کنی عقل نداند ہرگز ☆ کہ تو در آب خضر

لولولالاداری (ابن حسام/امیر خسروؒ)۔
۷۔فرماتے ہیں میرے محبوب! تلوار دکھا کر مجھے مت ڈرایئے کہ جامی میرے دروازے سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ میں تو اسی آرزو میں مدتوں سے آپ کے آستانہ در پر ساکن ہوں کہ آپ کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں (لیکن آپ کے دروازے کو نہ چھوڑوں)۔مطلب یہ ہے کہ اگر میں آپ کے ہاتھوں قتل بھی ہو جاؤں جب بھی میں آپ کے دروازے کو نہیں چھوڑوں گا۔منتہای عشق ومحبت کا اظہار ہے ما ہمانیم کہ بودیم بہ میدان محبت ☆ سر ببازیم وخود از سر نگذاریم وفارا (خسروی قاجاری)۔قادری بر ہر چہ میخواہی بجز آزار من ☆ زانکہ گر شمشیر بر فرقم نہی آزار نیست (سعدیؒ)۔تو ار جفا وستم بر من آنچہ خواہی کن ☆ بکن کہ من نہ کنم دامنت رہای دوست (وصال شیرازی)۔ گر جان برود برون نہ رود مہرت از دلم ☆ از جان خویش دوست ترای دوست دارمت (فتح علی شاہ)۔حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ☆ بیداد لطیفان ہمہ لطف است وکرامت (حافظؒ)۔آن چنان مہر توام در دل و جان جای گرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نہ رود (حافظؒ)۔ہر دم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری ☆ مائیم وآستانت تا جان ز تن در آید (حافظؒ)۔

غزل (۸۶)

بیا کہ وصل ترا از خدای می خواہم.........

۱۔ آجایئے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کا وصل چاہتا ہوں
آجایئے کہ کان آواز کی طرف اور آنکھیں راستے پر لگی ہوئی ہیں
۲۔آپ کے چہرے کی محبت میں ستارے برسانے والی آنکھوں کے ساتھ
تمام راتوں کو چاند کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہوں
۳۔ کیا ہی پر مسرت بات ہوگی کہ دل کو سکون کیساتھ لگا رکھا ہوں گا
ایسے میں اچانک آپ سے وصل کی سعادت کی خوشخبری مل جائے
۴۔ ساری عمر بیت چکی لیکن آپ کی زلفیں ہاتھ میں نہ آپائیں
دیکھ لیجئے میری امیدوں کا طول اور عمر کی کوتاہی
۵۔ کوہکن کی طرح اگر میں پتھروں میں ساکن نہ ہو جاؤں
تو میری آہوں کے شعلوں سے بام و در میں آگ لگ جائے گی

۶۔میں پیرمغان کا غلام ہوں جس کے فیض عام نے دو ایک جام دے کر مجھے انجام کار سے آگاہی بخشی

۷۔عشوہ و ناز سے مجھ سے نہ کہیے کہ جامی! چلے جاؤ میرے دروازے سے میں تو بس آپ کے کتوں کا ایک ادنیٰ ترین چاہنے والا ہوں۔

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے میری ہمیشہ یہی دعا ہوتی ہے کہ آپ کا وصل مجھے نصیب ہو۔اسی آرزو میں کہ آپ آکر مجھے دیدار سے منور و مشرف فرمائیں گے میرے کان آپ کی آہٹ اور میری آنکھیں راہ پر لگی رہتی ہیں کہ آپ بس آہی گئے آنے ہی والے ہیں۔اس مدحیہ شعر میں مولانا جامیؒ عشق محبوب میں اپنا استغراق دکھارہے ہیں یعنی ہونٹ ہیں تو وصل کی سعادت پانے میں مصروف دعا' کان ہیں تو محبوب کے آنے کی کسی آہٹ' صدا یا آواز کی طرف محو' اور آنکھیں ہیں تو راہ کی طرف لگی ہوئی کہ بس ابھی آئیں گے ابھی آنیوالے ہیں۔گویا یہ شعر استغراق ومحویت کے ہمراہ کمال انتظار کا بھی ترجمان ہے۔شب وصل است رحمی کن زمن بستان روان جان را☆ کہ پیشت میرم و دیگر نبینم روی ہجران را(علاء الدولہ سمنانیؒ)۔عمرت دراز باد کہ من در پناہ تو☆ دارم امید آنکہ بہ امید ہا رسم (کمال الدین اسمٰعیل)۔حافظ وصال می طلبد از رہ وفا☆ یا رب دعای خستہ دلان مستجاب کن (حافظؒ)۔گویند بہاری شد و گل آمد و دی رفت☆ ما بی تو ندانیم کہ کی آمد و کی رفت (تسلی شیرازی)۔مارا فراق روی تو کشتہ نہ روزگار☆ مرگ و جفاو گردش گردون بہانہ است (دہقان اصفہانی)۔

۲۔فرماتے ہیں آپ کے چہرے کی محبت میں آنکھوں سے ستارے برسا رہا ہوں اور تمام راتوں میں چاند کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہوں کہ چاند کو دیکھ کر آپ کے چہرے کے عکس کو تو دیکھوں۔شعر میں مہر' ستارہ' شب اور ماہ کے استعمال کے ضمن میں مراعاۃ النظیر کی صفت برتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپکے چہرے سے دور ہوں یعنی آپ مجھے اپنا چہرہ دکھاتے نہیں۔اسی غم میں میں راتوں کو بیدار رہ کر آنسو بہاتا رہتا ہوں اور حسرت کے ساتھ چاند کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہوں کہ چاند طلوع ہو تو اسے دیکھ کر آپکے چہرے کا دیدار ہو جائے۔فراق روی محبوب میں اپنی کیفیت کا اظہار کیا ہے آنسو بہا رہا ہوں' شب بیدار ہوں اور چاند کو دیکھ کر محبوب کے دیدار کی بھڑاس نکالتا ہوں ۔خسرو زتشنگی بہ بیابان ہجر سوخت☆ ای آب زندگی تو بہ جوی کہ می روئی (امیر خسروؒ)۔بہ امید وصالت در شب ہجر☆ نمی خوابم چو خون بی گناہان (رضی دانش مشہدی)۔مرا امید وصال تو زندہ می دارد☆ وگرنہ ہر دمم از ہجر ہست بیم ہلاک (حافظؒ)۔

۳۔فراغت = فرصت ۔ فارغ اور خالی ہونا۔ آسایش۔استراحت۔ آسودگی (عربی میں اس کے معنی اضطراب کے ہیں)۔ بے اعتنائی۔ سکون خاطر۔نوید = خوشخبری۔ مژدہ۔ بشارت۔ وعدۂ نیک۔ ضیافت کھلانے کی بشارت دینا۔ دعوت کرنا۔ فرماتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ میں سکون کے ساتھ دل لگانے میں مشغول ہوں گا کہ ایسے میں اچانک مجھے دیدارِ محبوب سے مشرف ہونے کی بشارت مل جائے۔ دراصل محبوب کے دیدار کے منتہای مراد کی محویت میں عاشق اپنے دل ودماغ میں طرح طرح کے خیالات لاتا ہے کہ کاش یوں ہو اور یوں نہ ہو۔ خدا کرے اچانک راہ چلتے ان کا دیدار ہو۔ خدا کرے کوئی آئے اور مجھے محبوب کی خبر دے کہ وہ آرہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ اسی تمنی اور آرزو میں ہے کہ خدا کرے میرے عشق کے معمول کی حالت میں جب کہ میں سکون قلب کے ساتھ معشوق کو یاد کرتا ہوں گا تو کوئی اچانک میرے پاس آکر مجھے محبوب کے آنے کی بشارت دے اور میں دیدار سے مشرف ہوجاؤں۔ آرزوی دیدار کا اظہار ہے۔ سخت می خواہد دلم ای نو بہار آرزو ☆ باتو تہ مینای عمر خویش را خالی کنم (طاہر قزوینی)۔ حاصل زندگانیم روی تو دیدن است وبس ☆ خوشتر ازین چہ زندگی بہتر ازین چہ حاصلم (وصال شیرازی)۔ چنان بدیدن روی تو آرزومندم ☆ کہ گر بدادن جان ممکن است خرسندم (افسردہ شیرازی)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا بمیرد (امیر خسروؒ)۔ بر ما نظری کن زعنایت کہ در آفاق ☆ غیر از تو مرا چشم عنایت زکسی نیست (عبرت نائینی)۔

۴۔فرماتے ہیں میری عمر گذر گئی لیکن آپ کی زلفیں میرے ہاتھوں میں نہ آپائیں۔ ملاحظہ ہو میری امید دراز اور کوتاہی عمر۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی زلف کو ہاتھ میں لانے کی حسرت میں میری عمر بیت گئی۔ عجب خلل دماغ تھا عمر میری مختصر تھی لیکن امید بہت دراز اتنی دراز کہ کشمکش گرفت زلف میں ہی عمر کوتاہ ختم ہوگئی اور زلف نہ ملی۔ درصل محبوب کی درازی زلف کا بیان ہے کہ اسے پانے کی حسرت میں عمر گذر گئی۔ یعنی محبوب کی زلف اتنی دراز ہے کہ مختصر عمر میں اس کو پانا ممکن نہ ہوسکا ۔ آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک ☆ کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک (غالب)۔ یک عمر می توان سخن از زلف یار گفت ☆ در بند آن مباش کہ مضمون نماندہ است (صائب)۔ ہرگز حدیث زلف تو کوتہ نمی شود ☆ این گفتگوی تا بہ قیامت مسلسل است (جامیؒ)۔ کسی کہ دست بزلف دراز او دارد ☆ چرا بدامن این عمر مختصر چسبد؟ (صائب)۔ ہمہ شب در خیال زلف توام ☆ عمر کوتاہ بین فکر دراز ☆ حدیث زلف تو آخر نہ شد شب آخر شد ☆ عبارتی است مسلسل حکایتی است دراز (صافی قزوینی)۔

۵۔کوہکن = فرہاد کا لقب جس نے شیرین کی خاطر جوئے شیر لانے کیلئے کوہ بے ستون کاٹ کر جوئے شیر جاری کی تھی۔ فرہاد ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا ایک ہم عصر سنگ تراش تھا۔ خسرو پرویز کی معشوقہ شیرین کیساتھ فرہاد

کے عشق کی کہانی مشہور و معروف ہے اور کئی افسانے منسوب کئے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں اگر میں فرہاد کوہ کن کی طرح پہاڑوں کے پتھروں میں ساکن نہ ہو جاؤں تو سینے کے اندر جو آتش عشق شعلہ ور ہے یہ اگر پھوٹ کر آہوں کی صورت میں باہر نکل آئے تو سارے بام و در جل جائیں گے۔ سوز و آتش نہان عشق کا بیان ہے اور کیفیت کی حقیقت کے ذکر میں مبالغہ سے کام لیا ہے جو شعر میں ظاہری حسن ہے اور حقیقت کے قریب وسیلہ ترسیل و بیان بھی ہے۔ دل میرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا ☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا (غالب)۔ در سینہ ندانم کہ چہ کرد آتش عشقت ☆ از نالہ خودی شنوم بوی کبابی (یغمای جندقی)۔ پروانہ نیستم کہ بسوزم ز شعلہ ای ☆ شمعم کہ پاک سوزم و جان را فدا کنم (مخفی)۔ عشاق را ز آتش دوزخ کنند بیم ☆ ماخود کنون ز عشق تو در آتش اندریم (وصال شیرازی) ☆ نام تو بردم وزدم آتش بہ جان خویش ☆ در آتشم چو شمع بدست زبان خویش (نور جہان بیگم)۔

۲۔ پیر مغان = مغان اصل میں ماد (ایرانی) قبیلے کی ایک قوم تھی جن کے ساتھ خاص کر روحانیت کا مقام وابستہ تھا۔ پھر جب زردشتی مذہب ایران کے جنوب و مغرب یعنی ماد اور پارس پر غالب آیا تو مغان اسی مذہب کے پیشوا بن گئے۔ زردشتیوں کی مذہبی کتاب اوستا میں روحانی طبقے کا نام اتھرون کے عنوان سے موجود ہے لیکن اشکانی اور ساسانی عہد میں اس طایفہ کو مغان ہی کہتے تھے۔ مغ اسی مغان طایفہ کے فرد کو کہتے ہیں یعنی زردشتی موبد یعنی زردشتی روحانی پیر۔ عام زردشتی کے ضمن میں بھی مغ کا استعمال ہوتا ہے۔ پیر مغان = مغوں کا بزرگ۔ زردشتی دین کا پیشوا۔ دیر کا راہب۔ میکدے کا بزرگ سفید ریش آدمی۔ پیری فروش۔ رند۔ تصوف کی اصطلاح میں پیر طریقت۔ رہنمای روحانی۔ مرشد۔ مخدوم۔ شیخ۔ اس معنی میں پیر، پیر خانقاہ، پیر خرابات، پیر صحبت، پیر طریقت، پیر گل رنگ، پیر میخانہ، پیر میفروش، پیر میکدہ کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں میں پیر طریقت کا غلام ہوں جس کے فیض عام نے دوا یک جام پلا کر مجھے انجام کار سے واقف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ مرشد و پیر رہبر نے مجھے روحانیت کی چند حقیقتوں سے واقف کیا اور عشق کے اسرار سے آگاہ ورنہ اس راہ میں میں صحیح انجام اور اس راہ کی تکمیل کے ضمن میں مختلف مقامات سے میں بے خبر تھا۔ میں نے مرشد کے دامن کو تھام لیا اور اس نے اپنے فیض عام سے مرہون احسان کر کے مجھے عشق سے واقف کیا ورنہ میری کیا بساط تھی کہ میں اکیلا ہی اپنی کوشش اور قوت ادراک سے آگے بڑھتا۔ مرشد کی رہبری لازمی تھی۔ بہ می سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ☆ کہ سالک بی خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا (حافظؒ)۔ بکوی عشق منہ بی دلیل راہ قدم ☆ کہ گم شد آن کہ درین رہ بہ رہبری نہ رسید (حافظؒ)۔ عاشق از نور ہدایت طلبد راہ بہ دوست ☆ کہ بہ جائی نرسد گر بہ ضلالت برود (حافظؒ)۔ بہ سعی خود نتوان برد رہ بگو ہر مقصود ☆ خیال بود کہ این کار بی حوالہ بر آید (حافظؒ)۔ خدای را مددی ای دلیل راہ کہ من ☆ پیادہ می روم و ہمرہان سواران اند (حافظؒ)۔ فکر خود و رای خود در

عالم رندی نیست ☆ کفرست درین مذہب خود بینی وخودرائی (حافظؒ)۔

۷۔ عشوہ=ناز۔ادا۔فریب۔عاشق کوفریفتہ کرنے والی معشوق کی حرکت۔غمزہ۔کرشمہ۔دلفریبی کی اداوحرکت۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! دلفریبانہ انداز میں آپ مجھ سے یہ نہ کہیں کہ جامی! اٹھواور میرے دروازے سے چلے جاؤ۔آخر کہاں جاؤں میں تو آپ کے کتوں کا ادنیٰ ترین چاہنے والا ہوں۔یعنی اے محبوب میں کیسے آپ کے آستانہ سے اٹھ کر جاسکتا ہوں مجھے تو آپ کے دروازے پر پڑے کتوں تک سے محبت ہےاوراس اظہار میں میں یہ دعویٰ نہیں کررہا ہوں کہ میں ہی ایک ایسا ہوں بلکہ میں تو کمترین اورادنیٰ ترین ایک چاہنے والا ہوں۔آپ کے کتوں سے محبت رکھنے اوران کو جی جان سے چاہنے سے خودآپ اندازہ لگالیجئے کہ آپ کی ذات مبارک سے مجھے کتنا عشق ہےتو پھر جب میری منتہای مرادومنزل مقصود یہی آپ کا آستانہ ہے میں اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔آپ کی فرمائش کے باوجودبھی میں آپ کے دروازے سے الگ نہیں ہوسکتا۔محبوب سے منتہای عشق کا اظہار ہےاور کتوں سے ربط کا بیان نیز عاشقوں میں اپنے ایک منکسر المزاج' عاجز وبیچارہ اورادنیٰ ترین عاشق ہونے کا اظہار ہے۔بہ جفای وتفائی نرددعاشق صادق ☆ مژہ برہم نزند گر بزنی تیروسنانش (سعدیؒ)۔ماہمانیم کہ بودیم بمیدان محبت ☆ سر بیازیم وخود از سر نگذاریم وفارا (خسروی قاجاری)۔بکسی نگیرم الفت ز جہانیان بجز تو ☆ اگرم تو ہم برانی سر بیکسی سلامت ☆ ھمہ از دائرہ عشق تو بیرون رفتند ☆ دل مابود کہ چون نقطہ پابر جابود (سنائی)۔من نہ آنم کہ سراز خط وفابردارم ☆ گرچہ سازند جدا قلم بندز بند ☆ وفادار مہر توام تازیم ☆ تو خواہی وفادار خواہی مدار (مسرورطالقانی)۔در ضمیر ما نمی گنجد بغیراز دوست کس ☆ ہردوعالم دشمن ماباد وماراودوست بس (اوحدی مراغدای) ☆ گر بہ آتش بریم صدرہ وبیرون آری ☆ زرنابم کہ ہمان باشم اگر بگدازم (سعدیؒ) ☆ دل از تو برنگیرم ومہراز تو نگسلم ☆ صد بارم ار برانی واز درجدا کنی (ذوقی اصفہانی)۔گر بہ تیغم بزنی یاکہ بہ تیغم بکشی ☆ خودمحال است کہ مہرت زدل آید بیرون (محیطقمی)۔

غزل (۷۹)

بہ کعبہ رفتم وزآنجا ہوای کوی تو کردم..............

۱۔ میں کعبہ کو گیا اور وہاں میں نے آپ کے ہی کوچے کو چاہا
حسنِ کعبہ کو آپ کے چہرے کو یاد کرتے ہوئے دیکھا

۲۔ کعبہ کی غلاف کو سیاہ پا کر میں نے اپنی تمنا کے ہاتھ
آپ کے سیاہ ریشمی بالوں کی طرف بڑھائے

۳۔ کعبہ کے دروازے کی زنجیر کو میں نے جب انتہائی انکساری سے پکڑ لیا
تو آپ کے مشکبو حلقۂ گیسو کو پانے کی دعا کی
۴۔ حرم کعبہ میں لوگوں نے عبادت کے لئے کعبہ کی طرف منہ کیا
میں نے ان میں پوری طرح سے اپنا دل صرف آپ کی طرف متوجہ رکھا
۵۔ کسی بھی مقام پر میرے سامنے آپ کے نام کے بغیر اور کچھ نہ تھا
طواف و سعی بھی کیا تو فقط آپ کی جستجو میں کیا
۶۔ عرفات کے موقف میں لوگ دعا میں مصروف تھے
اور میں نے اپنے ہونٹ دعا سے روک دیئے اور صرف آپ سے گفتگو کرتا رہا
۷۔ منیٰ میں لوگ اپنی آرزوئیں اور مقاصد و مرادیں مانگ رہے تھے
اور میں جامی تمام چیزوں سے فارغ صرف آپ کی آرزو کر رہا تھا

توضیحات غزل

ا۔کعبہ=چوکور جگہ۔مکعب۔[مکعب ہڈی کا ٹکڑا (پانسہ) جس پر ایک سے چھ تک نقطے کندہ کیے ہوئے ہوتے ہیں اور اسے مختلف کھیلوں مثلاً نرد وغیرہ اور آج کل کے بچے سانپ سیڑھی یا اور کوئی پسندیدہ کھیلوں میں استعمال کرتے ہیں۔ہاتھ میں لے کر اسے مٹھی میں گھماتے ہیں اور پھر نیچے ڈال دیتے ہیں اور نقطے کے عدد کے مطابق جو اوپر رہے کھیل کو آگے بڑھاتے ہیں۔اگر بیک وقت اس طرح کی دو ہڈیاں یا قطعات استعمال ہوں تو دونوں کو کعبتین کہتے ہیں]۔مرتفع۔بلند۔ہر مربع مکان۔بیت اللہ الحرام۔خانہ اللہ تعالیٰ۔بیت العتیق۔اللہ تعالیٰ کے اس گھر کی بنیاد جو اسکی طرف سے بھیجے ہوئے ایک پیغمبر سیدنا ابینا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی اور اسے خانہ خدا قرار دیا۔اسلام سے پہلے کے زمانے میں یہ خانہ خدا مختلف عربی قبیلوں کا بت خانہ بنا رہا اور اس میں بڑے بڑے بتوں جیسے لات، عزیٰ، ہبل، و ذمنات وغیرہ کو رکھا گیا تھا اور یہ مقدس بیت اللہ بت پرستوں کی زیارت گاہ بن چکا تھا۔ دین مبین خدا یعنی دین اسلام کے ظہور کے بعد پیغمبر اسلام جناب حضرت رسول اکرمؐ نے اس گھر کو مسلمانوں کا قبلہ اور زیارت گاہ قرار دیا اور صاحب استعداد مسلمانوں کیلئے اس کی زیارت کو واجب ٹھہرایا۔چنانچہ ہر سال دنیا کے ہر ملک سے مسلمان حضرات اس کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور ذی الحجہ کے اولین دس دنوں میں حج کے مراسم انجام دیتے ہیں۔تماشا=اصل لفظ تماشی تھا اہل فارس نے اس کی یاء کو الف سے بدل دیا۔اس کے لغوی معنی ہیں

پیدل چلنا' باہم مل کر چلنا (لفظ عربی ہے) چونکہ سیر و تفریح کیلئے اکثر پیدل چلا کرتے تھے اس لئے اس کے معنی بدل کر شوق و اشتیاق کیساتھ کسی نظارے کو دیکھنا' حیرت و شوق سے کسی چیز کو دیکھنا' دیکھنا' سیر کرنا اور ہنگاموں' مناظر اور سیر و تفریح کی جگہوں کو دیکھنا' لذت اٹھانے یا عبرت کی نظر سے کسی چیز کو دیکھنا' گردش کرنا' تفریح و سرگرمی' کے ہو گئے یہ ساری نعتیہ غزل عشق رسولؐ بلکہ فنا فی الرسول کے مقام کی کیفیت کا اظہار ہے۔ اس میں مولانا جامیؒ حج کے مراسم کو انجام دینے کے ضمن میں اللہ کی جگہ رسول اکرمؐ کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں اور بیت اللہ کے حرم شریف نیز طواف و سعی' منیٰ و عرفات وغیرہ مقدس مقامات میں اپنے معشوق حبیب خدا جناب حضرت رسول معظم رسول محتشم رسول اعظمؐ رسول محترم' رسول مکرم' رسول اکرم حضرت محمد عربی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کی تلاش و جستجو اور انؐ ہی کے فکر و خیال میں محو اور سرگرم عمل رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کعبہ کو (حج کرنے کی نیت سے) گیا تو وہاں بیت اللہ شریف میں بھی آپ ہی کی گلی میں پہنچنے کی آرزو کی۔ کعبہ کے حسن و جمال کو دیکھا تو دل ہی دل میں آپ سے چہرہ اقدسؐ کے حسن و جمال کو یاد کرتا رہا۔ تو اجنبی و مکن وصف او زبی ادبی ☆ مراد اوست زہر دو جہان اگر طلبی ☆ بہ شان او نہ رسد کس زمر سلان و نبی ☆ نگین ختم رسالت محمد عربیؐ ☆ شفیع روز قیامت محمد مختارؐ ☆ اگر نہ این ہمہ مرغوب خوی او بودی ☆ اگر نہ در دو جہان نور روی او بودی ☆ اگر نہ موی سیہ مشکبوی او بودی ☆ اگر نہ واسطہ بروی و موی او بودی ☆ خدای خلق نگفتی قسم بہ لیل و نہار (استاد کشمیری کی رباعی پر خواجہ اسعد کشمیری کی تضمین)۔

۲۔ شعار = بدن کے ساتھ لگے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں اور اوپر کے کپڑے کو دثار کہتے ہیں۔ غلاف۔ نشان۔ علامت۔ لوگوں کی کسی جماعت کا نشان جس سے وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ نیچے کا لباس۔ رسم۔ عادت۔ شعر = آدمی یا جانور کے بال۔ نازک ریشمی اور اعلیٰ قسم کا کپڑا۔ ریشمی کپڑا۔ فرماتے ہیں جب میں نے غلاف کعبہ کو جو سیاہ رنگ کا ہے چھونے کی خاطر ہاتھ بڑھایا تو آپ کے ریشم کی طرح سیاہ نرم و نازک بالوں کو چھونے کے خیال اور آرزو سے بڑھایا۔ غلاف کعبہ بھی اعلیٰ اور نرم سیاہ کپڑے کا ہوتا ہے مولانا جامیؒ نے غلاف کعبہ کو حضرت رسول اکرمؐ کے سیاہ موہای مقدس کے خیال سے بڑی تمنا اور شوق و آرزو سے چھونے کا اظہار کیا ہے۔

۳۔ حلقہ = گھیرا۔ احاطہ۔ گول دائرہ۔ مجلس۔ مجمع۔ پہیہ۔ ہر گول اور دائرے کی شکل کی چیز جس کا اندر خالی ہو جیسے انگوٹھی کا دائرہ۔ دروازے کا حلقہ۔ دور۔ زرہ۔ زنجیر دروازے کی۔ فرماتے ہیں جب میں نے کعبہ شریف کے دروازے کی زنجیر یا حلقے کو پکڑا تو میں نے آپ کے خوشبودار زلفوں کے حلقے کو پانے کی دعا کی۔ حلقہ گول ہوتا ہے مولانا جامیؒ نے محبوب کے موہای مقدس یا محبوب کے گیسوؤں کے پیچ و خم کے ساتھ حلقہ کعبہ سے مشابہ کیا ہے۔ اور یہ تشبیہ بھی نہایت تقدس کے لحاظ سے اچھوتی اور نادر تشبیہ ہے۔ اس شعر میں بھی مولانا جامیؒ اپنے محبوب کے خوشبودار

گیسوؤں کو حرم کعبہ کے دروازے کے حلقے کو ہاتھ میں پکڑ کر ان گیسوں کے پیچ وخم کو یاد کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔

۴۔حرم= کسی سرائے یا گھر کا اردگرد۔مقدس مقامات بالخصوص کعبہ شریف کا اردگرد۔گھر کا اندرون۔سرائے کا اندرون۔مقدس مقامات خاص کر کعبہ شریف کا اندرون۔کسی آدمی کے اہل وعیال کے رہنے کی جگہ۔کسی شخص کا عیال۔پردہ نشین عورتیں۔منکوحہ عورت۔بیوی۔باندی یا کنیز جو گھر میں ہو۔فرماتے ہیں حرم شریف میں لوگ کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے عبادت کرنے لگے تو میں نے ان سب میں اپنے دل کا رخ آپ کی طرف کیا۔یہ عشق رسولؐ کی انتہا ہے جسے فنافی الرسول کا درجہ کہتے ہیں اور جامیؒ اسی مقام کو پا چکے تھے جس میں بقول خود ان کے ۔ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی۔یعنی جو کچھ دکھائی دیتا ہے خواہ وہ دور ہی ہو مجھے وہ چیز بس آپ ہی آپ دکھائی دیتے ہیں۔کعبہ شریف میں مولانا جامیؒ کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے رسول اکرمؐ کی طرف توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔یہ شعر ان ہی صاحبان ذوق اور عاشقان و عارفان تصوف کے ادراک میں آ سکتا ہے جو رسول اکرمؐ کی شان و منزلت اور قدر و مرتبہ کی رفعتوں سے واقف ہوں گے ۔امام المرسلین ختم النبیین لیس الا ہو☆عظیم الخلق خیر الخلق لم یوحد سوئی ہذا (صرفی کشمیریؒ)۔جویان تو روح اللہ و گریان تو یعقوب☆ حیران تو یحییٰ و شعیب و زکریا☆ از خلقت کن کس نشنید و ندیداست☆مثل تو شہنشاہ بہ دنیا و بہ عقبیٰ☆اندر ملک و آدم و عالم احدی نیست☆بہتر ز تو در نزد خداوند تعالیٰ (غیاثی کشمیریؒ)۔مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی☆ از عالم پاک آمدی جانہا فدایت مرحبا (احمد جامی)۔سلام علیک ای نبی مکرمؐ☆ مکرم تر از آدم و نسل آدم☆ سلام علیک ای ز آباء علوی☆ بہ صورت موخر بہ معنی مقدم☆ سلام علیک ای ز آغاز فطرت☆طفیل وجود تو ایجاد عالم☆ سلام علیک ای ز اسماء حسنیٰ☆ جمال تو آئینہ اسم اعظم (جامیؒ)۔قسم بہ قبلہ رُوی تو یا رسول اللہؐ☆ رواست سجدہ بہ سوی تو یا رسول اللہؐ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ☆ جمال روی نکوی تو یا رسول اللہؐ☆ بود بہ مذہب ما حج اکبر معنی☆ طواف کعبہ کوی تو یا رسول اللہؐ (حسن کشمیری)۔پیش از آن کادم کشیدی سر ز جیب ماوطین☆بود خورشید جمالت آفتاب ملک دین☆ پیش از ان کار دسلیمان انس و جن زیر نگین☆ مہر منشور تو بودہ رحمۃ للعالمین (عصمت)۔ہست مرآت ذات حق ذاتت☆ صورتت را حقایق آئینہ ہا☆ ہر کہ دیدت یقین خدا را دید☆ من رآنی برین حدیث گوا☆ذات تو گر نہ مدعا بودی☆ یا فتی کی وجود ارض و سما☆ ہر نقش کان صحیفہ ہستی کشیدہ شد☆ از انجم و سپہر و زمین ہر چہ دیدہ شد☆ بہر محمد عربیؐ آفریدہ شد☆ صلوات بر محمد و اصحاب و آل او (صرفی کشمیریؒ)۔حقیقت از شریعت نیست پیش عارفان بیرون☆ مثال این بہ کشتی ساز و شبہ آن بہ دریا کن☆ برین کشتی نشین تا بگذری زین بحر بی پایان☆ چو فرعون ورنہ خود را غرق بحر کفر و اغوا کن☆ زبان مکشا بنا فرمودۂ شارع سخن این است☆ بی اسماء توفیق

زبان عجز گویا کن ☆ دہان را قفل خاموشی نہ وسربستہ دار آن در ☆ کلید امر پیش آور وآن در بستہ را وا کن ☆ اگر خواہی زبان بکشائی وراہ سخن پوئی ☆ ثنای پادشاہ طیبہ وسلطان بطحا کن ☆ سر پیرآرای کلک آفرینش احمد مرسل ☆ کہ پیش از وی نہ شد در ملک ہستی کار فرما کن ☆ نہ شد تا برسر منشور عالم خاتم حکمش ☆ ز دیوان ازل نامد بر آن منشور طغرا کن ☆ ثنایش گو ولی چون نیست ایفایش زتو ممکن ☆ بدین یک بیت مدحش را علی الاجمال انشا کن ☆ مخوان اورا خدا از بہر امر شرع وحفظ دین ☆ دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش املا کن (حقی)۔

۵۔ مقام = ٹھیرنا۔ اقامت۔ قیام۔ ٹھیرنے کی جگہ۔ مرتبہ۔ درجہ۔ موسیقی میں سرود کا پردہ۔ محل۔ مکان۔ اس مصرعہ میں مولانا جامیؒ کی مراد ان تمام جگہوں سے ہے جہاں پر حاجی صاحبان کیلئے دوران عمل حج ٹھیرنا واجب ہے یا مراسم حج سے مربوط جو عمل یا کام انجام دینا مقصود ہے جیسے میقات سے احرام باندھنا' سعی یعنی صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا' سعی کو صفا سے شروع کرنا' متعدد طواف کے بعد سعی کرنا' مزدلفہ میں ٹھیرنا' دس، ذی الحجہ کو جمرہ العقبہ اور گیارھویں بارھویں ذی الحجہ کو تینوں جمروں پر رمی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ طواف = کسی چیز کے گرد گھومنا' خانہ کعبہ کے گرد پھرنا جو حج کے اعمال میں سے ہے۔ گردش۔ اردگرد پھرنا۔ دور لگانا۔ خانہ کعبہ کا طواف حجر الاسود سے شروع ہوتا ہے اور طواف شروع کرنے سے پہلے احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر داہنے مونڈھے کو کھلا رکھتے ہیں اور چادر کے دونوں سروں کو بائیں کندھے پر ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر کعبہ کی طرف منہ اور سینہ حجر الاسود کے سامنے اس طرح کھڑا ہونا ہے کہ سنگ اسود حاجی صاحب کے داہنے ہاتھ کو رہے اور طواف کی نیت کی جائے۔ نیت کے بعد منہ اور سینہ حجر الاسود کی طرف رہے اور جب اس کے مقابل آئے تو کانوں تک اس طرح ہاتھ اٹھائے جائیں کہ ہتھیلیاں سنگ اسود کی طرف ہوں اور اگر ممکن ہو تو سنگ اسود پر دونوں ہتھیلیاں رکھ کر اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر سنگ اسود کو تین بار بوسہ دیا جائے اور اگر بھیڑ کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو حجر الاسود کو ہاتھوں سے چھو کر ہاتھوں کو چوم لیا جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہوا تو صرف ہاتھوں کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے اور اس کے بعد سنگ اسود سے گزر کر چہرہ سیدھا کر کے خانہ کعبہ کا پورا چکر لگا کر سنگ اسود تک پہنچا جائے تو یہ طواف کا ایک چکر ہوگا اور اسی طرح باقی طواف ہوں گے۔ سعی = طواف کے بعد صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات دفعہ دوڑنا جو حج کے مراسم میں سے ہے۔ ارادہ کرنا۔ دوڑنا۔ جلدی کرنا۔ کسب کرنا۔ کوشش کرنا۔ کام کرنا۔ عمل کرنا۔ اہتمام کرنا۔ حاجی صاحبان طواف کے بعد صفا کی طرف چلتے ہیں اور وہاں پہنچ کر ذکر ودرود میں مشغول ہو کر صفا کی سیڑھیوں پر چلتے ہیں پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور دعا کے بعد سعی کی نیت کرتے ہیں۔ صفا سے اتر کر ذکر ودرود جاری رکھتے ہوئے مروہ کی طرف چلتے ہیں اور پہلے میل کے آنے پر دوڑنا

شروع کرتے ہیں اور جب تک دوسرا میل گزر نہ جائے دوڑتے رہتے ہیں۔ دوسرا میل آنے پر قدم کو ہلکا کیا جاتا اور مروہ کی سیڑھیوں تک اسی طرح جاتے ہیں اور سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں یا سیڑھیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں پر بھی حمد وثنا اور تکبیر و دعا کرتے ہیں اور یہ ایک دوڑ پوری ہو جاتی ہے۔ اب یہاں سے صفا کی طرف چلتے ہیں اور میل آنے پر دوسرے میل تک دوڑتے ہیں۔ پھر آہستہ ہو کر صفا کی سیڑھیوں سے پھر سے لوٹ آتے ہیں یہاں تک کہ سات دوڑیں پوری ہو جاتی ہیں۔ آخری دوڑ مروہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جن مقامات میں سے میں مراسم حج کو عمل میں لاتے ہوئے گزرا ان تمام مراسم میں طواف وسعی کرتے ہوئے میں نے آپ ہی کا نام لیا اور آپ ہی کو ڈھونڈتا رہا۔ یا مفخر الانام و یا خاتم الرسل ☆ یا سید الکرام و یا ہادی السبل ☆ ذات تو در جہان جلالت منزہ است ☆ چون ذات ذوالجلال ز تشبیہ از مثل ☆ بعد از خدا بزرگی مطلق برای تست ☆ ای در حقیقت تو سراسیمہ عقل کل (تجلی)۔ نورت از نور ایزدی ناشی ☆ زان جمال ترا کمال ضیا ☆ گر نبودیت پردہ خاکی ☆ خلق را دیدنت نہ بدیارا (جید کشمیری)۔ توئی کہ بہر خودت از جہان گزیدہ خدا ☆ لباس ناز بہ قدتو خود بریدہ خدا ☆ بہ حیرتم کہ تو در آئینہ چہ می دیدی ☆ کہ در زمانہ مثالت نیافریدہ خدا (شعری کشمیری)۔ بحر وحدت کہ ترا جای تو می بود قدیم ☆ زان بہ کثرت تو مگر آمدی ای در یتیم ☆ در گل وحدت خوشبوی تو ای نور کریم ☆ گر حیا بو شود از گل و گل از بو تو شمیم ☆ فی الحقیقت احد است ذات تو احمد بی میم ☆ بر گل عارض جان پرور احمد صلوات ☆ بر دو گیسوی فرح بخش محمد صلوات (احسن کشمیری)۔

۶۔ موقف عرفات = عرفات کے ٹھہرنے کی جگہ۔ حاجیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ۔ عرفات۔ موقف وہ جگہ ہے جہاں نماز کے بعد سے عرفات میں غروب آفتاب تک کھڑے ہو کر ذکر و دعا کرنے کا حکم ہے۔ غروب آفتاب سے قبل حدود عرفات سے باہر جانا حرام ہے۔ حاجی صاحبان عرفات میں لبیک و درود و دعا اور استغفار میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ نماز عصر تکبیر کے ساتھ جماعت میں ادا کرتے ہیں اور اس کے فوراً بعد موقف کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں لوگ جب موقف عرفات میں دعاؤں میں مشغول ہوئے تو میں نے کوئی دعا نہیں کی بلکہ اپنے دل میں آپؐ کے ساتھ گفتگو کرنے میں مشغول رہا۔ یعنی میری دعا بس یہی تھی کہ میں اپنے دل و دماغ میں آپ کی ذات اقدسؐ کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے نہ کوئی مراد تھی نہ منزل۔

۷۔ منیٰ = قربانی کی جگہ مکہ معظمہ میں جہاں حاجی صاحبان قربانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ شیطانوں پر کنکریاں مارنے کے فریضہ سے فارغ ہو کر حاجی صاحبان منیٰ میں قربانی کرتے ہیں اور یہ قربانی حج ادا کرنے کا

شکرانہ ہے۔ مُنا = منیہ کی جمع یعنی آرزوئیں۔ مطالب۔ مقاصد۔ مرادیں۔ خواہشات۔ فرماتے ہیں منیٰ میں لوگ بالآخر اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کی تکمیل کیلئے دعا گو رہتے ہیں۔ میں نے تمام مقاصد و مطالب اور آرزوؤں اور مرادوں سے منہ موڑ کر فقط آپ کی آرزو کی اور خدا سے صرف آپکو مانگ لیا۔ بہ عالم ہیچ کس دیوانہ تر نہ بود زبی عقلی ☆ کہ از سودای عشق تو نہ شد دیوانہ وشیدا ☆ نمی خواہم کہ سودای توام بیرون رود از سر ☆ امید است آن کہ خواہد رفت آخر سر درین سودا (صرفی کشمیریؒ)۔ راہ حق جز رہ پیمبر نیست ☆ جز رسالت پناہ رہبر نیست ☆ احمد مرسل آن امام رسل ☆ مقتدای ہمہ چہ جز و چہ کل ☆ نہ رود در دہانت ای صرفی ☆ نہ رود بر زبانت ای صرفی ☆ غیر نعت محمد عربی ☆ غیر مدح نبی مطلبی (صرفی کشمیریؒ)۔

غزل (۸۱)

چہ حسن است این کہ گر ہر دم رخت را صد نظر بینم..........

۱۔ یہ کیسا حسن ہے کہ اگر میں ہر لمحہ آپکے چہرے کو سو بار بھی دیکھوں
جب بھی آرزو رہتی ہے کہ ایک بار اور اسے دیکھوں

۲۔ مجھ میں جو عشق ہے اس کی شدت کو کس قدر تسکین ہوگی اگر آپ اچانک
باہر آجائیں اور عمر عزیز کی طرح آپ کو گذرتا دیکھوں

۳۔ یہ مت کہیے کہ سورج اور چاند کو دیکھ لو' اللہ! اللہ! یہ کیسے ممکن ہے
کہ آپ میری نظروں کے سامنے ہوں اور میں سورج اور چاند کو دیکھوں

۴۔ اے غم! جدائی کی تاریکی میں اب مجھے پھر مت دھکیل
ہو سکتا ہے کہ اس کے چہرے کی روشنی میں یہ رات سحر ہو جائے

۵۔ میں جو اس کے دیدار سے محروم ہوں' اس کی گلی میں جا رہا ہوں
کہ لمحہ بھر کے لئے خوشی حاصل ہونے کی خاطر اس کے در و دیوار کو دیکھوں

۶۔ بالین کی خواہش تو نہیں لیکن اپنی قسمت سے مانگ رہا ہوں
کہ جان جاتے وقت محبوب کا سنگ در میرا سرہانہ ہو

۷۔ جامی بالآخر رنج و غم میں جان دے گا
یہ جو درد ہجر سے اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے

توضیحات غزل

ا۔فرماتے ہیں سو بار چہرہ محبوب کو دیکھ کر بھی میری تسلی نہیں ہوتی۔اگر ایک لمحے کی مدت میں ایک سو بار بھی اس روی نازنین کا مشاہدہ کروں جب بھی پھر سے دیکھنے کی تمنی باقی رہتی ہے۔ چشمی کہ ترا ببیند ودر قدرت بیچون ☆ مدہوش نماند نتوان گفت کہ بیناست (سعدیؒ)۔بس کہ اجزای جمال تو زہم خوب ترند ☆ کس نہ داند کہ نظر سوی کدام اندازد (طوقی تبریزی)۔بسی حکایت حسنت شنیدہ ام جانا ☆ چنانکہ دیدمت اکنون ہزار چندانی (حافظؒ)۔باصد ہزار جلوہ برون آمدی کہ من ☆ باصد ہزار دیدہ تماشا کنم ترا (فروغی بسطامی)۔مرا سخن بہ نہایت رسید وعمر بہ پایان ☆ ہنوز وصف جمالت نمی رسد بہ نہایت (سعدیؒ)۔

۲۔فرماتے ہیں کس قدر تسکین ہوگی میری شدت عشق کو اگر اے محبوب آپ باہر آئیں اور عمر عزیز کی طرح آپ کو اپنی نظروں کے سامنے سے گذرتا دیکھوں۔محبوب نے خود کو عاشق سے چھپالیا ہے جس سے عاشق کے جوش عشق وشدت محبت میں اضافہ ہوا ہے۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب! میرے جوش وشدت کو اگر تسکین و آرام ہوگا وہ صرف آپکے دیدار سے ہوگا۔آپ باہر آ جائیں تا کہ عمر عزیز کی طرح آپ کو سامنے سے گذرتا دیکھوں۔مولانا جامیؒ نے اس شعر میں محبوب کو اپنی عمر عزیز کہا ہے۔اور انکو سامنے سے گذرنے کے عمل کو عمر عزیز کے گذرنے سے تشبیہ دی ہے۔عمر تو گذرنے والی ہی ہوتی ہے محبوب کو عمر عزیز کہنے کے اعتبار سے تشبیہ برمحل ہے۔ شعر میں حسن تعلیل کی صنعت برتی گئی ہے۔ دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ راببین وجان رافدا کنی (فروغی بسطامی)۔ضمناً اس شعر سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ مولانا جامیؒ محبوب کو دیکھتے ہی اپنی عمر عزیز ان کی نذر کرنے کا آرزومند ہے۔ در رہ عشق بہ سر تیشہ زدن آسان نیست ☆ کرد فرہاد درین مرحلہ شیرینکاری ☆ عشق بازی چیست سر در کوی دلبر باختن ☆ باسر اندر کوی دلبر عشق نتوان باختن (سعدیؒ)۔عشقبازی کار بازی نیست ای دل سرباز ☆ ورنہ گوی عشق نتوان زد بہ چوگان ہوس (حافظؒ)۔خوشترین درسی کہ روز اولم آموخت عشق ☆ در دبستان محبت ترک جان ومال بود ☆ این عشق جملہ عاقل وبیداری کشد ☆ بی تیغ می بردسر و برداری کشد (مولانا رومؒ)۔

۳۔خور = خورشید کا مخفف یعنی سورج۔آفتاب۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ مجھ کو دیکھنا ہو تو چاند کو دیکھو یا سورج کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا کرو۔سبحان اللہ یہ آپ کیا فرمارہے ہیں بھلا آپ میری نظروں کے سامنے ہوں اور میں خورشید وماہ کو دیکھوں؟ یہ بھی کوئی بات ہوئی؟ سورج اور چاند کی آپکے حسن و جمال کے آگے حقیقت ہی کیا ہے۔کہاں آپ اور کہاں وہ۔ان کو دیکھ کر عاشق کی کیا تسکین ہوگی۔آپ کے چہرہ منور کو

دیکھا تو سعادت دارین حاصل ہوگئی۔ ایمان بھی حاصل ہوا اور آخرت بھی سنور گئی۔ اور پھر آپ کا حسن و جمال سورج اور چاند سے بھی تو برتر ہے یہ دونوں آپ کے روی انور اور آپ ہی کے جمال منور سے کسب نور کر رہے ہیں۔ خرمن حسن ترا روزی کہ میکردند جمع ☆ آفتاب از دامن یک خوشہ چین افتادہ بود (مجتہد اصفہانی)۔ ماہ نوا گر بر رخ خورشید تو ان دید ☆ آنگاہ تو ان گفت کہ باروی تو ماند (افسر قاجار)۔ گل خورشید را در عہد رویت ☆ برای طاق نسیان آفریدند (صائب)۔ ز آفتاب نکوتر فروغ طلعت اوست ☆ بہ حیرتم کہ در ایام حسن او جمہور ☆ مثل بخوبی خورشید می زنند این است ☆ یکی ز جملہ غلطہای در جہان مشہور (نوری اصفہانی)۔ بہ میزان نظر حسن ترا باماہ سنجیدم ☆ میان این و آن فرق از زمین تا آسمان دیدم (میرزا اسود)۔ جہان روشن بہ ماہ و آفتاب است ☆ جہان ما بہ دیدار تو روشن (سعدیؒ)۔

۴۔ فرماتے ہیں اے غم عشق! مجھے ہجر کی ظلمتوں میں نہ دھکیل۔ ہوسکتا ہے یعنی مجھے امید ہے کہ محبوب کے چہرے کی روشنی سے میری رات کی سحر ہوجائے۔ یعنی اے غم عشق مجھے درد ہجر کی تاریکیوں میں مبتلا نہ رکھ کیونکہ مجھے امید ہے کہ محبوب کے دیدار بالآخر مجھے نصیب ہو ہی جائیں گے اور ان کے روی مبارک کے نور سے میں جدائی کی ظلمتوں کو نور روشنی میں بدلتا ہوا دیکھوں گا۔ جدائی کی سختی کو ظلمت اور وصل محبوب کو روشنی کہا ہے جس کی برکت سے بالآخر ہجر کی سختیاں دور اور جدائی کی تاریکی چھٹ جائے گی۔ ای کہ گفتی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست ☆ گر امید وصل باشد ہمچنان دشوار نیست (سعدیؒ)۔ آید وصال و ہجر غم انگیز بگذرد ☆ ساقی بیار بادہ کہ این نیز بگذرد ☆ ای دل بہ سرد مہری دوران صبور باش ☆ کز پی رسد بہار چو پائیز بگذرد (رہی معیری)۔ چون سر آمد دولت شبہای وصل ☆ بگذرد ایام ہجران نیز ہم (حافظؒ)۔ مرا امید وصال تو زندہ میدارد ☆ وگرنہ ہر دم از ہجر ہست بیم ہلاک (حافظؒ)۔ امید وصال تو مرا عمر بفزود ☆ خود وصل چہ چیز است کہ امید چنین است (سنائیؒ)۔ بہ امید وصالت در شب ہجر ☆ نمی خوابم چو خون بی گناہان (رضی دانش مشہدی)۔

۵۔ فرماتے ہیں میں جو محبوب کے دیدار سے محروم ہوں اس کی گلی میں جا کر بیٹھ جاؤں گا کہ اگر چہرہ محبوب کو نہ دیکھ پاؤں کم از کم اس کے در و دیوار کو دیکھ کر ہی دل کی خوشی حاصل ہوجائے۔ عاشق ہر صورت اور ہر حال میں محبوب سے ربط کو توڑنا نہیں چاہتا۔ وہ یہ ربط اس کی گلی میں بیٹھ کر شوق و محبت کے ساتھ محبوب کے در و دیوار کو دیکھتے رہنے سے بھی قائم رکھنے کا آرزومند ہے کہ شاید اسی بہانے اور اسی انتظار میں کسی وقت اچانک دیدار محبوب بھی نصیب ہوجائے۔ گر چہ می دانم نمی آئی ولی ہر دم زشوق ☆ سوی درمی آیم و ہر سو نگاہی می کنم (ہدایت طبرستانی)۔ تا کی ز انتظار تو ہر دم ز اضطراب ☆ آیم برون ز خانہ و در کوچہ بنگرم (میرزا اشرف)۔ شعر میں ضمناً مولانا جامیؒ نے

محبوب کی نسبت اپنی وفاداری اور استواری محبت کا بھی اعادہ کیا ہے ۔ عنایتی کہ ترا بود اگر مبدل شد☆ خلل پذیر نباشد ارادتی کہ مراہست (سعدیؒ)۔ اگر چہ مہر بریدی و عہد بشکستی☆ ہنوز بر سر پیوند و عہد و سوگندم (سعدیؒ)۔ تو مپندار کہ از خاک در کوی تو من☆ بہ جفای فلک و جور زمان برخیزم (حافظؒ)۔ صد بار اگر برانیم از آستان خویش☆ کی روی از در تو بہ جای دگر کنم☆ گر تیغ برکشی زپی قتل عاشقان☆ اول بہ پیش تیغ تو من جان سپر کنم (عبرت نائینی)۔

۶۔ برداشتن = خواہش کرنا۔ آرزو ہونا۔ بالین = سرہانا۔ تکیہ۔ فرماتے ہیں مجھے سرہانے کی کوئی خواہش نہیں لیکن قسمت واقبال سے یہی خواہش کر رہا ہوں کہ میری موت کے وقت محبوب کا آستانہ میرا سرہانا ہو یہی میری بلند بختی وسعادت ہوگی۔ قسمت واقبال سے خواہش کرنے کا مقصد ہے کہ وہ مجھ پر مہربان ہو جائے اور میری اس خواہش کی تکمیل کرے اور یہی میری خوش بختی ہوگی کہ میری جان محبوب کے آستانے پر نکل جائے ۔ یہ بھی گویا مولانا جامیؒ اپنے محبوب کے حق میں ثبات عشق اور محبت کی وفاداری کا اظہار کر رہے ہیں کہ اخیر وقت میں میں محبوب کے سنگ در پر ہی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرنے کی خوش بختی حاصل کرنے کا آرزومند ہوں ۔ جان بر سر راہ تو فدا کردم وآن نیز☆ ای وای کہ شایستہ آن خاک وقدم نیست (عصمت اللہ بخارائی)۔ مرا بخوان وطلب کن در آستانت جان☆ کہ بہتر از سر وجان دادن امتحانی نیست (صفائی نراقی)۔ چگونہ دست تہی رو بہ کوی دوست نہم☆ کہ نیست دسترسی غیر جان برای نیاز (صفائی نراقی)۔ سر کہ نہ درراہ عزیزان بود☆ بار گرانی است کشیدن بدوش (سعدیؒ)☆ جان مرا بگیر وزرنجم خلاص کن☆ بگذار تا بہ جان منت منت اوفتد (پژمان بختیاری)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ بالآخر جامی رنج وغم میں ہی اپنی جان دے گا کیونکہ درد جدائی سے اس کا جو حال بد سے بدتر ہو رہا ہے اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کے لئے ہجر کا غم اور درد نا قابل برداشت ہے اس غم ورنج کے ہاتھوں اور اس فراق وہجر کے نتیجے میں موت ہی واقع ہوگی کیونکہ عاشق کا حاصل شدت الم سے دن بدن بدتر ہی ہوتا جاتا ہے۔ شب فراق وتنم زار وجان بہ لب ای مرگ☆ نہ دانم این ہمہ از بہر چیست تاخیرت (مجمر اصفہانی)۔ روز مرگ وشام ہجران راز ہم فرقی بود☆ آن بہ آسانی سرآمد این بہ دشواری گذشت (دولت شاہ قاجار)۔ سحر بوی نسیمت بمژدہ جان سپرم☆ اگر امان دہد امشب فراق تا سحرم (ادیب پیشاوری)۔ بدم ای صبح وگرباتو بود روز قیامت☆ کہ مرا نیست دگر طاقت شبہای جدائی (وصال شیرازی)۔

غزل (۷۶)

کی بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم............

ا۔ یا اللہ ! یہ کب ہوگا کہ میں یثرب اور بطحا کا رخ کروں
کبھی مکہ معظمہ کو اپنی منزل بنالوں اور کبھی مدینہ منورہ میں جا کر بیٹھوں
۲۔ زمزم کے کنارے پر بیٹھ کر دل سے زمزمے بلند کروں
اور اپنی دو خون برسانیوالی آنکھوں سے اس چشمے کو دریا بنا دوں
۳۔ اس عشق و جنون میں ہزاروں کل کے دنوں نے آج کے دن مار ڈالا
اب مجھ میں صبر نہیں کہ اسکے بعد آج کا دن کل میں بدلتا دیکھوں
۴۔ اے رسول خداؐ! اپنی طرف آنے کی راہ مجھے دکھلایئے
تاکہ میں سر کی چوٹی کو قدم اور آنکھوں کو پاؤں بنالوں
۵۔ میں نے جنت الماویٰ کی خواہش کو دل سے نکال دیا ہے
میری جنت بس یہی ہے کہ آپکے دروازے کی خاک کو اپنا مسکن بنالوں
۶۔ میری آرزو ہے کہ آپکے پاؤں کو چومنے کے جنون میں دنیا میں اپنی جان دوں
یا تو آپکے پاؤں پر سر رکھ دونگا یا اس جنون میں سر کو فدا کروں گا
۷۔ آپکے عشق میں میں مرچکا۔ میں معذور ہوں اگر ہر لحظہ
جامیؔ کی طرح ایک اور نامۂ عشق لکھ ڈالوں

توضیحات غزل

ا۔ یثرب = مدینہ منورہ کا پرانا نام۔ اسے اثرب بھی کہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک تھے۔ جب انکی اولاد منتشر ہوئی تو یثرب نے اس سرزمین میں قیام کیا لیکن علماء کا کہنا ہے کہ یثرب خاص مدینہ پاک کا نام ہے یا اس طرف کا جو احد پہاڑ کے مغرب کی جانب واقع ہے جس میں کثرت سے کھجور کے درخت اور چشمے تھے۔ ابن زبالہ جو مدینہ منورہ کے مورخین کے پیشوا اور حضرت امام مالکؒ کے اصحاب میں سے ہیں نیز دیگر حضرات نے بھی علماء سے روایت کی ہے کہ مدینہ شریف کو یثرب نہ کہیں چنانچہ حضرت امام بخاریؒ کی تاریخ

میں ایک حدیث درج ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اس پر لازم ہے کہ اس کی تلافی و تدارک میں دس مرتبہ مدینہ کہے۔ امام احمد اور ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کہے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرے۔ اس کا نام طابہ ہے۔ ان ہی روایات کے مثل دوسری روایات بھی آئی ہیں۔ لفظ یثرب سے کراہت کی وجہ اس کا ثرب سے مشتق ہونا ہے جس کے معنی فساد کے ہیں یا تثریب سے مشتق ہونا جس کے معنی عذاب اور مواخذہ کے ہیں۔ ان کے علاوہ یثرب ایک کافر کا بھی نام ہے لہٰذا اس کے نام پر اس مقام شریف کا نام رکھنا جس کی عزت غبار شرک و کفر سے پاک ہو کسی طرح مناسب نہیں اور یہ جو قرآن کریم میں آیا ہے یـا اهـل یثرب لامـقـام لکم بعض منافقین کی زبان سے ہے کہ مدینہ منورہ کا نام اس نام سے رکھ کر نفاق کا اظہار کرتے تھے۔ بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے اس بارے میں علماء کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پہلے کی احادیث ہیں واللہ اعلم!۔ بطحا = پتھریلا نالہ۔ کشادہ ندی۔ فراخ دریا۔ پانی کے جاری ہونے کی وسیع جگہ۔ ایک کشادہ و فراخ زمین جو سیلاب کی گذرگاہ اور کنکروں سے بھری پڑی ہو۔ مکہ معظمہ۔ مکہ معظمہ کی وادی۔ مکہ = سعودی عرب کا معروف اور قدیم شہر۔ یہ شہر دنیا کے مسلمانوں کی زیارت گاہ اور قبلہ ہے۔ دنیا کے اطراف واکناف سے ہر سال مسلمان بھاری تعداد میں ذی الحجہ کے مہینے میں خانہ کعبہ کی زیارت کرنے اور حج کے مراسم انجام دینے کی غرض سے اس شہر میں آتے ہیں۔ ظہور دین اسلام سے پہلے مکہ کا شہر خانہ کعبہ کی وجہ سے عرب کے اہم تجارتی اور مالی مراکز میں سے تھا اور عکاظ نامی بازار کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ فتح مکہ سال ۸ ھ میں واقع ہوا۔ ہمارے رسول اکرمؐ نے اسی شہر معظم میں ولادت پائی ہے۔ مدینہ = سعودی عرب کا مشہور شہر جہاں رسول اکرمؐ کا روضہ اقدس ہے۔ مدینہ منورہ کے اور نام بھی لئے گئے ہیں جیسے اثرب' ارض اللہ' ارض الہجرت' اکلۃ البلدان' اکلۃ القریٰ' الایمان' البارہ (یا البرہ)' البحرۃ والبحیرۃ' البلاط' البلد' بیت الرسول' تندو (تندا)' جابرہ (جبار) جزیرۃ العرب' الجنۃ الحصینہ۔ اس شہر اقدس کے فضائل کثرت سے احادیث نبویؐ میں مذکور ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں: یہ شہر سرور کونینؐ حضرت رحمۃ للعالمینؐ کی زمین ہے۔ رحلت فرمانے کے بعد امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے حجرہ پاک میں آرام فرما ہیں۔ یہ شہر قرآن پاک کی برکت سے فتح ہوا باقی شہر جہاد کرنے سے فتح ہوئے۔ اس شہر کے لئے رسول اللہؐ نے خصوصیت سے برکت کی دعا فرمائی۔ اس شہر میں مسجد نبوی کی تعمیر خود حضور اکرمؐ نے اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے (چالیس نمازیں پڑھنے سے) نماز خوان کے حق میں آگ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے بعض روایتوں میں نفاق سے نجات کا ذکر آیا ہے۔ اس شہر میں مسجد قبا ہے جس میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ اس شہر میں رہنے والے اور وفات پانے

والے کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کی سب سے پہلے شفاعت ہوگی۔ اس شہر سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ رسول اکرمؐ کی قبر اقدس اور دیگر مقامات پر دعا منظور ہوتی ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کے گناہ اللہ تعالیٰ یوں دور کر دیتا ہے جیسے کہ آگ چاندی سے میل کچیل دور کر دیتی ہے۔ یہاں کی مٹی میں شفا ہے۔ یہاں طاعون کی وبا ہرگز نہیں آئے گی۔ دجال کے فتنے سے یہاں کے لوگ محفوظ رہیں گے۔ یہاں کی مٹی کی بھی عیب جوئی کرنا منع ہے۔ امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کی مٹی کو برا کہے اسے تیس درّے لگائے جائیں۔ یہ شہر ہمیشہ کیلئے اسلام کا مرکز ہے۔ اس شہر کے بازار برکت والے ہیں کیونکہ رسول اکرمؐ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی ہے۔ اس شہر کی عجوہ کھجور وہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ عجوہ جنت کے پھلوں میں سے ہے۔ جو شخص مدینہ منورہ میں جا کر رسول اکرمؐ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کرتا ہے قیامت کے دن رسول اکرمؐ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ ان فضائل کے علاوہ اور بھی کافی فضائل ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ یارب! وہ دن کب آئے گا جب میں یثرب و بطحا کا رخ کروں اور کبھی مکہ کا دیدار کروں کبھی مدینہ منورہ کی زیارت۔ خانہ کعبہ اور روضہ مطہر نبویؐ کی زیارت کرنے کا ذوق وشوق سے اظہار کیا ہے جو کی بود یارب سے معلوم ہو جاتا ہے۔ عشق خدا اور عشق رسول کا بیان ہے بیت اللہ شریف کی زیارت یوں تو ہر مسلمان کے دل میں قوت ایمان کی طرح مستحکم ہے۔ کیونکہ خانہ خدا کی زیارت عبادت ہے اور خالص ایمان کی علامت۔ جس نے تصدیق اور ایمان کے ساتھ کعبہ شریف کی زیارت کی اس کے گناہ ایسے معاف ہو جاتے ہیں گویا آج ہی شکم مادر سے دنیا میں آیا ہے۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے میں ایک سال کے قیام ورکوع وسجود کے برابر کا ثواب ہے اور زیارت کرنے والے کے گناہ پت جھڑ کی طرح جھڑ جاتے ہیں اور وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جو روزہ رکھتا ہو ہمیشہ نماز گذار ہو اور مجاہد ہو۔ ظاہر ہے کون ایسا مسلمان ہوگا جو اس سعادت کی تحصیل کا جان و دل سے خواہاں نہ ہو۔ جو بیت اللہ شریف اور روضہ اقدس حضرت نبی اکرمؐ کی زیارت کرنے کیلئے مکہ اور مدینہ منورہ کا سفر محمود اختیار کرنے کی تمنی نہ کرتا ہو۔ ہر کس کمر بہ عشق ولای تو بستہ است ☆ کی باشد از کمند بلای تو در کبد ☆ با عشق تو چہ چارہ کند عقل حیلہ جوی ☆ روباہ را چہ طاقت سر پنجہ اسد ☆ مستغرق شہود تو کردست نقد وقت ☆ مستخلص از فسانہ امس و امید غد ☆ وارد بہ کعبہ طلبت روی اہتمام ☆ ہم عابر بوادی و ہم عاکف بلد (جامیؒ)۔ چھم گارِ بہ لارِ ہا مدینس ☆ کیاسنہٕ آسہٕ نا نصیبہٕ میانیے ☆ محبوبہٕ! امیہ چانہٕ لو ہہٕ گُژ تن ☆ معشوق چھم قُر یبہ میانہے ☆ اُندرِم نیرم وَنے بہ داُدی ☆ وِلہٕ زار بوزُم حبیبہ میانیے ☆ یا یوری یتم دِتم مہ دیدار ☆ نتہ تُوری تم حبیبہٕ میانیے (عاشق کشمیری)۔ ھول چھم میہ سینس گرمھ ہا مدینس ☆ تس نازنینس وَند ہا بہ سرٕ ☆ چھم ھول

چونی وَندہے بہ کروَنی ☆ بوڈ شان چونی اللہ اللہ (رفیق کشمیری)۔ نسیما جانب بطحا گذر کن ☆ زا حوالم محمدؐ را خبر کن ☆ بگوای شاہ اورنگ عنایت ☆ براحوال گدایانت نظر کن (جامیؒ)۔ چھکھ مدینہ کِنہ چھکھ بطحا ☆ پکہ ڈکبہ کنہ ہاوتم وتھاہ ☆ ستھ چھ چانی کرتم کتھاہ ☆ یارسولؐ سلام علیک ☆ ھول چھم سینس مدینس منز ببما بواکھ گراہ ☆ لول چون چھم بے نہایت یاشفیع المذنبینؐ (مسکین کشمیری)۔ ہاوَاو! واتکھنا توتی ییتہ ڈاف ترأ وِتھ مصطفیٰؐ ☆ احوالِ میانی تس ونکھ سی ھو کریم دادبن دوا (ثناء اللہ کریری)۔ رَوزودای بادِ صبا سوئ حرم بہر خدا ☆ کن عرض احوالِ مراپیش محمد مصطفیٰؐ (غلام الدین کشمیری)۔ خوشبو یہ واوُ وصبحدم گوھ در مدینہ تُل قدم ☆ ییرِ ھِ پڑھ سان اڑھ درحرم پیش نبی محترمؐ (قدیر کشمیری)۔ غمن دادبن مبہ گاٹتی لادی بہ دربارت بہ آس فریادی ☆ دِوان چھس نالہ مژرم برکرم کریارسول اللہؐ ☆ گوژھس واتن مدینس منز تمنا چھم مبہ سینس منز ☆ نہ چھم رفتار نے چھم زرکرم کریارسول اللہؐ (نظام الدین کشمیری)۔ از مدینہ سہ شہر یار ییہنا ☆ یُس چھ معشوق کردگار ییہنا ☆ لطفہ کنہ از پی خبر گیری ☆ امتس کن سہ بار بار ییہنا (سیف الدین کشمیری)۔ وقت آن شد کہ جلوہ فرمائی ☆ باغ دلہای مابزیبائی ☆ ازعرب درعجم اَنیو تشریف ☆ کوت کالاہ بہوکہ بہ تنہائی ☆ سوئ مجلس دماہ اَنیو تشریف ☆ امتس تھندِ سپتی زیبای (شعری کشمیری)۔ مکہ کس ٹاٹھس مدنی لالس ☆ سوزبہ استقبالس جان ☆ دِیہ درشن ییہ ناسالس ☆ سوز بہ استقبالس جان (نادم کشمیری)۔ چھس دُور ییومُت گژھتھ رودم یار مدینس ☆ تمہ نُور روشن گیے درودیوار مدینس ☆ آمہ تاوِ عشقہِ دَوُدمیہ جگر باوِ کمس حال ☆ مژرتھ بہ گوھ ہا سینہ یہ افگار مدینس ☆ چھنہ عشقہ تج زان کینہہ نادان طبیبس ☆ تیلی بلہ سہ دتب ولتہ ییلہ تبدار مدینس (ناظم کشمیری)۔

۲۔ زمزم = حرم مکہ میں پانی کے کنوئیں کا نام جس سے حاجی حضرات استفادہ کرتے ہیں اور تبرک کے طور پر اپنے ہمراہ لاتے ہیں تاکہ اسے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں وغیرہ میں تقسیم کر کے انہیں بھی اس مبارک پانی کی برکت سے فیض یاب کریں۔ چاہ زمزم حرم مکہ میں قدیم زمانے سے موجود ہے اور مسلمانوں میں اسکی بڑی عظمت ہے۔ اسکا تاریخی زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ جب آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام بیت اللہ شریف کے مقام پر ٹھہریں اور انکے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی تو وہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑتی پھرتی رہیں لیکن پانی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ حضرت اسماعیل ایڑیاں رگڑتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی جگہ جہاں وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے پانی زمین میں سے اوپر بہنے لگا اور اسی جگہ پر زمزم نام کا کنواں نمودار ہوا جسے بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھودا تھا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اسے چشمے کی صورت میں باندھ دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد کے زمانے میں یہ کنواں وقت گذرنے کیساتھ ساتھ بھر گیا اور لوگوں کے

ذہن سے فراموش ہوا۔ لیکن آخر حضرت عبدالمطلب نے ایک خواب کی بشارت کے نتیجے میں اسے پھر سے کھودا اور تب سے یہ کنواں ایک بین اور صریح معجزہ ربانی کی حیثیت میں ہر روز ہزاروں بندگان خدا کو سیراب کر رہا ہے۔ اس مبارک کنوئیں کا پانی تمام پانیوں کا سردار ہے۔ لوگ اسے عزیز رکھتے ہیں اور اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اس سے بیمار شفا پاتا ہے۔ بھوکا اس سے پیٹ بھرتا ہے۔ پیاسا اس سے اپنی پیاس دور کرتا ہے۔ جس غرض کیلئے اسے پیا جائے وہ غرض پوری ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب زمزم کا پانی پیتے تو دعا کرتے: ''یا اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں''۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی مبارک ہے یہ کھانے والے کو طعام کا کام دیتا ہے اور مریض کو شفا بخشتا ہے۔ زمزمہ = ہلکی آواز سے سرود کرنا۔ آہستہ گانا۔ دور سے آنے والی آواز جو کھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم ہو۔ بادل کی گرج جیسی آواز۔ وہ الفاظ جو آتش پرست کھانا کھاتے وقت بولتے ہیں اس میں ہونٹ اور زبان نہیں ہلتے بلکہ آواز ناک اور حلق سے نکالتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کا مطلب سمجھتے ہیں۔ ہر آہستہ آواز جو سمجھی نہ جائے۔ شیر کی آواز۔ نغمہ۔ سرود۔ ترنم۔ اس شعر میں زمزم اور زمزمہ میں تجنیس ناقص کا استعمال ہوا ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ حرم مکہ میں پہنچ کر میں چاہ زمزم پر ٹھہر کر دل کی گہرائیوں سے دعا کے زمزمے بلند کروں گا اور خدائے کعبہ کے حضور اپنی عاجزی و انکساری کے اظہار میں اپنی آنکھوں سے خون فشانی کروں گا یہاں تک کہ ایک دریا آنسوؤں کا بہہ جائے۔ شعر میں مولانا جامیؒ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرنے اور اپنی عاجزی کے اظہار کے طور پر اشک فشانی کرنے کا ذکر کیا ہے پادشہا عمر تباہ کردہ ام ☆ نامہ اعمال سیاہ کردہ ام ☆ در رہ تو غرق گناہ ماندہ ام ☆ پای بہ گل در سر راہ ماندہ ام ☆ ہیچ نہ دارم عملی جز گناہ ☆ روی خود آوردہ ام اکنون براہ ☆ دیدہ و دانستہ گنا ہم بخش ☆ از کرم خویش پنا ہم بخش ☆ چشم مرا لایق دیدار کن ☆ جان مرا محرم اسرار کن ☆ گر بدم ار نیک ازان توام ☆ بستہ طمع بر سر خوان توام ☆ گرچہ زمن ہیچ نیامد پدید ☆ موی سیہ پیش تو کردم سفید ☆ رحم برین موی سفیدم بکن ☆ گرچہ شقیم تو سعیدم بکن ☆ ابن یمین گرچہ گنہ کردہ است ☆ روی بہ درگاہ تو آوردہ است (ابن یمین)۔

۳۔ دی = گذرا ہوا کل۔ روز گذشتہ۔ ایران میں رائج دسویں شمسی مہینے کا نام (فروری کے لگ بھگ)۔ ہر شمسی مہینے کا آٹھواں، پندرھواں اور تیسواں دن۔ کل رات۔ شب گذشتہ۔ سودا = وسواس۔ فاسد خیال۔ ملال۔ آزردگی۔ ہوس۔ شدید خواہش و رغبت۔ عشق۔ جنون۔ مالیخولیا۔ سیاہ۔ انسان کے جسم کی چار خلطوں میں سے ایک خلط کا نام۔ دیوانگی۔ پاگل پن۔ فرماتے ہیں میری اس تمنا اور آرزو و خواہش کی تکمیل میں ہزاروں روزہای گذشتہ قربان

ہوئے۔ اب اس جنون کو مجھ میں برداشت کرنے کیلئے صبر نہیں کہ میں ہر آج کے دن کو قربان کرتا جاؤں بلکہ آج کے بعد میں اپنی اس آرزو کو جو جنون ودیوانگی کی صورت اختیار کر چکا ہے خود کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں پہنچا کر ہی رہوں گا۔ مولانا جامیؒ نے اس شعر میں اس شدت عشق وجنون کا اظہار کیا ہے جو اس کے دل میں بیت اللہ شریف اور روضہ حضرت رسولؐ کی زیارت کرنے پر اکساتا ہے ۔ نلہ چھل چھم پیمز میہ سینس کر بہ واتے مکہ مدینس ☆ بوسہ کرہا چانس دینس یارسولؐ سلام علیک ۔فراق صبر وسکون خواہد ویقین دارم ☆ کہ من نہ طاقت آن ونہ تاب این دارم (غیرت اصفہانی)۔ بہر فراق گفتہ انداز ہمہ چارہ صبر را ☆ من ھمہ چارہ کردہ ام صبر نہ شد میسرم (وصال شیرازی)۔ من از تو صبر ندارم کہ بی تو بنشیم ☆ کس دیگر نتوانم کہ بر تو بگزینم (سعدیؒ)۔ صبر است مرا چارہ ز ہجران تو لیکن ☆ چون صبر توان کرد کہ مقدور نماند است (حافظؒ)۔

۴۔ فرق = سر کی چوٹی۔ سر کی مانگ۔ مجازاً سر۔ کھوپری۔ ہر چیز کی بلندی۔ امتیاز۔ فرق۔ جدائی۔ فرماتے ہیں اے رسول خداؐ مجھے اپنے پاس آنے کی راہ دکھایئے تاکہ میں سر کو قدم اور آنکھوں کو پاؤں بنا کر آپ کے حضور میں آ جاؤں۔ مولانا جامیؒ رسول اکرمؐ سے التماس کرتے ہیں کہ مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کیلئے بلا لیجئے اور میں منتہای احترام کے ساتھ اپنے سر کو قدم اور آنکھوں کو پاؤں بنا کر دربار رسالتؐ میں حاضر ہو جاؤں۔ مولانا جامیؒ روضۂ اقدس رسولؐ میں آنے کی تمنی کا اظہار کر رہے ہیں اور یہ راہ سر اور آنکھیں بچھا بچھا کر طے کرنے کی آرزو رکھتے ہیں یارسول اللہ تمام عمر میخواھم ھمین ☆ آرزو دارم کہ بینم آن جمال نازنینؐ (ثنائی)۔ کر بہ ٹیشے شکل موزون یا شفیع المذنبینؐ ☆ یک نظر برحال مفتون یا شفیع المذنبینؐ (عاشق ترالی)۔ ادب گاہیست زیر عرش ☆ نفس گم کردہ می آید جنیدؒ وبایزیدؒ این جا (......)۔

۵۔ جنت الماویٰ = جنت کا ایک درجہ۔ ماوا = ٹھکانا۔ پناہ گاہ۔ جاے بازگشت۔ فرماتے ہیں جنت کی تمنّی تو میں نے دل سے بالکل نکال دی ہے۔ میری جنت آپ کے دروازے کے سامنے کی جگہ ہے جہاں پر میں ساکن ہونے کی خواہش رکھتا ہوں مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے دروازے کا آستانہ میری جنت ہے بس یہی میری اولین اور آخرین سعادت ہے۔ آسمان کی جنت کا خیال ہی میرے دل سے نکل چکا ہے۔ میری جنت آپ کا دروازہ ہے اور اسی راہ سے مجھے آسمانی جنت بھی مل جائیگی ۔ ہاتھ یمس وتھ مزیون جنت ☆ سیکر تر وودیم عت تس کیاہ چھ پروا (رفیق کشمیری)۔ کوی تو کعبہ است یا فردوس یا خلد برین ☆ یا گلستان ارم یا جنت الماویٰ ست این (جامیؒ)۔ ای کہ بہشت برین بی تو عذابم عذاب ☆ آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب (حبی کشمیریؒ)۔ خاک مدینہ سر بہ سرضیا نین اچھن کحل البصر ☆ بھی چون درمتونی حرم یا رحمۃ اللعالمین (عاصی کشمیری)۔

۶۔فرماتے ہیں یارسول اللہؐ! آپکے مقدس وپر برکت پاؤں کو چومنے کی تمنا جنون کی حد تک پہنچ چکی ہے۔اس شدت جنون کی وجہ سے یا تو آپکے پاہای نازین کو چوم کرہی رہوں گا یا اس عشق میں مرجاؤں گا۔نبی اکرم کیساتھ منتہای عشق کا اظہار کیا ہے اور انکے مقدس نازنین پاؤں کو چومنے کی ہوس میں اپنی جان قربان کرنے کی آرزو کا ذکر کیا ہے۔ ۔ لوسہ ناوہ چشمہ لمبہ آں سرڈ ریے ☆ بوسہ نعلینس کر توسے ☆غصہ تراوہ موکلاوہ روز محشریے ☆ ژریے درودہ مپر توسے ☆ دایہ پون تسندی مِڈ افسریے☆ خدمگر یے کر توسے ☆یادھیتھ تسنزی یادآوریے ☆ ژریے درودہ مپر توسے ☆نبین کرنم یادآوریے ☆ پادن دون تل مرتوسے ☆ پتہ دتھ کرہ سی یاری کر یے ☆ ژریے درودہ مپر توسے (نادم کشمیری)۔فرق سرم بہ نعل محمد ہمی سزد☆ تاج سرم چو نعل ہلال محمد است (حبی کشمیری)۔

۷۔فرماتے ہیں کہ آپؐ کے عشق میں میں نے جان دے دی۔اب اس کے بعد اگر میں جامیؒ کی مانند نامہ ہای شوق آپ کے نام نہ لکھ پاؤں تو ظاہر ہے کہ معذور رہوں۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی محبت اور آپ کے عشق میں میں مرگیا۔آپ کی مدح گوئی میں میں نے اپنی جان دے دی اب اس کے بعد جامیؒ اگر پے در پے آپ کی مدحیہ نعتیں اور عاشقانہ غزلیں جو آپ کے نام میرے نامہ ہای شوق ہیں نہ لکھ پاؤں تو معذور ہوں۔مقصد یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں میں نے یارسول اللہؐ! جان بھی اگر دی تو آپ کی مدح کرتے کرتے ہی دی گویا میرے ساتھ یہ مدحیہ کلام کرنے کا وصف بھی میری جان کے جاتے جاتے ختم ہوا۔

غزل (۸۷)

آرزوی دل خونین جگرانت خوانم..........

۱۔ آپ کو خونین جگر والوں کی آرزو کہہ کر پکاروں
صاحب نظر لوگوں کے آنکھوں کی پتلی کہہ کر پکاروں
۲۔ جب آپ قبا کو تنگ کرتے اور کلاہ کو ایک طرف ٹیڑھا رکھتے ہیں
تو آپ کو تمام شیرین جوانوں کا پادشاہ کہہ کر پکاروں
۳۔ جب آپ نے چاندی کا سا بدن اپنے پیرہن کے نیچے سے جلوہ نما کیا
تو آپ کو سبھی سیمبروں سے نازنین تر کہہ کر پکاروں

۴۔ آپ عمر کی طرح مجھ عاشق دلدادہ کے سامنے سے گذرتے ہیں
مناسب ہے کہ آپ کو گذرنے والی عمر کہہ کر پکاروں
۵۔اے شیخ ! جب تک تم ان کے چہرے کو عیاں نہ دیکھو گے
تو سراپا خبر ہو کے بھی تم کو بے خبر کہہ کر پکاروں
۶۔ جامی ! بتوں سے جو کچھ بھی تم نے دیکھا اس سے آنکھیں موند لو
تاکہ تم کو اس انجمن میں دیدہ ور کہہ کر پکاروں

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں کہ اے محبوب ! آپ کو خونین جگر عاشقوں کی تمنٰی کہہ کر پکاروں گا نیز صاحب نظر حضرات کے آنکھوں کی پتلی کہہ کر پکاروں گا۔محبوب کے دیدار کی ہوس میں عاشق لوگ جگر کا خون بہاتے ہیں۔ یہ ہوس یہ تمنا یہ آرزو ان کا منتہای مقصد ہے اس لئے بجا ہے کہ محبوب کو عاشقان خونین جگر کی آرزو کے خطاب سے مخاطب کروں۔ صاحب نظر یعنی عاشقان دیدہ ور ہی محبوب کے حسن و جمال کے دل و جان سے پرستار ہوتے ہیں اور محبوب کو نہ صرف آنکھوں کی پتلی کی طرح عزیز رکھتے ہیں بلکہ پتلی ہی کی طرح محبوب کو آنکھوں میں چھپانا بھی چاہتے ہیں کہ اپنے بغیر کوئی اور ان کو نہ دیکھے۔اور یہ خواہش ان کی محبت کی انتہا کا اظہار ہے ۔ اگر نظر نہ کنم بی تو برشمایل غیر ☆ دو چشم خویش بہ انگشت خویش بکنم (قاآنی)۔بتا ہلاک شود دوست در محبت دوست ☆ کہ زندگانی او در ہلاک بودن اوست (سعدیؒ)۔برکنم دیدہ اگر غیر توئی را بیند ☆ کز دو بینی نہ بود فائدہ بینائی را (زرگر اصفہانی)۔ رواق منظر چشم من آشیانہ تست ☆ کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست (حافظؒ)۔مشو غائب ز چشم چونکہ جا در چشم من داری ☆ کہ نور چشم را باشد ہمیشہ مردمک منزل (ہادی ابرقوئی)۔

۲۔چست = تنگ۔ چالاک۔مضبوط۔ درست۔ٹھیک۔طرف کلاہ = کلاہ کا گوشہ۔ کلاہ کا کنارہ۔ کلاہ شکستن = ترچھی ٹوپی رکھنا جو ناز و ادا کا اظہار ہے۔شیرین پسران = شیرین و دلکش اطوار و انداز والے نوجوان۔ فرماتے ہیں جب آپ کو قبا کو تنگ و چست کرتے اور کلاہ کو ایک طرف ترچھی پہن کر دیکھتا ہوں تو دل کا قرار چلا جاتا ہے اور بے اختیار آپ کو تمام شیرین اطوار نوجوانوں کا بادشاہ کہہ کر پکارنے کی آواز دل سے نکلتی ہے مطلب یہ کہ عاشق محبوب کو قبای تنگ اور ترچھی کلاہ میں دیکھ کر اپنے اضطراب اور اپنی بے قراری کا اظہار کرتا ہے کہ محبوب کا حسن اس کی نظروں میں دلکش تر اور رعنا تر ہو گیا ہے ۔ دل بردز من فتنہ گری عشوہ نمائی ☆ زرین کمری کجکلہی تنگ

قبائی (جامیؒ)۔ ہر نازنین کہ بیم جولان کنان بہ راہی ☆ آہی ز دل بر آرم بر یاد کجکلاہی (جامیؒ)۔زان عنبرین کلالہ کہ بر سر نہادہ ای ☆ منت بہ تاج بر سر قیصر نہادہ ای (نظیری)۔اگر چہ زان لب شیرین جواب تلخ دھند☆ ولی بگاہ شکر خندہ جان شیرین اند☆ کنون زشکر شیرین چہ برخورد فرہاد☆ کہ خسروان جہان طالبان شیرین اند (خواجو کرمانی)۔شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دہنان ☆ کہ بمژگان شکند قلب ہمہ صف شکنان (حافظؒ)۔ ببرد از من قرار و طاقت و ہوش ☆ بت سنگین دل سیمین بنا گوش ☆ نگاری چابکی شنگی کلہدار☆ ظریفی مہ وشی ترکی قباپوش ☆ چو پیراہن شوم آسودہ خاطر☆ گرش ہمچون قبا گیرم در آغوش ☆ دل و دینم دل و دینم ببردست ☆ بر و دوشش بر و دوشش بر و دوشش (حافظؒ)۔

۳۔ سیمبر = چاندی جیسا بدن رکھنے والا۔فرماتے ہیں پیرہن کے نیچے محبوب کے چاندی جیسے سفید بدن کو دیکھ کر میں اسے تمام سیمبروں سے زیادہ نازنین نہ کہوں تو کیا کہوں۔ بھلا ان کے بدن نازنین کا جو سفید براق چاندی کی طرح روشن ہے کسی اور سیم اندام سے کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔محبوب سیم اندامون میں بے مثال ہے نیز بدن کی نازکی میں بھی یکتا ہے ۔ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام☆ بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیز دیگری (امیر خسروؒ)۔شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات ☆ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری (امیر خسروؒ)۔مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت ☆ گفت ای چشم و چراغ ہمہ شیرین سخنان ☆ تا کی از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد ماند☆ بندہ من شو و برخور ز ہمہ سیم تنان (حافظؒ)۔ زہی جمال تو خورشید مشرق دیدہ ☆ بہ تنگی دہنت ہیچ دیدہ نادیدہ ☆ سواد خط تو دیباچہ صحیفہ ہول ☆ ہلال ابروی تو طاق منظر دیدہ ☆ مہ جبین تو برآفتاب طعنہ زدہ ☆ گل عذار تو بر برگ لالہ خندیدہ (خواجو کرمانی)۔ای بردہ عارضت بہ لطافت ز مہ سبق ☆ دل غرق خون دیدہ ز مہر رخت شفق ☆ خورشید بر زمین زدہ پیش رخت کلاہ ☆ ریحان در آب شستہ زشرم خطت ورق (خواجو کرمانی)۔دیدم از چاک گریباش صفای سینہ را☆ من گمان کردم کہ دارد در بغل آئینہ را (صائب تبریزی)۔غیر از تو ای نگار ز سیمین بران کراست ☆ در پیرہن تنی کہ بہ صد جان برابراست؟ (صائب)۔رسیدہ است بجائی لطافت بدنش ☆ کہ از نسیم بود داغدار پیرہنش (صائب) ۔دل روشن گہران فلکی آب شدست ☆ تا چو تو دلبر سیمین بدنی ساختہ اند☆ شمع گر با تو کند دعوی نازک بدنی ☆ کشتنی سوختنی باشد و گردن زدنی (فطرت)۔

۴۔ دلدادہ =دل دینے والا۔عاشق۔فرماتے ہیں تیزی کے ساتھ میری عمر کی طرح میرے سامنے سے گذرتے ہو۔مناسب ہے آپکو اپنی عمر کہہ کر پکاروں۔عمر تیزی سے گذرتی ہے۔محبوب بھی عاشق کی بے قراری اضطراب کو بڑھانے کیلئے اس کے سامنے سے عمر جیسی زود گذرانی سے گذرتے ہیں اس لئے جامیؒ فرماتے ہیں یہ

محبوب نہ ہوا میری عمر عزیز ہے جو میرے آگے سے گذر رہا ہے۔ عمر سے لطیف معانی پیدا کیے ہیں۔ محبوب کو عمر عزیز کہا ہے۔ اور اس طرح سے اس کے ساتھ اپنے انتہائی پیار اور محبت و دوستی کا اظہار کیا ہے ۔ مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم ☆ ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم (حافظؒ)۔ اگر صد بار سوزی باز برگرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بردست و پا افتم (نظیری)۔ ہر دم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری ☆ مائیم و آستانت تا جان زتن در آید (حافظؒ)۔ از واقعہ ترا خبر خواہم کرد ☆ وانرا بہ دو حرف مختصر خواہم کرد ☆ با عشق تو در خاک فرو خواہم شد ☆ با مہر تو سرز خاک بر خواہم کرد (ابو یزید مظفری)۔

۵۔ فرماتے ہیں اے شیخ (اے صوفی بزرگ!) میں تجھے اسرار عشق الٰہی سے باخبر آدمی ہونے کے باوجود بھی ایک بے خبر مرشد ہی سمجھوں گا جب تک نہ تو محبوب کے چہرے کو عیاں دیکھے۔ مطلب یہ ہے کہ دیدار رسول اکرمؐ کے بغیر راہ طریقت نامکمل ہے۔ اس لئے اے صوفیوں کے پیر و مرشد اسرار طریقت سے باخبر ہو کر بھی میں تجھے بے خبر ہی جانوں گا جب تک تو صاحب شریعت حضرت رسول اکرمؐ کا برملا دیدار نہ کرو گے ۔ ہمو میوہ است ہمو تخم است نخل کون رایعنی ☆ از و پیدا شدہ از بہر او دنیا و مافیہا ☆ اگرچہ آمد آن سرورؐ بہ صورت از بنی آدم ☆ ولی آدم بہ معنی باشد ابن وا و ابوالآبا ☆ ہوالاول ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن ☆ ہوالعبد الذی اوحیٰ الیہ اللہ ما اوحیٰ ☆ بہ حب او شد از واجب عیان آئین محبوبی ☆ بہ عشق او شد از ممکن طریق عاشقی پیدا ☆ بود آئینہ ذات حق و اسمای او ذاتش ☆ وان لم ینفصل عن ذاتہ بالذات کالاسما (صرفی کشمیری)۔ گر نہ بودی وجود تو مقصود ☆ آفرینش کجا شدی پیدا (جید کشمیری)۔ نور پاکت ناشی از نور خداست ☆ وصف ذات تو سزد نور قدم ☆ مرسلان را مرسلہ شد گوہرت ☆ سلک خلقت گشتہ از تو منتظم ☆ آفرینش اول از تو نقش بست ☆ و آخرش بر حکم شرعت اختتم ☆ گر نہ بودی گوہرت پیوند بخش ☆ برگسستی رشتۂ عالم زہم (جید کشمیری)۔ فی الحقیقت احد است ذات تو احمد بی میم ☆ برگل عارض جان پرور احمدؐ صلوات (احسن کشمیری)۔ بہ صورتی کہ توئی کمتر آفریدہ خدا ☆ ترا کشیدہ و دست از قلم کشیدہ خدا (سلیم)۔ در ماہتاب دوش خرامان ہمی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت (امیر خسروؒ)۔ چسان خورشید خوانم روی اورا ☆ کہ مصحف را غلط خواندن گناہ است (محمد قلی سلیم)۔ فروغ روی تو کرد آفتاب را معدوم ☆ ازان بہ ماتم خورشید شب سیہ پوش است (دہقان اصفہانی)۔ نسبت رویت اگر باماہ و پروین کردہ اند ☆ صورت نادیدہ تشبیہی بہ تخمین کردہ اند (حافظؒ)۔ تو قدر خویش ندانی ز دردمندان پرس ☆ کز اشتیاق جمالت چہ اشک می بارند (سعدیؒ)۔ جمع خوبان ہمہ چون کوکب و خورشید توئی ☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ دوسرے خوب صورتوں میں اے جامی جو کچھ تم نے دیکھا اس سے صرف نظر کر و تا کہ اس

انجمن میں تجھے دیدہ ور اور صاحب نظر کہہ کر پکاروں۔ مطلب یہ کہ محبوب دوسرے تمام خوبرویوں سے خوب صورت تر، خوب روتر اور خوب تر ہیں اسلئے ان کا دوسرے خوبرویوں سے مقابلہ کرنے سے اپنی آنکھیں موند لو اور صرف نظر کرو۔ اس میں کوئی مجادلہ نہیں کہ محبوب رعنا ترین اور خوبصورت ترین محبوب ہے اور یہی ایک ایمان تمہارے صاحب نظر اور دیدہ ور اور صاحب بصیرت عاشق ہونے کا ثبوت ہے۔ اگرچہ صاحب حسن اندر جہان بسیار☆ چو آفتاب برآید ستارہ نہ نماید (سعدیؒ)۔ امروز یقین شد کہ تو محبوب خدائی ☆ کز عالم غیب این ہمہ دل با تو روان کرد (سعدیؒ)۔ گر ہمہ صورت خوبان جہان جمع کنند☆ روی زیبای تو سر دفتر اوراق آید (سعدیؒ)۔ بس کہ اجزای جمال تو زہم خوب تر اند☆ کس نہ داند کہ نظر سوی کدام اندازد (طوقی تبریزی)۔ گشتیم جہان را کہ ہیچم و ندیدیم ☆ ہمچون تو کسی زیبا در شکل و شمائل (حافظؒ)۔ جہان بگشتم و بسیار نیکوان دیدم ☆ نہ بود چون تو نگاری بہ حسن و زیبائی (عبرت نائینی)۔ عالم ہمہ گردیدم آفاق نوردیدم ☆ در کشور نیکوئی نہ بود چو تو زیبائی (مستورہ کردستانی)۔

غزل(۸۲)

بنشین دمی کہ پیش رخت زاری کنم............

۱۔ ذرا لحہ بھر کے لئے بیٹھ جایئے کہ آپ کے چہرے کے آگے حالت زار بیان کروں
آپ کی زلفوں سے اپنی گرفتاری کی کیفیت کا ذکر کروں

۲۔ دل کو جو گردش ایام کی کدورتوں سے ناصاف ہو چکا ہے
آپ کے چہرے کے نور سے صاف و پاک کرنے کی سعی کروں

۳۔ مجھے آپ کے قد تک رسائی کی ہوس ہے اور یہ آپ کے قد ہی کی یاد ہے
اگر میں باغ میں سرو کے درخت کی دوستی کا اظہار کرتا ہوں

۴۔ جب سے میں نے دیکھا ہے کہ آپ بیمار کی عیادت کیا کرتے ہیں
میں ہر لحہ بھر سے بیماری کا بہانہ کرنے لگا ہوں

۵۔ آپ کے ایک تار زلف کی قیمت ہزار نافہ چین ہے
میری کیا بساط کہ میں اسے خرید سکوں

۶۔ آپ کے بغیر ایک سانس کے لئے بھی صبر کرنا میرے لئے دشوار ہے
اگرچہ اور تمام دشواریوں پہ صبر کیا کرتا ہوں

۷۔ میں جامی ہوں جو نادرالکلامی میں ضرب المثل ہے، لحظہ بھر کے لئے
آپ سن تو لیجئے تاکہ میں نادر گفتاری کروں

توضیحات غزل

ا۔طرّہ=زلف۔ پیشانی کے بال۔ٹوپی کا پھندنا۔مکان کا چھجہ ۔ ہرشے کا کنارہ۔ گوشہ۔ پیشانی پر سنوارے گئے بال۔ کپڑوں پر نقش ونگار۔اینٹوں کا دیوار پر بنایا ہوا گنبد یا کنگرہ۔دروازوں پر بارش کو روکنے کی چھت۔ پگڑی پر زینت کی خاطر آویزاں پھندنا۔زاری= نالہ وفریاد۔سوز وگداز کے ساتھ رونا۔عاجزی۔ ضعیفی۔ دعا۔فرماتے ہیں میرے محبوب! لحہ بھر کے لئے بیٹھ تو جایئے کہ آپ کو وہ حالت زار سناؤں جو آپ کے خوبصورت چہرے کے دیدار کی ہوس نے مجھ پر طاری کر دی ہے اور وہ کیفیت بھی آپ کے گوش گزار کروں جو آپ کی دلکش زلفوں میں گرفتار ہونے کے نتیجے میں مجھ پر حاوی ہے۔محبوب کے دلربا اور سحر آمیز چہرے نے عاشق پر جو غم واندوہ کی ظلمتیں طاری کی ہیں ان سے وہ بے خبر ہے اس لئے وہ محبوب کے سامنے یہ کیفیت بیان کرنے کا خواہش مند ہے کہ اسی بہانے رخ محبوب کو دیکھتا بھی جائے اور محبوب سے حالت بھی بیان کرتا جائے نیز زلف محبوب کے پیچ وخم میں اپنی گرفتاری کا حال بھی سنائے۔مطلب یہ ہے کہ آرزوی دیدار یار اور زلفوں کی تابداری نے عاشق کو نڈھال کر دیا ہے اور وہ یہ حالت اپنے محبوب کے حضور میں اسے روکنے کے بہانے سے سنانے کا خواہش مند ہے ۔در ہر شکن زلف گرہ گیر تو دامی است ☆ این سلسلہ یک حلقۂ بیکار نہ دارد (صائب)۔من کہ دیوانہ آن زلف چو زنجیر شدم ☆ درادب کردن من حاجت زنجیر نہ بود (خسروی قاجار)۔شرح شکن زلف خم اندر خم جانان ☆ کوتہ نتوان کرد کہ این قصہ دراز است (حافظؒ)۔بتماشای سر زلف تو عقل از سر من ☆ نہ چنان رفت کہ دیگر بسرم باز آید (صائب) ☆ بلاہای سیہ را جمع کردند ☆ از آن زلف پریشان آفریدند (صائب)۔شاہکاری ہست ہر صفت گریا در جہان ☆ شاہکار آفرینش خلقت زیبای تست (وثوق الدولہ)۔قوئی کہ نیست ترا آفتاب وماہ نظیر ☆ ترا بہ حسن کجا ہست ثانی و ثالث (دہقان اصفہانی)۔از حسرت جمال تو بر چشم عاشقان ☆ چندان نظر نماند کہ بر دیگری کنند (اوحدی مراغہ ئی)۔روی تو را صفت نتوانم نمود لیک ☆ این قدر گو یمت کہ چو شمس وقمر نہ بود (شعاع الدین پرتو)۔جہان روشن بہ ماہ وآفتاب است ☆ جہان ما بدیدار تو روشن (سعدیؒ)۔

۲۔کدورت = گدلا پن۔ تیرگی۔ ناصافی۔ میلا پن۔ آلودگی۔ ناپاکی۔ ملال۔ غبار خاطر۔طلعت = چہرہ۔ منہ۔دیکھنا۔دیدار کرنا۔طلوع۔ستارے کا نکلنا۔صفا کاری= صاف کرنے کا عمل۔صیقل کرنا۔روشن کرنا۔فرماتے

ہیں زمانے کے آلام نے دل کو مکدر اور گدلا بنا دیا ہے۔اسے آپ کے چہرے کی روشنی سے پاک وصاف کرنے کی آرزو ہے۔مطلب یہ ہے کہ دل کی ناصافی فقط محبوب کے چہرے کے نور کا مشاہدہ کرنے سے دور ہوگی اور دل منور ہو جائے گا ۔ہرگز آن دل نہ بمیرد کہ تو جانش باشی ☆ نیک بخت آن کہ تو اندر دو جہانش باشی (سعدیؒ)۔تو از ہر در کہ باز آئی بدین خوبی و زیبائی ☆ دری باشد کہ از رحمت بہ روی خلق بگشائی (سعدیؒ)۔بردار ز رخ پردہ و بگذار ببینند ☆ در روی تو صاحب نظران صنع الٰہی (عبرت نائینی)۔حجاب چہرہ جان می شود غبار تنم ☆ خوشا دمی کہ از آن چہرہ پردہ بر فکنم (حافظؒ)۔بی مہر رخت روز مرا نور نماندہ است ☆ وز عمر مرا جز شب دیجور نماندہ است (حافظؒ)۔

۳۔فرماتے ہیں کہ آپ کے قد دلکش و رعنا کا خواہان و عاشق ہوں اور یہ جو میں باغ میں جا کر سرو کی دلجوئی کیا کرتا ہوں دراصل آپ کے سرو قد کو یاد کرنے کا بہانہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کا سرو جیسا قد بے حد دلکش ہے اور میں قد محبوبِ پر جی-ان سے فدا ہوں ۔فتنۂ روز جزا در قدم جلوۂ اوست ☆ با قیامت قد او دست و گریبان برخاست (حزین)۔بہ ہر گلشن کہ با آن قد رعنا جلوہ گر گردی ☆ بہ تعظیم تو سرو از جای خود آزادی خیزد (صائب)۔ہمہ بر جای خود ای تازہ نہالان چمن ☆ بنشنید کہ آن سرو روان برخیزد (صائب)۔ہیچ می دانی چہا ای سرو قامت می کنی ☆ می کشی و زندہ می سازی قیامت می کنی ☆ سرو چمان من چرا میل چمن نمی کند ☆ ہمدم گل نمی شود یاد سمن نمی کند (حافظؒ)۔پای سرو از ہوس قد تو می بوسیدم ☆ در گل از حسرت روی تو نظر می کردم (خواجو کرمانی)۔

۴۔فرماتے ہیں میں نے جب دیکھا کہ آپ بیمار کی عیادت کو جاتے ہیں تو میں پھر سے اپنی بیماری کا بہانہ کرنے لگ جاتا ہوں کہ آپ میری عیادت کو آجائیں۔اور اس طرح سے آپ کو پھر سے دیکھوں' آپ کے چہرہ نازنین کا مشاہدہ کرتا رہوں اور آپ کے روی اقدس کے نور سے اپنی آخرت سنواروں گویا عاشق زندگی بھر بیمار ہی رہتا ہے محبوب کے دیدار کے بعد وہ پھر محبوب کے جدائی کے غم میں بیمار ہو جاتا ہے اور یہ غم مسلسل ہے۔عیادت کے بہانوں کی تکمیل کے باوجود بھی عاشق آخر عمر تک بیمار غم یار ہی رہتا ہے ۔ان کے آنے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق ☆ وہ سمجھے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے (غالب)۔بی روی دلا آرام تو ای شمع دل افروز ☆ دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب است (حافظؒ)۔من طبیبا ز تو بر خویش خبر دار ترم ☆ کہ مرا سوز فراق است و تو گوئی کہ تب است (وصال شیرازی)۔بی روی تو زندہ میتوان بود ولیک ☆ آن زندگی از ہزار مردن بتر است ☆ در فراق روی او تنہا نہ گل خون می گریست ☆ شمع را دیدم کہ آتش بر سرش افتادہ است (ابوالکرم فراہانی)۔چو مستولی شود درد جدائی تن بہ مردن دہ ☆ دوای این مرض را ہیچ کس چون من نمی داند (آذری طوسی)۔اجل رابی جہت خلقت نہ کردند ☆ علاج درد ہجران آفریدند (حاجب شیرازی)۔ہر لحظہ کہ می رود عمر ☆ مرگیست بشکل زندگانی ☆ درد غم ہجر

تو بہ ہر کس کہ بگفتم ☆ از بہر ہلاک من بیچارہ دعا کرد (طرب نائینی)۔

۵۔نافہ چین = چینی تاتار کے مشہور شہر ختن کا نافہ جو بہت مشہور ہے۔ختن مشرقی ترکستان (چینی ترکستان) کا ایک شہر تھا اور کبھی سارے چینی ترکستان کو ختن کہتے تھے جیسے کہ شمالی چین کو ختا بھی کہتے تھے۔اسلامی تحریروں میں ختا اور ختن سے مراد شمالی چین اور مشرقی ترکستان ہے۔نافہ نر ہرن کی شرمگاہ کے قریب جلد کے نیچے اس کے شکم کے پاس سنگترے کے برابر ایک تھیلی میں تیل کی صورت میں بھورے رنگ کا مادہ ہوتا ہے جو بہت ہی معطر اور خوشبودار ہوتا ہے۔اسے مشک بھی کہتے ہیں اور عطر بنانے کے کام آتا ہے۔دستگاہ = قدرت (کشمیری زبان میں یہ لفظ قدرت ہی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے) طاقت۔سامان۔مال۔سرمایہ۔قابو۔جمعیت۔علم و فضل۔دانشمندی۔مغلوب۔مسخرہ۔اہل حرفت کا کارخانہ۔مشین۔کل۔کاروبار۔ثروت۔جاہ۔جلال۔کارخانہ۔کسی جگہ پر کوئی کام شروع کرنے کیلئے تمام سامان وآلات۔موسیقی کا مکمل آہنگ۔اعضاء کا مجموعہ جو ایک زندہ جان دار میں زندگی کے مخصوص عمل کو جاری رکھنے پر مامور ہے۔فرماتے ہیں آپ کی زلفوں کا ایک تار ہزارہا نافہ چین کے برابر ہے۔مجھ مسکین عاشق بے چارہ میں یہ دستگاہ کہاں کہ اسے خریدلوں۔محبوب کی زلف کو خوشبوؤں کی معراج کہا ہے اس کی عطر کی خوشبو ہزاروں نافہ چین سے بڑھ کر ہے۔مولانا جامیؒ ایک تار موی زلف یار کی حسرت میں اپنی آرزو کا اظہار کرتے ہیں کہ میں ایک عاشق مسکین ہوں کس تمنا سے زلف یار کو دیکھتا ہوں کن حسرت بھری نگاہوں سے چاہتا ہوں کہ کاش ایک تار زلف خوشبوی یار کو چھولوں اور اسے اپنے پاس رکھ لوں۔محبوب کی بے حد خوشبو والی زلف کی حسرت کا اظہار ہے اور معطر گیسوؤں کی تعریف کا بھی بیان ہے جن کی خوشبو کا کوئی جواب نہیں۔چون ترک من سپاہ حبش بر ختن زند ☆ از مشک سودہ سلسلہ بر نسترن زند ☆ کاردلم چو طرہ مشکین مشک بیز ☆ برہم زند چو سنبل تر بر سمن زند (خواجو کرمانی)۔کاروان ختنی مشک ختای آرد ☆ با صبا نکہت آن زلف دوتا می آرد (خواجو کرمانی)۔سر زلف تو زچین مشک تر آوردہ بہ شہر ☆ از ختن مشک نخواہید حریفان کہ خطاست (بہار خراسانی)۔عجب دارم از جعد مشکین او ☆ چو با اوست دائم پریشانئ چراست (خواجو کرمانی)۔شد کاسۂ دریوزہ ہمہ ناف غزالان ☆ تا نکہت آن زلف بہ صحرای ختن رفت (صائب)۔زرشک زلف سیاہ تو خورد چندان خون ☆ کہ نافہ ہم بہ جوانی سفید شد مویش (صائب)۔خواہم کہ آن مشکین رسن امشب بخلم اوفتد ☆ کوتہ مشوای شب کہ من فکر درازی کردہ ام (ہدایت طبرستانی)۔کاسہ دریوزہ ساز د نافہ را آہوی چین ☆ تا کند بوی گدائی از ہوای زلف تو (صائب)۔

۶۔فرماتے ہیں ہر دشواری پر صبر کرتا ہوں لیکن آپ کی جدائی پر صبر کرنا میرے لئے دشوار ہے۔یہی ایک دشواری ہے جس پر صبر کرنا میرے لئے دشوار ہے۔یعنی تمنا اور آرزو کا دل میں اس قدر جوش ہے اور خواہش دیدار

اتنی بے تاب کہ صبر کرنا امکان سے بعید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیدار یار کے بغیر عاشق صبر کرنے کا متحمل نہیں۔ عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب ☆ دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک (غالب)۔ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر ☆ آری شود ولیک بہ خون جگر شود (حافظؒ)۔ صبر است مرا چارہ ز ہجران تو لیکن ☆ چون صبر توان کرد کہ مقدور نماند است (حافظ)۔ بہر فراق گفتہ انداز ہمہ چارہ صبر را ☆ من ہمہ چارہ کردہ ام صبر نہ شد میسرم (وصال شیرازی)۔ چنانت دوست می دارم کہ گر روزی فراق افتد ☆ تو صبر از من توانی کرد و من صبر از تو نہ توانم (سعدیؒ)۔ ای دل از درد تو بی تابی و من بی طاقت ☆ چارہ صبر است کہ آن ہم نہ تو داری و نہ من (شجاع کاشی)۔ مرا گویند درمان تو صبر است ☆ دریغا صبر اگر بودی چہ بودی (خواجو کرمانی)۔ بہ حشرم وعدۂ دیدار اگر دادی نمیرنجم ☆ وصال چون توئی را صبر این مقداری باید (شفائی اصفہانی)۔ گویند صبر کن کہ شود خون زصبر مشک ☆ آری شود ولیک بخون جگر شود (جمال الدین عبدالرزاق اصفہانی)۔ گویند صبر کن کہ ترا صبر بر دہد ☆ آری دہد ولیک بہ خون جگر دہد (دقیقی سمرقندی)۔

۷۔ نادرہ = نادر کی تانیث یعنی عجیب۔ غریب۔ کم۔ قلیل۔ تنہا۔ تحفہ۔ بے مثال۔ بے مانند۔ کمیاب چیز۔ دل نشین۔ نکتہ (نادرہ گفتار = وہ شخص جس کا کلام پسندیدہ اور لطایف و نکات سے معمور ہو) مستمع = سننے والا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! میں جامی ہوں جو نادر کلام کہنے میں مشہور ہوں۔ آپ لحہ بھر کیلئے رک جائیں اور میری بات سن لیں اور دیکھ لیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسی نادرالکلامی کروں گا۔ عاشق ہزاروں جتن اختراع کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح محبوب کو دیکھ لے اور اس کے دیدار سے سعادتمند ہو جائے۔ اس سے پہلے جامیؒ محبوب کو اپنی حالت زار سنانے کے بہانے روکنا چاہتا ہے۔ پھر مکرر بیماری کے بہانے محبوب کو عیادت کرنے کی خواہش کی راہ سے دیکھنا چاہتا ہے۔ اب اس شعر میں محبوب کو باور کراتا ہے کہ نادرہ گفتار جامی میں ہی ہوں جو مشہور ہو چکا ہے نادرالکلامی میں۔ آپ لحہ بھر کے لئے رک کر میری باتیں تو سنیں کہ میں کس قدر نادرالکلام ہوں۔ جامیؒ نے محبوب کی تعریف اور مدح و نظم کرنے میں اپنے آپ کو نادرالکلام مدح گو کہا ہے اور مسرت کا اظہار کیا ہے کہ محبوب کی نعت گوئی میں میں نے نوادرات اختراع سے کام لیا ہے اور اس طرح سے میرا کلام مقبول و پسندیدہ اور لطایف و طرفگی میں بے مثال ہے۔ ہر تخلیق پسند شاعر نے اپنی تخلیقات کی تعریف کی ہے۔ یہ ایک فطری چیز ہے۔ یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب ☆ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا (غالب)۔ زبان کلک تو حافظ چہ شکر آن گوید ☆ کہ گفتہ سخنت می برند دست بہ دست (حافظؒ)۔ غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ ☆ کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را (حافظؒ)۔ در آسمان چہ عجب گر بگفتہ حافظ ☆ سماع زہرہ بہ رقص آوردہ مسیحا را (حافظؒ)۔

غزل ۹۶

کجا باشد چو تو شوخی کماندار و کمند افگن..........

۱۔ آپ جیسا شوخ کماندار اور کمان افگن کہاں ہوگا
جو شکر گفتار ہو اور شیرین لب بھی، سمن رخسار ہو اور سیمین بدن بھی
۲۔ جدھر سے بھی آپ خراماں خراماں نکلیں گے ہمارے چہرے ہونگے اور آپکے پاؤں
جہاں سے بھی آپ سوار ہوکر چلیں گے ہمارے سر ہونگے اور آپکے گھوڑے کے سُم
۳۔ ہر ہر گوشے میں سپاہی قتل ہو گئے نظروں کے تیر مت چلائیں
ہر طرف سے پورا عالم فساد زدہ ہوگیا کلاہ کو ایک جانب ٹیڑھا نہ رکھیں
۴۔ عشق کے شعلوں سے میرا دہان بھر گیا ہے اور آہ کرنے سے ہونٹوں کو روک دیا ہے
ڈرتا ہوں کہ اس دریچے سے نکلنے والے دھوئیں سے کہیں دنیا سیاہ نہ ہو جائے
۵۔ اے زاغ! میری جان تم پر قربان، میں جب اس صحرا میں مر جاؤں
تو خدا کیلئے میری ہڈیوں کو محبوب کے کتوں کے پاس لے جانا
۶۔ اے آسمان! راتوں کو تم دنیا کو چاند کی روشنی سے کیوں روشن رکھتے ہو
جب کہ میری آہوں کے شعلوں سے یہ ویرانہ روشن رہتا ہے
۷۔ آپکے راستے میں میں جب قتل ہو جاؤں تو میرے پاس سے دامن کھینچ کر گذرنا
کہ کہیں میرے ناپاک خون سے آپکا دامن آلودہ نہ ہو جائے
۸۔ اگر محبوب کے بام پر سے کوئی پرندہ آئے تو جامیؔ اسے جان کی خوراک نہ کھلانا
کیونکہ قدسی پرندے کی غذا ارزن کے دانے نہیں ہوتے

توضیحات غزل

۱۔ شوخ = عیار۔ دلیر۔ بیباک۔ نڈر۔ چالاک۔ تیز۔ بے شرم۔ بے حیا۔ راہزن۔ چور۔ گستاخ۔ شاد۔ خوشحال۔ زندہ دل۔ خوبصورت۔ کمان دار = کمان والا۔ جس کے پاس کمان ہو۔ کمان رکھنے والا۔ کمند = پھندا۔ مضبوط رسی جسے جنگ میں دشمن کی کمر اور گردن میں ڈال کر اسے بند کر دیتے ہیں یا جس سے جانوروں کو مقید کرتے

ہیں (کمند افگن = شکار یا دشمن کو کمند میں بند کرنے والا)۔ سمن رخسار = چنبیلی جیسے رخساروں والا۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کو گھوڑے پر سوار ہو کر ایک بیباک کمان دار اور کمند انداز شکاری کی ہیئت میں اور شکار کی تلاش میں نکلنے والے صیاد کی صورت میں پیش کیا ہے اور شکاری بھی کیسا جو شیرین کلام ہے، شیرین دہان ہے، پھول جیسے نازک رخساروں والا ہے اور چاندی کا سا روشن اور سفید و براق بدن کا مالک! فرماتے ہیں عام شکاری ان صفتوں سے عاری ہوتے ہیں۔ وہ بس کمان و کمند چلاتے ہیں اور غرور و قوت کا مظاہرہ کر کے شکار کرتے ہیں۔ آپ بھی صیاد ہیں۔ آپ بھی شکار کرتے ہیں لیکن آپ جیسا صیاد ہوگا کہاں جو بیباک اور کمان و کمند چلانے والا تو ہے لیکن اپنی شیرین کلامی، شیرین دہانی رخساروں کی دلکش نازکی اور بدن کی چاندی کی رعنائی سے بھی شکار کرتا ہے۔ ان صفات میں آپ یکتا ہیں اسلئے آپ کی ذات کے آگے ہزار تمناؤں کے ساتھ جی شکار ہونا چاہتا ہے آپ جیسا شکاری کہاں ملے گا۔ نسیمہ بوژم ژبالہ داغئ کمند ھیتھ پھکھ شکار ژھاران ☆ یہ شوقہ چاپیے شکار اندر پٹن یہ سر ہیتھ تر ے ہالالو (مہجور کشمیری)۔ ھمہ آھوان صحرا سر خود نہادہ برکف ☆ بہ امید آن کہ روزی بہ شکار خواہی آمد (امیر خسروؒ)۔ شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دہنان ☆ کہ بمژگان شکند قلب ہمہ صف شکنان (حافظؒ)۔ گر تو شیرین شکر لب بہ شکر خندہ درآئی ☆ بہ شکر خندہ شیرین دل خلقی بربائی (خواجو کرمانی)۔ دیدم از دور بتی کاکلکش مشکینک ☆ دہنش تنگک و چون تنگ شکر شیرینک ☆ در سخن لعلک دُرّ پوشک اودُرّ پاشک ☆ بر سمن سنبل پر چینک او پر چینک (خواجو کرمانی)۔ آتا ہے میرے قتل کو پر جوش رشک سے ☆ مرتا ہوں اسکے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر (غالب)۔ اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا تھا ☆ کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر (غالب) ☆ ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں ☆ کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں (غالب)۔

۲۔ فرماتے ہیں اے محبوب! آپ خراماں خراماں ٹہلنے کو نکلیں گے تو دیکھئے گا کہ ہر قدم آپ کا ہمارے چہروں پر ہوگا۔ آپ کی راہ میں ہم اپنے چہرے بچھائیں گے اور آپ ان ہی کے اوپر سے چلیں گے۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلیں گے جب بھی آپ دیکھ لیں گے کہ ہمارے سروں پر آپ کے گھوڑے کے سُم ہوں گے ہم آپ کے گھوڑے کے ٹاپوں تلے اپنے سر رکھ دیں گے۔ عاشق ہر ممکن طریقے اور ہر راہ اختراع تخیل سے محبوب کی نسبت اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتا ہے۔ محبوب ٹہلنے کے ارادے سے نکلے تو عاشق اس کے ہر قدم کے نیچے اس کی راہ میں اپنا چہرہ بچھا کے رہے گا یا گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے تو اسکے گھوڑے کے احترام میں اس کی سموں کے نیچے اپنا سر قربان کریگا درراہ عشق اوا گرم سررود بہ باد ☆ باور مکن کہ عشق وی از سر بدر کنم (عبرت نائینی)۔ پر و بالم بریدی و دل از عشق تو نہ بریدم ☆ شکستی استخوانم را دمن عہد تو نہ شکستم (خسروی قاجار)۔ تو مپندار کہ از خاک در کوی تو من ☆ بہ جفای فلک

وجور زمان برخیزم (حافظؒ)۔نہ برم ارتو بری اگر سرم کہ مرا ☆ بہ تار ہر سر مویت ہزار پیونداست (آگاہ قاجار)۔ قادری بر ہرچہ میخواہی بجز آزار من ☆ زانکہ گر شمشیر برفرقم نہی آزار نیست (سعدیؒ)۔ بہ جفات سرنہادم بکن آنچہ می توانی ☆ چہ کنم نمی توانم زتو احتراز کردن (امیر خسروؒ)۔ پروانہ نیستم کہ بسوزم زشعلہ ای ☆ شمعم کہ پاک سوزم و جان رافدا کنم (مخفی)۔

۳۔فرماتے ہیں اے محبوب! نظروں کے تیر چلانا بند کیجئے ہر جگہ اور ہر گوشہ و کنار میں آپکے نظروں کی تیراندازی سے سپاہی مرے پڑے ہیں اپنی کلاہ ٹیڑھی نہ رکھیں کیونکہ آپ کی اس معشوقانہ ادا سے جو ناقابل تحمل ہے ہر جگہ فتنہ و فساد برپا ہے۔معشوق کی ہر ادا'اس کا ہر انداز اور اسکی ہر عبارت'ہر اشارت اور ہر حرکت عاشق کیلئے اس قدر دل ربا' دلکش اور زیبا ہوتی ہے کہ فرط محبت میں یہ ساری ادائیں اس کیلئے ناقابل برداشت ہیں اور کثرت رعنائی و دلبری اور فرط زیبائی سے اسکی یہ ادائیں عاشق کو مار ڈالتی ہیں۔محبوب کی نظریں اس قدر مسحور کن اور زیبا ہیں گویا تیر ہیں جو دلوں پر لگ کر عاشقوں کو مار ڈالتے ہیں گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کرنے والے معشوق نے ایسے دلکش انداز میں اپنی کلاہ ٹیڑھی رکھی ہے کہ عاشقان صادق کیلئے اسکی یہ ادا پیغام مرگ ہے ۔بلای جان ہے غالب اسکی ہر بات☆ عبارت کیا اشارت کیا ادا کا (غالب)۔کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو☆ یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا (غالب)۔یہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار☆ جو میری کوتاہی قسمت سے مژگان ہو گئیں (غالب)۔نشستی برسر خاک شہیدان آہ از آن ساعت ☆ کہ برخیزی و چندین کشتہ ہمراہ تو برخیزد (طوفی تبریزی)۔مژگانت ہمی گذر کند از جوشن ☆ مانند سنان گیو در جنگ پشن (فردوسی)۔دل برد ز من فتنہ گری عشوہ نمائی ☆ زرین کمری گلبھلی تنگ قبائی (جامیؒ)۔ای شہ تنگ قبایان مہ زرین کمران ☆ سرور گلبھلہان خسرو شیرین پسران ☆ تا کی افتم بہ رہت آہ زنان اشک فشان ☆ تا کی آیم بہ درت نعرہ زنان جامہ دران (جامیؒ)۔

۴۔فرماتے ہیں عشق میں میرا یہ حال ہے کہ میرا منہ شعلہ ہای عشق سے دہک رہا ہے اور یہ آگ دل سے اٹھ کر منہ کے راستے باہر آکر شعلہ ور ہو گی۔میں اپنے ہونٹوں کو روک رہا ہوں اور آہ تک نہیں کرتا کیونکہ مجھے ڈر ہے منہ کے دریچے سے اگر میں اپنی آہوں کو باہر جانے دوں تو آگ کے شعلوں کا یہ دھواں جو آہوں کی صورت میں بلند ہو رہا ہے کہیں دنیا و جہان کو سیاہ نہ بنا دے۔دراصل عاشق سوز عشق' آتش عشق اور درد عشق کے جوش کی صورت پیش کر رہا ہے جس سے وہ دوچار ہے۔عشق کی آگ میں اس کا دل جل رہا ہے اور آگ کے شعلے اس کے منہ تک آگئے ہیں۔شدت کرب و درد سے آہ بھی نہیں کرتا کیونکہ یہ آہیں دراصل آتش عشق کا دھواں ہیں جنہیں اگر وہ باہر چھوڑے تو ان سے سارا عالم سیاہ ہو جائے گا۔جامیؒ نے عشق کو آگ اور اپنی آہوں کو اس آگ کے دھوئیں سے

مشابہ کیا ہے اور کہا ہے عشق کی یہ کیفیت بھی قابل ملاحظہ ہے کہ اس میں عاشق جل رہا ہے اور اف بھی نہیں کرتا گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط ☆ شعلہ خس میں جیسے خون رگ میں نہاں ہو جائے گا (غالب)۔ دل مرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا ☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا (غالب)۔ صرفہ ہے ضبط آہ میں میرا وگرنہ میں ☆ طعمہ ہوں ایک ہی نفس جان گداز کا (غالب)۔ گرفتم سہل سوز عشق را اول نہ دانستم ☆ کہ صد دریای آتش از شراری میشود پیدا (صائب)۔ نالیدن بلبل زنو آموزی عشق است ☆ ہرگز نشنیدیم زپروانہ صدائی (حزین لاہیجی)۔

۵۔ زاغ = کالا کوا۔ کمان کا گوشہ۔ موسیقی کا ایک قول۔ راگ۔ لاجورد۔ کوے کی آنکھ۔ فتنہ۔ کوئلہ۔ فرماتے ہیں کوے کو مخاطب ہو کر کہ اے کوے! جب میں اس صحرا میں مر جاؤں تو تم میری ہڈیوں کو خدا کیلئے میرے محبوب کے کتوں کے آگے ڈال دینا۔ کوا عام طور پر غیر مستعمل چیزوں کو اڑا کے لے جاتا ہے اور وہ غیر آباد جگہوں میں رہتا ہے۔ اسی لئے مولانا جامیؒ نے کوے سے خطاب کیا ہے کہ میری ہڈیوں کو اس غیر آباد صحرا سے لے جا کر میرے محبوب کے کتوں کے آگے ڈال دینا۔ غیر آباد صحرا سے مولانا جامیؒ کی مراد فراق و ہجر کا زمانہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق جدائی اور ہجر و فراق محبوب کے کرب عظیم میں مبتلا ہے جس سے وہ جانبر نہیں ہوگا لیکن مر کر بھی وہ اپنی محبت سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں اور چاہتا ہے کہ اس کی ہڈیاں محبوب کے کوچے کے کتوں کی غذا بن جائیں۔ شعر میں معشوق سے منتہائی عشق کا اظہار کیا ہے کہ مر کر بھی ہم اپنی ہڈیوں کو کوئے یار میں بکھیر دیں گے۔ عاشق بہ فنا سیر زمعشوق نہ گردد ☆ ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد (غنی کشمیری)۔ بہ مرگ ہم نبریدم بہ ہر کہ پیوستم ☆ کسی نہ خواند چو من حرف آشنائی را (قدسی)۔ دراین گلشن بود خاکم نہ آن مرغ ہوسناکم ☆ کہ ہر ساعت بہ گلزاری کشاند آشیانش را (شفائی اصفہانی)۔ دل در غم عشق تو فدا کردم و جان نیز ☆ ثابت قدمی در رہ عشق تو چو ما نیست (صفائی نراقی)۔ در قیامت کہ سر از خاک بدر خواہم کرد ☆ باز ہم در طلبت خاک بہ سر خواہم کرد (دہقان اصفہانی)۔ گرم لحد بشکافی پس از ہزاران سال ☆ نشان مہر و وفا یابی از رمیم عظام (وصال شیرازی)۔

۶۔ آسمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راتوں کو چاند کی روشنی سے بھلا تم کیوں دنیا کو روشن کرتے ہو جب کہ میری آہوں کے شعلے اس ویران دنیا کو روشن رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے عشق کی آگ کے شعلے پے در پے ہیں جو بھڑکتے ہی رہتے ہیں۔ ان کی روشنی پورے عالم کو روشن رکھنے کے کافی ہے چاندنی کی کیا ضرورت۔ آتش عشق کے جوش کا اظہار ہے اور صنعت مبالغہ کا استعمال کیا ہے جس سے شاعر اپنے احساس و عاطفے کو اصلی صورت کے قریب تر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ شعر میں ہجر کی راتوں کی بے خوابی اور سوز عشق و آتش و درد و غم کا بیان ہے۔ شب فراق زہجر جمال چون قمرش ☆ زاشک دامن خود پر ستارہ خواہم کرد (ذوقی اصفہانی)۔ از

فراق تو شب و روز نہ دارم آرام ☆ بہ فغان آمدہ شہری ہمہ از فریادم (یغمای جندقی)۔ جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ☆ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں (غالب)۔ آتش پرست کہتے ہیں اہل جہان مجھے ☆ سرگرم نالہ ہای شرربار دیکھ کر (غالب)۔ رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا ☆ جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا (غالب)۔ بی تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست ☆ قعر دریا سلسبیل و روی دریا آتش است (غالب)۔

۷۔ محبوب سے کہتے ہیں جب میں آپ کی راہ میں قتل ہو جاؤں گا تو آپ اپنے دامن کو مجھ سے بچا کر رکھئے کہیں میرے خون ناپاک سے آپ کا پاک و مطہر دامن آلودہ نہ ہو جائے۔ شعر میں خالص اپنے گناہگار ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس حد تک خود کو آلودہ گناہ جانتے ہیں کہ محبوب کی راہ میں قتل ہونا بھی شاید ان گناہوں کا کفارہ نہ ہو۔ گو کہ یہ مبالغہ ہے کیونکہ راہ محبوب میں مارا جانا ایک ابدی سعادت ہے اس لئے گناہکاری کی انتہا کی صورت کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ احساس گناہ اور وہ بھی عمیق انداز میں عبادت کے برابر ہے۔ ہمارے کشمیر کے بزرگ ترین ولی جناب حضرت شیخ نور الدین نورانیؒ جیسے ولی اللہ نے فرمایا ہے عاجزی و انکساری کے ساتھ کہ۔ ؤ ڈھس پریوم نفلہ ھھاہ ☆ راتس روڈس زاگیپے ☆ یوٚ دوَ ے کریم تو بلبھاہ ☆ نتہ ہوُن زن چھس آگیپے (شیخ العالم کشمیری)۔ حضرت شاہ ہمدان جناب امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ جیسے معمار تقدیر امت کشمیر اور عارف باللہ نے فرمایا۔ قباحت ہای فعل ما کہ سگ زان عار میدارد ☆ بغیر از پردہ عفوت کہ پوشد این قباحت ہا (علائی)۔ پشتم از بار گران معصیت گشتہ دوتا ☆ از فجور و فسق و عصیان کردہ ام روئی سیاہ ☆ چون کنم بر فعلہای زشت خود گاہی نگاہ ☆ ز آتش حیرت رود بر چرخ ہفتم دود آہ ☆ رو سیاہم عفو تقصیرات خواہم یا رسولؐ (عطائی کشمیری)۔ من کہ ہستم قرین بد عملی ☆ در گنہکاری خفی و جلی ☆ بر درت آمدم بہ خستہ دلی ☆ اعتصامی سوی جناب ک لی ☆ لیس یا سیدی الی الا ھدی (تضمین جامیؒ)۔ بیا ای سید عالم شفیعم شو شفیعم شو ☆ ز عصیان طرفہ بد حالم شفیعم شو شفیعم شو ☆ جرایم بی عدد کردم بسی کردار بد کردم ☆ جفا بر جان خود کردم شفیعم شو شفیعم شو (واجد کشمیری)۔ بہ عالم ہیچ کس از مجرمان مانند صرفی نیست ☆ سیہ روز و پریشان روزگار و ابتر و رسوا ☆ بہ حالم رحم کن ای فداک ای سرورامیؐ ☆ کہ از امت نیم بیرون نہ دارم جز درت ملجا (صرفی کشمیریؒ)۔

۸۔ فرماتے ہیں اگر ان کے بام و کلس پر سے کوئی پرندہ بھی اڑ کر تمہارے پاس آجائے تو اسے اپنی جان آب و دانے کے طور پر پیشکش نہ رکھ کیونکہ طایر قدسی کی غذا ارزن کے دانے نہیں ہوتے۔ یہ شعر صریحاً روضہ حضرت رسول اکرمؐ کے گنبد اقدس کی طرف اشارہ ہے یا ان منور مناروں کی طرف جہاں پرندے محو طواف و پرواز رہتے ہیں۔ مولانا جامیؒ ان پرندوں کو زمینی پرندے قرار نہیں دیتے بلکہ انہیں ربانی طیور کہتے ہیں جو دراصل فرشتے ہیں

پرندوں کی صورت میں اور گنبد اقدس اور منارہای نور کے گرد درود وصلوات بھیجنے میں محو پرواز وطواف ہیں اس لئے ان طایران قدس کو اے جامی! اپنی جان کا دانہ نہ کھلا کہ تمہاری جان ایک زمینی دانہ ہے جو ان طایران قدس و فرشتگان ربانی کی غذا کے شایان شان نہیں۔ مطلب یہ کہ طایران قدس جو گنبد اخضر کے گرد درود خوان ہیں کی شان اور قدر ومنزلت اس قدر بلند اور اونچی ہے کہ ان پر اپنی جان قربان کرنے کا نذرانہ بھی کمترین نذرانہ ہے۔

غزل (۹۷)

ہر کس کہ بیند آن لعل خندان............

۱۔ جو کوئی ان سرخ لب ہای خندان کو دیکھتا ہے
حیرت زدہ ہوکر دانتوں تلے انگلی دباتا ہے
۲۔ آپ کے سرد قد کے آگے بلندی کی لاف زنی
بلند قد والوں نے نیچے اتار کے رکھ دی ہے
۳۔ آپ کے غم کی راہ کو اس کے طول کے باوجود
مشکلین کمند والوں نے سو بار ناپ لیا ہے
۴۔ باغ میں بنفشے کے گیسو آپ کے بغیر
صاحب دلوں کے لئے زنجیر ہیں اور زندان
۵۔ چاند آپ کی خوبصورتی کے نصف کے برابر بھی ہرگز نہیں
اگرچہ وہ حسن میں خود کو دوگنا بھی کرے
۶۔ آپ میرے درد دل سے واقف تو ہیں لیکن
دردمندوں پر آپ کو کوئی رحم نہیں آتا
۷۔ جامی سینکڑوں مصیبتوں کو خود سہنا پسند تو کرتا ہے
مگر خود پسند لوگوں کی صحبت کی مصیبت سہنا نہیں چاہتا

توضیحات غزل

۱۔ فرماتے ہیں محبوب کے سرخ وتبسم والے ہونٹوں پر جسکی نظر پڑتی ہے وہ ان کی بے پناہ خوبصورتی اور دلکشی،

مرغوبیت اور رعنائی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ کیا واقعی ہونٹ ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ محبوب کے سرخ ہونٹوں کی دلکشی کا بیان ہے۔ درآن گلشن کہ گوید غنچہ حرفی از لب لعلش ☆ صبا سازد لبالب از در شبنم دہانش را (خالص ہندی)۔ بہ ہوای لب لعل تو صنم زاہد شہر ☆ توبہ بشکستہ و در میکدہ ساغر زدہ است (حامی شیرازی)۔ یاقوت ز لعل لب شیرین سخن تو ☆ چون چہرہ خجلت زدہ ہر لحظہ برنگی است (صائب)۔ گوہری چون لب لعل تو نیارد بیرون ☆ تیغ خورشید اگر خون بدخشان ریزد (شکوہی ہمدانی)۔ چہ آیتی تو مگر ساحری کہ شاہ و فقیر ☆ ہر آنکہ دید لبت بوسہ ای گدائی کرد (محسن شمس ملک آرا)۔ دہان غنچہ بدوز نسیم بادصبا ☆ لبان لعل تو وقتی کہ ابتسام کند (سعدی)۔ غنچہ آہستہ ز لعل لب جانان دم زد ☆ تند شد بادصبا بر دہنش محکم زد (سید باقر سمنانی)۔

۲۔ فرماتے ہیں آپ کے سرو قد کو دیکھ کر خوبان بلند قد نے جو اپنے اونچے قد پر نازاں ہو کر لاف زنی کرتے تھے اپنی لاف زنی ختم کر دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے سرو قد جیسی بلندی و رعنائی بے مثال ہے اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں۔ تو باآن قامت رعنا بہ ہر گلشن کہ بخرامی ☆ خیابان می کشد چون سرو قد از شوق رفتارت (صائب)۔ ماہ بر گردن نہاد از ہالہ طوق بندگی ☆ سرو موزون تو تا از گلشن ایجاد خاست (صائب)۔ سرو سہی کہ خاست بطرف چمن زناز ☆ چون دید شکل قد ترا بر زمین نشست (شاہی سبزواری)۔ نازنین تر ز قدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)۔ سالہا قد ترا خامۂ تقدیر کشید ☆ قامت بود قیامت کہ چنین دیر کشید (لاغری)۔

۳۔ فرماتے ہیں خوشبودار دراز زلف و گیسووالے حسینوں نے سو بار آپ کے درد و غم جدائی کی راہ کو ناپ لیا لیکن اس کا کوئی کنارہ نہ مل پایا۔ زلفوں کی درازی اور گہری سیاہ رنگت انتہائی خوبصورتی کی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے فراق کے درد و غم کا راستہ اتنا دراز ہے کہ معشوقوں کے دراز زلفوں کا طول بھی اسے پا نہیں سکتا۔ آہ از شب ہجران تو در روز قیامت ☆ کآن رانہ شبی از پی و این راسحری نیست (درویش مجید طالقانی)۔ غمہای مردہ در دل من زندہ کرد ہجر ☆ گویا شب فراق تو روز قیامت است (مسیح کاشی)۔ قصہ شبہای ہجران نیست اینجا گفتنی ☆ روز محشر این سر طومار واخواہیم کرد (صائب)۔ نیست درازی عجب از شب ہجران یار ☆ ز آنکہ شہیدان عشق عمر بہ او دادہ اند (طالب آملی)۔ گر مو بہ مو بہ زلف تو شرح شب فراق ☆ گوییم تا بہ حشر کشد این حدیث طول (ذوق اصفہانی)۔ شنیدم کز برای ہر شبی روزی مقرر شد ☆ ندانم روز کی خواہد شدن شبہای ہجرانم (فروغی بسطامی)۔

۴۔ جعد = گھونگریالے بال۔ مڑے ہوئے بال۔ گیسوؤں کے پیچ۔ پیچدار زلفیں۔ گیسوی خمدار۔ بنفشہ کے پھول میں پیچدار چابک نما ریشے آویزاں ہوتے ہیں اور انہیں محبوب کے پیچدار زلفوں اور خم دار گیسوؤں سے تشبیہ

دی جاتی ہے۔فرماتے ہیں اگرچہ بنفشہ کے پیچدار اور خم دار زلف نما ریشے بیشک دلکش ہیں لیکن آپ باغ میں ہمراہ نہ ہوں تو اکیلے پن میں بنفشہ کے یہ دلکش گیسو اور خمدار زلف عاشق کے حق میں قید و بند کی زنجیریں لگتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا ساتھ نہ ہو تو فطرت کے مناظر میں' جو واقعی دلکش اور زیبا ہیں' عاشق کے لئے کوئی دلکشی نہیں۔ سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست ☆ لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو (غالب)۔ جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ☆ خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں (غالب)۔اے کہ بہشت برین بی تو عذابم عذاب ☆ آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب (خواجہ جبی کشمیری)۔شمع وگل و پروانہ وبلبل ہمہ جمعند ☆ ای دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن ☆ بہار جانفزا بلبل کے نغمے چاندنی راتیں ☆ ہر اک شے آنے والی آگئی کیا تم نہ آؤ گے ☆ میرے پندار کا اب ذکر کیا میں خود جو کہتا ہوں ☆ طبیعت ہجر میں گھبرا گئی کیا تم نہ آؤ گے (ہری چند اختر)۔ ہوا خوش است و چمن سبز و دوستان جمعند ☆ ولی چہ فائدہ جای نگار من خالی است ☆ دلفریبان بناتی ہمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد (حافظؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں چاند آپ کے چہرے کی خوبصورتی کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اگر اپنی خوبصورتی کو وہ دوگنا بھی بڑھا دے۔ چاند خواہ نصف صورت ہلال میں ہو یا اس سے بڑھ کر دوگنا (بدر کامل) بھی ہو جائے وہ آپ کے چہرے کی زیبائی' خوبصورتی' درخشانی اور دل ربائی کی صفات میں آپ کا ہرگز کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔محبوب کے حسن و جمال بالخصوص انکے چہرے کی خوبصورتی کو بیان کیا ہے۔ ماہ من گر برکشد از رخ نقاب خویش را ☆ از خجالت چرخ پوشد آفتاب خویش را (وصال شیرازی)۔من کہ می بینم تفاوت از زمین تا آسمان ☆ چون کنم نسبت بہ روی یار مہر و ماہ را (آذر بیگدلی) تشبیہ کردہ اند بہ ماہت یکی بگیر ☆ از رخ نقاب در فع کن این اشتباہ را (عبرت نائینی)۔ مہ خجل گردید از روی درخشان شما ☆ سوخت خور از حسرت رخسار تابان شما (بانو مہر ارفع جہانبانی)۔در ماہتاب دوش خرامان ہمی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت (امیر خسروؒ)۔ ماہ نو اگر بر رخ خورشید توان دید ☆ آنگاہ توان گفت کہ با روی تو ماند (افسر قاجار)۔

۶۔فرماتے ہیں آپ میرے دل کے درد سے واقف اور آگاہ تو ہیں لیکن دردمند عاشقوں پر آپکو رحم کرنے کی عادت نہیں۔ اسی لئے عشق میں میری حالت زار ہے اور قابل رحم۔آپ توجہ فرماتے تو میں عشق کے درد و غم سے نجات پاتا لیکن آپکو مجھ پر رحم کرنے کا خیال نہیں۔ عشق میں اپنے غم و رنج اور معشوق کی بے نیازی کو بیان کیا ہے بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک ☆ ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟ (غالب)۔ ظلم کر ظلم لطف اگر دریغ آتا ہو ☆ تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں (غالب)۔ چرا از کوی خود راندی چو من آزردہ جانی را ☆ غریبی خاکساری بیکسی بی خانمانی را (مفتون شیرازی)۔ دیدۂ مرحمت بہ ما باز نمی کنی چرا ☆ کار ہمیشہ کردہ

رابازنمی کنی چرا؟ (وصال شیرازی)۔ یکسر موی ترا رحم نیامد بر من ☆ با جودی کہ دل گبر و مسلمان می سوخت ☆ فریاد مرد مان ہمہ از دست دشمن است ☆ فریاد سعدی از دل نامہربان دوست (سعدیؒ)۔ در سنگ خارہ نالہ من رخنہ کرد لیک ☆ سختی نگر کہ در دل جانان اثر نہ کرد (محیط قمی)۔ گرچہ کردیم تحمل بہ جفای تو ولیک ☆ این ہمہ جور و جفا از تو سزاوار نہ بود ☆ آوردہ زیر تیغم و تا خون کند دلم ☆ نی میکشد مرا و نہ آزادمی کند (ملا شانی تکلو)۔

۷۔ فرماتے ہیں مجھے اکیلے رہ کر سینکڑوں مصائب میں مبتلا رہنا پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ میں خود پسند اصحاب کی صحبت میں رہوں۔ (خود پسند = وہ جو صرف اپنے آپکو پسند کرے اور دوسروں کو خاطر میں نہ لائے۔ مغرور۔ گھمنڈی۔ سرکش۔ دوسروں کی رائے کو پسند نہ کرنے والا بلکہ اپنی ہی بات اور رائے کو برتر اور باوقعت سمجھنے والا۔ فقط اپنے ہی اعمال و صفات اور اپنی ہیئت کو دوست رکھنے والا۔ خود سے راضی آدمی)۔ در کوی ما شکستہ دلی میخرند و بس ☆ بازار خود فروشی از آن راہ دیگر است (حافظؒ)۔ گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش ☆ شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش (صائب۔ حکم رکنا۔ مسیح کاشی)۔ مرا از شکستن چنان عار ناید ☆ کہ از دیگران خواستن مومیائی (اقبالؒ)۔ وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں ☆ سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگران کیوں ہو (غالب)۔ بہر یک قطرہ آبی جگرت بشکافند ☆ ای صدف تشنہ بمیر و سوی نیسان منگر (زیب النساء مخفی)۔

غزل (۹۱)

ای شہ تنگ قبایان مہ زرّین کمران.........

۱۔ اے تنگ قبا حسینوں کے بادشاہ! زرّین کمر بند والے نوجوانوں کے چاند!
کجکلاہوں کے سرور! شیرین جوانوں کے خسرو!
۲۔ آشفتہ دل عاشقوں کے بے کینہ سینوں کے مرہم!
صاحب نظر لوگوں کی مایوس آنکھوں کے نور
۳۔ آخر کب تک میں آپکے راستے میں آہیں بھرتے اور اشک فشانی کرتے ہوئے پڑا رہوں
آخر کب تک میں آپکے دروازے پر فریاد کرتے اور کپڑے پھاڑتے ہوئے آؤں
۴۔ اس دور پڑے ہوئے ہجر کے مارے عاشق کی طرف بھی گذر کیجئے جو
عاشقی کے رنج و الم میں خوب سعادت کے ساتھ گذر بسر کر رہا ہے

۵۔ آپ کے خیال کو دل میں رکھ کر صبح میں معذرت کے طور پر کہہ رہا تھا
کہ اے کہ آپ خونین جگر عشاق کی تنہائی کے مونس بن گئے ہیں
۶۔ میں خود کو دوسروں کے عشق میں مشہور کر رہا ہوں
تا کہ بے خبر لوگ آپ کے اور میرے عشق کی بات نہ کریں
۷۔ آپ نے کہا جامی! جب تمہارا دل میرا عاشق ہو گیا ہے تو پھر کیا ڈر
اگر تم ٹال کر دوسروں کے عشق میں ہی مشہور ہو جاؤ گے

توضیحات غزل

ا۔ تنگ قبایان = قبا کو چست پہننے والے حسین۔ زرین کمران = سونے کے کمر بند باندھے ہوئے خوبصورت جوان۔ سرور = سردار۔ آقا۔ مالک۔ بزرگ۔ شیرین پسران = شیرین اطوار و دل پسند حرکات والے جوان لڑکے۔ مولانا جامیؒ کا زمانہ مطلق العنان بادشاہوں کا تھا۔ ان بادشاہوں کے دربار بالخصوص ترک نژاد شہنشاہوں کے دربار شاہانہ عظمت و جلال اور جاہ و حشمت کے ساتھ ساتھ دنیاوی جمال و رعنائی کا بھی نمونہ تھے۔ بادشاہ حسن و جمال ظاہری کے پرستار تھے تا کہ ان کا دربار ہر طرح سے حسن و زیبائی سے معمور دکھائی دے۔ ان کے دربار میں بادشاہ کے حضور میں کام کرنے والے خادم خواہ وہ ساقی تھے یا پیش خدمت غلام تھے یا فراش یا کسی اور ذاتی خدمت یا درباری خدمت پر مامور اکثر و بیشتر نوجوان یا جوان یا نو عمر ہوا کرتے تھے جو ظاہری حسن و جمال کے معیار پر پورے اترتے تھے۔ ان کا انتخاب دور دور علاقوں سے ہوتا تھا اور بردہ فروش تاجر بھی گاہے بادشاہوں کے لئے حسین و جمیل ترین لڑکوں کو شاہی دربار کی خدمت اور بادشاہ کے ذاتی خدام کی حیثیت میں لایا کرتے تھے اور معقول انعام پاتے تھے۔ ان کی تربیت کی جاتی اور جب یہ دربار شاہی میں پیش کئے جانے کے لائق ہو جاتے تب انہیں گران بہا ترین خلعت پہنا کر جو بعض اوقات ہیرے جواہرات یا قیمتی موتیوں سے جڑا ہوتا بادشاہ کے حضور میں یوں پیش کئے جاتے کہ شاہی غلام کی علامتیں ان کے نازک و دلربا بدن اور سرو نما قد و قامت پر عیاں ہوتیں یعنی تنگ قبا کے اوپر سونے کے کمر بند یا جڑاؤ پیٹیاں سونے یا موتیوں کے حاشیے والے کلاہ جو دلکشی و رعنائی کو اور زیادہ نمایاں کرنے کے لئے ان کے سروں پر ٹیڑھی رکھی ہوتی تھیں۔ خوش اطوار و حرکات اور پسندیدہ ملاحت والے یہ نو عمر و نوجوان لڑکے دلوں کو موہ لیتے۔ ظاہر ہے یہ جوان لڑکے اس زمانے کے معیار حسن و جمال کے نمونے تھے اور درباری شعرا یا عام شعرا اس طرح کے ماحول سے بے اثر نہیں رہ سکتے تھے چنانچہ اس عہد کی شعری زبان میں معیار

حسن کے اظہار میں ان ہی تنگ قبا زرین کمر' حلقہ بگوش اور کجکلاہ نو جوانوں کا ذکر کیا جاتا تھا بلکہ معشوق کو ترک بچہ بھی کہا جانے لگا جیسا کہ ہم اکثر فارسی شاعری میں دیکھتے ہیں۔ بھلا مولانا جامیؒ اپنے زمانے کے ماحول سے کیسے الگ رہ سکتے تھے انہوں نے بھی ایسے نو جوانوں کو دیکھا' ان کے حسن مجاز کا مشاہدہ کیا اور تعریف بھی کی لیکن اپنے محبوب کے حسن و جمال کو ان سے برتر پایا' بالاتر دیکھا بلکہ ان کے حسن کو درباری زبان میں غلام اور اپنے معشوق کے حسن و جمال کو ان کے حسن و جمال کا شہنشاہ پایا۔ اسی پس منظر میں فرماتے ہیں محبوب سے مخاطب ہو کر کہ اے تنگ قبا حسینوں کے بادشاہ اے طلائی کمر بند والے نو جوانوں کے چاند! اے کجکلاہ جوانوں کے سردار! پسران شیریں حرکات کے شہنشاہ!

۲۔ اے آشفتہ دل عاشقوں کے صاف و بے کینہ سینوں کے مرہم! اے صاحب نظر لوگوں کی مایوس و غمزدہ آنکھوں کی پتلی (صاحب نظر لوگوں کے نور نظر!)!

۳۔ میں کب تک آہیں بھرتے آنکھوں سے اشک فشانی کرتے ہوئے آپ کے دروازے پر پرخروش فریاد و فغان کے ساتھ کپڑے پھاڑتے ہوئے آیا کروں گا۔

دوسرے شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کو آشفتہ دل عاشقوں کے سینہ ہای بی کینہ کا مرہم کہا ہے۔ یعنی عاشقوں کے دل عشق کی برکت و رحمت کی وجہ سے صاف و بے داغ ہیں کیونکہ عاشقوں کی تمام تر توجہ فقط معشوق کی طرف ہوتی ہے اور اس کے بغیر ان کے دل میں اور کوئی موجود نہیں یا اور کچھ موجود نہیں نہ غم دنیا اور نہ دینوی آلایش یعنی نہ دنیاوی طمع و لالچ یا خواہش و آرزو اور نہ ہی دنیا سے مربوط کدورتیں اور ظلمتیں یعنی حسد' غرور' جھوٹ' فریب' مکاری' دغا' کینہ' مکر' جعلسازی' شہوت و حرص وغیرہ۔ گویا عاشقوں کے دل صفای عشق و محبت سے معمور ہوتے ہیں اور بس۔ اگر ان کے دل میں کوئی جراحت ہے تو وہ ہے فقط جراحت عشق' زخم محبت' داغ ہجران اور درد و رنج و غم عشق جس کا مرہم وصل و دیدار محبوب ہے۔ اسی لئے مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کو اپنے سینۂ صاف و شفاف اور بے کینہ خاطر میں موجود زخم محبت کا مرہم کہا ہے اور صاحب نظر لوگوں کی غم دیدہ آنکھوں کا نور کہہ کے خطاب کیا ہے۔ صاحب نظر وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں بصیرت ہے جن کے دل روشن ہیں۔ مولانا جامیؒ کہتے ہیں کہ ان روشن دل لوگوں کی آنکھیں غمزدہ ہیں کیونکہ ان آنکھوں میں ابھی محبوب کے دیدار کی حسرت باقی ہے جس کی وجہ سے آنکھیں بے نور ہیں اور ان میں ان کے دلوں کی سی روشنی تب ہی آئے گی جب محبوب کے دیدار کا نور ان کی آنکھوں میں اتر جائے گا گویا محبوب اولی الابصار کی آنکھوں کا تارا ہے۔ تو ان صفات سے مالا مال محبوب [جو تنگ قبا والے حسینوں کا بادشاہ ہے' سونے کے کمر بند باندھے جوانون کا چاند ہے' کجکلاہ نو جوانوں کا سردار ہے' شیریں حرکات والے لڑکوں کا شہنشاہ ہے' عاشقوں کے سینۂ صفا کی جراحتوں کا مرہم ہے اور صاحب نظر اصحاب کی غمزدہ آنکھوں کا

نور ہے] سے مولانا جامیؒ مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ آپ کے راستے میں آخر کب تک میں آہیں بھرتا ہوا اور آنکھوں سے آنسو برساتا ہوا پڑا رہوں گا اور کب تک فریاد و فغان کرتے ہوئے اور کپڑے پھاڑتے ہوئے آپ کے دروازے پر آتا رہوں گا۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ نے پہلے دو شعروں کا واسطہ نیز محبوب کو اس کی اعلیٰ تر حیثیت کا احساس دلاتے ہوئے کہا ہے کہ آپ تو حسن و جمال کے شہنشاہ ہیں' حسینوں کے سردار ہیں' خوبان خوش اخلاق کے تاج ہیں' نازنینوں کے بادشاہ ہیں مجھ جیسے ایک غلام کے حق میں آپ کیسے روا رکھتے ہیں کہ روز آپ کے راستے پر اس حالت میں پڑا رہوں کہ آہیں بھروں' درد و رنج کی وجہ سے سسکتا رہوں' آپ کی بے توجہی کے نتیجے میں روتا رہوں اور آپ کے دروازے پر فغان و خروش کرتا ہوا اور کپڑے پھاڑتا ہوا کھڑا رہوں اور گرد و خاک میں ڈولتا رہوں۔ گویا مولانا جامیؒ نے عشق محبوب میں اپنی حالت زار کی نقاشی کی ہے اور ہمیں اس سے آگاہ کیا ہے۔ تپیدن سوختن در خاک وخون غلطیدن و مردن ☆ بحمد اللہ کہ درد عاشقی تدبیر ہا دارد (عالی شیرازی)۔ زدی بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جوابت چیست فردای قیامت دادخواہان را ☆ تن خستہ دل شکستہ نظر بستہ لب خموش ☆ ای عشق کار ما ہمہ بر مدعای تست (نشاط اصفہانی)۔ اشک خونین بہ طبیبان بنمودم گفتند ☆ درد عشق است و جگر سوز دوائی دارد (حافظؒ)۔ در جنون عاشقی مردان عاقل دیدہ اند ☆ حالتی از من کہ صد رحمت بہ مجنون کردہ اند (فروغی بسطامی)۔ عوض اشک زنوک مژہ خون می آید ☆ باخبر باش دل از دیدہ برون می آید (عارف قزوینی)۔ نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم ☆ کہ ہوگا باعث افزایش درد دروں وہ بھی ☆ نہ اتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ ☆ مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موج خون وہ بھی (غالب)۔

۴۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! اس عاشق مہجور کی طرف سے بھی گذر کیجئے اور دیکھ لیجئے کہ عشق کے درد و رنج کو کس خوبی سے سعادت جان کر تحمل کر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے غم و اندوہ عشق کو اپنی خوش بختی اور سعادت جان کر برداشت کر رہا ہوں آپ خود آ کر ملاحظہ اور مشاہدہ فرمائیں۔ اگرچہ یہ بھی محبوب کے دیدار سے مشرف ہو جانے کا اک بہانہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عاشق اسی جذبے اور یقین کے ساتھ عشق کی مشقتوں اور اس کے بے پناہ تکالیف و مصائب کا متحمل ہو جاتا ہے۔ شعر میں کمال مسرت و شادمانی سے عشق کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ☆ بیداد لطیفان ہمہ لطف است و کرامت (حافظؒ)۔ گر جان رود برون نرود مہرت از دلم ☆ از جان خویش دوست ترا ید دوست دارمت (فتح علی شاہ)۔ در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس ☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و ما را دوست بس (اوحدی مراغہ ای)۔ دمی با دوست با خلوت بہ از صد سال در عشرت ☆ من آزادی نمی خواہم کہ با یوسف بہ زندانم (سعدیؒ)۔ در دوستی چو شمع ز جانم دریغ نیست ☆

سرگرم دوستانم وباخویش دشمنم (رہی معیری)۔ حاصل عمر نثار رہ یاری کردم ☆ شادم از زندگی خویش کہ کاری کردم ☆ عشرت پارہ دل زخم تمنا کھانا ☆ لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا ☆ عشرت قتلگہ اہل تمنا مت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب)۔

٦/٥۔ فرماتے ہیں: اے عاشقان خونین جگر کی تنہائی کے مونس میرے محبوب! آج صبح میں آپ کے خیال کو دل میں لاکر آپ سے معذرت پیش کر رہا تھا کہ میں اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ عشق کرنے میں مشہور کر رہا ہوں کہ کہیں بے خبر لوگ آپ اور میرے باہمی عشق کی بات نہ کریں۔ محبوب کو عاشقوں کی تنہائی کا مونس یعنی غمخوار، ہمدم، یار، رفیق اور آرام رسان کہا ہے۔ عاشق ہمیشہ تنہا ہے دنیا سے بھی اور دینوی تعلقات و روابط سے بھی کیونکہ وہ صرف عشق میں منہمک رہتا ہے۔ اس تنہائی میں اس کا رفیق صرف اس کا محبوب ہوتا ہے محبوب کا سراپا، محبوب کا خیال، محبوب کا حسن، محبوب کی لگن، اور محبوب کا تصور۔ تو تنہائی کے اسی تنہا رفیق و یار اور واحد غمخوار و ہمدم سے مخاطب ہو کر مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ کل آپ سے اپنے دل میں میں تصور میں یہ معذرت پیش کر رہا تھا کہ میں نے اب اپنے آپ کو دوسروں سے عشق کرنے میں مشہور کرنا شروع کر دیا ہے تا کہ بے خبر لوگ میرے اور آپ کے درمیان موجود عشق کی شہرت کو ہوا نہ دیں۔ عاشق اپنے عشق کو مخفی رکھنا چاہتا ہے اور اس کی تشہیر کے حق میں نہیں ہوتا۔ اس میں اسے رسوائی کا خوف ہوتا ہے رسوائی یعنی عشق کے فاش اور ظاہر ہونے کا خوف اور عشق کی آگ کو سینے میں دبا کر اور چھپا کر رکھنا بذات خود ایک بڑی اور عظیم آزمائش ہے جو بالآخر راہ عشق میں ایک عبادت ہے۔ اسی لئے مولانا جامیؒ محبوب اور اپنے درمیان عشق کو چھپا کے رکھنے کے خیال سے کہتے ہیں۔ میں معذرت پیش کرتا ہوں یعنی مجھے معاف کیجئے میرے محبوب! میں نے تغافل سے کام لے کر دوسروں سے عشق کرنے کی بات اڑادی ہے کہ بے خبر لوگ آپ کے اور میرے عشق کی بات کی تشہیر نہ کریں اور ہم عشق میں انگشت نمانہ بن جائیں۔ اظہار عشق کا یہ بھی ایک دلچسپ بہانہ ہے کہ محبوب کو جی جان سے چاہنے کی تمنی کو چھپا کر تغافل برتنے کی بات کی گئی ہے اور یہ شدت عشق کا اظہار ہے کہ اس تغافل کے بہانے سے کوئی اور محبوب کو نہ چاہے۔ شعر میں بیک وقت رشک اور تغافل شعاری کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ عشق ومحبت کی شدت کا عنصر بھی شعر پر حاوی ہے۔ یعنی عشق میں اپنی استواری اور وفاداری کا بیان بھی کیا ہے۔ با تو چندان کنم وفا صنما ☆ کہ جہان را وفا بیاموزم (شمس الدین جوینی)۔ شرط عشق است جفا دیدن وتسلیم شدن ☆ مہر ما کم نشود گر تو بہ جور افزائی (وصال شیرازی)۔ عہد ما با تو نہ عقدیست کہ تغیر پذیرد ☆ بوستانی است کہ ہرگز نہ رسد باد خزانش (سعدیؒ)۔ می کند پروانہ ترک جان ومی سوز دروان ☆ تا نہ بیند شمع خود را مجلس آرای کسان (درویش دہلی)۔ نخواہم بگذرد سوی چمن باد از سر کویش ☆ مبادا بوی او گیرد گل وغیری کند

بویش (شرف الدین بافقی)۔ آن قدر رشک دلم راست کہ گر بتوانم ☆ نگذارم کہ خدا ہم گذرد از دل تو (رضائی کاشی)۔
۷۔ فرماتے ہیں محبوب نے جواب دیا: جامی! جب تمہارا دل ہمارا عاشق ہے تو کیا ڈر اگر تم تغافل سے کام لے کر دوسروں کے عشق میں مشہور ہو رہے ہو۔ یعنی یہ جواب بھی جامی خود ہی گویا محبوب کی زبان سے دے رہے ہیں کہ جب تم فقط محبوب کو ہی چاہتے ہو اور اس راز کو فاش نہ کرنے کی اصلیت اور نیت تمہارا مقصد ہے تو کیا ڈر اگر تغافل برت کر تم دوسروں کے عاشق کی حیثیت سے شہرت پا رہے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی بدنامی کو قبول کرتے ہوئے بھی عاشق اپنے محبوب کے ساتھ عشق میں پایداری کا اظہار کر رہا ہے اور اس خیال سے بلکہ یقین سے کر رہا ہے کہ عشق کی اس زندگی میں موت نہیں اور نہ ہی فنا ہونے کا اندیشہ ہے۔ دل در غم عشق تو فدا کردم و جان نیز ☆ ثابت قدمی در رہ عشق تو چو ما نیست (صفائی نراقی)۔ من آن نیم کہ دہم نقد دل بہ ہر شوخی ☆ در خزانہ بہ مہر و نشانہ تست (حافظؒ)۔ من نہ آنم کہ روم پی دلدار دگر ☆ یا بغیر از تو دہم دل بہ نگاری دیگر (فرصت شیرازی)۔ تو بر من مدعی را اگر چہ بگزیدی ز بی مہری ☆ نہ باشم مرد عشق ار دیگری را بر تو بگزینم (عبرت نائینی)۔

غزل (۹۸)

زہی ابرویت قبلہ پاک دینان..........................

۱۔ مرحبا آپ کے ابرو پر جو پاک دین والوں کا قبلہ ہے
نازنینوں کے دل آپ کے ناز و انداز پر خوش ہیں

۲۔ آپ کی کمر کا راز کس قدر مخفی ہے
کہ باریک بین لوگوں کا خیال بھی اس میں کھو گیا!

۳۔ ان سحر آمیز آنکھوں کا کیا کہوں
جن سے سحر آفرین اصحاب کا کلام بھی بند ہوا

۴۔ آپ کا دل حشمت حسن روئے پر خوش ہے
لیکن اندوھگین عاشقوں کے درد و غم کا آپ کو کیا علم

۵۔ راستے پر آپ کے گھوڑے کے نعل کی طرح سجدہ کرتے وقت
مہ جبینوں کے ابرو کا نشان رہ گیا ہے

۶۔ آپ حسن کا ایک انبار ہیں اور آپ پر خوشہ چینوں کی نظریں ہر طرف سے لگی ہیں

۷۔ جامی ہر گلی کوچے میں رسوائے عشق ہو گیا ہے اسی لئے وہ عزلت پسندوں کے گروہ میں چلا گیا

توضیحات غزل

ا۔ مولانا جامیؒ نے محبوب کے ابروؤں' آنکھوں' غمزوں' گیسوؤں' زلفوں اوراس کے چہرے' اس کے حسن اور اسکے قد اور سراپا کی مختلف انداز میں اپنے اشعار میں تعریف کی ہے اور شعری حسن ولذت بیان کو برقرار رکھتے ہوئے مضامین کی تکرار کے باوجود شرح وتوضیح کا مکرر ذکر کرنے سے امکانی حد تک پرہیز کیا ہے اور یہ ان کی زبان پر نہ فقط قدرت ہے بلکہ ان کے شعری قوت کی زبردستی پر بین دلیل بھی۔ جہاں بھی ہم ان کی مدحیہ غزلوں میں محبوب کے سراپا کو ابھی تک دیکھ چکے ہیں ان کے بیان وتوضیح میں کہیں بھی تکرار نہیں۔ اس غزل میں بھی محبوب کے سراپا سے متعلق جن چیزوں کا ذکر کیا ہے ان کی تعریف گذشتہ غزلیات کی تعریفات سے الگ ہے اور یہی شاعرانہ کمال بھی ہے۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے ابروؤں اور اس کے ناز وانداز کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں مرحبا اور آفرین ہے آپ کے ابرو پر جو پاک ومطہر دین اسلام کے مومنوں کا قبلہ ہے۔ نازنینان جہان کے دل آپ کے ناز وانداز کے اطوار کو دیکھ کر کس قدر خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ محراب کے آگے مسجد میں جب دین مطہر کے صاحب ایمان لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ آپ کے ابروؤں کو مدنظر رکھ کر ہی قبلے کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے ہیں۔ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ آپؐ کے ابرو ہیں اور آپ کے ناز وانداز کے طریق اس قدر دل ربا خوش کن اور مرغوب ہیں کہ خود ناز وانداز والے حسینان جہان ان کے مغلوب ہو چکے ہیں اور اپنی شادمانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ مولانا جامیؒ کا مقصد یہ کہنا ہے کہ محبوب کا ابرو عاشقوں کے لئے قبلہ عبادت ہے اور یہی محراب ابرو اللہ تک رسائی کا محراب ہے نیز محبوب کے انداز ہای ناز اس قدر دل ربا ہیں کہ ان کی دلربائی کے آگے خود خوبان عالم نے سپر ڈال دی ہے اور مغلوب انداز دلربائی ہو جانے پر خوش ہیں ۔ قبلہ مانیست جز محراب ابروی شما☆ دولت مانیست الا در سر کوی شما (سلمان ساوجی)۔ غیر روی تو کہ پیوستہ دو ابرو دارد☆ در کجا سورہ یوسف بہ دو بسم اللہ است (درویش دہکی)۔ ہیچ طاقی بہ جہان چون خم ابروی تو نیست☆ رو بہ محراب کہ دارد کہ دلش سوی تو نیست (متقی اصفہانی)۔ بہ نیم غمزہ ادا کر حق ودیعت ناز☆ نیام پردۂ زخم جگر سے خنجر کھینچ (غالب)۔ اسد بسمل ہے کس انداز کا؟

قاتل سے کہتا تھا☆ تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر (غالب)۔ ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند☆ ہے تیر مقرر مگر ہے اس کی کمان اور (غالب)۔ اے تراغمزہ یک قلم انگیز☆ اے تراظلم سر بہ سرانداز☆ تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو☆ ریزش سجدہ جبین نیاز (غالب)۔ دشنہ غمزہ جان ستان ناوک ناز بے پناہ☆ تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں (غالب)۔

۲۔ باریک بینان = گہری نظر سے دیکھنے والے۔ نہایت غور وخوض کرنے والے۔ باریکیوں کو دیکھنے والے۔ نزاکتوں کا دقت سے مشاہدہ کرنے والے۔ عاشق کے دل ودماغ میں اور ذہن وخیال میں اپنے محبوب کے حسن کی نزاکتوں کو کمال کے مراتب پر ہونے کا یقین ہوتا ہے اور ان نزاکتوں کو اپنے قوت خیال سے لحہ بہ لحہ حسین تر بنانے یا پیش کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ کمر کی نزاکت اس کے نازک اور پتلے ہونے کی صورت میں ہے شاعروں نے اسے ایک نازک بال تک سکیڑ دیا ہے جیسے ہمارے کشمیر کے مشہور فارسی شاعر ملا محمد طاہر غنی نے محبوب کی کمر کو کمہار کے اس تقریباً غیر مرئی اور باریک بال سے مشابہ کیا ہے جس سے وہ چرخی پر سے برتن کو کاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔ موی میان تو شدہ کرالہ پن☆ کرد جدا کاسۂ سر ہا زتن (غنی کشمیری)۔ [کرالہ پن = کشمیری لفظ ہے یعنی کمہار کا دھاگا]۔ مولانا جامی محبوب کی کمر کو ایک ایسا راز مخفی یعنی چھپا ہوا بھید کہتے ہیں جس کی تلاش میں یعنی جس کو عیاں کرنے میں انتہائی غور وخوض کرنے والے اور دقیق نظر اشخاص بھی گم ہو گئے۔ اتنی نازک ہے یہ کمر کہ نازک بین لوگوں کو نظر ہی نہیں آتی گویا کہ ہے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی کمر بے حد نازک ہے اور اتنی کہ نظر ہی نہیں آتی بچد بہ سر خامہ اش از تاب کمر مو☆ مشکل کہ مصور کشد آن موی میان را (مہری ہراتی)۔ زفکر چون بمیان تو رہ توان بردن؟ ☆ کہ راہ فکر بہ باریکی میان تو نیست (صائب)۔ در وصف میانت سخن موی نگنجد☆ صد نکتہ باریکتر از موی میان است (زرگر اصفہانی)۔ طرفہ آن است کہ گہ گہ کمری می بندد☆ ورنہ معلوم نگشتی کہ میانی دارد (سعدیؒ)۔ تار موئیست میان تو ومضمون بسیار☆ کمرت معنی بکری است کہ بستن دارد (علوی)۔ ہر عضو تنت سادہ تر از عضو دگر بود☆ موئی کہ بر اندام تو دیدیم کمر بود (طالب آملی)۔ فکر آن موی میان نہ گذاشت درمن زندگی☆ درد پنہانی بود از درد ہا جان کاہ تر (صائب)۔

۳۔ فسون = جادو منتر۔ فریب۔ مکر۔ تزویر۔ سحر۔ وہ الفاظ جو جادوگر جادو کیلئے زبان پر لاتا ہے۔ نطق = کلام۔ بامفہوم کلام زبان پر لانا۔ تقریر کرنا۔ سخن گوئی۔ بولنا۔ بات کرنا۔ گویائی۔ خطبہ۔ سحر آفرین = جادو بیان۔ جادو کا سا اثر رکھنے والے فصیح الکلام لوگ۔ بڑی فصاحت وبلاغت والے لوگ۔ فرماتے ہیں میں محبوب کی جادو آمیز اور سحر سے معمور مست آنکھوں کا کیا کہوں جب کہ سحر بیان اور جادو کلام اصحاب کی زبان بھی انہیں دیکھ کر بند ہو گئی ہے۔

محبوب کی دلکش اور مسحور کن آنکھوں کا ذکر کیا ہے کہ خود جادو کلام کرنے والے لوگ بھی ان آنکھوں کی تعریف کرنے سے عاجز اور قاصر ہیں۔ فدای چشم سیاہت شوم کہ در محشر ☆ خدا شود متحیر کا فریدۂ کیست ☆ ز چشم شوخ تو ملک صبر زیروزبر ☆ بہ یک نگاہ کسی کشوری بہم نزداست (صائب)۔ می بری دل زکف شیر شکاران جہان ☆ شیر را حوصلہ چشم جگرداری تو نیست (صائب)۔ یا معجزہ یا سحرمی دانم چیست ☆ در بردن دل قوی تر از چشم تو نیست (محسن شمس ملک آرا)۔ از چشم خود بپرس کہ مارا کہ می کشد ☆ جانا گناہ طالع جرم ستارہ نیست (حافظؒ) ☆ قلم و دوات و کاغذ ہمہ جمع کردہ نرگس ☆ کہ بہ وصف چشم خوبان ورقی سیاہ سازد (غنی کشمیری)۔ از شرم نرگس تو غزالان شوخ چشم ☆ خود را بہ زیر خیمہ لیلیٰ کشیدہ اند (صائب)۔ در حیرتم کہ از چہ خم واز کدام می ☆ پیمانہ نگاہ تو سرشاری شود (صائب)۔ ہر کس کہ بدید چشم او گفت ☆ کو محتسبی کہ مست گیرد (حافظؒ)۔

۵۔ حشمت = دبدبہ۔ بزرگی۔ عظمت۔ شان و شوکت۔ جاہ و جلال۔ شکوہ۔ حیا۔ شرم۔ غصہ (صحیح تلفظ حِشمت یعنی ح کے نیچے زیر ہے۔ ح کے اوپر زبر والے حَشمت کے معنی ہیں مطیع اور فرمان بردار لوگ)۔ اندوھگین = غمزدہ۔ غمناک۔ دردمند۔ رنجدیدہ۔ غمگین۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! حشمتِ خوبروئی اور جاہ و جلال حسن جو آپ میں ہے اس پر آپ خوش ہیں یعنی آپ کا دل دولت حسن سے مالا مال ہے اور اس دولت و حشمت سے آپ کا دل ہمیشہ خوشی سے معمور ہے لیکن ہم جو آپ کے دردمند و غمگین دل والے عشاق ہیں آپ کو بھلا ہمارے درد و غم کی کیا فکر؟ آپ کو کہاں معلوم کہ آپ کے اس حسن نے ہمیں کس قدر دردمند و غمگین کر کے رکھ دیا ہے اے کاش ہم حسرت زدہ چاہنے والوں کو آپکے حسن کے دیدار کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔ اسی حسرت و آرزو میں ہم ہمیشہ غرق درد و اندوہ رہتے ہیں۔ شوکت نخرد عشق کہ آخر چو غلامان ☆ بنشست زلیخا بہ سر راہ غلامی (ہدایت طبرستانی) ☆۔ فارغ ز درد عشق چہ لذت برد ز عمر ☆ عمر آن بود کہ باغم جانان بسر بری (سعدیؒ)۔ در راہ عشق فرق غنی و فقیر نیست ☆ ای پادشاہ حسن سخن با گدا بگو (حافظؒ)۔ کسی عاشق بود کز آتش سوزان نہ پرہیزد ☆ براہ عشق نتوان بودن از پروانہ ای کمتر (مانی شیرازی)۔ قدم دشت محبت میں نہ رکھ میر ☆ کہ سر جاتا ہے گام اولین پر (میر تقی میر)۔ جراحت تحفہ، الماس ارمغان، داغ جگر ہدیہ ☆ مبارکباد اسد غمخوارِ جان دردمند آیا (غالب)۔ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہای گل ☆ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا (غالب)۔

۵۔ سمند = گھوڑا۔ زردی مائل رنگ کا گھوڑا۔ گھوڑے کا زردی مائل رنگ۔ فرماتے ہیں آپ کے گھوڑے کا نعل جیسا نشان مہ جبینان عالم کی جبینوں پر آپ کے سوار ہونے کی راہ میں سجدے کرنے کے نتیجے میں نقش ہو کر رہ گیا ہے۔ حسینان جہان جن کی پیشانیاں چاند کی مانند روشن اور درخشان ہیں وہ آپ کے سوار ہونے کی راہ میں

جب آپ کے جبین وابرو اور چہرہ درخشان وروشن کا مشاہدہ کررہے تھے فرط حیرت میں سجدہ ریز ہوئے اور آپ کی راہوں میں کثرت سجدہ سے اب آپ کے گھوڑے کی سم کی طرح ان کی پیشانیوں پر نشان بھی واضح ہے اور وہ ہے ان کے ابرو جو دراصل آپ کے گھوڑے کی سم کا نشان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ابرو خوبان عالم کے ابروؤں پر حسن ودلکشی میں غالب ہیں جن کا کوئی جواب نہیں ۔جز دو ابروی تو بر چہرہ کہ سحری است حلال ☆ کس ندیدونہ شنید ست بہ یک مہ دو ہلال (ذوقی اصفہانی)۔ ماہ نو جلوہ اگر کردہ تو ابرو بنما ☆ می توان داد بہ شمشیر جواب شمشیر ☆ دیوان حسن زیروزبر شد کہ تا ازآن ☆ بیت بلند ابروی او انتخاب شد (علی نقی کمرہ ای)۔ بہ ہمہ کس بنمودم خم ابروی تورا ☆ ماہ نو ہر کہ ببیند بہ ہمہ بنماید (سعدی)۔ خوش نویسان رانیاید در قلم ☆ ہیچ نونی بہتر از ابروی دوست ☆ دل زگیسوی تو ببرید بہ ابرو پیوست ☆ کار زنجیری عشق تو بہ شمشیر افتاد (فروغی بسطامی)۔

۶۔خرمن = ڈھیر۔ انبار۔ کھلیان۔ غلہ کا تودہ جس سے بھوسہ الگ نہ کیا گیا ہو۔ چاند کا ہالہ۔ بڑا بوجھ (خر یعنی بڑا اور من یعنی بوجھ = بڑا بوجھ)۔ خوشہ چین = فیض حاصل کرنے والا۔ کھیت کٹنے کے بعد گرے ہوئے خوشے اٹھانے والا۔ وہ شخص جو ہر جگہ سے اپنے لئے مادی یا روحانی فیض حاصل کرے۔ فرماتے ہیں آپ حسن کا انبار ہیں اور آپ کے ہر طرف خوشہ چینوں کی قطاریں لگی ہیں اور آپ کے حسن سے سرشار اور فیض یاب ہونے کیلئے آپ کے حسن جہان آرا پر نظریں گاڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے حسن کے انبار کو دیکھنے والوں اور بیشمار چاہنے والوں کی بھلا کیا کمی ہے سب ان کو عزیز رکھتے ہیں اور ان کے حسن وجمال کی برکتوں اور سعادتوں سے فیض پانا چاہتے ہیں ۔تماشا کر اے محو آئینہ داری ☆ تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں (غالب)۔ حسنت بہ اتفاق ملاحت جہان گرفت ☆ آری بہ اتفاق جہان می توان گرفت (حافظؒ)۔ تو قدر خویش ندانی ز دردمندان پرس ☆ کز اشتیاق جمالت چہ اشک میبارند (سعدیؒ)۔ امروز یقین شد کہ تو محبوب خدائی ☆ کز عالم غیب این ھمہ دل با تو روان کرد (سعدیؒ)۔ از حسرت جمال تو بر چشم عاشقان ☆ چندان نظر نماند کہ بر دیگری کنند (اوحدی مراغئی)۔ خرمن حسن ترا روزی کہ می کردند جمع ☆ آفتاب از دامن یک خوشہ چین افتادہ بود (مجتہد اصفہانی)۔ رخ بہ پیران وجوانان بنما تا گسلند ☆ پدران از پسران وپسران از پدران (دامی اصفہانی)۔ تو از ہر در کہ باز آئی بدین خوبی وزیبائی ☆ دری باشد کہ از رحمت بروی خلق بگشائی (سعدیؒ)۔

۷۔فرماتے ہیں میرے محبوب! اب تو حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ میں جامی ہر کوچے اور ہر گلی میں رسوائے عشق ہو گیا ہوں اسی لئے اب میں نے گوشہ نشینوں میں شامل ہو کر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جامی ایک عاشق کی شہرت پانے کی خاصیت سے گریز کرنا چاہتے ہیں بلکہ تنہائی میں ہی زندگی بسر کرنے کے خواہش

مند ہیں۔شہرت سے گریز یعنی امکانی ریاکاری اور نمود و نمائش سے گریز کے معنی میں ہے اس لئے عاشقان صادق جن میں مولانا جامیؒ بھی سرفہرست ہیں اس سے گریز کرتے ہیں اور ایسی تنہائی میں رہنا چاہتے ہیں جس سے ان کے نہ فقط اسرار عشق محبوب کے ساتھ مخفی رہیں بلکہ وہ خود بھی لوگوں کی نظروں سے دور رہیں۔

غزل(۹۲)

ای بہ رخت ہر نفس مہر دل ما فزون.........

۱۔ اے کہ آپ کے چہرے کے ساتھ ہماری محبت ہر لمحہ بڑھتی ہی جاتی ہے
آپ کا چہرہ شمس الضحیٰ ہے اور ہم اسی کے عبادت گذار ہیں
۲۔ آپ کے ابرو اور آپ کا خوش کر دینے والا قد نون اور قلم کی صورتیں ہیں
آپ کے دلکش خط کا نقش ' وما یسطرون کے معنی ہیں
۳۔ قلم ایجاد کو آپ کے قد کے الف کی طرح
کاف و نون کے اوراق پر ایک بھی حرف لکھنا پسند نہ آیا
۴۔ حرکت اور سکون کو کسی نے یکجا نہیں دیکھا ' اسی لئے
آپ کی خوش کن حرکتوں سے میرے دل کا سکون چلا گیا
۵۔ کوہکن نے اپنی ہنرمندی سے پتھروں سے بیستون بنایا
اے محبوب سنگ دل ! میں کوہ بلا کا ستون بن گیا ہوں
۶۔ آپ کے دروازے سے دور بے حاصل عاشقوں کا حاصل کیا ہے
ایک جان سینکڑوں درد لئے ہوئے' اور آنکھ سینکڑوں قطرہ ہای خون بہانے والی !
۷۔ موتی صدف سے دور ہوا اور ہیرا کان سے جدا
لیکن جامی کے دل سے آپ کے لعل لب کی حسرت نہ گئی

توضیحات غزل

۱۔شمس الضحیٰ = صبح کا سورج۔دن چڑھنے کے وقت کا سورج۔وجھک = آپ کا چہرہ۔تمہارا منہ۔نحن = ہم۔ لہ = اس کے۔اسکے لئے۔عابدون = عابد کی جمع یعنی عبادت کرنے والے۔عبادت گذار لوگ۔فرماتے ہیں لحظہ بہ

لحظہ اے میرے محبوب آپ کے چہرے کی محبت مجھ میں بڑھتی ہی جاتی ہے۔ آپ کا روی نازنین صبح کا سورج ہے اور ہم اسکے عبادت گذار۔ مولانا جامیؒ جیسا کہ انکی مدحیہ ونعتیہ غزلوں یا قصائد سے معلوم ہو جاتا ہے رسول اکرمؐ کے عشق میں نہ فقط شدت کے ساتھ گرفتار تھے بلکہ عشق رسولؐ میں محویت یعنی فنا کے درجے پر تھے اور اس طرح سے تو بہ ہر حال ہر گرد و پیش میں اور زیر و زبر میں نور محمدیؐ کا مشاہدہ ان کا معمول تھا اور یہی صاحب نورؐ ان کے اوّلین آخری محبوب تھے جو ان کے رگ و ریشے میں رچ بس گئے تھے اور یہ عشق اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ رسول اکرمؐ کا حسن و جمال ہی ان کا معبود بن گیا تھا اور انکی چاہت عبادت بن چکی تھی۔ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اے رسول خداؐ ! میری جو آپ سے محبت ہے' عشق ہے' اس میں ہر لحہ اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ آپ کے حسن و جمال والے چہرہ اقدسؐ سے میری محبت بڑھتی جاتی ہے۔ دراصل آپ کا چہرہ صبح کے سورج کی طرح روشن اور درخشان ہے اور میں اس روی منورؐ میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ میں اسی کی بندگی اور اسی کی عبادت کرنے لگا ہوں۔ عبادت یا عبادت گذار ہونے سے دراصل مولانا جامیؒ کا مطلب عشق کی انتہا ظاہر کرنے سے ہے اور چاہت کی شدت آرزو! ویسے فنافی الرسولؐ کے درجے پر عاشق رسولؐ پر کیا کیفیت ومحویت طاری ہو جاتی ہے اور وہ کن اسرار نبوت ورسالت سے واقف اور عشق رسولؐ کی بے پناہ مملکت کے کیا کیا راز اس پر القاء ہوتے ہیں یہ عاشق رسولؐ ہی جانتا ہے۔ البتہ اس زیر بحث شعر میں ہمارے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ مولانا جامیؒ نے یہ کہہ کر کہ آپؐ کا چہرہ شمس الضحیٰ ہے رسول اکرمؐ کے روی منور کو روبرو دیکھا ہے اور پھر کہا ہے کہ میں اس کا عبادت گذار ہوں یعنی واقعی یہ چہرہ انورؐ ایسا ہے کہ اس کی عبادت لازمی ہے کیونکہ یہ روی نازنینؐ لائق عبادت ہے۔ عاشقان رسولؐ کا دیدار رسولؐ کرنا کوئی تعجب آمیز دعویٰ نہیں ایک حقیقت ہے۔ یہاں پر میں صرف ایک اور مثال بیان کرتا ہوں۔ سائل کشمیری ایک عاشق صادق رسولؐ ہے جس کی یہ غزل جو بہت مشہور ہے اس کے دیدار رسولؐ کرنے کی ایک بین دلیل ہے۔ اس غزل میں سائل نے رسول اکرمؐ کو ایک رات روبرو دیکھا اور اپنی آنکھوں سے ان کا سراپا مشاہدہ کیا اور پھر یہ غزل لکھی ۔

بحمد اللہ! وُچھم دیدار اِمشب ☆ مہ از دیدو وُچھم سرکارؐ اِمشب ☆ زلف تر اُوتھ چھُ باگراُوتھ ☆ خریدار کوچہ و بازار اِمشب ☆ وُچھم ہژدہ ہزار عالم گرفتار ☆ بہ یک دل بردِ آن یار اِمشب ☆ ملک توشن فلک روشن گہتی اکر ☆ شگوفہ جھنگہر گلزار امشب ☆ جہان روشن وُچھم کوٗرمُت جمالن ☆ کمالن تمہ ہندی یکبار اِمشب ☆ وُچھم لولاک تس بر دوش روشن ☆ وُچھم فردوس کیٗ دیدار اِمشب ☆ گرکن دریای رحمت باغ وصلن ☆ دوٗتھن کم نورِ کی فوار اِمشب ☆ قصورن منز وُچھم حوٗرن بہ کری ☆ بہتھ هاوان پنن دیدار اِمشب ☆ چھو کہ لد عاشقن موکھ دو رِہاوان ☆ نکھ سایل چھُ در دیدار اِمشب۔ یہ غزل میں نے پوری نقل نہیں کی لیکن یہ دکھانے کیلئے کافی ہے کہ.. سچے عاشقان رسولؐ کو وفنا

فوقتاً دیدارِ رسولؐ کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

۲۔نون والقلم و مایسطر ون = قرآن مجید سورہ ۶۸ آیت اول یعنی ن قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں مولانا جامیؒ نے رسول اکرمؐ کے ابرو کو صورت کے لحاظ سے ن اور قد کو قلم سے اور خط روی دلربا کو و مایسطر ون سے تشبیہ دی ہے یعنی تحریر سے۔ان تینوں صفات عالیہ کو مولانا جامیؒ نے اللہ تعالیٰ کے کلام مبارک سے جاری ہوئے قرآن پاک میں آئے ہوئے نون، قلم اور تحریر کی حقیقت بتایا ہے اور اپنے عشق و محبت کے اظہار میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں ن کا جوذکر ہے وہ دراصل صورت کے لحاظ سے ابروی رسول کریمؐ ہے۔قرآن مجید میں قلم کا جوذکر ہے وہ صورت ظاہری یعنی راست اور سیدھا ہونے کی صورت میں دراصل قد دلجوی رسول اکرمؐ ہے اور روی انورؐ پر جو سبزہ خط کے نقوش ہیں وہ اصل میں و مایسطر ون کے معنی ہیں یعنی تحریر۔گویا پاکی صفات ابرو و قد و سبزہ خط کو آیات قرآنی سے مشابہ کیا ہے جس سے برتر اور کوئی تشبیہ نہیں ۔ بالای تو سرولب جوبار مدثر ☆ محراب دو ابروی تو قوسین او ادنیٰ (غیاثی) ۔ قدس چھی رتبہ یے عالی قبا لولاک چی نالی ☆ لعمرک ذاتہٖ سہز ڈالی مکلل یارسول اللہؐ (حقانی کشمیری) ۔ابروی زرد نقص جمالش نمی شود ☆ سرسورہ کلام خدا اکثرش طلاست (فریدون حسین میرزا/ صلابت خان) ۔خوشنویسان را نباید در قلم ☆ ہیچ نونی بہتر از ابروی دوست۔

۳۔خامہ ابداع = ایجاد و اختراع کا قلم ۔تخلیق کائنات کا قلم ۔ابداع = لانا۔ نکالنا۔ نئی چیز نکالنا۔نئی چیز پیدا کرنا۔عدم سے کوئی چیز وجود میں لانا۔نیاشعر۔ نئے طرز میں شعر کہنا۔کاف ونون = یعنی کن (ک+ن= کن) جو اللہ تعالیٰ کی کائنات کی طرف اشارہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت جب کہ مخلوقات نہیں تھی تمام کائنات کو کن فرمانے سے پیدا کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کن یعنی ہوجا تو فیکن یعنی اسی وقت فوراً ہوا۔اسی عمل کو کن یا کاف و نون یا کن فیکن یا کن فیکون یا کن فکان کہتے ہیں۔اس شعر میں مولانا جامیؒ نے کاف ونون یعنی کائنات کو ایک کتاب یا کتاب کے اوراق کہا ہے جس پر تخلیق کے قلم نے عمل تخلیق کے وقت محبوب کے الف جیسے راست قد کے علاوہ اور کچھ لکھنا پسند نہیں کیا۔یعنی چونکہ لولاک اور موجودات کائنات کا منتہای مقصد رسول اکرمؐ کی ذات مقدس تھی اس لئے جب قلم تقدیر یا قلم ایجاد و اختراع نے تخلیق کی اشیاء کو لکھا تو پہلی تخلیق رسول اکرمؐ کی ذات اقدس تھی ان کا قدِ راست تھا۔یہ حرف اور یہ تخلیق اتنی پیاری تخلیق تھی کہ قلم نے اس کے بعد کتاب آفرینش میں اور کچھ لکھنا پسند نہ کیا۔مطلب یہ کہ کائنات کی آفرینش اور موجودات کا حقیقی مقصد نبی اکرمؐ کی ذات مقدس ہے اس لئے ان کی ذات اطہرؐ سے عشق بھی آدمی کا اولین اور آخرین مقصد ہونا چاہئے۔ نبی اکرمؐ کا قد دلجو یعنی ذات اقدس اتنی پیاری ذات ہے یا ان کا قدِ رعنا اس قدر خوش کن اور مسرت افزا ہے کہ کائنات میں اور کسی چیز کی طرف دیکھنے کو جی نہیں

کرتا کیونکہ کائنات میں رسول اکرمؐ کی ذات اطہرؐ اور قد و سراپای دلکش کے بغیر رکھا ہی کیا ہے۔ چہ حالت است ندانم جمال سلمیٰ را ☆ کہ بیش دیدنش افزون کند تمنی را ☆ ببست دیدہ مجنون زخویش و بیگانہ ☆ چہ آشنا نگہی بود چشم لیلیٰ را (مظہری کشمیری)۔ گر تو بہ محشر این چنین روی گشادہ بگذری ☆ روز جزا کہ میکند گوش بہ داد خواہیم (احمد میرک صالحی)۔ قد ترا بہ سرو و صنوبر مثل زنند ☆ کوتاہی نظر نگر و اشتباہ را (فرات یزدی)۔ مرغ اگر بہ قدت ہمسری نماید سرو ☆ از آنکہ عقل نہ باشد بلند بالا را (مخزن کرمانشاہی)۔ با قامت او ہر کہ بہ سرو است نظر باز ☆ چون فاختہ سر حلقہ کوتہ نظران است (صائب)۔ سرو سہی کہ خاست بطرف چمن زناز ☆ چون دید شکل قد تو را برزمین نشت (شاہی سبزواری)۔ ہر چہ از آن بالاتر استاد ازل خلقت نہ کرد ☆ برتر و بالاتر از آن قامت و بالای تست (وثوق الدولہ)۔ نازنین تر زقدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظؒ)۔

۴۔ فرماتے ہیں چونکہ فطرتاً حرکت اور سکون باہم جمع نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے خوش حرکات سے میرا سکون قلب چلا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی ادائیں اس کے ناز و انداز اور اسکے خوش اطوار حرکات اس قدر دل ربا دلکش اور بے چین و مضطرب کرنے والی ہیں کہ عاشق ان اداؤں پر بیتابانہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور اس کا دل بے آرامی اور بے سکونی اور اضطراب و بے قراری کے دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ضمناً مولانا نے سکون اور حرکت سے غریب و پر معانی کی تخلیق کی ہے جو ان کی شعری فنکاری کی دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کے اطوار و حرکات اس قدر دل خوش کن ہیں کہ عاشق کا قرار لٹ جاتا ہے۔ یاران خدای را بہ سوی او گذر کنید ☆ باشد کش این خیال ز خاطر بدر کنید ☆ در مازدہ است آتش و برعزم رفتن است ☆ چون آہ ما زبان خود آتش اثر کنید ☆ آتش زبان شوید و بگوئید حال ما ☆ ہنگام گفتن حال ما دیدہ تر کنید (وحشی بافقی)۔ نرگس غمزہ زنش این ہمہ بیمار نداشت ☆ سنبل پر شکنش ہیچ گرفتار نداشت ☆ این ہمہ مشتری و گرمی بازار نداشت ☆ یوسفی بود ولی ہیچ خریدار نداشت ☆ اول آن کس کہ خریدار شدش من بودم ☆ باعث گرمی بازار شدش من بودم ☆ روزگاریست کہ حیرانم و تدبیری نیست ☆ ہمچو زلف او پریشانم و تدبیری نیست ☆ از جفای تو ہراسانم و تدبیری نیست ☆ از غمت سربگریبانم و تدبیری نیست ☆ خون دل رفتہ بدامانم و تدبیری نیست ☆ چہ توان کرد پشیمانم و تدبیری نیست ☆ شرح درماندگی خود بہ کہ تقریر کنم ☆ عاجزم چارہ من چیست چہ تدبیر کنم (وحشی بافقی)۔ شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات ☆ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری (امیر خسروؒ)۔

۵۔ کوہ کن = خسرو پرویز پادشاہ ایران کی بیوی شیرین کا عاشق جس نے شیرین کو پانے کیلئے رکھی گئی شرط یعنی بیستون پہاڑ کو کاٹ کر اس کے پار سے ندی کو اس طرف لانے کی شرط پوری کی تھی اور اسی بنا پر اس عاشق دل باختہ

فرہاد کا لقب کوہ کن (پہاڑ کاٹنے والا۔ پہاڑ کھودنے والا) ہوا۔ فرماتے ہیں فرہاد کوہ کن نے تو اپنے فن سے (بقول مولانا جامیؒ) پتھروں سے بیستوں بناڈالا یعنی پتھروں کو کاٹ کر اس نے بیستون کا نقش قائم رکھا۔ میں تو عشق محبوب میں خود مصائب کا ایک ستون بن چکا ہوں۔ ایک روایت یہ ہے کہ فرہاد (جو پیشے سے ماہر سنگ تراش تھا) نے جوئے شیر یا جوی آب لانے کے بعد بھی جب اپنی معشوقہ شیرین کو حاصل نہیں کیا تو اس نے بیستون پہاڑ کے پتھروں پر شیرین کی تصویریں کندہ کیں اور اس طرح سے اس نے اپنے فن کو کام میں لا کر اور بیستون کے پتھروں کو استعمال میں لا کر اپنی مصیبتوں کو ہلکا کر دیا۔ میں تو محبوب کے عشق میں مصائب کے پہاڑ کا ستون بن چکا ہوں میں تو پتھر کا نہیں بنا ہوں کیونکر اس پہاڑ کو برداشت کروں اور فرہاد کی طرح کیسے اپنے مصائب کا حل ڈھونڈ نکالوں مجبور ہوں اس لئے اس پہاڑ کے بوجھ کو سہہ کر جی رہا ہوں۔ من اول روز دانستم کہ با شیرین در افتادم ☆ کہ چون فرہاد باید شست دست از جان شیرینم (سعدیؒ)۔ درد عشق تو بہ تدبیر مداوا نہ شود ☆ من درین واقعہ بیچارہ تر از تدبیرم (دہقان اصفہانی)۔ نہ قوت بازوئی تا با تو زنم پنجہ ☆ نہ طاقت و نیروئی تا دل ز تو برگیرم (ذوقی اصفہانی)۔ منصور دار عشقم و دانم کہ عاقبت ☆ بر پای داری کشد این پایداریم (مظہر تبریزی)۔ دلم را در غمت کردم ز ہر ویرانہ ویران تر ☆ چو دیدم دوست میدارد دلت دل ہای ویران را (خرم اصفہانی)۔ آتش یک شہر در من است و نسوزم ☆ عشق از نیہا فزون بود بہ کرامت (وصال شیرازی)۔ نالیدن بلبل ز نو آموزی عشق است ☆ ہرگز نہ شنیدیم ز پروانہ صدائی ☆ در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای ☆ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش (عرفیؒ)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے دروازے سے الگ (دور) رہ کر بے حاصل و بے نتیجہ لوگوں (عاشقوں) کو کیا ملا ہے سوائے ایک جان کے جو سینکڑوں درد و رنج کی حامل ہے' اور آنکھ جو سینکڑوں انتہائی خون رویا کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو عاشق آپ کی دوری اور ہجر و جدائی میں پڑے ہیں وہ سینکڑوں درد و غم اور رنج الم میں مبتلا ہو کر خون کے آنسو روتے ہیں ۔ جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ☆ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں (غالب)۔ غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو ☆ مجھے دماغ نہیں خندہ ہای بے جا کا (غالب)۔ میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں ☆ وہ ستم گر میرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا (غالب)۔ شب ہجر است و دارم بر فلک دست دعا امشب ☆ بغیر از مرگ حیرانم چہ خواہم از خدا امشب (ہاتف اصفہانی)۔ شب فراق و تنم زار و جان بلب ای مرگ ☆ نہ دانم این ہمہ از بہر چیست تا خیرت (مجمر اصفہانی)۔ فراقت بہ جانم چو آرد شبیخون ☆ شبی آیم از دیدہ آید شبی خون (ہدایت طبرستانی)۔ من ماندم و ہجر و اشک و شبہای دراز ☆ با درد و غم و رنج صبوری دمساز ☆ بی یار بمرگ راضیم آنہم نیست ☆ این بخت من است کز اجل بینم ناز (محسن ملک آرا)۔

۷۔فرماتے ہیں صدف سے موتی دور ہوا اور کان سے ہیرا لیکن جامی کے دل سے اے میرے محبوب آپکے لعل لب کی حسرت دور نہ ہو سکی۔ مطلب یہ ہے کہ موتی صدف سے جدا ہوا اور لعل و جواہر کان سے جدا ہوئے تو ہوئے۔ میں جامی ہوں اور آپکا عاشق اگر چہ آپکی ذات مقدس اور آپکے حسن و جمال سے معمور تن اطہر سے دور ہوں لیکن سرخ لعل جیسے آپ کے دلکش ہونٹوں کو کیسے بھول سکتا ہوں یہ وہ لعل نہیں جنہیں میں بھول سکوں ان کی حسرت کو دل میں لئے بیٹھ کر آپ کو یاد کیا کرتا ہوں۔ قدر یاقوت لب او را کہ میداند کہ چیست ☆ جوہری قیمت نہ داند گوہر نادیدہ را (صائب)۔ در ہوای لب یاقوت فروغ تو سہیل ☆ اشک گرمی است کہ از خاک یمن آمدہ است (صائب)۔ بہ ہوای لب لعل تو صنم زاہد شہر ☆ توبہ بشکستہ و در میکدہ ساغر زدہ است (ہمای شیرازی)۔ یاقوت ز لعل لب شرین سخن تو ☆ چون چہرہ خجلت زدہ ہر لحظہ بہ رنگیست (صائب)۔ گوہری چون لب لعل تو نیارد بیرون ☆ تیغ خورشید اگر خون بدخشان ریزد (شکوہی ہمدانی)۔ حدیث لعل تو می رفت در حدود یمن ☆ عقیق را ز حیا سرخ گشت پیشانی (نجیب الدین جرفادقانی)۔ چو ذکر لعل لبت می کند خرد گوید ☆ حدیث یا شکر است این کہ در دہان داری (حافظؒ)۔

غزل (۹۹)

بیا ای اہل دل را قرت العین.........................

۱۔ آجایئے اے اہل دل کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک!
آپ کے ابروؤں کی کمان قاب قوسین!
۲۔ بال اور آپ کی کمر کے بال کے درمیان
عقل کو ایک بال برابر بھی فرق نظر نہیں آتا
۳۔آپ کے ہونٹوں سے میں نے کہا کہ میرا دل کہاں ہے اے میری جان ؟
آپ کے دہان نے پوشیدہ طور پر کہا کہیں بھی نہیں
۴۔ میکدے سے میں نے ایک سبو قرض پر لیا
یہ قرض میری گردن پر ہمیشہ قائم رہے!
۵۔ اگر آپ جامی سے سر چاہتے ہیں اور آنکھیں بھی
تو آپ کا حکم سر آنکھوں پر !

توضیحات غزل

۱۔اہل دل= صاحبِ دل لوگ۔ عارف لوگ۔ عشاق صادق۔قرّت العین = آنکھوں کی ٹھنڈک۔اصل میں یہ اصطلاح ایک حدیث نبویؐ سے ماخوذ ہے۔رسول اکرمؐ نے فرمایا: قرۃ العینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔اس کے معنی فرزند اور نور دیدہ کے بھی ہیں۔قاب قوسین= دو کمانوں کا فاصلہ۔دو کمانوں کی مقدار۔قاب قوسین اصل میں قرآن مجید سے ماخوذ ہے سورہ النجم آیت ۹...... فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ......اور تھا دو کمانوں کے اندازہ پر یا اس سے نزدیک تر۔فرماتے ہیں اے میرے محبوب! اے صاحب دل عاشقان صادق کے آنکھوں کی ٹھنڈک! اب تو تشریف لائیے۔آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہم آپ کے ابروؤں کے بھی مشتاق دید ہیں کہ اس طرح سے قرآن کریم کی آیت قاب قوسین کو مجسم دیکھ لیں۔ مطلب یہ ہے محبوب کی ذات اقدسؐ عاشقوں اور عارفوں کے لئے نماز کی طرح آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' قرار و چین کا سبب ہے' سکون دل کا وسیلہ ہے اور راحت و فرحت کا ذریعہ ہے۔محبوب کی جدائی میں عاشق و عارف ان سے محروم ہے اسی لئے مولانا جامیؒ اپنے محبوب سے لوٹ آنے کی التجا کر رہے ہیں کہ سکون و راحت قلب اور اطمینان خاطر حاصل ہو جائے اور ساتھ ہی ان کے قاب قوسین جیسے پاک و مطہر اور دلربا و دلکش ابروؤں کے دیدار بھی ہو جائیں۔شعر میں محبوب کے مجموعی حسن و جمال اور اس کے دلربا ابروؤں کی تعریف ہے ؎ عمرت دراز باد کہ من در پناہ تو ☆ دارم امید آن کہ بہ امید ہا رسم (کمال الدین اسماعیل)۔روی خود را مگو شریک مہ است ☆ در نکوئی کہ لاشریک لہ است (جامیؒ)۔نہ ہمین مات جمال تو منم کز ہر سو ☆ والہ حسن تو صاحب نظران اند ہنوز (فروغی بسطامی)۔ گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم ☆ چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی (سعدیؒ)۔دوستان منع کنندم کہ چرا دل بہ تو دادم ☆ باید اول بہ تو گفتن کہ چنین خوب چرائی (سعدیؒ)۔تو از ہر در کہ باز آئی بدین خوبی و زیبائی ☆ دری باشد کہ از رحمت بہ روی خلق بگشائی (سعدیؒ)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ بال میں اور آپ کی کمر کے بال یعنی آپ کی بال جیسی باریک کمر میں ہمیں بال برابر بھی فرق نہیں دکھائی دیتا۔نازکی و لطافت اور باریکی اعضا کو حسن کے معیار میں داخل کیا گیا ہے۔ہر عاشق اپنے محبوب کو ان صفات میں بالاترین شخص سمجھتا ہے چنانچہ دہن کی خوبصورتی کے ذکر میں بھی دہن محبوب کو رخنۂ پستہ سے تنگ تر دکھاتے دکھاتے اسے نقطہ اور بعد میں ہیچ یا عدم یعنی نہ ہونے سے مشابہ کیا گیا۔اسی طرح کمر کی نازکی بھی حسن کے معیار میں داخل ہے۔عاشقوں نے معشوق کی کمر کو اتنا باریک کر دیا جتنا کہ بال ہوتا ہے بلکہ بعض شعراء نے کمر کو بھی

سچ کہا ہے مثلاً ۔ صنم سنتے ہیں تیرے بھی کمر ہے ☆ کہاں ہے کس طرف کو ہے کدھر ہے؟۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کی کمر اتنی باریک ہے کہ بال میں اور آپ کی کمر میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ز کف دست اگر موی برون می آید ☆ میر سد دست بہ موی کمر یار مرا (صائب)۔ مصرع برجستہ خود را می نماید در غزل ☆ پیچ و تاب زلف را موی کمر پوشیدہ است (صائب)۔ در وصف میانت سخن موی نگنجد ☆ صد نکتہ باریک تر از موی میان است (زرگر اصفہانی)۔ تار موئی است میان تو و مضمون بسیار ☆ کمرت معنی بکریست کہ بستن دارد (علوی)۔ میانت را دو مویت را دو صد رہ گرہ پیسائی ☆ میانت کمتر از موئی و مویت تا میان باشد ☆ ہر عضو تنت سادہ تر از عضو دگر بود ☆ موئی کہ بر اندام تو دیدیم کمر بود (طالب آملی)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ اے محبوب! میں نے آپ کے ہونٹوں سے کہا کہ اے میرے جان جانان! میرا دل کہاں ہے؟ تو آپ کے دہان نے مخفیانہ انداز میں کہا کہ کہیں نہیں۔ اس شعر میں ہونٹوں کو قلب و جان کہا ہے اور منہ کو ہیچ اے جان میرا دل کہاں ہے کہہ کر شاعر گویا ہونٹوں سے جان کے بعد اپنے دل کا تقاضا کر رہا ہے کہ دونوں کو ہونٹوں کی رعنائی و خوبصورتی پر قربان کر چکا ہے دہان محبوب نے جواب دیا کہیں نہیں۔ جواب ذو معنی ہے یعنی دہان محبوب نے پوشیدہ طور پر کہا [یعنی دہان پوشیدہ تھا نظروں سے دُور دکھائی نہیں دیتا تھا صرف جواب سنائی دیا] کہ کہیں نہیں جو نہ صرف عاشق کی حیرانی کا جواب تھا کہ دہان کو وہ دیکھ نہیں پا رہا تھا بلکہ جان و دل کے گم ہو جانے کا بھی جواب تھا۔ یہ طرز بیان کی نزاکتیں ہیں۔ بہر حال شعر میں ہونٹوں کی بے مثال دلربائی کا بیان ہے جس پر جان و دل قربان ہو چکا ہے اور دہان کی تنگی کا ذکر ہے جو اتنا تنگ ہے کہ گویا ہے ہی نہیں ۔ دیدم میان یار و ندیدم دہان یار ☆ نتوان بہ ہیچ دید چو در دیدہ موفتد (غنی کشمیری)۔ علت آن است کہ گہ گہ تخلی میگوید ☆ ورنہ معلوم نگشتی کہ دہانی دارد (سعدیؒ)۔ بہ خندہ ہر کہ ببیند دہان او گوید ☆ وجود نقطہ موہوم را مبرہن کرد (ریاض بروجردی)۔ پیش دہنت پستہ زنگی زدہ لاف ☆ زانست کہ ہر کس دہنش پارہ کند (سنائی اصفہانی)۔ دیدم دہنی و رفتم از ہوش ☆ دیدی کہ بہ ہیچ مردہ بودم ☆ کردی بہ خندہ نقطہ موہوم را دو نیم ☆ ای مبطل کلام حکیمان دہان تو ☆ گر نہ گوئی سخن از ناز بہ من معذوری ☆ کہ نہ داری دہنی تا کہ بگوئی تخلی (بہار شیروانی)۔ دل بہ نظارہ او شد کہ دگر باز آید ☆ آب گردید در آن لعل گہربار بماند (صائب)۔ لب شرینت ار فرہاد دیدی ☆ بہ قربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاچار)۔

۴۔ وام = ادھار۔ قرض۔ بام۔ رنگ۔ سبو = گھڑا۔ مٹی کا برتن۔ مٹی کا گھڑا نما برتن جس میں دستہ بھی ہوتا ہے اور پانی یا شراب وغیرہ اس میں رکھ دیتے ہیں۔ دَین = قرض۔ فرماتے ہیں کہ شرابخانہ سے میں شراب سے پُر برتن قرض پر لے آیا۔ اب یہ قرض میری گردن پر ہمیشہ باقی رہے یہی میری آرزو ہے۔ میکدہ سے یہاں مراد ہے دل

عاشق یا دل عارف۔ مطلب یہ ہے کہ شراب عشق جس سے میں سرشار اور مست ہو چکا ہوں خدا کرے یہ مستی اور خمار میرے ساتھ ساتھ عمر تک باقی رہے۔ خود میرا اپنا دل شراب معرفت کا خزانہ ہے جس سے میں نے عشق کی مستی پالی اور نور محبوب کا مشاہدہ کیا۔ خدا کرے کہ معرفت کے شراب کا یہ فیض میرے اندرون میں قائم رہے ۔ بہ تیرتم کہ خرابات راچہ بنیاداست ☆ کہ اہل خانہ خرابست وخانہ آباداست (وصال شیرازی)۔ ببین شرافت میخانہ مرا ای شیخ ☆ کہ چون خراب شود خانہ خدا گردد (میرزا راجہ/ قاآنی)۔ در خرابات مغان نور خدامی بینم ☆ این عجب بین کہ چہ نوری زکجامی بینم (حافظؒ)۔ مادر پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ☆ ای بی خبر ز لذت شرب مدام ما (حافظؒ)۔

۵۔ راس = سر۔ سردار۔ اوپر کا حصہ۔ سرا۔ چیز کا شروع۔ عین = آنکھ۔ پانی کا چشمہ۔ سونا۔ اشرفی۔ سورج۔ بادل۔ ہر عمدہ چیز۔ حقیقت۔ جاسوس۔ مال۔ سردار۔ ایک آدمی۔ اہل خانہ۔ دو دو بھائی جن کے ماں باپ ایک ہوں۔ قوم۔ دیدار۔ دیدبان۔ اہل شہر۔ پانی جاری ہونے کی جگہ۔ کسی شے کو نظر لگانا۔ نظر کرنا۔ انگور۔ حرف۔ پیشوا۔ گھٹ جانا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب اگر آپ میرے سر اور میری آنکھوں کو آپ پر قربان کر دینے کا حکم فرمائیں تو آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ یعنی بڑی خوشی ومسرت کے ساتھ میں اپنا سر اپنی آنکھیں آپ پر قربان کردوں گا کاش آپ ایسا کرنے کا حکم دیں۔ عاشق تو اپنی جان معشوق پر قربان کرنے کا خواہشمند ہے سر اور آنکھیں قربان کرنا کیا چیز ہے ۔ دل در غم عشق تو فدا کردم وجان نیز ☆ ثابت قدمی در رہ عشق تو چو مانیست (صفائی نراقی)۔ عہدم اینست کہ جان در سر کار تو کنم ☆ گر من این عہد بپایان نہ برم نامردم (سعدیؒ)۔

غزل ۹۳

ای زلعلت کامجوروح الامین........................

۱۔ اے کہ آپ کے لعل ہای آبدار سے روح الامینؑ طالب آرزو ہے
آپ کا سبزہ خط رحمۃ للعالمینؐ ہے !
۲۔ گلاب کے پھول میں نزاکت ہے اور سرو میں اعتدال
آپ سہی قامت میں وہ بھی ہے اور یہ بھی !
۳۔ اگر آپ مجھ سے اپنی راہ میں سر کو قدم کرنے کو کہیں گے
تو میرے پاؤں مارے خوشی کے زمین پر پڑیں گے ہی نہیں

۴۔ باغبانِ سبزہ کے ارد گرد کم ہی بیٹھتا نظر آتا ہے
جب سے آپ نے یاسمین کے ارد گرد سبزہ بٹھا دیا ہے
۵۔ اگر ہفتہ بھر کے لئے آپ کے چاند مانند چہرے کو نہ دیکھوں
تو میری آہیں ساتویں آسمان سے بھی پرے گذر جاتی ہیں
۶۔ جب سے آپ گھات میں ہیں تب سے شیر
آپ کی آنکھوں کے غزالوں کے ادنیٰ شکار ہوئے ہیں
۷۔ جامیؔ نے آنکھوں سے آپ کے پاؤں پر ڈال دیئے
گران قیمت موتی ' اپنے اشعار کی طرح!

توضیحاتِ غزل

ا۔روح الامینؑ = اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لقب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بھیجے ہوئے انبیاء پر وحی لانے پر مامور تھے۔ ہمارے رسول جناب نبی اکرمؐ پر پوری وحی الٰہی لانے کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی حامل وحی ہونے کی ماموریت ختم ہوگئی اسلئے کہ ہمارے رسولؐ کے بعد جو خاتم النبیینؐ ہیں اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جبرئیل کے معنی مردِ خدا یا بندہ خدا کے بھی ہیں۔ روح الامینؑ کا قرآن پاک میں سورہ القدر آیت ۴ میں یوں ذکر آیا ہے: تنزل الملئکۃ والروح ...... ''اس میں فرشتے اور روح الامین نازل ہوتے (اترتے) ہیں'' یعنی شب قدر میں فرشتے اور روح الامینؑ (جبرئیل علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے احکامات لے کر نازل ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے اور اسکی منشاء کے مطابق ان تمام امور کو انجام دیتے ہیں جن پر انہیں مامور کیا جاتا ہے۔ فرشتوں کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے روح الامینؑ فرشتے کا علیحدہ ذکر فرمایا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ روح الامین خاص اور مقرب اور اہم فرشتوں میں سے ہیں۔ ان کی انفرادیت و اہمیت کو ظاہر کرنے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کا نام خصوصیت کے ساتھ الگ لیا ہے۔ کام = آرزو۔ مقصد۔ تمنا۔ مراد۔ مطلب۔ خواہش۔ ارادہ۔ قصد۔ معشوق۔ منہ۔ تالو۔ منہ کا اندرونی حصہ۔ شہوت۔ لعل = یاقوت۔ سرخ ہیرا۔ ہر سرخ شے۔ سرخ رنگ کا قیمتی جواہر۔ لب معشوق سے کنایہ ہے۔ خط سبز = نیا سبزہ جو شروع شروع میں چہرے پر نمودار ہوتا ہے [سبز = ہرا۔ سانولے رنگ کا معشوق۔ سبزہ = ہریاول۔ سبزی۔ روئیدگی۔ نباتات۔ خط رخسار]۔ یعنی کم کم بال جو نوجوانوں کے چہرے اور ہونٹوں کے گرد شروع شروع میں نمودار ہوتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین = تمام دنیاؤں کیلئے اور تمام دنیاؤں کے لوگوں کیلئے رحمت۔

دنیاوالوں کیلئے رحمت۔ رحمتہ للعالمین قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ماخوذ ہے: وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین (سورہ الانبیاء آیت ۱۰۷) ''اور ہم نے آپ کو دنیاوالوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' [یا یہ ترجمہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''ہم نے آپ کو دنیاوالوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے''۔ تفہیم القرآن از سید ابوالاعلیٰ مودودی]۔ نبی اکرمؐ کی بعثت دراصل نوع انسانی کیلئے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے کیونکہ آپ نے آکر غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو چونکا دیا ہے اور اسے وہ علم دیا ہے جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے اور اس کو بالکل غیر مشتبہ طریقہ سے بتا دیا ہے کہ اس کیلئے تباہی کی راہ کون سی ہے اور سلامتی کی کون سی۔ کفار مکہ حضور نبی اکرمؐ کی بعثت کو اپنے لئے زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈالی ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ نادانو! تم جسے زحمت سمجھ رہے ہو یہ درحقیقت تمہارے لئے خدا کی رحمت ہے۔ رحمت = رحم۔ بخشش۔ عفو۔ شفقت۔ مہربانی۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں اے رسول خداؐ! روح الامین علیہ السلام جیسا فرشتہ مقرب بھی آپ کے لعل ہای آبدار سے طالب مراد ہے۔ آپ کا سبزہ خط تمام دنیا کے لوگوں کے حق میں رحمت تمام وعام ہے۔ رسول کریمؐ کے لعلہای آبدار یعنی یاقوت سرخ جیسے روشن ہونٹوں سے طلب مراد کے معنی ہیں ان لب ہای مقدس واطہرؐ سے کلام کا جاری ہونا۔ جامیؒ فرماتے ہیں اے رسول خداؐ! یہ تمنی یہ آرزو اور یہ ہوس صرف مجھ کو ہی نہیں یہ آرزو تو جلیل القدر اور مقرب فرشتہ روح الامین جبرئیل میں بھی تھی اور وہ ہمیشہ اس انتظار میں رہتے تھے کہ کب اللہ کی طرف سے وہ وحی لے کر دربار رسولؐ میں حاضر ہو جائے اور ان کے آب حیات سے معمور لب ہای آبدار سے کلام راحت افزا اور حیات بخش کا سامع بن جانے کی سعادت پائے۔ جامیؒ فرماتے ہیں کہ اے حیات بخش کلام والے نبیؐ! اے چشمہ آب حیات کو اپنے لب ہای آبدار میں رکھنے والے رسولؐ! آپ کے ہونٹوں کی کیا تعریف کروں ان سے جاری ہونے والے کلام پاک کو سننے کی تمنی تو فرشتہ مقرب الٰہی حضرت روح الامین میں بھی تھی اور پھر آپکا سبزہ خط! اسکی تعریف میرے بس کی بات نہیں ہاں اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ یہ سبزہ خط رحمتہ للعالمین ہے۔ تمام لوگوں کیلئے رحمت ہے، تمام دنیاوالوں کیلئے شفقت ہے۔ چونکہ سبزہ خط چہرے سے مربوط ہے اس لئے گویا مولانا جامیؒ نے چہرہ اطہر رسولؐ کی تعریف کی ہے کہ یہ روی نازنینؐ سراپا رحمت ہے اور دنیا کے تمام لوگوں کے لئے مایہ شفقت و مہربانی ہے۔ رحمتہ للعالمینی یا رسولؐ ☆ ہم شفیع المذ نبینی یا رسولؐ ☆ خواند اسم رحمتہ للعالمینؐ ☆ در کلام خود خدایت یا رسولؐ ☆ جملہ مصحف نازل اندر وصف تست ☆ حرف حرف آیت بہ آیت یا رسولؐ (عبید کشمیری)۔ باران رحمتی تو کہ از آسمان جود ☆ بر عاشقان تشنہ جگر کردہ ای نزول (جامیؒ)۔ گفتم اور ارحمتہ للعالمینؐ باشد کدام ☆ رخ نمود و گفت ہذا رحمتہ للعالمینؐ (سرور)۔ چشمہ حیوان کجا لعل لب جانان کجا ☆ ہر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا (حیدر طہماسبی)۔

۲۔ گل = گلاب کا پھول۔ جب لفظ گل تنہا آئے تو اس کے معنی گلاب کا پھول ہوں گے اور جب کسی درخت

کے ساتھ مضاف ہو تو اس درخت کے پھول کے معنی میں آتا ہے جیسے گل یاسمین' گل نرگس وغیرہ۔ اخگر۔ آگ کی چنگاری۔ داغ۔ مجازاً بہتر۔ خوب۔ فائدہ۔ نتیجہ۔ سرخ رنگ۔ دوست ہر چیز میں سے تھوڑا سا حصہ (ایران میں گل آب (گلاب) کے معنی میں ہیں آب گل یعنی عرق گل)۔ لطافت = نازکی۔ باریکی۔ نرمی۔ خوبی۔ ریزہ ریزہ ہونا۔ خفت۔ روشن ہونا۔ لطف۔ رافت۔ اعتدال = برابر۔ راست۔ راستی۔ برابری۔ سردی اور گرمی کی درمیانی حد۔ تری اور خشکی کی درمیانی حد۔ یکساں ہونا۔ طول وعرض میں برابر ہونا۔ سیدھا ہونا۔ سہی قامت = سیدھے اور راست قد کا۔ سیدھا سرو۔ سیدھا اگا ہوا۔ راست قد۔ معشوق خوش۔ قد و قامت۔ فرماتے ہیں گلاب کے پھول میں نازکی ہے اور سرو کے درخت میں سیدھا پن۔ آپ صاحب قد راست میں وہ بھی ہے اور یہ بھی۔ مطلب یہ ہے کہ گلاب کا پھول نازک ہے۔ گلاب ایک الگ چیز ہے اور نازکی اس کی خصوصیت۔ سرو بھی گلاب سے علیحدہ چیز ہے اور اعتدلال اس کی صفت یعنی ان دونوں حسین چیزوں میں دو الگ الگ صفات ہیں۔ لیکن اے میرے خوش قد و قامت محبوب! اے میرے راست قد معشوق! آپ میں یہ دونوں چیزیں اکٹھی جمع ہیں نازکی بدن بھی اور قد کا اعتدل بھی۔ محبوب کی نازک اندامی اور خوش قامتی کی تعریف ہے۔ ای گلرخ نازک بدن دل از تغافل سوختی ☆ آتش زدی بتخانہ را از خاندان کیستی ☆ ای سرو قد سیم تن جان جہان عالمی ☆ وی لالہ روی گلبدن از بوستان کیستی (استاد)۔ ای سرو قد سیمتن سرو روان کیستی ☆ وی لالہ ربرگ سمن از بوستان کیستی (قاسم)۔ ای شوخ با این سرکشی سرو روان کیستی ☆ آرام بردی از دلم آرام جان کیستی (استاد)۔ لالہ رخا سمن برا سرو روان کیستی ☆ سنگدلا ستمگرا آفت جان کیستی (خاقانی)۔ تو با قد افراختہ من تن بہ عجز انداختہ ☆ مانند سرو فاختہ بالیدہ تو نالیدہ من (علی نقی)۔

۳۔ فرماتے ہیں اگر آپ اپنے راستے میں مجھے سر کے بل چلنے کا حکم دیں گے تو آپ دیکھئے گا کہ خوشی سے میرے پاؤں زمین پر پڑیں گے ہی نہیں۔ اس میں شاعرانہ حسن بیان ہے کہ مارے خوشی کے میرا سر فوراً پاؤں کی جگہ لے گا اور پاؤں کو زمین پر آنے نہ دے گا۔ محبوب کی راہ پر سر سے چلنے کی غایت تمنی کا اظہار کیا ہے جو عشق ومحبت اور تعظیم واحترام کا بھی وسیلۂ اظہار ہے۔ اگر از کمند عشقت بروم کجا گریزم ☆ کہ خلاص بی تو بنداست وحیات بی تو زندان (سعدیؒ)۔ پا نگیرم ز سر کوی تو تا جان دارم ☆ گر مرا دست بہ دامان شود ان شاءاللہ (لسان شمس ملک آرا)۔

۴۔ فرماتے ہیں باغبان ہریالی کے پاس اب کم ہی بیٹھا کرتا ہے جب سے آپ نے یاسمین کے گرد سبزہ بٹھا دیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے محبوب کے چہرے کی سفید رنگت کو چنبیلی کے پھول سے مشابہ کیا ہے جو خوشبودار بھی ہوتا ہے۔ محبوب کی نزاکت و باریکی اور لطافت و رعنائی اندام کو قدرت کی تخلیقات اور اس کے دل خوش کن مناظر سے ہی مشابہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے اس شعر میں محبوب کے سبزہ کی دلکشی و رعنائی کو لطافت و زیبائی کی حد کہا ہے کہ

باغ کی دلکش ہریالی اور تروتازگی کی دل کشی باغبانوں کی نظر سے (اہل بصیرت و بصارت دونوں کی نظر سے) اتر چکی ہے اور اب نظریں فقط محبوب کے چنبیلی جیسے سفید رنگت والے چہرے اور اس کے اردگرد کے سبزہ کی طرف متوجہ ہیں۔ گویا باغ کی شگفتگی اور تروتازگی محبوب کے چہرہ کی دل کشی اور دلربائی کے مقابلے میں بے قیمت اور ہیچ ہے۔ ای تماشا گاہ عالم روی تو ☆ تو کجا بہر تماشا می روی (سعدیؒ)۔ بہ زیور ہابیارایند وقتی خوبرویان را ☆ تو سیمین تن چنان خوبی کہ زیور ہابیارائی (سعدیؒ)۔ زلف سنبل چشم نرگس گونہ گل لب برگ گل ☆ صد گلستان گل بروی چون بہار آوردہ ای (زرگر اصفہانی)۔ دہانت غنچہ چشمت نرگس و رخ لالہ حیرانم ☆ کہ در یک شاخ چون پیدا شد این گلہای گونا گون (امیر ہمایون اسفراینی)۔ چشمت بسان نرگس و عارض چونسترن ☆ رخسارہ ہمچو لالہ لب چون گل انار ☆ گل رخسار عرقناک ترا اگر می دید ☆ باغ جنت خجل از چشمہ کوثر می شد (صائب)۔ گل خورشید را در عہد رویت ☆ برای طاق نسیان آفریدند (صائب)۔

۵۔ فرماتے ہیں اگر میں ہفتہ میں ایک بار یا ایک ہفتہ تک آپ کے روئ نازنین کو نہیں دیکھتا تو غم واندوہ کی شدت سے اور ہجر کے صدمے سے میری آہیں ساتویں آسمان سے بھی پرے نکل جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا جامیؒ ہفتہ میں ایک بار حضرت رسول اکرمؐ کے دیدار سے مشرف ہوا کرتے تھے جب ہی کہا ہے کہ اے میرے محبوبؐ! ہفتے میں ایک بار اگر آپ کے روئ اطہرؐ و چہرہ نازنین کا دیدار نہیں کرتا تو ہجر کے صدمے میں دل سے آہیں اٹھتی ہیں اور فریاد و غوغا کی چیخ و پکار ساتویں آسمان سے بھی پرے چلی جاتی ہیں۔ سبحان اللہ! کیا ہی عاشق رسولؐ تھے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جن کی زندگی کی ہر صبح سعادت سے معمور اور ہر شب شب قدر کی طرح رحمت بار! ایسے ہی عاشقان رسولؐ پر حضرت شاہ ہمدانؒ کا یہ شعر صادق آتا ہے کہ ؎ زعکس روی تو یابند مقبولان ہدایت ہا ☆ زخاک کوی تو یابند مسعودان سعادت ہا (حضرت شاہ ہمدانؒ)۔ بہر حال اس شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب سے جدا رہنے پر اپنی فریاد و فغان کی شدت کا ذکر کیا ہے ؎ از فراق تو شب و روز ندارم آرام ☆ بہ فغان آمدہ شہری ہمہ از فریادم (یغمای جندقی)۔ چو روی دوست نہ بینی جہان ندیدن بہ ☆ شب فراق منہ شمع پیش بالینم (سعدیؒ)۔ زبس بیاد تو شب ہا بہ ماہ می نگرم ☆ گمان برند کہ الفت گرفتہ با قمرم (وصال شیرازی)۔ شب نیست کز فراق تو ای مہ بر آسمان ☆ ما را خروش و نالہ و غوغا نمیرود (دہقان اصفہانی) ☆ داستان شب ہجران تو گفتم باشمع ☆ آنقدر سوخت کہ از گفتہ پشیمانم کرد (حاج محمد کریم خان)۔

۶۔ کمین = دشمن کے ساتھ لڑنے کیلئے چھپ کر بیٹھنا۔ شکار یا دشمن کیلئے کسی جگہ چھپ کر بیٹھنے والے۔ کسی کی گھات میں بیٹھنے والے۔ کم۔ تھوڑا۔ کمین کردن = شکار یا دشمن کیلئے گھات میں بیٹھنا۔ گھات لگانا۔ فرماتے ہیں

جب سے آپ عاشقوں کی گھات میں بیٹھے تب سے شیر آپ کی آنکھوں کے ہرنوں کے ادنیٰ شکار بن گئے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ محبوب خود عاشقوں کے صیاد ہیں اور ان کو صید کرنے کیلئے گھات میں ہیں اور جب سے گھات میں بیٹھے ہیں تب سے شیر ان کے ہرنوں کے شکار ہو رہے ہیں اور شیر بھی گویا ان کے کمترین اور ادنیٰ شکاروں میں شامل ہیں۔ شیر تو بہر حال ہرنوں کے شکار نہیں بن سکتے لیکن محبوب کی ہرن جیسی آنکھیں اس قدر غمزہ زن، دل ربا اور صید افگن ہیں کہ شیر جیسے صاحب قوت صیاد بھی ان کی دلکشی و رعنائی کے آگے شکار ہو جاتے ہیں اور وہ بھی ادنیٰ اور معمولی شکاروں میں شامل ہو جاتے ہیں ورنہ شیران صیاد کے علاوہ اور بھی پر قوت و صید افگن صیاد ہیں جو محبوب کی آنکھوں کے غزالوں کے آگے نہ صرف سپر ہی ڈالتے بلکہ بے اختیار شکار ہو جاتے ہیں۔ شعر میں محبوب کی ہرن جیسی آنکھوں کی دلربائی اور صید افگنی کا ذکر کیا ہے۔ ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف ☆ بامید آن کہ روزی بہ شکار خواھی آمد (امیر خسروؒ)۔ می بری دل زکف شیر شکاران جہان ☆ شیر را حوصلہ چشم جگر دار تو نیست (صائب)۔ دو غزال اند دو چشم تو کہ اندر ہمہ عمر ☆ جز بہ صحرای دل مردم عاشق نچرند (شفقہ ہمدانی)۔ بہ آہو نسبت چشمش چو دادم چین بہ ابرو زد ☆ کہ چشم شیر گیر من نہ دارد ہیچ آہوی (مخلص کاشی)۔
۷۔ ثمین = گران قیمت۔ مہنگا۔ فرماتے ہیں اپنے اشعار کی طرح جو خون جگر کے قطرات ہیں جامیؔ اپنی آنکھوں کے گران قیمت موتیوں کو بھی آپ کے قدموں پر نثار کر رہا ہے یعنی آپ کے غم عشق میں رو رہا ہے اور آپ کی محبت میں مدح خوان بھی ہے۔ گر بزنی بہ خنجرم کز غم دوست تو بہ کن ☆ نعرہ شوق می زنم تا رمقی است در تنم (سعدیؒ)۔ ای ہمچو من بس دیدہ تو وی ہمچو تو نادیدہ من ☆ بر من بسی بگزیدہ تو بر تو کسی نگزیدہ من ☆ تو خفتہ شبہائی خبر با غیر در گلبرگ تر ☆ خار و خسک از رہگذر یک یک ز مژگان چیدہ من ☆ تو باقد افراختہ من تن بہ عجز انداختہ ☆ مانند سرو و فاختہ بالیدہ تو نالیدہ من ☆ فرہاد و من ہر یک روان کردیم باقدر توان ☆ بکجوی شیر از سنگ او صد جوی خون از دیدہ من ☆ دل با خیالش رو برو شب تا سحر در گفتگو ☆ گرد دلم گردیدہ او گرد سرش گردیدہ من (علی نقی)۔

غزل ۱۰۳

نگار شوخ چشم تیز خشم تند خوی من.........

۱۔ میرا شوخ چشم، تیز خشم اور تند خو محبوب ایک بار بھی مہربانی کی نظروں سے میری طرف نہیں دیکھتا

۲۔ میرے چہرے پر پلکوں سے خون کے آنسو اور دل سے خون خالص بہہ رہا ہے
کیا بتاؤں اس کے فراق میں مجھ پر کیا کیا گذری
۳۔ مجھے قتل کرتے وقت اس کی تلوار جب میرے سینے کی آگ سے پگھلنے لگتی ہے
تو آب حیات سے بھی زیادہ حلق میں مجھے اچھی لگتی ہے
۴۔ اس کے چہرے کا تماشا دیکھنے کیلئے اگر میرا ہر بال آنکھ بن جائے
جب بھی بال برابر اسکے چہرے کی تمنّٰی مجھ میں کم نہیں ہوگی
۵۔ اس کوچے میں میری کئی عمریں گذر گئیں اس بے وفا نے ہرگز نہیں کہا
کہ اس در بدر مسکین کو آخر میرے کوچے میں آکر کیا چاہئے
۶۔ حسینوں سے عشق کرنا میری پرانی عادت ہے
بھلا اے ناصح! میری عادت کی اصلاح جلد کیسے ہو سکتی ہے
۷۔ جامیؔ سے مت کہو کہ ان خوشبودار زنجیروں سے دل کے پاؤں کو کھول دو
کیونکہ ان کیساتھ میری ہر تارمو کا مضبوط پیوند ہے

توضیحات غزل

۱۔نگار= نقش۔تصویر۔بت۔صنم۔حسین۔معشوق۔محبوب۔مہندی کے نقوش جو معشوق اپنے ہاتھ اور پاؤں پر بناتے ہیں۔آرائش۔نقاشی۔تحریر۔شوخ چشم= گستاخ۔بےشرم۔بے حیا۔شوخ نظر[شوخ= شاد۔خوشحال۔خرم۔زندہ دل۔خوبصورت۔بے حیا۔بےشرم۔گستاخ]۔تندخو= جلد ناراض ہونے والا۔بدمزاج۔بدخو۔خشمگین۔مرحمت= رحم۔مہربانی۔لطف۔شفقت۔عربی میں مطلق لطف ومہربانی کے معنی میں آتا ہے لیکن فارسی میں بزرگوار کی طرف سے چھوٹے پر لطف ومہربانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔فرماتے ہیں میرا دلیروز ودرنج و خشمگین محبوب میری طرف ایک بار بھی مہربانی کی نظروں سے نہیں دیکھتا ہے۔مولانا جامیؒ نے جو شوخ چشمی' تیز خشمی اور تند خوئی کی بات کی ہے یہ دراصل محبوب کے ناز وانداز کی عاشقانہ اور پیاری صفتیں ہیں جن سے محبوب عاشق کو ستاتا ہے' اس کی آزمائش کرتا ہے' اس کے صبر کا امتحان لیتا ہے۔مولانا جامیؒ کا مطلب ہے کہ محبوب کی ناز و انداز کی ان آزمائشوں یعنی اس کے قہر وستم' اس کی گستاخی ودلیری' اس کی شوخی وزودرنجی کے امتحانات سے گذرنے کے باوجود بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں اور ایک دفعہ بھی لطف وشفقت سے میری طرف نگاہ نہ کی۔شعر میں محبوب

کی بے نیازی اور اس کے شوخ وشنگ ہونے کا بیان ہے ۔ ای شوخ با این سرکشی سر وروان کیستی ☆ آرام بردی از دلم آرام جان کیستی (استاد)۔ ظالم ستم گر بیوفا شمشیر در کف میروی ☆ خون کہ خواہی ریختن در قصد جان کیستی (استاد)۔ کجکلہا ستمگرا تنگ قبای کیستی ☆ لا بہ گرا دلبرا عشوہ نمای کیستی (امیر خسروؒ)۔ ہلاکم از نگاہ شوخ شیرین کارطنازی ☆ وفا پرداز دلداری دبا اغیار ہمرازی ☆ عجائب شوخ مستی حسن مغروری خوش آوازی ☆ بلا بالا فریبی نکتہ سنجی عشوہ پردازی (صائب)۔ بر بود دلم در چمنی سر وروانی ☆ زرین کمری سیمبری موی میانی ☆ شوخی شکرینی چو شکر در دل خلقی ☆ شنگی نمکینی چو نمک شور جہانی ☆ جادو شکنی عشوہ گری فتنہ فریبی ☆ آسیب دلی رنج تنی آفت جانی (سعدی)۔

۲۔ خوناب = (خون + آب) خون میں ملا ہوا آنکھوں کا پانی یعنی خون کے آنسو۔ نہایت رنج وغم کرنا۔ خون پانی ایک کرنا۔ سرخ۔ مشقت (خونابہ۔ خوناب بھی کہتے ہیں)۔ خون ناب = خالص خون۔ پاک وصاف خون[ناب = پاک وصاف۔ خالص۔ بغیر آب کے (نہ + آب)۔ بے مخلوط۔ بے داغ۔ محض۔ صرف ناد۔ کشتی۔ گھوڑے یا خچر وغیرہ پر موٹائی کی وجہ سے اس کے چوتڑ پر گڑھا پیدا ہونا۔ تلوار کی لمبائی میں لکیر کا ہونا۔ درندوں اور حیوانوں کے چار کاٹنے والے دانت۔ ہاتھی کے دانت]۔ فرماتے ہیں کیا بیان کروں محبوب کی جدائی میں میرا کیا حال ہے پلکوں سے خون کے آنسو نکل کر چہرے پر بہہ رہے ہیں اور دل خون ہو کر خالص خون کی صورت میں باہر آ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے باہر سے خون کے آنسو بہہ رہے ہیں اور اندر سے بھی دل خون ہو چکا ہے جو خون خالص کی صورت میں باہر آ رہا ہے ۔ جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ☆ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں (غالب)۔ عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب ☆ دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک (غالب)۔ غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل ☆ خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا (غالب)۔ گوڈھو وچھم دیدار اَدِ کیا زِ کھلاٹھ رویے ☆ وُز نے وُچھتھ دُبارِ وأنج میہ پھٹے لو (روسل میرؔ)۔ رسُولن پیالہِ چشمن خوُن جگر کورنہ شراب ☆ کبابِ دل بہ ژیے کیوُت تاوِتلہ یوَمد نوَ (روسل میرؔ)۔ فراقن چانِز ژِدِنم دل نگارو ☆ چھ مشکل عشقنی منزل نگارو (مقبول کرالہِ واری)۔ مبادکس چو من خستہ مبتلای فراق ☆ کہ عمر ہمہ بگذشت در بلای فراق ☆ بداغ عشق تو حافظ چو بلبل سحری ☆ زند بہ روز وشبان خونفشان نوای فراق (حافظؒ)۔ بر من شب ہجران تو رحم است کہ چون شمع ☆ می سوزم وجان می دہم وچارہ ندارم (اسیری رازی)۔

۳۔ گداختن = پگھلانا۔ گلنا۔ گلو = حلق۔ گلا۔ فرماتے ہیں مجھے قتل کرتے وقت جب اس کی تلوار میرے سینے کی آگ میں پگھل جاتی ہے تو یہ مجھے آب حیات سے بھی زیادہ حلق میں اچھی لگتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرا سینہ آتش

عشق میں جل رہا ہے اور محبوب قتل کرتے وقت جب تلوار مجھ پر پھیرتا ہے تو اس آگ میں یہ تلوار پگھل کر پانی ہو جاتی ہے اور یہ پانی میرے حلق میں اتر کر مجھے آب حیات سے بھی اچھا لگتا ہے۔ مولانا جامیؒ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ آتش عشق میرے سینے میں شعلہ ور ہے اور محبوب مجھے قتل کرے تو ان کے ہاتھوں قتل ہونے میں مجھے زندہ رہنے سے زیادہ خوشی ہوگی۔ دردیست دردِ عشق کہ ہیچش طبیب نیست ☆ گر دردمند عشق بنالد غریب نیست (سعدی)۔ بحریست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست ☆ آنجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظؒ)۔ عاشقی را شرط تنہا نالہ و فریاد نیست ☆ ہر کسی از جان شیرین نگذرد فرہاد نیست (عشقی ہمدانی)۔ دردیست دردِ عشق کہ اندر علاج او ☆ ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود (حافظؒ)۔ ہر درد را علاج بود غیر دردِ عشق ☆ این درد بی دواست بہ درمان نمی رسد (دہقان اصفہانی)۔ آتش عشق بدین سوز نہ بود است نخست ☆ ہر کہ پیدا شدہ بروی زدہ دامانی چند (ملہمی شبستری)۔ شب کہ برق سوز دل سے زہرہ ابر آب تھا ☆ شعلۂ جوالہ ہر ایک حلقۂ گرداب تھا (غالب)۔ دل میرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا ☆ آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا (غالب)۔ آتا ہے میرے قتل کو پر جوش رشک سے ☆ مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر (غالب)۔ عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ ☆ عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا (غالب)۔

۴۔ فرماتے ہیں اگر ان کے چہرۂ منور اور روی اطہر کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کیلئے میرا ہر ایک بال آنکھ بن جائے جب بھی یہ آرزوی تماشا بال برابر بھی کم نہیں ہوگی۔ بال کے آنکھ بن جانے اور بال برابر آرزو کم نہ ہونے میں شاعرانہ حسن بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ محبوب کے حسن کا نظارہ دیکھنے میں اگر میرے جسم پر ہزاروں آنکھیں ہوں گی جب بھی یہ پیاس نہ بجھے گی اور جب بھی یہ آرزو ختم نہیں ہوگی۔ محبوب کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے سے عاشق سیر نہیں ہوتا بقول غنی کشمیری عاشق مر کر بھی سیر نہیں ہوتا۔ عاشق بہ فنا سیر ز معشوق نہ گردد ☆ ماہی طلب آب کند گر چہ غذا شد (غنی کشمیری)۔ محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا ☆ اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے (غالب)۔ قبلہ مقصد نگاہ نیاز ☆ پھر وہی پردہ عماری ہے ☆ وہی صد رنگ نالہ فرسائی ☆ وہی صد گونہ اشکباری ہے ☆ دل ہوائے خرام ناز سے پھر ☆ محشرستان بیقراری ہے ☆ جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے ☆ روز بازار جان سپاری ہے ☆ پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں ☆ پھر وہی زندگی ہماری ہے (غالب)۔ سب رقیبوں سے ہیں ناخوش پر زنان مصر سے ☆ ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہو گئیں (غالب)۔ خیال روی تو چون بگذرد بہ گلشن چشم ☆ دل از پی نظر آید بسوی روزن چشم (حافظؒ)۔ درون جامہ اگر مو بہ مو مرا بشکافی ☆ نمی شود سر موئی بغیر مہر تو پیدا (ظلعت اصفہانی)۔

۵۔ فرماتے ہیں میری ساری عمر کوچہ محبوب میں گذری بلکہ عمریں گذر گئیں لیکن میرے سنگ دل محبوب اور

یار بی وفا کو کبھی یہ خیال تک نہ آیا کہ آخر پوچھتا کہ بھلا اس مسکین سرگردان و عاشق بیچارہ کو میری گلی میں آکر کیا چاہے۔ شعر میں محبوب کی بے وفائی' بے نیازی' تغافل اور خود عاشق کے عشق میں ثابت قدم اور وفا شعار رہنے کا بیان ہے ۔از در خویش مرانم کہ در این شہر و دیار ☆ غیر کوی تو بجای دگری رہ نہ برم (ہمای شیرازی)۔ پرس حال من آخر چو بگذری روزی ☆ کہ چون ہمی گذرد روزگار مسکینم (سعدیؒ)۔ تاچند بہ حسرت در و دیوار تو بینم ☆ از خانہ برون آی کہ تا روی تو بینم (دوست محمد ہراتی)۔ اگر کشی و گر از رحم بخشائی ☆ من ایستادہ ام ای دوست تا چہ فرمائی (وصال شیرازی)۔ من از تو روی نہ پیچم گرم بیازاری ☆ کہ خوش بود ز عزیزان تحمل خواری (سعدیؒ)۔ ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم ☆ آنا ہی سمجھ میں میری آتا نہیں گو آئے ☆ ہاں اہل طلب کون سنے طعنۂ نایافت؟ ☆ دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے (غالب)۔ ہر اک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے؟ ☆ تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے ☆ نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا ☆ کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے (غالب)۔

۶۔ فرماتے ہیں یہ تو میری عادت ہے کہ میں عہد قدیم سے حسن دوست اور جمال پرست ہوں۔ بھلا کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت مجھے عشق سے دستبردار ہونے میں کہاں اثر انداز ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ میں ایک عاشق دیرینہ ہوں اور عشق محبوب میری خمیر میں ہے۔ ناصح لوگ عشق میں میری ابتر حالت کو دیکھ کر مجھے نصیحتیں کرتے ہیں کہ میں عشق کو ترک کروں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ان نصیحتوں کا مجھ پر کیا اثر ہوگا بھلا نصیحتیں کرنے سے عشق کا درد' عشق کا داغ اور عشق کی بیماری مٹ سکتی ہے؟۔ حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ ☆ کوئی مجھ کو یہ تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا؟ (غالب)۔ دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی ☆ دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی (غالب)۔ قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادہ الفت ☆ فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے (غالب)۔ تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ ☆ اس میں کچھ شائبۂ خوبی تقدیر بھی تھا (غالب)۔ پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے ☆ اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے (غالب)۔ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے (غالب)۔ در کوی نیکنامی مارا گذر نہ دادند ☆ گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا (حافظؒ)۔ دل رفت ہوش رفت و خرد رفت و نام رفت ☆ ناصح کنون نزاع تو باما چہ حاجت است (وصال شیرازی)۔ ہر کہ عیبم کند از عشق و ملامت گوید ☆ تا نہ دیدست ترا بر منش انکاری ہست (سعدیؒ)۔ ناصحا بیہودہ میگوئی کہ دل بردار ازو ☆ من بہ فرمان دلم کی دل بہ فرمان من است (ہلالی چغتائی)۔

۷۔ سلاسل = جمع سلسلہ یعنی زنجیریں۔ فرماتے ہیں کہ یہ مجھ سے کوئی نہ کہے کہ جامی! ان خوشبودار زنجیروں سے اپنے آپ کو رہا کردو۔ یہ نہیں ہوگا کیونکہ میرے بدن کا ہر ہر بال ان زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ مطلب یہ

ہے کہ محبوب کی خوشبودار زلفوں کے ایک ایک تار سے میری جان کی ہر ایک رگ زنجیروں کی طرح محکم و استوار بندھی ہوئی ہے۔ ان سے آزاد ہونا ممکن نہیں۔ یہ پیوند ازلی ہے اور ابدی بھی۔ شانہ کمتر زن کہ ترسم تار زلفت بشکند ☆ تار زلف تست اما رشتہ جان من است (نیاز اصفہانی)۔ زنجیر بر مجنون نہند از آنکہ عاقل گردد او ☆ زنجیر زلفت میکند دیوانہ را دیوانہ تر (افسر قاجار)۔ کاکل او راز مستی رشتہ جان گفتہ ام ☆ مست بودم زین سبب حرفی پریشان گفتہ ام (مخفی) سبزہ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا ☆ یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہ ہوا (غالب) ☆ خانہ زاد زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں ☆ ہیں گرفتار وفا زندان سے گھبرائیں کیا؟ (غالب)۔

غزل ۹۴

قبای ناز در پوش و نیاز پادشاہان بین..................

۱۔ قبای ناز پہن لیجئے اور دیکھئے کہ کس طرح سے بادشاہ بھی آپکے نیاز مند ہو جائیں گے
کلاہ دلبری کو سر پر ٹیڑھی رکھئے اور کجکلاہوں کی مات دیکھئے
۲۔ اگر آپ ہمارے غم کی راتوں کا دیکھنا چاہتے ہیں کہ انکے دن کیسے روشن ہوتے ہیں
تو آکر دیکھ لیجئے ہماری راتوں کی آہ و زاری اور صبحوں کی فریاد وفغان کو
۳۔ چونکہ آپ کی حرمت کے حرم میں کسی کو بار نہیں
آپ اسپ ناز پر سوار ہو کر باہر آجایئے اور دادخواہوں کی حالت زار کو دیکھئے
۴۔ اے ہمارے چاند! ہمارے چہرے دل کے دھوئیں سے سیاہ ہو چکے
اپنے حسن کی زکوٰۃ سمجھکر کسی روز ان روسیاہوں کی بھی خبر لیجئے
۵۔ رات ہے' صحرا ہے' راستہ بھی نمودار نہیں اور رہبر بھی نہیں دکھائی دیتا
اے کعبہ جان! ہم راہ گم کئے ہوؤں کی مصیبت کو آکر تو دیکھ لیجئے
۶۔ اگر اپنی دیوار کے نیچے آپ مجھے پناہ نہیں دیں گے تو کم از کم
ایک بار اپنے ان بے پناہوں کی طرف نظر ترحم سے دیکھ لیجئے
۷۔ جامی تم اس کے کوچہ عشق میں قدم رکھنا چاہتے ہو' پہلے آکر
اسکی بے نیازی کی تلوار سے قتل ہو چکے عاشقوں کو ہر طرف پڑا ہوا تو دیکھ لو

توضیحات غزل

ا۔ نیاز = رغبت۔ میل۔ حاجت۔ احتیاج۔ محتاج۔ آرزومند۔ حاجت مند۔ اظہار محبت۔ تحفہ درویش۔ تمنا۔ دوست۔ معشوق۔ نبی یا ولی کے نام پر اپنی مراد و حاجت روائی کے لئے نذر کرنا اور یہ نذرا اکثر کھانا پکانے کی صورت میں ہوتا ہے۔ کجکلاہ = معشوق۔ محبوب۔ وہ جو سر پر ٹوپی کو ٹیڑھی رکھتا ہو۔ [قاچاری خاندان کے ایرانی بادشاہ ناصرالدین شاہ کو کجکلاہ کہتے تھے]۔ خود پسند۔ مغرور۔ محبوب جو خود پسندی یا ناز و ادا سے کلاہ کو اپنے سر پر ٹیڑھا رکھتا ہو۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب! ناز و ادا کی قبا پہن لیجئے تو دیکھئے گا کہ بادشاہ بھی آپ سے اظہار عجز و نیاز کرنے لگ جائیں گے۔ دلربائی کی کلاہ کو سر پر ٹیڑھی رکھ لیجئے تو دلبران کجکلاہ بھی مات کھا جائیں گے۔ قبای ناز پہننے سے مراد ہے کہ ناز و انداز سے چلئے۔ بادشاہ تو بہرحال صاحب ناز لوگ ہوتے ہیں اور ان کا خاطر شاہانہ انداز میں اور شاہانہ اداؤں میں تو بہر حال برتر ہوتا ہے لیکن مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ ناز و انداز اور اپنی طرز کی دلکش اداؤں کا مظاہرہ کیجئے کہ بادشاہوں کے ناز و انداز کا غرور ٹوٹ جائے اور آپ کو دیکھ کر آپ کی اداؤں اور ناز و انداز کے غلام بن جائیں۔ آپ دلربائی کی کلاہ کو سر پر ٹیڑھی رکھئے تو مغرور و خود پسند خوبان عالم جنہیں اپنی کجکلاہی پر بہت ناز ہے وہ دیکھتے ہی آپ کے سامنے جھک کر آپ کے مطیع و فرمان بردار ہو جائیں گے۔ یعنی شاہان عالم آپ کے ناز و انداز کے غلام اور کجکلاہان جہان آپ کی دلربائی کے شیدائی ہیں۔ آپ کے ناز و ادا کے آگے شہنشاہ جھکتے ہیں اور آپ کے اندازہای دلربا کے سامنے کجکلاہان عالم کے سرخم ہو جاتے ہیں۔ کجکلہا ستمگرا تنگ قبای کیستی ☆ لابہ گر او دلبرا عشوہ نمای کیستی ☆ زیر کلاہ جعد تر تا بہ کمر کشیدہ سر ☆ بستہ بہ چابکی کمر چست قبای کیستی ☆ مرکب ناز کردہ زین دادہ بہ غمزہ تیغ کین ☆ راست بگو کہ تو چنین بہر فنای کیستی (امیر خسروؒ)۔ سرخوش و غمزہ زنان عشوہ نمای آئی ☆ چہ کسی وز کجائی و چرا می آئی ☆ گرم می آئی و دل می طپد از آمدنت ☆ غالبا از پی دل بردن ما می آئی ☆ در سرت تا چہ خیال است ندانم کہ چنین ☆ کج کلہ بستہ کمر تنگ قبا می آئی (فیضیؒ)۔ گوشہ گیران انتظار جلوۂ خوش می کشند ☆ برشکن طرف کلاہ و برقع از رخ برفگن (حافظؒ)۔

۲۔ فرماتے ہیں میرے محبوب اگر آپ راتوں کا مشاہدہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا ہماری یہ راتیں کبھی دن میں بھی تبدیل ہوتی ہیں تو آ کر ملاحظہ فرمائیں ہمارے راتوں کی فریاد و فغان کو اور صبح کے وقت ہماری آہ و زاری کو [شب گیر = پچھلی رات کو عبادت کرنے والا۔ آدھی رات کے بعد سفر پر جانا۔ ایک پرندہ کا نام جو آدھی رات میں یا پچھلی رات کو نرم آواز میں بولتا ہے۔ آدھی رات کے بعد کا وقت۔ پچھلی رات قریب صبح کا وقت۔ ہر وہ حیوان جو

رات کو بولے یا آواز نکالے۔ سحر گاہ۔ سحر کا وقت] مطلب یہ ہے کہ عاشق غم واندوہ عشق اور دیدار یار کی آرزو اور تمنا میں راتوں کو بھی بیدار رہ کر فریاد و فغان کرتے ہیں۔ اور ان کی شمیں بھی آہ وزاری میں گذر جاتی ہیں اور وہ اس خیال سے بے پرواہوتے ہیں کہ رات کب آئی اور صبح کب ہوئی ۔ کاوکاو سخت جانیہای تنہائی نہ پوچھ ☆ صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا (غالب)۔ بوی گل نالۂ دود چراغ محفل ☆ جو تیری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا (غالب)۔ فرش سے تاعرش واں طوفان تھا موج رنگ کا ☆ یاں زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا (غالب)۔ ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا احساب ☆ خون جگر ودیعت مژگان یار تھا (غالب)۔ ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا ☆ ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور (غالب)۔ چہ کنم گر نہ کنم نالہ وفریاد وفغان ☆ کز فراق تو چنانم کہ بداندیش مباد ☆ تاتو از چشم من سوختہ دل دور شدی ☆ ای بسا چشمہ خونین کہ دل از دیدہ گشاد (حافظ)۔ گویند بہاری شد وگل آمد ودی رفت ☆ ما بی تو ندانیم کہ کی آمد وکی رفت (تسلی شیرازی)۔

۳۔ حریم = گھر۔ مکان۔ گھر کے گرد کی دیوار۔ گھر کا اردگرد۔ کنوئیں کا اردگرد۔ خانہ کعبہ کا احاطہ۔ وہ چیز یا جگہ جس کی عزت وحرمت لازم ہو۔ وہ جگہ جسکی حمایت اور دفاع کرنا واجب ہو۔ حرمت = آبرو۔ عزت۔ احترام۔ وہ جس کی حفاظت واجب ہو۔ حرام ہونا۔ عزیز ہونا۔ نامناسب ہونا۔ وہ چیز جس کا ادب توڑنا یا کر گزرنا جائز نہ ہو۔ بار = اجازت۔ رخصت۔ بوجھ۔ حمل۔ پھل۔ میوہ۔ شان وشوکت۔ دخل۔ دفعہ۔ کام۔ فائدہ۔ نفع۔ درخت کی جڑ۔ اسباب۔ متاع۔ بارگاہ۔ دوست۔ یار۔ چولہا۔ رنج۔ غم اندوہ۔ کستوری اور زعفران کا کھوٹ۔ زور۔ گناہ۔ ساز۔ کثرت۔ زیادتی۔ ہجوم۔ ناقابل تحمل تکلیف۔ باریدن کا فعل امر یعنی برس۔ برسانیوالا۔ بادشاہ یا امیر کے حضور میں آنے کی اجازت۔ بارگاہ شاہ۔ ماں کی شکم کا بچہ۔ کھاد۔ کار (یا کام) کا مرادِف جیسے کاروبار۔ وزن۔ دولت۔ دیگ میں ڈالی جانے والی چیزیں جیسے گوشت دالیں وغیرہ۔ سمند۔ گھوڑا۔ زردی مائل رنگ کا گھوڑا۔ فرماتے ہیں آپکے معزز ومحترم مقام میں چونکہ کسی کو بھی حضور میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں، آپ ناز کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لائیں اور فریاد کرنے والوں کی حالت ملاحظہ فرمائیں۔ یعنی اگر آپ سے انصاف چاہنے والے عشاق جن کی حالت آپ کی جدائی اور آپ کو دیکھنے کی حسرت میں ابتر ہو چکی ہے ،فریاد وفغان کر کے اپنی مراد طلب کر رہے ہیں اور آپ اپنے حریم محترم میں انہیں بلانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تو ٹھیک ہے لیکن کم از کم ان پر اتنا رحم تو کیجئے کہ اپنے ہی بے نیازانہ ناز وناداز کے ساتھ باہر آ کر ایک باران کی حالت زار کو دیکھ لیجئے کہ کتنی تمناؤں اور کتنی خواہشوں، آرزوؤں اور چاہتوں کیساتھ آپ کو دیکھنے کے متمنی ہیں۔ ۔ تماشا کر اے محو آئینہ داری ☆ تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں (غالب)۔ جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ☆ خیابان خیابان ارم دیکھتے

ہیں (غالب)۔ جان تم پر نثار کرتا ہوں ☆ میں نہیں جانتا دعا کیا ہے (غالب)۔ اگر از کمند عشقت بروم کجا گریزم ☆
کہ خلاص بی تو بند است و حیات بی تو زندان (سعدی)۔ بندگانیم جان و دل بر کف ☆ چشم بر حکم و گوش بر فرمان ☆
گر دل صلح داری اینک دل ☆ ور سر جنگ داری اینک جان (ہالف اصفہانی) ☆ از ہمہ کار جہان ما بہ تو پرداختیم ☆
عمر تلف کردن است جز بہ تو پرداختن (عبرت نائینی)۔ عاشقانیم وز کار ہمہ عالم فارغ ☆ ما نہ آنیم کہ ہرگز پی کاری
گیریم (ھلالی چغتائی)۔ گر بر کنم دل از تو و بردارم از تو مہر ☆ این مہر بر کہ افکنم این دل کجا برم (کمال اسمٰعیل اصفہانی)۔

۳۔ فرماتے ہیں اے چاند جیسے محبوب! ہجر کی راتوں میں آتش دل کے دھوئیں سے ہمارے چہرے سیاہ ہو گئے ہیں۔ آپ اپنے حسن کی زکوٰۃ دیجئے کہ ان روسیاہ عاشقوں کو ایک بار تو دیکھ لیجئے۔ عاشقوں کے دلوں میں محبوب کی جدائی سے آگ شعلہ زن ہے اس آتش قلب سے جو دھواں اٹھ رہا ہے اس سے عاشقوں کے چہروں کا رنگ سیاہ ہو چکا ہے۔ مولانا جامیؒ اپنے چاند جیسا چہرہ رکھنے والے محبوب سے التجا کر رہے ہیں کہ اپنے حسن کی زکوٰۃ کے طور پر ان عاشقوں کی حالت دیکھ لیجئے جن کے چہرے بھی اب آہ و فغان اور سوز سینہ و آتش قلب کے دھوئیں سے سیاہ پڑ گئے ہیں۔ آپ کے چہرے کی چاندنی انکے چہروں کو منور کر دیگی۔ اس چاندنی کو آپ محض اپنے حسن و جمال کی زکوٰۃ سمجھ کر ان پر چھیلا دیجئے۔ مولانا جامیؒ ہر طرح سے محبوب سے جتن کر رہے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح باہر آ کر اپنے دیدار سے عاشقوں کی تسلی کریں۔ اس شعر میں ہجر کی راتوں میں عاشقوں کے تغیر صورت یعنی سیاہ روئی کا واسطہ دیتے ہیں کہ آ کر دیکھئے جدائی نے ان کا کیا حال بنا دیا ہے اور اسلئے زکوٰۃ حسن کی التجا کرتے ہیں تا کہ محبوب کے حسن کی چاندنی کا مشاہدہ کر کے ان کا غم و اندوہ نور و روشنی میں بدل جائے۔ آہ از شب ہجران تو و روز قیامت ☆ کان را نہ شبی از پی و این را سحری نیست (درویش مجید طالقانی)۔ جوانم من و لی ہجران ماہی ☆ بدین سان در نظرہا کردہ پیرم ☆ در فراق روی او تنہا نہ گل خون میگریست ☆ شمع را دیدم کہ آتش بر سرش افتادہ است (ابو الکرم فراہانی)۔ بی روی دلارام تو ای شمع دل افروز ☆ دل رقص کنان بر سر آتش چو کباب است (حافظؒ)۔ بہ چہ مشغول نہم دیدہ و دل را کہ مدام ☆ دل تو را می طلبد دیدہ ترا می خواہد (فروغی قزوینی)۔ بکرشمۂ عنایت نظری بہ حال ما کن ☆ کہ دعای دردمندان ز سر نیاز باشد (سعدیؒ)۔ نظری کن بہ من سوختہ کارباب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند (سعدیؒ)۔ نظری بحال ما کن کہ ز دست رفتہ کارم ☆ بہ کسم مکن حوالت کہ بجز تو کس نہ دارم (عطارؒ نیشاپوری)۔

۵۔ فرماتے ہیں رات ہے، صحرا ہے، راستہ گم ہے اور رہنما بھی غائب۔ ایسے میں اے کعبۂ جان! آ کر ہم گمراہوں کی مصیبت کو دیکھ کر دور کر دیجئے۔ شعر میں مولانا جامیؒ راہ عشق میں حیرانی اور گم شدگی کی ایک تصویر پیش کر رہے ہیں یہ حیرانی، ظلمت، سرگشتگی، راہ گم کردگی اور راہبر کے میسر نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ عشق کی راہ میں رہبر اور

مرشد لازم وملزوم ہے۔ جب تک عشق وطریقت میں راہبر نہ ہو سالک راہ گم کر کے گمراہ رہے گا اور ان راہوں پر قدم رکھے گا جن سے وہ بے خبر ہے۔ بھٹک جائے گا' اندھیروں اور تاریکیوں میں خود کو دھکیل دے گا اور بے کران صحراؤں میں ٹھوکریں کھائے گا۔ مولانا جامیؒ نے ایک نقاش فنکار کی مانند گویا ایک زندہ تصویر کھینچی ہے اور اپنے محبوب حضرت رسول اکرمؐ سے فریاد کی ہے کہ اے رسول خداؐ! ہماری حالت یہ ہے کہ ظلمت چھا چکی ہے' سامنے ایک بے کراں صحرا ہے' راستہ معلوم نہیں اور راہنما بھی نہیں۔ آپ ہماری جان کے قبلہ و کعبہ ہیں۔ ہمارے چہرے آپ کی طرف ہیں۔ ہماری تمام تر آرزوئیں اور تمنائیں صرف آپ کی ذات اقدسؐ پر لگی ہیں۔ اے کعبہ کی طرح عزیز تر ذات اطہرؐ! آپ آ کر اپنے عاشقوں کے ہاتھ تھام لیجئے اور اس مصیبت و بلا سے ہمیں آزاد کیجئے ۔ می شود غول راہ می بردم ☆ دیو سرکش زراہ خذ بیدی ☆ راست کن از کمال لطف و کرم ☆ کار من از گناہ خذ بیدی ☆ بر درت ایستادہ می گویم ☆ یا حبیب اللہ خذ بیدی (مقبل بیج بہاروی)۔ کارم از دست رفت و دست از کار ☆ اوفتادم ز پای خذ بیدی ☆ کیست تا کار بستہ بکشاید؟ جز تو مشکل کشای خذ بیدی (عاجز کشمیری)۔ شب تاریک، مارا روز کن ای سید عالمؐ ☆ برآور سر چو خورشید درخشان یا رسول اللہؐ (واعظ کشمیری)۔ ای سرور خیر الامم وی قبلہ فیض و کرم ☆ از بیدلان بردار غم فریاد رس یا مصطفیؐ ☆ ای گمرہان را رہنما عفو گناہ این گدا ☆ بہر خدا خواہ از خدا فریاد رس یا مصطفیؐ (مسکین کشمیری)۔

۶۔ فرماتے ہیں اے میرے محبوب آپ اپنی دیوار کیسائے میں پناہ نہیں دیتے تو کم از کم ایک بار ہم بے پناہوں کی طرف رحم کی نظر ڈالئے۔ خستہ دل مسافر کسی دیوار کے سائے میں پناہ لے کر ستا لیتے ہیں اور سایہ دیوار ان کی تھکن کو دور کر دیتا ہے۔ راہ عشق کے دور دراز فاصلے طے کرنے والے محبوب کے مقام کی طرف بڑھ کر آخر منزل تک آ چکے ہیں اس امید کے ساتھ ان کی بارگاہ کے سائے میں پناہ ملے گی اور ان کے سارے مصائب دور ہو جائیں گے۔ لیکن محبوب بے نیاز ہے اور اپنی مرضی کا مختار۔ وہ ان کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتے اور نہ ان کے راہ عشق کے طویل سفر کی تھکن اور خستگی اور خستہ دلی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مولانا جامیؒ محبوب کے حضور میں معروض ہیں کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں بار نہیں دیتے کم از کم اے رحمۃ للعالمینؐ ہماری طرف رحم و رحمت کی نظر اٹھا کر تو دیکھ لیجئے کہ ہماری ساری تکلیفیں اور سارے مصائب آپکی اس ایک نظر رحمت سے دور ہو جائیں گے مطلب یہ ہے کہ حضرت رحمۃ للعالمینؐ کی ایک نظر رحمت سے عاشقوں کی ساری مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں ۔ یک نگاہی بر سرم یا رحمۃ للعالمینؐ ☆ از سر لطف و کرم یا رحمۃ للعالمینؐ ☆ چشم رحمت بر کشا واز عنایت یک نظر ☆ کن بہ حال مضطرم یا رحمۃ للعالمینؐ (قادری کشمیری)۔ باران رحمتی تو کہ از آسمان جود ☆ بر عاشقان تشنہ جگر کردہ ای

نزول (جامیؒ)۔ روی بنما و برافروز بشادی دل ما☆ای کہ بی روی تو آسان نہ شود مشکل ما (نظام وفا)۔ ای دوست بہ رسیدن حافظ قدمی نہ☆ زان پیش کہ گویند کہ از دار فنا رفت (حافظؒ)۔ ای خسرو خوبان نظری سوی گدا کن☆ رحمی بمن سوختۂ بی سروپا کن (حافظؒ)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ جامیؔ تم محبوب کے کوچے میں قدم رکھنا چاہتے ہو پہلے دیکھ لو کہ ان کی شمشیر بے نیازی کے کتنے ہی مقتول عاشق ہر طرف بکھرے پڑے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی راہ کوئی پھولوں سے بجی سجائی راہ نہیں۔ اسے اختیار کرنے سے پہلے دیکھ لو کہ جان جائے گی اسی طرح جس طرح کئی عاشقوں کی موت واقع ہوگئی ہے محبوب کی آزمایشوں سے' اس کے ناز و اداؤں سے' اس کی بے نیازیوں اور بے پروائیوں سے اس کے ناقابل تحمل امتحانوں سے' اس کے اشارہ ہای چشم اور ابروؤں کے تیروں سے' اور بھی کئی آزمایشوں سے۔ غرض یہ کہ عشق ایک خطرناک راستہ ہے جس میں ہر طرف موت منڈلا رہی ہے۔ بذل مال و جان و ترک نام و ننگ☆ در طریق عشق اول منزل است (سعدیؒ)۔ بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست☆ آنجا جز آن کہ جان بسپارند چارہ نیست (حافظؒ)۔ عشقبازی چیست سر در کوی دلبر باختن☆ باسر اندر کوی دلبر عشق نتوان باختن (سعدیؒ)۔ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان☆ شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی (حافظؒ)۔ در رہ عشق بہ سر تیشہ زدن آسان نیست☆ کرد فرہاد درین مرحلہ شیرینکاری☆ عشق داغیست کہ تامرگ نیاید نرود☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدیؒ)۔ گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں☆ جان دادہ ہوای سر رہگزار تھا (غالب)۔ موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال☆ ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا (غالب)۔ دل کو ہم صرف وفا سمجھتے تھے کیا معلوم تھا☆ یعنی یہ پہلے ہی نذر امتحان ہو جائے گا (غالب)۔

غزل ۹۵

برون ران ای سوار شوخ و قلب صد سپہ بشکن ....

۱۔ اے سوار شوخ ! باہر سوار ہو کر آیئے اور سینکڑوں سپاہیوں کے قلب توڑ ڈالئے
چہرے سے برقع ہٹا دیجئے اور چاند و سورج کی قدر و منزلت کو توڑ دیجئے
۲۔ جانوں کی سلطنت کو تو فتح کرلیا اب سلطانی کا جھنڈا بلند کیجئے
دلوں کی لشکر آپ کی مطیع ہوگئی اب شاہوں کی فوجیں توڑ ڈالئے

۳۔ اگر ہمارے کام کی گرہیں کھولنے کا خیال ہے تو پھر اپنے شکر بار ہونٹ کھول دیجئے
اور اگر ہمارے حال کی شکستگی دیکھنی مطلوب ہے تو اپنی سیاہ زلفوں میں خم ڈالئے

۴۔ سورج اپنے حسن پر اتراتا ہے خدا کیلئے اے میرے چاند
آپ اپنے رخسار کو مت ڈھانپ لیں اور ہر صبح کو اس کے بازار کی رونق کو توڑ ڈالیں

۵۔ اس صورت نے مجھے بری طرح مار ڈالا' ہائے کیا معلوم
اسے کس نے کہا تھا کہ دامن ڈال کر کلاہ کو کج کر کے (ایک طرف کو توڑ کر) راہ چلے

۶۔ آپ کے کوچے کے ساتھ میرا سر خود کو برابر جان کر آیا
آپ چوگان اٹھائیے اور اسے گیند کی طرح اس گناہ کی سزا میں توڑ ڈالئے

۷۔ اب کے بعد جامی اس کے جام سرخ کے رموز بیان کرتے رہو
اور شیخ کے زہد کی بنیاد اور پیر خانقاہ کی نصیحتوں کو توڑ دو

توضیحات غزل

ا۔قلب=دل۔لشکر کی درمیانی سپاہ جس میں سردار لشکر یا بادشاہ رہتا ہے۔ بیچ۔درمیان۔وسط۔چاند کی اٹھارویں منزل۔اوندھا۔الٹا۔خالص۔عقل۔کھوٹا سونا۔کھوٹی چاندی۔ضمیر۔خاطر۔اندرون۔داخل۔مرکز۔علم۔دانش۔کسی چیز کو الٹانا۔ایک لفظ کے حروف کو مقلوب کرنا یعنی ایسے الفاظ لانا جن میں سے اگر بعض حروف یا سارے حروف کو آگے پیچھے کر دیا جائے تو پھر وہی لفظ یا کوئی دوسرا لفظ یا کوئی دوسری ترکیب بن جائے مثلاً درد' داد' تخت' موم وغیرہ۔شوخ=بے باک۔نڈر۔بے خوف۔دلیر۔چالاک۔تیز۔بے حیا۔بے شرم۔راہزن۔چور۔عیار۔گستاخ۔شاد۔خوشحال۔زندہ دل۔خوبصورت۔فرماتے ہیں اے میرے سوار دلیر! باہر سوار ہو کر نکل آیئے اور سینکڑوں سپاہیوں کی درمیانی لشکر کو شکست دیجئے۔ چہرے پر سے برقع ہٹا دیجئے اور سورج اور چاند کا رتبہ گھٹا دیجئے۔شاعر نے سپاہ کی رعایت سے اس شعر میں قلب کا استعمال فوج کی درمیانی سپاہ کے معنوں میں کیا ہے جو میمنہ اور میسرہ کے سپاہیوں کی بہ نسبت اہم ترین بلکہ جنگجو ترین اور مضبوط ترین حصہ ہوتا ہے اس حد تک کہ اس گروہِ قلب میں فوجوں کا اعلیٰ سردار اور بادشاہ بھی ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حصے میں فوج کے دلاور ترین اور نڈر سپاہی' اور جنگجو لڑنے کیلئے موجود ہوتے ہیں۔[میمنہ فوج کا وہ گروہ جو میدان جنگ میں لڑائی کے وقت دائیں طرف اور میسرہ وہ حصہ جو (سردار اعلیٰ یا بادشاہ کے) کے بائیں طرف ہو]۔شعر میں مولانا جامیؒ اپنے محبوب کے حسن و جمال کی قوت'

دلکشی، دلربائی اور رتبہ ومنزلت کی انتہا کی بات کررہے ہیں اور اس بارے میں اُن کے ذہن میں گویا محبوب کے مسکن یا منزل کے باہر دو طرح کے گروہ جمع ہیں جو اپنی ذاتی قوت اور حسن کی برتری کا دعویٰ کررہے ہیں ایک جماعت قوت بازو رکھنے والے سپاہیوں (قوی دل عشاق) کی ہے جن کا دعویٰ ہے کہ ان کے گروہ کو کسی بھی پہلوان یا بہادر سردار کے ہاتھوں شکست نہیں ہوسکتی اور دوسری جماعت ان منتخب خوبان جہان کی ہے جو خود کو حسن و جمال میں سورج اور چاند سے کم نہیں جانتے۔ دونوں مولانا جامیؒ کے محبوب کے حسن و جمال سے مرعوب نہیں اور گویا محبوب کے دروازے کے باہر دونوں گروہ اپنے بلند بانگ دعویٰ پر مصر ہیں۔ مولانا جامیؒ اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں اے میرے سوار بے باک! آپ گھوڑے پر سوار ہوکر باہر تشریف لائیں کہ آپ کو دیکھتے ہی ان بہادر قوی دل عاشق سپاہیوں کا مضبوط ترین حصہ قلب پاش پاش ہوجائے اور گھوڑ دوڑ کے عمل میں اپنے چہرے سے نقاب بھی ہٹا لیجئے تا کہ وہ دوسرا گروہ جو خود کو سورج اور چاند سے بڑھ کر خوبصورت سمجھتا ہے وہ بھی شرمندہ ہوکر لوٹ جائے اس یقین سے کہ آپ کا چہرہ منور سورج اور چاند کی درخشانی سے بھی بالاتر اور روشن تر ہے۔ ضمناً مولانا جامیؒ نے قلب سے دو معنی پیدا کئے ہیں یعنی فوج کا درمیانی مستحکم حصہ اور دل۔ یعنی اس مستحکم حصے کے مضبوط دل والے فوجی سپاہیوں کے دل محبوب کی رعنائی اور دلکشی کو دیکھ کر اور پسپا ہوکر ڈوب جائیں گے۔ شعر میں محبوب کی دلربائی اور حسن و جمال کی شدت کا ذکر کیا گیا ہے۔ دارم سری پر از شور از طفل کجکلاہی ☆ بی قید شہریاری بی سکہ پادشاہی ☆ قیمت بزرگ دری اختر بلند حوری ☆ اقلیم دل ستانی منشور حسن خواہی ☆ سلطان نوظہوری رعنای پر غروری ☆ خورشید شعلہ شمعی آفاق سوز ماہی ☆ صید آرزو سواری شہباز نوشکاری ☆ کز بہر اوست ہر سو آمادہ صید گاہی ☆ مژگان دراز طفلی بازی کنان بہ خونہا ☆ مردم کش التفاتی شمشیر زن نگاہی ☆ باشد وظیفہ من از چشم نیم نازش ☆ نازی بصد تکلف آن نیز گاہ گاہی ☆ ابرو ہلال بدری کز عاشق سیہ روز ☆ پوشد رخ چو مہ را باری بجرم آہی ☆ از نظم محتشم شد زینت پذیر حسنس ☆ ہمچون گلی کہ یابد آرایش از گیاہی (محتشم کاشی)۔ تعالیٰ اللہ بردہ دل زمن شوخ سخندانی ☆ اداوان نکتہ سنجی سرکش آشوب دورانی ☆ بہشتی طینتی حوری لقائی ماہ رخساری ☆ بلا مردم فریبی سروقدی چشم فتانی ☆ قمر طلعت نگاری زہرہ بزمی مشتری رزمی ☆ بتی عاشق نگہ داری بہ خوبی ماہ کنعانی ☆ حریفی سرخوشی عین الحیاتی عالم آرائی ☆ علی عینیہ عین اللہ اشارت دان شفا خوانی ☆ اسیر زلف پیچانت شہید تیر مژگانت ☆ ریاضی شد بقربانت کہ باشد عید قربانی (ریاضی)۔ خر برویان جہان گرچہ کواکب صفت اند ☆ اوست مشہور از آن جملہ بہ خورشید وشی (صرفی کشمیری)۔

۲۔ علم برکشیدن = جھنڈا گاڑنا۔ جھنڈا کھڑا کرنا۔ نیزہ بلند کرنا۔ جلوہ کرنا۔ ظاہر ہونا۔ فرماتے ہیں میرے

محبوب! جانوں کی سلطنت پر تو آپ نے قبضہ کر لیا اب بادشاہت کا جھنڈا گاڑ لیجئے۔ دلوں کی لشکر تو آپ کے ہمراہ ہے ہی' بادشاہوں کی لشکروں کو توڑ کر رکھ دیجئے۔ مولانا جامیؒ نے اوپر کے شعر میں روئے زمین پر دعویٰ کرنے والے پہلوانوں کی زور قوت (قلب) اور خوبان عالم کے حسن و جمال کی برتری کا دعویٰ کرنے والوں کے ہوش اڑا دینے کیلئے محبوب سے کہا ہے کہ ناز و ادا کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر آ جائیں تا کہ خود بخود یہ لوگ شرمندہ و شرمسار اور زبون اور شکستہ خوار ہو کر چلے جائیں یعنی اس شعر میں گویا عالم ظاہر کی بادشاہت اور حکم روائی کا ذکر ہے۔

اب مولانا جامیؒ اس زیر بحث شعر میں محبوب سے عالم باطن کی حکمرانی اور سلطانی مطلق کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ اے محبوب! عاشقوں کے جانوں پر آپ نے فتح پالی اب جانوں کی سلطنت پر جھنڈا گاڑ دیجئے اپنی سلطانی کا۔ اور ان کے دلوں کے لشکر تو آپ کے ہمراہ ہیں ہی' اب بادشاہت کے دعویٰ داروں کی فوجوں کو پسپا کر دیجئے کہ آپ کی عالم ظاہر اور عالم باطن دونوں عالموں کی سلطانی' حکمرانی اور بادشاہت کا شہرہ عام ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی سلطانی ظاہری دنیا کے علاوہ باطنی عالم (یعنی دلوں اور جانوں) میں مسلم ہے ۔ مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی ☆ از عالم پاک آمدی جانہا فدایت مرحبا ☆ نور دل آدم توئی کام ہمہ عالم توئی ☆ ہر درد را مرہم توئی ای دردمندان را دوا ☆ تخت فلک تاجت قمر مہرت علم جوزا کمر ☆ فتحت قرین یارت ظفر دستت قدر تیغت قضا (احمد جامی)۔ ای تو سلطان دار ملک وجود ☆ ہمہ عالم طفیل تو مقصود ☆ مرکز محور وجود توئی ☆ کہ بہ تو قائم است ہر موجود ☆ اول و آخری بہ جان و بہ تن ☆ ظاہر و باطنی بہ حشمت و جود (معینؔ)۔ ژیہ چھے شاہی تہ سلطانی مسلم یارسول اللہؐ ☆ ژ چھک از لطف یزدانی معظم یارسول اللہؐ (حسین کشمیری)۔ دل شکار تو یا رسول اللہؐ ☆ جان نثار تو یارسول اللہؐ ☆ (الہام کشمیری)۔ یارسول اللہؐ یا خیر الرسلؐ ☆ نام پاکت زینت لوح و قلم ☆ بیشکی سردار دو عالم توئی ☆ بیگمان ماہ عرب شاہ عجم (جید کشمیری)۔

۳۔ گشاد کار = کام کا کھل جانا۔ بند گرہ کا کھل جانا۔ کام کا فراخ و وسیع بن جانا۔ فرماتے ہیں اے میرے محبوب! اگر ہماری خوبی و خوشی کی فراخی چاہتے ہیں تو پھر اپنے شکر بار ہونٹوں کو کھو لئے اور اگر ہماری پسپائی اور زبون حالی اور شکست خوردگی دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ اپنی سیاہ زلفوں کو ٹیڑھا کر دیجئے۔ [زلف شکستن = زلف ٹیڑھی کرنا۔ زلفوں میں پیچ و خم ڈالنا۔ زلفوں کو خمدار بنانا۔ شکن زلف پیدا کرنا]۔ خمدار اور پر پیچ زلفیں زیبائی اور دلربائی کی علامت ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے ہونٹ کھل جائیں اور ہم سے ہم کلام ہوں بس یہی ذریعہ ہے ہمارے دلوں کی تنگی کو کشادگی میں بدلنے کا' اور آپ اپنی زلفوں کو خمدار بنائیں گے تو یہ ہمارے لئے ذریعہ حزن ہے کیونکہ یہ دلربائی کی ایک ایسی آفت ہے ہمارے دلوں پر جو ہمارے دلوں کیلئے غیر قابل تحمل ہے اور ہم پسپا ہو جاتے

ہیں۔شعر میں محبوب کے لب ہای شکر بار اور خمدار زلفوں کی خوبصورتی اور دلربائی کا ذکر ہے۔ گفتی از سودای زلف سر کشم حال تو چیست ☆ بیقرارم بیقرارم گرمی دانی بدان (محتشم کاشی)۔کرد زلفت بیقرارم گرمی دانی بدان ☆ شد پریشان روزگارم گرمی دانی بدان (فروغی)۔بی رخش ہمچو زلف می پیچم ☆ شب تار ہجرا تماشا کن (بیخود بلخی)۔آموخت یار آن زلف دگردن ☆ زنار بستن بت سجدہ کردن (ریاضی)۔خیالم دردل و دل درد و زلفت ☆ پریشان در پریشان در پریشان (شمس العلماء ربانی)۔ہر کجا آن مہ بآن زلف پریشان بگذرد ☆ ہر کہ بیند کفر زلف او ز ایمان بگذرد (آقا دوست سبزواری)۔مبتلا دل بہ خم زلف دوتا شد چہ بجا شد ☆ ترک ما کرد و گرفتار بلا شد چہ بجا شد (اخگر بختیاری)۔ای نخل آرزو! لب لعلت طبیب کیست ☆ پروردۂ عجب رطبی تا نصیب کیست (اہلی شیرازی) ☆ من کہ بیہوشم از او مست شرابم مکنید ☆ مکنید از لب او یاد و خرابم مکنید (اہلی شیرازی)۔پیش لبت جان سپردم این بہ کہ گویم ☆ برلب آب حیات تسنگیم کشت (شاطر عباس صبوحی قمی) ☆ گیسوی تابدار کو اور بھی تابدار کر ☆ قلب ونظر شکار کر ہوش وخرد شکار کر (اقبالؒ)۔

۴۔عارض = رخسار۔گال۔لاحق ہونے والا۔الحاق کرنے والا۔افق میں پھیلا ہوا بادل۔سپہ سالار۔فوج کا افسر۔فوج کی موجودات لینے والا۔بخشی۔عرض کرنے والا۔عرضی لکھنے والا۔حادثہ۔وہ جو آدمی کو پیش آئے۔شکایت کرنے والا۔منہ یا چہرے کے دونوں اطراف۔اتفاق۔فرماتے ہیں میرے محبوب! سورج اپنے حسن پر اتراتا ہے۔اے میرے چاند خدا کیلئے آپ اپنے رخساروں کو ڈھانپ نہ لیں اور ہر صبح کو اس کی رونق کو توڑ ڈالا کریں۔[رونق بازار شکستن = محاورہ ہے یعنی کسی کو پامال کرنا۔پسپا کرنا۔اس میں زوال لانا۔چاشت گاہ = دن کا پہلا پہر۔دن کا پہلا چوتھائی حصہ۔دن چڑھے کا وقت جب سورج شفاف کرنیں بکھیرتا ہے]۔مطلب یہ ہے کہ صبح کے اوقات میں جب سورج اپنی حسین اور نور پاش صورت میں عالم کو روشن کرتا ہے اپنی اس صفت پر بہت ناز کرتا ہے۔اے میرے چاند! اے میرے محبوب! آپ اپنے عارض (چہرے) سے نقاب اٹھا دیجئے اور سورج کے اس دعویٰ کو پامال کر دیجئے کہ اسے یقین ہو جائے کہ آپ ایک ایسے چاند ہیں جسکے آگے اس کی روشنی اور اس کا جمال ہیچ ہے۔مولانا جامیؒ نے محبوب کے حسن و جمال کے چاند کا سورج کے حسن و جمال سے بالاتر اور زیباتر ہونے کا ذکر کیا ہے۔نہ تنہا روی شہر آشوب دارد ☆ بت من ہر چہ دارد خوب دارد (تاراج اصفہانی)۔گر میسر شود آن روی چو خورشید مرا ☆ پادشاہی چہ کہ دعوی خدائی بلنم (بیگم دہلوی)۔ز تیرہ بختی آئینہ حیرتی دارم ☆ ترا کشید در آغوش و آفتاب نہ شد (بہت شیرازی)۔بدامنت نہ رسد دست کس کہ جلوہ ناز ☆ ترا بہ بام فلک بردو نردبان برداشت (میرزا ابوالقاسم شیرازی)۔خرمن حسن ترا روزی کہ میکردند جمع ☆ آفتاب از دامن یک خوشہ چین افتادہ بود (آقا

مجتہد اصفہانی)۔قدی داری خرامان نخل یا سروی نمی دانم ☆ رخی داری فروزان مہر یا ماہی نمی دانم (آذر بیگدلی)۔ بر ہر کجا نظارہ کنم بیست بہ چشم ☆ گیتی بعہد حسن تو آئینہ خانہ ایست (آتش اصفہانی)۔

۵۔قلاش = مفلس۔ مجرد آدمی۔ بے نام و ننگ۔ لچا۔ بدمعاش۔ دھوکہ باز۔ ٹھگ۔ چالباز۔ تہی دست آدمی۔ مکار۔ شرابی۔ برا[قلاشانہ = بری طرح۔ بیکسی کی حالت میں]۔ آوہ = آہ۔ درد و غم اور افسوس و تعجب کے اظہار کے وقت بولتے ہیں۔ آوخ یا آواخ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی افسوس۔ دریغا۔ ہائے۔ قسمت۔ نصیب۔ آہ۔[فارسی میں آوہ کے اور معنی بھی ہیں: اینٹیں بنانے کی بھٹی۔ ڈوری جسے درزی لوگ کپڑوں کے کناروں پر سیا کرتے ہیں]۔ فرماتے ہیں انتہائی بری حالت میں میں محبوب کی صورت کو دیکھ کر قتل ہوا۔ آخر میرے محبوب کو کس نے کہا تھا کہ دامن کشاں (ناز و انداز سے) اور کلاہ کو ٹیڑھی رکھ کر چلے۔ مطلب یہ کہ محبوب کا ناز و انداز کیساتھ اور کلاہ کو ٹیڑھی رکھ کر چلنے کی ہیئت عاشق کیلئے سامان قتل اور غیر قابل تحمل ہے۔ یعنی یہ ہیئت عاشق کے قتل کیلئے کافی ہے۔ محبوب کا اِترا کے اور ناز و اندازِ کجکلاہانہ سے راہ چلنا عاشق کیلئے دلربائی، رعنائی اور دلکشی کی ایک ایسی صورت ہے جس پر وہ دل و جان سے فدا ہو جاتا ہے ؎ می آید و می بارد از ناز و تغافل ☆ ای دیدۂ امید بہ حسرت نگران باش ☆ مستانہ پی سوختن جان و دل آمد ☆ ای جان ہمہ طاقت شو و ای دل ہمہ جان باش (عرفی شیرازی)۔ ای سرو فگندی بہ سرش سایہ نہ گفتی ☆ نازک بدنی چون کشد این بار گران را (سلطان مصطفیٰ میرزا صفوی)۔ شدم یاران اسیر ناز مغروری ستمکاری ☆ تغافل پیشہ عیاری سینہ مستانہ رفتاری ☆ قبا پوشیدہ بیبا کی بلا بالا ہوسناکی ☆ رگ گل کردہ زناری مسلمانی گرفتاری ☆ تجلی چہرہ بدمستی ید بیضا صفت دستی ☆ عجائب شوخ و سر مستی پری وش کبک رفتاری ☆ دل و دین حجابی را ربودہ آفت جانی ☆ تبسم گلفشان سروی بہشتی لالہ رخساری (حجابی)۔ اسیرم در کمند زلف صیادی سیہ کاری ☆ جفا جوئی ستمکاری حریفی نا وفاداری ☆ بہ چہرہ خان و مان سوزی بمژگان چاک دل دوزی ☆ باستغنا بد آموزی بہ نظارہ غلط کاری ☆ قیامت جلوہ رعنائی سراپا ناز زیبائی ☆ چمن پیرا دل آرائی نگار سرور فتاری (آزادہ)۔

۶۔ برابر داشتن = برابری کرنا۔ ہم مرتبہ اور مساوی رکھنا۔ فرماتے ہیں آپ کے کوچے کے ساتھ میرا سر خود کو آپ کے کوچے کی برابری کے خیال میں چلا آیا۔ اسے آپ اپنے چوگان سے گیند کی طرح ماریئے کہ اس گناہ کی سزا یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرا سر آپ کے کوچے میں قدم بن کے نہیں آیا بلکہ ویسے ہی میرے شانوں پر اونچا رہ کر آپ کے کوچے میں داخل ہوا اور اس طرح سے گناہ کبیر کا مرتکب بن گیا۔ آپ اسے ویسے ہی مضروب و مجروح کیجئے جیسے کہ چوگان سے ایک گیند۔ کیونکہ اس جرم و گناہ کی پاداش میں میرا سر اسی سزا کا مستحق ہے۔ مولانا جامیؒ کہتا

یہ چاہتے ہیں کہ محبوب کے کوچے میں سر کو قدم بنا کے داخل ہونا واجب ہے۔ سر کو کندھوں پر لے جا کر جانا غرور و خود ہستی کا اظہار ہے۔ کوچہ محبوب میں نیستی اور عاجزی انکساری اور خود شکستگی چاہیئے ۔ چو محرم شدی ایمن از خود مباش ☆ کہ محرم بیک نقطہ مجرم شود (سیری مشہدی)۔ چو پشت پای زد عشقم چہ سان چالاک برخیزم ☆ ضعیفم دست گیر د سایہ تا از خاک برخیزم (میر سنجر کاشی)۔ اگر نشناسمش چندان عجب نیست ☆ زبس کم دیدہ ام از شرم رویش (سحاب اصفہانی)۔ چشمی کہ بود لایق دیدار نہ دارم ☆ دارم گلہ از چشم خود از یار نہ دارم (زلالی ہروی)۔ بروی او نگرستن زمن نمی آید ☆ من این دو دیدہ برای گریستن دارم (روحی ہمدانی)۔ چو رسی بہ کوہ سینا ارنی مگوی و بگذر ☆ کہ نیرزد این تمنا بہ جواب لن ترانی (رضی الدین نیشاپوری)۔

۷۔ رمز = نکتہ۔ پوشیدہ اشارہ۔ ابرو یا آنکھ یا لب سے اشارہ۔ لب و چشم۔ ابرو یا دہن یا ہاتھ یا پاؤں یا زبان سے کوئی موضوع سمجھانا۔ ایماء۔ اشارہ۔ راز پنہاں۔ سر۔ کوئی مخصوص علامت جس سے کوئی مطلب سمجھا جائے۔ فرماتے ہیں اے جامی! اب کے بعد محبوب کے جام لعل (سرخ دہن) کے نکات و رموز کو بیان کرتا کہ زاہد اور پیر خانقاہ کا زہد ٹوٹ جائے۔ مطلب یہ کہ محبوب کے دہن سرخ و تنگ میں وہ اسرار و رموز ہیں جو زاہدوں اور گوشہ (خانقاہ) نشین عبادت گذاروں کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ پس اے جامی تم اپنے دیدۂ بصیرت سے جن رموز و اسرار دہان لعل یار سے واقف ہو اور مشاہدہ کرتے رہتے ہو ان کو بیان کرتا رہ تا کہ زہد خشک کے پیروکاروں کو خبر ہو جائے اور وہ طریق عشق کو اختیار کریں۔ شعر میں محبوب کے خوبصورت دہن یاقوت رنگ کے اسرار و رموز جو عاشق کو نظر آتے ہیں کا ذکر ہے گویا دہن یار کی دلکشی کا ذکر ہے ۔ ای حقہ یاقوت تو پر گوہر رخشان ☆ لب ہای تو قیمت شکن لعل بدخشان (سقا)۔ رخی مانند گلبرگ ترش بین ☆ تنی از برگ گل نازک ترش بین ☆ لب شیرین تر از شہدش نظر کن ☆ دہان تنگ بہ از شکرش بین ☆ خط چون عنبر سارا ش بنگر ☆ بہ مہ عنبر ز مشک وادفرش بین ☆ سراپایش ہمہ مطبوع و زیبا ☆ ز سر تا پا و از پا تا سرش بین ☆ میرس از من کہ در خونت کہ غلطاند ☆ بخون آلودہ دست و خنجرش بین ☆ شہ حسن است و از خوبان سپاہش ☆ سپاہش را نظر کن لشکرش بین ☆ قبای خسروی و تاج شاہی ☆ رفیق این در برش و آن برسرش بین (رفیق)۔

غزل ۱۰۰

پردہ زرخ برفگن جامۂ جان چاک کن............

۱۔ چہرے پر سے نقاب ہٹایئے اور ہماری جان کا لباس چاک کر دیجئے
کلاہ کو ایک طرف ٹیڑھی رکھئے اور سروروں کے تاج خاک میں ملا دیجئے

۲۔ اے دوست! محبوب کے کوچے کا خاروخس پھولوں سے بہتر ہے
میری قبر کی مٹی پر اسی خس و خاشاک کا نخل بنا دینا
۳۔بال جیسا میرا یہ نحیف بدن آپ کے شکار ہونے کے لائق نہیں
ہاں اگر یہ ٹوٹ نہ جائے تو اسے فتراک کی رسی بنا لیں
۴۔ سوز جگر کی وجہ سے میرے نالے اور میری پکار بلند ہو رہی ہے
یا آپ میرا منہ بند کر دیں یا میرے جگر کو سی لیں
۵۔ دوستوں کی طرح میرے سرہانے پر لمحہ بھر کیلئے آجایئے
میرے دل کا حال پوچھ لیجئے' میرے آنسو پونچھ لیجئے
۶۔ بے درد لوگوں میں بھلا آپکی جفاؤں کا ذوق کہاں
اب کے بعد جو کچھ بھی کرنا ہو مجھ غمزدہ کے ساتھ ہی کیجئے

توضیحات غزل

۱۔سران=سر کی جمع۔سردار۔سرور۔رئیس۔مقدمہ سپاہ۔خیال۔فکر۔قوّت۔طاقت۔زور۔اوپر۔خالص۔ خلاصہ۔شروع۔اول۔خواہش۔ارادہ۔لشکر کا سردار۔[فارسی میں سر کسی تعداد کو جتلانے کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے پنج سر گوسفند۔سہ سر اسپ]۔فرماتے ہیں میرے محبوب! رخ پر سے پردہ ہٹایئے اور عاشقوں کو اپنی جانوں کا لباس چاک کرنے دیں۔سر پر کلاہ ٹیڑھی رکھئے اور سروروں کو ان کے تاج خاک میں ملانے دیجئے۔مطلب یہ ہے کہ عشاق اپنی جانیں آپ کے حسن و جمال پر قربان کرنے کے انتظار میں ہیں آپ چہرے پر سے نقاب ہٹادیں کہ پروانہ وار آپ کے شمع جمال پر اپنی جان فدا کریں۔پادشاہان تاجور کو ناز ہے ان کے تاج پر' آپ اپنی کلاہ کو کج کر کے ان پر خود کو ظاہر کر دیں کہ تاج کو اپنے سروں سے اٹھا کر وہ اسے خاک میں ملا دیں اور آپکے قدموں پر سر تسلیم خم کر دیں۔مطلب یہ کہ عاشق آپکے حسن و جمال پر فدا ہیں اور سران تاجور آپکے قدموں کے خاکسار ۔ ز سوز شمع حرفی در میان نیست ☆ حدیث از سوزش پروانہ کردند (آگہ شیرازی)۔ بہ پیش شمع گر پروانہ سوز دنیست دشوارش ☆ چہ باک از سوختن آن را کہ بربالین بود یارش (جلائی ساوئی)۔نالیدن بلبل ز نو آموزی عشق است ☆ ہرگز نہ شنیدیم ز پروانہ صدائی (حزین لاہجی)۔ای مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز ☆ کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد (سعدیؒ)۔از مہر روی گلر خان در سینہ دارم خارہا ☆ آتش بجان و دل زنند این آتشین رخسارہ ہا (فتح علی شاہ خاقان)۔بلب آمدہ است جانم تو بیا

کہ زندہ مانم ☆ پس از آن کہ من نہ مانم بہ چہ کار خواہی آمد (امیر خسروؒ)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا برآید (امیر خسروؒ)۔ ای بہ درگاہ تو نیاز ہمہ ☆ کرم تست چارہ ساز ہمہ ☆ اگر از چہرہ پردہ برداری ☆ بہ حقیقت کشد مجاز ھمہ ☆ مہوشان مظہر جمال تو اند ☆ بہر آن می کشیم ناز ہمہ (صالح چغتائی)۔

۲۔ نخل = کھجور کا درخت۔ خرما کا درخت۔ آنا پھانا۔ مطلق درخت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ موم اور کاغذ اور دھجیوں سے درخت کی طرح کی چیز بناتے ہیں جس میں شاخیں، پھول اور میوے بھی لگائے جاتے ہیں اور یہ خالص آرائش کی چیز ہوتی ہے۔ ایران میں ایک بڑے اور لمبے تابوت لو لیتے ہیں جسے قیمتی کپڑا بات جاتے ہیں اور اس پر آئینے اور خنجر اور تلواریں نصب کرتے ہیں اور محرم کی دسویں تاریخ کو اسے حضرت امام حسینؓ کے تابوت کا نام دے کر جلوس میں نہ لتے ہیں۔ کبھی کسی جوان کی موت پر بھی اس طرح کا تابوت نکالتے ہیں یا تکیہ میں رکھ دیتے ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں محبوب کے کوچے کا خار وخس (کانٹے تنکے) پھولوں سے بہتر ہے میری قبر پر اسی خار وخس سے ایک درخت سایہ دار بنا دینا تاکہ میں قبر میں آسودگی سے سو جاؤں۔ محبوب کی ہر چیز عاشق کو جان سے عزیز ہے حتی کہ اسکی نظر میں کوچہ یار کا خس وخاشاک خوشبودار خوبصورت پھولوں سے بھی زیبا تر اور خوشبودار تر ہے۔ اس لئے وصیت کرتے ہیں کہ میری قبر کی مٹی پر اسی خس وخاشاک کو پھیلا دیا جائے تاکہ اس سے ایک سایہ دار معطر درخت اگ کر قبر میں میری آسودگی کا باعث بن جائے۔ مطلب یہ کہ مر کر بھی عاشق خیال یار کی آسودگی کے خواہاں ہیں۔ محبوب کی ہر چیز کو جی جان سے چاہتے ہیں ۔ ای سرو سربلند کہ جان مبتلای تست ☆ چون گل ہزار پارہ دلم در ہوای تست (شہیدی قمی)۔ ہوای روضہ جنت ز سر بدر کردم ☆ بہ خشتی از سر کوی تو سر بہ سر کردم (شرف جہان قزوینی)۔ نیست ممکن کہ گریزند غزالان خیال ☆ ورنہ مجنون تو تنہا تر ازین می بایست (شانی تکلو)۔

۳۔ رشتۂ فتراک = فتراک کی رسی (فتراک = شکار بند یعنی وہ رسی یا تسمہ جو زین کے ساتھ آگے پیچھے لگا ہوتا ہے اور جس میں شکار لٹکائے جاتے ہیں)۔ فرماتے ہیں میرا جسم جو بال کی طرح نحیف ونازک ہو گیا ہے آپ کے شکار ہونے کے لائق نہیں رہا۔ البتہ اگر ٹوٹ نہ پایا تو اسے اپنے فتراک کی رسی بنا لیجئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں شکار ہونے کا مجھے شوق تھا لیکن آپکے عشق اور درد جدائی کے غم واندوہ نے اسے بال کی طرح کمزور اور نازک بنا دیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپکے کام آنے کی دل میں ہوس ہے اسلئے اگر میرا جسم ناتوان سلامت رہے تو آپ اسے اٹھا کر اپنے فتراک کی رسی بنا لیجئے کہ آپکے ہمراہ رہے اور اس طرح سے میری مراد پوری ہو جائے۔ شعر میں ہجر یار اور درد وغم عشق کے ہاتھوں تن بدن کے نحیف ونزار ہو جانے کا ذکر ہے ۔ بدرد ہجر ہر کس مبتلا شد ☆ علاجی بہتر از مردن ندارد (حسینی کاشانی)۔ محنت زدگان وادی عشق ترا ☆ ہجران کشد واجل کشد بدنامی (آقائی ہمدانی)۔

فروغ دیدہ ام رفت از جدائی ☆ چراغم سوخت دوراز روشنائی (مجبی)۔ مرا ہر کس کہ بیند پشت بر دیوار غم دادہ ☆ تصور می کند کز شخص آنجا سایہ افتادہ (فرید کاتب)۔ زضعف تن عجب حالی است بیمار محبت را ☆ کہ نتواند کشید از ناتوانی بار صحت را (صرفی کشمیری)۔ عشقم چنان گداخت کہ موران تر بتم ☆ عضوی نیافتند کہ نیشی فرو کنند (شانی تکلو)۔

۴۔ فرماتے ہیں میرا جگر سوز عشق سے پھک رہا ہے۔ اس لئے بے قرار ہو کر اور شعلوں کی آگ سے مضطرب ہو کر نالہ وفغان کرتا ہوں۔ یا تو آپ میرے منہ کو بند کر دیجئے یا میرے جگر کو چاک کر کے باہر نکال دیجئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میرے نالوں اور میری فریاد وفغان سے ناخوش ہیں لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔ آپ کے عشق اور درد و غم نے آگ کی صورت اختیار کی ہے جو اندر ہی اندر میرے دل وجگر کو بھسم کر رہی ہے اس لئے چیخ و پکار کر رہا ہوں۔ آپ آ کر میرا منہ سی ڈالئے یا میرے جگر کو سینے سے نکال دیجئے تا کہ فریاد وفغان بھی نہ رہے اور سوز جگر کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ شعر میں آتش عشق کے ہاتھوں سوز جگر کی سختیوں کا بیان ہے ۔ ہمرہ پروانہ مشق سوختن خواہیم کرد ☆ شعلہ عشق تر ازیب کفن خواہیم کرد (نگاہی نیشاپوری)۔ حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست ☆ خام بدم پختہ شدم سوختم (مولانا رومؒ)۔ من شمع جانگدازم تو صبح جانفزائی ☆ سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی ☆ نزدیک این چنیم دور آنچنان کہ گفتم ☆ نی تاب وصل دارم نی طاقت جدائی (ندائی نیشاپوری)۔ کس آگہ نیست از سوز درون واشک خونیم ☆ جز آن شمعی کہ میسوزد شب ہجران بہ بالینم (ناہید ہمدانی)۔ نالہ پنداشت کہ در سینہ ما جا تنگ است ☆ رفت و برگشت سراسیمہ کہ دنیا تنگ است (نائب اصفہانی)۔ نالہ را ہر چند من در سینہ پنہانی کنم ☆ سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن۔

۵۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! میرے سرہانے پر آ جائیے اور ایک دوست کی طرح میرے دل کا حال پوچھئے اور میری آنکھوں سے آنسو پونچھ لیجئے۔ مولانا جامیؒ کو حسرت ہے کہ محبوب بے نیاز و بے پروا کبھی ایک دوست کی طرح آ جائے میرے سرہانے بیٹھ جائے اور خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے کہ میں کس طرح بیماری کے بستر پر دراز ہوں۔ میرا دل درد و غم سے بے حال و مضطرب ہے اور ہجر محبوب میں میری آنکھیں گریاں ہیں کاش محبوب یار غمخوار کی طرح تسلیاں دے کر میرے آنسو پونچھے! شعر میں غم واندوہ ہجر یار اور الم وملال کی سختی کا ذکر ہے جس کے نتیجے میں عاشق دل کی بے قراری اور گریہ وزاری میں مبتلا ہے۔ چو مستولی شود درد جدائی تن بہ مردن دہ ☆ دوای این مرض را ہیچکس چون من نمی داند (آذری طوسی)۔ سوختم از آتش غم ناصحا تا کی زمنع ☆ می زنی بر آتشم دامن برو خاموش باش (آغا باجی)۔ دوزخ در آب دیدہ شود غرق روز حشر ☆ گر عاشقان حدیث فراق تو سر کنند (آگہ شیرازی)۔ اشکم نیافت بوی وفا تا دلم نہ سوخت ☆ ہر شبنمی کہ میچکد از گل گلاب نیست (اہلی شیرازی)۔ چند سوز دجگرم یاد بہشتی صفتی ☆

دوزخی دارم ازین بیش عذابم مکنید (اہلی شیرازی)۔مجال خواب چو شمعم بہ ہیچ پہلو نیست ☆ زبس کہ داغ تو سرتا بہ پای من سوزد (اہلی شیرازی)۔

۶۔فرماتے ہیں میرے محبوب! جن لوگوں کے دل دردِ عشق سے خالی ہیں وہ آپ کی جفاؤں کو سہنے کے ذوق سے محروم ہیں اس لئے ہر ظلم و جور کو آپ فقط مجھ عاشق غمزدہ کے لئے ہی مخصوص رکھیں میں آپ کے مظالم کا انتہائی شوق سے استقبال کرتا رہا ہوں اور آپ کے ہر ستم کو احسان جان کر برداشت کرتا آیا ہوں۔آپ کی جفاؤں کو تحمل کرنے میں اور ذوق وشوق کے ساتھ برداشت کرنے میں مجھے جو لذت اور تسکین ملتی ہے اسے وہ لوگ کیا جانیں جو درد والم عشق سے بے خبر ہیں۔شعر میں محبوب کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کو ذوق وشوق کے ساتھ برداشت کرنے کا ذکر ہے۔ کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیم کش کو ☆ یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا (غالبؔ)۔قہر ہو یا بلا ہو، جو کچھ ہو ☆ کاش تم میرے لئے ہوتے (غالبؔ)۔شد از زخم تو ام کیفی حاصل کہ از شادی ☆ در او ذوق علاج ولذت مرہم نمی گنجد (صبوری تبریزی)۔عالم سوز وساز میں وصل سے بڑھ کر ہے فراق ☆ وصل میں مرگ آرزو ہجر میں لذت طلب (اقبالؔ)۔پیکر نوری کو ہو سجدہ میسر تو کیا ☆ اس کو میسر نہیں سوز و گداز سجود (اقبالؔ)۔چہ حاجت است کہ لاف از وفا زنیم چو تو ☆ بصد ہزار جفا آزمودہ ای مارا (اہلی شیرازی)۔ستمکشان تو از شکوہ لب چنان بستند ☆ کہ از شکایت اغیار ہم زبان بستند (آذر بیکدلی)۔

غزل ۱۰۱

خدایا بہ آن سرو نازم رسان.........

۱۔ یا اللہ ! مجھے اس سرو ناز کے پاس پہنچا دے
مجھے اس دلبر دلنواز کے پاس پہنچا دے
۲۔ میرے سر کی منزل وہی درگاہ ہے
مجھے پھر سے اپنی اس بہترین منزل پر پہنچا دے
۳۔ میں اپنے راز دان کی جدائی سے پریشان ہوں
مجھے اس راز دار سکون قلب کے پاس پہنچا دے
۴۔ ان کا چہرہ ہر حاجت کا قبلہ ہے
مجھے اس ہر حاجت روا قبلے کے پاس پہنچا دے

۵۔ خدمت کیلئے میرے کندھوں پر ایک سر رکھا ہوا ہے
اسے اس ایک سر افراز کے پاؤں پر پہنچا دے
۶۔ محبوب کے وصل کا راستہ دور و دراز ہے
مجھے اس دور و دراز راستے پر پہنچا دے
۷۔ بے بسی کی وجہ سے میں جامیؔ چونکہ جل چکا
مجھے اس چارہ ساز کے دیدار تک پہنچا دے

توضیحاتِ غزل

۱۔سروناز = نیا اگایا ہوا سرو۔ وہ سرو جس کی ٹہنیاں ہر طرف جھکی ہوئی ہوں۔ معشوق سروقد۔ معشوق خوش قد و قامت (سروناز باغوں میں اور گھروں کے چمن زاروں میں اگاتے ہیں۔ اس کا سرا مخروطی شکل کا ہوتا ہے اور بہت حسین، بہت خوش شکل اور خوش قد و خوش اندام ہوتا ہے۔ میں نے ان کی خاصی تعداد زیادہ تر شیراز میں دیکھی ہے۔ اسے سروشیرازی، سروکاشی اور شجرۃ الحیاۃ بھی کہتے ہیں۔ سروناز قدیم موسیقی کی ایک راگ کا بھی نام ہے)۔ دلنواز = خاطر نواز۔ وہ چیز یا وہ شخص جو دل کی نوازش کرے۔ تسلی دینے والا۔ مشفق۔ مہربان۔ معشوق۔ محبوب۔ دلارام۔ شفیق۔ پیارا۔ دوست۔ مولانا جامیؒ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کیساتھ دعا مانگتے ہیں کہ میرے پروردگار! مجھے اس محبوب خوش قد و قامت کے پاس اور اس معشوق خاطر نواز کے پاس پہنچا دے۔ یعنی مجھے اس خوش اندام محبوب کے دیدار سے نواز جس کی رحمت و برکت سے میرے دل کو تسکین نصیب ہوگی۔ شعر میں محبوب کے قد و قامت دل نشین اور اس کی دل نوازی و تسکین قلب کے باعث ہونے کا ذکر ہے۔ سرویست قامت تو از ناز سر کشیدہ ☆ ماہی است عارض تو آزاد آفریدہ ☆ چون قامت تو سروی دوران نشان نہ دادہ ☆ چون عارض تو ماہی چشم فلک نہ دیدہ (اہلی شیرازی)۔ آوازہ جمالت تا در جہان فتادہ ☆ خلقی بہ جستجویت سر بر زمین نہادہ ☆ زنجیریان زلفت گردتو حلقہ بستہ ☆ شوریدگان کویت در یکدگر فتادہ ☆ یابا دبود ہمرہ بوی تو در سحرگہ ☆ گلہا فشاندہ بویت خود را بہ باد دادہ (سلمان ساوجی)۔ شوخ و میخوارہ و شنگرد و غزلخوان شدہ ای ☆ چشم بد دور کہ سر فتنہ دوران شدہ ای ☆ ہر چہ در خاطر ہر کس گذرد می دانی ☆ خوش ادا یاب و ادا فہم و ادادان شدہ ای ☆ جای قد سرو خجالت کشد از روی بہار ☆ تا تو چون آب درین باغ خرامان شدہ ای (صائب)۔ ای حدیثت شکر ناب چہ شیرین سخنی ☆ کہ بہ شیرینی گفتار شکر می شکنی ☆ میوان دید ز لطف بدنت جوہر جان ☆ جان فدای بدنت باد چہ نازک بدنی ☆ چاک زد پیرہن از رشک

قبای تو چو گل ☆ ہر سہی قد کہ علم بودہ بہ گل پیرہنی (فغانی)۔

۲۔ سرمنزل = منزل۔ مقام۔ مسکن۔ کسی جگہ کی اچھی آب وہوا کے باعث کوئی مسافر یادگار کے طور وہاں عمارت بنادے اسے سرمنزل کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار! میرے سر کی جگہ محبوب کی درگاہ ہے' محبوب کی دہلیز ہے' محبوب کی بارگاہ ہے' محبوب کا آستانہ ہے۔ مجھے اسی آستانہ عالی پر پہنچادے کہ میں اپنے سر کو اسی مقدس چوکھٹ پر جھکادوں۔ شعر میں محبوب کے آستانے پر پہنچنے اور سر نیاز خم کرنے کی آرزو کا بیان ہے۔ سوی جایے بہتر پیش حق از کعبہ واز عرش ☆ یتھ جایہ بتھ پانہ سہ سردار مدینس ☆ تمہ تاو عشقنہ دو دمیہ جگر باوہس حال ☆ مُژتھ بہ گژھا سینہ یہ افگار مدینس ☆ بیچار ناظم اور زوُ بتھ یِی چھُ در دل ☆ کرواتہ دوان نالہ دوان زار مدینس (ناظم کشمیری)۔ کروُ چھے بہ چشموی سی روضہ یہ پرنور چون ☆ یودبنم فضل الٰہی کیاہ میہ یِی دُشوار چھمُ (عاصی کشمیری)۔ تمنای بہشت از دِل کوڈم میے ☆ میہ چھمُ خُلد برین کوی محمدؐ (سایل کشمیری) سبہ چانس روضہِ ہی پاری نظر تراوم ژلیم خواری ☆ میہ دادبن کر دوا در خور' کرم کر یا رسول اللہؐ (نظام الدین کشمیری)۔ اکہ آیے مفلس برتل شاہا ☆ جایے ساڈ یتہ کر پایاہ سون ☆ رایے چھنہ بنہ یژھ بیا کھ درگاہا ☆ اَسہ گژھ گتہ منز گاہاچون (نادم کشمیری)۔

۳۔ ھمراز = راز دان۔ جو اپنا بھید جانتا ہو۔ بھیدی۔ محرم راز۔ وہ شخص جو اپنائیت کی وجہ سے دوسرے کے رازوں سے واقف ہو۔ جمعیت آباد راز = محبوب کیلئے ایک دلچسپ اور اچھوتی اور نادر الوجود تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ [جمعیت = گروہ۔ جماعت۔ انجمن۔ لوگوں کی کثرت جو ایک جگہ جمع ہو۔ ایک گاؤں' شہر' ریاست اور ملک کے باشندے] منتشر ہوئی چیزوں یا پراگندہ اشیاء یا تتر بتر اور پریشان چیزوں اور خیالوں کا ایک جگہ جمع ہوجانا جو امن وسکون کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی لئے جمعیت خاطر کی ترکیب استعمال میں آتی ہے۔ مولانا جامیؒ کا دل منتشر اور پراگندہ ہے اس کے اور محبوب کے درمیان عشق کے جو اسرار ہیں ان سے محبوب واقف ہے لیکن چونکہ محبوب سے مولانا جامیؒ دور ہے اس لئے اس کا دل جو اسرار ورموز عشق محبوب سے معمور ہے پراگندہ ہے اور اسرار کی یہ پراگندگی اور انتشار سکون وخاطر قلب میں تب ہی بدل سکتی ہے جب وہ سکون قلب اور جمعیت خاطر کے تنہا وسیلے اور باعث یعنی محبوب کے پاس پہنچ جائے گا۔ گویا محبوب مولانا جامیؒ کے لئے جمعیت آباد راز ہے یعنی انتشار قلب کو جمع کرنے والا' باعث سکون خاطر! شعر میں درد جدائی کی پریشان خاطری کو دور کرنے اور انتشار قلب کے سکون و اطمینان خاطر میں تبدیل ہوجانے کیلئے محبوب کے در پر پہنچ کر ان کے دیدار سے مشرف ہونے کا ذکر ہے۔ نہ گل شناسم ونہ باغ وبوستان بی تو ☆ کہ دیدہ در نگشاید باین وآن بی تو ☆ زخضر گیرم در بزم بہ خاک آب حیات ☆ ز زندگی شدہ ام بس کہ سرگران بی تو ☆ درین بہار چو گل از سفر تو باز آئی ☆ ببین کہ چہ میکند این چشم خون فشان بی تو ☆

ازآن زمان کہ تو از چشم من جدا گشتی ☆ رمیدہ جان زتن من زتن توان بی تو (ابو طالب کلیم)۔ رفتی خرامان از برم سروروان لیستی ☆ آرام بروی از دلم آرام جان لیستی ☆ ظالم ستم گر بیوفا شمشیر در کف میروی ☆ خون کہ خواہی ریختن درقصد جان لیستی (استاد)۔ گرد چمن گردیدہ تو برگردتو گردیدہ من ☆ گل از گلستان چیدہ تو دردترا بر چیدہ من ☆ تو آفتاب خاوری من چون ہلال از لاغری ☆ بر من نظر افکندہ تو برخویشتن بالیدہ من (سعیدا اشرف)۔ زود بمن بیا میا بر سر جنگ یار من ☆ زحمت دل مدہ بدہ راحت جان زارمن ☆ حال مرا ببین مبین حال رقیب تند خو ☆ جور و جفا مکن بکن لطف وکرم نگارمن ☆ راہ جفا مرو برو بر سر لطف ومکرمت ☆ محرم کس مشو بشو ہمدم وغمگسار من ☆ مرہم دل بنہ منہ داغ فراق وہجر را ☆ دین ودلم مبر ببر غم زدل فگار من ☆ عیش جہان مگو بگو قصہ درد بینوا ☆ شہد وشکر مخور بخور زہر زدست یار من (بینوا)۔

۴۔ فرماتے ہیں محبوب کا چہرہ قبلۂ حاجات ہے۔ میرے خدا! مجھے اس ہر حاجت روا قبلہ کے پاس پہنچادے۔ مولانا جامیؒ جیسے کہ ہم اس سے پہلے دیکھ چلے اپنے محبوب حضرت رسول اکرمؐ کے عشق میں محویت وفنا کے درجے پر تھے اوراس لحاظ سے وہ اپنے محبوب کے جمال کا ہر شش جہات میں مشاہدہ کرتے تھے اوراس منزل پر اور مرتبہ و مقام پر طریقت عشق کے عین مطابق اپنے محبوب کو غالب' کارکشا' کارساز' تقدیر ساز' حاجت روا اور مشکلکشا مانتے تھے۔ اسی پس منظر میں زیر بحث شعر کے حقیقی معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ ایک عاشق صادق جوعشق رسولؐ میں فنائیت کے مرتبہ پر ہے رسول اللہؐ کے آستانہ حاجت روا پر اللہ تعالیٰ سے پہنچانے کی دعا کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ وہی آستانہ اقدس میرا قبلہ ہے اوراسی قبلے سے ہر حاجت پوری ہوجاتی ہے چہ محتاج مشتاقِ دیدار خاص ☆ غنی وگدا یا حیات النبیؐ ☆ بدیدار انور منور کرکھ ☆ برای خوداہ یا حیات النبیؐ (محمود گامی)۔ چہ شود گر نقاب بکشائی ☆ بیدلان راجمال بنمائی ☆ اتھ روٹ نے کرومیہ مسکینس ☆ روزِ محشر چھ کور رسوائی (شعری کشمیری)۔ دپان چھس روزتھ بیتہ روضہ چونی ☆ وچھتھ ازبرِ دیمن یا محمدؐ ☆ ژھکھنا قبلہ تے بیہ کعبہ میونی ☆ بہ دِمے سجدہ بمن یا محمدؐ (محمود گامی)۔

۵۔ سرفراز = سربلند۔ بلند مرتبہ۔ عزت ودولت اوراعتبار کا بڑھنا۔ مغرور۔ مفتخر۔ سربلند۔ فرماتے ہیں میرے کندھوں پر ایک سر رکھا ہوا ہے جس سے مجھے خدمت لینا مقصود ہے اسلئے میرے پروردگار! مجھے اپنے محبوب سربلند کے پاس پہنچادے کہ یہ سر میں انکے تابع رکھوں اورانکے قدموں میں ڈال دوں۔ یعنی میری تمنا یہ ہے کہ میرا سر محبوب کے قدموں پر جھک جائے اوراس محبوب سربلند ورفیع المرتبت کے آگے اگر یہ سرخم ہوجائے جو میری آرزو ہے تو میرے خمیدہ سر کیلئے یہی سربلندی ہے شعر میں عاشق نے اپنا سر محبوب کے قدموں پر نثار کرنے کا ذکر کیا ہے تو بی

چھکھ اوّل تہٕ ژیٚ چھکھ آدن ☆ یا نبیؐ پادن وندہٕ ھوے سر ☆ ژیٚ چھکھ پتہٕ وٕتھ ستھ ناشادن ☆ یا نبیؐ پادن وندہٕ ھوے سر ☆ کُنہٕ کُنہٕ یکھنا وُنہ اوس آدن ☆ دکھنا درشن چھکھ رہبر ☆ یمہٕ ھوے سمہٕ ھوے تہٕ پیمہٕ ھوے پادن ☆ یا نبیؐ پادن وٕندہٕ ھوے سر (نادم کشمیری)۔ چھِم دلدار ودلبر یا محمدؐ ☆ لگے قوربان وندَے سر یا محمدؐ (قاضی نظام الدین خانیاری)۔ مہر بان گرھتہٕ بہٕ مٕن یا محمدؐ ☆ بہٕ وندٕے سر قد من یا محمدؐ (محمود گامی)۔ دل وجانم فدایت یا محمدؐ ☆ سرم قربان پایت یا محمدؐ (مسکین کشمیری)۔

۶۔ فرماتے ہیں محبوب کے وصل کا راستہ دور ہے اور لمبا بھی۔ اے پروردگار مجھے اسی دور و دراز راستے پر پہنچا دے یہی میری تمنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وصل محبوب ایک دور و دراز راستہ ہی سہی لیکن میں اسی راہ کا طالب ہوں۔ خواہ کتنا ہی کٹھن کتنا ہی دور اور طویل کیوں نہ ہو میں محبوب سے ملنے اور ان کے دیدار کی سعادت پانے کیلئے اس راہ میں پیش آنے والے سبھی مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کرلوں گا۔ شعر میں وصل محبوب کی خاطر سبھی اذیتوں اور آزمائشوں سے عہدہ برآ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ترا با من سر جور و جفا بود است دانستم ☆ سرت گردم گناہ من وفا بود است دانستم ☆ ترا ای بی مروت دوست گفتن از سر مستی ☆ غلط بود است فهمیدم خطا بود است دانستم ☆ ازین آہستہ رفتنها وزین برگشتہ دیدنہا ☆ ترا جانا حریفی در قفا بود است دانستم ☆ خدنگ غمزہ ابرو کمانان از نشان دل نمی گردد خطا تیر قضا بود است دانستم ☆ برفت از شربت وصلم حرارت از جگر واقف ☆ مریض عشق را مردن دوا بود است دانستم (واقف ہندی)۔ مرا تا جان بود جانان تو باشی ☆ ز جان خوشتر چہ باشد جان تو باشی ☆ دل دل ہم تو بودی تا بہ امروز ☆ ازین پس تیر جان جان تو باشی ☆ بہ ہر زخمی مرا مرہم تو سازی ☆ بہ ہر دردی مرا درمان تو باشی ☆ بدہ فرمان بہ ہر موجب کہ خواہی ☆ کہ تا باشم مرا سلطان تو باشی ☆ بدین و کفر مفروشم ازین پس ☆ مرا ہم کفر وہم ایمان تو باشی ☆ ز خاقانی مزن دم چون تو اوئی ☆ چہ خاقانی کہ ہم خاقان تو باشی (خاقانی)۔

۷۔ فرماتے ہیں میں جامی کی طرح بیچارگی، مجبوری، بیکسی اور بے بسی میں جل چکا۔ اب اے میرے پروردگار میری اس حالت زار پر رحم فرما اور مجھے اس محبوب چارہ ساز کے حضور میں پہنچا دے کیونکہ ان کا دیدار ہی میری ان علتوں کا مداوا ہے۔ جوں ہی مجھے ان کا دیدار نصیب ہوگا میرے تمام دکھوں اور میری تمام بیچارگیوں کا خود بخود علاج ہو جائے گا۔ بر من نظر کن ماہ من چون مائل روی تو ام ☆ عمری برای یک نظر سرگشتہ کوی تو ام ☆ دنیا نہ خواہم از تو من عقبیٰ نخواہم از تو من ☆ از تو ہمی خواہم ترا من عاشق روی تو ام ☆ روزانہ گفت و گوی تو شبہا طواف کوی تو ☆ دیوانہ روی تو ام آشفتہ موی تو ام ☆ گاہی بہ نازم میکشی گاہی بہ دارم میکشی ☆ خوی تو باشد این چنین من کشتہ خوی تو ام ☆ پیر و ضعیف و ناتوان افتادہ چون ابن یمین ☆ خم گشتہ ہمچون ماہ نو مائل بہ ابروی تو ام (ابن یمین) ☆

چنان در قید مہرت پای بندم ☆ کہ گوئی آہوی سر در کمندم ☆ گہی بر درد بیدرمان بگیرم ☆ گہی بر حال بی سامان بخندم ☆ نہ مجنونم کہ دل برگیرم از دوست ☆ مدہ گر عاقلی ای خواجہ پندم ☆ چنین صورت نہ بندد ہیچ نقاش ☆ معاذ اللہ من این صورت نہ بندم ☆ چہ جانہا در غمت فرسود تنہا ☆ نہ من تنہا اسیر و دردمندم ☆ سری دارم فدای خاک پایت ☆ کز آسایش رسانی در گزندم ☆ مجال صبر تنگ آمد بہ یکبار ☆ حدیث صبر در صحرا فگندم ☆ اگر در رنج سعدی راحت تست ☆ من این بیداد برخودی پسندم (سعدیؒ)۔ از من نظر بربستہ تو چشم از جہان پوشیدہ من ☆ با دیگران گرویدہ تو برگرد تو گرویدہ من ☆ من شمع و تو شعلہ ای من خارم و تو آتشی ☆ از سوز شم بالیدہ تو وز شورشت کاہیدہ من ☆ در حسن تو در عشق من داریم با گل نسبتی ☆ از رنگ و بو سرشار تو وز یکدگر پاشیدہ من ☆ در بحر عشق و عاشقی تو موج حسنی من حباب ☆ دامن ز من افشاندہ تو سر در کفن پیچیدہ من ☆ ہردم طپیدن می شود مقراض قطع نالہ ام ☆ یکرہ بدل نگذشتہ تو صد جانفس دز دیدہ من ☆ ہر قطرہ از اشک دیدنت دارد نگاہی در بغل ☆ قرص نظر پیمودہ تو نور بصر بازیدہ من ★... در عشقبازی با تو من چون بلبل و گل در چمن ☆ از نالہ ام خندیدہ تو در خندہ ات بالیدہ من ☆ ہی ہی خوش آن ساعت کہ من بینم ترا با خویشتن ☆ بند قبا بکشودہ تو در بوی گل غلطیدہ من ☆ دلدار اگر پرسد ز تو حال تجلی را بگو ☆ خوش طرہ تو خوش خندہ تو شوریدہ من ژولیدہ من (تجلی)۔

غزل ۱۰۲

نگارا! ز درماندگان یاد می کن..........

۱۔ میرے محبوب ! بیچاروں کو یاد کیا کریں
خدا کے لئے بیچاروں کو یاد کیا کریں
۲۔ ہم آپ کی راہ میں عاجز چونٹیوں کی طرح پڑے رہتے ہیں
اے سوار ! بیچاروں کو یاد کیا کریں
۳۔ اہل ارادت کی طرف اگر آپ کی توجہ نہیں
تو اے محبوب ! بیچاروں کو یاد کیا کریں
۴۔ جب آپ کے وصل کی شربت محرم لوگوں کی لذت کا باعث بنے
تو بیچاروں کو یاد کیا کریں

۵۔ دوستوں کی احوال پرسی کیلئے جب آپ صبا کو
بھیج دیں گے تو بیچاروں کو یاد کریں
۶۔ طرہ سیاہ کے تاروں کی بلا تقسیم کرتے وقت
بیچاروں کو یاد کریں
۷۔ جامیؔ کی کیا مجال کہ آپ کو لکھے کہ
اے دوست! بیچاروں کو یاد کیا کریں

توضیحاتِ غزل

۱۔ درماندگان = (درماندہ کی جمع) بیچارے لوگ۔ عاجز لوگ۔ مضطرب لوگ۔ بے بس لوگ۔ وہ تاجر لوگ جو اپنا قرض چکا نہ سکیں۔ متوقف لوگ جو آگے نہ بڑھ سکتے ہوں۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! ہم بے بس ہیں، عاجز ہیں، بے چارہ لوگ ہیں۔ یہ بے بسی اور بیچارگی آپ کے عشق میں حاصل ہونے والے شدت کرب واندوہ کا نتیجہ ہے اس لئے ہمیں یاد کیا کریں کہ بالآخر ہم بھی آپ کے چاہنے والوں، عاشقوں اور عقیدت مندوں میں ہیں۔ ای دلبر مہ روی من از من چرا رنجیدہ ای ☆ ماہ ہلال ابروی من، از من چرا رنجیدہ ای ☆ سنگین دلی وتند خواین از تو کی باشد نکو ☆ ای بی وفا! باری بگو از من چرا رنجیدہ ای ☆ دل با غمت ہم خانہ شد وز خویش ہم بیگانہ شد ☆ در عشق تو افسانہ شد از من چرا رنجیدہ ای ☆ ای جنگجوی پر جفا از من چہ دیدی جز وفا ☆ شرمی نداری از خدا از من چرا رنجیدہ ای ☆ جز ذکر تو گفت وشنود از من نیاید در وجود ☆ آخر گناہ من چہ بود از من چرا رنجیدہ ای ☆ ای دلبر ولدار من در ہر دو عالم یار من ☆ وی مونس غمخوار من از من چرا رنجیدہ ای ☆ رنجیدہ ای رنجیدہ ای از من گناہی دیدہ ای؟ ☆ دائم کنہ بخشیدہ ای از من چرا رنجیدہ ای ☆ سقا ز شوق روی تو دل بستہ بر ہر موی تو ☆ ای من گدای کوی تو از من چرا رنجیدہ ای (سقا)۔ آن کہ دائم ہوس سوختن ما میکرد ☆ کاش می آمد واز دور تماشا میکرد (طاہری نائینی)۔ آزادیم از دام ہوس نیست ولی کاش ☆ صیاد مرا گاہ بدنیسو گذری بود (صفائی نراقی)۔ کاشکی دلبر من با دل من داد کند ☆ گاہ گاہی بہ نگاہی دل من شاد کند (ادیب نیشاپوری)۔

۲۔ فرماتے ہیں ہماری آپ کی رہگذر میں یہ حالت ہے کہ کمزور ونحیف و ناتوان اور خاکسار چونٹیوں کی طرح بے بس اور لاچار پڑے ہیں۔ اے سوار زود گذر! اے محبوب شاہسوار! ہماری بھی خبر لیجئے۔ ہمارا بھی خیال کیجئے۔ ہمیں بھی یاد فرمائیں! ہماری حالت ملاحظہ کر کے ہم پر بھی رحم کریں۔ کاش در زندگی از خاک مرا برمی داشت ☆

آن کہ بر تربت من سایہ فکند آخر کار (صائب)۔ کاش برگردی ازین راہ کہ ارباب امید ☆ در گذرگاہ تو حسرت نگرانند ہنوز (فروغی بسطامی)۔ حاصل زندگانیم روی تو دیدنست و بس ☆ خوشتر ازین چہ زندگی بہتر ازین چہ حاصلم (وصال شیرازی)۔

۳۔ارادت = عقیدت۔ مرید بننا۔ ارادہ کرنا۔ چاہت۔ میل۔ مشیت۔ قضا۔ قدر۔ تقدیر۔ دوستی میں اظہار اخلاص۔ اعتقاد و ایمان پر مبنی دوستی۔ فرماتے ہیں اگر آپ کو اے محبوب اپنے عقیدت مندوں اور اپنے چاہنے والوں اور اپنے عاشقوں کی کوئی چاہت نہیں تو آ کر دیکھ لیجئے اپنے عاشقان بیچارہ و عاجز کو کہ کس طرح سے' کس عقیدت و ارادتمندی' کس محبت سے اور جان و دل کی عمیق خواہش و آرزو کے ساتھ آپ کی تمنا کرتے ہیں۔ آپ کے عشق میں بے قرار رہتے ہیں اور سوز درون میں مبتلا ہیں کہ آپ کا دیدار حاصل ہو۔ بدین امید کہ باتو شبی بہ روز آرم ☆ چہ روزہا بہ شبم آوردہ ام بہ رنج و ملال (ذوقی اصفہانی)۔ مرغ روح خود از آن در قفس تن دارم ☆ کہ بہ گرد تو بگردانم و آزاد کنم (وردی سمرقندی)۔ سخت میخواہد دلم ای نو بہار آرزو ☆ با تو تہ مینای عمر خویش را خالی کنم (طاہر قزوینی)۔ برلب رسیدہ است مرا جان ز درد عشق ☆ از لعل روح بخش تو درمانم آرزوست (امین میر ہادی)۔ بنمای رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست ☆ بگشای لب کہ قند فراوانم آرزوست (مولانا رومؒ)۔

۴۔محرمان = (جمع محرم) واقف کار لوگ۔ آشنا لوگ۔ مقرب لوگ۔ ندیمان [محرم = عورت کا وہی قریبی رشتہ دار جس کیساتھ اسکا نکاح شرعاً حرام ہو۔ حرام۔ ناشایستہ۔ بیوی۔ زوجہ۔ رشتہ دار۔ آشنا۔ واقف کار۔ ندیم۔ مقرب]۔ گوارا = خوش مزہ۔ مزاج کے موافق۔ وہ چیز جو آسانی سے حلق میں جائے اور جلدی سے ہضم ہو۔ خوش گوار۔ وہ چیز جو مزہ میں اچھی لگے۔ فرماتے ہیں جب عشق و محبت کے محرم راز اصحاب پر آپ کی وصل کی میٹھی شربت خوش گوار ہو جائے تو ہم حسرت کے مارے بیچارے عاشقوں کو بھی یاد فرمائیں کہ ہم بھی آپ کی راہوں میں پڑے اسی شربت کیلئے تڑپ رہے ہیں۔ جن کو آپ اپنے خاص فضل و کرم اور اپنی خاص توجہ کے مستحق جان کر اپنے دیدار سے مشرف کریں گے ان میں ہمیں بھی شامل رکھیں کہ ہم نے آپ کے عشق میں خود کو فنا کر ڈالا ہے۔ ہم بھی آپ کی دید و توجہ کے مشتاق ہیں۔ ہمہ برباد شد از عشق تو ای سیل عظیم ☆ کشت ما خرمن ما کلبہ ما خانۂ ما ☆ شمع گوشہ کاشانہ ہجر و شب تار ☆ کاش چون شمع درآئی تو بہ کاشانہ ما (خرسندی شیرازی)۔ من تنگدل ز کنج قفس نیستم ولی ☆ یک نالہ درمیانہ گلزار ارم آرزوست (آذر بیگدلی)۔ وصل تو گر در نفس آخر است ☆ از ہمہ عمر آن نفسم آرزوست (آذر بیگدلی)۔ خواہم کہ چو پیراہن گلفر سایت ☆ در جامہ کشم قد رعنایت ☆ گہ بوسہ زنم چو آستین بردستت ☆ گہ سر بنہم چو دامن اندر پایت (فدائی لاہیجانی)۔ چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ☆ بیاد آر حریفان بادہ پیما را (حافظؒ)۔

۵۔فرماتے ہیں میرے محبوب! جب آپ اپنے دوستوں کی احوال پرسی کے لئے بادصبا کو بھیجتے ہیں تو ہم بے چاروں کو یاد کر کے ہماری بھی خبر منگوا لیجئے کہ آخر ہم بے بس مگر فقط آپ سے محبت کرنے والے کس حال میں ہیں۔ مطلب یہ کہ خاصان خاص دوستوں کے بارے میں میرے محبوب آپ ہمیشہ باخبر رہتے ہیں اور بادصبا آپ کی پیغامبر ہے اور قاصد جو آپ کو ان کی کیفیت واحوال سے واقف کرتی ہے۔ کاش! بادصبا کو آپ ہمارے پاس بھی آنے کی ہدایت فرماتے کہ ہم جو آپکے عشق میں مٹ چکے ہیں کس حال میں ہیں۔ وہ آپ سے ہمارے عشق، ہماری محبت، ہماری آرزوؤں ہماری تمناؤں اور ہماری امنگوں اور ہماری خواہشوں کی داستان دردسناتی ۔ حاصل زندگانیم روی تو دیدنست وبس ☆ خوشتر ازین چه زندگی بهتر ازین چه حاصلم (وصال شیرازی)۔ آرزوئی به جهان دردل من نیست جزاین ☆ که فدای تن وجان تو شود جان وتنم ☆ چنان بدیدن روی تو آرزومندم ☆ که گر بدادن جان ممکن است خرسندم (افسرده شیرازی)۔ همه هست آرزویم که ببینم از تو روئی ☆ چه زیان ترا که من هم برسم به آرزوئی (فصیح الزمان شیرازی)۔ تم جانو تم کو غیر سے کیا رسم وراہ ہو ☆ ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو (غالب)۔

۶۔فرماتے ہیں کہ جب آپ اپنی زلفوں کے تار بلا تقسیم کریں گے تو ہم بیچارگان کو بھی یاد فرمائیں۔ زلف سیاہ کو مولانا جامیؒ نے بلای جان کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب محبوب اپنی سیاہ زلفوں کو (جو عاشقوں کیلئے ان کی دلربائی ودلکشی کی وجہ سے بلای جان ہیں) کھول کر انکے دیدار سے انہیں مشرف فرمائیں گے تو اس وقت مولانا جامیؒ ایک دورافتادہ مگر عاشق صادق کی طرح محبوب سے التجا کرتے ہیں کہ اس سعادت سے ہمیں محروم نہ کریں ہم بھی ان عاشقان جان فروش میں ہیں جو بلای جان جیسی سیاہ زلفوں کے مشتاق دید ہیں۔ شعر میں سیاہ زلفوں کی کشش اور ان کے بلای جان ہونے کا ذکر ہے ۔ هرکجا آن مه به آن زلف پریشان بگذرد ☆ هر که بیند کفر زلف اوز ایمان بگذرد (آقا دوست سبزاری)۔ گر پریشان کنی آن زلف خم اندر خم را ☆ ترسم ای دوست که آشفته کنی عالم را (اختر قشقائی)۔ مبتلا دل به خم زلف دوتا شد چه بجا شد ☆ ترک ما کرد و گرفتار بلا شد چه بجا شد (اخگر بختیاری)۔ دل پریشان می شود از زلف تدبیرش کنید ☆ دست و پائی میزند دیوانه زنجیرش کنید (افصح سمرقندی)۔ باسر زلف تو عهدی وقراری دارم ☆ روزگاریست دراین سلسله کاری دارم (الفت کردستانی)۔ دل من درسر آن زلف سیه مضطرب است ☆ مرغ دردام چو افتاد طپیدن گیرد (امین الدین)۔ چاره بی سروسامان ماجز این نیست ☆ که اگر دست دهد زلف نگاری گیریم ☆ چون دراوضاع جهان هیچ قراری بنود ☆ سرزلفی بکف آریم وقراری گیریم (توحید شیرازی)۔ شانه کمتر زن که ترسم تار زلفت بشکند ☆ تار زلف تست اما رشته جان من است (شجاعی مشهدی)۔ بلاهای سیه راجمع کردند ☆ ازآن زلف پریشان آفریدند (صائب)۔

۷۔ فرماتے ہیں بھلا جامی میں یہ طاقت کہاں کہ آپ کی خدمت میں لکھ کر عرض کرے کہ اے محبوب! ہم بیچاروں کی بھی خبر لیجئے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب اس قدر بے نیاز ہے کہ ہماری حالت جان کر بھی تغافل سے کام لے رہے ہیں اور یہ ان کا تغافل ہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں سیاہ روزی نصیب ہے۔ شعر میں در پردہ محبوب کے تغافل کا ذکر کیا ہے ۔ زمجبتی کہ دارم دل تو خبر نہ دارد☆عجب آتشی است عشقم کہ دراوا شرنہ دارد (طوفی تبریزی)۔ کس باخبر ز حال دل غافل تو نیست☆تو در ہمہ دلی وکسی دردل تو نیست (طوفی تبریزی) بسنگ رختہ توانم زنالہ کردولی☆نمی کند چودر آن دل اثر چہ خواہم کرد (عاشق اصفہانی) دامن کشید ازمن آن شوخ سرو قامت☆این حسرتم بدل ماندتادامن قیامت (قائلی سبزواری)۔

غزل ۱۳۰

بروی من از لطف بکشادری.........

۱۔ اپنے لطف و کرم کا مجھ پر دروازہ کھول دیجئے
اس دروازے سے مجھے کسی اور دروازے پر نہ ہانک دیں
۲۔ اپنے آستانے سے میرے سر کو نہ ٹھکرادیں
کیونکہ اس آستانے سے مجھے عشق ہے
۳۔ مسکینی کی وجہ سے مجھے آپ کے پاس جگہ نہیں ملتی
کوئی بھی جگہ مجھ سے مسکین تر نہیں
۴۔ آپ کے افسون کی وجہ سے میرے دل کا سوز بڑھ گیا
آپ نے دم پھونکا تو چنگاری سی بھڑک اٹھی
۵۔ سورج میں بھی آپ کے چہرے کی سی روشنی نہیں
ہر ستارہ چاند کی طرح درخشندہ نہیں ہوتا
۶۔ غمزۂ چشم سے آپ نے وصل کو توڑ دیا
یعنی میری رگِ جان پر نشتر کا ضرب مارا
۷۔ آپ کے میگون ہونٹوں سے دور جامی ہمیشہ
خون جگر کے ساغر پیتا آیا ہے۔

توضیحاتِ غزل

ا۔لطف = مہربانی۔خوبی۔نگہبانی۔حمایت۔مدد۔نرمی۔نازکی۔مدارا۔نیک سلوک۔بخشش۔کرم۔نیکوکاری۔حُسن کی ایک خاصیت۔راندن = دُور کرنا۔ہٹانا۔چلانا۔رد کرنا۔روانہ کرنا۔روانہ ہونا۔ہانکنا۔فرماتے ہیں میرے محبوب! مجھ پر مہربانی اور عنایت کیجئے اپنا دروازہ مجھ پر کھول دیجیے اور مجھے کسی اور دروازے پر ہانک کر دور نہ کریں۔شدت عشق کے نتیجے میں محبوب کے دروازے پر عاشق پڑا ہوا ہے اور عرصہ دراز سے ہاتھ پھیلائے ہوئے دروازے کے کھل جانے کی اُمید پر اشکباری کر رہا ہے اور محبوب سے دروازہ کھول کر دیدار سے سرشار وشاداب کر کی التجا کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس دروازے سے مجھے دور نہ کریں کہ یہی میرا ملجا و ماویٰ ہے۔یہی دروازہ میری مراد و مقصد ہے اور یہی دروازہ میری سعادت اور منتہای اُمید ہے اسی دروازے پر ساری زندگی رو رو کر گزاری ہے۔اب یہاں سے کسی دوسرے دروازے پر کیسے جا سکتا ہوں۔آپ کریم ہیں، رؤف ہیں اور لطیف و رحیم! دروازہ رحمت کھول دیجئے اور مجھے اپنے لطف و کرم سے سعادتمندی دیدار سے مشرف فرمائیں۔شعر میں محبوب کی نسبت عشق ومحبت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ من کہ از خانہ نہ رفتم پی خوبان قدمی ☆ می کشد عشق تو در کوچہ و بازار مرا (صفائی نراقی)۔ یک جہان برہم زدم کز جملہ بگزیدم ترا ☆ من چہ می کردم بہ عالم گر نمی دیدم ترا (فیاض لاہیجی)۔ گر بگویم کہ مرا با تو سروکاری نیست ☆ در و دیوار گواہی بدہد کاری ہست (سعدیؒ)۔ جز آستان توام در جہان پناہی نیست ☆ سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست (حافظؒ)۔

۲۔سری داشتن = مائل ہونا۔رغبت ہونا۔محبت یا توجہ ہونا۔پروا ہونا۔فرماتے ہیں اپنے آستانے سے میرا سر نہ اٹھائیں اس آستانے سے مجھے عشق ہے۔اس شعر کا اوپر کے شعر سے رابطہ ہے یعنی مدت سے آپ کے سنگ در پر میں اپنا سر رکھے ہوں۔اسے یہاں سے نہ ہٹائیں۔اس کے ساتھ داستان عشق بندھی ہوئی ہے یہ میرے عشق و محبت کا ملجا ہے اور جان سے بھی عزیز۔اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں

رہرو منزل عشقیم و ز سر حد عدم ☆ تا بہ اقلیم وجود این ہمہ راہ آمدہ ایم (حافظ)۔ ما گر کس نگرفتیم بجای تو ندیم ☆ اللہ اللہ تو فراموش مکن عہد قدیم (سعدیؒ)۔ گہ رہ دیر و گہی راہِ حرم می پویم ☆ مقصدم دیر و حرم نیست ترا می جویم (ہاتف اصفہانی)۔ من جان و زندگی خود ای جان و زندگی ☆ گر دوست داشتم ز برای تو داشتم (کمال اسمٰعیل اصفہانی)۔ ہر شام کہ می خوابم بر یاد تو می خوابم ☆ ہر صبح کہ برخیزم از عشق تو برخیزم (صفائی نراقی)۔ ماشیفتۂ روی تو از روز الستیم ☆ آشفتہ چو مویت ز ازل بودہ و ہستیم (داور شیرازی)۔ ہر سو کہ رفتہ ام بہ ہوای تو رفتہ ام ☆

ہر جا کہ بودہ ام بہ خیال تو بودہ ام (ھلالی چغتائی)

۳۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے پاس مجھے میری مسکینی کی وجہ سے جگہ نہیں ملتی۔ دنیا میں کوئی بھی جگہ ایسی نہیں ہوگی جہاں مجھ سے زیادہ مسکین آدمی کوئی اور ہوگا۔[مسکین = فقیر بے بضاعت۔ بے طاقت۔ بے حرکت۔ بالکل ساکت۔ وہ جسے فقیری اور مفلسی نے بالکل بے حرکت اور بے طاقت کر دیا ہو۔ وہ جس کے پاس کچھ نہ ہو۔فقیر سے بھی مفلس آدمی۔ بے چیز۔درویش۔خالی ہاتھ۔بے چارہ] مطلب یہ کہ آپ کے عشق میں میں سب کچھ لٹا چکا اور اب میرے پاس سوائے آپ کی محبت کے اور کوئی متاع نہیں۔ لیکن اس کے باوجود کہ آپ مجھ خانماں برباد کی حالت سے آگاہ ہیں اور آپ کو اس حقیقت کا علم ہے کہ میں نے متاع زندگی آپ کی راہ میں برباد کر ڈالی آپ مجھ بے چارہ وساکت ومسکین عاشق کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے۔ بھلا کون ہوگا مجھ جیسا بدنصیب تر اور مسکین تر عاشق جس نے محبوب کے لئے سب کچھ ضایع کر دیا اور وہی محبوب اسے اپنی قربت سے محروم کر رہا ہے۔ شعر میں محبوب کی بے نیازی اور اس کے استغنا کا بیان ہے۔ مانقد عمر صرف رہ یار کردہ ایم ☆ حاصل زعمر خویش ھمین کار کردہ ایم (مظفر حسین کاشی)۔ گفتم ستانم از نگہی خوبہائی خویش ☆ چندان امان نداد کہ بروی نظر کنم (مصنف قاجار)۔کرنے گئے تھے ان سے تغافل کا ہم گلہ ☆ کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہوگئے (غالب)۔خویش وبیگانہ طلبگار تو ھستند ولی ☆آن کہ درراہ تو بیگانہ شد از خویش منم (عبرت نائینی)۔گریبان چاک وبردل دست ودرگل پا ☆ میان عاشقان احوال من دارد تماشائی (رفعت نہاوندی)۔باخبرت از حال ماھیچ نخواہی شدن ☆ تانہ کند باتو عشق آنچہ بما کردہ ای (فروغی بسلطامی)۔یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازان ☆ یک قطرہ نوش کردم ودریا گریستم (واقف ھندی)

۴۔افسون = جادو۔منتر۔چاپلوسی۔فریب۔مکاری۔دھوکہ۔حیلہ۔مکر۔سحر۔وہ منتر یا الفاظ جو جادوگر زبان پر بڑبڑاتے ہیں۔ جادوگر لوگوں کا منتر پھونکنا۔اخگر = آگ کا ٹکڑا۔روشن کوئلہ۔چنگاری۔آگ کی چنگاری۔ابتدائے عشق۔فرماتے ہیں میرے دل کی جلن اے میرے معشوق آپ کی جادوگری سے اور بڑھ گئی گویا آپ نے منتر پھونکا اور دل میں چنگاری بھڑک اٹھی اور شعلہ بن گئی۔مطلب یہ ہے کہ آپ کا عشق ایک جادو ہے کہ آپ کو دیکھ کر ہی تن بدن کے علاوہ دل میں آگ لگ گئی اور بڑھتی گئی ایک سحر کار افسون خوان جادوگر کی طرح جس نے منتر پھونک کر ایک چنگاری کو شعلوں میں بدل دیا۔یعنی عشق کی آگ ہے جو دن بہ دن عاشق کو پوری قوت کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے کر اسے خاکستر بنا دیتی ہے۔ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے (غالب)۔مریض عشق پر رحمت خدا کی ☆ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی (غالب)۔بوالعجب دردی است

دردِ عشق جانان کا ندرو ☆ دردم افزون می شود چندان کہ درمان می کنم (عطارؒ)۔ کسی عاشق بود کز آتش سوزان نہ پرہیز ☆ براہِ عشق نتوان بودن از پروانہ ای کمتر (مالی شیرازی)۔ آتش عشق بدین سوز نہ بود است نخست ☆ ہر کہ پیدا شدہ بر دی زدہ دامانی چند (ملہمی شبستری)

۵۔ فرماتے ہیں سورج میں بھی آپ کے چہرے جیسی روشنی نہیں۔ ہر ستارہ چاند کی طرح نہیں چمکتا۔ مطلب یہ کہ محبوب اس قدر روشن چہرہ ہے کہ سورج میں بھی ایسی روشنی نہیں یعنی سورج محبوب کے حسن کی صریح و روشن صفت سے عاری ہے اور محبوب کے چہرے کی اس صفت مبین سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں اور ویسے بھی تو ہر ستارہ چاند کی طرح چمکتا نہیں یعنی سورج بس ایک ستارہ ہے اور اس ستارے کے آگے میرا محبوب چاند ہے بھلا ستارہ بے نور کا روشن چاند سے کیا مقابلہ؟ شعر میں عشق کی انتہا کے پس منظر میں محبوب کا عاشق کی نظر میں کائنات کی ہر حسین اور روشن ترین شے سے بھی زیادہ حسین اور روشن ہونے کا ذکر ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا جامیؒ کی نگاہ میں اس کا محبوب حسن چہرہ میں سورج کی روشنی سے بھی بڑھکر صاحب نور مبین ہے۔ جہان گشتم و دیدم تمام خوبان را ☆ جہان فدای تو بادا کہ از تمام بہی (محیط قمی)۔ آنکس کہ ترا گفت بدین جلوہ کہ ماہی ☆ آگاہ نہ بود است ز حسن تو کماہی ☆ دادند بہ مہ نسبت آن روی بہ از مہر ☆ آنان کہ ندانند سپیدی ز سیاہی ☆ مہ چیست برروی نکوی تو کہ صد بار ☆ خورشید فلک دادہ بہ خوبیت گواہی ☆ بردار زرخ پردہ وبگزار ببینند ☆ در روی تو صاحب نظران صنع الٰہی (عبرت نائینی)۔ رخ پدیدار مکن این ہمہ ای ماہ سپہر ☆ کہ بدین دلبر خورشید شمائل نہ رسی (حایری کوروش)۔ ہر تو تم کہ در نظر ای ماہ بگذری ☆ بار دوم ز بار نخستین نکوتری ☆ انصاف می رسم کہ لطیفان و دلبران ☆ بسیار دیدہ ام نہ بدین لطف و دلبری (سعدیؒ)۔ ھمچون تو نازنین ای سرتابہ پا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایز دنیا فریدہ (حافظؒ)۔ از آفتاب نور برد ماہ و طرفہ آنک ☆ خورشید کسب نور نماید ز ماہ من (پژمان بختیاری)۔ بہ میزان نظر حسن ترا با ماہ سنجیدم ☆ میان این و آن فرق از امین تا آسمان دیدم (میرزا اسود)۔ بہ فلک میرسد از روی چو خورشید تو نور ☆ قل ھو اللہ احد چشم بد از روی تو دور (سعدیؒ)۔ روی تو را صفت نہ توانم نمود لیک ☆ این قدر گوییت کہ چو شمس و قمر نہ بود (شجاع الدین پرتو)

۶۔ غمزہ = آنکھوں کا اشارہ۔ بھنوں کا اشارہ معشوق کا آنکھ یا ابرو سے اشارہ کرنا۔ خوب نچوڑنا۔ خوب کھینچنا۔ چشم و ابرو سے ایک بار اشارہ کرنا۔ ناز سے چشم و ابرو کا اشارہ۔ بے توجہی۔ تصوف کی اصطلاح میں باطنی جذبہ و فیض جو سالک پر واقع ہو جاتا ہے۔ پیوند = جوڑ۔ ٹکڑا۔ اتصال متصل۔ رشتہ داری۔ قریبی رشتہ۔ وصل۔ پیوستگی۔ پیوند۔ ملنا۔ کسی کا کسی سے ملنا خاص کر معشوق سے۔ نشر = تیز نوک والی چھڑی یا لاٹھی جس سے گائے گدھوں کو ہانکتے ہیں۔ دھات کی تیز نوک والی شئے جسے جراح یا حجام وغیرہ جسم میں اتارتے ہیں تا کہ خون یا پیپ وغیرہ باہر

نکلے۔ فصد کھولنے کا آلہ (نشتر مخفف ہے نیشتر کا) فرماتے ہیں میرے محبوب! وہ آپ کا غمزہ کس قدر غمزدہ کن تھا میرے لئے اور کتنا قطع و برید کرنے پر مائل کہ بس آپ سے میرے وصل کو بھی کاٹ کر رکھ دیا اور میری رگِ جان میں اتر کر نشتر لگا دیا۔ مطلب یہ کہ اشارۂ ابروئی یار عاشق کو دلبری کی وجہ سے بلکہ ہوش وحواس بری کی وجہ سے کوسوں دور لے جاتا ہے اور اسے درد والم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ غمزہ محبوب کی کشش جان لیوا ہے۔ اور اس کا اثر اس قدر دوررس کہ عاشق ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور اس میں کوئی سدھ باقی نہیں رہتی گویا غمزۂ یار ایک ایسا درد آمیز نشتر ہے جو عاشق کے رگ وجان میں اتر کر زہر غم کی طرح پھیلتا ہے اور عاشق کو قریب المرگ کر دیتا ہے۔ گر من بہ دل فرو نہ خورم دشنہ ہای ناز ☆ آن غمزۂ حریص غضب را چہ میکنی (وحشی بافقی)۔ اجل دنبالہ دارِ غمزہ ہای چشم بی باکش ☆ قیامت پیش خیز جلوہ ہای قد چالاکش (نقی کمرہ ئی)۔ زخواب نرگس مستش کرشمہ در قفس است ☆ زجنبش مژہ اش غمزہ بال و پر دارد (نقی کمرہ ای)۔ بود ایمن زخلل عافیت آباد دلم ☆ تو بہ یک چشم زدن خانہ خرابم کردی (میلی ہروی)۔ ای مرگ برو کہ غمزۂ او تنہا آمدن تو کار من ساخت (میلی ہروی)۔ زقتل بی گناہان غمزہ اش وارستہ واکنون ☆ اجل در ملک مظلومان او بیکاری گردد (مظہری کشمیری)۔ ای خوش آن غمزہ کہ چون دست بہ یغما برد ☆ جانِ صد سوختہ خرمن بہ یک ایما برد (مخلصی سبزواری)۔

۷۔ مدام = ہمیشہ۔ ہمیشہ رکھا گیا۔ شراب۔ بارش جو پے در پے برتی ہے۔ جاوید۔ دائم۔ شراب انگوری۔ بادہ۔ ساغر = شراب کا پیالہ۔ جام۔ کوئی بھی برتن جس میں سیال مادہ رکھ دیا جائے۔ تصوف کی اصطلاح میں عارف کا دل یا وہ چیز جس میں معانی کا ادراک اور غیبی انوار کا مشاہدہ کیا جائے۔ سکر۔ شوق۔ فرماتے ہیں جامیؒ ہمیشہ ہی آپ کے شراب رنگ جیسے ہونٹوں سے دور رہنے کی وجہ سے غم واندوہ کے زیر اثر خونِ جگر کے جام پی رہا ہے۔ خون جگر اور شراب رنگ میں باہمی مناسبت ہے۔ آپ کے سرخ ہونٹوں سے دور پڑا ہوں اس غم والم میں اپنے جگر کا سرخ خون پی رہا ہوں۔ خون جگر پینا درد والم اور غم وحسرت کے اظہار کی انتہا ہے۔ اسی تاثر کے اظہار میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے سرخ ہونٹوں سے آب حیات کا سا اثر رکھنے والے کلام سے محرومی کے غم میں خون جگر پی رہا ہوں۔ آہ از آن دم کہ پرسی زمن احوال مرا لیہ رفتہ از کار زبان سوی تو نظارہ کنم (رضائی رازی)۔ از ہجر شد دل ناشکیب از وصل شد جان مضطرب ☆ با ما چہ ہا کردہ است او تا رفتہ وتا آمدہ (رفیعی کاشی)۔ جرعہ ای بودم ومنع از لب خویشم کردند ☆ شعلہ ای گشتم در دل و جانم دادند ☆ لب او مست تلافی وادب مانع کام ☆ ساغر عیش بہ کف درر مضامم دادند (زکی ہمدانی)۔

غزل ۱۳۱

لی حبیب عربی مدنی قرشی.........

۱۔ میرا محبوب عربی ہے اور قریشی ہے
جس کا درد وغم میرے لئے خوشی و شادمانی کا سبب ہے
۲۔ اس کا بھید میں پا نہیں سکتا وہ عربی ہے میں عجمی
اس کی محبت کی بھلا کیا لاف زنی کروں وہ قریشی اور میں حبشی
۳۔ ذرہ کی مانند اس کی محبت میں رقص کرتا رہتا ہوں
جب سے وہ خورشید مانند ہونے میں شہرۂ آفاق ہوگیا ہے
۴۔ اگرچہ میری نظروں سے وہ سینکڑوں کوس دور ہے
لیکن اس کا چہرہ ہر صبح و شام میری نگاہوں کے سامنے رہتا ہے
۵۔ اس کے عشق کی شراب کی صفت مجھ عاشق مست سے نہ پوچھ
اس شراب کا مزہ تم پا نہیں سکتے قسم خدا کی جب تک تم اسے چکھ نہ لو
۶۔ اس آب حیات سے سیر ہوجانا میری مصلحت نہیں
اللہ ہمیشہ یہ پیاس مجھ میں بڑھادے!
۷۔ جامیؔ! ارباب وفا اسکی راہ عشق کے بغیر اور کوئی راہ نہیں چلتے
اگر تم اس راہ سے اپنے قدم پلٹ دوگے تو خدا کرے تیرا سر باقی نہ رہے!

توضیحات غزل

۱۔عربی = عرب کا رہنے والا۔منسوب بہ عرب = عرب کا باشندہ۔عرب کی کوئی چیز۔عرب کی زبان۔عرب کی قوم کا۔مدینۂ پاک کا باشندہ۔مدینہ منورہ کا رہنے والا۔شہر کا رہنے والا۔منسوب بہ مدینہ مطہرہ۔مدینہ پاک سے مربوط۔قرشی = قریش قبیلے کا آدمی۔قریشی۔[قریش قبیلہ عرب کے اہم ترین قبیلوں میں سے نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔یہ قبیلہ نجابت وشرافت میں شریف ترین اور نجیب ترین قبیلہ ہے اور اسکے بزرگ خانۂ کعبہ کی پردہ داری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ہمارے پیارے رسولؐ فداہ امی وابی اسی عظیم وشریف قبیلے کے فرد تھے] مولانا جامیؒ

فرماتے ہیں میرا محبوب عرب کا ہے مدینہ پاک کا باشندہ ہے اور قریشی قبیلے کا ہے صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم! اس محبوب کا درد وغم میرے لئے باعث انبساط ومسرت ہے۔ مولانا جامیؒ رسول عربیؐ رسول مدنیؐ رسول قریشیؐ کی طرف صریح اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بس میرا ایک ہی محبوب ہے ایک ہی معشوق ہے۔ جس کے ساتھ میں محبت کرتا ہوں اور عشق رکھتا ہوں اور وہ ہے حضرت رسول عربیؐ، حضرت نبی مدنیؐ حضرت محمد قریشیؐ جن کی محبت کا درد اور غم میرے لئے درد وغم یا الم واندوہ مطلق نہیں بلکہ مایہ خوشی وشادمانی ہے۔ کوئی بھی درد یا غم خوشی ومسرت نہیں بخشتا لیکن رسول اکرم ﷺ کا غم عشق اور درد محبت مجھے مسرت وانبساط بخشتا ہے اور میرے لئے اس غم سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں۔ یہ درد اور یہ غم مجھے ہزار ہا خوشیوں سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ چھم گارِ بہٕ لارٕ ہا مدینس ☆ کیاہ سَنہٕ آسہٕ نأصیبہٕ میانیے ☆ عجمیٖ مۍیٖہ لُوبہٕ چانہٕ گجِ تن ☆ معشوق چھہم قریبہٕ میانیے (عاشق کشمیری) ☆ ھول چھم میہ سینس گرٕژھ ہا مدینس ☆ تس نازنینس وَندٕ ہا جگر ہا (رفیق کشمیری)۔

۲۔ عجمی = غیر عربی۔ وہ جو عرب کا باشندہ نہ ہو۔ مطلق غیر عرب خصوصاً ایرانی (عجم = ملک عرب کے علاوہ کوئی اور ملک خصوصاً ایران۔ انگور کا دانہ۔ بیج۔ گٹھلی) حبشی = حبش سے منسوب۔ حبش کا باشندہ۔ حبش کی بنی ہوئی چیز۔ اہل حبش۔ [حبش یا حبشہ وہی ملک ہے جہاں رسول اکرمؐ کے حکم سے صحابہ کرام کی پہلی جماعت نے کفار مکہ کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے ہجرت کی کیونکہ رسول اکرمؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ وہاں کا بادشاہ نجاشی انصاف پسند اور عادل ہے وہاں آپ لوگ چین وسلامتی سے رہ پائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ خود بادشاہ نجاشی دل سے مسلمان بھی ہوا۔ حبشہ کا انگریزی نام ابی سینیا (Abyssinia) ہے اور افریقی مشرقی ممالک سے ایک ملک ہے۔ اس کی وسعت نوسو ہزار مربع کلومیٹر ہے اور آبادی قریب دو کروڑ۔ اس کے اہم شہروں میں ہرارے ایک شہر ہے اور دارالخلافہ ادیس ابابا ہے۔ حبشہ کی پیداوار میں گندم، جو، تمباکو اور کافی شامل ہے۔ اور گائے، بیل، بھیڑ بکری اور خچر گھوڑوں کو بھی پالتے ہیں، معدنی ذخیروں میں سونا چاندی، قلعی مس، نمک کوئلہ اور لوہا وغیرہ پایا جاتا ہے۔ [فرماتے ہیں بھلا میری ذات کہاں ان کے راز کا ادراک کرسکتی ہے وہ عرب کے ہیں اور میں عجم کا۔ میں بھلا ان سے محبت کی کیا لاف زنی کروں وہ قریشی اور میں حبشی ہوں۔ پہلے مصرعہ میں حضرت رسول برحقؐ کے اس حدیث پاک انا افصح العرب والعجم کی طرف اشارہ ہے یعنی رسول صادق وبرحقؐ نے فرمایا کہ میں عرب اور عجم میں فصیح الکلام ترین شخص ہوں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرا معشوق عرب کا فصیح الکلام ترین شخص ہے جن کے کلام کے ہر ہر حرف اور ہر نکتے میں ہزاروں خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ جن کے کلام سے فصاحت ونزاکت کی آبشاریں بہتی ہیں اور جن کے ہر ہر نکتہ میں معانی وبلاغت کے ہزار ہا پہلو پوشیدہ ہیں۔ میں اس معانی آمیز وفصاحت بار کلام

مقدس کی باریکیوں اور نزاکتوں کے اسرار کا کیسے ادراک کروں کیوں کہ میں محض ایک عجمی ہوں اور اس بلاغت آمیز اسرار سے معمور کلام کے مقابلے میں خالص گونگا ہوں۔ نگارِ من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت ☆ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد (حافظ) اور میں بھلا اس محبوب مدنیؐ سے محبت کرنے کی کیا لاف زنی کروں وہ عرب کے عالی ترین خاندان کے فرد ہیں اور میں ایک حبشی غلام (رسول اکرمؐ کے عہد مبارک میں عرب میں بیشتر غلام حبش کے ہی رہنے والے ہوتے تھے۔ چنانچہ مؤذن رسول اللہؐ حضرت بلالؓ مسلمان ہونے سے پہلے غلام تھے)۔

دونوں مصرعوں میں مولانا جامیؒ اپنی بے بسی، بیچارگی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں کہ معشوق مدنی حضرت نبی اکرمؐ کے فصاحت آمیز کلام اور انکے معانی و اسرار سے لبریز کلام مقدس کے فہم و ادراک سے عاجز ہوں کہ فصاحت کلام ان پر ختم ہے اور ان کی ذات اقدس سے محبت کرنے کی بس لاف زنی کر رہا ہوں میں ایک ادنیٰ غلام اور وہ عالی مرتبہ مولیٰ۔ دراصل دونوں اشعار میں مولانا جامیؒ خاص رسول کریمؐ کی ذات مقدس کو اپنا محبوب و معشوق جتلانا چاہتے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں کہ بس اس معشوق عربی، مدنی اور قریشیؐ کے علاوہ میرا اور کوئی محبوب نہیں، جن کا کلام فصیح ترین کلام ہے، جو نکات روحانی اور اسرار ربانی سے لبریز ہے اور اپنی ذات میں کونین کے مولیٰ ہیں اور میں ان کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ بغیر از درگہ لطفت کجا رُوی آرم ☆ ندارم جز درت امیدگاہی یا رسول اللہؐ (قادری کشمیری)۔ ھست مائل دلِ من سوئ رسولِ عربیؐ ☆ یا الٰہی بنما روی رسولِ عربیؐ ☆ قبلہ دل نگرم روئ رسولِ عربیؐ ☆ کعبۂ جان شمرم کوئ رسولِ عربیؐ ☆ نیست در ہر دو جہان چون تو شہی بندہ نواز ☆ ھمہ شاہان اقالیم بہ صد سازش و ساز ☆ بہ غلامی تو بنہادہ زسر افسر ناز ☆ بر درِ فیضِ تو استادہ بہ صد عجز و نیاز ☆ رومی و طوسی و ھندی یمنی و عربی (سیف کشمیری تضمین بر نعت قدسی تاجکستانی)۔ دلبرم ہاشمی و مطلبی و قرشی ☆ کہ دل و جان مرا جزبہ غمش نیست خوشی ☆ ھمہ شاہان عجم بر در سلطان عرب ☆ کمتر از بندۂ زنگی و غلام حبشی (حضرت صرفی کشمیریؒ)۔

۳۔ ھوا داری = خواہش۔ چاہت۔ محبت۔ رغبت۔ میل۔ عشق۔ آرزو [ھوا= دل کی خواہش۔ حرص۔ آرزو۔ اشتیاق۔ باجے والوں کا باجہ کو آگ سے سینکنا تاکہ آواز خوب دے۔ زمین و آسمان کا درمیانی خلا۔ فضا جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ دوستی۔ خیر خواہی۔ خالی۔ باد۔ ھوا۔ بزدل۔ ڈرپوک]۔ خورشید وش = خورشید مانند۔ سورج کی مانند [وش = مانند۔ شبیہ۔ مثل۔ نظیر۔ خوب۔ خوش۔ خالص۔ کھرا۔ وش کو شباہت کے معنوں میں اسموں کے آخر میں لاتے ہیں جیسے ماہ وش۔ شاہ وش، بحر وش، آئینہ وش، اور اسی طرح اسی شعر کے پہلے مصرعے میں ذرہ وار میں وار مانند۔ یا نظیر کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے پلنگ وار، بہشت وار، دیوانہ وار اور مجنون وار وغیرہ] فرماتے ہیں جب سے میرا محبوب سورج کی مانند ہونے میں شہرۂ آفاق ہوا ہے تب سے میں اسکے عشق و محبت میں

ذرے کی طرح رقص کر رہا ہوں۔ ذرہ سورج کی شعاعوں میں رقص کرتا دکھائی دیتا ہے اور سورج تک رسائی حاصل کرنے میں کوشاں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرا محبوب سورج ہے اور میں ذرہ۔ جب سے میرا سورج میرا یہ آفتاب شہرہ آفاق ہے میں بھی تب سے ذرہ کی طرح اس آفتاب کونین تاب تک رسائی پانے کے عشق ومحبت میں گرفتار ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں ذرہ ہوں اور میرا محبوب آفتاب۔ ذرہ وآفتاب میں باہمی لگاؤ ازلی ہے۔ معشوق آفتاب مانند کے ساتھ ذرۂ ناچیز کا لگاؤ اور تعلق قلبی بھی ازلی اور ابدی ہے۔ اور میں بھی ذرہ وار عشق محمدیؐ کے آفتاب میں رسائی پانے کے عشق ومحبت میں محورقص ہوں۔ شعر میں عشق محبوب میں فنا ہوجانے کی طرف اشارہ ہے۔ بودم آن سان تبو مشغول کہ از غایتِ شوق ☆ گر نفس آمد وشد کرد جوابش کردم (اوحدی یکتا)۔ پروانہ بیک سوختن آزاد شد از شمع ☆ بیچارہ دل ما است کہ در سوز وگداز است (وصال شیرازی)۔ معاشران ہمہ خفتند شمع ماندہ ومن ☆ کہ سوز داو بہ من ومن بہ اوز غمخواری (وصال شیرازی)۔ ہر طرف می نگرم روی تو پیداست وگرنہ☆ این ھویداست کہ بی روی تو یک لحظ نپایم (خسرو قاجار)۔ ماشیفتۂ روی تو از روز الستیم ☆ آشفتہ چومویت ز ازل بودہ وھستیم (دارو شیرازی)۔ مادرم زاد وبہ پیوند تو ام نان برید☆ شکر ہا میرسد از طالع مادر زادم (وصال شیرازی)۔ مارا بجز تو در ھمہ عالم عزیز نیست ☆ گر ردکنی بضاعت مزجاۃ ورقبول (سعدیؒ)۔ نی توانم در تو دیدونی در آغوشت کشید☆ عاشق خورشیدم ویک پرتوم از دور بس (صائب تبریزی)۔ بی تابیم کشد ھمہ جا بر قفایِ رو☆ افتادہ ام چو سایہ بہ دنبال آفتاب (ہادی ابرقوئی)۔

۴۔ مرحلہ = منزل۔ نزول کی جگہ۔ کوچ کی جگہ۔ اسباب رکھنے کی جگہ۔ قلعہ کے گرد عمارت۔ فاصلہ جسے مسافر ایک دن میں طے کرے۔ پڑاؤ۔ فرماتے ہیں کہ اگرچہ محبوب بظاہر مجھ سے سینکڑوں مرحلے دور ہے لیکن ہر صبح وشام وہ میری نظروں کے سامنے رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ظاہر وباطن دونوں صورتوں میں میرا معشوق میرے پاس رہتا ہے۔ گو کہ ظاہر میں جسمانی طور پر وہ مجھ سے بہت دور ہی سہی لیکن چونکہ میں نے خود کو ان کے عشق میں اور ان کے خیال ومحبت میں محو کر دیا ہے اس لئے وہ ظاہر میں بھی میری نظروں کے آگے ہیں اور باطن میں بھی اور یہ کیفیت ہر صبح وشام مجھ پر طاری رہتی ہے۔ شعر میں عاشق کے استغراق ومحویت محبوب کا ذکر ہے۔ دل باخیالش رو بہ روشب تا سحر در گفتگو☆ گرد ولم گرد یدہ او گرد سرش گردیدہ من (نقی کمرہ ئی)۔ ماحلقہ بگوشان بہ اسیری چو در افتیم ☆ ہمت بشماریم کہ آزاد نگردیم (نوری اصفہانی)۔ گر نیست مرا ہمدم وہمخانہ غمی نیست ☆ در خانۂ دل خیل خیال تو مرا بس (ھلالی ھمدانی)۔ پیش نظر وفکر دل و وردزبانم ☆ یار است وھمین یار وھمین یار ودگر ھیچ (قاضی یحیٰ)۔ چنان نقش تو صورت بستہ در چشم جہان بینم ☆ کہ از نقش جہان جز صورت خوبت نمی بینم (یقینی لاھیجی)۔ ہم آغوش

خیالت دوش ای نازک بدن بودم ☆ چنان بودم کہ گوئی باتو دریک پیرھن بودم (حضوری قمی)۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی ☆ تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری (امیر خسرو) ☆ دلم جلوۂ غیری نہ ساد غافل از یادش ☆ بدست ہر کہ ہست آئینہ تمثالِ اُو دارد (ابراہیم انصاف)۔

۵۔ فرماتے ہیں کہ مجھ مست بادۂ عشق محبوب سے شرابِ عشق کی صفتوں کے بارے میں نہ پوچھ۔ خدا کی قسم اس شراب کے مزہ سے واقف نہیں ہو سکتے جب تک نہ تم اسے خود چکھ لو۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی تعریف اس کی مستی اس کے سرور اور اس کی خاصیتوں اور اس کے بلند و برتر مراتب روحانی کے بارے میں مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ جو عشق کے بارے میں اس کی مستی سے واقف ہونے کی آرزو کرتا ہو اس کو چاہئے کہ خود اسے اختیار کرے۔ یہ کہنے کی چیز نہیں بلکہ اختیار کرنے کی ہے۔ یا بکی عشق و زراز دل و جان ☆ تا بہ عین الیقین عیان بینی (ہاتف اصفہانی)۔ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بہ جان ☆ شرط اول قدم آن است کہ مجنون باشی (حافظ)۔ دوام عشق و تنعم نہ شیوہ عشق است ☆ اگر معاشر مائی بنوش جام غمی (حافظ)۔ وجود آدمی از عشق میرسد بکمال ☆ گراین کمال نیابی کمال نقصان است (فروغی بسطامی)۔ عشق میراندگرت جانہاد ہد اندر عوض ☆ صد ہزاران جان فدا جان و جہان عشق را (بانو مہر ارفع)۔ اگرچہ مستی عشقم خراب کرد و لی ☆ اساس ھستی من زین خراب آباد است (حافظ)۔

۶۔ سیری = سیر ہونا۔ پیٹ کا بھر جانا۔ شکم پر ہونا۔ آب حیات = آب بقا۔ زندگی کا پانی۔ معشوق کا دہن۔ معشوق کے ہونٹ۔ معشوق کا کلام۔ بے عیب کلام۔ شعر [ایران میں ایک حلوے کی قسم ہے جو پستہ کے مغز اور شکر سے بناتے ہیں]۔ شراب کی ایک قسم۔ زرد رنگ کے مہروں کی ایک قسم جس سے عورتیں دستبند وغیرہ بناتی ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی محبت کہ اس میں سے جس کسی کو ایک گھونٹ پلا دیا جائے وہ اپنی ذات سے گویا معدوم اور فانی ہو جاتا ہے۔ مردان کامل اور اولیای کرام کا کلام۔ روایات کے بموجب آب حیات نام کا ایک چشمہ جو شمال میں ظلمات نامی تاریک حصے میں واقع ہے۔ اس چشمے سے جو شخص پانی پی لے گا وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر اسکی تلاش کو نکلا اور اسے نہ ملا البتہ حضرت خضر پیغمبر علیہ السلام اس چشمے پر پہنچے اور پانی پی لیا اور اس طرح سے ہمیشہ کی زندگی پالی۔ آب حیات کو آب بقا' آب زندگی' آب حیوان' آب زمزگانی اور آب خضر بھی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مصلحتاً دہن معشوق سے جاری آب حیات سے سیر نہیں ہونا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ اللہ میری پیاس کو اور بڑھا دے تا کہ اس آب حیات کی ہوس میں اور اضافہ ہوتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں محبوب کے دہن سے جاری آب حیات کو پینے کی تمنا اور آرزو کو مٹانا نہیں چاہتا کہ ایک بار پی کر آرزو ہی مٹ جائے بلکہ میری تمنا یہ ہے کہ یہ ہوس تشنہ تر ہوتی رہے اور آرزو کی تکمیل ملتوی رہے تا کہ تمنا کی چوٹ سے اور تکمیل کی ناکامی کی

جراحتوں سے میرے عشق میں اضافہ ہوتا رہے۔ مطلب یہ کہ محبوب کی راہ میں اور محبوب سے وابستہ میری امیدوں کی تکمیل کے جدوجہد میں میں شدت کے ساتھ سختیوں کو برداشت کرنے کا قائل ہوں کیونکہ ان سختیوں کی منزلوں سے گذرنے کے بعد ہی وصل یا مراد پانے میں عاشقانہ سرخروئی مضمر ہے اور مردانہ ہمت کا عروج! اسی لئے مصلحتاً میں چشمۂ آب حیات پر پہنچ کر بھی آب حیات کو پینے کے عمل کو ملتوی کرنے کے حق میں ہوں کیونکہ جو لطف انتظار و فراق میں ہے وہ مراد کے پانے میں نہیں۔ سوپور کشمیر کے مشہور عارف رحیم صاحبؒ نے بھی کہا ہے ؎ رٔحمن دٔوپ چسنہٕ خۆتہٕ چھُ پرانی جان ☆ تنہٕ چھس زُوتہٕ جان تس وَندا ٗنی (رحیم صاحب سوپوری)۔ گدائے میکدہ کی شان بے نیازی دیکھ ☆ پہنچ کے چشمۂ حیوان پہ توڑتا ہے سبو (علامہ اقبالؒ)۔ عالم سوز وساز میں وصل سے بڑھ کر ہے فراق ☆ وصل میں مرگ آرزو ہجر میں لذت طلب (اقبالؒ)۔ گویا مولانا جامیؒ لذت طلب کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور چشمۂ حیوان سے فوراً ہی آب حیات پینے کے قائل نہیں کہ کہیں پینے کی تمنا اور آرزو بجھ نہ جائے۔

۷۔ فرماتے ہیں اے جامیؔ! عاشقان وفا شعار محبوب کے عشق کی راہ کے علاوہ اور کوئی راہ اختیار نہیں کرتے۔ اگر اس راہ کے بغیر تم کوئی اور راہ اختیار کرو گے تو خدا کرے تمہارا سر کٹ جائے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ اگر اس راہ عشق کو تم طے کئے بغیر ہی لوٹ آؤ تو خدا کرے تم راستے میں ہی مر جاؤ۔ مولانا جامیؒ خود کو ارباب وفا میں شمار کرتے ہیں جن کا شعار ہی یہ ہوتا ہے کہ وفاداری اور ثبات و پائیداری کے ساتھ محبوب کی محبت کی راہ کو آخر تک طے کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جامیؔ! یہ راہ تو بہر حال تم نے وفا کے ساتھ طے کرنی ہے اور آخری منزل تک طے کرنا ہے۔ اگر آدھے راستے سے لوٹ آؤ گے تو خدا کرے تمہارا سر کٹ جائے۔ ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارا سر راہ میں ہی کٹ جائے وہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ راستہ طے کئے بغیر لوٹ آؤ۔ مطلب یہ کہ عشق میں سر جائے تو یہی عاشق کیلئے مایہ آبرو ہے کیونکہ عاشقان وفادار کا شیوہ یہی ہے۔ بہ کسی نگیرم الفت ز جہانیان بجز تو ☆ اگرم تو ہم برانی ز بیکسی سلامت ☆ ہردم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری ☆ مائیم و آستانت تا جان ز تن درآید (حافظ)۔ از تو ای دوست نگسلم پیوند ☆ گر بہ تیغم برند بند از بند (ہاتف اصفہانی)۔ بیرون نرود مہر تو گر خون رود از دل ☆ مہر تو نہ خون است کہ بیرون رود از دل (مجمر اصفہانی)۔ عہدم این است کہ جان در سر کار تو کنم ☆ گر من این عہد بہ پایان نبرم نامردم (سعدی)۔ مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم ☆ ھواداران کویش را چو جان خویشتن دارم (حافظ)۔ پر و بالم بریدی و دل از عشق تو نہ بریدیم ☆ شکستی استخوانم را و من عہد تو نہ شکستم (خسروی قاجاری)۔ دل از تو برنگیرم و مہر از تو نگسلم ☆ صد بارم ار برانی و از در جدا کنی (ذوقی اصفہانی)۔

غزل ۳۲

ای مظہر حسن لایزالی......

۱۔ اے حسن لازوال کے مظہر !
اے جمال ذوالجلال کے آئینہ !
۲۔تجلی قدم کے انوار کے لئے
آپ کے رخسار اعلیٰ ترین جلوہ گاہ ہیں
۳۔آپ کے کمال کی شان میں نازل ہوئے
عظیم اور بلند آیات کریمہ
۴۔آپ کا چہرہ دن کے طرف (حصے) کی روشنی!
اور آپ کی زلف رات کی تاریکی
۵۔میکدہ جس کی ساحت عظمت
غیر کے گرد و غبار سے خالی رہے
۶۔اس کی حرمت کا احرام کوئی نہیں باندھتا
سوائے بادہ کشان لا ابالی کے !
۷۔جامی عجز و زاری کے وظایف میں
متواتر مشغول رہتا ہے
۸۔ ہو سکتا ہے کہ عنایت کی ضمانت سے
حوالی یار میں پہنچ جائے !

توضیحات غزل

۱۔مظہر = جائے ظہور۔ ظاہر ہونے کی جگہ۔ آشکارا ہونے کی جگہ۔ محل ظہور۔ منظر۔ تماشا گا۔ جلوہ گا۔ تجلی گاہ۔ لایزال = بے زوال۔ ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا۔ اللہ تعالیٰ (حسن لایزال = حسن لازوال۔ حسن پروردگار عالم۔ جمال لازوال ربانی۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ قائم رہنے والا حسن)۔ مرآت = آئینہ، منہ دیکھنے کا شیشہ۔

ذوالجلال = صاحب شوکت۔ صاحب عزت۔ دبدبہ والا۔ اللہ تعالیٰ (ذو = صاحب' مالک' خداوند' آقا)۔ فرماتے ہیں یارسول اللہؐ! آپ اللہ تعالیٰ کے حسن لازوال کے جلوہ گاہ ہیں اور اس ذات ذوالجلال (جل جلالہ) کے جمال و زیبائی کا آئینہ! مطلب یہ کہ حضرت رسول اکرمؐ کی ذات اقدس میں اللہ تعالیٰ کے لازوال حسن کا مشاہدہ ہوتا ہے کیونکہ رسول اکرمؐ خدائے ذوالجلال کے حسن کا اور اسکی خوبصورتی کا آئینہ ہیں جو عاشق صادق اور مومن عاشق رسول حضرت رسول محتشم نبی اکرمؐ کے روئے اطہر کو دیکھے گا وہ حسن لازوال ربانی کو پائے گا۔ روئے رسول اللہؐ آئینہ حسن لایزال رب ہے۔ حاجت نہ بود حسن رخت را بہ براہین ☆ بر روشنی شمس چہ حاجت بہ دلائل (عبرت نائینی)۔ قسم بہ قبلۂ روی تو یارسول اللہؐ ☆ رواست سجدہ بہ سوی تو یارسول اللہؐ ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یارسول اللہؐ (حسن کشمیری)۔ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدای نما ☆ ہست مرآت ذات حق ذاتت ☆ صورتت راحقایق آئینہ ہا ☆ ہر کہ دیدت یقین خدارا دید ☆ من رآنی برین حدیث گواہ ☆ جلوۂ نور خدایا روی ماہ ماست این ☆ معنی صورت نمایا صورت معنی ست این ☆ عارض است این یا سحر یا مہر نور افزاست این ☆ عارض است این یا قمر یا لالہ حمراست این ☆ یا شعاع شمس یا آئینہ دلہاست این (تضمین شہید کشمیری برغزل مولانا جامیؒ)

۲۔ تجلی قدم = ہمیشہ قائم ودائم تجلی یعنی اللہ تعالیٰ کی لازوال تجلی۔ لازوال نورالٰہی (تجلی = روشنی۔ نور۔ نورالٰہی۔ روشن ہونا۔ قدم = ہمیشگی۔ ہمیشہ رہنے والی۔ دائم۔ کہنہ۔ پرانا)۔ احسن المجالی = احسن یعنی بہت اعلیٰ۔ بہت نیک۔ اعلیٰ ترین۔ برتر۔ مجالی = مجلی کی جمع یعنی جلوہ گاہیں۔ مجازاً آئینہ روشن اور آشکار ہونے کی جگہ۔ جلوہ اور ظہور کی جگہ۔ سر کا اگلا حصہ۔ یہ شعر بھی اوپر کے ہم معنی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے رسول خداؐ! آپ کے رخسار نازنین [درود و سلام ہو ان پر یعنی آپ کا چہرہ اطہرؐ] اللہ تعالیٰ کی لازوال تجلی کی روشنیوں کے اعلیٰ ترین جلوہ گاہ ہیں۔ یعنی آپ کے رخسارہای منور بہترین اور اعلیٰ ترین تجلی گاہ ہیں ان سے برتر اور کوئی جلوہ گاہ نہیں جن میں پروردگار لایزال کے حسن کی لازوال تجلی کا مشاہدہ کیا جاسکے۔ جو کوئی آپ کے رخساروں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ ان میں اللہ تعالیٰ کی لازوال تجلی پاتا ہے۔ مہر و مہ چیست جز دو آئینہ ☆ نور پاکت زہر دو جلوہ نما ☆ نورت از نور ایزدی ناشی ☆ زان جمال ترا کمال ضیا (جید کشمیری)۔ نیّر برج کرم کیست؟ رسول اکرمؐ ☆ صلوات اللہ علیہ وسلامی ہر دم ☆ صفت لطف وعطایش نتوان کرد رقم ☆ مظہر نور خدا سروگلستان قدم ☆ رحمت فیض ازل ہمچو ردایش بردوش۔

۳۔ شان = عظمت۔ شوکت۔ مرتبہ۔ منزلت۔ حال۔ حالت۔ حق۔ کام کاج۔ ایشان کا مخفف۔ شہد کی مکھیوں کا چھت۔ نازل = اترنے والا۔ آسمان سے اترنا۔ اتری ہوئی قیمت۔ کم قیمت۔ قیمت نازل۔ اوپر سے نیچے آنا۔

نیچے اترنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر پر وحی کا اترنا۔ وحی بھیجنا۔ مکارم= مکرمت کی جمع یعنی کرم۔ بخشش۔ نیکیاں۔ بزرگواریاں۔ نوازشیں۔ معالی= معلٰی کی جمع یعنی بلندیاں۔ مقامات بلند۔ شرف و برتری۔ ممتاز خصلتیں۔ فرماتے ہیں اے رسول معظم و محترم! اے نبی محتشم واکرمؐ! قرآن پاک میں آپ کے کمالات کی شان میں بزرگ و عظیم آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں۔ یعنی خود اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف میں آپ کی عظمت کا قائل ہے جس پر قرآن پاک میں موجود اور نازل شدہ آیات عظیم گواہ ہیں۔ مطلب یہ کہ رسول اکرمؐ کی شان اور ان کے کمالات اور درجہ و مرتبہ عظیم کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے جس پر قرآن کریم شاہد ہے۔ ای بہ جان تو خود خدا واعظ ☆ وی علی کل ما بدا واعظ ☆ چیست مسکین کہ میکند نعت ☆ کہ ز نعت تو شد خدا واعظ (مسکین کشمیری)۔ کس نہ داند بغیر ذات خدا ☆ سر جان تو یا رسول اللہؐ ☆ در دو عالم خدای بیچون است ☆ قدر دان تو یا رسول اللہؐ (جید کشمیری)۔ در ہر صفت از کمال فطرت ☆ از جمع رسل توئی مکمل ☆ آیات حقایق و معارف ☆ در شان رفیع تست منزل (ذہنی کشمیری)۔ بر سریر لی مع اللہ تا ابد سلطان توئی ☆ در دیار قم فانذر صاحب فرمان توئی ☆ مطلع دیباچہ والنجم و الرحمٰن توئی ☆ سینۂ مجروح ما را مرہم و درمان توئی ☆ مرہم تست آنچہ رنج اہل علت را دواست (عصمت)۔

۴۔ طرف من النہار= دن کا حصہ۔ دن کا حریف یا مقابل۔ زلف من اللیالی= رات کی تاریکی۔ سیاہی شب۔ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہؐ! آپ کا روی اقدسؐ دن کا ایک حصہ ہے یا دن کی روشنی کا سوائے آپ کے روی انورؐ کے اور کوئی مقابل نہیں اور آپکی سیاہ زلفیں رات کی سیاہی کی مانند ہیں۔ مطلب یہ کہ نبی اکرمؐ کا روئے منور دن کی مانند درخشان اور آپ کے سیاہ گیسوی مبارکؐ رات کی سیاہی کی مانند گھنے سیاہ ہیں۔ واللیل قسم بر شکن طرہ مویت ☆ والشمس بہ ماہ رخت ای شمع دل آرا (غیاثی)۔ ترک فلک ھندوی تو نور ملک از روی تو ☆ واللیل وصف مویتو نعت جمالت والضحیٰ (احمد جامی)۔ ای ز رخسار تو جہان پیدا ☆ وز جمال تو عالمی شیدا ☆ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینۂ خدای نما ☆ گیسوان تو سورہ واللیل ☆ روی پاک تو آفتاب ضحیٰ ☆ سنبل از باغ رسالت بشکفت ارسلناک ☆ نرگس از روضہ تعریف شریفش لولاک ☆ گلبن از گلشن توحید و ما ارسلناک ☆ نہر بخشایش اوموجزن اعطیناک ☆ آن کہ شد نسترن از خوبی او جوہر پاک ☆ بر گل عارض جان پرور احمدؐ صلوات ☆ بر دو گیسوی فرح بخش محمدؐ صلوات (احسن کشمیری)۔

۵۔ ساحت جلال=[ساحت= صحن۔ آنگن۔ میدان۔ کشادگی۔ وسعت۔ زمین جس کی کوئی چھت نہ ہو۔ ناحیہ۔ دروازے کا آستانہ۔ جلال= بزرگواری۔ عظمت بزرگی۔ شکوہ] وسعت عظمت۔ بزرگی و شکوہ کی کشادگی۔

احرام = نہ سلی ہوئی دو چادریں جن میں سے ایک کو احرام کے ایام میں (حج و عمرہ کے ایام میں) بدن پر نیچے تک باندھتے ہیں اور دوسری کو کندھوں پر ڈال دیتے ہیں۔ حج کا ارادہ کرنا۔ حرم مکہ یا مدینہ میں داخل ہونا۔ زیارت کعبہ یا مراسم حج کے موقع پر بعض حلال و جائز چیزوں کو خود پر حرام کر دینا۔ حریم = گھر یا عمارت کا اردگرد۔ وہ جگہ جس کا دفاع کرنا اور حفاظت و حمایت کرنا واجب ہو۔ گھر کے گرد کی دیوار۔ کنوئیں کا گردا گرد۔ خانہ کعبہ کا گردا گرد۔ جس شے پر حرمت لازم ہو اور عزت کرنی واجب۔ دُرد کشان = [دُرد = تلچھٹ۔ گاد۔ دردی۔ مایعات (جیسے تیل، گھی یا شراب) میں سے جو چیز تہ میں رہے۔ انتہا۔ آخر۔ شراب کی تلچھٹ]۔ تلخ شراب نوش لوگ۔ کڑوی شراب پینے والے لوگ۔ لاابالی = مجھے پرواہ نہیں مجازاً بے پرواہ۔ بے باک۔ بے خوف۔ نڈر۔ فرماتے ہیں کہ میخانہ' خدا کرے اس کی عظمت کی وسعتیں غیروں کے غبار سے خالی رہیں' کی حرمت گاہ کا احرام سوائے بے پروا بادہ کشان کے اور کوئی نہیں باندھتا۔ مطلب یہ ہے کہ میخانۂ عشق ایک حرمت و عزّت والی جگہ ہے جس کی عظمتوں کی حد نہیں اور جس کی پاکیزگی اور شرف و منزلت بے پناہ ہے خدا کرے یہ حرمت بیگانوں سے پاک رہے اور اس کی ساحت کو وہ غیر و بیگانے لوگ غبار آلود اور مکدر نہ کر پائیں جو عشق سے بیگانے ہیں اور جن کے دل دنیوی تعلقات میں آلودہ و متفرق ہیں۔ اس میخانۂ عشق کی زیارت کرنے کیلئے اور اسکی حرمت و عزت سے معمور ساحتوں میں وہی بادہ کشان لاأبالی احرام باندھتے ہیں اور طواف میں مشغول ہو جاتے ہیں جو دنیا کی آلائشوں اور نفسانی آرزؤں سے بے پروا ہو کر فقط و فقط عشق کو اختیار کر بیٹھتے ہیں۔ یعنی عشق مطہر کو اختیار کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دل غبار خواہش نفس سے پاک ہوتے ہیں [محبوب کی آنکھوں کو بھی میخانہ کہا گیا ہے۔ حافظؒ نے کہا، ہر کس کہ دید چشم او گفت ☆ کو محتسبی کہ مست گیرد (حافظؒ)۔ در حیرتم کہ از چہ خم واز کدام می ☆ پیمانۂ نگاہ تو سرشاری شود (صائب)۔ غلام نرگس مست تو تاج داران اند ☆ خراب بادۂ لعل تو ہوشیاران اند (حافظؒ)۔ چہ خوش صید دلم کر دی بنازم چشم مستت را ☆ کہ کس آھوی وحشی را ازین خوشتر نمی گیرد (حافظؒ)۔ مستی ز چشم تست بہ میخانۂ ازل ☆ کی رنگہا ز شیشہ وکی مستی از سبوست (بانو مہر ارفع)۔ دیوانگی و بیخودی راجمع کرد ☆ جملہ را در کاسۂ من چشم او یکبار ریخت (صائب)۔ من مست بہ ھشیاری چشم تو نہ دیدم ☆ مدھوش ولی باھمہ درگفت وشنید است (کلیم کاشی)۔ تو اس صورت میں گویا مولانا جامیؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے محبوب! آپ کی میخانہ جیسی مست و مدہوش و مطہر آنکھوں کے چاہنے والے (جن آنکھوں کی ساحت عظمت بے حد و بے حساب ہے اور خدا کرے ان کی ساحت عظیم الشان غیروں کی تمنا سے دور رہے) صرف اور صرف وہی بادہ کشان بلانوش عشق ہیں جنہوں نے ان آنکھوں کی ساحت مقدس کا طواف کرنے کو ہی اپنا مذہب جان رکھا اور جو باقی دنیا و ما فیہا سے بے خبر اور بے پروا ہیں]۔ عشق در ظاہر

حرام است از پی نامحرمان ☆ زانکه ہر بیگانہ ای شائستہ این نام نیست (سنائی غزنوی)۔ ہرکو شراب عشق نہ خوردست و دُرد درد ☆ آن است کز حیات جہانش نصیب نیست (سعدی)۔ زمین را بہرہ بخشید ند از عشق ☆ ندادند این شرافت آسمان را (امین میر ہادی)۔ چون درد عاشقی بجہان ہیچ درد نیست ☆ تا درد عاشقی نچشد مرد مرد نیست (سنائی غزنویؒ)۔

۷۔۸۔ تضرع = منت کرنا۔ زاری کرنا۔ گڑگڑانا۔ انکساری۔ التماس کرنا۔ وظائف = وظیفہ کی جمع = راتبہ روزینہ۔ تنخواہ۔ فرض۔ عہدہ۔ درود واذکار۔ روزانہ۔ وہ چیز جو کسی کیلئے ہر روز مقدر ہو۔ وہ رقم یا جنس جو کسی شلاً سرکاری کارکن وغیرہ) کو معاش کیلئے دیا جائے۔ دینی فریضہ۔ علی التوالی = پیوستہ۔ متواتر۔ پے در پے۔ دم بدم۔ حوالہ = سپردنامہ۔ قرض کو دوسرے کے نام کرنا۔ خود قرض خواہ سے چھٹکارا پانا۔ کسی کا ضامن کرنا۔ کسی تحریرنامہ سے کسی کو کوئی رقم ادا کرنا جسے انگریزی میں چک کہتے ہیں یا بل۔ شعر میں حوالہ اور حوالی میں تجنیس ناقص کی صنعت کا استعمال کیا گیا ہے۔ حوالی = اردگرد۔ اطراف و جوانب۔ گرداگرد۔ فرماتے ہیں جامی عجز وزاری کے وظائف کی وساطت سے ہمیشہ اس امید میں ہے کہ ہوسکتا ہے محبوب کی عنایت کی ضمانت کی راہ سے کسی نہ کسی دن محبوب کے قرب وجوار میں پہنچ جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ میں متواتر عجز وزاری کے ساتھ اور اد واذکار میں مشغول رہتا ہوں اور اس امید کے ساتھ یہ عبادت کرتا ہوں کہ محبوب خالص اپنے لطف واحسان اور عنایت وکرم سے مجھے اپنی بساط میں بلالیں گے۔ یائو ری دِم میہ دیدار ☆ ننہ تُو ر دِتم جِلیہ میانیے (عاشق کشمیری) ☆ ای گنج رحمت چھس چون امت ☆ چھم چانئ منت ینہ ژادھم زانہہ ☆ تھر چھمنہ دأنی ستھ چھم میہ چأنی ☆ تھو فکر میأنی ینہ تر اوھم زانہہ (رفیق کشمیری)۔

غزل (۱۴۱)

زمشک ترخطی داری دخالی.........

۱۔ آپ کا خط اور آپ کا خال مشک خالص ہیں — آپ سے مشکین تر اور کوئی آہو میں نے نہیں دیکھا

۲۔ آپ کا چہرہ آفتاب ہے اور اس کے اطراف میں — رات کی سیاہی سے ہلال مانند خط کھینچا گیا ہے

۳۔ میں اس نازک کمر کے خیال میں رہا کرتا ہوں — آخر ہر کوئی اپنے اپنے خیال میں رہتا ہے

۴۔ گلاب اس لئے کلی کے پردے میں رہاہے — کہ آپ کے چہرے سے اسے شرم آ رہی ہے

۵۔ آپ کا شوق بڑھتا ہی جاتا ہے اگرچہ آپ کو — روز دیکھا کرتا ہوں اور گلاب کو سال بھر کے بعد

۶۔ آپ سے تو دنیا ہر لمحہ دگر گون ہو جاتی ہے — لیکن میں کسی بھی ایک حال میں آپ کے بغیر نہیں رہتا

۷۔ جامی ! عشق کی گلی میں اپنے ہونٹوں کو بند کردو
کیونکہ ہر بات کا ایک موقع محل ہوا کرتا ہے

توضیحات غزل

ا۔مشک تر= مشک خالص۔ خالص کستوری (مشک = کستوری جو مشہور خوشبو ہے۔ مُشک یا ایرانی تلفظ میں مِسک۔ایک خوشبودار مادہ ہے جو چھوٹے سنگترہ یا انڈے کے حجم کے برابر خوشبودار تھیلی سے جو ختن کے نرہرن کی پیٹ کے نیچے اوراس کی شرمگاہ کیساتھ ہوتی ہے اخذ کیا جاتا ہے۔ رسنے کے وقت تازہ مشک ایک روغنی مادہ اور بہت خوشبودار اور چاکلیٹ کی رنگ کا چیکنے والا ہوتا ہے اور جب سوکھ جاتا ہے تو سخت اور ٹوٹنے والا ہو جاتا ہے اور اس کا رنگ سیاہ بھورا اور مزے میں ذرا تلخ ہوتا ہے اور بو خاصی تیز ہوتی ہے نافہ۔ غزال= ہرن۔ ہرن کا بچہ۔سورج۔سورج کی شعاع۔معشوق۔ معشوقہ۔آہو۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کا خط اور آپ کا خال خالص مشک سیاہ (نافۂ سیاہ) کے ہیں۔ میں نے آپ سے زیادہ خوشبودار والا ہرن نہیں دیکھا۔(نافہ چون کہ ہرن میں ہوتا ہے اس لئے محبوب کو ہرن کہا ہے۔ ویسے بھی ہرن کو معشوق کے معنی میں لاتے ہیں)۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کے خط وخال نافہ کی طرح خوشبودار ہیں اور اتنے خوشبودار اور نافہ افشان کہ شاید ہی کوئی اور غزال مانند محبوب ہوگا جس کے خال وخط ایسے خوشبودار اور معطر ہوں گے۔شعر میں محبوب کے خوشبودار خط وخال کی تعریف ہے[خال= تل۔سیاہ نقطہ جو جسم پر یا چہرے پر خاص کر ہوتا ہے۔سیاہ اونٹ۔ ماں کا بھائی یعنی ماموں یا خالو۔ خط= جوانوں کی نئی نئی اگی ہوئی مونچھیں۔ ہونٹوں کے نیچے سے رخساروں تک چلے گئے نئے نئے اگے ہوئے نوجوانوں کے ریش نمایاں] زلف وخالت دانہ ودام دل است ☆ باچنین دل زندگانی مشکل است (عارف قزوینی)۔ بر چہرہ سپید تو خال سیاہ چیست ☆ نبشستہ است شاہ حبش بر سریر عاج (دھقان اصفہانی)۔ بہدانہ ایست خالت افتادہ بر بنا گوش ☆ باید گوشداری زاسیب روزگارش (اثیر الدین اخسیکتی)۔خال کنج لب یکی طرہ مشکفام دو☆ وای بحال مرغ دانہ یکی ودام دو (کمال اسمٰعیل اصفہانی)۔خط سبز ولب لعل ورخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری (امیر خسروؒ)۔

۲۔سواد= سیاہی۔اطراف شہر۔ذہن۔ملکہ۔ بڑی جماعت۔لکھا ہوا۔ لکھے ہوئی چیز کی نقل جسے انگریزی میں کاپی کہتے ہیں۔سایہ۔ دور سے دکھائی جانے والی کسی شہر کی سیاہی۔شہر کے دیہات اور اس کے قرب وجوار۔ گاؤں۔لکھنا۔ پڑھنا(سواد شب= رات کا اندھیرا۔رات کی سیاہی)۔ ہلال= نیا چاند۔پہلی دوسری اور تیسری رات کا چاند تیسری رات کے بعد چاند کو قمر کہتے ہیں۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کا چہرہ آفتاب ہے اور اس کے ہر طرف میں ہلال کی صورت میں رات کی سیاہی سے خطوط کھینچ دیئے گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روئے محبوبؐ پر

رات کی مانند سیاہ گھنی زلفیں ہلال کی صورت میں ہر طرف بکھری ہوئی ہیں۔شاعر نے روئے محبوبؑ کو آفتاب اور گیسوان سیاہ کو رات کی گھنی سیاہی سے مشابہ کیا ہے اور ان گیسوؤں کی صورت کو پیچدار اور خم دار ہونے کی وجہ سے ہلالی صورت کا کہا ہے اور شاعرانہ خوبی شعر کی یہ ہے کہ صورت محبوبؑ میں آفتاب ہلال اور رات کو یکجا جمع کر دیا ہے۔شعر میں شاعر نے چہرۂ محبوبؑ اور زلفِ محبوب کی تعریف کی ہے ۔ خرمن حسن ترا روزی کہ میکردند جمع ☆ آفتاب از دامن یک خوشہ چین افتادہ بود (مجتہد اصفہانی)۔ بروزگار تو از بس کہ خوار شد خورشید ☆ بدان رسیدہ کہ از چشم آفتاب افتد (فضلی جرفادقانی)۔جمع خوبان ہمہ چون کوکب و خورشید توئی ☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔گل خورشید را در عہد رویت ☆ برای طاق نسیان آفریدید (صائب)۔ز حسرت رخت ای آفتاب در ہر صبح ☆ ستارہ خون شود از چشم آفتاب بچکد (اوحدی مراغہ ای)۔از شمس ماہ عالم از ان نوری برد ☆ کان پرتوی ز عارض چون آفتاب تست (عصمت اللہ بخارائی)۔از چہرہ بیا جمع کن این زلف پریشان ☆ بیمیم مگر از پی این شام سحرا (مہری ہراتی)۔این نہ زلف است بگرد رخت ای آفت جان ☆ بحقیقت نگرم فتنہ دور قمر است (صفائی نراقی)۔زلفت شب سیاہ و رخت روز روشن است ☆ القصہ روی و زلف تو روز و شب من است (حاضری سمنانی)۔ ہر تار زلف خوبان باشد شب درازی ☆ کو آن کسی کہ میگفت یکشب ہزار شب نیست (غیاثای شیرازی)۔

۳۔فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ محبوب کی نازک کمر کے خیال میں محو رہتا ہوں۔آخر ہر کوئی اپنے خیال میں رہتا ہی ہے۔دراصل مولانا جامیؒ نے مدحِ معشوق سے متعلق شاعرانہ نازک خیالی کو معشوق کی نازک کمر سے مشابہ کیا ہے۔اور در پردہ کہا ہے کہ میں اپنے شعروں میں وصف نازک خیالی میں محبوب کے نازک کمر سے الہام لیتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ ہی محبوب کے نازک کمر کے خیال میں رہتا ہوں۔شعر میں محبوب کی نازک کمر کی تعریف کی ہے۔در وصف میانت سخن موی نہ گنجد ☆ صد نکتہ باریکتر از موی میان است (زرگر اصفہانی)۔طرفہ آن است کہ گہ گہ کمری می بندد ☆ ورنہ معلوم نہ گشتی کہ میانی دارد (سعدیؒ)۔تار موئی است میان تو د مضمون بسیار ☆ کمرت معنی بکریست کہ بستن دارد (علویؒ)۔دیدم میان یار ندیدم دہان یار ☆ نتوان بہ ہیچ دید چو در دیدہ موفتد (غنی کشمیری)۔ ہر عضو تنت سادہ تر از عضو دگر بود ☆ موئی کہ براندام تو دیدیم کمر بود (طالب آملی)۔فکر آن موی میان نگذاشت در من زندگی ☆ درد پنہانی بود از درد ہا جانکاہ تر (صائب)۔این شیوہ ہا کہ من زمیان تو دیدہ ام ☆ مشکل بصد عبادت نازک ادا شود (صائب)۔

۴۔انفعال = شرمندہ ہونا۔خجالت۔شرمندگی۔شرمساری۔کسی شے کا اثر قبول کرنا۔کسی کام کا ہو جانا۔اثر پذیری۔نفسانی جذبہ۔عربی زبان میں ایک ثلاثی مزید مصدر۔فرماتے ہیں گلاب کا پھول غنچے کے پردے میں

اس لئے رہتا ہے کہ محبوب کے چہرے کی شگفتگی و تازگی کے آگے شرمندگی کا احساس اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے یعنی گلاب کا پھول جو اپنی دلکشی، انفرادی رنگت اور رعنائی ھیت کے لحاظ سے تمام پھولوں کا بادشاہ ہے محبوب کے چہرے کی غایت زیبائی کے آگے شرمندہ ہو کر کلی کے پردے میں چھپ جاتا ہے اور باہر نکل کر کھلنے کی جرأت نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا چہرہ گلاب کے پھول سے رعنا تر، دلکش تر، شگفتہ تر، تازہ تر اور شاداب تر ہے۔ جہاں بگشتم و بسیار نکوان دیدم ☆ نہ بود چون تو نگاری بہ حسن و زیبائی (عبرت نائینی)۔ ختم نمودہ است خداوندگار ☆ در رخ تو صفت صورت گری (فتح علی شاہ)۔ ھیچ گل پیش تو ندارد رنگ ☆ گرچہ در سر گلی بود بوئی (سرمد)۔ چو بلبل روی گل بیند زبانش در حدیث آید ☆ مرا در رویت از حیرت فروبستہ است گویائی (سعدی)۔ ھمچون تو نازنینی سرتا بپا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد نیا فریدہ (حافظ)۔ تو اگر چنین لطیف از در بوستان در آئی ☆ گل سرخ شرم دارد کہ چرا ھمی شگفتم (سعدی)۔ گلستان کاسہ دریوزہ ساز د لالہ و گل را ☆ ز تاب می چو گرد شبنم افشان روی زیبائش (صائب)۔ در عہد جمال تو نگیرند ز گل آب ☆ عکس تو بہ ہر آب کہ افتد گلاب است (میر غروری کاشی)۔

۵۔ فرماتے ہیں محبوب! آپ کا عشق اور آپکو دیکھنے کا شوق مجھ میں بڑھتا ہی جاتا ہے باوجود اس کے کہ آپ کو ہر روز دیکھتا ہوں اور گلاب کو سال بھر کے بعد۔ یعنی گلاب کے پھول کو آپ کے خیال میں باغ میں جا کر بھی دیکھتا ہوں لیکن سال بھر کے بعد کیونکہ آپ کو دیکھ کر پھر اسے دیکھنے کی کشش رہتی ہی کہاں ہے لیکن آپ کو ہر روز دیکھ کر بھی آپ کو دیکھنے کا شوق بڑھتا ہی جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ محبوب کو ہر روز دیکھ کر بھی دل سیر نہیں ہوتا بس چاہتا ہوں کہ اسے دیکھتے ہی جاؤں اور متواتر دیکھتا جاؤں۔ محبوب کے حسن لازوال کا ذکر کیا ہے اور اپنے عشق لازوال کا بھی۔ ای دل علاج عشق ہم از عشق طلب کن ☆ مشکل کشای کار تو جز مشکل تو نیست (حاجب شیرازی)۔ دوستان گویند سعدی خیمہ در گلزار زن ☆ من گلی را دوست میدارم کہ در گلزار نیست (سعدی)۔ ہر شبی گویم کہ فردا ترک این سودا کنم ☆ باز چون فردا شود امروز را فردا کنم (ھلالی چغتائی)۔ بر کنم دیدہ اگر غیر توئی را بیند ☆ کز دو بینی نہ بود فائدہ بینائی را (زرگر اصفہانی)۔ از تو بر کندن دل ممکن اگر بود مرا ☆ بہ تمنائی تو کی این ھمہ میکندم (ثنائی ہروی)۔ ھوای کوی تو از سر نمی رود ما را ☆ غریب را دل آوارہ در وطن باشد (حافظ)۔ ز دیدن تو دلم یافت لذتی کہ فلک ☆ نعوذ باللہ اگر فکر انتقام کند (میلی ترک)۔ میخواہم از خدا بہ دعا صد ہزار جان ☆ تا صد ہزار بار بمیرم برای تو (شرف قزوینی)۔

۶۔ دگرگون = الٹا۔ برعکس۔ اور ہی طرح۔ اور طرح۔ نگون۔ مضطرب۔ شوریدہ۔ فرماتے ہیں آپ کے حسن پر آشوب سے سارا عالم سرنگون اور مضطرب ہو جاتا ہے لیکن میں آپ کے بغیر ایک ہی حال میں نہیں رہتا میری

حالت غیر ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے آپ کے حسن عالم سوز سے سارا عالم ہر لمحہ درہم برہم ہو جاتا ہے اسی طرح جب آپ میرے سامنے نہیں ہوتے تو میری حالت بھی ہر لمحہ بدلتی ہی جاتی ہے اور میں ایک حال پر نہیں رہتا۔ میری حالت ہر لمحہ غیر ہو جاتی ہے۔ من بدین گونہ کی آشفتہ و رسوا بودم ☆ راست خواہی تو بدین روز ما افگندی (وصال شیرازی)۔ در سینہ نہ دانم کہ چہ کرد آتش عشقت ☆ از نالۂ خودی شنوم بوی کبابی (یغمای جندقی)۔ گریبان چاک و بر دل دست و در گل پا ☆ میان عاشقان احوال من دارد تماشائی (رفعت نہاوندی)۔ گو بہ پروانہ کہ سوز من و تو یکسان است ☆ کہ تو از وصل بسوزی و من از مشتاقی (ذوقی اصفہانی)۔ غنچہ دہان من بیا تنگدلی من ببین ☆ بی تو ھنوز زندہ ام سنگدلی من ببین (حافظ)۔ وہ کہ جدا نمی شود نقش تو از ضمیر من ☆ تا چہ شود بہ عاقبت در ہوس تو حال من (سعدی)۔ منصور دار عشقم و دانم کہ عاقبت ☆ بر پای دار میکشد این پایداریم (مظہر تبریزی)۔

۷۔ مقام = جگہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ قیام کرنے کی جگہ۔ ٹھہرنا۔ اقامت۔ قیام۔ مرتبہ۔ درجہ۔ موسیقی کا پردۂ سرور۔ مقال = کلام۔ قول۔ گفتگو۔ بات چیت۔ فرماتے ہیں جامی! عشق کے کوچے میں منہ کو بند رکھو کیونکہ ہر بات کا ایک مقام یا موقع و محل ہوا کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کوی یار گفتگو اور بات کرنے کا مقام نہیں بلکہ دیدار یار کا مقام ہے۔ اور یہاں بس عشق و شوق کی محویت چاہئے نہ شکوہ شکایت کی گنجائش ہے یہاں اور نہ ہی محبوب کے حسن کی توصیف کرنے کا مجال۔ مقام وصل یار ہے اور محل دیدار معشوق بھلا بات کرنے کی مجال کہاں؟۔ سر نیاز من و آستان آن خانہ ☆ کہ چون تو سرو قدی با ہزار ناز در اوست (یمینی سمنانی)۔ ترک من مست می ناب است ہشیارش مکن ☆ فتنہ ای یک لحظہ در خواب است بیدارش مکن (نثاری تونی)۔ دیدم از دور ترا و ز طپش دل مردم ☆ وای اگر در حرم خاص تو ام بار دھند (وقوعی)۔ اگر بہ کوی تو بی اختیار می آیم ☆ ز من مرنج کہ بی اختیاری دارم (نہی کرمانی)۔ بہ چہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام ☆ دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید (فروغی قزوینی)۔ مرا بہ کوی تو می آورد وفا ورنہ ☆ جواب خویش شنیدم ھزار بار از تو (صفی نوربخشی)۔ دل تسلی بہ نگہ دیدہ بہ نظارہ ھنوز ☆ آہ از آن لحظہ کہ محل ز مقابل برود (شیخ عبدالسلام پیامی)۔

غزل (۱۳۳)

ای باغ حسن راز جمال تو خرمی ....

۱۔ اے کہ آپ کی خوبصورتی سے باغ حسن کی شادابی قائم ہے آپ سے چشم بد دور! کہ آپ ایک عالم کے محبوب ہیں

۲۔ خدا کے لئے کہئے آپ حور ہیں یا فرشتہ کیونکہ یہ لطافت اور نازکی آدمی کے حد میں نہیں

۳۔ آپ کے لگائے ہوئے زخم کو مرہم کی کیا ضرورت کہ یہی دل کی جراحت کا مداوا کرنے کا مناسب مرہم ہے

۴۔ میرا دل تو آپ ہی کا ہے اب اسے مجھ سے لے جانے کے لئے ہر دم آپ کیوں عشوہ طرازی کرتے ہیں اور افسون کاری سے کام لیتے ہیں

۵۔ اگر آسمان میں وفا نہ رہی تو کیا غم آپ کے جور و جفا میں کمی نہیں ہونی چاہئے

۶۔ ہم تو غم و رنج کے صحرا میں کھوئے ہوئے لوگ ہیں غم کے بغیر مشکل سے ہی کوئی یار کا راستہ پاتے ہیں

۷۔ جاؔمی تو آپ کے کتے کی غلامی کے شایان نہیں
اس کی بھلا کیا حد کہ آپ سے ہمسری کرے

توضیحات غزل

ا۔ جمال = حسن ۔ خوبصورتی ۔ خوبی ۔ زیبائی ۔ خوش صورتی ۔ نیک سیرت وصورت ہونا ۔ خرمی = شادابی ۔ تازگی ۔ خوشی ۔ سیرابی ۔ شادی ۔ شادمانی ۔ سرور وشعف ۔ محبوب = معشوق ۔ دوست ۔ پیارا ۔ محبت اور دوستی کے لائق ۔ فرماتے ہیں میرے معشوق! آپ کی ہی خوبصورتی سے حسن و جمال کے باغ میں شادابی ہے ۔ آپ کو چشم زخم نہ لگے کیونکہ آپ ساری دنیا کے محبوب ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے حسن و جمال سے ہی حسن عالم قائم ہے ۔ یہ سارے محبوب کے حسن عالم افروز کے جلوے ہیں جو ہمیں ہر جگہ اور ہر جانب ہر طرف نظر آتے ہیں ۔ حسن کی تازگی وسیرابی اور اس کی شادابی محبوب کے حسن لازوال کی مرہون ہے ورنہ خود حسن عالم عرض ہے اور حسن محبوب جوہر ۔ ارضی حسن کی دلفریبی ودلکشی وتازگی وسیرابی وشادابی اور رنگینی کا منبع محبوب کا جمال ہے اور یہی وجہ ہے کہ محبوب ساری دنیا کا محبوب ہے' پیارا ہے' اور عزیز ہے خدا ہمارے ایسے محبوب کو چشم بد سے دور رکھے ۔ شعر میں محبوب کے حسن و جمال کی تعریف ہے ۔ رخسار تو آب در رخ گل نگذاشت ☆ زلف تو شکن بہ جعد سنبل نہ گذاشت (حکیم شفائی) ۔ ز شرم روی تو در باغ وقت گل چیدن ☆ گل آب گردد و از دست باغبان بچکد (اوحدی اصفہانی) ۔ تا فروغ عارض او شمع بزم بلبل است ☆ رنگ برگ گل چراغ زیر دامان گل است (محمد سعید اعجاز) ۔ ماہ ن کرد چنان جلوہ بہ نیرنگ امشب ☆ کہ پرید از رخ گلہای چمن رنگ امشب (قزلباش امید) ۔ گل بیخود و نرگس نگران است درین باغ ☆ یارب مگر آن آفت جان است درین باغ؟ (نور الدین انور) ۔ نہان در چشم خود تا جای آن گل پیرہن کردم ☆ نگہ تا وا شود ہر لحظہ سیر صد چمن کردم (باقر آگاہ) ۔ شکست رنگ گل ارغوان ز رشک رخت ☆ صبا بہ روی تو چون گوشہ نقاب شکست (عظیم الدین تجمل) ۔ لالہ از روی تو داغ و نرگس از چشمت خجل ☆ غنچہ از لعلت تنگ و سنبل از زلفت بہ تاب ☆ جلوہ ناز ترا دلہای محزون در جلو ☆ رشک لعلت یاقوت را آتش در آب ☆ طاق ابروی ترا پیوستہ در باز و کمان ☆ چشم جادوی ترا ہموارہ در ساغر شراب (جناب اصفہانی) ۔

۲۔فرماتے ہیں میرے محبوب! جو لطافت حسن اور ناز کی اندام آپ میں ہے وہ ایک بشر کے زمرے میں آتی ہے نہ اس کے مجال میں۔اب لِللہ آپ ہی کہئے کہ آپ حور جنت ہیں یا فرشتہ آسمانی کیونکہ محبوب زمینی میں ایسا حسن ایسی لطافت اور ایسی نازکی نہیں ہوتی۔محبوب کا حسن زمینی نہیں آسمانی ہے اور اس لحاظ سے اس خصوصیت میں وہ خوبان جہان میں وحدہ لاشریک ہیں۔شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے حسن کی لطافت اور نازکی اندام کی تعریف کی ہے۔ نقشبند قدرتت نوعی کہ بایست آفرید☆ بیش ازین خوبی بہ ظرف حسن گنجایش نہ داشت (داعی اصفہانی)۔چشم بد دور زروی تو کہ نقاش ازل☆ بیند از معنی حسنت اثر قدرت خویش (داعی اصفہانی)۔در حسن می زیبد ترا اگر لاف یکتائی زنی☆ ای نافریدہ مثل تو یکتای بی ھمتا کسی (شجاع کاشی)۔گر تو بہ محشر این چنین روی گشادہ بگذری☆ روز جزا کہ میکند گوش بہ داد خواہیم (میرک صالحی)۔مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت☆ بہ تماشای تو آشوب قیامت برخاست (ضمیری اصفہانی)۔از جلوہ ات آباد شود کشور دلہا☆ از بہر خدا جانب ما ہم گذری کن (موسوی خان جرأت)۔ز شرم آن کہ بہ روی تو نسبتش کردند☆ سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت (حافظؒ)۔

۳۔فرماتے ہیں آپ نے جو زخم دل پہ لگائے ہیں ان کو مرہم کرنے کی کیا ضرورت۔یہی زخم تو مرہم ہیں جن سے شورش قلب میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی تو وہ زخم ہیں جن کو آپ کے ہاتھوں سے دل پہ لگ جانا مقصود تھا۔وہ دل ہی کیا جو آپ کا زخم خوردہ نہ ہو۔آپ کا زخم لگ گیا تو مراد بھر آئی مرہم سازی کہاں کی؟ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ہاتھوں زخم خوردہ قلب وجگر ہی عاشق کا سرمایہ جان ہیں اور محبوب کی طرف سے جو بھی آزمائش عائد ہوا سے خوشی سے برداشت کرنے کا نام ہی ثبات ووفای عشق ہے۔ تو عہد کردہ ای کہ کشانی بخون مرا☆ من سعی میکنم کہ بعہدت وفا کنی☆ گر عمر من وفا کند ای ترک تند خو☆ چندین وفا کنم کہ تو ترک جفا کنی (فروغی بسطامی)۔ما ور مکن کہ من دست از دامنت بدارم☆ شمشیر نگسلاند پیوند مہربانان (سعدیؒ)۔گر تیغ بر کشی زپی قتل عاشقان☆ اول بہ پیش تیغ تو من جان سپر کنم (عبرت نائینی)۔در دوستی چو شمع زجانم دریغ نیست☆ سر گرم دوستانم و با خویش دشمنم (رہی معیری)۔گر تیغ بر کشد کہ محبان ہمی زنم☆ اول کسی کہ لاف محبت زند منم (سعدیؒ)۔

۴۔فرماتے ہیں کہ غمزہ زنی اور افسون حسن پھونکنے سے یہ جو آپ ہر لمحہ میرے دل کو چھین چھین کے لے جاتے ہیں اس سے کیا مطلب؟ میرا دل تو آپ ہی کی ملکیت ہے جسے میں فوراً ہی آپ کے حوالے کر چکا ہوں۔اب آپ کے افسون جمال اور آپ کے عشووں غمزوں سے اسے بار بار چھین کے لے جانے سے کیا مقصد۔دل آپ کا ہے اب مجھے مزید غمزہ نمائی اور افسون حسن سے پامال نہ کریں۔شعر میں محبوب کے افسون جمال اور کشش حسن نیز غمزہ و

اشارہ ہای چشم سے بے حال اور پامال کرنے کا ذکر ہے شب فراق نہ گشتم بہ ہیچ پہلوئی ☆ کہ یاد آن مژہ تیز در دلم نہ گذشت (نسبتی مشہدی)۔ ز پیش چشم تو می خواستم کہ بگریزم ☆ نگاہ گرم تو ام دست در میان انداخت (نجدی یزدی)۔ دم آخر است بنشین کہ رخ تو سیر بینم ☆ کہ امید صد تماشا بہ ہمین نگاہ دارم (عہدی ساوجی)۔ گرمن بہ دل فرو نخورم دشنہ ہای ناز ☆ آن غمزۂ حریص غضب را چہ می کنی (وحشی بافقی) ☆ کرشمہ گرم سوال است لب مکن رنجہ ☆ کہ احتیاج بہ پرسیدن زبانی نیست (وحشی بافقی)۔ بیقرار است دل اندر بدن کشتۂ عشق ☆ دیگر از یار ندانم چہ تمنا دارد (میلی ہروی)۔ تحمل دل پر درد خویش را نازم ☆ کہ از جفای تو بی رحم در شکایت نیست (لطفی شیرازی)۔ ز چشم برنہ خیزی باہمہ سنگین دلی ہرگز ☆ اگر دانی بہ دیدارت چہ مقدار آرزومندم (قراری گیلانی)۔

۵۔ فرماتے ہیں اگر آسمان میں وفا نہ رہی تو کوئی غم نہیں آپ کے جور و ستم میں کوئی کمی نہ ہو جائے مجھے اسی کا غم ہے۔ آپ کا ظلم مجھ پر جاری رہے یہی میری غایت آرزو ہے آسمان اگر ظلم کا ہاتھ روک رہا ہے تو اس کا مجھے ڈر نہیں۔ آسمان نے بے وفائی کی تو کی آپ تو ظلم کر کے مجھ سے وفا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان جس سے ظلم و جور منسوب ہیں مجھ پر ظلم و جور کرنے سے باز رہا اور یہ اس کی بے وفائی ہے میری نہیں میں تو ہر ستم کو برداشت کرتا رہا۔ لیکن آپ کیطرف سے مجھ پر جور و ستم جاری رہے یہی میری شادمانی کی انتہا ہے۔ شعر میں محبوب کی طرف سے ظلم و سختی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں سے صبر و سکون کیساتھ گذر جانے کا ذکر ہے اگر چہ مہر بریدی و عہد بشکستی ☆ ھنوز بر سر پیوند و عہد و سوگندم (سعدی)۔ ماچو پیمان باکسی بستیم ہرگز نشکنیم ☆ گر ھمہ زہر است چون خوردیم ساغر نشکنیم (وحشی بافقی)۔ من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا ☆ چاکر معتقد و بندۂ دولت خواہم (حافظؒ)۔ پر و بالم بریدی و دل از عشق تو نہ بریدم ☆ شکستی استخوانم را و من عہد تو نشکستم (خسروی قاجار)۔ تو مرا سوزی و من سوزم از ین غم کہ مباد ☆ باد بیرون برد از کوی تو خاکستر من (ابوالحسن فراہانی)۔ من از تو روی نہ پیچم گرم بیازاری ☆ کہ خوش بود ز عزیزان تحمل خواری (سعدی)۔ ھمہ از دائرہ عشق تو بیرون رفتند ☆ دل ما بود کہ چون نقطہ پابر جا بود (سنائی)۔ از حرف خود بہ تیغ نہ گردیم چون قلم ☆ ہر چند دل دو نیم شود حرف ما یکی است (صائب)۔ بتا ہلاک شود دوست در محبت دوست ☆ کہ زندگانی او در ہلاک بودن اوست (سعدی)۔

۶۔ فرماتے ہیں ہم رنج و غم کے صحراؤں میں خود کو گم کرنے والے عاشق ہیں۔ بغیر غم و الم کے ہو راہ کوی یار میں پہنچنا مشکل ہے۔ یعنی عشق یار میں ہم تکلیفوں سختیوں مصیبتوں اور رنج و غم کے [illegible] صحراؤں کو طے کرنے والے ہی نہیں بلکہ رنج و الم کو اپنا کر خود کو بھول جانے اور گم و بیخود ہونے والوں میں ہیں۔ غم و الم ہماری مخصوص زندگی کا حصہ ہے اور ہم خود سراپا غم و الم بن چکے ہوتے ہیں اس لئے غم میں ڈوب جانے کا ہمیں کوئی غم نہیں۔ ہم تو رنج

برداشت کرنے کے خوگر لوگ ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ رنج والم سہے بغیر کوئے یار میں رسائی نہیں ہوگی۔ شعر میں عشق کی راہ میں مصائب وآلام کو برداشت کر کے ہی منزل مراد کو پانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ عجب راہی است راہِ عشق کانجا ☆ کسی بر سر کند کش سر نہ باشد ☆ بشوی اوراق اگر ھمدرس مائی ☆ کہ علم عشق در دفتر نہ باشد (حافظ)۔ در طریق عشق خار از پا کشیدن مشکل است ☆ ریشہ در دل میکند خاری کہ از پا میرود (صائب)۔ در عشق بتان چارہ بجز مردن نیست ☆ بی مہر بتان نیز نمی شاید زیست ☆ ای وای بر آن دل کہ در آن سوزی نیست ☆ ای خاک بر آن سر کہ در آن شوری نیست (مجمر اصفہانی)۔ ہر غمی چارہ اش آسان وعلاجش سہل است ☆ درد عشق است کہ مشکل تر از آن دردی نیست (دہقان اصفہانی)۔ شد خون جگر از تو نصیبم مگرای عشق ☆ در خوان تو جز خون جگر ماحضری نیست (عبرت نائینی)۔ در اول عشق مشکل تر ز ہر مشکل نمود اما ☆ ازین مشکل در آخر بر من آسان گشت (ہاتف اصفہانی)۔

۷۔ فرماتے ہیں اے میرے محبوب! میں جامیؔ آپ کے دروازے کے کتے کی غلامی کرنے کے بھی شایان نہیں۔ میری کیا مجال کہ آپ کا ہمدم وہم صحبت بننے کا خیال کروں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے محبوب کی بارگاہ ایسی باعظمت وکمال ہے کہ اس بارگاہ کے باہر کتے کا غلام بن جانے کا بھی میں اہل نہیں۔ میں کیسے سوچ سکتا ہوں کہ اس بارگاہ عظیم الشان میں داخل ہو کر محبوب کے قریب جاؤں۔ جامیؒ اپنے محبوب کے حضور اپنی کمال عاجزی وانکساری کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں خیال میں بھی نہیں لا سکتا کہ ان کے پاس قریب جا کر ان کا ہمدم وہم صحبت بن سکتا ہوں۔ گناہوں سے معمور ہوں اور معاصی میں غرق اس حد تک کہ محبوب کے دروازے کے باہر کتے کے غلام بن جانے کا بھی اہل نہیں۔ کیسے ایسی بارگاہ والا مرتبہ میں داخل ہو جائیں الا یہ کہ خود محبوب سراپا رحمت وشفقت مجھے بلا لیں۔ بس یہی ایک امید ہے۔ شعر میں محبوب سراپا رحمت سے ان کے احسان وانعام اور فضل وکرم کی امید کا بیان ہے۔ آن را کہ لطف احمد مختار شد دلیل ☆ شد نار حق بر وھمہ گلزار چون خلیل (تجرد کشمیری)۔ چشم رحمت بر کشا واز عنایت یک نظر ☆ کن بحال مضطرم یا رحمۃ للعالمینؐ ☆ جز بدرگاہت باین فرط معاصی از امید ☆ در کجا رو آورم یا رحمۃ للعالمینؐ (قادری کشمیری)۔ بغیر از در گہ لطفت کجا روی امید آرم ☆ ندارم جز درت امیدگاہی یا رسول اللہؐ ☆ چہ غم از کثرت جرم وخطا ومعصیت آن را ☆ کہ دارد چون تو شاہی عذر خواہی یا رسول اللہؐ (قادری کشمیری)۔ من کہ سرتا پا گرفتار ہوس ☆ از ھوای نفس گشتم چون مگس ☆ عنکبوتی دیو کرد از پیش و پس ☆ سوی درگاہت بنالم چون جرس ☆ یا شفیع المذنبین فریادرس ☆ ز شوقت یا نبیؐ دارم ہوائی ☆ فدای تو شوم بنما لقائی ☆ نظر کن یا رسول اللہ نظر کن ☆ ببین حال گدای مبتلائی ☆ غلام تو حسن را در دو عالم ☆ ندارد غیر فضل تو رجائی (حسن شاہ کھویہامی)۔

زآستانت سرکجا تابم کہ یابم آرزو☆ از شفیع لیس دونک یاشفیع المذنبینؐ☆ دستگیرم شو کہ جز تو کس نہ بینم دستگیر☆ انت سلطان اولی العزم وفخر المرسلینؐ☆ زاد تقوی نیست ہمچم بار عصیانم گران☆ لیس ملجائی سواک یا امام المتقینؐ (جید کشمیری)۔

غزل (۱۴۲)

آخرای سرو خرامان زکدامین چمنی.........

۱۔ اے سرو خراماں! آخر آپ کس چمن کے ہیں کہ سر سے لے کر پاؤں تک میرے دل و جان کیلئے آشوب بن گئے ہیں

۲۔ بات کرنے سے تو میں نے اپنے ہونٹ بند کر دیئےلیکن میری جان کی خلوتوں میں کبھی میرا دل آپ سے اور کبھی آپ میرے دل سے باتیں کیا کرتے ہیں

۳۔ قبا میں سے اپنا نازک بدن دکھا دیجئے تا کہ غنچہ چمن میں اپنی نازک بدنی کی لاف زنی کرنا چھوڑ دے

۴۔ میرا خون پی کر اب کیوں میرے دل کو اذیت دینے کے پیچھے ہیں میری شراب تو پی چکے اب شیشہ کیوں توڑ رہے ہیں

۵۔ ای باد بہار تو مجھے اس نگار نالہ رخ کو یاد دلاتی رہتی ہے آخر کب تک تم مجھ دل سوختہ کے دل میں آگ لگاتی رہوگی

۶۔ محبوب نے میری بیماری دیکھی تو بہت فاتحہ پڑھا لیکن اس شکر میں پڑھا کہ اب میں زندہ رہنے والا نہیں

۷۔جامیؔ اگر وہ شوخ تمہارا خون بہانے کیلئے تلوار نکالے
تو ادب کا تقاضا یہی ہے کہ گردن تسلیم کرو اور خاموش رہو

توضیحات غزل

۱۔آشوب=دکھ۔فتنہ۔گھبراہٹ۔بیماری۔شوروغوغا۔شوروشر۔مصیبت۔تباہی۔فساد۔موجب فساد۔باعث فتنہ۔خلل۔شورش۔انقلاب۔بھیڑ۔[ترکیبات میں اسم فاعل کے معنی میں یعنی آشوب بپا کرنے والا کے معنی میں آتا ہے جیسے جان آشوب' دل آشوب' شہر آشوب' لشکر آشوب وغیرہ]۔فرماتے ہیں اے میرے سرو خرامان جیسے محبوب! آخر آپ کس چمن کے ہیں کہ آپ کے قیامت زا قد و قامت کا حسن اور اس کی کم نظیر رعنائی وزیبائی جو آپ میں سر سے پاؤں تک جلوہ نما ہے میرے دل و جان کیلئے آشوب قیامت سے کم نہیں۔مولانا جامیؒ نے مصرعہ اوّل میں تغافل برتا ہے یہ کہہ کر معلوم نہیں میرا محبوب جو ایک خرامان سرو ہے آخر کس چمن کے ہیں کہ اس قدر دلربا و دل کش قامت سے میرے دل اور میری روح میں نقش ہو کر مجھے مضطرب و بے چین کر دیا ہے۔کتنے ہی سرو ہیں چمن میں جن کو دیکھ کر میری یہ حالت نہیں ہوئی لیکن یہ سرو خرامان آخر کس چمن کے ہیں کہ میرے دل و جان میں سما کر مجھے بے قرار ہی نہیں بلکہ آشوب برپا کر رکھا ہے۔محبوب کو قد کی دلربائی کی وجہ سے ایک خرامان سرو کہا ہے اور اس سرو خرامان میں ایسی دلکشی اور خوش رفتاری ہے کہ عاشق کے دل و جان میں تلاطم برپا کر رکھا ہے جس کی وجہ

سے عاشق مجسم اضطراب بن گیا ہے۔ شعر میں محبوب کے سروقد کی توصیف کی گئی ہے۔ ھیچ می دانی چہا ای سرو قامت می کنی ☆ می کشی و زندہ می سازی قیامت می کنی (بزمی استر آبادی)۔ بزم عشاق مزن درہم و یکدم منشین ☆ آتش فتنہ ز بالای تو بالا گیرد (مرتضیٰ بینش)۔ جلوہ گہ سہی قدان محشر فتنہ ہا شود☆ چون تو بہ جلوہ آوری قامت فتنہ زای را (عظیم الدین تجمل)۔ رتبہ بخت سیاہم نہ شود از چہ بلند☆ کرد چون سایہ مرا خاک نشین سروقدی (محمد افضل ثابت)۔ ز قامت تو بہ عالم قیامتی برخاست ☆ قیامت است قدت گر بود قیامت راست (میر تقی)۔ در چمن یار چو با آن قد و قامت برخاست ☆ سرو بنشست ز دعویٰ و قیامت برخاست (سلطان حسین بایقرا)۔ فتنہ روز جزا در قدم جلوہ اوست ☆ با قیامت قد او دست و گریبان برخاست (حزین)۔ تو با آن قامت رعنا بہ گلشن کہ خرامی ☆ خیابان می کشد چون سروقد از شوق رفتارت (صائب) ☆ آنجا کہ تو برخیزی و قامت بنمائی ☆ برپا شود آشوب کہ ہنگام قیام است (ہمای شیرازی)۔

۲۔ فرماتے ہیں عشق میں یہ منزل بھی آپہنچی جہاں میں نے بات کرنے سے اپنا منہ تو بند کر دیا لیکن آشوب و تلاطم اور زور عشق کے طغیان کا یہ عالم ہے کہ دل کی گہرائیوں اور خلوتوں میں اب میرا دل آپ سے محو گفتگو ہے اور آپ میرے دل سے۔ مطلب یہ کہ ظاہری طور پر گو آپ کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے کے عمل کو ترک کر چکا ہوں لیکن آپ میرے دل کی خلوت گاہ میں اس قدر حاضر و ناظر ہیں کہ آپس میں ہم دونوں محو گفتگو ہیں کبھی میں آپ سے بات چیت کرتا ہوں اور کبھی آپ میرے دل سے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے میری رگ و پے میں موجود ہیں اور میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں اور خلوتوں میں بس آپ ہی آپ ہیں۔ تو رسم دوستی و شیوہ یاری چہ می دانی ☆ ھمین دل می توانی برد دلداری چہ می دانی ☆ شنیدم حزنی از قیدش خلاصی آرزو داری ☆ تو بی دردی برو ذوق گرفتاری چہ می دانی (حزنی اصفہانی)۔ نمی گویم دلم او دارد اما این قدر گویم ☆ کہ من دل راندیدم پیش خود تا دیدہ ام او را (حضوری قمی)۔ تا گرفتارم بدر دعشق وقت من خوش است ☆ وقت آن کس خوش کہ بنیاد گرفتاری نہاد (حضوری قمی)۔ تہی ز عشق تو یک موی نیست در تن من ☆ دو دیدہ در رگ و در ریشہ ام محبت تو (رضائی کاشی)۔ صد شعلہ نہان در جگر و لب نہ گشائیم ☆ صد غصہ گرہ در دل و اظہار نہ دارم (زکی ھمدانی)۔ سری کجاست کہ در وی ھوای کوی تو نیست ☆ دلی کجاست کہ در آرزوی روی تو نیست (شرف جہان قزوینی)۔ از دل گم گشتہ ام بسیار می پرسی خبر ☆ گرنہ پیش تست این پرسیدن بسیار چیست (شہیدی قمی)۔ چنان نقش تو صورت بستہ در چشم جہان بینم ☆ کہ از نقش جہان جز صورت خوبت نمی بینم (یقینی لاہیجی)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ غنچے کو اپنی نازک بدنی پہ بڑا ناز ہے آپ اپنی قبا میں سے اپنی تن نازک کی تھوڑی سی جلوہ

نمائی فرمائیں تا کہ غنچے کی لاف زنی خاک میں مل جائے۔ پھول تو ویسے بھی بڑی نازک چیز ہے۔ غنچہ تو بہر حال کم سن پھول ہے ہی اور خاص کر اس کی بہت ہی نازک پتیاں نازکی میں ضرب المثل ہیں۔ لیکن مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میرا محبوب غنچے کی نازکی سے بھی نازک تر ہے یعنی کائنات میں غنچے سے نازک ترین پھول سے بھی زیادہ نازک میرے محبوب کا بدن ہے۔ نازکی بدن لطافت حسن و جمال کا ایک اہم ترین جزو ہے جو محبوب میں درجۂ کمال تک موجود ہے اور اس لحاظ سے یعنی وصف نازک بدنی میں محبوب بے عدیل ہیں۔ شعر میں محبوب کی نازک اندامی کے حسن کا ذکر ہے۔ تو از پری چابکتری وز برگ گل نازکتری ☆ وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری (امیر خسروؒ)۔ بی پردہ از تجلی یزدان برآمدہ ☆ بی سایہ سایہ گستر مستان برآمدہ ☆ آشوب دہر فتنۂ دوران برآمدہ ☆ نخل قدش کہ از چمن جان برآمدہ ☆ شاخ گلی بصورت انسان برآمدہ ☆ سوسن بہ صد زبان کند از عشق تو سخن ☆ کای نو بہار حسن زرخ پردہ برفگن ☆ تنہا نہ بلبل است زشوق تو نعرہ زن ☆ بہر نظارہ گل رُوی تو در چمن ☆ گل ہر طرف زشاخ درختان برآمدہ (تضمین شہید کشمیری بر غزل فغانیؔ)۔ در گلستان آمد و رنگ از رُخ گلہا پرید ☆ از برای عندلیبان این گل دیگر شکفت (علی نقی خان)۔ تو ان زسیر گل وگشت لالہ زار گزشت ☆ نمی توان زتماشای رُوی یار گزشت (حسن خان شاملو)۔

۴۔ فرماتے ہیں میرا خون پی کر اب میرے دل کو اذیت کیوں پہنچا رہے ہیں آپ۔ ہماری شراب تو پی چکے اب شیشہ کیوں توڑ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میری ساری قوت آپ کے عشق میں صرف ہوگئی اس کا خیال کیجیے کہ یہ میں نے صرف آپ کے دیدار کی سعادت سے مشرف ہونے کی تمنی میں کیا اور یہی میرے دل کی غایت آرزو تھی۔ آپ کے سخت امتحانوں مین سے گزر کر اور اپنی ساری قوت و طاقت داؤ پر لگا کر بھی آپ میرے دل کی آرزوؤں کو جدائی کی غیر قابل تحمل جراحتوں سے پامال کر رہے ہیں میرے دل کو نچوڑ کر آپ اسے توڑ بھی رہے ہیں گویا مولانا جامیؒ محبوب سے التجا کر رہے ہیں کہ آزمائشوں اور سختیوں سے گزرنے کی عادت کو ترک کر کے دیدار مسعود سے مجھے مشرف کریں کیونکہ اب میں بے طاقت ہوگیا ہوں۔ شنیدم کز برای ہر شبی روزی مقرر شد ☆ نہ دانم رُوزکی خواہد شدن شبہای ہجرانم (فرغی بسطامی)۔ بدم ای صبح وگر با تو بود رُوز قیامت ☆ کہ مرا نیست دگر طاقت شب ہای جدائی (وصال شیرازی)۔ شب نیست کز فراق تو ای مہ بہ آسمان ☆ ما را خروش و نالہ و غوغا نمی رود (دھقان اصفہائی)۔ شبہای ہجر را گزراندیم وزندہ ایم ☆ ما را بہ سخت جانی خود این گمان نہ بود (شکیبی اصبہانی) ☆ شب فراق دتنم زار و جان بہ لب ای مرگ ☆ نہ دانم این ہمہ از بہر چیست تاخیرت (مجمر اصفہانی)۔ فراق صبر وسکون خواہد ویقین دارم ☆ کہ من نہ طاقت آن وتاب این دارم (غیرت اصفہانی)۔

۵۔ بہار کی ہوا سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں اے ہوای بہار! تم آتی ہو تو مجھے اس معشوق لالہ رُخ کی یاد آتی ہے آخر کب تک تو مجھ عاشق دل سوختہ کی آگ کو بھڑکاتی رہوگی۔ یہ تو معلوم ہے کہ بہار کی حیات بخش خوشگوار ولطیف ہوا سے پھول کھلتے ہیں ان میں رعنائی ورنگینی آجاتی ہے مولانا جامیؒ باد بہار کو ڈھلتے دیکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ یہ باغ میں سے پھولوں کو کھلا کر آرہی ہوگی اس لئے ان کو اپنا گل لالہ جیسا چہرہ رکھنے والا محبوب یاد آجاتا ہے اور اس طرح سے ان کے دل میں آتش عشق کو ہوا لگتی ہے اور بھڑک اٹھتی ہے آگ گویا مولانا جامیؒ کے دل میں اس رشک سے بھی بھڑک اُٹھتی ہے جس کا تعلق باد بہار کے باغ کے پھولوں پر سے چوم چوم کر گزرنے کے خیال سے ہے اور جس سعادت سے مولانا جامیؒ دور ومہجور ہے اس طرح سے باد بہاری کی اٹکھیلیوں سے تنگ آکر کہتے ہیں کہ کب تک میرے سوختہ دل کی آگ سے کھیلتی رہوگی۔ شعر میں باد بہاری کے ڈھلنے سے عاشق کی آتش عشق تیز تر ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔ نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی ☆ تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں (انشا لکھنوی)۔ سبزہ بہ خط غالیہ آلای تو ماند ☆ سرولب جو بہ قد جالای تو ماند ☆ لالہ بہ رخ نغز دلارای تو ماند ☆ سنبل بہ سر زلف سمن سای تو ماند ☆ بخرام کہ خرم شد باغ از گل وریحان (شہاب اصفہانی)۔ لالہ درآمد بہ باغ بارُخ افروختہ ☆ بہر خیال طبع سرخ قبا دوختہ ☆ سرخ قبایش بہر یکدو سہ جا سوختہ ☆ یا کہ ز دلدادگان عاشقی آموختہ ☆ کش شدہ دل غرق خون گشتہ جگہ داغ دار (قاآنی)۔

۶۔ فاتحہ = فاتح کا مونث۔ کسی چیز کا دیباچہ۔ شروع۔ اول۔ ابتدا۔ قرآن مجید کی پہلی سورت کا نام۔ مجازاً دعای مغفرت۔ مردے کی روح کو ثواب ودعاء مغفرت بھیجنا۔ [فاتحہ خواندن۔ ماتمی مجلس مین میت کی روح کو دعای خیر بھیجنا یعنی اشارہ ہے سورۂ فاتحہ مع سورہ اخلاص تین بات پڑھکر اور اس کا ثواب میت کی روح کو بھیج کر اس کے حق میں بخشش ومغفرت کی دعا کرنا]۔ فرماتے ہیں محبوب نے میری بیماری دیکھی تو میرا فاتحہ پڑھا اس شکرانے میں کہ اب زندہ رہنے والا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے غم ودرد عشق اور ان کی جدائی میں بیمار ہو جانے کی سختی اتنی بڑھ گئی کہ محبوب نے میرا یہ حال خود آکر دیکھ لیا۔ لیکن اس معشوق بے نیاز کا استغنا ملاحظہ ہو کہ میری اس قابل رحم حالت سے وہ مطلق متاثر نہیں ہوئے اور مجھ پر فاتحہ پڑھا یہ دیکھ کر اور اس شکرانے میں کہ اب یہ بیماری مجھے اور زندہ نہیں رہنے دے گی۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ خود محبوب بھی یقین کر چکے ہیں کہ واقعی میرا حال ان کے عشق اور ان کے ہجر میں مجھے قریب المرگ کر چکا ہے لیکن اس کے باوجود بھی میرا معشوق مجھے آزمائشوں اور جدائی کے صبر آزما اور مشکل منزلوں میں سے گذرنے کو ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ شعر میں جدائی کی سختیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ از بس کہ بخون طپیدم از دیدہ خویش ☆ نادیدہ کس آنچہ دیدم از دیدہ خویش ☆ چون شمع شب فراقت از سر تا پای ☆ بگداختم و

چکیدم از دیدہ خویش (مجدی کردستانی)۔ چگونہ خواب بہ چشم من خراب آید☆ مگر خیال تو بیرون رود کہ خواب آید☆ دیشب زغم ہجرت بردیم بدر جانی ☆ زنیسان نبرد یارب جان ہیچ مسلمانی ☆ دست من دامانت دامن چہ کشی از من ☆ من دست نخواہم زد ہر روز بہ دامانی (الفت کردستانی)۔ شب ہجر تو مگر روز جز اصبح شود☆ کان شی نیست کہ در دورۂ ما صبح شود (ناصر الدین قاجار)۔ چوروی دوست نہ بنی جہان نہ دین بہ ☆ شب فراق منہ شمع پیش بالینم (سعدیؒ)۔ آہ از شب ہجران تو در روز قیامت ☆ کان رانہ شی از پی واین راسحری نیست (درویش مجید طالقانی)۔ ہر شب از محنت ہجران تو می میرم و پس ☆ می کند باد سحر زندہ بہ بوی تو مرا (محمد صالح چغتائی)۔

۷۔ فرماتے ہیں اے جامی! اگر وہ شوخ محبوب تمہارا خون بہانے کے لئے تلوار بھی نکالے تو ادب کا تقاضا یہی ہے کہ سر تسلیم خم کرو اور خاموش رہو۔ مطلب یہ کہ محبوب کا فیصلہ اٹل ہے۔ اسکا حکم اور اسکا فرمان موجب اطاعت۔ وہ عاشق کے حق میں جو کچھ بھی عمل میں لاتا ہے اس سے عاشق کو مفر نہیں اور خود عاشق کی یہ اطاعت عشق و معشوق کے حق میں عبادت ہے جسے اس کی طرف سے قبول کئے جانے کے بھی امکانات ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے عاشق کے لئے کہ وہ معشوق کا ہر حکم ماننے کے لئے آمادہ ہو جائے یہی تو اطاعت ہے اور اسی کو فرمان برادری کہتے ہیں اور عبادت صادق کی انتہاء نہادہ ام سر تسلیم زیر شمشیرت ☆ بیار بر سرم ای عشق ہر چہ می خواہی (رہی معیری)۔ ترا لذت نہ دانم تا چہ حداست ای غم جانان ☆ کہ در دل ہر چہ گردی بیش خواہم بیشتر گردی ☆ ہر چہ می خواہی بگوی و ہر چہ می خواہی بکن ☆ دوست میدارم ترا گر دشمن جانِ منی ☆ بہ جفات سر نہادم بکن آنچہ می توانی ☆ چہ کنم نمی توانم ز تو احتراز کردن (امیر خسروؒ)۔ بندگانیم جان و دل برکف ☆ چشم بر حکم و گوش برفرمان ☆ گر دل صلح داری اینک دل ☆ ور سر جنگ داری اینک جان (ہاتف اصفہانی)۔ ہزار بار گرم ہمچو تاک سر بزنی ☆ زشوق تیغ تو بار دگر ہمی رویم (محیط قمی)۔ منصور دار عشقم و دانم کہ عاقبت ☆ بر پای دار می کشد این پایداریم (مظہر تبریزی)۔ پروانہ نیستم کہ بسوزم زشعلہ ای ☆ شمعم کہ پاک سوزم و جان رافدا کنم ☆ عنان نہ پیچم اگر می زنی بہ شمشیرم ☆ سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک (حافظؒ)

غزل (۱۳۴)

توشمع مجلس انسی وشاہ عالم جانی.......

۱۔ تم مجلس انس کی شمع ہو اور عالم جان کے بادشاہ!

تمام حسینان عالم پر ناز کر کہ تم نازنین عالم ہو

۲۔ عجیب صاحب صباحت وملاحت ہو ، عجیب جلیل وجمیل ہو!
لیکن کیا فائدہ کہ اپنے حسن کی قدر نہیں جانتے
۳۔ چہرہ وہ کہ حسن کی ایک صورت ہے اور غمزہ وہ کہ دین کی ایک آفت!
عشوہ پردازی میں تلاطم جہان ہو، خندہ زنی میں راحت جان !
۴۔ مست نرگسوں کے جادو میں ہرزن ومرد کے لئے آفت ہو
قدو قامت کی لطافت میں ہر پیر وجوان کے لئے ایک بلا ہو
۵۔ تمہارے غم میں آہوں کے تیر آسمانوں سے پرے چلاتا ہوں
کبھی تو پوچھ لو کہ ہمارے بغیر تیری کیسی گذر رہی ہے
۶۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ مجھے اپنے پاس بلالو میں تم سے اس پر راضی وخوش ہوں
کہ اگر اپنے پاس نہیں بلاتے تو مجھے اپنا کتا کہہ کر پکارا کرو
۷۔ جامی عاشق کی کیا مجال کہ تمہارے حسن کی صفات جتلائے
جہاں بھی اسکا خیال پہنچے ، تم اس سے بھی بر تر ہو

توضیحاتِ غزل

۱۔انس=انسان ۔آدمی ۔لوگ ۔ جان= نفس عزیز۔گرامی ۔روح انسانی ۔حیات ۔طاقت ۔روح ۔(بدن اورجسم کے معنی میں گاہ گاہ آتا ہے جیسے فارسی میں کہتے ہیں جان راشستن یعنی نہانا ۔ بدن کو دھونا) آلات حرب (جان کی نون مشدد ہوتو معنی ہونگے جنات ۔جنوں کا باوا آدم ۔ایک قسم کا سفید سانپ)۔عالم جان= عالم ارواح ۔اربعہ عناصر ۔عالم ارواح یعنی عالم بالا ۔ عالم ملکوت ۔اس کے مقابلے میں عالم سفلی یعنی عالم اجسام یا عالم حیوانی یا عالم زمینی جولوگوں اورحیوانوں کا مسکن ہے ۔خوبان= حسن والے ۔خوش صورت ۔محبوب ۔معشوق ۔پسندیدہ ۔ زیبا ۔خوبصورت ۔ (خوبان جمع ہے خوب کی یعنی نیکو) معشوقوں کا گروہ ۔نازنین= لاڈلا ۔نازک اندام ۔دلربا ۔ خوبصورت (ناز اور نین کلمۂ نسبت سے مرکب ہے) ناز والا ۔ناز کرنے والا ۔لطیف وظریف معشوق ۔خوش ہیئت ونازک اندام محبوب ۔گرامی ۔ ناز ونعمت میں پلا ہوا ۔نفیس ۔گران بہا ۔قدر وقیمت والا ۔ معشوق لطیف بدن ۔ فرماتے ہیں میرے محبوب ! آپ اس دنیای سفلی میں رہنے والے تمام لوگوں میں شمع کی طرح ایک منفرد صاحب جمال محبوب ہیں اور عالم بالای ملکوت کی مخلوق کے بادشاہ !ان دونوں جہانوں کے صاحبان حسن وجمال

پر آپ ناز کیجئے کہ آپ سب کے نازنین ہیں۔ مطلب یہ کہ رسول اکرمؐ آسمانوں پر احمدؐ ہیں اور زمین پر محمدؐ۔ دونوں جہانوں میں یعنی آسمانوں کے عالم میں اور زمین کی دنیا میں اے رسول خدا آپ حسن و جمال میں وحدہ لاشریک ہیں۔ زمین پر آدمیوں کی محفلوں میں آپ شمع محفل ہیں یعنی شمع کی مانند ہیں اور حسن و جمال اور شکوہ وجلال میں کوئی ثانی نہیں اور تمام خوبان عالم پست و بالا میں صرف آپ کی مطلق حکم فرمائی ہے۔ شعر میں محبوب ... اور مطلق حسن و جمال کی توصیف کی گئی ہے ... کنند خویش وتبار تو ناز ومی زہبد☆ ۔ حسن یک تن اگر ... نازکنند (ملک قمی)۔ بہر دیدار تو اعیان رسل منتظر ند☆ چشم در رہ کہ بیک رہ بجمالت نگرند☆ چشم بد ... فلک دیدہ وراند☆ نازکان دست بہ فتراک چسان رہ سپرند☆ ہر یکی از در واز بام نماید نظری (... کشمیری)۔ ... شوریدہ ام کز بوی گل رنجیدہ ام☆ ہر چار سو نالیدہ ام در جستجو کوشیدہ ام☆ ہر غنچہ را بوئیدہ ام از ہر چمن گل ... آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام☆ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری (تضمین شہید کشمیری برغزل امیر خسرو)۔ جلوۂ نور خدایا روی ماہ ماست این☆ معنی صورت نما یا صورت معنی است این☆ عارض است ... مہر نور افزاست این☆ عارض است این یا قمر یا لالہ حمراست این☆ یا شعاع شمس یا آئینہ دہاست ... تضمین شہید کشمیری برغزل مولانا جامی)۔ ای خاک در تو افسر عشق☆ سر چشمۂ آب کوثر عشق☆ انوار رخ تو مطلع حسن☆ اسرار لب تو مظہر عشق☆ تسخیر ممالک بقا کرد☆ سلطان دلت بہ لشکر عشق (ذہنی کشمیری)۔ الحق کہ ... خویش خود نازد☆ ایزد کہ تماشای جمال تو کند☆ ماہ من ہر جا خرامد از شکوہ فر حسن☆ نیکوان شہر را جز تماشائی کند (... جلوہ)۔ میکرد شمع نسبت خود شمع بہ خوبان☆ چون خواست کہ نام تو برد سوخت زبانش (محتشم کاشی)۔ ... جمال تو حاجت بہ شمع نیست☆ با نور آفتاب چہ تاب آورد چراغ (ذوقی اصفہانی)۔

۲۔ عجب = لائق تعجب، لائق حیرت۔ تعجب۔ انوکھا پن۔ عجیب۔ قابل حیرانگی۔ صبیح۔ گورے رنگ والا۔ حسین جمیل۔ خوش صورت۔ خوبرو اور سفید چہرے والا۔ [صباحت = خوبرو ہونا۔ خوبروئی۔ خوش صورتی۔ خوبصورتی۔ زیبائی و جمال۔ آدمی کی سفید رنگت]۔ ملیح = نمکینی یعنی حسن کی نمکینی رکھنے والا۔ نمک آلودہ۔ نمکین۔ سانولا رنگ کا۔ گندمی رنگ کا۔ خوبصورت۔ خوبرو [ملاحت = نمکینی۔ حسن کی ملینی۔ نمکین ہونا۔ خوبرو ہونا]۔ جلیل = عظیم۔ بزرگ۔ بزرگوار۔ باشکوہ۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام۔ افضل۔ اعلیٰ۔ بڑا بزرگ۔ جمیل = خوبصورت مرد۔ نیک سیرت مرد۔ پگھلی ہوئی چربی۔ حسین مرد۔ زیبا۔ نیکوروی۔ فرماتے ہیں آپ کی صباحت و ملاحت تعجب انگیز اور حیران کن ہے۔ آپ کی عظمت اور آپ کا حسن بے عدیل۔ لیکن مجھے اس کا کیا فائدہ آپ تو مجھے اس حسن و جمال اور صباحت و ملاحت کی خوبیوں، دلکشیوں، رعنائیوں اور ... سے استفادہ اور لذت اندوز ہونے سے دور رکھ

رہے ہیں اور مجھے یعنی اس حسن و جمال کی قدر و منزلت کے شیدائی کو دل آزردہ کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے محبوب! آپ حسن و جمال میں بے مثال ہیں۔ آپ صبیح و ملیح ہیں اور ایسے کہ نہ آپ کی صباحت حسن کا کوئی مقابل اور نہ ہی ملاحت جمال میں آپ کا کوئی ثانی اور یہ حیران کن صفتیں ہیں لیکن مجھ جیسے قدر شناس بلبل مدح خوان کو آپ اپنے سے دور رکھ کر میری بے قدری کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ آخر میں بھی تو آپ کے چمن حسن اور فردوس جمال کا ایک عندلیب آرزو مند ہوں مجھے اپنے سے دور نہ رکھئے۔ شعر میں شاعر غایت محبت میں صرف اپنے آپ کو محبوب کا چاہنے والا جان کر محبوب کو رقیبوں سے انس رکھنے اور ان کو جلوۂ عام سے مستفید کرنے پر رشک کا اظہار کر رہا ہے۔ سوزم کہ مگر داغِ تمنائی تو دارد☆ آن کس کہ بہ کویت گذری داشتہ باشد (ہجری طہرانی)۔ گوید رقیب کآن مہ یاد تو کرد امروز☆ مقصودش این کہ دانم در بزم یار بودہ است (میرقبول قمی)۔ غیر ہمدم دشمنان محرم رقیبان محترم☆ غیر قاضی ہیچ کس محروم ازان درگاہ نیست (قاضی عبد اللہ رازی)۔ نقش پائی بہ سرکوی تو دیدم مردم☆ کہ چرا غیر من آنجا دگری می آید (فصیحی تبریزی)۔ سر گفتگوی بامن تہ دل بر رقیبان☆ من خستہ ابکشتی بہ تواضع زبانی (علالی کرہرودی)۔ باعث رنجش ہمین رشک رقیبان است وبس☆ ورنہ دل را بیش ازین تاب جفای یار ہست (صفی نوربخشی)۔ دوش غوغای سگان تو بہ گوشم آمد☆ مردم از رشک کہ آیا کہ گذشت از کویت (طریقی ساوجی)۔ ترک من گفتی و جا در دل دشمن کردی☆ کس بہ دشمن نہ کند آنچہ تو با من کردی (شمسی بغدادی)۔

۳۔ صورت = نمونہ۔ شکل۔ تصویر۔ قیافہ۔ رخسار۔ چہرہ۔ نقش۔ ظاہر۔ صفت۔ نوع۔ کیفیت۔ مظہر۔ شور= غوغا۔ فغان۔ فریاد۔ فتنہ۔ آشوب۔ اضطراب۔ ہیجان۔ غل۔ شہرت۔ نمکین۔ نمک۔ عشق۔ جنون۔ فرماتے ہیں چہرہ کی خوبصورتی میں آپ حسن و جمال کی ایک تصویر ہیں اور ایک نمونہ۔ غمزہ کاری میں آفت دین ہیں۔ عشوہ پردازی میں آشوب عالم ہیں اور خندہ زنی میں راحت جان! اس شعر میں اوپر کے دو شعروں کی طرح محبوب کے پے در پے صفات کے استعمال کے پیش نظر صنعت تنسیق الصفات کو کام میں لایا گیا ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے محبوب آپ کا چہرہ حسن و جمال کا نمونہ ہے یعنی کوئی بھی معشوق ایسا چہرہ نہیں رکھتا بس فقط آپ کا چہرہ ہے جو حسن و جمال کی ایک ایسی مثال ہے جسے نمونے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کا غمزہ عاشقوں کے دین کو چھین کے لے جاتا ہے یعنی اتنا دلکش اور دلبر ہوتا ہے کہ عاشق آپ ہی کا بن جاتا ہے اور وہ فرط محبت میں دین کی مقرر کردہ بندشوں اور زنجیروں کو توڑ کر والہانہ آپ ہی کو چاہنے لگ جاتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر آپ ہی کے عشق میں مدہوش و مست ہو جاتا ہے۔ عشوہ پردازی یعنی ناز و شیرین حرکات میں آپ سارے عالم میں فتنہ گر ہیں۔ آپ کے ناز اور آپ کی ادائیں ایسی محبوب و مرغوب ہیں کہ ایک عالم ان پر فریفتہ ہونے کے نتیجے میں ہنگامہ خیز ہو

ہے۔ گویا آپ کو اپنانے کی جنگ ہو رہی ہے۔ آپ ہنستے ہیں تو مضطرب اور بیقرار جان عشاق کو راحت ہو جاتی ہے۔ شعر میں پھر سے اپنے شاعرانہ قوت بیان سے مولانا جامیؒ نے محبوب کے حسن آشوب گر، غمزۂ آفت انگیز، عشوۂ ہنگامہ خیز اور خندۂ راحت بخش کا ذکر کیا ہے۔ گر بہ روی تو زلیخا نظری وامی کرد☆ آنچہ در خواب ندیدست تماشا میکرد (آرزو لکھنوی)۔ خیال روی کسی جلوہ کرد چون خورشید☆ غرور ظلمت شبہای انتظار شکست (چندر بھان برہمن)۔ نہ من مانم نہ دل ماند نہ عالم☆ اگر فردا بدین صورت برآئی (مولانا رومؒ)۔ بر حسن خود بناز کہ در ہم شکستہ ای☆ بازار خود فروشی تقویٰ فروش را (وقوعی تبریزی)۔ خوش آن غرور کہ وام دو صد جواب سلام☆ بہ یک کرشمۂ ابرو ادا تواند کرد☆ خوش آن ادا کہ ہزاران ہزار وعدۂ ناز☆ بہ نیم جنبش مژگان روا تواند کرد (وحشی بافقی)۔ دیدن بہ رخت کہ می تواند☆ از بس کہ نہادہ ای فسون ساز☆ مژگان تو تیغ بر سر تیغ☆ چشمان تو ناز بر سر ناز (والہی قمی)۔ جان سپر کردن ز ما و ز دلبران خنجر کشی☆ عشق یعنی نامرادی حسن یعنی سرکشی (نقی کمرہ ئی)۔ از جلوہ ات پای دلم ہر لحظہ در گل میرود☆ وہ وہ چہ شیرین میروی کز رفتنت دل میرود (نقی کمرہ ئی)۔ تو بر گل می خرامی جام می در کف چہ میدانی☆ کہ احول تہی دستان پا در گل چہ می باشد☆ نمی داند در دور رخت پروانہ و بلبل☆ کہ گل در بوستان و شمع در محفل چہ می باشد☆ غم عشق و بلای غربت و بیماری ہجران☆ اگر مشکل نہ باشد پس دگر مشکل چہ می باشد (نقی کمرہ ای)۔

۴۔ فرماتے ہیں مست آنکھوں کے جادو سے آپ ہر زن و مرد کے لئے آفت جان بن چکے ہیں اور قد و قامت بالا کی دلکشی و لطافت سے ہر پیر و جوان کے حق میں آپ ایک بلا و زحمت ہیں۔ اس شعر میں بھی اوپر کے اشعار کی طرح صنعت تنسیق الصفات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مولانا جامیؒ محبوب کے جادوی نرگس مانند چشمہای مست کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محبوب کی آنکھیں گل نرگس کی مانند ادھ کھلی اور مست ہیں اور ان کی یہ خاصیت جادوانہ ہے جس سے فقط عشاق ہی نہیں بلکہ عام زن و مرد متاثر ہوئے ہیں اور وہ ان مستانہ سحر انگیز آنکھوں سے گویا آفت زدہ ہو کر ان ہی کی تاثیر میں رہ رہے ہیں۔ ہر بوڑھا اور ہر جوان محبوب کے قد و قامت کی بالائی اور دلکشی و لطافت ترکیب کو دیکھ کر مضطرب اور بے چین ہے۔ گویا مولانا جامیؒ کی آنکھوں کی جادوانہ تاثیر اور قد و قامت کی دلکشی سے ہر عورت ہر مرد ہر پیر اور جوان کو مبتلا اور گرفتار پاتے ہیں اور اس طرح سے خوشی کا اظہار در پردہ کرتے ہیں کہ میں نے جس محبوب کا انتخاب کیا ہے اسکی تصدیق ہر طرف سے اعلانیہ ہو رہی ہے اور ہر کوئی خواہ عورت ہے یا مرد بوڑھا ہو یا جوان میرے حسن انتخاب پر گواہی دے رہے ہیں۔ شعر میں محبوب کی لطافت ترکیب و ھئیت، بلندی قد و قامت اور اس کی سحر کار آنکھوں کی مستی کی توصیف کی گئی ہے۔ در آتشین نگاہت ہزار خنجر ناز☆ برای کشتن اہل نیاز پنہان است (رضائی کاشی)۔ چہ تہمت بر اجل بندم ز چشمت خوردہ ام تیری☆ کہ آنم می کشد گر بعد صد

سال دگر میرم (قراری گیلانی)۔ غلام نرگس مست تو تاجداراانند ☆ خراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند (حافظ)۔ قامت درچمن حسن درختی است بلند ☆ کہ ھمہ دلبری وعشوہ ونازش ثمراست (فخری قاجار)۔ ہر زادیدیم حیران قد رعنای اوست ☆ برعلم دار دنظر دائم سپاہ شش جہت (صائب)۔

۵۔ خدنگ = تیر۔ ایک درخت کا نام جس کی لکڑی سے تیر اور نیزہ بنتا ہے۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے دردوغم میں میری آہوں کے تیر آسمانوں سے بھی پرے چلے جاتے ہیں آخر کبھی تو پوچھ لیجیے کہ آپکی جدائی میں مجھ عاشق بے جان کی کیسی گزر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا ہجر اور ان کی جدائی کا زمان سخت تکلیف دہ ہے اب ان کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔ وہ نہیں تو سارا وقت آہوں میں گزر جاتا ہے اور دردوغم کی برسات میں کاش محبوب آ کر اپنے عاشق کا حال زار دیکھنے آجاتے کہ شاید اس طرح سے ان کے رحیم ہونیکی صفت رحمت سے ہم بھی فیضیاب ہوتے۔ شعر میں دردوغم ہجر یار کی کیفیت کا بیان ہے۔ نہ ہمیں جان ودلم زخم ستم خوردۂ توست ☆ کہ سراپای وجودم ھمہ آرزدۂ توست (رفیعی کاشی)۔ نہ تو ای فلک بہ خونم ھمہ عمر تشنہ بودی ☆ غم ھجر آمد اینک بکش انتقام خودرا (اضافی کاشی)۔ عشق بس نیست کہ رسوائی جہانم دارد ☆ ہجر رااین کہ چہ سردرپی جانم دارد (صبوری تبریزی)۔ عاشق شدم اگر چہ شنیدم از و کہ گفت ☆ ای وای برکسی کہ گرفتار من شود (یقینی لاہیجی)۔ فرہاد ہم بکوہ کنی از نصیب عشق ☆ خون داشت لیکن این ھمہ خون درجگر نہ داشت (ولی دشت بیاضی)۔ عاشقی نیست ... افشانی راز پیر خود ☆ ای دل مکن رسوا مرا از نالہ ہای زار خود (وقوعی نیشاپوری)۔

۶۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھے اپنے پاس بلائیں بلکہ میں تو بس خوش اور راضی ہوں کہ آپ مجھے نہ بلائیں نہ سہی لیکن مجھے اپنا کتا کہہ کر پکاریں۔ کتے کی مانند اپنی وفاداری اور سکوت وصبر سے مقصد برآری کی آرزو کا ہی نہیں بلکہ عملی طور پر کارفرما ہونے کا اظہار کیا ہے۔ نیز اپنی عاجزی اور انکساری کو بھی جتلایا ہے۔ مولانا جامیؒ نے کئی نعتیہ غزلوں میں خود کو اپنے معشوق کا کتا ہونے کی تمنّا کا اظہار کیا ہے۔ اور اس سے اُن کا مطلب محبت محبوب میں وفا وثبات، انکساری اور سکوت وصبر کا اظہار ہے۔ دل از تو برنگیرم ومہر از تو نگسلم ☆ صد بار ما ہرانی واز درجدا کنی (ذوقی اصفہانی)۔ دل درغم عشق تو فدا کرد وجان نیز ☆ ثابت قدمی درره عشق تو چو ما نیست (صفائی نراقی)۔ داری ہوس کہ غیر برای تو جان دہد ☆ آہ این چہ آرزوست مگر مردہ ایم ما؟ (عالمی دارابجردی)۔ این کہ گفتم باتو خواہم دلبر دیگر گرفت ☆ آن تو ئی من باتو خواہم دوستی از سر گرفت (عتابی نجفی)۔ مرا بہ کوی تو آورد وفا ورنہ ☆ جواب خویش شنیدم ہزار بار از تو (صفی نور بخشی) ☆ نو ئی اسیر خو یشتنم کردہ ای کہ نیست ☆ یارای دست و بازدنم درکمند تو ☆ سنیم بہ مرگ خویش بود نہ بہ زندگی ☆ کاری چرا کنم کہ نیفتد پسند تو (وقوعی تبریزی)۔

ے فرماتے ہیں میرے محبوب! جامی عاشق کی کہاں مجال کہ آپ کے حسن و جمال کی صفتیں بیان کر سکے۔ اس بارے میں جس بلندی پر بھی اس کا خیال پہنچتا ہے اس سے بھی بالاتر اور برتر ہوتے ہیں آپ۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے حسن و جمال کی تعریف مجھ بشر کے حد میں نہیں وہ میری قوت گویائی اور کمال نطق اور فہم رسا سے بالاتر ہیں۔ میں کیا تعریف کروں ان کی جن کی تعریف خود خدا نے کی ہو۔ محبوب کی صفات حسن کا بیان جامی کی قوت فکر وادراک سے باہر ہے۔ چو بلبل روی گل بیند زبانش در حدیث آید☆ مرا در رویت از حیرت فرو بستہ است گویائی (سعدیؒ)۔ چگونہ وصف جمالت کنم جزاین کہ بگویم☆ بدین کمال جمالی نہ دیدم و نہ شنیدم (عبرت نائینی)۔ گشتیم جہانرا کہ ببینم و ندیدیم☆ ہچون تو کسی زیبا در شکل و شمائل (حافظ)۔ گفتا چرا سخن نہ کنی چون بہ من رسی☆ نظارہ جمال تو خاموشی آورد (امیر خسروؒ)۔ بس نکتہ غیر حسن بباید کہ تا کسی☆ مقبول طبع مردم صاحب نظر شود (حافظ)۔ چشمی کہ ترا بیند و در قدرت بیچون☆ مدہوش نماند نتوان گفت کہ بیناست (سعدی)۔

غزل (۱۳۵)

زچشمت چشم آن دارم کہ گاہی..........

۱۔ آپ کی آنکھوں سے مجھے امید ہے کہ کبھی
ہم گرفتاروں پر بھی نگاہ کریں گی!

۲۔ آپ کے چہرے کی روشنی نے مجھے بھلا ہی دیا
کہ کبھی کہیں سورج بھی تھا اور چاند بھی

۳۔ بوستان میں سرد آپ کے قد کو دیکھ کر حیران ہے
آخر ایک شاخ گیاہ بھلا طوبیٰ تک کہاں پہنچے گا

۴۔ اگر میری آنکھوں نے آپ کے چہرے کے بغیر کچھ دیکھا ہو
تو میری نظر میں اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ نہیں

۵۔ اگر آپ قبول فرمائیں تو میں بھیج رہا ہوں
اپنے آنسوں کو آپ کی عذر خواہی کے لئے

۶۔ میری ٹھنڈی آہیں بھرنے پر وقت صبح گواہ ہے
کس نے وقت صبح کو صادق تر گواہ نہیں پایا

۷۔ معلوم نہیں جامی کے دل میں کیا سوز ہے
کہ بس آہیں بھرتا ہے اور وہ بھی کیسی آہیں !

توضیحات غزل

چشم داشتن = محاورہ ہے یعنی امید رکھنا۔ توقع رکھنا۔ بھروسہ رکھنا۔ راہ تکنا۔ انتظار کرنا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کی آنکھوں سے میں یہی امید لئے بیٹھتا ہوں کہ مجھ گرفتار عشق کے حال پر یہ ضرور نگاہ ڈالیں گی اور ملاحظہ کریں گی کہ آپ کی محبت میں میرا کیا حال ہوگیا ہے۔ آپ کے درد عشق اور الم محبت کے زنداں میں مبتلا ہوکر میں نہ صرف کس پرسی کے عالم میں جی رہا ہوں بلکہ جس کرب و عذاب سے میں ہجر کے زہر کو برداشت کررہا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ کی آنکھوں کی نگاہیں اسے دیکھ کر آپ کے جذبہ رحم وشفقت کو برانگیختہ کریں گی۔ شعر میں اپنی حالت زار کو محبوب کے خود ملاحظہ کرنے کی طرف اشارہ ہے اور آنکھوں سے مشاہدہ فرمانے کی التجا کی ہے۔ مادتو ہمدرد و ہمداغیم ای مرغ چمن ☆ تو زگل می نال و من از بی وفاییہای او ☆ گرچہ کردم ذوقہا از آشنائی ہای او ☆ انتقام ازمن کشید آخر جدائی ہای او (حسابی نطنزی)۔ بہ بالین آمدی دروقت مردن ناتوانی را ☆ ازین رحمت بہ مُردن ساختی مائل جہانی را (حضوری قمی)۔ تنہا بہ سویم آمد و یک لحظہ بود و رفت ☆ بازم بہ این فریب تسلی نمود ورفت ☆ خود رانمود و باز نہان شد ز دیدہ ام ☆ وہ چون کنم کہ آرزدی من فزود و رفت ☆ دروقت شکر از وبہ زبان شکوہ ای گذشت ☆ بیطالعی نگر کہ ہمان راشنود و رفت (حضوری قمی)۔ رسیدہ جان بہ لب از شوق دیدار تو داعی ☆ تو تا خواہی رسیدن بر سر او جان نمی ماند (داعی اصفہانی)۔ مگر دان ناامیدم غایت امیدواری بین ☆ کہ ہم پیش تو میخواہم ز جورت داد خواہی را (ذوقی تونی)۔ ہمہ شب این ہوسم دست در آغوش کند ☆ کہ بہ او درد دلی گویم واو گوش کند (ذوقی تونی)۔ شب ہجر عاشقی را کہ اجل رسیدہ باشد ☆ بہ چہ درد مردہ باشد کہ ترا ندیدہ باشد (اشکی ہمدانی)

۲۔ فروغ = چمک۔ روشنی۔ درخشندگی۔ نور۔ شعاع۔ تابش۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے نور بار چہرے نے بالکل ہی بھلا ڈالا کہ اس دنیا میں کہیں سورج بھی چمکتا ہے اور چاند بھی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا چہرہ اس قدر روشن، نور افشان اور درخشندہ ہے کہ چاند اور سورج کی روشنی کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ میں تو محبوب کے روئی منور کو دیکھ دیکھ کر بالکل ہی بھول جاتا ہوں کہ اس دنیا میں سورج اور چاند بھی چمکنے والے ستارے ہیں۔ شعر میں انوکھے انداز میں محبوب کے چہرہ کو روشن اور درخشندہ ترین چہرہ کہنے کا اظہار کیا گیا ہے۔ ماہ من گر برکشد از رخ نقاب خویش را ☆ ازخجالت چرخ پوشد آفتاب خویش را (وصال شیرازی)۔ من کہ می بینم تفاوت از زمین تا آسمان ☆ چون کنم نسبت

بہ روی یار مہر وماہ را (آذر بیگدلی)۔در ماہتاب روشن خرامان ھمی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش روگرفت (امیر خسروؒ)۔خورشید را فسردہ بصد دست روزگار ☆ تاگلشن جمال ترا آب دردہ است (فضل جز فادقانی)۔ فروغ روی تو کرد آفتاب رامعدوم ☆ ازان بہ ماتم خورشید شب سیہ پوش است (دہقان اصفہانی)۔نسبت رویت اگر باماہ وپروین کردہ اند☆ صورت نادیدہ تشبیہی بہ تخمین کردہ اند (حافظ)۔ جہان روشن بہ ماہ وآفتاب است ☆ جہان ما بہ دیدار تو روشن (سعدیؒ)۔

۳۔فرو ماندن = حیران ہونا۔اپاہج۔تھکا ماندہ۔ناچار۔عاجز۔منتظر۔ناامیدی۔دل شکستگی۔طوبیٰ = جنت کے ایک بلند بالا درخت کا نام جو خوشبوئیں پھیلاتا رہتا ہے اور طرح طرح کے میوے دیتا ہے۔بشارت۔خوش خبری۔ مژدہ۔خوشی۔مسرت۔خوبی۔پاک تر۔خوش۔گیاہ = ہری گھاس۔ہرا سبزہ۔فرماتے ہیں آپ کے قد کو سروِ گلستان نے جب دیکھا تب سے حیران وششدر ہو کر ایک ہی جگہ کھڑا ہو کر بند پڑا ہے۔آخر آپ کے قد دلربا و طوبیٰ مانند کا بھلا ہری گھاس کی ٹہنی سے کیا مقابلہ۔معشوق کے قد کو طوبیٰ یعنی درخت جنت سے مشابہ کیا ہے اور سرد جیسے زمینی خوبصورت بلند قامت درخت کو اس کے مقابلے میں محض ہری گھاس کی ایک ٹہنی کہا ہے۔مطلب یہ کہ محبوب کا قد وقامت آسمانی اور بہشتی بلندیوں کا حامل ہے بھلا اس کا زمینی درخت کے ساتھ جو دست بشر کی ساخت ہے کیا مقابلہ۔چہ نسبت خاک را با عالم پاک! سرو تو طوبیٰ کے آگے بس ہری گھاس کی ایک شاخ ہے۔شعر میں محبوب کے قد وبالا کی تعریف کی ہے جو پاکیزہ تر ہونے کے ساتھ ساتھ بلندی اور قامت کی موزونیت وشادابی میں ایک رویای آسمانی کی طرح دلکش ہے اور دلربا۔سرو ہی کہ خاست بطرف چمن زناز ☆ چون دید شکل قد تو را برزمین نشست (شاہی سبزواری)۔پیش رفتار تو پا نہ گرفت از خجلت ☆ سرو سرکش کہ بہ ناز قد وقامت خاست (حافظؒ)۔ھمہ برجای خود ای تازہ نہالان چمن ☆ بنشینید کہ آن سرِ روان برخیزد (صائب)۔باچنین قامت اگر پای نہی در بُستان ☆ سرو از غیرتِ بالای تو در گل برود (ھمای شیرازی)۔آزاد شود فاختہ و بند شود سرو ☆ در گلشن اگر شرح خرام تو نویسند (نکہت شیرازی)۔سرو من گر بخرامد بہ خیابان بہشت ☆ طوبیٰ از روضۂ رضوان خجل آید بیرون (ذوقی اصفہانی)۔ تو را چو سرو نخوانم کہ سرو سرتاپا ☆ ھمہ تن است وتو از پای تا بہ سر جانی (ھمام الدین)۔سرو پیش قد اولاف زد از رعنائی ☆ باد آمد بہ چمن تا بکند از پایش (تفتیعی بغدادی)

۴/۵۔فرماتے ہیں اگر میری آنکھوں نے آپ کے چہرۂ زیبا کے بغیر کسی اور چہرے کو دیکھا ہو تو یہ میرے لئے ایک گناہ عظیم ہے اور اس حرکت کو گناہ کبیر جان کر ہی میری آنکھوں نے سوائے آپ کے چہرے کو اور کسی کا چہرہ نہیں دیکھا۔پھر بھی اگر آپ قبول فرمائیں تو میں عذر خواہی اور بخشش ومعذرت کے لئے آپ کے حضور میں اپنی

آنکھوں کے آنسو بھیج رہا ہوں جو میرے احساس گناہ وندامت کی سند ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ میری آنکھوں کی نگاہیں فقط آپ کے چہرہ انور اور روی زیبا کا نظارہ کرنے کے لئے وقف اور مخصوص ہیں۔ انہوں نے آپ کے چہرۂ منور کے بغیر کسی اور چہرے پر نگاہ ڈالی ہی نہیں کیونکہ ایسا کرنا مذہب عشق میں گناہ عظیم ہے پھر بھی میں معذرت خواہی کے طور پر ان آنکھوں کے اشک کو نچوڑ کر آپ کی خدمت عالی میں بھیج رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آنکھوں کے سزا کے طور پر آپ ان آنسوؤں کو قبول فرمائیں گے۔ مطلب یہ کہ آپ کے چہرے کے دیدار کے عشق میں جس کے بغیر میری آنکھوں کی غایت مراد اور کچھ نہیں اشکباری کرتا رہتا ہوں۔ نہان ز دیدہ اغیار از رہ دیدہ ☆ درون خلوت دل می برم خیال ترا (ھلاکی ھمدانی)۔ چو شمع تا رخم از گریہ تر نہ خواہد شد ☆ تر از سوز دل من خبر نہ خواہد شد (ولی دشت بیاضی)۔ می سوزم از درد نہان ای گریہ یاری کن دمی ☆ تا آب بر آتش زنم از چشم طوفان بار خود (وقوعی نیشاپوری)۔ بعجز و نیاز ر روزم اگر بی اثر بود ☆ تاثیر گریہ دل شب راچہ میکنی (وحشی بافقی)۔ بیداد دوست بر دل ما بی جنایتی ☆ چون رحمت خدای ندارد نہایتی ☆ بسیاری زبان و پریشان فتادہ ایم ☆ یارب ببخش نالۂ مارا سرایتی (نوری اصفہانی)۔ دل باخیالش رو بہ رو شب تا سحر در گفتگو ☆ گرد دلم گردیدہ او گردسرش گردیدہ من (نقی کمرہ ئی)۔ غمزہ غارت گر نگہ خون ریز و مژگان پر ستیز ☆ ای نثاری باچنین بیداد نتوان زیستن (نثاری تبریزی)۔

۶۔ فرماتے ہیں غم محبوب اور عشق یار میں ٹھنڈی آہیں بھرنے کے عمل میں صبح کی خنکی پھیل جانے کا وقت میرا گواہ ہے اور صبح سے بڑھکر صادق تر گواہ بھلا اور کون ہوسکتا ہے۔ صبح کی خنکی اور اپنی آہوں کی سردسیری میں مشابہت پیدا کی ہے۔ نیز صبح صادق کے پھوٹنے کے وقت کو اپنی سچی گواہی جتلا کر دونوں میں مناسبت پیدا کی ہے اور یہ شعری ذوق اور حسن بیان کا ہی کرشمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درد ہجر اور غم یار میں میری آہیں جاری رہتی ہیں۔ معلوم نہیں مجھ جامی کے دل میں یہ کس قسم کی جلن ہے اور سوز درون ہے کہ آہیں بے اختیار نکلتی رہتی ہیں اور آہیں بھی ایسی کہ جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مقصد یہ ہے کہ عشق کی آگ ایسی دل وجگر میں بھڑک رہی ہے کہ شب ہمہ شب آہیں بھرتا رہتا ہوں اور صبح پھوٹنے تک کوئی قرار میسر نہیں آتا۔ آتش عشق و سوزش ہجر نے قلب وجگر کو جلا ڈالا ہے جس کے نتیجے میں شب بیدار رہ کر فقط سوزناک آہوں کو کھینچتا رہتا ہوں۔ ز فغان سینہ سوزم دل سنگ می شود خون ☆ دل دوست را بنازم کہ در وا اثر ندارد (قاسم بیگ حالتی)۔ غلط است این کہ گویند کہ بہ دل رہیست دل را ☆ دل من زغصہ خون شد دل او خبر نہ دارد (عرفی شیرازی)۔ گر جفاہای ترا باخلق باشد باز خواست ☆ بگذر در روز جزا در ماجرای عشق تو (قاسم بیگ حالتی)۔ ز گرمی جگرم دوش چشم تر می سوخت ☆ چراغ دیدہ بہ راہ تو تا سحری سوخت ☆ نماند روغن بادام چشم دمی دیدم ☆ کہ پارۂ دل و پرکالۂ جگری می سوخت ☆ شد از تصرف حسن تو آن زمان خبرم ☆ کہ شعلہ

درجگرافتاد وبی خبری سوخت ☆ دلم بہ حزنی بیچارہ سوخت باز اشب ☆ کہ می گریست دمی ودمی سوخت (حزنی اصفہانی)۔ تمام سوز وگدازم زفکر این کہ ترا ☆ چگونہ ز آتش پنہان خبر توان کرد (احسانی نظرزی)۔ من بہ سوز سینہ خرسندم ولی این چشم تر ☆ می زند بر آتشم آبی کہ می سوز و مرا (شکی ہمدانی)۔

غزل (۱۳۶)

عجب مطبوع وموزونی، عجب زیبا و رعنائی..........

۱۔ عجیب مرغوب طبع اور محبوب پسندیدہ ہیں آپ اور عجیب خوش صورت وخوشنما معشوق!
عجیب شوخ دل آشوب اور عجیب ماہ دل آرا ہیں آپ !
۲۔ غمزہ کاری میں آفت جان ہیں آپ ، قدوقامت میں سر وبوستان
خوبی چہرہ میں شمع شبستان اور لب کی شیرینی میں لعل شکرخا!
۳۔ میرا دل خون غم سے لبریز ہے اور غم بھی وہ جو حد سے باہر ہے
افسوس! اگر آپ مجھ بیدل کی حالت پر رحم نہیں کریں گے
۴۔ موت قریب آچکی ،آپ سے دور پڑا ہوں آخر آپ میں کیا کمی ہوگی
اگر کسی روز میری عیادت کے لئے قدم رنجہ فرمائیں گے
۵۔ یا اللہ ! کس قدر موزوں ہے آپ کا قد جس کے رفتار شیرین سے
شہر میں قیامت آجائیگی اگر آپ اچانک نمودار ہونگے
۶۔ عشق کی بنیاد محکم ہو گئی اور عقل کی برباد!
میرے یارو میری فریاد رسی کرو ، میرے دوستو! میری مدد کرو!
۷۔ تاریک خلوتوں میں اب میرا دل تنگ آچکا میرے معشوق جان اب آجایئے
اور میری آنکھوں کے منظر میں بینائی کی طرح قرار کیجئے
۸۔ میرے ہمدم جاؤ اور دوستوں کی بزم مسرت میں خوشی سے بسر کر
مجھ جامی کو چھوڑدے کہ میں تنہائی کے گوشے میں اپنی جان دیدوں

توضیحات غزل

ا۔۲ = اس نعتیہ غزل کے اولین دوشعروں میں بھی صنعت تنسیق الصفات کا استعمال کیا گیا ہے یعنی محبوب کی بعض صفات کا پے در پے بیان ہوا ہے۔ مطبوع = مرغوب طبع۔ پسندیدہ طبیعت۔ خوش آیند۔ پسند کی گئی۔ چھاپی گئی چیز۔ طبع کی گئی۔ چھپا ہوا۔ پسندیدہ۔ مطلوب طبع۔ موزون = پسندیدہ۔ خوش آیندہ۔ مناسب۔ وزن کیا ہوا۔ تلا ہوا۔ وزن کا حامل (شعر)۔ متناسب۔ زیبا = خوش صورت۔ خوبصورت۔ شایستہ۔ جمیل، خوب۔ نیکو۔ خوش چہرہ۔ خوشنما۔ لائق۔ آراستہ۔ سجادھجا معشوق۔ رعنا = خوشنما۔ زیبا۔ خودآرا۔ چالاک۔ صاحب غرور ونخوت۔ ایک پھول کا نام جواندر سے سرخ اور باہر سے زرد ہوتا ہے۔ ہر دورنگی شے۔ خوبصورت۔ خوش چہرہ۔ خوش صورت۔ احمق اور خودآرعورت۔ خود پسند متکبر۔ شوخ = دلبر۔ بیباک۔ نڈر۔ تیز۔ چالاک۔ بے شرم بے حیا۔ راہزن۔ چور۔ عیار۔ فضول۔ گستاخ۔ شاد۔ خوشحال۔ زندہ دل۔ خوبصورت۔ خوش روئے۔ نیکوصورت۔ پیپ۔ جسم کی گندگی۔ بدن کا میل۔ آشوب = شور وشر۔ شور وغوغا۔ گھبراہٹ۔ دُکھ۔ فتنہ۔ بیماری۔ فساد۔ تباہی۔ سببِ فتنہ۔ خلل۔ شورش۔ انقلاب۔ بھیڑ۔ ترکیبوں میں اسم فاعل کے معنی میں آتا ہے جیسے دل آشوب، لشکر آشوب وغیرہ۔ دل آرا = دل کو آراستہ کرنے والا۔ محبوب۔ معشوق۔ وہ شخص یا چیز جو کہ آدمی کی دلی مسرت اور شادمانی وسرور اور خوشی ونشاط کا سبب ہو۔ محبوب دل پسند۔ معشوق خوبصورت۔ غمزہ = چشم وابرو سے ایک بار اشارہ کرنا۔ ناز وادا سے چشم وابرو کا اشارہ۔ بے توجہی۔ تصوف کی اصطلاح میں باطنی فیض وجذبہ جو سالک پر واقع ہو۔ آفت = مصیبت۔ بلا۔ دُکھ۔ وہ جو فساد وتباہی کا موجب ہو۔ آسیب۔ زیان۔ قامت = قد۔ بالا۔ کنوئیں کا رہٹ مع تمام آلاتِ چرخ۔ اذان کے بعد نماز کھڑی ہونے کی قامت کی خفیف آواز میں اذان۔ شمع شبستان = [شبستان = رات کے رہنے کا مکان۔ بادشاہوں کی خوابگاہ۔ حرم سرا۔ مسجد میں رات کو عبادت کرنے کی جگہ۔ بڑی مسجدوں میں ایک حصہ جس کے اوپر چھت ہوتی ہے] وہ شمع جو رات کی تاریکی میں جلائی جاتی ہے روشنی کرنے کیلئے۔ شکرخا = کھانے کی شکر (لفظی معنی = چبائے جانے والی شکر) یہاں معنی ہے چوسنے کے لائق شکر۔ دانتوں سے نرم کی جانے والی شکر۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! عجیب مرغوب طبع محبوب جان ہو! عجیب وغریب محبوب خوش صورت ہو اور عجیب طرح کے یار خوش نما ہو۔ عجیب محبوب زندہ دل ہو اور عجیب ماہِ دل آرا ہو۔ غمزہ زنی میں جانِ عشاق کے لئے ایک آفتِ جاں ہو۔ قد وقامت کی موزونیت میں سروِ گلستان ہو۔ چہرے کی فروزندگی میں تاریک راتوں کو روشن کرنے والی شمع ہو۔ اور لبوں کی رعنائی میں شکرخا سرخ لعل ہو جسے چبا کر نگلنے کو جی کرتا ہے۔ مولانا جامیؒ کا مقصد یہ ہے کہ خوبان جہان اور

حسینان عالم عموماً مطبوع طبع، موزون، شوخ دل آشوب، ماہ دل آرا، غمزہ زن آفت جان، سرو قامت، شمع شبستان اور لعل لب شکر خا ہوتے ہیں اور ہونگے لیکن میرے محبوب آپکی ساری صفتیں حیران کن اور نا قابل بیان ہیں۔ عجیب وغریب ہیں آپکی صفتیں جن کی تعریف ہو نہیں سکتی۔ان صفتوں میں آپ تمام خوبان جہان کو بھی حیران و ششدر کرنے والے ہیں اور یکتا ہیں۔آپ کا کوئی مد مقابل نہیں۔آپ کی خوش صورتی، زیبائی، دل میں اُتر جانے کی مرغوبیت، رعنائی، شوخی، دل میں ھیجان پیدا کرنے کی کیفیت، دل کو آراستہ کرنے والی آپ کے چاند جیسے چہرے کی خوبصورتی، غمزہ زنی میں عاشقوں کی جان کیلئے آفت اور قد و بلا میں سرو گلستان و بوستان ہونے کی دلربائی، چہرے کی روشنی میں شمع شبستان اور شیرین لب ہای لعل میں شکر کی مانند چوسے جانے کی کشش ان تمام صفات میں آپ کا کوئی شریک نہیں نہ ان کے حسن میں، نہ ان کی دلوں میں حکم فرما ہو جانے کی خصوصیت میں اور نہ ہی ان کی بالادستی میں۔یہ ساری صفتیں دنیا و جہان کو حیران کر دینے والی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے محبوب کے یکتای روزگار اور حسن و دلبری اور رعنائی، جن میں پسندیدگی و مرغوبیت طبع، موزونیت، زیبائی و رعنائی، دل آشوبی و شوخی، دل آرائی حسن، غمزہ زنی، قامت بالا، رخ روشن اور شکر خائی لب ہای لعل شامل ہیں، میں نادر العصر اور نا قابل بیان حد تک حیران کن محبوب و معشوق دل پسند ہونیکا ذکر کیا ہے۔ توئی در ملک جان خسرو چہ خسروٗ خسرو خوبان ☆ بود نخل قدت فتنہ چہ فتنہ فتنۂ دوران ☆ جمالت مجمعی باشد چہ مجمع مجمع خوبی ☆ چہ خوبی خوبی یوسف چہ یوسف یوسفِ کنعان (امیر خسرو)۔ناز در روی ہمچو مہت ہر زمان زمن ☆ کی پروریدہ ہمچو تو سرو چمانِ من ☆ طفلی و شیوہ ہای تو دل را کباب کرد ☆ ریزد ہنوز شوخ من ازان لبان لبن (نوید)۔رخی مانند گلبرگ ترش بین ☆ تنی از برگ گل نازکترش بین ☆ لب شیرین تراز شہدش نظر کن ☆ دہان تنگ بہ از شکرش بین ☆ خط چون عنبر ساراش نگر ☆ سراپایش ہمہ مطبوع وزیبا ☆ زسرتا پا واز پا تا سرش بین ☆ مپرس از من کہ در خونت کہ غلطاند ☆ بہ خون آلودہ دست و خنجرش بین ☆ شہ حسن است واز خوبان سپاہش ☆ سپاہش رانظر کن لشکرش بین ☆ قبای خسروی و تاج شاہی ☆ رفیق این در برش وآن برسرش بین (رفیق)۔ ہر دم صبح کہ از خانہ بدری آئی ☆ در نظر ہمچو گل تازہ و تری آئی ☆ بس کہ خوش مشرب و شیرینی و شہدی ولطیف ☆ در مذاق ہمہ چون شہد و شکری آئی ☆ دایہ شیرت مگراز شبنم گل داد کہ تو ☆ در نظر صاف تراز لعل و گہری آئی ☆ دل طپد دیدہ پر دشمع چو گلہاریزد ☆ امشب ای شمع بہ بزم تو مگری آئی ☆ خانہ ام خالی و جامم پرچشم بہ رہ است ☆ فرصتی بہتر ازین نیست مگری آئی ☆ خط کشیدی وگلت از رہ خط تو دمید ☆ آخرای سرو روان کی تو بہ برمی آئی ☆ رنگ گل شبنم گل بوی گلت ہمراہ است ☆ از سرکوی کہ ای بادِ سحری آئی ☆ خالص آخر چہ کند با تو کہ صائب فرمود ☆ نہ بہ زور ونہ بہ زاری نہ بہ زرّمی آئی (خالص)۔سروی است

قامت تو از ناز سرکشیده ☆ ماہی است عارض تو آزاد آفریدہ ☆ چون قامت تو سرو دی دوران نشان نہ دادہ ☆ آتش زدہ بہ گلشن رخسار آتشینت ☆ گل آب گشتہ از شرم در شاخ سرکشیدہ ☆ بی عارض تو نوری در چشم خود نہ بینم ☆ غایب مشو ز چشمم ای نور ہر دو دیدہ (اہلی شیرازی)۔ آوازۂ جمالت تا در جہان فتادہ ☆ خلقی بہ جستجویت سر بر زمین نہادہ ☆ زنجیریان زلفت گردتو حلقہ بستہ ☆ شوریدگان کویت در یکدگر فتادہ ☆ مائیم بستہ در دل یاقوت دلکشایت ☆ باری بخندہ بکشا تا دل شود کشادہ (سلمان)۔ ای حد یثت شکر ناب چہ شیرین سخنی ☆ کہ بہ شیرینی گفتار شکری شکنی ☆ می توان دید ز لطف بدنت جوہر جان ☆ جان فدای بدنت باد چہ نازک بدنی ☆ چاک زد پیرہن از رشک قبای تو چو گل ☆ ہر سہی قد کہ علم بود بہ گل پیرہنی (فغانی)۔ ای غمزۂ تو خانہ جانہا خراب کن ☆ وی شعلہ نگاہ تو دلہا کباب کن ☆ از رنگ چہرہ رونق بازار مہ شکن ☆ وز عکس حسن آئینہ را آفتاب کن (فکرت)۔ دلبری سرو قدی سیمبری می خواہم ☆ گر نخون بادہ خوری عشوہ گری میخواہم ☆ از پی سوزش جان چہرہ برافروختہ ☆ وز پی سازش دل لب شکری میخواہم ☆ چند در پردہ توان گفت سخن ای یاران ☆ یاری آشوبگری پردہ دری می خواہم (بابا نصیبی کشمیری)۔ آراستہ آمد وچہ آراستنی ☆ دل خواست بہ عشوہ وچہ دل خواستنی ☆ بنشست بہ می خوردن و برخاست بہ رقص ☆ ھی ھی چہ نشستنی چہ برخاستنی (میتب خان تکلو)۔ چون مہ چاردہ در گوشہ بامش دیدم ☆ نگران بود بہ جائی و تماشش دیدم (کاسب یزدی)۔ زہر چشمی گر بہ کار دل فگار خود کند ☆ برندارد چشم از او تا زہر کار خود کند (سوزی ساوجی)۔ در حسن دو چیز ند بلای دل و دیدہ ☆ چشم سیہ و گوشہ ابروی کشیدہ (ہلاکی ہمدانی)۔ تو غافل و مژہ سرگرم حرف با من ☆ تو مست و چشم تو در عین دل ربائی ہا (ہلاکی ہمدانی)۔ یاد باد آن کہ دلم الف آزار تو بود ☆ کام شیرین کن من تلخی گفتار تو بود ☆ یاد باد آن کہ زبہر نگہی می مردم ☆ زندگی بخش دلم وعدۂ دیدار تو بود ☆ یاد باد آن کہ چو می زد نگہت راہ شکیب ☆ کار فرمای نظر عشوۂ پرکار تو بود ☆ یاد باد آن کہ پی سحر فریبندگیت ☆ حیلہ آموز فسون طرہ طرار تو بود ☆ یاد باد آن کہ چو خجلت رہ خواہش می زد ☆ رغبت افزا ای طلب لعل شکر خای تو بود (ولی دشت بیاضی)۔

۳۔ دریغا = افسوس، غم۔ حسرت۔ یہ لفظ حسرت وتاسف کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ بیدل = عاشق۔ دیوانہ۔ ناامید۔ بزدل۔ نامرد۔ آزردہ۔ دل تنگ۔ شیدا۔ دل دادہ عاشق۔ فرماتے ہیں خون سے جو میں بے انتہا غم اور درد عشق کی وجہ سے بہار ہا ہوں اب دل پر اور لبریز ہے۔ افسوس! اگر آپ مجھ عاشق دلدادہ پر رحم نہیں فرمائیں گے۔ یعنی اگر آپ میری اس حالت پر جو مجھ پر آپ کے عشق اور آپ کی جدائی کے بے انتہا غم اندوہ کی وجہ سے طاری ہے اور جس کے نتیجے میں میرا دل بھی اب خون کے جاری ہو جانے سے غرق لہو ہے، رحم نہیں کریں گے تو یہ میرے لئے افسوس ناک ہوگا کیونکہ خدا جانتا ہے اب ایسی حالت میں میرا حال کہاں پر اختتام پذیر ہوگا۔ شعر میں معشوق کے

عشق میں بے انتہا درد والم اور سختیاں جھیلنے کے نتیجے میں اپنی حالت زار اور قابل افسوس کیفیت سے آگاہی کا بیان ہے اور بد سے بدتر حالت میں ابتلا ہونے اور آخری انجام کے قریب پہنچنے کے خدشہ کا اظہار کیا ہے اور اس لئے محبوب سے رحمت و رافت کے ہمراہ اپنی طرف متوجہ رہنے کی طرف التماس کی ہے۔ تا بہ دشواری دہم جان در غمش درد فراق ☆ زندہ می دارد بہ امید دوای او مرا (نسبتی مشہدی)۔ اونمی خواہد ستوم آسودہ از غم نسبتی ☆ زندہ می دارد اجل بہر رضای او مرا (نسبتی مشہدی)۔ سینہ پر غم دیدہ پر خون جان پر آتش دل فگار ☆ مایہ دُردم بہ یک عالم کدورت می رسم (ملک قمی)۔ شوق نگذارد کز و یکبارگی دل برکنم ☆ ورنہ با این ناتوانی مردنم دشوار نیست (قدسی تفرشی)۔ دیدہ بودم روی تو دانستہ بودم خوی تو ☆ دیدہ و دانستہ خود را در بلا انداختم (تیغی ہردی)۔ عجب است از تو سویم نگہی بہ ناز کردن ☆ تو کجا و بر اسیران در رحم باز کردن (اقدسی مشہدی)۔ بے رحم چنان گرم ستم شد کہ ندانست ☆ بی جرم کدام است و گنہگار کدام است (وقوعی تبریزی)۔ غم ہجوم آوردہ می دانم کہ زارم می کشد ☆ وین غم دیگر کہ دور از روی یارم می کشد ☆ شب ہلاکم می کند اندیشہ غمہای روز ☆ روز فکر محنت شبہای تارم می کشد (وحشی بافقی) تلخ باشد ز ہر مرگ اما بہ شیرینی ہنوز ☆ می تواند تلخی ہجران ز کام من برد (میلی ہروی)۔

۴۔ فرماتے ہیں موت قریب آ چکی اور میں آپ سے جدا ہوں۔ آخر اگر کسی روز آپ میرے پرسش حال کیلئے آنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے تو آپ میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی لیکن میری متوقع آمد سکون، اطمینان بخش اور رُوح کیلئے فرحت زا ہو گی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہجر نے مجھے قریب المرگ کر دیا ہے اب اس حالت میں مجھے دیدار سے فیض یاب کر کے میری موت کو آسان کر دیجئے۔ چونکہ میری یہ حالت جس کی وجہ سے میں حالت نزع میں ہوں صرف آپ کی ذات سے عشق و محبت کرنے کا نتیجہ ہے اس لئے میں آپ سے سعادت دیدار کی تمنی کرنے کا مستحق ہوں۔ آپ میرے قریب آ کر مجھے زہر غم ہجر سے نجات دیجئے تا کہ میری موت سعادتمند واقع ہو۔ شعر میں ہجر کے عذاب کا ذکر ہے اور محبوب کے دیدار سے فیض یاب کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ من از جفانہ ترسم ولی از آن ترسم ☆ کہ عمر من بہ جفا کردنش وفا نکند (قراری گیلانی)۔ ز چشم برنہ خیزی با ہمہ سنگین دلی ہرگز ☆ اگر دانی بہ دیدارت چہ مقدار آرزومندم (قراری گیلانی)۔ کجاست مرگ کہ بردارد این عذاب از من ☆ کہ دوزخ است مرا بی تو زندگانی من (ضمیری اصفہانی)۔ طبیبی گفت درمانی ندارد درد مہجوری ☆ غلط می گفت خود را کشتم و درمان خود کردم (ضمیری اصفہانی)۔ ای مرگ مشتاقم ترا یک رہ بہ بالین من آ ☆ کاین درد بی درمان مرا بسیار زحمت می دہد (صرفی ساوجی)۔ دور از تو ماندہ یک رمقم بر سرم بیا ☆ شاید کہ آخرین نفسم شاد بگذرد (صبوری تبریزی)۔ امشب ای دل می کشم خود را و میگردم خلاص ☆ خود بگو مردن بہ از این زندگی صد بار نیست (صبری اصفہانی)۔ دم

مردن نه چندین اضطراب از بهر جان دارم ☆ تو بر بالین نئی این اضطراب از بهر آن دارم (شہیدی قمی)۔ شکایت از تو جفا جو کجا برم چه کنم ☆ تو دادرس تو ستمگر مرا که داد دہد؟ (شہیدی قمی)۔ بامن سخن از فرقت دلدار مگوئید ☆ از مرگ سخن بر سر بیمار مگوئید ☆ از شادی بسیار مبادا که بمیرم ☆ بامن خبر وصل به یکبار مگوئید (شرف جہان قزوینی)۔ خوش حیاتی است کسی را که پس از روز وفات ☆ دوست را بر سر خاکش به زیارت ببرند (شانی تکلو)۔

۵۔ فرماتے ہیں سبحان اللہ! کیا ہی موزون ہے آپ کا قد میرے محبوب کہ جس کی میٹھی رفتار و چال سے شہر میں قیامت آجائے گی اگر آپ اچانک کہیں سے نمودار ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا قد قیامت انگیز ہے اور پھر چلنے اور شیرین شیوۂ خرامانی سے اس کی موزونیت نا قابل بیان ہے شعر میں محبوب کے قد موزون اس کی شیرین چال اور دلبری ادا سے قیامت کا سماں پیدا کرنے کا بیان ہے۔ قد ترا به سرو و صنوبر مثل زنند ☆ کوتاہی نظر نگر واشتباہ را (فرات یزدی)۔ مرنج اگر به قدت همسری نماید سرو ☆ از آن که عقل نباشد بلند بالا را (مخزن کرمان شاهی)۔ ز قامت تو به عالم قیامتی برخاست ☆ قیامت است قدت گر بود قیامت راست (میر تقی)۔ در چمن یار چو با آن قد و قامت برخاست ☆ سرو بنشست ز دعویٰ و قیامت برخاست (سلطان حسین مرزا بالقیرا)۔ قد تو کجا و قد رعنای قیامت ☆ این جامه بلند است به بالای قیامت (صائب)۔ آنجا که تو برخیزی و قامت بنمائی ☆ برپا شود آشوب که هنگام قیام است (همای شیرازی)۔ به شوخی قامتش را سرو گفتم، گفت کو سروی ☆ که چون من باغ جان از قامت زیبا بیاراید (وصال شیرازی)۔ سالها قد تو را خامۂ تقدیر کشید ☆ قامت بود قیامت که چنین دیر کشید (لاغری)۔ مخرام ای بت رعنا که به هنگام خرام ☆ محشر تازه به بهر گام بپا میگردد ☆ غلام قامت آن لعبتم که بر قد او ☆ بریده اند لطافت چو جامه بر بدنش (سعدیؒ)۔ بجای خشک بمانند سروهای چمن ☆ چو قامت تو ببینند در خرامیدن (سعدیؒ)۔

۶۔ اساس = بنیاد۔ جڑ پے۔ پایہ۔ اصل [اسمٰعیلی فرقہ میں اساس اُس شخص کو کہتے ہیں جوان کے صامت یعنی امام کے سلسلوں میں سے کسی سلسلے کا بزرگ ہو۔] فرماتے ہیں میرے دوستو میری فریادرسی کرو اور مدد کرو کہ عشق میں میری بنیاد جتنی مضبوط ہوئی میری عقل اُتنی ہی برباد ہوگئی۔ مطلب یہ ہے کہ عشق نے مجھے ہوش و خرد سے بالکل ہی بیگانہ کر دیا اور اب میں بے اختیار ہو کر عشق کا ہو چکا۔ میں اب خالص عشق مزاج ہو چکا ہوں اور باقی مجھے اور کسی چیز کا ہوش نہیں۔ اس لئے میرے دوستو! مجھے لاچار سمجھو اور دیوانہ۔ میری دیوانگی اے میرے طعنہ زنو آپ لوگوں کیلئے کافی دلیل ہے اس بات کی کہ میں عاجز ہوں اور لاچار۔ ہاں اگر تم کوئی چارہ جوئی کر سکتے ہو کہ مجھے دیوانگی عشق اور محبت کی نا اختیاری کے درطہ میں سے نکال سکتے ہو تو بسم اللہ! لیکن نہیں نکال سکتے کیونکہ اب میرا عشق اس

قدر محکم و مضبوط اور استوار ہو چکا ہے کہ میں خود سے بے خود ہو گیا ہوں اور عقل و خرد بھی لٹ چکی ہے اسلئے میں معذرت خواہ ہوں آپ احباب سے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ شعر میں عقل و خرد سے بیگانہ ہو جانے اور بے اختیاری اور بے ہوشی کے عالم میں دیوانہ وار مارا مارا پھرنے کی کیفیت اور عقل کی کم مائیگی و بے حضوری کا ذکر ہے۔ عقل گو آستان سے دور نہیں ☆ اس کی تقدیر میں حضور نہیں (علامہ اقبالؒ)۔ عشق سے پیدا نوای زندگی میں زیر و بم ☆ عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دم بہ دم ☆ آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق ☆ شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم (علامہ اقبالؒ)۔ کھولکے کیا بیان کروں سر مقام مرگ و عشق ☆ عشق ہے مرگ باشرف مرگ حیات بے شرف (علامہ اقبالؒ)۔ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ☆ ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (علامہ اقبالؒ)۔ خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ ☆ سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ ☆ نہ بادہ نہ صراحی نہ دور پیمانہ ☆ فقط نگاہ رنگین ہے بزم جانانہ (علامہ اقبالؒ)۔ جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی ☆ کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی (علامہ اقبالؒ)۔ زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ ☆ کسے خبر کہ جنون بھی ہے صاحبِ ادراک ☆ جہان تمام ہے میراث مرد مومن کی ☆ میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک (اقبالؒ)۔ در عشق چہ جایِ سخن مذہب و دین است ☆ چیزی کہ درین شیوہ نہ دانستہ ام این است (وقوعی تبریزی)۔ ہر کہ خبردار شد ز مسلہ عشق ☆ کار ندار بہ ہیچ مذہب و ملت (فروعی بسطامی)۔ بذل مال و جان و ترک نام و ننگ ☆ در طریق عشق اول منزل است (سعدیؒ)۔ بہ شہر عشق مجو آبرو کہ در این خاک ☆ بباد خرمن تقویٰ و عقل و ادراک است (دھقان اصفانی)۔ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بہ جان ☆ شرطِ اول قدم آن است کہ مجنون باشی (حافظؒ)۔ آنجا کہ عشق خیمہ زند جای عقل نیست ☆ غوغا بود دو پادشاہ اندر ولایتی (سعدیؒ)۔

۷۔ منظر = جائے نظر۔ صورت۔ روئے۔ چہرہ۔ نظر یا بینائی کے خروج کا مقام [امنظرِ چشم = مردُمکِ چشم۔ آنکھ کی پتلی] فرماتے ہیں میرا دل اب خلوت و تنہائی کی ظلمتوں میں رہ رہ کر تنگ آ چکا ہے۔ آپ آ کر میری آنکھوں کی پتلیوں میں روشنی چشم کی مانند بیٹھ جائیں تاکہ یہ تاریکیاں چھٹ جائیں مطلب یہ ہے کہ میرے دل میں غم تنہائی کی ظلمتیں بس رہی ہیں آپ میری آنکھوں میں روشنی لے کر آئیں گے تو میرا ظاہر و باطن غرق نور ہو جائے گا۔ غم والم اور درد و اندوہ کے اندھیرے روشنی میں بدل جائیں گے۔ میری بے نور آنکھیں روشن اور میرا تاریکیوں میں مستغرق دل نور و ضیا سے معمور ہوگا۔ شعر میں شاعر نے دردِ انتظار کے بعد وصل یار کی امید کی ہے۔ کردی سفید چشم تقی را در انتظار ☆ این بود پنبہ ای کہ نہادی بہ داغِ ما (علی نقی کمرہ)۔ ہر سر موچشم گشتہ ہر بن مو شد نگاہ ☆ این چنین از پای تا سر انتظار گیستم ☆ جانم بہ لب رسیدہ و چشم بہ راہ دوست ☆ با مرگ و انتظار عجب در کشاکشم (غبار ھمدانی)۔ بیا بہ

صلح من امروز و در کنار من امشب ☆ کہ دیدہ خواب نکرداست ز انتظار تو دوشم (سعدیؒ)۔ سپید گشت دو چشم بہ انتظار شبی ☆ کہ پیش زُلف تو گویم حدیث بختِ سیاہ (رہی معیری)۔ جان بہ لب دیدہ بہ رہ منتظر مقدم یار ☆ وای اگر ناید ازاین قافلہ بانگ جرس (زرگر اصفہانی)۔ نیم دربندِ آن کز خانہ کی جانان برون آید ☆ بہ راہ انتظار افتادہ ام تا جان برون آید (شانی تکلّو)۔ جنون نگر کہ اگر دردرونِ چشم من آئی ☆ ھمان زبیخوری شوق در سُراغ تو باشم (فسونی تبریزی)۔

۸۔ فرماتے ہیں اے میرے ھمدم میرے ہم نشین دوست! تم جاؤ اور دوستوں کی مُسرت افزا مجلس میں اپنے نشاط آمیز لمحے گذارو۔ مجھے چھوڑ دو کہ میں گوشہ خلوت میں بیٹھکر مرجاؤں۔ مطلب یہ کہ غم یار میں میری حالت قریب المرگ ہے اور میرے دوست ہیں کہ خود دُنیوی رنگینیوں میں الجھ کر مجھے گویا عشق محبوب کے نتیجے میں مرگ کی کیفیت سے دُچار ہونے پر میرا مذاق اڑا رہے ہیں اور اب اس آخری حالت میں مجھے دیکھ کر مجھے عشق سے دُور لے جانے کی سوچ رہے ہیں۔ کیسے نادان ناصح ہیں۔ بھلا یہ کوئی اپنے اختیار کی بات ہے؟ اور پھر میرے یہ نصیحت گو احباب عشق محبوب کی لذتوں اور اس کے سائے میں پلے عاشق سعادتمند کے بلند و بالا مراتب کی ان دام دنیا کے گرفتار و مبتلا طائروں کو کیا خبر! آئے بھی کب جب کہ میں اپنی جان کا آخری نذرانہ عشق کے آستانے پر پیش کررہا ہوں۔ میرے لئے دنیا کے رنگین اور ظاہر فریب اژدحام میں بسر کرنیکے مقابلے میں غم عشق کی تنہائیوں اور درد و ہجر یار کی خلوتوں میں جان دینا ایک ایسی سعادت ہے جس کی تمنّیٰ آرزوؤں کی غایت اور اعلیٰ بشری تقاضوں کی انتہا ہے۔ شعر میں ناصحوں کو سمجھانے سے باز رہنے کی طرف بھی صریح اشارہ ہے۔ حضرت ناصح گرآئیں دیدہ و دل فرش راہ ☆ کوئی مجھ کو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھائیں گے کیا؟ (غالب)۔ تیشۂ فرہاد گر در عشق شیرین کوہ کند ☆ من بہ مژگان گور راز زیر وزبر خواہم نمود (اشرف بہبہانی)۔ ز جام او مستم دگر پندم مدہ ناصح ☆ نصیحت گوش کردن را دلی ہشیاری باید (شیخ بہائی)۔ گویا تو برون میروی از سینہ وگرنہ ☆ جان دادن کس این ھمہ دشوار نہ باشد (نظیری نیشاپوری)۔ در جنون عاشقی مردان عاقل دیدہ اند ☆ حالتی از من کہ صد رحمت بہ مجنون کردہ اند (فروغی بسطامی)۔ ھوای کوی تو از سر نمی رود مارا ☆ غریب را دل آوارہ در وطن باشد (حافظؒ)۔ مرا از ازل عشق شد سر نوشت ☆ قضای نوشتہ نہ شاید سترد (حافظؒ)۔ دو عالم را بہ یکبار از دل تنگ ☆ برون کردیم تا جای تو باشد (سعدیؒ)۔ ای طبیبان ھمہ دانید کہ درد من زار ☆ درد عشق است و نہ گردد مگر از دوست علاج (صفائی نراقی)۔ ناصحا بیہودہ میگوئی کہ دل بردار از و ☆ من بفرمان دلم کی دل بہ فرمان من است (ہلالی چغتائی)۔ ز کارہای جہان عاشقی خوش است مرا ☆ وگرنہ کار درین کارخانہ بسیار است (قاضی عطاء اللہ)۔ من بہ فکر تو و سرگرم نصیحت ناصح ☆ بہ گمانش کہ مرا گوش بہ افسانہ اوست (بسمل شیرازی)۔

پروانہ بیک سوختن آزاد شد از شمع ☆ بیچارہ دل ماست کہ در سوز و گداز است (وصال شیرازی)۔ دل رفت و ہوش رفت و خرد رفت و نام رفت ☆ ناصح کنون نزاع تو با ما چہ حاجت است (وصال شیرازی)۔ من از حکایت عشق تو لب نخواہم بست ☆ مگر دمی کہ ببند د اجل زبان مرا (ذوقی اصفہانی)۔ مرا از قید مذہبہا برون آورد عشق او ☆ کہ چون خورشید طالع شد نہان گردند کوکبہا (صائب)۔

غزل ۱۴۷

دل بردز من فتنہ گری عشوہ نمائی

۱۔دل چھین لیا مجھ سے ایک فتنہ گر' عشوہ نما
زرین کمر بند والے' کجکلاہ تنگ قبا محبوب نے
۲۔حسن و نمکینی میں کیا ہی معشوق پری چہرہ ہے!
سرکشی و ناز میں کس قدر شوخ' کس قدر بلا انگیز!
۳۔میں کہاں اس کے وصال تک پہنچ سکوں گا' یہی کافی ہے کہ اس کی راہ میں
جب ایک دن خاک ہو جاؤں تو اس کے پاؤں کو چوم لوں گا
۴۔تمہارا ارادہ ہے میرا خون بہانے کا 'یہ رہا کفن اور یہ رہی تلوار
تمہارے حکم میں بھلا کسی کو چون و چرا کی کیا مجال!
۵۔تمہاری جدائی کے غم کا حال خون سے اس پر لکھا ہوگا
اگر میرے مزار کی مٹی سے ایک برگ گیاہ بھی اگ آئے
۶۔تو ہنس ہنس کر مجھ سے بے خبر میرے سامنے سے گذر جاتے ہو
اور میں رو رو کر دور تک تمہیں دعائیں دیتا رہتا ہوں
۷۔خداوندا! آخر یہ جامی عاشق کس چیز سے خوش رہے گا
جس روز کہ محبوب کے ظلم و جفا سے مشرف نہ ہوگا

توضیحات غزل

۱/۲۔فتنہ گر=وہ جو فتنہ پیدا کرے۔فتنہ انگیز۔فساد ایجاد کرنے والا۔آشوب گر۔وہ جو لوگوں میں فتنہ و اختلاف

اور جھگڑا وفساد پیدا کرنے کا باعث بن جائے۔ معشوق جس کا حسن اور جس کی دلربائی باعث فتنہ وفساد بن جائے۔
حسین محبوب جسے لوگ اپنانے میں آپس میں جھگڑا اور فساد برپا کریں۔ عشوہ نما = ناز وادا والا محبوب۔ عاشق کو شیفتہ
و فریفتہ کرنے والے معشوق کی حرکت۔ ناز۔ فریب۔ ناز و کرشمہ والا۔ ناز و غمزہ والا۔ محبوب دلفریب۔ معشوق عشوہ
پرداز۔ عشوہ ساز۔ عشوہ کار۔ عشوہ گر۔ زرین کمر = [زرین = زر یا سونے سے منسوب۔ وہ چیز جو سونے کی بنی ہو۔
وہ جو سونے کی مانند ہو۔ سونے کا کام کیا ہوا۔ سلمہ ستارہ کے کام والی کوئی چیز۔ سونے کے رنگ کی] کمر بند جو سونے
کا ہو۔ سونے کا کام کیا ہوا کمر بند۔ سونے کا کمر بند لگانے والا معشوق۔ کجکلاہ = ٹیڑھی ٹوپی سر پر رکھنے والا۔ وہ جو
سر پر اپنی ٹوپی ٹیڑھی رکھتا ہو [قاجاری بادشاہ ناصر الدین شاہ بادشاہ ایران [۱۲۶۴ھ تا ۱۳۱۳ھ] کو کجکلاہ کہتے تھے
کیونکہ وہ اکثر اپنی ٹوپی کو سر پر ٹیڑھی رکھتا تھا]۔ مغرور۔ خود پسند۔ وہ محبوب جو خود پسندی یا ناز وادا سے ٹوپی کو سر پر
ٹیڑھا رکھتا ہو۔ معشوق۔ محبوب۔ تنگ قبا = چست قبا پہننے والا معشوق جمیل و دلربا۔ قبا کو بدن کے ساتھ تنگ پہننا بھی
گویا حسن و جمال میں اضافہ کرنے کی ایک راہ ہے اسلئے تنگ قبا کی اصطلاح خالص محبوب کیلئے مخصوص ہے۔
ملاحت = نمکینی۔ حسن کی نمکینی۔ سانولے رنگ کی خوبصورتی۔ سانولا رنگ جس میں تناسب اعضا شرط ہے۔
خوبصورت ہونا۔ خوب روئی۔ نمکین ہونا۔ نگار = محبوب۔ معشوق۔ بت۔ صنم۔ تحریر۔ مہندی کے نقوش جنہیں
معشوق کے ہاتھ پاؤں پر بناتے ہیں۔ نقش۔ نقاشی۔ آرائش۔ حسین معشوق۔ سرکشی = غرور۔ خود پسندی۔ تکبر۔
بغاوت۔ بے اطاعتی۔ نافرمانی۔ عیادت۔ احوال پرسی۔ گردن کشی۔ جانچ کرنا۔ ناز = لطف۔ عشوہ گری۔ عاشق کی
نسبت معشوق کا امتناع اور استغنا۔ کرشمہ۔ چشم و ابرو کے غمزے۔ فخر۔ بڑاپن۔ نعمت۔ آسایش۔ خوشی۔ نوازش۔
دلجوئی۔ ریا۔ فریب۔ نوازش پانے کیلئے بہانے ڈھونڈنا۔ جمال۔ حسن۔ خوبصورتی۔ سرو ناز۔ گل ناز۔ نازنین۔
خوبصورت۔ لاڈ۔ پیار۔ بے پروائی۔ بے نیازی۔ نیا اگا ہوا سرو یا صنوبر کا درخت۔ شوخ = بیباک۔ گستاخ۔
نڈر۔ چالاک۔ دلیر۔ بے حیا۔ بے شرم۔ عیار۔ راہزن۔ فضول۔ شاد۔ خوشحال۔ زندہ دل۔ خرم۔ خوبصورت۔
خوبرو۔ ان دو شعروں میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے حسن روز افزوں اور اسکی زیبائی و جمال کی دلربائی اور کشش
سے متعلق بڑی حسین و جمیل اصطلاحوں کا استعمال کیا ہے جن سے گویا وہ محبوب کے ہاتھوں دل کی چھن جانے کی
تصدیق کر وا رہے ہیں اور اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ محبوب کی ان پر جمال خصوصیات کے آگے میرا دل پر قابو نہیں رہا
اور محبوب چھین کے لے گیا میرے دل کو ایک ایسا محبوب جو حسن و جمال کی خوبی میں باعث فتنہ ہے' عشوہ طراز ہے'
سونے کا کمر بند باندھتا ہے' سر پر ٹوپی ٹیڑھی رکھتا ہے اور قبا کو چست پہننے کا عادی ہے۔ یہ ساری خصوصیات عاشق کو
فریفتہ کرنے والی ہیں۔ یہ ساری حسن کی وہ ادائیں ہیں جو اپنی زیبائی میں نہ فقط یکتا ہیں بلکہ عاشق کے دل کو والہانہ

اس پر فدا کرنے کو کافی ہیں۔ معشوق فتنہ سامان، غمزہ زن، زرین کمر، کجکلاہ اور تنگ قبا سامنے ہو اور حسن و نمکینی میں وہ محبوب پری چہرہ ناز وادا کے ساتھ شوخ و بلا انگیز بن کر قیامت ڈھا رہا ہو تو بھلا عاشق کا دل اس کے قابو میں کیسے رہے۔ وہ اپنا دل محبوب کی ان محشر زا اداؤں اور قیامت خیز دلربائیوں پر نچھاور نہ کرے تو پھر کیا کرے۔ بر بود دلم در چمنی سرو روانی ☆ زرین کمری سیمبری موی میانی ☆ خورشید وشی ماہ رخی زہرہ جبینی ☆ یاقوت لبی سنگدلی تنگد ہانی ☆ عیسیٰ نفسی خضر رہی یوسف عہدی ☆ جم مرتبہ تاج وری شاہ نشانی ☆ شوخی شکرینی چو شکر در دل خلقی ☆ شنگی نمکینی چو نمک شور جہانی ☆ جادو شکنی عشوہ گری فتنہ فریبی ☆ آسیب دلی رنج تنی آفت جانی ☆ بیداد گری کج کلہی عربدہ جوئی ☆ شکر شکنی سرو قدی سخت کمانی (سعدیؒ)۔ بر بود دلم از تن من آفت جانی ☆ زیبا پسری سیمبری ماہ نشانی ☆ گلبرگ رخی سبز خطی سنبل زلفی ☆ غنچہ دہنی گلبدنی سرو روانی ☆ شکر شکنی تیغ زنی تیر گذاری ☆ بیداد گری تیر قدی سخت کمانی ☆ شکر لقمی شہد لبی آبحیاتی ☆ شیرین سخنی خوش نفسی تنگد ہانی ☆ عشاق کشی تیغ کشی کینہ فروزی ☆ جادو ہنری طنز کنی سحر بیانی ☆ طوطی نفسی طرفہ کسی کبک خرامی ☆ زیبا صنمی خوش منشی شاہ زمانی ☆ سرمست بتی بادہ کشی مایۂ نازی ☆ بیچارہ کشی جور وشی طرفہ جوانی ☆ تنگ شکری شکر او شہرۂ شہری ☆ کان نمکی از نمکش شور جہانی ☆ بر بود ز احمد ھمہ عقل و دل و ہوش ☆ آشفتہ کنی دل شکنی مایۂ جانی (شیخ احمد جام)۔ تعالیٰ اللہ ببردہ دل ز من شوخ سخن دانی ☆ ادادان نکتہ نجمی سر کش آشوب دورانی ☆ بہشتی طینتی حوری لقائی ماہ رخساری ☆ بلا مردم فریبی سرو قدی چشم فتانی ☆ قمر طلعت نگاری زہرہ بزمی مشتری رزمی ☆ بتی عاشق نگہ داری بہ خوبی ماہ کنعانی (ریاضی)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہاں میں اور کہاں ان کا وصال۔ میں ان کے وصل کی سعادت حاصل کرنے کی تکمیل کی آرزو کیا کروں یہ میرے نصیب کی بات نہیں۔ بس اب میری تمنی یہی ہے کہ ان کی محبت کی راہ میں خاک ہو کر ان کے پاؤں کو چومنے سے شرف یاب ہو جاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ میں عشق محبوب میں خاک ہو کر ان کے رہگذر پر چھا جانا چاہتا ہوں تا کہ مر کر بھی ان کے قدموں تلے پامال ہو جاؤں۔ بجای قبلہ کنم سجدہ خاک پای ترا ☆ ملامت ار نہ کنندم بہ بت پرستیدن (محسن شمس ملک آرا)۔ سر خاک شد براہت و خواہم کہ بعد ازین ☆ در گوشہ ای تسلیم و خاکی بہ سر کنم (عبرت نائینی)۔ روز محشر بدر آیم ز لحد رقص کنان ☆ بنویسند اگر نام ترا بر کفنم (روشن اصفہانی)۔ بعد صد سال اگر بر سر خاکم گذری ☆ کفنم چاک دہم زندگی از سر گیرم ☆ خاک کو یت دم مردن ھمہ در چشم کشم ☆ تا بہ مرگم نہ فشاند دگری بر سر خویش (سلطان محمد قمی)۔ ز بسکہ خاک بہ سر کردم از غمت مشکل ☆ کہ روز حشر سر از خاک بر توانم کرد (میر صبری اصفہانی)۔ از ضعف بہ ہر جا کہ نشستیم وطن شد ☆ وز گریہ بہر جا کہ گذشتیم چمن شد ☆ ہر سنگ کہ بر سینہ زدم نقش تو بگرفت ☆ آن ہم صنمی بہر پرستیدن من شد (طالب آملی)۔

۴۔ سرداشتن = محاورہ ہے یعنی خیال کرنا۔ ارادہ کرنا۔ کسی کام کے کرنے کا عزم کرنا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ مجھے قتل کرنے یا میرا خون بہانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس میں بھلا پوچھنا کیا؟ کون آپ کے حکم سے سرتابی کر سکتا ہے۔ میری کیا مجال کہ اس میں چون و چرا کروں۔ میں آمادہ ہوں یہ حاضر ہے کفن بھی اور تلوار بھی۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی حکم روائی اور عزم اٹل ہے اگر وہ عاشق کو قتل کرنا چاہیں تو یہ عاشق کیلئے سعادت ہے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے۔ اس میں چون و چرا اگر ہوگی تو اسی کی کہ محبوب عاشق کو قتل کرنے میں درنگی سے کیوں کام لے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق کے حق میں معشوق کے حکم کی تعمیل فرض واجب ہے۔ وہ قتل بھی کریں تو اس میں سرِ تسلیم خم کرنا عاشق کی عین سعادت ہے۔ آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں ☆ عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا (غالب)۔ گر تیغ برکشد کہ محبان ھمی زنم ☆ اول کسی کہ لاف محبت زنم منم (سعدیؒ)۔ من آن نیم کہ دل از بہر دوست بردارم ☆ اگر ز غصہ دشمن بجان رسد کارم (سعدیؒ)۔ ہردم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری ☆ ماییم و آستانت تا جان ز تن در آمد (حافظؒ)۔ تو عہد کردہ ای کہ کشانی بہ خون مرا ☆ من سعی میکنم کہ بعہدت وفا کنی (فروغی بسطامی)۔ نہ رنجم از تو بہ تیغم اگر زنی ای دوست ☆ کہ نیست شیوۂ عاشق زیار رنجیدن (محیط قمی)۔ دل مال تست چون بہ کس دیگرش دہم ☆ سر میدہم بہ غیر و دل تو نمی دہم (قاسم مشہدی)۔ بنا ہلاک شود دوست در محبت دوست ☆ کہ زندگانی او در ہلاک بودن اوست (سعدیؒ)۔ ہستند بی کشتنی آغاز زمن کن ☆ ترسم کہ شوی ماندہ و من زندہ بمانم (رشکی ہمدانی)۔ فگند آن بیوفا از نو بہ فردا وعدۂ قتلم ☆ اگر تا صبحدم جان من است و اضطراب امشب (رضائی رازی)۔ تا در رخت زکی نظری کرد جان سپرد ☆ گوئی تمام عمر در این انتظار بود (زکی ہمدانی)۔ تو وعدہ بہ فردا دہیم کشتن و امروز ☆ ترسم کہ کشد وعدۂ فردای تو مارا (شرف جہان) ☆ بہ ہجران بس کہ دارد آرزوی مرگ خود عاشق ☆ نوای نوحہ ای گر بشنود جائی شگون گیرد (شہیدی قمی)۔

۵۔ خونابہ = خوناب کا مزید علیہ۔ خون اور آب سے مرکب ہے۔ خون اور پانی۔ خون کے آنسو بہانا۔ سرخ۔ مشقت۔ نہایت رنج و غم کرنا۔ خونی آنسو۔ پانی سے مخلوط خون۔ فرماتے ہیں جو سبزہ میری موت کے بعد میری قبر پر اُگے گا اس کے ایک ایک پتے پر خون سے میرے ہجر کا حال لکھا ہوا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ سے جدائی کی کیفیت اور ہجر کے غم کو قبر میں بھی اپنے ساتھ لے گیا اور یہ غم اس قدر شدید ہے کہ آپ کی جدائی میں خون کے آنسو جو رو چکا ان کا جوش و خروش اس قدر ہیجان انگیز ہے کہ قبر پر میری گھاس اس غم کی گواہی دے گی اور اس کے ہر ہر پتے پر میرے خون سے اس درد کی کہانی لکھی ہوگی۔ شعر میں درد ہجر کی الم ناک کیفیت کا بیان ہے اور کہا ہے کہ مر کر بھی عاشق معشوق سے سیر نہیں ہوتا اور نہ اس کے درد محبت سے رہائی پاتا ہے۔ عاشق بہ فنا سیر ز معشوق نہ گردد ☆

ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد (غنی کشمیری)۔ ہزار بار از ترحم گذشت و نہ گفت ☆ کہ این بلاکش افتادہ خاک راہ من است (قاآنی شیرازی)۔ گشتیم خاک و پا نہ نہادی بروی ما ☆ زین بیشتر بہ باد مدہ آبروی ما (وصال شیرازی)۔ گر بہ جفا کشی مرا نکذرم از جفای تو ☆ ای من و زندگانیم گرد سر جفای تو (والہی قمی)۔ غایت زدیدہ ناشدہ جان داد نسبتی ☆ بیچارہ تاب ہجر از ین بیشتر نداشت (نسبتی مشہدی)۔ دلا بہ حالت مرگم ترا بشارت باد ☆ کہ بعد از ین بود ایام آرمیدن تو (میلی ہروی)۔

۶۔ فرماتے ہیں میری حالت دیکھ کر کمال استغنا و بے نیازی کے ساتھ آپ میرے سامنے سے ہنستے ہوئے گذرتے ہیں اور میرا فرط عشق و محبت میں رو رو کر حال یہ ہے کہ دور تک آپ کو دیکھنے کے بعد دعائیں دیتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میری حالت کو دیکھ کر شان بے نیازی سے ہنستے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور میں اس استغنا کی ادای دلربائی سے بھی آپ کو اور چاہنے لگ جاتا ہوں اور آپ کو دور سے دیکھ کر اشک فشانی کرتے ہوئے آپ کو دعائیں دیتا رہتا ہوں۔ شعر میں محبوب کی بے نیازی کا رقت آمیز بیان کیا ہے مولانا جامیؒ نے کہ کس ادائے استغنا کے ساتھ معشوق عاشق کو ٹھکراتے اور ہنستے ہوئے آگے نکل جاتا ہے اور عاشق ہے کہ برابر اسے چاہے جا رہا ہے اور آنکھوں میں آنسو لئے اس کے حق دعائیں بھی کر رہا ہے۔ خانہ جانم ز غم کردی خراب ☆ خوب کردی خانہ ات آباد باد (لطف داغستانی)۔ تو این جوری کہ با من میکنی و لطف پنداری ☆ بہ چشم من خوش است اما ببین مردم چہ می گویند ☆ آخر ای پیمان شکن یاران بہ یاران این کنند ☆ دوستان بی موجبی با دوستداران این کنند (محتشم کاشی)۔ اشک من رنگ شفق یافت ز بی مہری یار ☆ طالع بی شفقت بین کہ درین کار چہ کرد (حافظؒ)۔ بی وفا بین کہ نہ پرسد پس از رفتن من ☆ کہ کجا رفت و چرا رفت و چہ آمد بہ سرش (فرخ خراسانی)۔ قاتلی خون مرا ریخت کہ در روز جزا ☆ نظر از ناز بہ ہنگامہ محشر نکند (صراف اصفہانی)۔ آئی و بگذری و بہ من باز نہ نگری ☆ ای جان من فدای تو این نیز بگذرد (انصاری قمی)۔ میر اندم از ناز چو مرغی کہ پریدی ☆ بالش بکشایند و پریدن نہ گذارند (حکیم شفائی)۔ دیدی از دورم و دانستہ تغافل کردی ☆ خوب کردی کہ ترا خوب تماشا کردم (شوکتی اصفہانی)۔

۷۔ فرماتے ہیں میرے اللہ جامی بیدل کیسے خوش رہے گا اگر آپ اے میرے محبوب! اپنی جفا سے مجھے مشرف نہیں فرماتے رہیں گے۔ مطلب یہ کہ محبوب جو ہر روز مجھ پر ستم ڈھاتا ہے اور یہ عمل دراصل میری سعادت ہی نہیں بلکہ ایک شرف مندی بھی ہے۔ جفا کاری کیلئے میرا انتخاب اصل میں میری طرف انکے لگاؤ کا مظہر ہے سبحان اللہ! میرے لئے یہ کس قدر عظمت و شرف کی بات ہے کہ میں روز محبوب کی آزمائشوں کا منتخب نشانہ ہوں۔ اسی خوشی و سعادت اور اسی شرف مندی کی تحصیل میں ان کے تیرہای جور و ستم کے آگے سینہ سپر ہوں اور خاموشی کے ساتھ

محبوب کی جفاؤں کو برداشت کر رہا ہوں کیونکہ ان کی خوشی ہی میری خوشی ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ اگر انہوں نے اس جفا پسندی کو مجھ سے روک لیا تو وہ میرے لئے خوشی کا پیغام مرگ اور شرف سے زوال شرف اور مرتبہ ومقام کا تنزل ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوب کی طرف سے عاشق کے حق میں آزمائشوں کی سختیاں اور جور وستم کے خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا عمل ایک شرف اور عظمت کا مقام ہے اور عبادت کی مانند بالاترین رتبہ۔ اس لئے عاشق کو ہمیشہ ان شدائد کا تحمل کرنا چاہئے اور اطمینان قلب سے سر تسلیم خم!۔ نہادہ ام سر تسلیم زیر شمشیرت ☆ بیار بر سرم ای عشق ہر چہ میخواہی (رہی معیری)۔ گریبان چاک و بر دل دست و در گل پا ☆ میان عاشقان احوال من دارد تماشائی (رفعت نہاوندی)۔ ہمچو آئینہ مرا زندگی از دیدن تست ☆ جانم از تن برود گر ز مقابل بروی (قاآنی کاشی)۔ بجفات سر نہادم بکن آنچہ می توانی ☆ چہ کنم نمی توانم ز تو احتراز کردن (امیر خسرو)۔ امروز نیست سینۂ ما داغدار عشق ☆ چون لالہ ما ز روز ازل داغ دیدہ ایم (صائب)۔ آنچنان مہر توام در دل و جان جای گرفت ☆ کہ گرم سر برود مہر تو از جان نرود ☆ در ازل بست دلم با سر زلفت پیوند ☆ تا ابد سر نہ کشد وز سر پیمان نہ رود (حافظ)۔ بہ جرم عشق تو گرمی زنند بر دارم ☆ گمان مبر کہ ز عشق تو دست بردارم (قاآنی)۔

غزل ۱۴۳

از سبزہ بر گل خط می فزائی............

۱۔محبوب ! گلاب پر سبزۂ خط بڑھا رہے ہو
دل کو فریفتہ کرتے ہو، جان کو چھین کے لے جاتے ہو

۲۔ہر لحظہ آنکھوں سے دل میں کیوں اترتے ہو
کب تک خود کو لوگوں میں دکھاتے رہو گے

۳۔ تیری تلاش میں تو میری ساری عمر بیت چکی
ای میری گذری عمر ! کہاں ہو آخر؟

۴۔تجھ سے دور میری جان بدن سے الگ ہوگئی
فریاد ایسی دوری سے ! آہ ایسی جدائی سے !

۵۔دل سے سینکڑوں شعلے بھڑک اٹھے
جب سے تیرے غم کا آشنا ہوا

۶۔ مجھ پر یہ راز روشن ہو گیا کہ
آشنائی میں سینکڑوں روشنائیاں ہیں
۷۔ جامیؔ! معشوقوں کی محبت کو ختم نہ کرنا
جب کہ خود اپنے دل پر غالب نہیں آ سکے ہو

توضیحات غزل

۱۔ سبزہ = خط رخسار۔ سبزی۔ نباتات۔ روئیدگی۔ ہریالی۔ سبز گھاس۔ چمن۔ سبز کشمش کی ایک قسم۔ گندم گون ۔ سبز چہرہ معشوق۔ بنگ۔ قدیم موسیقی میں ایک لحن کا نام [سبز خط = تھوڑے تھوڑے سے بال جو نوجوان کے چہرے اور ہونٹوں کے گرد نمودار ہوتے ہیں۔ سبز خط والا نوجوان۔ معشوق سبز خط۔ عنفوان شباب میں چہرے پر نمودار ہونے والا سبزہ۔ خط = وہ نیا سبزہ جو لبوں سے شروع ہو کر رخساروں کے گرد ظاہر ہوتا ہے۔ وہ لکیر جس میں صرف طول ہو اور عرض و عمق نہ ہو۔ ہر لکھی ہوئی چیز عموماً اور خصوصاً نامہ یا مکتوب یا چھٹی۔ حجت۔ محضر۔ روگردانی۔ اعراض۔ نشانہ۔ دو نقطوں کے درمیان کا فاصلہ] فرماتے ہیں میرے محبوب! گلاب جیسے شاداب اور کھلے ہوئے دلکش و فرحت افزا چہرے پر سبزۂ خط کا جو آپ اضافہ کر رہے ہیں یہ اس قدر دل رُبا' دل نشین اور دلکش ہے گویا جان کو چھین کے لے جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے شگفتہ چہرے پر سبزۂ خط کا اضافہ اس قدر دل رُبا ہے کہ دل کو فریفتہ کر دیتا ہے اور یہ جان بھی فدا ہو جاتی ہے ؎ زخط صفای دگر روی یار پیدا کرد ☆ زداغ حسن دگر لالہ زار پیدا کرد ☆ زخط رخش گرد خویش دایرہ ای ☆ فغان کہ رہزن دلہا حصار پیدا کرد (صائب)۔ خط ریحان ترا ہر کس تماشا میکند ☆ ہمچو چورحل مصحف آغوش طمع وامی کند (اثر)۔ حسن تو زخط رتبۂ اعجاز گرفتہ ☆ انجام تو کیفیت آغاز گرفتہ (ایسری رازی)۔ زجلوہ در سر حسنت چہ جلوہ ہاست کہ نیست ☆ جمال حُسن ترا جلوہ در کجاست کہ نیست (طوفی تبریزی)۔ عکس خطت لعل را فیروزہ ریز در بغل ☆ رشک لعلت افکند یاقوت را آتش درآب (فتح اللہ جناب اصفہانی)۔ خط عذار یار کہ بگرفت ماہ از و ☆ خوش حلقہ ایست لیک بدر نیست راہ از و (حافظؒ)۔

۲۔ مردم = یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کیلئے مستعمل ہے ایک مرد۔ چند مرد۔ آنکھ کی پتلی (آنکھ کی پتلی کو مردمک اور مردمک چشم بھی کہتے ہیں اور مردمک تصغیر ہے مردم کی)۔ انسان۔ آدمی بشر مہذّب۔ آدمی۔ انسانِ عین (یعنی آنکھ کی پتلی)۔ فرماتے ہیں میرے محبوب یہ آپ ہر لحظہ آنکھوں سے دل میں کیوں آتے رہتے ہیں آخر کب تک آپ خود کو لوگوں کو دکھاتے رہیں گے۔ مولانا جامیؒ نے مَر دُم کے لفظ سے شعری حُسن پیدا کر دیا ہے۔ مردم کے معنی لوگ بھی

ہیں اور آنکھ کی پتلی بھی۔ فرماتے ہیں کب تک لوگوں میں رہ کر اپنے حُسن سے جلوہ افروزی کرتے رہیں گے اور پھر اس کے بعد آ کر میرے دل میں رہیں گے کبھی اول تو بر ملا لوگوں میں رہ کر ان کو جلوہ دکھاتے ہیں اور پھر اس کے بعد میرے یہاں دل نشین ہوتے ہیں۔ یہ میرے لئے کب قابل تحمل ہے۔ میں تو آپ کو اپنے دل میں بند اور نقشبند کرنا چاہتا ہوں۔ میں کب یہ چاہوں گا کہ آپ فقط میری آنکھوں میں بھی رہیں اس لئے کہ آنکھوں میں رہ کر بھی آپ لوگوں (مردمک چشم) میں ہی ہوں گے جو میں نہیں چاہتا، آپ فقط میرے ہیں اسلئے میرے دل میں رہیں تاکہ کوئی اور آپ کو دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ شعر میں کمال رشک کا بیان ہے اس حد تک کہ مولانا جامیؒ محبوب کو اپنی آنکھوں میں بھی رہنے کے روادار نہیں کہ وہاں لوگوں میں (مردمک چشم یا آنکھ کی پتلی میں) ہونگے اور اس طرح سے ان کی بھی اور میری بھی تشہیر ہوگی۔ بس محبوب فقط میرے قلب میں رہنے کیلئے ہیں ؎ بر زبان نام تو دایم باید م بردن ولی ☆ رشک نہ گزارد کہ از دل بر زبان آرم ترا (خرم اصفہانی)۔ با آن کہ بہ پرسیدن ما آمدہ مردیم ☆ کایاز کہ پرسیدہ رہ خانۂ مارا (میلی ترک)۔ انصاف نہ باشد کہ من خستہ سر نجور ☆ پروانۂ او باشم واو شمع جماعت (سعدیؒ)۔ سیاہ بختی ازین بیشتر نمیاشد ☆ کہ محفل دگران روشن از چراغ من است (فرقتی انجدانی)۔ شب کہ غوغای سگان تو بگوشم آمد ☆ میرم از رشک کہ آیا کہ زکوی تو گزشت (ظریفی ساوہ ای)۔ نمیخواہم کہ در خرم نشینی ☆ کہ آنجا ہم میان مردمان است (محمود قاجار)۔ خوش است خلوت اگر یار یار من باشد ☆ نہ من بسوزم و او شمع انجمن باشد (حافظؒ)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی تلاش میں میری عمر گزر گئی۔ اے میری گزری ہوئی عمر! آخر آپ ہیں کہاں؟ محبوب کو عمر گذشتہ کی طرح عزیز ترین متاع کہا ہے اور اسی لئے ان کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے میری گذشتہ عمر! میری عزیز ترین متاع! میرے نادر ترین محبوب! میرے گران مایہ ترین معشوق آخر آپ ہیں کہاں میری تو ساری عمر آپ کی جستجو میں صرف ہو چکی۔ اب تو اپنے دیدار سے مجھے مشرف و مسعود بنا دیجئے۔ شعر میں عمر کے ذُو معنی استعمال سے حُسن پیدا کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ محبوب میری عمر کی طرح مجھے عزیز ہے اور اسی لئے اپنی عزیز عمر بھی ان ہی کی تلاش میں ان پر فدا کر دی ہے اور اس پر بھی ان کی تلاش ابھی جاری ہے۔ در رہ عشق بتان دست و جان باید شست ☆ طی این وادی پر خوف و خطر باید کرد (عارف قزوینی)۔ زاوقات گرامی آنچہ صرف عشق می گردد ☆ بہ دیوان قیامت در حساب زندگی باشد (صائب)۔ فارغ زدرد عشق چہ لذت بردز عمر ☆ عمر آن بود کہ با غم جانان بسر بری (سعدیؒ)۔ آن را کہ زندگیش بہ عشق است مرگ نیست ☆ ہرگز گمان مبر کہ مرا او را فنا بود (سنائی غزنوی)۔ یک زخمہ زچوگان قسمت خوردم و عمریست ☆ چون گوی بہر سُوی روانست دل ما (زونی اصفہانی)۔

۴۔ فرماتے ہیں آپ سے جُدا ہوں۔ ہجر کا عالم ہے اس کیفیت اندوہ آمیز سے جان میرے جسم سے الگ ہو چکی ہے۔ فریاد ہے ایسی دُوری سے! آہ و فغان و اظہارِ غم و الم کیوں نہ کروں ایسی جُدائی پر جو جان لیوا ہو۔ شعر میں ہجر کے زہر اور اسکی تلخی و عذاب کا ذکر ہے۔ وای بر جانِ خلایق اگر آرند بہ حشر ☆ عوض روزِ قیامت شب تنہائی را (علی نقی کمرہ ای)۔ شب فراق و تنم زار و جان برلب ای مرگ ☆ نہ دانم این ہمہ از بہر چیست تاخیرت (مجمر اصفہانی)۔ شب فراق کہ داند کہ تا سحر چند است ☆ مگر کسی کہ بہ زندان عشق در بنداست (ادب پیشاوری)۔ شبہای ہجر را گذراندیم و زندہ ایم ☆ ما را بہ سخت جانیِ خود این گمان نہ بود (شکیبی اصفہانی)۔ شب ہجر تو مگر رُوزِ جزا صبح شود ☆ کان شبی نیست کہ در دورۂ ما صبح شود (ناصر الدین قاجار)۔ داستانِ شب ہجران تو گفتم با شمع ☆ آنقدر سوخت کہ از گفتہ پشیمانم کرد (حاج محمد کریم خان) ☆ از فراق تو شب و روز ندارم آرام ☆ بہ فغان آمدہ شہری ہمہ از فریادم (یغمای جندقی)۔ فراقت بہ جانم چو آرد شبیخون ☆ شبی آبم از دیدہ آید شبی خون (ہدایت طبرستانی)۔

۵۔ زبانہ = شعلہ۔ آگ کی لپٹ۔ آگ کا بھڑک کر پھیل جانا۔ ترازو کا کانٹا یا ڈنڈی کی ڈوری (زبانہ زدن = آگ کا شعلہ ور ہونا۔ شعلے مارنا) وہ جو زبان کی مانند ہو۔ آگ یا چراغ یا شمع کا شعلہ۔ باریک اور لمبا پتہ ☆ فرماتے ہیں جب سے دل آپ کے غم سے آشنا ہوا تب سے دل سے شعلے اٹھ رہے ہیں اور دل آگ کے شعلوں میں مبتلا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کا غم اے محبوب اور آپ کے عشق کا درد و الم آگ کا ایک دریا اور شعلوں کا ایک پہاڑ ہے جس میں سے گذر رہا ہوں۔ یعنی سارا بدن آپ کے دئے ہوئے درد و الم سے زہر آلود ہے اور ایک شورش ہے شعلوں کی مانند تیز و تند، جو مجھے جلا رہی ہے۔ یعنی عشق کا درد آگ کی مانند مجھے بھسم کر دیتا ہے۔ عشق داغی است اگر بر جگر کوہ نہی ☆ سنگ بر سینہ زنان آید و فریاد کند ☆ عشق بجز مرگ ندارد علاج ☆ بی خبران صبر و سفر گفتہ اند (حالتی ترکمان)۔ آتش عشق بدین سوز نہ بود است نخست ☆ ہر کہ پیدا شدہ بروی زدہ دامانی چند (ملہی شبستری)۔ دردی است درد عشق کہ ہیچش طبیب نیست ☆ گر دردمند عشق بنالد غریب نیست (سعدیؒ)۔ آتش عشق از من دیوانہ پرس ☆ کو کمہ بر شمع ز پروانہ پرس ☆ عشق بہ ہر سینہ کہ کاوش کند ☆ خون دل از دیدہ تراوش کند ☆ حالیا دست ز جان شستم و پا بنہادم ☆ در رہِ عشق تو تا بعد چہ آید در پیش (صفائی نراقی)۔ من اول روز دانستم کہ با شیرین در افتادم ☆ کہ چون فرہاد باید شست دست از جان شیرینم (سعدی)۔ درد عشقِ تو بہ تدبیر مداوا نہ شود ☆ من درین واقعہ بیچارہ تر از تدبیرم (دہقان اصفہانی) عشق پر زور نہیں ہے وہ آتش غالب ☆ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے (غالب)۔ جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا ☆ کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے (غالب)۔

۶۔ فرماتے ہیں یار سے آشنائی پیدا کرنے میں ہزاروں روشنیاں پوشیدہ ہیں۔ یہ راز مجھ پر خود اپنے تجربے سے

روشن ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب سے عشق پیدا کرنے اور اسے دل و جان سے چاہنے سے ساری ظلمتیں باطن و ظاہر کی دور ہو جاتی ہیں اور عاشق ظلمتوں کے سمندر سے سطح پر جب ابھرتا ہے تو پیکر نور کی طرح تاب ناک و درخشان اور سراپا روشن ہو کر ابھرتا ہے اور یہ فقط عشق کی کرامت ہے۔ عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق ☆ عشق نہ ہو تو شرع و دین تبکدۂ تصورات ☆ صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق ☆ معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق ☆ تازہ میرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا ☆ عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب (اقبالؔ)۔ عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات ☆ علم مقام صفات عشق تماشای ذات ☆ عشق سکون و ثبات عشق حیات و ممات ☆ علم ہے پیدا سوال عشق ہے پنہان جواب ☆ عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دین ☆ عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگین ☆ عشق مکان و مکین عشق زمان و زمین ☆ عشق سراپا یقین اور یقین فتح باب (اقبالؔ)۔ عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم ☆ عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم ☆ آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق ☆ شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم (اقبالؔ)۔ اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی ☆ نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق (اقبالؔ)۔ جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی ☆ کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی (اقبالؔ)۔ وہ دانای سبل ختم الرسل مولای کل جس نے ☆ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا ☆ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر ☆ وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ (اقبالؔ)۔ گر بہ قلیم عشق رو آری ☆ ہمہ آفاق گلستان بنی ☆ آنچہ بنی دلت ھمان خواہد ☆ وآنچہ خواہد دلت ھمان بنی ☆ جان گدازی اگر بہ عالم عشق ☆ عشق را کیمیای جان بنی (ہاتف اصفہانی)۔ بہ عشق زندہ بود جان مرد صاحبدل ☆ اگر تو عشق نہ داری برو کہ معذوری (سعدیؔ)۔ عشق بر ذرات امکان رخ چو بنماید عیان ☆ در دل ہر ذرہ خورشیدی پدیدار آورد (کاظم تویسرکانی)۔

۷۔ بس کردن = ختم کرنا۔ کافی سمجھنا۔ بس = کافی۔ بسیار۔ بہت۔ صرف۔ مانند۔ فرماتے ہیں کہ معشوق کی محبت کو کافی نہ جان یعنی اپنے اندر اس کی موجودگی اور انتہا کو آخری نہ جان بلکہ اسے ابتدا ہی سمجھ کیونکہ خود تم اپنے دل کو بھی راضی نہیں کر پائے ہو۔ تشنگی عشق ابھی باقی ہے باوجود اسکے کہ تم محبوب کو اپنے دل میں بسا چکے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کوئی ایسی چیز نہیں یعنی محبوب کی محبت کوئی ایسی متاع نہیں جس سے دل بھر جائے اور اس کے بعد اسے فراموش کر دیا جائے۔ یہ ایک بار دل میں جو اتر چکی تو پھر لا انتہا تک بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہ وہ مرض قلب ہے جس میں روز افزون اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جب تک خود قلب اس پر قربان اور فدا نہ ہو جائے اس کی نہ سیری ہوگی نہ ہی تسلی۔ محبت و عشق کی انتہا موت پر ہی ہوگی اس لئے موت آنے تک عشق یار سے سروکار رکھ سہ عشق داغی است کہ تا مرگ نیاید نہ رود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدیؔ)۔ طبیب شہر کہ ہر درد را دوائی گفت ☆ بہ درد عشق

نداند کسی چہ درمان گفت (وصالؔ شیرازی)۔ ہر درد را علاج بود غیر درد عشق ☆ این درد بی دوا است بہ درمان نمی رسد (ھقان اصفہانی)۔ آن را کہ زندگیش بہ عشق است مرگ نیست ☆ ہرگز گمان مبر کہ مر او را فنا بود (سنائی غزنویؒ)۔ کفر در مذہب من زندگی بی عشق است ☆ ہر کہ شک بُرد درین راہ بہ ایمان نہ رسد (محسن شمس ملک آرا)۔ در عدم ہم زعشق شوری ھست ☆ گل گریبان دریدہ می آید (سرخوش)۔ بارہا در دلم آمد کہ بپوشم غم عشق ☆ آبگینہ نتواند کہ بپوشد رازش (سعدی)۔ مائیم زندۂ ابدی از شراب عشق ☆ خواہی تو نیز زندہ شوی زین شراب نوش (ناصحی ہندوستانی) ☆ گفتم نہایتی بود این درد عشق را ☆ ہر بامدادمی کند از نو بدایتی (سعدی)۔ ماندیم در بدایت و دردا کہ درد عشق ☆ دارد بدایتی و نہ دارد نہایتی (مفتوں شیرازی) ☆ گر درد عشق را بشماری بہ روزگار ☆ چون روزگار عشق نہ دارد نہایتی (وصال شیرازی)۔ فارغ ز درد عشق چہ لذت برد ز عمر ☆ عمر آن بود کہ باغم جانان بسر بری (سعدیؒ)۔ چھوڑوں گا میں نہ اس بت کافر کا پوجنا ☆ چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر (غالب)۔ فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح و مہر ☆ ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز (غالب)۔ رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے ☆ انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں (غالب)۔

غزل ۱۴۸

فداک امی یا غایۃ المنیٰ وابی......

۱۔ اے میری تمناؤں کی انتہا میرے محبوب! قربان ہوں آپ پر میرے ماں باپ
جل چکی میری جان آخر آپ چاہتے کیا ہیں میری جان سے
۲۔ اگر خاموش رہوں تو کہتے ہو کہ بے خبر ہو
اور اگر فریاد وافغان کروں تو مجھے باہر نکالتے ہو کہ بے ادب ہو
۳۔ دنیا لایزال حسن وجمال کی کتاب ہے
اور اس کتاب میں نیکو طرز سے فقط آپ کا انتخاب ہوا ہے
۴۔ کیونکر نہ میں آپ سے تعجب میں رہوں جب کہ دیکھ رہا ہوں
آپ کی زلفوں کے ہر خم کے نیچے ہزاروں بو العجیاں !
۵۔ آپ ابر سخاوت ہیں اور میں آپ کے بغیر پیاسی کھیتی
آپ تشریف لائیں کہ میں اپنی تشنہ لبی کی شرح بیان کروں

۶۔آپ کے چہرے کے ہجر سے میرا دن مکمل نصف رات میں ہے
حذر کیجئے نالہ ہای نیم شب سے !
۷۔ جامی خواہ عربی نژاد ہے یا رومی نسل، بیان کر رہا ہے
اُس عربی معشوق کے اوصاف فارسی غزل میں ہی!

توضیحاتِ غزل

ا۔غایت = انتہا۔آخر۔انجام۔غرض۔مطلب۔علم۔منٰی ہ جمع منیہ یعنی آرزوئیں۔مقاصد۔تمنائیں۔مطالب۔امنگیں۔ارمان۔[غایۃ المنٰی = تمناؤں اور آرزوں کی انتہا]۔فرماتے ہیں اے میری تمام تر تمناؤں میرے تمام مطالب و مقاصد' میری جملہ امنگوں اور ارمانوں کی انتہا میرے محبوب! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کے غم عشق کی آگ میں تو میری جان جل چکی ہے اب اس سے آگے آپ میری وفاشعاری اور اثبات و استحکام عشق میں اور کیا ثبوت چاہتے ہیں۔ایک جان تھی وہ آپ پر قربان کردی اب میرے پاس اور کوئی عزیز متاع نہیں۔آپ اب میری حالت پر رحم فرمائیں اور مجھے اپنے دیدار سے شرف یاب کریں۔ماں باپ کے فدا کرنے کے طرز تخاطب میں دراصل صحیح اور صادق عاشق و محب رسول اللہؐ اپنی بے انتہا محبت کا اظہار کرتا ہے رسول اکرمؐ کے حق میں' کیونکہ ہر آدمی کیلئے اس کے ماں باپ سب سے زیادہ پیارے اور عزیز ہوتے ہیں اور چونکہ ہر مسلمان کا جزو ایمان یہ ہے کہ آنحضرؐ کی ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ماں باپ سے بھی اور جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اسلئے یہ طرز تخاطب اظہار انتہائی محبت و اظہار غایت عشق اور اظہار کمال احترام و عزت کیلئے خود رسول اکرمﷺ کی حیات طیبہ میں ہی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اختیار فرمایا اور جب بھی ان کو حضرت رحمۃ للعالمینؐ کے حضور میں حاضر رہ کر ہمکلامی کی سعادت حاصل ہوتی تو اول اسی طرز تخاطب سے ابتدا کر کے دربار نبویؐ میں انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ عرض کرتے فداک امی وابی یارسول! یعنی اے رسول خدا! قربان ہوں آپ پر میرے ماں باپ۔مولانا جامیؒ بھی اسی ایمانی طرز تخاطب اور قدیم مطہر روایت کو جاری رکھتے ہوئے اس نعتیہ شعر میں اپنے محبوب معشوق حضرت رسول اکرمؐ سے عرض کرتے ہیں اپنا مقصد بیان کرنے سے پہلے کہ اے میری تمام تر آرزوں کی انتہا یعنی اے میرے معشوق! اے میرے محبوب رسول خداؐ قربان ہوں آپ کی ذات اقدس پر میرے ماں باپ! اور پھر اس تخاطب کے بعد اپنا مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے عشق میں آپ کی آتش محبت میں میری جان جل چکی خاکستر ہو چکی اور یہ بذات خود آپ کی محبت کی راہ میں میرے ثبات عشق اور وفائی محبت کا

واضح ثبوت ہے اب اس کے بعد میرے پاس اور کچھ نہیں جو عزیز تر ہو اور آپ پر فدا کرنے کے لائق۔ اب آپ ایک صاحب رحمت ورافت محبوب اور کریم رحیم محبوب ہونے کی راہ سے مجھ پر رحم فرمائیں، مجھے اور امتحانوں میں نہ ڈالیں بلکہ اپنے دیدار انور سے منور فرمائین۔ مطلب یہ کہ اے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم! آپکی محبت میں میری جان خاکستر ہو چکی اس تمنا میں کہ اپنے دیدار سے مجھے شرفیاب فرمائیں گے۔ اب تو مجھ پر رحم فرمائیں اور اپنے دیدار سے مجھے مسعود فرما کر میری تمناؤں میں مجھے کامران بنا دیں! آپ کی ذات میری تمناؤں کی انتہا ہے میری کوئی تمنا نہیں کوئی آرزو نہیں اور نہ کوئی غرض ومراد ہے اگر ہے تو فقط اور فقط آپ ہی ذات گرامی ہے اور وہ ہی آرزوں کی، تمناؤں کی انتہا ہے۔ میری ساری تمنائیں یہی ہیں کہ آپ کا وصل' آپ کا دیدار نصیب ہو میری اور کوئی تمنا نہیں۔ میں تو دینوی محبت میں اپنے ماں باپ کی محبت کو بھی دل سے نکال چکا ہوں اور اس دل میں صرف اور صرف آپ کی محبت اور فقط آپ کے عشق کو بسالیا ہے اور عشق بھی ایسا جس کی آگ میں میری جان تک راکھ ہو چکی۔ اب آپ سے رحم کی استدعا ہے اور دیدار سے مشرف کرنے کی التجا۔ شعر میں وفای عشق اور ثبات عشق ومحبت کا بیان ہے۔ تو مراسوزی ومن سوزم ازین غم کہ مباد ☆ باد بیرون برد از کوی تو خاکستر من (ابوالحسن فراہانی)۔ اگر صد بارسوزی باز برگرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بردست و پا افتم (نظیر نیشاپوری)۔ در دوستی چو شمع ز جانم دریغ نیست ☆ سرگرم دوستانم و با خویش دشمنم (رہی معیّری)۔ نماندہ ز آتش دل آب چشم وی ترسم ☆ آب ز چشم روان شود آتش (رشید وطواط)۔

۲۔ خروش = شور۔ غوغا۔ شور وغل ☆ فرماتے ہیں میرے محبوب! اگر میں خاموشی اختیار کرتا ہوں تو آپ کہتے ہیں تم بے خبر ہو اسی لئے نالہ وفریاد نہیں کرتے ہو اور جب نالہ وفریاد کرنے لگ جاتا ہوں تو آستانے سے نکال دیتے ہو کہ بے ادب ہو اور شور وفغان کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عشق میں نہ خاموشی اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ ہے اور نہ ہی نالہ وفریاد کرنے کے بغیر! نالہ وفغان نہ کرے تو سینہ پھٹ جائیگا کیونکہ غم عشق کی فراوانی ہے اور سینۂ عاشق کی تنگی، درد والم کی وسعت ہے اور قلب وجگر کی حدیں! نالہ وافغان کی لامحدودیت بھی ضعف وناتوانی کی غایت تک لے جاتی ہیں اسلئے ناچار خامشی بھی اختیار کرنا پڑتی ہے گو کہ دونوں ذرایع اظہار عشق یعنی خاموشی اور غوغا عاشق کے لئے غیر قابل تحمل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عشق میں مجبوریاں ہیں اور پابندیاں بھی۔ عشق کا اظہار کرنا بھی مشکل اور اظہار نہ کرنا بھی مشکل۔ نالہ را ہر چند من در سینہ پنہانی کنم ☆ سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن ☆ نالیدن بلبل ز نو آموزی عشق است ☆ ہرگز نہ شنیدیم ز پروانہ صدائی (حزین لاھیجانی)۔ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بہ جان ☆ شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی (حافظ)۔ شوکتِ فخر و عشق کہ آخر چو غلامان ☆ بنشست

زلیخا بہ سرِ راہ غلامی (ھدایت طبرستانی)۔ عشق و ناموس ھمان قصہ سنگ است و سبو☆ عاشقا چند زنی طبل نہان زیرِ گلیم؟ (ذوقی اردستانی) ☆ کسی عاشق بود کز آتش سوزان نہ پرہیزد☆ براہ عشق نتوان بودن از پروانہ ای کمتر (فانی شیرازی)۔ عشق در سینہ کی نہان ماند☆ لب خاموش می کند فریاد (سعید حکیم)۔ نہ آفتاب نہان شد بہ گل نہ عشق بہ دل☆ تو لب ببندی و اعضای تو بگفتار اند (وصال شیرازی)۔ اظہار عشق را بہ سخن احتیاج نیست☆ چندان کہ شد نگہ بہ نگہ آشنا بس است (صائب)۔ عشق راطی لسانی است کہ صد سالہ سخن☆ دوست با دوست بہ یک چشم زدن می گوید (جمالی دھلوی)۔ داستان عشق یک افسانہ بنود بیش لیک☆ ہر کسی طور دگری گوید این افسانہ را (بسمل شیرازی)۔

۳۔صحیفہ = کتاب۔ رسالہ۔ مصحف۔ نامہ۔ کتاب کا ورق۔ کاغذ کا ورق۔ رُوی زمین۔ لم یزل = بے زوال۔ ھمیشہ۔ اللہ تعالیٰ۔ پایندہ۔ جاوید۔[لم یزلی =لم یزل سے منسوب یعنی جاودانی ھمیشگی۔ خدائی۔ الٰہی۔ صفتِ خداوندی]۔منتخب = برگزیدہ مقبول۔ چھانٹا ہوا۔ چنا ہوا۔ خلاصہ کیا گیا۔ انتخاب کیا گیا☆ فرماتے ہیں یہ دنیا اللہ تعالیٰ[جو حی و قیوم ہے اور ھمیشہ پایندہ ولا زوال ہے] کے حسن و جمال کی ایک کھلی کتاب ہے اور اس کتاب میں بہت ہی احسن طریقے سے صرف آپ کا ہی انتخاب ہے۔صرف آپؐ کے ہی اوصاف کی تعریف دکھائی دے رھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی کتاب آپ کی صفات کی تعریفوں سے بھری پڑی ہے یعنی اے رُسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم !حسنِ عالم پرنور خداوندی کے ہمراہ آپ کا حُسن بھی چھایا ہوا ہے۔ جہاں بھی نظر دوڑائیے مناظر فطرت وموجودات قدرت کے تمام حسین مناظر میں آپ کا حُسن و جمال خدای لم یزل کے نُور کے ساتھ ساتھ کتاب کی سطروں کی طرح دکھائی دیتا ہے۔شعر میں اول خلق اللہ نُوری (اول اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے۔اس نعتیہ شعر کی اساس کا ادراک وہی عاشقانِ رسول کر سکتے ہیں جنھوں نے فنافی الرسول کا رُتبہ پالیا ہو۔ آشکارا دراد یئے☆ چھس محمدؐ ناو یئے☆ نون سَہ احمدؐ دراو یئے☆ یارہ گۆہو دِی وَ یئے (حضرت خواجہ حبیب اللہ نوشھری جیؒ)۔کنز تک معدن وَ حدتک کانی☆ خلقتک باعث چھُسی مختار☆ لولاک دو پنس پانہ یزدانی☆ سَہ چھُہ لا ثانی بانی کار☆ ابرہ پتہ آفتاب۔تھ آسانی☆ فاش نتہ گاش چھس پیداوار☆ سُی تتھی مخفی تہ بیہ اعلانی۔ سہ چھُہ لا ثانی بانی کار (نادم کشمیری)۔ پیش ازان کادم کشیدے سرز جیب ماءِ وطین☆ بود خورشید جمالت آفتاب مُلک ودین☆ پیش ازان کار دسلیمان انس وجن زیرِ نگین☆ مہر منشور تو بودہ رحمۃ للعالمین☆ تا بجائی رفتہ کزرہ ماندہ جبریل امین☆ ایزدت چون در ازل خواندہ شفیع المذنبین☆ چشم بکشا و گنہگاران امت را ببین☆ تا ہدایت یا بد از تو ہر کہ در راہ خطا است☆ بر سر یلی مع اللہ تا ابد سلطان توئی☆ درد یارقم فانذر صاحب فرمان

توئی ☆ سینہ مجروحِ ما را مرهم و درمان توئی ☆ مرهم تست آنچه رنج اهل علت را دواست ☆ ای فروغِ طلعت خورشید اوج اصطفا ☆ طره شام و خد و عارض آفتاب والضحیٰ ☆ پیش از آن کآدم صفی بوده تو بودی مصطفیٰؐ ☆ مهتر عالم محمدؐ خواجہ هر دو سراؐ ☆ بر صفای سینہ ات صدر الم نشرح گواه ☆ از جبین نور تجلی با دل افگاران نما ☆ باز بر معراج سبحان الذی اسریٰ برآ ☆ کافتاب روی تو آئینہ صنع خداست (عصمت)۔

۴۔ بوالعجبی = تعجب۔ حیرانی۔ حیرت۔ فرماتے ہیں آپ سے میں کیونکر تعجب میں نہ رہوں اور کیوں نہ حیرانی کا عالم مجھ پر طاری رہے جبکہ میں آپ کی زلفوں کے ہر پیچ و خم کے نیچے ہزاروں حیرانگیوں اور بوالعجبیوں کا تماشا دیکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی زلفوں اور گیسوان مشکبو کا ہر خم اور ہر پیچ اس قدر دلربا اور دل کش ہے کہ حیرانگی کی وجہ سے ان کی تعریف بیان ہی نہیں ہوسکتی اور اس حیرت ناک خوبصورتی وزیبائی کے اثر میں عاشق ایک پیکر حیرت ہی بن کے رہ جاتا ہے۔ شعر میں محبوب کے خم دار گیسوں کی دلربائی اور خوبصورتی کا ذکر ہے۔ دلم از حلقۂ آن طرہ بدرمی نہ رود ☆ گوی بنگر کہ رہائی نہ کند چوگان را (پرتو اصفہانی)۔ صد ہزاران دل گم گشتہ توان پیدا کرد ☆ گرشبی شانہ زند زلف عبیر افشان را (فروغی بسطامی)۔ یکجہان دل بایدش ہر کس کہ دلدارش توئی ☆ تا بیاویزد دلی ہر تار گیسوی تورا ☆ سر زلف تو نہ تنہا ہنرش دل شکنی است ☆ ہنری نیست کہ اندر شکن موی تو نیست (ذوقی اصفہانی)۔ یکجہان دل صنما در خم زلفی ستم است ☆ تاب از آن روی نیاورد و بہ پا افتادت (وصال شیرازی)۔ دلِ من از خم آن زلف چون کمند گریخت ☆ حذر کنید کہ دیوانہ ای ز بند گریخت (خموش طہرانی)۔ آن قدر در خم گیسوی تو دل پنہان است ☆ کز دل گمشدۂ ما اثری پیدا نیست (فروغی بسطامی)۔ دلم بہ حلقہ زلف تو گم شد است و ہنوز ☆ از آن غریب پریشان خبر نیامدہ است (دہقان اصفہانی)۔ بہ ہر موئی از آن زلف پریشان ☆ دل جمعی پریشان میتوان یافت (خواجو کرمانی)۔

۵۔ جود = سخاوت۔ کرم۔ بخشش۔ جوانمردی۔ کشت = کھیتی۔ مزرعہ۔ محصول زراعت۔ شطرنج کے شاہ کا ایسے خانہ میں ہونا کہ اگر اس خانہ میں اس کے سوا کوئی اور مہرہ ہوتا تو مارا جاتا۔ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ بخشش وکرم کے بادل ہیں اور میں آپ کے بغیر ایک پیاسی کھیتی کی مانند ہوں۔ آپ اپنے کرم اپنے الطاف اور اپنی بخشش واحسان جو آپ کا خاصہ ہے سے میرے پاس تشریف لائیں کہ میں آپ سے اپنی تشنہ لبی اور اپنی پیاس کی وضاحت کروں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ سے جدا ہوں اور آپ کے بغیر میں اس کھیتی کی مانند ہوں جو سوکھ چکی ہو۔ آپ جود وسخا انعام وعنایت رحمت وبخشش اور لطف وکرم کے بادل ہیں۔ پیاسی کھیتیوں پر بارانِ رحمت ہیں اور ان میں پھر سے بہار لاتے ہیں۔ سوختہ اور خستہ ومایوس دلوں پر لطف وکرم اور عفو ورحمت کی نگاہ فرما کر ان کو پھر سے زندہ

کرتے ہیں۔ میں بھی اے میرے محبوب! اے رحمۃ للعالمینؐ! آپ کے کرم کا امیدوار ہوں۔ میرے دل پر جو آپ کے غم میں جدائی کے ہاتھوں سوکھ چکا ہے آپ اپنا ابر رحمت برسا کر میر تشنہ لبی مٹا دیجئے۔ بس کہ امید بشفاعت زتو دارند عصات ☆ دیدنت عین حیات است و نہ دیدن ممات ☆ مصحف روی ترا رحمت رحمٰن آیات ☆ ماہمہ تشنہ لبانیم وتوئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (سیف الدین سیف تضمین برغزل قدسی تاجکستانی)۔ قدسیان شربت دیدار تو ای مظہر ذات ☆ خواستند از تو بدین نغمہ وآہنگ صفات ☆ کای حدیثت شکرناب ولبت قندونبات ☆ ماہمہ تشنہ لبانیم وتوئی آب حیات ☆ رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی (تضمین شہید کشمیری برغزل قدسی تاجکستانی)۔ ازمی رویتت عطا فرما ☆ جام سرشار یا رسول اللہؐ ☆ خستگان را نمای دیداری ☆ درشب تار یا رسول اللہؐ (بینوا کشمیری)۔ نام او حرز یمانست وفا کیشان را ☆ وھوا الورد لنا کل غداۃ وعشی ☆ غیر خاک قدمش آب حیاتم نہ بود ☆ انا عطشان وقد احرق قلبی عطشی (حضرت صرفی کشمیریؒ)۔ جاری است فیض اوز سمک تا سما مدام ☆ کان بحر جود فیض رسان محمدؐ است (فقیر کشمیری)۔ جملہ حاجاتم روا کن چون توئی حاجت روا ☆ ساز شیرین کام از شہد حصول مدعا ☆ بی نوا تا چند باشم ای شہہ ہر دوسراؐ ☆ روزی من می رسان از مخزن جود وسخا ☆ روسیاہم عفو تقصیرات خواہم یا رسولؐ (عطائی کشمیری)۔

۶۔ حذر کردن = پرہیز کرنا۔ ڈر جانا۔ خوف زدہ رہنا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے چہرے کی دوری سے میرے دن آدھی رات کی طرح تاریک ہو گئے ہیں۔ آدھی رات کو دل سے اٹھنے والی میری آہوں سے پرہیز کیجئے۔ مطلب یہ کہ آپ کے آفتاب مانند چہرے کے نور سے ہی میرے دن تابناک تھے۔ آپ نے مجھ سے اپنا چہرہ ہٹا لیا تو میرے روشن دن اتنے تاریک ہو گئے جیسی کہ نصف اندھیری رات۔ میرے محبوب نصف رات کے آہوں سے جو مؤثر ہوتی ہیں پرہیز کیجئے اور آدھی رات کو دل سے اٹھنے والے نالوں سے حذر کیجئے جن کے اثر سے آپ کا دل پسیج جائے گا اور یہ میرے لئے باعث ندامت ہو گا۔ یعنی خدا کیلئے آپ مجھے نالہ ہای نیم شب بلند کرنے کی کیفیت پر نہ لائیں میرے نالے اتنے بلند ہوں گے نصف رات میں کہ بالآخر آپ کا دل پسیج جائے گا اور مجھ پر رحم آئے گا۔ گویا محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بلند نالہ وزاری سے ان کو اپنی حالت سے آگاہ کیا جائے اور وہ بھی شب بیداری کے عالم میں ٹھیک نصف شب کو جب کہ آہیں اور نالے بلند کرنے میں اثر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق محبوب کی جدائی میں سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کے دن تاریک ہو گئے ہیں وہ محبوب سے التجا کرتا ہے کہ وہ اپنے دیدار سے پھر سے اس کے روشن دن لوٹا دیں۔ شبان تیرہ کہ تا بامداد بیدارم ☆ بیاد صبح جمالت ستارہ می بارم ☆ دوش بی روی تو آتش بہ سرم برمی شد ☆ آبم از دیدہ ہمی رفت وزمین

تری شد☆ چونشب آید ہمہ رادیدہ بیارامد و من ☆ گفتی اندر بن مویم سر نشتر می شد (سعدی)۔ چگونہ خواب بہ چشم من خراب آید☆ مگر خیال تو بیرون رود کہ خواب آید☆ ہر شب از افغان من بیدار خلق اما چہ سود☆ آن کہ باید بشنود فریاد من، بیدار نیست (ہاتف اصفہانی)۔ ہمہ آرام گرفتند و شب از نیمہ گذشت☆ آن کہ در خواب نہ شد چشم من و پروین است (سعدی)۔

۷۔ فرماتے ہیں میں جامیؔ خواہ رومی نسل کا ہوں یا خواہ عربی نژاد ' بہ ہر حال فارسی غزل میں ہی اپنے محبوب عربیؐ کے حسن و جمال کے اوصاف کو بیان کیا کرتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ خواہ میں کسی بھی نژاد سے ہوں چونکہ میں ایرانی ہوں اس لئے فارسی غزل کی زبان میں ہی میں اپنے محبوب کے حسن و زیبائی کے اوصاف بیان کیا کرتا ہوں۔ اس شعر کے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ عرب نژاد عاشق شاعر لوگ یا شاعران عاشق اپنی عربی زبان میں اور روم (ترکیہ) کے عشاق اپنی ترکی زبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی توصیف کرتے ہیں میں چونکہ فارس (ایران) کا باشندہ ہوں اس لئے فارسی غزل کہہ کر ہی اور فارسی زبان میں ہی میں اپنے محبوب کی توصیف بیان کر رہا ہوں۔ دراصل اس طرح کا شعر کہنے کی ضرورت مولانا جامیؒ کو غالباً یوں ہوئی ہوگی کہ چونکہ ان کے زمانے میں عربی اور ترکی زبانوں کا فارسی کے ہمراہ ہرات (جہاں وہ رہتے تھے) میں خاصا رواج تھا اور ہم عصر بادشاہ سلطان حسین بایقرا کے دربار میں مولانا جامیؒ کے دوست میر علی شیر نوائی وزیر دربار ترکی زبان بڑے عالم اور صاحب دیوان شاعر تھے اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے نیز عربی زبان کے بھی عالم اور شاعر تھے اس لئے مولانا جامیؒ نے خود اپنی زبان میں ہی نعت رسول اکرمؐ کہنے پر فخریہ انداز میں اظہار کیا ہے اور عربی اور ترکی زبان میں نعت گوئی کرنے والوں کو دبی زبان میں احساس دلایا ہے کہ میں اپنی فارسی زبان میں رسول نازنینؐ جو عربی معشوق ہیں کی بہتر توصیف کر سکتا ہوں اور کر رہا ہوں۔ شعر میں مولانا جامیؒ نے فارسی غزل میں اپنے بے نہایت خوبصورت انداز میں رسول اکرمؐ کے حسن و جمال کی تعریف کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غزل ۱۰۸

شبی چون مہ نمودی روی نیکو.........

۱۔ ایک رات جب آپ نے چاند جیسا اپنا خوبصورت چہرہ دکھایا
تو ستاروں نے نعرہ بلند کیا کہ کون ہے وہ؟

۲۔ ہرن لوگوں کے سامنے سے تیزی کے ساتھ بھاگ جاتا ہے
اس طریق میں تو آپ ہرن سے بھی آگے نکل گئے
۳۔ آپ کا سینہ نزاکت میں ایک آیت ہے بلکہ چہرہ بھی
اس آیت کو میں چہرے کی طرح ہی پڑھا کرتا ہوں
۴۔ میرے آنسو زانو سے بھی پرے گذر جائیں گے
آخر آپکے شوق میں زانو پر سر رکھے ہوئے کب تک روؤں؟
۵۔ عجب جادوگر ہیں آپکی دو آنکھیں
میں نے ہرگز ایسے دو جادوگر نہیں دیکھے ہیں
۶۔ سب صاحب دل لوگوں کو کعبہ کا عشق ہے
اور مجھ بے دین ودل آدمی کو آپ کے کوچے کا
۷۔ جامی اگر تیرا جسم خرقہ میں کھو گیا
تو کیا؟ اس پشمینے سے سمجھ لو ایک بال کم ہوگیا

توضیحات غزل

ا۔ ماہو = (عربی الفاظ ہیں) ما = کیا چیز ہے؟ جو کچھ۔ نہیں۔ کیا؟ ہو = وہ۔ وہ مرد۔ ہو کو جب خطوط کے یا کتابوں کے شروع میں عنوان کے اوپر استعمال میں لایا جاتا ہے تو وہ اللہ کے معنی رکھتا ہے یعنی ھواللہ! درویش مسلک لوگ اکثر ھو کا نعرہ لگایا کرتے ہیں جس کے معنی ہیں بس اللہ ہی اللہ ہے۔ قلندروں کا بھی یہی نعرہ ہے۔ انجم = (نجم کی جمع) ستارے۔ فرماتے ہیں جب میرے معشوق نے ایک رات اپنا چاند سا روشن چہرہ نمودار کیا تو ستاروں نے نعرہ مارا کہ ماھو؟ وہ کون ہے؟ یعنی یہ کیسا چہرہ ہے کہ چاند کا نور ماند پڑ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے چاند سے بھی برتر روشن تر اور منور تر چہرہ کو دیکھ کر ستارے بھی اسی کی طرف مائل ہو گئے اور بیخود ہو کر نعرہ مارا کہ ماھو یہ کون ہے؟ جس طرح سے از خود بے خبر قلندر اور درویشان خدامست یاھو کا نعرہ لگاتے ہیں اسی طرح سے ستاروں نے محبوب کے چاند سے بھی درخشندہ تر چہرے کو دیکھ کر نعرہ لگایا کہ ماھو؟ شعر میں محبوب کے چہرے کی چاند سے بھی خوبصورت تر اور روشن تر ہونے کی صفت بیان کی گئی ہے۔ مہ من بہ جمع خوبان بہ کسی تراچہ نسبت ☆ تو زیادہ ای زماہ ودگران کم از ستارہ (ہلالی چغتائی)۔ ای سرو غنچہ لب زگلستان کیستی ☆ وی ماہ چاردہ زشبستان کیستی (خاقانی)۔

گفتمش، روی تو صدره زقمر خوب تر است☆ گفت خاموش که آن فتنۂ دور قمر است (خواجو)۔ ماہ فرو رفت وآفتاب برآمد☆ شاہد سرمست من زخواب برآمد (خواجو)۔ چونو نظر از رخش باز گردو☆ زشادی در آغوش مژگان نگنجد (اقدسی مشہدی)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ ہرن لوگوں کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے اور بہت تیز بھاگتا ہے آپ نے تو اپنے عاشق سے تیز رفتاری کے ساتھ بھاگنے میں ہرن کو بھی مات کر دیا۔یعنی جتنی تیزی کے ساتھ آپ مجھے دیکھ کر دور بھاگتے ہیں ہرن بھی لوگوں کو دیکھ کر اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا۔شعر میں معشوق کے عاشق سے دور اور جدا رہنے کے طریق کو اپنانے کا ذکر ہے۔ ھنوز غافلی ایدل کہ گشتہ ای زکہ دور☆ اگر بہ فکر خود افتی زغم ہلاک شوی (رضائی رازی)۔ با من سخن از فرقت دلدار مگوئید☆ از مرگ سخن بر سر بیمار مگوئید (شرف جہان قزوینی)۔ جور و بیداد غایتی دارد☆ بیوفائی نہایتی دارد☆ شہسوارا کشیدہ دار عنان ☆ دردمندی حکایتی دارد (محمد کسکنی)۔ آموز تو آموخت ہنگام دویدن ☆ رم کردن و برگشتن و واپس نگریدن ☆ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت ☆ ہم سوختن و ساختن و جامہ دریدن (کمال الدین اسمٰعیل/میلی ترک)۔

۳۔ بر= آغوش۔ بغل سینہ۔ پر۔ اوپر۔ پھل۔ میوہ۔ بلند۔ چوڑائی۔ نفع۔ یاد۔ حفظ۔ جوان عورت۔ بالا۔ درخت کا میوہ۔ فائدہ۔ پستان۔ پہلو۔ کمر۔ نزدیک۔ طرف۔ جانب۔ خشکی۔ بیابان۔ دشت۔[فارسی میں بر کا استعمال کسی چیز کے اونچے یا بلند ہونے کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے بر پشت پیل۔ برکار بودن۔ واجب ولازم کے بارے میں بھی آتا ہے۔جیسے" برشاست کہ این کار را بکنید و پاداش آن برمن است"؛ضرر یا خلاف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔جیسے؛ ابلیس بدین سخن جحب برخویشتن آورد۔ پے در پے اور مرتب کے معنوں میں بھی آیا ہے۔جیسے پدر بر پدر۔ افعال کے آغاز میں آتا ہے جیسے برآمدن۔ برآوردن، برافراشتن، برداشتن، برخواندن وغیرہ۔[مولانا جامیؒ نے زیر بحث شعر کے دوسرے مصرعہ میں برخواندن کا استعمال کیا ہے۔یعنی پڑھنا،اس طرح کے استعمال سے یعنی افعال کے آغاز میں بر کا لفظ لانے سے ترجمہ یا معنی میں کوئی فرق نہیں آتا۔خواندن یعنی پڑھنا۔ برخواندن یعنی پڑھنا]۔ بر کا لفظ اسم سے پہلے بھی لاتے ہیں جس سے لفظ صفت بن جاتا ہے۔جیسے بر کنار۔ برقرار۔ بردوام۔ترکیب میں بر کا لفظ برندہ کے معنی میں آتا ہے جیسے پیغامبر، باربر، فرمانبر وغیرہ فعل بردن کا ریشہ بر ہے]۔ آیت= قرآن پاک کی ہر وہ عبارت جہاں پر ٹھہرتے ہیں۔ اعجوبہ۔ عبرت۔ نشان۔ نشانہ علامت۔ معجزہ۔ دلیل۔ حجت۔ برہان۔ مولانا جامی فرماتے ہیں اے محبوب! آپ کا سینہ نازکی وخوبی پر حجت ہے اور چہرہ بھی۔ یہ آیت خوبی کی ویسے ہی میں پڑھ رہا ہوں جیسے کہ آپکے چہرے کی آیت کو۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا

سینہ مبارکؐ بھی اسی طرح خوبی ونزاکت کی آیت وعلامت ہے جس طرح کہ آپ کا روی نازنینؐ۔ اور یہ آیت خوبی مجھے صاف طور پر ویسے ہی نظر آ رہی ہے جیسے کہ آپ کے رحمت بار روئی انورؐ کی۔ شعر میں محبوب کے چہرہ وآغوش رحمت کی مدح ہے۔ دیدم از چاک گریبانش صفای سینہ را ☆ من گمان کردم کہ دارد در بغل آئینہ را (صائب)۔ میدہد رخنۂ دیوار ز گلزار خبر ☆ لطف اندام تو از چاک گریبان پیداست (صائب تبریزی)۔ ہمچو آبی کہ نمایان بود از پردۂ لعل ☆ تن سیمین تو از جامہ گلگون پیداست (صائب تبریزی)۔ در پیرہنت بدن تو گوئی ☆ شمعی است کہ پیرہن ندارد (فکرت لاریجانی)۔ شمع گر با تو کند دعوی نازک بدنی ☆ کشتنی سوختنی باشد وگردن زدنی (فطرت)۔ چنانکہ شمع فروزان نماید از ناقوس ☆ فروغ سینہ اش از پیرہن بود روشن (مطہر تبریزی)۔ چسان خورشید خوانم روی اورا ☆ کہ مصحف را غلط خواندن گناہ است (محمد قلی سلیم)۔ روی خود را مگو شریک مہ است ☆ در نگوئی کہ لاشریک لہ است (جامیؒ)۔ بصورتی کہ توئی کمتر آفریدہ خدا ☆ تراکشیدہ ودست از قلم کشیدہ خدا (سلیم)۔

۴۔ سرشک = آنسو۔ قطرہ اشک۔ آگ کی چنگاری۔ فرماتے ہیں کہ میرے آنسو میرے گھٹنوں سے بھی گذر جاتے ہیں آخر میں کب تک آپ کے عشق میں روتا رہوں گا۔ غم والم میں آدمی گھٹنوں پر سر جھکائے اشک بہاتا ہے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں کہ اتنا رو رہا ہوں کہ میرے آنسو اب گھٹنوں تک آجائیں گے یعنی ایک دریا آنسوؤں کا میرے گھٹنوں کے سامنے سے بہتا دکھائی دے گا۔ آخر میں عشق محبوب میں کہاں تک روؤں۔ شعر میں شدت غم والم کے نتیجے میں رونے کے بارے میں مبالغہ آرائی ہے اور مقصد ہے یہ تاثر پیدا کرنا کہ آنکھوں سے سیلاب اشک بہہ رہا ہے۔ میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے ☆ اس کے سیل گریہ میں گردون کف سیلاب تھا (غالب)۔ ہمہ روی زمین را در غمت از گریہ تر کردم ☆ غنیمت بود پیش از گریہ گر خاکی بسر کردم (عاشق اصفہانی)۔ ہر جا بہ خاک رونہم از گریہ ترکنم ☆ زین چشم تر چہ خاک ندانم بسر کنم (رفیق اصفہانی)۔ کسی شمارہ کند اشک دیدہ مارا ☆ کہ قطرہ قطرہ تواند شمرد دریارا (آصف بختیاری)۔ دور از تو چنان اشک ز چشم خیزد ☆ کز تارکم آسمان بکشتی گذرد (اثیر الدین اخسیکتی)۔ گریان چو بسر منزل احباب گذشتیم ☆ صد مرتبہ در ہر نفس از آب گذشتیم (ارسلان مشہدی)۔

۵۔ فرماتے ہیں عجب جادوگر ہیں آپ کی دو آنکھیں۔ جیسی یہ جادو کرتی ہیں وہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ یعنی جادو تو جادو ہے لیکن آپکی دو آنکھوں کا جادو نہ فقط نا قابل بیان ہے بلکہ عجیب طرح کا جادو ہے جو جادو اور سحر سے بھی برتر کوئی چیز ہے۔ یعنی آپ کی آنکھوں میں جو دلکشی اور رعنائی، دلربائی، دلبری اور بے خود کرنے والی اور ہوش ربا طلسماتی صفات ہیں ان سب کی اپنی اپنی جہتیں ہیں کوئی کہاں تک انہیں بیان کرے۔ ان صفات کی کوئی حد نہیں۔ از بس کہ وصف چشم سیاہ تو کردہ ایم ☆ گردید میل سرمہ زبان در دہان ما (غنی کشمیری)۔ شوخ چشمان از تو میگیرند

تعلیم نگاہ ☆ گردن آہو بلند از انتظار چشم تست (صائب)۔ من مست بہ ہشیاری چشم تو نہ دیدم ☆ مدہوش ولی باہمہ درگفت وشنیداست (کلیم کاشی)۔ فدای چشم سیاہت شوم کہ در محشر ☆ خداشود متحیر کا فریدۂ کیست (بہجت شیرازی)۔ غلام نرگس مست تو تاجدارنند ☆ خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند (حافظ)۔ یا معجزہ یا سحرنمی دانم چیست ☆ در بردن دل توی تراز چشم تو نیست (محسن ملک آرا)۔ بہ آہو نسبت چشمش چودادم چین بہ ابروزد ☆ کہ چشم شیر گیر من نہ دارد ہیچ آہوئی (مخلص کاشی)۔ فتنہ چشم سیاہ تو برانگیخت زشہر ☆ کہ غزالان در دروازۂ صحرا ستند (مقیما نیشاپوری)۔ از یک نگاہ زیروزبر کردن جہان ☆ بازیچہ ای زگردش چشم سیاہ اوست (صائب تبریزی)۔

۶۔ فرماتے ہیں کبھی صاحب دل حضرات کعبہ میں جانے کے مشتاق ہیں لیکن ایک میں بے دین ودل آدمی ہوں جو کوچہ محبوب میں داخل ہونے کا مشتاق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس معشوق کے عشق میں میں اپنا دل اور دین گنوا بیٹھا ہوں میرا سارا سرمایہ اسی کے کوچے میں بیٹھ کر ان کے دیدار کرنے میں ہے۔ یہی کوچہ میرا سب کچھ ہے اسی میں میرا محبوب ساکن ہے جو میرے دین کو لے کر گیا ہے اور میرے دل کو بھی مجھ سے چھین چکا ہے۔ کعبہ کو خالی تن بدن لے کر کیسے جاؤں نہ اس میں دل ہے اور نہ دین جب کہ یہ دونوں میں معشوق کی نذر کر چکا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ کعبہ میں صاحب دین اور صاحب دل ہی تو جاتے ہیں۔ جہاں میرا دین ہے ادمیرا دل میں وہی جاؤں گا اور وہ ہے کوی یار اور یہی میرا کعبہ ہے کیونکہ میرا دین دار اور میرا دلدار محبوب وہاں ہے عشق محبوب میں فنا اور محویت کا ذکر ہے جو اس سے پہلے بھی کئی غزلوں میں ہماری نظروں سے گذر چکا ہے۔ ماہمہ چشمیم وتو نورای صنم ☆ چشم بداز روی تو دورای صنم (سعدی)۔ بی تو بتان راچہ سرورای صنم ☆ بت کدہ رابی تو چہ نورای صنم ☆ یافتہ از روی تو موی تو ☆ دیر وحرم ظلمت ونورای صنم (مشتاق)۔ مقصد عاشقان یکی رہبر صادقان یکی ☆ ہمدم جنتیان یکی یار یکی سخن یکی ☆ پیر ومرید مایکی دیدہ ودید مایکی ☆ گفت وشنید مایکی یار یکی سخن یکی ☆ خواجہ دوسرا یکی فخر اصفیا یکی ☆ حضرت مصطفیٰ یکی یار یکی سخن یکی ☆ شاہ یکی سپاہ یکی یار یکی سخن یکی ☆ مہر یکی مہ یکی یار یکی سخن (سقا)۔ عزم آن دارم کہ مہا منت کنم ☆ جان ودل ای دوست قربانت کنم ☆ ساقی مجلس شوم ہر صبح وشام ☆ در شراب شوق مستانت کنم (شمس تبریزی)۔ حاجی وطوف حرم ماوسرکوی دوست ☆ کعبہ کجا ما کجا کعبۂ ما کوی اوست (انوار ہمدانی)۔

۷۔ خرقہ = درویشوں کا لباس۔ گدڑی۔ پرانا کپڑا۔ کپڑے کا ٹکڑا۔ مختلف ٹکڑوں سے سلا ہوا کپڑا۔ درویشوں کا جبہ جس کا استر مخمل یا سنجاب یا بھیڑ کی کھال کا ہوتا تھا۔ [درویش کو خرقہ پوش بھی کہتے ہیں۔ صوفی اور زاہد کو پشمینہ پوش بھی کہتے ہیں]۔ پشمینہ = اُون کا بنا ہوا ہر کپڑا۔ اُونی کپڑا۔ فرماتے ہیں اے جامی! اگر تمہارا جسم خرقہ میں گم ہو گیا تو

کیا ہوا جان لو کہ اس جامہ پشمینہ سے ایک بال کم ہوا۔ مطلب یہ کہ جب سے تم نے درویشی کا خرقہ پہنا ہے ریاضت و عبادت کی سختی و شدت سے تم اتنے ناتوان، نحیف اور لاغر ہو گئے ہو کہ اس لباس درویشی میں تمہارا جسم گھل گیا ہے اور تمہارا جسم دکھائی نہیں دیتا۔ سمجھ لو کہ تمہارے جسم کا دکھائی نہ دینا اس اُونی خرقہ سے ایک بال کے کم ہو جانے کے برابر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درویشی کا خرقہ پہن لینا خود کو گم کر دینا ہے یعنی درویشی و عاشقی اختیار کرنا اور اسکی ریاضت سے وابستہ لوازمات اور دیگر دینی اور روحانی امور کی آزمائشوں سے گذرنا خود کو کھونے اور اپنے جسم و جان کو گنوا دینا ہے گویا عاشقی اور درویشی اختیار کرنا جسم و جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے۔ دنیا و آخرت بہ نگاہی فروختیم ☆ سودا چنین خوش است کہ یکجا کند کسی (قصاب کاشانی)۔ قومی بہ جد و جہد گرفتند وصل دوست ☆ قومی دگر حوالہ بہ تقدیر میکنند (حافظ)۔ چرا در گریہ آوردی چو من آزردہ جانی را ☆ خراب از سیل کردی خانہ آبادان جہانی را ☆ نہ آنم کز صف مژگان خوبان روی گردانم ☆ توانم سرخ کرد از خون خود نوک سنانی را ☆ درین فکرم کہ رنگین قصہ خود را رقم سازم ☆ بخون دل نویسم سرخی ہر داستانی را ☆ نہ دارم بیش ازین طاقت کہ باشم پاسبان دل ☆ خداوندا بسر وقتم رسانی دلستانی را ☆ صبا گر یار از حال منت پرسد بگو دیدم ☆ در آتش از بت سوزندہ مشت استخوانی را ☆ خدنگ غمزہ خوردم از تو گم شد از میان ہوشم ☆ کہ میگیرم بہ دعویٰ ہر زمان ابرو کمانی را ☆ نظیری گفت چون دلدار آمد بر سرت واقف ☆ کجا بودی کہ امشب سوختی آزُردہ جانی را (واقف ہندوستانی)۔ از ضعف چنان شدم کہ بر بالینم ☆ صد بار اجل آمد و نشناخت مرا (افضل کاشی)۔

غزل ۱۱۰

چون نیست بختِ آن کہ کنم یکدم شوم ہمراہ تو.........

۱۔ جب میری یہ قسمت نہیں کہ میں ایک لحہ کیلئے بھی آپ کے ساتھ نہ رہوں
تو آپ غیروں سے بات کیجئے تاکہ میں. آپ کی آواز سنتا رہوں
۲۔ آپکی آنکھیں جب میری جان کی دشمن ہونگی تو ہونٹوں سے کہئے کہ وہ مسکرائیں
تاکہ جان پر کھیلنے والے اس عاشق کے لئے جان دینا آسان ہو جائے
۳۔ چاہتا ہوں آپ کا درد و غم کہوں لیکن میرا کوئی محرم نہیں
بخت مقبل سے گذارش ہے کہ وہ لحظہ بھر کیلئے مجھے آپکا ہمراز بنائے

۴۔ اے غمزہ زن ! ناز کر ناز اگرچہ میری جان ہی جائے
آپ کے ناز وانداز پر میری اور مجھ جیسے سینکڑوں عشاق کی جان قربان !
۵۔ سینکڑوں دل شکار کرتی ہے سینکڑوں رخنے جان میں ڈالتی ہے
جب تمہاری چشم شکار انداز غمزوں سے تیر مارتی ہے
۶۔ تم طائر قدسی ہو اور کسی کو تم پر دسترس میسر نہیں
ہم نے تو بس یونہی تمنی کا جال پھیلا دیا ہے کہ ادھر سے تمہاری اڑان ہو
۷ جوں ہی تم چہرے سے نقاب ہٹاتے ہو تو جامی بولنے لگتا ہے
تم گلشن حسن ہواور وہ تمہار بلبل سخن گو!

توضیحات غزل

ا۔ فرماتے ہیں چونکہ میرے نصیب میں آپ کے ساتھ رہنا لکھا نہیں ہے اس لئے میری گذارش ہے کہ آپ غیروں سے گفتگو جاری رکھیں تا کہ میں آپ کی آواز سن کر اپنے دل کی تسلی کرتا رہوں۔ عاشق محبوب سے دور ہے اور محبوب اسے اپنے قریب نہین لا رہا جو بیچارے عاشق کیلئے انتہائی بدنصیبی ہے لیکن دوری کے باوجود وہ محبوب سے پیوند ورابطہ رکھے بغیر نہیں رہ سکتا اور دور سے ہی اس کی باتوں سے اپنے کانوں کو فردوس برین اور نگاہوں کو جنت عیش بنانا چاہتا ہے۔ اور محبوب سے کہتا ہےکہ غیروں سے ہی سہی لیکن آپ گفتگو جاری رکھیں تا کہ میں آپ کی باتوں کے شہد سے دل کو زندہ رکھوں اور نگاہوں کو روشن۔ شعر میں ہر حال میں محبوب سے لگاؤ قائم رہنے کی تمنی کا اظہار ہے ؎ از ہمدم تو بہر تسلی خویشتن ☆ پرسم زمان زمان سخنان شنودہ را (حضوری قمی)۔ من امشب تاسحر گہ فکر آن دلدار میکردم ☆ حکایتہای اوی گفتم وتکرار میکردم (حسابی نظری)۔ باما سخنت نیست ولی بہر تسلی ☆ گویم بدل خود ز زبان تو سخنہا (جامی)۔ خوش آن ساعت کہ پیشش حال من گویند غمخواران ☆ نیارم طاقت وخود نیز حرفی درمیان گویم (شرف جہان قزوینی)۔

۲۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی آنکھیں دشمن جان ہیں لیکن آپکے ہونٹ دوست نما۔ اس لئے جب آپکی آنکھیں ہم پر حملہ آور ہوکر ہماری جان سے ہمیں محروم کریں گی تو آپ اپنے ہونٹوں کو اس وقت تبسم کرنے کو کہیں تا کہ آپ کے تبسم لب سے جان دینی ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے آنکھوں کی دلکشی جان لیوا اور ہونٹوں کی کشش جان بخش نہ سہی تو باعث خوشنودی خاطر ضرور ہے ؎ بہ ہر نگاہ تو صد خون اگر کنم دعویٰ ☆

زمانہ باہمہ خصمی گواہ من باشد (قدری شیرازی)۔ تا دشمن جان نرگس جادوی تو شد ☆ تا آفت دل چشم سخنگوی تو شد ☆ تن دردادم بہ کشتن ام کشدم ☆ این رشک کہ بیگنہ کشی خوی تو شد (قیدی شیرازی)۔ چہ تہمت براجل بندم زچشمت خوردہ ام تیری ☆ کہ آنم میکشد گر بعد صد سال دگر میرم (قراری گیلانی)۔ اگر چہ زان لب شیرین جواب تلخ دھند ☆ ولی بگاہ شکر خندہ جان شیرین اند (خواجو)۔

۳۔ فرماتے ہیں آپ کے کے درد وکرب کی داستان میں بیان کرنا چاہتا ہوں لیکن میرا کوئی محرم راز نہیں۔ اب بخت مقبل اگر نوازش کرے تو لحہ بھر کے لئے مجھے آپ کا ہمراز بنادے کہ میں اپنی حالت زار بیان کروں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا ہمراز نہیں جسے میں اپنے غم واندوہ سے واقف کروں کاش اے نصیب میری یہ سعادت ہوجائے کہ میرا محبوب ہی دم بھر کے لئے میرا ہمراز ہوجائے کہ جی کھول کر اسے اپنی حالت سناؤں۔ یعنی عاشق اسی محبوب کو اپنی حالت بتانا چاہتا ہے جس سے اسے یہ حالت نصیب ہوئی کیونکہ محرم راز کو سنا کر نہ خود کو رسوا کرنا چاہتا ہے اور نہ محبوب کی ناراضگی کا متحمل ہے۔ نصیحت کردن آسان است سرگردان عاشق را ☆ ولیکن باکہ می گوئی کہ نتواند پذیرفتن (حافظؒ)۔ از پرید نہای رنگ واز طپید نہای دل ☆ عاشق بیچارہ ہر جاہست رسوای شود (مولانا رومؒ)۔ عشق خود پیغام یاران رابہ یاران می برد ☆ درمیان عاشق ومعشوق قاصد کی رواست ☆ میان عاشق ومعشوق جنگ وغوغا نیست ☆ کدورتی اگر امروز ہست فردا نیست (صبری اصفہانی)۔ مشکل غمی است عشق کہ گفتن نمی توان ☆ این مشکل دگر کہ نہفتن نمی توان (ہلالی چغتائی)۔ عشق در سینہ کی نہان ماند ☆ لب خاموش میکند فریاد (سعید حکیم)۔

۴۔ فرماتے ہیں اے یار غمزہ زن! ناز کر، اگر چہ اس عمل غمزہ زنی سے میری جان بھی جائے گی۔ میری جان بھلا کیا چیز ہے میری جیسی ہزاروں جانیں آپکے ناز وانداز پر قربان۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے غمزے اگر چہ جان کش ہیں لیکن ان کی دلکشی اور ادائیں ایسی دل خوش کن ہیں کہ ہزاروں جان سے ان پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے ؎ تیر نازی زکمان خانہ ابروی نگارین ☆ جست وآما جگہش سینۂ ماشد چہ بجاشد (اخگر بختیاری)۔ دل بہ صد امید پیش غمزہ ات آوردہ ام ☆ آہ! اگر لائق نہ باشد تیر باران ترا (قراری گیلانی)۔ می خرامید بہ صد عشوہ واز بہر نثار ☆ جان ودل بود کہ برخاک رہش می بارید (فسونی تبریزی)۔ سعادتی است محبت، ولی زغمزۂ تو ☆ بدان رسیدہ کہ گردش نمیتوان گردید (ضمیری اصفہانی)۔ غمزہ تیز چنگ را جام عتاب پرمدہ ☆ گرم بہ خون من مکن چشم ستیزہ کاررا (ضمیری اصفہانی)۔ جان فدای خنجری کز آہن وفولاد نیست ☆ خود بریز از غمزہ خونم حاجت جلاد نیست (صرفی ساوجی)۔

۵۔ قدس = پاکیزگی۔ پاک۔ منزہ ہونا۔ پاکی۔ بہشت۔ جبرئیلؑ۔ طایر قدسی = بہشتی پرندہ۔ دسترس = پہنچ۔

رسائی۔قدرت۔توانگری۔جمعیت۔توانائی۔طاقت۔وہ جس تک ہاتھ پہنچے۔وہ جس کا حاصل ہو جانا آسان ہو۔ فرماتے ہیں اے محبوب! آپ تو بہشت کے پرندے ہیں اور میں زمین پر ساکن۔میری آپ تک رسائی کا امکان کہاں؟ ہاں بس ایک تمنا ہے ہوس ہے اور آرزو ہے کہ شاید کسی روز آپ کا میرے یہاں سے گذر ہو اور آپ میرے عشق اور میری محبت کے دام میں آجائیں۔مطلب یہ ہے کہ محبوب آسمان ہے اور میں زمین۔محبوب آسمانوں سے بھی پرے بہشت کے ساکن ہیں اور میں زمین کی پستیوں میں گزر بسر کرنے والا عاشق۔بھلا زمین و آسمان کے ملنے اور جنت کے طائر کا زمیں پر اترنے کا امکان کہاں۔این خیال است ومحال است وجنون! لیکن عشق محبوب کا کیا کیا جائے۔ان کو اپنانے کا خیال دام محبت کی صورت میں پھیلا تو دیا ہے میں نے، دیکھئے اس تمنیٰ کی تکمیل کب ہو میں تو اسی ہوس میں محبوب کا انتظار کروں گا۔شعر میں صبر وانتظار اور محبت کی ہوس اور تمنا کی انتہا کا اظہار کیا ہے۔آنان کہ روز ہجر تو دوزخ شمردہ اند☆ گویا ندیدہ اند شب انتظار را (احمد علی میرزا قاجار)۔جان برلب وتن درتب وبیم شب واز شوق ☆ بی وعدہ دلم منتظر دیدن یار است (ہدایت طبرستانی)۔نزدیک شد کہ مردم چشم بجای اشک ☆ در انتظار دوست بہ دامن روان شود (غبار ہمدانی)۔اگر چہ وعدۂ خوبان وفانمی داند☆ خوش آن حیات کہ در انتظاری گذرد (صائب)۔گرچہ می دانم نمی آئی ولی ہردم زشوق ☆ سوی در می آیم وہر سو نگاہی می کنم (ہدایت طبرستانی)۔جانم بلب رسیدہ و چشمم براہِ دوست ☆ بامرگ وانتظار عجب درکشاکشم (غبار ہمدانی)۔شوقم زبس کہ ساختہ امیدوار تو ☆ بی وعدہ انتظار بہر رہگذر کشم (کلیم کاشانی)۔کاش برگردی ازین راہ کہ ارباب امید☆ در گذر گاہ تو بہ حسرت نگرانند ہنوز (فروغی بسطامی)۔چنان بدیدنِ رُوی تو آرزومندم ☆ کہ گر بداُدن جان ممکن است خرسندم (افسردہ شیرازی)۔وصل تو گر در نفس آخر است ☆ از ہمہ عمر آن نفسم آرزو ست (آذر بیگدلی)۔

۶۔رخنہ = سوراخ۔عیب۔فساد، دریچہ۔دیوار میں سے جانے کا راستہ۔شگاف۔چاک۔نفوذ کرنا۔ناوک۔ ایک تیر خاص قسم کا۔تیر۔کھوکھلی لکڑی۔ناوکی تصغیر۔ایک چھوٹے تیر کی قسم جسے لوہے یا لکڑی کی غلاف میں ڈالتے ہیں۔یہ غلاف نلی کی طرح لمبی اور باریک ہوتی ہے اور اسے کمان سے پھینکتے ہیں تاکہ اس کا تیر دور تک جائے۔چکی کی نلی جہاں سے غلہ چکی میں ڈالتے ہیں۔آدمی کی پیٹھ کی لکیر۔اندر سے ہر کھوکھلی چیز۔فرماتے ہیں اے محبوب! آپ کی شکار کرنے والی آنکھیں جب غمزوں سے تیر چلاتی ہیں تو سینکڑوں دلوں کا شکار کرتی ہیں اور سینکڑوں رخنے ڈالتی ہے جان عشاق میں اور ان کو سوراخ سوراخ کر دیتی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کے غمزہ ہای چشم تیر انداز اور جان ستان ہیں دلوں کو شکار کرتے ہیں اور جانوں کو بھی۔یعنی اتنی رعنائی اور زیبائی ہے محبوب کی آنکھوں کی نگاہوں میں مژگانوں میں اور آنکھوں کے اشاروں میں کہ عاشق ان کی دل کشی کا تحمل نہیں کر پاتا اور اس کا

دل بلکہ اس کی جان بھی مجروح ہو جاتی ہے۔ غمزہ اش ہم جان ستان وناز او ہم جانستان ☆ دلبرن آمد و تاراج جانہا کرد و رفت (صرفی کشمیری)۔ احتیاج تیر و خنجر نیست پیش چشم او ☆ یک نگاہ چشم مستش کار قاتل کرد و رفت (ریاضی)۔ گر دلی از غمزۂ دلدار باری برد برد ☆ درمیان جان جانان ماجرائی رفت رفت (حافظ)۔ گر بریزد خون ما را غمزہ خونریز او ☆ خون خود را ما بہ چشم او بحل کردیم و رفت (استاد)۔ یک نگاہ تند باشد بس برای کشتنم ☆ تیغ او بی ہودہ خود را در میان انداختہ ☆ نوک مژگان چنان زدی بر دل ☆ کہ سرنیش تا جگر بنشست (خاقانی)۔ چشمش بہ تیر غمزہ خونخوار خیرہ کش ☆ شہری گرفت قوت بیمار بنگرید (سعدیؒ)۔ سیاہ غمزہ ات را در ہزیمت فتح می باشد ☆ شکست افتاد در دلہا چو برگردید مژگانت (کلیم کاشانی)۔ مژگان تو بہ خنجر تشبیہ کردہ شاعر ☆ مضمون تازہ ای نیست اما بہ دل نشیند (صائب)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے حُسن کو بے نقاب کرتے ہیں تو میں جامی آپکے حسن و جمال کا مدح گو بولنے لگتا ہوں۔ آپ تو حسن و جمال کے پرگل و شگوفہ ایک گلشن ہیں اور میں اس باغ حسن کا بلبل ہوں بھلا خاموش کیسے رہ سکتا ہوں۔ آپ کے ہی حسن و جمال نے مجھے مدح خوان اور شاعر بنادیا۔ تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم (غنی)۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے حسن و جمال کو دیکھ کر عاشق شاعر یا شاعر، عاشق خاموش نہیں رہ سکتا جس طرح سے باغ میں پھول دیکھکر بلبل چپ نہیں رہ سکتا۔ ہزار جہد بکردم کہ سرّ عشق بپوشم ☆ نہ بود بر سر آتش میسرم کہ نہ جوشم (سعدی)۔ نالہ را ہر چند میخواہم کہ پنہانی کنم ☆ سینہ می گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن ☆ در سینہ ندانم کہ چہ کرد آتش عشقت ☆ از نالۂ خود می شنوم بوی کبابی (یغمای جندقی)۔ در و دیوار من آئینہ شد از شدت شوق ☆ ہر کجا می نگرم روی ترا می بینم ☆ نادیدہ رخت عمری سودای تو ورزیدم ☆ فارغ ز تو چون باشم اکنون کہ رُخت دیدم ☆ ہر چند پنہان می کنم در سینۂ خود راز را ☆ گوید کہ من تنگ آمدم برکش ز دل آواز را (محوی استر آبادی)۔ سحر بر شاخسار گلستانی ☆ چہ خوش گفت بلبلی با باغبانی ☆ برآور ہر چہ اندر سینہ داری ☆ سرودی نالہ ای آہی فغانی (اقبالؒ)۔

غزل ۱۰۴

شاہ خُوبانی و ترکان ختا ہندوی تو ....

ا۔ آپ حسینوں کے بادشاہ ہیں اور ترکان ختا آپ کے غلام
آپ کا حلقہ گیسو سرکشوں کی گردن کا طوق ہے

۲۔جب سے آپ گئے ہیں سورج سونے کی رسی کو بٹ رہا ہے
کہ اس لاجوردی خیمے کو آپ کی لشکر گاہ پردے مارے
۳۔میں مانتا ہوں کہ مدعی آئینے کی مانند ایک روئین تن بن سکتا ہے
لیکن ایک لمحے کیلئے بھی وہ کہاں آپ کے روبرو کھڑا رہ سکتا ہے
۴۔چاند جو کبھی کبھی سونے کی کمان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے
اس آرزو میں رہتا ہے کہ آپ کے پہلو میں آکر بیٹھ جائے
۵۔میرا دل ایک تعویذ کی طرح دعاؤں سے پر ہے لیکن میری کیا مجال
کہ اپنی رگ جان سے اس تعویذ کو آپ کے بازو پر باندھ سکوں
۶۔عاشق کو قتل کرنے کیلئے آپ کیوں اپنے بازو کو کمان چلانے کی تکلیف دیتے ہیں
آپ کے گوشۂ ابرو کا بس ایک اشارہ ہی کافی ہے
۷۔میں آپ کا بندہ جامی سر سے پاؤں تک عشق ہی عشق ہوں' قبول ہو
یہ نامۂ شوق جسے ہوا اچانک آپ کی طرف لے آئے

توضیحات غزل

ا۔خوبان = خوب کی جمع۔معشوقوں کا گروہ ۔پسندیدہ۔خوبصورت۔جمیل۔خوبرو۔معشوق۔ترکانِ ختا = ختا کے ترک۔خطا یا ختا کے ترک باشندے جو خوبصورتی میں بہت مشہور ہیں۔ختا کا علاقہ شمالی چین کا علاقہ کہلاتا تھا۔خوبصورتی کی وجہ سے ترکان کا لفظ معشوق یا معشوقوں کے معنی میں استعمال ہوا (ترک= معشوق ۔ غلام۔ سپاہی۔ترکی آدمی۔ترکوں کی قوم۔ترک بن یافث بن نوح کی اولاد)۔ھندو= ھند یعنی ھندوستان اور واو کا حرف نسبت سے ہے جو خاص انسان کے لئے آتا ہے یعنی ھندوستان کے ملک کا۔ھندوستان سے منسوب اور خاص کر ھندو اس شخص کو کہتے تھے جو اپنے قدیم آبائی مسلک یعنی مسلک برھمائی پر قائم تھا۔پاسبان۔نگہبان۔غلام۔چور۔ راہزن۔ڈاکو۔کالا۔نوکر۔زُلف (مجازی معنی میں) جیسے زُلفِ ھندو= معشوق کی سیاہ زلفیں۔معشوق کے چہرے کا خال (مجازی معنی میں) کافر (مجازی معنی میں) غالباً چور، ڈاکو اور رہزن بھی مجازی معنی میں ہے۔سرکش= باغی۔ مغرور۔نافرمان۔گردن کش۔قدیم موسیقی کی ایک راگ کا نام۔ایک مطرب کا نام جو خسرو دوم بادشاہ ایران کے زمانے میں تھا اور شاہی مطربوں میں سے تھا۔کہتے ہیں کہ سرکشِ جوانی کے اوائل میں اوّل درجے پر فائض تھا اور حسد کی

بنا پر شاہی دربار کے ایک موسیقی دان باربد کو بادشاہ کی قربت سے دور رکھتا تھا لیکن باربد نے موقع پا کر اپنی آواز کو خسرو کے کانوں تک پہنچا دیا اور بادشاہ کا مقرب گویا بن گیا۔ طوق = گلے کا حلقہ۔ گول پٹہ۔ گردن بند۔ کبوتر یا فاختہ وغیرہ کے گردن کے ارد گرد گول خط۔ وہ جو کسی چیز کے گرد کا احاطہ کرے۔ حلقہ = گھیرا۔ گول دائرہ۔ احاطہ۔ مجمع۔ مجلس۔ پیہ۔ ہر گول اور دائرے کی شکل کی چیز جس کا درمیان خالی ہو جیسے انگوٹھی کا حلقہ۔ دروازے کا کڑا یا حلقہ۔ دائرہ۔ زرہ۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ حسینوں معشوقوں اور خوب چہروں کے بادشاہِ مطلق ہیں اور خطا کے معشوقان و خوبرویان ترک آپ کے غلام ہیں۔ سرکش اور نافرمان و مغرور لوگ جو کسی کے آگے خم نہ ہوتے تھے انہوں نے اپنی گردنوں میں آپ کے گیسوؤں کا حلقہ ڈال کر آپ کی اطاعت قبول کرلی ہے اور وہ رام ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی حسن ہے وہ آپ کا غلام ہے آپ کا مطیع ہے اور فرمان بردار اور حسن کل کے شہنشاہِ مطلق آپ ہیں بلکہ آپ کے حسن و جمال کی مطلق بادشاہت کے آگے وہ سرکش و باغی حسن والے بھی سر خم کر کے آپ کی غلامی کا طوق گردن میں ڈال چکے ہیں جو اپنی خوبصورتی کے برابر کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے وہ آپ کے زلفوں کے پیچ و خم میں ایسے گرفتار ہو گئے کہ بس ہمیشہ کیلئے آپکے اسیر ہوئے۔ شعر میں محبوب کے حسن مطلق اور گیسوؤں کے خم و پیچ میں گرفتار ہونے کا ذکر ہے۔ شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دهنان ☆ کہ بہ مژگان شکند قلب ہمہ صف شکنان (حافظ)۔ ای ہمہ سمیبر ان سنگ تو بر سینہ زنان ☆ تلخکام از لب شیرین تو شیرین سخنان (جامی)۔ می طپد بہر تو در سینہ دل سیم تنان ☆ وی ہمہ سیم تنان سنگ تو بر سینہ زنان (آصفی)۔ ای بہ خون غرقہ تیغ نگہت غمزہ زنان ☆ سپر انداختہ پیش چشم تو ناوک فگنان (فیضی)۔ نہ تنہا روی شہر آشوب دارد ☆ بت من ہر چہ دارد خوب دارد (تاراج اصفہانی)۔ چگونہ با تو نکویان کند دعوی حسن ☆ ہزار خار کجا می رسد بپای گلی (آزاد نور بخش)۔ جای آنست کہ شاہان ز تو شرمندہ شوند ☆ سلطنت را بگذارند و بہ تو بندہ شوند (ہلالی چغتائی)۔

۲۔ خیمۂ فیروزہ = کنایہ ہے آسمان سے [خیمہ کی رعایت سے آسمان کو خیمہ ازرق، خیمۂ دہر، خیمۂ رُوحانیان، خیمۂ زنگاری، خیمۂ فیروزی رنگ، خیمہ کبود بھی کہا جاتا ہے]۔ فیروزہ = پیروزہ کا معرب ہے اور یہ ایک نیلے رنگ کا مشہور جواہر ہے جس کی کان نیشاپور میں ہے۔ نیلے رنگ کی رعایت سے آسمان کو خیمۂ فیروز یا خیمہ فیروزہ کہا گیا ہے۔ طناب = خیمہ کی ڈوری۔ رسی۔ پھانسی۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! جب سے آپ چلے گئے ہیں سورج سونے کی رسی بٹ رہا ہے کہ وہ آپ کے خیمے پر اس نیلے رنگ کے آسمان کو دے مارے۔ شاعر نے گویا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ محبوب اردوگاہ میں ایک بادشاہ کی حیثیت میں (اوپر کے شعر میں شاہ خوبان کی رعایت سے) خیمے میں تھے اور اب وہ وہاں سے چلے گئے ہیں ان کے جانے سے پورے علاقے کی رونق ختم ہو گئی ہے اور سارا ماحول

زوال پذیر ہو چکا ہے۔ سورج کی روشنی بھی مدھم پڑ چکی ہے اور اب سورج اپنی زریں شعاعوں کی رسی بٹ رہا ہے تا کہ آسمان کو، اس غم میں، زمیں پر لشکر گاہ میں واقع محبوب کے خیمے پر، جو محبوب کے جانے سے خالی پڑا ہے، دے مارے اور اس طرح سے قیامت آ جائے۔ اس شعر میں بیک وقت محبوب کی جدائی سے پیدا ہونے والا ماحول بیان کیا گیا ہے یعنی سورج کا ماتم، محبوب کا فراق اور قیامت۔ یعنی محبوب نظروں سے کیا دور ہوا ہے قیامت آ گئی ہے نہ سورج کی روشنی میں دم خم ہے اور نہ ہی فضا روشن۔ دراصل شاعر خود محبوب سے مہجور ہے جدائی کی ظلمت میں مبتلا ہے اس لئے وہ اپنے قوت بیان سے اپنی حالت بیان کر رہا ہے کہ اس کے دل پر کیا بیت رہی ہے اور باہر ماحول بھی کس قدر ظلمت زدہ ہے۔ نہ تنہا مبتلا جان را بہ ہجران ساختی رفتی ☆ عجب شوری در اقلیم دلم انداختی رفتی ☆ دلم دور از شکیبائی تنم را کو توانائی ☆ مگر دکان صبر و طاقتم را تاختی رفتی ☆ بہ تیغم نیم جان بسمل آسا فقد دل از کف ☆ زدی بردی و کشتی تاختی انداختی رفتی (تحسین)۔ چہ بد کردم کہ بازم از نظر انداختی رفتی ☆ زہجران روز من تاریک از شب ساختی رفتی ☆ نہ کردی رحم بر حالم تغافل کردہ بگذشتی ☆ دل دیوانہ ما را بہ آتش سوختی رفتی ☆ مروت این چنین عاشق نوازی آن چنان باشد ☆ باین روزم رساندی بیوفا انداختی رفتی ☆ چہ رنگین است دست پر نگارت آفرین بادا ☆ زدی بستی شکستی سوختی بگداختی رفتی ☆ تو بر بی خان و مان فائز نکردی رحم ای جانان ☆ خدنگ تیر مژگان را بر و بر دوختی رفتی (فائز)۔ شب فراق تو بتسلیم گردون ☆ چراغ ماہ بدست از پی سحر میگشت (اختری یزدی)۔ سیہ روزان ہجران را چہ حاصل بی تو از ہجران ☆ کہ روز تیرہ را خورشیدی باید نہ کو کبہا (ہلالی چغتائی)۔

۳۔ روئین تن = مضبوط جسم کا۔ محکم۔ استوار۔ طاقتور اور محکم بدن کا جس پر کسی اسلحہ کا ضرب کارگر نہ ہو۔ اسفندیار کا لقب جو ایرانی پہلوان اور بادشاہ ایرن گشتاسب شاہ کا بیٹا تھا۔ اسفندیار کو رستم نے مارا تھا۔ مدعی = دعویٰ کرنے والا۔ چاہنے والا۔ درخواست کرنے والا۔ دھوکہ باز۔ دشمن اور رقیب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ روئین = دھات۔ پیتل۔ کانسی۔ لوہا وغیرہ کی چیز۔ آئینہ لوہے یا دھات سے بھی بنتا ہے اسی رعایت سے مولانا جامی فرماتے ہیں اگر رقیب آئینے کی مانند ایک محکم اور شفاف چیز بھی بن جائے تو وہ کہاں اے محبوب آپ کے سامنے ایک لحہ کیلئے بھی ٹھہر سکتا ہے۔ مولانا جامی نے اس شعر میں خود آئینے کو محبوب کا رقیب کہا ہے کہ اگر رقیب آئینہ بھی ہو جب بھی وہ محبوب کے حسن و جمال کے آگے مقابل میں آنے کی جرأت کر نہیں کر سکتا آئینہ میں بھلا وہ استعداد، صفات اور حسن و جمال کی رعنائیاں کہاں؟ وہ تو فقط ایک سایہ ہے اور محبوب کا جمال ایک حقیقت۔ سایہ اور تصنع کہاں اور اصل وحقیقت کہاں؟ تو ہم در آئینہ حیران حسن خویشتنی ☆ زمانہ ایست کہ ہر کس بہ خود گرفتار است (آصفی کرمانی)۔ باچنین چہرہ کہ امروز تو آراستہ ای ☆ ہر کہ آئینہ بدست تو دہد دشمن تست (فارغ)۔ تو در آئینہ نظر

کن کہ چہ دلبری ولیکن ☆ تو چو خویشتن بینی نگہت بہ مانہ باشد (سعدیؒ)۔ رفتہ رفتہ آب شد آئینہ از شرم رخش ☆ چون نہ گرددآب آخر سدّ اسکندر بنود (فارغ)۔

۴۔ فرماتے ہیں چاند، جو گاہ بہ گاہ سونے کی کمان کی شکل میں نکلتا ہے، آپ کے پہلو میں بیٹھ جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ سونے کی کمان سے مطلب ہے ہلال۔ اور مولانا جامیؒ نے محبوب کے ابرو سے اسے مشابہ کیا ہے جس نے اسے اتنا خوبصورت اور دلکش پایا کہ محبوب کے پاس بیٹھنے کی آرزو کی۔ شعر میں محبوب کے ابرو کو ہلال سے بھی زیادہ خوشنما اور دلکش و دل رُبا ہونے کا بیان ہے۔ آنجا کہ ابروی تو نماید ہلال را ☆ چون ناخن بریدہ بریز زمین کنند (طالب)۔ آن کہ نتواند سیاہی راسفیدی فرق کرد ☆ کی ہلال عید را نسبت بہ ابرو مید ہد (مخلص)۔ شاہ بیت ابروی جانان بلند افتادہ است ☆ این دو مصرع در بیاض آفتاب و ماہ نیست (کافی)۔ ابروت دید و شد نہان مہ عید ☆ بہتر از خود نمی تواند دید (قیصری قمی)۔ اگر بر آسمان رفت است ماہِ نو بہ یکتائی ☆ بہ نون قوسی ابروی یار من نمی ماند (شفیعائی اثر)۔ ماہ نو جلوہ اگر کرد تو ابرو بنما ☆ می تواند اد بہ شمشیر جواب شمشیر ☆ بجز طاق دو ابرویش در آفاق ☆ ندیدہ ہیچکس ہم جفت و ہم طاق (ہلالی چغتائی)۔

۵۔ فرماتے ہیں تعویذ کی طرح میرا دل دعاؤں سے پُر ہے اور اسے اپنی رگ جان سے آپ کے بازو پر باندھنا چاہتا ہوں لیکن میری یہ مجال کہاں؟ (ضمناً مولانا جامی کے زمانے میں بازو پر تعویذ باندھنے کو نہ صرف جائز جانا تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے اچھا خاصا رواج بھی تھا)۔ شعر میں کمال حسرت و مایوسی کا اظہار ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرا دل تعویذ کی مانند محبوب کے حق میں دعاؤں سے لبریز ہے اور دل میں اپنی رگ جان سے محبوب کے بازو پر باندھنے کی آرزو رکھتا ہوں یعنی محبوب کی خدمت میں نذرانے کے طور پر پیش کر کے اپنی آرزو کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں لیکن میری کہاں یہ طاقت؟ محبوب کہاں مجھے خدمت میں آنے کی اجازت دیں گے اور پھر تحفۂ دل پیش کرنے کو وہ کہاں قبول فرمائیں گے کاش ایسا ہوتا اور دعاؤں سے بھرا اپنا دل میں ان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پاتا۔ گر بمیرم منما چہرہ بہ من روز وصال ☆ حسرت روی تو حیف است کہ از دل برود (عرفی شیرازی)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا بمیرد (امیر خسرو)۔ ہر کسی را سر چیزی و تمنای کسی است ☆ ما بہ غیر تو نداریم تمنای دگر (سعدی)۔ یکبار برانداز نقاب از رخ رنگین ☆ تا دل بہ تو بخشیم و خرد بر تو فشانیم (سنائی غزنوی)۔ خواہم کہ چو پیراہن گل فرسایت ☆ در جامۂ جان کشم قد عنایت ☆ گہ بوسہ زنم چو آستین بر دستت ☆ گہ سر بنہم چو دامن اندر پایت (فدائی لاہیجانی)۔

۶۔ ساعد = کلائی۔ انسان کا بازو۔ پرندہ کا شہپر۔ مددگار۔ یاور۔ بازو بند۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! عاشق

کو قتل کرنے کی خاطر آپ کیوں اپنے بازو کو کمان چلانے کی زحمت دیں گے۔ اسے قتل کرنے کے لئے بس آپ کے ابرو کا ایک اشارہ کافی ہے۔ ضمناً کمان کو ابرو سے مانند کر دیا ہے اور جس طرح سے کمان سے تیر نکلتے ہیں اسی طرح ابرو کے تلے مژگانوں کے تیر نکلتے ہیں۔ فرماتے ہیں آپ کے ابروی چشم کے ایک اشارے سے عاشق کو قتل کیا جاسکتا ہے آپ کیوں اپنے بازوؤں کو کمان سے تیر چلانے کی تکلیف دے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے کمان ابرو کا بس ایک غمزہ یا ایک اشارہ جان لیوا ہے۔ یہ اشارہ تیر کی مانند کارگر ہے دل و جان عاشق میں۔ غمزہ درد وران حسنت کامرانی میکند ☆ فتنہ در ایام عشقت یکزمان بیکار نیست (رضائی کاشی)۔ در آستین نگاہت ہزار خنجر ناز ☆ برای کشتن اہل نیاز پنہان است (رضائی کاشی)۔ زخدنگ غمزہ عاشق چوز پا فتادہ باشد ☆ چہ خیال کردہ باشد چہ قرار دادہ باشد (رشکی ہمدانی)۔ غمزہ را جان فرمایہ نیامد بہ نظر ☆ ورنہ بیچارہ دلم گوش بفرمان تو داشت (حزنی اصفہانی)۔ کشیدہ غمزہ او تیغ و من فتادہ بہ عجز ☆ چو مجرمی کہ دم قتل زینہار کند (حاتم کاشی)۔ غمزہ اش قطع حیات ہمہ کس کرد و کنون ☆ چشم برزندگی خضر و مسیحا دارد (حاتم کاشی)۔ می کشی تیغ کہ سازی دل ما را بہ دو نیم ☆ تیغ بگذار کہ یک غمزہ تمام است این جا (جامی)۔

۷۔ فرماتے ہیں میرے محبوب یہ نامۂ شوق اگر اتفاقاً یعنی ہوا آپ کی طرف لے آئے تو مجھ سراپا شوق جامیؒ جو آپ کا غلام ہے' کی طرف سے اسے قبول فرمائیں۔ نامۂ شوق سے مراد یہی نعتیہ غزل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انتہائی عشق و محبت میں اے میرے محبوب میرے دل سے یہ مدحیہ اشعار پھوٹ رہے ہیں آپ انہیں قبول فرمائیں گے تو یہی میری سعادت و خوش بختی ہوگی اور آپکی قبولیت محض آپ کا کرم اور آپ کی رحمت۔ تو آسمانی و من خاکی و ظلم چو غبار ☆ غبار نیست عجب گر برآسمان برسد ☆ گر اشتیاق نویسم بوصف راست نیاید ☆ کز اشتیاق چنانم کہ تشنہ ماءِ معین را (سعدیؒ)۔

غزل ۱۰۹

چون بہ مسجد بنیمت ای قبلہ من روی تو............

۱۔ جب مسجد میں آپ (اے کہ میرا قبلہ آپ کا چہرہ ہے) کا دیدار کرتا ہوں (یاد یہ رہوگا)
تو چاہتا ہوں میرا منہ آپ کے ابرُو کی طرف اور پیٹھ محراب کی طرف ہو
۲ نماز میں دل آپکی طرف لگا رہتا ہے اور منہ قبلے کی طرف
واہ! کیا ہی اچھا ہوتا اگر میرا منہ بھی آپ ہی کی طرف ہوتا

۳۔ مسلمانوں کو بخش دیجئے اور یہ مت دیکھئے کہ ہر طرف عبادت گذاری کی صفوں کی صفیں آپکے غمزۂ جادو سے درہم برہم ہوگئیں

۴۔ آپکا چہرہ نظروں کے سامنے ہے جبکہ سجدہ دوسری جگہ پر کررہاہوں آپ کے چہرے کی شرم سے سر نہیں اٹھا سکتا

۵۔ لوگ ہر طرف تسبیح خوانی اور دعاؤں میں مشغول ہیں میں پوشیدہ طور پر اپنے ساتھ آپکی گفتگو کرتارہتا ہوں

۶۔ مؤذن کے قد قامت کی صدا دھیمی پڑگئی جب اس نے آپ کے اونچے قد اور آپکی قامت دلجو کی صورت دیکھی

۷۔ جسے دیکھئے کسی نہ کسی جگہ عبادت کاچہرہ زمین پر جھکاتا ہے لیکن جامی ہے اور اسکا زرد چہرہ اور آپ کا قامت دل نشین!

توضیحات غزل

ا۔فرماتے ہیں اے محبوب کہ آپ کا چہرہ ہی میرا قبلہ ہے جب بھی آپ کے دیدار مجھے نصیب ہونگے تو میرا چہرہ آپ کے چہرے کی طرف اور میری پیٹھ محراب کی طرف ہوگی۔اس شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کو مسجد میں دیدار سے منور کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے جو مسلمان کی عبادت گاہ اور معبود برحق سے براہ راست رابطہ اور تعلق پیدا کرنیکی پاکیزہ ترین جگہ ہے۔ہر مسلمان اپنے خالق حقیقی کی عبادت اوراس کے حضور نماز گذارنے کے لئے مسجد میں جاکراپنا چہرہ محراب کی طرف جو بیت اللہ شریف کی سیدھ میں ہوتا ہے کرتا ہے اور اللہ کو حاضر ناظر جان کراسی کے آگے سرکوزمین پر جھکاتے ہوئے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ظاہر اور باطن دونوں صورتوں میں مسلمان کی نماز اللہ کی طرف اور اللہ کیلئے ہے اور اسی کی طرف محراب مسجد کی سیدھ میں چہرہ کرکے عبادت کرتا ہے۔لیکن مولانا جامیؒ جیسا کہ ہم پہلے بھی دیکھ چکے،اپنے محبوب حضرت رسول اکرمؐ کی محبت اوران کے عشق کی غایت میں مرتبہ محویت پر تھے۔اوراس مقام پرانہیں ہرطرف جلوۂ رسول معظمؐ ہی نظرآتا تھا۔چنانچہ اس غزل میں شدت عشق اور غلبہ محویت تمنای رسول سے مسجد میں بھی جہاں صریحاً اللہ تعالیٰ 'جورسول اللہؐ کا بھی خدا ہے' کی عبادت کی جاتی ہے۔مولانا جامیؒ رسول اللہؐ کی طرف ہی اپنا چہرہ کرکے اور محراب کی طرف پشت کرکے اپنی عبادت انجام دینے کے خیال کا اظہار کررہے ہیں۔یہ بہرحال عشق کی منزلیں ہیں اوران کے بارے میں تصوف کی کامل معرفت اور

عرفان کی مکمل شناسائی اُس شخص میں ضرور ہونی چاہئے جو مولانا جامیؒ کی اس درجہ فنائیت فی عشق الرسولﷺ یا مقام فنافی الرسولﷺ پر کوئی رائے قائم کرنا چاہئے یا اپنے خیالات و تصورات کا اظہار کرنا چاہئے۔ زیرِ نظر شعر میں مولانا جامیؒ نے رسول اکرمﷺ کی ذات اقدس سے عبادت کی حد تک اپنے عشق کا اظہار کیا ہے کہ اگر مسجد میں بھی جہاں اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، میں رسول اکرمﷺ کا دیدار کروں تو وہاں بھی ان ہی کے روی مقدسﷺ کی طرف اپنا رخ موڑ کر اور محراب کی طرف پشت کر کے عبادت کروں گا۔ بر آستان توام در جہان پناہی نیست ☆ سر مرا بجز این درحوالہ گاہی نیست (حافظ)۔ باتو دارم نظری از تو چہ پوشم ای ماہ ☆ عاشق روی توام از تو چہ پنہان دارم (واحدی)۔ سیٔ چھیٔ حبیب پاک ذات شداز طفیلش کائنات ☆ لوح وقلم ییٚمہٕ دوہہ تہٕ رات ازعرش تاتحت الثریٰ ☆ تمیٚ اوس ختم المرسلین ییٚلہٕ اوٗس آدم ماہ وطین ☆ فرمان برانش اجمعین مُلک وملک ارض وسماء ☆ تمیٚ ڈیٗوٹھ سیٔ دیوانہ گواز خانمان بیگانہٕ کوٗر ☆ تمہس پتہٕ دیوانہ کوٗدگتھ ،کرِنہٕ تتھ صبح ومسا (غلام الدین کشمیری)۔ کعبک حقیقت مصطفیٰ تہندی حقیقت چھیٔ خدا ☆ ابرس اندر یتھہٕ مہر وماہ احمد احد آمت چھُ ضم ☆ مُورَا و اُچھی وُچھ روبہٕ رُونور نبی چھیٔ سوٗ بہٕ سُوٗ ☆ جلوہٕ تھُند چھیٔ مُو بہٕ مُواَدِ تی گوٗ ھکھ پیٚلہ درحرم ☆ دِتھ نوراوٗس سیٔ آفتاب آدم وُنہٕ اوٗس رَبٕ تہٕ آب ☆ حواز نابودی بہٕ خواب جبریل وُنہٕ اندر عدم ☆ حُب آوٗھس کوٗس لوٗب محبوب پٔنُنی کوٗرنہٕ خوب ☆ دَوٗنٔی جہانن سیٔ چھُ شوٗب سیٔ چھیٔ رسول محتشمﷺ ☆ آئینہٕ نورک سی کوٗرُن زاتھی پٔنٕز تمہٕ منز ڈوٗچھنی ☆ کانسہٕ دوٗنٔ نہٕ دراوٗن وٗ وندس وُچھکھ نوٗرِ قدم (قدیر کشمیری)۔ کرٕ وٗن اوٗسس گنج کتمانی ☆ نوٗن دراوتس۔کٔنی در بازار ☆ ہیٚون چھنہٕ نوٗن بوزمن رآنی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بٲنی کار ☆ موتک پرٕدھتھ زِندٕ پنہانی ☆ تازٕ چھِ نیٚندٕ رتاز بیدار ☆ خلوتہٕ اُندرٕ ےجلوٕ ہاوٗنی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بٲنی کار ☆ ابرٕ پتہٕ آفتاب ہتھ آسانی ☆ فاش نتہٕ گاش چھس پٲداوار ☆ سیٔ تھِی مخفی تہٕ ہیہہ اعلانی ☆ سہٕ چھُ لاثانی بٲنی کار (نادم کشمیری)۔ خوداہ عاشق چھُ برروی محمدﷺ ☆ چھُ عالم زِندٕ از بوی محمدﷺ ☆ چھُ پوٚری پٲٹھی عشقہٕ والین عاشقن کیٚوت ☆ زِ محراب قوس ابروی محمدﷺ ☆ تہندی آفتابک گہہ چھُ ہر سو ☆ پرٕ زن ھرجاچھُ لولوی محمدﷺ (قدیر کشمیری)۔ آو درجلوٕ شاہد وحدت ☆ ازمیان دراو پرٕدہ کثرت ☆ وحدتن تھاوٗنہ دوٚیی درکار ☆ از چھ معراج احمدِ موختار ☆ اللہ اللہ! حبیب تے محبوب ☆ معنی یس متو کنٔی اتھ محسوب ☆ یار گوو دوست دوست زاتھن یار ☆ از چھ معراج احمد موختار (درویش قادری)۔ حق جلوہ گر زطرز بیان محمدؐ است ☆ آری کلام حق بزبان محمدؐ است ☆ آئینہ دار پرتو مہر است ماہتاب ☆ شان حق آشکار زشان محمدؐ است ☆ دانی اگر بہ معنی لولاک واری ☆ خود ہرچہ از حق است از آن محمدؐ است ☆ ھر کس قسم بدانچہ عزیز ست می خورد ☆ سوگند کردگار بہ جان محمدؐ است ☆ غالب ثنای خواجہ بہ یزدان گذاشتیم ☆ کان ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است (غالب)

۲۔نماز= تعظیم کے لئے سر جھکانا۔سجدہ۔مسلمانوں کی مخصوص عبادت جورات اور دن پانچ بار ادا کی جاتی ہے۔خدمت۔بندگی۔پرستش۔اطاعت۔عبادت۔نیاز۔عاجزی۔انکساری۔سجدہ ریزی۔جبہ سائی۔فرمان برداری[نماز فارسی لفظ ہے اور اس زبان میں بھی پہلوی سے آیا ہے پہلوی زبان میں یہ لفظ نماچ تھا یعنی جھک جانا]۔فرماتے ہیں نماز پڑھتا ہوں تو دل آپ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور چہرہ قبلے کی طرف۔کتنی اچھی بات ہوتی اگر چہرہ بھی آپ ہی کیطرف ہوتا۔نماز میں چہرہ کعبہ شریف کی طرف ہوتا ہے اور دل تو بہ ہر حال کعبہ شریف کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگائے رہتا ہے۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرا دل اے محبوب نماز میں بھی فقط آپ کی طرف مشغول رہتا ہے۔اب آرزو ہے کہ قبلے کی بجائے میرا چہرہ بھی آپ ہی کی طرف رہے تاکہ میری نماز مکمل طور پر بس آپ ہی کے لئے ہو جائے۔شعر میں اوپر کے شعر کے خیال کی تکرار ہے۔

۳۔فرماتے ہیں کہ محبوب! مسلمانوں کے گناہ معاف فرمائیں اور یہ نہ دیکھیں کہ آپ کے جادو آمیز غمزۂ چشم سے ان کی عبادت کی صفوں کے صف تتر بتر ہو گئے۔مطلب یہ ہے کہ آپ کے غمزہ چشم سے عبادت گذاروں کی عبادت میں خلل آتا ہے اور وہ عبادت کو چھوڑ کر آپ کے غمزوں کی کشاکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔شعر میں محبوب کے زہد و عبادت شکن غمزہ ہائے چشم کا ذکر کیا ہے ای مرگ برد کہ غمزہ او ☆ تا آمدن تو کار من ساخت (میلی ہروی)۔عشاق محال است کہ آسودہ نشینند ☆ گر تیغ جفا نیست خدنگ نظری ہست (مظہری کشمیری)۔شنیدم کہ چشم تو دارد گزندی ☆ ہمانا کہ افتادہ بر دردمندی (ابراہیم میرزا)۔ای خوش آن غمزہ کہ چون دست بہ یغما برد ☆ جان صد سوختہ خرمن بہ یک ایما برد (مخلصی سبزواری)۔غمزۂ غماز او رہزن عقل است و دین ☆ دیدۂ طناز او دشمن زہد است و دین (رجوی تبریزی)۔

۴۔فرماتے ہیں میرے محبوب! نظر میری تو آپ کے چہرے پر ہو اور سجدہ دوسری جگہ کی طرف، مجھے اس بارے میں شرمندگی ہے بلکہ آپ کے چہرے کے آگے تو میں شرمندگی کے مارے سر بھی نہیں اٹھا پاتا۔شعر میں اوپر کے شعر کے خیال کی تکرار ہے یعنی دوسرے مصرے کے خیال کی۔

۵۔فرماتے ہیں لوگ ہر طرف تسبیح و دعا میں مشغول ہیں اور میں پوشیدہ طور پر دل ہی دل میں آپکے ساتھ محو گفتگو ہوں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں پوری مدحیہ غزل میں مسجد کا ماحول قائم ہے۔اور یہ شعر بھی مسجد کے معمول کے سماں کا ترجمان ہے جہاں نماز سے پہلے یا بعد میں مسلمان دعا و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں۔مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ میری دعا و تسبیح مسجد مین بھی بس صرف آپ کو دل میں سما کر آپ سے باتیں کرنا ہے۔مطلب یہ ہے کہ میری عبادت صرف آپ کی یاد ہے۔با ما سخت دلی بہر تسلی ☆ گویم بدل خود ز زبان تو تنہا (جامی)۔من امشب تا سحر گہ فکر آن

دلدار میکردم ☆ حکایت ہای او میگفتم وتکرار میکردم ☆ زخودی رفتم وتا ساعتی بیہوش می بودم ☆ دگرمی جستم از جا نالہ ہای زار میکردم ☆ سرسودائی خودمی نہادم برسرزانو ☆ غم واندوہ دوری پیش وی اظہار میکردم (حسابی نظری)۔

۶۔آہنگ = آواز۔صدا۔الاپ۔کشش۔ساز کے آواز کی موزونیت۔قصد۔ارادہ۔توجہ۔روش۔طرز۔حوض کا کنارہ۔طویلہ۔شتر خانہ۔آدمیوں کی قطار۔عزم۔حملہ۔قیافہ۔لحن۔نوا۔طاق یا چھت یا ایوان وغیرہ کے خم۔ قد قامت = نماز میں کھڑے ہوتے وقت پوری اذان میں سے ایک جملہ ہے قد قامت الصلوٰۃ یعنی اپنے قد نماز کیلئے کھڑے کردیجے۔موذن = اذان دینے والا۔آمادہ کرنے والا۔قد = بالا۔قامت۔اندازہ۔بدن کی لمبائی۔ کسی چیز کو لمبائی یا چوڑائی میں چیرنا یا پھاڑنا۔جڑ سے کاٹ دینا۔جنگل کاٹنا۔کلام کومختصر کرنا۔قد وقامت۔بکرے کا چڑا۔(قد کا لفظ دال پر تشدید کے ساتھ ہے لیکن فارسی میں دال کا استعمال بلا تشدید ہوتا ہے) قامت = قد وبالا۔کنوئیں کا چرخہ۔فرماتے ہیں مسجد میں موذن کی آواز قد وقامت الصلوٰۃ کہتے وقت دھیمی پڑگئی جب اس نے آپ کا اونچا اور دل نشین قد وبالا کو دیکھا۔یعنی سب کے قد نماز کے لئے کھڑے ہوگئے لیکن آپ کا قد وبالا اور قامت دلربا دیکھ کر موذن اس قدر ششدر وحیران ہوا کہ قد قامت پڑھتے وقت حیرانی میں اسکی آواز سنائی ہی نہ دی۔شعر میں محبوب کے قد بالا اور قامت دلربا کی برتری اور خوشنمائی کا ذکر ہے۔شکوہ از عالم بالانتوان ورنہ مرا ☆ ساخت پامال جفا سروسہی بالائی (آزاد افغان)۔خودمگر آن سروخوش رفتار بر ما بگورد ☆ ورنہ مارا از فراقش طاقت رفتار نیست (آگاہ قاجار)۔بالا بلند عشوہ گرنقش باز من (سرو ناز من)۔کوتاہ کرد قصہ زہد دراز من (حافظ)۔ہر چہ زآن بالاتر استاد ازل خلقت نہ کرد ☆ برتر وبالاتر از آن قامت وبالای تست (وثوق الدولہ) ☆ موذن بیندار آن قد وقامت ☆ بہ قد قامت بماند تا قیامت ☆ دل قدِ تیر ابلای جان گفت بالاتر ازین نمی توان گفت (فرخی ساوجی)۔

۷۔فرماتے ہیں جدھر بھی (مسجد میں) نظر ڈالئے زمین پر اطاعت کیلئے جھکنے کو چہرے دکھائی دے رہے ہیں جامی کو دیکھئے کہ بس وہ ہے،اس کا زرد چہرہ ہے اور سامنے اس کے خیال میں آپ کا قد وقامت ہے یعنی جامی آپکے غم میں نڈھال ہے،چہرہ زرد ہو چکا ہے اور آپکے قد وقامت کے خیال میں حیران ومضطرب۔شعر میں محبوب کے غم اور عشق کی سختیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔مبارکباد ای دل باز در آتش نشستنہا ☆ عنان اختیار از دست بیدردی گسستنہا ☆ تو وآن پر شکستنہا وخونم در نگہ کردن ☆ من وصد خار حسرت ہر زمان در دل شکستنہا (حزبی اصفہانی)۔ ما وتو ھمدرد وہم داغیم ای مرغ چمن ☆ تو زگل می نال ومن از بیوفائی ہای او (حسابی نظری)۔زتاب گریہ در چشم نظر سوخت ☆ زسوز سینہ در آہم اثر سوخت ☆ نہ دیدم گردی از خاکستر خویش ☆ مرا بس کاتش غم بی خبر سوخت ☆ مگر از سوز داغی می خروشد ☆ کہ جانم نالہ مرغ سحر سوخت ☆ کہ تاب جلوہ حسن تو دارد ☆ کہ این آتش ملک

راہال و پر سوخت ☆ نگاھش در دل من آتش زد ☆ کہ تا خونابہ ام در چشم تر سوخت (زکی ھمدانی)۔ این است این
کہ خون دل از یک نظارہ ریخت ☆ این است این کہ در جگر الماس پارہ ریخت ☆ این است این کہ ساخت دلم پر
شرارِ غم ☆ این است این کہ روز ز چشم ستارہ ریخت (تقی کمرہ ئی)۔

غزل ۱۱۱

داری بہ جان من کمین اے من کمین ہندوی تو......

۱۔ آپ میری جان کی گھات میں ہیں اے کہ میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں
اگر آپ کی ایسی ہی عادت ہے تو اس عادت پر سینکڑوں جان قربان!
۲۔ کبھی بت خانے کے در پر تو کبھی خانقاہ کے حرم میں
غرض آپ کی تلاش میں ہمیشہ در بہ در پھرتا رہتا ہوں
۳۔ آپ کے تیر کے زخم سے میرے سینے میں سینکڑوں دریچے ہوجائیں
تاکہ آپ کے چہرے کے آفتاب کا ایک پَر تو ان سے اندر آجائے
۴۔ دن ہے تو چوبداروں کا ظلم' اور رات ہے تو پاسبانوں کا خوف
اے خدا! میں آزردہ جان آخر کب ان تک راہ پاؤں
۵۔ قیل و قال مدرسہ سے میں نے فوراً ہی منہ موڑ لیا
اب اس کے بعد میں ہوں اور گوشۂ میکدہ اور بس آپ کی گفتگو
۶۔ زاہد کی طرح کب تک بے سبب قبلے کی طرف رخ کروں
میرے لئے آپ کا خم ابرو ہی محراب اطاعت کے لئے کافی ہے
۷۔ جامی کب آپ کی خاک در سے یوں محروم رہتا
اگر اسے آپ کے کتوں میں کوئی آبرو حاصل ہوتی

توضیحات غزل

۱۔کمین = ادنیٰ۔ پست۔ کمتر۔ کمترین۔ کم۔ تھوڑا۔ دشمن کے ساتھ لڑنے کیلئے چھپ کر بیٹھنا۔ دشمن یا شکار کیلئے
جگہ پر چھپ کر بیٹھنے والے۔ کسی کی گھات میں بیٹھنے والے (کمین داشتن یا کمین کردن = گھات لگانا۔ شکار کے

لئے گھات میں بیٹھنا)۔ ہندو= سیاہ ۔غلام ۔نوکر۔ ہندوستان کے مُلک اور ہندو مذہب کا۔ ہند سے منسوب۔ پاسبان ۔چور۔رہزن ۔ڈاکو۔ ہندو مذہب کا جو قدیم برہمائی مسلک سے تعلق رکھتا ہو۔زلف ۔ معشوق کے رخسار کا خال ۔ملحد۔کافر۔فرماتے ہیں اے میرے محبوب کہ میں آپ کا غلام ہوں آپ میری جان کے تعاقب میں ہیں ۔اگر یہ آپکی عادت ہے تو اس ادا پر مجھ جیسی سینکڑوں جانیں قربان! یعنی آپ میری جان کے درپے ہیں ۔آپ کی ذات اس قدر دلربا ہے اور خوش صورت و پرکشش ہے کہ آپ کی ہر ہر ادا پر جان فدا کرنے کی آرزو جوش میں آجاتی ہے اور جب آپ پوری سامان طرازیوں کے ساتھ جلوہ نمائی کرتے ہیں تو عاشق کیلئے یہ آرزو تمنیٰ میں بدل جاتی ہے ۔میری جان کیا سینکڑوں جانیں بھی مجھ میں ہوں تو وہ بھی آپ کی جان لیوا اداؤں پر نثار! کارم امروز بہ بیدادگری افتادہ است ☆ کہ بہ ہر جا کہ نہد پای، سری افتادہ است (جعفر قزوینی)۔تو خوش بہ دشمنی جعفری ولی او ہم ☆ بہ این خوش است کہ ہمچون تو دشمنی دارد (جعفر قزوینی)۔ابنہا کہ می کنی بہ دل من سزای اوست ☆ کز دلبران شہر ترا برگزیدہ است (حالتی)۔رسیدہ جان بہ لب از شوقِ دیدار تو داعی را ☆ تو تا خواہی رسیدن بر سر او جان نمی ماند (داعی اصفہانی)۔تا در رخت زکی نظری کرد جان سپرد ☆ گوئی تمام عمر در این انتظار بود (زکی ہمدانی)۔ نہ گویمت کہ نہ بودند عاشقان، بودند ☆ ولیکن این ہمہ خون در جگر نداشت کسی (شانی تکلّی)۔

۲۔فرماتے ہیں بتخانہ ہو یا خانقاہ۔ ہر دروازے پر جا کر آپ کی تلاش میں رہتا ہوں اور در بہ در۔ بت خانہ سے مراد ہے ظاہر اور خانقاہ سے مراد باطن ہے مطلب یہ ہے کہ محبوب کی تلاش ہر جگہ کرتا ہوں خواہ وہ ظاہری صنم خانہ ہو یا باطنی مسکن قلب۔ظاہری دنیا ایک صنمخانہ ہے جہاں فطرتی مناظر میں بھی اور قدرت کے موجودات میں بھی اپنے محبوب کی تلاش کی جاسکتی ہے۔علامہ اقبالؒ نے بھی دنیا کو صنم خانہ کہا ہے ۔ صنمکدہ ہے جہان لاالہ الا اللہ ☆ یہ دنیا یہ بتخانہ چشم و گوش ☆ جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش (علامہ اقبالؒ)۔گویا تلاش و جستجو سے مقصد یہ ہے کہ محبوب عاشق کی نظروں سے اوجھل ہے اور وہ اسکے دیدار کی تمنیٰ میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور جہاں بھی اسے محبوب کے موجود ہونے کا پتہ ملتا ہے وہاں پہنچ جاتا ہے ۔ مقصود من از کعبہ و بتخانہ توئی تو ☆ مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بہانہ (ابواسماعیل ہروی)۔بجای قبلہ کنم سجدہ خاک پای ترا ☆ ملامت از نہ کنندم بہ بت پرستیدن (محسن شمس ملک آراء)۔ ہر سو کہ رفتہ ام بہ ہوای تو رفتہ ام ☆ ہر جا کہ بودہ ام بہ خیالِ تو بودہ ام (ہلالی چغتائی)۔من اہل زہد بُودم و پرہیز و خانقاہ ☆ در عشق تو کنون بہ ہمہ عمر کافرم (ھمای شیرازی)۔ہر شام کہ می خوابم بر یاد تو می خوابم ☆ ہر صبح کہ برخیزم از عشق تو برخیزم (صفائی نراقی)۔گہ رہ دیر و گہی راہ حرم می پویم ☆ مقصد دیر و حرم نیست ترا می جویم (ہاتف اصفہانی)۔

۳۔ناوک= تیر۔چھوٹا تیر۔ایک چھوٹے تیر کی قسم جسے لکڑی یا لوہے کی نلی میں ڈال کر کمان سے پھینکتے ہیں تاکہ دور

تک جا پائے۔ وہ نلی جہاں سے چکی میں جو یا گندم ڈالتے ہیں۔ آدمی کی پیٹھ کی لکیر۔ اندر سے خالی چیز یا کھلی چیز۔ فرماتے ہیں اے محبوب! میں اپنے سینے کو آپ کے تیروں سے دریچے جیسے بڑے سوراخ دیکھنے کا متمنی ہوں تا کہ ان دریچوں سے آپ کے آفتاب جیسے چہرے کی روشنی اندر آجائے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے نظروں کے تیروں سے اپنے سینے کو چھلنی دیکھنا چاہتا ہے کہ بالآخر رحم سے کام لے کر مجروح سینے کی طرف دیکھ لے گا اور رحمت کی اسی نظر سے میرے دل کا ظلمت خانہ منور ہو جائے گا۔ شعر میں محبوب کے ناوک وغمزہ یعنی نگاہوں کے تیروں سے مجروح ہو کر اسی راہ سے ان سے رحم پانے اور دیدار کی سعادت سے منور ہونے کی خواہش کا اظہار ہے۔ رنجہ بہ قتلم مساز خنجر دبنگر ☆ بلکہ مرادت بہ یک نگاہ بر آید (نقی کمرہ ای)۔ قربان شدن گردش چشم نقی را ☆ بہ نیست کہ از گردش ایام بمیرد؟ (نقی کمرہ ای)۔ غمزہ غارت گر نگہ خون ریز و مژگان پر ستیز ☆ ای نثاری با چنین بیداد نتوان زیستن (نثاری تبریزی)۔ بود ایمن ز خلل عافیت آباد دلم ☆ تو بہ یک چشم زدن خانہ خرابم کردی (میلی ہروی)۔ قربان آن کرشمہ عاشق کشم کہ دل ☆ تا ترک جان نہ گفت بہ سویش نظر نہ کرد (میلی ہروی)۔ ای مرگ برو کہ غمزۂ او ☆ تا آمدن تو کار من ساخت (میلی ہروی) ☆ امید من بہ تو از غایت محبت است ☆ وگرنہ از تو کسی را امیدواری نیست (قیدی شیرازی)۔

۴۔ چاووش = لشکر اور کاروان کے آگے آگے چلنے والا۔ قافلے کا نقیب۔ قافلے کے آگے چلنے والا یا زائرین کے آگے آگے چلنے والا اور آواز دینے والا۔ حاجب۔ چوبدار۔ بادشاہوں کا غلام جو سونے یا چاندی کی لاٹھی لے کر آگے دوڑے۔ فرماتے ہیں کہ دن کو محبوب کو دیکھنے کی تمنا میں جاتا ہوں تو ان کا چوبدار ظلم وستم کر کے بھگا دیتا ہے۔ رات کے وقت جاؤں تو ان کا محافظ آگے نہیں جانے دیتا۔ آخر اے خدا! میں آزردہ وغمناک اور محزون ومظلوم آخر کب محبوب تک پہنچ پاؤں گا۔ مولانا جامیؒ کا محبوب بادشاہ ہے اور ایک عام عاشق آسانی سے ان تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اسی لئے مولانا جامیؒ نے چوبدار اور پاسبان ومحافظ اور نگہبان کی بات کی ہے جو اسے محبوب کی بارگاہ تک آنے نہیں دیتے اور اس لئے حسرت دیدار کے ہاتھوں بیقرار ہو کر فریاد کرتا ہے کہ آخر کب ان کے دیدار کی سعادت نصیب ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ آخر محبوب کب تک ظلم وستم کو مجھ پر روا رکھ کر مجھے اپنے دیدار سے محروم رکھیں گے۔ میں تو ظلم برداشت کر رہا ہوں لیکن ان کے دیدار کی سعادت دور سے دور تر ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ ہر کسی را بر گرفت از خاک رہ دامن کشان ☆ چون بہ خاک من رسید از ناز دامن بر گرفت (جعفر قزوینی)۔ شب ہجر عاشقی را کہ اجل رسیدہ باشد ☆ بہ چہ درد مردہ باشد کہ ترا ندیدہ باشد (رشکی ہمدانی)۔ بادل پر درد عمری شد کہ محروم از درش ☆ می روم ہر روز و می گویم کہ فردا بینمش (رضائی رازی)۔ چہ از وفا کہ نہ کردم چہ از جفا کہ نہ کردی ☆ مگو کہ با تو چہ کردم بگو کہ چہ ہا کہ نہ کردی (صرفی ساوجی)۔ ز غم کسی ہلاکم کہ ز من خبر ندارد ☆ عجب از محبت من کہ در او اثر

ندارد (صرفی ساوجی)۔ راہم درون باغ تو دربان نمی دہد ☆ گلگشت را بہانہ کن و پیش در بیا ☆ مفرست سوی من خبر خویش کامدم ☆ من میروم ز خویش تو پیش از خبر بیا (عیسیٰ ساوہ ای)۔ بجرم عشق تو ام میکشند و غوغائی است ☆ تو نیز برلب بام آ کہ خوش تماشائی است (رحیمی بہارلو)۔

۵۔ قیل وقال = بحث و گفتگو۔ بات چیت۔ آپس کی تقریر۔ مباحثہ۔ داد و فریاد۔ گفت و شنید۔ شور و غل۔ میکدہ۔ شراب خانہ۔ جہاں شراب بکی اور پی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں مدرسہ میں خالی اور بے مغز مباحث سے میں فوراً ہی دل برداشتہ ہو گیا اور تب سے میں میکدہ کے گوشے میں بیٹھا ہوں اور آپ کی گفتگو میں مشغولیت اختیار کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدرسے میں فقط عملی مباحث اور دلائل و استدلال اور منطق و براہین اور فلسفے کی موشگافیوں کی بھول بھلیاں ہیں جن سے عشق کی طرف صحیح رہنمائی نہیں ہو پاتی اس لئے میں نے براہ راست میکدۂ دل سے معرفت و حقیقت کا راستہ مرشد معرفت کی راہنمائی میں پا لیا اور تب سے کسی شک و شبہ کے بغیر بس محبوب کے عشق و عرفان کو اپنا لیا ہے اور محبوب کے ساتھ لو اور توجہ لگی رہتی ہے۔ عنان بہ میکدہ خواہم تافت زین مجلس ☆ کہ وعظ بی عملان واجب است نہ شنیدن ☆ مبوس جز لب ساقی و جام می حافظ ☆ کہ دست زہد فروشان خطاست بوسیدن (حافظ)۔ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ☆ ای بی خبر ز لذت شرب مدام ما (حافظ)۔ یار گفت از ما مکن قطع نظر گفتم بہ چشم ☆ بلکہ قطعاً ہم مبین سوی دگر گفتم بہ چشم ☆ گفت با ما دوستی میکن بہ دل گفتم بہ جان ☆ گفت راہ عشق را می رو بسر گفتم بہ چشم (ہلالی چغتائی)۔ ما شیخ و واعظ کمتر شناسیم ☆ یا جام بادہ یا قصہ کوتاہ (حافظ) ☆ اک دانش نورانی اک دانش برہانی ☆ ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی (اقبالؒ)۔ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی ☆ تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن (اقبالؒ)۔ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ☆ ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (اقبالؒ)۔ علم را بر تن زنی ماری بود ☆ علم را بر دل زنی یاری بود (اقبالؒ)۔ بندہ تخمین و ظن کرم کتابی نہ بن ☆ عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب (اقبالؒ)۔ از قید زہد واز دام تزویر ☆ جستیم آخر اَلحمدُ لِلّٰہ (دبیز تفرشی)۔

۶۔ فرماتے ہیں زاہد کی طرح ہم کب تک یونہی قبلے کی طرح رخ کریں۔ ہمارے لئے تو عبادت گذاری کے لئے بس آپ کے ابرو کی محراب کافی ہے۔ قبلے کی طرف رخ کرتے رہنے سے مطلب ہے خالی اور بے لذت عبادت جو محض اپنے سودا کے لئے عوض پانے کی نیت سے کی جاتی ہے اور اس میں وہ سوز و گداز اور وہ طپش اور وہ عشق کی جراحتیں موجود نہیں جو محض محبوب کی ذات کو پانے کے لئے برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ زاہد کا راستہ خشک اور آزمایا راستہ ہے لیکن معشوق کو پانے کے لئے جو راہ اختیار کرنا پڑتی ہے وہ نہ فقط سنگلاخ ہے بلکہ سخت صعوبتوں اور آزمائشوں، سختیوں اور شدائد کا ہے۔ شعر میں مولا جامیؒ نے سوز و گداز کی اسی راہ کو اپنانے کا اظہار کیا ہے اور زہد و

ریاکاری کی راہ سے دُور رہنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ زہد کی راہ ریاکاری کی راہ اس لئے ہے کہ اس میں نمود ونمائش اور تشہیر کے علاوہ خاص اپنی ذات کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کو پانے کی نیت ہے گویا آنکھیں بند کر کے خالص اپنی ذات کی راحت کی عبادت ہے برخلاف ان عارفوں کے جو دوسروں کے غم کا مداوا کرتے ہیں اور دوسروں کے زخموں پر شفقت کا مرہم رکھتے ہیں۔ یہ مرتبہ انہیں زہد سے الگ ایک راہ پر چلنے اور اسے اپنانے سے حاصل ہوتا ہے یہی وہ راہ ہے جس میں وہ محبوب کو فقط محبوب کی خاطر چاہتے ہیں اسی کیلئے زندہ بھی رہتے ہیں اور مرتے ہیں۔ روبرو جان کر اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کی خاطر اس کی آزمائشوں اور سختیوں کو برداشت کرتے ہیں۔ زیر بحث شعر میں مولانا جامی نے ریاکاری کی زاہدانہ راہ ترک اور محبوب کو روبرو کر کے اسی کی طرف توجہ کرنے کی حقیقی راہ عرفان اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ میری محراب اطاعت بس محبوب کے ابرو ہیں۔ (ابرو کی شباہت چونکہ محراب مسجد کے خم سے ہے اس لئے محراب کے ساتھ ابرو لایا گیا ہے) ؎ گرچہ بر واعظ شہر این سخن آسان نشود ☆ تا ریا ورزد و سالوس مسلمان نہ شود (حافظ)۔ یارب آن زاہد خودبین کہ بجز عیب ندید ☆ دود آہیش در آئینہ ادراک انداز (حافظ)۔ واعظان کاین جلوہ در محراب و منبر می کنند ☆ چون بہ خلوت میروند آن کار دیگر می کنند (حافظ)۔ قصر فردوس بہ پاداش عمل می بخشند ☆ ما کہ رندیم و گدا، دیر مغان ما را بس ☆ یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم ☆ دولت صحبت آن مونس جان ما را بس (حافظ)۔ ہاز اُبد! کیاہ چھکھ کران راتھ دۆہ گوے تسبیح پھران ☆ موختہ راوُرتھ نوطس رُچھتھ زوم ردنہ مژرتھ شرونٔ شرونٔ کوتو گوم۔

۷۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے خاک در پر رہنے کی سعادت سے اس لئے محروم ہوں کہ آپ کے کتوں میں میری آبرو نہیں اسلئے میں آپ کے دروازے پر آنے کی سعادت پانے سے دور ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے دروازے پر حاضر کتوں سے بھی ادنی درجے کا آدمی ہوں اور ان پر مجھے رشک آتا ہے کہ میں انکے برابر کے درجے کا بھی نہیں میں ان میں شامل ہونے کی تمنا رکھتا ہوں تاکہ آپ کے خاک در پر لوٹنے کی سعادت حاصل کروں۔ شعر میں مولانا جامی نے اپنی انتہائی خاکساری، عاجزی، اور شکستہ نفسی کا اظہار کیا ہے۔

غزل ۱۰۷

ای دل و دیدہ ہر دو خانۂ تو......

۱۔ اے کہ میرا دل اور میری آنکھیں دونوں کا آپ کا مسکن ہیں
میرا سر آپ کے دہلیز کی خاک ہے

۲۔ کاش مجھ پر لگتی نہ آپ کے گھوڑے پر
ہر لحظہ آپ کے چابک کی ضرب!
۳۔ شوق کی وجہ سے سراپا کان بن جاتا ہوں
جہاں کہیں بھی آپ کی بات ہوتی ہے
۴۔ ہر کوئی کسی گوشہ مسرت میں خوش ہے
میں ہوں اور آپ کے بیکران غم!
۵۔ ہر طرف کیوں تیر پھینک رہے ہیں آپ
یہ جو میرا دل کافی ہے نشانے کیلئے؟
۶۔ مجھے قتل نہ کرنے کے لئے بہانہ مت ڈھونڈ
کہ یہی بہانہ تو مجھے قتل کئے دیتا ہے
۷۔ اے جامی! درد کی بو آتی ہے
تمہاری عاشقانہ غزلوں سے!

توضیحات غزل......

ا۔آستانہ =دہلیز۔ درگاہ۔ دروازے کے متصل آگے کی جگہ۔ دروازے کی چارچوبی کے ساتھ والی جگہ۔دروازے کی چارچوبی کی نچلی لکڑی۔ وسیلہ۔ بادشاہوں کی بارگاہ۔فرماتے ہیں محبوب! میرا دل اور میری آنکھوں کا نور آپ کا گھر ہیں۔آپ میری آنکھوں اور میرے دل میں رہتے ہیں۔یہ آپ کا مسکن ہیں اور رہا میرا سر وہ تو آپ کے دروازے کا آستانہ ہے جو آپ کے قدموں تلے پامال ہونے کیلئے وقف ہے۔مطلب یہ ہے کہ میرا دل اور آنکھیں ان میں محبوب ہی محبوب ہے اور کوئی نہیں اور میرا سر ان کے دہلیز پر رہتا ہے۔یہ میری متاع عزیز فقط محبوب کے لئے وقف ہے اور ان پر صرف ان ہی کی ذات غالب ہے۔خواہم کہ بہ زیر قدم یار بمیرم ☆ ہرچند کند زندہ دگر بار بمیرم (ہلالی چغتائی)۔مرا تا جان بود جانان تو باشی ☆ زجان خوشتر چہ باشد جان تو باشی (خاقانی)۔گفتی کہ پای خویش ازاین آستان ببر☆ من عاجزم تو خیز وامیدم زجان ببر (نوری اصفہانی)۔بینم اگر بجز تو زیانم بدیدہ باد☆ گویم اگر بجز تو زبانم بریدہ باد☆ بندم اگر بہ دلبر دیگر بجز تو دل ☆ خون دلم تمام زمژگان چکیدہ باد☆گردامنت زکف بگذارم بہ زندگی ☆ در دست مرگ حبیب حیاتم دریدہ باد (رفیق اصفہانی)۔

۲۔توسن = سرکش حیوان۔ سرکش گھوڑا۔ وحشی۔ رام نہ ہونے والا۔ گھوڑے کا بچہ جو شوخ و تند خو اور سرکش ہو۔ تازیانہ = چابک۔ تچی۔ کوڑا جس سے مجرموں اور چار پایوں کو مارتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! میری آرزو ہے آپ جو بھی تازیانے اپنے مرکب کو لگانے کا خیال رکھتے ہوں۔ وہ اے کاش آپ مجھے لگائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ سے لگائے زخموں کی لذت پاؤں۔ محبوب کے لئے زیرِ فرمان اور مطیع رہنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ سے جراحت دار ہونے کی تمنی کا اظہار ہے کہ عاشق کی نظر میں محبوب کو جی جان سے چاہنے کا ایک شیوہ انداز یہ بھی ہے۔ ماحلقہ بگوشان بہ اسیری چو درافیتم ☆ ہمت بگماریم کہ آزاد نگردیم (نوری اصفہانی) نہ راحت اہل محبت فراغتی دارند☆ کہ از جراحت اولذتِ دگر دارند (مظہری کشمیری)۔ چو دل بردی چہ بیتابانہ برمی خیزی از مجلس ☆ زمانی باش تا جان نیز ہمراہ تو برخیزد (لسانی شیرازی)۔

۳۔فرماتے ہیں شوق و محبت کیساتھ سر سے پاؤں تک کان بن جاتا ہوں جہاں کہیں بھی آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ یعنی جب بھی کسی مجلس میں آپ کا ذکر ہوتا ہے میں عشق و محبت سے مجبور ہو کر ھمہ تن گوش ہو جاتا ہوں اور آپکے حسن و جمال کی تعریفیں سن کر مدہوش و مست ہو جاتا ہوں یہ انتہائی محبت و شوق کا اظہار ہے۔ تحقیق کن ببین کہ درین مدت فراق ☆ جز با خیال تو بہ کسی آشنا شدم؟ (حسابی نظری)۔ از ھمدم تو بہر تسلی خویشتن* پر سم زمان زمان سخنانِ شنودہ را (حضوری قمی)۔

۴۔فرماتے ہیں ہر کوئی کسی نہ کسی خیال سے گوشۂ نشاط میں بیٹھ خوش اور شادمان ہے۔ میں نے آپ کے غم عشق کو اپنا منتہائی مقصد بنالیا ہے اور یہی میری خوشیوں کا خزانہ ہے اور میری سب سے بڑی دولت۔ اسی متاع عزیز کو میں نے ذریعہ اظہار مسرت بنایا ہے مطلب یہ ہے کہ غم یار کو اپنا کر میں خوش ہوں اور کاملاً راضی و مسرور ست عشق در عالم نبودی گر نبودی روی زیبا☆ ورنہ گل بودی نخواندی بلبل بر شاخساری (سعدیؒ)۔ گویند کہ ہر چیز بہ ھنگام بود خوش ☆ ای عشق چہ چیزی کہ خوشی درھمہ ھنگام (سعدیؒ)۔ بہ درخانہ ام ای غم چو رسی پای مکش☆ بی حجابانہ درآ' خانۂ ما خانۂ تست (فسونی شہریری) ☆۔

۵۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کیوں تیروں کو ادھر اُدھر پھنک رہے ہیں میرا سینہ آپکے تیر ہای نظر کیلئے ایک کافی نشانہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ایک عاشق صادق ہوں۔ آپ کو اپنی نظروں کے تیر صرف میرے سینے کیلئے مخصوص کرنے چاھیں کوئی اور ان تیروں کیلئے بھلا کیوں سینہ سپر ہو؟ شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے نازک نظر کو صرف اپنے سینے پر سہنے اور اسے ادھر اُدھر پھینک دینے پر رشک و رقابت کا اظہار کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے تمام ستم و مظالم صرف عاشق کے لئے وقف ہیں دل زود تر از پیک نظر رفت بہ سویش ☆ از عشق مگوئید کہ

اعجاز ندیدیم (نوری اصفہانی)۔حرام باد محبت بہ عشقبازانی ☆ کہ پیش ناوک بیداداو سپر گیرند (مظہری کشمیری)۔
عشاق محال است کہ آسودہ نشیند ☆ گر تیغ جفا نیست خدنگ نظری ہست (مظہری کشمیری)۔دل بہ صد امید پیش
غمزہ ات آوردہ ام آہ! اگر لایق نہ باشد تیر باران ترا (قراری گیلانی)۔می دہم جان در بہای یک نظر بستان
زمن ☆ باخریداری کہ مفلس شد مدارائی بکن (نوری اصفہانی)۔

۶۔فرماتے ہیں مجھے قتل نہ کرنے کے لئے میرے محبوب! کوئی بہانہ مت ڈھونڈ۔یہی بہانہ جس میں آپ مجھے قتل کرنے کے لئے منتظر رکھتے ہو میرے لئے قتل کئے جانے سے زیادہ اذیت ناک ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہجر یار اور محرومیت دیدار سے قتل کر دینا بہتر ہے کیونکہ اب نہ طاقت تحمل باقی ہے نہ قوت برداشت۔اس لئے میرے محبوب! مجھ پر رحم فرما اور بیک وقت بغیر کسی حیلہ و بہانے کو مجھے قتل کر دیجئے اور منتظر نہ رکھیں کیونکہ یہ انتظار مجھے نیم بسمل کئے دیتا ہے سہ گر طپد دل بہ سر کوی تو معذورش دار ☆ چہ کند قاعدہ مرغ گرفتار این است (حضوری قمی)۔اگر بہ کشتن من مایلی من از رغبت ☆ بہ خون خویش نویسم ہزار فتوی را (مظہری کشمیری)۔زحد گذشتہ بہ راہش چو بیقراری من ☆ بہ سعی مرگ شود کاش رستگاری من (مردمی مشہدی)۔پس از صد بیقراری جان سپردم قصہ کوتہ شد ☆ ہمین آرام دیدم بعد چندین اضطراب امشب (لسانی شیرازی)۔چہ تہمت بر اجل بندم زچشمت خوردہ ام تیری ☆ کہ آنم می کشد گر بعد صد سال دگر میرم (قراری گیلانی)۔ای مرگ مشتاقم ترا یک رہ بہ بالین من آ ☆ کاین درد بی درمان مرا بسیار زحمت می دہد (صوفی ساوجی)۔ہستند بسی کشتنی آغاز زمن کن ☆ ترسم کہ شوی ماندہ و من زندہ بمانم (اشکی ہمدانی)۔

۷۔فرماتے ہیں یہ جو تم عاشقانہ غزلیں لکھتے ہو جامی! ان سے درد والم کی بو آتی ہے مطلب یہ ہے کہ میرے اشعار درد جگر اور غم دل سے اٹھتے ہوئے نالے ہیں اور ان کو پڑھ کر غم واندوہ اور عمیق کرب و درد کی بو محسوس کی جاسکتی ہے سہ فغان کہ سوخت فراق تو جان ناشادم ☆ کجاست وصل کہ گیرد ز دوریت دادم (ازل)۔مرا امروز بی شیرین لبی از دیدہ می آید ☆ ہمان خونی کہ می آمد زچشم کوہکن روزی (شہیدی قمی)۔مستانہ صحبتی بہ تو دارم درون دل ☆ تو مست ناز وعشوہ و من مست خون دل (شہیدی قمی)۔تو ای غافل زآہم خانہ رشکی چہ می پرسی ☆ ببین از دور تا دود از کدامین خانہ می خیزد (رشکی ہمدانی) ☆ بیداد دست بر دل ما بی جنایتی ☆ چون رحمت خدای نہ دارد نہایتی (نوری اصفہانی)۔

غزل ۱۱۳

تو آن مہی کہ برد خجلت آفتاب از تو..........

۱۔ آپ وہ چاند ہیں کہ سورج آپ سے شرمندہ ہے
آپ وہ گلاب ہیں کہ کلی آپ سے پردہ میں چھپ جاتی ہے
۲۔ میرا دل، جس پر عشق نے سینکڑوں مصائب کے دروازے کھول دئے ہیں
کسی بھی صورت میں امید کا رخ آپ سے نہیں ہٹاتا (یا ہٹائے گا)
۳۔ بادشاہوں کی رسم وعادت ہے ملک کی آبادی
اس میں کیا حکمت ہے کہ (میرے) دل کا ملک آپ کے ہاتھوں خراب ہے
۴۔ ہاتھ سے صبر کی لگام اس آرزو میں چھوئی کہ کبھی
آپ کے رکاب کی طرح میں بھی آپ کی پائے بوسی کی سعادت پاؤں
۵۔ جانے میں جلدی نہ کیجئے کہ میری تو جان جارہی ہے
گو کہ آپ میری عمر ہیں اور آپ سے جلدی کوئی حیرت کی بات نہیں
۶۔ میرے ہر سلام پر جواب کے لئے ہونٹوں کو زحمت نہ دیجئے
میرے سینکڑوں سلام کیلئے بس آپ کا ایک جواب میرے لئے کافی ہے
۷۔ چونکہ جامی مسکین کو قتل کرنا آپ کار ثواب جانتے ہیں
اس لئے اس ثواب کے فوت ہونے پرکوئی اقدام نہ کریں

توضیحات غزل

۱۔ خجلت = ندامت۔ شرمندگی۔ خجالت۔ شرم۔ حیا۔ فرماتے ہیں میرے محبوب آپ ایسے چاند ہیں کہ سورج جیسا روشن ترین، درخشاں ترین، اور زیبا ترین آسمانی ستارہ بھی آپکے چاند جیسے چہرے کے حیرت افزا حسن و جمال کو دیکھکر شرمندگی وخجالت کے احساس کے تحت چھپ جاتا ہے اور آپ کی نزاکت ودلکشی کو گلاب بھی، جو نزاکت و خوبی کی مثال ہے، دیکھ کر کھلنے سے کتراتا ہے اور کلی کے لباس میں رہنا ہی پسند کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا حسن و جمال سورج کی درخشندگی سے برتر اور ان کی نزاکت وخوش جمالی گلاب کے پھول سے بھی اعلیٰ تر ہے۔

خانہ ام باز منور شد بی چیزی نیست ☆ یار بی پردہ مگر در پس این دیوار است (حاتم کاشی)۔ چو در روی تو آتش پارہ بینم ☆ نگہ در دیدہ روشن بسوزد (حاتم کاشی)۔ ہر بامداد خورشید آید بہ خانۂ او ☆ تا روی زرد مالد بر آستانہ او (حاتم کاشی)۔ نقش بند قدرتت نوعی کہ بایست آفرید ☆ بیش ازین خوبی بہ ظرف حسن گنجائش نداشت (داعی اصفہانی) ☆ چشم بد دور ز روی تو کہ نقاش ازل ☆ بیند از معنی حسنت اثر قدرت خویش (داعی اصفہانی)۔ بر اوج زین شود چو بلند آفتاب تو ☆ خورشید ہمچو سایہ دود در رکاب تو (رضائی کاشی)۔ گر تو گردی شمع محفل ز آسمان پروانہ ریزد ☆ ور گل گلشن تو باشی از زمین بلبل بروید (تقی کمرہ ای)۔ در عہد جمال تو نہ گیرند گل آب ☆ عکس تو بہ ہر آب کہ افتاد گلاب است (غروری کاشی)۔ گل بدین لطف کند آرزوی روی ترا ☆ کہ نہ دادند بہ گل رنگ تو و بوی ترا (صفائی قمی)۔ ماہ من گر برکشد از رخ نقاب خویش را ☆ از خجالت چرخ پوشد آفتاب خویش را (وصال شیرازی)۔

۲۔ فرماتے ہیں محبوب! باوجود اس کے کہ آپ کے عشق نے میرے دل کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیا ہے میں نے کبھی آپ سے اپنی امید کو دو نہیں کیا مجھے یقین ہے کہ میری حالت پر آپ کو کبھی نہ کبھی رحم آئے گا اور بالآخر آپ اپنی ذاتی رافت و رحمت سے مجھے اپنے دیدار کی سعادت عطا کر کے مجھے میری سختیوں اور شدید مصیبتوں سے نجات دیں گے۔ شعر میں عشق کی سختیوں کے ہمراہ محبوب کے دیدار کی امید کا دامن تھامے رکھے جانے کے خیال کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہ عالم ہر کجا درد و غمی بود ☆ بہم کردند و عشقش نام کردند (عراقی)۔ این عشق جملہ عاقل و بیدار میکشد ☆ بی تیغ می بر د سر و بردار میکشد (مولانا روم)۔ عروس عشق بس زیباست لیکن ☆ بجز جان و دلش کابین نہ باشد (صفائی نراقی)۔ خانۂ عشق چہ خانہ است کہ چون بگشائی ☆ در او راہمہ دیوانہ بر آید بیرون (دہقان اصفہانی)۔ بہ صد ہزار جفا از تو ناامید نیم ☆ کہ از جفای تو بیش است امیدواری من (تقی کمرہ ای)۔ مژدہ دادند کہ می آئی وزین شادی مرا ☆ ہم حیات رفتہ آمد ہم غم آیندہ رفت (وارستہ اصفہانی)۔ ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد ☆ لیکن امید وصل توام عنقریب ہست (حافظ)۔ ز دوری تو نہ مردم ز سخت جانی نیست ☆ مرا امید وصال تو زندہ می دارد ☆ بہ امید وصالت در شب ہجر ☆ نمی خواہم چو خون بیگناہان (رضی دانش)۔ مرا امید وصال تو زندہ میدارد ☆ وگرنہ ہر دمم از ہجر ہست بیم ہلاک (حافظ)۔

۳۔ فرماتے ہیں کہ بادشاہ ملکوں کو آباد کرنے پر مامور ہیں اور یہ ان کا فرض ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ خود بادشاہ ہو کر دل کے ملک خراب کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عشاق کے ممالک دل آپ کے زیر فرمان ہیں جو آپ کے ایک فرمان روا ہونے کی حیثیت میں تعمیر ہونے چاہیں لیکن آپ ان کی تخریب کے درپے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا عشق دلوں کو زیر و زبر کر کے ان کو ویران کر دیتا ہے۔ اور اس حد تک کہ ان کی آبادی کا کوئی امکان باقی

نہیں رہتا۔اس اقدام کی حکمت ہمارے ادراک سے باہر ہے۔ بس شیشہ دلہا کہ شکستی ای عشق ☆ بس رشتہ جانہا کہ گسستی ای عشق (مشتاق اصفہانی)۔نہ ہمین جان ودل زخم ستم خوردۂ تست ☆ کہ سراپای وجودم ہمہ آزردۂ تست (رفیعی کاشی)۔کی از مہر جستم واین جستجو کہ کرد؟ ☆ این مدعا کہ دارد واین آرزو کہ کرد (صبری اصفہانی)۔بہ تو بیوفا گمان دل مہربان ندارم ☆ تو کجا و مہربانی بہ تو این گمان ندارم (صبری اصفہانی)۔پیش آن گل خویشتن را خوار دیدم سوختم ☆ ہمچو خاشاکی بہ آتش تا رسیدم سوختم (غضنفر کرجاری)۔بہ رضا لیش نفسی کار نہ کردی ہر گز ☆ دل مسکین کہ دمی جز بہ رضای تو نہ بود (قاسمی اردستانی)۔

۴۔فرماتے ہیں میرا صبر میرے ساتھ تھا اور اسی کی ہمت سے میں آپکی جدائی برداشت کرتا رہا۔لیکن جب آپ کے پاؤں چومنے کی آرزو شدید اور ناقابل تحمل تمنیٰ اور ہوس میں تبدیل ہوگئی اور آپ کے رکاب کی طرح آپ کی پائے بوسی کی خواہش نے جوش مارا تو صبر نے ساتھ چھوڑ دیا۔مطلب یہ ہے کہ شاعر محبوب کے پاؤں چومنے کی ہوس میں بیقرار اور بے صبر ہے۔ضمناً شعر میں اسکے پاؤں کو چومنے کی تمنیٰ میں عشق ومحبت کا شدید اظہار ہے۔بگذار تا بپای تو مالم رخ نیاز ☆ تا خاک من غبار شود دیر می شود (میرزا حیدر)۔بہ سر ما گذری کن ز عنایت روزی ☆ تا بدانند ہمہ خاک کف پای توایم (ذوقی اصفہانی)۔خواہم کہ چو پیراہن گلفر سایت ☆ در جامہ جان کشم قدر عنایت ☆ گہ بوسہ زنم چو آستین بر دستت ☆ گہ سر بنہم چو دامن اندر پایت (فدائی لاہیجانی)۔

۵۔فرماتے ہیں محبوب! جانے میں جلدی نہ کیجئے آپ میری جان ہیں۔آپ کا جلد چلے جانا میری جان کے جلد چلے جانے کے برابر ہے اگر چہ آپ میری عمر ہیں اور عمر کا جلدی سے گزر جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔مطلب یہ ہے کہ محبوب عمر اور جان کی مانند عزیز ہے عمر اگر چہ زود گزر ہے اور یہ حقیقت حیران کن نہیں لیکن میری جان کے ہونے کے ناطے کم از کم اتنی جلدی جانے میں نہ کریں۔آپ جائیں گے تو میں مرجاؤں گا میری جان چلی جائے گی۔شعر میں محبوب کی ذات عاشق کی نظروں میں جان اور عمر کی طرح عزیز وگران بہا ہونے کا ذکر ہے۔ای ساربان آہستہ ران کآرام جانم می رود ☆ وان دل کہ باخود داشتم بادلستانم می رود ☆ در رفتن جان از بدن گویند ہر نوعی سخن ☆ من خود بہ چشم خویشتن دیدم کہ جانم می رود (سعدیؒ)۔رفتی وز رفتن تو جان رفت ☆ جان از پی عمر جاودان رفت (وصال شیرازی)۔ز پیش دیدہ تا جانا من رفت ☆ تو پنداری کہ از تن جان من رفت (وحشی بافقی)۔شب ماہ من نشست بہ محمل گزشت ورفت ☆ عمر عزیز بود کہ غافل گزشت ورفت (دھقان اصفہانی)۔تو روزگار منی نیست بی تو روزم خوش ☆ چہ میروی ز نظر روزگار می گذرد (دھقان اصفہانی)۔

۶۔فرماتے ہیں میرے محبوب! میں آپکو بیکوقت کئی سلام کرتا ہوں۔دراصل یہ میرا شدتِ شوق ہے جو مجھے

آپ کو دعائیں دینے پر ہر لمحہ اکساتا رہتا ہے۔ آپ اپنے ہونٹوں کو میرے ہر سلام کا جواب دینے کیلئے زحمت نہ دیں۔ میرے لئے سینکڑوں سلام کے جواب میں آپکی طرف سے بس ایک وعلیکم کہنا کافی ہے۔ اسی ایک جواب سے میں سرشار ونہال ہو جاؤں گا۔ بس بود جاہ واحترام مرا ☆ یک علیک از تو صد سلام مرا ☆ گرچہ لایق نیم بہ حضرت تو ☆ چشم دارم ولی زحمت تو ☆ کہ دہی در سلام بار مرا ☆ مسکنی صاحب اعتبار مرا (جامیؒ)۔ چھکھ مدینہ رکنہ چھکھ بطحا ☆ پلہ ءڈبہ کنز یاد تم وتھاہ ☆ ستھ پھ چانی کرتم کتھاہ ☆ یارسول سلام علیک۔

۷۔ فرماتے ہیں آپ نے جامی بیچارہ مسکین اور عاجز ومضطر کو قتل کرنے کو ایک کار ثواب قرار دیا ہے۔ اس میں جلدی کیجئے کہیں یہ کار ثواب آپکے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ شعر میں محبوب کے ہاتھ قتل ہونے کا اظہار ہی نہیں بلکہ شوق اور شدت آرزو کا بیان کیا ہے۔ محبوب جو طرح طرح کی آزمایشوں میں عاشق کو مبتلا کرتا ہے وہ قتل ہو جانے کے نزدیک ہی نہیں بلکہ شدائد کے پیش نظر قتل ہو جانے کے برابر ہیں اور پے در پے سختیوں سے گزارنے کے عمل سے عاشق کو یقین ہو جاتا ہے کہ گویا محبوب نے عاشق کو قتل کرنے کے کام کو ایک ثواب کا کام جان لیا ہے جب ہی وہ عاشق پر مظالم توڑنے کو جائز سمجھتا ہے اسلئے مولانا جامیؒ بیک وقت محبوب کے ہاتھوں قتل ہو جانے پر محبوب کو اُکساتا ہے کہ اس کار ثواب کو انجام دینے میں جلدی کیجئے کہ سعور کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست (حافظؒ)۔ دہد قاصد نوید وصل ہجران قصد جان دارد ☆ ہوس دارم کہ پیشش جان دہم ای مرگ مہلت دہ (نقی کمرہ ای)۔ غمزہ غارت گرنگہ خون ریز ومژگان پر ستیز ☆ ای نثاری باچنین بیداد نتوان زیستن (نثاری تبریزی)۔ دلا بہ حالت مرگم ترا بشارت باد ☆ کہ بعد ازین بود ایام آرمیدن تو (میلی ہروی)۔ از خون پس از ہلاک رقم کن بہ سنگ من ☆ کاین خون گرفتہ است شہید خدنگ من (میلی ہروی)۔

غزل ۱۰۵

ای دل من صید دام زلف تو.........

۱۔ اے (محبوب!) کہ میرا دل آپ کی زلفوں کا شکار ہے
آپ کی زلف کا نام ہی دلوں کا دام پڑچکا ہے
۲۔ سب ہی دل آپ کی زلفوں میں بند ہیں
آپ کی زلفیں سراسر دام و زنجیر ہو گئی ہیں

۳۔ مجھ بندے کو غلامی کا شرف بخشا
آپ کی زلفوں نے ' اے کہ میں آپ کی زلفوں کا غلام!
۴۔ آپ کے گلرنگ رخساروں کے لائق کچھ اور نہیں
سوائے آپ کی مشکفام زلفوں کے نقاب کے
۵۔ پرندے دام سے بھاگتے ہیں ، تعجب ہے
یہ میری جان بے آرام آپ کی زلفوں کی رام ہوگئی ہے
۶۔ آپ کی زلفوں کا مقام چاند کے اوپر ہے
بہت ہی بلند مقام ہے آپ کی زلفوں کا!
۷۔ ہر لحظہ صبح اقبال طلوع ہوتی ہے
اس بندہ جامی پر آپ کی زلفوں کے شام سے

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں کہ محبوب! میرا دل آپ کی زلفوں کا شکار ہو چکا ہے چونکہ دل اس سے نکل نہیں پاتے اور جال کی مانند اس کے پیچ وخم میں گرفتار ہو جاتے ہیں اس لئے آپکی زلفوں کا نام ہی دام دل یعنی دلوں کی جال پڑ گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کے دل محبوب کی زلفوں میں پھنس کر نکلنے یا آزاد ہو جانے کے قابل نہیں رہتے۔زلفوں کی دلربائی اور خوبصورتی اس حد تک ہے کہ دل کا ربط ان کے ساتھ دائمی ہو جاتا ہے۔بہ تماشائی سر زلف تو عقل از سر من ☆ نہ چنان رفت کہ دیگر بسرم باد آید (صائب)۔بہ چین زلف او گر دیدۂ خاقان چین افتد☆ بیک چنیش دہد از کف ہمہ ماچین و چنیش را (صفائی نراقی)۔نسیم از سر زلف تو تاب بیرون کرد☆ بدور روی تو زلف تو ہم بود بیتاب (نظام دست غیب شیرازی)۔

۲۔فرماتے ہیں سارے دل آپکی زلفوں میں بند ہو چکے ہیں۔آپکی زلفیں دام بھی ہیں اور زنجیر بھی۔زلفوں کے پیچ وخم کو دام اور ان کے لمبے طناب نما بالوں کو زنجیر سے مشابہ کیا ہے جن میں عاشقوں کے دل اسیر ہیں آہ شرح شکن زلف خم اندر خم جانان ☆ کوتہ نتوان کرد کہ این قصہ دراز است (حافظ)۔بہ کمند سر زلفت نہ من افتادم وبس ☆ کہ بہ ہر حلقہ زلف تو گرفتاری ہست (سعدی)۔نہ من از عشق تو تنہا بجہان خون جگرم ☆ ہر کہ را عقرب زلف تو زند خون جگر است (بی ریا)۔تنہا نہ من آشفتہ آن زلف درازم ☆ دیوانہ چو من ہست درین سلسلہ بسیار (قابل ایروانی)۔

۳۔ تشریف = شرف دینا۔ بزرگ کرنا۔ عزت سے رکھنا۔ بزرگوار کرنا۔ خلعت دینا۔ آبرومند طریقے سے استقبال کرنا۔ فرماتے ہیں اے کہ میں آپ کی زلفوں کا غلام ہوں آپ کی زلفوں نے مجھے غلامی کا شرف بخشا۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ میرا دل آپ کی زلفوں کا شکار اور آپ کی زلفوں کے فتراک میں بند پڑا ہے اس لئے آپ جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں میں ایک غلام کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے رہتا ہوں اور اس لئے آپ کی زلفوں کا مجھ پہ احسان ہے کہ ان کی برکت سے مجھے آپ کی غلامی کی عزت مل گئی سکن نہ باختیار خود میروم از قفای او ☆ کان دو کمند عنبرین میکشدم کشان کشان (کمال خجندی)۔ گاہی کمند گیسو گاہی کمان ابرو ☆ این میکشد بزورم وان میکشد بزاری (سعدیؒ)۔ صدای نالہ اگر بشنوی نہ از جرس است ☆ دل من است کہ دنبال محمل افتادہ است (شاطر عباس صبوحی)۔

۴۔ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی چیز آپ کے گلرنگ رخساروں کے لائق نہیں سوائے آپ کی خوشبودار زلفوں کی نقاب کے۔ یعنی آپ کے گلرنگ چہرے پر سوائے خود آپ کی معطر زلفوں کے اور کوئی چیز اس لائق نہیں کہ اسے چھپا سکے یا لہراتے ہوئے آپ کے چہرے کو گاہ گاہی ہماری نظروں سے اوجھل رکھے۔ گویا یہ شرف صرف آپ ہی کی معطر زلفوں کو عطا ہوا ہے کہ آپ کے چہرہ نازنین گلرنگ پر لہراتے ہوئے نقاب کا بھی کام دیں یقیناً اس کام کے لئے اور کوئی چیز نہ موزون ہے نہ ہی لائق و مناسب ہے باز بر رخ زلف مشکین را پریشان کردہ ای ☆ روز و شب را خوش بہم دست و گریبان کردہ ای ☆ زلف را افکندہ ای تا آنکہ باشد سایبان ☆ آفتابی را بزیر ابر پنہان کردہ ای (عرفی شیرازی)۔ آشفتہ زلف را چو بہ رخسار میکنی ☆ روز مرا سیہ چو شب تار میکنی (روحانی وصال شیرازی)۔ از چہرہ بیا جمع کن این زلف پریشان ☆ بیلیم مگر از پی این شام و سحر را (مہری ہراتی)۔ این نہ زلف است بگرد رخت ای آفت جان ☆ بہ حقیقت نگرم فتنۂ دور قمر است (صفائی نراقی)۔

۵۔ فرماتے ہیں پرندے تو دام دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں لیکن میرے دل کا پرندہ ہے جو آپ کی زلفوں کے دام کا رام ہو چکا ہے اور ہمیشہ کیلئے اسیر و قیدی ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری مضطرب جان کا پرندہ ہمیشہ آپ کی زلفوں کے قفس میں بند ہونے پر راضی ہے اور کبھی اس سے آزاد ہونے کی آرزو نہیں کرے گا۔ ہر کہ زنجیر سر زلف پری روی تو دید ☆ شد پریشان و دلش بر من دیوانہ بسوخت (حافظ)۔ من کہ دیوانۂ آن زلف چو زنجیر شدم ☆ در ادب کردن من حاجت زنجیر نہ بود (خسروی قاجار)۔ دلم بحلقۂ زلف تو گم شد است و ہنوز ☆ از آن غریب پریشان خبر نیامدہ است (عقان اصفہانی)۔ آن زلف را بہ دانۂ دل صید کردہ ایم ☆ سیمرغ را بہ دام کبوتر گرفتہ ایم (صائب تبریزی)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی زلفیں چاند کے اوپر ہیں کس قدر بلند مرتبہ اور رفیع المقام ہیں آپ کی زلفیں۔ محبوب

کا چہرہ چاند ہے اور چاند آسمان پر ہوتا ہے۔ اسی آسمان مقام چاند جیسے محبوب کے چہرے کے اوپر زلفیں لہراتی ہیں گویا چاند کے اوپر۔ اس لئے زلفوں کا مقام چاند سے بھی اوپر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چاند جیسے چہرۂ محبوب پر زلفوں کا ہونا زلفوں کے بلند اور شرف مند و معزز ہونے کی دلیل ہے۔ ای خوشہ چین سنبل پر چینت سنبلہ ☆ دی بر قمر ز عنبر تر بستہ سلسلہ (خواجو)۔ ذرتا بم از دو ہندوی آتش پرستشان ☆ کز دست رفت دینی و دو نیم ز دستشان ☆ از مشک سودہ سلسلہ بر مہ نہادہ اند ☆ زانرو کہ آفتاب بود زیر دستشان (خواجو)۔

۷۔ اقبال = سامنے سے آنا۔ آگے سے آنا۔ التفات کرنا۔ قسمت۔ نیک۔ خوش نصیب ہونا۔ نیک بختی۔ بخت۔ خوش قسمتی۔ طالع = طلوع کرنے والا۔ نیا چاند۔ درجہ۔ برج۔ نصیب۔ قسمت۔ صبح کاذب۔ لوگوں کی قسمت کے بارے میں پیشگوئی۔ فال۔ بخت۔ اقبال۔ فرماتے ہیں مجھ جاتی پر آپ کی زلفوں کی شام سے ہر لحظہ نیک بختی کی صبح طلوع ہوتی ہے۔ زلفوں کی سیاہی کو شام کہا ہے رنگت کی مناسبت سے اور خوش بختی کو اس کی مسرتوں کی مناسبت سے صبح کے پھوٹنے سے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آپ کی زلفیں شام کی مانند سیاہ ہیں لیکن جب بھی ان کو دیکھتا ہوں تو خوش قسمتی کی صبح طلوع ہوتی ہے یعنی آپ کی زلفوں کو دیکھ کر میرا دل مسرتوں اور شادمانیوں سے بھر جاتا ہے۔ ضمناً صبح اور شام میں صفتِ تضاد کا استعمال کیا ہے۔ زلفت شب سیاہ و رخت روز روشن است ☆ القصہ روی و زلف تو روز و شب من است (حاضری سمنانی)۔ بر روی تو تا زلف پریشان تو دیدم ☆ شادم کہ بہ عشقت زمن آشفتہ تری ہست (ہدایت طبرستانی)۔

یہ پوری غزل زلف محبوب کی مدح میں ہے اور ایک ہی مضمون پر مسلسل غزل کہنے کی روایت پورے فارسی ادب میں خال خال ہی ہے۔ اس لحاظ سے نہ صرف یہ نعتیہ غزل اہم ہے بلکہ نادرات میں سے بھی ہے۔ شعری محاسن اور متفرق دل نشین تخیل کے پیش نظر بھی یہ غزل قابل ملاحظہ ہے نیز مولانا جامی کے قوت زبان اور قدرت بیان پر بھی شاہد!

غزل ۱۱۲

آن ترک نیم مست کہ جان شد خراب او..........

۱۔ وہ نیم مست ترک معشوق جس پہ میری جان خراب ہوچکی ہے
ہم اس کے ناز وعتاب سے سو بار جل گئے ہیں
۲۔ چھت کے پاس اگر رات کو گھومنے والا چاند اسے دیکھے گا
تو شرمندہ ہو جائیگا اس کا سورج جیسا چہرہ دیکھ کر!

۳۔ میں ہوتا ہی کون ہوں کہ محبوب کے پاؤں کو بوسہ دوں، کاش
مجھے اتنی ہی طاقت ملتی کہ اس کے رکاب کا بوسہ لوں!
۴۔ اس کے چہرے میں جمال ازل کا مشاہدہ کیاجاسکتا ہے
اگر بیچ میں اس کا پردہ (نقاب) حجاب نہ بن جائے
۵۔ جب اس کے ہونٹ موتی بکھیرتے ہیں تو میں صدف کی طرح
سر تا بہ پا اس کے شوقِ خطاب میں کان بن جاتا ہوں
۶۔ شب فراق میں میں اس کے کوچے میں نہیں ٹھہر سکتا
ڈرتا ہوں میرے نالے اسکی آنکھوں سے نیند نہ اڑالے جائیں
۷۔ بوسہ مانگتے وقت اس نے جامیؒ سے کچھ نہیں کہا
یعنی یہ کہ خاموشی کے بغیر اس کا کوئی جواب نہیں

توضیحات غزل

ا۔فرماتے ہیں کہ وہ نیم مست محبوب اس نیم مستی کی کیفیت میں اسقدر زیبا اور دلربا ہے کہ اسکی دلکشی ورعنائی سے ہماری جان پر بن آئی ہے اور اپنی جان ہم اس حدتک لٹا چکے ہیں کہ تباہ حال ہو گئے۔اس پرطرہ یہ کہ ہماری اس حالت سے بے نیاز ہوکروہ اپنے نازو انداز اور عتاب سے ہمکو بار بار اذیتیں دیتے رہتے ہیں اور ہم قہر درویش بجان درویش کے مصداق اندر ہی اندر جل رہے ہیں۔زمی افروختی عارض مرا بگداختی رفتی ☆ بہ ناز افراختی قامت قیامت ساختی رفتی ☆ بہ پیشم آمدی شیدای خویشم ساختی رفتی ☆بدین حالم نشاندی بیوفا انداختی رفتی (قلندراصفہانی)۔ شکایت ازتو ستمگر کجا برم چہ کنم ☆ تو دادرس تو جفا جو مرا کہ داد دہد (شہیدی قمی)۔خانہ جانم زغم کردی خراب ☆ خوب کردی خانہ ات آباد باد (لطف داغستانی)۔ازدست ستمہای تو دارم گلہ بسیار ☆ مارا گلہ بسیار وتورا حوصلہ بسیار (قابل ایروانی)۔بجز تو کز ستمت سوختی دل مارا ☆ بدست خویش کہ آتش زند بہ خانہ خویش (رہی معیری)۔ابرام درشکستن من این قدر چرا ☆ آخر نہ من بہ بال تو پرواز میکنم؟ (صائب)۔

۲۔شبگرد = کوتوال۔رات کو پھرنے والا۔چاند۔پاسبانِ شب۔رہزن۔فرماتے ہیں رات کوگردش کرنے والا چاند، جواپنی روشنی بکھیر کرتمام عالم کو منور کرتا ہے اگر میرے محبوب کو بام پرآتا دیکھے تو اس کے آفتاب مانند چہرے کودیکھ کرشرمندہ ہوجائے گا اور چھپ جائے گا وراسکی روشنی ماند پڑ جائیگی۔شعر میں چاند کی روشنی کومحبوب

کے آفتاب جیسے چہرے کے، نور درخشاں کے مقابلے میں ہیچ ہونے کے خیال کا ذکر ہے۔ فروغ روی تو کرد آفتاب رامعدوم ☆ از آن بہ ماتم خورشید شب سیہ پوش است (دھقان اصفہانی)۔ ماه در مشک نہان کردہ کہ این رخسار است ☆ شکراز پستہ روان کردہ کہ این گفتار است (رضی الدین نیشاپوری) ☆ از شمس ماہ عالم ازان نوری برد ☆ کان پرتوی زعارض چون آفتاب تست (عصمت اللہ بخارائی)۔ چشمہ نور کہ خوانند کسانش خورشید ☆ پیش روی تو یک ذرۂ بی مقدار است (محسن شمس ملک آرا)۔ ماہ من گر برکشد از رخ نقاب خویش را ☆ از خجالت چرخ پوشد آفتاب خویش را (وصال شیرازی)۔

۳۔ فرماتے ہیں میری بھلا کیا بساط کہ محبوب کے پاؤں کا بوسہ لوں۔ بس یہی آرزو ہے کہ مجھے اس کے رکاب کو چومنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے پاؤں کو چومنا ایک اعلیٰ ترین خوش بختی ہے ابھی میں اس مرتبہ پر پہنچا ہی کہاں ہوں یہ تو دور کی بات ہے۔ کاش مجھے محبوب کے رکاب کو چومنے کی سعادت نصیب ہو جس پر وہ اپنا پاؤں رکھتے ہیں کہ اس راہ سے میں سمجھ لوں گا گویا میں ان کے پاؤں کو چوم رہا ہوں۔ محبوب کے پاؤں کو چومنے کی تمنی کا بیان ہے بہ حق ما افتادگان را کی توان پامال کرد ☆ بوسہ من کار ہا دارد بہ خاک پای تو (صائب)۔ پایت بگداز تا بوسم ☆ چون دست نمیرسد بہ آغوش (سعدیؒ)۔ بر آستان خیال تو می دہم بوسہ ☆ بر آستین وصالت چو نیست دست نیاز (حافظ)۔ چون خم شدم کہ پای تو بوسم پی وداع ☆ رفتی و قامت من مسکین خمیدہ ماند (پژمان)۔ گر میسر نشود بوسہ زدن پایش را ☆ ہر کجا پای نہد بوسہ زنم جایش را (حیدر ہراتی)۔ از پای تا بہ سر ہمہ ات جای بوسہ است ☆ من در تحیرم کہ ببوسم کدام را ☆ ہوس از سر آن سرو سیمین تا پای ☆ بہ پای او چو رسی این لطیفہ از سر گیر (رہی معیری)۔

۴۔ فرماتے ہیں اگر محبوب کا پردہ درمیان میں حجاب نہ ہو تو ان کے روی نازنینؐ سے جمال ازل کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر رسول اکرمؐ کا بشری حلیہ مبارک درمیان میں نہ ہوتا تو ان کے روی نازنین سے اللہ تعالیٰ کا نور جمال برملا دیکھا جا سکتا۔ یعنی چونکہ نبی اکرمؐ بشر ہیں (قل انما انا بشر)۔ اسلئے ان کا یہ بشری حلیہ پردہ بن جاتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نور جمال رسول اکرمؐ اور نور جمال پروردگار عالم میں کوئی فرق نہیں۔ دل و جان من بفدای تو سر و دیدہ وقف ہوای تو ☆ چہ کسی کہ بہر لقای تو شدہ اشتیاق خدای تو ☆ بلغ العلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ ☆ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ آلہ ☆ شب وصل برقع دلکشا چو کشادہ از رخ جانفزا ☆ زخودی گذشتہ و خویش را بخودش ندیدہ بجز خدا ☆ بلغ العلی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ ☆ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ و آلہ (صرفی کشمیری)۔ بحر وحدت کہ ترا جای تو می بود قدیم ☆ زان بکثرت تو گمر آمدی ای در یتیم ☆ در گل وحدت خوشبو تو ای نور کریم ☆

گر حیا بوشود از گل وگل از بوتو شمیم ☆ فی الحقیقت احد ست ذات تو احمد بی میم ☆ بر گل عارض جان پرور احمد صلوات ☆ بر دو گیسوی فرح بخش محمد صلوات (احسن)۔ نورت از نور ایزدی ناشی ☆ زان جمال ترا کمال ضیا ☆ گر نہ بودیت پردہ خاکی ☆ خلق را دیدنت نہ بود یارا (جید کشمیری)۔

۵۔ فرماتے ہیں جب محبوب ہونٹوں سے موتی برسانے لگتا ہے تو میں ان کے خطاب کرنے کے ذوق وشوق میں صدف کی طرح سراپا کان بن جاتا ہوں۔ یعنی جب محبوب اپنے ہونٹوں سے کلام کے موتی برساتے ہیں یا صدف جیسے منہ سے موتی برسانے لگتے ہیں تو میں صدف کی طرح غایت شوق سے سراپا گوش بن جاتا ہوں (صدف کی شکل کان سے ملتی ہے نیز موتی صدف میں ہی ہوتا ہے اس مناسبت سے مولانا جامیؒ نے محبوب کے دہان کو صدف سے تشبیہ دی ہے جس میں ان کے کلام کے موتی نہاں ہیں۔ یا خود کو صدف کی طرح کان بن جانے سے مشابہ کیا ہے)۔ شعر میں کلام دُر مانندِ محبوب کو ذوق وشوق کے ساتھ سننے کا بیان ہے کہ یہ کلام قلب وجگر میں اتر کے روح میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔ بنمای رخ کہ باغ وگلستانم آرزوست ☆ بگشای لب کہ قند فراوانم آرزوست (مولانا روم)۔ چون پستہ کہ گیرد شکرش تنگ درآغوش ☆ در قند نہان کردہ دہان تو سخن را (سعیدای اشرف)۔ در درج دُر عقیق لبت نقد جان نہاد ☆ جنسی نفیس بود بجای نہان نہاد (سلمان ساوجی)۔ تو راست لعل بدخشان و درمیان گوہر ☆ میان لعل چرا کردہ ای نہان گوہر (ظہیر فاریابی)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ جدائی کی رات کو میں محبوب کے کوچے میں جا نہیں سکتا مجھے خوف ہے کہ میرے نالے سن کر محبوب کی نیند اچاٹ نہ ہو جائے یعنی فراق کے دردناک لمحات میں عاشق کے نالے اور اسکی فریاد وفغان سب کو بیقرار کر دیتے ہیں اسلئے وہ اپنے ان دردناک نالوں کو محبوب کے کانوں تک اسلئے نہیں پہنچانا چاہتا کہ یہ پکار اسکو بھی مضطرب اور بے چین نہ بنا دے جسے عاشق نہیں چاہتا۔ دوش آمد برسرم از نالہ ام رنجید ورفت ☆ عذر ہا گفتم کہ شاید بشنود نشنید ورفت (لسانی شیرازی)۔ ای اشک بی سرایت وای آہ بی اثر ☆ امید واریئی بہ شما داشتم نشد (میلی ہروی)۔ ہر چند وقت کشتہ شدن دست وپا زدم ☆ یک بار دامن تو نیامد بہ چنگ من (میلی ہروی)۔ بہ نالہ دل زارم اثر نماندہ وشادم ☆ کہ نالہ ای کہ زبیداد توست بی اثر اولیٰ (میلی ہروی)۔ از کوی غمت نالۂ کس دوش نیامد ☆ گوئی ہمہ رفتند بہ خواب عدم آنجا (نسبتی مشہدی)۔ آگہ نیم کہ مرغ چمن را چہ ماجراست ☆ می دانم این قدر کہ مرادش فسانہ نیست (وقوعی تبریزی)۔ نوری زنالہ ات جگرِ سنگ گشتہ خون ☆ بیدرد! ارغنون محبت چنین مزن (نوری اصفہانی)۔

۷۔ فرماتے ہیں کہ التماس بوسہ کے وقت کچھ نہیں کہا محبوب نے۔ یعنی خاموشی کے بغیر اسکا کیا جواب۔ شعر

ذو معنی ہے محبوب نے خاموشی جو اختیار کی اس کا مطلب انکار تھا۔ (اقرار کے مطلب بھی لئے جا سکتے ہیں لیکن یہ معنی بہت بعید ہے)۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ محبوب کا دہن اتنا تنگ ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ میرے سوال کا جواب ہیچ تھا یعنی دہانِ تنگ سے جواب ہی نہ پایا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے آگے عاشق کی آرزو تکمیل تک پہنچتی ہی نہیں۔ شعر میں محبوب کے دہان تنگ کا ذکر ہے۔ عقل در کار تو ای تنگ دہان حیران است ☆ کردہ ای کشور دل ضبط بہ این بی دھنی (ملاّ ذہنی)۔ بہ تکلم بگشا نقطہ موہوم دہان ☆ تا ہمہ خلق بدانند ترا ہم دہن است (مشعوف قاجار)۔ دہان تنگ تو گویا کہ نون تکوین است ☆ کہ در حدیث در آید ولیک پیدا نیست (سعدی)۔ بطنز گفتم بشکل تہ غنچہ چون دھنت ☆ بخندہ گفت کجا غنچہ این دہن دارد (افسر سبزواری)۔ گر نہ گوئی سخن از ناز بہ من معذوری ☆ کہ نداری دہنی تا کہ بگوئی سخنی (بہار شیروانی)۔

غزل ۱۱۴

خورشید و ماہ راچہ برابر کنم بہ تو...........

۱۔ سورج اور چاند کا بھلا آپ سے کیا مقابلہ کروں
بیٹھ جایئے دم بھر کیلئے کہ آپ سے اپنی آنکھیں روشن کرلوں
۲۔ خط سے آپ کا زنخدان خوشبودار شامہ ہوگیا ہے
آپ قریب آجایئے کہ اپنے مشام کو معطر کرلوں
۳۔ آپ اپنی کمر پر نگاہ ڈالئے ، اسکی کیا ضرورت کہ میں
آپ کے آگے اپنی اس لاغرتن کو بال سے مشابہ کروں
۴۔ کسی بھی مخلوق کے ساتھ آپ کا مقابلہ نہیں
مجھے ڈر ہے کہ ایسے میں آپکے بارے میں کوئی اور عقیدہ اختیار نہ کرلوں
۵۔ بہشت تو آپ کا چہرہ ہے اور ہونٹ آپکے کوثر تو پھر کیوں
آپ سے بہشت اور چشمۂ کوثر کا ذکر کروں
۶۔ یہ تو جامی کا ذکر اور اس کے حال وکیفیت کی بات ہوتی ہے
جو میں سخن گو عاشقوں کی توصیف کر رہا ہوں آپ کے سامنے

۷۔ میری آنکھوں سے دور جا رہے ہیں آپ تو اپنی صورت کو اتنی فرصت دیجئے
کہ میں اپنے خیال کے آئینہ کو آپ سے مصور کرلوں

توضیحات غزل

۱۔ فرماتے ہیں بھلا سورج اور چاند کا آپ کے حسن و جمال کے ساتھ کیا مقابلہ۔ آپ دم بھر کے لئے میرے پاس تشریف رکھیں کہ میری آنکھیں آپ کے حسن و جمال کے نور سے روشن ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی سے آنکھیں منور نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی دل کا نور اخذ ہوسکتا ہے بس اے محبوب! یہ تو آپ ہی کے حسن کا معجزہ ہے۔ اس لئے میں جو آپ کا چاہنے والا ہوں میرے پاس بیٹھ کر مجھے میری آنکھوں کو اپنے حسن و جمال کے نور سے منور کرنے کا موقع عطا فرمائیں۔ شعر میں محبوب کے حسن و جمال کے آفتاب اور چاند کے حسن سے بالاتر ہونے کا ذکر ہے۔ من کہ می بینم تفاوت از زمین تا آسمان ☆ چون کنم نسبت بروی یار مہر و ماہ را (آذر بیگدلی)۔ تشبیہہ کردہ اند بہ ماہت یکی بگیر ☆ از رخ نقاب ورفع کن این اشتباہ را (عبرت نائینی)۔ مہ خجل گردید از روی درخشان شما ☆ سوخت خود از حسرت رخسار تابان شما (بانو مہر ارقع جہانبانی)۔ در ماہتاب دوش خرامان همی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت (امیر خسروؒ)۔ زہرہ رُوی ترا تا مشتری گردیدہ ام ☆ از نظر ماہ وز چشم آفتاب افتادہ است (دہان اصفہانی)۔

۲۔ مشکین = مشک آلود۔ سیاہ۔ کالا۔ سیاہ رنگ گھوڑے کی ایک قسم۔ شامہ = خربزے کی ایک قسم، دستنبو۔ خوشبوؤں سے بنائی گئی ایک گیند نما چیز جسے ہاتھ میں رکھکر سونگھتے ہیں اور اسے دستنبو کہتے ہیں۔ عطردان۔ خوشبو جو کسی چیز سے سونگھی جائے۔ ایک ساز جو بانسری کے ساتھ بجایا جاتا ہے۔ سونے چاندی اور نافہ وعنبر سے سجایا ہوا مکان۔ زنخدان = ٹھوڑی (ٹھنڈی)۔ مشام = سونگھنے کی قوت کا محل جو دماغ کے شروع میں ناک کی تمامی پر ہے۔ قوت شامہ۔ بنی (دماغ۔ ناک)۔ فرماتے ہیں آپ کے خط سیاہ سے آپ کی ٹھوڑی خوشبوؤں سے گوندھی ہوئی دستنبو یا گیند ہوگئی ہے آپ میرے قریب آجائیں کہ میں اپنی قوت شامہ کو معطر بنالوں۔ شعر میں مشکین اور خط میں مناسبت پیدا کی گئی ہے۔ خط سیاہ ہے اور مشک بھی سیاہ۔ معشوق کے زنخدان پر جو گیند کی مانند گول ہے سیاہ خط ایسے دکھائی دے رہا ہے جیسے ایک خوشبودار گوئے یا معطر گیند۔ اسلئے عاشق محبوب سے التماس کر رہا ہے کہ آپ میرے نزدیک آئیں تاکہ میں اپنے قوت شامہ کو خوشبودار بنالوں اور معطر۔ محبوب کے خط مشکین کو معطر کرنے والی خوشبو کہا ہے سطی کہ برسمن آن گلعذار بنویسد ☆ بنفشہ نسخۂ آن نو بہار نویسد ☆ نسیم باد صبا شرح آن

خط ریحان ☆ بہ مشک بر ورق لالہ زار بنویسد (خواجو کرمانی)۔ ترا چون صبح خندان آفریدند ☆ مرا چون ابر گریان آفریدند ☆ من آن روز از سلامت دست شستم ☆ کہ آن چاہ زنخدان آفریدند ☆ شکست آن روز شاخ زلف خوبان ☆ کہ آن خوشخط ریحان آفریدند (صائب)۔ زہی خطی بہ خطا بردہ سوی نطۂ چین ☆ گرفتہ چین بدو ہندی زلف چین بر چین (خواجو کرمانی)۔

۴۔ فرماتے ہیں محبوب! کیا ضروری ہے آپ کو بتادوں کہ آپ کے عشق میں میرا جسم کس قدر نحیف ولاغر ہو چکا ہے۔ بس آپ اپنی کمر کو دیکھ لیجئے میری حالت آپ پر روشن ہو جائے گی۔ دراصل اپنی حالت زار میں ضعف کا ذکر کر کے یہ بتانا چاہے ہیں کہ محبوب کی کمر اتنی نازک اور پتلی ہے جتنا کہ ایک بال۔ کمر کا نازک ہونا خوبصورتی کی اعلیٰ مثال ہے۔ شاعروں نے کمر کو اس قدر نازک کر دیا کہ جیسے ہے ہی نہیں۔ بعضوں نے تقریباً غیر مرئی پتلے بال کی حد تک بلکہ ہیچ کہا ہے۔ بہر حال اس شعر میں مولانا جامیؒ نے بھی محبوب کی کمر کو نزاکت خیال میں بال سے مشابہ کیا ہے اور ضمناً بتادیا ہے کہ جدائی میں میرے بدن کا حال ضعف میں بال کی طرح ہوا ہے۔ طبیبا! بر سر بالین من آہستہ تر بنشین ☆ کہ ترسم باد امانت ز بستر دور م انداز رد (عارف قزوینی)۔ دو ضعیفیم من و سایہ کہ در راہ شدن ☆ گہ منم باز پس از سایہ و گہ سایہ ز من (اھلی شیرازی)۔ موی میان تو شدہ کرالہ پن ☆ کردجدا کاسہ سر ہاز تن (غنی کشمیری)۔ صنم سنتے ہیں تیرے بھی کمر ہے ☆ کہاں ہے کس طرف کو ہے کدھر ہے ☆ شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم ☆ لوگ کہتے ہیں کہ ہے پر ہمیں منظور نہیں (غالب)۔

۴۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! کسی بھی مخلوق سے آپ کی نسبت نہیں مجھے ڈر ہے اس لحاظ سے آپ کے بارے میں کوئی اور عقیدہ اختیار نہ کروں۔ مطلب یہ ہے کہ میرا محبوب کسی مخلوق کی طرح کا نہیں یعنی کسی بھی مخلوق سے آپ کا مقابلہ ہے نہ برابری۔ گویا اپنے وجود میں میرا محبوب لاشریک ہے اور بے مثال ولاجواب ہے ان فتنوں کے ہوتے ہوئے مجھے ڈر ہے کہیں میرا عقیدہ بدل نہ جائے اور میں محبوب ہی کو خدا سمجھ نہ بیٹھوں۔ شعر میں محبوب کو بشری صفات میں اور خوبیوں میں لاشریک کہا گیا ہے۔ رسیدہ کار بجائی کہ گر نہ باشد کفر ☆ ترا پرستم و گویم خدای من ای : است ☆ ختم نمودہ است خدا : ندگار ☆ در رخ تو صنعت صورت گری (فتح علی شاہ)۔ ہمچون تو نازنینی ستا بہ پالطافت ☆ گیتی نشان نہ داد۔ ایزد نیا فریدہ (حافظ)۔ گفتم ار مصحف روی ترا از من مرنج ☆ سہو شدا استغفر اللہ می شود قرآن غلط (علی کمرہ ای)۔ باین جمال د ُ ر ٓ ئی کہ اوست می ترسم ☆ موحدان بہ خدائی کنند متہمش (نظیری)۔ بردار ز رخ پردہ و بگداز ببیند ☆ در روی تو صاحب نظران صنع الٰہی (عبرت نائینی)۔

۵۔ آپ کا چہرہ جنت ہے اور آپ کے ہونٹ کوثر۔ میں کیوں بھلا آپ کے سامنے جنت اور چشمہ کوثر کا ذکر

کروں ۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کی شادمانی کا جو ذکر قرآن مجید میں آیا ہے وہ ساری آپ کے چہرہ اطہر اور آپ کے روی زیبا میں موجود ہے ۔ کوثر کا جو بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وہ آپ کے ہونٹوں میں موجود ہے اسلئے میں کیوں آپ سے ان دونوں کے بارے میں شرح و بیان پوچھوں جب کہ آشکارا اور واضح طور پر یہ دونوں پاکیزہ چیزیں ترتیب وار آپ کے روئے نازنین اور آپ کے یاقوت سرخ جیسے ہونٹوں میں موجود ہیں ۔ [بہشت = بہتر دنیا ۔ خوش آب و ہوا جگہ ۔ فراخ نعمت اور آراستہ و سرسبز و شاداب آسمانی باغ و چمن ۔ فردوس جہاں موت کے بعد نیکوکار لوگ داخل ہونگے ۔ جنت ۔ آرام ۔ کوثر = بہشت میں ایک چشمے کا نام ۔ بڑا سخی ۔ بہت زیادہ] ۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی ذات جنت ہے جس میں غایت تصور کے عین موافق قلبی راحت کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے موجود رکھی ہے ۔ زیبائی کی حد چہرۂ معشوق ، آب حیات کا چشمہ کوثر لب ہای محبوب اور شادابی سراپای محبوب ! اس لئے عاشق صادق محبوب کو پا کر حقیقی جنت سے بے نیاز ہو جاتا ہے ۔ بدین شمائل زیبا اگر ز پردہ در آئی ☆ در بہشت بروی جہانیان بکشائی (قاآنی) ۔ اگر بروضہ فردوس بی نقاب آئی ☆ بہشتیان بہ رخ از شرم پردہ آویزند (ہمای شیرازی) ۔ ای کہ بہشت برین بی تو عذابم مذاب ☆ آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب (خواجہ جی کشمیریؒ) ۔ بہشتی بہ رخسار و در حسن حوری ☆ جہانی بہ خوبی و در لطف جانی (خواجو) ۔ زہی رویت گل باغ بہشتی ☆ خط سبزت مثال آسمانی (خواجو) ۔

۶ ۔ تقریب = قریب کرنا ۔ مجازاً موقع ۔ اس طرح بات کہنا کہ مطلب کے لئے لازم ہو گھوڑے کی ایک چال جس میں وہ دونوں پاؤں اکٹھے اٹھاتا ہے اور وہ تیز دوڑنے سے دھیمی ہوتی ہے ۔ پس منظر ۔ فرماتے ہیں جب میں شاعر عاشقوں یا عاشق شاعروں کا ذکر آپ سے کرتا ہوں تو دراصل میں اس تقریب کی راہ سے جامی کا ذکر اور اس کی حالت بیان کر رہا ہوں ۔ مطلب یہ ہے کہ بظاہر میں محبوب سے ان کے مدح گو عاشقوں یا عاشقان مدح گو کا ذکر چھیڑتا ہوں لیکن بہ باطن میں اس وسیلے سے ان تک اپنے عشق کی بات اور اپنی حالت زار پہنچا رہا ہوں ۔ مقصد ہے ناز و غمزہ ولی گفتگو میں کام ☆ چلتا نہیں دشنہ خنجر کہے بغیر ☆ ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو ☆ بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر (غالب) ۔

۷ ۔ مصور = نقش کرنا ۔ تصویر ۔ فرماتے ہیں محبوب ! آپ میری آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں اتنی تو فرصت دیجئے کہ آپ کی صورت کو اپنے آئینہ خیال میں نقش کر لوں ۔ مطلب یہ کہ میری نظروں سے دور رہنا آپ کا شعار ہے اب اتنی دیر تو میری نظروں کے سامنے رہئے کہ اپنے دل کے آئینے میں آپ کی صورت کو اتار کر محفوظ کر لوں ! اگر چہ مہر بریدی و عہد بشکستی ☆ ہنوز بر سر پیوند و عہد دسو گندم (سعدیؒ) ۔ گرم دشمن شوی یا دوست گردی ☆

نخواہم دست از دامن گسستن (سعدیؒ)۔اوبہ ستمگری مثل مابہ ستمکشی علم ☆ نیست حریف خوی او جز دل مستمند ما (وقوعی تبریزی)۔دل باخیالش رو بہ رو شب تا سحر در گفتگو ☆ گرددلم دیدہ او گر دسرش گردیدہ من (نقی کمرہ ای)۔

غزل ۱۱۵

کشاد از چہرہ مشکین برقع آن مہ.........

۱۔ اُس چاند نے چہرے سے مشک آلود پردہ ہٹادیا
مجھے اس میں اللہ کا چہرہ نظر آیا
۲۔ اُس کے قد سے وادی طور کے درخت کی طرح
میں نے انی انااللہ کی بشارت سنی
۳۔اس کے ہونٹوں نے حقہ لعل سے مہر اٹھالی تو
میں اسرار حقیقت سے آگاہ ہوگیا
۴۔اس کے چہرے کے آگے چاندکو کسی بھی وجہ سے
خوبصورتی کا دعویٰ کرنا زیب نہیں دیتا
۵۔اسکی زلف دراز تک میری دسترس نہیں
خدا کرے کسی کواس طرح کی کوتاہی دست نصیب نہ ہو
۶۔جب سے باد صبا نے اس کے پاؤں تلے فرش گل بچھادیا
تب سے غنچے کا دل خون میں تہ بہ تہ بندھ گیا ہے
۷۔خوبی قد سے اس نے جامی کو لوٹ لیا اور چلا گیا
کیا کہنے اسکے قد کی نازکی کے ! اللہ اسکی قدر کو بلند کرے!

توضیحات غزل

ا۔مشکین = سیاہ۔کالا۔مشک آلود۔عطر وخوشبو سے منسوب۔برقع = روبند۔منہ پر ڈالنے کا پردہ یا نقاب۔ عورتوں کے پہننے کا خاص لباس جسے وہ پردہ کرنے کیلئے اوڑھ کر اور منہ پر ڈال کر باہر نکلتی ہیں۔فرماتے ہیں میرے چاند جیسا چہرہ رکھنے والے محبوب نے جب اپنے چہرے سے معطر نقاب ہٹا کر اسے آشکارا کیا تو مجھے یہ چہرہ اللہ

کا چہرہ نظر آیا۔ جل جلالہ۔ کہنا یہ چاہتے ہیں جو نور روئے منور حضرت نبی اکرمؐ میں ہے وہ بے شک اللہ کا نور ہے۔ پس رسول اللہؐ کا چہرۂ اطہر اللہ کا چہرہ ہے۔ نور پاکت ناشی از نور خدا ست ☆ وصف ذات تو سز دنور قدم (جید کشمیری)۔ بود آئینہ ذات حق و اسمای او دانش ☆ وان لم ینفصل عن ذاته بالذات کالاسما (صرفی کشمیری)۔ ذات تو در جہاں جلالت منزہ است ☆ چون ذات ذوالجلال زتشبیہ واز مثل (تجلی)۔ بی پردہ از تجلی یزدان برآمدہ ☆ بی سایہ سایہ گستر مستان برآمدہ (شہید کشمیری)۔ ہر کہ دیدت یقین خدارا دید ☆ من رآنی برین حدیث گواہ ☆ ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدای نما ☆ کمال حسن ازل راست مظہر اعلیٰ ☆ جمال روی نکوی تو یار سول اللہ (حسن کشمیری)۔ تو ئی کہ بہر خودت از جہان گزیدہ خدا ☆ لباس ناز بقدتو خود بریدہ خدا (شعری کشمیری)۔

۲۔ وادی طور = [طور۔ طور سینا۔ فلسطین کے ایک مشہور پہاڑ کا نام جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت کے اوپر اللہ تعالیٰ کا نور دیکھا تھا۔ (چونکہ یہ وادی یا جنگل) کوہ طور کے داہنی طرف ہے اسلئے اسے وادی ایمن کہتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کی ندا سنی کہ "اے موسیٰ! میں تمہارا اللہ ہوں۔ اپنے نعلین کو پاؤں سے باہر نکال دو"۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ فرماتے ہیں محبوب کا قد اس درخت کی مانند ہے جس کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا اور خود اللہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو بشارت ملی کہ انی انا اللہ یعنی میں تمہارا اللہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا جامیؒ کو اپنے محبوب (جو رب العالمین جل جلالہ کا بھی محبوب ہےؐ) میں اللہ کے جلوے نظر آرہے ہیں خواہ ان کا چہرۂ نازنین ہےؐ یا قد بالاؐ۔ آنحضورؐ میں اللہ کا حسن و جمال پانا اور ان کے وجود اقدس کے عضو عضو سے نورِ الٰہی کے جلوؤں کا مشاہدہ کرنا اس صاحب جمال رسولؐ کے حق میں بالاترین مدح ہے۔ شعر میں حضرت رسولؐ کے قد بالا کی مدح کی گئی ہے۔ قد ترا بہ سرو و صنوبر مثل زنند ☆ کوتاہی نظر نگر واشتباہ را (فرات یزدی)۔ مرنج اگر بہ قدت ہمسری نماید سرو ☆ از آنکہ عقل نہ باشد بلند بالا را (مخزن کرمانشاہی)۔ نازنین تر زقدت در چمن حسن نہ رست ☆ خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نہ بود (حافظ)۔ ہر چہ زان بالاتر استادِ ازل خلقت نہ کرد ☆ برتر و بالاتر از آن قامت و بالای تست (وثوق الدولہ)۔

۳۔ حقہ = وہ ڈبہ جس میں ہیرے جواہرات اور گران بہا موتی یا قیمتی عطر رکھی جائے۔ حیلہ۔ شعبدہ۔ مکاری۔ عیاری (حقۂ لعل = ہیروں کی ڈبیا۔ مجازاً دہن معشوق)۔ فرماتے ہیں محبوب نے ہیروں کی ڈبیا پر سے مہر اٹھالی اور میں اسرار حقیقت سے واقف ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب نے اپنے دہان گران قیمت سے خاموشی کی مہر توڑ دی اور اپنے کلام کے موتی بکھیر دیئے۔ یہ کلام ایسا کلام ہے کہ اسرار الٰہی مجھ پر منکشف ہوگئے۔ یعنی کلام محبوب اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو آشکارا کرتا ہے۔ رسول اکرمؐ کا کلام پاک' دلوں پر سے پردہ اٹھا کر اللہ کے نور کی بارش کو ظلمت زدہ دلوں پر برساتا ہے۔ حقیقت سامنے آجاتی ہے اور اسرار کے تہ بہ تہ پردے کھل جاتے ہیں جو فلسفیوں سے کھل نہ

سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا ☆ وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں (حفیظ جالندھری)۔ نگار من
کہ بہ مکتب نرفت وخط نہ نوشت ☆ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد (حافظؒ)۔ ای حقہ یاقوت تو پر گوہر رخشان ☆
لب ہای تو قیمت شکن لعل بدخشان (سقا)۔ ما ئیم بستہ در دل یاقوت دلکشایت ☆ باری بہ خندہ بکشا تا دل شود کشادہ
(سلمان)۔ فصحای عرب شدہ ابکم ☆ از کلام تو یا رسول اللہ (جید کشمیری)۔

۴۔ موجہ = پسندیدہ۔ مناسب۔ مقبول۔ باقاعدہ۔ مقررات وقوانین کے مطابق۔ فرماتے ہیں کسی بھی وجہ سے میرے محبوب کے چہرہ پرنور وزیبا کو چاند کیساتھ مشابہ کرنا یا یہ دعویٰ چاند کی طرف سے ہونا کہ وہ میرے محبوب کے چہرہ منور وزیبا کے برابر ہے پسندیدہ اور مناسب دعویٰ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چاند میرے محبوب کے چہرے کا مدِ مقابل ہو نہیں سکتا۔ میرا محبوب چہرے کی دلکشی اور خوبصورتی اور نور باری میں چاند سے بالاتر ہے۔ ای بردہ عارضت بہ لطافت زمہ سبق ☆ دل غرق خون دیدہ زمہر رخت شفق (خواجو)۔ ماہ بر آنند کہ چون روی تست۔ او عاست ☆ مشک ستانند کہ چون موی تست۔ این خطاست (رشید یاسمی)۔ نسبت رویت اگر باماہ و پروین کردہ اند ☆ صورت نادیدہ تشبیہی بہ تخمین کردہ اند (حافظؒ)۔ روشنی طلعت تو ماہ ندارد ☆ پیش تو گل رونق گیاہ ندارد (حافظؒ)۔ قمر مقابلہ روی تو نیارد کرد ☆ وگر کند ہمہ کس عیب بر قمر گیرد (سعدیؒ)۔ وُچھ آفتابن چون ژہندن موکھ تہٕ ڈولس رنگ ☆ گج کاتِہٕ تَوے زُون چھس سرسام نگارو (روسل میر)۔

۵۔ فرماتے ہیں میرا محبوب کے زلف دراز تک ہاتھ نہیں پہنچتا خدا کرے کسی کا ہاتھ اتنا چھوٹا نہ پڑ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی زلفیں اتنی لمبی ہیں کہ میری ان تک رسائی کا کوئی امکان نہیں۔ زلفوں کی درازی حسن و جمال کی علامت ہے اور شاعروں نے درازی زلف کی خوبی وخوبصورتی کے بیان میں بڑے لطیف نکتے پیدا کئے ہیں۔ مولانا جامیؒ نے بھی اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے محبوب کی زلفوں کی درازی کے آگے نارسائی کا اظہار کیا ہے۔ گویا محبوب کی زلفوں کی درازی کی مدح کی ہے۔ آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک ☆ کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک (غالب)۔ عمر اگر کوتاہ باشد دل بہ زلف یار بند ☆ می رسد تا دامن حشر این طناب زندگی (عالی بخارائی)۔ خامش نشین کہ زلف درازش نہ آن شب است ☆ کآخر شود بہ حرف کسی یا حکایتی (صائب) ☆ گفتم روم کہ چشمت مائل بہ خواب نازاست ☆ بکشو د زلف وگفتا بنشین کہ شب دراناست ☆ حدیث زلف تو آخر نہ شد شب آخر شد ☆ عبارتی است مسلسل حکایتی است دراز (صافی قزوینی)۔ ہمہ شب در خیال زلف توام ☆ عمر کوتاہ بین وفکر دراز ☆ خواہم کہ آن مشکین رسن امشب بہ حلقم اوفتد ☆ کوتہ مشوای شب کہ من فکر درازی کردہ ام (ہدایت طبرستانی)۔

۶۔فرماتے ہیں غنچے کے اندر جو سرخی ہے وہ دراصل مارے رشک کے اس کا خون تہ بہ تہ جم گیا ہے کیونکہ باغ میں جب میرا محبوب گلگشت کے لئے آیا تو بادِ صبا نے خوش آمدید اور استقبال کرتے ہوئے ان کے قدموں پر پھول کی پتیاں بچھادیں۔ شعر میں حسن تعلیل کا استعمال کیا گیا ہے یعنی ایک فطری علت بیان کی ہے کیونکہ غنچہ سرخ ہوتا ہے نیز ہوا کے ڈھلنے سے پھولوں کی پتیاں گرتی رہتی ہیں۔ مولانا جامیؒ نے اپنے شاعرانہ حسن بیان سے ان کو اپنے محبوب سے متعلق و مربوط کر دیا۔ یعنی غنچوں کی سرخی دراصل ان کا انجماد خون ہے جو محبوب کی زیبائی دیکھ کر اس کا حسن دیکھ کر اس کی لطافت اندام اور نزاکت بدن دیکھ کر ان پر لاحق ہوئی ہے اور صبا نے ڈھل کر جو پھولوں کی پتیاں باغ میں بکھیر دی ہیں وہ میرے محبوب کے باغ میں داخل ہونے کی خوشی کے سلسلے میں اس کا استقبال کرنے کی وجہ سے بکھیر دی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرا محبوب مناظر فطرت کی زیبائی میں موجود لطافت و نزاکت سے بھی لطیف تر ہے اور نازک تر کہ مناظر فطرت بھی محبوب کے آگے اپنے حسن و جمال کو تسلیم کرتے ہیں۔ قلم و دوات و کاغذ ہمہ جمع کردہ نرگس ☆ کہ بہ وصف چشم خوبان ورقی سیاہ سازد (غنی کشمیری)۔ درآن گلشن کہ گویدغنچہ حرفی از لب لعلش ☆ صبا سازد لبالب از شبنم دہانش را (خالص ہندوستانی)۔ غنچہ را پیش دہانش چو صبا خندان یافت ☆ آنچنان بردہنش زد کہ دہن خونین شد (ناصر علی نصیر)۔ یکبار کند ہر ثمری گل ز لطافت ☆ در ہر نظری سیب زنخدان تو گل کرد (صائب)۔ رسیدہ است بجائی لطافت بدنش ☆ کہ از نسیم بود داغدار پیرہنش (صائب)۔ ز چاک پیرہن اندام نازکش ماند ☆ چو عکس برگ گل اندر میان آب زلال (شاطر عباس صبوحی)۔

۷۔فرماتے ہیں کہ لطافت قد سے محبوب نے میری راہ لوٹ لی یعنی مجھے متاع دل سے محروم کر دیا میرا دل لوٹ لیا اور چلا گیا۔ آفرین ہے اس کی لطافت قد و بالا پیر! اللہ اس قد و بالا کا مرتبہ بڑھا دے اور اسے اور اونچا کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا قد بالا اس قدر لطیف و دلربا ہے کہ میں لٹ گیا۔ میرا دل مجھ سے چلا گیا۔ گویا محبوب نے راہزنی کر کے دل لوٹ لیا اپنا قد زیبا دکھا کر اور چل دیا۔ محبوب کی اس ادا پر اور اسکے لطافت قد پر ہزاروں دل قربان! خدا کرے اسکے قد کی درازی کا یہ حسن دو بالا ہو! شعر میں محبوب کے قد کی زیبائی اور دلربائی کا بیان ہے۔ شاہ شمشاد قدان خسرو شیرین دہنان ☆ کہ بہ مژگان شکند قلب ہمہ صف شکنان (حافظؒ)۔ سرو را جائی نہ باشد از لب جو خوبتر ☆ ای سہی قد لطف فرما و بہ چشم مانشین (واقف)۔ نخل ارم مجو بجو سرو روان دلکشش ☆ سرو روان مخوان بخوان مصرع آبدار من (توفیق)۔ تو ئی در ملک جان خسرو چہ خسرو خسرو خوبان ☆ بود نخل قدت فتنہ چہ فتنہ فتنہ دوران (خسروؒ)۔

غزل ۱۲۴

ای زہمہ صورت خوب تو بہ..............

۱۔ اے کہ آپ کی خوبصورت سب سے بہتر ہے
اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنی صورت بخشی ہے !
۲۔آپ کا چہرہ خدا کو دیکھنے کا آئینہ ہے
خود بین آدمیوں کے آگے اسے نہ رکھئے
۳۔بلکہ خدا آئینہ ہے اور آپ صورت !
اس میں دوئی کا گمان بیچ میں نہ آنے دے
۴۔صورت آئینے سے الگ نہیں ہوتی
آپ اس سے متحد ہیں۔ خبر دار رہو
۵۔جس نے وحدت کا مدعا نہ پایا
اس کیلئے یہ نکتہ مشکوک ہے
۶۔دہاگا ایک ہے اور گرہیں لاکھوں
کون اس رشتے (دھاگے) سے گرہ کھول دے گا
۷۔جامی کی طرح جو گرہ میں بند ہو جائے
بہتر ہے اگر وہ مدعا کی طرف لوٹ جائے

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں اے رسول خداؐ ! آپ کی اچھی صورت تمام خوبان خوش صورت سے زیادہ اچھی ہے۔دراصل اللہ تعالٰی نے جل جلالہٗ اپنی صورت آپ کو عطا فرمائی ہے۔کئی مدحیہ غزلوں میں جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں مولانا جامیؒ نے حضرت رسول اکرمؐ کے چہرہ انور کو وجہ اللہ کہا ہے یعنی اللہ کا چہرہ اور اپنے ذاتی تجربہ ومشاہدہ اور غایت عشق رسولؐ کی راہ سے مولانا جامیؒ نے اپنے اشعار مدحیہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور مختلف غزلوں میں مختلف طریقوں سے۔چنانچہ زیر بحث مدحیہ غزل میں بھی آپ نے حضرت رسول اکرمؐ کو اللہ تعالٰی کا آئینہ اور اللہ تعالٰی کو

رسول اکرمؐ کا آئینہ کہا ہے۔ یہ تو بہر حال تصوف و عرفان کے اسرار و رموز ہیں جو انہی صوفیان کرام پر روشن ہیں جو معرفت کی بلندیوں کے شہباز اور عرفان الٰہی کے کنگروں کے طایران قدس ہیں، جن کی نگاہوں سے تقدیریں بدلتی ہیں، جن کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی طرح غالب و کار آفرین اور کارکشا و کارساز ہیں۔ اس طرح کی مدحیہ غزلوں سے مولانا جامیؒ کے بارے میں یہ حقیقت بھی ہم پر آئینہ ہو جاتی ہے کہ وہ محض نعت خوان رسولؐ نہیں تھے بلکہ ایک عارف مکمل و صوفی کامل بھی تھے۔ اس شعر میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے یا رسول اللہؐ آپ کو اپنی صورت عطا کی ہے اس لئے آپ تمام خوبان زیبا روی جہان میں خوبروترین معشوق ہیں۔ یعنی اللہ اور رسولؐ کی صورتیں ایک ہیں۔ اصل میں رسول اکرمؐ کی ذات کے بارے میں جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے چنانچہ قصیدہ بردہ مبارک کے مصنف حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ وَانْسُب اِلٰی ذاتِهٖ مَاشِئتَ مِن شَرَفٍ ☆ وَانسُب اِلٰی قَدرِهٖ مَا شِئتَ مِن عِظَمٍ..... یعنی شرف کو جتنا چاہو ان (رسول اکرمؐ) کی ذات سے منسوب کرو اور آپؐ کے مقام و مرتبہ کی بزرگی کو جس قدر چاہو بیان کرو۔ مولانا جامیؒ نے نہ صرف ایسا کیا بلکہ عشق رسولؐ میں اس قدر مستغرق ہو گئے کہ اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے بھی رسول اکرمؐ کے شرف و مقام کو بیان کیا۔ اور یہ ذاتی تجربہ مولانا جامیؒ کا عرفان تھا۔ رسول کریمؐ کی صورت کا اس سے بڑھ کر مرتبہ یا اس سے برتر مدح اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کا روحی اقدسؐ یا ان کی صورت اللہ تعالیٰ کی صورت ہے۔ اور یہ مدح محض مدح نہیں بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا مولانا جامیؒ کے ذاتی مشاہدہ و تجربہ عرفان کا نتیجہ ہے اور اس تجربے کو آپ نے زیر بحث مدحیہ غزل میں مختلف اشعار میں بیان کیا ہے۔

۲۔ آپ کا چہرہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔ بھلا خود بین لوگوں کے سامنے اسے کیوں رکھا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی ذات اطہر ایک آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں پاک دل آدمی جھانک کر دیکھے تو اسے نور پاک الٰہی صاف طور پر دکھائی دے گا جو رسول اللہؐ کی اصلیت اور حقیقت ہے۔ اگر نفس امارہ کا مطیع خود بین آدمی اس میں جھانک کر دیکھے تو اسے اپنی ہی صورت دکھائی دے گی کیونکہ اس نے اپنے دل سے دنیاوی لذات و خواہشات کی زنگ و ظلمت کو دور نہیں کیا ہوتا ہے اس لئے ایسے پابند نفس کو آئینہ رسولؐ میں اپنا چہرہ دکھائی دے گا دیدار آئینہ رسول پاکؐ کیلئے پاک دیدار والا ہی ہونا چاہئے۔ پاک باش لائق دیدار باش (شمس فقیر)۔ پاپاک شو اول وپس دیدہ بر آن پاک انداز (حافظؒ)۔ مولانا جامیؒ کے نزدیک چہرہ رسولؐ پاک اللہ کے دیدار کرنے کا آئینہ ہے یعنی اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھنا ہو اس کا چہرہ دیکھنا ہو اس کے نور پاک کا مشاہدہ کرنا ہو تو وہ نبی اکرم حضرت محمد عربیؐ کے چہرہ انور کو دیکھے جو ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ذات الٰہی کے انوار جلوہ نما ہیں

ذات تو آفتاب کونین است ☆ رویت آئینہ خدای نما ☆ ہست مرآت ذات حق ذاتت ☆ صورتت را حقایق آئینہ ہا ☆ ہر کہ دیدت یقین خدا را دید ☆ من رآنی برین حدیث گواہ ☆ رخسار تست آئینہ نور ذات حق ☆ من ذالذی رآک رای اللہ بالصریح (عبید کشمیری)۔ مطلب یہ ہے کہ صرف خدا اور رسولؐ کو چاہنے والوں کیلئے ہی روی مطہر رسول پاکؐ آئینہ حق نما ہے ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو اپنے نفس کی خواہشوں کے پابند ہیں۔

۳۔ اوپر کے شعر میں کہا کہ روی اطہر رسول پاکؐ آئینہ حق نما ہے۔ اسی خیال کو آگے بڑھاتے ہوئے اس شعر میں مولانا جامیؒ کہتے ہیں کہ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس آئینہ ہے اور آپ صورت۔ اس میں دوئی کا کوئی گمان نہیں۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس میں آپ ہی کی ذات گرامی نظر آتی ہے اے رسول خداؐ! گویا آپ اور اللہ میں کوئی دوئی نہیں۔ کوئی صاحب نظر پاک دل عارف آپ میں جھانک کر دیکھے تو آئینے کی مانند اللہ اس میں نظر آ گے گا اور اللہ کی ذات میں دیکھے تو اس میں آپ ہی آپ نظر آئیں گے۔ کوئی دوئی نہیں۔

۴۔ فرماتے ہیں صورت آئینے سے الگ نہیں ہوا کرتی ہے۔ آئینہ میں اور صورت میں کوئی تفاوت نہیں۔ آئینے میں وہی صورت نظر آتی ہے جو اس میں جھانک کر دیکھتی ہے۔ اس لئے یا رسول اللہؐ! آپ آئینہ الٰہی میں ملے ہوئے ہیں متحد ہیں اور آپ کی صورت پاکؐ خدا کے آئینے میں صاف طور پر جھلکتی ہے۔ اس حقیقت سے میں تمام باایمانوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں۔ اس شعر میں اوپر کے شعر کی مزید وضاحت ہے کہ آئینہ اور آئینے میں دیکھی جانے والی صورت ایک ہے یہ الگ نہیں ہوتی۔ اللہ آئینہ ہے اور اس میں حضرت رسولؐ کی صورت اطہرؐ دیکھی جاسکتی ہے یا رسول اللہؐ آئینہ ہیں ان میں اللہ کی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ دونوں متحد ہیں ایک ہیں الگ نہیں ہیں۔ [اوپر جہاں کہیں چہرۂ الٰہی یا آئینہ الٰہی یا اللہ کا چہرہ یا وجہ اللہ جیسی اصطلاحات کا مولانا جامیؒ نے استعمال کیا ہے اہل ایمان جانتے ہیں کہ ان سے اُن کی مراد نور اللہ یا نُورِ الٰہی سے ہے اور درودِ تاج کا ورد کرنے والے مومنین ہر روز ''ابی القاسم محمدؐ عبداللہ نورٌ من نورِ اللہ'' کی تکرار کیا کرتے ہیں۔ یعنی حضرت عبداللہ کے فرزند ابی القاسم محمدؐ نور ہیں اللہ کے نُور میں سے]۔

۵۔ فرماتے ہیں جس نے وحدت کا مدعا نہیں پایا مقصد سے بے بہرہ رہا اور معلوم نہ کیا کہ بالآخر وحدت ہے کیا' اس کیلئے میرا یہ نکتہ جسے میں نے بیان کیا شک آور ہے۔

۶۔ رشتہ ایک ہے اس میں لاکھوں گرہیں ہیں۔ کون ہے جو اس رشتے (دھاگے) سے گانٹھیں (گرہیں) کھول دے۔ اوپر کے اور اس شعر میں مولانا جامیؒ وحدت الٰہی کے پس منظر میں رسول اکرمؐ اور اللہ تعالیٰ کے اتحاد کا ذکر

کرتے ہیں۔ تصوف اور عرفان کے نکتہ نظر سے یہ ایک تجرباتی اور مشاہداتی حقیقت ہے اور اس کا تجربہ یقیناً اور مشاہدہ بالمشافہ بھی بے شک وشبہ ان ہی حضرات عالیہ کو حاصل ہے جو میدان عرفان کے شہسوار ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے بھی یہ اتحادِ خدا اور رسولؐ قابل یقین وایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کو صفات الٰہی کا کامل مظہر بنا دیا ہے کیونکہ تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض (رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔۔۔۔۔ قرآن مجید) کے بموجب اسماء الٰہیہ کے عرفان میں فرق مراتب ضرور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور وحدت کو تسلیم وتقاضا کرنے کا مقصد ایک مکمل اکمل وکامل مظہر کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ مظہر کامل بلاشک و ریب رسول اکرمؐ ہیں جن سے یہ خدائی مقاصد پورا کرانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے صفات عطا کیے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں تشریف لاتے ہی ان کا نام محمدؐ رکھا جب کہ آسمانوں پر پہلے ہی ان کا نام احمدؐ کے نام سے معروف تھا۔ گویا خود خدائی اوصاف سے اللہ نے ان کو متصف کر دیا تھا۔ یہاں پر یہ بات کہنا ضروری ہے کہ رسول اکرمؐ سے پہلے جو انبیاء مرسلین آئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہی پورا کرنے کیلئے آئے لیکن اللہ تعالیٰ کے مقاصد کی مکمل تکمیل اور کامل انجام دہی آخری نبی حضرت محمدؐ ہی سے ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ بھی مقرر فرمایا تھا اور رسولؐ بھی جب کہ ان مقاصد کی آخری تکمیل ہونی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کیوں یہ زمانہ اور اس رسولؐ کو چن لیا یہ ظاہر ہے کہ اس کی مرضی تھی اور وہ ایسا ہی چاہتا تھا۔ اللہ نے اپنے خدائی صفات رسول اکرمؐ کو عطا فرمائے اور ان کو اپنی صفات کا مکمل اور کامل مظہر بنا دیا۔ اس لئے رسول اکرمؐ اللہ کا آئینہ تھے اور اللہ رسول اکرمؐ کا آئینہ تھے۔ یہ میرا اپنا ادراک ہے اور ایمان بھی ہے باقی واللہ اعلم بالصواب۔

شعر میں مولانا جامیؒ نے رشتہ کو واحد کہا ہے اور گانٹھیں لاکھوں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ہی ہے اور اس کے اسماء بیشمار اور لاتعداد۔ ہر اسم الٰہی نور ذات الٰہی کا شہود ہے۔ اور اپنے ہر اسم میں اللہ تحقیقی طور پر موجود ہے اور اس لحاظ سے حضرت رسول اکرمؐ اللہ تعالیٰ کا ایک مظہر ہیں اور اس طرح کے نکتوں کو کھول دینا بقول مولانا جامیؒ ایک مشکل کام ہے اور جب تک وحدت کا صحیح عرفان حاصل نہ ہو جائے تب تک خود جامیؒ کے کہنے کے مطابق وحدت کی معرفت سے خالی آدمی شک وشبہ میں گرفتار رہیگا۔

۷۔ فرماتے ہیں جو شخص جامی کی طرح گانٹھ میں پھنس کے رہ جائے اس کے لئے بہتر ہے مدعا یعنی وحدت الٰہی کی طرف لوٹ آئے۔ مولانا جامیؒ خود اسماء الٰہی کے فلسفہ اور نور شہود کی حقیقت کو پانے کیلئے وحدت الٰہی کے عرفان کو حاصل کرنے کے عمل میں ہیں۔ اس لئے ہر اس آدمی کو جو عرفان الٰہی کا خواہشمند ہے اور اس کے نتیجے میں موجودہ مدحیہ غزل کے نکتوں (رسولؐ آئینہ الٰہی ہیں اور اللہ آئینہ رسولؐ ہے اور دونوں آپس میں متحد ہیں اور الگ نہیں ہیں)

کو پانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ توحید و وحدت الٰہی کی حقیقت و مدعا کو پائے۔

غزل ۱۱۶

اینک سوارہ میرسد آن ترک کجکلاہ............

۱۔ یہ آرہا ہے سوار ہوکر میرا تُرک کجکلاہ ! اور لوگوں کا ایک ھجوم ہے
جو دادرسی کیلئے خاک راہ پر پڑا ہوا ہے
۲۔ کمر کے اطراف میں سینکڑوں اسیروں کی جانیں لٹکا رکھی ہیں
اور پلکوں کے خنجروں سے سینکڑوں سپاہیوں کے دل بگاڑ دیئے ہیں
۳۔شراب صبح سے اُس کے رخسار چمک رہے ہیں
اور چاشت کی نیند سے اس کی سحرکار آنکھیں خمار آلود ہیں
۴۔اُس کے چہرے کے شوقِ دیدار میں اہل درد کی فریاد ہر طرف سے بلند ہے
اُسکے غمزوں کےظلم سے ہر جگہ سے انصاف چاہنے والوں کے نالے اُٹھ رہتے ہیں
۵۔مجھے خواری کی حالت میں مارڈالئے اور اسکے راستے میں پھینک دیجئے
کہ شاید میری طرف رحم کی نظروں سے دیکھے
۶۔اے صاحب ! اگر میں عشق کا دعویٰ کررہاہوں تو اس میں طعنہ کیا؟
میرے سرُخ آنسو اور میرا زردِ چہرہ اس پر گواہ ہیں
۷۔رنج وغم کی پیالی سے جامی اپنا خون جگر پی رہاہے
مجلس سرود میں اس کے نغمے سوائے نالہ وآہ کے اور کچھ نہیں

توضیحاتِ غزل

۱۔فرماتے ہیں گھوڑے پر سوار ہوکر وہ سر پر ٹوپی ٹیڑھے رکھے ہوئے میرا محبوب ترک آرہا ہے اور ایک ھجوم ہے لوگوں کا جو اپنے ظلم کی داد چاہنے کے لئے راستے پر بیٹھے ہیں اس شعر میں ذہن میں گھوڑے پر سوار ایک بادشاہ کی آمد اور مظلوم رعایا کا اس کی گزرگاہ پر اس کے اُمید بھرے انتظار اور اپنی ظلم کی داستانیں اُس سے بیان کرنے اور داد پانے کی تصویر اُبھرتی ہے اور اس طرح کی مشابہت دراصل مولانا جامیؒ کے عہد سے بھی مربوط ہے جس میں

بادشاہ لوگ بڑے طمطراق اور جاہ وحشمت اور دبدبہ و کوکبہ کے ساتھ شاہی گھوڑے پر سوار ہو کے خدم و حشم کے ہمراہ جلوس کی صورت میں نکلتے تھے اور راستے میں داد پانے کے ضرورتمند لوگ اپنی مرادیں اور حاجتیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ مولانا جامیؒ نے بھی اپنی چند غزلوں میں اپنے محبوب کو بادشاہ اسپ سوار سے مشابہ کیا ہے۔ لیکن جو اُس عام بادشاہ سے مختلف ہے۔ مولانا جامیؒ کا یہ معشوق اسپ سوار دلوں کا صیاد تھے۔ کجکلاہ ہے، لوگوں کا ہی نہیں بلکہ دلیر اور بہادُر جری سپاہیوں کے قلب و جگر تک کو مجروح کرنے والا اور صف آراء لشکروں کی صفوں کی صفوں کو درہم برہم کرنے والا تھے۔ ایک عالم ہے، ایک جمِ غفیر ہے اور ایک ہجوم تھے لولوں کا جو اس معشوق کجکلاہ کی زیبائی، خوبروئی، رعنائی، دلکشی، دلرُبائی اور اس کے ناز وانداز اور اس کے استغنا کے ہاتھوں نالاں ہے۔ ایک شور مچا ہے اُس کی شوخیِ طبیعت ہر طرف دُہائی ہے۔ کسی کی جان گئی ہے، کسی کا جگر زخمی ہے، کوئی قلب و جگر دونوں سے خون بہا رہا ہے، کوئی اس معشوقِ صیاد کے فتراک میں اسیر ہے تو کوئی اس کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے جان دے رہا ہے۔ اِس پوری غزل میں جو ہمارے سامنے ہے مولانا جامیؒ نے یہی تصویر درد پیش کی ہے جس کی تان بالآخر محبوب کی بے نیازی اور اُس کے استغنا پر ٹوٹتی ہے۔ اِس اوّلین شعر میں بھی مولانا جامیؒ نے معشوق کجکلاہ کا ذکر کیا ہے جو گھوڑے پر شان استغنا کے ساتھ سوار ہو کر آ رہا ہے اور بے پروا، بے خبر اور بے نیاز اس سے کہ اُسکی زیبائی و خوبروئی سے اور اُسکے غم عشق میں نڈھال عاشقوں پر کیا گزر رہی ہے ۔ بہ بی پروا نگاہی کز تغافل کشتہ خلقی را ☆ تمنای دل امیدواری را کہ خواہد گفت ☆ بہ چندین عرضِ خواہش گر نہ قاصد در میان افتد ☆ تو مستغنی د عاشق بی زبان لہٰذا کہ خواہد گفت ☆ ولی من بی زبان اغیار مانع یار بی پروا ☆ شکایت ہای بی تابانہ دارم تا کہ خواہد گفت (ولی دشت بیاضی)۔ نہ از روی تکلّف گویم ای دلدار بی رحمی ☆ تکلّف بر طرف بی رحمی و بسیار بی رحمی (بیکسی سبزواری)۔ ھمہ عُمر ناز کردی و گزشت لیک خود گو☆ کہ نکوست بر اسیرِ ھمہ عمر ناز کردن؟ (یقینی لاھیجی)۔

۲۔ شعر میں معشوقِ کجکلاہ کے آمد کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں میرا محبوب اس حالت میں آ رہا ہے کہ کمر کے ہر طرف کئی اسیر لٹکے ہوئے ہیں اور ابروں کے خنجروں سے سپاھیوں کے قلب و جگر مجروح کر کے ان کو تتر بتر کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی کمر کے ارد گرد کئی جانیں اسیر ھیں یعنی اُن کے کمر کی نازکی و دلربائی کے عالم میں کئی عشاق اپنے ہوش و حواس گم کئے ہوئے ہیں اور اسی غم میں مبتلا ہیں۔ کتنے ہی بہادُر سپاھی جو دوسروں کو میدان جنگ میں اپنے خنجروں یا اپنی تلواروں سے زخمی کر دیا کرتے تھے خود معشوق کی خنجروں اور نگاہوں کے تیروں سے راہ میں زخمی و مجروح ہو کر پڑے ہیں۔ مطلب یہ کہ بڑے بڑے بہادر بھی محبوب کے تیر نگاہ اور خنجر مژگان کے زخم خوردہ ہیں۔ شعر میں محبوب کی کمر اور پلکوں کی دلکشی کا بیان ہے۔ کار خود با تیغ مژگان تو یکرو کردہ ام ☆ بُو خون می

آید از تیغ تو من بو کردہ ام (جعفر قزوینی)۔ بلا بہ عہد تو بسیار پیش خود بر پاست ☆ بہ غمزہ گوی کہ شمشیر بر میان بندد (حاتم کاشی)۔ غمزہ در دوران حُسنت کامرانی میکند ☆ فتنہ در ایام عشقت یکزمان بیکار نیست (رضائی کاشی)۔ چہ ساحری است ندانم کہ چشم خون ریزش ☆ بہ غمزہ کشت جہانی وکس بداد نرفت (صالحی)۔ جان فدای خنجری کز آہن وفولاد نیست ☆ خود بریز از غمزہ خونم حاجت جلاّد نیست (صرفی ساوجی)۔ گر بہ پیش از ھمہ بر کشتۂ عشق تو کنند ☆ گر بداند کہ بسمل شدۂ خنجر کیست (طوقی تبریزی)۔ دیدمیان یار وندیدم دہان یار ☆ نتوان بہ ھیچ دیدہ چو در دیدہ موفتد (غنی کشمیری)۔ بر بود دلم چمنی سرو روانی ☆ زرین کمری سیمبری موی میانی (سعدیؒ)۔ دل بردز من لابہ گری عشوہ نمائی ☆ زرین کمری کجکلھی تنگ قبائی (جامی)۔

۳۔ بادۂ صبوُح = صبح کے وقت جو شراب پی جاتی ہے۔ شام کے وقت پی جانے والی شراب کو غُبوق کہتے ہیں۔ صبوُح کے معنی سحر اور صبح اوّل کے بھی ہیں چاشتگاہ = چاشت کا وقت اور چاشت یعنی دن کا پہلا پہر گزرا ہوا۔ دن کا پہلا چوتھائی حصہ۔ پہر دن چڑھے کا کھانا۔ فرماتے ہیں صبح کے وقت محبوب کی صورت نکھر آئی ہے اور ان کے چاند جیسے رخسار چمک رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو تأثر صبح کے کھلنے کا ایک روشن قلب اور صاحب بصیرت عارف پر پڑتا ہے عین وہی تاثر محبوب کے چاند کی طرح روشن اور تابناک چہرے یار خساروں کو دیکھنے سے پڑتا ہے۔ اور صبح کے بعد کی نیند سے محبوب کی سحر وجادو سے بھری آنکھوں کا خمار بھی عاشق کے لئے دلربائی کا سامان ہے۔ بادۂ صبوُح اور خواب چاشتگاہ کی تشبیہات چمک اور خمار کے معنوں میں علامت کے طور پر استعمال میں لائی گئی ہیں۔ جو عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے بڑی خوبصورتی کے ساتھ شعر میں سمودی گئی ہیں۔ مولانا جامیؒ نے شعر میں محبوب کے چاند کی طرح روشن رخساروں اور جادو جیسی بھری آنکھوں کے خمار کی دلکشی اور زیبائی کا بیان کیا ہے۔ بہ دور چشم مستش کردہ ام کیفیتی حاصل ☆ کہ در ھشیاری از من نعرہ مستانہ می خیزد (لسانی شیرازی)۔ دلم پابستۂ آن نرگس مستانہ خواہد شد ☆ ہجوم آوردہ حیرت ظاہرا دیوانہ خواہد شد (مردی مشہدی)۔ تو گر جمال نمائی ملایک از مردم ☆ ہزار دیدہ بہ دام از پی نظر گیرند (مظہری کشمیری)۔ عالمی شد گرم عشق آن ماہ مہر افروز را ☆ عشق عالمگیر باید حسن عالمسوز را (نثاری تبریزی)۔ آہ این چہ زہر بود کہ چشمت بہ کار برد ☆ کز دیدۂ تقی جگر پارہ پارہ ریخت (تقی کمرہ ای)۔ رخسارہ برفروختہ ای در تتاب من ☆ امروز خوش برآمدہ ای آفتاب من (نوری اصفہانی)۔

۴۔ فرماتے ہیں معشوق کے چہرے کو دیکھنے کے عشق میں اہل درد ہر طرف نظر آرہے ہیں اور معشوق کے غمزے کے ظلم کی دادخواہی کیلئے ہر جگہ شور برپا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عشاق اہل درد جور نج واندوہ عشق محبوب میں تڑپ رہے ہیں اور جن کے دل درد وغم سے معمور ہیں محبوب کے شوق دیدار میں بیقرار ہیں اور ہر طرف بکھرے

پڑے ہیں اور معشوق کے غمزے کی خونریزی سے داد و فریاد کر رہے ہیں۔ شعر میں غمزۂ محبوب کی اور دیدار محبوب کی کرشمہ سازیوں کا ذکر ہے جن سے عشاقِ اہل درد نالاں ہیں۔ دیدن بہ رُخت کہ می تواند ☆ از بس کہ نہادہ ای فسون ساز ☆ مژگانِ تو تیغ بر تیغ ☆ چشمانِ تو ناز بر سر ناز (والہی قمی) طرز نگاہ نازم و جنبیدنِ مژہ ☆ وان دامن کرشمہ بہ مرادم فشاندنت (وحشی بافقی)۔ گر من بہ دل خود بخورم دشنہ ہای ناز ☆ آن غمزہ حریص غضب راچہ می کنی (وحشی باقی)۔ بر حُسن خود بناز کہ درہم شکستہ ای ☆ بازار خودفروشی تقویٰ فروش را (وقوعی تبریزی)۔ آگہ نیم کہ مرغ چمن راچہ ماجراست ☆ می دانم اینقدر کہ مرادش فسانہ نیست (وقوعی تبریزی)۔ پرسی تو کہ آہ وداد و فریاد از کیست ☆ آہ از تو وداد از تو و فریاد از تو (ولی دشت بیاضی)۔

۵۔ فرماتے ہیں مجھے سختی کے ساتھ اور خواری کی حالت میں قتل کر ڈالئے اور پھر محبوب کی راہ میں جہاں سے وہ گزریں پھینک دیجئے ہوسکتا ہے اُن کو مجھ پر اس حالت میں دیکھکر رحم آجائے اور مجھ پر بس ایک نگاہ کریں۔ مولانا جامیؒ نگاہِ معشوق کے متمنی ہیں اور معشوق ہیں کہ ناز واستغنا سے کام لے کر اُن کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ جامی ایک دردمند عاشق کی حیثیت سے جو فقط آرزوئے یار کی امید میں زندگی گزار رہے ہیں اپنے احباب سے التجا کرتے ہیں کہ یارو! بڑی بے رحمی کے ساتھ مجھے ذبح کر کے معشوق کی گذرگاہ پر پھینک دو تاکہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر وہ مجھ پر رحم کی ایک نگاہ ڈالیں اور میں اپنی آرزو پوری کرلوں۔ شعر میں محبوب سے نگاہ رحم ونظر مرحمت کی تمنی کا اظہار کیا گیا ہے۔ بہ نگاہی ھمہ احوال جہان می داند ☆ چشم بد دور ز چشمی کہ زبان می داند (جعفر قزوینی)۔ برما نظری کن ز عنایت کہ درآفاق ☆ غیر از تو مرا چشم عنایت زکسی نیست (عبرت نائینی)۔ نظری کن بہ من سوختہ کہ ارباب کرم ☆ بہ ضعیفان نظر از بہر خدا نیز کنند (سعدیؒ)۔ بکرشمۂ عنایت نظری بہ حال ما کن ☆ کہ دُعای دردمندان ز سر نیاز باشد (سعدیؒ)۔ گاہی نظری سوی من بیدل ودین کن ☆ با من کہ دل ودین بہ تو دادم بہ ازین باش (یغمای جندقی)۔ بہ عنایت نظری کن کہ من دلشدہ را ☆ نہ رود بی مدد لطف تو کاری از پیش (حافظ)۔ چشم رحمت بکشا سوی من انداز نظر ☆ ای قریشی لقب وھاشمی ومطلبی (قدسی تاجکستانی)۔

۶۔ فرماتے ہیں حضرات آپ لوگ کیوں مجھے عشق کا دعویٰ کرنے پر طعنہ دیتے ہیں اور میرے عشق کے دعویٰ کو نظر انداز کر رہے ہیں میرے دعویٔ عشق پر میری آنکھوں سے بہنے والا خونِ جگر اور درد واندوہ عشق یار میں میرا زرد چہرہ کیا کافی گواہ نہیں ہیں؟ مطلب یہ ہے عشق محبوب میں آنکھوں پھر خون کے آنسو رو رہا ہوں اور حسرت دیدار میں اب چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا ہے، یعنی شوق انتظار وامید میں چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ اشک خونین بہ طبیبان بنمودم گفتند ☆ درد عشق است وجگر سوز دوائی دارد (حافظؒ)۔ من نمی دانم کہ دل می سوز داز غم یا جگر ☆ آتش افتادست

درجائی وددوی میکند (سایر مشہدی)۔عوض اشک زنوک مژه خون می آید☆ با خبر باش دل از دیده برون می آید (عارف قزوینی)۔کیا میر تھا یہی جو ترے در پہ تھا کھڑا☆ نمناک چشم خشک لب اور رنگ زرد تھا (میر تقی میر)۔ زشبہای دگر دارم تب غم بیشتر امشب☆ وصیت میکنم باشید از من باخبر امشب☆ مگر در من نشان مرگ ظاہر شد کہ می بینم☆ رفیقان را نہانی آستین بر چشم تر امشب☆ مکن دوری خدا را از سر بالینم ای ھمدم☆ کہ من خود را نمی بینم چو شبہای دگر امشب (وحشی بافقی)۔کوه غم بر دل نشست و آه سردی برنہ خاست☆ آسمانی بر زمین افتاد و گردی برنہ خاست (ھلاکی ھمدانی)۔

۷۔فرماتے ہیں غصہ وغم اور کرب واندوہ سے خون جگر پی رہا ہوں مجلس سرود میں بھی میرے دل سے آہ وفغان اور نالہ ہای درد نکلتے ہیں فرماتے ہیں کہ میری غذا خون جگر ہے اور میرے نغمے نالہ ہای درد اور آہ وافغان۔اور یہ سب اندوھناک اور غم آلود کیفیت کی وجہ سے ہے جو شوق وآرزوی دیدار یار کی وجہ سے ہے۔بلای عشق دلا سخت جان ستان بوده است☆ زعشق ہر چہ تو می گفتہ ای چنان بوده است (ھملاکی ھمدانی)۔نیم بسمل صیدم وافتاده دور از کوی دوست☆ میروم افتان وخیزان تا ببینم روی دوست (جدائی ترمذی)۔مستانہ صحبتی بہ تو دارم درون دل☆ تو مست ناز وعشوه ومن مست خون دل (شہیدی قمی)۔بس کہ از سوز درون سینہ ام افروختہ است☆ قوت آه ندارم جگرم سوختہ است (زکی ھمدانی)۔زگرمی جگرم دوش چشم ترمی سوخت☆ چراغ دیده براه تو تا سحر می سوخت☆ نماند روغن بادام چشم ومی دیدم☆ کہ پاره دل ویرگالہ جگر می سوخت☆ شد از تصرف حسن تو آن زمان خبرم☆ کہ شعلہ در جگر افتاد وبی خبری سوخت☆ دلم بہ حزنی بیچاره سوخت باز امشب☆ کہ میگریست دمی ودمی دگر می سوخت (حزنی اصفہانی)۔زمزمۂ اہل درد تلخ تر از گریہ است☆ نغمہ سرود غم است مرغ گرفتار را (قاسم بیگ حالتی)۔ بیداد کن کہ نالہ اگر نالۂ من است☆ از صد یکی بجانب گردون نمی رود (شائی تکلی)۔تو مست خوابی ومن گرم نالہ ام ھمہ شب☆ بدین امید کہ گوش تو بر فغان من است (قیدی شیرازی)۔نوری زنالہ ات جگر سنگ گشتہ خون☆ بیدرد ارغنون محبت چنین مزن (نوری اصفہانی)۔غرور حسن غافل دارد از حال من زارش☆ سر آن نالہ ای گردم کہ کرد از من خبر دارش (وقوعی تبریزی)۔بہ دردی کز تو دارم لب نیارم از فغان بستن☆ نہ زخمی خورده ام کز نالہ بتوانم زبان بستن (وقوعی تبریزی)

غزل ۱۱۷

رسید از رہ آن شاہ خوبان پیادہ........

۱۔حسینوں کا وہ بادشاہ پیدل چل کر آ پہنچا
قبا کو تنگ پہنے اور کلاہ کو ٹیڑھی کرکے!

۲۔ عاشقوں کو قتل کرنے کے لئے' ابروؤں اور غمزوں کی
کمان کھینچے ہوئے' اور کھلے تیروں کے ہمراہ!

۳۔سطح زمین پر سے جب قدم اٹھاتا ہے
تو ایک دنیا خدمت میں زمین بوس ہوجاتی ہے

۴۔میرے آنسو جو ہرگز نہیں رکتے
جب اسکی خاک پا پر پہنچے تو رک گئے

۵۔ اسکے حسن کی نہ پری اور نہ ہی آدمی برابری سکتے ہیں
یقیناً وہ چاند اور سورج سے پیدا ہوا ہے

۶۔ میں نیاز مندی کے آستانے کا کتا ہوں کیونکہ
میری گردن مین اسکی وفا کے طوق کا پٹہ ہے

۷۔ اسکے ساتھ بیگانہ کے لئےعشق کی فال نہ دیکھ
یہ قرعہ تو جامی کے نام پر پڑچکا ہے

توضیحاتِ غزل

۱۔اس غزل میں شاہ خوبان کے پیدل چلنے اور اس سے متعلق کیفیت کا بیان ہے۔ چند غزلوں میں ہم معشوقِ شکار کن کو گھوڑے پر سوار کر آتے دیکھ چکے ہیں۔اس زیر نظر شعر میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں: وہ ہمارے شاہ خوبان آگئے پیدل چلتے ہوئے' اور اس حالت دلربائی میں کہ قبا تنگ پہن رکھی ہے اور کلاہ سر پر ٹیڑھی کر دی ہے۔جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے قبا کو بدن کے ساتھ چست پہننا اور کلاہ کو سر پر کج کرنا محبوب میں دلکشی اور دلربائی کی علامتیں ہیں اور ایسی کہ عاشق اس طرح کی زیبائی سے معشوق پر اور جی جان سے فدا ہوتا ہے۔ یہ داستان تو بڑی مشہور ہے کہ

ہندوستان کے ملک میں دہلی میں دریائے جمنا کے ساحل پر مشہور عارف ربانی حضرت نظام الدین اولیاءؒ ہندوؤں کے نہانے اور ان کی پوجا وغیرہ کا نظارہ دیکھ رہے تھے اور اس وقت ان پر حال طاری تھا اور سر مبارک پر کلاہ ٹیڑھی رکھی تھی۔ امیر خسروؒ ان کا مرید و عاشق صادق خدمت عالی میں حاضر تھا۔ حضرتؒ نے اسی کیفیت میں امیر خسرو سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہر قوم راست راہی دینی و قبلہ گاھی (ہر قوم کا اپنا راستہ ہے اپنا مذہب ہے اور اپنا قبلہ)۔ امیر خسروؒ نے اپنے مرشد کے سراپا سے الہام پاتے ہوئے فوراً فی البدیہہ عرض کر دیا۔ ما قبلہ راست کردیم برطرف کجکلاہی (ہم نے تو بہر حال ایک کجکلاہ پر اپنا قبلہ سیدھا کر دیا ہے)۔ تو گویا یہ معشوقانہ کجکلاہی کی ادا ایک عاشق کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ یہ جذب و جذبے کی باتیں ہیں۔ عاشق محبوب کی ان دلربایانہ اداؤں میں جذب ہو جاتا ہے اور جذبۂ صادق کی راہ سے معشوق کے ایک تبسم سے اس کے دل سے ظلمتوں اور کدورتوں کے تہ بہ تہ پردے اٹھ جاتے ہیں اور پھر یہ عالم بھی اس پر گزرتا ہے۔ کہ تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری ☆ دل بردز من لا بہ گری عشوہ نما ☆ زرین کمری کجکلھی تنگ قبائی (جامیؒ)۔ دارم سری پراز شور از طفل کجکلاہی ☆ بی قید شہریاری بی سکہ پادشاہی (محتشم کاشانی)۔

۲۔ فرماتے ہیں محبوب اس حالت میں آپہنچے ہیں کہ عاشقوں کو قتل کرنے کی خاطر ابرو اور غمزہ کی کمان کھینچے ہوئے ہیں اور تیر ہاتھوں میں کھول کے رکھ دیئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس قدر زیبائی کی شان و عظمت کو بکھیر رہے ہیں کہ بھنوؤں اور آنکھوں اور اشارہ ہای چشم پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ابروؤں اور غمزوں کو کمان اور مژگان کو تیر کہا ہے اسلئے کہ سب عاشق کی نظروں میں غایت زیبائی کے لحاظ سے سامان قتل ہیں اور اس قدر پرکشش کہ عاشق ان غمزوں اور اشاروں کے تیروں کو اپنے سینے پر لینے کو بیقرار ہو جاتا ہے۔ درپیش تیغ ابرو و خورشید عارضش ☆ سیف الملوک چیست بدیع الجمال کیست (جویا کشمیری)۔ بقصد جان خلقی چشم مستت ☆ کمان ابروان آوردہ تا گوش (رضا)۔ کشیدہ غمزۂ او تیغ و من فتادہ بہ عجز ☆ چو مجرمی کہ دم قتل زینہار کند (حاتم کاشی)۔ صد دل زراہ می بری از یک نگاہ خود ☆ می زیبدت بہ ناز تو چشم سیاہ خود (قاسم بیگ حالتی)۔ دم بہ دم چشم سیاہت بہ نگہ می کشدم ☆ تا نگہ میکنی آن چشم سیہ میکشدم (قاسم بیگ حالتی)۔ زخدنگ غمزہ عاشق چوز پا فتادہ باشد ☆ چہ خیال کردہ باشد چہ قرار دادہ باشد (رشکی ھمدانی)۔ غمزہ در دوران حسنت کامرانی میکند ☆ فتنہ در ایام عشقت یکزمان بیکار نیست (رضائی کاشی)۔ اجل دنبالہ دار غمزہ ہای چشم بیباکش ☆ قیامت پیش خیز جلوہ ہای قد چالاکش (نقی کمرہ ای)۔ زان تیر نگاھی کہ در اول ز تو خوردم ☆ خونابہ روان است ھنوز از جگر من (نثاری تبریزی)۔ چون در خانۂ غارت زدہ چشم باز است ☆ تا سیاہ مژہ رار ہزن خوابم کردی ☆ بود ایمن زخلل عافیت آباد دلم ☆ تو بہ یک چشم زدن خانہ

خرابم کردی (میلی ہروی)۔
۳۔فرماتے ہیں کہ محبوب جب زمین پر سے قدم اٹھاتا ہے تو لوگوں اور چاہنے والوں اور عشاق کا ایک پورا عالم ان کے سامنے زمین بوس ہو کر احترام وعزت کا اظہار کیا کرتے ہیں۔مقصد یہ کہ محبوب کا انداز روش یعنی اس کے چلنے کا طریقہ اسقدر معشوقانہ، دلکش اور دلربا ہے کہ عشاق اس کو دیکھ کر بے قابو ہو جاتے ہیں اور اسکے قدموں کے آگے جھک کر زمین چومنے لگ جاتے ہیں۔شعر میں معشوق کے راہ چلنے کے انداز دلربائی کا ذکر ہے۔شرم از میان برخاستہ مہر از دہان برداشتہ ☆ گفتار بی ترسش ببین رفتار بیباکش نگر (نظیری نیشاپوری)۔جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ☆ خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں (غالب)۔یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے ☆ کہ غیر جلوۂ گل رہگذر میں خاک نہیں (غالب)۔دل ھوائے خرام ناز سے پھر ☆ محشرستان بیقراری ہے ☆ جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے ☆ روز بازار جانسپاری ہے (غالب)۔بیابیا کہ خوش آمد مراز آمدنت ☆ ہزار جان گرامی فدای ہر قدمت (سعدیؒ)۔ بیا کہ در قدمت اوفتم وگر بکشی ☆ نہ میرد آنکہ بدست تو روح بسپارد (سعدیؒ)۔
۴۔فرماتے ہیں میرے آنسوؤں کا یہ حال ہے کہ آپ کی جدائی میں پیوستہ بہہ رہے ہیں اور رکنے کا نام نہیں لیتے۔لیکن آج آپ کو آتا دیکھکر آپ کے قدموں پر بہہ کر رک گئے ہیں کیونکہ غایت تمنیٰ آپ کا دیدار ہے۔ہم نے آپکے دیدار کر لئے اور آنسو کے موتی آپ کے قدموں پر نثار کر دیئے۔آپ روانہ ہونگے تو آنسوؤں کا سلسلہ پھر سے چل پڑے گا۔مطلب یہ ہے کہ دیدار نصیب ہوئے تو نہ تھمنے والے آنسو رک گئے۔اور انکو بھی قرار نصیب ہوا۔ آپ چلے جائیں گے تو یہ دریا پھر سے بہنے لگ جائیگا۔شعر میں معشوق کی دوری سے عاشق کے ہمیشہ رونے کے عمل میں مستغرق رہنے کا ذکر ہے۔در بزم او بہ گریہ وزاری در آمدم ☆ در بوستان چو ابر بہاری در آمدم (رشکی ھمدانی)۔ این گریہ کہ من کردم تا حشر اگر کاوند ☆ الماس برون آید از خاکِ سرایِ من (حاتم کاشی)۔نگویمت کہ نہ بودند عاشقان، بودند ☆ ولیکن این ھمہ خون در جگر نداشت کسی (شانی تکلو)۔تا کی بہ سر راہ تو بنشینم وگریم ☆ برخاک نشانِ قدمت بینم وگریم (شہیدی قمی)۔نکردای صالحی تاثیر ہرگز گریہ زارت ☆ بسی شرمندگی دارم ز چشم اشکبار خود (صالحی مشہدی)۔دردِ دل گفتم تغافل کرد خواری را ببین ☆ گریہ کردم خندہ زد بی اعتباری را ببین (صالحی مشہدی)۔ یک قطرہ آب بی تو درین چشم تر نماند ☆ چندان گریستیم کہ خون در جگر نماند (صرفی ساوجی)۔در نہ گیرد بہ بتان گریۂ گرم ودم سرد ☆ کاین درختان بہ چنین آب وھوا بر ندھند (قیدی شیرازی)۔
۵۔فرماتے ہیں کہ پری ہو یا آدمی اس محبوب صاحب جمال کے آگے بے بس ہے اور حیران۔گویا محبوب چاند اور سورج سے پیدا ہوا ہے جب ہی اس حد غایت تک روشن جمال ارزیبا جلوہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ آسمانی پری جو

حسن میں شہرہ آفاق ہے اور حسین خوبان عالم بھی میرے محبوب کے حسن و جمال کے آگے حیران ہیں اور بے بس و قاصر اور ناتوان۔ پس میرا محبوب سورج اور چاند سے پیدا ہوا ہے یعنی اس عالم خاک و باد و آب کا نہیں ہے ایک آسمانی ہستی ہے جو حسن میں چاند اور جمال میں سورج ہے۔ شعر میں محبوب کو چاند اور سورج جیسا صاحب حسن و جمال ہونے کا بیان ہے۔ من چو تو بہ دلبری ندیدم ☆ گلبرگ چنین تری ندیدم ☆ دیدم ہمہ دلبران آفاق ☆ چون تو بہ دلاوری ندیدم ☆ وین بوالعجبی و چشمبندی ☆ در صنعت سامری ندیدم ☆ باروی تو ماہ آسمان را ☆ امکان برابری ندیدیم (سعدی)۔ تعالی اللہ بردہ دل ز من شوخ سخندانی ☆ ادادان نکتہ سنجی سرکشی آشوب دورانی ☆ بہشتی طینتی حوری لقائی ماہ رخساری ☆ بلا مردم فریبی سروقدی چشم فتانی ☆ قمر طلعت نگاری زہرہ بزمی مشتری رزمی ☆ بتی عاشق نگہداری بہ خوبی ماہ کنعانی (ریاضی)۔ اگر چہ صاحب حسن اندر جہان بسیار ☆ چو آفتاب برآید ستارہ نہ نماید (سعدیؒ)۔ زہرۂ روی ترا تا مشتری گردیدہ ام ☆ از نظر ماہ وز چشم آفتاب افتادہ است (دھقان اصفہانی)۔ خورشید را فشردہ بصد دست روزگار ☆ تا گلشن جمال ترا آب دادہ است (فضلی جرفادقانی)۔ دور از رخ تو روز ہلالی بہ شب رسید ☆ تا خود تو آفتاب درخشان کیستی (ہلالی چغتائی)۔ گفتمش خورشید سرزد ماہ من! بیدار شو ☆ گفت تا من برنخیزم کی برآید آفتاب ☆ ماہ من گر پیشتر از صبح برخیزد ز خواب ☆ تا بہ شب بیرون نیاید از خجالت آفتاب (میر ابو طالب)۔ در ماہتاب دوش خرامان ہمی شدی ☆ ماہت بدید و چادر شب پیش رو گرفت (امیر خسروؒ)۔

۶۔ قلادہ = پٹہ۔ گلے کا ہار۔ گلوبند۔ حیوان کے گلے میں ڈالے جانے والا پٹہ۔ فرماتے ہیں میں اپنے معشوق کے آستانۂ نیاز کا کتا ہوں۔ اور میری گردن میں ان کی وفا کا پٹہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب میری زندگی کا غایت احتیاج ہے اور مجھے اس کے بغیر دونوں دنیاؤں میں اور کوئی حاجت نہیں اسلئے ان کو پانے کیلئے ایک وفادار کتے کی طرح میں ان کے آستانے پر ان کی تمنی ان کی چاہت اور ان کی آرزو کا پٹہ گردن میں ڈالے ہوئے پڑا ہوں۔ شعر میں محبوب کے ساتھ اپنی وفاداری کے مستحکم ہونے کا اظہار کیا گیا ہے۔ دل از تو بر نگیرم و مہر از تو نگسلم ☆ صد بارم ار برانی واز در جدا کنی (ذوقی اصفہانی)۔ من نہ آنم کہ بہ جور از تو بنالم حاشا ☆ چاکر معتقد و بندہ دولت خواہم (حافظ)۔ وفادار مہر تو ام تا زیم ☆ تو خواہی وفا دار خواہی مدار (مسرور طالقانی)۔ در وفا طائر تصویر توان خواند مرا ☆ بستہ یک چمنم دائم و بالم بار است (کلیم کاشی)۔ ہر دم چو بی وفایان نتوان گرفت یاری ☆ مائیم و آستانت تا جان ز تن در آید (حافظؒ)۔ پیراہنی از تار وفا دوختہ بودم ☆ چون تاب جفای تو نیاورد کفن شد (طالب آملی)۔ من نہ آنم کہ سر از خط وفا بردارم ☆ گرچہ سازند جدا چون قلم بند ز بند ☆ خدمت دیرین ما بین ورنہ در آغاز عشق ☆ ہر کرا بینی دم از مہر و وفائی میزند (وحشی بافقی)۔

۷۔قرعہ = پانسہ جسے ڈال کر رمال فال نکالتے ہیں۔ حصہ۔ فرماتے ہیں دوسروں کے ساتھ یعنی غیروں کے ساتھ محبوب کے عشق کے بارے میں قرعہ اندازی کس لئے؟ یہ تو کب کا جامی کے نام پر پڑ چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ میرے عشق کا قرعہ ازل میں ہی پڑ چکا ہے اب اس پر بحث و مباحثہ کیا؟ نہ کسی اور کے ساتھ عشق کے بارے میں فال دیکھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی غیروں کو شبہ میں ڈالنے کی حاجت۔ یہ تو ازل میں ہی طے پا چکا ہے کہ میرا عشق میرے محبوب کیلئے وقف ہے اور یہی میری تقدیر! شعر میں مولانا جامی نے اپنے ازلی و ابدی عاشق ہونے کا بیان کیا ہے اور اس طرح سے عشق محبوب میں پھر سے اپنی وفا اور ثبات کا اظہار بھی۔ باز ای دل با کہ می باشی کہ با ما نیستی ☆ در کجائی چند روزی شد کہ پیدا نیستی (نوری اصفہانی)۔ امروز نیست سینۂ ما داغدار عشق ☆ چون لالہ ما ز روز ازل داغدیدہ ایم (صائب تبریزی)۔ عاشقانیم ز کار ہمہ عالم فارغ ☆ ما نہ آنیم کہ ہرگز پی کاری گیریم (ہلالی چغتائی)۔ ماشیفتہ روی تو از روز السیتم ☆ آشفتہ چو مویت ز ازل بودہ و ہستیم (داور شیرازی)۔ نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار ☆ چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم (حافظؒ)۔ با مہر رخت زادن و با عشق تو مردن ☆ تقدیر من این بود ز آغاز و دگر ہیچ (جامیؒ)۔ جز آستان توام در جہان پناہی نیست ☆ سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست (حافظ)۔

مجموعی طور پر اس نعتیہ غزل کی تصویر کشی جامیؒ نے بہت نزدیک سے اپنے محبوب حضرت رسول اکرمؐ کا دیدار کر کے کی ہے۔ اور یہ غزل بھی ان کی نعتیہ غزلوں میں سے ایک ہے جن میں واقعہ گوئی کے پس منظر میں آں حضورؐ کو جامی علیہ الرّحمہ ہفتے میں ایک بار ضرور بالمشافہ جلوہ گر ہوتے دیکھا کرتے تھے۔ سبحان اللہ! این سعادت بزور بازو نیست ☆ تا نہ بخشد خدائے بخشدہ!

غزل (۱۲۴)

آن شوخ رسید اینک و خلقی بہ نظارہ ....

۱۔ یہ لو آ پہنچا میرا شوخ محبوب اور ایک ھجوم تماشا دیکھ رہا ہے
مجھ میں تو یہ نظارہ دیکھنے کی طاقت نہیں، میں کیا کروں!

۲۔ ہر کوئی تماشا دیکھنے کے لئے راستے پر جا رہا ہے
میں بیچارہ حیران آدمی، راستے سے الگ جا رہا ہوں!

۳۔ میری آرزو ہے کہ غلاموں کی طرح اسکی لگام کے آگے آگے دوڑتا رہوں
جہاں جہاں بھی سوار ہوکر مجھ سے اسکا سامنا ہو!
۴۔ کب تک اس کی گلی میں ماتم زدوں کی طرح نوحہ کروں
اپنے رخساروں کو چھیل کر اور اپنے پیرہن کو چاک کرکے !
۵۔ اگراس شوخ کو میری بیخوابی کا علم نہیں
کاش کسی رات چاند اور ستاروں سے پوچھ لیتا!
۶۔ میں اسکے ایک ہی ضرب سے مرنے کا آرزو مند نہیں
میری تمنا ہے کہ اسکی تلوار کی لذت کو دو تین بار چکھ لوں !
۷۔ جامیؔ کی بات اس یار سنگدل میں کارگر نہ ہوئی
ہر چندکہ سنگ خارہ کا دل بھی خون ہوچکا

توضیحات غزل

ا۔فرماتے ہیں یہ دیکھئے میرا محبوب آ پہنچا۔لوگ ان کو دیکھنے جارہے ہیں۔بھلا کیا میں اس نظارے کو برداشت کرسکتا ہوں کہ میرا محبوب اس انداز دلربائی کے ساتھ جلوہ نمائی کرتے ہوئے آئے اور غیروں کا ایک ہجوم انکا دیدار کرے؟ یہ تماشا دیکھنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔مطلب یہ ہے کہ جس شدت اور انتہائی چاہت کے ساتھ عاشق معشوق کو اپنانا چاہتا ہے اس میں وہ کسی اور کو شریک نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ معشوق کو بھی اوروں یا غیروں کے قریب جانے کو پسند نہیں کرتا جیسے کہ خواجہ حافظ نے کہا، ناگہان پردہ برانداختہ ای یعنی چہ؟ ☆ مست از خانہ برون آمدہ ای یعنی چہ؟ ☆ شاہ خوبانی ومنظور گدایان شدہ ای ☆ قدر این مرتبہ نشناختہ ای یعنی چہ؟ ☆ زلف در دست صبا گوش بفرمان رقیب ☆ این چنین باہمہ در ساختہ ای یعنی چہ ☆ ہر کس از مہرۂ مہر تو بہ نقشی مشغول ☆ عاقبت باہمہ کج باختہ ای یعنی چہ (حافظؒ)۔عاشق معشوق کو اپنے دل کے نہاں خانے میں بند کرنا چاہتا ہے کہ کسی اور کی نظر اس پر نہ پڑے اور یہ رشک خود عاشق کو اپنی آنکھوں پر آنے کی حد تک چلا جاتا ہے اور اپنی آنکھوں تک کو بھی بیگانہ جانتا ہے بقول غالبؔ۔ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے ☆ میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے ☆ ظاہر ہے جب محبوب کے ساتھ عشق کا یہ عالم ہو تو بھلا وہ غیروں اور بیگانوں کو محبوب کا دیدار کرنے کے روح فرسا نظارے کو کیسے برداشت کرسکتا ہے۔شعر میں رشک ورقابت کا ذکر ہے اور عام عاشق شاعروں یا عشاق

نے رشک کے موضوع پر عجیب عجیب طرح سے اپنے احساسات کا اظہار کیا ہے آمدز پی پرسش واز رشک بمردم ☆ کا یا کہ خبر دادہ زبیماریم اورا (بہار شیروانی)۔ چرا چون شمع سرتا پانسوزم زآتش غیرت ☆ کہ من پروانہ او باشم واو شمع محفلہا (وصال شیرازی)۔ نمی وہم بہ نگہ رخصت نظارۂ یار ☆ درین زمانہ بہ چشم خود اعتباری نیست (طبعی قزوینی)۔ شب کہ غوغای سگان تو بگوشم آید ☆ میرم از رشک کہ آیا کہ گذشت از کویت (ظریفی ساوہ ای)۔ از ہر پیالہ ای کہ تو بگرفتہ ای زغیر ☆ جانم ہزار مرتبہ برلب رسیدہ است (آشنا)۔ نمی خواہم کہ در چشمم نشینی ☆ کہ آنجا ہم میان مردمانست (محمود قاجار)۔ میفرستم پس او قاصد و میگویدد رشک ☆ سبی ساز خدایا کہ بمنزل نہ رسد (قربی دماوندی)۔ تکلف برطرف، نظارگی میں بھی سہی لیکن ☆ وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے ☆ قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب ☆ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے (غالب)۔

۲۔ فرماتے ہیں جسے دیکھئے میرے محبوب کو دیکھنے کے لئے دوڑ رہا ہے۔ میں ناتوان حیران وششدر آدمی! میرے لئے بہتر یہی ہے کہ جس راہ سے وہ آ رہا ہے میں اس راستے سے کنارہ کشی کروں۔ شعر میں غیروں سے رشک کرنے کے خیال کی تکرار ہے۔ عاشق بیگانوں کی اس بیجا مداخلت سے شش وپنج میں ہے اور حیران کہ آخر وہ کیا کرے۔ محبوب میرا ہے۔ شاہ خوبان میرا ہے اور ترک کجکلاہ میرا ہے، وہ فتنۂ عجم میرا ہے، معشوق میرا ہے اور اغیار ہیں کہ بے جہت اسکا دیدار کرنے دوڑنے چلے جا رہے ہیں۔ یہ بھلا میں کب دیکھ سکتا ہوں بہتر ہے میں اس راستے کو ہی ترک کروں جہاں سے وہ آ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں راستہ بدل کر محبوب کو تنہا پانا چاہتا ہوں جو بیگانوں سے خالی ہو۔ غیروں کا میرے محبوب سے کیا تعلق؟ شعر میں محبوب اور عاشق کے یکجا ہونے کی غایت تمنی کا اظہار ہے ایک ایسا اتحاد جس میں صرف عاشق ہو اور معشوق۔ روا مدار خدایا کہ در حریم وصال ☆ رقیب محرم وحرمان نصیب من باشد (حافظؒ)۔ انصاف نہ باشد کہ من خستہ رنجور ☆ پروانہ او باشم واو شمع جماعت (سعدیؒ)۔ سیاہ بختی ازین بیشتر نمی باشد ☆ کہ محفل دگران روشن از چراغ من است (فرقتی انجدانی)۔ غیرتم کشت کہ محبوب جہانی لیکن ☆ روز وشب عربدہ با خلق خدا نتوان کرد (حافظؒ)۔ غیر راسر چو بہ زانوی تفکر نگرم ☆ سوزم از غم کہ مبادا بہ خیال تو بود (سیدای اصفہانی)۔ سراغ یار می پرسم بہر کس می رسم اما ☆ بخود آہستہ میگویم خدایا بی خبر باشد (وحید قزوینی)۔ بنالہ نرم نسازم دلت از آن ترسم ☆ کہ نالۂ دگری در دل تو کار کند (عرفی شیرازی)۔

۳۔ فرماتے ہیں میری آرزو یہی ہے کہ سوار ہو کر وہ جہاں جہاں سے بھی گزرے میں غلاموں کی طرح ان کے آگے آگے دوڑتا رہوں۔ شعر میں غایت محبت کا اظہار ہے کہ بس غلاموں کی طرح ان کے رکاب وعنان کے ساتھ رہوں اور وہ سوار ہو کر چلتے رہیں۔ میں بس غلام بن کر دوڑتا رہوں اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے اور

ختم نہ ہو۔ کاش میداد خدا ہر نفسم جانی چند ☆ تا بہ ہر گام تو میکردم قربانی چند (فوغی بسطامی)۔ حاصل زندگانیم روی تو دیدنست وبس ☆ خوشتر ازین چہ زندگی بہتر ازین چہ حاصلم (وصال شیرازی)۔ آرزوئی بجہان دردل من نیست جز این ☆ کہ فدای تن وجان تو شود جان وتنم ☆ مرغ رُوحِ خود ازان در قفسِ تن دارم ☆ کہ بگرد تو بگردانم وآزاد کنم ☆ جہانی مختصر خواہم کہ دروی ☆ ھمین جای من وجای تو باشد (فوجی نیشاپوری)۔

۴۔ فرماتے ہیں ماتم زدوں کی طرح کب تک میں اپنے چہرے کو زخمی اور کپڑے پھاڑتے ہوئے اس محبوب کے کوچے میں نوحہ زاری کرتا رہوں۔ مطلب یہ ہے کہ معلوم نہیں عشق محبوب میں میری یہ حالت زار کب تک یوں ہی قائم رہے گی کہ اس یار کے دل میں رحم لانے کی خاطر چہرہ چھیل چھیل کر اور گریبان چاک کر کے فریاد وزاری کروں۔ شعر میں اپنی حالت زار کا بیان کیا ہے تاکہ محبوب متوجہ ہو۔ تن خستہ دل شکستہ نظر بستہ لب خموش ☆ ای عشق کار ماھمہ بر مدعای تست (نشاط اصفہانی)۔ جز سیل اشک ونالۂ غم آہ دردناک ☆ سوز درون وچہرۂ از غم منقشم ☆ نہ بود متاع دیگرم اندر دیار عشق ☆ ای وای اگر مدد نکند بخت سرکشم (ایران الدّولہ جنّت)۔ نوای نوحہ کہ می آید از سرای من است ☆ تو شاد باش کہ این ماتم از برای من است (صرفی ساوجی)۔ زان سرکوی برون غرقہ بہ خونم کردند ☆ بادل خون شدہ زان کو بروئم کردند (صبری اصفہانی)۔

۵۔ فرماتے ہیں اگر وہ محبوب بے پروا میری بے خوابی سے واقف نہیں تو چاند تاروں سے پوچھ لے کہ میں اسکے عشق میں اور اسکے دیدار کی محبت میں کس طرح راتوں کو بیدار رہتا ہوں۔ چاند ستاروں سے پوچھنے سے مطلب یہ ہے کہ یہ راتوں کو بیدار رہتے ہیں اور گواہ صادق ہیں اس حقیقت پر کہ ان کے ساتھ ساتھ مولانا جامیؒ بھی عاشق صادق کی طرح شب بیدار رہا کرتے ہیں۔ مولانا جامیؒ کہنا چاہتے ہیں کہ میں محبوب کے غم واندوہ عشق میں راتوں کو جاگتا رہتا ہوں لیکن میرا معشوق بے نیاز اس سے بے خبر ہے۔ تا سحر دوشم خیال چشم او بیدار داشت ☆ بود چشمم تا سحر بیدار چون بیمار داشت (قاسم بیگ حالتی)۔ بدم ای صبح وگر با تو بود روز قیامت ☆ کہ مرا نیست دگر طاقت شبہای جدائی (وصال شیرازی)۔ حکایت شب ہجران کہ باز داند گفت؟ ☆ مگر کسی کہ چو سعدی ستارہ بشمارد (سعدیؒ)۔ از فراق تو شب وروز ندارم آرام ☆ بہ فغان آمدہ شہری ھمہ از فریادم (یغمای جندقی)۔ معاشران ھمہ خفتند شمع ماندہ ومن ☆ کہ سوز داو بہ من ومن بہ اوز غمخواری (وصال شیرازی)۔

۶۔ فرماتے ہیں میں محبوب کے ہاتھ سے تلوار کے صرف ایک ہی ضرب سے قتل نہیں ہونا چاہتا بلکہ دو تین بار اس لذت سے بہرہ مند ہونے کی آرزو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے جفا وجور سہنے میں ایک ناقابل بیان لذت ہے۔ اس کی تلوار سے عاشق صادق ایک بار نہیں بلکہ بار بار مرنے کی تمنا کرتا ہے۔ حیات ابدی پانے کا

ایک یہی وسیلہ ہے۔ جو عاشق صادق ہوگا وہ معشوق کی طرف سے ہر ظلم برداشت کرنے میں فقط لذت ہی محسوس نہیں کرے گا بلکہ اس سے پائے گا بھی۔ یہ محبوب کے آگے تسلیم ہو جانے اور اسکی خوشنودی پانے کا عالی ترین جذبہ ہے۔ سرو جان می دھم از کف بہ تماشایِ وصال ☆ بی سبب نیست کہ دل گرم تماشای من است (قوام السلطنہ)۔ نگذریم از یار اگر باید ھمہ از جان گذشت ☆ جان چہ باشد کز برای یار از آن نتوان گذشت (صحیحی تبریزی)۔ در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس ☆ ہر دو عالم دشمن ما باد و ما را دوست بس (اوحدی مراغئی)۔ صد بار اگر ز جور مراکشت بیگناہ ☆ ہرگز نہ گفتہ ام کہ گناہی نہ کردہ ام (شعوری مشہدی)۔ گر تیغ بر کشد کہ محبان ھمی زنم ☆ اول کسی کہ لاف محبت زند منم (سعدیؒ)۔ در دوستی چو شمع ز جانم دریغ نیست ☆ سرگرم دوستانم و با خویش دشمنم (رھی معیری)۔ اگر صد بار سوزی باز بر گرد سرت گردم ☆ نیم پروانہ کز یک سوختن بر دست و پا افتم (نظیری نیشاپوری)۔

۷۔ فرماتے ہیں اس معشوق سنگدل میں جامیؒ کی بات اترتی نہیں حالانکہ میری داستان غم سن کر سخت پتھر بھی پگھل گئے بلکہ پانی کی جگہ ان سے بھی خون کے آنسو بہنے لگے۔ مطلب یہ کہ میری داستان غم اتنی دردناک ہے اور میرے عشق کا افسانہ اس قدر آتشناک کہ اگر سخت چٹانوں کو بھی سنایا جائے تو وہ بھی رقّت سے اور جذبہ رحم سے بھر جائیں گے اور ان سے پانی کی جگہ خون بہنے لگے گا۔ لیکن ایک میرا محبوب ہے جس پر میری حالت غم کا کوئی اثر نہیں۔ شعر میں معشوق کی عاشق کی کیفیت زار سے بے نیازی کا اظہار کیا گیا ہے۔ جور و بیداد غایتی دارد ☆ بیوفائی نہایتی دارد (میرزا محمد کسکنی)۔ بیوفا بین کہ نہ پرسید پیش از رفتن من ☆ کہ کجا رفت و چرا رفت و چہ آمد بسرش (فرخ خراسانی)۔ خوبی و خوشی و دلفریبی و جمال ☆ داری ھمہ جز وفا خدایت بدہاد (اثیر الدین اخسیکتی)۔ ای سنگدل کہ عاشق مسکین اسیر تست ☆ تخم وفا چہ سان بہ دل سنگ کارمت (عاشق اصفہانی)۔ زدی بستی شکستی سوختی انداختی رفتی ☆ جوابت چیست فردای قیامت دادخواہان را (عارف شیرازی)۔ چرا از کوی خود راندی چو من آزردہ جانی را ☆ غریبی خاکساری بیکسی بی خانمانی را (مفتون شیرازی)۔ با دل سخت تر از سنگ چہ سازم گیرم ☆ آہ ما را بہ دل سنگ سرایت باشد (وصال شیرازی)۔

غزل ۱۱۸

تعالی اللہ زہی شاہ یگانہ..........

۱۔ اللہ اکبر! کیا کہنے اس بادشاہ بے مثال کے
سبحان اللہ آپ کا یہ حسن و جمال جاودان!

۲۔اس صنمخانے میں ہر وہ نقش جو مجھے نظر آرہا ہے
اس سے مقصود آپ ہیں، باقی سب بہانے ہیں
۳۔ عارف کی آنکھ رخ و خال کو نہیں دیکھتی
طائیر قدسی آب و دانہ کی تلاش نہیں کرتا
۴۔اگر میرے عشق کی کہانی سے کچھ پڑھو گے
تو پھر مجنون کے عشق کو محض افسانہ کہو گے
۵۔شیخ خلوت سے اسرار عشق مت ڈھونڈ
طوطی کے کلام کا گھر کی مرغی کو کیا علم ؟
۶۔ اپنی آغوش میں آپکی کمر کو یوں چاہتا ہوں
کہ درمیان میں حتیٰ بال برابر بھی نہ سمائے
۷۔ جامی کی طرف سے بھی گذر فرمایئے کہ اس نے
سرخدمت آپکے استانہ پر رکھ دیا ہے

توضیحات غزل

ا۔تعالی اللہ = تعجب اور اظہار حیرانگی کا کلمہ ہے یعنی اللہ اکبر! خدا بزرگ ہے! ویسے تحسین وتعریف اور اظہار شادمانی کیلیے بھی بولا جاتا ہے۔یگانہ = واحد۔ یکتا۔ بے مثال۔ بے نظیر۔ بے مانند۔ بے ہمتا۔ لاثانی۔ موافق۔ دوست۔ جاودانہ = ہمیشہ۔ دائم۔ ابدی۔ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیا کہا جائے اس بے مانند بادشاہ حسن کا! کیا کہا جائے اس کے دائمی اور ابدی حسن و جمال کا! مولانا جامیؒ محبوب کے حسن بے مانند اور دائمی خوبصورتی کا مشاہدہ کرکے حیرت زدہ ہیں اور فرماتے ہیں بھلا اس بادشاہ حسن یکتا کے جمال ابدی کی میں کیا تعریف کروں۔ میں حیران ہوں زبان لال ہے۔اور قوت گفتار گنگ! شعر میں محبوب کے حسن بے ھمتا کو بیان کرنے میں عاجزی اور ناتوانی کا اظہار ہے۔ در کنار ش نہد دیدہ بجز لخت جگر ☆ ہر کہ از روی نکو چشم تماشا دارد (حاتم کاشی)۔نقش بند قدرتت نوعی کہ بایست آفرید ☆ بیش ازین خوبی بہ ظرف حسن گنجائش نداشت (داعی اصفہانی)۔چشم بد دور ز روی تو کہ نقاشِ ازل ☆ بیند از معنی حسنت اثر قدرت خویش (داعی اصفہانی)۔ کجا حیرت گذارد ھول محشر در دل مردم ☆ اگر پیدا شوی از گوشہ ای با این جمال آنجا (رشکی ھمدانی)۔ براوج زین شود چو بلند آفتاب تو ☆ خورشید ہم چو سایہ

دو د در رکاب تو(رضائی کاشی)۔ز حیرت است بروی تو چشم عاشق باز☆ وگرنہ تاب نگاہ تو از کجا دارد(صائب مشہدی)۔
صبوری با دل تنگ چنین قر بش چہ میجوئی ☆ ھمان پر فتنہ حسن است این کہ در عالم نمی گنجد (صبوری تبریزی)۔
تو گر جمال نمائی ملایک از مردم☆ ہزار دیدہ بہ وام از پی نظر گیرند(مظہری کشمیری)۔
۲۔فرماتے ہیں اس بت خانہ عالم میں جو بھی نقش میں دیکھتا ہوں اس کا مقصود بس آپ ہی کی ذات کو دیکھنا ہے باقی سب بہانے ہیں۔شعر میں عشق رسولؐ کی انتہا کا اظہار ہے یعنی فرماتے ہیں مجھے اس بتکدے یعنی دنیا میں جہاں طرح طرح کے مناظر زیبا نظر آتے ہیں ہر نقش میں اور ہر صورت میں آپ ہی آپ نظر آتے ہیں اور اس سے آشکارا طور پر یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ تخلیق عالم کا مقصد آپ کی ذات اقدسؐ تھی باقی سب بہانے تھے۔
اشارہ ہے لولاک لما خلقت الافلاک کی طرف۔چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقصد و مراد کی تکمیل رسول اکرمؐ سے کرانی تھی اسلئے عالم کو اسی مقصد اور ان ہی کی خاطر وجود میں لایا گیا کہ وہ اس خدائی مراد کو مکمل کریں۔گویا یہ ظاہری عمل تھا اور باطنی عالم میں بھی رسول اللہؐ ہی کی حکم فرمائی تھی کیونکہ باطنی یعنی روحانی اور عرفانی عالم کی تکمیل بھی رسول اکرمؐ کی تشریف آوری سے ہوئی اور ہر طرف ان کے حسن و جمال کے جلوے خوشبوؤں کی طرح عام کردیئے گئے۔
مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ دل کی بصیرت اور چشم بینا سے جو بھی منظر میں نے اس بتکدہ عالم میں دیکھا اس میں اپنے محبوب کو پایا گو وہ چیز محض بہانے کے طور پر پیدا کی گئی ہے ورنہ اس میں محبوب ہی محبوب جلوہ نما ہے ز جلوہ در سر حسنت چہ جلوہ ہاست کہ نیست ☆ جمال حسن ترا جلوہ در کجاست کہ نیست (طوفی تبریزی)۔مقصود من از کعبہ و بتخانہ توئی تو ☆ مقصود توئی کعبہ و بتخانہ بہانہ (ابو اسماعیل ھروی)۔از مسجد و میخانہ وز کعبہ و بتخانہ☆ مقصود خدا عشق است باقی ہمہ افسانہ (قاسم انوار)۔
۳۔فرماتے ہیں کہ عارف نہ چہرے کو دیکھتا ہے نہ خال کو۔وہ تو ایک قدسی پرندہ ہے اسے دنیاوی آب و دانہ سے کیا تعلق۔عارف یعنی دل بینا رکھنے والا اور معرفت و حقیقت شناس آدمی ظاہری حسن کا شیدائی نہیں ہوتا جو دنیا میں بہتات میں ہے لیکن ہے عارضی اور بے ثبات۔وہ تو بلندیوں اور عالم قدس کا بلند پرواز پرندہ ہے جو آب و دانے کا حریص نہیں بلکہ حسن ابدی اور جمال جاودان معشوق کے دیدار کی تلاش میں سرگرم عمل رہتا ہے۔عارض و خال سے مراد ہے ظاہری حسن عالم۔شعر میں عارف کی تعریف کی ہے کہ عارف حسن ابدی یار کا عاشق ہے دنیا کا نہیں۔مذہب عاشق ز مذہب ہا جدا است☆ عاشقان را مذہب و ملت خدا است (شیخ بہائی)۔عاشق آنست کہ فکر سر و سامانش نیست ☆ پیرہن گر بہ تنش ھست گریبانش نیست (نادم لاھیجانی)۔در کوی عشق دعوی شاھی نمی خرند☆ اقرار بندگی کن و دعوی چاکری (حافظؒ)۔چہ خبر دارد از حقیقت عشق ☆ پای بند ھوای نفسانی ☆ بیا ای

شیخ درخمخانۂ ما ☆ شرابی خور کہ در کوثر نہ باشد (حافظ)۔
۴۔فرماتے ہیں محبوب کے ساتھ میرے عشق کا ماجرا ایک الگ داستان ہے۔یہ قصہ اس قدر دلدوز اور غمناک ہے کہ اگر اس کے مقابلے میں مجنون کے قصۂ عشق کو چھیڑ دیا جائے تو یہ محض ایک خیالی افسانہ معلوم ہوگا۔مولانا جامیؒ اپنے سفرِ عشق کو قیس (مجنون) کے سفرِ عشق سے برتر جانتے ہیں اور اس راہ میں جو سختیاں انہوں نے برداشت کی ہیں ان کے مقابلے میں مجنون کی سختیاں بے حقیقت ہیں۔شعر میں محبوب کی طرف سے آزمایشوں کا ذکر ہے جو جان لیوا حد تک صبر آزما ہیں۔ ھمچو فرہاد شدہ کوہکنی پیشۂ ما ☆ کوہِ ما سینۂ ما ناخن ما تیشۂ ما (ظہیر الدولہ)۔بغیر سینۂ دریا دلان نگنجد عشق ☆ برای بحر خدا آفریدہ طوفان را (فرج اللہ شبستری)۔کسی عاشق بود کز آتش سوزان نپرہیزد ☆ براہ عشق نتوان بودن از پروانہ کمتر (مانی شیرازی)۔من عاشقم گواہ من این قلب چاک چاک ☆ در دست من جز این سند پارہ پارہ نیست (عشقی ھمدانی)۔دانی کہ چیست حاصل ایام عاشقی ☆ معشوقہ را ببینی و جان را فدا کنی (فروغی بسطامی)۔تیشۂ فرہاد گر در عشق شیرین کوہ کند ☆ من بمژگان کوہ راز یروز بر خواہم نمود (اشرف بہبہان)۔
۵۔فرماتے ہیں خلوت میں عبادت گذار شیخ و زاہد سے اسرارِ عشق کی جستجو کرنا بے کار ہے۔یہ تو ایسی بات ہے کہ گھر کی پالتو مرغی کی کڑکڑ کا مقابلہ طوطی کی شیریں کلامی سے کیا جائے۔طوطی کا ذکر غالباً اس لئے کیا ہے کہ پرواز کرنے والا پرندہ ہے اور آزاد فضا میں اڑان کر کے حسن فطرت سے آشنا ہونے والا طائر ہے نیز یہ کہ خوش آواز بھی ہے بہ نسبت گھریلو مرغی کے جو ڈربے میں بند آب و دانہ خانہ پر پرورش پاتی ہے اور دور و نزدیک کے ماحول سے بے خبر رہتی ہے۔اس لئے طوطی کا تجربہ اور حسن کے ساتھ اس کا رابطہ بیگانہ ہے، بمقابل ڈربے میں پلنے والی مرغی کے۔مولانا جامیؒ خلوت نشین زاہد اور گوشہ نشین شیخ کو اسی مشابہت کے پس منظر میں بے خبر جانتے ہیں حسن و عشق کی دنیا سے۔وہ اسرارِ زہد سے واقف ہو تو ہو لیکن عشق الٰہی کے اسرار درون سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ زہد میں زاہد کی صرف اپنی ذات سے واسطہ رہتا ہے جبکہ عاشق کا عشق خدا سے براہ راست تعلق ہوتا ہے ایک برترین اور وسیع ترین مقصد یعنی خدائی اسرار کی معرفت اور عشق مقدس کا عرفان! یہ زاہد کی ہمت کے زمرے میں نہیں آتا۔ استاد کائنات کہ این کارخانہ ساخت ☆ مقصود عشق بود جہان را بہانہ ساخت (مسلمی شیرازی)۔ عشق بستان و خویشتن بفروش ☆ کہ ازین خوبتر تجارت نیست (عطارؒ نیشاپوری)۔از مسجد و میخانہ و ز کعبہ و بتخانہ ☆ مقصود خدا عشق است باقی ھمہ افسانہ (قاسم انوار)۔در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان ☆ شرط اول قدم آن است کہ مجنون باشی (حافظؒ)۔جان گدازی اگر بہ عالم عشق ☆ عشق را کیمیای جان بینی ☆ از مضیق حیات در گذری؟ وسعت ملک لامکان بینی ☆ آنچہ نشنیدہ گوش آن شنوی ☆ وآنچہ نادیدہ چشم آن بینی ☆ تا بجائی رساندت

کہ یکی ☆از جہان وجہانیان بنی ☆ با یکی عشق ورزاز دل وجان ☆ تا بہ عین الیقین عیان بنی ☆ کہ یکی ہست وہیچ نیست جز او☆ وَحدَہٗ لَا اِلٰہ اِلّا ھُو (ہاتف اصفہانی)۔ راز درون پردہ زرندان مست پرس ☆ کاین حال نیست صوفی عالی مقام را (حافظ)۔ می صوفی افگن کجا می فروشند☆ کہ درتابم از دست زہد ریائی (حافظ)۔ نقد صوفی نہ ھمہ صافی بی غش باشد☆ ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد (حافظ)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی کمر کو اپنی آغوش میں اس طرح سے چاہتا ہوں کہ درمیان میں بال برابر فرق نہ ہو۔ میانت را گویا ذو معنی ہے۔ یعنی آپ کی کمر کو یا آپ کے درمیان میں ہونے کو۔ لیکن معشوق کے کمر کی باریکی کو مو (بال) کے ساتھ مشابہ کرنے کی نسبت سے پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب! آپ کو اپنے قریب اس حد تک چاہتا ہوں کہ درمیان میں بال برابر بھی فرق نہ رہے۔ بال کا ذکر کمر کی مناسبت سے کیا ہے یعنی اپنی آغوش میں آپ کی کمر رہے جو قریب سے قریب تر رہنے کی آرزو کا اظہار ہے۔ گویا شعر میں محبوب کو اپنے قریب ترین دیکھنے کی تمنا کا بیان ہے ۔ دست ودلم ز دیدنت از کار رفتہ است ☆ بند قبا کشودہ در آغوش من بیا (صائب تبریزی)۔ پائی بہ سرم نہ کہ فتادم از پای ☆ دستی بدلم رسان کہ رفتم از دست (کامل خراسانی)۔ پیش آی کہ بہر دیدن تو ☆ جان منتظر است تا بمیرد (امیر خسروؒ)۔ دست من گیر کہ این دست ھمان است کہ من ☆ سالہا از غم ھجران تو بر سر زدہ ام (قاضی رکن الدین قمی)۔ سخت می خواھم کہ در آغوش تنگ آرم ترا☆ ہر قدر افشردہ ای دل را بیفشارم ترا (صائب تبریزی)۔ شبی چو زلف دراز تو آرزو ست مرا☆ کہ با تو باشم وصبح از بر تو برخیزم (اوحدی مراغہ ای)۔ روز وصلی ظلم ھمچو شب ہجر دراز ☆ تا ذہم شرح ستمہا کہ تو با من کردی (عارف قمی)۔

۷۔ فرماتے ہیں محبوب! جامی کے سر کی بھی خبر لیجئے جو کب سے آپ کے آستانہ پر دھرا پڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا جامی محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ کس تمنا سے ہم محبوب کو چاہتے ہیں اور محبوب ہے کہ بے نیاز ہے اور ہماری وفا شعاری کا ان کو خیال تک نہیں۔ گویا شعر میں محبوب کو اپنے ثبات عشق کی طرف متوجہ کرانے کا بیان ہے ۔ نہ برم از تو بری اگر سرم کہ مرا☆ بہ تار ہر سر مویت ہزار پیوند است (آگاہ قاجار)۔ حاشا کہ من از جور و جفای تو بنالم ☆ بیداد لطیفان ھمہ لطف است وکرامت (حافظ)۔ ھر دم چو بیوفایان نتوان گرفت یاری ☆ مائیم وآستانت تا جان ز تن در آید (حافظؒ)۔ از در کلبہ ما دوش ندانستہ گذشت ☆ لیک دانستہ نہ پرسید کہ ویرانہ کیست (محتشم کاشی)۔ تیمار غریبان سبب ذکر جمیل است ☆ جانا مگر این قاعدہ در شہر شما نیست؟ (حافظؒ)۔ دل چنین سخت نباشد کہ کسی بر سر راہ ☆ تشنہ می میرد وتخص آب زلالی دارد (سعدیؒ)۔ سوی من ای خواجہ یک نگاہ نہ کردی ☆ بندہ کسی این چنین نگاہ نہ دارد (صافی اصفہانی)۔ من ۔ داد از تو بغیر از تو نبردم بہ کسی ☆

شرط انصاف نہ باشد کہ بہ دادم نہ رسی (زرگر اصفہانی)

غزل ۱۲۵

رسید یار طریق جفا رہا کردہ.....................

۱۔محبوب آ پہنچا ظلم و جفا چھوڑ کے !
ابرو سے گرہ اور چہرے سے نقاب ہٹا کے !
۲۔ گل کی مانند کھلا ہوا اور غنچے کی طرح تنگ قبا
سے ہزاروں پیراہنِ صبر کو قبا کی مانند چاک کر کے !
۳۔ چہرے سے عرق کے قطرے اور زلفوں سے غبار گراتے ہوئے
سنبل و گل کی خوشبوؤں کو صبا کے ہمراہ کر تے ہوئے !
۴۔میری خطاؤں پر خط کھینچتے ہوئے ' اور مجھے
خیال نہیں کہ ایسا کرنے میں اسکی صحیح رائے نے کوئی غلطی کی ہوگی
۵۔لیکن اس کے کرم اور فضل عمیق سے مجھے امید ہے
کہ میرے ناکردہ خطاؤں پر بھی وہ در گذر کرنے کا خط کھنچیں گے
۶۔ اس چشمۂ زلال کے مشرب صفا کو دیکھیے
کہ میری سینکڑوں کدورتوں کو دیکھ کر بھی صفا سے کام لیا
۷۔آخری عمر میں بھی جامیؔ نے آپ کے عشق سے توبہ نہ کی
اس کام سے کیا توبہ کرنا جو کام عمر بھر کیا ہو !

توضیحات غزل

۱۔مولانا جامیؒ نے اپنے محبوب کے دیدار مختلف انداز میں کیے ہیں جیسا کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کبھی محبوب کو ایک شوخ صیاد کی طرح عشاق کے دلوں کے صید کرنے کے انداز میں، کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر بے نیازی کے ساتھ گزرتے ہوئے، کبھی راہ پر عشاق کو منتظر پا کر بھی شان استغنا سے آگے بڑھتے ہوئے، کبھی سوار ہو کر انداز دلربائی کے ساتھ غمزوں اور اشارہ ہای چشم کے تیر و کمان اپنے دائیں بائیں چلاتے ہوئے' تو کبھی گھات

سے عشاق کو مجروح یا قتل کرنے کے خیال سے گزرتے ہوئے۔ لیکن یہ نعتیہ غزل ان تمام غزلوں سے بالکل الگ ہے۔ اس میں مولانا جامیؒ اپنے محبوب کو اپنے قریب آتے ہوئے پاتے ہیں لیکن ظلم و ستم کی عادتوں کو ترک کر کے سراپا رحمت و رأفت و شفقت کی صورت میں' اور حسن و جمال کو مختلف اندازوں میں جامیؒ پر ظاہر کرتے ہوئے' بلکہ جامیؒ کی تمام خطاؤں کو عفو کر کے سراپا دیدار رحمت بن کے اس کے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ گویا یہ جلوۂ رحمت مولانا جامیؒ کے حق میں اس وقت ظہور پذیر ہوا ہے جب مولانا جامیؒ ریاضت و عشقِ رسولؐ کی صبر آزما منزلوں سے گزر رہے ہونگے۔ اس طرح کی نعتیہ غزلوں کی مدت یا عرصے کا نفس مضمون کے اعتبار سے غور و فکر کرنے کے بعد میرے خیال میں تعین بھی کیا جاسکتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرا محبوب آ گیا ظلم و جفا ترک کیے ہوئے۔ ابرو سے شکنیں ہٹائے ہوئے اور چہرے پر سے نقاب اٹھائے ہوئے! پہلے کی نعتیہ غزلوں سے بالکل علیحدہ مطلع اور آغاز ہے یہ شعر' یعنی ایک عجیب مسرت کا اظہار ہے کہ میرا محبوب اس حالت میں مجھے اپنے دیدار سے نواز رہا ہے کہ ظلم و جور کے کوئی آثار ان کے چہرے سے عیاں نہیں ہیں اور نہ ہی خفگی و رنجش کی کوئی علامات! بلکہ شفقت و رحم کو اپناتے ہوئے ابروؤں سے رنجش و خفگی کی شکنیں ہٹاتے ہوئے اور چہرۂ نازنینؐ سے نقاب اٹھا کر سراسر دیدار اقدس سے مجھے سرفراز کر رہے ہیں۔ اور یہ کیفیت مولانا جامیؒ پر کیا عالم پیدا کر چکی ہوگی، اس کا اظہار انہوں نے نہیں کیا بلکہ سننے اور پڑھنے والوں پر چھوڑ دیا ہے۔ چنان در قید مہرت پای بندم ☆ کہ گوئی آہوئی سر در کمندم ☆ گہی بر درد بیدرمان بگریم ☆ گہی بر حال بی سامان بخندم ☆ سری دارم فدای خاک پایت ☆ کز آسایش رسانی در گزندم ☆ مجال صبر تنگ آمد بیکبار ☆ حدیث صبر در صحرا فکندم (سعدیؒ)۔ من منفعل کہ بیش از دو جہان گناہ دارم ☆ بہ چہ روی عذر خواہم کہ رخ سیاہ دارم ☆ منم آن کہ یکجہان راز غمت بہ باد دادم ☆ تو قبول اگر نداری دو جہان گواہ دارم ☆ بہ یکی نگاہ جانم بستان کہ تا قیامت ☆ دل خویش را تسلی بہ ہمان نگاہ دارم (محتشم کاشانی)۔ بر من نظر کن ماہ من چون مایل روی توام ☆ عمری برای یک نظر سرگشتہ در کوئی توام ☆ دنیا نخواہم از تو من عقبی نخواہم از تو من ☆ از تو ھی خواہم ترا من عاشق روی توام ☆ روزانہ گفت و گوی تو شبہا طواف کوی تو ☆ دیوانہ روی توام آشفتہ موی توام ☆ گاہی بہ نازم می کشی گاھی بدارم می کشی ☆ خوی تو باشد این چنین من کشتہ خوی توام ☆ پیر و ضعیف و ناتوان افتادہ چون ابن یمین ☆ خم گشتہ ھمچون ماہِ نو مایل بہ ابروی توام (ابن یمین)۔

۳/۴۔ فرماتے ہیں میرے محبوب یوں میرے سامنےؐ ہیں کہ غنچے کی قبا سے نکل کر گل کی طرح کھل کر جیسے! اور اس حالت میں دیکھ کر صبر و قرار کی ہزاروں قبائیں چاک چاک ہو جاتی ہیں۔ عرق کے قطرے چہرۂ دل ربا پر

سے گر رہے ہیں اور زلفوں پر سے غبار! اور سنبل وگل کی خوشبوؤں کو بادصبا میں پھیلاتے ہوئے آگئے ہیں! ان دو اشعار میں شاعر عاشق اور عاشق شاعر مولانا جامیؒ محبوب کے سراپا کو مناظر فطرت کی رنگینیوں اور دل کش و دل نشین زیبائیوں کے ساتھ مشابہ کرتے ہیں اور یہ تشبیہات سننے اور پڑھنے والوں کیلئے نہ فقط مایۂ سرور وفرحت ہیں بلکہ عین فطری ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی مدہوش کن اور کیفیت آفرین ہیں۔ فرماتے ہیں۔ جیسے کلی کی تنگنائیوں سے نکل کر پھول پورے جوبن کے ساتھ کھل کر اپنی پوری حیثیت میں جلوہ نمائی کرتا ہے اسی طرح میرا محبوب دلکشی وزیبائی میں غنچے کی قبا کو چھوڑ کر (چہرۂ نازنینؑ سے نقاب ہٹا کر) گلاب کی طرح کھلے ہوئے رخ زیبا اور چہرۂ شگفتہ کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور اس حالت میں دیکھکر صبر وقرار کی ہزاروں قبائیں پارہ پارہ ہو جاتی ہیں یعنی اس حد زیبائی میں دیکھ کر صبر وقرار اور چین وسکون عنقا ہو جاتا ہے۔ محبوب اس حد تک اپنی خوبصورتی اور اپنے حسن و جمال کو عیاں طور پر ظاہر کر رہے ہوں تو عاشق کیسے صبر سے کام لے' اس کے صبر کی قبائیں چاک چاک ہو جاتی ہیں۔ اور پھر رخ شگفتہ پر جو گلاب کی مانند کھلا ہوا ہے گلاب کے پھول ہی کی طرح قطرہ ہای عرق (قطرہ ہای شبنم) آہستہ آہستہ نمودار ہو رہے ہیں جو سرخی رخ اور جمال وزیبائی کے پورے ہیئت گلاب کی دلربائی کو دوبالا کر رہے ہیں۔ زلفیں شفاف ہیں جن پر سے غبار ہٹ چکی ہے اور اپنے گیسوؤں (سنبل) اور رخ اطہر (گل) کی خوشبوؤں کو پاس سے ڈھلنے والی بادصبا میں ڈھال کر پھیلا رہے ہیں۔ گویا محبوب گلاب کے پھول کے عین مانند ہیں جن کا چہرہ غنچے کی قبا سے نکل کر پورے آب وتاب کے ساتھ حسن و جمال اور زیبائی میں ظاہر ہے۔ شبنم کے قطروں کی مانند رخ شگفتہ پر عرق کے قطرے نمودار ہیں۔ زلف وگیسو گرد وغبار سے عاری شفاف اور روشن ہیں اور اپنے سراپای نازنین کی خوشبوؤں کو ہوا میں مخلوط کر کے ہر طرف پھیلا رہے ہیں ۔ سرخوش وغمزہ زنان عشوہ نمای آئی ☆ چہ کسی وز کجائی و چرا می آئی ☆ گرم می آئی ودل می طپد از آمدنت ☆ غالبا از پی دل بردن ما می آئی ☆ در سرت تا چہ خیال است ندانم کہ چنین ☆ کجکلہ بستہ کمر تنگ قبای آئی ☆ صبر من رفت دگر تند چرا میرانی ☆ جان من سوخت دگر گرم چرا می آئی ☆ میدھد جان بہ تماشای جمالت فیضی ☆ گرچہ درد دیدۂ او روح فزای آئی (فیضی)۔ ہردم صبح کہ از خانہ بدرمی آئی ☆ در نظر ھمچو گل تازہ وتری آئی ☆ بس کہ خوش مشرب وشیرینی وشہدی ولطیف ☆ در مذاق ھمہ چون شہد وشکری آئی ☆ دایہ شیرت مگراز شبنم گل داد کہ تو ☆ در نظر صاف تر از لعل وگہری آئی ☆ دل طپد دیدہ پر دشمع چو گلہا ریزد ☆ امشب ای شمع بہ بزم تو مگر می آئی ☆ خانہ ام خالی وجامم پر وچشمم بہ رہ است ☆ فرصتی بہتر ازین نیست مگر می آئی؟ ☆ رنگ گل شبنم گل بوی گلت ہمراہ ہست ☆ از سر کوی کہ ای باد سحری آئی ☆ خالص آخر چہ کند باتو کہ صائب فرمود ☆ نہ بہ زور ونہ بہ زاری نہ بہ زری آئی (خالص)۔ دلربایانہ دگر بر سر ناز آمدہ ای ☆ از دل ما چہ

بہ جاماندہ کہ باز آمدہ ای ☆ از عرق زلف تو چون رشتۂ گوہر شدہ است ☆ ھمہ جا گرچہ بہ تمکین و بہ ناز آمدہ ای ☆ آن قدر باش کہ تا از سر جان برخیزم ☆ چون بہ غمخانہ ام ای بندہ نواز آمدہ ای (صائب)۔ ای کہ با سلسلۂ زلف دراز آمدہ ای ☆ فرصت باد کہ دیوانہ نواز آمدہ ای ☆ آب و آتش بہم آمیختہ ای از لب لعل ☆ چشم بد دور کہ بس شعبدہ باز آمدہ ای ☆ آفرین بر دل نرم تو کہ از بہر ثواب ☆ کشتۂ غمزۂ خود را بہ نماز آمدہ ای (حافظؒ)۔

۴۔ فرماتے ہیں محبوب کا سراپا شفقت و رافت و رحمت کے ساتھ میرے لئے جلوہ نمائی فرمانا مجھے یہ سوچنے کی بھی سعادت عطا کرتا ہے کہ گویا محبوب رحیم و رحمٰن نے میری خطاؤں پر خط کھینچ دیا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کرنے میں اُن کے فیصلۂ ثواب نے کوئی خطا نہیں کی ہے اور یہی صحیح فیصلہ ہے یا یہ کہ ان کے صحیح فیصلہ کا تیر نشانے سے خطا نہیں کر چکا بلکہ اس بارے میں میرا ہی انتخاب ہوا ہے کہ میری خطائیں معاف کر دی گئی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا مجھے رحمت و شفقت کے ساتھ منتخب فرما کر دیدار کی عظیم اور مرتفع ترین سعادت عطا کرنا خود اس بات کی گواہی ہے کہ محبوب رحیم و رحمٰن نے میری خطاؤں کو درگذر فرمایا ہے۔

۵۔ لیکن محبوب کی شفقت عام اور رحمت تمام سے مجھے امید ہے کہ ناکردہ گناہوں سے بھی مجھے عفو فرمائیں گے۔ یعنی رحمت عالم حضرت رسول روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اب تک کے تمام گناہ میرے معاف کر دیئے لیکن اس رحمتہ للعالمین، نرم خو خوش اخلاق ترین پیغمبر اور رحیم و غمخوار رسولؐ سے مجھے امید ہے کہ آیندہ جو بھی گناہ مجھ سے سرزد ہوں ان کو بھی وہ معاف فرمائیں گے [اے ابوسفیان جیسے دشمن جانی اور عدوی اسلام کے جرموں کو بخش دینے والے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم! اے کعب ابن زہیر جیسے بدگو ہجو نگار اور پلید قلب کو بھی معاف کر دینے والے رسولؐ! اے اپنے مجاہد دولا و رعم محترم سرو سید شہدا حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل وحشی منفور و مغبوض کے قتل عمد کو بھی معاف فرمانے والے رحمتہ للعالمینؐ! اپنے اس روی زمین پر موجود گناہ کارترین امتی شمس الدّین احمد کے گناہوں کو بھی محض اپنے فضل و کرم اور رحمت بی پایان اور رأفت و شفقت سے معاف فرمادے۔ اے رسول کریمؐ! معاف فرمادیجئے مجھے! میری خطائیں بخش دیجئے! اے حیات النبیؐ! آپ خالص رحمت و سراپا رأفت ہیں۔ آپ کریم ہیں، جس اللہ نے آپ کو رسولؐ بنا کر بھیجا وہ بھی کریم، اور جو کتاب اس نے آپ پر نازل کی وہ بھی کریم ہے۔ ان تین کریموں میں میرے ایک گناہ کار و روسیاہ کا آپ کی ذات سے بخشش و عفو کی طلب اور قوی امید کرنا میرا حق بنتا ہے۔ چشم رحمت بکشا سوی من انداز نظر ☆ ای قریشی لقب و ہاشمی مطلبی ☆ آمین یارب العالمین! آمین یا رسول رحمتہ للعالمین علیک الصلوۃ والسلام]

۶۔ مشرب = پینا، پینے کی جگہ، گھاٹ، مجازاً طور، طریقہ، دین، مذہب، مسلک، دینی اور فلسفیانہ طریقہ۔

کدورت = تیرگی، گدلاپن، تیرگی، تاریکی، ناپاکی، آلودگی، ملال۔ صفا کردن = صلح وصفائی کرنا، صاف وپاک ہونا، کدورتوں سے دل کو صاف وپاک کر دینا، دل کی پاکیزگی اور خلوص وصفا کو بروئے کار لانا۔ فرماتے ہیں اُس چشمۂ زلال، چشمۂ آب مصفا وچشمۂ خالص وپاکیزہ کی صفائی وپاکی دیکھئے کہ مجھ میں سینکڑوں کدورتیں، تیرگیاں اور آلودگیاں پا کر بھی مجھ سے صلح وصفا سے پیش آئے ہیں۔ یعنی میرا محبوبؐ پاک ہے پاکی وصفا کا سرچشمہ ہے۔ ظاہر وباطن میں زیبا اور اخلاص مند ہے۔ شفقت ورأفت اور مہربانی ورقّت سے مملو ایک قلب مطہر کا مالک ہے۔ اس صاحب صفات علیہ، صاحب خلق عظیمؐ اور نرم خو اور چشمۂ زلال کی مانند صاف وبراق وروشن اور پاکیزہ قلب رکھنے والے محبوب کی عظمت ملاحظ ہو کہ مجھ خطار کار وگناہگار کے دل میں موجود گناہوں کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے چشم پوشی فرما کر مجھے آب صفائے شفقت کے جام پلا دیئے اور مجھ پر اپنے جود وکرم اور فضل وانعام کی بارش برسا دی۔

اَلْمُستغاثُ یارسول اللہ۔ اَلْمُستعانُ یارسول اللہ۔ الشفاعۃ یارسول اللہ۔ الخلاص یارسول اللہ ☆ بحر ذخار کرم معدن جود است وسخا ☆ منہل حلم وحیا چشمۂ اشفاق وعطا ☆ غاشیۂ حکم او برگردن قدر ست وقضا ☆ شد مطیع امرش لوح وقلم ارض وسما ☆ بلکہ پیوستہ طلبکار رضاہاش خدا ☆ برگل عارض جان پرور احمدؐ صلوات (احسنؔ)۔ گوہر یکتای بحر رحمت رحمانی توئی ☆ بلکہ دریای کرم یارحمۃ اللعالمینؐ ☆ جز بدرگاہت باین فرط معاصی از امید ☆ درکجا رو آورم یا رحمۃ للعالمینؐ (قادری کشمیری)۔ پشتم از بارگران معصیت گشتہ دوتا ☆ از فجور وفسق وعصیان کردہ ام روی سیاہ ☆ چون کنم برفعلہای زشت خود گاہی نگاہ ☆ ز آتش حیرت رود بر چرخ ہفتم دود آہ ☆ روسیاہم عفو تقصیرات خواہم یارسولؐ (عطائی)۔

۷۔ فرماتے ہیں آخر عمر تک آپ کے ساتھ عشق کرنے سے جامی نے توبہ نہیں کی۔ توبہ کیسے کروں اس کام سے جو میں ساری عمر کرتا رہا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق میرا عمر بھر کا شغل رہا۔ اس میں کتنی ہی آزمائشوں اور مشکلات اور شدائد اور سختیوں سے گذرنا پڑا جنہیں خوشی ومسرت اور صبر وسکون سے برداشت کرتا رہا۔ یہ سب کچھ اپنے محبوب کو پانے کے لئے کیا۔ کیا آخر عمر میں اس سعادت کو چھوڑ دوں اور توبہ کروں؟ ہرگز نہیں۔ یہی تو میری حیات کا سرمایہ ہے۔ جان بھی چلی جائے تو کیا غم۔ شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے ساتھ اپنی محکم تمنای دوستی اور چاہت وعشق کا اظہار کیا ہے۔ اور عشق میں وفا شعاری پر ثابت قدم رہنے کا اعلان۔ بہ کسی نگیرم الفت ز جہانیان بجز تو ☆ اگرم تو ہم برانی سر بیکسی سلامت ☆ من نہ آنم کہ سر از خط وفا بردارم ☆ گرچہ سازند جدا چون قلم بند زبند ☆ بیرون نہ رود مہر تو گر خون رود از دل ☆ مہر تو نہ خون است کہ بیرون رود از دل (مجمر اصفہانی)۔ در آن نفس کہ بمیرم در آرزوی تو باشم ☆ بدان امید دہم جان کہ خاک کوی تو باشم ☆ بوقت صبح قیامت کہ سر ز خاک برآرم ☆

بلفتگوی توخیزم به جستجوی توباشم (سعدیؒ)۔ ارادتی کہ مراہست کی بدل گردد☆ اگر بہ جورکشی وربہ لطف بنوازی (وصال شیرازی)۔توبہ گویندزاندیشۂ معشوق مکن☆ ہرگزاین توبہ نہ باشدکہ گناہی است عظیم (سعدیؒ)۔

غزل ۱۱۹

رسید ترک من از تاب می عرق کردہ..........

۱۔ میرا محبوب حرارت شراب سے عرق کئے ہوئے آپہنچا
کلاہ ایک طرف ٹیڑھی اور لباس کے گریبان کو چاک کئے ہوئے !
۲۔چاک پیراہن سے اس کے سینے کی صفائی نے صبح کی طرح
ہزاروں عاشقوں کے آنسوؤں کو شفق مانند کردیاہے
۳۔متفق ہوکر ایک دنیا دل سے بھی گئی اور دین سے بھی
جہاں جہاں سے اتفاق سے اس کا گذر ہوا
۴۔اسکے نقل وشراب کی خاطر بادصبانے صحن باغ میں
گل لالہ کے جام اور پھولوں کے طبق آمادہ رکھے ہیں
۵۔اس پر نثار کرنے کے لئے تمام جانیں بھی کم ہیں اور اس نے اپنے کرم سے
مجھ عاشق بیدل سے میری سسکتی جان قبول کرنے پر قناعت فرمائی
۶۔ میرا زرد چہرہ دل کی شرح کے ایک ورق سے زیادہ اورکچھ نہیں
جسے میرے پلکوں کے قلم نے تحریر کیاہے
۷۔ اگر چہ جامی اول اول شراب سے انکاری تھا
اب وہ اس سابق انکار کی تلافی کررہا ہے

توضیحات غزل

۱۔تاب=حرارت۔گرمی۔چمک۔روشنی۔توانائی۔طاقت۔پیچیدگی۔قہر۔غصہ۔رنج دہی۔محنت۔مشقت۔غرور۔پیچ۔شق=چاک شگاف۔صبح۔چیرنا۔شگاف کرنا۔چاک کرنا۔کسی کورنج وغم میں ڈالنا۔درست نکالنا۔قوم

سے جدا ہوا۔ خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ کا نام۔ اس غزل میں بھی مولانا جامیؒ نے محبوب کی ایک اور ہیت میں تعریف کی ہے۔ اگر چہ اس میں محبوب کے سراپا کی توصیف نہیں کی ہے۔ لیکن محبوب کے مختلف صفات اور خود اپنے چند عاشقانہ احوال کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں شراب کی حدت وگرمی سے عرق آلود ہو کر میرا محبوب آ رہا ہے۔ اور اس حال میں کہ کُلاہ ایک طرف ٹیڑھی کر رکھی ہے اور لباس کے گریباں کو چاک کر دیا ہے۔ محبوب کی مستی جو ناز کی ایک صورت ہے عاشق کی نگاہ میں دل رُبائی کا ایک حسین وخوبصورت وسیلہ ہے۔ اسی صفت کو بیان کرنے کے لئے مولانا جامیؒ نے مستی کا بیان کرتے ہوئے اسے مستی بادۂ ناز سے مشاہد کیا ہے کہ شراب ناز سے مست ہو کر اور جوش ناز کی حدت سے عرق آلود ہو کر میرا محبوب کس قدر رعنا دکھائی دے رہا ہے۔ شانِ بے نیازی سے دلربائی کے انداز کو دوبالا کرنے کے خیال سے سر پر کلاہ بھی ٹیڑھی رکھی ہے اور لباس کا چاکِ گریبان بھی ظاہر کر دیا ہے۔ مستی ناز، عرق کجکلہی اور چاکِ گریبان یہ سب معشوق کے اندازِ دلرُبایانہ ہیں اور عاشق کے لئے اضطراب و بے چینی کے سامان۔ کرشمہ ہای تو از بس کہ ہست ناز آمیز ☆ نہ آشتی تو داند کسی نہ جنگ ترا (میلی ہروی)۔ گر تو بہ محشر این چنین روی گشادہ بگذری ☆ روز جزا کہ می کند گوش بہ داد خواہیم (میرک صالحی)۔ عرق از برگ گل انگیختنش رانگرید ☆ آب و آتش بہ ہم آمیختنش رانگرید ☆ دامن افشاندن و برخاستنش رابینید ☆ ساغر افگندن و می ریختنش رانگرید (محتشم کاشی)۔ اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ ☆ چہرہ فروغ می سے گلستاں کئے ہوئے (غالب)

۲۔ دلشدہ = جس کا دل اسکے قابو سے باہر چلا گیا ہو۔ وہ جو دل کو کھو چکا ہو۔ عاشق۔ عشق میں گرفتار آدمی۔ دلباختہ آدمی۔ دیوانہ۔ مجنون۔ شفق = ہر صبح وشام کو آسمان کے کناروں پر ظاہر ہونیوالی سرخی۔ (یہاں سرخ رنگ کے معنی میں استعمال ہوا ہے) غروب آفتاب کے بعد افق کی سرخی۔ فرماتے ہیں چاک پیرہن کے اندر سے محبوب کے سینے کی صفائی نے صبح کی طرح عاشقوں کے آنسوؤں کو شفق رنگ کر دیا ہے یعنی محبوب کے سینہ شفاف و نور بار کے دیدار کی تمنا میں ہزاروں عاشق خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ سینۂ محبوب کو صبح' اور عاشقوں کے سرخ خون مانند آنسوؤں کو شفق کی سرخی سے مشابہ کیا ہے جو صبح کے نمودار ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ شعر میں محبوب کے سینہ شفاف اور عاشقوں کی خون باری کا ذکر ہوا ہے۔ دیدم از چاک گریبانش صفای سینہ را ☆ من گمان کردم کہ دارد در بغل آئینہ را (صائب)۔ ہید ہد رخنۂ دیوار زگلزار خبر ☆ لطف اندام تو از چاک گریبان

پیداست (صائب)۔ ہچوآبی کہ نمایان بود از پردۂ لعل ☆ تن سیمین تو از جامۂ گلگون پیداست (صائب)۔ غیراز تو ای نگار زسیمین بران کراست ☆ در پیرہن تنی کہ بہ صد جان برابر است (صائب)۔ در پیرہنت بدن تو گوئی ☆ شمعی است کہ پیرہن ندارد (نکہت گیلانی)۔ سینہ اش از بس کہ باشد نرم وصاف ☆ بوسہ از لغزش نایستد تا بہ ناف ☆ چنانکہ شمع فروزان نمایداز ناقوس ☆ فروغ سینہ اش از پیرہن بود روشن (مظہر تبریزی)۔

۳۔فرماتے ہیں میرا محبوب جہاں سے بھی اتفاقاً گذر ا راہ میں عاشقوں کی ایک دنیا دل سے بھی گئی اور دین سے بھی۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کے حسن و جمال نے ایک پورے عالم کو اپنا مفتون وشیدائی بنادیا اور جس کسی نے اسے دیکھا اسی کو دل دے بیٹھا اور دین و مذہب سے دستبردار ہوا کہ بس یہی ایک وہ پیکر جمال ہے جس سے محبت عبادت کی حد تک کی جانی چاہئے۔مقصد یہ ہے کہ خود عشق محبوب ہی دین ہے اور محبوب کا جمال لائق دلدادگی۔ شعر میں محبوب کے حسن و جمال کا بیان ہے۔سودا ہمان وعشق وجنون ہمان ☆ یعنی ہمان لسانی دیوانہ تو ام (لسانی شیرازی)۔ دلی دارم پس از من تا چہ خواہد شد سرانجامش ☆ بہ آن بیچارہ می گریم برآن آوارہ می سوزم (صرفی ساوجی)۔ چو در روی تو آتشپارہ بینم ☆ نگہ در دیدۂ روشن بسوزد (حاتم کاشی)۔صد دیدہ ودل ہرطرف از بہر تماشا ☆ حیران تو بودند تو حیران کہ بودی (حاتم کاشی)۔مست بگذشتی واز خلوتیان ملکوت ☆ بہ تماشای تو آشوب قیامت برخاست (ضمیری اصفہانی)۔ چو دل بردی چہ بیتابانہ برمیخیزی از مجلس ☆ زمانی باش تا جان نیز ہمراہ تو برخیزد (لسانی شیرازی)۔

۴۔بادہ = جام شراب۔شراب۔می۔مست کرنے والی پینے کی چیز۔نُقل = وہ چیز جسے شراب پینے کے دوران منہ کا ذائقہ بدلنے کی خاطر کھایا جائے جیسے خشک میوہ، گوشت، کباب، نمکین اور کھٹی چیزیں وغیرہ۔آج کل ایران میں نقل ایک قسم کی مٹھائی کو کہتے ہیں جسے کھانڈ کے رس یا شیرہ اور خوشبو دار چیزوں نیز مغز بادام سے ملا کر بناتے ہیں۔طبق = خوانچہ طبقہ۔تہہ۔پرت۔وہ چیز جو دوسری چیز کے موافق اور برابر برابر ہو۔چپٹی۔گھوڑے کی ایک بیماری کا نام جس سے اسکی ناف میں ورم ہو جاتا ہے۔(کشمیر میں یہ لفظ اس معنی میں اب بھی استعمال میں ہے)وہ برتن جس میں سے کھاتے ہیں جیسے بُشقاب یا کوئی اور چیز۔مجمہ (اس معنی میں طبق کا لفظ ایک خاص لذیذ سالن گوشت کے پکانے پر استعمال ہوتا ہے جسے طبق ماز کہتے ہیں اور یہ خوش ذائقہ ولذیذ سالن چونکہ مجمہ (طبق) پر ہی آگ کے اوپر رکھ کر خالص گھی میں بھون اور تل کر پکاتے ہیں اسلئے اسے طبق ماز کہتے ہیں (ماز کشمیری میں گوشت کو کہتے ہیں)۔رکابی۔نقل کی چیزیں چونکہ رکابی یا چھوٹے سے مجمہ میں رکھ کر سامنے رکھی جاتی ہیں اسلئے مولانا جامی نے طبق استعمال کیا ہے۔فرماتے ہیں محبوب کی آمد پر قدرت بھی اس کے استقبال وخوش آمدید کے

سامان مہیا کر رہی ہے چنانچہ بادصبا نے صحن چمن میں ان کے پینے کیلئے لالہ کی پیالیاں اور نقل وضیافت کے لئے پھولوں کی رکابیاں آمادہ رکھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مناظر فطرت کی حسین ودلکش تخلیق یعنی گلہای لالہ اور گلاب کے پھول جو بادصبا نے کھلائے ہیں باغ میں محبوب کی آمد پر نثار ہونے کیلئے منتظر ہیں۔ گویا قدرت کی خوبصورت تخلیقات جمال یار کی رعنائی ودلفریبی کے آگے بے وقعت ہیں۔ تو برگل می خرامی جام می درکف چہ می دانی ☆ کہ احوال تہی دستان پا درگل چہ می باشد ☆ نمی دانند دردوررخت پروانہ وبلبل ☆ کہ گل در بوستان وشمع در محفل چہ می باشد (نقی کمرہ ای)۔ زلف سنبل چشم نرگس گونہ گل لب برگ گل ☆ صد گلستان گل بروی چون بہار آوردہ ای (زرگر اصفہانی)۔ دہانت غنچہ چشمت نرگس ورخ لالہ حیرانم ☆ کہ در یک شاخ چون پیدا شد این گلہای گوناگون (ہمایوں اسفراینی)۔ تو اگر چنین لطیف از در بوستان درآئی ☆ گل سرخ شرم دارد کہ چرا ہمی شکفتم (سعدیؒ)۔

۵۔ نثار = نچھاور کرنا۔ کسی پر سے کوئی چیز تصدق کرنا۔ بکھیرنا۔ کسی کے سر یا قدم پر نقد وجنس بکھیرنا۔ رمق = تھوڑی سی جان۔ بقیہ جان۔ سسکتی جان۔ تاب۔ طاقت۔ گلہ ریوڑ۔ فرماتے ہیں محبوب پر سب ہی جانیں قربان ہوں جب بھی کم ہے۔ لیکن مجھ عاشق بیدل کی بقیہ جان جو میرے پاس باقی بچی تھی کو ہی قبول کرنے پر قناعت کر کے مجھے سعادتمندی کا شرف بخشا۔ مطلب یہ کہ تمام جانیں محبوب پر نچھاور ہوں تو یہ تصدق بھی ان کے حق میں کم ہے لیکن ان کا میرے حق میں کرم اسقدر وسیع ہے کہ جو بچی ہوئی جان مجھ میں باقی رہی تھی اسی کو قبول کر کے مجھے شرفمندی کے قرین کر دیا۔ مقصد یہ ہے کہ میری جان جو ایک بے قدر چیز ہے اس محبوب عظیم القدر نے جس پر ساری دنیا کی جانیں بکھیری جاسکتی ہیں قبول کی اور مجھے ہمیشہ کے لئے ذوالقدر بنادیا۔ شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب پر اپنی جان قربان کرنے کا ذکر کیا ہے اور انتہائی خوشی کا اظہار کیا ہے کہ محبوب نے میری جان کی قربانی اور ان کے عشق میں یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمایا ۔ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت ☆ ہم سوختن وساختن وجامہ دریدن (کمال اسمٰعیل اصفہانی)۔ جمع خوبان ہمہ چون کوکب وخورشید توئی ☆ تو برون آی کہ این جملہ پراکندہ شوند (ھلالی چغتائی)۔ فروغ روی تو کرد آفتاب را معدوم ☆ از آن بہ ماتم خورشید شب سیہ پوش است (دھقان اصفہانی)

۶۔ فرماتے ہیں کہ میرا چہرۂ زرد میرے دل کے اندر کے حالات کی شرح کا صرف ایک ورق ہے جسے میری پلکوں کے قلم نے لکھا ہے۔ زیادہ شرح عشق اور داستان محبت کی گنجائش تھی ہی کہاں۔ یہ تو محض ایک ورق ہے جو میرا چہرۂ زرد ہے اور پلکیں آنکھوں کے آنسوؤں کی سیاہی وسرخی سے قلم بن بن کر اس ورق کو لکھ چکی ہیں اور داستان عشق کا بس ایک ہی ورق لکھ کر یہ حال ہے آگے لکھنے کی نہ تاب تھی نہ طاقت۔ مطلب یہ ہے کہ میرا چہرۂ زرد اور میرے پلکوں کی سرخ اشکباری میرے عشق میں برباد ہونے پر گواہ ہیں سہ معاشران ہمہ خفتند وشمع ماندہ ومن ☆ کہ سوز داو بمن

ومن باوز غمخواری (وصال شیرازی)۔گریبان چاک و بردل دست و درگل پا ☆ میان عاشقان احوال من دارد تماشائی (رفعت نہاوندی)۔زحمت چہ میکشی پی درمان ماطبیب ☆ مابہ نمی شویم وتو بدنام می شوی (سعدی)۔ہمچونی درغم تو چہرہ زردی دارم ☆ گرعالم ہمی نیست کہ دردی دارم (شاہ رضا)۔گہی خیزم گہی افتم گہی از دیدہ خون ریزم ☆ نہ آن دستم کہ بستیزم نہ آن پایم کہ بگریزم ☆ عوض اشک زنوک مژہ خون می آید ☆ باخبر باش دل از دیدہ برون می آید (عارف قزوینی)۔اسرار غمش نگفتم درسینہ نہان دارم ☆ رسوای جہانم کرد این رنگ پریدنہا (یغمای جندقی)۔

۷۔ ماسبق = اول۔گذشتہ۔اول الذکر۔جو پہلے گذر چکا۔جو پہلے ہوا۔تلافی = تدارک۔تکمیل۔ہاتھ میں لانا۔پانا۔عوض دینا۔دریافت۔پورا کرنا۔فرماتے ہیں کہ میں جامی پہلے شراب سے منکر تھا لیکن اب اسے اختیار کر چکا ہوں اور گذشتہ زمانے کے خالی پن کی تلافی کرنے میں مشغول ہوں۔مطلب یہ ہے کہ جوایام زندگی بے عشق یار گذرے ان پر نادم ہوں، کف افسوس مل رہا ہوں اور شرمندگی کے آنسو بہار ہا ہوں۔اب اس گذرے ہوئے زمانے کی تلافی میں میں نے خود کو عشق محبوب کی مستی میں بے خود کر دیا ہے اور اسی عشق کے سمندر میں غرق و مستغرق ہوں۔مطلب یہ ہے کہ عشق محبوب سے خالی زندگی ایک بے مقصد زندگی ہے اور حقیقی زندگی محبوب کے عشق و محبت میں گذارنے کا نام ہے اور میں یہی عاشقانہ اور معشوق کی محبت سے مخمور زندگی گذار رہا ہوں ۔ ہرگز نہ میرد آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق ☆ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما (حافظ)۔گر بداند لذت جان باختن در راہ عشق ☆ ہیچ عاقل زندہ نگذارد بہ عالم خویش را (قاآنی)۔از دولت عشق است سرافراز وگرنہ ☆ آدم چہ شرف داشت دگر جانوران را (حیرت قاجار)۔استاد کائنات کہ این کارخانہ ساخت ☆ مقصود عشق بود جہان را بہانہ ساخت (مسلمی شیرازی)۔وجود آدمی از عشق میرسد بکمال ☆ گراین کمال نہ یابی کمال نقصان است (فروغی بسطامی)۔عشق بستان وخویشتن بفروش ☆ کہ ازین خوب تر تجارت نیست (عطار نیشاپوری)۔از صدای سخن عشق نہ دیدم خوشتر ☆ یادگاری کہ دراین گنبد دوّار بماند (حافظؒ)۔

غزل ۱۲۶

منم چو صبح ز شوق تو جامہ شق کردہ..........

۱۔تمہارے عشق میں صبح کی طرح میں لباس پھاڑ چکا ہوں
تمہارے چہرے کی محبت میں شفق کی مانند اپنے آنسوؤں کو کر چکا ہوں

۲۔گلاب کے پھول نے جہاں بھی اپنے نرم اوراق پھیلا دئے
تمہارے خط سبز سے ان اوراق پر تحریر لکھ ڈال
۳۔ صحن باغ سے گذر کہ غنچہ کے پاس جو بھی پونجی تھی
تم پر نثار کرنے کی خاطر گلاب نے وہ ساری طبق میں لا کے رکھ دی ہے
۴۔گلاب کے چہرے پر یہ شبنم ہے یا اس نے باد نسیم سے
تمہاری خوشبو کی خبر سن کر حیا سے پسینہ کیا ہے
۵۔گلاب نے شگفتگی کی اگرچہ خوبصورت خلعت پہن رکھی ہے
لیکن لوگوں کی نظر میں تمہارے حسن و جمال نے اسے پرانا کر دیا ہے
۶۔میری زندگی کی ایک رمق باقی رہ گئی ہے ، اب کب ہو گا
کہ تمہارے عشق کا ہجوم اس رمق کو تا راج کر دے
۷۔ عشق کی حکایت جامی سے سنو جس نے صبح و شام
مدرسے کے کونے میں بیٹھ کر اس سبق کی تحقیق کر لی ہے

توضیحات غزل

۱۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے عشق میں صبح کی مانند اپنے لباس کو چاک کرتا ہوں اور آپ کے چہرے کی محبت میں شفق کی مانند سرخ آنسو بہاتا ہوں۔صبح کے طلوع ہونے کو جبکہ وہ آخری ظلمتوں میں سے یک لخت نمودار اور ظلمتوں کو چیر کر روشن ہو جاتی ہے لباس کے چاک کرنے سے مشابہ کیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ شاعر عاشق یا عاشق شاعر عشق معشوق میں جامہ چاک کرنے اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہانے کی کیفیت میں رہتا ہے ۔ قاتل من چو بہ سوی من محزون گذرد ☆ چشم پرخون مرا بیند واز خون گذرد (احمد خان)۔تا کی بہ غم رخ تو خون شوید دل ☆آزار جفای تو بہ جان جوید دل ☆ بخشای کرآسمان نمی بارد جان ☆رحم آرکہ از زمین نمی روید دل (انوری)۔ این قدر ہرزہ چپ وراست دویدن عبث است ☆ چاک کن سینہ خود راسرِ راہی دریاب ☆ کیست کز گردش چشم تو بہ جائی نہ رسد ☆ آخرای شوخ مراہم بہ نگاہی دریاب (میر عظمت اللہ بیخبر)۔چون شمع تا فتاد بہ بزمت گذر مرا☆ دراشک وآہ زندگی آمد بسرِ امرا (محمد عظیم ثبات)۔زسوز فرقت آن یار گلبدن ثاقب ☆ چو عندلیب جدا گشتہ از چمن می سوخت (مہدی حسینی ثاقب)۔

۲۔فرماتے ہیں گلاب کا پھول جہاں جہاں کھلا ہے وہاں اس کے اوراق پر آپ کی توصیف لکھی ہوئی ہوتی ہے۔گلاب کو اس کے قدرتی حسن اور اسکی سراپا لطافت اور رعنائی کی وجہ سے حسن محبوب سے مشابہ کیا ہے اور اس کے برگہای نازک کو کتاب کے کھلے اوراق سے اور ان کی نازک لکیروں کو خطوط سے۔اور خود ان خطوط کو مولانا جامیؒ نے محبوب کے سبز خط (تحریر) سے تشبیہ دی ہے یعنی چہرے کے خط سبز کی حکایت کی تحریر سے جو گلاب کے پھول کے ورق ورق پر لکھی ہوئی ہے۔خط سبز سے یہاں مراد ہے چہرۂ محبوب۔مطلب یہ ہے کہ گلاب کے خوبصورت پھول کے ورق ہای زیبا پر محبوب کے حسن و جمال کی کہانی لکھی ہوئی ہے اور جہاں بھی جائیے یہ داستان آپ کو ہر جگہ اور ہر برگ گلاب پر ثبت ہوئی دکھائی دے گی۔محبوب کے حسن کی تعریف ہے جو عالمگیر ہے۔ز شرم آن کہ بہ روی تو نسبتش کردند ☆ سمن بدست صبا خاک در دہان انداخت (حافظ)۔از جلوہ ات آباد شود کشور دلہا ☆ از بہر خدا جانب ما ہم گذری کن (محمد ہاشم موسوی جرأت)۔ای بہ رخ چون ماہ تابان وی بہ خط چون مشک ناب ☆ ای بقد سرو خرامان وی بہ لب لعل مذاب ☆ لالہ از روی تو داغم و نرگس از چشمت خجل ☆ غنچہ از لعلت بتنگ و سنبل از زلفت بہ تاب (فتح اللہ جناب)۔نہان در چشم خود تا جای آن گل پیرہن کردم ☆ نگہ تا وا شود ہر لحظ سیر صد چمن کردم (باقر آگاہ)۔

۳۔در گرہ داشتن (محاورہ ہے) = پونجی یا سرمایہ جو جمع ہو۔سفر کا زادرہ جو گرہ میں باندھ دیا گیا ہو۔فرماتے ہیں گلاب نے وہ سارا سرمایہ جو باغ میں، جہاں سے آپ گزرنے والے ہیں، زر غنچہ کی صورت میں جمع کر رکھا تھا آپ پر نچھاور کرنے کیلئے طبق میں جمع کر رکھا ہے۔پھولوں یا کلیوں کے درمیان زرد رنگ کے مغز کو سونے یا سرمایہ سے مشابہ کیا گیا ہے اور خود کلی یا غنچہ کو اس کی تنگی یا چھوٹائی کے باعث گرہ کہا گیا ہے اور گلاب نے ان تمام گرہوں کو کھول کے ان کے اندر جمع سونے کو اکٹھا کر کے محبوب پر جو باغ سے گزرنے والا ہے نچھاور کرنے کیلئے تیار رکھا ہے۔مطلب یہ ہے کہ فطری حسن اور جمال خداداد سے متصف تخلیقات جیسے پھول کلیاں اور گلاب بھی حسن محبوب پر اپنا حسن نچھاور کرنے پر آمادہ ہیں کیونکہ اس حسن بے مثال پر وہ بھی فریفتہ ہوگئے ہیں۔تا فروغ عارض او شمع بزم بلبل است ☆ رنگ برگ گل چراغ زیر دامان گل است (محمد سعید اعجاز)۔دل از من و دلستانی از تو ☆ تیغ از تو و جانفشانی از من (ولی دشت بیاضی)۔نوعی اسیر خویشتنم کردہ ای کہ نیست ☆ یارای دست و پا زدنم در کمند تو (وقوعی تبریزی)۔چہ ہا با جان خود دور از رخ جانان خود کردم ☆ مگر دشمن کند اینہا کہ من با جان خود کردم ☆ مگو وقتی دل صد پارہ ای بودت کجا بردی ☆ کجا بردم ز راہ دیدہ در دامان خود کردم (وحشی بافقی)۔

۴۔نسیم = نرم ہوا۔خوشبودار ہوا۔گرم موسموں میں ٹھنڈی اور نرم ہوا۔شنیدن = سونگھنا۔سننا۔فرماتے ہیں گلاب

کے پھول پر جو شبنم کے قطرے دکھائی دے رہے ہیں یہ دراصل بادِ نسیم نے اس پر سے گزرتے ہوئے محبوب کے خوشبو کا ذکر چھیڑ دیا جس کو سن کر گلاب کو اپنی خوشبو پر شرم آگئی اور مارے شرم کے اس کے چہرے پر پسینہ آ گیا اور یہ شبنم نہیں وہی قطراتِ عرقِ حیا ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی خوشبو سے باغ کے پھول بھی شرمندہ اور عرق ندامت میں شرابور ہیں۔ محبوب کے دلکش و رعنا ہونے کا بیان ہے۔ در تماشای جمال او سراپا دیدہ ام ☆ یک سر مو در تنم بی لذت دیدار نیست (ضمیری اصفہانی)۔ خوی کہ از رخسار آن کانِ لطافت میچکد ☆ فتنہ می بارد بلا می خیزد آفت می چکد (یقینی لاہیجی)۔ صفای روی عرقناک یار نازم ☆ کہ صلح دادہ بہم آفتاب و شبنم را (علاء الدین نظیری)۔ عرق بر چہرۂ خوبان عجب کیفیتی دارد ☆ گل مہتاب را در صبح چیدن آرزو دارم (آصف جاہ)

۵۔ خَلَق = پرانا کپڑا۔ گدڑی۔ پرانا ہو جانا۔ پھٹا پرانا کپڑا۔ فرماتے ہیں کہ گلاب کا پھول اگرچہ کھل کر ایک اچھے لباس میں ظاہر ہوا ہے لیکن لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ کے حسن و جمال کی خوبی و دلکشی کے مقابلے میں اب اس کا یہ لباس پرانا اور پھٹا ہوا ہے اور اس کی کوئی وقعت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ گلاب کا پھول ہر وصف میں آپ کے حسن اور آپ کی خوبصورتی و زیبائی و جمال کے مقابلے میں بے قدر ہے۔ آپ کا حسن لاجواب ہے اور بے نظیر۔ فطری مناظر کے حسین ترین پیکر بھی آپ کی خوبصورتی اور صفات جمال کے آگے بے نور اور بے اہمیت ہیں ۔ طاق ابروی ترا پیوستہ در بازو کمان ☆ چشم جادوی ترا ہموارہ در ساغر شراب ☆ عکس خلعت لعل را فیروزہ ریزد در بغل ☆ رشک لعلت افگند یاقوت را آتش در آب ☆ جلوۂ نازِ ترا دلہای محزون در جلو ☆ حسن طناز ترا جانہای شرین در رکاب (فتح اللہ جناب)۔ دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار ☆ گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد ☆ در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا ☆ نظارہ ز جنبیدن مژگان گلہ دارد (علی حزین)۔ تا در چمن ز عارض او لالہ داغ شد ☆ گل گل شگفتہ یار و دلم باغ باغ شد (افضل ثابت الہ آبادی)۔ در گلستان آمد و رنگ از رخ گلہا پرید ☆ از برای عندلیبان این گل دیگر شگفت (علی نقی خان انصاف)۔ ماہ من کرد چنان جلوہ بہ نیرنگ امشب ☆ کہ پرید از رخ گلہای چمن رنگ امشب (امید ہمدانی)۔ دیوانگی و مستی از بوی تو می خیزد ☆ ہر فتنہ کہ می خیزد از کوی تو می خیزد (فقیر اللہ آفرین)۔ جلوۂ حسن از ظہور عشق برتی بیش نیست ☆ خندۂ گل در حقیقت جوش خون بلبل است (محمد سعید اعجاز)۔

۶۔ فرماتے ہیں کہ اب میری زندگی کی بس ایک رمق باقی ہے یعنی تھوڑی سی جان باقی ہے۔ منتظر ہوں کب آپ کا عشق ہجوم کی صورت میں ابھر کر اسے اپنے ساتھ ڈھا کر لے جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ساری زندگی آپ کی عشق میں لٹا دی اب آخر میں رہی سہی بس تھوڑی سی جان باقی رہ گئی ہے۔ تمنا ہے کہ یہ سسکتی جان بھی آپ کی نذر ہو جائے۔ زندگی کو سراسر عشق یار میں قربان کر دینے کا اظہار کیا ہے۔ بلبل سوختہ را نیست نشانی پیدا ☆

اینت قدر ہست کہ دوداز قفسی می آید (غلام علی آزاد)۔شوم غبار و نہ خیزم زراہ او تا حشر ☆ همین قدر ز من خاکسار می آید (آرزو اکبر آبادی)۔این همہ تعجیل ہا در کشتنم آخر چرا ☆ عاقبت پیش تو روزی جان فشانی میکنیم (ناصر جنگ)۔ خوش آن غریب کہ در عین تیغ راند نہا ☆ علاج دعوی صد خوبہا تواند کرد (وحشی بافقی)۔شمع رخ تو در نظر شعلہ شوق در جگر ☆ بہر چہ پرسیم دگر موجب انتظار را (والہی قمی)۔گفتی کہ پای خویش ازین آستان ببر ☆ من عاجزم تو خیز و امیدم ز جان ببر (نوری اصفہانی)۔غمزہ غارتگر نگہ خونریز و مژگان پر ستیز ☆ ای نثاری با چنین بیداد نتوان زیستن (نثاری)۔اگر بکشتن من مایلی من از رغبت ☆ بہ خون خویش نویسم ہزار فتوی را (مظہری کشمیری)۔وای ار بہ جرم عشق نریزند خون من ☆ بخشیدن گناہ کم از انتقام نیست (فسونی تبریزی)۔ای مرگ مشتاقم ترا یک رہ بہ بالین من آ ☆ کاین دردبی درمان مرا بسیار زحمت می دہد (صرفی ساوجی)۔

۷۔فرماتے ہیں کہ مجھ جامیؔ سے داستان عشق سن کہ میں نے اس مدرسہ محبت میں صبح وشام تحقیق کر کے گذار دیئے ہیں مطلب یہ ہے کہ عشق کا قصہ مجھ (جامیؔ) سے سن لو کہ ساری زندگی تجربہ کیا ہے اور اس کے تمام جزئیات سے تحقیقاً واقف ہوں۔اس لئے مجھ سے بڑھ کر عشق کا عالم کوئی نہیں ۔ تحقیق کن ببین کہ درین مدت فراق ☆ جز با خیال تو بہ کسی آشنا شدم؟ (حسابی نظیر)۔گر بند زبند من جدا ساختہ ای ☆ ور زآنکہ مرا در آتش انداختہ ای ☆ من از تو شکایت کنم؟ آن روز مباد ☆ ای عشق مرا ھنوز نہ شناختہ ای (قاسم بیگ حالتی)۔عشق را خواھم صبوری داخل عصیان کنند ☆ تا بہ محشر نیز سوزند از برای او مرا (صبوری تبریزی)۔زان سر کوی بروں غرقہ بہ خونم کردند ☆ با دل خون شدہ زان کوی برونم کردند ☆ لب گشودند بہ افسون و دمیدند بہ من ☆ نمکی در دل مجروح و زبونم کردند ☆ آتشی در دلم از رشک زہر موی زدند ☆ متفق گشتہ بہ زنجیر جنونم کردند (صبری اصفہانی)۔نہان می سوختم دامن کشان سویم گذر کردی ☆ گذشتی ھمچو باد و آتشم را تیز تر کردی (صالحی مشہدی)۔شکایت از تو جفا جو کجا برم چہ کنم ☆ تو دادرس تو ستمگر مرا کہ داد دہد (شہیدی قمی)۔بہ یمن عاشقی از خویش گردیدم چنان فارغ ☆ کہ تن آسودہ گشت از قید جان جان از جہان فارغ ☆ خوش آن زندانی حرمان کہ باشد با خیال تو ☆ زہجر دائمی ایمن ز وصل جاودان فارغ ☆ دل از روحانیان برداشتند و دیدہ از خوبان ☆ اسیران تو ھستند از زمین و آسمان فارغ (مخلصی سبزواری)۔ راز درون پردہ ز رندان مست پرس ☆ کین حال نیست صوفی عالی مقام را (حافظ)۔

غزل ۱۲۰

ای بی تو ز دیدہ خواب رفتہ.........................

۱۔اے محبوب ! تمہارے بغیر آنکھوں سے نیند چلی گئی ہے
اور ہر ایک پلک سے خون جاری ہے

۲۔لوٹ آ کہ تمہارے چلے جانے سے
آنکھوں سے درِ خوشاب نکل رہے ہیں

۳۔ تیرے ہونٹوں کے دور میں رفیقوں
کے سر سے شراب کی ہوس ختم ہو چکی ہے

۴۔ روشن چاند اپنے تمام نور کے باوجود
تمہارے چہرے کے آگے روشنی سے خالی ہوگیا ہے

۵۔ حسن کی بھیک مانگنے والے تمہارے پاس
چاند ہو کے آگئے اور آفتاب بن کے چلے گئے

۶۔ جہاں بھی تم نے ناز کا گھوڑا دوڑایا
حسینان عالم سارے کے سارے رکاب میں چلتے رہے

۷۔ یہ جو جامی دل کا خون بہا رہا ہے
اس کے کباب ہوئے دل سے نکل رہا ہے

توضیحات غزل

۱۔ناب = پاک وصاف۔خالص۔کچلی۔اگلے دانت۔بوڑھی اونٹنی۔قوم کا سردار۔بے غش۔محض۔صرف۔عام کشتی۔موٹاپا کی وجہ سے گھوڑے یا کسی اور حیوان کی ران پر گدی پڑ جائے۔تلوار کے درمیان کا خط۔ہاتھی کے بڑے دانت۔فرماتے ہیں محبوب! آپ کے ہجر میں آنکھوں میں نیند نہیں بلکہ ان کی پلکوں کے ایک ایک پلک سے صاف وخالص خون بہہ رہا ہے۔محبوب سے دوری کی کیفیت سے متعلق بیان ہے کہ آنکھیں بےخواب ہیں اور خون بہارہی ہیں سہ کمال سر محبت ببین کہ دوش بہ بزم ☆ تو داغ سوختی اما زمن برآمد دود (فہمی کرمانی)۔ گفتمش از دل

پرخون بہ تو دارم سخنی ☆ خندہ ای کرد کہ از رنگ سخن میدانم (غزالی مشہدی)۔می سوزم از دردنہان ای گریہ یاری کن دمی ☆ تا آب برآتش زنم از چشم طوفان بار خود (وقوعی نیشاپوری)۔می دہم جان در بہای یک نظر بستان زمن ☆ با خریداری کہ مفلس شد مدارائی بکن (نوری اصفہانی)۔مگرم اجل رہاند زغم فراق ورنہ ☆ شب محنت است امشب کہ زپی سحر ندارد (مردمی مشہدی)۔ریزم زمژہ کوکب بی ماہ رخت شبہا ☆ تاریک شبی دارم با این ھمہ کوکبہا (جامیؒ)۔ ھمہ آرام گرفتند وشب ازنیمہ گذشت ☆ آن کہ درخواب نہ شد چشم من وپروین است (سعدیؒ)۔مرا ہر شب چو دزدان خواب گرد چشم تر گردد ☆ دلم را باغمت بیدار بیدبا ور گردد (علی احمد)۔

۲۔فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! اب تو لوٹ آیئے آپ کی جدائی میں آنکھوں سے خالص روشن آنسوؤں کے قطرے بہار ہا ہوں جو خود آنکھوں کی روشنی کے شفاف موتیوں کی صورت میں نکل رہے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی جدائی کے غم میں نوربصر اب گویا روشن اشکوں اور شفاف موتی جیسے پانی کے قطروں کی صورت میں بہہ رہا ہے۔ اب میرے حال پر رحم فرما کے آجائیں اور دیدار سے منور فرمائیں۔شعر میں گریہ کے عالم کا بیان ہے۔ سرشکم کم نی گردد بہ سعی چشم پتر بستن ☆ کہ نتوان شدرہ سیلاب را مانع زدر بستن (امیر خان انجام)۔بہ چشم آذری خویش درنمی آئی ☆ ترا کہ گفت تماشای جویبار مکن (نورالدین آذری)۔بی تو مارا ز سوز گریہ چو شمع ☆ آتش از سر بجای آب گذشت (بینش کشمیری)۔حنائی است رنگ بہار سرشکم ☆ نہ دانم بپای کہ غلطیدہ باشد (بیدل)۔من بہ سوز سینہ خونندم دلی این چشم تر ☆ می زند بر آتشم آبی کہ می سوز دمرا (رشکی ھمدانی)۔دور از تو گریہ ھم نتوانم بہ کام کرد ☆ ترسم کہ سیل اشکم از ین دور تر برد (ضمیری اصفہانی) یک قطرہ آب بی تو درین چشم تر نماند ☆ چندان گریستم کہ خون در جگر نماند (صوفی ساوجی)۔

[درِّ خوشاب = آبدار موتی۔ جواہر آبدار۔روشن موتی چمکدار موتی۔شفاف موتی۔سیراب۔تر وتازہ]

۳۔دور = زمانہ۔وقت۔عہد۔گردش۔زمان گذشتہ۔گول ہونا۔چکر لگانا۔پھیرنا۔سبقوں کی تکرار یعنی بار بار پڑھنا تا کہ بھول نہ جائے۔اصطلاح میں ایک شئے کا اسی ذات پر آٹھہرنا اور دوسری شئے کا پھر اسی پہلی شئے پر آٹھہرنا۔علی ہذا جیسے مرغ کا وجود انڈے پر موقوف ہے اور انڈے کا مرغ پر۔نجومیوں کی اصطلاح میں ہر دور تین سو ساٹھ سال کی مدت پر پھیلا رہتا ہے۔اطراف۔احاطہ عصر۔زمان۔دورہ۔پیالی یا جام کا گردش میں لایا جانا۔ معاشران = ہم صحبت لوگ۔رفیق۔احباب۔کسی کے ساتھ زندگی گذارنے والے۔دوست۔یار۔فرماتے ہیں یہ آپ کے مستی بھرے ہونٹوں کا عہد ہے اور ان ہی کی حکم فرمائی ہے۔ان مست ہونٹوں کو دیکھ کر دوست احباب اس حد تک مخمور ہیں کہ اب ان کے سر سے شراب کی تمنا تک مٹ چکی ہے۔مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ہونٹ اس حد

تک مست کر دینے والے ہیں کہ ان کے چاہنے والوں کے دل میں اب شراب کی آرزو تک نہیں رہی۔ شعر میں محبوب کے خوش کر دینے والے آب حیات سے معمور ہونٹوں کا ذکر ہے۔ بہ تلخی ہای ہجرم رفتہ جان وھمچنان ماندہ ☆ بہ دل شوراز حدیث تلخ آن لب ہای شیرینم (یقینی لاھیجی)۔ لبش رانام بردم لذت آن برداز ہوشم ☆ ز بزمش یاد کردم ہر دو عالم شد فراموشم (یقینی لاھیجی)۔ ای عشق تو کشتہ عارف و عامی را ☆ سودای تو گم کردہ نکونامی را ☆ شوق لب میگون تو آوردہ برون ☆ از صومعہ بایزید بسطامی را (بایزید بسطامیؒ)۔ جز لعل یار خویش ندیدیم آرزو ☆ آن قطرۂ شراب کہ بیہوشی آورد (سراج الدّین علی خان آرزو)۔ ہزار مرتبہ از شرم غنچہ لب یار ☆ چمن بروی خود از برگ گل نقاب گرفت (قزلباش امید ھمدانی)۔

۴۔ تاب = روشنی۔ چمک۔ حرارت۔ گرمی۔ نور۔ توانائی۔ طاقت۔ پیچ۔ پیچیدگی۔ قہر۔ غصہ۔ محنت مشقت۔ غرور۔ فرماتے ہیں کہ اے محبوب چمکتا ہوا چاند اپنی تمام روشنی کے باوجود آپ کے چہرے کے نور کے آگے بجھ جاتا ہے اور اس کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چاند کی روشنی محبوب کے چہرے کی روشنی وتابانی کے سامنے بے اہمیت ہے اور بے قدر۔ شعر میں روئے معشوق کے سراپا نور اور چاند کی روشنی سے بھی زیادہ تابان ہونے کا ذکر ہے۔ در حسن می زیبد ترا گر لاف یکتائی زنی ☆ ای نا فریدہ مثل تو یکتای بی ھمتا کسی (شجاع کاشی)۔ مہ کیست کہ با حسن تمام تو برآید ☆ یا مہر کہ از گوشۂ بام تو برآید (شجاع کاشی)۔ نقشبند قدرت نوعی کہ بایست آفرید ☆ بیش ازین خوبی بہ ظرف حسن گنجایش نداشت (داعی اصفہانی)۔ خانہ ام باز منوّر شدہ بی چیزی نیست ☆ یار بی پردہ مگر در پس این دیوار است (حاتم کاشی)۔ می چکد نور ز چشم مژہ برہم چو زنم ☆ دیدہ ام بس کہ در آن شعلۂ رخسار امشب (حاتم کاشی)۔ چون مہ چاردہ در گوشۂ بامش دیدم ☆ نگران بود بہ جائی و تماشش دیدم (کاسب یزدی)۔ حسن ماہ را با تو سنجیدم بہ میزان قیاس ☆ پلۂ ماہ بر فلک شد و تو ماندی بر زمین۔

۵۔ دریوزہ = گدائی۔ گداگری۔ بھیک (دریوزہ کنان = بھیک مانگنے والے۔ گداگر) فرماتے ہیں حسن کی بھیک مانگنے والے آپ کے پاس سے جب کہ وہ خود چاند کی طرح تھے آفتاب بن کے چلے گئے۔ مطلب یہ کہ چاند جیسا حسن رکھنے والے خوبان عالم آپ سے حسن کی زکات مانگنے آئے اور آپ کے چہرے کو دیکھ کر آفتاب بن کر چلے گئے۔ شعر میں اوپر کے شعر کے معانی کی تکرار ہے اور یہ کہا ہے کہ میرا محبوب چاند اور سورج سے بھی بڑھ کر نور بار ہے بلکہ اسی نور کی برکت سے حسینان جہان کے چہرے روشن ہیں ؎ گر تو گردی شمع محفل ز آسمان پروانہ ریزد ☆ ور گل گلشن تو باشی از زمین بلبل بروید (نقی کمرہ ئی)۔ عالمی شد گرم عشق آن ماہ مہر افروز را ☆ عشق عالمگیر باید حسن عالم سوز را (نثاری تبریزی)۔ از جلوہ ات آباد شود کشور دل ہا ☆ از بہر خدا جانب ماہم گذری کن (میر ہاشم خان جرأت)۔

خیال روی کسی جلوہ کرد چون خورشید ☆ غرور ظلمتِ شبہای انتظار شکست (چندر بھان برہمن)۔ پیش خورشید رخت خواست چراغ افروزد ☆ شمع را تیغ سحر آمد و گردن زد و رفت (یغمای جندقی)۔ از شمس ماہ عالم از آن نور می برد ☆ کان پرتوی ز عارض چون آفتاب تست (عصمت اللہ بخارائی)۔ تشبیہ روی تو نہ کنم من بہ آفتاب ☆ کاین مدح آفتاب نہ تعظیم شان تو است (سعدیؒ)۔

۶۔ فرماتے ہیں جہاں بھی اے محبوب آپ نے ناز کا گھوڑا دوڑایا وہاں خوبان جہاں آپ کے رکاب کے ساتھ دوڑتے رہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میرا محبوب شان بے نیازی اور ناز و ادا سے کام لیتے ہیں ان کی اس حرکت رعنا پر کتنے ہی خوبان عالم اپنی جان چھڑکنے کیلئے بے قرار ہو کر آپ کے پیچھے پیچھے انکساری کے عالم میں چلتے ہیں۔ یعنی محبوب ناز و ادا کی صفت میں بے نظیر ہے اور ان کی یہ صفت حسینان عالم تک کو بھی بے قرار و مضطرب کر دیتی ہے اور وہ بھی ان پر اپنی جان قربان کرنے کی خاطر بے چین رہتے ہیں۔ ہر کسی را بر گرفت از خاک رہ دامن کشان ☆ چون بہ خاک من رسید از ناز دامن بر گرفت (جعفر قزوینی)۔ تا خوی تو با ما یکرنگ شدہ است ☆ دنیای فراخ بر دلم تنگ شدہ است ☆ ما را گنہی قابل رنجیدن نیست ☆ گویا کہ دلت راہوس جنگ شدہ است (جعفر قزوینی)۔ گہی کہ ناز فروشی بہ چشم پر عشوہ ☆ ہزار یوسف مصری و یک نگاہ از تو (حاتم کاشی)۔ گر کشد صدرہ مرا از ناز و استغنا کم است ☆ در خور حسنی کہ او دارد ہنوز اینہا کم است (حضوری قمی)۔ سرکشی و ناز و استغنا کہ اکنون کار اوست ☆ او نمی دانست اینہا را منش آموختم (ملک طیفور انجدانی)۔ کنند خویش و تبار تو ناز و می زیبد ☆ بہ حسن یک تن اگر یک قبیلہ ناز کند (ملک قمی)۔ ھمہ عمر ناز کردی و گذشت، لیک خودگو ☆ کہ نکوست بر اسیری ھمہ عمر ناز کردن؟ (یقینی لاہیجی)۔

۷۔ خونابہ = خونابہ = خون اور آب سے مرکب یعنی خون کے آنسو۔ نہایت رنج و غم۔ خون پانی کا ایک ہو جانا۔ مشقت۔ خونی آنسو۔ خون جو پانی سے ملا ہو۔ آنسو اور خون ملے ہوئے۔ کباب = ریزہ ریزہ کیا ہوا گوشت جسے آگ پر بھونا جائے۔ نرم گوشت دنبہ یا بھیڑ کا جسے قیمہ بنایا جاتا ہے اور پھر لکڑی یا لوہے کے سیخوں پر پھیلا کر ایک خاص انداز ے کے مطابق آگ پر چڑھا کر بھونا جاتا ہے۔ بھونا گوشت۔ فرماتے ہیں یہ جو میں خون کے آنسو بہا رہا ہوں دراصل وہ خون ہے جو دل کے کباب ہو جانے کی وجہ سے آنکھوں سے اُمڈ کر بہہ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عشق محبوب اور درد ہجر یار میں دل جل کر کباب ہو گیا ہے اور وہاں سے خون کی دھاریں اٹھ کر آنکھوں سے نکل رہی ہیں۔ شعر میں سوزش دل اور خون کے آنسو رونے کا بیان ہے۔ سینہ پر غم دیدہ پر خون جان پر آتش دل فگار ☆ مایۂ دردم بہ یک عالم کدورت می رسم (ملک قمی)۔ ھست پروانہ نکو بخت کہ سوزد بر شمع ☆ نہ یقینی کہ جدا زان مہ تابان سوزد (یقینی لاہیجی)۔ ہمنشین نفسی پہلویم ای جان و برو ☆ وین آتش دل بہ وصل بنشان و برو ☆ خون می خورم از ہجر تو

برخیز وبیا☆ جان میدھم از دردتو بستان وبرو (شیخ زادہ لاھیجی)۔ بزن آبی برین دل ورنہ بینی☆ کہ آتش در جہان افگندہ باشم (اشرفی سمرقندی)۔ نہ گردد سبز وخرم تربتم گر صد بہار آید☆ چنین سوزی کہ من دارم کجا روید گیاہ آنجا (اھلی خراسانی)۔ از گرمی سینہ ام نفس می سوزد☆ از نالۂ زار من جرس می سوزد☆ در دام محبت منم آن مرغ اسیر☆ کز شعلۂ آہ من قفس می سوزد (جلال اسیر)۔ شعلہ ایم اما ز دود دل سیہ پوشیم ما☆ چون چراغ لالہ می سوزیم و خاموشیم ما (محمد قلی آصف قمی)۔ من خفتہ وآہ گرم بیدار☆ چون شمع کہ بر مزار سوزد (انسی ایلی)۔

غزل ۱۲۱

با اشک خونین دور از تو ای ماہ.....   ....

۱۔ اے میرے چاند! خون کے آنسو بہاتے ہوئے آپ سے دور
پریشان حال ہوں غمزدہ ہوں اور اللہ سے شکوہ ہے
۲۔دین و دنیا میں رخ آپ ہی کی طرف ہے
مردان دانا کا ، رندان آگاہ کا !
۳۔ آپ کی وصل کا دامن پکڑا نہیں جاسکتا
دونوں دنیاؤں سے دستبردار ہوئے بغیر
۴۔سلامتی کی راہ کو کتنا ہی اختیار کرو
آپ کا لطف خرام راستہ روک دیتا ہے
۵۔آپ کے چہرے پر سبزۂ خط سے
دلخواہ طریقے پر میری مراد بر آئی
۶۔آپ میرے سینے سے تیر کو نکال رہے ہیں
اور میں اس کے جدا ہو جانے پر آہیں بھر رہا ہوں
۷۔ جامی نے جان دی لیکن اس کا کیا عوض
اگر بندہ نے اپنے آقا کی محبت میں موت پائی

توضیحات غزل

ا۔بثی وحزنی اشکوالی اللہ = یہ قرآن میں سورۃ یوسف کی آیت ۸۶ ہے: قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ واعلم من اللہ مالا تعلمون۔[اس (یعقوب) نے کہا میں اپنی پریشانی اورغم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو۔ترجمہ اردو نقل از تفہیم القرآن، تالیف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی]۔فرماتے ہیں اے میرے چاند جیسے پیارے محبوب! آپکے دردوغم ہجر میں خون کے آنسو بہا رہا ہوں۔کس سے شکوہ کروں۔بس ایک اللہ ہی ہے جو میری پریشانی اور میری غمناک حالت سے آگاہ ہے۔وہ اس حالت زار میں مجھے دیکھ رہا ہے۔شاید وہ آپ کے دل کو میری طرف تحریک دے اور آپ کے دیدار مجھے حاصل ہو جائیں۔شعر میں مولانا جامیؒ دوران ہجران کی بے بسی کی انتہائی کیفیت کو بیان کر رہا ہے کیونکہ اس میں اللہ کے دامن کو تھام کر اسے محبوب کی بے رخی کی طرف متوجہ کر رہا ہے اور یہ تب ہی کر رہا ہے جب عاشق مطلق طور پر بے بس اور عاجز ولاچار ہو گیا ہے اور یہ آخری چارہ ہے جس کی امید رکھتے ہوتے مولانا جامیؒ محبوب کو پانے کا یقین کر رہا ہے شعر میں غم واندوہ کی انتہا اور درد ہجر کی المناک کیفیت کا بیان ہے ۔تا بہ کی داری چنین حیران وسرگردان مرا ☆ یکدم ای ظالم بگرد خویشتن گردان مرا (عظمت اللہ بیخبر)۔ای محبت گداختم بس کن ☆ نفسی بود باختم بس کن ☆ چنین کشتۂ حسرت کیستم من ☆ کہ چون آتش از سوختن زیستم من (بیدل)۔بلبل سوختہ رانیست نشانی پیدا ☆ این قدر ہست کہ دوداز قفسی می آید (غلام علی آزاد)۔بی پا وسران دشت خون آشامی ☆ مردند بہ حسرت وغم ناکامی ☆ محنت زدگان وادی عشق ترا ☆ ہجران کشد واجل کشد بدنامی (خواجہ آقائی ھمدانی)۔دلم از دیدہ ازان خون جگرمی ریزد ☆ کہ زخوناب جگر پرشدہ پیمانۂ ما ☆ من آن لالہ دلسوختہ ام درگلشن دہر ☆ کہ بہ خوناب جگر عشق تو پرورد مرا (اھلی خراسانی)۔

۲۔فرماتے ہیں دین ودنیا میں آپ ہی کی طرف توجہ رہتی ہے دانا لوگوں کی بھی اور واقف کار رندوں کی بھی۔مطلب یہ کہ جو لوگ اسرار روحانیت کے دانا یعنی شناسا اور جاننے والے ہیں وہ بھی اور وہ رندان پاکباز بھی جو اسرار ربوبیت سے آگاہ ہیں دونوں دین میں بھی آپ ہی کی جستجو کرتے ہیں اور دنیا میں بھی آپ ہی کی تلاش میں رہتے ہیں۔اسرار روحانیت کے جاننے والے لوگوں سے دنیوی لوگ بھی مراد ہیں اور اسرار ربوبیت ومعرفت الٰہی سے آگاہ رندوں سے مراد صاحبانِ دین واولیاء اللہ حضرات ہیں۔گویا دنیا والے ہوں یا دین والے دونوں طبقے آپ سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کے خواہاں ہیں ؎ کینہہ ڈٹھِی گو پھن تہِ غارن ☆ کینہہ مدینہ وأتی لارن ☆ بیتہِ کیو وتتہِ ژیپے چھی گارن ☆ یارسولؐ! سلام علیک ☆ روشن دو عالم است زمہر جمال او ☆ بستان دہر تازہ زباغ

نوال اُو☆ سیراب باغ دین زسحاب کمال او☆ زائل ظلام کفرز نور جلال او☆ ای بلبلان گوشہ گلزار احمدیؑ☆صلوٰۃ علی محمد وآل محمدی (جمیل کشمیری)۔ احوال انبیا وھمہ اولیا کہ ھست☆ یک جرعہ از پیالہ حالِ محمد است (جبی کشمیری)۔

۳۔ فرماتے ہیں آپ کے دامن وصل کو پکڑا نہیں جا سکتا جب تک پہلے دونوں دنیا چھوڑ نہ دئے جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا وصل تب ہی حاصل ہوگا جب آپ کو خالص آپ کیلئے چاہا جائے۔ آپ کی چاہت میں یہ دنیا آڑے آنی چاہئے اور نہ دوسری دنیا۔ دل میں آپ کی محبت ہو تو اور کوئی محبت خواہ اس دنیا کی ہو خواہ اس دنیا کی نہیں ہونی چاہئے۔ اس دنیا کی آسائش اور اس دنیا کی آسائش کی آرزوں کو جو فقط آپ کی محبت کو اپنانے میں قربان کرے گا وہی عاشق صادق آپ سے ملاقات اور آپ کے دیدار مبارک کی سعادت سے مشرف ہوگا۔ اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری☆ بدرگاھش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن☆ بیا ای دل قدم نہ بر سرکوی وفا وانگہ☆ زراہ صدق جان را خاک راہ آن کف پا کن☆ سروتن را بہ راہ جلوہٴ آن سرو بالاکش☆ دل وجان را فدای حسن آن خسار زیبا کن (حقی کشمیری)۔ آرزوی جنت الماوی برون کردم زدل☆ جنتم این بس کہ برخاک درت ماوی کنم (جامیؒ)۔

۴۔ راہ زدن = گمراہ کرنا۔ لوٹ لینا۔ گانا بجانا۔ ڈاکہ ڈالنا۔ لطف خرام = چال کی خوبی۔ خوبی رفتار۔ چلنے میں خوش رفتاری کی عمدگی۔ ٹہلنے کی نزاکت کی خوبی۔ فرماتے ہیں اگر چہ میں خود اپنی طرف سے سلامتی کا راستہ اختیار کر کے چلتا ہوں لیکن آپ کی خوشرفتاری کی خوبی سامنے آ کر میری راہ سلامتی کو لوٹ لیتی ہے اور میں آپ کے پیچھے دیوانہ وار فدا ہو کر بیخودی میں چلتا رہتا ہوں۔ محبوب کے لطف خرام اور نزاکت رفتار اور چال وخوش رفتاری کی عمدگی کی تعریف ہے ۔ دیکھو تو دلفریبیٔ انداز نقش پا☆ موج خرام یار بھی کیا گل کترگئی (غالبؔ)۔ از نظر رفت و مراد یدہ بہ دیدار ھنور☆ حیرت افزای من آن قامت ورفتار ھنوز (نثاری تبریزی)۔ فراھم گشت سامان بلا طرح قیامت شد☆ قیامت برزمین یک سروقد بالید وقامت شد (آزاد بلگرامی)۔ چمن از جلوہٴ رنگین تو انداز آموخت☆ نکہت گل زخرامت سبق ناز آموخت (غظمت اللہ بیخبر)۔ بہ جای خشک بمانند سروہای چمن☆ چو قامت تو ببینند در خرامیدن (سعدیؒ)۔ آزاد شود فاختہ وبند شود سرو☆ در گلشن اگر شرح خرام تو نویسند (نکہت شیرازی)۔

۵۔ فرماتے ہیں آپ کے چہرے پر جو سبزہ خط ہے اس کو دیکھ کر میری مراد کے مطابق میرا کام نکلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے خط سبز کی دل ربائی اور زیبائی کو دیکھتا رہتا ہوں اور میرے دل کی تسلی ہو جاتی ہے۔ شعر میں محبوب کے خط سبز کی دل کشی اور رعنائی کی مدح کی ہے کہ اسکو دیکھ کر دل شاداب ہو جاتا ہے ۔ گل باوجود

او چو گیاہی است نز دگل ☆ مہ پیش روی چو ستارہ است نزد ماہ (سعدیؒ)۔ خط سبز ولب لعل ورخ زیبا داری ☆ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری (امیر خسروؒ)۔ حسن سبزی بہ خط سبز مرا کرد اسیر ☆ دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم (غنی کشمیری)۔ گر صد جفا کشم ز خط مشکبوی تو ☆ حاشا کہ آورم لما سر موئی بہ روی تو (جاہی)۔ عکس خطت لعل را فیروزہ ریزد در بغل ☆ رشک لعلت افکند یاقوت را آتش در آب (فتح اللہ جناب)۔

۶۔ فرماتے ہیں آپ میرے سینے سے اپنے چلائے ہوئے تیر نکال رہے ہیں اور میں ان تیروں کے دور ہونے پر آہیں بھر رہا ہوں۔ شعر میں خوبی یہ ہے کہ جب تیر سینے سے نکالا جا رہا ہو تو شدید تکلیف و درد سے آدمی آہ آہ کرتا ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں میرے سینے سے تیر نکالے جانے کے وقت میں تیر کے اپنے سے جدا ہو جانے پر آہ کرتا ہوں اور افسوس سے آہیں بھرتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے تیروں کی خلش و درد عاشق کیلئے سرمایہ حیات اور وسیلہ لذت الم ہے جس سے وہ جدا نہیں ہونا چاہتا۔ یہ تیروں کی سینے میں خلش اور جان کاہ درد کی آگ محبوب کی طرف سے آزمائش ہے جسے عاشق متاع گران بہا اور محبوب کی عطا جان کر سینے سے ہی لگائے کا متمنی ہے کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو ☆ یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا (غالب)۔ ھن ھن چھم لولہ چانہ بھرتھ ☆ تیر مژگان دی کھم داُرتھ ☆ زولہِ چھم نداُرے سوندرے ☆ گاُم جگرس پار پار کرتھ ☆ داُدی لد چھس کوت ھبکھہ لاُرتھ ☆ زولہِ چھمنو سونداُرے سوندریے، ☆ شد از زخم توام کیفیتی حاصل کہ از شادی ☆ درد وذوق علاج ولذت مرہم نمی گنجد (صبوری تیریزی)۔ شستی نہ کرد باز وکمانی نہ شد بلند ☆ این ناوک کہ بود کہ از استخوان گذشت (صرفی ساوجی)۔ از حسرتِ دیدار تو یابد دلِ پُر درد ☆ آن ذوق کہ در لذت دیدار نہ باشد (ضمیری اصفہانی)۔ مُردم از تو میدی وشادم کہ نومید از تو ساخت ☆ تنخی جان کندنم امیدواران ترا ☆ دل بہ صد امید پیش غمزہ ات آوردہ ام ☆ آہ اگر لایق نہ باشد تیر باران ترا (قرار گیلانی)۔

۷۔ تاوان = جرمانہ۔ ڈنڈ۔ جرم۔ عوض۔ کفارہ۔ بدل۔ فرماتے ہیں جو غلام اپنے مالک کی محبت میں اپنی جان قربان کرے اس کا عوض ہی کیا۔ میں (جامیؒ) نے اگر اپنے محبوب (جو میرا مولا ہے، میرا آقا ہے، اور میرا مالک) کی محبت میں اپنی جان دے دی تو یہ کون سی بڑی بات ہے اس کا کوئی عوض نہیں کیونکہ میں نے اپنی جان عشق محبوب میں قربان کر کے کوئی حیرت افزا کارنامہ انجام نہیں دیا۔ مولانا جامیؒ کا مقصد کہنے کا یہ ہے کہ عشق معشوق میں جان کی قربانی دنیا بھی ایک معمولی سی اور غیر اہم قربانی ہے۔ حُب مولا میں جان دینے کا کوئی عوض نہیں کیونکہ ایسا کرنا تو عاشق حقیقی کا فریضہ ہے۔ شعر میں عاشقوں کی وفا شعاری کا بیان ہے کہ جان قربان کر کے بھی اس پر نہیں اتراتے۔ بہ محشر ذوق عشقت رشک می بخشد ملایک را ☆ کہ می بینند در ہر نامہ حرفی از وفای تو (صبوری تبریزی)۔ صرفی ز عشق

دوست بہ نوعی نہ مردہ ای ☆ کز دشمنان بہ مرگ تو خرم شود کسی (صرفی ساوجی)۔ خوش آن کہ دید روی ترا و سپرد جان ☆ آگہ نہ شد کہ هجر کدام و وصال چیست (ضمیری اصفہانی)۔ پس از صد بیقراری جان سپردم قصہ کوتہ شد ☆ ہمین آرام دیدم بعد چندین اضطراب امشب (لسانی شیرازی)۔

غزل ۱۲۷

رخ برافروختہ ای ماہ منور شدہ ای......

۱۔چہرہ کو روشن کر دیا ہے نور بار چاند ہو گئے ہو
قد کو اونچا کیا ہے رشک صنوبر ہوگئے ہو
۲۔تمہارا چہرہ خوبی میں دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے
کل خوب تھے آج زیادہ خوب ہوگئے ہو
۳۔یہ جو حسن لطافت تجھ میں ہے حد بشر میں نہیں
تم تو روح قدسی ہو جو اس صورت میں مصور ہو گئے ہو
۴۔سب ہی عاشقوں کے ساتھ وفاوکرم تمہارا شیوہ ہے
ھمارے حق میں کیوں اتنے جفاکار اور ستمگر ہو گئے ہو
۵۔تمام خوبان سروقد تیرے قامت کے آگے پست ہیں
مناسب ہے اگر ان سب کے سردار ہوگئے ہو
۶۔اے دولت وصل! کچھ تھوڑاسا سایہ ہم پر بھی ڈال دے
کہ خاصی محنت کے بعد تم دستیاب ہوگئے ہو
۷۔اے جامی ! اپنی ضمیر کی تختی کو حرف ریا سے مطلق دھو ڈال
کیونکہ دو تین روز تک تم می وساغر کو بھی ساتھ رکھتے تھے

توضیحاتِ غزل

ا۔ افروختن = روشن کرنا۔ چمکانا۔ بھڑکانا ☆ افراختن = اونچا کرنا۔ بلندی کی طرف بڑھانا۔ بلند کرنا (افراشتن بھی کہتے ہیں)۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ نے اپنا چہرہ چمکا دیا ہے اور آپ نور برسانے والے چاند ہو گئے ہیں۔ قد بھی بڑھا دیا ہے اور رشک صنوبر ہو گئے ہیں۔ [سرو ناز کو بھی صنوبر کہتے ہیں۔ صنوبر کا درخت خاصا اونچا اور ہمیشہ سبز رہتا ہے اور باغ کے آرائشی درختوں میں شمار ہوتا ہے]۔ مطلب یہ ہے محبوب کا روشن چہرہ چاند کی مانند روشنی بکھیر رہا ہے اور اس کا قامت دلکش صنوبر جیسے خوشنما بلند درخت کیلئے بھی مایۂ رشک ہے۔ شعر میں معشوق کے ماہِ منور جیسے چہرے اور رشک صنوبر قد و قامت کی مدح ہے ؎ خشم گین باز سوی اہل وفا می آئی ☆ ای مہ اوجِ ملاحت ز کجا می آئی (ابوالفتح گیلانی)۔ ماہِ من کرد چنان جلوہ بہ نیرنگ امشب ☆ کہ پدید از رخ گلہای چمن رنگ امشب (قزلباش اُمید ہمدانی)۔ فراہم گشت سامان بلا طرح قیامت شد ☆ قیامت بر زمین یک سرو قد بالید و قامت شد (آزاد بلگرامی)۔ ہیچ می دانی چہا ای سرو قامت میکنی ☆ می کشی و زندہ می سازی قیامت می کنی (میرزا باقر)۔ بزم عشاق مزن درہم و یکدم بنشین ☆ آتش فتنہ ز بالای تو بالا گیرد (سید مرتضی بنیش)۔ بہ پیش قد او گر سروی لافد عجب نہ بود ☆ کہ طول قامتش دارد دلالت بر حماقتہا (رحمت اللہ تمکین)۔ جلوہ گہ سہی قدان محشر فتنہ ہا شود ☆ چون تو بہ جلوہ آوری قامت فتنہ زای را (عظیم الدین تجمل)۔ قد ترا بہ سرو صنوبر مثل زنند ☆ کوتاہی نظر نگر و اشتباہ را (فراش یزدی)۔

۲۔ فرماتے ہیں آپ کا چہرہ خوبی میں دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے۔ کل آپ خوب تھے آج خوب تر ہیں۔ یعنی آپکا چہرہ کل حسین تھا اور آج خوبصورت تر اور حسین تر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا حسن و جمال زوال پذیر [illegible] ہے بلکہ لازوال ہے۔ روز بروز آپ کے حسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہر گزرے ہوئے کل سے آج کے دن بہت ہی خوبصوت نظر آتے ہیں ؎ می شنیدم بہ حسن چون قمری ☆ چونکہ دیدم از آن تو خوب تری (سعدیؒ)۔ جہان بگشتم و دیدم تمام خوبان را ☆ جہان فدای تو بادا کہ از تمام بہی (محیط قمی)۔ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام ☆ بسیار خوبان دیدہ ام امّا تو چیز دیگری (بعض نسخوں میں لیکن تو چیز دیگری آیا ہے) (امیر خسروؒ)۔ جہان بگشتم و بسیار نیکوان دیدم ☆ نہ بود چون تو نگاری بہ حسن و زیبائی (عبرت نائینی)۔ ھمچون تو نازنینی سرتا بہ پا لطافت ☆ گیتی نشان ندادہ ایزد دنیا فریدہ (حافظؒ)۔

۳۔ حُسن لطافت = لطافت کی خوبی۔ نازکی و نرمی کی خوبی۔ [لطافت = باریکی۔ باریک ہونا۔ پاکیزگی۔ تازگی

نرمی ۔مہربانی ۔ریزہ ریزہ ہونا ۔عمدگی ۔خوبی ۔ہلکاپن ۔خفت ۔روشن ہونا]۔روحِ قدسی = پاک ومقدس بہشتی روح ۔ملکی روحِ پاک ☆ فرماتے میرے محبوب! آپ میں جو لطافت کی خوبی اور نزاکت اندام ہے یہ ایک بشر کی حد میں نہیں ۔اس طرح کی نفاست ونزاکت کا کمال ایک بشر میں موجود ہونا حدامکان سے باہر ہے آپ یقیناً ایک بہشتی روح ہیں جو صورت بشر میں نمودار ہوئے ہیں ورنہ کہاں یہ خوبی وحسن نزاکت اور کہاں بشر مطلب یہ کہ محبوب کا حسن وجمال دُینوی نہیں جو جمال وزیبائی اور لطافت اندام اور حسن ترکیب پیکر جمال محبوب میں ہے وہ کسی بشر میں ہو نہیں سکتا ۔خوبی ولطافت ونزاکت میں گویا محبوب ایک بہشتی اور ملکوتی پیکر ہے ۔ہر بامداد خورشید آید بہ خانۂ او ☆ تاروی زرد مالد بر آستانۂ او (حاتم کاشی)۔کجا حیرت گزارد ھول محشر دردل مردم ☆ اگر پیداشوی از گوشہ ای با این جمال انجا (رشکی ھمدانی)۔براوج زین شود چو بلند آفتاب تو ☆ خورشید ھچو سایہ دوود درکاب تو (عضائی تبریزی)۔ برجلوہ گاہ حسنش مگذر کہ جای بیم است ☆ این طور واین تجلی شائستۂ کلیم است (صرفی ساوجی)۔مست بگذشتی واز خلوتیان ملکوت ☆ بہ تماشای تو آشوب قیامت برخاست (ضمیری اصفہانی)۔

۴۔فرماتے ہیں آپ کی تو عادت ہی ہے کہ آپ تمام عاشقوں کے ساتھ وفا وکرم سے پیش آتے ہیں ۔لیکن ایک مجھ ہی عاشقِ صادق کی نسبت آپ کیوں ظلم وستم کو روا رکھتے ہیں ۔مطلب یہ ہے کہ محبوب فطرتاً اپنے چاہنے والوں کے ساتھ وفا شعاری اور اپنا کرم میسر ومہیا رکھتے ہیں اور اُن سے نرمی ورواداری برتتے ہیں لیکن صرف مجھ ہی سے ظلم وجفا سے پیش آتے ہیں ۔شعر میں مولانا جامی اشارتاً محبوب سے جدائی کے اس دور کا تذکرہ کررہے ہیں جس میں ہجر کے نتیجے میں سختیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔فراق می کشدم ہرزمان ومی گوید ☆ سزای آن کہ کند تکیہ بر شکیبائی (میلی ہروی)۔تاغمش درسینہ باشد شاد نتوان زیستن ☆ از بلای عاشقی آزاد نتوان زیستن ☆ دشمنی چون عشق بر بنیاد جان افشردہ پای ☆ برامید صبر بی بنیاد نتوان زیستن ☆ او چنان غیر آشنا عشق این چنین غیرت طلب ☆ طرح عشقی کا نچنین افتاد نتوان زیستن ☆ غمزہ غارت گرنگہ خون ریز ومژگان پرستیز ☆ ای نثاری باچنین بیداد نتوان زیستن (نثاری تبریزی)۔

۵۔فرماتے ہیں سرو جیسے قدرکھنے والے تمام خوبان جہان آپ کے قد کے آگے چھوٹے ہیں ۔مناسب ہے کہ آپ جیسے بلند قامت محبوب ان سب کے آقا ہوگئے ہیں اور وہ آپ کے بندگان! شعر میں محبوب کے بلند وخوش نما وخوش رفتار قامت کی زیبائی کا بیان ہے۔ای زیب حسن جلوہ نخل بلند تو ☆ سرمایہ حیات ابد نوشخند تو (وقوعی تبریزی)۔ رتبہ بخت سیاہم نشود ارچہ بلند ☆ کرد چون سایہ مرا خاک نشین سروقدی (ثابت الہ آبادی)۔سروپیش قداولاف زد از رعنائی ☆ باد آمد بہ چمن تا بکنداز پایش (شفیعی بغدادی)۔بباغ سرو وصنوبر چو قامت دیدند ☆ خجل شدند زپستی

دوسرا فراز از ہم (شاطر عباس صبوحی)۔ آنچنان کز خط کشیدن صفحہ باطل می شود☆ جلوۂ اویک خیابان سرو را از پا افکند (صائب)۔

٦۔ فرماتے ہیں اے سعادتِ دیدار! اے بختِ وصل! تھوڑا سا یہ ہم پر بھی ڈال دو کہ کافی تکلیفیں اٹھانے کے بعد ہاتھ آئے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے محبوب کو دیکھ لیا ہے اور یہ بخت ان کو کافی سختیاں اور صعوبتیں جھیل کر ہی حاصل ہوا ہے۔ اسلئے دیدار محبوب کی امید میسر ہو جانے پر محبوب سے التجا کر رہے ہیں کہ دیدار کی ایک جھلک مجھ پر بھی عنایت ہو کہ میں نے آخر کار سخت آزمائشیں طے کر کے آپ کو پالیا ہے۔ مجھے ناامید نہ کر! مولانا جامیؒ سعادت دیدار کی اُمید لئے بیٹھے ہیں حالانکہ اس کا محبوب اس کے سامنے ہے اور اس کے باوجود بھی ان سے دیدار سے مشرف کرنے کی التجا کر رہے ہیں شعر میں امید و بیم وصال اور خوف و رجای دیدار کا ذکر ہے کہ دیدار نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لئے ذرا سے سائے کا ہی ذکر کرتے ہیں کیونکہ عاشق دل میں محبوب کی بے نیازی اور استغنا کا خوف بھی رکھتا ہے۔ بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت☆ واندر آن برگ و نوا خوش نالہ ہای زار داشت☆ گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست☆ گفت مارا جلوۂ معشوقہ در این کار داشت (حافظؒ)۔ پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم☆ میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک (غالب)۔ ولم ز وصل تسلی نمی شود امروز☆ اگر غلط نہ کنم ہجر یار نزدیک است (میلی ہروی)۔ جان بہ عزم رحلت و من شاد از ین معنی کہ دل☆ درد چندین سالہ را امید درمان یافتہ (میلی ہروی)۔ در عین وصل می برم اندیشہ فراق☆ مرگ و حیات ہر دو بہ ہم رو دہد مرا (نثار تبریزی)۔ او می خواہد شوم آسودہ از غم نسبتی☆ زندہ می دارد اجل بہر رضای او مرا (نسبتی مشہدی)۔ در عشق تو بی تاب و توانم چہ توان کرد☆ دوری ز تو کردن نتوانم چہ توان کرد☆ کردم دل و دین صرف و خریدم غم و اندوہ☆ سوداگر بازار زیانم چہ توان کرد☆ گفتم کہ توان کرد نقی شرح غم دل☆ حیرت کہ شود بند زبانم چہ توان کرد (نقی کمرہ ئی)

٧۔ ریا= دکھلاوا۔ ظاہر داری۔ نمائش۔ نمود بے بود۔ نیک کام میں دکھلاوا کرنا۔ خود کو پاک آدمی ظاہر کرنا۔ دوروئی۔ نفاق۔ لوح ضمیر= دل کی یا ذہن کی یا ضمیر کی تختی۔ یعنی مطلق دل یا ضمیر یا ذہن [لوح = تختی۔ تختہ۔ شانہ۔ ہر چوڑی چیز خواہ پتھر کی ہو یا ہڈی کی ہو یا لکڑی کی۔ پیاسا ہونا۔ ستارے کا ہموار ہونا۔ بجلی کا چمکنا۔ جہاز کا تختہ۔ پاؤں کے نیچے کا تختہ جسے جولاہ لوگ استعمال میں لاتے ہیں۔ گھڑی کے آلات میں سے فارسی زبان میں ایک آلہ کا نام]۔ فرماتے ہیں کہ اے جامی! ریا کاری سے نمود و نمائش سے، ظاہر داری اور دوروئی سے اپنے دل کو پاک و صاف کر دے۔ ادھر سے خوب پاکبازی اور وصل محبوب جیسی ابدی سعادت کی باتیں کر رہے ہو اور ادھر سے دنیا سے وابستگی کی خباثت کی آلودگی بھی چند دنوں کیلئے اختیار کر رکھی تھی، اوّل اس ریا کاری اور خباثت دنیا سے جو

شراب کی طرح نجس ہے، دل کو پاک تو کرو تب کہیں محبوب پاک کے دیدار کے اہل بن سکو گے۔ غسل دراشک زدم کااہل طریقت گویند ☆ پاک شو اول وپس دیدہ برآن پاک انداز (حافظؒ)۔آشہِ جانہِ تر ڈ پرم شُنوَے پاش ☆ پاک باش لائق دیدار باش (شمس فقیر کشمیری)۔تا ترک تعلقات دنیانہ کنی ☆ جولان سرا دقات علیانہ کنی ☆ تا جان نہ ہی بہ خادمی پیش شعیبؑ ☆ باحضرت حق سخن چو موسیٰ نہ کنی (بابا افضل کاشانیؒ)۔آئینہ خاطر یم زتاثیر عشق پاک ☆ جویای وصل روی تو در خانہ خودیم (جلال اسیر)۔دارم دلی اماچہ دل صد گونہ حرمان در بغل ☆ چشمی وخون درآستین اشکی وطوفان در بغل ☆ قدسی نہ دانم چون شود سودای بازار جزا ☆ اونقد آمرزش بہ کف من جنس عصیان در بغل (حاجی محمد جان قدسی)۔

غزل ۱۳۹

اللہ اللہ چہ نازنین شدہ ای..........

۱۔اللہ اللہ! کس قدر خوبصورت ہوگئے ہیں آپ
عقل وہوش کی اور دین کی آفت ہوگئے ہیں آپ!

۲۔عشق سے میری حالت کیا ہے مت پوچھئے
جب سے آپ دلبری میں ایسے ہوگئے ہیں آپ !

۳۔ زلف کی شکنوں میں سے چہرہ نمودار کیا ہے
لعبتان چین کے لئے مایہ رشک ہوگئے ہیں آپ!

۴۔آبدار ہونٹوں کے لعل آتشین سے
حسن کی انگشتری کا نگینہ ہوگئے ہیں آپ!

۵۔ میں تو دل وجان سے آپ کا ادنیٰ غلام ہوں
مجھے قتل کرنے کے لئے گھات میں کیوں بیٹھے ہیں آپ !

۶۔ اے دل ! تم ان کے ہونٹوں کے خیال میں کھوگئے ہو
ایک مکھی کی طرح شہد میں ڈوب گئے ہوتم !

۷۔جامیؔ! اُس دہن اورکمر کے خیال میں
تم بڑے باریک بین اورنکتہ رس آدمی بن گئے ہو!

توضیحات غزل

ا۔اللہ اللہ!=ایران میں استعجاب وحیرت کے معنی میں لاتے ہیں۔اُردو میں بھی کم وبیش اسی معنی میں لاتے ہیں البتہ بیشتر مدح وتعریف کیلئے استعمال ہوتا ہے۔نازنین = نازک اندام۔دلرُبا۔خوبصورت۔زیبا۔لاڈلا۔صاحب ناز۔ناز کرنے والا۔لطیف ونازک۔گرامی۔قابلِ دوستی۔ناز ونعمت میں پلا ہوا۔نفیس۔گران قیمت۔قیمتی۔نازک اندام معشوق (نازنین=ناز اور نین نسبتی سے مرکب ہے)۔فرماتے ہیں میرے محبوب! سبحان اللہ کس قدر خوبصورت وزیبا ہوگئے ہیں آپ کہ میرے عقل وہوش اور میرے دین کیلئے آفت ہوگئے ہیں مطلب یہ ہے کہ معشوق عاشق کی نظروں میں ہرلحہ اور ہرآن خوبصورت سے خوبصورت تر دکھائی دیتا ہے۔جب بھی عاشق کو محبوب دکھائی دیتا ہے ہر پچھلے لمحے کی بہ نسبت وہ اُسے خوبصورت تر دکھائی دیتا ہے اور اس کیلئے بلای دل و دین اور آفت عقل وادراک بن جاتا ہے یعنی عاشق بے اختیار ہوجاتا ہے اور اسکی دلرُبائی،خوبصورتی اور زیبائی پر فدا ہوجاتا ہے اور اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنا دین بھی قربان کرتا ہے۔دین سے مطلب یہ ہے کہ معشوق ہی اُسکا منتہای مقصد اور آخرین منزل بن جاتا ہے اور وہی اُس کا دین بن جاتا ہے اور سوائے محبوب کو پانے کے عاشق کا نہ کوئی اور دین ہوتا ہے نہ ہی کوئی اور تمنا ۔ بگذرز ما کہ خاطر ما در ہوای تست ☆ دل برامید وعدہ وجان مبتلای تست (خواجوی کرمانی)۔عہد ھمہ بشکستم در بستن پیمانت ☆ دامن مکش از دستم دستِ من ودامانت (فروغی بسطامی)۔ بیرون خرام وکشتۂ دیرینہ زندہ کن ☆ تا خلق بنگرند کہ صُنع الہٰ چیست (بابافغانی)۔آمدی رفت زخود دل بکنارم منشین ☆ بنشین تا بخود آید دلِ زارم بنشین ☆ دل ودین بردی وایںک پی جان آمدہ ای ☆ بنشین تا بہ تو آنہم بسپارم بنشین (داعی انجدانی) ☆ میخواہم از نظارہ ات دل راد ہم تسکین ولی ☆ دل نمی بینم بہ جا چشم چومی افتد بہ تو ☆ با نالیستی از دیدار تو ہوش دگری یافتم ☆ بیہوش می افتم چرا چشم چومی افتد بہ تو (رضائی کاشی)۔

۲۔بیدلی= عشق۔دیوانگی۔بے اختیاری ☆ فرماتے ہیں جب سے آپ اے میرے محبوب اس قدر دل ربا ہوگئے ہو تب سے میں آپ کی محبت میں ایسا دیوانہ ہوا ہوں جسے بیان میں لانا ناممکن ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ دن بہ دن جتنے دل ربا،حسین،دل بر رعنا اور خوبصورت ہوتے جاتے ہیں اسی قدر میں بھی آپ کے عشق میں اور زیادہ بے اختیار اور دیوانہ ہوتا جاتا ہوں ۔ تا در رخت زکی نظری کرد جان سپرد ☆ گوئی تمام عمر درین انتظار بود (زکی ھمدانی) ☆ خوبی چنان کہ از تو صبوری نمی توان ☆ ہر چند آتشی ز تو دوری نمی توان (صبری اصفہانی)۔من از نظارۂ آن آتشین رخسارہ می سوزم ☆ ز آتش ہر کسی سوزد من از نظارہ می سوزم ☆ دلی دارم پس از من تا چہ خواہد شد

سرانجامش ☆ برآن بیچارہ میگریم برآن آوارہ می سوزم (صرفی ساوجی)۔ ہر جا کبوتر دل خودمی گذاشتم ☆ می گشت و گرد کوی تو پروازمی گرفت ☆ حسن تو پردہ چون ز رخ نازمی گرفت ☆ از من تمام ہستی من بازمی گرفت (طوتی تبریزی) گشتہ بلای جان من شمع رخی کز وفتد ☆ شعلہ بدامن نظر چشم چو بروی افگنم (قاسمی دردستانی)۔

۳۔چین = شکن۔بل۔سلوٹ۔براعظم ایشیا کا مشہور ملک۔۔طرّہ = زلف۔پیشانی کے بال۔مکان کا چھجہ۔ٹوپی کا پھندنا۔ہر شے کا کنارہ۔کونہ۔کنارہ۔پیشانی پر قطاروں میں ترتیب دیئے گئے بال۔کپڑے پر آرائش۔پگڑی اور کمر بند کا طرّہ۔اینٹوں یا ٹائلوں سے بنایا گیا دیوار کا کنگرہ۔بارش سے محفوظ رکھنے کیلئے لکڑی یا اینٹوں کا بنایا گیا دیوار کا چھت نما باران گیر۔غیرت = رشک۔شرم۔بیگانگی۔ناآشنائی۔اجنبیت۔حمیت۔لعبت۔لعبتان جمع ہے۔کھلونا۔کھیلنے کی چیز۔کپڑے کی گڑیا جس سے لڑکیاں کھیلتی ہیں۔تصویر۔بُت۔پتلی۔کٹھ پتلی شطرنج وغیرہ کھیل۔معشوق۔خوبصورت محبوبہ۔عجوبہ۔بیوقوف مسخرہ۔لعبتان چین یعنی چینی گڑیائیں جو ہیئت وترکیب اور خوبصورتی ودلکشی میں شہرت رکھتی تھیں۔شعر میں چین طرّہ اور لعبتان چین کی مناسبت موجود ہے جس سے شعر میں ادبی حسن آگیا ہے۔فرماتے ہیں کہ میرے محبوب! آپ نے زلفوں کی شکنوں کے درمیان میں سے اپنا چہرہ نمایاں کیا ہے اور اس ہیئت میں آپ اس قدر زیبا اور دلکش دکھائی دے رہے ہیں کہ چین کی زیبا روئے گڑیائیں بھی آپ کے اس انداز دلربائی پر رشک کر رہی ہیں۔شعر میں محبوب کے خوبصورت چہرے پر گیسوؤں کے لہرانے یا زلفوں کے ہجوم میں محبوب کے خوبصورت چہرے کے عیاں ہونیکی دلکشی کا ذکر ہے۔شب سر زلفش بہ روی لالہ گون افتادہ بود ☆ ہر طرف چون من سیہ بختی بہ خون افتادہ بود ☆ او چو برق و باد میرفت ولسانی راز شوق ☆ آتشی در خرمن صبر و سکون افتادہ بود (لسانی شیرازی)۔ای صبا در حرم زلف چو محرم شدہ ای ☆ باادب باش کہ دلہای پریشان آنجاست (صائب) باز بر رخ زلف مشکین را پریشان کردہ ای ☆ روز و شب را خوش بہم دست و گریبان کردہ ای ☆ زلف رافگندہ ای تا آنکہ باشد سایبان ☆ آفتابی را بہ زیر ابر پنہان کردہ ای (عرفی شیرازی)۔آشفتہ زُلف را چو بہ رخسار میکنی ☆ روز مرا سیہ چو شب تار میکنی (روحانی وصال شیرازی)۔زلف تو شد از چہ رو مجاور رویت ☆ کافر اگر در بہشت راہ نہ دارد (شجاع بختیاری)۔

۴۔آبدار = چمکیلا۔بارونق۔پانی رکھنے والا۔دولتمند آدمی۔خوراک وغیرہ کا داروغہ۔نوکر۔امیروں اور رؤسا کو پانی پلانے پر مامور آدمی۔ساقی۔چای وحقہ وقہوہ بنانے پر مامور خدمت گذار۔شاداب۔رس بھرا۔نباتاتی شیرہ سے لبریز میوہ یا گھاس۔صاحب جاہ وجلال۔بہت ہی سفید اور چمکیلے دانت۔فصیح وروان۔اشعار آبدار۔سخت۔مشکل۔ڈنک والی کوئی گالی۔خاتم = انگوٹھی۔مہر۔انگشتری جس شئے پر فرمان ختم کیا جائے۔دہانِ معشوق۔

آخری۔آخری رسولؐ۔ ہاتھی دانت اور اونٹ کی ہڈیوں سے بنائی گئی اشیاء جن پر بیل بوٹے اور نقش و نگار کئے جاتے ہیں اور اس طرح کے کام کو خاتم کاری کہتے ہیں۔نگین = نگینہ۔(نگینہ۔نگ۔نگین۔قیمتی پتھر۔جواہرات۔) جواہر یا قیمتی پتھر جسے زیوروں یا انگوٹھیوں میں لگاتے ہیں۔انگوٹھی اور شاہی مہر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں میرے محبوب درخشاں ہونٹوں کے سرخ لعل اور آتشین جیسی رنگت سے حسن و جمال کی انگوٹھی کے نگین بن گئے ہو۔شعر میں محبوب کے حسن و جمال کو مولانا جامیؒ نے اپنے قوت خیال سے اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے۔ سارے حسن کو ایک انگوٹھی کہا ہے اور انگوٹھی کا جمال اور اسکی خوبصورتی اس کے چمکدار نگین میں ہے اور چونکہ عام طور پر سرخ رنگ کا نگینہ دیدہ زیب اور انگوٹھی کی خوبصورتی اور ارزش کو دوبالا کرتا ہے اسلئے اس خیال کو بھی مدنظر رکھ کر مولانا جامیؒ نے محبوب کے آگ کی طرح دہکتے ہوئے لعل رنگ درخشان ہونٹوں سے مناسبت پیدا کی ہے۔ صنعت شعری کے لحاظ سے مراعاۃ النظیر کا استعمال کیا ہے (لعل، خاتم اور نگین)۔مجموعی طور پر محبوب کے لعل رنگ و آتش ناک ہونٹوں اور روی زیبا کی تعریف کی ہے۔ غنچہ آہستہ ز لعل لب جانان دم زد ☆ تند شد باد صبا بر دہنش محکم زد ☆ (سید باقر سمنانی)۔لب لعل تو بدین آب نخواہد ماندن ☆ دور فرماندہی خاتم جم میگذ زد (صائب)۔ حدیث لعل تو میرفت در حدود یمن ☆ عقیق راز حیا سرخ گشت پیشانی (نجیب الدّین جرفادقانی)۔نگین خاتم لعلت اگر بدست آید ☆ بہ یم جونخرم خاتم سلیمانی ☆ گوہری چون لب لعل تو نیارد بیرون ☆ تیغ خورشید اگر خون بدخشان ریزد (شکوہی ھمدانی)۔درھوای لب یاقوت فروغ تو سہیل ☆ اشک گرمیست کہ از خاک یمن آمدہ است (صائب)۔

۵۔فرماتے ہیں محبوب! میں تو دل و جان سے آپکا خادم، ادنیٰ غلام اور ایک بندہ ہوں۔بھلا آپ کو قتل کرنے کیلئے گھات میں رہنے کی کیا ضرورت! غلام ہوں، آپ کے حکم کا مطیع، آپ کے فرمان کا تابع صادق، آپکے اشارے پر جان قربان کرنے پر ہر لحہ آمادہ و مستعد۔آپ حکم کریں فوراً اپنی جان آپ پر نثار کروں گا جو میرے لئے ایک ابدی سعادت ہوگی۔ ہوا خواہ توام جانا و میدانم کہ میدانی ☆ کہ ہم نادیدہ میدانی و ہم ننوشتہ میخوانی (حافظؒ)۔ھمچو آئینہ مرا زندگی از دیدن تست ☆ جانم از تن برود گر ز مقابل بروی (قاسمی کاشی)۔میخواہم از خدا بدعا صد ہزار جان ☆ تا صد ہزار بار بمیرم برای تو (شرف قزوینی)۔چنان گرفتہ ای جان بمیان جان شیرین ☆ کہ توان تراو جان راز ہم امتیاز کردن (نظری نیشاپوری)۔غنچہ دہان من! بیا تنگدلی من ببین ☆ بی تو ھنوز زندہ ام سنگدلی من ببین (حافظؒ)۔امروز نیست سینۂ ما داغدار عشق ☆ چون لالہ ما ز روز ازل داغدیدہ ایم (صائب) ☆ ہزار بار گرم ھمچو تاک سر بزنی ☆ ز شوق تیغ تو بار دگر ھمی رویم (محیط قمی) ☆ رخصتی خواہم کہ قربانت شوم گویم بلند ☆ تا بہ کی

درز یرلب گویم کہ قربانت شوم (نیکی)

۶۔ انگبین = شہد۔ عسل۔ ہر میٹھی چیز۔ قدیم موسیقی کا ایک آہنگ۔ فرماتے ہیں اے دل! تم تو بس محبوب کے ہونٹوں کے خیال میں گم ہو گئے ہو اس مکھی کی طرح جو فکر و تلاش میں شہد میں غرق ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں (جامیؒ) محبوب کے شہد جیسے ہونٹوں کے خیال میں غرق رہتا ہوں کہ کب ان سے شہد کلام جاری ہو جائے اور میں اس شہد سے جان و دل کو پھر سے حیات آمیز کر دوں۔ شعر میں محبوب کے شہد جیسے میٹھے اور شیریں ہونٹوں کا ذکر ہے۔ رخی بانند گلبرگ ترش بین ☆ تنی از برگ گل نازک ترش بین ☆ لب شیرین تراز شہدش نظر کن ☆ دہان تنگ بہ از شکرش بین (رفیق)۔ آن روز کہ تقسیم شود چشمۂ کوثر ☆ من لعل تو نوشم کہ مرادلم این است (بانو مہرا رفع جہان بانی)۔ ہی ہمی خوانند لعلت را ومن درحیرتم ☆ زانکہ می تلخ است و شیرین ترلبت از شکر است (بیدل کرمان شاہی)۔ چون لب ساغر لب شیرین شور انگیز او ☆ بس کہ جان بخش است بوسیدن تقاضا میکند (قاآنی)۔ انحصار شکر و قند بود در لب تو ☆ گرچہ آن قند دگر باشد و این قند دگر (رعدی تبریزی)۔ چنین کہ وصف لبت می کنم عجب نہ بود ☆ اگر ز خامہ رسد طعنہ ہا بہ نیشکرم (وصال شیرازی)۔ لب شرینت ار فرہاد دیدی ☆ بقربان تو کردی جان شیرین (دولت شاہ قاجار)۔

۷۔ خردہ دان = باریکیوں کو جاننے والا۔ ہوش مند۔ باریک بین۔ عاقبت اندیش۔ زیرک۔ نکتہ دان۔ عیب نکالنے والا۔ باریکی نکالنے والا۔ برائی نکالنے والا۔ دقیقہ بین = باریک نکتوں کو جاننے والا۔ نکتہ رس۔ باریک بین۔ دقیقہ رس، دقیقہ شناس اور دقیقہ یاب بھی کہتے ہیں۔ دقیقہ کے معنی ہیں باریک چیز۔ باریکی۔ نکتہ۔ درجہ کا ساٹھواں حصہ یعنی منٹ جو ساٹھ ثانیہ کا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں جامیؒ! محبوب کے دہان و کمر کے خیال میں تو تم اب ایک باریک بین اور نکتہ دان عاشق بن گئے ہو۔ محبوب کا دہان تنگ اور کمر بھی تنگ ہوتی ہے۔ البتہ عاشق کی نظروں میں تنگی کمر و دہان خوبصورتی کی علامت ہے اسلئے ہر شاعر عاشق نے اپنے محبوب کی کمر اور اس کے دہن کو زیادہ سے زیادہ تنگ کرنے میں اپنے قوت خیال کا مظاہرہ کیا۔ بعض عشاق نے تو کمر کو بال اور دہن کو عدم کہا۔ گویا یہ دونوں کمر اور دہان یار بہت ہی باریک اور دقیق چیزیں ہیں جن کی نمود کا ادراک نکتہ رس اور دقیق بین ہو جانے کے برابر ہے۔ یعنی بقول جامیؒ جس نے ان کو پالیا یا جو عاشق ان کی فکر میں اور تلاش میں کھو گیا وہی نکتہ رس، باریک بین اور دقیقہ شناس آدمی ہے۔ اور جامیؒ دہان اور کمر معشوق کو پا کر خود کو نکتہ شناس اور باریک بین عاشق کہتے ہیں۔ شعر میں مولانا جامیؒ نے محبوب کے دہن اور کمر کی تنگی کا ذکر کیا ہے۔ بر زبان ہاست کہ آن شوخ دہانی دارد ☆ ورنہ این اصل ندارد سخن افواہی است (خواجہ امان)۔ علت آن است کہ گہ گہ سخنی می گوید ☆ ورنہ معلوم نہ گشتی کہ دہانی دارد (سعدیؒ)۔ یکی بہ پستہ خندان نمود وصف دہانش ☆ گشو دنقط موہوم وخندہ کرد بہ ہوشش (خردی قاجار)۔ دیدم

دهنی در فتم از هوش ☆ دیدی که به هیچ مرده بودم ☆ کردی به خنده نقطۂ موهوم را دو نیم ☆ ای مبطل کلام حکیمان دہان تو ☆ تشبیہہ دہانت نتوان کرد به غنچہ ☆ ہرگز نہ بود غنچہ بدین تنگ دہانی (حافظؒ)۔ طرفہ آن است کہ گہ گہ کمری می بندد ☆ ورنہ معلوم نہ گشتی کہ میانی دارد (سعدیؒ)۔ دیدم میان یار و ندیدم دہان یار ☆ نتوان به ہیچ دید چو در دیدہ موفتاد (غنی کشمیری)۔ ہر عضو تنت سادہ تراز عضو دگر بود ☆ موئی کہ بر اندام تو دیدیم کمر بود (طالب آملی)۔ پیش ازآن کاین دل صد پارہ پریشان گردد ☆ فکر شیرازۂ موی کمری باید کرد (صائب)۔ از کمر بند مرصّع شد میان او نہان ☆ ہر کہ یابد دولتی خود را چرا گم می کند (سعیدای اشرف)۔ تار موئی است میان تو و مضمون بسیار ☆ کمرت معنی بکری است کہ بستن دارد (علوی)۔ در وصف میانت سخن موی نہ گنجد ☆ صد نکتۂ باریکتر از موی میان است (زرگر اصفہانی)۔

غزل ۱۰۴

ای سرو راستین کہ کلہ کج نہادہ ای.........................

۱۔ اے سرو راست! کہ آپ نے کلاہ ٹیڑھی رکھی ہے
اے تازہ گلاب! کہ آپ نے چہرے سے پردہ ہٹا دیا ہے
۲۔ آپ آب و خاک کی جنس سے نہیں، تو پھر کس جوہر کے ہیں؟
جن و انس کی نوع سے بھی نہیں، تو پھر کس سے جنم لیا ہے؟
۳۔ سمن کی پنکھڑی سے بھی نازک تر ہیں آپ، ورنہ میں کہتا
سادہ چاندی سے سرو کی۔ صورت میں ڈھلے ہیں آپ
۴۔ آپ کی توصیف کا جیسے کہ آپ ہیں میں کیسے خیال کروں
کیونکہ جو بھی میرے خیال میں آتا ہے اس سے بڑھ کر ہیں آپ
۵۔ وہ تو سوار ہو کے چلے گئے اور ساتھ ہی ان کی رکاب میں میرا صبر اور میرا ہوش بھی
پس اے خون میں غرق میرے آنسوؤ! تم کیوں کھڑے ہو
۶۔ میں نے جو ان کی راہ میں خود کو ڈال دیا تو غصے سے کہا
اس طرح سے کیوں تم نے دل کو بے قابو کر دیا ہے

۷۔ ان کے نقش پا پر میں نے جو سر رکھ دیا تو ناز سے کہا
جامیؒ ! چلے جاؤ کیوں میرے پیچھے پڑے ہو

توضیحات غزل

۱/۲۔ راستین = واقعی۔ حقیقی۔ راست۔ راستی۔ صدیق۔ جنس = قسم۔ نوع۔ ہر چیز کی ایک نوع جس کے نیچے بہت سی قسمیں ہوں۔ اہل منطق کی اصطلاح میں جنس وہ شے ہے جسکے نیچے چند انواع ہوں۔ نوع وہ ہے جس کے نیچے چند صنف ہوں اور صنف وہ ہے جس کے نیچے چند افراد ہوں جیسے حیوان جنس ہے اور انسان اس کی نوع اور کشمیری یا ایرانی نوع کی صنف اور صنف کے اشخاص افراد ہیں۔ مرد یا عورت کی جنس کا ہونا۔ مال۔ متاع۔ وہ مال جسے چوری چھپے غیر قانونی طور پر ایک ملک کی سرحد سے دوسرے ملک میں داخل کر دیا جائے۔ گوہر = اصلیت۔ ہر چیز کی اصل۔ ہر چیز کا خلاصہ۔ وہ جو خود سے قائم ہو۔ ہر قیمتی پتھر جیسے لعل، یاقوت، فیروزہ، الماس۔ جواہرات۔ اصیل۔ پاک نژاد۔ نچوڑ۔ جن = بھوت۔ دیو۔ پری جو آدمی کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ ہر چیز کا اوّل۔ انس = لوگ۔ آدمی۔ جن و انس = آدمی اور پری۔ آدمی اور جنّ۔ فرماتے ہیں اے سرو راست قامت محبوب! کہ سر پر کلاہ ٹیڑھی رکھ دی ہے اور اے تازہ کھلے ہوئے گلاب کے پھول! کہ پردہ ہٹا کر اپنے چہرے کو عیاں کر دیا ہے آپ آب و خاک کی جنس سے تو نہیں بنے پھر آپ کی اصل کیا ہے؟ آدمی اور پری کی نوع سے بھی نہیں ہیں آپ، پھر آپ کس سے پیدا ہوئے ہیں؟ مولانا جامیؒ اپنے محبوب کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور اس صورت میں کہ ان کا سیدھا الف جیسا سرو نما قد سامنے ہے کلاہ ٹیڑھی رکھی ہوئی ہے۔ حسن و جمال کی لطافت یہ ہے جیسے تازہ گلاب کا پھول کھلا ہوا ہے جس نے کھل کر اور پتیوں کے حجاب کو توڑ کر اپنا چہرہ ظاہر کر دیا ہے۔ محبوب کا اس رنگ و بو اور رعنائی و دلربائی کے ساتھ سامنا کرنا پڑا تو جامیؒ آئینہ بن کر حیران و ششدر ہے اور اسی عالم بیخودی میں کہہ رہا ہے میرے محبوب! آپ تو اس عالم آب و خاک اور اس مادی دنیا کے نہیں ہو سکتے بتا دیجئے آپ کی اصل کیا ہے؟ آپ کس جوہر سے بنے ہیں؟ اس ہیئت دلرُبائی میں آپ نہ جن و پری کی ذات سے ہیں نہ آدمی کی نوع سے تو پھر للہ فرما دیجئے کہ آخر آپ کس سے پیدا ہوئے ہیں؟ جامیؒ معشوق کے حسن و جمال بے نظیر کو دیکھ کر بے ہوش ہو کر کہہ رہے ہیں کہ آپ کی خوبصورتی کا نہ مادّی دنیا میں جواب ہے نہ ہی عالم بالا میں۔ آپ طاق ہیں اور یکتا۔ آپ کے جمال و زیبائی کا

ثانی کہاں؟ ہم دیکھ چکے ڈھونڈ چکے عالم خاک وآب میں آپ جیسا کوئی اور نہیں۔آپ کا حسن تو حسن لا یزال ہے جو نہ آدمی میں ہے نہ پری میں۔دونوں شعروں میں محبوب کے قدوقامت، چہرے کی شادابی اور حسن وجمال کی بے نظیری ویکتائی کا بیان ہے۔ سراپایش همه مطبوع وزیبا ☆ زسر تا پا وازپا تا سرش بین ☆ شه حسن است واز خوبان سپاهش ☆ سپاهش رانظر کن لشکرش بین ☆ قبای خسروی وتاج شاهی ☆ رفیق این در برش وان برسرش بین (رفیقؔ)۔ سرویست قامت تو از ناز سرکشیده ☆ ماهی است عارض تو آزاد آفریده ☆ چون قامت تو سروی دوران نشان نداده ☆ چون عارض تو ماهی چشم فلک ندیده ☆ آتش زده به گلشن رخسارا آتشینت ☆ گل آب گشته از شرم در شاخ سر کشیده (اہلی شیرازی)۔رخ ماهت زماه آسمان به ☆ قد سروت زسرو بوستان به ☆ اگرچه سرو وگل خوب اندامًا ☆ قد ورخسار تو از این وآن به (رفیقؔ)۔ توئی در ملک جان خسرو چه خسرو خسرو خوبان ☆ تو نخل قدت فتنه چه فتنه فتنهٔ دوران ☆ جمالت جمعی باشد چه مجمع مجمع خوبی ☆ چه خوبی خوبی یوسف چه یوسف یوسف (امیر خسروؔ)۔ بربود دلم از تن من آفت جانی ☆ زیبا پسری سیمبری ماه وشاقی ☆ گلبرگ رخی سبزه خطی سنبل زلفی ☆ غنچه دهنی گل بدنی سرو روانی ☆ شکر شکنی تیغ زنی نیزه گذاری ☆ بیدادگری تیر قدی سخت کمانی ☆ شکر لقمی شهد لبی آب حیاتی ☆ شیرین سخنی خوش نفسی تنگ دهانی ☆ عشاق کشی تیغ کشی کینه فروزی ☆ جادو هنری طنز کنی سحر بیانی ☆ طوطی نفسی طرفه کسی کبک خرامی ☆ زیبا صنمی خوش منشی شاه زمانی ☆ شرمست بتی باده کشی مایهٔ نازی ☆ بیچاره کشی حوروشی طرفه جوانی ☆ تنگ شکری شکراو شهرهٔ شهری ☆ کان نمکی از نمکش شور جهانی ☆ بربود ز احمد همه عقل ودل وهوش ☆ آشفته کنی دل شکنی مایهٔ جانی (شیخ احمدؒ جام)۔

۳۔سمن = چنبیلی کا پھول۔ برگ۔ یاسمن۔ ریختہ (اسم مفعول ہے) جاری کیا گیا۔ چھڑکا گیا۔ نیچے بہایا گیا۔ پگھلایا گیا۔شربت اور دوائی جسے شکر میں ڈھالا گیا ہو۔فارسی اور اردو میں ڈھلا ہو ملمع شعر (اس کا استعمال ہند اور پاکستان میں ہوتا ہے)۔ڈھالا گیا۔قالب میں ڈھال کر بنائی ہوئی چیز۔ایسے معنی جو بلا تامل سمجھ میں آجائے۔دو یا زیادہ زبانوں سے مخلوط کلام۔سیم = چاندی (سیم سادہ = سادہ = خالص چاندی۔خام چاندی۔صاف اور بے لوث و بے غش چاندی)۔فرماتے ہیں کہ میرے محبوب آپ چنبیلی کے پھول کی پتی سے بھی زیادہ نازک ہیں ورنہ میں تو یہ کہتا کہ آپ صاف وشفاف چاندی میں ڈھلے ہوئے سرو کے قدوقامت کی صورت رکھتے ہیں۔یعنی آپ خالص چاندی کے بنے ہوئے معشوق سروقد ہیں گو کہ آپ برگ یاسمن سے بھی زیادہ لطیف اور نازک ہیں۔ آوازهٔ جمالت تا در جهان فتاده ☆ خلقی به جست وجویت سر برزمین نهاده ☆ زنجیریان زلفت گرد تو حلقه بسته ☆ شوریدگان کویت در یکدگر فتاده ☆ با باد بود همره بوی تو در سحر گه ☆ گلها فشانده بویت خودرا به باد داده ☆ مائیم بسته در دل

یادِ نعمت دلکشایت ☆ باری به خنده بکشا تا دل شود کشاده (سلمان ساوجی)۔ ہر دم صبح کہ از خانہ بدری آئی ☆ در نظر ہمچو گل تازہ وتری آئی ☆ بس کہ خوش مشرب وشیرینی وشہدی ولطیف ☆ در مذاق ہمہ چون شہد وشکری آئی ☆ دایہ شیرت مگراز شبنم گل داد کہ تو ☆ در نظر صاف تر از لعل وگہری آئی ☆ رنگ گل شبنم گل بوی گلت ہمراہ ہست ☆ از سر کوی کہ ای باد سحری آئی (خالص ھندی) ☆ نیافتم کہ بہ گوشش چہ گفت باد صبا ☆ کہ گل بہ باغ گریبان درید وہیچ نگفت (حکیم صدیق سخنور)

۴۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ جیسے کہ حسن و جمال میں ہیں، خوبیوں میں طاق ہیں، دلربائی ورعنائی اور دلکشی ودل نشینی کی صفات میں یکتا اور لاثانی ہیں، میری کم حوصلہ فکر اور ہمت نہ ان کا احاطہ کر سکتی ہے، نہ ادراک اور نہ ہی بیان کیونکہ میرے خیال میں آپ کی جو خوبیوں کی تصویر ہے اور میرے ذہن میں آپ کے حسن و جمال لا زوال کی جو صورت بنی ہے آپ اس سے کہیں زیادہ خوبرو، رعنا، دل ربا، دل نشین، دل کش اور دل پزیر ہیں۔ شعر میں محبوب کے ماورائی حسن کی توصیف ہے جسکا ادراک انسانی فکر وذہن سے بالاتر ہے۔ تراچنان کہ توئی ہر نظر کجا بیند ☆ بقدر بینش خود ہر کسی کند ادراک (حافظؒ)۔ سروسامان چہ می پرسی مرا عمریست چون کاکل ☆ سیہ بختم پریشان روزگارم خانہ بردوشم (احمد یار خان یکتا)۔ بسی چو ابر بہاران گریستم وہنوز ☆ گلی نہ رست زباغ امیدواری ما (ہلالی چغتائی)۔ برِ ھچو منی جلوہ گری ہای تو حیف است ☆ خود را منما تا بہ تمنای تو میرم (فہمی کاشی)۔ از بس نداشت تاب جمال تو دیدہ ام ☆ گاہ نظارہ لذت دیدار در نیافت (قاسمی اردستانی)۔ در خواب من آئی و بماند مژہ ام باز ☆ از بس کہ در آن واقعہ حیران تو گردم (میلی ہروی)۔ فریاد کہ بالاتر از آن است کہ گنجد ☆ در حوصلہ ذوقی کہ تماشای تو دارد (نوری اصفہانی)۔

۵۔ فرماتے ہیں میرا محبوب سوار ہو کر چلا گیا اور ساتھ ہی اس کے رکاب میں میرا ہوش بھی اور میرا صبر بھی۔ اے خون میں ڈھلے ہوئے آنسو! تم کیونکر کھڑے ہو؟ یعنی محبوب سوار ہو کر چل پڑا اور اس کے ہمراہ رکاب میں میرے ہوش بھی چلے گئے نیز میرا صبر بھی۔ اس حالت میں اے میرے خون رنگ آنسوؤ! تم کیا تماشا دیکھ رہے ہو اور ایک ہی جگہ پر کھڑے ہو۔ برس پڑو اور خوب رولو! مطلب یہ ہے کہ محبوب جامیؒ سے جدا ہو گیا۔ جامی میں اس کے چلے جانے سے نہ ہوش ٹھکانے رہے اور نہ ہی صبر نے ساتھ دیا۔ اس غیر قابل برداشت حالت میں وہ آنکھوں سے نہ رکنے والے خون کا رونا رو رہے ہیں۔ شعر میں محبوب کی جدائی سے خون کے آنسو رونے کا بیان ہے۔ بس کہ شب در چشم پر خون ودل ریشم گذشت ☆ جامہ گلگون دیدمش امروز کز پیشم گذشت (اسیری رازی)۔ این گریہ کہ من کردم تا حشر اگر کاوند ☆ الماس برون آید از خاک سرای من (حاتم کاشی)۔ فردا بہ شکوہ آیم پیش تو از فراقت ☆

امشب اگر نہ مردم از درد اشتیاقت (حاتی)۔ همره من در وداع یاری باید کسی ☆ وقت مردن بر سر بیماری باید کسی (حاتی)۔ گر درد ہجر این است در حیرتم کہ یعقوب ☆ دور از جمال یوسف چون زیست روزگاری (حاتی)۔ نہ توای فلک بخونم همه عمر تشنه بودی ☆ غم ہجر آمد اینک بکش انتقام خود را (رضائی کاشی)۔ عزم سفر کردیار ماز میان می رویم ☆ او اگر ز شہر رفت ماز جہان می رویم (رفیعی کاشی)

۶۔ فرماتے ہیں میں نے خود کو محبوب کی راہ میں گرا دیا تو محبوب نے غصہ ہو کر کہا کہ تو نے دل کو اس قدر بے قابو کیوں کر دیا ہے؟ اور جب میں نے محبوب کے نقش قدم پر اپنا سر رکھا تو کہا: جامی! چلے بھی جاؤ آخر کیوں میرے پیچھے پڑے ہو؟ [زین سان = اس طرح۔ سان = روش۔ طور۔ طریقہ۔ مانند۔ مثل۔ نظیر۔ ٹکڑا۔ حصہ۔ جایزہ۔ ملاخطہ۔ لشکر۔ سامان۔ سامان جنگ۔ سوہان جس سے لوہا وغیرہ رگڑا جاتا ہے۔ سنگ فسان جس پر تلوار یا چھری وغیرہ تیز کرتے ہیں۔ سرانجام۔ قاعدہ۔ قانون۔ خو۔ عادت۔ بادشاہ کے سامنے یا حاکم کے آگے سے لشکر کا گذرنا جسے جدید فارسی میں سان دیدن کہتے ہیں۔ عنان از دست دادن = محاورہ ہے یعنی ہاتھ سے لگام کو جانے دینا جس کے معنی ہیں بے قابو ہو جانا۔ پی کسی سر نہادن = محاورہ ہے یعنی کسی کے پیچھے یا تعاقب میں رہنا]۔ فرماتے ہیں جب میں نے ان کی راہ روک کر خود کو ان کے آگے راستے میں ڈال دیا تو مجھے ڈانٹنے لگے کہ کیوں دل کو اس قدر بے قابو کر کے رکھا ہے کہ میری راہ تک روکنے لگے ہو اور جب میں نے ان کے قدموں کے نشان پر اپنا سر رکھ دیا تو فرمایا جامیؔ! آخر کیوں میرے پیچھے پڑے ہو؟ دونوں شعروں میں محبوب کی بے نیازی اور اپنی وفاداری عشق کا بیان ہے۔ محبوب جانتا ہے کہ جامی اسکا عاشق صادق ہے اپنی جان اس پر قربان کرتا ہے اور جامی جب بیخودی و بیہوشی اور انتہائی شوق کے عالم میں محبوب کو جاتے ہوئے، گذرتے ہوئے یا سوار ہو کر روانہ ہوتے دیکھتا ہے تو اسکی راہ پکڑتا ہے اور محبوب بگڑ کر حسن تغافل سے کام لیتے ہوئے اسے جھڑکتا ہے کیوں اسقدر بے قابو ہوئے جا رہے ہو اور جب جامی محبوب کے نقش قدم پر فرط محبت میں سر رکھ دیتا ہے تو پھر تغافل سے کام لیتے ہوئے محبوب اسے کہتا ہے کہ میرا خیال چھوڑ دو میرے پیچھے پیچھے مت آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب چاہے عاشق کو کتنا ہی خود سے دور رکھے لیکن عاشق اس کے دامان خیال کو نہ چھوڑ سکتا ہے اور نہ ہی اسکی محبت کو کسی بھی حال میں ترک کر سکتا ہے اور طرفہ یہ کہ محبوب خود عاشق کی اس کیفیت سے آگاہ ہے اور اسکی وفا کو مختلف امتحانوں سے آزماتا رہتا ہے۔ لب فرد بند سخن چین! کہ قبول است مرا ☆ ہر چہ در حق من آن غنچہ دہن می گوید (شرف جہان قزوینی)۔ زان سر کوی برون غرقہ بخونم کردند ☆ بادل خون شدہ زان کوی بردنم کردند ☆ لب گشودند بہ افسون ودمیدند بہ من ☆ نمکی در دل مجروح وزبونم کردند ☆ آتشی در دلم از رشک زہر موی زدند ☆ متفق گشتہ بہ زنجیر جنونم کردند (صبری اصفہانی)۔ چہ

عجب گر حذر از شعلۂ دلہانہ کنی ☆ کہ تو بیباک زشمشیر محابانہ کنی ☆ آن چنان غرہ بہ حسنی کہ میان عرصات ☆ بکشی خنجر و خونریزی و پروانہ کنی (نقی کمرہ ئی)۔ دی بہ تبسم می زد و میگفت پنہان زیرلب ☆ این سزای آن کہ اظہار محبت می کند (والہی قمی)۔ وداع جان دتنم استماع رفتن توست ☆ مرو کہ گر بروی خون من بہ گردن توست (وحشی بافقی)۔ بر آن سرم کہ ھمہ عمر در وفای تو باشم ☆ ہلاک جور تو و کشتہ جفای تو باشم ☆ بہ صلح و جنگ تو نازم بہ ناز و خشم تو میرم ☆ بہ طبع و خوی تو سازم بہ حکم ورای تو باشم ☆ جزاین امید ندارم بہ خاکپای تو ای گل ☆ کہ در رہ تو شوم خاک و خاک پای تو باشم (یقینی لاھیجی)۔

غزل ۱۲۸

ای صورت زیبای تو مجموعۂ معنی ....

۱۔اے کہ آپ کی حسین صورت مجموعۂ معانی ہے
اور تقویٰ کی آباد بستی آپ کے عشق سے ویران !
۲۔باوجود کامل علم و فضل کے آپ کے مدرسۂ عشق میں عقل
ایک نو آموز بچے کی طرح الف اور با سے ناواقف ہے
۳۔ اے دل دنیا کی فکر سے الگ ہو جاؤ کہ اس روش کو اپنا کر
تم عیسیٰ کی طرح سورج کا ہمسایہ بن سکوگے
۴۔اگر آپ کے کوچے میں آپ کے چہرے کی ایک جھلک دیکھ لوں
تو وہ وادی ایمن اور یہ نور تجلی ہوگا
۵۔قبیلوں کے نازنین سب کے سب لطف صورت کے ہوتے ہوئے
مجنون کی تلاش میں ہیں اور خود مجنون کا دل لیلیٰ کی طرف لگا ہے
۶۔آپ کا قد ناز طوبیٰ ہے اور وہ آپ کی دلاویز زلف
جو بلندی سے اتر آئی ہے زمین پر طوبیٰ کا سایہ ہے
۷۔جامی کو آپکے لعل رنگ ہونٹوں سے چاشنی ملی
گویا اس میخانہ میں دنیا سے بھی گیا اس عقبیٰ سے بھی

توضیحات غزل

۱۔مجموعۂ معنیٰ = مجموعہ یعنی تمام ۔کُل ۔جمع ۔ حاصل جمع ۔ جوڑ۔جمع کیا گیا۔معنیٰ= روحانی ۔ باطنی ۔حقیقی ۔ عرفانی۔مقصود۔مراد۔مفہوم ۔کلام ۔مفہوم سخن۔حقیقت ۔مطلب ۔موضوع ۔باطن ۔معمورہ = آبادی ۔شہر۔ بستی ۔عمارت ۔اچھی طرح سے آراستہ جگہ۔تقویٰ= پرہیز گاری۔خوف خدا۔ڈر۔اللہ کی اطاعت ۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کی صورت زیبا جوواضح ہے تمام عرفانی اور باطنی خوبیوں کا مجموعہ ہے یعنی بظاہر تو یہ حسن کی ایک صورت ہے مگراصل میں اس میں تمام روحانی اور عرفانی جمال وحسن جمع ہے۔اور آپ کے عشق نے تقویٰ وپرہیز گاری کی آبادعمارت وبستی کوڈھاکے رکھ دیا[صورت اور معنی نیز ویران اور معمور میں صنعت تضاد ہے]۔مطلب یہ ہے کہ آپ کی حسین ظاہری صورت تمام اسرارربوبیت کا مجموعہ ہے۔ظاہر میں بھی آپ کی صورت حسین وزیبا ہے اور باطن میں بھی۔آپ کا عشق پرہیز گاری وتقویٰ کی بنیادوں کومنہدم کرکے عاشق کوفقط آپ کی ذات میں مستغرق کردیتا ہے۔رسم وروایت کے ذکرواذکارکا آپ کی بلندوبرتر محبت اور آپ کے عشق مقدس سے کوئی رابطہ نہیں۔جو آپ کے عشق میں غرق ہوکرمسعودومیمون ہواوہ زہدخشک کے بندھنوں سے آزاد ہوکرایک ایسی ابدی زندگی پاتا ہے جواپنی نوعیت میں یکتاہےاور بےنظیر۔زان می نگرم بہ چشم سردرصورت ☆ زیرا کہ زمعنی است اثر درصورت ☆ این عالم صورت است وماذی صوریم ☆ معنی نتوان دید مگر درصورت (اوحدالدین کرمانی)۔درقمارعشق باشد باختن نقش مراد☆ تاکسی رادل نہ رفت از دست صاحبدل نہ شد (جلال اسیر)۔حسنی کہ بہ اُدعشق سروکارندارد☆ مانندطبیبی است کہ بیمارندارد (کلیم کاشی)۔این عشق جملہ عاقل وبیداری کشد ☆ بی تیغ می بردسروبرداری کشد (رومیؒ)۔آنچنان خوب ولطیفی کہ خداخواستہ است ☆ دست مشاطۂ صنعت چہ خوش آراستہ است (سرخوش تفرشی)۔ ایزدآنگونہ کہ میخواست بیاراست ترا☆ چون نہ خواہم منت ای مہ کہ خداخواست ترا (وصال شیرازیؔ)۔کوی توبود کعبۂ مقصودخلایق ☆روی توبودقبلۂ اقبال قبائل ☆ حاجت نہ بودحسن رخت رابہ براھین ☆ برروشنی شمس چہ حاجت بہ دلائل (عبرت نائینی) ☆ برداررخ پردہ وبگذاربینند☆ درروی توصاحب نظران صُنعِ الٰہی (عبرت نائینی)۔

۲۔فرماتے ہیں آپ کے مدرسۂ عشق میں عقل جوصاحب فضل وعلم ہے ایک نوآموز بچے کی طرح الف ب تک سے بے خبر ہے۔مطلب یہ ہے کہ عقل اور عشق دونوں الگ الگ چیزیں ہیں جب بات معرفت الٰہی اور حصول وصل کی ہو۔عشق وہ کرتا ہے جوعقل کی قوت رسائی سے باہر ہے۔عقل آستان وصل کے پاس پہنچاتی تو ضرور ہے لیکن خوددوررہ کرتماشادیکھتی ہے کیونکہ حضوروصل میں عقل کا ہونا امکان پذیرنہیں۔عشق آگ میں کودنے کا نام ہے

اور عقل آگ سے بچنے کا   عقل گو آستان سے دور نہیں ☆ اس کی تقدیر میں حضور نہیں (اقبالؒ)۔ اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل ☆ لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے (اقبالؒ)۔ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ☆ عقل ہے محوِ تماشای لب بام ابھی (اقبالؒ)۔ بشوی اوراق اگر ھمدرس مائی ☆ کہ علم عشق در دفتر نہ باشد ☆ عجب راہی است راہ عشق کانجا ☆ کسی بر سر کند کش سر نہ باشد (حافظؒ)۔ مشکل عشق نہ در حوصلۂ دانش ماست ☆ حل این نکتہ بدین فکر خطا نتوان کرد (حافظؒ)۔

۳۔ فرد = تنہا، اکیلا، یگانہ۔ طاق۔ وہ عدد جو دو پر پورا تقسیم نہ ہو۔ جفت کی ضد۔ بی نظیر۔ بی ہمتا۔ صرف ایک ہیت دو مصرعوں کا۔ ایک آدمی۔ فرماتے ہیں کہ اے دل دنیا کے خیال سے الگ ہو جاؤ اسے چھوڑ کر ہی تم عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آفتاب فلک کا ہمسایہ بن سکو گے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کو ترک کر دینا اور اس کے بندھنوں سے آزاد ہو جانا انسانی برتری ہے اور یہ برتری اسے زمین سے اٹھا کر آسمان چہارم پر واقع حضرت عیسیٰ کی طرح آفتاب جیسی بلندیوں کا ہمسایہ بنا دیگی۔ ضمناً کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں اور آفتاب بھی اسی آسمان پر واقع ہے۔ آدمی دنیا کو ترک کر کے ہی روحانی رفعتوں اور ربانی اسرار کا حامل بن سکتا ہے۔ دنیا کو چھوڑ دے گا تو یقیناً مادی خواہشات بھی خود بخود مٹ جائیں گی۔ جب کوئی خواہش سوای خواہش وصل محبوب کے دل میں باقی نہیں رہیگی تو دل آئینہ ہو جائے گا اور آدمی عرفان و معرفت خداوندی کی جولان گاہ میں شہسواری کرے گا اور یہی ہے وہ شہسواری جسے مولانا جامیؒ نے حضرت عیسیٰ کیساتھ آسمان چہارم پر واقع آفتاب فلک کا ہمسایہ بن جانے سے مشابہ کیا ہے۔ گر نور عشق حق بہ دل و جانت اوفتد ☆ باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی ☆ از پای تا سرت ہمہ نور خدا شود ☆ در راہ ذوالجلال چو بی پا و سر شوی (حافظ)۔ چہ خبر داری از حقیقت عشق ☆ پای بند ہوای نفسانی (سعدیؒ)۔ ہمین کہ پای نہادی بر آستانہ عشق ☆ بدست باش کہ دست از جہان فروشوئی (سعدیؒ)۔ پیادگان رہ عشق شہسوار انند ☆ بہشتیند اگر چہ سیاہ کارانند (وصال شیرازی)۔

۴۔ پرتو = کرن۔ روشنی۔ شعاع۔ جھلک۔ عکس۔ صدمہ۔ آسیب۔ وادی ایمن = وہ جنگل جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت کے اوپر اللہ تعالیٰ کا نور دیکھا تھا۔ چونکہ یہ جنگل کوہ طور کی داہنی جانب ہے اسلئے اسے ایمن کہتے ہیں۔ اسی پاک و مقدس وادی میں موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کا خطاب سنا تھا کہ فاخلع نعليك۔ وادی میں داخل ہونے سے پہلے اپنے جوتے نکال دو اور اس کے بعد موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کا تجلی دیکھا۔ تجلی = نور الٰہی۔ روشنی۔ نور۔ چمک۔ روشن ہونا۔ (فارسی میں اسے تجلاّ پڑھتے ہیں)۔ نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا۔ تابش۔ تابداری۔ نمود۔ جلوہ۔ مقبلان الٰہی کے دل پر اقبال و سعادتمندی کی وجہ سے انوار الٰہی کی تاثیر تا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات

ہوجانے کی شائستگی دل میں پیدا کر پائیں۔ فرماتے ہیں میرے محبوب! اگر آپ کے کوچے میں آپ کے چہرے کی میں بس ایک جھلک دیکھ لوں تو میرے لئے آپ کا کوچہ وادی ایمن اور آپ کے چہرے کا دیدار نور تجلی ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کی گلی میرے لئے موسیٰ علیہ السلام کی طرح وادی ایمن ہے اور جلوۂ روی محبوب نور تجلی الہی کے برابر ہے۔ دو چشم فرش آن منزل کہ سازی جلوہ گاہ آنجا ☆ بہ ہر جا پا نہی خواہم کہ گردم خاک راہ آنجا (اھلی خراسانی)۔

۵۔ خوبان = خوب کی جمع۔ معشوقوں کا گروہ۔ محبوبوں کی جماعت۔ معشوق۔ محبوب۔ پسند۔ بہتر۔ عمدہ۔ خوبصورت۔ زیبا۔ جمیل۔ شمائل = شمیلہ کی جمع۔ عادتیں۔ خصلتیں۔ صورتیں۔ شکلیں۔ بائیں ہاتھ۔ درخت کی کونپلیں۔ وضع۔ صورت۔ تقطیع۔ تصویر۔ چہرہ۔ دینی بزرگوں کی تصویر۔ درخت کی ٹہنی۔ مجنون = جنونی۔ پاگل۔ دیوانہ۔ جنون کا مریض (جنون ایک بیماری ہے جس میں آدمی دیوانہ پن میں مبتلا ہوجاتا ہے)۔ عرب کے ایک عاشق قیس ابن عامر کا خطاب جو عربی قبیلے کی ایک لڑکی لیلیٰ پر عاشق تھا۔ بعض کتابوں میں مجنون کا نام قیس ابن ملوح عامری آیا ہے جو افسانوی روایات میں اپنی چچیری بہن لیلیٰ پر دل و جان سے عاشق تھا۔ اور چونکہ لیلیٰ کے والدین ان دونوں کے ملنے کے سخت خلاف تھے اسلئے قیس جنون میں مبتلا ہوگیا اور بیابانوں میں بھٹکتا رہا اور جنگلی حیوانوں کی صحبت میں گھومتا رہا۔ لیلیٰ نے مجنون کی جدائی برداشت نہیں کی اور بیمار ہوکر وفات پائی۔ جب مجنون کو لیلیٰ کے مرنے کی خبر دی گئی تو وہ اپنے معشوقہ کی قبر پر آیا اور وہ تمام اشعار عاشقانہ پڑھتا رہا جو اسے پسند تھے اور ماتم و واویلا کرتا رہا یہاں تک کہ لیلیٰ کی قبر پر ہی اس کی موت ہوئی اور اسی کے پہلو میں مدفون ہوا۔ مجنون جس کی تاریخ سال ۶۵ھ اور سال ۶۸ھ یا سال ۸۰ھ کے درمیان لکھی گئی ہے' مجنون عامری اور مجنون بنی عامر کے نام سے بھی معروف ہے۔ لیلیٰ = بنی عامر قبیلے کی لڑکی جو مجنون کے عشق میں گرفتار تھی۔ ان دونوں کی عاشقانہ داستان اور بھرپور عشق کی کہانی عربی اور فارسی ادب میں مشہور عالم ہے۔ فارسی میں کئی صف اول کے شاعروں نے لیلیٰ و مجنون کے نام سے اس داستان عشق کو منظوم کیا ہے جن میں نظامی گنجوی کی داستان لیلیٰ و مجنون کو سب سے زیادہ شہرت ملی اور کئی بار چھپ چکی ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں صورتوں کی خوبی اور حسن و جمال کی نزاکت کے ہوتے ہوئے بھی خوبان جہان یا معشوقان قبائل محبوب کے عشق میں خود مبتلا ہیں لیکن محبوب ہے کہ لیلیٰ کی طرف اسکی تمام تر توجہ ہے اور اس کے بغیر کسی اور کی طرف مائل نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کو جی جان سے چاہنے والوں کی طرف کوئی رغبت نہیں۔ تمام ترمیل و رغبت کے ساتھ ایک عالم آپ کا خواہاں ہے جن میں حسینان عالم اور خوبان جہاں بھی شامل ہیں لیکن محبوب اس قدر بے نیاز ہے کہ اپنے عاشقان صادق سے رغبت کا ذرا بھر بھی اظہار نہیں کرتا۔ شعر میں

محبوب کی شان بے نیازی کا بیان ہے ۔ وفا مقابل و دعوای عشق بے بنیاد☆ جنون ساختہ و فصل گل قیامت ہے (غالب)۔ واں کنگرا استغنا ہر دم ہے بلندی پر☆ یاں نالے کو اور الٹا دعوای رسائی ہے (غالب)۔ گر کشد صدرہ مرا از ناز و استغنا کم است☆ در خور حسنی کہ او دارد ھنوز اینہا کم است (ولی دشت بیاضی)۔ باز آ کہ از من این ہمہ جرمی کہ سر زدہ است☆ با یک تغافل تو مقابل نمی شود (وقوعی تبریزی)۔ چہ ہا با جان خود دور از رخ جانان خود کردم☆ مگر دشمن کند اینہا کہ من با جان خود کردم☆ مگو وقتی دل پارہ ای بودت کجا بردی؟☆ کجا بردم ز راہ دیدہ در دامان خود کردم (وحشی بافقی)۔ میرم از حسرت ذوق دل آن مرغ اسیر☆ کز پی ریختن خون قفسش بکشایند☆ دلم از گرمی خوبان دگری ماند☆ غنچہ ای را کہ بہ زور نفسش بکشایند (فسوتی تبریزی)۔

۲۔طوبیٰ = جنت میں ایک درخت کا نام جو طرح طرح کی خوشبوؤں اور میوؤں سے معمور ہے۔خوشبو دار۔ پاک تر۔مژدہ۔بشارت۔خوش خبری۔خوبی۔خوشی۔خوش۔منافع۔[بہشت میں واقع اس درختِ طوبیٰ کی شاخ ہر جنتی کے گھر میں پہنچی ہوئی ہوگی]۔خیر۔سعادت۔خلد۔بہشت۔جنت۔قدِ ناز = خوبصورت قد۔پیارا قد،دل کو لبھانے والا قد۔دلکش اور دل رُبا قد۔[ناز = نیا اگا ہوا صنوبر یا سرو کا درخت۔لاڈ۔پیار۔فخر۔بے پروائی۔بے وفائی۔لطف۔عشوہ گری۔عاشق کی نسبت معشوق کی بے نیازی۔ریا۔مکر۔رفاہ و آسائش]۔دل آویز = دل پسند۔مرغوب،دلچسپ۔مطلوب۔پسندیدہ۔دل کو لبھانیوالا۔دل کو بھانے والا۔خوشبو۔معطر۔دلخواہ۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کا دل کو لبھانے والا یہ قد جنت کے درخت طوبیٰ کی مانند شاداب ہے اور آپ کے دلکش قد طوبیٰ مانند پر جو دلآویز زلفیں اُوپر سے نیچے کو آویزاں ہیں یہ گویا زمین پر درخت طوبیٰ کا سایہ ہیں۔ قدِ دلکش محبوب کو جنت کا بلند و شاداب درخت طوبیٰ کہا ہے اور اس قدِ دل ربا پر جو گیسوان سیاہ لٹک رہے ہیں ان کو زمین پر پڑے ہوئے درخت طوبیٰ کے سائے سے تشبیہ دیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ جب میرا محبوب زمین پر رواں ہوتا ہے تو گویا جنت کا درخت طوبیٰ اپنی تمام تر خوشبوؤں اور آسمانی صفات کے ساتھ رواں ہوتا ہے اور اپنے سائے سے زمین کو بھی اپنی معطر زلفوں کے ساتھ خوشبو دار بناتا جاتا ہے۔زلفِ تو خواب از دل بیتاب می برد☆ با این شب دراز کرا خواب می برد (ہلا کی ھمدانی)۔ای ھمای سدرہ! تا کی بال افشانی ببین☆ جلوۂ رعنا تذرو کبک رفتار مرا (ہلا کی ھمدانی)۔ای زیب حسن جلوۂ نخل بلند تو☆ سرمایۂ حیات ابد نوشخند تو☆ نوعی اسیر خویشتنم کردہ ای کہ نیست☆ یارای دست دیا زدنم در کمند تو (وقوعی تبریزی)۔

۷۔چاشنی = ذائقہ۔چکھنے کی مقدار۔مزہ۔شیرینی۔نمونہ۔نقارہ پر ابتدائی چوٹ۔بندوق کی ٹوپی۔در باختن = ہار جانا۔فرماتے ہیں میرے محبوب! آپ کے لب ہای لعل رنگ کی شراب کی بس تھوڑی سی چاشنی مجھے عنایت ہوئی

تو میری دنیا بھی گئی اور میرا عقبیٰ بھی ہاتھ سے گیا۔ محبوب کے ہونٹوں کی سرخی کو مست کر دینے والی شراب سے (اس کی سرخی کی وجہ سے) مشابہ کیا ہے اور یہ مستی ایسی ہے کہ عاشق کو دنیا اور عقبیٰ دونوں کی خواہش سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کے ہونٹوں کی کشش، ان کی خوبصورتی اور دلربائی تو اپنی جگہ لیکن ان ہونٹوں سے جوشفا بخش آب حیات کلام پاکیزہ کی صورت میں رواں ہوتا ہے وہ عاشق صادق کو محبوب کی طرف اس حد تک مائل اور راغب کر دیتا ہے کہ سوائے آرزوی محبوب اور عشق معشوق کے اس کے دل میں اور کوئی خواہش یا تمنا باقی نہیں رہتی نہ دنیا کی امنگ و آرزو اور نہ ہی عقبیٰ کی خواہش۔ بلکہ معشوق ہی اس کی دنیا اور اس کا عقبیٰ بن جاتا ہے۔ چنان ربود مرا شوق آشنائی تو ☆ کہ نیست آگہیم از غم جدائی تو ☆ غلوی شوق محبت مرا چنان دارد ☆ کہ نہ وفای تو دانم نہ بیوفائی تو (صالحی مشہدی)۔ بہ حسرت چند گردم گرد کویت ☆ دلم دیوانہ شد در آرزویت ☆ نہ بر می گردم از راھی کہ دارم ☆ نہ جائی می رسم در جستجویت ☆ نہ صبری را سر و برگ شکایت ☆ نہ تاب زور نجیہای خویت (صبری اصفہانی)۔ بہ تلخی ہای ہجرم رفتہ جان و ھمچنان ماندہ ☆ بہ دل شور از حدیث تلخ آن لب ہای شیرینم (یقینی لاہیجی)۔ لبش را نام بردم لذت آن برد از ہوشم ☆ ز بزمش یاد کردم ہر دو عالم شد فراموشم (یقینی لاہیجی)

غزل ۱۲۹

بہ شہر نیکوان مسکین غریبی.........................

۱۔ خوبصورتوں کے شہر میں ایک اجنبی مسکین پڑا ہے
جس کی قسمت میں خون کھانے کے سوا کچھ نہیں
۲۔ آپ کے عشق سے ایک عجیب بیماری لگی ہے مجھے
جس کا علاج کرنے سے ہر ایک طبیب عاجز ہو چکا ہے
۳۔ مجھ جیسے عاشق آپ کو بہت ملیں گے لیکن
مجھے آپ جیسا حبیب کہیں نہیں ملے گا
۴۔ آپ کے کوچے سے منہ نہیں پھیروں گا اگرچہ میں
ہر طرف سے دشمنوں کے ہاتھ میں تلواریں بھی دیکھوں گا
۵۔ آپ کی خوبصورتی کے نو بہار (کی ستائشگری) کے لئے
جامیؒ سے بڑھ کر اور کوئی خوش الحان بلبل نہیں ہوسکتا

توضیحاتِ غزل

ا۔ نیکوان = نیکو یا نکو کی جمع یعنی خوب رفتار۔ نیکو کردار۔ خوبرو۔ خوبصورت۔ خوب۔ نیک۔ معشوقانِ زیبا روی۔ مسکین = فقیر سے بھی بڑھ کر مفلس آدمی۔ ایک بے سرمایہ د بے متاع و بے چیز فقیر۔ مطلق خالی ہاتھ آدمی۔ بالکل ساکت۔ بہت ہی بے حرکت۔ نہایت بے طاقت۔ وہ آدمی جسے حقیری اور مفلسی نے بالکل ناطاقت اور بے حرکت کر دیا ہو۔ وہ جسکے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ (اہل شرع فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جسکے پاس اسقدر مال نہ ہو جس پر زکوۃ دینا واجب ہے اور مسکین اسے کہتے ہیں جسکے پاس بالکل کچھ نہ ہو)۔ بے چیز۔ درویش۔ بیچارہ۔ غریب = ہر نادر اور نئی چیز۔ بدیع۔ عجیب۔ وطن سے دور۔ پرایا۔ اجنبی۔ بیگانہ تنہا۔ اکیلا۔ بے یار و مددگار۔ ایک عمدہ کپڑے کا نام۔ عربی میں ایک شعری بحر کا نام جسے بحر جدید بھی کہتے ہیں۔ [غریب القرآن یعنی قرآن کریم میں وہ الفاظ وصطلاحات جن کا ادراک وقت گذرنے کے ساتھ مشکل ہوا اور ان کی تفسیر و توضیح کئے جانے کی نوبت آئی۔ غریب الحدیث یعنی احادیث نبویؐ میں وہ الفاظ و اصطلاحات جن کا فہم و ادراک وقت گذرنے کیساتھ مشکل ہو۔ غریب اس لفظ کو بھی کہتے ہیں جس میں ندرت ہو یعنی لفظ کے معنی روشن نہ ہوں اور استعمال میں بھی وہ لفظ نامانوس ہو۔ وحشی۔ حدیث میں وہ جسکی سند حضرت رسول ﷺ سے ہو لیکن ایک ہی شخص نے ان سے روایت کی ہو خواہ یہ راوی تابعین سے ہو یا تابعین کے تابعین سے یا انکے تابعین سے ہو] نصیب = حصہ۔ بہرہ۔ قسمت۔ تقدیر۔ کسی چیز میں سے کسی کا حصہ۔ اقبال۔ بخت۔ طالع۔ فرماتے ہیں حسن و جمال والوں کے شہر میں میں ایک نادار و غریب الوطن آدمی پڑا ہوں۔ کوئی مجھے پوچھتا نہیں نہ کوئی میری طرف متوجہ ہے۔ بس غم و غصّے میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں۔ ہر طرف نگاروں کا جوش و خروش ہے لیکن میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اگرچہ مولانا جامیؒ نے جمع کا صیغہ یعنی نیکوان استعمال کیا ہے لیکن اس سے مراد واحد یعنی نیکو یا معشوق زیبا ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے محبوب کے وطن میں آگیا ہوں۔ انکے ہوس دیدار میں کب سے یہاں کی راہوں پر اغم والم کے ہاتھوں خون رو رہا ہوں اور غصہ ورنج کی خورش پی رہا ہوں۔ محبوب میرا پرسانِ حال نہیں۔ مجھ سے بے اعتنا ہے اور استغنا سے کام لے رہا ہے اور میں انکی جدائی میں خون کھا رہا ہوں۔ سینہ پر غم دیدہ پر خون جان پر آتش دل فگار ☆ مایۂ دردم بہ یک عالم کدورت نماید (ملک قمی)۔ از آن بہ وعدۂ وصلت دلم شکیبا نیست ☆ کہ التفات تو امروز ہست و فردا نیست (غیرتی شیرازی)۔ فریبم دہ بہ اندک التفاتی تا بہ دام افتم ☆ چو قیدم ساختی ہر چندی خواہی تغافل کن (صافی بمی)۔ شد عمرہا کہ دم زوفای تو می زنم ☆ ممنون یک نگاہِ تو ای بی وفا نیم (صانعی بدخشی)۔ بگذار تا ذوقی برم از دیدن دیوار و

در ☆ بیرون میا سویم مبین چون نقش دیوارم مکن (سلطان قمی)۔ فریاد ازین عشوہ گران ناز فروشان ☆ دست کہ بوسد کس و در پای کہ افتد (پیامی بحرانی)۔ نہ پرسشی نہ نگاہی کسی نمی پرسد ☆ کہ بی خصومت و جنگ این قدر تغافل چیست (ولی دشت بیاضی)۔

۲۔ فرماتے ہیں آپ کے عشق میں ایسا بیمار ہو گیا ہوں کہ ہر کوئی طبیب میرا علاج کرنے سے عاجز ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کی محبت اور آرزو کو اپنانے کے غم و حسرت میں اس قدر بیمار ہوں کہ کوئی بھی چارہ گر یا کوئی بھی معالج میری اس بیماری کو دور نہ کر سکا۔ عشق ایک مرض ہے جو لا علاج ہے بلکہ علاج کرنے سے اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ مولانا جامیؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محبوب کا عشق اسقدر دامن گیر ہے کہ اب یہ بیماری موت پر ہی ختم ہوگی۔ مریض عشق پر رحمت خدا کی ☆ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی (غالبؔ)۔ عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نہ رود ☆ ہر کہ بر چہرہ ازین داغ نشانی دارد (سعدیؒ)۔ درد یست درد عشق کہ اندر علاج او ☆ ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود (حافظؒ)۔ ہر درد را علاج بود غیر درد عشق ☆ این درد بی دوا است بہ درمان نمی رسد (دہقان اصفہانی)۔ بہ عالم ہر کجا درد و غمی بود ☆ بہم کردند و عشقش نام کردند (عراقی ہمدانی)۔ طبیب شہر کہ ہر درد را دوائی گفت ☆ بدرد عشق نداند کسی چہ درمان گفت (وصال شیرازی)۔

۳۔ فرماتے ہیں آپ کو مجھ جیسے بہت عاشق ملیں گے لیکن مجھے سارے عالم میں آپ جیسا معشوق کہاں ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ حسن و جمال میں اور کمال حسن شمائل اور صفات کمالِ انسانی میں ایسے بے نظیر، لا ثانی اور نادر الوجود ھستی ہیں کہ ہر شخص آپ کو جی جان سے چاہنے لگتا ہے اور جہاں بھی نظر دوڑائیے ہر طرف عاشقوں کی قطاریں آپ کے کمال جمال کے دیدار کی ہوس میں منتظر ہیں۔ آپ اپنی شان استغنا سے ان کو ٹھکرا بھی دیتے ہیں لیکن مجھے ٹھکرا کر میری بساط کیا! میں کہاں جاؤں۔ مجھے آپ کے بغیر دنیا و عقبیٰ میں مقصد و مراد اور ہے کیا! نہ مجھے آپ جیسا محبوب ملے گا اور نہ کوئی اور برتر مراد۔ دنیا اور دنیا سے ماوراء عقبیٰ میں آپ جیسا محبوب کہاں۔ دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی ☆ دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی (غالبؔ)۔ جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے ☆ روز بازار جان سپاری ہے ☆ پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں ☆ پھر وہی زندگی ھماری ہے (غالبؔ) عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی ☆ میریٔ وحشت تیری شہرت ہی سہی ☆ قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے ☆ کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی ☆ میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی ☆ اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی (غالبؔ)۔ آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے ☆ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے (غالبؔ)۔ ناکامی نگاہ ہے برق نظارہ سوز ☆ تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی (غالبؔ)۔

۴۔رخ تابیدن = منہ پھیرنا۔رقیب = دشمن۔وہ دو شخص جو ایک معشوق پر عاشق ہوں ان میں سے ہر ایک آپس کے رقیب کہلاتے ہیں اسلئے کہ ہر ایک دوسرے سے معشوق کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے۔دربان۔ پاسبان۔ نگہبان۔اللہ تعالیٰ کا ایک وصفی نام (یا رَقیبُ)۔فرماتے ہیں میرے محبوب! اگر میں آپ کے کوچے میں ہر طرف رقیبوں کو ہاتھ میں تلوار لئے بھی دیکھوں جب بھی میں آپ کے کوچے سے منہ پھیر کر لوٹ نہیں سکتا۔میری جان بھی جائے گی تو آپ ہی کے کوچے میں اور آپ ہی کے عشق و محبت میں جائے گی۔شعر میں کمالِ وفا شعاری اور اپنے ثبات عشق کا بیان ہے ؎ ماھما نیم کہ بودیم بمیدان محبت ☆ سر بازیم وخود از سر نگذاریم وفارا (خسروی قاجار) ☆ دل درغم عشق تو فدا کردم وجان نیز ☆ ثابت قدمی در رہ عشق تو چو ما نیست (صفائی نراقی)۔گر جان رود برون نرود مہرت از دلم ☆ از جان خویش دوست ترای دوست دارمت (فتح علی شاہ)۔نبرم از تو ببری اگر سرم کہ مرا ☆ بہ تار ہر سر مویت ہزار پیونداست (آگاہ قاجار)۔گر بآتش بریم صد رہ وبیرون آری ☆ زرِ نابم کہ ھمان باشم اگر بگدازم (سعدیؒ)۔

۵۔نو بہار = نئی بہار۔موسم بہار آغاز۔وہ شے جس پر نئی بہار ہو۔بلخ کے ایک مشہور آتشکدہ کا نام تھا۔بہار کا موسم۔درخت کے تازہ پھول اور شگوفے۔خوش الحان = خوش آواز۔سریلی آواز والا۔خوش صدا۔عندلیب = ہزار داستان۔بلبل۔فرماتے ہیں میرے محبوب آپ تازہ پھولوں اور شگوفوں سے بھی تازہ تر، فصل بہار کے آغاز سے بھی رعنا تر اور سدا بہار تر ہیں۔ایسی شگفتگی و رنگینی اور حسن بہار اور بہار حسن کیلئے میرے بغیر اور کوئی دردمند عاشق اور بلبل ہزار داستان نہیں ہوسکتا جو اس حسن لازوال کے حق میں گیت گا سکے اور خوش الحانی کے ساتھ آپ کی تعریف کر سکے۔مولانا جامیؒ نے نعت گوئی میں اپنی تعریف کی ہے اس شعر میں۔اور ایسا کرنا بھی معشوق کے عشق میں بے قراری کا ایک وسیلۂ اظہار ہے اور شدت محبت کے بیان کا ایک ذریعہ ؎ کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں ☆ آج غالب غزل سرا نہ ہوا (غالب)۔شعر حافظ ھمہ بیت الغزل معرفت است ☆ آفرین بر نفس دلکش ولطف سخنش (حافظؒ)۔زچنگ زہرہ شنیدم کہ صبحدم می گفت ☆ غلام حافظ خوش لہجہ، خوش آوازم (حافظؒ)۔خوش چمنی است عارضت خاصہ کہ در بہار حسن ☆ حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرای تو (حافظؒ)۔

غزل۔۸۸

عارض است این یا قمر یا لالۂ حمرا است این..........

یہ چہرہ ہے یا چاند یا یہ لالۂ حمرا ہے ۔ یا آفتاب کی کرن یا دلوں کا آئینہ ہے یہ
یہ قد ہے یا حرف الف یا سرو یا مقصد برآری کا درخت ۔ یا مگر باغہای بہشت کو آراستہ کرنیوالا گلدستہ
آپکی زلف زنجیر ہے یا خمدار حلقہ یا خوشبوی ختن ۔ تازہ سنبل ہے یا یاسمن ہے یا عنبر خالص ہے یہ
آپکی آنکھیں جادو ہیں یا غزال ہیں یا لوگوں کی صیّاد ۔ یا دو سیاہ بادام ہیں یا نرگس شہلاء ہیں یہ
یا اللہ یہ طاق (ابرو) ہیں یا محراب یا آسمان کی رنگین کمان ۔ یا ہلالِ عید ہے یا ہمارے چاند کے ابرو ہیں
آپکی گلی کعبہ ہے یا (جنت) فردوس ہے یا بالاترین طبقۂ بہشت ۔ یا باغ ارم ہے یا جنت الماویٰ ہے یہ
یہ ہیروں کی ڈبیا ہے یا آب حیات کے چشمے کا منبع ۔ یا دہان ہے یا میم ہے یا پوشیدہ نونِ مبین ہے
یا اللہ ! یہ آفتاب درخشان ہے یا بدرِ کامل ۔ یا فرشتہ ہے یا پری ہے یا یہ بے پردا محبوب بیباک ہے
بے خانماں بلبل ہے یا شیرین زبان طوطی ہے ۔ جنت کے باغوں کا قمری ہے یا عاشق شیدا جامی ہے

غزل۔۸۹

یا رسول ہاشمیؐ قربان نامت جان من..........

اے رسولِ ہاشمیؐ ! قربان ہو میری جان آپکے نام پر ۔ میری رُوح اے میرے محبوب! میرے تمام اولادوں کے ہمراہ!
آپکے نام پاک کی شعاعوں (کی برکت) سے اے رسول خداؐ! منور ہیں ۔ میری آنکھیں' میرا سینہ' میرا دل اور میری روح رواں
حضرت یعقوبؑ کا کہنا ہے کہ فدا ہو آپ پر اے رسول خداؐ ۔ میری آنکھیں' میرا یوسفؑ ' میرا مصر اور میرا کنعان
ایک کم اطاعت بندہ و غلام ہوں اپنی عنایت سے مجھے آزاد کردیں ۔ اے میرے خواجہ! اے میرے سردار! اے میرے بادشاہ! اے میرے سلطان!
اے رسولِ خداؐ! آپکے عشق کی راہ طے کرنیوالوں کی گرد و خاک ہی ۔ میرا سرمہ ہے' میری آنکھیں ہیں اور میری دیدگان بینا ہیں
اے رسول بطحاؐ! آپ کے روضۂ اقدس کا باب السلام ۔ میرا قبلہ ہے' میرا کعبہ ہے' میرا دین اور میرا ایمان
آپ کا قیامت کے دن کا سجدۂ پاک اے رسولِ خدا ۔ میرے لئے راحت ہے' رحمت ہے' بادل ہے اور شفقت کا مینہ!

ان دو شیریں لعل مانند سرخ ہونٹوں سے بس ایک کلام عطا فرمائیں جو میری قوت ہیں' میری غذا ہیں' میرے یاقوت ہیں اور میرے جان ہیں

جامیؔ مسکین کو امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے میرے آنسو' میرے نالے' میری آہیں اور میری فریاد!

غزل۔۹۰

تو جانِ پاکی سر بہ سرنی آب وخاک ای نازنین!............

آپ سراپا ایک پاک روح ہیں' آب و خاک سے نہیں ہیں آپ اے معشوقِ نازنین!

خدا کی قسم بلکہ رُوح سے بھی زیادہ پاک ہیں آپ' قربان ہو میری روح آپ پر' اے معشوقِ نازنین!

پاک عاشقوں نے آپ کا چہرہ دیکھے بغیر ہی آپ کی خوشبو پا کر اپنی جان نچھاور کر دی

یہ دیکھئے آپ کے کوچے کے گرد کس طرح سینکڑوں جانیں منڈلا رہی ہیں' اے معشوقِ نازنین

آپ چمن میں پھولوں کی سیر کو نکلے۔ گلاب کے پھول نے آپکے جسم کی نزاکت کو جو دیکھا

تو اس کے شوق میں اپنا لباس پھاڑ ڈالا ' اے معشوقِ نازنین

مجھے غم کی بیماری لگ گئی ہے مجھ بیمار غم کی مدد فرمائیں

اگر آپ غمخواری کریں گے تو پھر غم کا کیا غم(ڈر) ' اے معشوقِ نازنین!

اگرچہ گلِ لالہ کی طرح میرا جسم خون میں ڈوب چکا ہے' میں کیوں غم کھاؤں

یہی کافی ہے کہ میں دل میں آپ کا داغ لئے خاک میں جا رہا ہوں' اے معشوقِ نازنین!

باوجوداسکے کہ میرا درد خاصا سخت ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں آپ تک میری فریاد وفغان نہ پہنچے

کیونکہ مجھے ڈر ہے کہیں آپ میرے لئے فکرمند نہ ہو جائیں' اے معشوقِ نازنین!

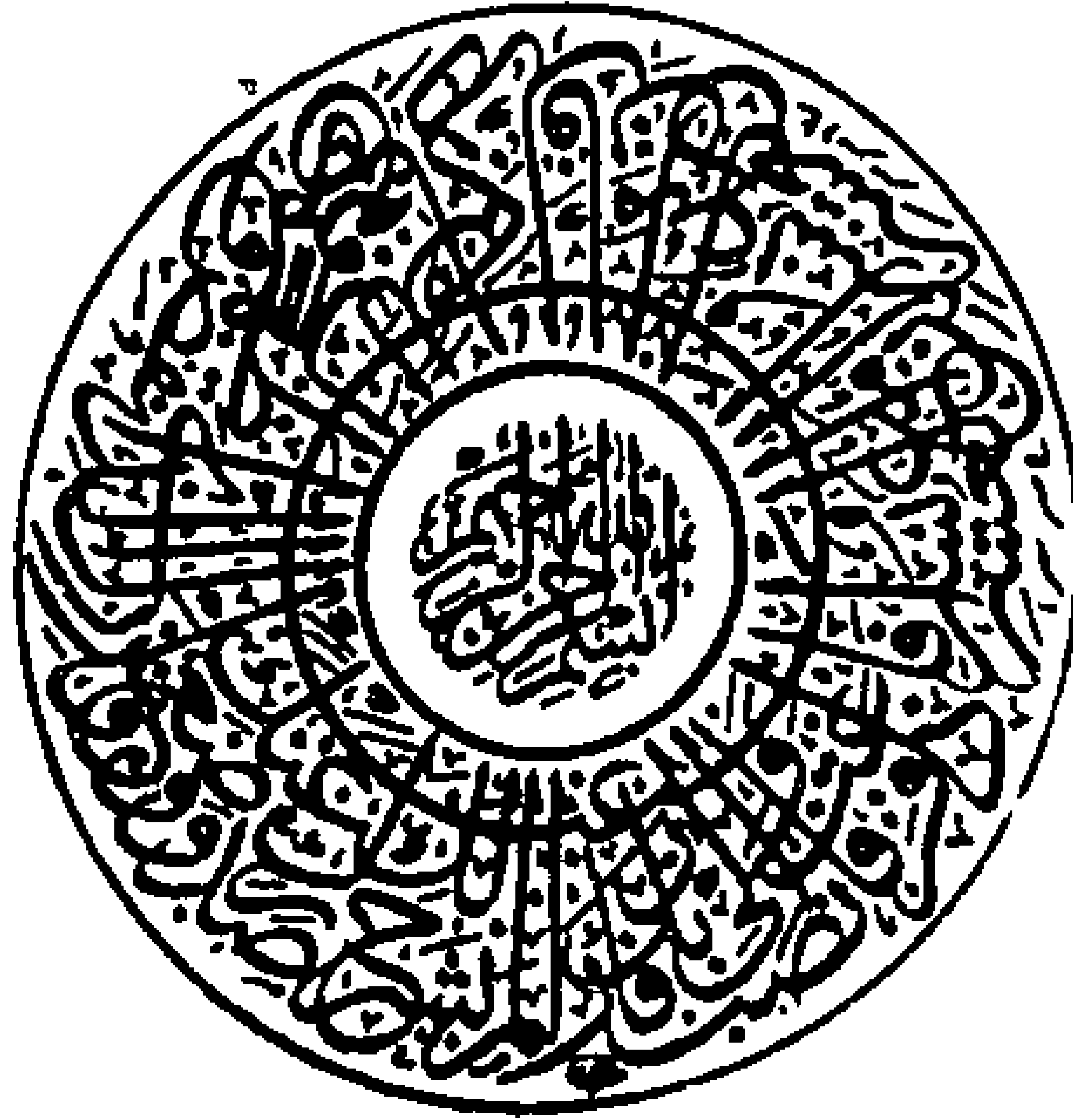
جامیؔ ' جس کا آپ کے ساتھ لگاؤ ہے' ہرگز آپ سے رُوگردان نہیں ہوگا

اگر آپ خود اس کے سر کو ہلاکت کی تلوار سے کاٹ کر رکھ دیں گے' اے معشوقِ نازنین!



(ب) تعلیقات

فہرست مطالب تعلیقات



قرآنی الفاظ وآیات اور عربی فردیات واشعار(۱)

(الف)

(۱) ترجمہ وتوضیح کے حصہ میں ان عربی فردیات واشعار اور قرآنی الفاظ وآیات کریمہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اس لئے یہاں تکرار سے احتراز کیا گیا ہے۔

اَحِنُّ شَوقًا اِلٰی دِیَار لقَیتُ فیہا جَمالِ سلمیٰ

اِصبَحْتُ زایراً لَكِ یاشَحْنَۃَ النَّجَف

الَایالَیتُ شِعری اینَ اَلقاك

اِنَّہُ رقیتَی وَ تَریاقی

ادخُلوہا بسَلامٍ آمِنین

اَلَمْ نَشرَح لَكَ

اِنّما الفَوزَ وَ الفَلاحُ لَدیكَ

القَلبُ عَلٰی مَایكَ لیلً و نہاراً

الَا یا رُبع سلمیٰ اینَ سَلماكَ

اَرانی فیہِ وَجُہ اللّٰہِ چہرہ

اَغیثُونی اَخِلّائی اَعینُونی اَحِبّائ

اَوْ اَدنٰی

اَلَسْتُ بَرِبّکُم

اِرَم ذَاتُ العِمَاد

اللہ اَبقاك

(ب)

بُکت عیُونی علٰی شیُونی فساءَ حالی وَ لَا اُبالی

بَدا برقِ بطحاءِ وَالدّ مع ساکِب

بثّی حُزنی اَشکُوا اِلَی اللّٰه

بَرزخٌ لَا یَبْغَیان

(ت)

تِلكَ الرُسُل فضَّلنَا

تُولجُ اللَّیل ......

تُبْ اِلٰی مولٰی جَمیلِ العَفُو غَفّارَ الذُّنوب

(ث)

ثُمّ دَنٰی

(ح)

حیَث اَجری الدّموعُ آماقی

حیَث لَا اینَ

(خ)

خُلِقْتَ مِنْ لَدیهِ

خضر خام حَوله ظُلمٰت

(ر)

رَوَّحَ اللّٰهُ رُوحَه وَ افَاضَ عَلی العالَم فتُوحُه

رفیعُ المعارِج سنِّی الْمراتِب

(ز)

زُلفٌ مِنَ اللّیالِی

(س)

سوی قلبُ المُتیم لَیس مأواک

سُبحانَ الذّی اَسریٰ بعبدِہ لیلًا مِنَ الْمسجد الحرامِ اِلَی الْمسجَد الاَقصی

سَلامٌ مِنَ اللّٰہِ مَولَی الْعَوارِف

سَلامٌ مِنَ اللّٰہِ مُعْطِی المواہب

(ش)

شَوقاً اِلَیہِ

(ص)

صبحٌ اِذا تنفُس ' لیلٌ اِذاغَسَق

صوّرکَ اللّٰہُ علی صُورتہِ

صَلِّ الٰہی عَلَی النَّبیِ وَآلِہ

(ض)

ضَاعَفَ اللّٰه بِهِ کُلُّ زمَانِ عَطشیٰ

(ط)

طَرفَ مِّنَ النَّهار

طَالَ شَوقي اِليكَ يا مَولای

طوبیٰ لِمَن يَمُوتُ وَفي قَلْبِهِ هَواكَ

(ع)

عُروةُ الُوثقیٰ

عَلْم الُقُرآن

عَلٰی رَوضته حلّ فیها حَبیب

(ف)

فَاتَ مِنّا

فی رَوضَبته مُخلُدةِ اَرضُهاَ السَّماء

فَانِ سَجَدُ نَا اِليكَ نَسُجدُ وَ اِنُ سَعَيُنَا اِليكَ نَسُعَیٰ

فَاضَ اقداحُہم کَا حُداقی

فِی عَینِ البُکاءِ وفِی جسمِی التَّخُولِ

فَلَئِن سَعافَبِهِ سَعا ولَئِن مَشافَبِهِ مَشا

فَہجِر تنی وَ جَعَلتنی مُتحیّراً متوحَشا

فی الهجر مَضٰی عُمری وَالشّوق کما کَانا

فَهُوَ مِمَّن كِتم الْعشِق فمَات

فِداكَ اُميّ يا غايةُ المُنٰى واَلبى

فَتُحًا مُبينًا

فَمِنْ هٰذا لَقينَا مالقَينا

(ق)

قَدْ اِجَابَ دَعْوَةِ الْحَقِّ وَاَتٰى بِقَلْبٍ سليمٍ

قِس علٰى ماسمِعةُ الْبَاقى

قَد اُشرقَتِ الدُنيا مِن كاسَ جِميانًا

قُرّت بنُورِ وَ جِهكَ عَيناى فِى الصّلوات

قبلتى وَ جُهكَ في كلِّ صِفَاتٍ

قَابَ قوسَين

قدمت كم تحَرعينى هٰذهِ القصِصَ

قَدْاَ عُلَى اللّٰه على صُورتِه

(ک)

كُلّ مَنْ علَيها فانٍ وَيَبقّىٰ وَجُهُ ربّكَ ذُوالْجلالِ وَاْلاِ كرام

كَلّمينى يَا حُميرَا

كيَفَ مَااتّـفَـق

كؤسُ راحَ دارَت خُذيَد اِلسّاقى و قبُلَها

كُنتُ كَنزاً

(ل)

لَعلَ اللّٰهُ يَجْمَعنی و اِیّاکَ

لعُمری لاَیطیبُ الْعَیش لَولاك

لاَ طبیبٌ لَہا وَلَا رَاقی

لَیْسَ کلاَمی یفٰی بِنَعْتِ کمالہِ

لَسْت اُبدیٰ سِویَ الصّلٰوۃ الیہِ

لاَبقائی بعدُہ یجلُوا وَلَا عَیْشِی یُطِیب

لاَیُرِیدُ الوقوفُ باالْعرفات

لَومَات عبدٌ فِی حُبِّ مولاَہ

لِی حَبیبٌ عربیٌ مَدَنیٌ قُرَشي

لاحَ بَرقٍ یُہَیّج اَلاَشواق

لَیْسَ تلکَ الرّمُوزفی الّاوراَق

لَیْسَ في ربقَة الْخلُوص سَوای

لَیس یَدرِی سِرّ قَلْبی غیرِ علاَّمُ الغُیوب

(م)

مَرِضْتُ شوقًا و متُ ہجراً فکَیف اَشکوُا اِلیکَ شَکوی

مَا اَعظَم شاَ نُکَ

مَا اکرَم وَجُہکَ

مَا اَوْحی

مَازاغَ الْبَصَر

مِنَ الْغَداةِ اِلَی الْعِشا

مَا اَرْفَعَهٗ قدرا ما اَعْظَمُه شانًا

مَنْ هَوی لیلیٰ فَاِنّی لَا اتُوب

مَاهُو

(ن)

نَفحاتُ وَصْلِکَ اَوْقَدت جَمَراتِ شوقِکَ فِی الْحشَا

(و)

وَالضُحٰی

وَ ایَّایَ فَارْهَبُون

وَقلِبی کانَ قبلَ الْعیَن یَہْواک

وَاللّیَلِ اذایغشٰی

وَاللّٰہِ لَیْسَ حُبّکِ عَنْ مہجتی نزُول

وَضّمنہا صَفاءَ الْوِدِّ فَاخْتَمُہا وَاَرْسَلُہا

وَدْعت وَ اَودَعْت فِی قَلبی اَشجَانا

وَاللّٰہ لَسْت اُنظر طوعًا اِلٰی سَواک

وَ جُہکَ شَمسُ الضُحیٰ نَحْنُ لَهٗ عابِدُون

وَجہُه فِی نظری کُلَّ غداةِ وَعشی

وَمَا رَمیتَ......

وَمِنَ القَلبِ لَا یزُولُ هَواکَ

وَقُلْ هٰذَا الجنُون الْعَاشِقینا

(ھ)

هُوَ الْبَاقی

هِلالَ الکاسِ کم تَکْمِل بشَمسِ الرّاح کمّلها

(ی)

یَا اَیَّتُھاَ النَّفْسِ الْمُطْمِئنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ راضِیَةً مَرْضِیّه

یُحْیِی الْمَوتٰی

یا مَنْ بَدا جَمالِكَ فِي کُلّ مَا بَدا

یَنْفِخُ ......

یا صاحِبُ الغَزیَمةِ اِیّاكَ وَاَلرّخَص

یُحْیِی الْعِظَامَ وَ رَمِیم

یَامُفِیَضَ الُوجُود صَلِّ عَلیهِ

اصحاب رسولؐ (خلفاء راشدینؓ)

(۱) **حضرت ابو بکرؓ**..........آپ کا اصل نام عبدالکعبہ تھا۔ مسلمان ہو جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے آپؓ کا نام عبداللہ رکھا۔ صدّیق لقب اور ابوبکر کنیت تھی۔ چونکہ آپؓ صادق القول تھے اور صدق وسچائی آپؓ کا شعار تھا اسلیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدّیق کا لقب عطا فرمایا۔ بکر بلا تامّل کوئی حق بات قبول کرنے کو کہتے ہیں۔ رسول کریمؐ نے جب آپؓ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو آپؓ نے بغیر کسی تامّل کے اس دین الٰہی کو قبول کیا اور ابوبکرؓ کہلائے۔ آپؓ کے والد کا نام عثمان تھا لیکن وہ ابو قحافہ کی کنیت سے ہی مشہور تھے۔ والدہ کا نام سلمٰی تھا اور وہ بھی امّ الخیر کی کنیت سے معروف تھیں۔ یہ دونوں قریش کی ایک شاخ بنی تیم سے تھے اور قریش میں مرّہ پر آ کر حضرت ابوبکرؓ کا شجرہ رسول اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سال ۵۷۳ عیسوی میں دنیا میں تشریف لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ عمدہ ذہن والے تھے۔ شعر گوئی سے بھی دلچسپی رہی تھی اور لوگوں کے خاندانوں اور عرب کے قبائل کے علم (علم الانساب) میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ خواب کی تعبیر بتانے میں کم نظیر تھے۔ بچپن سے ہی برائیوں سے دور رہتے تھے۔ بڑے نرم دل اور نرم مزاج اور رقیق القلب تھے۔

رسول برحق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسلام کو جن لوگوں کے سامنے بھی پیش کیا ان کے اندر کچھ نہ کچھ جھجک محسوس کی سوائے ابوبکرؓ کے کہ ان میں دین اسلام کو قبول کرتے وقت میں نے مطلق نہ کوئی جھجک پائی اور نہ کوئی تردّد۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے معاون کی حیثیت سے تبلیغ دین کا کام بھی کیا۔ مزاج شناس تھے اسلیئے مکّہ کے چند بڑے اور مشہور آدمیوں کو مسلمان بنا دیا جن میں حضرت ابوسلمہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت زبیر، حضرت خالد بن سعید، حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپؓ نے مجبور و بے سہارا غلاموں اور لونڈیوں کو

خرید کران کے مالکوں سے آزاد کرا دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے فرزند حضرت عامرؓ کے بقول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تجارت کے ذریعے کمایا ہوا مال چالیس ہزار روپیہ تھا۔ یہ ساری رقم آپؓ نے غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر دی۔

تیرہ برس تک جو مصیبتیں اور عداوت و مخالفت رسول خدا ﷺ کو سہنا پڑیں، بیکسی، بے بسی اور بالا ترین غم والم کے اس سارے عرصے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انؐ کے یار، رفیق، مددگار، دوست اور دست و بازو بنے رہے۔ چونکہ صدیق اکبرؓ تمام قبیلوں سے آشنا تھے اسلیئے رسول اللہ ﷺ آپؓ کو تبلیغی کاموں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اللہ کے مجاہد سپاہی اور خادم و دوست و مصاحب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کیا جو ان پر عائد تھیں۔ اس وفا شعاری کو دیکھ کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کی دوستی کو کافی نہیں سمجھا اور آپؐ نے انؓ کو اپنے خاندان کا فرد بنانا چاہا۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ کی چھوٹی صاحبزادی عائشہؓ جو علمی استعداد، صلاحیت اور فہم و ادراک کی حامل تھیں، کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا عقد ہوا۔ رسول اللہؐ کے دل مبارک میں یہ خیال ہوا کہ یہ لڑکی بڑی ہو کر دین کی باتیں سیکھے گی اور اسکے ذریعے سے آدھی شریعت (یعنی عورتوں سے مربوط احکام دین) اُمت میں پھیل جائے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بچپن سے ہی ان کے علم استعداد و صلاحیت سے متاثر ہو کر رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ام المومنینؓ بنا دیا اور ہمارے سچے رسول ﷺ کا یہ خیال درست اور صحیح ثابت ہوا۔ صدیقہ کبریٰ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس صحابہ یکبار دینی معاملات میں مشورہ کیلیئے حاضر ہوتے تھے اور آپؓ نے مشکل شرعی و فقہی مسائل میں فتویٰ بھی دیئے۔

علماء اسلام کا کہنا ہے کہ امت کو چوتھائی حصہ شریعت کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو آپؐ فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر گئے اور یہ حکم سنا کر صرف انؓ ہی کو اپنے ساتھ لے جانے کا ذکر فرمایا۔ گویا ابوبکرؓ کی رفاقت اس سفر اور ہجرت میں اللہ کے رسولؐ کے ایک قریب ساتھی کی حیثیت سے خود اللہ نے مقرر کی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رسول برحقؐ تین رات تک کافروں سے غار ثور میں چھپے رہے اور جب کافروں کو تسلی ہوگئی کہ رسول اکرم ﷺ مکہ سے نکل چکے ہیں

تب آپؐ اپنے یارِ غار کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورہ توبہ (آیت ۴۰) میں "وَثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِى الْغَار" میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف ہی صریح اشارہ کیا ہے۔

مدینہ منورہ میں اسلام کی تعمیر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے شفیق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر کام میں ہمراہ تھے۔ مہاجرین کی مدد کرنے اور ان کے دکھ درد بارگاہ رسالتؐ میں گذار کران کا مداوا کرنے نیز ضعیف و کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کا ہاتھ بٹانے میں آپ پیش پیش رہے۔ موجودہ مسجد نبویؐ کے لئے زمین کا جو رقبہ خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب اور پسند فرمایا اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زمین کے مالک دو یتیم بچوں کو اپنی جیب سے ادا کی۔ آج رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ خضرا اور مسجد نبویؐ جس رقبۂ زمین پر قائم ودائم ہے اسے انؐ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی خریدا تھا۔

جنگ بدر (۲ھ) میں جب آپؓ نے دیکھا کہ کافروں کی طرف سے آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن (جو اس وقت مسلمان نہیں تھے) مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا ہے تو آپؓ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اپنی جگہ پر رکھا اور خود غصے سے بپھرتے ہوئے اپنے بیٹے کی طرف حملہ کرنے کیلئے دوڑے۔ اس پر وار کرنا ہی چاہتے تھے کہ بیٹا خوف زدہ ہو کر یہ کہہ کر بھاگ نکلا کہ!" ابا حضور! آپ کا دل پتھر ہو گیا ہے"۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چلاّتے ہوئے جواب دیا "ہاں! وہ کافروں کیلئے سخت ترین ہے"۔

جنگ اُحد میں جب رسول اکرم ﷺ کے صریح حکم کے خلاف پچاس مجاہد تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنا شروع کیا تو ان ہی تیر اندازوں کی چھوڑی ہوئی جگہ کے راستے سے کافروں نے لوٹ کر حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی اور خود رسول اکرم ﷺ کی طرف بھی کافروں نے تیر پھینکے۔ اس موقع پر بالآخر جان نثار مجاہدین اسلام نے کافروں کا زور توڑ دیا لیکن حضرت رسول محتشم کا رخسار مبارک قدرے مجروح ہوا اور دو دندان مبارک کو بھی صدمہ پہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سپر کی طرح اپنے سردار دو جہاں ﷺ کے ساتھ رہے۔ انہیں پہاڑی پر لے گئے۔ چونکہ رسول مکرم و معظم ﷺ نے بھاری زرہ پہن لی تھی اسلئے پہاڑی پر چڑھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ صدیق اکبرؓ نے سہارا دے کر انہیںؐ اپنی پیٹھ پر بٹھا کر چوٹی تک پہنچا دیا۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ، جس کی رو سے مسلمانوں کو ہجرت کے بعد پہلی بار عمرہ ادا کرنے سے کافروں نے روک کر

اپنے شرائط سامنے رکھے' مسلمانوں کیلئے اندر ہی اندر نا قابل قبول تھا۔ یہ شرطیں رسول کریمؐ نے قبول فرمائی تھیں اور مسلمانوں کا ذہن اس معاہدہ کے باطن میں مستور اس بہتری اور بھلائی کی طرف سے غافل تھا جو انہیں آنے والے ایام میں حاصل ہونے والی تھی۔ عام مسلمانوں کے خیال میں یہ معاہدہ گویا کافروں سے مرعوب ہوکر کیا گیا تھا چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے کم نظیر سیاسی دانشور صحابہ اکبر بھی خفیف وہم میں مبتلا رہے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی تعلیم اور صحبت اقدس میں صدیق اکبرؓ کا پلا ہوا ذہن بھی وہی کچھ دیکھ رہا تھا جو نبی اکرمؐ کو مسلمانوں کے حق میں کامرانیوں اور کامیابیوں کی شکل میں نظر آ چکا تھا۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا: ''محمد ﷺ اللہ کے سچے رسولؐ اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اللہ اپنے برگزیدہ رسولؐ کو کامرانی اور عزت عطا کرے گا'' گویا جو رسول برحقؐ نے فرمایا وہی صدیق اکبرؓ نے کہا۔

فتح مکہ کیلئے جب سرور عالم ﷺ ۱۰ر رمضان ۸ ھ (اول جنوری ۶۳۰ء) کو دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے تو اس لشکر کی تیاری کی ذمہ داری نبی اکرمؐ نے صدیق اکبرؓ کو سونپی اور انہوں نے علیحدہ علیحدہ قبائل کو آگے پیچھے انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ ترتیب دیا۔ سب سے آگے غِفاری قبیلہ تھا جس کے علمبردار حضرت ابو ذر غِفاریؓ تھے۔ اس کے بعد جہینہ قبیلہ تھا جس کے علمبردار حضرت سعد بن ندیمؓ تھے۔ اس کے بعد وہ فوج تھی جو زرہ پوش نہیں تھی اور اسکے علمبردار حضرت ابوعبیدہؓ تھے۔ اس کے بعد انصار کی لشکر تھی جس کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہؓ تھے۔ حضرت خالد ابن ولیدؓ کے ہاتھ میں سوار فوجوں کا علم تھا۔ اور مہاجر صحابہ سب سے پیچھے تھے اور ان میں رحمۃ للعالمینؐ بھی شامل تھے۔ مہاجر فوج کے علمبردار حضرت زبیرؓ تھے۔

غزوۂ حُنین میں جب دشمنوں نے چھپ کر حملہ کیا اور لوگ اِدھر اُدھر بکھرنے لگے تو ان گیارہ اصحاب میں صدیق اکبر بھی تھے جنہوں نے چٹان کی طرح اپنی جگہوں پر ڈٹ کر رسول اللہؐ کا ساتھ دیا اور جب مجاہدین منتشر ہو رہے تھے تو صدیق اکبرؓ اس وقت دشمن اور کافر بنو مالک قبیلے کے سردار اور علمبردار ذوالخمار کو قتل کر رہے تھے۔

صدیق اکبرؓ نے اس وقت کمال ایثار دکھایا جب رسول خداؐ نے مسلمانوں سے جب بادشاہ ہرقل کے حکم سے اسکے ماتحت غسانی حاکم نے سرحدوں پر بڑی تعداد میں فوج جمع کی' ان سے مقابلہ کرنے کی خاطر مالی معاونت کیلئے کہا۔ فاروق اعظمؓ نے اپنی کمائی کا نصف حصہ دربار رسالتؐ میں لاکر رکھ دیا۔ صدیق اکبرؓ نے گھر کی ہر ہر چیز'

نئی اور پرانی' رسول اللہؐ کے سامنے لاکر رکھ دی۔ یہ سارا سامان دیکھ کر نبی اکرمؐ نے پوچھا: ''ابوبکر! گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا؟'' صدیق اکبرؓ نے فوراً عرض کیا: ''خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ھ کے حج اکبر کی امارت حضرت صدیق اکبرؓ کو ہی سونپی اور انہوںؓ نے مسلمانوں سے یہ حج اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے کروایا جس سے اس مقصد کی تشہیر تھی کہ طاغوتی اور جاہلیت کا دور ختم ہوا اور اب دین خداوندی اور اس کے سچے رسول کی وساطت سے لائی گئی پاک شریعت کا زمانہ شروع ہوا۔

حجۃ الوداع کے سفر سے لوٹنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے۔ علالت کے دنوں میں آپؐ نے لوگوں کے بھرے مجمع میں اپنے سفر آخرت کی طرف بھی اپنی تقریر میں اشارہ کیا اور آخر میں فرمایا:

''............جس شخص کی رفاقت' دولت' محبت اور احسان کو میں ماننے والا ہوں وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اپنی امت میں سے میں اگر کسی ایک شخص کو اپنا دوست بناتا تو وہ ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن میری اور انکی دوستی کیلئے اسلام کا رشتہ کافی ہے۔ مسجد نبویؐ میں جن اصحاب کے گھروں کی کھڑکیاں کھلتی ہیں ان کو بند کر دیا جائے لیکن صرف ابو بکرؓ کی کھڑکی کھلی رہنے دی جائے گی ....''

رسول رحمت ﷺ کا نفس مبارک مطمئنہ جب ذات ذوالجلال والاکرام سے واصل ہوا تو مسلمانوں کی حالت غیر ہو گئی۔ وہ بے قابو ہو گئے اور غم واندوہ سے نڈھال۔ فاروق اعظمؓ تو بپھر گئے اور فرمایا: ''اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ ہمارے خواجہ کونینؐ وفات پا گئے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا''۔ حضرت ابو بکر صدیق نے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''............جو لوگ محمد ﷺ کی پرستش کرتے ہوں انہیں جان لینا چاہئے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے۔ جو لوگ اللہ کی پرستش کرتے ہوں انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ خدا زندہ و پائندہ ہے اور اسے موت نہیں۔ محمدؐ کے خدا نے خود محمد رسول اللہؐ سے فرمایا ہے کہ تم وفات پاؤ گے جیسے سب لوگ وفات پائیں گے۔ محمد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے رسول اور بھی گذر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ مر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو جو اسلام کو چھوڑ کر کفر میں واپس چلا جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کریگا۔ البتہ جو لوگ

اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن کر رہیں گے، اللہ انہیں اس کی جزا دے گا''۔

آپ کی یہ تقریر سن کر صحابہؓ کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ فاروق اعظمؓ کھڑے تھے۔ دھڑام سے زمین پر گر پڑے۔ صحابہؓ کی متفقہ رائے سے جب صدیق اکبرؓ کا امیر المؤمنین کی حیثیت سے انتخاب ہوا اور مسجد نبویؐ میں عام بیعت ہوئی تو آپؓ نے وہ تقریر کی جو دینوی امارت وحکومت کے دستور میں قیامت تک بے مثال تقریر مانی جاتی ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

''..........مسلمانو! آپ نے مجھے اپنے اوپر حاکم مقرر کیا حالانکہ میں آپ سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر مجھ سے اچھے کام ہوئے تو میری مدد کرنا اور اگر سیدھے راستے سے میں برائی کی طرف بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ سچائی میرے نزدیک امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔

مسلمانو! تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں۔ ظاہر میں جو آدمی طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں کمزور آدمی کا حق اس سے لے لوں۔

جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے اللہ اسے ذلیل کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اور بدکار قوم کو بھی مصیبتوں میں غرق کر دیتا ہے۔ میں خدا اور اسکے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستوں اور احکام وفرامین پر چلوں تو میری اطاعت کرنا۔ اگر میں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کو چھوڑ دوں تو آپ میرے حکم سے بری الذمہ ہوں گے..........''

خلافت سنبھالتے ہی آپ نے تمام مسائل کو جو بیک وقت دشمنان اسلام نے عمداً وقصداً پیدا کئے انتہائی خوش اسلوبی سے حل کر دیا جس کے نتیجے میں اسلام کا چہرہ اور زیادہ درخشاں ہو گیا۔ آپؓ نے رسول کریمؐ کے اس ارادے کی تکمیل کی جس کے تحت حضرت اسامہؓ کو روم کی سرحد پر واقع موتہ نامی جگہ پر مع لشکر کے بھیجنا مقصود تھا۔ حضرت اسامہؓ ایسے فتحیاب ہو کر لوٹے کہ ان کی اور مسلمان افواج کی دھاک عیسائیوں کے دلوں پر بیٹھ گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ پیغمبر اسلام کی وفات سے اسلام کمزور نہیں ہوا ہے۔

ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین کے فساد کا بھی قلع قمع کر دیا۔ یہ نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد احکام رسولؐ سے انکاری

ہو گئے اور بالخصوص زکوٰۃ نہ دینے کا تو انہوں نے اعلان ہی کر دیا۔لیکن ابو بکرؓ نے مرتدین کے خلاف اعلان جنگ کیا اور فرمایا: ''دین کامل ہو چکا ہے۔ میرے جیتے جی اس میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ خدا کی قسم اگر زکوٰۃ میں دیئے جانے والے جانور کو کوئی قبیلہ روکے گا یا اس رسی کے ٹکڑے کو بچالے گا جس سے اسے باندھا جاتا تھا تو میں ضرور اس قبیلے سے جہاد کروں گا''۔ جب صدیق اکبرؓ نے سپہ سالاروں کو مرتدین کی سرکوبی کیلئے بھیجا تو وہ سب مرتدین کو پھر سے دین اسلام کے حلقہ بگوش بنا کر مدینہ میں لوٹ آئے۔

صدیق اکبرؓ نے جھوٹے نبیوں کا بھی قلع قمع کر دیا اور بعض اور اہم لڑائیوں میں کافروں کو شکست دی۔ اور اس طرح سے فتنہ وفساد کی ساری جڑ بیخ سے کاٹ کر سرزمین عرب کو پھر سے مطہر کر دیا۔

جب آخر عمر میں آپؓ بیمار ہو گئے تو بیماری میں روز بروز اضافہ ہوتے دیکھ کر آپؓ کو اپنے بعد کا جانشین بنانے کا خیال آیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور کئی دوسرے اصحاب کبارؓ اور باا ثر وصاحب رائے اصحاب رسولؐ سے بات چیت کرنے کے بعد آپؓ نے اہل مدینہ اور معزز ومحترم اصحاب رسولؐ کے مجمع میں اپنے حجرے کے دروازے کو کھول کر خطاب فرمایا: ''مسلمانو! کیا تم راضی ہو گے اس بات سے کہ میں ایک شخص کو تمہارے لئے اپنا جانشین بنا دوں؟ اللہ گواہ ہے کہ میں نے غور وفکر کر کے رائے قائم کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے اور میں نے اپنے کسی رشتہ دار کو مقرر نہیں کیا ہے۔ فرزند خطاب یعنی عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ ان کی سنو اور اطاعت کرو...............''

فاروق اعظمؓ کو بلا کر انہیں وصیت کی اور فرمایا:

''............اے عمرؓ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر میں نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔ پس تمہاری شخصیت میں خدا کا خوف (تقویٰ) ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی ہونا چاہئے۔ اللہ سے اپنے قلب کو جوڑ دو اور جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو جائے گا تو پھر سارے وسائل واسباب خودرو گھاس کی طرح ہر طرف اُگ آئیں گے۔

اے عمرؓ! نفس کی خصوصیت یہ ہے کہ اسکی کوئی بھی خواہش پوری کر دی جائے تو اس کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔ اسلئے نفس کو قابو میں رکھنا اہل نار سے بچنے اور اہل جنت سے مل جانے کی دعا کرتے رہو۔ میری ان نصیحتوں

پر عمل کرو گے تو گویا مجھے اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے..........''

وفات سے پہلے جو جاگیر حضرت عائشہؓ کو دی تھی خیال ہوا کہ دوسرے وارثوں کو ملال ہوگا اور ان کی حق تلفی ہوگی۔ حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اپنے دوسرے بھائی بہنوں کو بھی اس میں شریک رکھنا۔

وفات سے دو ایک دن پہلے فرمایا: مسلمانوں کے مال میں سے میرے پاس ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ میری وفات ہوتے ہی یہ امانت عمرؓ کو دی جائے۔ خلافت کا وظیفہ میری زمین بیچ کر عمرؓ کو لوٹا دیا جائے۔ میرے بدن پر اس وقت جو کپڑا ہے اسے دو اور کپڑوں کے ساتھ دھو کر جوڑ دینا۔ ان تین کپڑوں میں میرا کفن کافی ہے۔

اس کے بعد ۶۳ سال کی عمر شریف میں جمادی الاول کی ۲۱ رتاریخ سال ۱۳ ھ کو آپ کی روحِ صدّیق وصالِ خداوندی کیلئے آسمانوں کی طرف پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُون۔ اس وقت یہ کلام زبان صادق پر جاری ہوا: اَنْتَ وَلِيّ فِي الدُّنیا وَالآخرة۔تَوَفَّنِی مُسْلِماً وَ اَلحِقْنِي بِا لصَّلِحَین ۔[میرے پروردگار! دنیا اور آخرت میں بس تو ہی میرا مددگار ہے اور کارساز۔ تو اس حالت میں مجھے موت دے کہ میں تیرا فرمان بردار ہوں اور مرنے کے بعد مجھے صالح اور نیک لوگوں میں شامل رکھ]۔ آپ نے ۲ ربرس ۳ رماہ اور ۱۹ ردن تک خلافت کے فرائض انجام دیئے۔ یعنی ۲ رربیع الاوّل ۱۱ھ سے ۲۱ رجمادی الاوّل ۱۳ھ تک۔

وفات کے بعد تجہیز و تکفین ہوئی۔ جس تخت پر حضرت سیّد المرسلین خواجہ کونین جناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹا کر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اسی پر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی۔ فاروق اعظمؓ امام جنازہ تھے۔ فاروق اعظمؓ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت طلحہؓ نے رحمتہ للعالمینؐ کی قبر مبارک کے مشرقی پہلو میں کھودی گئی قبر میں اتارا یوں کہ آپ کا سر مبارک رحمتہ للعالمینؐ کے بغل میں رہا۔ رحمتہ للعالمین کا ساتھ دنیا میں بھی رہا اور عقبیٰ میں بھی۔

تحقیق و تلاش کے مآخذ

(۱) حیات حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شیخ علی الطنطاوی ترجمہ اردو پروفیسر عثمان غنی۔

مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی
(۲) ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عمر ابوالنصر ترجمہ اردو شیخ محمد احمد پانی پتی۔ ایوان کمپنی الہ آباد
(۳) سیرت اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ دہلی
(۴) معیاری اسلامی حکومت خلافت راشدہ۔ ابومحمد امام الدین رام نگری۔ مکتبہ تحفظ ملت، رام نگر۔ بنارس
(۵) سیرت حضرت ابوبکرؓ۔ کتب خانہ اشاعت الاسلام۔ چوڑیوالان۔ دہلی۔ ۶
(۶) خلفای راشدین (سوال و جواب کی روشنی میں)۔ علی اصغر چودھری۔ مکتبہ الحسنات۔ دہلی
(۷) تاریخ اسلام۔ ڈاکٹر حمید الدین۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ نئی دہلی
(۸) اصحاب رسول اوران کے کارنامے۔ نبی احمد سہا۔ تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی
(۹) بیاض قلمی درنعت ومنقبت (فارسی)۔ ملکیت شخصی کتابخانہ مؤلف پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

منقبت

امیرالمؤمنین صدیق اکبرؓ — کہ باشد مقتدی بعد از پیغمبر — باآل پاک و دہ یار مبشر
" — شہ ملک وفا صدیقؓ یعنی — بجانم بندۂ آن شاہ معنی
" — امام افضل واعلیٰ واتقا — پس از پیغمبر خیر الورا یا
" — بہ رغم رافضی گویم دمادم — بذکر نام اوخوشحال وشادم
" — جہان معرفت کان فتوت — سپہر مکرمت، دریای رحمت
" — سپہسالارِ اہل ذوق و وجدان — امام قدوۂ اربابِ عرفان
" — بہ نیلِ دولتِ اسلام اسبق — زخود بگسستہ و پیوستہ باحق
" — بروزِ اذھما اثنین فی الغار — بہ سلطان رسلؐ ہمدم و یار
" — بہ سوی اوبچشم قہر چون دید — سیہ رو آفتاب از ترس گردید

باوج بُرج طلعت بود از ماه	اشدّاء علی الکفّار اوشاه	"	"
نه باشد غم زبدکیشان مکّار	گر این بیچاره را باشد مددگار	"	"
من وتعریف او؟ هیهات هیهات	که برترتیب او زینگونه مدحات	"	"
من سرگشته ام ذرّه مثالے	بود چون آفتاب بی زوالے	"	"
منم چون قطرهٔ نم بلکه نیمی	بود مانند دریای عظیمی	امیرالمومنین	صدّیق اکبرؓ
اگرچه این کمینه خوارو زارست	رفیع الشان و عالی اقتدارست	"	"
ولیکن صرفیًا امید وارم	که بیند از کرم بر حال زارم	"	"
سوی این بنده گمنام ونابود	ببین یا صاحب الاحسان والجود	"	"
نمابر بندهٔ رنجور و مسکین	ترحّم یا عماد الملک والدّین	"	"
بکن بر حال زار خاکساران	نگاهی یارفیع القدر والشان	"	"
تحیت های تسلیمات نامی	علیکم کل یوم یا امامی		

امیر المومنین صدّیق اکبرؓ

(۲) **حضرت عمر فاروقؓ**..........حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہور اسلام سے ۲۷ برس اور ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس برس پہلے خطاؔب کی بیوی خنتمہؔ کے بطن سے متولّد ہوئے۔ شعور کی عمر میں وہ تمام اعلیٰ فنون آپؓ کو سکھائے گئے جو اس عہد میں رئیسوں اور سرداروں اور شرافت مند لوگوں کی اولاد کو ضروری طور پر سکھائے جاتے تھے۔ ان میں خطابت' سیاست' سپہ گری اور علم الانساب شامل تھے۔ حضرت عمرؓ نے لکھنا پڑھنا بھی اچھی طرح سے سیکھ لیا تھا ظہور اسلام کے وقت تمام قریش قبائل میں صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان میں ایک حضرت عمرؓ بھی تھے۔

شہسواری میں آپ نے کمال پایا تھا۔ قوت بیان وگفتار میں زبردست تھے۔ کشتی اور ورزش میں آپ کو مہارت تھی۔ عکاظ کے معرکوں میں آپ نے کئی کشتیاں جیتی تھیں۔

سیاست میں اس قدر پختہ ذہن تھا کہ آپ کی رائے ہمیشہ ہی درست پائی گئی۔ آپ کے صحیح الرائے ہونے کی معراج یہ ہے کہ آپ کی دین کے معاملے میں اکثر رائیں مذہبی احکام بن گئیں اور آپ کی رائے کی تائید میں فرشتہ وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کئی بار رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وحی لے کر آیا اور اس طرح سے آپؓ کی وہ رائیں قرآن مجید کا حصہ بن کر رہ گئیں۔

تعلیم و تربیت سے فراغت پانے کے بعد آپ نے معاش روزگار کے لئے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ اس پیشے کی وساطت سے انہیں جو ''سیروا فی الارض' کا موقع ملا اس نے آپؓ کے تجربات و مشاہدات' معاملہ فہمی اور عالی حوصلگی' نظریات اور تفہیم و ادراک میں بڑی وسعت پیدا کی۔

جب مکہ میں رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانی دین اسلام کی دعوت شروع کی تو اور سرداران قریش کی طرح حضرت عمرؓ بھی اسلام دشمنی میں پیش رووں میں سے تھے۔ چنانچہ وسعت اسلام کے خوف سے بالآخر مقتدر قریش رئیسوں نے حضرت عمرؓ کو نبی اکرم کو شہید کرنے کے لئے انؐ کے گھر بھیج دیا اور جب اس غرض کی تکمیل کے لئے وہ سیدھے نبی اکرمؐ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں انؓ کی اپنے ہی ایک عزیز نعیم ابن عبداللہ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے ان کا ارادہ دیکھ کر انہیں پہلے اپنے گھر بھیج دیا اور کہا: ''پہلے اپنے ہی گھر کی خبر لیجئے۔ آپ کی بہن فاطمہؓ اور ان کے شوہر سعیدؓ یعنی آپ کے بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں''۔ غصے میں بہن کے گھر میں داخل ہوئے جہاں دونوں میاں بیوی سورہ طاہا تلاوت کر رہے تھے۔ تلاوت کی نرم و آسمانی آواز آپ کے کانوں سے ضرور ٹکرائی لیکن فرط عداوت میں دونوں میاں بیوی کو مارا بلکہ آپ کی بہنؓ کے سر سے خون بھی بہہ نکلا۔ بالآخر اللہ کا فیصلہ ہو کر رہا۔ آپؓ نے قرآن پاک کی یہ آیات سننے کی خواہش ظاہر کی۔ میاں بیوی کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے پہلے غسل کیا اور پھر سورہ طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے جا رہے تھے اور قلب بھی نرم و موم ہوتا جا رہا تھا۔ پڑھتے جا رہے تھے اور آنکھوں سے شدّت رقت اور حقانیت الٰہی کے تاثر سے آنسوؤں کی ندی رواں تھی۔ اور جب اس آیت پر پہنچے: ''اِنَّا قَدْ اُوحِیَ اِلَیْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ (وحی سے ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ جو جھٹلائے اور سرکشی کرے اس کے لئے سخت عذاب ہے)۔ تو آپ نے چلا کر کہا: ''خدا کی قسم! اس کلام کو جس کا ایک ایک حرف میرے قلب و جگر میں نقش پذیر ہو گیا ہے میں نہیں جھٹلاؤں گا''۔ خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ جو

حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی دوسرے کمرے میں چھپ گئے تھے اور سورہ طاہا لے کر آئے تھے' باہر نکل آئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انہوںؐ نے فرمایا: ''خداوندا! ابوالحکم ابن ھشام (ابوجہل) یا عمر ابن الخطابؓ دونوں میں سے کسی کو اسلام کا مددگار بنا دے''۔ خدا گواہ ہے دین اسلام کو عام کر دینے میں رسول کریم ﷺ آپ سے ضرور مدد لیں گے۔ پس اے عمرؓ! چل اللہ کی طرف' چل اللہ کی طرف!'' حضرت عمرؓ اب اس مکان کی طرف روانہ ہوئے جہاں حضرت ارقمؓ ساکن تھے اور یہی وہ گھر تھا جہاں ابتدا کے اصحاب رسول' سرور کونینؐ کی صدارت میں جمع ہوا کرتے تھے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: عمر! کس نیت سے آئے ہو؟'' ہدایت و صداقت کے طالب نے انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ خواجہ دو جہان ﷺ کی بارگاہ میں سر کو خم کرتے ہوئے عرض کیا: ''اے رسول خداؐ! دین اسلام میں شامل ہو کر کلمہ پڑھنے اور آپ پر اور خدائے واحد پر ایمان لانے کی نیت سے!'' یہ سن کر نبی برحق ﷺ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ عمرؓ سے کلمہ شہادت پڑھوایا اور اپنے سینہ مبارک کو کھول کر عمرؓ کے سینے سے لگا کر فرمایا: ''پروردگار! عمرؓ کے سینے کو آئینہ بنا اور ان کی ساری کدورتوں کو مٹا ڈال''۔

مسلمان ابھی تک چوری چھپے نماز پڑھتے تھے اور اپنا اسلام بھی ظاہر نہیں کر پاتے تھے۔ عمرؓ مسلمان ہو گئے تو فضا بدل گئی۔ وہیں ارقمؓ کے گھر سے صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ کعبہ میں آئے اور اعلانیہ نماز پڑھی جب کہ قریش کفار بے بس ہو کر یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور کسی کو مزاحمت کی جرأت نہ ہوئی۔ جذبۂ حق کے اسی اظہار پر حضور سرکار دو عالم ﷺ نے عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

اصحاب رسولؐ نے ہجرت کی تو فاروق اعظمؓ بھی پیش پیش تھے اور مدینہ منورہ میں سردار دو جہانؐ نے جو مجلس مشاورت قائم کی تھی اس کے ایک عضو آپ بھی تھے۔ نماز جمعہ کے لئے مسلمانوں کو جمع ہونے کی خاطر جو مختلف طریقے مجلس مشاورت میں اصحابؓ نے پیش کئے انہیں بعض کافر و مشرک قوموں سے مماثلت کی بنا پر نبی اکرمؐ نے رد کیا اور جب فاروق اعظمؓ نے کھڑے ہو کر بارگاہ رسولؐ میں یہ تجویز سامنے رکھی کہ ''کیوں نہ ہم خداوند ذوالجلال کی عظمت بیان کرتے ہوئے اللہ اکبر پکاریں'' تو یہی تجویز رسول اکرمؐ نے پسند فرمائی اور قرآن پاک سے باقی پاکیزہ کلمات کا انتخاب کر کے فاروق اعظمؓ کی رائے کے مطابق اذان جاری ہوئی۔

جنگ بدر کے فیصلہ کن معرکے میں فاروق اعظمؓ ہر ہر قدم پر اور ہر مرحلے پر حمتہ للعالمینؐ کے ساتھ رہ کران کے مددگار اور مشیر رہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ذات سے وابستہ جو اعمال اس عظیم جہاد بدر میں واقع ہوئے ان میں یہ حقائق شامل تھے کہ آپ کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے آپ کے قبیلے کا کوئی بھی آدمی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ آپ کا ذاتی خادم مہجعؓ جنگ بدر کا پہلا شہید تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اس جہاد میں اپنے حقیقی ماموں عاصی ابن ھشام کو' جو مکہ کے رؤسا میں سے تھا' قتل کر دیا۔ جنگ بدر میں اسیر کئے گئے کافروں کے حق میں رحیم و شفیق رسول عربی ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور اکثر صحابہؓ کی اس رائے کو کہ فدیہ لے کر اُن کو رہا کر دیا جائے' قبول فرمایا اور فاروق اعظمؓ کی اس تجویز پر خاموشی اختیار فرمائی کہ: ''ان سب کو اپنے اپنے رشتہ دار اصحاب رسولؐ اپنے ہاتھوں سے قتل کریں''۔ اس فیصلے کے بعد وحی نازل ہوئی (سورہ الانفال آیت ۶۷۔۶۸ اور ۶۹) جو فاروق اعظمؓ کی رائے کے عین مطابق ہے۔

جنگ اُحد میں جب پلٹ کر کفار نے پھر سے حملہ کیا تو فاروق اعظمؓ نے تلوار کو ہاتھ میں لے کر رسول اکرمؐ کے خیمے کے اردگرد محافظ کے خدمات انجام دیئے۔ اور دشمنوں کو جب خالد ابن ولید کی سرکردگی میں اس طرف آتے دیکھا تو چند مجاہدین کے ساتھ ان پر چٹانیں اور پتھر لڑھکائے اور وہ بھاگ گئے۔ ابوسفیان سردار کفار قریش نے لوٹتے وقت جب اونچے مقام پر چڑھ کر کہا: ''اُعْلُ ھُبَلُ یعنی اے ھُبل! سر بلند رہ!'' تو خواجہ کونین ﷺ نے فاروق اعظمؓ کو جواب دینے کا حکم دیا اور فاروق اعظمؓ نے نعرہ مارتے ہوئے جواب دیا: ''اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ یعنی صرف اللہ ہی بلند و برتر ہے''! اور جب ابوسفیان نے کہا کہ: ''آئندہ سال ہم پھر لڑنے آئیں گے'' تو سرکار دو عالمؐ نے پھر فاروق اعظمؓ سے فرمایا: ''جواب دو کہ ہمیں منظور ہے!''

جنگ احزاب میں اس قدر معرکے کئے کہ عصر کی نماز چھوٹ گئی اور سرور دنیا و دین حضرت رحمتہ للعالمینؐ کے حضور میں آکر جب اس کی شکایت کی تو رسول اللہ نے فرمایا: ''آج مجھے بھی کافروں نے نماز پڑھنے کا موقع نہیں دیا!''۔

صلح حدیبیہ کے لئے آپؓ کے معقول عذر کو قبول فرمانے کے بعد جب حضرت عثمانؓ کو ایلچی کی حیثیت سے رسول اکرمؐ نے بھیج دیا اور حضرت عثمانؓ کو کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جانے کی خبر پھیلی تو کافروں سے انتقام لینے کی

غرض سے ایک ببول کے درخت کے سائے میں بیٹھ کر رسول رحمتؐ نے صحابہؓ سے بیعت لی۔ فاروق اعظمؓ جو اس وقت جہاد کے لئے اپنے گھر میں گھوڑے کے انتظار میں تھے یہ خبر سنتے ہی دوڑ کر بیعت صحابہ میں شامل ہو گئے۔ یہ کوئی معمولی بیعت نہیں تھی۔ اس بیعت کا ذکر اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا کہ: ''اللہ مومنوں سے راضی اور خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے''۔ تاریخ اسلام نے اس بیعت کو بیعت الرّضوان کے نام سے ثبت کر دیا ہے۔

فتح مکہ میں ابوسفیانؓ کی گردن زدنی سے جب رحمت عالم رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو روکا تو فاروق اعظمؓ کی آنکھوں سے رسول خداؐ کی فرط رحمت و رأفت سے متاثر ہو کر آنسو جاری ہو گئے کہ خدائے قدّوس نے کس قدر شفیق و رحیم رسولؐ بھیجا ہے ہمیں مطہّر کرنے کیلئے کہ وہ ابوسفیانؓ جیسے جانی دشمن کو بھی معاف کر چکے۔ مکہ کی تسخیر ہو جانے پر رسول عربیؐ نے نہایت بامعنی اور انقلاب انگیز تقریر فرمانے کے بعد فاروق اعظمؓ کا ہاتھ پکڑ کر کوہ صفا پر مکہ کے لوگوں سے بیعت لی اور اس سارے عرصے میں آپؐ کے دوش بدوش یہی عظیم الشان شخصیت تھی۔ حنین اور طائف کے محاصرہ سے لوٹ کر جب خواتین سے بیعت لی گئی تو اس کیلئے نبی اکرمؐ نے فاروق اعظمؓ کو ہی بھیجا۔

قیصر روم کے خلاف جنگ کرنے کیلئے جب ہادی برحق جناب رسول خدا ﷺ نے صحابہؓ سے خود امدادی رقوم اور سامان فراہم کرنے کی فرمائش کی اور فاروق اعظمؓ نے آدھا مال لا کر پیغمبر اکرمؐ کے قدموں میں ڈال دیا تو منافقین نے طعنے دے کر کہا کہ یہ محض دکھاوے کیلئے کیا ہے۔ یہ طعنے بردبار فاروق اعظمؓ نے بڑے صبر کے ساتھ تحمّل کئے لیکن اللہ تعالیٰ نے فاروق اعظمؓ اور دوسرے صحابہؓ کی طرف سے ان طعنوں کا خود جواب دے کر فرمایا: ''کیا یہ لوگ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ کو ان کے مخفی راز اور ان کی پوشیدہ سرگرمیاں تک معلوم ہیں اور وہ تمام غیب کی باتوں سے پوری طرح باخبر ہے؟ وہ خوب جانتا ہے ان کنجوس دولت مندوں کو جو برضا و رغبت دینے والے اہل ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس راہ خدا میں دینے کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر کے دیتے ہیں۔ اور اللہ ان مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کے لئے دردناک سزا ہے.........'' (سورۃ التوبہ، آیت ۹)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات سے پہلے جب خلافت کے لئے فاروق اعظمؓ کا نام تجویز کیا تو تمام صحابہؓ نے بیک زبان جواب دیا کہ ہم اس انتخاب کی داد دیتے ہیں اور تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام اصحابؓ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر المومنین چن لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ خلافت ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳ھ (۲۳/ اگست ۶۳۴ء) بیعت کے روز شروع ہوئی اور بیعت کے فوراً بعد حضرت فاروق اعظمؓ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

''..........عرب کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو اپنے ساربان کا اطاعت گذار ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی اطاعت میں خلوص ہوگا۔ اپنی طرف سے میں آپ کو اس کا یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں میں آپ کے حق میں مکمل انصاف فراہم کروں گا ہر راہنما کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ جماعت (قوم) کو کس طرف کو اور کس راہ پر لے جا رہا ہے۔ میں ربّ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سب کو سیدھی راہ پر چلاؤں گا''

فاروق اعظمؓ کے عہد درخشاں میں اسلام کی سرحدیں دور دور تک پھیلیں۔ آپؓ نے ایران و عراق اور شام اور بیت المقدس اور مصر کو فتح کیا۔ روم اور اردن فتح ہوئے۔ دس برس کی مختصری مدت میں خلافت کا رقبہ بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل ہو گیا اور اوپر کے مفتوحہ علاقوں کے علاوہ اس رقبے میں بلوچستان میں مکران تک کا حصہ، آرمینیہ، الجزیرہ، خراسان، آذر بائیجان اور کرمان بھی شامل ہو گئے۔ اس کے بعد ایشیائے کوچک اور شمال کی جانب مغربی ممالک کے حدود تک بھی مجاہدین اسلام پہنچ گئے۔

جمہوریت فاروق اعظمؓ کے نظام حکومت کی روح تھی۔ انہوں نے ہمیشہ صحابہ کرام کا مشورہ مقدم سمجھا۔ اپنی مجلس مشاورت میں غیر مسلموں کو بھی شامل کر لیتے۔ مصر کے انتظامی معاملات میں مقوقس سے مشورہ لیا گیا۔ مصر سے ایک قبطی عیسائی نے نمائندگی کی۔ عراق کے معاملات میں ایک پارسی سے مشورہ کیا گیا۔ ہر رکن کو رائے کی آزادی اور حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل تھا۔

فاروق اعظمؓ ایک بہت بڑی مملکت کے امیر المومنین ہونے کے باوجود معمولی آدمی کی طرح زندگی گذارتے

تھے۔ان کے پاس گھر میں نہ کوئی دایہ تھی نہ سرکاری دفتر میں کوئی دربان۔ ہر کوئی بلا روک ٹوک شکایت لے کر سیدھے آپکی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔خود راتوں کو اٹھ کر اور بھیس بدل کر دورہ لگاتے کہ کوئی شخص تکلیف میں ہو تو اس کی تکلیف دور کریں۔

فاروق اعظمؓ نے تمام مقبوضہ ممالک کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کر کے انہیں ایک ایک حاکم اعلیٰ کی تحویل میں دے دیا۔صوبے مختلف اضلاع میں بانٹ دیئے گئے اور ہر ضلع میں ایک عامل' ایک افسر خزانہ اور ایک قاضی ہوتا تھا۔حاکم اعلیٰ کے علاوہ ہر صوبے میں میر منشی' امیر عسکر' پولیس افسر' خزانچی' قاضی اور کلکٹر ہوتے تھے۔حاکم اعلیٰ اور عاملین کی تقرری میں فارواق اعظمؓ خاص احتیاط برتتے تھے جو واقعی ان عہدوں کے لائق ہوتے صرف ان ہی کی تقرری عمل میں لاتے اور ان سے عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کریں گے' ریشمی لباس نہیں پہنیں گے' چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے' دروازے پر دربان نہیں رکھیں گے اور حاجت مندوں کی حاجت برآری کے لئے دروازے کھلے رکھیں گے۔

فارواق اعظمؓ کا عدل و انصاف ضرب المثل بن چکا ہے۔تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کی گئیں اور منصف (قاضی) مقرر ہوئے۔قرآن پاک کے احکام کے عین مطابق مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا۔جہاں کسی معاملہ میں قرآن خاموش ہوتا تو حدیث کی پیروی کی جاتی اور اگر حدیث مبارک بھی کسی خاص مقدمہ کے فیصلے میں مثال سے عاری ہوتا تو اجتہاد سے کام لیا جاتا۔قاضی وہی بنتا جو علم تقویٰ' امانت اور دیانت داری میں برگزیدہ ہوتا اور دولت مند بھی کیونکہ فارواق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ عموماً دولت مند آدمی رشوت کی طرف بہت کم مائل ہوتا ہے اور وہ معزز آدمی کا فیصلہ کرنے میں کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔

قیام امن کیلئے فارواق اعظمؓ نے پولیس کے شعبہ کو وجود میں لایا۔مفتوحہ علاقوں کو حکومت کی ملکیت قرار دے کر محکمہ مال گذاری کی بنیاد ڈالی اور یہ محکمہ پہلے موجود نہیں تھا۔آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ بند بنوائے اور تالاب بھی۔نہروں میں دریائے دجلہ سے نہر ابو موسیٰ اور نہر معقل' انباز میں نہر سعد اور ایک حیرت انگیز نہر نہر امیر المومنین جسے مصر میں کھدوایا گیا۔یہ ۹۹ میل لمبی تھی اور اسکے ذریعے سے دریائے نیل اور بحیرۂ قلزم کو ملا دیا گیا۔

فاروق اعظمؓ نے تعلیم کو بڑی ترقی دی۔آپؓ نے تمام حکام اعلیٰ اور عاملین کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ اپنے

حکومتی فرائض کے ساتھ ساتھ لوگوں کو تعلیم کی ترغیب دیں اور انہیں پڑھائیں۔ اس لئے افسروں کی تقرری کے وقت اس بات کا آپؓ خیال رکھتے تھے کہ وہ فقیہہ بھی ہوں اور عالم بھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شہر میں مدرسوں اور معلموں کی کثرت وجود میں آ گئی۔

فاروق اعظمؓ نے ایک مستقل اور منظم فوجی شعبۂ قائم کیا۔ قریش اور انصار کے نام رجسٹروں میں درج کرا کے ان کے رتبوں کے لحاظ سے تنخواہیں مقرر کیں۔ حضرت عباسؓ کی تنخواہیں سب سے زیادہ تھیں۔ فوج کو دو حصوں میں بانٹ دیا باقاعدہ اور ذخیرہ فوج جسے آج کل کی اصطلاح میں ریزرو فوج کہتے ہیں۔ اہم شہروں میں فوجی ہیڈ کوارٹر قائم کئے۔ خبر رسانی اور جاسوسی کا بھی مکمل انتظام کیا۔ خود فوجوں کی نقل و حرکت سے ہمیشہ باخبر رہتے اور اس طرح سے فوجوں کی کمان خود ان کے اپنے ہاتھ میں تھی۔

غیر مسلموں کو مساویانہ حقوق عطا کئے اور جان و مال اور مذہب کا تحفظ انہیں حاصل تھا۔ ہر شہر میں فاروق اعظمؓ نے لاوارثوں کی کفایت کے محکمے، سرائیں، مہمان خانے اور محروم لوگوں کو روزی روٹی اور کپڑے اور دیگر بنیادی ضروریات کی فراہمی کے محکمے قائم کئے۔ مردم شماری اور جہاں ممکن ہو وہاں نئی بستیاں قائم کرنے کے ادارے بنائے جانے کے احکام صادر کئے۔

خلیفۃ المومنین بن کر فاروق اعظمؓ نے جس اخلاق اور حسن عمل کا نمونہ پیش کیا وہ تاریخ عالم میں قیامت تک یادگار رہے گا۔ آپ کی متذکرہ اور قابل افتخار ایجادات و اصلاحات کو مورخین نے فاروق اعظمؓ کی ہی ابتدا کہا ہے اور یہی وہ طریقۂ حکمرانی ہے جو بعد میں دنیا کے بہت سے حکمرانوں نے اپنے لئے اختیار کیا۔

فاروق اعظمؓ ایک بہت بڑے مجتہد بھی تھے۔ آپ کے فرزند حضرت عبداللہؓ فرماتے تھے کہ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ جو کچھ آپ نے کہا وہی ہمیشہ کیلئے امت کا اصول بن گیا۔ آپؓ کی رائیں مذہبی احکام بن گئیں۔ اذان کا طریقہ آپؓ ہی نے وضع کیا۔ بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں آپ کی عین رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی۔ آپ ازواج مطہراتؓ کا پردہ کرانا چاہتے تھے۔ حضرت سید المرسلینؐ کو وحی کا انتظار تھا اور جب آیت حجاب نازل ہوئی تو آپ کے خیال کے مطابق اتری۔ ان تمام حقائق کا بیان صحیحین میں موجود ہے۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی نسل کا غلام ابولولو فیروز تھا۔ جب آپؓ (فاروق اعظمؓ) مسجد میں نماز پڑھا رہے

تھے تو یہ لعنتی مردود مسجد میں داخل ہوا اور آپؓ پر خنجر سے چھ وار کیے جن میں سے ایک زیر ناف لگا جسکی شدت سے آپؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ جب اسے پکڑا گیا تو اس نے خودکشی کی اور فِی نَارِ جَھنَّم خَالِدِینَ فِیھا اَبَدا ہو گیا۔ فاروق اعظمؓ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور پوچھا: ''یہ کون تھا؟'' جب لوگوں نے اس ایرانی نسل جہنمی اور لعنتی کا نام بتا دیا تو فرمایا: ''شکر ہے اللہ کا میرا قاتل کوئی مسلمان نہیں'' حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے آپؓ کی جگہ نماز فجر پڑھائی اور آپؓ کو گھر لے جا کر دوا پلائی۔ لیکن جب یہ زخم کی راہ سے باہر نکلی تو یقین ہوا کہ وفات نزدیک ہے۔

آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کو حضرت صدیقہ کبریٰ عائشہ ام المومنین کے پاس یہ درخواست لے کر بھیجا کہ وہ رسول اکرمؐ کے قریب مجھے دفن ہونے کی اجازت دیں۔ وہ گئے تو دیکھا کہ فرطِ الم میں آپؓ رو رہی تھیں۔ اور فرمایا کہ: ''یہ جگہ میں نے خود اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی لیکن فاروق اعظمؓ کو میں اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں''۔ یہ خوش خبری سن کر آپ نے فرمایا: ''میری سب سے بڑی تمنا بس یہی تھی''۔ ہمارے حکیم و علیم رسول کریمؐ نے فاروق اعظمؓ کے بارے میں فرمایا تھا: ''لَوْکَانَ نَبِیٌّ مِنْ بَعدِی لَکَانَ عُمرِ بِنُ الْخطَّاب'' میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

زخم لگنے کے تیسرے دن ۲۷ رذی الحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن شام کے وقت حضرت عمر فاروق اعظمؓ ۶۳ رسال کی عمر میں وصل خداوندی سے پیوست ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اَلَیْہِ رَاجِعُون۔ جمعرات کے دن صبح کے وقت آپؓ کو حضرت رسول محتشم و معظم جناب رسول اکرم ﷺ کے پہلوی مقدس میں سپرد خاک کر دیا گیا

منقبت

پس از صدیق اکبرؓ بود اے دل	امام برحق و مقبول کامل	امیر المومنین فاروق عادلؓ
خداوندان عالم را خداوند	بہ عدل و راستی بی مثل و مانند	'' ''
خوش آمد تاج فاروقیش برفرق	کہ بین الحق والباطل کند فرق	'' ''
مہ برج سخا و عدل و احسان	درّ درج صفا و صدق و عرفان	'' ''
روان شد رود نیل از حکم او زود	تعالی اللہ چہ زیبا حاکمی بود !	'' ''

ہزاران بر ہزاران لعنتُ اللہ	برآن کس بادکو رانیست دلخواہ	"	"
من و مدحش؟ ولی زین نیکخواھم	کہ داند از سگان خود مراہم	"	"
زنامش ہیچ دیگر نیست بہتر	کہ آمد از ھمہ عالی و مہتر	"	"
اگرچہ ھست محتاج دعا ہم	بود مستغنی از مدح و ثنا ہم	"	"
بشور و شوق این مسکین مضطر	بہ رغم رافضی گوید مکرّر	"	"

دعائی صرفیا خواھم فرستاد کہ غرق رحمتِ رضوانِ حق باد

امیرالمومنین فاروق عادلؓ

تلاش وتحقیق کے مآخذ

۱۔شہید المحراب عمرؓ ابن الخطاب۔سید عمر تلمسانی۔ترجمہ از حافظ محمد ادریس۔مدینہ پبلشنگ سنٹر'۴۲۱۔مٹیا محل۔جامع مسجد دہلی۔۶

۲۔سیرت اصحاب رسولؐ۔سید ابوالاعلیٰ مودودی۔مرکزی مکتبہ اسلامی' دہلی

۳۔عمرؓ بن خطّاب۔عمرابوالنصر۔ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی۔ایوان کمپنی الہ آباد

۴۔سیرت حضرت عمرؓ (خلیفہ دوم)۔کتابخانہ اشاعت الاسلام۔چوڑی والان دہلی۔۶

۵۔معیاری اسلامی حکومت خلافت راشدہ۔ابومحمد امام الدّین رام نگری۔مکتبہ تحفظ ملّت۔رام نگر۔بنارس

۶۔تاریخ اسلام۔ڈاکٹر حمید الدّین۔اسلامک بک فاؤنڈیشن' نئی دہلی۔

۷۔الفاروق۔شبلی نعمانی۔پرویز بک ڈپو۔دہلی۔۶

۸۔بیاض فارسی قلمی درنعت ومنقبت۔ملکیت شخصی کتابچہ:مؤلف پروفیسر ڈاکٹر شمس الدّین احمد

۹۔اصحاب رسولؐ اوران کے کارنامے۔نبی احمد سہا۔تاج کمپنی' ترکمان گیٹ۔دہلی۔

۱۰۔خلفائے راشدین سوال وجواب کی روشنی میں۔علی اصغر چودھری' مکتبہ الحسنات۔دہلی

(۳) **حضرت عثمانؓ**..........حضرت عثمانؓ ابن عفان ابن ابی العاص ابن عبد الشمس ابن عبد مناف پانچویں پشت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نسبی سلسلے سے تھے اور قریش کی بڑی شاخ امیہ سے متعلق تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی جن کا نام اروی تھا اُموی تھیں۔ حضرت عثمانؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ واقعہ فیل کے چھٹے سال میں پیدا ہوئے گویا حضور نبی اکرمؐ سے عمر میں تقریباً پانچ سال چھوٹے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے تعلیم پانے کے بعد تجارت کو اختیار کیا اور بڑے دولت مند ہو گئے لیکن امیر آدمی بن کر بھی پاک سیرت، نیک دل، بامروت، سیر چشم، سخی، دریادل اور باحیا تھے۔ فواحش سے بچپن سے ہی دور رہے۔ ان اوصاف پسندیدہ کی وجہ سے وہ اتنے محبوب تھے لوگوں میں کہ اپنے بچوں کو سلاتے وقت عورتیں لوریاں گا گا کر کہتی تھیں: ''سو جا میرے بچے! ربّ کعبہ کی قسم میں تجھ سے اتنی محبت کرتی ہوں جتنی قریش عثمانؓ سے کرتے ہیں''۔

حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ آپؓ کو رسول خداؐ کی خدمت میں لے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ نبوت سے پہلے رسول خداؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ کا بیاہ ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا۔ نبوت کے بعد ابولہب نے دونوں بیٹوں کو حضور نبی کریمؐ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ رسول خداؐ نے حضرت رقیہؓ کا نکاح اسی محبوب جوان حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے مسلمان بن جانے کے بعد اپنے چچا حکم کے ہاتھوں بڑی اذیتیں برداشت کیں اور جب حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کو حبشہ میں ہجرت کرنے کا حکم دیا تو یہ دونوں میاں بیوی خوشحال زندگی کو ترک کر کے مفلوک الحالی میں کاروان مہاجرین میں شامل ہو کر حبش پہنچ گئے۔ اسی غریب الوطنی میں حضرت رقیہؓ نے ایک بیٹے کو جنم دیا جو چھ سال کے بعد وفات پا گئے جب مشرکین مکہ کے بارے میں غلط افواہ حبش میں پہنچی کہ وہ سارے مسلمان ہو گئے ہیں تو جو مسلمان مکہ میں لوٹ آئے ان میں حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔ لیکن ظلم کی انتہا دیکھ کر مسلمان پھر حبش چلے گئے البتہ حضرت عثمانؓ مکے میں ہی رہے۔ جب مدینہ میں ہجرت کرنے کا حکم نبویؐ جاری ہوا تو حضرت عثمانؓ تیسرے گروہ میں شامل ہو کر مدینہ پہنچے اور حضرت اوسؓ ابن ثابت انصاری کے گھر میں اترے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسؓ کے ساتھ ہی آپؓ کی اخوّت قائم کر دی۔

جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ شرکت نہیں کر سکے کیونکہ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ ان دنوں سخت بیمار تھیں اور

خطرے سے باہر نہیں تھیں۔ ان حالات کے پیش نظر حضور رسول اکرمؐ نے آپؓ کو حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کرنے کی اجازت دی۔ آپؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ ان ہی ایام میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوگیا۔ بدر سے واپسی پر جب سورہ الانفال کے مطابق مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت عثمانؓ کا حصہ شرکای بدر کے برابر رکھا گیا اور اجر کی بھی اسی تناسب سے امید دلائی گئی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپؓ کو حضور رسول اکرمؐ نے مشرکین مکہ کے پاس سفیر کی حیثیت سے بھیجا اور انہوں نے آپ کو روکے رکھا تو مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ آپؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول کریمؐ نے خون عثمانؓ کا انتقام لینے کی غرض سے مسلمانوں سے بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس بیعت میں جان نثاری کا حلف لیتے وقت خواجہ دو جہان ﷺ نے اپنے داہنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور بایاں دست مبارک اس پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کی بیعت ہوگئی۔

جنگ خیبر (محرم ۷ھ) میں سب سے پہلے فصیل پر چڑھنے والے حضرت عثمانؓ اور محمود ابن سلمہ تھے۔ جنگ تبوک میں حضرت عثمانؓ نے اس قدر مال وجنس امداد میں دے دیا کہ رسول اکرمؐ کا دل مبارک کھل اٹھا۔ نوسو اونٹ مع ان پر لدے ہوئے سامان کے، ایک ہزار سرخ دینار، ایک سو گھوڑے مع ایک سو شہسواروں کے سارے سامان کیساتھ۔ دین اسلام، دین اسلام کے خدا اور دین اسلام کے رسولؐ کی رضا کی خاطر یہ سخاوت دیکھ کر رسول خداؐ نے فرمایا: اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہوجا"۔

مدینے کے لوگوں کی سہولت کے لئے حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ: "جو کوئی یہودیوں سے مدینہ میں موجود واحد میٹھے پانی کا چشمہ مسلمانوں کے لئے خریدے گا اس کے لئے جنت کی بشارت ہے"۔ حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم میں بئر رومہ نامی یہ کنواں خرید کر عوام کیلئے مخصوص کر دیا۔ مسجد نبویؐ تنگ ہونے لگی تھی۔ ایک قطعۂ زمین کو جو بغل میں تھا حضور نبی اکرمؐ کی طرف سے خریدنے والے کے حق میں جنت کی بشارت دیئے جانے کی خوشی میں حضرت عثمانؓ نے بیس یا پچیس ہزار میں اسے خرید کر مسجد نبویؐ کی ملکیت بنادیا۔

حضرت عثمانؓ کاتب وحی بھی تھے۔ رسول اکرمؐ نے دہ یار بہشتی میں حضرت عثمانؓ کو بھی شامل کر دیا ہے اور ان تمام اصحاب عشرۂ مبشرہ کو مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ رسول اکرمؐ نے کئی بار حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں اپنا قائم

مقام بنایا۔

جب فاروق اعظمؓ کے رحمت حق کے ساتھ وصل ہونے کا وقت قریب آ رہا تھا تو صحابہ کبار نے آپؓ سے کہا کہ آپ اپنا کوئی جانشین مقرر فرمائیں۔ غور وخوض کے بعد فاروق اعظمؓ نے چھ آدمیوں کی ایک جماعت مقرر کر دی جو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد ابن ابیؓ وقاص پر مشتمل تھی اور فرمایا کہ: یہ سارے حضراتؓ امت میں بزرگ و برتر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالو'۔ اس برگزیدہ جماعت نے بالآخر باہمی متفقہ فیصلے سے حضرت عثمانؓ کو امیر المومنین چن لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد تمام لوگوں نے کی۔

گورنروں، سپہ سالاروں اور افسروں کے نام آپؓ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد تحریری احکام جاری کئے اور لکھا:

"......خداوند وحدہ لاشریک نے حاکموں کیلئے جو ضوابط بنائے ہیں آپ نے ان ہی کے عین مطابق کام کرنا ہے ورنہ ہم اس کے اور اسکے بندوں کے مجرم ہوں گے اور عدل و انصاف اور امن وسلامتی مٹ جائیں گے سپہ سالاران اسلام کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر جوش اور جذبۂ جان فروشی سے کام لینا ہوگا۔ عمال خلافت کو امانت دار بن کر لوگوں سے اتنا ہی وصول کرنا چاہئے جتنا کہ ان کا حق ہوگا۔ عامتہ المسلمین کو دولت کی کثرت، ضرورتوں کی وسعت، پست فطرت گھٹیا عورتوں کی نزدیکی، اور مختلف علاقوں میں قرأت میں اختلاف سے پرہیز کرنا چاہئے ...."

روم کا بحری بیڑہ فاروق اعظمؓ کی وفات کے فوراً بعد اسکندریہ میں موجود رومیوں کی مسلمانوں کے خلاف بغاوت میں شامل ہونے کیلئے قسطنطنیہ سے اسکندریہ پہنچا۔ حضرت عثمانؓ نے عمرو بنؓ العاص کو فوج کی کمان سنبھالنے کا حکم دیا۔ انہوں نے پھر سے اسکندریہ کو فتح کر لیا۔ سال ۲۵ھ میں آذربائیجان اور آرمینیہ کے باشندوں نے صلح ناموں کی خلاف ورزی کر کے بغاوت کر دی۔ حضرت عثمانؓ نے ولیدؓ ابن عقبہ کو ان سے دوبارہ جنگ کرنے کے بعد اپنا مطیع بنالیا۔ حضرت عثمانؓ نے شمالی افریقہ میں طرابلس، ٹیونس، الجزائر اور مراکش وغیرہ کے تمام علاقے فتح کرائے۔ آپؓ نے شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بحری بیڑہ بنانے کی اجازت دی جس سے

فاروق اعظمؓ متفق نہیں تھے کیونکہ وہؓ سمندری جنگ کے خلاف تھے۔ امیر معاویہؓ نے پہلا حملہ سمندر کی راہ سے قبرص پر کیا اور وہاں مسلمانوں کی نوآبادی قائم کر دی۔ اہل فارس نے بھی بغاوت کی اور طبرستان میں بھی سرکشوں نے فتنہ اٹھایا۔ فارس کو عبداللہ ابن عامر نے زیر کر لیا اور طبرستان کو حاکم کوفہ سعید ابنؓ العاص نے۔ دونوں فاتح خراسان آ گئے اور نیشاپور' کرمان اور طخارستان وغیرہ علاقوں کو انہوں نے اپنے ماتحت مختلف سرداروں کے ذریعے سے مسخر کروالیا بلکہ انہوں نے غزنی اور کابل کو بھی فتح کیا اور ہندوستان کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ ان وسیع فتوحات کے باعث اسلامی حکومت کی حدیں ہندوستان کی سرحد سے شمالی افریقہ کے ساحل اور یورپ کی مشرقی سرحدوں تک پھیل گئیں۔

مردود مرتد لوگوں کے خلاف مجاہدین اسلام نے جو جنگیں کی ان میں صحابہؓ کی بھاری تعداد نے شہادت پائی۔ جن میں اکثر حافظ قرآن تھے۔ اس لئے حضرت فاروق اعظمؓ کے ایماء پر صدّیق اکبرؓ نے قرآن کریم کو لکھوا کر محفوظ کر لیا۔ یہ نسخہ فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوا دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مفتوحہ علاقوں میں جب قرآن کریم کی قرأت مختلف ہونے لگی تو اس خوف سے کہ کہیں اختلاف قرأت سے تحریف اور کتاب الٰہی کا حسن کلام متاثر نہ ہو جائے حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہ اصل محفوظ قرآن کریم منگوا کر اس کی نقلیں کرانے کا کام چار صحابہؓ کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا جس کے صدر حضرت زید بنؓ ثابت بنا دیئے گئے اور باقی تین صحابہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت سعیدؓ بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن حارث تھے۔ نقلیں تیار ہوئیں اصل قرآن یعنی حضرت حفصہؓ کے پاس سے منگوایا گیا بنیادی نسخہ قرآن سے ان کو ملا دیا گیا اور تب اسے واپس حضرت حفصہؓ کے پاس بھیج دیا گیا اور تیار شدہ نقلیں ممالک اسلامی میں گورنروں کو بھیج دی گئیں کہ فقط ان ہی نسخوں کی کتابت اور فقط ان ہی سے استفادہ کیا جائے اور باقی وہ تمام نسخے جن کو لوگوں نے ہر علاقے میں خود سے لکھوایا یا لکھا ہو ان کو ضائع کر دیا جائے۔ حضرت عثمان کا اصل نسخہ صدّیقی سے نقلیں تیار کر کے تمام مسلمانوں کے لئے بلا اختلاف متن و قرأت قرآن کریم کا عام کر دینا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

حضرت عثمانؓ کی ان اولین قابل ستائش دینی خدمات' اور بغاوتوں کو فرو کرنے' اسلامی مملکت کو وسعت دینے اور ملک میں امن و سکون اور خوشحالی کی وجہ سے دشمنانِ اسلام نے بغض و رقابت کے جذبات کو ہوا دی اور

اسلامی اخوت' استحکام' ترقی وخوشحالی' سلامتی' یک جہتی بلکہ دین کو پارہ پارہ کرنے کیلئے فساد اور فتنہ اور رخنہ اندازی پیدا کی۔فتنہ وفساد کو سب سے زیادہ بھڑکانے والا ایک انتہائی مکار اور سازشی شخص نومسلم یہودی عبداللہ ابن سبا تھا جو باطن میں یہودی تھا لیکن اسلام کو کمزور کرنے کیلئے مسلمان ہوگیا۔اس نومسلم بباطن یہودی نے حضرت عثمانؓ بلکہ سارے عالم اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش کی۔اس نے حضرت عثمانؓ کے خلاف زبردست تبلیغ کی اور گمراہ کن عقاید گھڑ لئے۔مثلاً ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہؐ کے وصی ہیں۔جو لوگ خلافت پر قابض ہیں وہ سب غاصب اور ظالم ہیں (نعوذ باللہ) اور خلافت بس حضرت علیؓ کا حق ہے۔اس کے علاوہ عثمانی عمال کی سختیوں' بدعنوانیوں اور خود حضرت عثمانؓ کے خلاف انؓ کی کنبہ پروری کے فرضی اور خیالی قصے مشہور کروائے۔اس نومسلم بباطن یہودی کو کامیابی ہوئی۔اول ایران کے شاہ پرست اور ایک ہی خاندان میں موروثی بادشاہت کے قائل لوگوں نے ایک ہی خاندان یعنی خاندان اہل بیت میں خلافت کے موروثی حق بن جانے کے غیر جمہوری خیال کا ساتھ دیا۔پھر ذاتی رنجش رکھنے والوں نے بھی ساتھ دیا اور بعض مخلص مگر سادہ دل مسلمان بھی فریب میں آ گئے۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس تحریک نے عراق اور مصر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔سبائی فرقہ کے سرغنوں نے طے کیا کہ مصر' بصرہ وکوفہ سے کچھ لوگ وفد کی صورت میں مدینہ آ جائیں اور حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیں۔حضرت عثمانؓ نے دو معتبر آدمیوں کو بھیجا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔انہوں نے واپس آ کر بتلایا کہ وہ آپ سے خلافت سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں ورنہ وہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔تمام صحابہؓ نے ان شرانگیزوں کو نابود کرنے کا متفقہ طور پر فیصلہ کیا لیکن نرم دل حضرت عثمانؓ نہیں مانے بلکہ انہوں نے وفد کو بلوا کر ان کی شکایات سنیں۔حضرت عثمانؓ کے خلاف نومسلم بباطن یہودی عبداللہ ابن سبا کے گروہ کا پہلا الزام یہ تھا کہ انہوں نے بڑے بزرگ صحابہؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان کے ناتجربہ کار نوجوانوں کو مقرر کیا۔یہ تینوں اعتراضات بے معنی تھے۔اگر کسی عامل کو معزول کرنے کے معقول اسباب موجود ہوں تو اسے برطرف کرنا کوئی جرم نہیں۔فاروق اعظمؓ نے حضرت خالدؓ جیسے نامور سپہ سالار اور حضرت سعدؓ فاتح ایران کو ان کے عہدوں سے معزول کر دیا تھا۔نوجوانوں کو افسر بنانا قابل اعتراض بات نہیں جبکہ وہ اس عہدے کے لئے اہل ہوں۔جن جوانوں کو حضرت عثمانؓ نے افسر بنا دیا تھا وہ اتنے موزون اور اہل ترین ثابت ہوئے کہ ان ہی کی ہمت کی برکتوں سے

اسلامی حکومت کی سرحدیں ہندوستان، چین اور اسپین تک پھیل گئیں۔ اپنے خاندان کے لوگوں کو بڑے عہدوں پر فائز کرنے کے جواز میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو قبائل عرب پر ترجیح نہیں دیتے تھے اور کیا قریش میں بنی ہاشم کا سب سے زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے۔ دوسرا الزام یہ تھا کہ انہوں نے معزز صحابہ مثلاً حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن کیا، حضرت عمار ابن یاسرؓ کے ساتھ سختی کی اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا وظیفہ بند کر کے ان سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ یہ الزام بھی غلط تھا۔ ابوذرؓ سرمایہ داری کے سخت دشمن تھے۔ وہ خود شام جا کر گوشہ نشین ہوئے اور وہاں دولت کی فراوانی و خوشحالی سے بدظن ہو کر لوگوں میں اس کی مخالفت کی۔ نقض امن کے خدشہ کے پیش نظر حاکم شام حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ حضرت ابوذرؓ کو مدینہ میں بلا لیا جائے۔ وہ آ گئے اور حضرت عثمانؓ نے انؓ کے اخراجات کا ذمہ لیا۔ لیکن ابوذر غفاریؓ ایک بے نیاز بزرگ تھے۔ انہوں نے پھر اپنے اختیار سے گوشہ نشینی اختیار کی۔ عمار بن یاسرؓ سبائی فرقہ کے ہو گئے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے تھے کہ تمام امت ایک قرآن پر متحد ہو اس لئے ان کا وظیفہ بند کر دیا گیا۔ تیسرا الزام یہ تھا کہ بیت المال کا روپیہ بے جا طور پر صرف کیا اور اپنے عزیزوں کو بڑی رقمیں دیں۔ یہ الزام بھی سراسر غلط تھا۔ حضرت عثمانؓ ایک خوشحال، دولت مند اور متمول آدمی تھے اس لئے بے جا تصرف اور لالچ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ جو کچھ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو دیا وہ اپنی جیب سے دیا اور بیت المال سے کوڑی تک نہ لی بلکہ اگر خیال میں آیا کہ فلاں رقم بیت المال سے غلط طور پر نکال دی گئی ہے تو اسی وقت اپنی جیب سے وہ رقم بیت المال میں ڈال کر اس کا ازالہ کیا۔ چوتھا الزام یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے بقیع کی چراگاہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیا اور عوام سے روک دیا۔ یہ بھی ایک بے حقیقت الزام تھا کیونکہ یہ چراگاہ عہد فاروقیؓ سے ہی بیت المال کے مویشیوں کے لئے وقف تھی۔ پانچواں اعتراض یہ تھا کہ اموی عمال کی بدعنوانیوں کا کوئی تدارک نہیں کیا گیا۔ یہ الزام بھی نادرست تھا۔ جائز شکایت جب بھی آئی اس کا تدارک ہوا۔ اہل کوفہ کی شکایت پر سعید ابن العاصؓ کو معزول کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ان کی جگہ مقرر کیا گیا۔ چھٹا الزام یہ تھا کہ مجرموں پر شرعی حدّ جاری کرنے میں غفلت برتی گئی۔ مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ہرمزان کے قتل کا بدلہ نہیں لیا گیا اور ولید ابن عقبہؓ پر شراب خوری کی حدّ جاری کرنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہرمزان کو اس لئے قتل کیا کہ فاروق اعظمؓ کے قتل کی سازش میں وہ بھی شریک

تھا)۔اس الزام کورد کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس بارے میں رائے لی گئی تو حضرت علیؓ اور باقی صحابہ نے متفقہ طور پر کہا کہ عبداللہ ابن عمرؓ کو قصاص میں قتل کرنا خلاف مصلحت ہے اور چونکہ یہ واقعہ میری خلافت سے ایک دو دن پہلے کا ہے اس لئے اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں کی جاسکتی۔میں نے بہرحال ہرمزان کا خون بہا اپنی جیب سے بیت المال میں جمع کرایا تھا۔ولید بن عقبہ کی شرابنوشی کی تہمت کے ثبوت میں تصدیق شدہ شہادتیں بہت دیر میں ملیں اس لئے شرعی حد جاری کرنے میں بھی تاخیر ہوئی۔

ساتواں الزام یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے مذہب میں بعض ایسی بدعتیں پیدا کیں جن کو اکثر صحابہؓ نے پسند نہیں کیا۔یہ الزام سراسر بے بنیاد تھا۔فسادی لوگ جن چیزوں کو بدعت کہتے تھے وہ دراصل ان کی کم علمی اور جہالت کا مفروضہ تھا۔آٹھواں اعتراض یہ تھا کہ ایک قرآن کے علاوہ باقی سب قرآنوں کو ضائع کردیا گیا۔یہ الزام سخت غلط تھا کیونکہ ایک قرآن کو عام کرنے سے حضرت عثمانؓ نے دنیائے اسلام اور امت رسول خداؐ پر عظیم احسان کیا ورنہ آج مسلمان کئی قرآنوں کے پیرو ہوتے۔نواں الزام یہ تھا کہ حکم بن عاص کو رسول اللہؐ نے جلاوطن کردیا تھا اور حضرت عثمانؓ نے ان کو دوبارہ مدینہ بلالیا۔دراصل یہ غلط فہمی تھی۔حضرت عثمانؓ نے رسول خداؐ سے حکم ابن عاص کو واپس مدینہ میں بلانے کی اجازت حاصل کرلی تھی البتہ عوام کو اس کا علم نہ تھا۔دسواں اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی۔یہ الزام بھی حقیقت سے خالی تھا۔چونکہ نومسلم بباطن یہودی عبداللہ ابن سبا کی جماعت نے موروثی خلافت کو وجود میں لانے کے غیر اسلامی اور غیر جمہوری طرز فکر کو عملی بنانے کی خاطر حضرت عثمانؓ کو ایک اہم ترین رکاوٹ سمجھ کر انہیں شہید کردینے کا فیصلہ کرلیا تھا اس لئے جھوٹ اور دروغ بافی کا ایک جعلی فرمان لکھوا کر اسے حضرت عثمانؓ سے منسوب کردیا کہ حضرت عثمانؓ نے حاکم مصر کو ہدایت کی ہے کہ جونہی مصری وفد واپس پہنچے تو ان سب کو قتل کردیا جائے۔

آئندہ سال مفسدین لوٹ آئے۔حضرت عثمانؓ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں آگئے۔بلوائیوں نے پتھر برسائے اور تین دن بعد آپؓ کے گھر کا محاصرہ کیا۔آپ قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے۔آپ نے بار بار اپنی صفائی پیش کی'اسلامی خدمات کا ذکر کیا لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔آپ نے فرمایا:''دیکھو قسم اللہ تعالیٰ کی!اگر آج تم نے مجھے قتل کیا تو پھر قیامت تک نہ ایک ساتھ متفق رہ سکو گے نہ ایک ساتھ نماز پڑھ سکو گے اور نہ ہی ایک ساتھ

جہاد کر سکو گے"۔ باغیوں نے دروازہ توڑ دیا اور قرآن پاک کے سامنے آپکے سر مبارک پر تلواریں برسائیں۔ فَسَیَکْفِیکَہُم اللّٰہُ وَ ھُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیم کی آیت خون پاک سے بھر گئی۔ آپ کی وفادار اہلیہ حضرت نائلہؓ نے تلوار کے کئی وار ہاتھ سے روکے جن سے ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ اور بالآخر ایک فسادی نے لوہے کی لاٹھی آپ پر اس زور سے ماری کہ آپ اسی وقت رحمت الٰہی سے پیوست ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ آپ کا جسد مبارک دو دن تک بے گور و کفن پڑا رہا۔ تیسرے دن چند آدمیوں نے ہمت سے کام لے خفیہ طور پر داماد رسول، جو رسول خداؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت امّ کلثومؓ کے بھی شوہر ہونے پر ذوالنورین کا خطاب پا چکے تھے، تجہیز و تکفین کی اور جنت البقیع میں دفن کر کے باغیوں کے خوف سے قبر شریف کا نشان بھی مٹا دیا۔

حضرت عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت (سال ۳۵ ھ) دُنیائے اسلام کی عظیم ترین بد قسمتی تھی۔ تب سے آپؓ کی پیشگوئی کے مطابق مسلمان نہ متحد ہو سکے اور نہ ہی ایک ساتھ نماز ادا کر سکے اور نہ ہی جہاد۔ مسلمان فرقوں میں بٹ گئے اور آج تک اپنے ہی بھائیوں کے خلاف مسلمانوں کی تلواریں نکل رہی ہیں۔ شیعہ، سنی، خارجی دعثمانی وغیرہ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اسلامی فتوحات بھی مدھم پڑ گئے اور جو قومیں مسلمانوں کے فقط نام سے تھر تھر کانپتی تھیں وہ قومیں آج مسلمانوں کو آنکھیں دکھا رہی ہیں۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آٹھ نکاح کئے۔ ان میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ اور امّ کلثومؓ بھی شامل تھیں اور اسی وجہ سے نبی اکرمؐ نے آپکو ذوالنورینؓ کا لقب عطا کیا اور فرمایا اگر میری سات بیٹیاں بھی ہوتیں تو ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمانؓ ذوالنورین کے عقد میں لاتا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت عثمانؓ تقویٰ، کرم، عبادت الٰہی، تواضع، حیاداری، شرم و عفت، خوش خلقی اور دانائی میں اور محبت رسول اکرمؐ میں مشہور تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود مدینہ نہیں چھوڑا اور قرب خواجہ کونین کو ترک نہیں کیا یہاں تک کہ جان عزیز بھی قربان کر دی۔

منقبت

پس از شیخین امام اہل عرفان | بہ مہر و مکرمت دریای احسان | امیر المومنین عثمانؓ عفان

بہ ذی النوّرین معروف است و مشہور ازآن رو عالمی راکرد پر نور (امیرالمومنین عثمانؓ عفّان)
جز او را کس نہ بودہ این تمامی زپیغمبر دو فرزند گرامی ''
اگر خورشید نور عین دارد مدد از نور ذوالنوّرین دارد ''
مہ اوج رضا و برج تمکین شہ ملک حیا و کشور دین ''
سپہر دولت و گنج مروّت جہان ہمّت وکان فتوّت ''
چوہست از جور بدکیشان بے دین بلاد مرجع صرفیّ مسکین ''
چہ باشد از کرم این ناتوان را دہد زیر لوای لطف خود جا ''
تحیت ہاو تسلیمات ہر دم بروح پاک آن سلطان محکم ''
امیرالمومنین عثمان عفانؓ

تحقیق وتلاش کے مآخذ

(۱) بیاض نعت ومنقبت (فارسی) ملکیت کتاب خانہ مولف پروفیسر ڈاکٹر شمس الدّین احمد

(۲) عثمانؓ بن عفان۔ عمر ابوالنصر ترجمہ اردو شیخ محمد احمد پانی پتی۔ ایوان کمپنی الہ آباد

(۳) خلفائے راشدین (سوال وجواب کی روشنی میں) علی اصغر چوہدری۔ مکتبہ الحسنات۔ دہلی

(۴) سیرت اصحاب رسولؐ۔ سیّد ابوالاعلی مودودیؒ۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ دہلی

(۵) سیرت حضرت عثمانؓ۔ کتب خانہ اشاعت الاسلام۔ چوڑی والان۔ دہلی

(۶) معیاری اسلامی حکومت خلافت راشدہ۔ ابومحمد امام الدّین رام نگری۔ مکتبہ تحفظ ملت' رام نگر۔ بنارس

(۷) حضرت عثمانؓ ابن عفان۔ محمد حسین ھیکل' اردو ترجمہ اختر فتح پوری۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ نئی دہلی

(۸) اصحاب رسولؐ اوران کے کارنامے۔ بنی احمد سہا۔ تاج کمپنی ترکمان گیٹ۔ دہلی

(۹) تاریخ اسلام۔ ڈاکٹر حمید الدین۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ نئی دہلی۔

(۴) **حضرت علیؓ**..........نام علیؓ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب اور لقب اسد اللہ (خدا کا شیر) تھا۔ والد اور والدہ دونوں سلسلوں سے ہاشمی تھے۔ رسول اکرمؐ کے چچا ابوطالب کے بیٹے تھے اس لئے وہی نسل، وہی نسب، وہی خاندان، وہی اسلاف اور وہی خون جو رسول اللہؐ کا تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو عبدالمطلب کے بھائی اسد کی بیٹی تھیں۔ آپؓ کے والد ابوطالب نے حضرت رسولؐ کو بڑی محبت سے پالا جب کہ رسول اللہؐ کی عمر مبارک آٹھ برس کی تھی۔ نبوت سے تقریباً تین سال پہلے رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ کو پانچ سال کی عمر میں اپنے دامن پرورش میں لے لیا تھا اور اسی چھوٹی عمر سے آپؓ نے خیر البشر صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پائی۔

سیرت اور تذکرہ نگاروں نے حضرت علیؓ کو بچوں میں سب سے پہلے دین اسلام قبول کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ ابتدائی تربیت خانوادۂ رسول اللہؐ میں رسول اللہؐ کی ذاتی نگاہداشت میں ہوئی اس لئے جاہلیت کی تمام مذموم آلودگیوں سے آپ کا دامن پاک و محفوظ رہا۔

دارالندوہ میں جب ابوجہل کی صدارت میں ہوئے جلسہ میں مشرکین نے نبی برحقؐ کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو رسول خداؐ کے خدا نے آپؐ کو مکہ سے مدینہ میں ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہؐ نے روانہ ہونے سے پہلے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا کر فرمایا کہ جو امانتیں لوگوں کی میرے پاس ہیں ان کو لوٹا کر مدینہ میں آ جانا۔ کافر آ گئے اور ان کو وہاں پا کر حیرت زدہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی گال پر چپت ماری اور چلے گئے۔ آپؓ امانتیں لوٹا کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ قبا میں رسول کریمؐ کے ساتھ جا ملے۔ اور مدینہ منورہ میں جب مہاجرین کی اخوت حضور اکرمؐ نے قائم کی تو آپؓ کو اپنے ساتھ رکھا۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر میں سرگرم حصہ لیا۔ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور گارا بھی تیار کرتے۔

جنگ بدر میں تن بہ تن لڑائی میں حضرت علیؓ نے شیبہ کی گردن اڑا دی اور ایسی شجاعت دکھائی کہ سب مان گئے اسی بسالت و دلیری کو دیکھ کر رسول اللہؐ نے آپؓ کو حیدر کرار کا خطاب عطا کیا۔ قبیلہ غطفان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جب رسول اللہؐ نے آپؓ کو پرچم عطا کیا تو غطفانی آپؓ اور رسول اللہؐ کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گئے۔

جنگِ اُحد میں جب رسول کریمؐ اتفاق سے ایک گڑھے میں جا گرے تو حضرت علیؓ نے اوپر سے ہاتھ پکڑا اور جب رخسار انورؐ لہولہان ہوا اور دو دانت شہید ہو گئے تو حضرت علیؓ ڈھال میں پانی لا کر ڈال رہے تھے اور آپ کی

زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اکرمؐ زخم دھو رہی تھیں۔ اس جنگ میں اسلامی افواج کے علمبردار آپؓ ہی تھے۔ جنگ احزاب میں حضرت علیؓ کے ماتحت گروہ مجاہدین اسلام کے حصے کی جو خندق جہاد کے لئے متعین تھی اس کو ایک نامی گرامی شہسوار مشرک عمرو ابن ودّ نے پار کیا۔ اسے اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا اور مشرک بھی اس پر نازاں تھے۔ شیر خداؓ نے ایک ہی وار سے اس کا سر کاٹ دیا اور اس حصہ خندق کے محافظوں پر مشرکین شام تک تیر برساتے رہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس قدر مشغول رہے کہ عصر کی نماز چھوٹ گئی۔ بیعت الرضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اعلان کیا اور صلح نامہ حدیبیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی اور فرمایا کہ اس صلح نامہ کے ذریعے ہم نے مومنوں کے دل میں سکینت اتار دی۔ رسول اکرمؐ نے فتح مندی اور سکون و اطمینان والے اس صلح نامہ کی کتابت کے لئے حضرت علیؓ کو منتخب فرمایا۔ جنگ خیبر میں سب سے بڑا قلعہ قموص یہودیوں کے شہسوار مرحب کی رہائش گاہ بھی تھا۔ رسول اکرمؐ نے اعلان کیا کہ کل میں اس شخص کے حوالے اسلامی علم کروں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ یہ قلعہ فتح کرا دے گا۔ دوسرے دن حضرت علیؓ کو بلوایا۔ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ دَافِعِ الْمَرَضِ وَالْاَلَم رسولؐ نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں میں لگایا' دُعا کی تو اسی وقت تکلیف ختم ہوگئی۔ اور علی کرم اللہ وجہہ قموص کے سنگین در و دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر جم گئے فصیح و بلیغ اور جامع تقریر کی اور مجاہدین کا لہو گرمایا؛ در نعرۂ تکبیر کے ساتھ مرحب' جو قلعہ سے لوہے میں غرق ہو کر نکلا' کے روبرو آگئے دونوں طرف سے رجز خوانی ہوئی۔ مرحب حضرت اسد اللہؓ کے قریب پہنچا اور آپؓ نے اپنی تیز تلوار سے اس کی گردن کو یوں کاٹ کے رکھ دیا جیسے کہ چھری سے پیاز کو۔ یہودی پست ہمت ہوگئے اور مسلمان فاتح۔

عین فتح مکہ کے روز جب مجاہدین اسلامؓ کی فوجیں مکہ میں داخل ہوئیں تو حضرت ابو تراب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حویرث ابن نفیل مشرک و کافر کو جس نے مسلمانوں پر ناقابل بیان ظلم کیا تھا خود اپنی تلوار سے جہنم میں بھیج دیا۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو جذیمہ اور مذحج کے قبائل اور سرداروں کے پاس نور اسلام کو عام کر دینے کیلئے روانہ کیا اور آپؓ نے وہاں کے لوگوں کو صراط مستقیم اور خیر و بھلائی کی راہ پر ڈال دیا اور یہ دونوں علاقے نور حق سے جگمگا اٹھے۔ ہوازن اور ثقیف قبیلوں کے لوگوں نے اسلام کے خلاف بغاوت کی۔ سرکار دو عالمؐ وادی حنین میں پہنچے تو

کافروں نے بھرپور حملہ کیا اور مجاہدین اسلامؓ تتر بتر ہو گئے۔ شیر خداؓ نے اپنی شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا جس کو دیکھ کر منتشر مجاہدین پھر یکجا ہوئے اور ہاری ہوئی جنگ جیت میں تبدیل ہوئی۔

سال ۹ھ میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا تو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ احکام و ہدایات نازل ہوئیں جو سورہ التوبہ کی پہلی آیت سے پانچویں رکوع کی آخری آیت ۳۷ تک بیان ہوئی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یہ آیات دے کر اعلان براءت کرنے کے لئے امیر حج حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس بھیج دیا اور آپؓ نے بیت اللہ شریف پہنچ کر منیٰ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ہمراہی میں، جنہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے اعلانِ عام پر مقرر کیا تھا، منادی کی جس میں چار باتیں تھی (۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہیں آئے گا (۲) برہنہ ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کیا جائے گا (۳) جن مشرکین سے مسلمانوں کے معاہدے ہوئے ہیں مقررہ میعاد تک مسلمان ان کی پابندی کریں گے اور جن سے کوئی معاہدہ نہیں ہے ان کو چار ماہ تک مہلت ہے اس کے بعد خدا اور رسول خدا ﷺ ان سے بری الذمہ ہیں (۴) جنت میں مشرک داخل نہیں ہوں گے۔

خلفائے راشدینؓ میں حضرت علیؓ تنہا وہ شخص تھے جنہیں یمن کا قاضی اور حاکم بنا دیا گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں آپ محکمہ فتویٰ کے روح رواں تھے اور دینی مسائل اور لوگوں کے انفرادی و اجتماعی مسائل اور حکومت کے انتظامی مسائل میں آپؓ نے بڑی قابل تعریف راہنمائی فرمائی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں بھی آپؓ بدستور دینی مسائل پر اپنے مشوروں سے حکومت کا ہاتھ بٹاتے رہے اور فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ قضا اور فقہ میں حضرت علیؓ کو فضیلت حاصل ہے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپؓ کو اہم منصب عطا فرمایا اور وہ حدود شریعت کے عملی اجراء کا معاملہ تھا کیونکہ حدود و قصاص کے مقدمات میں جو سزائیں دی جاتی تھیں وہ آپؓ ہی کے ذریعہ تکمیل پاتی تھیں۔

خلیفۂ مظلومؓ داماد رسولؐ حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت عظمیٰ کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ متفقہ رائے سے امیر المومنین منتخب ہوئے۔ بیعت لینے کے بعد آپؓ نے ایک مختصر سی فصیح و بلیغ تقریر کی جس میں آپؓ نے مسلمانوں کے باہمی حقوق کی تشریح اور ان کو خراب کاری اور فتنہ سازی سے دور رہنے کی تلقین کی اور انہیں ان

کے دینی، اخلاقی اور سیاسی فرائض کے ساتھ ساتھ خدا ترسی اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دلایا۔

حضرت علیؓ پر قاتلین عثمانؓ کا بدلہ لینے کی خاطر تمام معزز صحابہؓ زور ڈالنے لگے۔ اور صدر مقامات میں بھی خاصی بے چینی تھی۔ حضرت علیؓ نے تخت خلافت سنبھالتے ہی عہد عثمانی کے بڑے بڑے عمال کو خدمت سے فارغ کر دیا جس سے شورشیں شروع ہو گئیں شام کے حاکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو حضرت علیؓ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور وہ مظلوم خلیفہ حضرت عثمانؓ کے انتقام کی دعوت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؓ مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے لیکن ادھر سے حضرت ام المومنین صدیقہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی راہنمائی میں ایک فوج مکہ سے بصرہ پہنچی تا کہ خلیفہ مظلوم و مقتول رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے شام جانے کا ارادہ ترک کیا اور بصرہ پہنچ گئے۔ جنگ ہوئی اور خون ریز جنگ ہوئی۔ حضرت صدیقہ کبریٰؓ ایک اونٹنی پر تشریف فرما تھیں اور فوج کو ہدایات دے رہی تھیں۔ اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے یہ جنگ جنگ جمل کہلائی۔ اس جنگ میں دس ہزار آدمی قتل ہوئے اور حضرت علیؓ نے حضرت صدیقہ کبریٰؓ کے ساتھ مصالحت کی گفتگو کر کے انؓ کو عزت و احترام کے ساتھ واپس روانہ کیا اور ایک فاصلہ طے ہونے تک حضرت علیؓ آپؓ کے ساتھ رہے۔ اس جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔

اس جنگ کے بعد آپ اسی ہزار فوجیوں کی معیت میں کوفہ سے روانہ ہوئے اور امیر معاویہؓ سے جنگ کرنے کی خاطر نخلیہ پہنچے۔ امیر معاویہؓ ساٹھ ہزار کی ایک لشکر جرار کے ساتھ دریائے فرات کے ساحل پر صفین کے میدان میں اترے۔ علوی فوج نے بھی مقابل میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ابتدا میں معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ رجب ماہ ۳۸ھ کا احترام کیا گیا۔ جنگ نہیں ہوئی۔ شعبان ۳۸ھ میں خونریز جنگ ہوئی۔ ۴۵ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی مسلمان قتل ہوئے۔ عمرو ابن العاصؓ کی تجویز پر شامی مسلمان قرآن مجید کو نیزوں پر اٹھائے پکارنے لگے کہ قرآن ہمارا ثالث ہے۔ حضرت علیؓ نے اسے ایک جنگی چال سمجھا لیکن خود اس کی فوجوں نے انؓ سے کہا کہ اگر آپ قرآن کو ثالث نہیں مانتے تو ہم آپ کا کیوں ساتھ دیں؟ حضرت علیؓ نے لڑائی بند کی۔ طرفین نے دو نمائندوں کو مقرر کیا جو ثالث کی حیثیت سے قرآن پاک کی روشنی میں اس اختلاف کا فیصلہ دیں گے جو طرفین پر لازمی ہوگا۔ شامیوں کی طرف سے حضرت عمرو ابن العاصؓ اور عراقیوں کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ ثالث

مقرر ہوئے۔ حضرت علیؓ خود حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر کرنا چاہتے تھے مگر فوج نے نہ مانا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ثالث کی تقرری کو مان لیا ان میں سے ہی ایک بڑی جماعت حضرت علیؓ کے خلاف ہوئی کہ خلافت جیسے اہم مسئلہ میں قرآن کے فیصلہ کی بجائے آدمیوں کو آپ نے کیوں ثالث تسلیم کیا۔ ان کا نعرہ تھا: ''لاحکم الاّاللہ'' (فیصلہ بس اللہ کا!) اور حضرت علیؓ سے الگ ہو گئے۔ یہ بارہ ہزار کی تعداد میں تھے اور ان کا سرگروہ شعث بن رابی تھا۔ تاریخ اسلام نے ان کو خارجی کہا ہے۔ خارجیوں نے حضرت علیؓ کی سخت مخالفت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص دینی معاملات میں قرآن کو چھوڑ کر کسی آدمی کے فیصلے کو ماننے والا بن جائے وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ وہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے خلاف جہاد کو لازمی فرض جانتے تھے۔ چنانچہ نہروان میں خارجیوں اور علوی افواج کے درمیان جنگ ہوئی۔ خارجیوں کی طاقت اگرچہ اس جنگ میں ٹوٹ گئی لیکن حضرت علیؓ کے حق میں اس کے اثرات اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ فوج شام کے امیر معاویہؓ کے خلاف کند ہتھیاروں اور تھکاوٹ کے بہانے جنگ کرنے سے انکاری ہو گئے اور حضرت علیؓ کوفہ لوٹ آئے۔ امیر معاویہؓ نے عمرو ابن العاصؓ کو چھ ہزار فوج کیساتھ مصر بھیجا اور اسے قبضے میں لے آیا۔ بالآخر حجاز اور عراق اور جزیرہ' مکہ' مدینہ اور فارس وغیرہ کے علاقوں میں بدامنی پیدا ہو جانے یا پیدا کئے جانے کے نتیجے میں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے باہم صلح کر لی جس کے تحت حجاز، عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علیؓ کے تصرف میں رہا اور شام مصر اور مغرب کا علاقہ امیر معاویہؓ کے حصے میں آیا۔ خلافت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور اسلامی یکجہتی ختم ہوئی۔ اسلامی اخوت و مساوات پر ضرب لگی اور اسلام کے جمہوری نظام کو بھی سخت صدمہ پہنچا۔

نہروان کی شکست کے بعد خارجی سانپوں کی طرح انتقام لینے کے لئے لہرا رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے تین جانباز ایک مقررہ دن کو حضرت علیؓ امیر معاویہؓ اور عمرو ابن العاصؓ کو شہید کریں گے۔ تینوں اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ ابن ملجم نے جس نے حضرت علیؓ کو شہید کرنے کا ذمہ لیا تھا اپنے زہر آلود خنجر سے حضرت علیؓ پر کاری زخم لگایا جس سے تین دن بعد ۲۰ رمضان ۴۰ھ کو آپؓ رحمت حق سے واصل ہو گئے۔

حضرت علیؓ بہت شجاع تھے۔ بڑے بڑے جنگجو آپ سے نبرد آزما ہونے کا خیال تک اپنے دماغ میں نہیں لاتے تھے۔ آپ کی تلوار کی کاٹ ضرب المثل بن چکی تھی۔ آپ علم و فضل میں بھی بے نظیر تھے چنانچہ ایک حدیث پاک میں

آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''میں علم کا شہر ہوں' ابوبکرؓ اس شہر کی شادابی' عمرؓ اس شہر کی فصیل اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہیں'' شاہِ مردان حضرت ابوتراب جناب علی المرتضٰی کرم اللہ تعالی وجہہ کو اگرچہ نظامِ حکومت کی اصلاح کیلئے وقت بہت کم ملا لیکن اس کی بہتری کیلئے آپؓ نے پوری کوشش کی۔ فوجی چھاؤنیوں میں اضافہ کیا۔ صیغۂ مال میں اصلاحات کیں جس سے بیت المال کی آمدنی بڑھ گئی۔ عمال کی نگرانی کیا کرتے اور احتساب فرماتے۔ خراج کی آمدنی کا خاص خیال رکھتے اور نہایت سختی سے حساب لیتے تھے۔ عدل وانصاف کا رنگ عہد فاروقی سے کم نہ تھا۔ فاروق اعظمؓ کے اختراع کئے ہوئے محکمۂ پولیس کی بھی ترقی آپ کے عہد میں ہوئی اور ایک باقاعدہ پولیس دستے کا قیام عمل میں آیا جسے شرطہ کہتے تھے۔ اس کا افسر اعلیٰ صاحب الشرطہ کہلاتا تھا جس کے فرائض میں حفظ امن کے علاوہ منڈیوں کی نگرانی بھی شامل تھی۔

آپؓ کے اخلاقی فضائل میں آپ کا زہد وتقویٰ کا اعلیٰ معیار تھا۔ پوری زندگی پرہیزگارانہ تھی۔ بنی ہاشم میں آپ سے زیادہ کوئی شب بیدار اور عبادت گذار نہیں تھا۔ صدیقۂ کبریٰ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتی تھیں کہ: ''وہ (یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) قائم اللیل اور صائم النہار تھے''۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف بموجب اختلاف روایت ۵۸ سے ۶۵ سال تک تھی۔

امیر المومنین حضرت علیؓ نے نو نکاح کئے: (۱) حضرت فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان سے دو بیٹے حسنؓ اور حسینؓ اور دو بیٹیاں زینبؓ اور ام کلثوم تھیں (۲) ام البنین بنت خزام۔ اُن سے عباس' جعفر' عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے (۳) اسماء بنت عمیس۔ ان سے یحییٰ اور محمد اصغر متولد ہوئے (۴) صہباء بنت ربیعہ۔ ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے (۵) لیلیٰ بنت مسعود تمیمی۔ ان سے دو بیٹے عبداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے (۶) امامہ بنت ابی عاص۔ یہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ کی بیٹی تھیں اور ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے (۷) خولہ بنت جعفر۔ ان سے محمد پیدا ہوئے جو ننہالی نسبت سے محمد بن حنفیہ کہلائے (۸) ام سعید بنت عروہ بن مسعود۔ ان سے دو بیٹیاں ام الحسین اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئیں اور (۹) محیات بنت امراء القیس۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو نسب چلا وہ سب سادات کہلاتے ہیں۔ آپ کی دوسری اولادیں اور ان کی نسل علوی سید کہلاتے ہیں۔

منقبت

مرتضیٰ برج ولایت رامه　　مرتضیٰ ملک بدایت راشه　　کرم اللہ تعالیٰ وجهه
شیر مردان جهان را غالب　　شاه مردان علی بوطالب　　,,,,
این عمّ نبیؐ وشیر خدا　　شاه اہل دل و ختم خلفا　　,,,,
باشد آن مظہر الطاف آله　　گل باغ فعلیؔ مولاه　　,,,,
کاروان باش ره عرفان اوست　　مظہر سلسله احسان اوست　　,,,,
بی نظیری که نظیری فرمود　　در حق او نبی حی ودود　　,,,,
علی آمد گل بستان ارم　　علی آمد درّ دریای قدم　　,,,,
علی آمد شه اقلیم صفا　　علی آمد مه گردون وفا　　,,,,
منبع معدن اسرار علی است　　مَظہر و مُظہر انوار علی است　　,,,,
صاحب کشف است آن کاشف　　در حقایق به تمامی واقف　　,,,,
از سلونی که تواند دم زد　　غیر آن کاشف اسرار احد　　,,,,
مقتدای همه اسرار علی است　　پیشوای همه ابرار علی است　　,,,,
بو تراب آنکه بود خاک درش　　ہر که ہست افسر شاہی به سرش　　,,,,
ہست خاک قدم آن سرور　　سرمهٔ دیدهٔ انوار نظر　　,,,,
اوست عم زاده و داماد رسولؐ　　جانشین نبیؐ و زوج بتول　　,,,,
اوست شاه و دگران بندهٔ او　　سرکشان جمله سر افگندهٔ او　　,,,,
باطنش واقف اسرار خدا　　دلش آئینه انوار خدا　　,,,,
او مه اوج سپهر انوار　　روی خورشید فلک کرد دوبار　　,,,,
ہر کرا گفتن ذکری ہوس است　　یا علی یا علیش ذکر بس است　　,,,,

صرفیا آمده اند اہل کمال جُملہ در مدحت او عاجز ولال ''''

تو کجا وحدّ مدحش بہ کجا نہ بہ لب مہر خموشی وبیا ''''

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

تحقیق وتلاش کے مآخذ

۱۔بیاض نعت ومنقبت (فارسی قلمی)۔ملکیت مولف پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

۲۔اصحاب رسولؐ اوران کے کارنامے۔بنی احمد سہا۔تاج کمپنی' ترکمان گیٹ' دہلی۔

۳۔تاریخ اسلام۔ڈاکٹر حمید الدین۔اسلامک بک فاؤنڈیشن۔نئی دہلی

۴۔المرتضیٰ۔مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی۔مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔لکھنؤ

۵۔سیرت حضرت علیؓ۔کتب خانہ اشاعت الاسلام۔چوڑی والان۔دہلی

۶۔سیرت اصحاب رسولؐ۔سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔مرکزی مکتبہ اسلامی۔دہلی

۷۔خلفای راشدین (سوال وجواب کی روشنی میں) علی اصغر چوہدری۔مکتبہ الحسنات۔دہلی

۸۔معیاری اسلامی حکومت خلافت راشدہ۔ابومحمد امام الدّین رام نگر' مکتبہ تحفظ ملت۔رام نگر۔بنارس

۹۔علیؓ ابن ابی طالب۔عمر ابوالنّصر۔ترجمہ اردو شیخ محمد احمد پانی پتی۔ایوان کمپنی۔الہ آباد

اسمائِ انبیاء

۱۔حضرت یوسف علیہ السّلام......حضرت یوسف علیہ السّلام شمالی شام میں فدان ارم نامی جگہ میں گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار نو سو ستائیس سال پہلے اپنے والد بزرگوار پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ کا نام راخل تھا۔بچپن سے ہی آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حسن وجمال عطا فرمایا تھا۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹوں میں آپ ان کے محبوب ترین فرزند

تھے جس کیوجہ سے ان میں حسد پیدا ہو گیا اور اس حسد سے حضرت یعقوبؑ باخبر تھے۔ جب حضرت یوسفؑ نے اپنے سامنے چاند سورج اور گیارہ ستاروں کو خواب میں ان کا سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اور حضرت یعقوبؑ نے اسے اس کی تعبیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بزرگی و عظمت اور شوکت و شکوہ عطا ہونے کی یقین دہانی کی تب سے تو حضرت یعقوبؑ ان کو اپنی نظروں کے سامنے رکھتے تھے اور دوسرے بھائیوں کے ساتھ، جو دوسری ماں لیاہ سے تھے اور سوتیلے تھے، ان کو باہر نہیں بھیجتے تھے۔ سوتیلے بھائیوں کے حسد کی آگ دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور بالآخر انہوں نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے ساتھ جنگل میں کھیلنے کیلئے راضی کر لیا۔ گو کہ حضرت یعقوبؑ تشویش و اضطراب میں تھے لیکن پیغمبر تھے اس لئے راضی بہ رضائے الٰہی رہے۔ سوتیلے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دیا اور حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ ایک بھیڑیا ان کو کھا گیا۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ نے پیغمبرانہ کردار سے کام لیتے ہوئے صبر کو اپنا شعار بنایا اور بیٹوں سے صرف اتنا کہا کہ تم لوگوں نے سچ نہیں کہا بلکہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔

مصر جاتے ہوئے ایک قافلے کے لوگوں نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے پانی کی تلاش میں ڈول کے ذریعہ سے نکال دیا اور مصر پہنچ کر بادشاہ مصر یا عزیز مصر فوطیفار نے انہیں خرید لیا اور بالآخر ان کے سپرد اپنے گھر کا سارا انتظام کر دیا۔ عزیز مصر کی صاحب جمال بیوی زلیخا حضرت یوسفؑ کے بے مثال ملکوتی حسن پر فریفتہ ہو گئی اور ان کو اپنی ہوس نفسانی پر اکساتی رہی لیکن ان کے پیغمبرانہ کردار میں رخنہ پیدا کرنے میں وہ کامیاب نہ ہو پائی۔ آخر اس ہوس کار عورت نے ان پر تہمت لگائی جو جھوٹی ثابت ہوئی۔ لیکن ملکہ مصر تھی حضرت یوسفؑ کو قید میں ڈال دینے میں کامیاب ہوئی۔ زندان میں حضرت یوسفؑ کی حکمت و بصیرت اور عقل و دانش کے چرچے ہوئے۔ زندان میں دو قیدیوں کے خواب کی سچی تعبیر عملی ہونے کی وساطت سے عزیز مصر کے خواب کی تعبیر بتانے کیلئے حضرت یوسفؑ کو زندان سے رہا کر کے دربار شاہی میں عزت و احترام کے ساتھ لایا گیا اور بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر اور پھر تدبیر کرنے سے جب بادشاہ مصر کے برے خواب کے اثرات سے بچنے کا راستہ کھل گیا تو بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو مصر کے خزانوں اور سلطنت کے تمام امور کا مالک بنا دیا۔ آپ نے ملک کے دورے کئے۔ کثرت سے زراعت کروائی، فاضل غلّے کو گوداموں میں محفوظ کرایا اور عزیز مصر کے خواب کے مطابق قحط پڑ جانے کی تباہیوں سے بچنے کی خاطر حضرت یوسفؑ نے قحط کے ایام میں اسی غلّے کو عوام میں بانٹ دیا۔

اسی شاہی اجلال اور شان وشوکت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں کی وساطت سے' جو قحط زدگی کے ایام میں غلہ لینے کے لئے حضرت یوسفؑ کے پاس آئے تھے اور انہوں نے آپؑ کو نہیں پہچانا تھا' اپنے واحد سگے بھائی بن یامین اور اپنے والد بزرگوار کو مصر میں بلوایا اور پورا خاندان اکٹھا ہو گیا۔ سوتیلے بھائیوں کو حضرت یوسفؑ نے معاف کر دیا۔ والدین کو حضرت یوسفؑ نے تخت پر بٹھایا اور سوتیلے بھائی اور خاندان کے لوگ تعظیماً حضرت یوسفؑ کے آگے جھک کر تقریباً سجدہ ریز ہوئے اور انکے اپنے سچے خواب کی تعبیر درست ثابت ہوئی۔

فرعون مصر نے دریائے نیل کے قرب وجوار میں واقع مصر کا ایک زرخیز علاقہ جو جوشن کہلاتا تھا جاگیر میں دے کر حضرت یوسفؑ کے خاندان کو آباد کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک سوتیس سال کی عمر میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ مصری رسم کے مطابق آپ کی نعش مبارک کو حنوط کیا گیا اور آپ کی وصیت کے مطابق حضرت یوسفؑ نے آپ کی نعش کو چالیس دنوں کے بعد کنعان میں منتقل اور جرون نامی جگہ پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کے پہلو میں دفن کیا۔

توراۃ کا بیان ہے کہ فرعون مصر نے حضرت یوسفؑ کی شادی فوطی فرع کی بیٹی آسناتھ سے کر دی تھی فوطی فرع بقول بائبل کوئی مذہبی پیشوا تھا یا کوئی شاہزادہ۔ آسناتھ سے حضرت یوسفؑ کے دو بیٹے ہوئے منسی اور افرئیم اور ان ہی دو بیٹوں سے آپ کی نسل چلی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یوشع بن نونؑ حضرت یوسفؑ ہی کے خاندان سے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے ایک سو دس سال کی عمر میں وصال فرمایا اور مصر میں دفن ہوئے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ جب مصر سے بنی اسرائیل چلے جائیں گے تو وہ میری لاش کو بھی اپنے ساتھ لیجائیں۔ چنانچہ کتاب پیدائش کے پچاسویں باب میں ان کی یہ وصیت موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپؑ کی نعش ایک تابوت میں رکھی گئی اور جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر روانہ ہوئے تو وہ اس تابوت کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش رکھی گئی تھی اور بالآخر اپنے باپ دادا کے پہلو میں دفن ہوئے۔

تحقیق وتلاش کے مآخذ

۱۔قرآن کریم۔سورہ یوسف
۲۔بائبل (پیدائش)
۳۔حضرت یوسفؑ قرآن کے آئینے میں۔(مرکزی مکتبہ اسلامی ' دہلی ۶) تالیف سید احمد قادری
۴۔بچوں کی قصص الانبیاء۔حصہ دوم ازامۃ اللہ تسنیم۔مکتبہ اسلام۔گوئن روڈ۔لکھنؤ
۵۔انبیائ کرام علیہما السلام (مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات کا مجموعہ) مولانا غلام رسول مہر۔پرویز بک ڈپو دہلی
۶۔محفلِ انبیاء ازمحمد جمیل احمد۔تاج کمپنی ترکمان گیٹ دہلی ۶

۲۔حضرت موسیٰ علیہ السلام......فرعون کے حکم نسل کشی کے دوران جبکہ لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کیے جانے اورلڑکیوں کو حکام کی خدمت کرنے کے لیے زندہ باقی رہنے کا عمل جاری تھا' اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے تیسرے فرزند لاوی کی نسل سے دُنیا میں ایک بیٹا لایا جسے نبوّت اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کیلیے چنا گیا تھا۔آپ کی والدہ یوکید نے تین ماہ تک اسے چھپائے رکھا۔اللہ تعالیٰ نے یوکید کو الہام کے ذریعہ حکم دیا کہ بچے کو ایک صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی سطح پر ڈال دیا جائے' اللہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔صندوق بہتے بہتے شاہی نہر پر واقع فرعون کے محل کے پاس آ کر رک گیا۔فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ (جو دل سے مسلمان ہو چکی تھیں) نے صندوق کو دیکھا۔بچے پر نگاہ پڑتے ہی اس کی محبت رگ و پے میں اتر گئی اور فرعون سے گود لینے کی درخواست کی جو منظور ہوئی۔رضای خداوندی نے فرعون کے دل کو بھی اس نوزاد بچے کیلیے موم کر دیا اور جس فرعون نے ہزاروں معصوم نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا اسی نے اپنے آئندہ کے دشمن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود لے کر اسے پورے شاہی ناز نعمت میں پالا۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام نے کسی دایہ کا دودھ نہ پیا۔شاہی حکم سے کسی دایہ کی تلاش کی گئی جس کا دودھ حضرت موسیٰ نے پینا شروع کیا۔یہ دایہ خود موسیٰ علیہ السلام کی اپنی ماں یوکید تھیں اور اس طرح خود اپنی ہی ماں کی آغوش میں لوٹ آئے۔روحانی عظمت' جاہ و جلال اور علم و دانش کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے پناہ جسمانی

قوت بھی عطا کی تھی۔ایک رات شہر میں گھومنے نکلے تو دیکھا ایک قبطی (مصری) ایک بنی اسرائیلی کو بیگار کی خدمت کے لئے گھسیٹ کیلئے جارہا ہے اور وہ چلّا رہا ہے۔حضرت موسیٰ نے مصری کو بنی اسرائیلی کی جان چھڑانے کی نیت سے گھونسا مارا جس سے مصری مرگیا۔راز فاش ہوا۔فرعون کے محل کے سامنے حاکم قوم کے ایک فرد کی موت غلام قوم کے فرد کے ہاتھوں ایک توہین تھی جس کے پاداش میں موسیٰؑ کو قتل کردیئے جانے کا حکم ہوا۔حضرت موسیٰؑ کو خبر ہوئی اور وہ شہر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے فرعون کی مملکت کے باہر مدین شہر میں پہنچے۔ وہاں تھکے ہوئے اور بھوکے پیاسے ایک کنوئیں پر پہنچے۔دولڑکیاں پانی کے انتظار میں چرواہوں کی باری ختم ہونے تک کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ نے مجمع کو ہٹا کران کیلئے پانی کھینچا اور خود سائے میں بیٹھ گئے لڑکیوں نے اپنے والد حضرت شعیبؑ سے حضرت موسیٰؑ کو گھریلو ملازم رکھنے کی سفارش کی اور والد کے حکم سے وہ حضرت موسیٰؑ کو گھر لے آئیں۔ حضرت شعیبؑ نے آٹھ سال تک خدمت کرنے کی شرط پر آپ کو دو میں سے ایک بیٹی کے ساتھ عقد کرنے کی پیشکش کی جو حضرت موسیٰؑ نے قبول کی اور آپ کا صفورا کے ساتھ عقد ہوگیا۔

مدین میں دس سال رہے اور جب سخت سردی میں آپ اپنی بیوی اور فرزند جیرسوم کے ساتھ کوہ طور کے پاس پہنچے تو دیکھا کوہ طور کے قریب آگ روشن ہے۔ بیوی سے کہا: ''تم لوگ یہیں پر ٹھہر جاؤ میں کچھ آگ لارہا ہوں''۔ وہاں پہنچے تو دیکھا ساری وادی نور خداوندی اور تجلی ربانی کی روشنی سے معمور ہے۔آواز آئی: ''اپنے نعلین نکال دو' وہ جو اپنی تجلی دکھا رہا ہے' سارے جہان کا خدائے وحدہ لاشریک لہ ہے۔تم اس وقت طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔میں نے تجھے اپنی نبوت ورسالت کیلئے منتخب کرلیا ہے۔ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔اسلئے میری ہی عبادت کر۔اس میں شک نہیں کہ قیامت آنے والی ہے جس میں سب کے اعمال کا حساب ہوگا۔شیطان کے اغوا اور نفس کے شر سے بچتا رہ اور نیکوکاری کی راہ اختیار کر''۔حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمہ تن گوش اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور اس کے کلام کو سن رہے تھے۔پھر آپ کو معجزات عطا ہوئے۔عصای مقدس جو اژدہا بن جاتا اور ید بیضا یعنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ہاتھ سورج کی مانند چمکتا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان معجزات کیساتھ واپس مصر چلے جاؤ اور سرکش ونافرمان فرعون کو دین اسلام کی دعوت دو اور اس سے کہہ دو کہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے چلے جانے کی اجازت دے۔حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: ''میری زبان میں لکنت ہے اسے دور کردیجئے اور میرے بھائی

ہارون علیہ السلام کو میرا وزیر اور معاون بنا دیجئے کیونکہ وہ فصیح الکلام ہے"۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مصر میں ہارونؑ کو بھی نبوت عطا کی اور دونوں کو حکم دیا کہ فرعون کو نرمی سے سمجھا کر دین اسلام میں داخل ہو جانے کی تلقین کرو شاید غور کرے اور میرے عذاب سے ڈر جائے۔ ہارون بذریعہ وحی الٰہی حضرت موسیٰؑ کے استقبال کیلئے بیابان سینا میں پہنچے اور دونوں نے مصر میں آ کر فرعون مصر کے دربار میں اسے خدائے واحد اور اس کے دین حق اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کرا اور انہیں مصر چھوڑ دینے کی اجازت دے۔

کافی بحث وتمحیص کے بعد جب فرعون نے عاجز آ کر کہا کہ مجھے کوئی پیغمبرانہ نشانی دکھاؤ تب حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے عطا کئے ہوئے معجزے دکھائے لیکن فرعون متکبر نے انہیں جادو کہہ کر ٹھکرا دیا اور اپنی بربریت اور ظلم وجبر کو جاری رکھا۔ اب مشیت الٰہی میں فرعون کی تباہی کا وقت آ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ مصریوں سے بے خبر ہو کر وہ بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے چلیں۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر بحیرۂ قلزم کی طرف چل پڑے فرعونؔ کو خبر ہوئی وہ فوج لے کر خود روانہ ہوا۔ آگے سمندر تھا۔ موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے سمندر پر اپنا عصا مارا۔ پانی دونوں طرف سے دو دیواروں کی طرح کھڑا رہا اور درمیان میں سے خشک سڑک نکلی۔ موسیٰؑ اور ان کی قوم نے اسی سڑک کو پار کر کے سمندر کو عبور کر لیا۔ فرعونؔ تعاقب میں اسی سڑک پر فوجوں کے ہمراہ اترا۔ بیچ سڑک میں حکم الٰہی سے پانی دونوں طرف سے برابر ہو گیا اور فرعونؔ مع فوج کے غرقاب ہوا۔ فرعون ڈوبنے لگا تو کہا: "میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے خدا پر ایمان لاتا ہوں"۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو زبانی ایمان قرار دے کر اس کے ایمان کو قبول نہیں فرمایا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے مطابق فرعونؔ کی لاش کو بچا لیا تاکہ آنے والوں کے لئے باعث عبرت بن جائے[1]۔ یہ سال ۱۴۴۰ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ سال ۱۸۹۸ء۔۱۸۹۹ء میں یہ لاش مصر میں باب الملوک نامی جگہ پر کھدائی کرتے وقت مل گئی اور آج قاہرہ (مصر) کے عجائب گھر میں اس سرکش و نافرمان اور مغرور ومتکبر منفتاح نامی فرعون' جس نے خود کو خدا سمجھ رکھا تھا' کی لاش کا جسے حنوط کر کے دفن کیا گیا تھا' مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو وادی سینا میں لے آئے جہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ بنی اسرائیل نے بھی ایک بت بنائے جانے کی درخواست کی کہ وہ اس کی عبادت کریں گے۔ موسیٰؑ بہت برہم ہوئے اور ان کو

[1] سورہ یونس آیت (۹۲)

سخت تنبیہ کی۔انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ شریعت حقہ پر قائم رہنے کیلئے آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری مستقل ہدایت کی خاطر ایک آسمانی کتاب نازل کرنیکی درخواست کریں۔موسیٰؑ نے دعا کی جو قبول ہوئی اور حکم ہوا کہ طور پر آ کر چالیس دن تک معتکف ہو جائیں۔موسیٰؑ نے قوم کو حضرت ہارونؑ جو خود نبی تھے' کی تحویل میں رکھا اور وصیت کی کہ خبردار! میرے آنے تک یہ لوگ کسی افتراق میں نہ پڑیں۔اور خود کوہ طور پر چلے گئے۔جب مدت پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف ھمکلامی سے نوازا اور پتھر کی دو تختیوں پر کندہ دس احکام آپؑ کو عطا کئے۔فرط عشق میں موسیٰؑ نے دیدار الٰہی کرنے کی درخواست کی۔ارشاد ا ترا تم نہیں دیکھ سکتے۔جب تجلی ربّ جلیل پہاڑ پر جلوہ فگن ہوئی تو موسیٰ تاب نہ لا کر غش کھا کر گر پڑے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ہوش میں آئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اپنی درخواست پر توبہ و استغفار کیا۔جو دس احکام آپؑ کو عنایت ہوئے وہ یہ تھے۔(۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) خون ناحق نہ کرو (۵) جادو نہ کرو (۶) سود مت کھاؤ (۷) بے گناہ کو مت پکڑو کہ حاکم اسے قتل کرے (۸) پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ (۹) جہاد سے مت بھاگو (۱۰) سبت کے دن حد سے نہ گزرو

حضرت موسیٰؑ کی غیر حاضری میں سامری نام کے جادوگر نے بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا۔اس نے سونے کا ایک بت بنایا جس میں پتلے سوراخ میں ہوا داخل ہونے سے آواز نکلتی تھی۔اور بنی اسرائیل نے اسی بت کو جو بچھڑے کی شکل کا تھا اپنا معبود بنالیا۔حضرت موسیٰؑ لوٹ آئے تو حضرت ہارونؑ کے بال پکڑ لئے اور ان کو سخت تنبیہہ کی کہ تم نے ان کو روکا کیوں نہیں؟ انہوں نے سامری اور قوم کی نافرمانی کا ذکر کیا۔موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو جلا کر راکھ کر دیا اور قوم نادم ہوئی اور کفارہ ادا کرنے کیلئے آمادہ ہوئی۔حکم الٰہی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تلواریں لے کر میدان میں جمع ہو جاؤ اور جب اندھیرا ہو جائے تو ایک دوسرے کو قتل کرو کہ مرتد ہونے کی سزا یہی ہے۔بنی اسرائیل نے تعمیل کی۔اس کے بعد بارگاہ خداوندی سے ان کو معافی ہوئی۔

بنی اسرائیل مسلسل نافرمانیاں کرتے رہے۔کتاب الٰہی (تورات) کو دیکھ کر کہا کہ یہ آپ نے خود بنائی ہے خدا کو ہمیں روبرو دکھا دو تا کہ ہم اس کا کلام سن سکیں۔اور پھر یہ احکام بھی سخت ہیں ہم سے ان کی تعمیل نہیں ہوگی۔اس نافرمانی پر کوہِ طور کا ایک حصہ ان کے سروں پر معلق رہا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل قوم پر بے شمار انعامات کئے۔ بے آب وگیاہ بیابان میں حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ نے ایک چٹان پر عصا کی ضرب لگائی تو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اوراس طرح سے ان کے لئے پانی فراہم کردیا گیا۔ گرمی اور تمازت سے بچنے کیلئے ان پر بادلوں کا سایہ رہا۔ کھانے کیلئے آسمان سے من و سلویٰ اترتا رہا مگر اس ناشکر گذار قوم نے ان خدائی انعامات کی قدر نہ کی بلکہ لہسن، دال، پیاز اور ترکاریوں کا مطالبہ کیا۔ موسیٰ نے کہا اچھا چلو کسی شہر میں داخل ہو جاؤ وہاں یہ چیزیں تمہیں مل جائیں گی۔ حکم خداوندی کے بموجب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فلسطین میں داخل ہونے کا حکم دیا جہاں کے لوگوں کے ساتھ جو عمالقہ قوم کہلاتی تھی اور مشرک و بت پرست تھی جہاد کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔ بنی اسرائیل نے انکار کیا اور کہا آپ اور آپ کا خدا جاکر ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھیں گے اس نافرمانی پر عتاب الٰہی ظاہر ہوا۔ چالیس سال تک یہ قوم نافرمان بھٹکتی رہی اور اسی بیابان میں ذلت کے ساتھ ان کا ہر فرد ریت و خاک کی نذر ہو کر مٹ گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد مگر منافق اور گمراہ بھائی قارون انتہائی دولت مند تھا۔ اس نے زکوۃ دینے سے انکار کیا اور نعوذ باللہ حضرت موسیٰ پر ایک فاحشہ عورت سے تہمت لگوائی۔ جب فاحشہ عورت نے حضرت موسیٰؑ کے پیغمبرانہ جلال کو دیکھا اسے قارون کی حرکت بتلایا تو موسیٰؑ نے بددعا کی اور قارون مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنس گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے جس کی تفصیل قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں بھی آئی ہے۔ یہ ملاقات بقول قرآن پاک مجمع البحرین کے مقام پر ہوئی ہے جسے مفسرین نے یا دجلہ وفرات کا سنگم بتایا ہے یا بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کا وہ علاقہ جہاں اس وقت ان دونوں کے درمیان ایک خط اتصال موجود تھا۔

حضرت ہارونؑ نے ایک سو تئیس (۱۲۳) سال کی عمر میں بیابان سینا میں وفات پائی۔ اسی سال یعنی حضرت عیسیٰؑ سے چودہ سو سال پہلے (۱۴۰۰ ق۔م) ایک سو بیس سال کی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی بیابان سینا میں کوہ پسگہ پر انتقال فرمایا جو اریحا شہر کے مقابل میں دریائے اُردن کے کنارے واقع تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفوراؓ تھیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ تورات میں ان

کے دو بیٹوں کے نام ملتے ہیں (۱) جیرسوم اور (۲) العیزر۔ تورات ہی کے بقول حضرت ہارون علیہ السلام کے چار بیٹے تھے (۱) العیزر (۲) اتمر (۳) ندب اور (۴) ابیہو۔ حضرت ہارونؑ اور ان کی اولاد کے سپرد شرعی احکام کی ادائیگی اور رسوم عبادات کی انجام دہی اور نگرانی تھی۔ یہودا سے منصب کہانت کہتے تھے۔

تحقیق وتلاش کے مآخذ

(۱) قرآن مجید

(۲) تورات

(۳) سوانح حیات حضرت موسیٰ۔ مظہر انصاری۔ مکتبہ رحمانیہ دیوبند (یو۔پی)

(۴) انبیای کرام علیہم السلام (مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات کا مجموعہ)۔ مولانا غلام رسول مہر۔ پرویز بک ڈپو۔ دہلی

(۵) محفل انبیاء۔ محمد جمیل احمد۔ تاج کمپنی، ترکمان گیٹ۔ دہلی

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح اور مستند حالات صرف قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ مسیحیوں اور چار انجیلوں کے مطابق، جیسا کہ مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے، آپ معجزانہ طور پر بغیر دنیاوی باپ کے پیدا ہوئے۔ لیکن مسیحی یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ حضرت مریمؑ کی منگنی یوسف نجار سے ہوگئی تھی اور آپؑ اسی کے بیٹے تھے۔ یہ بات خود مسیحی جانتے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰؑ اگر بن باپ کے ایک معجزنما فرزند تھے تو بیک وقت یوسف نجار کے بھی بیٹے کیسے ہوگئے؟

لیکن کلام حق قرآن پاک میں آپؑ کو عیسیٰ ابن مریم کے نام سے یاد کر کے خداوند قادر متعال نے واضح کیا ہے کہ رضای الٰہی سے حضرت عیسیٰؑ معجزانہ طور پر کسی مرد کے توسط کے بغیر حضرت مریمؑ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے جیسے حضرت آدمؑ کو بغیر ماں اور باپ کے اور حضرت حواؑ کو بغیر ماں کے پیدا کیا۔

حضرت مریم علیہا السلام ایک متقی اور پاکیزہ اور زاہد خاتون تھیں اور انہوں نے ھیکل میں جہاں وہ خدمت پر

مامور تھیں حضرت زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں تربیت پائی۔ بالغ ہونے پر وہ صوبہ گلیل کے شہر ناصرہ چلی گئی تھیں اور وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؑ کو ایک بیٹا ہونے کی بشارت سنائی جو ایک صالح پیغمبر اور اللہ کا مقرب اور صاحب عزت و احترام ہوگا۔ چنانچہ حکم الٰہی سے جبرئیلؑ نے ایک پھونک ماری اور حضرت مریمؑ حاملہ ہوگئیں وضع حمل پر آپؑ ایک بلند جگہ پر چلی گئیں اور جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو آپؑ گھبرا گئیں کہ لوگوں کو کیا جواب دوں گی وہ مجھ پر تہمت لگائیں گے۔ لیکن قدرت خداوندی سے خود حضرت عیسیٰؑ بول اٹھے:

''لوگو! سن لو۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول مجھے کتاب الٰہی عنایت کی گئی ہے اور نماز اور روزے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے دنیا و آخرت میں معزز و محترم بنایا گیا ہے''

شیر خوار بچے کی زبان سے یہ وعظ سن کر لوگ حیران رہ گئے۔

شریعت موسوی کے مطابق آپ کا ختنہ ہوا اور انجیل متی (GOSPEL OF MATHEW) کے مطابق آپ رومی بادشاہ کے خوف سے جسے نجومیوں نے کہا تھا کہ بیت اللحم میں اسرائیل قوم کا بادشاہ پیدا ہو گیا ہے' اور اس نے آپکو (حضرت مریمؑ کو) قتل کیے جانے کا حکم دیا تھا' آپ وادی نیل کے بالائی علاقہ میں چلی گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ جگہ تھی جسے قرآن نے ربوہ کہا ہے۔ رومی حاکم نے جس کا نام ھیرودیس (HERODIUS) تھا حضرت مریمؑ کے ہاتھ نہ آنے پر بیت اللحم میں بنی اسرائیل قوم کے دو سال کے اور اس سے بھی کم عمر کے تمام بچوں کو قتل کر دیا۔ حضرت مریم علیہا السلام واپس ناصرہ چلی آئیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحییٰ کے ساتھ ان کی شہادت سے دو سال قبل یہودیہ نامی بیابان میں ملاقات کی اور ان سے بپتسمہ لیا اور بقول انجیل چالیس دن تک اسی بیابان میں اعتکاف میں رہے اور روزے بھی رکھے اگرچہ شیطان نے آپ کو بہت بہکانے کی کوشش کی۔

تیس سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰؑ کی شہادت کے بعد علانیہ تبلیغ دین الٰہی اور ارشاد و دعوت عام شروع کیا۔ آپ نے شام اور فلسطین میں اور سارے بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دی اور لوگوں کو گمراہیوں سے باز رہنے کی تلقین کی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد شریعت موسوی کا احیاء تھا جسے یہودیوں نے بدل ڈالا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ میں شفقت و محبت اور نرمی و احسان کا عنصر غالب تھا اور آپ لوگوں کو ان کی بداخلاقی اور گمراہی کو ترک کرنے پر زور دیتے تھے۔ ہر نبی کی طرح حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس

کے لاشریک و صمد اور لم یلد و لم یولد ہونے کی جگہ جگہ تعلیم دی۔ جب ان سے سچائی کے بارے میں سوالات کئے جاتے تو وہ یہی فرماتے کہ: ''مطلق سچائی یہی ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں''۔

یہودیوں نے اپنی بنائی ہوئی شریعت کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ کی زبردست مخالفت کی اور آپؑ کے دشمن ہو گئے انہوں نے آپؑ کو بہت ستایا اور آپؑ کا صرف بارہ حواریوں نے ساتھ دیا اور ان اصحاب نے جان و مال سے آپ کی مدد کرنے کا عہد کیا۔ ان بارہ حواریوں کے نام یہ ہیں: (۱) پطرس (PE T E R) (۲) اندریاس (ANDREW) (۳) یعقوب بن زبدی (JAMES SON OF ZEBEDEE) (۴) یوحنا بن زبدی (JOHN SON OF ZEBEDEE) (۵) فلپس (PHILIP) (۶) برتلمائی (BARTHOLOMEW) (۷) توما (THOMAS) (۸) متی (MATHEW) (۹) یعقوب بن حلفی (JAMES SON OF ALPHAEUS) (۱۰) تدی (THADDAEUS) (۱۱) شمعون قنائی (SIMON THE CANAANITE) (۱۲) یہوداہ اسکریوتی (JUDAS ISCARIOT)۔ لیکن اس آخری حواری یہوداہ اسکریوتی نے چند سکوں کے عوض آپؑ کو گرفتار کروایا اور دوسرے حواری پطرس نے مارے ڈر کے آپؑ کا تین بار پیغمبر خدا ہونے سے انکار کیا اور باقی حواری آپؑ کو مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ قرآن مجید نے آپؑ کے دشمنوں کے تمام الزامات کو جعلی اور جھوٹ قرار دے کر آپؑ کے کردار کی عظمت' آپ کے ایمان اور آپ کی استقامت کی تعریف کی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے خاص خاص معجزات کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے بلکہ چار انجیلوں میں بھی [یعنی انجیل مرقس (GOSPEL OF MARK)' انجیل متی (GOSPEL OF MATHEW)' انجیل لوقا (GOSPEL OF LUKE) اور انجیل یوحنا (GOSPEL OF JOHN)]۔ جیسے مادر زاد اندھوں کو بینا بنا دینا' کوڑھیوں کو تندرست کر دینا' مفلوجوں کو صحت یاب بنا دینا' مُردوں کو حکم خداوندی سے زندہ کر دینا' مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارنے سے جان ڈال دینا' تھوڑے سے کھانے سے ہزاروں آدمیوں کو سیر کر دینا' پانی پر پیدل چلنا وغیرہ۔ ان معجزات حقہ سے یہودی اور بھی حسودی ہو گئے اور انہوں نے آپؑ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کئی بار انہوں نے آپ کو قتل کرنا چاہا لیکن آپ یا تو ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے یا اپنی صورت بدل کر

(جو آپؑ کے معجزات میں سے ایک اور معجزہ تھا) وہاں سے ہٹ گئے۔ یہودیوں نے ان ذاتی ناکامیوں سے بددل ہو کر بالآخر رومی بادشاہ کو باور کرایا کہ حضرت عیسیٰؑ رومی حکومت کے باغی ہیں اور اپنے آپ کو اسرائیل کا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ بادشاہ نے آپؑ کو گرفتار کیا۔

آخری رات آپؑ نے حواریوں میں گزاری اور ان کے درمیان ایک نہایت مؤثر اور بلیغ تقریر فرمائی اور کہا کہ آج رات کے بعد وہ ان سے جدا ہو جائیں گے۔ حواریوں نے آنسو بہائے اور سخت غم والم کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ: ''مجھے بہر حال جانا ہے۔ میرے بعد وہ آئیں گے جو سراپا حق ہیں' صداقت کی روح ہیں' سرورِ عالم ہیں۔ وہ تم کو حق وصداقت کا راستہ دکھائیں گے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمائیں گے بلکہ وہی کچھ آپ تک پہنچائیں گے جو ان کی طرف خداوند لاشریک کی طرف سے وحی کی جائے گی۔ مجھ میں اتنی عظمت نہیں ہے جتنی ان میں ہے''۔ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف طور پر حضرت خاتم النبیین سیّد المرسلین جناب رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کی۔ عبرانی' یونانی اور انگریزی ترجموں میں اس آنے والے آخری رسول کا نام فارقلیط لکھا ہے جو احمد کا ہم معنی ہے۔

یہودیوں نے آپؑ پر بغاوت اور شریعت موسوی سے انحراف کرنے کے الزام میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ آپؑ کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کو صلیب خود اٹھانا پڑی۔ قتل گاہ تک رومی سپاہی اور یہودی لوگ آپؑ کے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ سے مشابہ شکل وصورت والا شمعون کرینی نامی ایک دیہاتی آدمی جلوس کے ہمراہ تھا وہ آپؑ کا مذاق اڑاتا رہا۔ رومی سپاہیوں نے اس شخص سے تنگ آ کر صلیب اسی کے کندھے پر بطور سزا کے رکھ دی۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی صورت کو بدل کے (جیسا کہ بقول انجیل آپؑ کئی بار ایسا کر چکے تھے) قتل گاہ سے چلے گئے اور شمعون کرینی کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر نہیں لٹکایا گیا بلکہ اس کے مشابہ شخص کو لٹکایا گیا اور خود ان کو اوپر کی طرف اٹھایا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ۳۳ سال کی عمر پائی اور تین سال تک دعوتِ اسلام دی۔

تلاش و تحقیق کے مآخذ

۱۔قرآن مجید

۲۔دی بائبل

۳۔انجیل برناباس۔آسی ضیائی۔مرکزی مکتبہ اسلامی۔دہلی

۴۔محفل انبیاء۔تاج کمپنی ترکمان گیٹ۔دہلی ۶ مولف محمد جمیل احمد

۵۔انبیای کرام۔مؤلف مولانا غلام رسول مہر (مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات کا مجموعہ)۔پرویز بکڈپو دہلی

۶۔بچوں کی قصص الانبیاء۔مؤلف امۃ اللہ تسنیم۔مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنو

۴۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ......عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں سے ایک صاحب جمال اور صاحب حسن خلق فرزند عبداللہ کا عقد زہرہ قبیلے کے سردار وہب ابن عبد مناف کی پاکباز و نیک سیرت صاحبزادی جناب آمنہ سے ہوا تھا۔جناب عبداللہ تجارت کیلئے شام گئے تھے واپسی پر مدینہ میں بیمار ہوئے اور وہیں پر صرف ۲۴ رسال کی عمر میں وفات پائی۔آپ کی وفات کے چند ماہ بعد ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۳ ر اپریل ۵۷۱ء (واقعہ فیل سے ۵۳ یا ۵۸ دن بعد) سوموار کے روز صبح صادق کے وقت جناب حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے مقصود کونین خیر البشر سید العرب والعجم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔ عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا۔

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

اپنی والدہ محترمہ کا چند دن دودھ پیا۔پھر ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا اور پھر شرفائی عرب کی رسم کے مطابق آپ کو حلیمہ نامی ایک دایہ کے سپرد کر دیا گیا جو سعدیہ قبیلے کی مکے سے باہر رہنے والی ایک شریف زادی تھیں۔چھ سال کی عمر میں حضرت آمنہ آپ کو مدینہ میں لے گئیں لیکن واپسی میں ابواء کے مقام پر ان کا انتقال ہوا

(۱) ملاحظہ ہو: سورہ یونس آیت ۹۲

اور آپؐ نے عبدالمطلب' جو آپؐ کے دادا تھے' کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ دادا کی وفات ہوئی تو آپؐ کے چچا ابوطالب نے آپ کو پالا۔ ان کیساتھ آپؐ نے شام کا سفر بھی کیا اور اسی زمانے میں آپ نے بکریاں بھی چرائیں۔ بالغ ہوئے تو صداقت' عدالت' شجاعت' حلم' بردباری' متانت اور حسن خلق وصداقت سے مالا مال تھے چنانچہ آپؐ کی صداقت وراست گوئی' امانت داری اور ایمان ودیانت کی شہرت جوانی کے ایام میں ہی دور تک پھیلی اور آپؐ امین اور صادق کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

قریش کے معزز شرفاء کی طرح آپؐ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور مکّے کی ایک متمول اور پارسا بیوہ خاتون خدیجہؓ بنت خویلد کی درخواست پر آپؐ ان کا مال شام لے جایا کرتے۔ اس تجارت میں خدیجہؓ کو بڑا نفع ہوا اور جب انکے غلام میسرہؓ نے آپؐ کی صداقت وایمانداری اور حسن اخلاق کے قصے ان کو سنائے (یہ غلام شام کے سفر میں ہمراہ رہتا تھا) تو حضرت خدیجہؓ نے چالیس سال کی عمر میں اپنی درخواست پر آپؐ کے ساتھ ۲۵ رسال کی عمر شریف میں عقد کیا۔ حضرت ابراہیمؓ کے سوا آپؐ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے ہوئی۔

عہد شباب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور دنیا کی پرفریب رنگینیوں سے بالکل الگ رہے۔ بس تلاشِ حق میں منہمک رہے اور مکّے سے باہر پہاڑ پر واقع حرا نامی غار میں معتکف۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر انوار کی بارش ہوئی۔ آپؐ کے سینہ مبارک کو کھول دیا گیا۔ اسرار وحدتِ الٰہی کے نقوش آپؐ کے قلب مبارک پر ثبت کر دیئے گئے اور آپؐ کو فرشتہ وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمانوں سے اتر کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کی بشارت سنائی اور تین بار سینے سے لگا کر آپؐ کو سورہ علق کی پہلی پانچ آیات کریمہ کی تلقین کی جنہیں ان کے ساتھ ساتھ آپؐ نے قرأت فرمایا۔

نبوت کے فرائض کی انجام دہی کیلئے جب خداوند قادر متعال کا آپؐ کو حکم ہوا تو آپؐ نے دعوت توحید الٰہی اور اسکے دینِ اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ اوّل چند مخصوص طالبان حق نے حضرت رسولؐ کی دعوت پر ایمان لایا جن میں حضرت صدّیق اکبر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا' بچوں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید ابن حارث رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ اولین مومن تھے۔ تین سال کے بعد علانیہ طور پر حسب امرِ الٰہی آپؐ نے اسلام کو عام کرنے کے اقدام فرمائے۔ آپؐ نے کوہ صفا

پر چڑھ کر لوگوں سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر میں تمہیں بتا دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہے جو تم لوگوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار بیٹھا ہے تو کیا تم مجھ پر اعتبار کرو گے؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا: ''ہم یقیناً آپؐ کا اعتبار کریں گے۔ آپؐ سچے ہیں، صادق القول ہیں، امین ہیں بھلا ہم آپؐ کا اعتبار نہ کریں گے تو پھر کس کا کریں گے۔ آپؐ سچ بولنے والے ہیں! آپؐ ارشاد فرمائیں!'' حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو سن لو۔ موت تمہارے تعاقب میں ہے۔ ایک دن تم سب کو خدائی واحد کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اس لئے تم پتھر کے ان بتوں کی پرستش کرنا چھوڑ دو جنہیں تم خود اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو۔ یہ شرک ہے اور شرک گناہ عظیم ہے بس اس ایک خدا کی پرستش کرو اور اسی ایک خدائی واحد پر ایمان لے آؤ ورنہ تم پر عذاب آئے گا''۔ یہ دعوت حق سن کر لوگ آزردہ اور برہم ہو کر منتشر ہو گئے بلکہ آپؐ کا چچا ابولہبؔ (تَبَّتْ یدا) آپؐ کو برا بھلا کہہ کر چلا گیا۔

اسکے باوجود آپؐ نے دین حق کی تبلیغ جاری رکھی۔ قدم قدم پر، گھر گھر اور گاؤں گاؤں جا کر آپؐ دن ہو یا رات، خدا کے سچے دین اسلام کی، سخت بے جگری اور بے خوفی کے ساتھ، مطلق دشمنان الٰہی کے گروہوں میں گھس کر دعوت دیتے اور انہیں صراط مستقیم پر لانے کی سعی فرماتے۔ لوگ، جو صدیوں سے جہالت، بُت پرستی اور شرک میں مبتلا تھے آپؐ کے جانی دشمن ہو گئے۔ انہوں نے آپؐ کو نعوذ با للہ جادوگر کہا، شاعر کہا، کاہن کہا اور مجنون بھی۔ لیکن سچے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طعنوں کی کوئی پروا نہیں کی اور وہ برابر اللہ کے سچے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ مشرکوں نے آپؐ پر ذاتی حملے کئے۔ آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر آپؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی، حرم کعبہ میں سجدے کی حالت میں آپؐ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی، تلوار سے آپؐ پر بیت اللہ شریف میں حملہ کیا اور آپ کے جان نثار ساتھیوںؓ پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹا کر صبح سے شام تک ان کے سینے پر پتھر رکھ دیا گیا، حضرت سمیہؓ کو رسیوں سے باندھ کر شعلہ ور آگ کے دہانے پر لٹکا دیا گیا اور پھر انؓ کو شہید کر دیا گیا، حضرت افلحؓ کے پیروں میں رسی باندھ کر انؓ کو پتھروں کے اوپر سے گھسیٹا گیا، بعض مومنوں کو گائے کی کھال میں لپیٹ دیا گیا اور گرم دھوپ میں پھینک دیا گیا، لیکن عزم واستقلال کے یہ پیکر اور اللہ ورسولؐ کے یہ مومن اور غازی و پراسرار بندے اَحد اور لَا اِلٰه اَلَّا اللّٰهُ محمد رَسُول اللّٰه پکارتے رہے۔ مُشرکوں نے

دین اسلام کی طرف یہ بے نظیر رغبت دیکھ کر مومنوں پر مظالم ڈھانے میں اضافہ کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو حبشہ میں نقل مکان کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور فرمایا: ''وہاں انصاف پسند بادشاہ کی حکمرانی ہے وہ تم سے اچھا سلوک کرے گا''۔ پادشاہ حبشہ نجاشی نے جب دین اسلام کے مومنوں سے نئے دین اور نئے آئے ہوئے پیغمبرؐ کے بارے میں سوالات کئے تو ان کے جواب سے وہ اس قدر مطمئن اور خوش ہوا کہ بے اختیار ہو کر بول اٹھا: ''یہ تو وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی تشریف آوری کی خبر اور بشارت حضرت عیسٰی علیہ السلام نے دی ہے''۔ نجاشی اسی وقت مسلمان ہو گیا اور جب اس کا انتقال ہوا تو اسے یہ شرف حاصل ہوا کہ خود رسول خداؐ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

دین اسلام میں اب بڑے بڑے معزز لوگ داخل ہوئے جن میں رسول کریمؐ کے دلیر اور بہادر چچا حضرت امیر حمزہ اور ایک جری ونڈر شخص حضرت عمر ابن الخطابؓ شامل تھے۔ ان کے ایمان لانے سے مشرکین بوکھلا گئے۔ مشرکین نے مسلمانوں سے معاشی اور معاشرتی طور پر تعلقات منقطع کر لئے اور شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں مسلمان محصور ہو گئے جہاں تین سال تک سخت تنگ دستی' بھوک اور افلاس کی حالت میں زندگی بسر کی۔ لیکن بعد میں مشرکین نے خود ہی یہ پابندی اٹھالی۔

رسول خداؐ اپنے فرائض نبوت کی انجام دہی کے سلسلے میں تبلیغ وارشاد میں برابر مصروف عمل رہے۔ طائف نامی گاؤں میں گئے اور وہاں دین اسلام اور توحید الٰہی کی تبلیغ کی۔ دشمنوں نے لڑکوں سے آپؐ پر پتھر برسوائے جس سے آپکے پای مبارک لہولہان ہو گئے اور جب آپؐ سے ان کے حق میں بددعا کرنے پر اصرار کیا گیا تو حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر انہوں نے آج ایمان نہیں لایا کل ضرور لائیں گے بلکہ ان کی آئندہ نسلیں مسلمان ہی ہوں گی۔ اس لئے میں ان کے لئے بددعا نہیں کروں گا''۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے قول مبارک کے مطابق نبوت کے فرائض کی مکمل انجام دہی کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے سے زمین وآسمان کے سارے حجاب ہٹا دیئے اور کائنات کے تمام اسرار ان پر منکشف ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہی وقت آ گیا تو خداوند قادر متعال نے آپؐ کو بہ روح وجسد اپنے پاس آسمان پر بلایا اور قوسین یعنی دو ابروؤں کی نزدیکی کے برابر معبود برحق خدائے ذوالجلال والاکرام

جل شانہ سے ملاقات کا شرف پایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عزیز ترین حبیب حضرت محمدؐ عربی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رسول معظم و محتشم اور پیغمبر اعظم و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔ یہ شرف مندی اور اکرام معراج نبویؐ کہلاتا ہے اور یہ عظیم الشان واقعہ ۲۷ رجب ۱۰ نبوی کی رات میں پیش آیا۔

کافروں نے جب یہ واقعہ رسول صادق القولؐ سے سنا تو انہوں نے مذاق اڑایا۔ جب ابو بکرؓ نے سنا تو انہوں نے فوراً ہی اسکی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: ''ہمارے رسولؐ ہمیشہ سچ کہتے ہیں۔ آپؐ کا سفر معراج سچ ہے''۔ رسول کریمؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کے لقب سے یاد کیا اور تب سے عالم اسلام میں حضرت ابو بکرؓ اسی لقب یعنی صدیقؓ سے مشہور ہیں۔

مدینہ منورہ سے جو کفار حج کیلئے آئے' رسول خداؐ ان کے پاس تبلیغ دین اسلام کیلئے تشریف لے گئے عقبہ نامی جگہ پر انہوں نے دین اسلام قبول کیا۔ واپس جا کر انہوں نے مدینہ میں خود اسلام کی حقانیت کو پھیلایا اور اگلے سال یعنی ۱۲ نبوی میں ۷۳ مردوں اور دو عورتوں نے حج کے موقع پر مکہ میں آ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ کے ہی مقام پر بیعت کی اور اس طرح سے دین اسلام مدینہ میں فروغ پانے لگا۔

مدینہ میں حالات موافق اور سازگار تھے۔ کفار مکہ کے مظالم انتہا تک پہنچنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اور مومنین کو مدینہ میں ہجرت کرنے کا حکم دیا اور مسلمان مدینہ میں منتقل ہوئے۔

لوگ حضرت رسولؐ کی مدینہ میں تشریف آوری کیلئے راہوں میں آنکھیں بچھائے منتظر تھے۔ نبوت کے تیرہویں سال کے ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کو سوموار کے دن خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں تشریف لائے اور تین دن وہاں قیام فرمایا اور اپنے اصحابؓ کے ساتھ یہاں مسجد کی تعمیر فرمائی جس کی بنیاد بقول قرآن مجید تقویٰ پر رکھی گئی۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو آپ قبا سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں داخل ہوئے (۲۶ ستمبر ۶۲۲ء)۔ مدینہ کا سارا شہر رسول خداؐ کے استقبال کیلئے امڈ پڑا۔ حضرت ایوب انصاریؓ میزبان رسولؐ بن گئے اور مسجد کی تعمیر کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دو یتیموں کے ورثہ کی زمین خریدلی اور رسول اکرمؐ محنت و مزدوری میں خود شریک ہو کر صحابہؓ کے ساتھ مسجد بنانے لگے۔ مہاجرین صحابہؓ کیلئے آپؐ نے مدینہ کے صحابہؓ کے ساتھ' جو انصار کہلائے جانے لگے' برادری و اخوت کا سلسلہ قائم کیا اور ایک ایک مہاجر ایک ایک انصاری کا بھائی بن گیا یہاں تک کہ انصار نے

مہاجرین کو اپنی جائیداد کا شریک بنالیا اور پیش کش کی کہ وہ دوسری بیوی کو طلاق دیکر مہاجر کے حلال نکاح میں لانے کے لئے بھی آمادہ ہے۔ برادری واخوت کی یہ مثال بے مثال ہے۔

کفار مکہ نے اب مسلمانوں کی قدرت وشوکت سے جل کران کو اپنی خوش فہمی میں مبتلا ہوکر مٹادینے کی تدبیریں کی اور مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کی خاطران پر لشکر کشی کی۔ جس جنگ میں رسول خداؐ نے خود شرکت فرمائی وہ غزوہ کہلاتی ہے اور جس جنگ میں آپؐ نے کسی صحابیؓ کو سردار بنا کر بھیج دیا اسے سریہ کہتے ہیں۔ غزوات کی کل تعداد ۲۷ راور سرایا کی ۴۷ رہے۔ قرآن کریم میں جن بڑے غزوات کا ذکر ہے وہ بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور تبوک ہیں۔

رسول اکرمؐ کے مدینہ پاک میں ورود کیساتھ ہی عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے تقویم کی بنیاد پڑ گئی اور یہ ورود نبویؐ اسلامی تقویم کا پہلا سال مقرر ہوگیا۔ اسی سال جیسا کہ اوپر بیان ہوا دو مسجدوں کی تعمیر ہوئی یعنی مسجد قبا اور مسجد نبویؐ۔ اسی سال مشہور یہودی عالم عبداللہ ابن سلامؓ اور یہودی راہب ابوقیس حرمہؓ بن ابی انس مسلمان ہو گئے۔

کفار مکہ نے بدر میں جمع ہوکر مسلمانوں سے جنگ کی۔ یہ مسلمانوں کی کفار کیساتھ اولین جنگ تھی اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں اولین اور آخرین نتیجہ تھا۔ جہاں یہ دینوی جاہ وحشمت پر نازاں کفار اور عقبیٰ کے متوالوں اور بس اللہ کے اور اس کے دین حق کے دنیاداری سے عاری غازیوں کے درمیان جنگ تھی وہاں صریح طور پر یہ اسلام اور بت پرستی کے درمیان اساسی اور فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اسی لئے رسول اکرمؐ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے میدان بدر میں فرمایا: ”خداوندا! اگر تمہارے ان تین سو تیرہ غازیان اسلام کو، جو تمہارے نام لیوا ہیں اور صرف تمہاری رضا کی خاطر تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں آکر کھڑے ہو گئے ہیں، جو دنیاداری کی جاہ وحشمت کے آگے بس تمہارے ہی عطا کردہ ایمان کے اسلحہ سے لیس ہیں، پسپا ہونا پڑے تو روئے زمین پر تمہارا کوئی بھی نام لینے والا نہ ہوگا“۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی حالت میں نصرت کی دعا کی اور مسلمانوں نے کفار کی نخوت اور ان کے معزز رئیسوں کو مع ان کی فوجوں کے ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔

سال ۳ھ میں جنگ اُحد ہوئی جو کفار مکہ نے بدر کا مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے برپا کی۔ اگرچہ مسلمان خود اپنی غفلت سے کمزور پڑ گئے چنانچہ رسول اکرمؐ کے دو دانت شہید ہو گئے، رخسارِ مبارکؐ پر چوٹ لگی اور آپؐ کے چچا

حضرت امیر حمزہؓ اور دیگر ستر صحابہؓ شہید ہوئے لیکن بہر حال یہ جنگ فیصلہ کن جنگ ثابت نہیں ہوئی۔

اسی سال (۳ھ میں) زکوٰۃ اور رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال رسول اللہؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت امّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا۔ آپؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بھی حضرت عثمانؓ ہی کے عقد میں تھیں لیکن جنگ بدر کے ایام میں وہ بیمار ہو کر وفات پا چکی تھیں۔

باقی غزوات و سرایا' جن کے نام کا اوپر ذکر ہوا' نے اسلام کی قوت و شوکت کو عرب کی زمین اور عرب کی فضاؤں میں اور عرب کے لوگوں کے دلوں میں نقش ثبات کی طرح ثبت کر دیا اور ہر طرف میں اسلام چھا گیا۔

سال ۱۰ھ میں رسول اللہؐ نے پہلا اور آخری حج اُدا فرمایا۔ اس وقت ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہؓ آپؐ کے ہمراہ تھے قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہو کر آپؐ نے مسلمانوں سے خطاب فرمایا یہ خطاب عالم انسانیت کیلئے دستور ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''......لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں جمع نہیں ہوں گے۔ لوگو! سنو' بے شک تمہارا رب ایک ہے' جس کا شریک کوئی نہیں۔ اب کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہوگی سوائے تقویٰ کے۔ جاہلیت کے تمام رسوم و دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ جاہلیت کے سارے خون باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں جسے ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔

لوگو! جاہلیت کے سود بھی تمام کے تمام باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس ابن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزّت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اس مہینے میں اور اس شہر میں حرام ہے۔ لوگو! عنقریب تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ تمہارے غلام ہاں جو تمہارے غلام ہیں ان کو وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاؤ گے اور جو خود پہنو گے وہی ان کو بھی پہنانا۔

لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ اللہ کے نام

کے وسیلے سے تم نے انکو اپنی بیوی بنالیا اور اللہ کے حکم سے ان کا جسم تم نے اپنے لئے حلال بنایا، تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ کسی غیر مرد کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو لیکن ایسے کہ وہ مار نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھو، ان کی رکھوالی کرو، ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔

لوگو! میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم مضبوطی کے ساتھ اسے پکڑے رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو جاؤ گے۔ وہ چیز ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب!

لوگو! میرے بعد نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ کوئی نئی امت ظہور میں آنے والی ہے۔ خوب سن لو! اپنے خدائے واحد و لاشریک کی عبادت کرو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ سال میں ایک ماہ یعنی رمضان [illegible] رکھو۔ خوشی کے ساتھ اپنے مال کی زکوٰۃ دو اور بیت اللہ کا حج ادا کرو۔ اپنے اولیاء امور اور حکّام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ جنت میں داخل ہو گے۔ اللہ نے ہر حقدار کو از روی وراثت اُس کا حق دے دیا ہے۔ اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو!۔

عورت کو اپنے شوہر کے مال سے اسکی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔ قرض ادا کر دیا جائے ادھار واپس کر دیا جائے۔ عطیہ لوٹایا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔"

یہ فرما کر آپؐ نے حاضرین کو دیکھا اور مزید فرمایا:

"تم سے خدا میرے بارے میں پوچھے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟"

لوگوں نے عرض کیا:

"اے رسول خداؐ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا"۔

آپؐ نے شہادت کی انگلی اوپر اُٹھا کر آسمان کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

"خداوندا! تو گواہ رہنا! خداوندا تو گواہ رہنا! خداوندا تو گواہ رہنا!" اس کے بعد آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ میری یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس مجمع میں موجود نہیں ہیں"۔

عین اسی وقت یہ آیت رسول اللہؐ پر نازل ہوئی: "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" [آج میں نے تمہارے دین کو کامل بنایا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا]

یہ اعلان خداوندی ختم نبوت کا بھی اعلان ہے اور اس حقیقت کا کہ رسول اکرمؐ آخری نبی ہونے کی وساطت سے تمام جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے اور اب آپ کا دین زمان ومکان کی حدود سے آزاد ہے اور قیامت تک قائم ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ ۱۸/ یا ۱۹/ صفر ۱۱ھ کو علیل ہوئے اور بیچ بیچ میں قدرے سنبھالا بھی لیکن بالآخر ۱۱ھ کے ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ (مطابق ۸/ جون ۶۳۲ء) کو آپ وصلِ خداوندی سے پیوست ہوئے۔ قمری حساب سے اس وقت آپؐ کی عمر مبارک ۶۳/ سال تھی۔

رسول خداؐ کا سارا عرصہ حیات معمور ہے رحمت و رافت، شفقت و کرم، خوشخوئی۔ دلداری، احسان، انصاف، ایثار، نرم روی، صبر، مہمان نوازی، غریب پروری، یتیم پروری، اخوت، عزم، شرم و حیا، خدمت و معاونت، جوانمردی، قوت، زہد، قناعت، عفو و درگزر، چشم پوشی، حسن خلق، حسن سلوک، وفائی عہد اور سادگی سے۔

مختلف حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آپؐ نے گیارہ نکاح کئے۔ ان ازواج مطہرات کے اسمائِ گرامی یہ ہیں: حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، حضرت سودہؓ بنت زمعہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت حضرت ابوبکرؓ، حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ، حضرت زینبؓ بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہؓ بنت ابوامیہ، حضرت زینبؓ بنت جحش، حضرت جویریہؓ بنت حارث بن ضرار، حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ، حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب، اور حضرت میمونہؓ بنت حارث بن خزان۔

رسول اکرمؐ کی چار کنیزیں تھیں:

حضرت ماریہ قبطیہؓ حضرت ریحانہ بنت شمعون، حضرت جمیلہؓ اور حضرت نفیسہؓ۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو ۷ ھ میں اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے ہدیہ کے طور آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے ان سے نکاح کیا اور حضرت ابراہیمؓ تولد ہوئے جنہوں نے صغر سنی میں وفات پائی۔ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں حضرت ماریہؓ نے وفات پائی۔

رسول اللہؐ کے تین صاحبزادے تھے اور چار صاحبزادیاں۔ تینوں صاحبزادوں کا بچپن میں ہی انتقال ہوا۔ یہ تھے: قاسمؓ (ان ہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی) عبداللہؓ (بعثت نبویؐ کے بعد پیدا ہوئے اس لئے علماء کی تصریح کے مطابق طیب اور طاہر آپ ہی کے القاب ہیں) اور ابراہیمؓ! چاروں صاحبزادیوں کا عقد ہوا لیکن چاروں کا انتقال عہد شباب میں ہوا۔ ان کے اسمای مبارک یہ ہیں:

حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و اصحاب محمد و بارک وسلم علیہم۔

تحقیق وتلاش کے مآخذ:

۱۔ سیرت النبی کامل مرتبہ ابن ہشام۔ ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی ومولانا غلام رسول مہر۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ سوئی والان، دہلی۔۲

۲۔ نبی رحمتؐ۔ ترجمہ از عربی مولوی سید محمد الحسنی وتالیف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔ لکھنؤ

۳۔ سیرت سرور عالمؐ۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

۴۔ حیات محمدؐ۔ تالیف محمد حسین ھیکل ترجمہ اُردو از ابویحییٰ امام خان۔ تاج کمپنی ترکمان گیٹ۔ دہلی

۵۔ حضرت محمدؐ۔ غار حرا سے غار ثور تک۔ علی اصغر چوہدری، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

۶۔ حضرت محمدؐ۔ ہجرت سے الرفیق الاعلیٰ تک۔ علی اصغر چوہدری، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

۷۔ ہادی عالمؐ۔ تالیف محمد ولی رازی۔ مرکزی ادارہ تبلیغ دینیات، جامع مسجد، دہلی

۸۔ غزوات رسول اللہ (ہجرت سے بدر تک) بریگیڈیر گلزار احمد۔ مکتبہ نشان راہ۔ نئی دہلی

۹۔ سیرت المصطفیٰ۔ تالیف حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ۔ ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں۔ دہلی۔ ٦

۱۰۔ رسول رحمتؐ (مولانا ابو الکلام آزاد کے مقالات) مرتبہ علام رسول مہر۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ سوئی والان، دہلی

۱۱۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ محمد سلیمان منصور پوری۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، سوئی والان۔ دہلی

۱۲۔ محفل انبیاء۔ محمد جمیل احمد۔ تاج کمپنی۔ ترکمان گیٹ۔ دہلی۔ ٦

۱۳۔ بیاض نعت ومنقبت فارسی (نسخہ خطی) کتابخانہ مؤلف پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

مدح رسولؐ

دل بندۂ محمدؐ و آلِ محمدؐ است — جان خاک آستانہ خدام احمدؐ است — اوراد ساکنان سپہر زبر جداست — صلوات بر محمدؐ و اصحاب و آلِ او

سلطان من کہ ہست امام ہمہ اُمم — اصحابؓ و آلؓ او ہمہ شاہان محترم — یا واجب الوجود روان سازدم بہ دم — " " " "

محتاج با زدیدہ ومادم روانفشان — ہر لحظہ کن بہ عشقِ نبیؐ نالہ وفغان — بفرست بادو دیدۂ خونبار ہرزمان — " " " "

ہر نقش کان جریدۂ ہستی کشیدہ شد — از انجم و سپہر و زمین ہر چہ دیدہ شد — بہر محمدِ عربیؐ آفریدہ شد — " " " "

خیر الوریٰ امام ہدیٰ شاہِ انبیاءؐ — شاہی کہ ہست بر سرش تاج اصطفا — ختم رُسلؐ محمدؐ مختار باصفاؐ — " " " "

آل کرام اوہمہ اہلِ ولایت اند — شاہان ملک عصمت جود وسخاوت اند — اصحابؓ او نجوم سپہرِ ہدایت اند — " " " "

او افضل رُسلؐ بود وسید انامؐ — بعد از ہمہ رُسل بود او سیّد انامؐ — گویند جنّ وانس و ملایک علی الدّوام — " " " "

آزادہ کجاست کہ از روی انکسار — باشد غلام احمد مختارؐ و چار یارؓ — فرخندہ ای کجاست کہ فرستد ہزار بار — " " " "

شاہد رُسل کہ مدح وی از شوق گفتہ ایم — ہر دم بہ مدح او گہر ناب سُفتہ ایم — رقیم ازین دیار و بہ اخلاص گفتہ ایم — " " " "

صدیقی بہ سوی اہلِ تعلّم دلِ مساز — پیوستہ کن زصحبتِ این قوم احتراز

رو کن سوی محمدؐ و گو از سر نیاز

صلوات بر محمدؐ و اصحابؓ و آلؓ او

اسامی بزرگانِ دین

(۱) **حضرت امام حسینؑ علیہ السلام**......امام حسینؑ علیہ السلام حضرت علیؑ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور آپ اثنیٰ عشریہ شیعوں کے تیسرے امام ہیں اور اصحاب کساء کے پانچویں صاحب۔ آپ مدینہ منورہ میں ۴ھ میں ۳رشعبان کو رسول اکرمؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا' جو حضرت علیؓ کی بیوی تھیں' کے بطن مبارک سے متولد ہوئے اور یہ ان کے دوسرے فرزند تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو شام کے گورنر تھے اور بعد میں خلیفہ ہوئے' جب اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسے اسلامی امور کے خلاف ایک واقعہ قرار دیا اور حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور یزید کی جانشینی کے بعد آپؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور اپنے معاونین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے مکہ میں آگئے اور چند ماہ تک وہاں قیام کیا۔ اسکے بعد آپکے والد مکرم جناب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے طرف داروں نے کوفہ سے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تا کہ وہاں آپ کو خلیفۃ المسلمین بنایا جائے۔ امام حسینؑ نے اپنے چچازاد برادر حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کو بیعت حاصل کرنے کی غرض سے پیشرو کی حیثیت سے کوفہ بھیج دیا اور خود ان کے پیچھے اپنے اہل و عیال اور اپنے معاونین کی اسی افراد پر مشتمل ایک جماعت کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ یزید کو جب آپ کی روانگی کی خبر ہوئی تو اس نے بصرہ سے ابن زیاد کو ایک لشکر کے ساتھ کوفہ میں بھیج دیا اور اس نے کوفہ کو قابو میں لاکر مسلم ابن عقیلؓ کو قتل کر دیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے عمر ابن اسعد کی سرکردگی میں ایک فوج بھیج دی۔ ایک مقام پر جو بعد میں حائر اور غاضریہ اور

کربلا کے نام سے معروف ہو گیا حضرت امام حسینؓ کا راستہ روک دیا گیا اور طرفین میں جنگ ہوئی جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ۷۲ر آدمی شہید ہوئے۔ یہ سال ۶۱ ھ کے محرم مہینے کی دس تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے باز ماندگان کو یزید کے پاس پہنچا دیا گیا اور یزید نے انکو مدینہ واپس بھیج دیا اور حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کو دفن کر دیا گیا۔ بعضوں کے نزدیک امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کا مدفن دمشق کے شہر میں ہے اور بعضوں کے نزدیک قاہرہ میں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مع جسد مبارک کے کربلا میں دفن ہیں اور ان جگہوں میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام مبارک سے کئی زیارت گاہیں اور مدفن مشہور ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی اولاد سادات حسینی کہلاتے ہیں اور ان کے بردار بزرگ حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد ساداتِ حسنی سے جانے جاتے ہیں۔ شیعہ ادب میں آپ کو شہید' سید الشہداء' خامس آل عبا' شبیر اور سید شباب اہل الجنتہ کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کو سنی مسلمان شہید اعظم قرار دینے کے علاوہ شجاعت' ثبات واستقلال' بردباری اور اخلاص کا نمونہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) حضرت خضر علیہ السلام...... بعض مفسرین نے آپ کا اصلی نام تالیا لکھا ہے اور پارسیوں کے نزدیک آپ کا اصلی نام ایلیا یوحن ہے آپ کو خضارن بھی کہا گیا ہے۔ بقول صاحب غیاث اللغات خضر ارمیا نامی پیغمبر کا لقب تھا اور ان کی نبوت میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک آپ نبی ہیں اور بعضوں کے نزدیک ولی۔

بہر حاصل حضرت خضر علیہ السلام ایک پیغمبر تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم پانے کیلئے ان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے عملیات پر اعتراض کیا۔ حضرت خضرؑ نے موسیٰؑ کو ان عملیات کی حکمت سے آگاہ کیا اور موسیٰؑ سے الگ ہو گئے۔ اس کی پوری کیفیت قرآن کریم کے سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ لیکن قرآن کریم میں خضرؑ کا نام نہیں آیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خضرؑ قیامت تک زندہ ہیں اور خشکی میں چلنے والے مسافروں کی مدد فرماتے ہیں جیسے کہ حضرت الیاسؑ پانی میں سفر کرنے والوں کی کیا کرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آب حیات پیا ہے اور ہمیشہ زندہ ہیں۔ یہ بھی معروف ہے کہ اسکندر ذوالقرنین نے آب حیات پینے کا ارادہ کیا لیکن پینے میں کامیاب نہ ہوا اور حضرت خضرؑ اسے پینے میں کامیاب ہوئے۔ فردوسی نے شہنامہ میں لکھا ہے کہ اسکندر نے آب حیات پر قابو پانے کیلئے سفر اختیار کیا اور ظلمات میں گم ہو گیا لیکن حضرت خضرؑ جو اس سفر میں اسکندر کے ساتھ تھے آب حیات کے چشمے پر پہنچے۔ اس میں نہا لیا اور پانی پی لیا اور زندۂ جاوید ہو گیا۔

کشاف اصطلاحات فنون میں آیا ہے کہ خضر علیہ السلام ایک پیغمبر کا نام ہے اور صوفیوں کے نزدیک ایک کنایہ ہے کشادگی سے اور الیاس کنایہ ہے تنگی سے۔

اصطلاحات الصوفیہ تالیف کمال الدین ابوالغنائم میں بیان ہوا ہے کہ خضرؑ کشادگی اور الیاسؑ تنگی کے کنائے ہیں اور میرے نزدیک (مؤلف کے نزدیک) خضر علیہ السلام کے ایک فرد انسانی ہونے اور اُن کے حضرت موسیٰؑ کے عہد سے آج تک اس دنیا میں ہونا یا ان کے ایک روحانی وجود کا ہونا کہ جب چاہیں تو لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے آدمی کی صورت اختیار کرتے ہیں، محقق نہیں۔

(۳) خواجہ عبد اللہ انصاریؒ ......شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ ابن ابی منصور محمدؒ جو پیر ہرات، پیر انصار اور خواجہ عبد اللہ انصاریؒ کے نام و القاب سے معروف ہیں ایک بہت بڑے عارف اور دانش مند بزرگ تھے۔ آپ صحابۂ رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد و احفاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ مکرمہ بلخ کی تھیں اور خواجہ انصاریؒ خود ہرات میں متولد ہوئے۔ بچپن سے ہی آپ کے کلام میں فصاحت تھی اور ذہین طبیعت کے تھے چنانچہ فارسی اور عربی میں اچھے شعر کہتے تھے۔ جوانی میں آپ ادبی اور دینی علوم اور عربی اشعار کے حفظ ہو جانے میں بہت مشہور تھے اور خاص کر حدیث میں۔ فقہ میں حضرت امام حنبلؒ کی پیروی کرتے تھے۔ تصوف میں آپ نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی اور ان کے جانشین ہوئے۔ زیادہ تر ہرات (موجودہ افغانستان کا ایک مشہور شہر) میں ہی آپ کا قیام ہوتا تھا اور وہاں پر آخری عمر شریف تک آپ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کی اور تعلیم و ارشاد بھی۔ خواجہ انصاریؒ شعر بھی کہتے تھے لیکن آپ کی شہرت آپکی تالیف کردہ

کتابوں اور رسالوں کی وجہ سے ہے اور ان میں سلمی کی طبقات الصوفیہ کا ہراتی لہجہ میں ترجمہ اور تفسیر قرآن مجید شامل ہے جو بعد میں میبدی کی کشف الاسرار کی بنیاد بن گیا۔ آپ کے نثر میں لکھے ہوئے رسالوں میں (جو نثر مسجع میں ہیں) مناجات نامہ' نصائح' زادالعارفین' کنز السالکین' قلندر نامہ' محبت نامہ' ہفت حصار' رسالہ دل و جان' رسالہ واردات' اور الٰہی نامہ کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ خواجہ انصاریؒ سال ۳۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور سال ۴۸۱ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے۔ ہرات میں آپ کا روضہ شریف بہت معروف اور مرجع خاص و عام ہے۔

(۴) **حضرت میر سیّد علی همدانی رحمته الله علیه** ...... حضرت میر سیّد علی همدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوموار کے دن سال ۷۱۴ھ میں رجب مہینے کی بارہ تاریخ کو ایران کے صوبہ ہمدان میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد گرامی امیر شہاب الدین حاکم ہمدان کے ایک معزز درباری اور امیر تھے۔ بارہ سال کی عمر تک آپ کے ماموں سید علاء الدینؒ نے آپ کی مختلف علوم میں تربیت کی اور اس کے بعد معرفت و اسرار الٰہی کی تربیت مرشد بزرگوار حضرت شرف الدین مزدقانیؒ سے پائی جو اس زمانے کے مشہور عارف اور روحانی مرشد تھے۔ آپ اپنے ماموں کی ترغیب پر ہی حضرت مزدقانیؒ کے پاس گئے کیونکہ مؤخر الذکران کے بھی مرشد تھے۔

حضرت مزدقانیؒ سے تربیت پا کر آپ ابوالبرکات تقی الدین اخی علیؒ کی خدمت میں دو سال رہ کر فیض یاب ہوئے اور ان کی وفات کے بعد پھر حضرت مزدقانیؒ کی خانقاہ میں لوٹ آئے۔ انہوں نے آپ کو رشد و ارشاد کی اجازت دے کر سیر و انی الارض کا فرمان بھی دے دیا اور حضرت سیدؒ نے بہت سے ممالک میں جا کر دین اسلام کو وسعت دینے اور مسلمانوں کو دینی علوم سے روشناس کرنے سے متعلق بڑے اہم امور انجام تک پہنچائے۔ اسی دینی خدمت کو انتہا تک پہنچانے کا کام آپؒ نے ہمارے کشمیر میں انجام دیا جہاں آپ نے سات سو سادات و علماء اور دینی بزرگوں کے ہمراہ جماعت کی معاونت سے گھر گھر محلہ بہ محلہ اور گاؤں گاؤں جا کر دین اسلام کو پھیلایا اور خالص ایمانی حرارت اور خدائی دین کی تعلیمات حقہ سے کشمیر کے ہزار ہا سال کے بت پرست کفار حضرت سیدؒ کی وعظ و تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اور اس شکرانے میں آج بھی مسلمان عقیدت مندوں کی طرح ہندو بھی آپ کی یاد میں

تعمیر کی گئی خانقاہ معلیٰ کی چوکھٹ پر اپنا سر جھکا کر اظہار احترام کیا کرتے ہیں۔

حضرت سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت امیر کبیرؒ بانی مسلمانی اور شاہ ہمدانؒ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ایک بے نظیر مبلغ دین ہونے کے علاوہ ولی اللہ، عارف باللہ، درویش، زاہد، صوفی، ادیب اور شاعر اور ایک ایسے باکمال دینی عالم تھے جن پر علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی حدیث شریف صادق آتی ہے۔

حضرت شاہ ہمدانؒ سے مجموعی رسائل و کتب کی تعداد ایک سو پچاس سے بھی زائد منسوب ہے۔ ان میں اسلامی نکتہ نظر سے سیاست مدن پر امام غزالیؒ کی احیاء علوم کی پیروی میں آپ کی تصنیف ذخیرۃ الملوک بڑی اہم اور مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ میں نے مع تعلیقات و توضیحات کے کیا ہے اور علی محمد اینڈ سنز تاجران کتب لال چوک سرینگر، کشمیر نے اسے چھاپا ہے۔

حضرت شاہ ہمدانؒ ۶/ ذی الحجہ ۷۸۶ھ کو رحمت حق سے پیوست ہوئے۔ اس تاریخ کو کشمیر کے عقیدت مند مسلمان سری نگر میں آپؒ کی یاد میں تعمیر کی گئی عظیم الشان خانقاہ معلیٰ میں تین دنوں کا عرس برپا کرتے ہیں اور درود واذکار اور ختمات معظم اور مناقب کی خضوع و خشوع کے ساتھ قرأت کر کے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت امیر کبیرؒ کا روضہ مبارک تاجکستان کے ایک گاؤں کولاب میں واقع ہے۔ آج سے کئی سال پہلے مجھے اس روضہ مقدس کی زیارت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سعادت عطا کی۔

حضرت شاہ ہمدانؒ پر تفصیلی مطالعہ کرنے کیلئے دیکھئے میری ضخیم کتاب: ''شاہ ھمدانؒ۔ حیات اور کارنامے'' جسے شیخ غلام محمد تاجران کتب۔ مائیسمہ بازار۔ سری نگر کشمیر نے چھاپ دیا ہے۔

حضرت سیّد محمّد همدانی رحمته الله علیه ...... آپ حضرت امیر کبیر جناب میر سیّد علی ہمدانی شاہ ہمدان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ حضرت شاہ ہمدانؒ کے رحمت حق سے پیوست ہونے کے وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ حضرت شاہ ہمدانؒ کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ نے آپ کی روحانی تربیت فرمائی اور قریب ساڑھے تین سال کی مدت میں تربیت سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت نور الدین بدخشیؒ کی خدمت میں آداب طریقت سیکھے اور سولہ سال کی عمر میں آپ کو وہ خلافت نامہ دیا گیا جو

رحمت حق سے پیوست ہونے سے قبل آپکے والد بزرگوار حضرت شاہ ہمدانؒ نے اپنے خط سے اپنے ولی اللہ ساتھی اور خلیفہ حضرت مولانا سرائیؒ کی تحویل میں رکھا تھا۔

حضرت سیّد محمد ہمدانیؒ اپنے والد بزرگوار کے تبلیغی امور اور دینی رشد و ہدایت کے عمل کو جاری رکھنے کی خاطر ۷۹۶ھ میں علماء و مبلغین کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ جو مختلف آراء کے مطابق بارہ سو یا سات سو سے زائد افراد پر مشتمل تھی کشمیر میں تشریف لائے۔ اور جب کشمیر میں مقامی مشہور ولی جناب شیخ العالم حضرت نور الدّین نورانیؒ نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو ''کاشرن پیراہ آو'' {مسلمانان کشمیر کے لئے پیر طریقت آہی گئے} کہہ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

حضرت شاہ ہمدانؒ نے سری نگر میں دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر جس جگہ نزول فرمایا تھا اسی جگہ پر حضرت سیّد محمد ہمدانیؒ نے سلطان کشمیر سکندر شمیری کی معاونت اور مقامی مسلمانوں کی شرکت نیز ہمراہ مبلغین کی حرارت ایمانی سے ایک ایسی خانقاہ عالیہ کی تعمیر کی جو آج بھی ظاہری اور باطنی حسن و جمال کا عالی ترین نمونہ ہے اور جہاں چھ سو سال سے فرزندان توحید ہر روز صلوٰۃ و اذکار میں مصروف رہتے ہیں۔ حضرت سید محمد ہمدانیؒ نے اس خانقاہ کے علاوہ کشمیر میں اور جگہوں پر بھی مسلمانوں کی دینی تربیت کیلئے خانقاہیں بنوائیں جن میں ترال، وچی اور بھون کی خانقاہیں شامل ہیں۔ بائیس سال تک آپ نے کشمیر میں اشاعت اسلام کے عظیم فرائض انجام دیئے۔

حضرت سیّد محمد ہمدانیؒ نے اپنا اوّلین نکاح کشمیر میں ہی کیا اور یہ نکاح سید حسنؒ بہادر کی صاحبزادی بی بی تاج خاتونؒ سے ہوا۔ اور جب تاج خاتونؒ کا انتقال ہوا تو اس کے بعد ملک سیف الدینؒ کی صاحبزادی کو جن کا نام بی بی بارعہؒ تھا آپ کی بیوی بن جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مشہور ہے کہ حضرت سیّد محمد ہمدانیؒ نے تبت، بلتستان اور شگر اور لداخ کے لیہہ شہر میں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی اور ان جگہوں میں خانقاہیں تعمیر کروانے کے بعد سری نگر لوٹ آئے۔

حضرت سید محمد ہمدانیؒ سے ۴۵ رسالوں کی تالیف منسوب ہے جو دین اسلام کے مختلف موضوعات کے علاوہ فقہ و منطق اور تصوف کے موضوعات پر بھی ہیں۔

کشمیر سے حضرت سید محمد ہمدانیؒ اپنے فرائض و امور دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد حج بیت اللہ کے لئے

۸۱۷ھ میں روانہ ہوئے اور حج سے فارغ ہوکر سیدھے اپنے وطن تاجکستان میں آگئے اور باقی عمر کولاب کی خانقاہ میں گذاری اور بالآخر ۸۵۴ھ میں قریب اسی سال کی عمر شریف میں عالم باقی میں منتقل ہو گئے اور اپنے والد بزرگوارؒ کے بغل میں دفن ہوئے۔کولاب میں میں نے انکی قبر مبارک کی بھی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔

تفصیلی مطالعہ کیلئے دیکھئے میری ضخیم کتاب: ''شاہ ہمدانؒ۔حیات اور کارنامے'' جسے شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتاب' مائسمہ بازار' سری نگر نے چھاپ دیا ہے۔

اسامیِ شعرایِ فارسی وعربی

(الف)شعرای فارسی زبان :

(۱) **ابن یمینؔ**......آپ کا نام امیر محمود ابن یمین الدّولہ طغرائی تھا۔آپ آٹھویں صدی ہجری کے شعراء میں سے تھے اور خراسان میں فریومد نامی گاؤں میں متولد ہوئے۔آپ کے والد بھی شاعر تھے جو سلطان ابوسعید بہادر کی طرف سے خراسان میں مقرر کئے گئے مستوفی (میر منشی) خواجہ علاء الدین محمؔد کے پاس ایک دیوان (صاحب دفتر) کی حیثیت میں کام پر مامور تھے۔ابن یمینؔ بھی ایک عرصے تک اس کام پر متعین تھے۔ابن یمینؔ نے پہلے خواجہ علاء الدین محمد اور پھر اس کے بھائی خواجہ غیاث الدین کی مدح لکھی اور علاء الدین کے ہمراہ گرگان گئے اور وہاں کے حکمران طغا تیمور کی مدح گوئی کی۔آپ ہرات اور خراسان بھی گئے اور وہاں سربدار اور آل کرت کے امراء کی ستائش میں قصائد لکھے۔

زاوہ کی جنگ میں جو سربدار بادشاہ وجیہہ الدین مسعؔود اور ملک معزّالدّین حسینؔ کرت کے درمیان ہوئی ابن یمین اسیر ہوئے اور آپ کا دیوان شعر ضائع ہو گیا لیکن بعد میں پھر سے اسے جمع کیا۔

ابن یمینؔ ایک عارفانہ ذوق رکھتے تھے اور زندگی میں آپ کو جو تجربے ہوئے ان کو آپ نے بہت سودمند اجتماعی اور اخلاقی قطعات میں سمو دیا ہے۔آپ کے اشعار کی مجموعی تعداد پندرہ ہزار تک پہنچتی ہے۔آپکی شہرت زیادہ تر اخلاقی قطعات کو انتہائی موثر انداز میں لکھنے میں ہے۔آپ کا دیوان تہران سے سال ۱۳۱۸ شمسی میں چھپ چکا ہے۔

(۲) **ابو سعید ابو الخیرؒ**......آپ کا اسم مبارک فضل الدّین ابن ابی الخیر تھا۔ اور آپ خراسان کے علاقہ خابران میں واقع میھنہ یا مھنہ نامی جگہ کے عظیم صوفی مشائخ میں سے تھے۔ آپ سال ۳۵۷ھ میں غرۂ محرم کو متولد ہوئے اور ۴ رشعبان ۴۴۰ھ میں رحلت فرمائی۔ خواجہ فرید الدّین عطارؒ نے تذکرہ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کے والد سلطان محمود غزنویؒ کے دوست تھے۔ ابو سعید ابو الخیرؒ تمام اکابر ومشائخ کے سلطان وقت تھے۔ اور کسی کے بارے میں اتنی ریاضتیں اور کرامتیں بیان نہیں ہوئی ہیں جتنی کہ آپ کے بارے میں بیان ہوئی ہیں۔ فقر و فنا اور عجز وتحمل میں آپ عظیم الشان تھے۔ لوگوں میں آپ کا زبردست رسوخ تھا اور عرفان میں آپ ارشاد کے مقام پر فائض تھے۔ وعظ وتبلیغ میں آپ فارسی اشعار پڑھا کرتے اور کہا جا سکتا ہے کہ آپ پہلے شاعر تھے جنہوں نے عرفانی افکار کو اشعار میں بیان کیا ہے۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور ادبیات میں بھی آپ کو اطلاع کامل حاصل تھی۔ ابو سعید ابو الخیرؒ کے دو نواسوں نے آپ کے بارے میں دو کتابیں لکھی ہیں۔ محمد ابن منور نے آپ کی زندگی کے حالات پر ''اسرار التوحید فی مقامات شیخنا ابو سعید'' کے نام سے اور کمال الدّین محمد نے دوسری کتاب ''حالات و سخنان شیخ ابو سعید ابو الخیر'' کے نام سے آپ کے حالات اور آپ کے کلام کے بارے میں لکھی ہے۔

(۳) **حضرت اقبالؒ**......حضرت شیخ محمد اقبالؒ جو علاّمہ اور ڈاکٹر اقبالؒ کے نام سے معروف ہیں موجودہ مملکت پاکستان کے ایک مشہور شہر سیال کوٹ میں سال ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان کشمیری برہمنوں کا تھا اور آپ کے جد اعلیٰ مسلمان ہو گئے اور تب سے آپ کے نومسلم خاندان میں خدا ترسی، ایمان اور صلاح وتقویٰ کی حکم فرمائی رہی۔

ڈاکٹر اقبالؒ نے اعلیٰ تعلیم پانے کے بعد، جس کے دوران آپ اورینٹل کالج لاہور میں فلسفہ وسیاسیات کے لیکچرار اور گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی زبان اور فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے، اپنی علمیت اور فضیلت منوالی اور لندن کی کیمرج یونیورسٹی میں فلسفہ ومعاشیات کی مزید اعلیٰ تعلیم پائی اور وہاں سے ڈگریاں لے کر جرمنی گئے اور وہاں فلسفہ میں ڈاکٹر ہو گئے اور ڈگری لے کر ۱۹۰۷ء میں واپس وطن لوٹے۔ یہ سارے امتیازات آپ نے ۳۲ رسال کی عمر میں مکمل کر لئے۔

اقبالؒ کے اس عہد میں مسلمانوں کی حالت زبون تھی۔ تاریخ اسلام، دین اسلام اور قرآنِ اسلام پر عمیق نظر رکھنے والے اقبالؒ نے عظمت مسلمانان کو پارہ پارہ ہوتے دیکھ کر اور بالخصوص ہندوستان میں انگریزوں اور اسلام دشمنوں کی باہمی سازشوں سے ہندوستانی مسلمانوں کو مٹا دینے کی تدبیروں اور مکارانہ وعیارانہ فریب کاریوں کا مشاہدہ کر کے مسلمانوں کے ملی تشخص کو قائم و دائم رکھنے کی مساعی کا آغاز کیا اور مغربی تہذیب اور یورپی سامراج کے خلاف اپنے کلام میں بغاوت وانقلاب کی روح ڈال کر مسلمانان ہند کو قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی ان صفوں میں پہنچا دیا جہاں فقط اسلامی روح اور قرآنی فضا کیساتھ ساتھ قربانی اور جہاد اور جوش وحرارت ایمانی کارفرما تھی۔

علامہ اقبالؒ نے ذہن نشین کرایا کہ اسلام ازلی اور ابدی اصولوں کا حامل ہے اور یہی وہ دین ہے جو آخری بھی ہے اور قیامت تک قابل عمل بھی۔ آپ نے مجتہدانہ شان کے ساتھ اسلام کی حقانیت کے اسلحہ سے ہندی مسلمانوں کو پھر سے مسلح کر دیا اور ایک نیا ولولہ اور شعور پیدا کیا۔ آپ نے مسلمانوں کے ذہنوں کو اسلام دشمنوں کے اس زہر آلود اور اسلام بیزار خیال سے پاک کر دیا کہ وطن پرستی مذہب پر مقدم ہے اور یہ سہرا صرف ان ہی کے سر ہے کہ آپ نے اس زہر آلود فضا سے مسلمانوں کو نکالا اور ان کو دین اسلام کے تقدم کی فضاؤں میں لوٹا دیا۔ مشہور ہے کہ اسلام دشمن ذہن کی موجودگی کی وجہ سے ہی بالآخر مسلمانوں نے ڈاکٹر اقبالؒ کی ذہنی راہنمائی سے الہام پا کر ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ کرنے پر مجبور کر دیا جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے وجود میں آگیا۔

ڈاکٹر اقبالؒ آخری دور میں صرف قرآن مجید کو اپنے سامنے رکھتے تھے اور صرف اسی خدائی کتاب کو اصل علم سمجھتے تھے رسولِ اکرمؐ کی ذات مقدس سے آپ کو والہانہ عشق تھا اور آپؐ کا نام آتے ہی بے اختیار آنکھوں سے اشک بہاتے تھے۔

ڈاکٹر اقبال کی تصانیف دنیا بھر میں مشہور ومعروف ہیں۔

سال ۱۹۳۸ء میں اپریل کی ۱۶ / تاریخ کو آپ عالم فانی سے عالم بقا میں پہنچ گئے اور لاہور کی شاہی مسجد کے آگے دفن ہوئے جہاں اس مقبول ازلی شاعر اسلام درویش اور متقی وعارف پاک اور ولی اللہ کی قبر شریف پر ہر روز ہزاروں مسلمان فاتحہ وسلام بھیجتے ہیں۔

(۴) **حضرت امیر خسروؒ** ......امیر خسروؒ ۶۵۱ھ میں دہلی میں اور ایک قول کے مطابق (یعنی بقول شبلی نعمانی) پٹیالی میں پیدا ہوئے اور بچپن سے ہی شعر و شاعری سے دلچسپی اور شغف رہا۔ آپ کے والد بھی اھل فضل میں سے تھے اور خود امیر خسروؒ بھی علوم و فنون کی طرف راغب ہوئے اور فارسی ادبیات اور ادبیات عرب کے مطالعہ میں منہمک رہے۔

امیر خسرو کی پادشاہان وقت کے درباروں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور ان میں سے آپ نے بعضوں کا اپنے کلام میں نام بھی لیا ہے اور ان کی مدح سرائی بھی کی ہے۔ باوجود اس کے کہ وقت کے سلاطین سے آپ کے روابط تھے اور شاہی درباروں میں امیرانہ وضع و شان کیساتھ آتے جاتے تھے لیکن دہلی کے قطب وقت اور سلطان الاولیاء حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور طریقت میں شاگرد و خلیفہ ہونے کیوجہ سے عام دنیاداری سے دور تھے اور فقیرانہ و درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔ مرشد پاکؒ کی تعلیم و تربیت سے روحانی مراحل کے سفر میں اس مقام پر پہنچے تھے کہ دل کے مقابل میں قمیض میں اور سینے پر بھی جلن کے اثرات نمودار تھے اور یہ حال دیکھ کر خود حضرت محبوب الٰہیؒ فرمایا کرتے کہ: ''الٰہی! اس ترک بچے کے سوز دل کا واسطہ! میرے گناہ بخش دے''۔

فارسی شاعری میں امیر خسروؒ نے سنائی، خاقانی، نظامی اور سعدی کی پیروی کی ہے اور خاص کر غزل میں سعدی کے پیرو تھے چنانچہ فرمایا کہ۔'' جلد سخنم دارد شیرازۂ شیرازی ''۔ امیر خسرو کا فارسی شاعری میں ایک خاص آہنگ ہے جو آہستہ آہستہ سعدی کے قریب تر پہنچا۔ آپ کا دیوان پانچ حصوں میں ہے (۱) تحفۃ الصغر (۲) واسطۃ الحیوۃ (۳) غرۃ الکمال (۴) بقیۃ النقیہ (۵) نہایۃ الکمال

امیر خسروؒ کے قصیدے بہت لمبے ہیں اور ان میں سے اکثر خاقانی کے اسلوب کی یاد دلاتے ہیں۔ خسروؒ نے نظامی کی تقلید میں خمسہ بھی لکھا ہے جو (۱) مطلع الانوار (۲) شیرین و خسرو (۳) مجنون و لیلیٰ (۴) آئینہ سکندری، اور (۵) ہشت بہشت پر مشتمل ہے۔ امیر خسروؒ کے پادشاہان ہند کے اوصاف و حالات پر بھی نظمیہ آثار ہیں جن میں قرآن السعدین، نہ سپہر، اور مفتاح الفتوح نام کے منظومات ہیں۔ نثری آثار میں خزائن الفتوح اور فن انشاء پر رسائل الاعجاز کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۵) **انوری** ......آپ کا نام علی ابن محمد ابن اسحٰق ابیوردی اور لقب اوحدالدین تھا۔ آپ خراسان میں واقع نسآء اور خرس شہروں کے درمیان ایک چھوٹے سے شہر ابیورد میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی مروجہ علوم کی تحصیل میں مصروف رہے اور اکثر علوم بالخصوص حکمت اور نجوم اور ریاضی میں کافی مہارت پائی۔ فلسفہ میں بھی آپ کو بڑی دسترس حاصل ہوئی اور ابوعلی سینا کے آثار کا دقت سے مطالعہ کرنے میں آپ کو بڑی دلچسپی رہی چنانچہ ان کے بعض آثار کو آپ نے خود نقل کر کے لکھا۔

جوانی کے آغاز سے ہی انوری نے شعروشاعری کی طرف توجہ مبذول کی اور سلطان وقت سلطان سنجر کی مدح میں مشہور قصیدہ لکھا جس کا مطلع تھا ۔گر دل و دست بحرو کان باشد۔ دل و دست خدا یگان باشد اور بادشاہ کی خدمت میں جا کر سنایا۔ بادشاہ کو یہ قصیدہ بہت پسند آیا اور انوری کو اپنے دربار شاہی میں ملازم رکھ لیا اور اس کے بعد آپ کی شعری توانائی کمال کی حدوں تک پہنچ گئی۔ طبیعت کی شعری قدرت کی وساطت سے مختلف مضامین و معانی کو' واقعہ نگاری اور داستان سازی اور فطرت کی توصیف اور مناظر کی تصویر سازی میں آپ بہت اچھی طرح سے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرتے ۔ اور ۔ مکمل طور پر حاوی ہو کر شعر گوئی کے سارے اقسام کو گرفت میں لاتے تھے اور اس لئے آپ کے اشعار عمدگی میں' دلربائی میں' تازہ معانی کے لانے میں اور شاعرانہ استدلال میں اپنے ہم عصر شاعروں بلکہ اپنے سے پہلے اور بعد کے شاعروں میں ممتاز اور بلند درجے کے ہیں۔ نادر تشبیہات و استعارات کا استعمال جن میں ایک مخصوص لطف و طراوت اور تازگی ہوتی ہے آپ کی شعری خصوصیات میں سے ہے۔ چونکہ انوری ایک فلسفی' حکیم' منجم اور ریاضی دان بھی تھے اس لئے ان علوم کی اصطلاحوں کو شعر میں لا کر آپ نے بیشتر اشعار کو پیچیدہ اور اغماض آمیز بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ان کے اس سرح کے اشعار پڑھنے والوں کیلئے دشوار فہم بن گئے ہیں۔

(۶) **حافظ شیرازیؒ** ......آپ کا نام شمس الدّین محمد تھا اور والد کا نام تھا بہاء الدّین۔ حافظ آپ کا تخلص تھا۔ بہاء الدّین کے تین بیٹے تھے جن میں شمس الدّین محمد سب سے چھوٹے تھے۔ ایک بھائی کا نام خلیل الدّین عادل تھا اور دوسرے کا نام معلوم نہیں۔

خواجہ حافظ شیرازی تھے اور آپ کی والدہ بھی شیراز ہی کے محلہ کازرون کی تھیں۔ غالباً حافظ سال ۷۲۵ھ یا ۷۲۶ھ میں متولد ہوئے اور سال ۷۹۱ھ یا ۷۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔ خواجہ شیراز نے قوام الدین عبداللہ شیرازی کی درسگاہ میں کسب علم کیا اور چودہ قرأتوں سے قرآن پڑھنے کی تربیت پائی۔ تفسیر میں بھی آپ نے مہارت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے عرب کے شاعروں کے دیوان اور عربی ادب میں بھی تجسّس کیا۔

خواجہ حافظ ایک صاحب حال اور عارف حق آگاہ صوفی تھے۔ بقول مولانا جامیؒ: ''اگرچہ معلوم نہیں کہ آپ نے کسی اہل تصوف کی مریدی اختیار کی لیکن آپ کا کلام اس جماعت کے مشرب سے اس قدر مالا مال ہے کہ کسی دوسرے کا نہیں ہے''۔

آپ کا دیوان شعر، غزلیات اور مثنوی ساقی نامہ اور چند قصائد پر مشتمل ہے۔ باوجود اس کے کہ حافظ ایک فتنہ آمیز اور پر آشوب و اضطراب عہد میں زندگی بسر کر رہے تھے' آپ کے اشعار میں متانت اور بردباری کے عناصر حاوی ہیں اور آپ نے کسی بھی امیر یا بادشاہ کی مدح گوئی میں غلو نہیں کیا ہے۔ حافظ ایک عرفانی روح کے حامل تھے اور آپ نے فارسی شعر میں عاشقانہ مضامین کو عرفانی معانی کے ساتھ ملا کر ایک خاص اسلوب پیدا کیا اور اس میں آپ منفرد اور استاد یگانہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام تمام غزل گو شاعروں کے مقابلے میں محبوب تر' مقبول تر اور مشہور و مروّج ہے اور ایران میں خود خواجۂ شیراز محبوب ترین ایرانی شاعر مانے جاتے ہیں۔ دیوان حافظ دنیا بھر میں فارسی اشعار کا مقبول ترین دیوان ہے۔

خواجہ حافظ شیراز میں مدفون ہیں اور ہر روز آپ کے عقیدت مند جن میں بیرونی ممالک کے علماء وفضلاء اور سیاح لوگ بھی شامل ہیں آپ کے مزار مبارک پر ہزاروں کی تعداد میں زیارت کر کے آپ پر تحیّت و سلام بھیجتے ہیں میں نے کئی بار تہران سے شیراز آ کر خواجۂ شیراز کے مزار مبارک پر حاضری دی اور بیرونی ممالک سے آنے والے دانشمندوں کی الگ رجسٹر پر یہ شعر لکھا ۔ به شعر حافظ شیراز می گویند و میر قصد. سیه چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی.

(۷) **(خواجہ) حسنؔ دہلوی**...... آپ کا نام تھا شیخ نجم الدین حسنؔ ابن علی سنجری دہلوی۔

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف عارفوں اور ہندوستان کے فارسی زبان کے شاعروں میں سے تھے۔آپ حضرت امیر خسروؒ دہلوی کے ہم عصر اور ان کے خاص یاران حلقۂ طریقت میں سے تھے بلکہ طریقت کی برادری میں امیر خسروؒ کی نظر توجہ ان پر خاص الخاص تھی اور دونوں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔خواجہ حسنؒ حضرت امیر خسروؒ کی ہی وساطت سے دربار خواجہ نظام الدین اولیاءؒ میں پہنچے اور انکے مرید بن گئے۔

خواجہ حسنؒ فارسی غزل میں سعدی شیرازی کے پیرو ہیں اور انہوں نے اس کی طرف اپنے کلام میں اشارہ بھی کیا ہے۔

(۸) **خاقانی شروانی**......آپ کا نام افضل الدین ابو بدیل ابن علی تھا اور تخلص خاقانی۔ایران کے بہت بڑے شاعروں میں سے گزرے ہیں۔پہلے آپ حقایقی تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں خاقان اکبر منوچہر ابن فریدون شروان شاہ کی مناسبت سے خاقانی کا تخلص اختیار کیا۔آپ کا باپ علی نجار تھا اور ماں ایک رومی کنیز تھی جو عیسائی تھی لیکن بعد میں مسلمان ہوگئی تھی۔ابو العلاء گنجوی کے توسط سے پہلی بار خاقانی کو شروان شاہ کا تقرب حاصل ہوا۔خاقان اکبر شروان شاہ کے بعد خاقانی اس کے بیٹے خاقان کبیر اختسان کے دربار سے منسلک ہوا لیکن خاقان کے دربار سے ایک عرصے تک منسلک رہنے کے بعد خاقانی تنگ اور آزردہ ہوا اور اس نے عراق جانے کی درخواست کی جسے شروان شاہ نے رد کردیا اور اس سے خاقانی بہت زیادہ ملول اور مضطرب ہوا اور بالآخر اسے حج بیت اللہ کیلئے مکہ جانے کی اجازت مل گئی۔واپسی پر اس نے اصفہان آکر اس شہر کی توصیف میں قصیدہ کہا اور شروان شاہ کے پاس چلا گیا لیکن حاسدوں کی دشمنی کی وجہ سے بادشاہ کے حکم سے خاقانی کو زندان میں ڈال دیا گیا۔قید سے رہائی کے بعد سال ۵۶۹ھ میں پھر حج کیلئے مکہ چلا گیا۔واپسی پر اپنے بیٹے کی ناگہانی موت اور دوسری مصیبتوں کی وجہ سے گوشہ تنہائی اختیار کیا اور تبریز میں سکونت کی اور تبریز ہی میں وفات پائی۔

خاقانی ایک بلند فکر شاعر اور اپنے زمانے کے بزرگ اساتذہ اور درجۂ اوّل کے قصیدہ نگاروں میں سے تھے فارسی شاعری میں آپ بعض خصوصیات میں مبتکر تھے۔آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ طویل قصیدوں میں مشکل ردیفوں کا استعمال کیا ہے۔عربی الفاظ اور طب و فلسفہ کی اصطلاحات پر کامل آگاہی کی وجہ سے کبھی آپ کے

اشعار سادگی کی حدود سے باہر چلے جاتے ہیں۔آپ کے قصائد زیادہ تر فطرت اور بہار وخزان اور صبح کی توصیف سے شروع ہوتے ہیں اور آپکے اشعار اکثر آپ کے ذاتی احساسات اور قوتِ تخیل کی پیداوار ہیں۔

خاقانی کے غزلیات ھیجان انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ لطافت سے خالی نہیں اور گاہی سنائی غزنوی کے اسلوب کے مشابہ دکھائی دیتے ہیں۔

غزلیات اور قصائد کے دیوان کے علاوہ خاقانی نے تحفۃ العراقین نام کی ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔

(۹) **خواجو کرمانی**......کمال الدین ابوالعطاء محمود ابن علی کرمانی نام تھا اور تخلص خواجہ۔آپ کرمان میں پیدا ہوئے اور کرمان میں ہی علوم وفنون روزگار کا اکتساب کیا اور اسکے بعد کچھ عرصہ تک سفر میں رہے۔ان ہی سفروں میں سے ایک سفر میں آپکی ملاقات اس زمانے کے عظیم المرتبت عارفِ حق حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی (وفات ۷۳۶ھ) سے ہوئی اور ان کے دست مبارک پر بیعت کر کے اُن کے مرید ہو گئے۔

خواجو نے سلطان ابوسعید بہادر اور اس کے وزیر غیاث الدین محمد کی مدح میں قصائد لکھے ہیں۔ایک عرصہ تک آپ نے شیراز میں قیام کیا اور وہاں کے فضلاء وعلماء نیز خواجہ حافظ شیرازیؒ کی صحبت میں رہے۔

خواجو نے شیراز کے ابواسحاق اینجو اور شمس الدین محمود صاین اور اسکے وزیر تاج الدین احمد عراقی' جو کرمان کے بزرگوں میں سے تھے' کی بھی مدح سرائی کی ہے۔

خواجو نے غزل میں اگر چہ شیخ سعدیؒ کی پیروی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی غزلوں کی شگفتگی اور لطافت منفرد ہے اور خواجہ حافظ کو آپ کی یہ طرز بہت پسند تھی چنانچہ خواجہ حافظ نے اسی روش وطرز خواجو کو اپنانے کا دعویٰ بھی کیا اور کہا ۔ دارد سخن حافظ طرز و روش خواجو

خواجو کے آثار میں دیوان غزلیات وقصائد کے علاوہ نظامی گنجوی کی سبک تحریر میں کئی مثنویاں شامل ہیں مثلاً ھمای وھمایون۔گل ونوروز۔روضۃ الانوار۔کمال نامہ۔سام نامہ۔گوھر نامہ۔

خواجو شیراز میں تنگ اللہ اکبر کے پاس مدفون ہیں۔میں نے شیراز میں آپکے روضہ شریف کی زیارت کی ہے۔

(۱۰) **(مولانا) رومیؒ**......مولانا جلال الدین محمد ابن بہاء الدین محمد ابن حسین الخطیبی جو مولوی یا

مولانا ئی روم یا ملائی رومی سے معروف ہیں ساتویں صدی ہجری میں ایران کے بزرگ ترین عارف شاعروں میں سے تھے۔آپ بلخ (موجودہ افغانستان) میں پیدا ہوئے لیکن قونیہ (موجودہ ترکی) میں طول اقامت کی وجہ سے رومی یا مولانا ئی روم کے نام سے مشہور ہوئے۔

مولانا رومیؒ محمد ابن حسین (جن کا لقب بہاء الدین ولد تھا) کے فرزند تھے اور والدہ کی طرف سے آپ خوارزم شاہ پادشاہ ماوراء النہر کے خاندان سے تھے۔ بہاء الدین ولد خود سلطان محمد خوارزمشاہ کے مقرب درباریوں میں سے تھے لیکن کسی وجہ سے رنجش خاطر کی بنا پر آپ نے دربار کو ترک کر دیا اور سال ۶۱۰ھ میں بغداد کے راستے سے آپ حج کے لئے روانہ ہو گئے اور نیشاپور میں حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ سے ملاقات کی۔ خواجہ عطارؒ نے کم عمر جلال الدین کو اپنی کتاب اسرار نامہ ہدیہ میں دے دی۔ حج کی ادائیگی کے بعد بہاء الدین ولد شام گئے اور ایشیائی کوچک کے سلجوقی بادشاہوں کی حکومت کے مرکز لارندہ کا سفر کر کے وہاں سات سال تک مقیم رہے اور وہاں سے سلطان علاء الدین کیقباد کی دعوت پر' جو ایک علم پرور اور عالم دوست بادشاہ تھے قونیہ چلے گئے اور آخر عمر تک لوگوں کی دینی و روحانی رہنمائی کرتے رہے اور سال ۶۲۸ھ میں رحلت فرمائی۔

والد بزرگوار کی وفات کے وقت مولانا جلال الدین رومیؒ کی عمر ۲۴ رسال تھی۔ اپنے والد کی وصیت اور خواہش کے مطابق آپ والد کے جانشین اور لوگوں کے ارشاد اور مریدوں کی تربیت کے کام میں مشغول ہو گئے درسی مجلسوں میں سیّد برہان الدین محقق ترمذی' جو بہاء الدین ولد کے تربیت یافتگان میں سے تھے' نے کسب فیض کیا اور معرفت حق کے رموز سے شناسائی پیدا کی اور مولانا سے ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ برہان الدین محقق کی وفات کے بعد مولانا رومی نے وعظ کی مجلسیں برپا کیں اور شاگردوں کی تربیت کرتے رہے اور اتفاق سے سال ۶۴۲ھ میں آپکی ملاقات ایک بہت بڑے عارف حق آگاہ شمس الدین محمد تبریزیؒ سے ہوئی۔ اس ملاقات کے بعد مولانا رومیؒ شمس تبریزی کے اس قدر شیفتہ ہو گئے کہ آپ نے منبر و محراب کو چھوڑ دیا' سب سے ترک تعلقات کیا' ماضی سے منقطع ہو گئے اور شمس تبریزی کے مریدوں کے حلقے میں شامل ہو گئے۔ سال ۶۴۵ھ میں شمس تبریزی نے قونیہ کو ترک کیا اور پھر وہاں لوٹ کر نہیں آئے۔ شمس تبریز کی جدائی میں مولانا سخت بیقرار اور آشفتہ خاطر ہو گئے اور فوراً ہی آپ نے لوگوں سے کنارہ کشی کی اور ایک عرصہ تک حسام الدین چلپی سے ارادت پیدا کی اور بدستور غزل اور مثنوی لکھتے رہے۔

آپ شمس تبریز کی تلاش میں دمشق بھی گئے اور اگر چہ کہتے ہیں کہ ان سے ملاقات بھی ہوئی لیکن ان کو اپنے ساتھ قونیہ لانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ لیکن بہر حال شمس تبریز کی نظر اپنا کام کر گئی اور مولانا کو خشک وعظ کی ٹھنڈی دنیا سے عشق حقیقی کے تپتے فضاؤں میں لے آئی۔ چنانچہ جذب درون اور سوز عشق سے پر غزلیات کا ضخیم دیوان مولانا رومی نے دیوان شمس تبریز کے نام سے لکھا۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کے آثار میں ایک بہت بڑی مثنوی چھ جلدوں میں ہے اور اس کے علاوہ رباعیات اور دیوان مذکور ہے۔ نثری آثار میں فیہ مافیہ مجالس سبعہ اور مکاتیب ہیں۔

مولانا رومؒ نے عرفانی شعر کو اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیا ہے۔ آپکا معنوی اثر اور روحانی رسوخ اور ادبی نفوذ نہ فقط ایران و ہندوستان اور ایشیای کوچک میں کمال کی حدوں تک پہنچ چکا ہے بلکہ مغربی ممالک میں بھی اثر انداز ہوا ہے۔

آپ کی مثنوی معرفت واسرار الٰہی کا گنجینہ ہے اور اسے فارسی زبان کا قرآن کہا گیا ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی   ہست قرآن در زبان پہلوی

مولانا نے سال ۶۷۲ھ میں وفات پائی اور قونیہ (ترکی) میں آپ کا روضہ مبارک مرجع خاص و عام ہے۔

(۱۱) **سعدی شیرازی** ...... مشرف الدین مصلح یا مصلح الدین ابن عبداللہ نام اور سعد ابن زنگی پادشاہ شیراز کی مناسبت سے سعدی تخلص تھا۔ ایرانی شعر وادب کے خاص الخاص بزرگ اساتذہ اور نابغوں میں سے تھے۔ ۶۰۶ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے اور شیراز میں ہی تعلیم پائی۔ اسکے بعد بغداد چلے گئے اور وہاں کے مدرسۂ نظامیہ میں اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔

سیاحت کے شوق نیز خوارزمشاہوں اور فارس کے اتابکوں کے درمیان کشمکش برپا ہونے اور منگولوں کے حملوں کی وجہ سے سعدی ایک لمبے سفر پر روانہ ہوئے جو تیس سال سے چالیس سال کی مدت پر حاوی رہا اور بغداد، شام، مکہ اور شمالی افریقہ تک گئے۔ آپ نے اپنے آثار میں کاشغر، ہندوستان اور ترکستان کا سفر کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس طویل سفر کے بعد سعدی شیراز لوٹ آئے اور جب وہاں امن وسکون کا مشاہدہ کیا تو وہیں پر رہے اور تصنیف

وتالیف میں مشغول ہو گئے اور سعد بن زنگی (۶۳۲ - ۶۶۸ ھ) اور اسکے بیٹے سعد ابن ابوبکر کی مدح کی۔ اتابکوں کے علاوہ سعدیؒ نے بزرگوں اور علماء کی بھی قدر دانی اور مدح گوئی کی جن میں خواجہ شمس الدین محمد صاحب دیوان اور ان کے بھائی خواجہ عطا ملک جوینی شامل ہیں۔ سعدی کا اس زمانے کے بعض شاعروں مثلاً خواجہ ہمام تبریزی اور مجد الدین ہمگر کے ساتھ بھی تعلق رہا اور انہوں نے سعدی کی بڑی تعریفیں کی ہیں۔

سعدی ایران کے درجہ اول کے شعراء میں سے بھی تھے او مسجع نثر نگاروں اور زبردست ادیبوں میں سے بھی۔ آپ شعر کی مختلف انواع مثلاً قصیدہ' غزل' قطعہ' رباعی' ترجیع بند اور ترکیب بند میں مہارت تام رکھتے تھے۔ لیکن سعدی کی ذات کے ساتھ ہی فارسی غزل فارسی شاعری کی صف اول میں قرار پائی اور بالخصوص غزل میں سعدی کا کلام ہی لطافت وخوبصورتی کی بلند ترین حدود تک پہنچ گیا جس میں روانی اور سہل و ممتنع کی صنعت کی حکم فرمائی ہے۔

سعدی کے آثار میں دیوان غزلیات ہے جو طیبات' بدائع' خواتیم' غزلیات قدیمہ پر شامل ہے۔ اس کے علاوہ بوستان' گلستان' قصائد' ملمعات' ترجیعات اور رباعیات ہیں۔ سعدی کے مجموعی آثار کو کلیات سعدی کہتے ہیں۔ چونکہ سعدی کے آثار ان کے تجربات اور مطالعات اور ذاتی مشاہدات کا نتیجہ ہیں جو انہیں اپنے طویل سفروں میں حاصل ہوئے' اس لئے یہ بہت ہی سودمند' پر معنی اور اہمیت کے بالاترین درجے کے حامل ہیں۔ ان میں اخلاقی پند و نصائح بھی ہیں اور عاشقانہ مضامین اور لطافت وخوبصورتی کی انتہا بھی۔

گلستان سعدی فارسی نثری زبان کے ایجاز کی اعجاز ہے اور اخلاقی بلندی کا ایک بے نظیر خزانہ۔ اسی لئے یہ کتاب دنیا میں عالمی ادب کا حصہ بن گئی ہے اور اس کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اور سعدی کی شہرت عالمگیر ہو گئی ہے۔ اقوام متحدہ کی اسمبلی میں سعدی کا یہ قطعہ ایک منشور کی حیثیت پا چکا ہے

بنی آدم اعضای یکدیگرند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوی بدرد آورد روزگار
دگر عضو ہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بے غمی

نشاید کہ نامت نہند آدمی

سعدیؔ سال ۶۹۱ھ یا ۶۹۲ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے۔ شیراز میں ایک روح پرور باغ میں آپ کا روضہ مرجع خاص و عام ہے اور ہر روز ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کی قبر پر حاضر ہو کر تحیت و سلام بھیجتے ہیں۔ میں نے کئی بار سعدی شیرازیؔ کے روضۂ مبارک کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۱۲) **سلمان ساوجیؔ**...... جمال الدین سلمانؔ ابن علاء الدین ساوجیؔ آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ترین شاعروں میں سے تھے۔ زندگی کے ابتدائی سالوں میں سلطان ابوسعید بہادر (۷۱۶۔۷۳۶ھ) کے وزیر خواجہ غیاث الدّین محمد کے دربار سے وابستہ رہے۔ اس کی وفات کے بعد جلاریؔ یا ایلکانی بادشاہوں کے دربار سے منسلک ہو گئے جو مغربی ایران اور عراق عرب پر حکومت کر رہے تھے اور وہاں اس شاہی سلسلے کے بانی شیخ حسن بزرگ اور اس کی ملکہ دلشاد خاتون نیز سلطان اویس اور سلطان حسین کی مدح سرائی کی۔

سلمان ساوجیؔ ایک قصیدہ گو شاعر ہے اور اسے منگولوں کے زمانے کے بعد صفوی عہد سے پہلے کا سب سے عظیم قصیدہ گو شاعر قرار دیا جا سکتا ہے۔ سلمانؔ نے متقدمین کے اسلوب کی پیروی کی خاص کر انوریؔ کی۔ اور منوچہری دامغانی سے بھی متاثر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و مناجات اور نعت حضرت رسول اکرم ﷺ میں سلمانؔ نے ایسے قصیدے لکھے ہیں جن کا پہلے کوئی رواج نہ تھا۔ تغزل میں بھی مہارت رکھتا تھا اور خواجہ حافظؒ شیرازی کی توجہ کو بھی اپنی طرف مبذول کرا چکا تھا۔ جنہوں نے اسے "خواجۂ جہان سلمان" کہا ہے۔

سلمانؔ کی غزلوں میں تازہ مضامین اور نئی تشبیہات کثرت سے موجود ہیں۔ قصائد و غزلیات اور ترجیع بند اور ترکیب بند اور قطعہ و مثنوی بھی آپ کے آثار میں شامل ہے۔ دیوان شعر کے علاوہ ایک عشقیہ مثنوی بھی آپ نے لکھی ہے جس کا نام جمشید و خورشید ہے اور اسے سلطان اویسؔ کی فرمائش پر لکھا۔ نیز سلطان اویسؔ کے ہی کہنے پر فراق نامہ کے نام سے سال ۷۷۰ھ میں ایک اور مثنوی لکھی ہے۔

(۱۳) **سنائی غزنویؒ**...... حکیم ابوالمجد مجدودؔ ابن آدم نام تھا اور سنائیؔ آپ کا تخلص چھٹی صدی

ہجری کے بزرگ شاعروں میں سے تھے۔ ابتداء میں غزنوی دربار سے منسلک تھے اور مسعود ابن ابراہیم اور بہرام شاہ ابن مسعود کی ستائش کی۔ اس کے بعد خراسان کے سفر میں مشائخ صوفیوں سے ملاقات کرنے کے نتیجے میں غزنوی دربار کو ترک کیا اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ گئے اور حج ادا کرنے کیلئے مکہ چلے گئے۔ کئی شہروں کی سیاحت کرنے اور رشد و ہدایت کے بزرگ ترین صوفیای کرام کے ساتھ صحبت پیدا ہو جانے کی وجہ سے آپ ان کے حلقے میں آ گئے۔ بیت اللہ کی زیارت کے بعد آپ نے بلخ اور سرخس اور مرو اور نیشاپور میں بھی ایام گزارے اور سال ۵۱۸ھ میں غزنی لوٹ آئے اور آخر عمر تک وہیں بسر کی۔

آپکے آثار میں ایک دیوان شعر ہے جو قصائد' غزلیات اور مقطعات پر شامل ہے۔ اس کے علاوہ حدیقۃ الحقیقہ' سیر العباد الی المعاد' طریق التحقیق' کارنامہ بلخ اور دو مثنویاں عشق نامہ اور عقل نامہ آپ کے آثار میں سے ہیں۔

سنائی کے دور اول کی شاعری فرخی اور مسعود سعد سلمان کے اسلوب سے متاثر ہے اور دوسرے دور کی شاعری جب کہ آپ دنیای معرفت و عرفان میں داخل ہوئے' آزادانہ مضامین اور عرفانی اشعار سے مملو ہے۔ سنائی کو ایران کا پہلا عارف غزل گو قرار دیا جا سکتا ہے جنہوں نے عرفانی اصطلاحات و افکار کو عاشقانہ مضامین کے ساتھ ملا دیا ہے۔ سنائی کا عارفانہ کلام سوزش عشق کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

(۱۴) **ظہیر فاریابی**......ظہیر الدین ابوالفضل طاہر ابن محمد فاریابی چھٹی صدی کے معروف قصیدہ نگاروں میں سے تھا۔ جوانی فاریاب میں گزاری اور اس کے بعد نیشاپور' مازندران اور آذربایجان کا سفر کیا اور عربی زبان اور نجوم و حکمت میں تحصیل علم کیا۔

ظہیر فاریابی نے مازندران کے باوندی ملوک حسام الدولہ ابوالحسن اردشیر اور نیشاپور کے حاکم طغان شاہ اور آذربایجان کے اتابکوں محمد ابن الدگز' قزل ارسلان بن ایلدگز' نصرۃ الدین ابوبکر اور آخری سلجوقی بادشاہ عراق طغرل بن ارسلان کی مدح لکھی ہے۔ ظہیر فاریابی' جمال الدین اصفہانی' مجیر بیلقانی اور خاقانی شروانی کا ہم عصر تھا۔

علم و ادب کے علاوہ ظہیر فاریابی علوم عقلی اور نجوم پر بھی دسترس رکھتا تھا۔ آپ کے قصائد انوری کے اسلوب میں ہیں اور غزل میں آپ استادی کے درجے پر ہیں چنانچہ آپ کے دیوان کے بارے میں جو متانت' استحکام و جزالت

اور قومی تخیل کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہا گیا ہے:

دیوان ظہیر فاریابی
در کعبہ بذور اگر بیابی

(۱۵) **عراق ھمدانیؔ** .... آپ کا نام تھا فخر الدین ابراہیم۔ ھمدانؔ کے تھے اور عراقیؔ تخلص تھا۔ ساتویں ہجری کے عرفا اور غزل گو شاعروں میں سے تھے۔ جوانی میں ہندوستان کا سفر کیا اور ملتان (پاکستان) میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ جو اس زمانے کے عظیم المرتبت عرفا اور اولیاء عظام میں سے تھے کی شاگردی اختیار کی اور ان کے رحمت حق ہو جانے کے بعد ان کے جانشین منتخب ہوئے۔ لیکن درویشوں میں حسد پیدا ہو جانے کی وجہ سے آپ نے ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ چلے گئے۔ بغداد میں آپ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملاقات کی اور وہاں سے ایشیای کوچک چلے گئے اور قونیہ (ترکی) شیخ الحدیث شیخ صدر الدین کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور لمعات نامی کتاب لکھ کر شیخ صدر الدین کی خدمت میں پیش کی، شیخ صدر الدین کے پاس کافی لوگ جمع ہوتے تھے اور اُن میں سے کافی لوگ آپ کے مرید ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد آپ قونیہ سے مصر چلے۔

عراقی ایک پُرسوز ہیجان غزل گو شاعر اور عارفانہ کلام میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ اُس کے دیوان میں پانچ ہزار آٹھ سو عاشقانہ و عارفانہ غزلیات اور مثنوی و ترجیع بند پر مشتمل ہے۔ اس کو آپ نے حدیقہ سنائی کی طرز پر لکھا ہے۔

(۱۶) **عرفی شیرزای** .... جمال الدین محمد نام تھا اور عرفیؔ تخلص۔ دسویں صدی ہجری کے مشہور شاعروں میں اور زیادہ تر ہندوستان میں مشہور تھے۔ آپ کا وطن شیراز تھا جہاں آپ پیدا ہوئے اور اسی شہر میں آپ کے والد ایک اچھے حکومتی عہدہ پر فائض تھے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد عرفیؔ ہندوستان آ گئے اور ایک عرصے تک فیضیؔ اور ابوالفتح گیلانی کی صحبت میں رہے۔ اس کے بعد خانخانان اور اکبر بادشاہ کے درباروں سے منسلک ہو کر ان کی مدح لکھی۔

عرفی قصیدہ نگاری میں بہت قوی ہیں بلکہ غزل' قطعہ اور ترجیع و ترکیب بند لکھنے میں بھی زبردست۔ ان کو ہندوستانی طرز شعر کا ایک بہترین شاعر مانا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مثنوی نگاری میں بھی آپ کا مقام ہندوستان کی فارسی شاعری میں مسلم ہے۔ آپ نے نفسیہ نامی ایک رسالہ بھی تصوف میں لکھا ہے۔

عرفی ۹۶۳ھ میں شیراز میں متولد ہوئے اور ۹۹۹ھ میں لاہور میں وفات پائی۔

(۱۷) **فردوسیؔ طوسی** ......ابوالقاسم حسن فردوسی چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے ایرانی رزم گو شاعر تھے۔ زمیندار خاندان کے تھے اور موروثی زمینوں کی وجہ سے کہا جاتا ہے' صاحب ثروت بھی تھے۔ چالیس سال کی عمر میں ایرانی بادشاہوں پر منظوم تاریخی داستان شاہ نامہ لکھنا شروع کیا اور اسے تقریباً سال ۴۰۰ھ میں ختم کر دیا۔

یہ جو مشہور ہے کہ فردوسیؔ نے سلطان محمود غزنویؒ کی فرمائش پر ایک شعر کے بدلے ایک اشرفی انعام پانے کے سلطانؒ کے وعدہ پر شاہنامہ لکھا' صحیح نہیں کیونکہ دراصل فردوسیؒ نے خود اپنی خواہش سے اس شاہنامہ کی تکمیل کرنے کا آغاز کیا جسے دقیقی بلخی (یا طوسی) نے' جو سامانی بادشاہوں کے دور کا شاعر تھا' شروع کیا تھا اور فردوسیؔ نے خود اس کا ذکر شاہنامہ کے آغاز میں کیا ہے۔ اور جب شاہنامہ مکمل ہوا تو چونکہ فردوسیؔ اس ساری محنت کے عوض اُجرت اور وہ بھی ایک گراں اُجرت کا آرزومند تھا اس لئے وہ غزنی دربار سے رجوع کرنے کیلئے سلطان غزنہ کی خدمت میں پہنچا' سلطانؔ نے اس کی محنت اور بوڑھاپے پر ترس کھا کر اسے کچھ نہ کچھ دے ہی دیا کیونکہ دراصل ان تاریخی کہانیوں کی داستانوں کا ایران میں کوئی شاہی خریدار نہ تھا ورنہ فردوسیؔ غزنی نہ جاتا۔ اور سلطان محمودؒ نے فردوسیؔ کو جو بھی رقم دی وہ دراصل سلطانؔ کی محض ادب دوستی اور ذاتی کرم کی وجہ سے تھا۔ اکثر ایرانی مؤرخین نے لکھا ہے کہ محمود غزنویؒ متعصب سنی تھا اور فردوسیؔ شیعہ' اس لئے سلطان محمودؒ نے فردوسیؔ کو انعام و اکرام سے محروم رکھا۔ یہ بھی خود فردوسیؔ جیسے شیعہ کا محمودؒ جیسے متعصب سنی کے دربار میں انعام یا اُجرت مانگنے کی نیت سے جانے سے غلط ثابت ہو جاتا ہے' جب آج کے ایرانی مؤرخین کو ایک ہزار سال کے بعد بھی یہ معلوم ہے کہ محمود غزنویؒ متعصب سنی تھا تو ظاہر ہے ہم عصر فردوسیؔ پر یہ بات عیاں تر تھی لیکن اس کے باوجود بھی فردوسیؔ نے سلطان محمود غزنوی سے ہی فیض پانے کا

فیصلہ کیا۔

بہر حال فردوسی نے شاہنامہ لکھ کر ایران کی شاہی تاریخ کو زندہ رکھا اور اس رزمنامۂ ایران نے دنیا کے رزمیہ ادب میں ایک درخشاں مقام پیدا کر لیا۔ فردوسی رزمیہ گوئی کے فن میں فارسی ادب میں بے نظیر اور لاثانی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس فن کی نمود و نمائش کے لئے ہی گویا اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا۔

فردوسی نے ۴۱۱ھ یا ۴۱۶ھ میں طوس میں وفات پائی۔ میں نے طوس میں ان کے مقبرے کی زیارت کی ہے جسے انجمن آثار ملی ایران نے نئے سرے سے تعمیر کیا۔ یوسف و زلیخا کے منظوم قصے کو بھی فردوسی سے منسوب کیا گیا ہے جو ابھی تک مسلم نہیں۔

(۱۸) کمال اسمٰعیل اصفہانی...... خلاق المعانی کمال الدین اسمٰعیل ابن جمال الدین محمد ابن عبدالرزاق اصفہانی ساتویں صدی ہجری کے شاعروں اور قصیدہ نگاروں میں سے تھے۔ اپنے والد جمال الدین عبدالرزاق کی طرح یہ بھی آل صاعد اور آل خجند کے خاندانوں کے مدح گو تھے۔ کمال اسمٰعیل نے خوارزمشاہیوں اتابکانِ فارس اور طبرستان کے سپہبدوں کی بھی مدح لکھی ہے۔ آپ نے منگولوں کی بربریت اور درندگی کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کیا۔ اصفہان میں قتل عام کے وحشت ناک واقعہ میں آپ روپوش رہے لیکن بالآخر ۶۳۵ھ میں منگولوں کے ہی ہاتھوں آپ قتل ہوئے۔

قصیدہ نگاری میں کمال اسمٰعیل اصفہانی استاد ہیں اور آپ کے قصیدے معمولاً تغزل کے بغیر ہی شروع ہوتے ہیں اور اکثر مشکل ردیفوں کے حامل ہیں۔ اصفہان کی توصیف اور وہاں کی آبادی و بربادی کے بارے میں آپ نے بہت سے قصائد لکھے ہیں۔

(۱۹) کمال خجندی...... کمال الدین خجندی آٹھویں صدی ہجری کے عارف شاعروں میں سے تھے۔ آپ ماوراء النہر کے شہر خجند میں پیدا ہوئے (روس نے مشرق وسطیٰ پر قبضہ کرنے کے بعد خجند کا نام لینن آباد رکھا لیکن اب جب کہ سال ۱۹۹۱ء میں اللہ تعالیٰ نے روسی مسلمانوں پر مہربان ہو کر روس اور کمیونزم کو پارہ پارہ کر

کے اسے ملیامیٹ کر دیا' یہ آباد مسلمان شہر جسے میں نے دیکھا ہے' اب پھر سے خجند کہلایا جانے لگا ہے)۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے تبریز میں سفر کیا اور وہاں سلطان حسین جلایر کے دربار میں تقرب حاصل کیا۔ ۷۸۷ھ میں جب امیر قبچاق نے تبریز پر حملہ کیا تو منجملہ اور علماء وفضلاء کے کمال خجندی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ چار سال کے بعد قبچاق سے کمال خجندی واپس تبریز آ گیا اور وہیں پر اقامت پذیر ہو کر بالآخر اپنی ہی تعمیر کردہ خانقاہ میں وفات پائی۔

عارفانہ غزلیں کہنے میں کمال خجندی کو استادی کا درجہ حاصل تھا اور خواجہ حافظ شیرازیؒ کی ذاتی توجہ ان غزلوں کی طرف مبذول رہتی تھی۔ کمال خجندی کا دیوان غزلیات' قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔

(۲۰) **معزی**......امیر الشعراء ابو عبداللہ محمد ابن عبدالملک سلجوقی دور کے بزرگ شاعروں میں سے ہیں۔ آپ کے والد عبدالملک جو خود ایک شاعر تھے اور برہانی تخلص کرتے تھے' الپ ارسلان بادشاہ کے دربار سے وابستہ تھے اور انہوں نے ملکشاہ سلجوقی کے ابتدائی ایام حکومت میں وفات پائی۔ معزی اپنے والد کی جگہ پر آ گیا اور معز الدین والدنیا ملک شاہ الپ ارسلان کے دربار سے منسلک ہو جانے کی وجہ سے اس نے معزی کا تخلص اختیار کیا اور ملک شاہ نے اسے امیر کا لقب عطا کیا۔ ملکشاہ کی وفات تک معزی اس کے دربار میں رہا اور اس کے بعد ہرات' نیشاپور اور اصفہان میں رہے اور بعد میں ملک شاہ کے بیٹے سلطان سنجر کے دربار میں تقرب پایا اور آخر عمر تک اسی کے دربار سے منسلک رہا۔ معزی کی موت کا سبب وہ تیر ہے جو سلطان ملک شاہ کی کمان سے اچانک اور بلا ارادہ نکل کر براہ راست معزی کو لگا اور جیسا کہ معزی نے خود کہا ہے کہ اس تیر کے زخم سے ایک مدت تک بیمار رہا اور گویا بالآخر اسی زخم کے اثر سے وفات پائی۔ سلطان ملک شاہ اور سلطان سنجر کے علاوہ معزی کے ممدوحین دوسرے سلجوقی بادشاہ اور ان کے وزراء تھے' مثلاً برکیارق' محمد ابن ملک شاہ' ارسلان ارغو ابن الپ ارسلان' بہرام شاہ ابن مسعود غزنوی اور استر ابن محمد خوارزم شاہ۔

امیر معزی کے اشعار قصائد اور غزلیات کے اشعار ہیں جو تکلف سے خالی اور سادگی سے مملو ہیں' اس کی غزلیات بہت عمدہ ہیں اور قصیدوں میں تاریخی واقعات کے اشارے ملتے ہیں جن میں سلجوقی عہد کی جنگیں اور صلحیں بھی شامل ہیں۔

(۲۱) **نظامی گنجوی** ......ایران کے قصہ گو شاعروں میں حکیم جمال الدین ابو محمد الیاس ابن یوسف ایک بہت بڑے شاعر گزرے ہیں' آپ ۵۳۵ھ میں گنجہ میں پیدا ہوئے اور اپنی عمر وطن میں ہی گزاری۔ صرف ایک بار اتا بک قزل ارسلان کے کہنے پر تبریز گئے تھے۔ نظامی نے جوانی کی ابتدا سے ہی تعلیم و تربیت پائی اور مختلف علوم پڑھے جن میں بقول خود علم طبیعی' الٰہی' طب اور نجوم شامل تھے اور ان تمام علوم میں مہارت حاصل کی اور ادب و شعر میں بھی آپ نے ایک بڑا مقام پایا۔ نظامی نے آذربایجان کے اتابکوں اور شروان و مراغہ کے مقامی بادشاہوں سے روابط پیدا کئے اور اپنی کتابوں کو ان ہی بادشاہوں کے نام سے منسوب کیا۔ نظامی کے ممدوحین میں اخستان کا بادشاہ منوچہر خاقان کبیر' اور اس کا بیٹا ابوالمظفر اتابک نصرۃ الدین ابوبکر' اتابک شمس الدین محمد جہان پہلوان اور اتابک قزل ارسلان شامل ہیں۔ نظامی نے چونکہ اپنی عمر زیادہ تر گوشہ نشینی اور تنہائی میں گزاری' اس لئے بادشاہوں کے ساتھ اس کا طور طریقہ سادگی پر مبنی تھا اور بادشاہ بھی اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ نظامی کے آثار میں اس کا دیوان ہے جو بقول تذکرہ نویس دولت شاہ سمرقندی بیس ہزار اشعار کا ہے اور اس وقت اس کا ایک حصہ دستیاب ہے۔ لیکن نظامی کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا خمسہ ہے جو مثنوی کی طرز پر لکھا ہے اور تقریباً اٹھائیس ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ خمسہ پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے: مخزن الاسرار' لیلیٰ و مجنوں' خسرو و شیریں' ہفت پیکر یا بہرام نامہ اور اسکندر نامہ۔

داستان گوئی میں نظامی دوسروں کا پیشرو اور استاد ہے۔ داستان گوئی میں آپ نے اخلاقی اور حکمت آمیز پند و نصائح سے چشم پوشی نہیں کی ہے۔ آپ کے کلام میں اخلاق کا تقدس اور پاکیزگی عیاں ہے چنانچہ عشق اور عاشقانہ باتوں کے بیان میں بھی آپ نے قلم کی پاکی اور شرم و حیا کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ نظامی ہر جگہ واقعات و حالات سے نتیجہ اخذ کر کے دنیا کی ناپائیداری اور زمانے کی سستی کا ذکر کرتا ہے۔ نظامی نے تمثیلی شعر کی قسم شعر کو حدِ کمال تک پہنچایا۔ توصیف کے بیان میں آپ کے تخیل کی قوت بہت زبردست ہے اور انسان کے مختلف نفسیاتی حالات مثلاً انتظار' شوق دیدار' دل و ہجر وغیرہ کو بڑی قدرت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ نظامی نئے اور تازہ معانی و تشبیہات کو بروئے کار لاتے ہیں۔ مختلف علوم پر دسترس حاصل ہونے کے نتیجے میں آپ کے کلام میں علمی و فلسفی اصطلاحات

بکثرت موجود ہیں۔ نظامی کے آثار بہت سے شاعروں کی تقلید کے موجب بن گئے چنانچہ امیر خسرو دہلوی، خواجو کرمانی، مولانا جامی، وحشی بافقی اور کئی دیگر اعلیٰ مرتبہ کے شاعروں نے نظامی کی مثنویوں کی تقلید میں مثنویاں لکھیں۔ غالباً ۶۰۲ھ میں وفات پائی اور اپنے ہی وطن گنجہ میں مدفون ہوئے۔ گنجہ، آذربایجان کے دارالخلافہ باکو سے دواڑھائی سو میل کی دوری پر ہے۔ ان کی قبر پر بہت اچھا مقبرہ بنا ہے اور جب میں باکو میں تھا تو میں اس مقبرہ کی نئے سرے سے تعمیر ہونے کی وجہ سے گنجہ نہ جاسکا البتہ باکو شہر میں نصب نظامی کے دیو قامت مگر عظیم الشان مجسمہ کو دیکھا۔

(ب) شعرائے عربی زبان:

(۱) **حسانؓ ابن ثابت** ...... حسانؓ ابن ثابت ابن المنذر ابن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی ابن عمرو بن مالک ابن النجار الانصاری الخزرجی ثم النجاری۔ آپ کی والدہ کا نام فریعہ تھا۔ حسان کی مشہور کنیت ابوالولید تھی اور آپ کو ابوالمضرب اور ابوالحسام اور ابوعبدالرحمان اور ابن فریعہ بھی کہتے ہیں۔ آپ رسول خدا ﷺ کے نعت گو اور مخضرمین سے تھے جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کو درک کیا۔ جب حضرت رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی تو اس وقت حسان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ساٹھ سال آپ نے جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں اور وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

حسان کے بہترین اشعار وہی ہیں جو آپ نے رسول اکرم ﷺ کی مدح میں کہے ہیں اگرچہ جاہلیت کے ایام میں بھی وہ اعلیٰ ترین شاعروں میں شمار ہوتے تھے لیکن مسلمان ہونے کے بعد کہا کہ اب میں نے دروغ گوئی سے کنارہ کشی کر لی یعنی مبالغہ آمیزی سے شعر کو آراستہ کرنا چھوڑ دیا۔

حسان ابن ثابت کیلئے رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک مخصوص اونچی جگہ مقرر فرمائی تھی۔ حسان بن ثابت فصاحت کلام اور محاسن شعر میں عربی ادب کے استادوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(۲) **کعب بن زہیر** ..... کعب بن زہیر ابن ابی سلمی مزنی مخضرمین کے بلند مرتبہ عربی شعرا اور قصیدہ گویوں میں سے ہے وہ ایک شاعر پرور خاندان میں پلے بڑھے اور جب بڑے ہوگئے تو شعر گوئی شروع کی۔

شاعری میں اپنے والد زہیر ابن ابی سلمٰی سے بہت متاثر تھے۔ کعب کی زندگی کا بہت بڑا حصہ دور جاہلیت میں بیت گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تو کعب نے اپنے بھائی بجیر کو حالات دریافت کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ رسول کریم کو دیکھتے ہی بجیر مسلمان ہو گیا اور پھر واپس کعب کے پاس نہیں گیا۔ اس سے کعب ناراض ہوا اور اپنے بھائی بجیر اور رسول اللہ ﷺ کی ھجو کی۔ جب یہ قصیدہ منتشر ہوا اور رسول اکرمؐ نے سماعت فرمایا تو آپؐ بہت برافروختہ ہوئے اور کعب کے خون کو حلال قرار دیا۔ اس حکم سے کعب کا بھائی بہت خوفزدہ ہوا اور بھائی سے فوراً رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور معافی مانگ کر مسلمان ہو جانے کا مشورہ دیا کعب خواجہ کونین حضرت رحمۃ للعالمین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور مسجد نبویؐ میں وہ مشہور قصیدہ سنایا جس کا مطلع ہے۔ بانت سعاد فقلبی الیوم متبول. متیم اثرھالم یفد مکبول ۔رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قصیدہ سماعت فرمایا۔ کعب کو معاف کر دیا، اس سے راضی ہوئے اور اس کے خون سے بھی درگذر کر کے اپنی ردای مبارک اس پر ڈال دی۔ کعب کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ ردای مبارک خرید لی جوانؓ کے خاندان میں عباسیوں کی خلافت کے آغاز تک موجود تھی۔

کعب کا بانت سعاد والا قصیدہ عرب کے مشہور قصیدوں میں سے ہے اور جس خلوص و معذرت اور عاجزی وانکساری کے ساتھ مدح رسولؐ کی ہے اس کی وجہ سے "یہ قصیدہ عالم اسلام میں معروف ہو گیا ہے اس قصیدہ نعتیہ میں سارے ملک عرب میں اسلام کی قوت و شوکت کا بھی بڑے زور و شور سے ذکر موجود ہے۔ کعب کی وفات ۲۶ھ میں ہوئی۔

(۳) **ابن فارضؒ** .... (ابوحفص) ابوالقاسم عمر ابن ابی الحسن علی ابن المرشد ابن علی الحموی۔ آپ ابن فارضؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ بہت بڑے عارف تھے اور آپ مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی وہیں پائی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۵۷۶ھ ہے آپ کے والد نہایت شریف ایماندار ایک نیک اور صالح اور کثیر الخیر آدمی تھے۔ ایک عرصہ تک خانہ کعبہ کے مجاور بھی رہے اور اسی دوران آپ نے شعر اور طویل قصیدے بھی لکھے ہیں۔ آپ کا اسلوب بہت لطیف اور انداز بیان عارفانہ اور بالکل سادہ ہے آپ کا شاعری میں رجحان طریق و سلوک کی راہ پر ہی

آپ نے اشعار میں اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔ آپ کا دیوان اشعار قاہرہ سے چھپ چکا ہے اور بہت سے ادیبوں اور عالموں نے آپ کی غزلیات وقصائد کی شرحیں لکھی ہیں جن میں سے مکمل شرح شیخ حسن بورِیؔ کی ہے۔ آپ کے قصیدۂ تائیہ کی بالخصوص کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ یہ قصیدۂ خمریہ کے نام سے بھی معروف ہے' مولانا جامیؒ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے اور شرح فرغانی بھی معروف شرح ہے۔

ابن الفارض نے سال ۶۳۲ھ میں قاہرہ میں رحلت فرمائی اور ان کا مدفن جبل مقطم نامی جگہ پر ہے' جہاں لوگ اب بھی ان کی تربت شریف کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔

(۴) **عمر خیام**...... حجۃ الحق حکیم ابوالفتح (ابوحفص) عمر ابن ابراہیم نام تھا اور خیامؔ (یا خیامی) نیشاپوری کے تخلص سے مشہور تھے۔ اواخر پانچویں صدی اور اوائل چھٹی صدی ہجری کے ایک عظیم المرتبت فلسفہ دان' ریاضی دان' نجومی اور شاعر تھے۔ آپ کا اصل اور مولد ومنشاء نیشاپور ہے جو ایران کے صوبہ خراسان کا مشہور شہر ہے۔ بادشاہ وقت سلطان ملک شاہ سلجوقی آپ کا بڑا قدردان اور آپ کا غیر معمولی احترام کرتا تھا لیکن سلطان سنجر سلجوقی کے ساتھ آپ کے روابط اچھے نہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ سلطان سنجر بچپن میں چیچک کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ خیامؔ اس کا علاج کرنے گیا اور جب باہر آیا تو وزیر مجیر الدولہ نے پوچھا: ''کیسا پایا شہزادے کو اور کس چیز سے علاج کیا؟'' امام عمر خیام نے کہا: ''یہ بچہ ڈرپوک ہے'' شہزادے کے حبشی غلام نے یہ بات سن لی اور سنجر سے کہہ ڈالی۔ جب سنجر تندرست ہوا تو اس نے دل میں خیامؔ کے خلاف کینہ رکھا۔ ملک شاہ سلجوقی نے جو رصدگاہ بنائی اس کی ترکیب وساخت میں خیامؔ کی راہنمائی اور ہمکاری تھی۔

عمر خیامؔ کی وفات ۵۰۶ھ اور ۵۳۰ھ کے درمیانی سالوں میں ہوئی اور آپ نیشاپور میں سپردِ خاک ہوئے آپ کی قبر' جس کی زیارت کرنے کا مجھے کئی بار شرف حاصل ہوا ہے' ایک بہت شاندار باغ میں موجود ہے جس کے اوپر عمر خیامؔ کی ریاضی اور حساب ونجوم میں مہارت کے پیش نظر دقیق زاویوں کے ساتھ ایک برج سا تعمیر ہوا ہے اور قبر بالکل نمایاں ہے جو سیمنٹ کے ایک پلیٹ فارم پر (قدرے اونچائی والے) بنی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ برج سلجوقی طرزِ تعمیر کو ذہن میں رکھ کر بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے خوبصورت ٹائل لگا دیئے گئے ہیں جن پر عمر خیامؔ کی بعض

رباعیاں نقش کی گئی ہیں۔ اسی باغ میں عمر خیام کے نام پر ایک یادگار عجائب خانہ ایک کتاب خانہ اور ایک مہمان خانہ بنایا گیا ہے۔ شہر کی ایک سڑک سے جو جادۂ مشہد کہلاتی ہے مقبرۂ خیام تک بڑی خوبصورت سڑک بنائی گئی ہے جس کے دونوں طرف درخت لگا دیئے گئے ہیں اور یہ سڑک آگے کو حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کے روضۂ پاک تک گئی ہے۔

عمر خیام نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہے ہیں اور ان دونوں زبانوں میں کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔ آپ کی فارسی رباعیاں تمام دنیا میں مشہور ہیں جن کا ترجمہ فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی زبان میں آپ کی رباعیوں کا اڈورڈ فٹنر جرالڈ کا آزاد ترجمہ سارے جہان میں معروف ہے۔ ریاضی میں عمر خیام کی کتاب جبر و مقابلہ اور رسالۃ فی شرح ما اشکل من مصادرات کتاب اقلیدس رسالۃ فی الاحتیال المعرفۃ مقداری الذہب والفضۃ فی جسم مرکب منہما (چھپ چکی ہے) اور لوازم الامکنۃ آپ کی بڑی مشہور تصنیفات ہیں۔

جگہوں کے نام

(۱) **آمودریا** ...... یہ دریا نہر جیحون کے نام سے بھی مشہور ہے۔ آمودریا کے بالائی رفتار کے علاقے میں وخان بدخشان شغنان غاران جنوب میں اور جنوب مشرق میں رود پنج اور مرغاب بالا اور وخش واقع ہیں۔ آمودریا کے دہانے کے علاقے میں خوارزم خیوب الان پچنگ اغوز ترکان ازبک قرہ قالپاق اور سرت نامی شہر آباد اور اقوام سکونت پذیر ہیں۔

موجودہ زمانے میں آمودریا کا رخ بدل کر اسے بحیرۂ احمر میں لانے کیلئے کئی تجویریں پیش ہوئی تھیں لیکن ابھی تک ان پر کوئی عمل نہیں ہو سکا ہے اور روسی مسلمان صوبے حال ہی میں آزاد ہو جانے کے نتیجے میں اب روس کو چونکہ وجود ہی ختم ہوا ہے اس لئے اب اور بھی ناممکن ہو گیا ہے۔

آمودریا گیارہ سو کلومیٹر کی دوری کو طے کرتا ہے اور پامیر دریا سے شروع ہوتا ہے اور شمالی افغانستان سے گذر کر جنوبی تاجکستان میں داخل ہوتا ہے اور پائین علاقوں میں تقریباً ازبکستان کو ترکمنستان سے الگ کرتا ہے۔

(۴) **آذر بایجان**:.....آذر بایجان دو حصوں میں منقسم ہے ایرانی اور روسی۔ ایرانی آذر بایجان دو صوبوں پر مشتمل ہے تبریز اور رضائیہ۔ آذر بایجانی لوگوں کی ادبی اور رسمی زبان فارسی ہے لیکن بول چال کی زبان ترکی آذری کہلاتی ہے۔ آذر بایجان کی پیداوار میں غلے کی مختلف اجناس کے علاوہ میوہ اور تل، چقندر اور کپاس ہے۔ بھیڑ بکریوں کی بھی اطراف کے پہاڑوں میں پرورش ہوتی ہے اور آذر بایجان کا اون بڑا مشہور ہے۔ اس کے علاوہ سیسہ، تانبا، لوہا، کوئلہ اور نمک کی کانیں بھی آذر بایجان میں پائی جاتی ہیں۔ آذر بایجان قالین بافی کا ایک بڑا مرکز ہے۔

روسی آذر بایجان کا دارالخلافہ باکو ہے جو تیل (پٹرول) کا بڑا مرکز ہے اور اسی عظیم سرمایہ کو اپنے قبضہ میں لانے کیلئے سال ۱۹۱۸ء میں جبکہ یہ اتحادیوں کے مشترکہ قبضہ میں تھا ۲۸ / اپریل ۱۹۲۰ء میں اسے روسیوں کا بلاشرکت غیرے علاقہ قبول کیا گیا اور سال ۱۹۳۶ء میں اسے روس کی سولہویں جمہوریہ کے طور پر روس میں مدغم کر دیا گیا۔

روسی آذر بایجان ستاسی ہزار سات سو کیلو مربع میٹر کے فاصلے پر پھیلا ہے اور بتیس لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل ہے جن میں اٹھائیس فیصد شہروں میں زندگی گذارتے ہیں۔ مقامی ترک زبان لوگ اکثریت میں ہیں۔ ارمینوں کی تعداد بارہ فی صد اور روسیوں کی ۱۰ فیصد ہے۔ باکو (جو دراصل بادکوبہ ہے) میں نو لاکھ کے قریب لوگ بستے ہیں اور گنجہ (نظامی گنجوی کا وطن) میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں کی بستی ہے روسیوں نے گنجہ کا نام بدل کر الیزاوت پل اور کیرف آباد رکھا تھا۔ روسی آذر بایجان کے دوسرے شہر یہ ہیں: شماخی، قبہ، نوخی اور مینگہ چور۔ باکو کو میں نے بہت خوبصورت شہر پایا۔

اب روسی آذر بایجان آزاد ملک ہے اور روسیوں کے جابر قبضے سے مشرق وسطی کی تمام مسلمان جمہوری ملکوں کی طرح یہ بھی اب دین اسلام کا مرکز بن رہا ہے مسلم جمہوری ملکوں میں اب مسجدوں کے دروازے جنہیں میں نے تمام شرق وسطی میں مقفل پایا تھا کھول دیئے گئے ہیں اور ہر مسجد سے خدائے واحد اور لاشریک کی اذانیں بلند ہو رہی ہیں اور قرآن پاک کی روح پرور صدائیں سنائی دے رہی ہیں۔

روسی آذر بایجان میں تقریباً پیداوار کی اشیاء وہی ہیں جو ایرانی آذر بایجان کی ہیں۔

(۳) استر آباد:...... جرجان کے قریب دامن کوہ پر ایک خوش آب و ہوا گاؤں ہے۔ یہ تین مناطق میں منقسم ہے صحرائی ترکمان' استرآباد اور بحیرۂ احمر کا ساحلی علاقہ' اور جنوبی پہاڑی علاقہ۔ ان تینوں مناطق کی ایک مخصوص آب و ہوا ہے۔ استرآبادی حیوانات اِردگرد کے علاقوں کے مقابلے میں بھی ہیئت وساخت میں مختلف ہیں خاص کر ترکمنی گھوڑے جو ایران کی ایک بہترین نسل ہیں۔ استرآباد کے لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اوّل وہ جو صحرانشین ہیں اور دوم شہرنشین لوگ جو مرکزی اور جنوبی حصوں میں ساکن ہیں۔ صحرانشینوں کا پیشہ حیوانات کی پرورش اور شہر کے لوگوں کا زراعت وکھیتی باڑی ہے۔

استرآبادی لوگوں کی بول چال میں ہم سایہ علاقوں کے لوگوں کی وجہ سے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں مغرب میں مازندرانی کے قریب' مشرق میں خراسان کے لوگوں کی بول چال سے مشابہ اور جنوب میں سمنانی بول چال سے ملتی جلتی ہے۔ استرآباد تجارتی اور فوجی اہمیت کا علاقہ ہے۔ اس کا قدیم نام استرک تھا جو رفتہ رفتہ استرآباد ہو گیا۔

استرآباد کے اہم شہر جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں گرگان' بندر گز اور فندرسک ہیں۔ استرآباد میں بارش بہت ہوتی ہے اس لئے لوگوں کے گھر پتھروں کے بنے ہیں۔ یہاں قدیم مسجدیں اور مدرسے ابھی بھی موجود ہیں۔ ریل بھی اس شہر تک لائی گئی ہے اور اب خاصا آباد علاقہ ہے۔

(۴) اصفہان:...... ایران کا ایک قدیم شہر جو بہت ہی مشہور ہے۔ اس کا قدیم نام اسپادانا تھا جو بعد میں سپاہان سے ہوکر موجودہ اصفہان میں مشہور ہوا۔ صفوی بادشاہوں کے عہد میں ایران کا دارالخلافہ تھا۔ شاہ عباس اول (جو سترہویں صدی عیسوی کا مشہور ایرانی بادشاہ تھا) نے اسے اول بار ایرانی دارالخلافہ بنایا اور اسکے عہد میں یہ شہر عظمت کے عروج پر پہنچا۔ افغانوں کے حملے کے نتیجے میں (۱۷۲۲ عیسوی) اصفہان کی رونق گھٹ گئی اور دارالخلافہ تہران میں منتقل ہوا۔

اصفہان کے تمام علاقے' سوائی نجف آباد کے' دریائے زایندہ رود کے ساحل پر آباد ہیں اور درختوں کی نیز نہروں کی کثرت کی وجہ سے اس کی آب و ہوا معتدل ہے۔ شہر اصفہان کی آبادی قریب پچھتر لاکھ ہے۔ اصفہان کی

اہم شاہراہوں میں (شاہراہ کو فارسی میں خیابان کہتے ہیں) خیابان چہار باغ' خیابان شاہ' خیابان سپہ اور تاریخی جگہوں میں مسجد شیخ لطف اللہ' پل اللہ وردی خان' عمارت چہل ستون' مدرسہ چہار باغ' عمارت قیصریہ' مسجد جامع' اور عمارت عالی قاپو ہیں۔ اصفہان میں کئی شفا خانے ہیں جن میں بیمارستانِ خورشید اور بیمارستان سینا (فارسی میں ہسپتال کو بیمارستان کہتے ہیں) بڑے مشہور ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن' قہوہ خانے اور ہوٹل بھی بہت شاندار ہیں۔ ہوٹلوں میں ہوٹل شاہ عباس بہت ہی مشہور اور خوبصورت ہوٹل ہے جس میں ایرانی روایات کو برقرار رکھا گیا ہے۔ لوگ لکھنے پڑھنے کے شوقین ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ عام لوگوں تک کو بھی فارسی اشعار زبانی حفظ ہیں۔ اصفہان میں یونیورسٹی بھی ہے۔

اصفہان اپنی پیداوار کی اشیاء میں سے خربوزے' تمباکو' خشک پھل' بادام' پستہ اور دستکاریوں میں چاندی کے نقوش' گل دوزی' قلمکاری' کمبل اور دھاگا اپنے ہمسایہ علاقوں کو برآمد کرتا ہے اور ان جگہوں سے بزازی' خزازی' دوائیں' کھانڈ' چای اور سگریٹ درآمد کرتا ہے۔ اصفہان کے علاقوں میں پیتل' تانبے' قلعی اور پٹرول کی کانیں موجود ہیں۔

روس نے ایک فولاد کا کارخانہ بنانے کے عوض اصفہان سے روس تک جلانے کا گیس استعمال کرنے کی غرض سے ایک پائپ لائن بچھائی ہے۔

اصفہان میں ریشمی کپڑے اور مخمل اور کتاب کے کپڑے بنتے ہیں۔ جلد سازی اور کاغذ سازی میں تو اصفہان شاہکار کی چیزیں بناتا ہے۔ ٹائل بنانے میں تو بے نظیر ہے اور قالین سازی میں بھی سارے ایران میں اوّل درجے کی فہرست میں شامل ہے۔

اصفہان میں مقبرۂ صائب بھی قابل دید ہے جسے میں نے کئی بار دیکھا ہے۔

(۵) **افغانستان**...... وسط ایشیا کا ایک ملک اور افغانوں کی سرزمین جس کا بیشتر علاقہ پہاڑی ہے۔ اس کے شمال میں ازبکستان اور ترکمنستان اور شمال مشرق میں چین اور مشرق میں ہندوستانی پنجاب اور جنوب میں پاکستان اور مغرب میں ایران کے ممالک واقع ہیں۔ افغانستان تقریباً چھ سو پچاس ہزار مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔

افغانستان کے مرکزی اور شمالی پہاڑ ایرانی پہاڑوں کا سلسلہ ہے جن میں سب سے اونچا ہندوکش ہے۔

افغانستان آب و ہوا کے لحاظ سے تین مناطق میں منقسم ہے: گرم علاقے' شمالی علاقے اور پہاڑی علاقے۔ گرم علاقوں میں جلال آباد بہت گرم ہے اور شمالی علاقوں میں مزار شریف کا گرمیوں کا موسم گرم اور سردیوں کا معتدل ہے۔ پہاڑی علاقے جاڑوں میں بہت سرد اور گرمیوں میں معتدل ہوتے ہیں۔

افغانستان کا دارالخلافہ کابل ہے اور ہرات و قندھار اس کے مشہور شہر ہیں۔

روس نے معمول کے مطابق اس ہمسایہ مسلم ملک میں بھی اپنی فوجیں سال ۱۹۷۷ء میں اتاریں اور اپنے چند کمیونسٹ نظریات کے حامی نام نہاد مسلمانوں ببرک کارمل اور اس کے ساتھیوں کو حاکم بنا دیا اور دین اسلام کو اپنی خوش فہمی میں مبتلا رہ کر افغانستان سے نعوذ باللہ ختم کرنے کی کوششیں شروع کیں لیکن افغان غازی مسلمانوں نے روس کو اپنے ملک سے نکال دینے کے مصمم ارادے سے روسی فوجوں سے مسلح مقابلہ کیا جو دس سال تک جاری رہا اور پندرہ لاکھ مجاہدین کی شہادت کے بعد بالآخر مجاہدین افغان مسلمانوں نے غاصب روسی حملہ آوروں کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ ببرک کارمل کے بعد روسیوں نے ایک اور نامسلمان کمیونسٹ نجیب اللہ کو حکومت سپرد کی تھی۔ اب جبکہ افغانستان آزاد وطن ہے اور دین اسلام کے مطابق حکومت قائم ہوئی ہے اور اسلامی قوانین جاری ہونے لگے ہیں' نجیب اللہ نظر بند ہے اور اس کے خلاف اسلامی قوانین کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ (اُسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا)۔ اس وقت جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں افغانستان کے صدر پروفیسر برہان الدین ربانی ہیں۔ مجاہدین مختلف گروہوں میں بٹے ہیں جن میں ایک کے لیڈر گلبدین حکمت یار ہیں۔ پاکستان ان کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کی کوشش میں ہے۔

(۶) **ایران**......ایران سولہ لاکھ چون ہزار مربع کلومیٹر وسیع ملک ہے جس کا نصف حصہ پہاڑی اور چوتھائی حصہ صحرا ہے۔ اس کے ہمسایہ ممالک شمال میں روس' مشرق میں افغانستان اور پاکستان اور مغرب میں ترکی اور عراق ہیں۔ قرونِ وسطیٰ سے مغربی ممالک میں یونانی پرسس کے نام سے جو کم و بیش فارس سے مشابہ تھا معروف تھا لیکن ۱۹۳۵ء سے حکومت ایران کے تقاضا کے مطابق ایران کا لفظ قبول ہوا ہے اور تب سے ایران کہلاتا ہے۔ ایران کا

موجودہ دارالخلافہ تہران ہے۔ ایران کی آبادی پانچ کروڑ ہے اور تیرہ صوبوں میں منقسم ہے ننانوے فی صد آبادی مسلمان ہیں اور ان میں اسی فیصد شیعہ اور باقی سنی (کرد۔ بلوچ اور ترکمان) اور اسماعیلی شیعہ ہیں اور زردشتی ایرانیوں کے محلات یزد' کرمان اور تہران اور اس کے اطراف میں ہیں۔

فارسی ایران کی رسمی زبان ہے۔ گندم' جو اور چاول یہاں کے خاص پیداوار ہیں اس کے علاوہ میوہ جات کی بھی بڑی کثرت ہے۔ گیلان میں خاص پیداوار چائے کی ہے۔ پٹرول سے پورا ملک آباد ہے اور اس وجہ سے عام خوشحالی پائی جاتی ہے۔ کپڑے کے کارخانے تہران' اصفہان اور مازندران کے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ غذائی مواد' بجلی سے چلنے والی مشینوں' ریڈیو' ٹیلی ویژن' ریفری جریٹر' شکر' نباتاتی گھی' پلاسٹک سازی کے کارخانے بھی ترقی یافتہ کارخانے ہیں۔ دیا سلائی اور سیمنٹ سازی کے کارخانے' ٹائل بنانے کے کارخانے اور دستی کاموں میں لاجواب اور بے نظیر قالین' دنیا بھر میں مشہور ہیں۔

سال ۱۹۷۸ء تک ایران میں شہنشاہیت تھی لیکن اسی سال پہلوی خاندان کے بادشاہ محمد رضا شاہ پہلوی کو تخت سے اتار دیا گیا اور ایران میں جمہوریت کا آغاز ہوا اور ایرانیوں کے محبوب روحانی پیشوا روح اللہ خمینی صدر مملکت منتخب ہوئے۔ ان کا انتقال سال ۱۹۸۶ء میں ہوا۔ تب سے ایران کے لوگ مجلس شورای ملی کے ممبروں اور صدر مملکت کا انتخاب خود کرتے ہیں۔ اس وقت علی اکبر ہاشمی رفسنجانی صدر مملکت ہیں (اور اب محمد خاتمی ہیں)

میں نے گیارہ بار ایران کو دیکھا ہے اور ہر بار وہاں میرا قیام تین ماہ رہا۔ البتہ تہران یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے تحقیقی کام کے سلسلے میں تین سال تک میرا لمبا قیام رہا۔ پھر اس کے بعد میں گیارہ بار ایران گیا۔

میں نے ایران کو بہت خوبصورت پایا۔ لوگ مہذب' خوش اخلاق' مہمان نواز' صاحب دل اور خاص کشمیری مسلمانوں کی طرح دوست پرست اور وطن خواہ یعنی اپنے وطن سے غیر معمولی محبت کرنیوالے لوگ!

(۷) **بخارا**:...... ماوراء النہر کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ یہ لفظ بخار سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں بہت علم والا۔ چونکہ اس شہر میں علماء وفضلاء کثرت اٹھے ہیں اس لئے بخارا کہلایا۔ یہ بخارا شریف کے نام سے

بھی مشہور ہے اور زرافشان نامی دریا کے ساحل پر آباد ہے۔
بخارا اسلامی دنیا میں آج سے تین سو سال پہلے دینی علوم میں انفرادی حیثیت رکھتا تھا اور ایشیا کے تمام مسلمان وہاں کی دینی درسگاہوں اور مکتبوں سے فیض یاب ہوا کرتے تھے۔
بخارا کی خاک ارجمند سے اسلام کے باکمال روحانی عارف و صاحب دل صوفی حضرات اٹھے ہیں جن کا روحانی اور علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ اس وقت بھی غیر آباد دینی مدارس اور مساجد اپنے زمانے کے عروج اسلام پر گواہ صادق ہیں اگرچہ مدرسہ میر عرب جسے میں نے دیکھا ہے اور جہاں عمر خیاؔم نے تعلیم پائی تھی اب بھی آباد اور طالبان علم دین کی پیاس کو سیراب کر رہا ہے۔
بخارا جو روسی ازبکستان میں شامل تھا اب روس کے قبضے سے ازبکستان کی طرح آزاد ہو گیا ہے گویا ازبکستان اب ایک آزاد ملک ہے اور دین اسلام جس پر ۷۲ سال سے روسیوں نے پابندی لگائی تھی اب پھر اللہ تعالیٰ کے دین کی حیثیت سے حکم الٰہی وامر رب سے پھر سے اپنا احیاء پانے لگا ہے۔
بخارا میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند مشکلکشاؒ کی زیارت ہے جسے میں نے دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔
بخارا کے حکمرانوں کے محل، جامع مسجد اور قدیم مدارس اور مکاتب لائق دید جگہیں ہیں۔ اس کے علاوہ چشمۂ ایوب اور مقبرۂ اسماعیل سامانؔی بھی قابل ملاحظہ و مشاہدہ تاریخی مقامات ہیں پورے شہر کے ارد گرد کی فصیل جواب خستہ ہے بھی تعمیر سازی کا ایک کرشمہ ہے۔

(۸) **بغداد**:...... عراق عرب کے مشہور شہر کا نام جسے دومین خلیفہ عباسی منصوؔر نے دریائے دجلہ کے کنارے پر آباد کیا۔ کہتے ہیں کہ یہاں کے باغ میں نوشیروان بار عام دیا کرتا تھا اور مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا اس لئے باغ داد کے نام سے مشہور ہوا جو کثرت استعمال سے بغداد بن گیا (فرہنگ برہان قاطع۔ فرہنگ آنند راج)۔ دایرۃ المعارف اسلام کے بقول اصل میں یہ بغ اور داد کا مرکب ہے یعنی خداداده۔
بغداد اسلامی خلفاء کا مستقر رہا ہے اور یہاں کی خاک نے بڑے بڑے علماء پیدا کئے۔ یہ شہر اسلامی علوم کا مرجع رہا ہے اور قدیم زمانے سے مسلمان علماء وطلبا یہاں کے مدارس، خصوصاً یہاں کی مشہور نظامیہ یونیورسٹی جسے سلجوقی

وزیر اعظم خواجہ نظام الملک نے قائم کیا تھا' سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ مشہور ایرانی درویش شاعر شیخ سعدیؒ شیرازی نے اسی دانش گاہ میں تعلیم پائی اور عالم اسلام کے عظیم مفکر اور عالم امام غزالیؒ اسی یونیورسٹی کے مایۂ افتخار استاد رہے ہیں۔

حضرت غوث الثقلین جناب پیر دستگیر شیخ سید عبدالقادر گیلانی (یا جیلانی) قدس اللہ سرہ نے اسی شہر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسے تبلیغ دین اسلام کیلئے اپنا مستقر اور مقام منتخب فرمایا اور اسی شہر سے رحمت ایزدی سے پیوست ہونے کے لیے عالم بقا کا سفر اختیار کیا۔ آپ کا روضۂ مبارک بغداد کی شان ہے۔

اس وقت بغداد شہر عراق کا دارالخلافہ ہے اور یہاں فوجیوں کی حکومت برسر اقتدار ہے جس کے سربراہ صدام حسین ہیں۔ صدام حسین نے دس سال تک ایران کے ساتھ جنگ کی جو سال ۱۹۷۸ء سے شروع ہو کر ۱۹۸۸ء میں ختم ہوئی۔ طرفین میں صلح ہوئی لیکن فائدہ کسی کو حاصل نہ ہو پایا۔ لاکھوں مسلمانوں کی جانیں تلف ہوئیں اور کھربوں کا نقصان ہوا۔

سال ۱۹۹۰ء میں صدام حسین نے خواہ مخواہ اپنے ہمسایہ ملک کویت پر حملہ کیا جس پر تمام عالم اسلام نے اس کی مذمت کی۔ اقوام متحدہ نے صدام حسین کے خلاف فوج بھیجی اور صدام حسین کو فوراً کویت سے جانا پڑا بلکہ اقوام متحدہ نے صدام حسین اور اس کے حکومت کی سازی فوجی اور اسلحہ و کیمیا سازی کی ساری قوت توڑ کے رکھ دی۔

بغداد میں ریشم سازی اور پارچہ بافی کے علاوہ مشین سازی کے کئی کارخانے ہیں۔ پٹرول کے بے حساب آمدنی سے یہ ملک ایران اور دیگر پٹرول زدہ اسلامی ممالک کی طرح خوشحال ملک ہے۔

(۹) **بسطام**...... بسطام' بسطام اور بسطام بھی کہلاتا ہے لیکن صحیح بسطام ہی قرار پایا ہے۔ دامغان کے بعد قومس اس راستے پر ایک آباد گاؤں ہے جو راستہ نیشاپور کو جاتا ہے۔ میں خود دامغان سے گذرا ہوں اور نیشاپور بھی گیا لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے میں نے نہ دامغان کو دیکھا اور نہ ہی اس شہر شریف کو۔ ایک وسیع آباد جگہ ہے۔ اس جگہ کی شہرت دنیای اسلام کے نامور روحانی پیشوا اور عارف باللہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے مولد ہونے کی وجہ سے ہے جن کا مزار مبارک بھی اسی گاؤں میں اب بھی بڑی سرگرمی کے ساتھ مرجع خلائق ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ

سال ۲۶۰ھ میں رحمت حق سے واصل ہوئے تھے۔

بسطام ایک شاداب گاؤں ہے جو قدیم دیہات میں سے ہے۔ ایران کی قدیم تاریخ میں اس کی بڑی اہمیت تھی لیکن منگولوں کے حملوں نے اسے ویران کر دیا۔ غلہ جات کی فراوانی اور میووں کی کثرت موجودہ ایام میں اس گاؤں کی جو وسعت کے لحاظ سے اب ایک شہر سا بن گیا ہے، خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے روضۂ پاک کے علاوہ روضۂ امام محمدؒ، جامع مسجد اور پانچویں و چھٹی صدی ہجری کے سلجوقی عہد کے بعض تاریخی برج بسطام کی قابل دید جگہیں ہیں۔

(۱۰) **بلخ** :...... موجودہ افغانستان کے وسط میں ایک شہر ہے جو قدیم ایام اور قرون وسطیٰ میں ایک مشہور ملک تھا۔ یہ شہر دریائے بلخ (جو اب سوکھ چکا ہے) کے کنارے پر آباد تھا۔ اسلام سے قبل یہ شہر بدھ مذہب کا مرکز تھا اور زردشتی مذہب کی سرگرمی کے لحاظ سے بھی اہم تھا۔ حضرت احنف ابن قیسؓ کی سرکردگی میں سال ۳۲ھ میں مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا لیکن مکمل طور پر سال ۴۳ھ میں قتیبہ ابن مسلم کے زمانے میں مسلمانوں کے تصرف میں آیا۔ صفاریوں اور سامانیوں نے اسے اپنا دارالخلافہ بنایا لیکن منگولوں کے حملے نے اس شہر کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ تیموری دور میں کسی حد تک پھر سے آباد ہوا لیکن بیس کلومیٹر کے فاصلے پر مزار شریف نام کے شہر کو تعمیر کیے جانے کے بعد بلخ کی رونق گھٹ گئی۔ اٹھارہویں صدی میں افغانستان نے اس پر قبضہ کر لیا اور تب سے افغانستان کا ایک حصہ اور شہر ہے۔

بلخ کا ایک حصہ روس کے قبضہ میں تھا جو اب آزاد ہو چکا ہے۔ بلخ مولانا رومیؒ کا مولد ہے اور عمر خیام کا بھی۔ بلخ نیشکر، نارنگی اور انگور کی پیداوار میں خاصا مشہور ہے۔

(۱۱) **تبریز** :...... شمال مغربی ایران کا ایک مشہور شہر جو ایرانی آذربایجان اور ایران کے تیسرے صوبے کا مرکزی شہر ہے۔ یہاں کی آب و ہوا نسبتاً گرم ہے۔ میدانی آب و ہوا معتدل اور پہاڑی آب و ہوا معتدل بھی ہے اور بہت سرد بھی۔ تبریز کے پہاڑوں میں کوہ سہند، کوہ قاسم داغ، کوہ عیشاب کے علاوہ شہر کے شمال مشرق میں کوہ عون بن علی بہت مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ عون ابن علیؓ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد میں سے تھے اور اس

پہاڑ پران کا روضہ بہت معروف ہے۔ تبریز میں اور دریاؤں کے علاوہ شہر میں سے دو دریا گذرتے ہیں ایک کا نام ہے آجی چائے (یہ تلخہ رود بھی کہلاتا ہے) اور دوسرا ہے میدان چائے (یا میدان رود)۔ تبریز ایک زراعتی شہر ہے لیکن کوئلے کی کانیں (جنوب مشرق میں باغمیشہ نامی جگہ پر) اور مشرق میں بارنج نامی جگہ پر گندھک کی بھی پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ تبریز میں سونا۔ پیتل پٹرول بھی زمین کے نیچے موجود ہے لیکن ابھی تک انہیں نکالنے کی کوئی کوشش نہیں ہوئی ہے۔

تبریز اور اس کے علاقوں میں ہاتھ اور مشین کے پارچہ بافی اور فرش بافی کے گھریلو کارخانے ہیں۔ تبریز ایک آباد شہر ہے اور اس کی سڑکیں اور شاہراہیں اور عمارات جو جدید تعمیر کی ہیں بڑی پرشکوہ ہیں۔ مشہور شاہراہیں ہیں: خیابان پہلوی، خیابان شاہپور، خیابان لیل آباد، خیابان فردوسی، خیابان خاقانی۔ تاریخی جگہوں میں مسجدیں اور ارک علی شاہ، مسجد کبود، امام زادہ سید حمزہ، امام زادہ صاحب الامر، اور جامع مسجد قابل دید ہیں۔

تبریز میں اونی کپڑے کے کارخانے، کمبل سازی، پارچہ اور چمڑا بنانے کے کارخانے، دیا سلائی، صابن آٹا اور فرش بافی کے کارخانے بہت مشہور ہیں۔ شہر میں ہسپتال، یونیورسٹی اور کالج و مدارس کے علاوہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو سٹیشن، ہوائی اڈہ اور ریلوے سٹیشن بھی ہیں۔

تبریز ایک زرخیز علاقہ ہے۔ سردیوں میں اس کی ہوا بڑی سرد ہوتی ہے اور برف باری بھی ہوتی ہے۔ گرمیوں میں کوہ سہند کی وجہ سے ہوا معتدل اور ملائم رہتی ہے۔ تبریز کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہاں بھونچال بہت آتے ہیں۔

(۱۲) **ترکستان** :..... یعنی ترکوں کی سرزمین اور ترکی قوم کا وطن۔ بنیادی طور پر یہ نام اس سرزمین کے لئے تھا جو ترکی قوم کا اصلی مسکن تھا اور جو تقریباً سنکیانگ یا موجودہ چینی ترکستان کا صوبہ ہے لیکن مشرق و مغرب میں اس قوم کے پے در پے مہاجرت کی وجہ سے رفتہ رفتہ وسط ایشیا کے ایک بڑے حصے کا نام ترکستان ہو گیا چنانچہ تیان شان پہاڑوں کے دامن، جیحون و سیحون کے اونچے درے یعنی بالخاش کی جھیلوں کے علاقے، قرہ گول، ایسی گول، اور ایلی کی وادی اور چو اور قزل سو (جو قدیم زمانے میں توران کا علاقہ تھا) رفتہ رفتہ ترکستان کہلائے جانے

لگے اور آج کل ترکستان غربی کہلاتے ہیں (ترکستانِ روس کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں)۔

چینی ترکستان (ترکستان شرقی) چین کے مغرب میں ایک وسیع علاقہ ہے جس کے تیان شان پہاڑوں کے سلسلے نے دو حصے کر دیئے ہیں۔ تاریم نامی دریا یہاں سے گذرتا ہے۔ اس کے مشہور شہر کاشغر، یارکند اور زونگاری ہیں۔ یہ علاقہ جو سنکیانگ صوبہ کہلاتا ہے تقریباً ایران کے برابر ہے۔ زونگاری میں لوہا اور پٹرول پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ علاقہ ختن اور کاشغر کے نام سے مشہور ہے۔

روسی ترکستان کا علاقہ قدیم زمانے میں سرزمین توران اور خوارزم کے نام سے مشہور تھا اور آج یہ علاقہ افغانستان اور شمال مشرقی ایران اور روسی قزاقستان اور ترکستان مشرقی اور بیرونی منگولستان کے درمیان واقع ہے۔ ترکمنستان اور ازبکستان کی جمہوریتیں اسی میں واقع ہیں۔ دریای سیحون اور جیحون اسی میں سے گذرتے ہیں۔ اس سرزمین کے شمال مغربی علاقے کو منگولوں سے پہلے ترکستان اور اس کے جنوب مشرقی علاقے کو فرغانہ کہتے تھے۔

روسی ترکستان کے لوگ بہت زیادہ خوشحال نہیں۔ صحرانشین اور کوہ نوردی والے لوگ ہیں اسلئے ترقی یافتہ نہیں ہیں۔

(۱۳) **توران** :...... آمودریا (جیحون) کے اس طرف یعنی ماوراء النہر کے اس طرف کی سرزمین ہے اور یہ خوارزم کے متصل اور مشرق سے اورال جھیل تک کا علاقہ تھا۔ ایرانیوں اور تورانیوں کی جنگیں ایرانیوں کی قومی داستانوں میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ توران کے بادشاہ افراسیاب نے پیش دادی اور کیانی بادشاہوں کے ساتھ لڑائی کی ہے۔ یونان کے بطلیموس نے تور کو خوارزم کا علاقہ کہا ہے اور مفاتیح العلوم کے مولف خوارزمی نے لکھا ہے کہ ایرانیوں کے نزدیک جیحون کے ہمسایہ ممالک توران کہلاتے تھے۔ شاہنامہ میں ترکوں اور چینیوں کے علاقے توران کے نام سے جانے جاتے ہیں جو جیحون کے وسیلے سے ایران سے الگ ہو جاتے ہیں۔ قرون وسطی کی عربی اور فارسی کتابوں میں ماوراء النہر کی سرزمین کو توران کہا گیا ہے۔ شرق شناس محققین کے نزدیک تورانی ایک وہ گروہ تھا جو روسی صحراؤں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور یہ موجودہ روس کی ایشیائی نو آبادیوں میں شامل تھے یا خیمہ نشین طائفے تھے جو قفقاز کے سمندر سے سیحون دریا (سیر دریا) تک پھیلے ہوئے تھے۔ اوستا اور پہلوی دینی

کتابوں اور قومی قصوں اور قدیم مورخین کے بیانات واقوال کے مطابق پتہ چلتا ہے کہ ایرانی اور تورانی ایک ہی نسل کے تھے البتہ ایرانی بہت جلد شہر باش اور متمدن ہو گئے اور تورانی صحرانوردی اور خیمہ نشینی کی اسی اپنی حالت میں باقی رہے۔

ایران میں رامیان اور گرگان کے علاقوں میں واقع ایک گاؤں کا نام بھی توران ہے۔ اردستان میں واقع ایک اور گاؤں توران کہلاتا ہے۔ مرکزی ویت نام میں بھی ایک شہر کا نام توران ہے۔

(۱۴) **جام** :......ایران کے مشہد کے سات علاقوں میں سے ایک علاقے کا نام جو مشرق میں ہری رود دریا تک پھیلا ہے اور ہری رود ایران اور افغانستان کی حدوں کا تعین کرتا ہے۔ یہ تربت جام بھی کہلاتا ہے اور مشہد شریف سے ۱۴۴ رکلومیٹر اور افغانستان کی سرحد سے ۶۶ رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ گرم علاقہ ہے۔ پینے کا پانی نہروں سے مہیا ہوتا ہے۔ تربت جام تین دیہات کا مجموعہ ہے بالا جام' میان جام اور پائین جام اور آبادی مختلف طایفوں کی ہے۔

جام کی زرخیز پیداوار میں میوؤں کی کثرت بھی شامل ہے۔ اکابر روحانی میں حضرت شیخ احمد جام ژندہ پیلؒ اسی خاک سے اٹھے ہیں جن کا روضہ مرجع خاص و عام ہے۔ مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ نے ان ہی کے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص جامی رکھا تھا اور ان ہی کا مدفن ہونے کی وجہ سے جام کا علاقہ تربت جام کے نام سے مشہور ہے۔

جام ایک اور جگہ کا بھی نام ہے جو نیشاپور کے اطراف میں واقع ہے۔ یہ حضرت نوحؑ کے بیٹے کا بھی نام تھا جو طوفان کے بعد بھی زندہ تھا۔

(۱۵) **چشت** :......افغانستان میں ہرات رود اور اوبہ اور شافلان کے قریب ایک گاؤں کا نام جو ہوا کی پاکیزگی اور میٹھے پانی کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔ چشت' ہرات کے پہاڑوں میں واقع ہے اور دراصل ہرات شہر کے ہی ایک گاؤں کا نام ہے۔ چشتی سلسلہ اسی گاؤں سے چلا ہے اور اس سلسلے کے اولین راہنما

سلطان ابراہیم ادھمؒ تھے۔ اور چشتی بزرگوں میں سے خواجہ ابو احمد ابدالؒ خواجہ مودودؒ خواجہ معین الدینؒ اور نجیب الدین شیخ المشائخؒ ہیں جنکے نام پر چشتی بزرگان دین کا سلسلہ اختتام کو پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان میں راجستھان صوبہ کے ایک شہر اجمیر میں تشریف لائے اور وہاں دین اسلام کو پھیلایا۔ آپ کا روضۂ مبارک عالم اسلام میں مشہور ہے اور بیرونی ممالک کے مسلمان بھی ہر سال عرس شریف پر (اول رجب سے چھ رجب تک) اجمیر شریف آ کر زیارت متبرکہ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

چشت میں سلطان محمود غزنویؒ کا پوتا سلطان مودود ابن سلطان مسعود غزنویؔ بھی دفن ہے۔

(۱۶) **حجاز**:......مکہ اور مدینہ اور طائف اور ان کے دیہات کو حجاز کہتے ہیں۔ اور حجاز اس لمبے پہاڑ کا نام ہے جو غور (پست زمین) اور تہامہ اور نجد کے بیچ میں حائل ہے۔

بلند مقامات پر حجاز کی آب و ہوا ملائم اور پائین علاقوں میں بہت گرم رہتی ہے البتہ جاڑوں میں ہوا بہت اچھی ہوتی ہے۔ حجاز میں بہت زیادہ پیداوار نہیں ہوتی اگرچہ جو کی کاشت بکثرت ہوتی ہے۔ حجاز میں کھجور بہت عمدہ اور بہت زیادہ ہوتی ہے۔ طائف اور دوسرے بلند مقامات پر انگور' زرد آلو' انجیر' بہی' ناشپاتی' سیب' بادام' اخروٹ' نارنگی' لیمو' خربزہ' ہندوانہ اور کئی اور میوہ جات کی کاشت ہوتی ہے۔ سبزیوں کے مختلف اقسام بھی ہوتے ہیں۔ مقامی حیوانات میں بھیڑ' بکری' اونٹ' گدھا' گھوڑا' خچر' گائے' بیل وغیرہ شامل ہیں۔

حجاز کے لوگ سب کے سب مسلمان ہیں اور شہروں اور قصبوں میں رہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں کعبۂ شریف کا وجود حجاز کیلئے جزیرۃ العرب کے علاقوں پر برتری و تفوق کا وسیلہ بن گیا۔ اس کے علاوہ اسلام کے ظہور نے اسے اور بالاتر بنا دیا اور یہ تمام عالم اسلام کا مرکز بن گیا۔

حجاز میں سعودی پادشاہوں کی حکومت ہے اور اس وقت شاہ فہد بادشاہ ہیں۔ ملک خوشحال ہی نہیں بلکہ امیر ترین ممالک میں سے ایک ہے۔

(۱۷) **حلب**:......شام کا ایک مشہور شہر ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت عمدہ اور پانی بھی بہت میٹھا ہے۔ اس

شہر کی بہترین پیداوار ریشم اور کپاس سے بنے ہوئے کپڑے ہیں۔ اُون اور کھالیں اور میوہ جات اس شہر کی تجارتی اشیاء ہیں۔ خاص کر کپڑے کی صنعت میں شام کا اہم تجارتی مرکز ہے۔ قدیم تاریخی جگہوں میں قلعہ' جامع مسجد' شہر کی فصیل اور کئی قدیم عمارتیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ قدیم زمانے میں حلب آئینہ سازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا آج شام کا ایک ترقی یافتہ شہر ہے اور پررونق مقام۔

(۱۸) **خُراسان**:......اصل میں خور + آسان (یعنی مشرق) ہے۔ قدیم خراسان میں موجودہ خراسان اور ماوراء النہر تک اس کا مشرقی اور شمالی علاقہ شامل تھا۔ موجودہ خراسان ایران کا نواں صوبہ ہے۔ جس کے شمال میں روس' مشرق میں افغانستان اور جنوب میں اس کی حدود کرمان اور سیستان اور مغرب میں اصفہان اور گرگان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی وسعت تین لاکھ بیس ہزار مربع کلومیٹر ہے اور آبادی تقریباً بتیس لاکھ ہے۔ خراسان کا مرکز مشہد ہے اور گناباد' بیرجند' کاشمر' قوچان' سبزوار' تربت حیدریہ' نیشاپور' درہ گز' فردوس اور بجنورد اس کے شہر ہیں یا جنہیں ہم یہاں قصبہ جات کہتے ہیں۔ ایران کے صوبوں میں وسیع ترین صوبہ خراسان ہی ہے اور اس کا سارا شمالی علاقہ پہاڑی ہے۔ جو تین پہاڑی سلسلوں سے مرکب ہے جس کا ایک سلسلہ بلخان اور دو دوسرے سلسلے البرز کی شاخیں ہیں۔ مجموعی طور پر شمال سے جنوب تک آہستہ آہستہ پہاڑی زمین اور گہرے درے منفرد پہاڑوں اور وسیع میدانوں میں تبدیل ہو کر مغرب میں بیابان پر ختم ہو جاتے ہیں۔ شمال میں اور جنوب میں بھی اقتصادی قوت اور نباتات وحیوانات کا وجود نیز آبادی واجتماع گھٹ جاتے ہیں اور بیابان کے اطراف میں صفر کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں یہاں تک کہ خراسان کے سارے ملک میں صرف اس کا نصف حصہ قابل سکونت وزراعت رہ جاتا ہے۔ ایک وسیع صوبہ ہونے کی وجہ سے اس کا شمالی حصہ پانی اور سرد آب وہوا کا حصہ ہے اور جنوب بھی پانی اور گرم آب وہوا کا حامل ہے۔ خراسان کے اہم دریا سمبار' اترک' گرگان' کشف رود' اور ہری رود ہیں۔ اس کی کانوں میں پیتل' چاندی' لوہا' فیروزہ' سیسہ' ہیرا' پٹرول اور سونا وغیرہ شامل ہیں۔ خراسان بہت ترقی یافتہ صوبہ ہے اور اس میں روئی صاف کرنے' اون دھننے' سماوار سازی' برتن سازی' سیمنٹ سازی' چمڑا بنانے' آٹے' شکر سازی' الکوہل سازی' شربت سازی' لکڑی کے آلات بنانے نیز پٹرول اور گیس کے کارخانے اور لوہا بنانے کے کارخانے پائے

جاتے ہیں اوران کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہی رہتا ہے۔قالین بافی خراسان کی برآمد کرنے والی ایک اہم صنعت ہے اوردنیا کے بازاروں میں خراسان کے قالین سب سے زیادہ مشہور ہیں۔خراسان میں میں نے نیشاپور اور مشہد کوکئی بار دیکھا ہے البتہ کاشمر اور بیر جند سے گذرا ہوں۔

(۱۹) **خرجرد**:......موجودہ افغانستان میں واقعہ صوبہ ھرات کے ایک قصبہ بوشنج کے نزدیک ایک گاؤں کا نام جوخرجرد جام کے نام سے مشہور رہا ہے' یہی جگہ مولانا جامیؒ کا وطن ہے جہاں وہ پیدا ہوئے تھے۔ نیز حضرت شیخ احمد جامؒ کا مولد بھی یہی گاؤں ہے جنکے نام کی مناسبت سے مولانا نورالدین عبدالرحمٰنؒ نے اپنا تخلص جامیؒ رکھا۔آج یہ تربت جام کہلاتا ہے غالباً اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہاں حضرت شیخ احمد جامؒ کا روضۂ شریف مرجع خاص وعام ہے۔ایک اورصوفی بزرگ شاہ قاسم انوار نے جب ہرات چھوڑا تو آپ نے خرجرد جام میں اپنا لنگر ڈال دیا اوراسی گاؤں میں رحلت پا کر مدفون ہوئے۔

(۲۰) **دامغان**:......قدیم زمانے میں دامغان ایک بڑااور آباد شہر تھااور یہ اشکانی بادشاہوں کا ایک عرصے تک دارالخلافہ بھی رہا۔یونانی اسے ہکاتم پیلس یعنی ''سو دروازوں کا شہر'' کہتے تھے۔آج کل یہ ایران کے دوسرے صوبہ کا قصبہ ہے۔دامغان کا قصبہ سمنان کے شمال مشرق اور شاہرود کے مغرب میں جانے والی راہ نیز تہران سے مشہد جانے والی ریلوے کی راہ پر واقع ہے اوراسی ریل کے سفر میں میں نے دامغان کو مشہور قصیدہ گو غزنوی دربار کے شاعر' منوچہری کے وطن کی حیثیت سے گزرتے ہوئے دیکھا۔اس کی آبادی قریب پچاس ہزار ہے اور شہر دامغان میں قریب بارہ ہزار کی تعداد میں لوگ آباد ہیں۔

دامغان کی پیداوار میں پستہ' کپاس' انگور' خربزہ' ہندوانہ' اجناس غلہ اور کتیرا شامل ہیں۔دو بڑی شاہراہوں یعنی خیابان خراسان اور خیابان منوچہری کے شمال میں زرجوب اور بالامحلہ اور سرخندق نیز ایک سرپوشیدہ بازار واقع ہیں اوران دونوں شاہراہوں کے جنوب میں امام زادہ' خوریان' محلۂ شاہ اور محلۂ تو نام کے محلے واقع ہیں۔

تاریخی جگہوں میں مسجد' تاری خانہ' مقبرۂ چہل دختران' مقبرۂ پیر علمدار' مسجد جامع' امام زادہ جعفر' سرائے

(رباط) شاہ عباسی اور مولد خانہ فتح علی شاہ قاچار قابل دید مقامات ہیں۔

(۲۱) **دشت** :......اصفہان کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اور بہت مشہور ہے اور مولانا جامیؒ کی اصل اسی گاؤں سے ہے کیونکہ انکے والد کا مولد یہی جگہ تھی۔ وردشت کے نام سے بھی یہ گاؤں معروف تھا۔ اس نام کے ایران میں اور بھی کئی گاؤں ہیں۔ رضائیہ قصبے میں بھی دشت نام کا ایک پہاڑی گاؤں ہے جو ٹھنڈی آب وہوا کا حامل ہے نیز نیشاپور کے قصبے کے علاقے میں بھی دشت گاؤں ہے۔

(۲۲) **دمشق** :......ملک شام کا دارالخلافہ اور وہاں کا سب سے بڑا شہر جہاں چالیس سے پینتالیس لاکھ لوگ بستے ہیں۔ کہتے ہیں جس تیزی کیساتھ یہ شہر بنا اس کے مطابق اس کا نام دمشق رکھا گیا کیونکہ دمشق کے معنی ہیں تیز رفتاری۔ بعضوں کے بقول اس شہر کے بانی دماشق ابن ارم ابن سام ابن نوح علیہ السلام کے نام پر اس کا نام دمشق پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ بیوراسفؔ اس کا اولین بانی تھا اور اس کی بنا کے پانچ سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جیرون ابن سعد ابن عاد ابن ارم ابن سام ابن نوح علیہ السلام نے اس شہر کو تعمیر کیا اور اس کا نام ارم ذات العماد رکھا۔ یہ بھی ایک روایت ہے کہ دمشق حضرت نوح علیہ السلام کے گھر کا مقام تھا اور انہوں نے کشتی کی لکڑی کوہ لبنان سے لائی تھی۔
سال ۳۳۳ قبل مسیح میں سکندرؔ نے اس پر قبضہ کیا اور سال ۱۴ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے مسخر کر کے اسلامی دنیا کا حصہ بنا دیا۔ سال ۱۲۷ھ تک امویوں کا درالخلافہ رہا اور آج شام کا مشہور دارالخلافہ ہے۔ بہت خوبصورت اور سرسبز شہر ہے۔ میووں کی فراوانی اور خوشحالی کا مرکز ہے۔ جدید ترین ترقی یافتہ شہروں میں اس کا نام بھی سرفہرست ہے۔ عالی شان شاہراہیں' محلات' عمارات اور رونق و چہل پہل جدید دمشق کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں۔

(۲۳) **روم** :...مسلمانوں کی اصطلاح میں نیز اسلامی مؤرخین کے نزدیک روم سے مراد ایشیای کوچک اور

اس کے توابع علاقے ہیں اور اسکی وضاحت یوں کی جاتی ہے کہ جب روم کی جمہوری اور شاہی مملکتوں نے وسعت پیدا کرلی اور ایشیای کوچک کی سرحدوں تک کا علاقہ ان کے قبضہ میں آ گیا تو پانچویں صدی مسیحی سے یہ مغربی اورشرقی حصوں میں منقسم ہوا۔ مغربی حصہ ہی اٹلی کا حصہ قرار پایا جس کا دارالخلافہ روم (ROME) ہے اور مشرقی حصہ ایشیا کوچک کا جس کا دارالخلافہ استانبول ہے۔ اسی مناسبت سے ایشیا کوچک اور استانبول کو سلجوقیوں اور ترکوں کے عہد میں بھی روم اور رومیہ کہا جاتا تھا چنانچہ مولانا جلال الدین بلخیؒ کو ایشیای کوچک کے دوشہروں لارمدہ اور قونیہ میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے رومی کا نام دیا گیا۔

آج کل روم کا یہ علاقہ ترکی کہلاتا ہے جس کا دارالخلافہ استانبول ہے۔

(۲۴) **ریوگر**:...... بخارا کے مضافات میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو شہر بخارا سے اٹھارہ میل کی دوری پر واقع ہے۔ غجدوان جاتے ہوئے میں اس گاؤں کے کنارے سے گزرا تھا۔ معمولی سا گاؤں ہے اور یہاں سے غجدوان صرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔

(۲۵) **زابلستان**:...... ایران کے شہور اساطیری پہلوان رستم کے آباءواجداد کا وطن۔ یہ زاولستان بھی کہلاتا تھا۔ زابلستان جنوب سے افغانستان، شمال سے بلوچستان اور کابل، خراسان، سیستان اور مکران کے وسط میں واقع ہے موجودہ افغانستان میں غزنی، میمند، اور کلات کا علاقہ زابلستان کہلاتا تھا اور پورا شمالی بلوچستان۔ گویا اب زابلستان، افغانستان اور بلوچستان میں بٹ گیا ہے۔ غزنی اس کا مرکز تھا۔ زابلستان کو مسلمان مجاہدین نے حضرت عثمان ذوالنورین امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عبدالرحمٰن ابن سمرہؓ کی سرکردگی میں فتح کرلیا تھا۔

(۲۶) **سبزوار**:...... ایران کے نویں صوبہ خراسان کا ایک شہر جو نیشاپور اور شاہرود کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے مغرب میں مشہد کا شہر ہے۔ اس شہر کی آبادی قریب تین لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ میدانی علاقہ ہے اس لئے یہاں کی آب وہوا معتدل ہے۔ غلہ، کپاس، تل، زیرہ اور میوہ جات کی مختلف اقسام سبزوار کی خاص پیداوار

ہیں۔ لوگوں کا پیشہ زراعت ہے اور عورتیں ہاتھوں سے روئی کے کپڑے بنتی ہیں۔ سبزوار کا شہر بھی سبزوار کہلاتا ہے جو چالیس سے پینتالیس ہزار کی آبادی والا شہر ہے۔ اولین اسلامی عہد میں یہ شہر بیہق کہلاتا تھا۔ سبزوار سارے ایران میں شیعہ گری کی وجہ سے بہت معروف ہے۔

(۲۷) **سمرقند**:...... بخارا کے بعد سمرقند وسط ایشیا کا مشہور شہر ہے جو ازبکستان میں واقع ہے۔ حال ہی میں ازبکستان کا صوبہ روس کے ظلم و جبر سے آزاد ہو کر ایک خودمختار ملک بن گیا ہے۔

سمرقند امیر تیمور کا دارالخلافہ تھا اور تیموری دور کی عظیم الشان اسلامی طرز کی عمارتیں جواب تاریخی یادگار ہیں اسلامی فن تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں جن میں شاہ زندہ کا مزار شریف' امیر تیمور کا مقبرہ (جو گورامیر کے نام سے مشہور ہے) اور تیموری دور کے دینی مدارس مدرسۂ شیر دور' مدرسہ الغ بیگ' مسجد حضرت خضر' نیز تاریخی جگہیں' قدیم شہر افراسیاب' الغ بیگ کی رصدگاہ قابل دید ہیں۔ سمرقند کی یہ ساری تاریخی جگہیں میں نے وہاں اپنے دو دن کے قیام میں دیکھیں۔ سمرقند کے بازار بالکل کشمیر کے سے بازار دکھائی دیئے اور معمر و مسن دکاندار دستار سر پر پہنے ہوئے خاص کشمیری دکانداروں کے مشابہ تھے۔ ایک نانبائی نے مجھ سے کہا کہ سمرقند میں ۹۲ قسموں کی روٹیاں بنتی ہیں۔

سمرقند میں بجلی کا کارخانہ ہے اس کے علاوہ کپڑا بننے کے بھی کئی کارخانے ہیں۔

سمرقند کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سمر ایک ترکی بادشاہ کا نام تھا اور اسی کے نام پر اس کا نام سمرقند ہوا (قند دراصل کند کا عربی مبدل ہے اور کند کے معنی ہیں آبادی یا گاؤں)۔ سمرقند شادابی' خوبصورتی' معتدل آب و ہوا' میوؤں کی بہتات اور اسلامی فن تعمیر کی یادگار عمارتوں میں مشہور ترین شہروں میں سے ہے۔

(۲۸) **سمنان**:...... سمنان کا شہر ایران کے دوسرے صوبہ کا ایک شہر ہے۔ اس کے شمال میں البرز پہاڑوں کا سلسلہ ہے جنوب میں دشت کویر' مشرق میں دامغان اور مغرب میں گرمسار اور فیروزکوہ واقع ہیں۔ آب و ہوا معتدل اور خشک ہے۔ جاڑے میں سردی اور گرمیوں میں بہت گرمی ہوتی ہے۔ سمنان کی خاص پیداوار میں کپاس' دھاگا' تنباکو' کتیرا اور اخروٹ شامل ہیں۔ سمنان کا مرکزی شہر مشرقی طہران سے دو سو چوبیس کلومیٹر کی

دوری پر اور تہران کی ریلوے لائن پر جو مشہد کو جاتی ہے واقع ہے اور اسی سفر میں میں اس شہر سے گزرا تھا۔ شہر کی آبادی قریب چالیس ہزار ہے۔ سمنان میں پٹرول، لوہا، گندھک، سیسہ، پیتل اور کوئلہ بھی موجود ہے۔ جامع مسجد مسجد سلطانی اور منارۂ مسجد یہاں کی قابل دید تاریخی جگہیں ہیں۔

(۲۹) **شام**:......عربی میں اس کا نام سُوریہ ہے۔ موجودہ عہد میں ایک جمہوری ملک ہے اور مغربی ایشیا کا ایک مشہور ملک جو بحیرہ روم کے مشرقی ساحل پر واقع ہے اور اس کی حدود جنوب و مشرق اور شمال میں لبنان، عراق اور ترکی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ تقریباً ایک لاکھ پچانوے ہزار سے زاید مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے اور چالیس سے پینتالیس لاکھ کی آبادی کا حامل ہے۔ دمشق اس کا دارالخلافہ ہے اور حلب، حمص، حماۃ، انطاکیہ اور طرابلس اس کے خاص شہر ہیں۔ اکثریت سنی مسلمانوں کی ہے۔

شام ایک زراعتی ملک ہے اور لوگوں کا عام پیشہ کاشتکاری اور مویشی پالنا ہے۔ خاص پیداوار میں گندم، جو، مکئی، زیتون، کپاس، اور تل ہے۔ ریشم کے کیڑوں کی پرورش بھی خاص اہمیت کی حامل ہے۔

اس وقت شام کے صدر حافظ اسعد ہیں جنہیں تاحیات صدر منتخب کیا گیا ہے۔ یہ ملک بھی دیگر عرب ممالک کی طرح امریکہ کی زبردستی سے پیدا ہوئے ملک اسرائیل کے خلاف برسرپیکار ہے۔

(۳۰) **شیراز**:......فارس کا ایک شہر جو شمال میں آبادہ، جنوب میں فیروز آباد، مشرق میں فسا اور مغرب میں کازرون اور بہبہان کے ایک حصے کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ شیراز کی آب و ہوا مجموعی طور پر معتدل ہے اور زمین کی بلندی و پستی کے مطابق درجۂ حرارت بدلتا رہتا ہے بالکل ہمارے کشمیر کی مانند۔ آبپاشی اور پینے کا پانی دریاؤں، نہروں اور چشموں، تالابوں اور کبھی کنوؤں سے بھی مہیا ہوتا ہے۔ شیراز کے دریاؤں کے نام ہیں: دریای کر، دریای سیوند، دریای قرہ آغاج، دریای شش پیر اور دریای قرہ باغ۔ شیراز کا شہر چار حصوں میں منقسم ہے، مرکزی، اردکان، زرقان اور سروستان۔ شیراز سات سو اکیس دیہات اور قصبہ جات پر مشتمل ہے اور اس کی آبادی تقریباً پانچ لاکھ ہے۔ یہاں کی خاص پیداوار غلہ جات، چاول، خشک پھل، چقندر، تنباکو، کپاس اور سبزی و میوہ جات

کی انواع واقسام ہیں۔

مرکزی شیراز اور اس کے اطراف کے دیہات شمال میں زرقان، مغرب میں کازرون، جنوب میں فیروز آباد اور مشرق میں سروستان کی حدود تک پھیلے ہیں۔ اس علاقے کی آب وہوا معتدل ہے اور مغربی پہاڑی جگہوں میں سرد۔ پینے کا پانی نیز آبپاشی کا پانی قرہ آغاج اور قرہ باغ کے دریاؤں اور چشموں اور نہروں سے مہیا کیا جاتا ہے۔ یہاں کی پیداوار میں غلہ جات، چغندر، میوہ، خشک پھل، چاول شامل ہیں۔ لوگوں کا پیشہ زراعت اور باغبانی ہے اور دستکاری۔ دستکاری میں قالین بافی اور پارچہ بافی اور چادریں بنانے کا کام شامل ہے۔ اس علاقے کے دیہات اور قصبہ جات کی مجموعی تعداد ۱۶۲ ہے اور شہر شیراز کو چھوڑ کر یہاں کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔

شہر شیراز سطح سمندر سے سولہ سو میٹر کی بلندی پر ایک طشت کی مانند ہے جس کا نام تخت جمشید میں کھدائی کے موقع پر پائی گئی عیلامی دور کی تختیوں پر دیکھا گیا ہے۔ اسلام کے خلفای راشدینؓ کے عہد میں شیراز مشہور شہر تھا۔ ایرانی تاریخ میں یہ شہر کئی بار دارالخلافہ بھی رہا اور تاریخی زمانوں کے بہت سے آثار و یادگار تعمیریں اس شہر میں باقی رہ گئی ہیں جن میں عمرو لیث صفاری کی بنائی ہوئی مسجد عتیق ہے۔ فارس کے اتابکوں کے زمانے میں خاص کر سعد ابن زنگی اور اسکے بیٹے ابوبکر سعد ابن زنگی کے زمانے میں شیراز عروج پر تھا۔ اس کے بعد زند دور میں بالخصوص کریم خان زند کے عہد میں شیراز نے دوبارہ عروج پایا اور اس دور کی تعمیر کی ہوئی یادگار عمارتیں اب بھی شیراز میں معروف ہیں جیسے بازار وکیل، حمام وکیل، مسجد وکیل وغیرہ۔ ایران کے شاداب ترین علاقوں میں شیراز اور اسکے باغات بے نظیر ہیں۔ ایران کے دو بڑے شاعروں سعدیؒ اور حافظؒ کی آرام گاہیں بھی اسی شہر کی زینت ہیں۔ خواجو کی قبر بھی رکن آباد کے پاس تنگ اللہ اکبر میں واقع ہے۔ شیراز کی آب وہوا سلامتی و اعتدال کے لحاظ سے ایران میں کم نظیر ہے۔ شیراز میں ابھرے نقوش بنانے کا کام جسے منبت کاری کہتے ہیں اور خاتم کاری مشہور صنائع ہیں۔ کپڑا بننے اور روئی کاتنے، سیمنٹ سازی کے کارخانے شیراز میں بہت مشہور ہیں۔ نمازی ہسپتال شیراز کا اعلیٰ ترین ہسپتال ہے جو جدید ترین ساز وسامان سے لیس ہے۔ شیراز کے شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ کے قریب ہے۔ میں نے شیراز کو کئی بار دیکھا ہے۔ تہران یونیورسٹی کے ایک طالب علم کی حیثیت سے بھی، اور مختلف ادبی کانفرنسوں میں مہمان کی حیثیت سے بھی اور حکومت ایران کے مہمان کی حیثیت سے بھی جبکہ شیراز یونیورسٹی میں میں نے کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ پر کئی

تقریریں کیں۔

(۳۱) **عراق**:......اس کتاب میں عراق سے مراد ہے عراق عجم [اور عراق عرب وہ عراق ہے جو عربی ملک ہے اور جس کا دارالخلافہ بغداد ہے]۔عراق عجم مرکز ایران کا علاقہ ہے جس میں مرکزی ریاستیں شامل ہیں۔اور جو اصفہان ھمدان اور تہران کے درمیان واقع ہے۔ اس میں یہ شہر شامل ہیں: کرمانشاہان' ھمدان' ملایر' اراک (سلطان آباد) گلپایگان اور اصفہان۔عراق عجم کی اصطلاح ایران کے صوبوں کی تقسیم میں آئینی انقلاب کے زمانے تک یعنی سال ۱۹۲۴ء تک رائج تھی۔لیکن جب ایران مختلف صوبوں میں بٹ گیا تو یہ اصطلاح متروک ہوئی۔

(۳۲) **غجدوان**:......بخارا سے کوئی تیس پینتیس میل کی دوری پر ایک مشہور گاؤں۔یہاں ہفتے میں ایک بار میلہ اور مختلف چیزیں فروخت کرنے کیلیے بازار لگتا ہے۔جس روز میں غجدوان پہنچا اسی روز یہ میلہ لگا اور یہ یکشنبہ (اتوار) کا دن تھا۔اطراف کے دیہات سے لوگ ہفتے بھر کے لئے چیزیں خریدنے آرہے تھے جن میں بوڑھے بچے جوان مرد عورتیں لڑکیاں اندھے لولے لنگڑے چھوٹے بڑے سبھی شامل تھے۔بازار میں بیچنے والے لوگ نیچے زمین پر چھوٹی چھوٹی تھیلیاں اجناس سے بھری ہوئی رکھ کر خریداروں کے لئے تول رہے تھے اور ان چیزوں میں چنا' چاول' اخروٹ' خوبانی کے بیج' جڑی بوٹیاں' مہندی' نسوار' اور سبزی ٹماٹر' آلو' پیاز' خربوزے' سرکہ وغیرہ شامل تھے۔

بازار میں تکہ کباب اور سیخ کباب کی دکانیں بھی تھیں جہاں لوگ داخل ہوکر خوب کھاتے تھے۔تلی ہوئی مچھلی بھی ان دکانوں میں لاجواب تھی۔

غجدوان کی شان مزار مبارک جناب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ ہے اور یہی وجہ تھی کہ اس عارف والا شان کی زیارت کرنے کا شوق مجھے بخارا سے غجدوان لے آیا۔غجدوان اور اس کے اطراف میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ خواجۂ ہردو جہان کے لقب سے مشہور ہیں۔غجدوان میں ہی حضرت خواجہؒ کے مزار پاک کی

زیارت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ پاس کے دیہات میں تین اور عارفان والا مرتبہ مدفون ہیں۔یعنی راشتین میں خواجہ زعفرانؒ اور خواجہ اوبانؒ اور شفر یقان میں خواجہ ماہ تابانؒ ۔حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ چھٹی صدی ہجری کے مشاہیر عارفوں اور صوفیا میں سے تھے۔بخارا میں آپ نے حضرت خواجہ امام ابویعقوب یوسف ہمدانیؒ کی صحبت پائی اور انکے بعد آپ ریاضت میں محو ہو گئے اور اپنے حالات کو پوشیدہ رکھا۔آپ کے تین خلفا تھے خواجہ احمد صدیقؒ خواجہ عارف ریوگرویؒ اور خواجہ اولیای کلانؒ ۔حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند"مشکلکشا" کا سلسلہ خواجہ عارفؒ تک پہنچتا ہے۔حضرت نقشبند"مشکلکشا نے براہ راست اویسی طریق سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے بھی روحانی تربیت پائی ہے۔" تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

(۴۳) **غزنی**:.......یہ شہر افغانستان کے مرکزی شہروں میں سے ہے جو سفید کوہ کے ڈھلوان پر جنوب تک پھیلا ہے۔اس کی آبادی پچاس ہزار سے زاید نفوس پر مشتمل ہے۔یہ شہر غزنوی بادشاہوں کے عروج کے عہد میں ان کا دارالخلافہ رہا اور خاص کر سلطان محمود غزنویؒ کے دور میں اس کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی اور اس کے سنہری دور میں یہ شہر قوت و شوکت اور اسلامی عظمت کا ایک بے مثال نمونہ تھا۔اسی شہر سے سلطان محمودؒ نے ہندوستان پر سترہ بار حملے کئے تھے۔غزنی سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرق کی طرف قدیم غزنی کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں جن کی تیسری صدی سے چھٹی صدی ہجری تک بڑی اہمیت تھی۔

غزنی کو غزنین، غزنہ، غزنو کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔سلطان محمودؒ کے زمانے میں غزنی کی عظمت کے پیش نظر اسے حضرت غزنی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

افغانوں اور انگریزوں کے درمیان جنگوں میں (۱۸۳۹ء۔۱۸۴۱ء) غزنی انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے بعد انہوں نے اس شہر کو ترک کر دیا۔

غزنی میں اور اس کے اطراف میں کئی بزرگان دین دفن ہیں جن کی وجہ سے بھی غزنی بہت معروف ہے۔

(۴۴) **فارس**:.......فارس (عربی میں پارس) ایران کے جنوب میں ایک ریاست ہے جو ایرانی اقوام کے

اسی نام کی قوم پر موسوم ہے اور آج ایران کا ساتواں صوبہ قرار پایا ہے۔ یہ شمال مشرق میں اصفہان، شمال مغرب میں خوزستان، مشرق سے کرمان اور جنوب وجنوب مغرب سے خلیج فارس کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔

فارس ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کی بلندیوں کا طول مجموعی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی طرف جاتا ہے فارس کے سب سے اونچے پہاڑ کہکیلویہ نامی علاقے میں واقع ہیں۔ اکثر وادیوں میں دریا بہتے ہیں جن میں جاڑوں میں اور بہار کے اولین مہینوں میں پانی کی بہتات ہوتی ہے اور زمین میں جذب نہ ہو پانے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی جھیلیں اور نمکزار بناتے ہیں۔ فارس آٹھ شہروں سے مرکب ہے: شیراز، بوشہر، لار، فسا، کازرون، جہرم، آبادہ اور فیروز آباد۔ نیز ۳۲ رحصوں اور ۱۵۴ ر دیہات پر مشتمل ہے۔ کل آبادی پندرہ لاکھ کے قریب ہوگی۔ فارس کا مرکزی شہر شیراز ہے۔ یہ علاقہ ایرانی تمدن کے مراکز میں سے ایک قدیم ترین مرکز تھا اور صدیوں تک ایرانی حکومت اور بادشاہیت کا مرکز رہا ہے۔ اسلام سے قبل اس علاقے سے دو بڑے آدمی پیدا ہوئے جنہوں نے دو فارسی شاہی سلسلے وجود میں لائے ایک کوروش جو ہخامنشی سلسلے کا بنیاد گذار تھا اور دوسرا اردشیر بابکان جو ساسانی سلسلے کا بادشاہ تھا اور بنیاد گذار بھی۔ اسلام کے بعد بھی فارس، دیلمیوں، اتابکوں، اینجو، آل مظفر اور زندیوں کا ملک رہا ہے۔ فارس کے دریاؤں میں پلوار دریا، کام فیروز دریا اور کر دریا مشہور ہیں۔ فارس کی زمین زرخیز ہے اور اس میں شاداب مرغزار، سبز چراگاہیں اور خوشگوار آب وہوا ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ تاریخی آثار میں تخت جمشید، پازارگاد، نقش رستم، کعبۂ زردشت، کاخ سروستان، غار شاپور، شہر شاپور، بند امیر، بازار وکیل، ارک وکیل، مسجد وکیل (شیراز) کا نام لیا جا سکتا ہے۔ فارس کی پیداوار میں کھجور، مرکبات، کپاس، چاول، تنباکو، گندم، جو اور خشک پھل خاص چیزیں ہیں۔

(۳۵) **قزوین**:...... قزوین ایران کے مرکزی صوبہ کا حصہ ہے اور ایک کوہستانی علاقے اور ہموار اور اونچے میدان سے مرکب ہے جو ایران کی اہم شمالی راہوں پر واقع ہے کیونکہ یہ گیلان کے راستے کو تہران اور مغربی ایران کے ساتھ اور آذربایجان کے راستے کو تہران کے ساتھ اور مغربی ایران کے ساتھ، اور ھمدان اور مغربی حصوں کو تہران کے ساتھ ملاتا ہے۔ قزوین میں ضیاء آباد، معلم کلایہ، آوہ اور طارم کا پائینی علاقہ شامل ہے۔ شمالی علاقہ پہاڑی ہے اور اس کا بہترین قصبہ فشندک ہے جو طالقان کے شمال میں مشہور الموت میں واقع ہے۔ قزوین کے

...وہاں سے ... قزوین اور ساوہ کے درمیان ایک وسیع میدان ہے اور پہاڑوں کا ایک سلسلہ جو خرقان کہلاتا ہے اس کے بیچ میں سے گذرتا ہے۔

قزوین کی پیداوار انگور اور شراب ہے۔ نجاری کی صنعت بھی بڑی مشہور ہے۔ شہر قزوین پوری ریاست قزوین کا مرکز ہے جو البرز پہاڑوں کے سلسلے کے دامن میں اور تہران ورشت نیز آذربایجان اور ھمدان جانے والی راہ پر واقع ہے۔ قزوین کا فاصلہ تہران تک ایک سو چالیس کلومیٹر ہے۔ تجارتی لحاظ سے اہم مرکز ہے اور اس کی آبادی ایک لاکھ نفوس سے زائد ہے۔ اس کا پانی تقریباً ۵۴ پانی کے ذخیروں اور سات نہروں سے مہیا ہوتا ہے اور اس کے باوجود بھی پانی کی کمی ہی رہتی ہے۔ اس شہر میں قالین بافی' پارچہ بافی اور آٹے کے کئی کارخانے ہیں۔ ابتدائی صفوی دور میں شاہ عباسؒ صفوی کی سلطنت کے اواسط تک قزوین دارالخلافہ تھا۔ یہاں کی تاریخی جگہوں میں جامع مسجد (جس کا ایک چھوٹا صحن خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے بنوایا ہے) عالیقاپو کی عمارت (جس میں اب میونسپلٹی کے دفاتر ہیں) عمارت چہل ستون (اس میں اب عجائب گھر ہے) مدرسۂ حیدریہ اور حمداللہ مستوفی کا مقبرہ ہے۔

(۳۶) **کابل**:..... پرآب و سرسبز و شاداب اور پرجمعیت علاقہ ہے۔ اس کی بلندی سمندر کی سطح سے ایک ہزار سے دو ہزار گز تک کی فرق کے ساتھ ہے۔ یہاں کی آب و ہوا خشک و معتدل ہے اور موسموں کا توازن برقرار رہتا ہے۔ چونکہ یہاں کی مٹی میں فاسفورس اور کیمیائی اجزاء پائے جاتے ہیں اس لئے زرخیز ہے اور غلات' سبزی اور میوؤں کی کاشت کے لئے زمین بہت مناسب ہے۔

اس علاقے کا مرکز کابل کا شہر ہے جو افغانستان کا دارالخلافہ ہے۔ کابل آسائی اور شیر دروازہ پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے اور سطح سمندر سے اس کی بلندی ایک ہزار سات سو باسٹھ میٹر ہے اور مثلث کی شکل کا ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان عبوری راستہ ہے جو وادی چہاردہی (نوکابل) کو قدیم کابل کے ساتھ ملاتا ہے اور دریائے کابل وہاں سے گذرتا ہے۔ شہر کابل جو اس دریا کے دونوں طرف بنا ہے تقریباً آٹھ میل پر محیط ہے اور زرخیز علاقہ ہے۔ روس کے ساتھ جہاد سے پہلے تک کابل شہر کی آبادی قریب تین لاکھ تھی۔ اب جہاد (جو دس سال تک رہا اور روس کی شکست اور رسوائی پر سال ۱۹۹۱ء میں ختم ہوا) کے بعد افغانستان ایک آزاد اسلامی مملکت ہے۔

(۳۷) **کربلا**:......دریائے فرات کے کنارے پر واقع عراق کا ایک شہر ہے۔سال ۶۱ھ تک یہ شہر ایک بیابان تھا اس کے بعد حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت پانے کے نتیجے میں شیعہ فرقے کی توجہ کا مرکز بن گیا اور شہیدوں کی قبریں تعمیر کئے جانے کے بعد آہستہ آہستہ ایک آبادی والا شہر بن گیا اور آج یہ عراق کا ایک زیارتی شہر ہے جس کی آبادی دو لاکھ کے قریب ہوگئی ہے۔اور محرم اور صفر کے مہینوں میں نیز جاڑوں میں زیارت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے یہاں کی آبادی چار لاکھ تک بڑھ جاتی ہے۔ایران سے جو کربلا کی زیارت کر کے واپس وطن لوٹ جاتا ہے اسے اپنے لوگ کربلائی اور مشہد کی زیارت کرنے والے کو مشہدی کہتے ہیں۔

(۳۸) **کُردستان**:......ایران کے مغرب میں ایرانی کردستان کردی قبیلوں کا وطن ہے جو عراقی کردستان' آذر بایجان' کرمانشاہان اور ہمدان کے درمیان واقع ہے۔عراق کے بعض دریا چہل چشمہ' پنجہ علی اور کوہ شہیدان' کردستان کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور زاب دریا کی مانند دجلہ میں مل جاتے ہیں۔اس میں کچھ اور دریا بھی بہتے ہیں جن میں گاماسب اور دریای زرینہ مشہور ہیں۔ایرانی کردستان اسی ہزار کلومیٹر کی مسافت پر ہے اور اس کی آبادی سات لاکھ کے قریب ہے کردستان کی آب و ہوا سرد اور پائینی اور میدانی علاقوں میں معتدل اور گرم ہے۔ یہاں کی خاص پیداوار غلہ' تنبا کو' کتیرا اور ایک خاص قسم کا میوہ جو بلوط کے درختوں سے نکلتا ہے (فارسی میں یہ میوہ مازوج کہلاتا ہے)۔کانوں میں فیروزہ' قلعی اور پٹرول کی کانیں شامل ہیں۔کردستان میں یہ جگہیں شامل ہیں: مریوان' سقز' بانہ' قروہ' اور بیجار اور مرکزی شہر سنندج ہے۔[بہبہان کے علاقے میں کردستان نام کا ایک گاؤں بھی ہے جو بہبہان سے بارہ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔گرم جگہ ہے اور ڈھائی ہزار نفوس کی آبادی ہے]۔

(۳۹) **کرمینہ**:......بخارا کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے جو چودہ فرسنگ یعنی تقریباً ۴۲ میل کے فاصلے پر بخارا سے دور واقع ہے۔یہ علماء و فضلا کا مولد رہا ہے اور بادیہ خروک کے نام سے بھی معروف ہے۔کرمینہ درویشوں اور صوفیوں کی آماجگاہ بھی رہا ہے اور اس وجہ سے بخارا میں مشہور ہے۔

(۴۰) **گیلان**......گیلان، بحیرۂ خزر (کسپین سمندر) کے جنوب میں واقع ہے اور قدیم زمانے میں گیلان کے پہاڑی علاقے کو دیلم اور وہاں کے لوگوں کو دیلمان کہتے تھے۔ آج یہ ایک صوبہ ہے جس میں رشت، بندر پہلوی، لاھیجان، رودسر، طوالش، فومن، لنگرود، رود بار، صومعہ سرا اور آستارا شامل ہیں۔ یہ صوبہ بحیرۂ خزر، مازندران اور مرکزی صوبہ اور آذربایجان کے درمیان واقع ہے۔ میدانی اور پہاڑی علاقہ ہے اور بحیرۂ خزر کے مقابل میں البرز پہاڑوں کے سلسلے نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ شمالی علاقہ ھموار ہے اور اس میں دریا بہتے ہیں۔ یہ جنگلی علاقہ تھا لیکن آہستہ آہستہ زراعتی علاقہ بن گیا۔ یہاں کے پہاڑوں میں درفک (۳۵۰۰ میٹر اونچا) رودسر کے جنوب میں سام کوہ (۳۲۵۰ میٹر اونچا) پائین اشکور کے جنوب میں گوانہ گل (۳۲۵۰ میٹر اونچا) اور ناتشکوہ (تین ہزار میٹر اونچا) کا نام لیا جا سکتا ہے۔ دریاؤں کے نام یہ ہیں: سفید رود، پل رود، سامان رود، مرسا رود، خشکر ود، شاہان لیل، لاھیجاب، شمرود، خرار رود، زرد رود، گوہر رود، پسیخان، شفت، ماسال، ماسولہ، شاندرمن، جاف رود، شفارود، گرگان رود وغیرہ۔

تاریخی لحاظ سے گیلان بڑا اہم شہر رہا ہے اور تاریخ سے قبل کے آثار بھی مشرقی گیلان، اشکور، سام، دیلمان، عمارلو، رحمت آباد اور کلشتر میں پائے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آثار حضرت مسیحؑ سے ایک ہزار سال پہلے کے زمانے سے ساسانی اور دیلمی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلام کے بعد کے تاریخی آثار یہ ہیں: بقعۂ شیخانور، مقبرۂ سید رضی، بقعۂ چہار بادشاہ (لاھیجان میں) منگولوں کے زمانے کا ایک قدیم پل (لنگرود میں) آستانہ اشرفیہ (سفید رود کے پاس) بقعۂ سلیمان داراب (رشت کے پاس) قلعۂ شمیران (طارم میں) اور نہر دیلمیان وغیرہ۔

گیلان میں گندم، جو، چائے، چاول، ریشم، تنباکو، میوہ، انگور، کپاس، چقندر، شکر، مرکبات، نیشکر، زیتون اور بادام کے علاوہ مچھلی کی اقسام بھی پائی جاتی ہیں۔ پنیتل، کوئلہ، لوہے اور سیسے کی کانیں بھی ہیں کچھ کارخانے بھی ہیں مثلاً ریشم سازی، ٹاٹ کی بوریاں بنانے کا کارخانہ (رشت میں) لکڑی، جوراب بافی اور چائے اور کھانے کا تیل نکالنے کے کئی کارخانے۔ گیلان صوبے کا مرکز رشت ہے۔ گیلان اٹھتالیس ہزار چھ سو اکیس مربع کلو میٹر وسیع ہے اور یہاں کی آبادی تقریباً اٹھارہ انیس لاکھ کے نفوس پر مشتمل ہے حضرت پیر پیران جناب غوث پاک شیخ سید عبد القادر گیلانیؒ کا وطن یہی صوبہ ہے جہاں سے

آپ بچپن کے ایام میں ہی اعلیٰ تعلیم اور دینی تربیت پانے کی غرض سے بغداد (عراق) روانہ ہوئے تھے۔

(۴۱) **ماوراء النهر**:......دریائے جیحون کے شمال میں سیحون اور جیحون دریاؤں کے درمیان ایک ملک کا نام تھا جس میں بخارا' سمرقند' خجند' اشروسنہ اور ترمذ شامل تھے۔ پانچ صدیوں تک یہ ملک اسلامی ایران اور عالم اسلام کے تمدن کا بزرگ ترین ملک تھا اور ایرانی حکومتوں کا مرکز اور قاجاری عہد تک ایران کی مرکزی حکومت کے تابع تھا۔ ماوراء النہر عالم اسلام کے مشہور علما و بزرگان دین' دانشوروں' درویشوں' اولیاء اللہ' اور عارفان الٰہی کا مولد ہے اور مدفن بھی۔

ماوراء النہر سال ۱۹۱۷ء سے ۱۹۸۹ء تک ظالم و جابر بزن بکش روسی حکومت کی غلامی میں رہا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آزاد اسلامی مملکتوں میں وجود میں آ گیا ہے اور ازبکستان آزاد کے نام سے موسوم۔

(۴۲) **مرو**:......قدیم خراسان کی سب سے بڑی ریاستوں میں سے ایک ریاست کا نام جو سلجوقی دور میں (۴۳۱۔۶۸۲ھ) ان کے عظیم الشان قوت و اقتدار کی وجہ سے عالم اسلام کا متمدن ترین مرکز بن چکی تھی۔ اس خاک پاک سے وہ مسلمان علماء و فضلا اور دانشمند اٹھے جنہوں نے علم و ادب کی اسلامی دنیا کو چار چاند لگائے اور وہ اولوالعزم شہنشاہ جنہوں نے اسلامی حکومتوں کے نمونے قائم کر دیئے۔ لیکن افسوس کہ منگولوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور تب سے یہ آسمان خاک بوس ہو چکا ہے۔ میں نے جب ترکمنستان (روس) کے دارالخلافہ عشق آباد (جسے وہاں اشکاباد کہتے ہیں) سے ہوائی جہاز سے مرو کا سفر کیا تو وہاں کی بربادی کے علامات کو دیکھ کر دل بھر آیا۔ سلطان سنجرؒ (جس کی نظروں سے دشمنوں کے دل سینوں میں کانپ اٹھتے تھے) الب ارسلان سلجوقی اور ملکشاہؒ کا یہ وطن خاکستر ہو چکا ہے۔ سنائیؔ نے سلطان الپ ارسلان کے بارے میں کہا تھا ؎

سرا الپ ارسلان دیدی زرفعت رفتہ برگردون
بہ مرو آتا کنون در گل تن الپ ارسلان بنی

مرو ایک معمولی سے گاؤں میں تبدیل ہو چکا ہے اور لا مذہب روسیوں کے تسلط سے ۱۹۸۹ء سے آزاد ہو گیا

ہے سلطان سنجرؒ کے مقبرہ پر میں نے ان کے روح پرُ فتوح پر فاتحہ پڑھی۔

(۴۳) **مدینہ** :......یثرب اور مدینۃ النبیؐ بھی کہلاتا ہے۔ سعودی عرب کا ایک خاص اور عظمت و تقدس کے لحاظ سے دوسرا اسلامی شہر جو مکہ معظمہ کے شمال مشرق میں حجاز نامی علاقے میں واقع ہے۔ اس شہر کا اصلی نام یثرب تھا لیکن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے ہجرت فرمانے کے بعد یہ شہر مدینۃ النبیؐ یا مدینہ طیبہ یا مدینہ منورہ یا مختصر طور پر مدینہ کہلایا جانے لگا ہے۔ کشمیر کے مسلمان ہمیشہ اسے مدینہ شریف کے نام سے یاد کرتے ہیں اور وہ کبھی مدینہ نہیں کہتے۔

اس شہر کی آبادی اب لاکھوں میں ہے کیونکہ دنیا کے اسلامی ممالک سے بہت سے مسلمان اب سعودی عرب کے شہری بن کر وہاں کے اور شہروں کے علاوہ اس پاک و مقدس شہر میں رہ کر اپنی عقبیٰ سنوار رہے ہیں۔ یہی وہ شہر مقدس ہے جو زمین ہو کر بھی آسمان بن گیا ہے کیونکہ یہاں سارے نبیوں کے سید و سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول ترین رسول جناب نبی برحق حضرت محمد عربیؐ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محو آرام ہیں۔ اور ہر سال لاکھوں فرزندان توحید اور امت رسول کے پروانے شمع رسالت کے نور سے اپنے قلب و روح کو منور کرتے ہیں۔

امیرالمومنین خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر جناب ابوبکرؓ اور خلیفہ دوم امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب بھی اپنے سرور اور خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ رفاقت میں یکجا حاضر ہیں۔ نیز داماد رسول اکرمؐ امیر المومنین خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورینؓ بھی مدینہ منورہ میں ہی مشغول خواب ہیں۔ اہل بیت حضرت رسولؐ کے کئی حضرات و خاتونان مقدس بھی اسی شہر مقدس کے مزار بقیع میں محو خواب ہیں۔ کشمیر کے جو حاجی صاحبان لوٹ کر آئے ان میں سے بعض کے ساتھ میری ملاقات ہوئی اور بیان کیا کہ مدینہ منورہ پیداوار کے لحاظ سے بھی بڑا زرخیز شہر ہے۔ سبزی کی کئی اقسام کی کاشت ہوتی ہے اور شادابی و سرسبزی کی بھی بہتات ہے۔ مدینہ منورہ کے لوگ بھی نسبتاً بڑے حلیم بااخلاق اور نرم طبع ہیں۔

(۴۴) **مصر**:......مصر کے ملک میں شمال مشرقی افریقہ میں نیل کا پائینی علاقہ اور بحیرہ احمر کے شمال کا جزیرہ

سینا کا سارا علاقہ شامل ہے۔ شمال میں بحراوقیانوس' مشرق میں بحراحمر' مغرب میں لبیا اور جنوب میں سوڈان کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ملک دس لاکھ اکتالیس ہزار ایک سو پندرہ مربع کلومیٹر کے فاصلے کا ہے اور قریب ڈھائی کروڑ نفوس کی آبادی پر مشتمل ہے۔ مصر کے جنوبی حصے میں آبادی کم ہے اس کا مرکزی حصہ آباد اور شمالی حصہ جو بحراوقیانوس کے ساتھ ہے بہت گنجان آباد والا علاقہ ہے جس کی وجہ سمندر کی نزدیکی اور دریائے نیل سے نکلی ہوئی شاخوں کی موجودگی ہے۔ مصر کا وجود اور اس کی آبادی فقط دریائے نیل جیسے پر برکت دریا کی وجہ سے ہے جس نے اس ملک کو زرخیز اور خوشحال و دولت مند ملک بنا دیا ہے۔ لوگوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے' مصر کی آب و ہوا' اور کھیتی باڑی کے لئے اسکے پانی سے استفادہ کئے جانے کے لحاظ سے دریائے نیل نے ہزار ہا سال قبل مسیح سے مصریوں کی زندگی کو متاثر کیا ہے اور اس دریا کی وادی کی زمین میں ایک ایسا عظیم الشان تمدن وجود میں آیا ہے جو صدیوں تک قائم رہا۔

مصر کی موجودہ حکومت جمہوری ہے اور اس وقت حسنی مبارک وہاں کے صدر مملکت ہیں۔ مصر کا دارالخلافہ قاہرہ ہے جو پائین مصر میں واقع ہے۔ یہاں کے اہم شہر اسکندریہ' پورٹ سعید (بحراوقیانوس کے ساحل پر) اور صنعتی مرکزوں میں سے محلۃ الکبریٰ اور منصورہ ہیں۔ مصر ایک کھیتی باڑی والا ملک ہے اور کپاس' (جو دنیا بھر میں اپنی خاص نوع میں شہرت رکھتی ہے) نیشکر' چاول' غلہ جات اور میووں کی کاشت وادی نیل میں ہوتی ہے۔ کپاس' جو ساری دنیا میں بڑی مرغوب ہو چکی ہے' یہاں کی دولت کا بنیادی وسیلہ مانی جاتی ہے۔ مصر کی اہم ترین صنعتوں میں روئی کے کپڑے بنانے کے کارخانے' کیمیائی کھاد بنانے کے کارخانے اور عمدہ جنگی سامان بنانے کے کارخانے شامل ہیں۔ اس وقت عربی ممالک میں مصر ایک طاقتور ترین ملک ہے۔

(۴۵) **مکہ** ......سعودی عرب کا ایک مشہور اور قدیم شہر جو حجاز میں بحراحمر کے قریب ہے اور جدہ کی بندرگاہ کے ذریعے اس سمندر سے اس کا رابطہ ہو جاتا ہے۔ یہ مقدس و پرعظمت شہر دنیا کے تمام مسلمانوں کی زیارت گاہ اور قبلہ ہے اور ہر سال اسلامی ممالک سے لاکھوں کی تعداد میں ذی الحجہ کے مہینے میں یہاں پر موجود خانۂ خدا یا خانہ کعبہ یا بیت اللہ شریف کی زیارت اور طواف کرنے کی نیت سے اس پاک و مطہر شہر میں سفر اور احکام خدا اور رسولؐ کے مطابق دینی رسوم ادا کر کے حج کی تکمیل کرتے ہیں۔ حج کرنے والوں کی تعداد ہر سال چالیس سے پچاس لاکھ

تک ہوتی ہے۔ حاجیوں کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچانے کی نیت سے اور تمام حاجیوں کو خدا کے مہمان ماننے کی نیت کے پیش نظر سعودی عرب کے بادشاہ مہمان نوازی' استقبال اور راحت و آرام پہنچانے کی ہر طرح کی کاوش و تلاش کے وسائل استعمال میں لاتے ہیں اور حاجی صاحبان نے لوٹ کر ہمیشہ ہی ان انتظامات کی تعریف کی ہے۔ سعودی عرب کے موجودہ بادشاہ شاہ فہد ہیں۔

مکہ معظمہ مکہ شریف یا مکہ اسلام سے پہلے خانہ کعبہ کی وجہ سے ملک عرب کے اہم تجارتی اور مالی مراکز میں سے تھا اور عکاظ نامی بازار کی وجہ سے خاص مشہور بھی تھا۔

فتح مکہ کا واقعہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے عرب میں اسلام کا علم بلند کر چکے تھے سال ۸ھ میں ہوا اور جب آپؐ فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے تمام کافروں کی طرف سے دی گئی اذیتوں کو فراموش کرکے انکو معاف کر دیا۔

مکہ کو شاداب اور سر سبز بنانے کی مساعی جاری ہیں۔ میدان عرفات میں اب درخت لگائے جانے کی مہم چل رہی ہے اور وہ وقت دور نہیں جب لاکھوں فرزندان اسلام درختوں کے سائے تلے عرفات کی گرمیوں سے نجات پاکر حج کی عصر کی نماز خدا کے حضور میں ادا کریں گے۔

(۴۶) **نجف**:......عراق عرب کا ایک معتبر اور مشہور شہر ہے جو نجف اشرف بھی کہلاتا ہے۔ اس شہر کی اہمیت اور شہرت کی وجہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے حضرت امیر المومنین جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خلیفۂ چہارم اسی شہر میں محو خواب ہیں اور اسکے پیش نظر یہ شہر شیعیانِ علی کے شیعی علوم دین اور شیعہ فقہ کا صدیوں سے اہم مرکز بن چکا ہے۔ نجف سے کربلا تک کا فاصلہ ۷۵ کلومیٹر ہے اور شہر کی آبادی قریب چھ لاکھ ہے۔ نجف اشرف میں کئی مذہبی مدرسے قائم ہوئے ہیں اور سارا ماحول یہاں کا مذہبی ہے۔

(۴۷) **نیشا پور**:......صوبہ خراسان کے تابع شہروں میں سے ایک شہر کا نام جو شمال میں بینالود پہاڑوں تک' مغرب میں سبزوار کے شہر' مشرق میں فریمان شہر اور جنوب میں کاشمر کے شہر کی سرحدوں تک پھیلا ہوا ہے نیشا

پور کی آب و ہوا شمال و جنوب میں اس کی پستی و بلندی کے مطابق فرق رکھتی ہے۔ بینالود پہاڑ اور وادیوں میں واقع دیہات و قصبہ جات میں آب و ہوا سرد ہے اور اس شہر کے جنوب میں واقع عشق آباد کے دیہات کی آب و ہوا گرم ہے۔ تہران اور مشہد کی شاہراہ نیشاپور شہر میں سے گذرتی ہے۔ تہران سے مشہد جانے والی ریل کا گذر بھی اس شہر کے جنوب سے ہوتا ہے اور یہ ریلوے شاہراہ کے عین متوازی چلتی ہے۔ نیشاپور میں چھ سو چونتیس دیہات شامل ہیں اور کوئی ۲۵ سال پہلے یہاں کی آبادی دو لاکھ گیارہ ہزار نفوس کی تھی اور آج چار لاکھ کے قریب ہو گی۔

نیشاپور (یا نیشابور) کا شہر ایک خوش آب و ہوا والا شہر ہے اور خوبصورت بھی۔ میں نے اسے چند بار دیکھا ہے اور عارف حق حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کے روضہ مقدس، نیز مشہور عالم اور دانش مند عمر خیامؒ کے قبر شریف کی بھی زیارت کی ہے۔ حضرت عطارؒ کے صحن پاک میں ایران کے مشہور نقاش کمال الملک کی قبر بھی ہے اور عمر خیامؒ کے روضہ کے ساتھ ہی امام زادہ محروقؒ کا روضۂ شریف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمر خیامؒ اسی روضہ شریف کے صحن میں مدفون تھے لیکن بعد میں پورے فوجی اہتمام و احترام کیساتھ وہاں سے ان کے استخوانوں کو موجودہ نزدیک جگہ میں منتقل کیا گیا اور قبر کے اُوپر بالکل ریاضی و جیومٹری کے دقیق گوشوں اور زاویوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک عجیب و غریب مگر یادگاری روضہ (جو گنبد و نقاشی کے معمول کا نہیں ہے) بنایا گیا ہے۔

نیشاپور تہران سے سات سو چھہتر کلو میٹر کی دوری پر ہے اور مشہد تک ایک سو سینتیس کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ایک ہزار ایک سو ترانوے میٹر ہے۔ قدیم زمانے میں نیشاپور گنجان آباد اور بہت آباد جگہ تھی لیکن منگولوں نے اسے ویران کر کے رکھ دیا۔ (۶۱۸ھ) اسلامی مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ منگولوں کے حملے سے پہلے نیشاپور کی آبادی دس لاکھ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ اور اب چار لاکھ ہے۔

نیشاپور میں میں نے شہر سے دور فیروزہ کی کان بھی دیکھی۔

(۴۸) **ھرات**:...... یہ شہر ہری، ہرا، ہراہ اور قدیم فارسی میں ہریو کے نام سے بھی مشہور تھا۔ قدیم خراسان کا ایک شہر جو اب افغانستان کے شمال مغرب میں ہری رود نامی دریا کے کنارے پر واقع ہے۔ امیر تیمور کے بیٹوں کے عہد حکومت میں دار الخلافہ تھا اور ظہور اسلام کے بعد اسلامی علوم و معارف کو پھیلانے کا ایک اہم مرکز بن چکا تھا۔

ہرات ایک خوش آب و ہوا والا شہر ہے جہاں گرمیوں میں بھی روح پرور باد بہاری ڈھلتی رہتی ہے کہا گیا ہے ''اگر کسی ملک میں اصفہان کی مٹی، ہرات کی ہوا اور خوارزم کا پانی جمع ہو جائیں تو وہاں موت کم ہی آئے گی''۔

ہرات کی انگور اپنا نظیر نہیں رکھتی۔خربزہ بھی یہاں کا عظیم لذیذ ہے۔ ہرات میں بڑے اولیاء اللہ حضرات گزرے ہیں جن میں پیر ہرات حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔خواجہ محمد ابوالولیدؒ اور امام فخر الدینؒ رازی بھی ہرات میں ہی دفن ہیں۔ حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامیؒ کا روضۂ شریف بھی ہرات کی زینت ہے۔

ایران میں یزد کے علاقہ میں بھی ہرات نام کا ایک گاؤں ہے۔

(۴۹) **ہندوستان**:......موجودہ پاکستان اور بنگلہ دیش اس ملک یعنی ہندوستان کے جز تھے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان ایک الگ اور آزاد مسلمان ملک کی حیثیت سے وجود میں آیا اور سال ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کے نام سے ایک ملک مشرقی ہندوستان میں واقع مشرقی پاکستان سے الگ ہو کر بن گیا۔

اگرچہ ان تینوں ممالک کی تمدنی اور تاریخی داستان یکساں ہے لیکن جو ملک اب ہندوستان ہے وہ سرکاری طور پر بھارت کہلاتا ہے۔اسکی مجموعی آبادی نوے کروڑ بلکہ ایک ارب ہے۔ ہندوستان کا قدیم ترین تمدن تقریباً چار یا پانچ ہزار سال پرانا بتلایا جاتا ہے۔ایک ہزار پانچ سو سال قبل مسیح میں آریائی قوم شمال مغرب سے موجودہ بھارت میں اتر آئی اور یہاں کے اصیل باشندوں دراوڑ قوم پر غالب آکر وہ ہندو تمدن کو وجود میں لے آئے۔اسکے بعد چھٹی صدی قبل مسیح میں بدھ مت اور جین مت کا عروج ہوا۔پہلی ہندو شہنشاہیت موریہ خاندان کے ہندو بادشاہوں کی تھی (۳۲۵-۱۸۴ قبل مسیح) جو اسکندر اعظم کے حملے کے بعد قائم ہوئی۔تیسری صدی قبل مسیح میں بادشاہ اشوک کے برسر اقتدار آنے سے بھارت کا رسمی مذہب بدھ مت قرار پایا۔گیارہویں صدی عیسوی (پانچویں صدی ہجری) میں مسلمانوں کا اثر و رسوخ سلطان محمود غزنویؒ کی سلطنت موجودہ افغانستان میں قائم ہو جانے سے قائم ہوا۔یورپ نے سال ۱۵۱۰ء میں گوا پر قبضہ کر کے ہندوستان میں اپنا اثر جما دیا۔اٹھارہویں صدی عیسوی میں جب سکھوں اور مراٹھوں کا زور ختم ہوا تو انگریزوں اور فرانسیسیوں نے چند نو آبادیاں بنانے کی کوششیں کیں۔انگریزوں کے رابرٹ کلائیو نے فتوحات حاصل کر کے ہندوستان میں برطانوی

اقتدار کی راہ کھول دی۔ انگریزوں نے سال ۱۹۴۷ء تک ہندوستان پر حکومت کی اور بالآخر مسلمان سیاسی راہنماؤں اور ہندو سیاسی رہنماؤں کی یکسان کوششوں اور قربانیوں کی بدولت انگریزوں نے ہندوستان چھوڑ دیا اور ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کے دن ہندوستان ایک آزاد ملک بن گیا اور مسلمانوں نے ہندو اکثریت سے اپنا ایک الگ آزاد وطن شمالی ہندوستان اور مشرقی ہندوستان کے کچھ علاقے لینے کی صورت میں پاکستان کے نام سے قائم کر دیا اور ہندوؤں کی طرف سے اس کی سخت وشدید مخالفت ہونے کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان شہید کر دیئے گئے اور ہندو بھی قتل ہوئے۔ دونوں قوموں کو سخت مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

ہندوستان ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو ایک جمہوری ملک قرار دیا گیا۔ اس ملک میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کی بقا کیلئے یکساں طور پر قربانیاں دی ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کی تہذیب کو سنوارا اور ان کی عمارات اور ان کے فنون کی لازوال یادگاریں اس کی گواہ ہیں۔

ہندوستان میں اس وقت تین بڑے دین اسلام، بدھ مت اور ہندو دھرم ہیں۔ اگرچہ باقی مذاہب بھی ہیں لیکن ان کے مقابلے میں یہی تین مذاہب ہندوستان میں آبادی کے لحاظ سے بھی بڑے ہیں۔ مسلمانوں کی اقلیت سب سے بڑی اور اہم ہے۔

ہندوستان میں چاول، مکئی، گندم، جو، کافی، نیشکر، چائے، کپاس، اور کاجو کی کاشت ہوتی ہے۔

کپڑا بنانے کے کارخانے، لوہا سازی، کیمیائی کھاد، بجلی اور دیگر اہم مشینیں بنانے کے کارخانے، ہوائی جہاز اور دیگر جنگی آلات کے کارخانے بھی ہندوستان میں ہیں۔

اس وقت صدر جمہوریہ شری شنکر دیال شرما اور وزیر اعظم شری نرسمہا راؤ ہیں۔ ہر پانچ سال کے بعد صدر اور وزیر اعظم کا انتخاب لوگوں کی رائے سے ہوتا ہے۔

(۵۰) **یثرب** :......ملاحظہ ہو: مدینہ (اسی حصے میں)

(۵۱) **یمن** :......یمن (یا خوش قسمت عرب)۔ ایک آزاد ملک ہے جو عرب کے جنوب مغرب میں بحیرۂ احمر

کے کنارے پر واقع ہے۔ ایک چھوٹا سا ملک ہے جو سال ۱۹۳۴ء میں انگلستان کے ساتھ ایک معاہدہ کے نتیجے میں آزاد ہوا۔ اس کی وسعت ۱۹۳۵۰ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی قریب پچاس لاکھ۔ عرب کے ممالک میں یمن کا ملک خوش آب و ہوا میں سب سے بہتر ہے۔ اس کا دارالخلافہ صنعا ہے۔ یمن کی حکومت پہلے ایک امیر کے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی جسے امام کہتے تھے لیکن سال ۱۹۶۲ء (۱۳۸۱ھ) سے جمہوری ملک بن گیا ہے۔

یمن کی اہم پیداوار میں کافی' گندم اور جو ہے۔ صرف کافی بیرونی ممالک کو بھیجی جاتی ہے۔ یمن کے اہم شہر اور بندر مخا اور حدیدہ ہیں۔

(۵۲) **یونان**:...... جنوب مشرقی یورپ میں ایک ملک ہے جہاں بادشاہت برقرار ہے۔ بالکان کے جنوب مغرب میں ایجی اور ایونین سمندروں میں پراگندہ جزیروں پر مشتمل یہ ملک ایک لاکھ تیس ہزار اور چار سو مربع کلومیٹر کی مسافت پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی قریب نوے لاکھ سے زائد ہے۔ ان میں سے اکثریت قدیم بنیاد پرست کلیسا کی پیرو ہے۔ شمال میں یہ ملک البانیا' یوگوسلاویہ اور بلغاریہ' شمال مغرب میں یورپی ترکیہ' مشرق میں ایجی سمندر' جنوب میں بحراوقیانوس اور مغرب میں ایونین سمندر کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔

یونان کی خاص پیداوار میں غلہ جات' تنباکو' میوہ اور کپاس شامل ہیں۔ اتھینز اس کا دارالخلافہ ہے اور اس کے علاوہ سالونیک' پاتراس اور کاولا اس کے اہم شہر ہیں۔ یونان کی جدید تاریخ اس زمانے سے شروع ہوتی ہے جب یہ ترکی حکومت سے الگ ہو گیا اور آزادی ملی (سال ۱۸۳۰ء) اسی سال بادشاہی حکومت کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ سال ۱۹۴۵ء میں یونان میں داخلی جنگ شروع ہوئی جو ۱۹۴۹ء میں ختم ہوئی۔ سال ۱۹۶۷ء میں جارج پاپادو پولوس نے فوجی حکومت قائم کی جس میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی۔ یونان کے بادشاہ کانس تن تین نے دسمبر ۱۹۶۷ء میں اس حکومت کو مٹانے کا ارادہ کیا لیکن کامیاب نہ ہو پایا اور روم چلا گیا اور پاپادو پولوس خود وزیراعظم بھی بن گیا۔ بعد میں اس نے شاہ یونان کو واپس بلایا اور ایک نئے بنیادی قانون کی منظوری دی جسے یونان کی پارلیمنٹ نے منظور کر لیا۔

موجودہ یونان ایک ترقی یافتہ ملک ہے اور جمہوری بنیادوں پر اس کی حکومت قائم ہے۔

فہرست صنایع و بدایع

(۱) **تجنیس** :.....اہل بلاغت کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں دو متفق اللفظ اور مختلف المعنی الفاظ کا لانا۔ علم بدیع کی اصطلاح میں تلفظ میں دو لفظوں کی مشابہت اور معنی میں غیریت کے معنی رکھتا ہے۔ جیسے خوار (ذلیل) اور خوار (کھانے والا)۔ گویا ایک دوسرے کی مانند الفاظ استعمال کرنے کا نام تجنیس ہے۔ تجنیس کی کئی قسمیں ہیں اور یہ سب پسندیدہ اور مستحسن سمجھی جاتی ہیں۔ نظم و نثر میں اور رونق کلام میں اس سے اضافہ ہوتا ہے اور کلام کی آرائشگی میں اس کا استعمال فصاحت کی دلیل ہے بشرطیکہ استعمال حد سے نہ گزر پائے۔ اس کی اقسام یہ ہیں:

(۱) تجنیس تام.....یعنی دو متفق اللفظ اور مختلف المعنی الفاظ کا استعمال۔ مثلاً

ای چراغ همه بتان ختا
دور بودن ز روی تست خطا

(۲) تجنیس زاید.....دو متجانس الفاظ جو حروف و حرکات میں یکساں ہوں لیکن آخر میں ایک لفظ کا حرف زاید ہو۔ مثلاً

در حسرت رخسار تو ای زیبا روی
چو نال گشتم از مویه چو موی

(۳) تجنیس خط.....اس صنعت کو مضارعہ و مشاکلہ بھی کہا گیا ہے۔ اس تجنیس میں دو لفظ لکھنے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن بولنے میں مختلف۔ مثلاً

خوبان که گرد لب خط مشکین کشیده اند
خط برحیات عاشق مسکین کشیده اند

(۴) تجنیس مرکب.....دو لفظ متجانس جن میں سے ایک یا دونوں مرکب ہوں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ لفظ اور خط مشابہ ہوں اور دوسری وہ کہ لفظ میں مشابہ لیکن خط میں مختلف ہوں۔ اس آخری قسم کو تجنیس

مفروق کہتے ہیں۔ مثلاً

خورشید کہ نور دیدۂ آفاق است
تابندہ نہ شد پیش تو تابندہ نہ شد

در راہ تو تازندہ ام
بر بوی تو تازندہ ام

سرو بالائی کہ دارد بر سرو آفتاب
آفت دلہاست و اندر دیدگان زان آفت آب

مرکب تام کی دوسری قسم ہے قلیل الحروف لفظ کا کثیر الحروف لفظ کے مقابل میں لانا اور اس کے بھی دو طریقے ہیں۔ ایک متفق مرکب تام ہے

بر لب بحر از ھمہ سو فارغم
رستہ ام از ناوک و سوفارغم

دوسرا مختلف مرکب تام

میل تو گر شد سوی دارالسلام
من شدم اینک سوی دارالسلام

(۵) تجنیس مزدوج...... اسے مردد اور مزدوج بھی کہا گیا ہے۔ اس میں ابیات کے آخر میں دو متجانس لفظ ایک دوسرے کیساتھ لائے جاتے ہیں اور اگر اول لفظ کے آغاز میں حرف زائد بھی ہو تو جائز ہے۔ مثلاً

یافت زی دریا دگر بار ابر گوہر بار بار
باغ و بستان یافت گوئی ز ابرگو ہر بار بار

(۶) تجنیس مزیل...... اس تجنیس میں پہلا حرف لفظ کا فرق کے ساتھ ہوتا ہے اور باقی یکستان ہوتا ہے جیسے: اشارت اور بشارت

صوفی کہ قول او ھمہ رمزاست و محض خیر

چون گویدت میار بیار ای پسر بیار

میار اور بیار میں پہلے حروف مختلف ہیں۔

(۷) تجنیس مطرف...... متجانس لفظوں کے سبھی حروف یکسان ہوتے ہیں سوائے آخری حرف کے مثلاً

از شرار تیغ بودی بادساران را شراب
وز طعان رمح بودی خاک ساران را طعام

(۸) تجنیس ناقص...... اس میں متجانس الفاظ حروف میں متفق لیکن حرکات میں مختلف ہوتے ہیں مثلاً

پیادہ شود دشمن از اسپ دولت،
چو باشی براسب سَعادت سوارا
بر اسب سعادت سواری و داری
بدست اندرون از سِعادت سوار

(۲) تضاد:...... ایک دوسرے کے مخالف اور متضاد الفاظ کے استعمال کو تضاد کہتے ہیں۔ مثلاً:

دوست و دشمن۔ سود و زیان۔ شب و روز۔ سیاہ و سفید

قول دشمن مشنو درحق من
کہ زمن دوست تری نیست ترا

صنعت تضاد کو مطابقہ، طباق اور تکافو بھی کہتے ہیں۔

(۳) تلمیح:...... کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنے یا نجوم و موسیقی کی اصطلاحات کے استعمال یا آیات قرآن مجید یا احادیث کے لانے کو تلمیح کہتے ہیں مثلاً

عمری است کہ گامی نزدی سوی شہیدان
دیرآ و درست آی کہ حق است قیامت
زتار ختہ گیسوی دلبران ترسد
چنانکہ مار گزیدہ ز ریسمان ترسد

(۴) **تنسیق الصّفات**:......اس میں واحدِ موصوف کی کئی صفتیں بیان کی جاتی ہیں۔ خواہ موصوف منفرد کی جیسے ۔

خداوندِ بخشندۂ دستگیر
کریم خطا بخش پوزش پذیر

یا خواہ متعلقات کے اعتبار سے، جیسے ۔

یاقوت لبا' لعل رُخا ' غنچہ دہانا
شمشاد قدا' سیم برا ' آفت جانا

یعنی پی در پی صفات کے بیان کو تنسیق الصفات کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی صفاتِ خداوندی کے ضمن میں کئی آیات کریمہ ہیں: مثلاً

وَ هُوَ الغَفُورُ الوَدُودُ ذُوالعَرشِ المَجِید

یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں......اِنَا اَرسَلنَا كَ شَا هِداً وَ مُبشِراً وَنَذِیراً وَ داعِیاً اِلَی اللّٰهِ بِاذنِهٖ وَسِرَا جاً مُنِیراً۔

(۵) **حُسن تعلیل**:......کسی وصف کیلئے کسی علت کا دعویٰ کیا جائے جو اس وصف کے مناسب ہو مگر ہو لطیف البتہ غیر حقیقی بھی ہو مثلاً

لالہ کہ بدل گرہ شدش دود
از آن من است حسرت آلود

●●●

در ماتمِ تو دہر بسی شیون کرد
لالہ ھمہ خونِ دیدہ در دامن کرد
گل جیب قبای ارغوانی بدرید
قمری نمدِ سیاہ درگردن کرد

(۶) **مراعاۃ النظیر**:......ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو باہم مجموعی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوں۔ جیسے شاعر کسی باغ کے ضمن میں درخت، گل، خار، بلبل کا ذکر کرے۔ یا آسمان کے ذکر میں تاروں کا بیان کیا جائے۔

بہرام روزِ کوشش و ناھید روزِ بزم
برجیس روزِ بخشش و خورشید روزِ رزم

(۷) **واقعہ گوئی**:......عشق و عاشقی کے حالات کو واقع ہونے یعنی جیسے کہ وہ واقع ہو چکے ہوں یا جو عاشق و معشوق کے درمیان واقعہ پذیر ہوا سے بیان کرنے کو واقعہ گوئی کہتے ہیں۔ اس طرح کی واقعہ گوئی آراستگی کلام لفظی صنائع اور شاعرانہ اغراق سے بالکل خالی ہوتی ہے۔

رنجشی داشتم و حالتی افسوس کہ او
دگر از نیم تبسم ھمہ را برھم زد

☆☆☆

آمدی، رفت ز خود دل، بہ کنارم بنشین
بنشین تا بہ خود آید دل زارم، بنشین
آمدی کزغم بیرون ز شمارم پرسی
بنشین تا بہ تو یک یک بشمارم، بنشین
دل و دین بردی و اکنون پی جان آمدہ ای
بنشین تا بہ تو آن ہم بسپارم، بنشین
بعد عمری نفسی بر سر من آمدہ ای
دست از دامن وصلت نگذارم، بنشین
از برم رفتی وی میرم از این غم، باری

بہ کنارم نشتی ، بہ مزارم بنشین

فہرستِ اصنافِ شعر

(۱)**ترجیع بند**:......اس میں شاعر چند بیت ایک ہی بحر میں اور ایک ہی قافیہ میں کہتا ہے اس کے بعد اسی بحر میں چند اور ابیات' اور ایک بیت کو اسی وزن میں بندوں کے بیچ میں مکرر لاتا ہے۔ مثلاً

اے راحت جانِ من کجائی
جانم بہ لب از غم جدائی
دارم نفسی بسینہ موھوم
آن ہم نفسی است گرنہ آئی
از گردشِ جام چشم مستت
عنقا بہ زمانہ پارسائی
ار حور و پری یکی ندارد
این ناز و ادا و دلربائی
دستِ من و چاک درگریبان
پایِ من و دامنِ بیابان

☆☆☆

از ناز تو ناز دلبری را
وزچشم تو چشم ساحری را
سیب زقنت زسایۂ زلف

آسیب زده کندی پری را
بخرام چنان بناز تا سرو
سر برنکشد برابری را
تا فتنه نرگس ترا دید
شد سر بہوا ستمگری را
دست من و چاک در گریبان
پای من و دامنِ بیابان

(۲) **ترکیب بند**:......کلام میں ایک ہی بحر کے چند بند لانا اور ہر بند الگ قافیہ کا ہو اور ہر بند کے آخر میں ایک غیر مکرر بیت لایا جائے۔

ترکیب بند کی مثال اسی کتاب میں نمونہ کلام کے عنوان کے تحت ملاحظہ ہو۔

(۳) **رُباعی**:......چار مصرعوں پر مشتمل شعر جن میں پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرعہ قافیہ والے ہوں اور لَاحَول ولَا قُوۃَ اِلَّا باللہ کے وزن پر ہوں مثلاً

نی مال و منال وجاه و دولت خواہم
نی حور وقصور و باغ جنت خواہم
در یوم نشورِ کالفراشِ المبثوث
ای رحمتِ عالمؑ از تو رحمت خواہم

(۴) **غزل**:......چند ابیات پر مشتمل شعر (معمولاً سات سے بارہ تک) جن کا وزن مساوی اور پہلا مصرع ابیات کے آخر کیساتھ مقفّٰی ہو۔ غزل کا موضوع وصف معشوق اور ہجر و وصال اور حسن و عشق ہوتا ہے۔

غزل کے نمونے اسی کتاب میں ملاحظہ ہوں۔

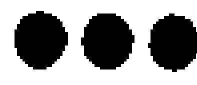
(۵) **قصیدہ** :......قصیدہ ایک قطعہ شعر ہے' غزل کی طرح' جو متحد الوزن ابیات پر مشتمل ہوتا ہے جو سب اور اسکے مطلع کا پہلا مصرعہ بھی ایک قافیہ کا حامل ہوتا ہے۔ قصیدہ' غزل سے لمبا ہوتا ہے اور قصیدہ گو پورے قصیدہ میں ایک موضوع جیسے وعظ و نصیحت' حکمت' مدح' دینی اور اجتماعی مسائل وغیرہ کو بیان کرتا ہے اور شاید اسے اس لئے قصیدہ کہا گیا ہے کہ اس میں کسی معین مقصد کا قصد ہوتا ہے کیونکہ قصیدہ' قصد سے مشتق ہے۔ قصیدہ اکثر تشبیب' وصف فطرت وغیرہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ نمونہ اسی کتاب میں دیکھئے

(۶) **قطعہ** :......ہم وزن اور ہم قافیہ والے چند ابیات کو کہتے ہیں قطعہ میں پہلے بیت کے پہلے مصرعہ کے قافیہ کی رعایت نہیں کی جاتی اور اس میں ایک مضمون کا بیان ہوتا ہے۔ مثلاً

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانی بکف آری و بہ غفلت نخوری
ھمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردا
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نہ بری

(۷) **مثنوی** :......وہ شعر جسکے سارے ابیات ایک وزن اور ہر بیت کے دونوں مصرعے مشترک قافیہ کے ہوں۔ جیسے شاہنامہ فردوسی اور مثنوی مولانا روم سے مثال

درید و برید و شکست و ببست
یلان را سرو سینہ و پاو دست



بشنو از نی چون حکایت می کند
وز جدائیہا شکایت می کند

(۸) **معما**...... وہ شعر جس میں پہیلی لائی جائے اور اسی میں جواب بھی ہو۔ اِسے چیستان (چیست آن؟ یعنی "یہ کیا ہے") بھی کہتے ہیں۔ مثلاً

از دُو میم محمد عربیؐ
وز دو حرف علیؓ عالیجاہ
صنعت بینہ اگر دانی
نام قاسم بر آر خوش ناگاہ

(۹) **ملمع**:...... پہلا مصرعہ یا ایک مصرعہ فارسی میں ہو اور دوسرا عربی یا کسی اور زبان میں: مثلاً

از خونِ دل نوشتم نزدیک دوست نامہ
اِنّی رَاَیْتُ دَہراً فِی ہجرک الْقیامہ
زحال مسکین مکن تغافل ورائے نینان بنائے بتیاں
چوتاب ہجران ندارم ایجان نہ لیو گا ہے لگائے چھتیاں

ملمع کو ذُو لسانین بھی کہتے ہیں:

بعض علوم کے نام

(۱) **جدل**:...... جدل وہ علم ہے جس کے ذریعے سے مناظرہ کے اصول و شرائط اور کیفیتوں کی پہچان ہوتی ہے۔ جدل کو علم منطق کی ہی شاخ مانا جاتا ہے اور دینی احکام کی شاخ بھی۔ ہر معاملے میں اس کے موضوع اور اس کی روش میں فرق ہوتا ہے۔

گویا جدل ایک معنی میں علم مناظرہ کی ایک شاخ ہے اور فقہی استدلالات میں کام آتا ہے۔ ایک اور معنی میں یہ قیاسی اور منطقی ہے اور اسے طوبیقا بھی کہا جاتا ہے۔ فقہی استدلالات کی اصطلاح میں جدل کا علم' مناظرہ کرنے کے آداب کی پہچان ہے جو مناظرہ فقہی مذاہب اور دوسروں کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ فن اُس وقت رائج ہوا جب

مناظرہ مسائل کے ردّ وقبول میں وسعت پا چکا اور مناظرہ کرنے والے استدلال سے کام لیتے اور جواب دیتے وقت بحث ومباحثہ میں بے لگام ہو کر باتیں کرتے تھے اور ان میں سے بعض باتیں اور دلائل صحیح بھی ہوتے تھے اور بعض غلط۔ اس لئے رہنما حضرات نے مناظرہ کے بعض آداب واحکام وضع کئے تا کہ مناظرہ کرنے والے ان ہی قوانین کے مطابق ردوقبول سے کام لے کر باتیں کریں اور استدلال کرنے والے اور جواب دینے والے پر روشن ہو جائے کہ اسے استدلال سے کام لینا کہاں پر جائز ہے اور کہاں پر نہیں اور کہاں پر وہ اعتراض کرے یا بحث وتحیص کرے اور کہاں پر خاموشی سے کام لے اور مقابل کا آدمی کہاں پر اپنی بات بولے اور استدلال سے کام لے۔

(۲) **حکمت**:.....حکمت وہ علم ہے جس میں اشیاء کی حقیقتوں کے بارے میں، جیسی کہ وہ اصل میں ہیں، بحث ہوتی ہے آدمی کی قوت وطاقت کے اندازے کے مطابق۔ اشیاء کی حکمت کا موضوع ذہن اور خارج میں موجود ہے اور اس کا فائدہ اور منتہای مقصد دنیا میں کمالات کی تحصیل اور آخرت میں نجات اور سعادت ہے۔ اور یہ اعیان واشیاء دو قسموں کی ہیں: یا وہ افعال واعمال ہیں جن کا وجود ہماری قوت اور اختیار میں ہے یا نہیں۔ پہلی قسم معاش ومعاد کی بہبود سے مربوط ہونے کی وجہ سے حکمت عملی کہلاتی ہے اور دوسری قسم حکمت نظری کیونکہ اس سے مقصد نظر سے حاصل ہوتا ہے (نظر = رائے اور خیال۔ فکر۔ سوچ۔ نظریہ)۔ حکمت عملی اُخروی سعادت اور نفس کی برتری سے عبارت ہے اور اس میں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مُدن شامل ہیں۔ حکمت نظری کا انتہائی مقصد یہ ہے کہ ناقص مراتب سے کامل مراتب کی طرف نفس کو منتقل کر دیا جائے اس میں علم اعلیٰ (فلسفۂ اولی، علم کلی، علم مابعد الطبیعہ اور علم ماقبل طبیعت) علم اوسط (ریاضی) اور علم طبیعی (علم ادنیٰ فلسفۂ طبیعی) شامل ہیں۔ صوفیوں کی اصطلاح میں حکمت سے مراد وہ اسرار ہیں جو کسی سے نہیں کہے جا سکتے کیونکہ یہ عوام کیلئے مہلک اور نقصان دہ ہیں۔

(۳) **علم کلام** :.....علم کلام وہ علم ہے جس میں ایمان سے متعلق دلائل پر مبنی بیان اور عقلی حجتوں سے بحث کی جاتی ہے اور بدعتیوں، اور اہل کفر اور گمراہ لوگوں کی باتوں کو رد کیا جاتا ہے۔ یہ علم نتیجہ ہے ان مباحث و مناقشات کا جو پہلی صدی ہجری کے اواخر سے اعتقادی مسائل کے بارے میں (جیسے توحید وتجسیم اور جبر واختیار اور

کفر و ایمان وغیرہ) مسلمانوں میں ہونے لگے۔ چونکہ ان مباحث میں ہر ایک بحث کے بارے میں طرف داروں کو اپنے عقائد کے اثبات میں دلیلوں کی ضرورت تھی اور ہر استدلال قدرتی طور پر عقلی بحث کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے ہر جماعت کے لئے ایک اصول اور بحث و مباحثہ کی راہ فراہم ہوگئی جس سے علم کلام کی تشکیل ہوگئی۔ اس نام سے موسوم ہونے سے متعلق (علم کلام) اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں جس قدیم ترین مسئلے پر اختلافات ہوئے اور بحث و مناقشہ شروع ہوا وہ مسئلہ کلام اللہ اور خلق قرآن تھا اس لئے اس نام سے اسے یاد کیا گیا۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اس علم کی بنیاد فقط عقائد کے بارے میں مناظرات پر ہے اور اس علم میں عمل پر کوئی نظر نہیں اس لئے اسے کلام کہا گیا ہے۔ کچھ اور لوگوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اس علم کے حضرات نے ان مسئلوں کے بارے میں کلام کیا جن سے گزرے ہوئے علماء نے پرہیز کیا اس لئے اس علم کا نام علم کلام پڑ گیا۔

(۴) **علم نحو** :......ستور زبان کا ایک حصہ جس کے توسط سے جملہ اور عبارت میں الفاظ کے وضع و عمل کی پہچان ہوتی ہے۔ یہ علم اعراب ہے یعنی عربوں کا کلام' گویا جس سے عربوں کے الفاظ یعنی اعراب وافراد و ترکیب کے حالات سے شناسائی پیدا ہو۔ یہ ان دستورات و قوانین کا علم ہے جن کے ذریعے سے عربی ترکیبات یعنی اعراب اور بنای الفاظ وغیرہ کی پہچان ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم نحو اس اصول کا علم ہے جس سے کلام کی درستی و نادرستی کو جانا جاتا ہے۔

(۵) **فلسفہ** :......اصل یونانی لفظ ہے اور دو حصوں سے مرکب (۱) فلوسوس یعنی دوست' دوستدار (۲) سوفیا یعنی حکمت۔ فلسفہ بشر کی طاقت کے اندازے کے مطابق موجودات کی حقیقتوں کے علم کا نام ہے۔ حکما نے بطور کلی فلسفہ کو دو اقسام میں بانٹ دیا ہے۔ فلسفۂ عملی (حکمت عملی) اور فلسفۂ اکتسابی نظری (حکمت نظری)۔ حکمت عملی میں تہذیب اخلاق' تدبیر منزل اور سیاست مدن شامل ہیں اور حکمت نظری میں شامل ہیں (۱) فلسفۂ ادنیٰ...... جو محض مادی امور سے متعلق بحث کرتا ہے یعنی علم طبیعی اور طبیعیات (۲) فلسفۂ اولیٰ جو اُن امور سے بحث کرتا ہے جنہیں نہ ذہن میں اور نہ ہی خارج میں مادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ان سے مراد ہے موجودات کے تمام امور کے

حالات کی پہچان جیسے وحدت و کثرت، وجوب و امکان اور حدوث و قدم وغیرہ یا خاص معنی میں الٰہیات۔ (۳) فلسفہٗ اوسط...... ان امور سے بحث کرتا ہے جنہیں خارجی وجود میں مادے کی ضرورت ہے۔ ریاضیات۔ فلسفہٗ اشراق...... وہ حکمت جس کی بنیاد اشراقی ہے اور وہ کشف سے عبارت ہے۔ اشراق سے مراد ہے عقلی انوار کا ظہور اور نفوس کامل پر ان کا پرتو اور فیض۔ اور یہ صفات کشف میں ہیں۔ اس فلسفہ کی بنیاد اسلام میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے ڈالی تھی اور اسی لئے انہیں شیخ اشراق اور شیخ نوری بھی کہتے ہیں۔ آپ نے بحث و استدلال اور جدل و برہان کی جگہ جو حکمت مشائی میں رائج ہے ذوق اور کشف و شہود اور انوار عقلی کے اشراقات کی تجدید کی۔

فلسفہٗ بحثی...... اس میں بحث و استدلال سے کام لیا جاتا ہے۔ فلسفہٗ خاصیہ۔ یہ ایران کے مشہور فلسفی صدر الدین شیرازیؒ کی اصطلاح ہے۔ یہ فلسفہ انہوں نے آیات و احادیث اور بزرگوں اور عارفوں کے کلام کو مرتب کرنے اور عقل و نقل اور وحی و ذوق اور بحث و تمحیص کو ترتیب دینے سے وجود میں لایا ہے۔ فلسفہٗ ذوقی یا ذوقیہ۔ یہ فلسفہٗ اشراق کا دوسرا نام ہے۔ فلسفہٗ عامیہ۔ یہ بھی ایرانی فلسفی ملا صدر الدین شیرازیؒ کی اصطلاح ہے جس سے عام اور معمول و مشہور فلسفہ مراد ہے۔ فلسفہ فیضی اسے فلسفہٗ فیضیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ فلسفہٗ اشراق (اور فلسفہٗ افلاطون ؟) ہی ہے۔ فلسفہٗ مشاء...... مشاء کے لفظی معنی ہیں راہ چلنے والا۔ فلسفہٗ ارسطو کو حکمت مشاء کہا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے عقائد کو راہ چلتے چلتے بیان کرتا تھا۔ اس فلسفہ میں حقیقتوں کی دریافت دلیلوں سے کرتے تھے گویا علامتوں اور دلیلوں سے اپنا مطلب پا لیتے تھے۔ فلسفہٗ مشارقہ۔ یہ فلسفہٗ اشراق ہے۔

(۶) **معلول** :...... وہ شے جس کی کوئی علت یا سبب یا باعث ہو۔ فلسفہ میں وہ چیز جو ہمیشہ علت کیساتھ آتی ہے اور علت کے حالات میں سے ایک حالت اور اثرات میں سے ایک اثر ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے معلول اپنی علت کے مطابق ہونا چاہئے اور معلول کی وحدت کیلئے وحدت علت لازمی ہے۔ مطلق علت سے معلول کا انحراف محال ہے اور معلول اپنی علت کی وجہ سے واجب بن جاتا ہے۔ علت و معلول کا ٹکراؤ بھی محال ہے۔

علت...... وہ ہے جس کے وجود سے دوسری چیز کا وجود لازمی ہو اور جس کے نہ ہونے سے دوسری چیز کا عدم لازم نہ جائے۔ علل اربعۃ' یہ علت صوری، علت غائی، علت مادی اور علت فاعلی ہیں۔ علت اول...... یعنی حق تعالیٰ

کی ذات جسے علّۃ العلل کہتے ہیں (فلسفیانہ اصطلاح میں)۔علّت بالذات......(۱) وہ چیز جو براہ راست اور بلاواسطہ کسی چیز کی علت ہو جیسے آگ ذاتاً اور بلا واسطہ جلانے کی علت ہے اور جلنے کا نتیجہ حرارت کا زوال ہے اس لئے حرارت کا زوال معلول بالعرض ہے یعنی دوسرے کے وجود کا محتاج ہے جو اس کی علت ہے (۲) علّۃ العلل' علّت اولیٰ' ذات حق تعالیٰ۔علت بسیط......(۱) وہ چیز جو بغیر کسی وجہ کے اور کسی دوسری حیثیت کے موثر علت ہو جیسے عقل فعال جو عالم فطرت میں اثرانداز ہے (۲) وہ علت جو مادہ سے الگ نہ ہو لیکن کسی دوسری چیز سے مل کر بن جائے بغیر علت ہو جیسے الگ صورت میں آگ شعلہ زنی کی علت ہے۔علت مرکبہ......اس میں مجموعاً چند اشیاء یا چند آدمی کسی چیز کی حرکت کا باعث (علت) بن جاتے ہیں۔علت بالعرض۔یعنی علت بذات۔علت بعید (۱) وہ چیز جو خود آزادانہ اور بلاواسطہ کسی معلول کو قبول نہ کرے۔(۲) وہ امور جن میں سے ہر ایک علیحدگی میں معلول کے وجود میں موثر نہ ہو لیکن معلول کے صدور ہونے کے وقت ایک موثر علت کا موجب بن جاتی ہے یعنی مجموعی طور پر وہ امور جو معلول کو موثر علت سے ظاہر ہونے پر آمادہ کرتے ہیں۔علت خاص (خاصہ)۔وہ چیز جو اپنی الگ حیثیت میں ایک خاص عمل کو انجام دے جیسے آگ گرمی پیدا کرتی ہے اور دھات کو پگھلاتی ہے۔علت ذاتی۔علت بذات۔علّت صوری...... جو فعلیت اور شیئیت جان جائے یعنی جب تک مثلاً کوئی گھر صورت وہیئت اور مخصوص شکل و اوضاع اور ایک معین ترکیب وساخت میں نہ ڈھل جائے اسے گھر نہیں کہیں گے یا منتشر اوراق کو کتاب نہیں کہہ سکتے بلکہ جب خاص صورت وشکل پائے تب ہی کتاب اور گھر کہلائیں گے۔علت عادی......وہ چیز جو معمول کے مطابق کسی چیز میں موثر ہو اور اسے قبول کرے اگر عقلاً ان دونوں میں علیت کا کوئی رابطہ نہ ہو اور اسے حقیقی علت جانا جائے۔فلسفی تمام مؤثر علتوں کو ظاہری اور معمول کی علتیں جانتے ہیں۔علّت عام......وہ چیز جس کی کسی واحد چیز کے بارے میں علیت نہ ہو جیسے آگ جو جلانے اور پگھلانے کی علت ہے۔علت غائی......وہ علت جو فعل کا اول محرک ہو۔علت فاعلی وہ علت ہے جو وجود یا کسی شے کے ترکیبی وجود میں مفید ہو جیسے ذات حق جو موجودات کی علت فاعلی ہے جس سے وجود کو فیض پہنچتا ہے۔علت قریب...... وہ چیز جو بلاواسطہ و بلا فاصلہ خود معلول کے وجود میں مؤثر ہو۔علت ناقص......وہ علت جو اپنی علیحدہ اور آزاد صورت میں کسی چیز کے وجود کی موجب نہ بنے یعنی معلول اس کے وجود کا واجب نہ بنے۔

(۷) **منطق**:......ان قواعد وقوانین کا علم ہے جو غور وفکر کی راہنمائی کرتے ہیں اور خطا و غلطی سے باز رکھتے ہیں۔ اسی علم کو مطالعہ و علم حقیقت کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ علم حقیقت و غلط میں فرق کرتا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کی ضد جانتا ہے۔ اور یا اس لئے کہ منطق میں یہ چیز دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کو حقیقت تک پہنچنے کے لئے اور خطا سے باز رہنے کے لئے کس طرح سے استدلال کرنا چاہئے۔ گویا منطق استدلال کے علم و قوانین کا مطالعہ ہے۔ ان کے علاوہ منطق کو غور وفکر کرنے کا فن بھی کہا گیا ہے۔ منطق صوری...... عام قوانین و قواعد میں حکم واستدلال کرتی ہے۔ یعنی حکم واستدلال غور وفکر کے عام قواعد کی پیروی کرے جیسے کہ آدمی اپنے اوپر غور وفکر میں موافقت سے کام لیتا ہے اور اس میں کوئی تناقض نہیں آنے دیتا جیسے جب ہم یہ مان لیں کہ مثلاً سقراط انسان ہے اور انسان فانی ہے تو صوری منطق ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچیں کہ سقراط فانی ہے اور اگر کوئی شخص یہ مان کر کہ سقراط انسان ہے اور انسان فانی ہے یہ کہے کہ سقراط جاوید ہستی ہے تو اس نے اپنی سابقہ بات کو جھٹلایا اور تناقض گوئی سے کام لیا۔ گویا منطق صوری کو علم استنتاج یعنی نتیجہ نکالنے کا علم کہہ سکتے ہیں۔ منطق علمی......وہ خاص قواعد وقوانین جن کی غور وفکر کو خاص معاملات میں حقیقت کی دریافت کے لئے پیروی کرنی چاہئے۔ مثلاً ہم ریاضی میں، جس میں ہم خیالات کو باہم جوڑ دیتے ہیں، اور کیمسٹری میں، جس میں ہم تجربہ کرتے ہیں اور تاریخ میں جس میں ہم مدارک کی تنقید کرتے ہیں، حقیقت کی ایک ہی طریق پر جستجو نہیں کرتے بلکہ مقصد تک پہنچنے کی خاطر ہر ایک کے لئے ایک معین راہ اور طریق کار اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے منطق عملی کو غور وفکر کی مطابقت کا مطالعہ اور علم (اپنی موضوعات کے بارے میں) یا علم حقیقت بھی کہا گیا ہے۔

دینی القاب واصطلاحات

(۱) **اھل بیت** :......گھر کے لوگ اور اس میں رہنے والے۔ خاندان حضرت رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا خاندانِ مقدس یعنی رسولِ اکرمؐ کی ازواجِ مطہراتؓ اور ان کے اولاد۔

(۲)**تابعین**:......ان حضرات کو کہتے ہیں جنہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کے اصحاب مقدسؓ کو دیکھا ہے۔ تابع (ایک صاحب) تابعین' تابعان' تابعون' تابعی' تابعیون اور تابعیہ۔ [تابعیون = تابعی کی جمع ' تابعیہ = تابعی کی مؤنث]۔ محدثین کی اصطلاح میں تابعی وہ ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یا ایک سے زیادہ اصحاب کو دیکھا ہو۔

(۳)**تبع تابعین**:......وہ حضرات جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہے۔

(۴)**رسُول**:......سفیر۔ ایلچی۔ پیغام۔ پیغمبری۔ پیغامبر۔ بھیجا گیا پیغمبر۔ پیامبر۔ پیمبر۔ عرف عام مسلمانی میں ان حضرات کو کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بشر کی راہنمائی اور دین حق کے لئے بھیجا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ' حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ' حضرت نوحؑ' حضرت لوطؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت ہودؑ' حضرت صالحؑ' حضرت شعیبؑ وغیرہ۔ وہ پیغمبر جو صاحب کتاب ہو۔ وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے لوگوں کی طرف اٹھایا ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ لیکن معتزلہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبی اور رسول کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ رسول اور نبی کے فرق میں کہا گیا ہے کہ نبی کو وحی آتی ہے لیکن دوسروں تک پہنچانے کے لئے نہیں' برخلاف رسول کے۔

رسول خدا حضرت آنحضرت ﷺ سے کنایہ ہے۔ قاصد۔ پیک۔ پیغام گزار۔ پیغام لانے والا۔ مندوب۔ نمائندہ۔ لغت میں وہ جو بھیجے جانے والے کی طرف سے پیغام اور رسالت کو پہنچانے پر مامور ہو خواہ پیغام لے یا پہنچائے۔ کسی کی طرف سے کسی دوسرے کو پیغام ابلاغ کرنے پر مامور آدمی۔ صدیق۔ تیراندازی وغیرہ میں ایک دوسرے کے ساتھی اور موافق۔ رسُول کی جمع ہے رُسُل۔ جبرئیل کو بھی رسول کہتے ہیں۔

(۵)**صحابہ**:......صاحب کی جمع۔ یار۔ رفیق۔ ہم صحبت۔ یار ہونا۔ یاری کرنا۔ ملنا جلنا۔ صحبت رکھنا۔

ہمراہی۔ مصاحبت۔ رسول اکرم ﷺ کے احباب اور دوست جنہوں نے آپؐ کو پایا۔ محمد ابن اسمٰعیل بخاریؒ نے صحاح میں لکھا ہے کہ جس کسی نے حضرت رسول ﷺ کو دیکھا ہو وہ بشرط اسلام صحابی ہے خواہ اس سے کوئی حدیث روایت ہو یا نہ ہو اور کثر اہل حدیث واصول کی یہی رائے ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے ایک عرصے تک حضرت رسول ﷺ کے ساتھ صحبت رکھی ہو۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ صحبت رکھنے کیساتھ ساتھ روایت بھی کی ہو۔ حضرت سعید ابن میسبؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال یا اس سے زیادہ مدت تک حضرت رسولؐ سے صحبت رکھی ہو اور ایک غزوہ یا ایک سے زیادہ غزوات میں انؐ کے ساتھ رہا ہو۔ صحابیہ (وہ عورت جس نے نبی اکرمؐ کو دیکھا) صحابی بھی کہتے ہیں۔ صحاب بھی استعمال میں آیا ہے۔

(۶) **نبی** :......پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ حضرت محمد پیغمبر ﷺ۔ خبر دینے والا۔ فرستادہ اللہ کی جانب سے جو بندوں کی ہدایت کیلئے آیا ہو خواہ صاحب شریعت ہو یا سابقہ شریعت کا مددگار اور معاون۔ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو [رسول = صاحب کتاب پیغمبر]۔ نبی یعنی خبر دینے والا اور یہ نبو سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں بلندی و برتری۔ چونکہ نبی کا مرتبہ دوسرے مخلوقات سے بلند و برتر ہے اس لئے نبی کہلایا۔ پیغمبر۔ رسول۔ اللہ کی طرف سے آگاہ کرنے والا۔ نذیر۔ جو خدا کی طرف سے خبر لائے۔

(۷) **زاھد** :......وہ جو کسی چیز کو ترک کرے اور اس سے پرہیز کرے۔ وہ جو آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرے۔ وہ جسے دنیا کی کوئی خواہش اور رغبت نہ ہو اور مال و دولت اور ناموس اور جاہ و حشمت سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ سالکوں کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو ہمیشہ آخرت کی طرف متوجہ ہو اور دنیا کی راحت و لذت سے احتراز کرے اور خوراک وخواب کو اپنے اوپر حرام کرے الّا جب کہ مجبور ہو جائے، اور ہمیشہ دل کا نرم اور آنکھ سے آنسو بہاتا ہو اور ورد و عبادت اور ذکر واذکار سے ایک لحہ بھی خالی نہ ہو۔ پارسا۔ دین دار۔ خدا ترس۔ پاک دامن۔ گوشہ نشین۔ مرتاض۔ بعضوں نے زاہد اور عابد اور عارف میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو دنیا اور اس کی لذتوں اور خوشیوں کو ترک کرے وہ زاہد ہے۔ جو نماز دروزہ اور دیگر نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہو وہ عابد

ہےاور جو قدس جبروت میں اپنے افکار کو صرف کرے اور ہمیشہ نور حق کی روشنی کی امید رکھتا ہو وہ عارف ہے۔

(۸)**زمزم** :......خانۂ کعبہ (شرفہا اللہ) کے پاس ایک کنواں ہے۔ کعبہ کے پاس وہ کنواں جو حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کے ایڑیاں رگڑنے سے جبکہ وہ نوزاد بچے تھے، زمین پر نمودار ہوا (کعبہ کے جنوب مشرق میں)۔

چاہ زمزم ۴۲ میٹر گہرا ہے۔ ہزاروں سال سے حاجی صاحبان جواب لاکھوں کی تعداد میں کعبۂ مکرمہ میں ہر سال جمع ہو کر حج ادا کرتے ہیں اس متبرک پانی سے استفادہ کرتے ہیں، اور تبرکاً اپنے گھروں کو بھی لے جاتے ہیں اور سعودی عرب کی ایک کثیر آبادی اسے اپنے مصرف میں لاتی ہے اور جب بھی یہ پانی روز افزون ہے اور اہل ایمان کے لئے بے شک و ریب شفا ہے۔ آبِ زمزم بھی کہلاتا ہے۔

چاہ زمزم حضرت اسماعیلؑ کے قرنہا بعد زمانے کی گردش نیز اللہ تعالیٰ کی رضا سے بند ہو گیا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت نبی اکرم جناب محمد رسول خدا ﷺ کو مبعوث کرنا تھا تو ان کے دادا عبدالمطلب نے اس کنوئیں کو حضرت رسولؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے کھود کر کھول دیا۔ تب سے یہ کنواں ایک صریح معجزہ کی شکل میں رواں ہے۔

(۹)**عابد** :......اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے والا اور دینی شریعت کا پابند۔ عبادت کرنے والا، پرستش کرنے والا۔ زاہد سے عابد کو فرق کیا گیا ہے۔ عابد وہ جو نماز و روزہ اور دیگر نمازوں کا پابند ہو اور اپنے خیالات و افکار کو قدس جبروت میں صرف کرے اور اپنے دل میں ہمیشہ نور حق کی روشنی کی توقع اور امید رکھے۔

(۱۰)**فقیہ** :......دانا۔ دانشمند۔ پانے والا۔ علم شریعت کا دانشمند۔ علم فقہ جاننے والا [فقہ = پانا۔ جاننا کسی چیز کو اور سمجھنا۔ کسی چیز کو دریافت کرنے کا علم اور اکثر فقہ کو دینی علوم کے لئے استعمال کرتے ہیں بسبب ان کے برتر اور بزرگ و باعظمت ہونے کے۔ اصطلاح میں تفصیلی دلائل کے ساتھ عملی شرعیہ احکام کا علم ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اس چیز کے پوشیدہ معنی پر واقف اور رسا ہونے کا علم ہے، جس سے کہ فیصلہ دینا یا حکم کرنا تعلق رکھتا ہو اور وہ رائے اور

اجتہاد سے نتیجہ اخذ کرنے کا علم ہے۔اس علم کی بنیاد کتاب وسنت سے احکام کا نتیجہ نکالنے پر ہے اور اسی نتیجہ نکالے جانے کی وجہ سے اجتہاد سے بھی متصف ہے۔اسی علم کو جو جانتا ہو وہ فقیہہ ہے]۔

(۱۱) **کعبہ** :......اللہ تعالیٰ کے گھر کا نام۔ خانہ کعبہ۔ بیت اللہ شریف۔ اصل میں کعبہ کے معنی ہیں بلند۔ چونکہ کعبہ کی بنیاد زمین سے بلند ہے اسلئے کعبہ نام پڑ گیا یا مراتب کے لحاظ سے بلند ہے۔قبلہ۔ بیت الحرام۔ بیت عتیق یا بیت العتیق۔ خانۂ کعبہ کی عمارت ظاہری صورت میں ایک انگوٹھی کے مشابہ ہے اور اس کی طرح تقریباً غیر منظم مکعب ہے اسکے باوجود وہ گھر جو مسجد الحرام کے وسط میں واقع ہے اور جسکے اردگرد طواف کرتے ہیں کعب (مکعب) کی شکل کا ہے گویا یہ بھی کعبہ نام پڑنے کی ایک وجہ ہے۔

اس بیت مقدس کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی اور اسے خدا کا گھر مقرر کیا۔اس کے بعد ظہور اسلام سے پہلے یہ عرب کے مختلف قبیلوں کا بت خانہ بن گیا اور اس میں بڑے بڑے بت مثلاً لات اور عزیٰ اور ھبل اور رکھ دیئے گئے اور بت پرست مشرکوں کی زیارت گاہ بن گیا۔ظہور اسلام کے بعد رسول اکرم پیغمبر اسلام جناب حضرت محمد عربی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسے مسلمانوں کا قبلہ اور زیارت گاہ قرار دیا اور تمام صاحب استعداد مسلمانوں پر اس کی زیارت اور حج کے مراسم ادا کرنے کو واجب بنایا۔رسول اکرمؐ اور ان کے لائے ہوئے قرآن مجید کے احکام کے بموجب تمام دنیا کے صاحب استطاعت مسلمان ہر سال خانۂ کعبہ میں جمع ہو کر حج کے مراسم انجام دیتے ہیں۔

مکعب شکل کا یہ خانۂ خدا چالیس فٹ بلند اٹھارہ فٹ لمبا اور چودہ فٹ چوڑا ہے اور سوائے ایک دروازے کے جو تقریباً زمین سے سات فٹ بلند ہے اس کا اور کوئی دروازہ نہیں اور اس کے اندر جانے کے لئے [جو فقط اس کے روز غسل پر سعودی عرب کے بادشاہ اور شاید خارجی ملکوں کے خاص الخاص مہمانوں کے لئے جو بیشتر ان ممالک کے وزیر یا خود وزرای اعظم یا گاہے صدر مملکت بھی ہوتے ہیں کے لئے ایک مخصوص شرف وسعادت ابدی ہے] متحرک سیڑھی کا استعمال ہوتا ہے۔کعبہ کا اندرونی فرش ان پتھروں کا ہے جو سنگ مرمر کہلاتے ہیں یا ان پتھروں سے مشابہ پتھروں کا ہے اور بہت سی سونے سے مشابہ دھات کی قندیلیں اس کے اطراف میں آویزاں ہیں اور ہر طرف قیمتی کتبوں سے مزین ہے۔ خانۂ کعبہ کے بیرونی حصے میں باہری دیوار کے ایک حصے پر مشہور پتھر حجر

الاسود لگا ہوا ہے اور یہ پتھر فرشتوں نے جنت سے لایا ہے۔ خانۂ کعبہ کو ہر سال ایک سیاہ روپوش سے ڈھکا جاتا ہے صرف حجر الاسود کی جگہ کو نمایاں رکھا جاتا ہے تاکہ حکم رسول ﷺ کے مطابق حج کے مراسم ادا کرتے وقت حاجی حضرات اسے چوم سکیں اس پردۂ مبارک کے اوپر کے حصے میں چاروں طرف ایک نوار ہوتا ہے جس پر قرآن پاک کی آیتیں منقش ہوتی ہیں اور یہ زردوزی کی ہوئی ہوتی ہیں۔ کعبہ کے اردگرد جو مسجد الحرام ہے موجودہ حکومت نے اسے اب بہت وسیع بنایا ہے اور ہر سال اسے وسیع تر بنایا جاتا ہے تاکہ مراسم حج کے وقت اللہ تعالیٰ کے مہمان حاجی صاحبان کو کسی قسم کی دقت نہ ہونے پائے۔

(۱۲) **مزار بقیع** :......مزار بقیع مدینۂ منورہ کے مقدس قبرستان کا نام ہے۔ اس مقبرۂ مطہر میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ اور نبی اکرمؐ کی صاحبزادیاںؓ حضرت امیر المومنین عثمانؓ ذوالنورین دامادِ رسولؐ اور اکثر صحابۂ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مدفون ہیں۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب، امام محمد باقرؒ، امام زین العابدینؒ اور امام جعفر صادق علیہما السلام بھی اسی قبرستان مقدس میں مدفون ہیں۔
مزار بقیع کو بقیع الغرقد بھی کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہاں ایک جھاڑی تھی غرقد کے نام سے یا درخت تھا اسی نام کا جو بعد میں سوکھ گیا لیکن نام باقی رہ گیا۔
حضرت رسول اکرمؐ شب قدر میں اس مزار پاک پر تشریف لے جاکر اہل قبور کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

(۱۳) **معراج** :......وہ جس کے ذریعے سے اوپر چڑھا جا سکے۔ سیڑھی۔ حضرت سید المرسلین امام المتقین خاتم النبیین جناب رسول معظم و محتشم پیغمبر اعظم و اکرم ﷺ کا آسمانوں پر جاکر اللہ تعالیٰ کا دو کمانوں کے (یعنی دو ابروؤں) فاصلے پر قرب و ہم کلامی کا شرف حاصل کرنے کو معراج کہتے ہیں اور یہ رسول اکرمؐ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ آپ نے بہ روح و بہ جسد اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور لوٹ بھی آئے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات

فہرست صوفیانہ اصطلاحات

(۱) اتحاد :......وجودِ حق کا شہود واحد مطلق ہے جس سے تمام چیزیں موجود ہیں بحق۔ اسلئے تمام چیزیں اس سے ملی ہوئی ہیں اس وجہ سے کہ تمام چیزیں اس سے موجود اور خود سے معدوم ہیں نہ اس لحاظ سے کہ ان چیزوں کا اپنا کوئی وجود ہے جس کی وجہ سے وہ حق سے ملی ہوئی ہیں کیونکہ ایسا فرض کرنا محال ہے۔

(۲) اثبات :......اوصاف قلوب یا اسرار الٰہی کو ثابت کرنے کا نام اثبات ہے۔ **لا اله الا الله** میں **لا اله** نفی ہے اور الا اللہ اثبات۔ گویا الا اللہ کی دریافت ہی اثبات ہے۔ جو صوفی اس میں کامیاب ہوا اس نے **الا الله** یا اسرار الٰہی یا سرِّ معرفت کو پالیا۔

(۳) احدیّت :......یگانگی۔ الوہیت کا مقام۔ فلسفیانہ اصطلاح میں ذات خداوندی کا غیر قابل تقسیم ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت یکتائی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک صفت۔ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت۔ ایک اور واحد ہونے کی صفت واحد وجود یعنی بس اللہ تعالیٰ ہی وجود واحد ہے اور وہی باقی تمام موجودات کا سرچشمہ ہے۔

ارشاد :......راہ دکھانا۔ صحیح اور درست راستہ دکھانا' مرشد کا سالک کو سلوک کی راہ پانے کی ہدایت۔ مرشد کا سالک کو راہ حق دکھانا۔ حق اور درستی کی طرف راہ نمائی کرنا۔ ہدایت۔ راہ نمائی۔ راہ پر لانا۔ حق کی راہ پر لانا۔
سالک یا مرید یا طالب حق کو منزل مقصود تک رسائی پانے کیلئے ایک مرد کامل کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ اپنے تحصیل کردہ روحانی کمالات سے اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور اس راہ نمائی میں مرید کو مختلف منزلوں میں سے گذارتا ہے اس مرد کامل کو مرشد' سالک کو مرید اور مرشد کی ہدایت و راہنمائی کو ارشاد کہتے ہیں۔

الحاد :...... دین سے پھر جانا۔ اسلام سے برگشتہ اور منحرف ہو جانا۔ حق سے انحراف کرنا۔ دین سے پھر کر دین پر طعنہ زنی اور اسکی بدگوئی کرنا۔ بت پرستی۔ دین میں بدعت لانا۔ خانۂ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کا لحاظ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ خانۂ کعبہ میں کسی پر ظلم و ستم کرنا۔ خانہ کعبہ میں کسی کو قتل کرنے کا مرتکب ہونا۔ خانۂ کعبہ میں گران فروشی کی نیت سے غلہ کا ذخیرہ کر کے رکھ دینا۔

تصوف کی اصطلاح میں خدائے واحد کے سوا کسی اور چیز کی طرف میل و رغبت رکھنے کو الحاد کہتے ہیں کیونکہ جب دل میں اللہ بس جائے تو اسی کی ذکر و فکر میں استغراق و محویت کے پیش نظر کسی اور کا خیال کرنا ہی الحاد ہے۔

بقاء :...... دنیا میں زندہ اور باقی رہنا۔ زندگانی۔ تصوف کی اصطلاح میں نیک صفات سے متصف ہو کر اخلاص اور عبدیت کے مقام پر فائز ہونے کا نام بقاء ہے۔ بقاء (بقاء اللہ) ایک عرفانی اصطلاح ہے اور سیر الی اللہ کے بلند مدارج میں سے ہے اور سیر الی اللہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وجود خود کو ماسوی اللہ سے منقطع کرے اور سیر الی اللہ اسی وقت درست مانا جاتا ہے جب بندہ کو فنائی مطلق کے بعد حوادث کی آلودگیوں سے پاک وجود اور ایک مطہر ذات میسر ہو جائے۔ بقاء باللہ میں بہت سے مراتب ہیں جن میں سے بعض اکثر صفات الٰہی اور بعض کمتر صفات الٰہی کے پانے کے ہیں اور بالآخر بقاء باللہ' فناء فی اللہ سے عبارت ہے۔

[متکلمین کا ایک فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ موجودات امکانی کو فقط حادث ہو جانے میں علت کی ضرورت ہے اور بقاء میں ان کو علت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان متکلمین کو بقاء اکوان کے پیرو کہتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ موجودات حادث ہونے کے بعد باقی رہنے کی کسی علت کے بغیر ہی باقی ہیں اور باقی رہنے کی علت کا انہیں کوئی احتیاج نہیں]۔

تجرید :...... برہنہ کرنا۔ کسی کو ننگا کرنا۔ کسی چیز کو اضافی چیزوں سے جو اس میں ہوں برہنہ کرنا یعنی خالی کر دینا۔ درخت کو پیراستہ کرنا اور اسکی اصلاح کرنا۔ درخت کی ٹہنیاں کاٹنا۔ کسی چیز کی کھال اتارنا۔ کھال سے بال

نکالنا۔ قوم سے کوئی چیز مانگنا اور ان کا نہ دینا یا ناخوشی سے دینا۔ کپاس کے دانوں سے کپاس کو جدا کرنا۔ تلوار کھینچنا۔ میان سے تلوار کھینچنا۔ کتاب کے نقطوں اور اعراب کو ضبط نہ کرنا۔ تنہائی میں اور عمرہ کے بغیر حج کرنا۔ نباتات وغیرہ سے زمین کو برہنہ کر دینا۔ پرانے کپڑے پہننا۔

اہل تصوف کی اصطلاح میں خودی اور علایق و خلایق سے کنارہ کشی اور ظاہری تعلقات سے منقطع ہو جانا اور باطنی تعلقات سے گوشہ گیری۔ گویا تجرید کے معنی ہیں دینوی اغراض سے ظاہری طور ترک تعلق اور باطنی طور اخروی اور دینوی اغراض دونوں کی نفی اور حقیقی مجرد وہ ہے جو دنیا سے تجرد کرنے میں کسی عوض کا طالب نہ ہو بلکہ فقط تقرب الٰہی کی نیت اس کے تجرد کا باعث ہو۔ جو شخص بظاہر غرض دنیا کو چھوڑ دے اور باطن میں دیر یا زود اس کے عوض کی لالچ کرے وہ حقیقی معنوں میں مجرد نہیں ہوا۔ بندہ کا مادی قیود اور تاریک حجابوں اور ماسوی اللہ سے عاری ہو کر فقط ذات احدیت جل جلالہٗ کی طرف محو اور متوجہ ہونے کو تجرید کہتے ہیں۔

تجلّی :...... ظاہر اور منکشف ہونا۔ کام کا منکشف ہونا اور نمایاں ہو جانا۔ نمودار ہونا۔ روشن ہو جانا۔ آشکارا اور روشن ہونا۔ جلوہ نمائی کرنا۔ نمائش۔ جلوہ۔ روشنی۔ چمک۔ رونق۔ تابش۔ مقبل حضرات کے دل پر قبولیت الٰہی کے موجب انوار خداوندی کا اثر انداز ہو جانا تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان میں ملاقات کی اہلیت پیدا ہو۔

کہا گیا ہے کہ تجلی کے معنی ہیں ذاتِ الٰہی کا اور اس کی صفات کا ظہور۔ کبھی روح کی صفات کی، روح کی ذات کے ساتھ تجلی ہوتی ہے۔ اس مقام پر مرشد کو ہلاکت سے رہائی پانی چاہئے۔ روحانی تجلی اور ربانی تجلی میں یہ فرق ہے کہ روحانی تجلی سے دل کا آرام میسر آتا ہے لیکن شک وشبہ کی آلایشوں سے خلاصی نہیں ہوتی اور ذوق معرفت کامل نہیں ہو پاتا۔ حق تعالیٰ سبحانہ کی تجلی اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ روحانی تجلی سے غرور و پندار آتا ہے اور اس میں طلب و نیاز میں کمی آجاتی ہے۔ ربانی تجلی میں اس کیخلاف ہوتا ہے۔ ہستی نیستی میں بدل جاتی ہے اور طلب و نیاز بڑھ جاتے ہیں۔ تجلی ربانی دو قسموں کی ہے: تجلی ذات اور تجلی صفات اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ تجلی سے مراد ہے حقیقت حق کے آفتاب کا ظاہر ہونا۔ اور تجلی کی تین اقسام ہیں: تجلی ذات، تجلی صفات اور تجلی افعال۔ سالک پر سلوک کے مقامات میں پہلی تجلی، تجلی افعال ہوتی ہے اور اس کے بعد تجلی

صفات اور پھر اس کے بعد تجلی ذات۔ کیونکہ افعال صفات کی نشانیاں ہیں اور صفات ذات کے تحت آتی ہیں اس لئے افعال لوگوں سے صفات سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور صفات ذات سے زیادہ نزدیک۔ تجلی افعال کے شہود کو محاضرہ کہتے ہیں اور تجلی صفات کا شہود کو مکاشفہ اور تجلی ذات کے شہود کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مشاہدہ و مکاشفہ اور تجلی کے درمیان بہت باریک فرق ہے اور ہر سالک فرق نہیں کر سکتا۔

تجلی ذاتی :.......وہ تجلی ہے جس کا مبدأ ذات ہو صفتوں میں سے کسی صفت کے بغیر۔ لیکن یہ تجلی اسماء و صفات کے واسطہ و وسیلہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات کی حیثیت سے موجودات پر تجلی نہیں فرماتا اور اس کی تجلی اسم کے حجابوں کے ماوراء ہوتی ہے۔

تجلی شہودی:.......یہ تجلی اس وجود کے ظہور سے عبارت ہے جو النُور کے نام سے موسوم ہے اور وہ ہے اکوان میں حق کا ظہور اس کے اسماء کی صورتوں کے ہمراہ ایسے جیسی کہ خود اس کی صورتیں ہیں۔ اس طرح کے ظہور کو نفَسَ الرحمٰن کہتے ہیں کیونکہ تمام موجودات اسی کے وجود کے فیض سے ہستی کا لباس پہنتے ہیں۔

تجلی صفاتی :.......یہ تجلی ذاتی تجلی کے مقابل میں ہے۔ دیکھئے تجلی کا لفظ۔

تجلی صُوری اور تجلی ذوقی :.......ملاحظہ ہو تجلی اور تجلی شہودی۔

تصوّف :.......آدمی کا صوفی مذہب میں آ جانا۔ آدمی کا صوفی ہو جانا۔ صوفیوں کی عادتیں اختیار کرنا اور ان ہی کے رنگ میں رنگ جانا۔ پشمینہ پہننا یعنی پشمی (اُونی) لباس پہننا [صوف کے معنی ہیں پشم (اون)۔ یہ پشمینہ کی ایک قسم بھی ہے]۔ اصطلاح میں نفسانی خوہشات سے پاک ہو جانا اور اشیاءِ عالم کو مظہر حق جاننا۔
تصوف ایک معنوی طریق ہے جس کے پیروؤں کا عقیدہ ہے کہ باطن کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ کے وسیلے سے

انوارِ حقایق آدمی کے دل پر روشن ہو جاتے ہیں۔ اسلامی تصوف دوسری صدی ہجری کے اواخر میں ظہور پذیر ہوا اور رفتہ رفتہ کمال تک پہنچ گیا۔ اس نے دو طرح سے ظہور کیا ایک منفی طریقہ اور دوسرا مثبت۔ منفی طریق میں دنیا سے پرہیز' علایق سے پرہیز' اور قناعت و پشمینہ پوشی کو اختیار کرنا اور مثبت طریق میں سلوک و جستجو ی مراحل اخلاص اور ان کو طے کرنا نیز خدمت خلق' ایثار' تربیت نفس' محبت' کسب معرفت اور عشق الٰہی کے مقام تک رسائی شامل ہے۔

تصوف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حقیقتوں پر قابو پانے' دقایق پر گفتگو کرنے اور لوگوں کے پاس جو کچھ بھی ہے اس سے ناامید ہونے کو تصوف کہتے ہیں۔ جنہوں نے تمام کائنات میں فقط اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے پسند کیا وہ ہی صوفی ہیں۔ صوفی وہ ہے جس کا دل کدورتوں سے خالی اور عشق الٰہی کے خیالات سے پر ہو اور جوان خیالات میں محو ہو کر بشر سے قطع تعلق کر چکا ہو اور اس کی نظر میں مٹی اور سونا یکساں ہو۔ مخلوق سے دور بھاگنے' کم کھانے اور اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہونے کو تصوف کہتے ہیں۔ تصوف دنیا سے دشمنی اور اللہ کی دوستی کا نام ہے۔ صوفی لوگ نہ کسی چیز کے آقا ہوتے ہیں نہ ہی کسی کے غلام اور وہ غیر اللہ سے فرار کرتے ہیں۔ ان کے فکر و خیال میں کوئی چیز نہیں آتی اور نہ ہی وہ کسی چیز کی فکر میں ہوتے ہیں۔ وہ بغیر علائق کے اللہ سے قربت حاصل کرتے ہیں۔ ان کی روح بشریت کی آلودگی سے آزاد' آفت نفس سے صاف' اور ہوا و ہوس سے پاک ہوتی ہے اور یہ لوگ اعلیٰ درجہ اور اول صف میں اللہ تعالیٰ سے قربت رکھتے ہیں۔

تعیّن ......وجود۔ ہستی۔ کسی کیلئے مخصوص حصہ اور کوئی چیز جو کسی کیلئے مخصوص ہو یا مخصوص کر دی جائے۔ کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنا اور یقین کر لینا۔ یقین کیساتھ کسی چیز کو دیکھ لینا یا کسی آدمی کو دیکھ لینا۔

جب حقیقت مطلق تعینات کی صورت میں جلوہ نمائی کرتی ہے اور کثیر تعداد میں مظاہر پیدا ہوتے ہیں تو آفتاب احدیت کی روشنی سالک کے دل پر منعکس ہونے لگتی ہے۔ تعینات کی صورتیں شہودی نظر سے مٹ جاتی ہیں اور سب واحد ہی واحد نظر آتا ہے۔

تفرید :......فقیہہ اور دانا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی حفاظت اور رعایت کی غرض سے لوگوں سے کنارہ

کشی کرنا۔ تنہا ہو جانا۔ گوشہ گیری۔ خلوت اختیار کرنا امر و نہی کی رعایت کرنے کی نیت سے۔ اکیلا ہو جانا۔ حق تعالیٰ کی منت اور اس کے نعمت و انعام کا مشاہدہ کرنے کے نتیجے میں اپنی ذاتی مساعی کو نفی جاننا۔ تفرید فرد سے ہے اور فرد وہ ہے جو تنہا ہو اور تفرید کے معنی ہیں کہ آدمی اپنی صورتوں سے فرد یعنی اپنے مانند اور اپنوں سے فرد (تنہا) ہو جائے اور کسی انسان کے ساتھ نہ ہو جیسے کہ مجنون جس نے لیلیٰ کی محبت میں حیوانوں سے صحبت رکھی اور لوگوں سے نفرت کی۔ گویا خود کو کسی شخص کیساتھ منسلک نہ کرے اور اپنے نفس کو منفرد رکھے اور حالات و احوال میں بھی منفرد رہے یعنی اس میں انبیاء اور صدیقین کے احوال و حالات پیدا ہوں اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر اپنے دل کو فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے اور حق سے لو لگائے اور حق کا ہی ہو جائے۔ تفرید، تجرید کے بعد آتا ہے کیونکہ تجرید اغیار سے منقطع ہو جانا ہے اور تفرید ایثار سے علیحدہ ہو کر حق کے ساتھ محویت ہے۔ بندہ تفرید کے مقام میں اپنے احوال میں یوں ہوتا ہے کہ اپنے حال کی اسے کوئی خبر نہیں ہوتی اور وہ افعال میں بھی یگانہ ہوتا ہے اور لوگوں کی بھی کوئی مراعات و توجہ نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی غرض اس کے ملحوظ نظر رہتا ہے۔

تکمیل :......مکمل کرنا۔ پورا کرنا۔ علم فتوت کی اصطلاح میں فنون تصوف میں اسلحہ دینے یا سراویل (شلوار) دینے سے مراد ہے اور وہ استاد کے سامنے ہوتا ہے جب کہ طالب (کبیر) میں شائستگی پیدا ہو جائے۔ خالص تصوف کی اصطلاح میں جب مرشد مرید کو تمام مراتب اولیہ سے گذار کر اس میں مکمل شائستگی پاتا ہے تب اسے سلوک کی راہ میں پیش آنے والے مراتب عالیہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

جذبہ :......کشش۔ چھین لینے کی کیفیت۔ کسی شخص کا دوسرے پر روحی تسلط و نفوذ۔ فاصلہ۔ دور کا فاصلہ۔ دھاگے کا تکلے پر ایک پیچ دینا۔ تصوف و عرفان کی اصطلاح میں کشش قلبی۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کو اپنی طرف کھینچنا۔ ایک وہ کشش جو بعض ارباب سلوک پر طاری ہو جاتی ہے عالم غیب سے، بغیر کسی ریاضت کے اور بنا کسی سیر و سلوک کے اور اچانک اس پر کشف حقائق اور ترک علائق اور فتوحات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یعنی جذبہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو محض عنایت ازلی سے اپنے نزدیک لانا اور اس کے لئے وہ مہیا کرنا جو منزلوں کو طے

کرنے میں سالک کیلئے ضروری ہوتے ہیں بغیر اس کے کہ بندہ کی طرف سے کوئی محنت یا کوئی کوشش کی جائے۔طریقۂ جذبہ انبیاء اور اولیا کی راہ ہے۔

حال :......کسی چیز کی کیفیت۔ہیئت۔وضع۔خوشی۔جذبہ۔روش۔طریقہ۔تصوف کی اصطلاح میں ایک باطنی کیفیت جو حق تعالیٰ کی طرف سے دل کے ساتھ جڑ جائے۔وہ حالت و کیفیت جو محض بخشش خداوندی سے سالک کے پاک دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتر آئے سالک کے کسی ارادے کے بغیر' اور پھر نفس کی صفات کے ظاہر ہوتے ہی مٹ جائے۔یعنی حال کسب و مجاہدہ سے بدست نہیں آتا یہ موہبت الٰہی ہے۔ایک ایسی چیز ہے جو غیب سے اس کے قلب میں داخل ہو جاتی ہے اور بجلی کی مانند گذرتی ہوئی اس کے دل کو روشنی عطا کرتی ہے اور جلد یا دیر بجھ جاتی ہے۔لیکن ایک ہی حال کے تکرار سے یعنی بار بار طاری ہو جانے سے اکثر اوقات سالک ایک مقام سے دوسرے بالاتر مقام تک چلا جاتا ہے اور اسے کمال کے راستے پر ترقی دیتا ہے۔مراقبہ' محبت' خوف' رجا' شوق' انس' طمانیت اور یقین ان احوال میں سے ہو سکتے ہیں۔

حق الیقین :......یقین کے تین مرتبوں یعنی علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین میں سے ایک مرتبہ۔ یعنی خالص اور واضح یقین۔حضور۔حق الیقین کے معنی ہیں عبد (بندہ) کا حق میں علم اور شہود اور حال سے فناء ہو جانا نہ فقط علم سے ہی۔اس لئے اگر کوئی شخص موت کا معترف ہو اور جاننے والا یعنی اس کا عالم تو اسے علم الیقین کہتے ہیں اور اس کا معائینہ کرے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں۔اور اگر اسے چکھے تو یہ حق الیقین ہوگا۔کہا گیا ہے کہ علم الیقین شریعت کا ظاہر ہے اور عین الیقین شریعت میں اخلاص کا نام ہے اور حق الیقین شریعت کا مشاہدہ کرنا ہے۔گویا حق الیقین معرفت خداوندی کی انتہا ہے اور علم الیقین اور عین الیقین کے مرتبوں سے بالاتر جو کشف روحانی اور مشاہدہ و معائینہ قلبی سے حاصل ہوتا ہے۔علم الیقین مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے' عین الیقین محبت الٰہی سے اور حق الیقین مشاہدۂ حق سے۔گویا اول درجہ عام ہے' دوم خاص ہے اور سوم خاص الخاص ہے۔علم الیقین عالموں کا درجہ ہے' عین الیقین عارفوں کا اور حق الیقین محبان حق کی فنا کا درجہ ہے۔

حقیقت :......صوفیوں کے نزدیک تعینات کے حجاب کے بغیر ذات حق کا ظہور ہے۔صوفی مشائخ کی اصطلاح میں حق سے مراد ہے ذات اور حقیقت سے مراد ہے صفات۔اس لئے حق اسم ذات ہے اور حقیقت اسم صفات اور ذات وصفات سے مراد ہے ذات مقدس اللہ اور اس کے صفات' کیونکہ مرید جب دنیا کو ترک کرتا ہے اور نفس و ہوا کی حدود سے گذر جاتا ہے اور احسان کی دنیا میں آجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ حقیقت کی دنیا میں داخل ہو گیا اور حقایق کے مقام کے ساتھ واصل ہو گیا اگرچہ صفات و اسماء کی دنیا سے دور ہی رہا ہوگا' اور جب وہ نور ذات سے واصل ہو جائے تو کہتے ہیں حق کے ساتھ واصل ہوا اور مرشد و مقتدی ہو گیا۔اور کبھی صوفیہ حضرات حقیقت کو ماسوائی عالم ملکوت سے مراد لیتے ہیں جس کے معنی عالم جبروت کے ہیں۔صوفیہ کی نظر میں ملکوت' عرش سے تحت الثریٰ تک اور ان کے درمیان اجسام و اعراض و معانی' اور جبروت' ماسوائی ملکوت مراد ہے۔وہ کہتے ہیں کہ حقیقت سے مراد توحید ہے اور یہ بھی کہتے ہیں حقیقت کے معنی ہیں مشاہدۂ ربوبیت۔

حلول :......کسی جگہ میں اترنا۔آجانا کسی جگہ پر۔کسی شخص کی روح کا دوسرے شخص میں داخل ہو جانا۔صوفیوں کا ایک فرقہ حلولی یا حلولیہ کہلاتا ہے جن کا خیال ہے کہ ذات باری تعالیٰ آدمی کے جسم میں حلول کرسکتا ہے (نعوذ با للہ!) ان کا عقیدہ ہے کہ روح حق تعالیٰ آدم میں' پیغمبروں میں اور اماموں میں اور حضرت علیؓ میں اور ان کی اولاد میں داخل ہو کر ختم ہو جاتا ہے (نعوذ با للہ)۔یہ عقیدہ غالی شیعوں کا ہے اور وہ علی اللٰہی کہلاتے ہیں کیونکہ خدا ان کے عقیدے کے بموجب علیؓ ہی ہیں۔قدیم ترین شخص جس نے حلولی افکار کو رائج کیا عبداللہ ابن سبا تھا۔بعد میں کئی حلولی فرقے وجود میں آگئے جن میں سے بیانیہ' مغیریہ' حربیہ' رزامیہ' زاوندیہ' مقنعیہ اور حلمانیہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔تمام بزرگان اسلام نے حلول کو رد کیا ہے اور انہیں مردود کا فر ٹھہرایا ہے۔

خلوت :......تنہائی اختیار کرنا' اکیلا بیٹھ جانا۔تنہائی۔گوشہ نشینی۔تصوف کی اصطلاح میں نفس سے مخالفتوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں ریاضتوں کے وسیلے سے نفس کو کھلانے اور سلانے میں کمی کرنا ہے اور روزہ داری' کم گوئی

اختیار کرنا اور لوگوں سے میل جول کو ترک کرنا اور ذکر الٰہی میں محو ہو جانا اور نفسانی رغبتوں کو ترک کرنا اور اسرار حق کی تحصیل میں گم ہونا شامل ہیں۔ بعض صوفیوں کی نظر میں عزلت اور گوشہ نشینی ہے اور بعض کی نظر میں عزلت نہیں ہے۔ اس لئے خلوت غیروں سے' اور گوشہ گیری نفس سے اور جو اپنی طرف کھینچے اور خدا کے بغیر کسی اور چیز سے مشغول رکھے اس سے دور رہنے کو خلوت کہتے ہیں۔ اس لئے خلوت' کثیر الوجود اور عزلت قلیل الوجود ہے اور اس کے پیش نظر عزلت کا مقام خلوت سے بڑا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عزلت غیروں سے ہوتی ہے اس لئے خلوت' عزلت سے بالاتر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلوت ذکر کے ساتھ انس اور فکر کے ساتھ مشغولیت کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلوت تمام اذکار سے تنہائی کا نام ہے سوائے ذکر اللہ کے۔

ذکرِ جلی :...... ذکر کے معنی ہیں یاد آوری' یاد کرنا' زبان پر لانا' بیان کرنا۔ حلقۂ ذکر صوفیوں کے اس دائرے یا مجمع کو کہتے ہیں جہاں وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کسی ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ سالکان طریقت کے نزدیک ذکر کے معنی ہیں آدمی کا میدان غفلت سے باہر آ کر مشاہدہ کی فضا میں داخل ہو جانا خوف طاری ہونے کی وجہ سے یا محبت کی افزونی کی وجہ سے۔ نیز کہا گیا ہے کہ ذکر عارفوں کی بساط محبوّں کا نصاب اور عاشقوں کی شراب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذکر کے معنی ہیں قبولیت کے بساط پر لوگوں سے جدائی اختیار کرنے کے بعد بیٹھ جانا اور ذکر تمام اعمال میں افضل عمل ہے۔ ذکر جلی اس ذکر کو کہتے ہیں جسے صوفی حضرات اونچی آواز میں ادا کرتے ہیں اور ذکر خفی وہ ذکر ہے جسے صوفی حضرات دل میں خاموشی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ایک اور ذکر ہے ذکر قلب جس میں صوفی حضرات اللہ تعالیٰ کو دل سے یا دل میں یاد رکھتے ہیں اور فراموش نہیں کر پاتے اور اسے کوشش سے یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

زندقه :...... بے دینی۔ زندیق ہونا۔ ظاہر میں ایمان کی نمائش کرنا لیکن باطن میں کافر ہونا۔ (ملحد ہونا) دہری ہونا۔ زندیق مجوسیوں یعنی آتش پرست زردشتیوں کا فرقہ ہے جو خدا کو دو مانتے ہیں یعنی نور اور تاریکی کے قائل ہیں۔ نور کو خیر کا خدا اور تاریکی وظلمت کو شر کا خدا مانتے ہیں دراصل یہ زند سے ہے اور زند زردشتیوں کی مذہبی کتاب ہے جسے

زردشت نے لکھا اور وہ یزدان واہرمن کا قائل تھا۔ گویا زند کتاب کا اعتقاد رکھنے والا جو یزدان واہرمن کا قائل ہو۔ جو آخرت اور ربوبیت رب پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ زندیق ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ زندیق ہے۔ مجازی معنی میں دین سے برگشتہ۔ دین مانی کے پیرو کو بھی زندیق کہتے ہیں۔ دین مانی زردشتی' عیسوی' بدھ مت اور یونانی مذاہب کی کھچڑی ہے۔ مانی جو ایران کا تھا دنیا کو دو عناصر یعنی روشنی اور تاریکی کا مرکب مانتا ہے۔ عبداللہ ابن سبا کے مصاحبوں کی ایک جماعت سبائیہ نام کی جو حضرت علیؓ کی ربوبیت کے متعقد تھے (نعوذ باللہ) اور کہا گیا ہے کہ اتمام حجت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو زندہ جلا دینے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

سفر :......کسی فاصلہ کو طے کرنا۔ مرجانا اور دنیا سے چلا جانا۔ عارفوں کی اصطلاح میں سفر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ۔ اور سفر چار ہیں: (۱) سیر الی اللہ (۲) سیر فی اللہ (۳) ترقی بعینِ حق جمع وحضرت احدیت جو قاب قوسین کا مقام ہے (۴) سیر باللہ عن اللہ۔ بعض حضرات نے چار سفروں کو یوں بیان کیا ہے: (۱) پہلا سفر کثرت کے حجابوں کو وحدت سے دور کر دینا اور وہ ہے سیر الی اللہ (۲) کثرت کے وجود سے وحدت کے حجاب کو دور کر دینا اور وہ ہے سیر فی اللہ (۳) تقید کا درمیان میں سے ہٹ جانا جو عین الجمع کی طرف ترقی ہے (۴) حق سے خلق کی طرف لوٹ آنا اور جمع وفرق کی احدیت ہے۔

تصوف کی اصطلاح میں سفر کے معنی ہیں سالک کا بشری طبیعت سے سفر کرنا یعنی بشری صفتوں سے ملکی صفتوں کی طرف اور قابل نفرت اور زشت صفتوں سے قابل ستایش اور نیک صفتوں کی طرف منتقل ہو جانا۔

سلوک :......راہ چلنا۔ آئین۔ قانون۔ طریقہ۔ عادت۔ روش۔ تصوف کی اصطلاح میں خاص منزلوں کو طے کرنا جنہیں سالک کو طے کرنا ہوتا ہے تا کہ وہ وصل و فنا کے مقام تک پہنچے۔ ان منزلوں میں توبہ' ورع' زہد' فقر' صبر' توکل اور رضا نیز مجاہدت' خلوت' عزلت' صمت (خاموشی) ورجا شامل ہیں۔ ترک شہوت' بھوک' حزن اور تواضع کی منزلوں سے بھی سالک کا گذر لازمی ہے۔ گویا یہ سب منازل فقط حق تعالیٰ کے تقرب کو حاصل کرنے کے ہیں۔

سَیر:...... چلنا۔ گردش۔ سفر۔ سیاحت۔ صوفیوں کے نزدیک دو معانی رکھتا ہے ایک سیر الی اللہ اور دوسرا سیر فی اللہ۔ سیر الی اللہ کے معنی ہے کہ سالک اتنی سیر کرے کہ خدا کو پہچانے اور جب خود کو پہچان پائے تو سیر ختم ہو جاتی ہے اور سیر فی اللہ کی ابتدا حاصل ہو جاتی ہے گویا سیر الی اللہ کی کوئی انتہا ہے لیکن سیر فی اللہ کی کوئی انتہا نہیں۔ سیر کے درجوں میں سے پہلا درجہ دنیا سے باہر نکلنا ہے اور سیر کی راہ میں جس پہلے مقام سے عبور کرنا ہے وہ ہے مقام توبہ جسے باب الابواب کہتے ہیں۔ سیر کے اول درجے پر حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور دوسرے درجے پر حجاب جل جاتے ہیں۔ سیر یعنی طریقت میں سلوک کا نام ہے۔ سیر معنوی اور عالم باطن میں سیر کو سیر باطنی کہتے ہیں۔

شہُود:...... حاضر ہونا۔ حاضر آنا۔ دیکھنا۔ معائینہ کرنا۔ عیاں۔ آشکار۔ حضور۔ تصوف کی اصطلاح میں عبارت ہے حضور دل سے' اور دل میں جو حاضر ہے اس کا شاہد ہے اور وہ حاضر اس کا مشہود۔ اگر حاضر حق ہو تو وہ اس کا شاہد ہے۔ صوفی حضرات شہود کو شاہد کہتے ہیں کیونکہ ہر چیز جس کا دل حاضر ہو وہ بھی دل کی حاضری ہے۔ شاہد اگر صیغۂ واحد میں استعمال ہو تو اس سے ان کی مراد حق تعالیٰ ہے اور اگر شواہد کہیں گے صیغۂ جمع میں تو مراد ہے خلق۔ اہل شہود کی دو جماعتیں ہیں اصحاب مراتب اور ارباب مشاہد۔ سالکوں کی اصطلاح میں شہود رُویتِ حق ہے جو کثرت کے مراتب اور صوری موہومات سے گذر کر توحید عیانی کے مقام پر پہنچ کر تمام موجودات کی صورتوں میں حق کا مشاہدہ ہے اور غیریت دور ہو کر جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ حق ہی حق ہے۔ شہود حق' یعنی صوفیوں کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حضور' جسے شاہد کہتے ہیں۔ شہود خلق یعنی صوفیوں کی اصطلاح میں مشہود کے ساتھ حضور شواہد کے ساتھ۔ مفصل میں مجمل کا شہود یعنی صوفیوں کی اصطلاح میں کثرت میں احدیت کی رویت (رویت = دیدار)۔ مجمل میں مفصل کا شہود یعنی صوفیوں کی اصطلاح میں ذات احدیت میں کثرت کی رویت۔ عالم شہود' جو عالم غیب کے مقابلے میں ہے' یعنی قابل رویت عالم یا عالم شہادت' اور صوفیوں کی اصطلاح میں اس سے عالم موجودات مراد ہے۔ کشف و شہود سے مراد ہے مکاشفہ اور مشاہدہ اور اہل سلوک کی اصطلاح میں حجاب اٹھ جانا جو حجاب جسمانی روح میں ہوتے ہیں۔

صفات :......صفت کی جمع۔ صفات ازلی یا صفات باری یعنی اللہ کے صفات جو بسیط ہے۔ ممکنات کی صفات مرکب ہیں۔ جب کہا جاتا ہے باری تعالیٰ عالم ہے قادر ہے' مرید ہے تو علم وارادہ وقدرت کے نفس کو صفت کہیں گے لیکن ممکنات میں صفت ذات کے لئے ثبوت عرضی ہے مثلاً اگر باری تعالیٰ کا صفت عالم ہے تو مقصود ہے نفس علم جو اس کی ذات کے ساتھ متحد ہے اور اگر یہ انسان کی صفت ہے تو اس کے معنی وہ ذات ہے جس کے لئے علم ثابت ہو گیا ہے۔ صفات ثبوتی یا صفات ثبوتیہ وہ صفات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات متصف ہے جیسے علم اور قدرت (صفات سلبی کے مقابل میں)۔ ثبوتی صفات یہ ہیں: قدرت' علم' ارادہ' حیات' قدیم ہونا' ادراک' تکلم' صدق۔ صفات سلبی یا صفات سلبیہ وہ صفات ہیں جن سے ذات باری تعالیٰ منزہ و پاک ہے جیسے ترکیب و جسم (صفات ثبوتی کے مقابل میں) صفات سلبی یہ ہیں: عدم ترکیب' عدم جسمانیت وعرضیت ز عدم لذت والم' محل اور جہت میں نہ ہونا' حوادث کا محل نہ ہونا' مرئی نہ ہونا' شریک نہ ہونا' معانی واحوال کا نہ ہونا۔ صفات جلالی = وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی عزت وعظمت سے تعلق رکھتے ہوں۔ صفات جمالی = وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے لطف ورحمت سے وابستہ ہوں۔ گویا صفات ثبوتی صفات جمال ہیں اور صفات سلبی صفاتِ جلال ہیں۔ صفاتِ ذاتی وہ صفات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی توصیف ہوتی ہے اور ان کے ضد سے اس کی توصیف نہیں ہوتی جیسے قدر وعظمت وعزت۔

صُفّہ (اصحاب صفہؓ): ......یہ اسلام کے مہمانوں کی ایک جماعت تھی جو مسجد نبویؐ کے صفہ میں رہائش پذیر تھے۔ یہ صفہ مسجد نبویؐ کے آگے ایک سایہ پوش تھا۔ کشف المحجوب کے مصنف حضرت علی ہجویریؒ جو داتا گنج بخشؒ کے لقب سے مشہور ہیں' لکھتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت پیغمبرﷺ کے پاس صحابہؓ کی ایک جماعت تھی جو مسجد میں ان کے پاس ہوتے تھے' جو فقط عبادت الٰہی میں مصروف اور دنیا سے الگ تھے اور کسب معاش سے بھی گریز کر چکے تھے۔

اصحاب صفہؓ نے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ اصحاب رسولؐ خود ان کے سامنے باری باری کھانا لا کر کھلاتے تھے۔ اگر کبھی انہیں کھلانے میں غفلت ہوتی تو کوئی شکوہ نہ کرتے بلکہ راضی بہ رضائی الٰہی رہ کر

ھمہ وقت عبادت خدائے واحد میں مصروف رہتے۔ جب رسول خداﷺ ان کے آگے سے گذرتے تو ٹھہرتے اور فقر و مجاہدت میں ان کا ذوق وشوق دیکھ کر فرماتے ''بشارت ہو تم سب کو اے اصحاب صفہ! اور ان کو جو تمہاری ان صفتوں کے ساتھ تمہارے بعد آئیں گے اور اپنے فقر پر راضی رہیں گے وہ بھی جنت میں میرے رفیق ہیں''۔

اصحاب صفہؓ میں سے یہ مشہور حضرات تھے: حضرت بلالؓ بن رباحؓ، حضرت ابوعبداللہ سلمان الفارسیؓ، حضرت ابوعبیدہ عامر ابن عبداللہ بن جراحؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عتبہ بن مسعودؓ [برادر عبداللہ بن مسعودؓ] حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت خباب بن الارتؓ، حضرت صہیب بن سنانؓ، حضرت عتبہ بن غزوانؓ حضرت زید بن الخطابؓ (برادر حضرت عمرؓ بن الخطاب) حضرت ابو کبشہؓ (غلام حضرت رسولﷺ) حضرت ابوالمرثد کنار بن حصین الغنویؓ، حضرت سالمؓ (غلام حذیفہ الیمانی) حضرت عکاشہ بن المحصنؓ، حضرت مسعود بن ربیع القاریؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت ابو ذر جندب بن جنادہؓ، حضرت صفوان بن بیضاؓ، حضرت ابو دردا عویمر بن عامرؓ، حضرت عبداللہ بن بدر الجہنیؓ، حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت حنظلہ بن ابی عامر انصاریؓ، حضرت عبداللہ بن خالد غفاریؓ، حضرت براء بن مالکؓ، حضرت ابوثعلبہ انصاریؓ، حضرت حبیب بن زید بن عاصم انصاریؓ، حضرت خالد بن زید بن حارثہ انصاریؓ، حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ، حضرت ثابت بن ضحاک خزرجیؓ، حضرت عبداللہ بن مکتومؓ، حضرت عبیدؓ (رسول اللہؐ کا غلام) حضرت یسار راعیؓ (رسول اللہؐ کا غلام) حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت سفینہؓ (رسول اللہؐ کا غلام) حضرت شقرانؓ (رسول اللہؐ کا غلام) حضرت عمرو بن ثعلبہ انصاریؓ، حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ، حضرت خبیب بن اساف انصاریؓ، حضرت ابوریحانہ (غلام رسول اللہؐ) حضرت سعد بن مالک خزرجیؓ، حضرت سالم بن عمیرؓ، حضرت سائب بن خلادؓ، حضرت قرہ بن ایاسؓ، حضرت مسطح بن اثاثہؓ، حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب سلمیؓ، حضرت ابوموہیبہ مزنیؓ (غلام حضرت رسولؐ) حضرت اوس بن اوس ثقفیؓ، حضرت ہلالؓ (مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام) حضرت عبادہ بن قرص لیثیؓ، حضرت عویم بن ساعدہ بدریؓ، حضرت شداد بن اُسید سلمیؓ، حضرت سالم بن عبید اشجعیؓ، حضرت ابوبشر بشیر بن معبد اسلمیؓ، حضرت طلحہ بن عمرو نضریؓ، حضرت عبداللہ بن انیس الجہنیؓ، حضرت عیاض بن جمار مجاشعیؓ، حضرت حرملہ بن ایاس عنبریؓ، حضرت ابوسعید ثابت بن ودیعہ ادیؓ، حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمیؓ، حضرت حارثہ بن خمیر اشجعیؓ، حضرت عبداللہ بن اسود

سدوسیؓ' حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید اوسیؓ' حضرت واثلہ بن اسقع کنانیؓ' اور حضرت وابصہ بن معبد اسدیؓ۔

حضرت علی ھجویریؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ حضرات ابو ہریرہ اور ثوبانؓ اور معاذ بن الحارث اور سائب بن الخلاؓ اور ثابت بن الودیہ اور ابو عیسیٰ عویم بن ساعد اور سالم بن عمیر بن ثابت اور ابو الیسرؓ کعب بن عمر اور وہب بن معقل' اور عبداللہ بن انیس اور حجاج بن عمر والاسلمیٰ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کبھی کبھی کسی وجہ سے اصحاب صفہؓ سے تعلق پیدا کر لیتے تھے لیکن یہ سب ایک ہی مرتبہ رکھتے تھے۔

اصحاب صفہ کے فقر و استغنا کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ کئی کئی وقت کے فاقے ان پر گذر جاتے۔ نماز میں بے ہوش ہوکر گر جاتے رسول اکرم ﷺ انہیں اٹھاتے اور فرماتے: ''اے صعالیک المہاجرین! اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا کیا درجہ ہے تو خدا کی قسم اس فقر و فاقہ کو تم اور بھی زیادہ عزیز رکھو گے''۔ حضور ﷺ راہ حق کے ان درویشوں کو بہت محبوب رکھتے تھے اور صدقہ کا کھانا جب بھی آتا تو سب سے پہلے آپ اصحاب صفہؓ کو ہی کھلاتے۔ ہر کوئی صحابہؓ اپنی مقدور کے مطابق اصحاب صفہؓ میں سے ایک یا دو اصحابؓ کو گھر لے جا کر کھلاتا۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جب ایک روز حضور نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر ایک کنیز کیلئے درخواست کی کہ اب چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بیٹی! سب سے پہلے مجھے اصحاب صفہؓ کی خورد و نوش کا خیال اور انتظام کرنا ہے۔ مجھ سے یہ نہیں ہوگا کہ اصحاب صفہؓ بھوکے رہیں اور میں اپنی بیٹی کے آرام کی خاطر کنیز کا اہتمام کروں۔ صبر و شکر میں اپنا وقت گزارو''۔

اصحاب صفہؓ کی زندگی راہبانہ زندگی نہیں تھی یا محتاج محض بن کر وہ بیٹھے نہیں رہتے تھے۔ صبح کو جنگل کی طرف نکلتے اور گری پڑی لکڑیاں چن کر گزر اوقات کیلئے ان کو فروخت کیا کرتے تھے اور جس دن کچھ نہ ملتا شکر و صبر کر کے پڑے رہتے۔ سفر اور حضر میں رسول اکرمؐ کے ہمراہ ہوتے تحصیل علم دین کے علاوہ یہی درویشان راہ حق جہاد بھی کرتے اور اپنی جان کی بازی بھی لگا دیتے تھے ایک چادر والے یہ مسکین مجاہدان حق حضرت رسول اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے بہترین محدث' بہترین معلم' بہترین عالم' بہترین فرمان روا' بہترین سپہ سالار' بہترین سیاست دان' بہترین مدبر اور بہترین تاجر بھی بن گئے اور دین اسلام کی ایسی آبیاری کی کہ اسلام کے درخت کا قیامت تک سدا بہار رہنے کا امکان پیدا کر دیا! رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صُوفی :......تصوف کے طریقہ کا پیرو۔ پشمینہ پوش۔ صوفی کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ شخص جس نے تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا۔ صوفی وہ ہے جو قرب خدائے عزوجل میں لوگوں کے تعلق سے کاملاً جدا ہو مخلوقات سے بھاگے اور صرف اللہ کو اپنائے۔ جس کی روح بشریت کی کدورتوں سے پاک، نفس اور لالچ کی آفتوں سے صاف ہو کر تلاش حق میں محو ہو چکی ہو۔ جو غیر اللہ سے بھاگے۔ جو معرفت الٰہی میں مشغول رہے اور جس میں حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح کا تسلیم، حضرت داؤدؑ کا سا اندوہ، حضرت عیسٰیؑ کا سا فقر، حضرت ایوبؑ کا سا صبر، حضرت موسٰیؑ کا سا شوق اور حضرت رسول اکرمؐ کا سا فقر اور انؐ کے سے اخلاق ہوں۔

صوفی اشیا و احوال عالم کو عقل کی راہ سے نہیں بلکہ تسلیم قلب اور کشف و شہود اور اشراق و الہام کے توسل سے پہچانتا ہے۔ اس راہ میں بحث و جدل، برہان و قیاس اور استدلال کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو حق ہے اس کا دل خضوع و خشوع کے ساتھ اسے قبول کر لیتا ہے اور شک و شبہ اور حیرت کے تمام ظلمتوں سے نکال کر اسے حقیقت تک لے آتا ہے اور حقیقت کی معرفت ہی صوفی کا انتہائی مقصد ہے۔ البتہ یہ معرفت ریاضت و سلوک کی محتاج ہے اور ان مراحل کو طے کیے بغیر دل میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرنے کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ اہل ذوق صوفی حضرات جب یہ راہ اختیار کرتے ہیں تو ان میں ایک ایسا یقین پیدا ہو جاتا ہے جو اہل قال کے علم سے بدر جہا زیادہ مستحکم زیادہ روشن اور بہت زیادہ موثر اور ثمر بخش ہوتا ہے۔ صوفی خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے اقدامات نہیں کرتا بلکہ وہ خدا کے وجود کو محسوس کرتا ہے اور اپنے وجود کو اس کے فیض اور فضل کی خوشبو دار ہواؤں کے راستوں اور گذرگاہوں پر ڈال دیتا ہے۔

عارف :......پہچاننے والا۔ جاننے والا، دانا۔ وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے شہود و ذات اور اسماء و صفات کے مرتبے پر پہنچایا ہو اور یہ مقام اس پر حال و مکاشفہ کی راہ سے ظاہر ہوا ہو نہ کہ فقط علم اور معرفت حال سے۔ عارف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عارف وہ ہے جو خود تو خاموش ہو لیکن خدا اس کی راہ سے بول رہا ہو۔ عارف وہ ہے جسے کوئی بھی چیز مکدر نہ کرے۔ عارف وہ ہے جو اپنے مجازی وجود سے مٹ کر فانی ہو گیا ہو۔ عارف وہ ہے جو اللہ

کی عبادت اس لئے کر رہا ہو کہ اللہ کو اس کا مستحق جانتا ہو نہ کہ ثواب کی امید کی خاطر یا عذاب سے نجات پانے کیلئے۔ عارف وہ ہے جس پر دنیا تنگ ہو۔ [زاہد دنیا کو آخرت کیلئے ترک کرتا ہے یعنی دنیاوی متاع اور دینوی خوشیوں کو ترک کرتا ہے اور نماز و روزہ کے پابند کو عابد اور قدس جبروت میں اپنے افکار کو منہمک و مصروف اور نورِ حق کی روشنیوں کے امیدوار کو عارف کہتے ہیں۔ حکیم اور فلسفی کا عارف کے ساتھ فرق استدلال کی کیفیت اور حقیقتوں کے ادراک کی راہ میں ہے۔ حکیم عقل اور منطقی استدلال کی قوت سے حقیقتوں کا کشف کرتا ہے اور عارف تہذیب نفس، صفائی باطن اور ریاضت کی راہ سے کشف و شہود تک پہنچتا ہے]۔

عرفان :...... پہچاننا۔ نادانی کے بعد جان لینا۔ معرفت۔ شناخت۔ شناسائی۔ آگاہی۔ حق تعالیٰ کو پہچاننا اور اس کی معرفت۔ ایک علم کا نام علوم الٰہی میں سے، جس کا موضوع اللہ تعالیٰ اور اسکے اسماء و صفات کی شناخت ہے۔ مجموعی طور پر اس راہ و روش کو جسے اہل اللہ نے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کیلئے منتخب کرلیا ہے عرفان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عرفان اور اس کی شناسائی دو طریقوں سے میسر ہے ایک استدلال کی رہ سے [اثر سے مؤثر، فعل سے صفت اور صفات سے ذات کے حق میں] اور یہ راہ علماء سے مخصوص ہے۔ دوسری راہ صفائی باطن اور غیر سے خالی ہونے اور روح کو آراستہ کرنے کی راہ ہے اور یہ طریق معرفت خاص انبیاء اور اولیاء اور عرفا کا ہے اور یہ کشفی و شہودی معرفت مجذوب مطلق کے بغیر کسی اور کو میسر نہیں سوائے نفسی اور قالبی اور قلبی اور روحی اور سری اور خفی اطاعت و عبادت الٰہی کے۔ اور ایجاد عالم کا مقصد ہی معرفت شہودی ہے۔ عارفوں کا عقیدہ ہے کہ حق اور حقیقت تک پہنچنے کے لئے مراحل کو طے کیا جانا چاہئے تا کہ اپنی استعداد کے مطابق نفس حق و حقیقت کے بارے میں آگاہی حاصل کرے۔ حکما کے ساتھ ان کا فرق یہ ہے کہ فقط عقلی استدلال پر بس نہیں کرتے بلکہ ان کے کام کی بنیاد کشف و شہود پر ہے۔ عام مفہوم میں کسی چیز کے رموز و دقایق پر واقفیت و آگاہی کو عرفان کہتے ہیں سطحی اور خالی علم کے مقابلے میں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص ایک عارف طبیب ہے یعنی تہ تک پہنچنے والا اور بال کی کھال اتارنے والا ہے جو محض ظاہر بین نہیں۔ یا فلاں شخص ایک عارف کلام یا شاعر عارف ہے یعنی سطحی تقلید پر قناعت کرنے والا نہیں بلکہ شعر و شاعری کی نزاکتوں اور موشگافیوں کا جاننے والا ہے۔ خاص مفہوم میں عرفان اشیاء کے حقایق کو کشف و شہود کی

راہ سے پانا ہے اور اس لئے تصوف' عرفان کا ایک جلوہ ہے۔ دراصل تصوف' عرفان ہی کی ایک شاخ اور جلوہ ہے۔ تصوف عملی سیر وسلوک کا ایک طریقہ ہے اور ایک عطیہ جو عرفان کے منبع میں سے نکلا ہے لیکن عرفان ایک کلی تر عام مفہوم ہے جس میں تصوف اور سارے دوسرے متعلقہ خصایص بھی شامل ہیں گویا تصوف اور عرفان میں منطقیوں کے بقول عام اور خاص کی نسبت ہے۔ یعنی ممکن ہے آدمی عارف ہو لیکن صوفی نہ ہو ممکن ہے بظاہر وہ طریقہ تصوف میں داخل ہو لیکن عرفان سے بے بہرہ ہو۔ کبھی لفظ عارف کو لفظ درویش اور صوفی کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور زیادہ بلند معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسرار التوحید نامی کتاب میں آیا ہے کہ خواجہ امام مظفر فوقانی نے شیخ ابوسعیدؒ سے کہا کہ میں آپکو صوفی نہیں کہوں گا' آپکو درویش نہیں کہوں گا بلکہ آپکو عارف کہوں گا۔

شیخ ابوسعیدؒ نے کہا

کہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا۔ بعض لوگ عرفان کو تصوف کا ایک ذہنی اور علمی پہلو جانتے ہیں اور تصوف کو عرفان کا عملی پہلو۔ خاص معنوں میں عرفان کو تصوف ہی کہا جاتا ہے۔ عرفان کے کئی اور معنی ہیں: حواس میں سے ایک حس سے ادراک کرنا۔ حواس خمسہ میں سے ایک حس سے جان لینا اور ایسے شخص کو عارف اور عریف اور عروفہ کہتے ہیں۔ گناہ کا اقرار کرنا۔ کسی کام پر صبر وتحمل کرنا۔ شرم وحیا۔ بے حجابی۔

علم الیقین:......علم الیقین کے معنی ہیں بشریت کے حجاب کے کشف ہونے کی حالت میں نور حقیقت کا ظہور وجد وذوق کی شہادت سے عقل وبیان کی دلالت سے نہیں۔ اور جب تک حجاب کے ماوراء دکھائی دے تو اسے نور ایمان اور جب حجاب سے کھل جائے تو نور یقین کہلاتا ہے۔ ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ یقین ایک ایسا علم ہے جس کے حامل کو اس میں کوئی شک باقی نہ رہے اور علم یقین عبارت ہے یقین سے اور عین الیقین نفس یقین ہے۔ علم الیقین وہ علم ہے جس میں برہان ہو۔ عین الیقین بیان کی وجہ سے اور حق الیقین عیاں ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے علم الیقین ارباب عقل کے لئے اور عین الیقین اصحاب علم کیلئے اور حق الیقین اصحاب معرفت کیلئے ہے۔ علم الیقین کی مثال یوں ہے کہ آدمی کرنوں کا مشاہدہ اور گرمی کو ادارک کرنے سے آفتاب کے وجود پر یقین کرے اور عین الیقین یہ ہے آفتاب کو دیکھ کر اس کے وجود کا یقین کرے اور حق الیقین یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی

میں اپنی آنکھوں کی روشنی کو تلاش وجستجو کے عمل میں صرف کر کے اس کے وجود کا یقین کرے۔ اس لئے صوفیوں کے عقائد کے مطابق معنوی معرفت تین طرح کی ہے: علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ پہلی حالت میں آدمی عقلی استدلال سے معلوم کو پاتا ہے اور دوسری حالت میں یقین اور معلوم کا مشاہدہ کرتا ہے اور تیسری حالت میں حقیقت تک پہنچتا ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے علم الیقین سے صوفیوں کی مراد ہے دینوی معاملات کا علم اور عین الیقین سے نزع کی حالت اور دنیا سے رخصت ہونے کا وقت، اور حق الیقین سے جنت میں رویت کے کشف ہونے کا علم۔

عین الیقین :......ملاحظہ ہو: علم الیقین۔

عین ثابتہ :......(**اعیان ثابتہ**) عین ثابتہ ایک وہ حقیقت ہے جو حضرت علمیہ میں ہے اور ظاہر یا خارج میں موجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں معلوم اور ثابت ہے۔ اعیان ثابتہ یعنی اسماء الٰہی کی صورتیں اور علمیہ صورتیں یعنی صور اسمای الٰہی۔ سالکوں کی اصطلاح میں اسماء الٰہی کی صورتوں کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کے علم میں معقولہ صورتیں ہیں۔ یہ دو طرح کی ہیں ایک یہ کہ اسماء کی صورتیں ہیں دوسری یہ کہ اعیان خارجی کی حقیقتیں ہیں اس لئے پہلی صورت میں روح کیلئے بدن کے مصداق اور دوسری صورت میں بدن کیلئے روح کی مانند ہیں۔ صور علمیہ الٰہی کو ہی اعیانِ ثابتہ کہتے ہیں اور یہی صوفیوں کا عقیدہ ہے۔ ممکنات کی حقیقتیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اعیانِ ثابتہ کہلاتی ہیں اور یہ حضرت علمی میں اسمای الٰہی کی حقیقتوں کی صورتیں ہیں جو ذات کے مطابق اللہ تعالیٰ سے تاخیر میں وجود میں آتی ہیں زمان کے مطابق نہیں اور یہ ازلی ہیں اور ابدی ہیں۔

وضاحت کے طور اعیانِ ثابتہ کے پیش نظر یہ سوال پیش آتا ہے کہ کائناتِ عالم کا حدوث جو ہم محسوس کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکر ہے؟ اور اس حدوث کی، جو ہماری آنکھوں کے آگے ہوتا ہے اور جس کے نتیجے میں ایک چیز جو موجود نہیں ہوتی اور وجود میں آتی ہے، کیسے توجیہہ کی جا سکتی ہے؟ کیونکہ اگر وجود ایک تنہا اور واحد حقیقت ہے تو پھر قدیم اور حادث میں کیا فرق ہے اور دنیا کے امور و حوادث جو عرصۂ ہستی میں نہیں ہیں کیسے وجود میں آ جاتے ہیں اور ہستی کا لباس پہنتے ہیں؟ شیخ محی الدین ابن العربیؒ فصوص الحکم میں اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ البتہ وجود ایک واحد حقیقت ہے اور اس میں حدوث اور تعداد و کثرت نہیں ہے۔ یہ واحد حقیقت

وہی ذات حق ہے جو ازلی ہے اور دنیا کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں یہ صرف ایک نمود و نمائش اور وہم ہے اور وجود حقیقی ذات حق سے خاص ہے۔ یہ وجود حق کی واحد حقیقت ایک ازلی تجلی کی حامل ہے جسے ابن العربیؒ فیض اقدس کہتے ہیں اور اسے تمام ممکنات کی صورتوں میں ذات الٰہی کی تجلی جانتے ہیں۔ ممکنات کی اس صورت کو ابن العربیؒ ایک معقول چیز سمجھتے ہیں جس کا کوئی عینی وجود نہیں اور اس کو اعیان ثابتہ کہا جاتا ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ ممکنات کی یہ صورت اللہ تعالیٰ کے علم میں ثابت ہے ویسے ہی جیسے معنی آدمی کی عقول میں موجود بھی ہے [یعنی تقاضا کے مطابق ظاہر ہوتا ہے] اور معدوم بھی ہے کیونکہ اس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی نظر میں اعیانِ ثابتہ (جسے وہ الاعیان الثابتہ فی العدم کے نام سے یاد کرتے ہیں) بڑی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ہی اعیانِ ثابتہ کی راہ سے کائنات کے حالات کا علم رکھتا ہے اور موجودات کو اسی طرح سے جس طرح سے وہ ان کے اعیانِ ثابتہ کا علم رکھتا ہے ظہور میں لاتا ہے گویا وہ اعیانِ ثابتہ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ یعنی ابن العربیؒ کے عقیدے کے مطابق اعیانِ ثابتہ اقتضا کے بموجب عالم معقول سے عالم محسوس میں ظاہر ہوتے ہیں اور اسی ظہور کو وہ فیض مقدس کہتے ہیں۔

غیب :......غایب ہونا۔ ناپدید ہو جانا۔ کسی سے دور اور جدا ہو جانا۔ حق سے منحرف ہو جانا۔ گمراہ ہو جانا۔ اپنے خیالات میں محو ہو جانا۔ ناپیدائی۔ ہر پوشیدہ شے جو آشکار نہ ہو۔ وہ جو آنکھوں سے نہاں ہو۔ [غیب المکنون یا غیب المصون یا غیب الغیوب وہ ذاتی سرّ یا کُنہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور اسی وجہ سے غیروں سے محفوظ اور مشاہدہ سے نہاں ہے۔ غیب المطلق یا غیب الھویہ یعنی لاتعین کے اعتبار سے ذات حضرت حق تعالیٰ شانہٗ۔ رجال الغیب = صوفیانہ اصطلاح میں وہ حضرات ہیں جن کا سردار قطب ہوتا ہے۔ بعض احادیث کے مطابق مردانِ خدا میں سے سات حضرات ایسے ہیں جو زندہ ہیں لیکن نظروں سے پوشیدہ اور حرکت میں ہیں۔ یہ گویا نہ دیکھے جانے والے حضرات ہیں جو ایک دائرے کی صورت میں دنیا کے اردگرد گھومتے ہیں۔ عالم غیب = مفسروں نے لکھا ہے ایک ایسا عالم جو بشر کے لئے مجہول ہے اور جسے پیغمبروں کے وسیلے کے بغیر جاننے کی اور کوئی راہ نہیں اور جو حواس سے محسوس نہیں ہوتا اور جسے عقل ادراک نہیں کر سکتی گویا یہ عالم شہادت کے برعکس ہے۔ یعنی لاھوت جو

ناسوت کے مقابلے میں ہے]۔ اصطلاح میں غیب ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ پوشیدہ رکھتا ہے اور حواس سے پوشیدہ نہیں۔ غیب ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہوتا اور عقل بھی اس کے ادراک کی متقاضی نہیں اور یہ دوطرح کا ہے یعنی ایک یہ کہ اس کیلئے کوئی عقلی اور سمعی دلیل نہیں اور اسی طرح کا ہے لفظ غیب اس آیت کریمہ میں: ''وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الغَيبِ لَا يَعلَمُهَا اِلَّا هُوَ'' اور دوسری یہ کہ جس کیلئے عقلی یا سمعی دلیل قائم ہو جیسے صانع کا وجود اور اس کی صفات' روز جزا اور اس دن کی کیفیتیں اور اس آیت میں لفظ غیب اسی معنی میں آیا ہے ''اَلَّذِينَ يُومِنُونَ بِالغَيبِ...... '' غیب کنایہ ہے اللہ اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں اور قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب اور عذاب اور نشور سے۔ مراد ہے مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ یعنی جو خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ غیب پر ایمان رکھتا ہے۔ مراد ہے قرآن مجید کے غیب سے یعنی جس غیب کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

ہر وہ عالم جسے اللہ انسان کے وسیلے سے دیکھتا ہے شہادت وجود یہ کہلاتا ہے اور ہر وہ عالم جسے وہ بغیر انسان کے وسیلے سے دیکھتا ہے غیب کہتے ہیں۔ غیب دو قسم کا ہے اول وہ غیب جسے اللہ تعالیٰ نے مفصل طور پر انسان کے علم میں رکھا ہے اور دوسرا وہ غیب جسے بطور مجمل انسان کے علم کی قابلیت میں رکھ دیا ہے۔ علم میں مفصل غیب کو غیب وجودی کہتے ہیں اور عالم ملکوت کی مانند ہے اور قابلیت میں مجمل غیب کو غیب عدمی کہتے ہیں اور وہ ان عالموں کی مانند ہے جنہیں صرف اللہ جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور یہ ہمارے نزدیک عدم کی مانند ہیں اور غیب عدلی کے معنی یہی ہیں۔ ابن الفارضؒ نے قصیدہ فارضیہ میں غیب کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے اور انہیں غیب اور ملکوت اور جبروت کہا ہے۔ وہ محدثات جو حواس سے غایب ہیں اُن کو غیب' ذات قدیم کو جبروت اور اس کے جسمی صفات کو ملکوت کہا ہے۔ مثنوی مولوی کی شرح میں آیا ہے کہ مرتبہ احدیت کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ عالم امر جسے عالم ملکوت اور عالم غیب بھی کہتے ہیں صوفیوں کے نزدیک بلا مدت اور بلا مادہ عالم وجد ہے جیسے عقول ونفوس جس طرح سے خلق کا اطلاق عالم وجدِ وجود پر مع مادہ کے مانند افلاک وعناصر اور موالیدِ ثلاثہ (حیوانات۔ نباتات اور جمادات) ہوتا ہے اور اسے عالم خلق اور عالم ملک اور عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔

فرق :......دو چیزوں کے درمیان امتیاز پانا۔ تفاوت ہونا۔ سر کے بالوں میں راستہ (کنایہ کے طور پر سر کو بھی

کہتے ہیں)۔ایک پرندے کا نام۔مدینہ شریف میں ایک پیمانہ جو سولہ رطل کے برابر ہے۔جدا کرنا۔الگ الگ کرنا۔پرندے کا فضلہ ڈال دینا۔کندھے پر بالوں کا پھیلانا۔صوفیوں کی اصطلاح میں بلا حق خلق کو کہتے ہیں۔ عبودیت کے مشاہدہ کو بھی فرق کہا گیا ہے۔فرق' جمع کے مقابلے میں ہے اور اشارہ ہے بغیر حق کے خلق (پیدا کرنے) کی طرف۔حیاتِ الٰہی کے وصف کو بھی فرق کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ فرق وہ ہے جسے انسان سے نسبت دی جائے اور جمع وہ جو آدمی سے سلب ہو جائے یعنی ایک بندے کے کسبی امور فرق کہلائے جائیں گے اور جو اللہ کی طرف سے ہوں وہ جمع کہلاتے ہیں اور جس میں تفرقہ نہ ہو اس میں بندگی نہیں اور جس میں جمع نہیں اس میں معرفت نہیں کیونکہ تفرقہ شریعت ہے اور جمع حقیقت ہے۔اِیَاكَ نَعْبُدُ تفرقہ کا اثبات ہے بندگی کے اثبات میں' اور وَاِیَاكَ نَسْتَعِین جمع کی طلب ہے۔تفرقہ ارادت مندی کا آغاز ہے اور جمع اس کا انجام۔

فناء :......نابودی۔نیست ہو جانا۔نیستی۔عدم۔صوفیانہ اصطلاح میں سالک کے باطن پر ظہورِ حق کے غلبہ پانے کے اثر سے اس کے شعور کا زوال نیز مذموم اوصاف کا زوال وسقوط بقاء کے مقابلے میں' جس کے معنی ہیں قابل ستائش اوصاف کا وجود میں آنا اور ظاہر ہو جانا۔فنا فی الشیخ کے معنی ہیں مرید کی صفتوں کا تبدل اور تغیر شیخ کی صفتوں میں۔گویا مرید کا مراد میں فناء ہو جانا جو فناء کی پہلی منزل ہے۔محو وفنا اور اثبات وبقا میں یہ فرق ہے کہ ذات کی فنا کے بعد بقا ہوتی ہے اور لازمی نہیں کہ فنائی ذات کے بعد اثبات ہو جیسے کہ اچھے اخلاق اور نیک اعمال کا اثبات برے اخلاق اور بد اعمال کے مٹ جانے اور صفات وافعال کے فنا ہونے کے بعد کلی طور پر حاصل نہیں ہوتا سوائے فنائی ذات کے بعد۔اور محو اس کا محو ذات پر موقوف نہیں۔اس لئے محو اور اثبات' فنا اور بقا کے مقابلے میں عام ہیں۔فنا فی اللہ کے معنی ہیں بشریت کی صفات کا حق تعالیٰ کی صفتوں اور خصوصیات الٰہی میں تبدیل ہو جانا۔فنا کے تین مرحلے ہیں: محو [صوفی حضرات اسے مختلف معانی میں استعمال کرتے ہیں (۱) ذات حق تعالیٰ میں بندہ کا فناء ہو جانا (۲) بری صفتوں سے خود کو پاک کر دینا اور اس کے مقابلے میں اوصاف حمیدہ سے متصف ہونا جسے وہ اثبات کہتے ہیں (۳) ظواہر کی لغزشوں کو مٹا دینا (۴) ضمیر سے غفلت کو مٹا دینا (۵) اسرار کی علت کو مٹا دینا (۶) محو حقیقی یعنی خدا جس کی نفی کرے اور اسکے مقابلے میں اثبات لاتے ہیں اس معنی میں کہ جو کچھ خدا ظاہر کرے]

طمس [بشریت کی تمام صفتوں کا انوار ربوبیت کی صفات میں چلے جانا] اور محق [ابن العربیؒ کے بقول عین حق میں فنائی بندہ۔محق بندے کی ہستی کا ذاتِ خداوند میں فنا ہونا ہے جیسے کہ محو اس کے افعال کا ذات حق کے فعل میں فنا ہو جانا ہے اور طمس ذاتِ حق میں اسکے صفات کا فنا ہو جانا ہے۔محق فناء کا ایک مرتبہ ہے اور وہ ہے ذات اور وجود کا خدا کے وجود میں فنا ہو جانا یوں کہ ہر موجود میں فقط حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کا ظہور دیکھے بحسب فعل نہ بحسب ذات' کہ موجود ہے]۔

قلندر :.......باخدا۔گوشہ نشین ۔تنہائی پسند۔آزاد۔وہ درویش جو دینوی تعلقات کو چھوڑ کر اور روحانی ترقی کر کے خدائے واحد کی ذات مقدس میں محو ہو۔مجازاً اوباش' رند' کندہ' ناتراش' ناشایستہ' بے باک اور خلاف شریعت فقیر کو بھی کہتے ہیں۔وہ جو لباس اور خوراک اور اطاعات میں آزاد ہو۔قلندر ایک ایسا شخص ہے جو معمول کی دشواریوں' پیچیدگیوں اور غیر سعادت مندامیدوں اور آرزوؤں سے صاف و پاک اور تنہا ہو چکا ہو اور جس نے روح کے مرتبہ تک ترقی پا کر رسمی تکلفات اور نام کی تعریفوں سے اپنے وجود کے دامن کو سمیٹ لیا ہو اور جو سب چیزوں سے بے تعلق ہو کر جان و دل سے تمام تعلقات کو منقطع کر کے اللہ کے جلال و جمال کا طالب بن چکا ہو اور اس کی بارگاہ میں پہنچ گیا ہو۔اور اگر کونین اور کونین کے لوگوں کی طرف ذرہ بھر بھی رغبت رکھتا ہو تو پھر وہ قلندر نہیں اہل غرور میں سے ہے۔قلندر اور ملامتی اور صوفی میں فرق یہ ہے کہ قلندر میں تجرید (تنہائی...... مادی قیود اور ظلمانی حجابات سے خالی ہو جانا اور ماسوی اللہ سے بیزاری اور ذاتِ احدیت کی طرف توجہ کو بھی تجرید کہتے ہیں) اور تفرید (اکیلا پن۔گوشہ گیری) کمال کے درجہ تک کی ہوتی ہے اور وہ عادات وعبادات ظاہری کی تخریب کرتا ہے۔اور ملامتی وہ ہے جو غیر سے عبادت کو چھپائے اور کسی خیر وخوبی کا اظہار نہ کرے اور کسی بدی اور شر کو نہ چھپائے۔اور صوفی وہ ہے جس کا دل مطلق لوگوں کی طرف مشغول نہ رہے اور ان کے رد یا قبول کئے جانے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ صوفی کا مرتبہ ان دونوں سے بالاتر ہے کیونکہ حضرات صوفیا تجرید وتفرید کے باوجود پیغمبروں کے مطیع وفرمان گزار ہوتے ہیں اور ان ہی کے قدم پر چلتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ پہلا شخص جس نے قلندر کا نام اپنے اوپر رکھا بکتاشیوں میں سے یوسف نامی ایک شخص تھا اور

بکتاشیوں نے اسے طبیعت کی تندی کے باعث اپنے قبیلے سے نکال دیا۔ یوسف نے (چودھویں صدی عیسوی میں) خود ایک طریقے اور سلسلے کی بنیاد ڈالی جس میں بڑی سخت قسم کی اپنی سنت اور آداب کو لازمی قرار دیا جن میں یہ بھی تھا کہ قلندروں کو یعنی اس کے طریقت کو ماننے والوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ ننگے پاؤں سفر کریں اور اپنی روزی روٹی کو مانگ کر حاصل کریں اس کے بعد اس کی یہ سنت آہستہ آہستہ متروک ہو گئی یہاں تک کہ قلندر کہتے تھے کہ بڑے گناہوں کا روح کیساتھ کوئی تعلق نہیں اور بدی کا اثر جسم سے تجاوز نہیں کر سکتا چنانچہ انہوں نے پاک رہنے اور صاف وشفاف رہنے نیز نظافت اور پانی کے استعمال سے بیزاری ظاہر کی اور اس وجہ سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگے اور ان کا مشغلہ رزق جوئی کے لئے شعبدہ بازی اور بوالعجبی میں بدل گیا۔

قلندریہ صوفیوں کا ایک فرقہ ہے جو افکار و عقاید کے لحاظ سے ملامتیوں کے نزدیک ہے اور وہ حال اور عمل کے اخفا کے پابند نہیں اور ان کا پیشہ رندی ہے۔ اس فرقہ کے پیروؤں کے عادات و مقررات بھی کوئی پایدار نہیں اور مکمل طور پر اجتماعی رسوم اور مذہبی احکام سے دُور ہیں۔ اس فرقہ کے لوگ شاید وسط ایشیا کے ہوں گے جو ہندوستانی عقائد سے متاثر رہے ہونگے۔ قلندریہ کے بنیادگزاروں میں ایک جماعت کا نام لیا گیا ہے، جس میں یوسف نام کے ایک شخص کو...... جسے عربی اور ہسپنی بھی بتایا گیا ہے..... قلندریہ کا بنیادگزار جانا جاتا ہے۔ نیز شیخ جمال الدین ساوہ ای ایرانی...... جو بقول ابن بطوطہ دمیاط میں ساکن ہو چکا تھا...... کو بھی اس فرقے کے بنیادگزاروں میں شمار کیا گیا ہے۔

کثرت :...... فراوانی۔ زیادہ ہونا۔ انبوہ۔ لوگوں کا ہجوم۔ وحدت کے مقابل کا لفظ۔ موجودات عالم کی تعداد۔ صوفیانہ اصطلاح میں امکانی مظاہر میں اسماء وصفات کے اظہار کے لئے ذات حق کی تجلی۔ اور اس لحاظ سے وہ کثرت کے لباس میں ملبوس ہے۔ وجود عین وحدت میں تمام مراتب و کمالات اور کثرات کا جامع اور حامل ہے۔ اور عالم وجود میں جو پہلی کثرت تحقیق پذیر ہو چکی ہے وہ صفات و اسماء کا مرتبہ ہے۔ الٰہی فلسفی لوگ کہتے ہیں کہ وجودات اور موجودات عین کثرت میں وحدت میں فنا ہو جاتے ہیں تعینات اور وجودات کے مرتبے اور امکانی عالم کی ماہیات کا کوئی مستقل وجود نہیں بلکہ وہ صرف ایک تعلق اور رابطہ رکھتے ہیں۔ اس لئے عالم کون کے کثرات صرف ایک نمود ہیں بود نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیض کا سایہ ہیں۔

کرامات :......عجیب اور خلاف عادت وخلاف معمول چیزیں جو کبھی کبھی بزرگوں سے وجود میں آتی ہیں۔ نوازشیں۔نفیس چیزیں ۔بزرگیاں۔ جوانمردیاں۔ احسان۔ بزرگواریاں۔ داد و دہش اور سخاوت مندیاں۔ سرافرازیاں۔ بزرگی وعزت۔احترام وتوقیر۔اعجاز۔کسی شخص سے خلاف معمول وعادت چیز کا ظاہر ہو جانا جو نبوت کے دعویٰ سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو۔جو ایمان اور صالح عمل سے قریب نہ ہوا سے استدراج کہتے ہیں اور جو نبوت کے دعویٰ کیساتھ ہوا سے معجزہ کہا جاتا ہے۔صوفیانہ معانی میں کسی ولی کی طرف سے کوئی خلاف عادت و معمول چیز کا وجود میں آجانا اور اگر کسی پیغمبر سے ظہور میں آجائے تو معجزہ کہلاتا ہے۔مثلاً حضرت سلطان العارفین جناب شیخ حمزہ مخدوم کشمیریؒ نے وادی کشمیر کے وسط میں واقع کوہ ماران پر جہاں ایک غار میں آپ سکونت پذیر تھے ایک بار حال میں آکر نظر ڈال دی تو پہاڑ سونے کا ہو گیا اسے کرامت کہتے ہیں۔حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے ایک بار چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے یہ معجزہ ہے۔

کشف :......آشکارا کرنا۔ظاہر کرنا۔کسی چیز سے چھلکا اتار دینا۔کشادہ اور برہنہ کر دینا۔پردہ ہٹانا۔کسی کے غم والم کو مٹا دینا۔روشن ہونا۔انکشاف۔کشف حال۔تحقیق کی پرسش اور حال کا پوچھنا۔صوفیوں کی اصطلاح میں حجاب سے ماوراء غیبی اور حقیقی امور کے معانی پر اطلاع پانا۔اہل سلوک کے نزدیک کشف مکاشفہ ہے۔کشف و مکاشفہ حجاب اٹھ جانے کے معنی رکھتے ہیں۔جو (حجاب) جسمانی روح کے درمیان میں ہے اور ظاہری حواس سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔کبھی مکاشفہ کا اطلاق مشاہدہ پر ہوتا ہے۔بعضوں نے کہا ہے سالک جب جذبہ ارادت سے سفلی طبیعت سے حقیقت کی بلندیوں میں قدم رکھتا ہے اور ریاضت کی راہ سے اپنے باطن کو صاف کر دیتا ہے تو لازمی طور پر اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اسی کے مطابق رفع حجاب اور صفای عقل اور معانی معقولات بڑھ جاتے ہیں اور اسے کشف نظری کہتے ہیں۔سالک کو اس مرحلے سے گذرنا چاہئے اور آگے بڑھنا چاہئے اور حکماء و فلسفیوں کی راہ پر نہیں ٹھہرنا چاہئے بلکہ کار دل سے پیوند رکھ کر نور دل کو حاصل کرنا چاہئے جسے کشف نوری کہتے ہیں۔یہاں سے بھی سالک کو آگے بڑھنا چاہئے تا کہ سری مکاشفات ظاہر ہوں جسے کشفِ الٰہی کہتے ہیں اور اس

مرحلے پر اس پر اسرارِ وجود اور حکمتِ وجود آشکار ہو جائیں گے اس مرحلے سے بھی اسے گذرنا چاہئے تا کہ روحانی مکاشفہ روشن ہو جسے کشفِ روحانی کہتے ہیں اور سالک پر نعیم و جحیم اور ملائکہ کا دیدار اور بے انتہا عوالم آشکار ہو جائیں گے۔ یہاں سے بھی گذر جائے تا کہ پوشیدہ مکاشفات ظاہر ہو جائیں جن کی راہ سے سالک صفات خداوندی کے عالم میں راہ پائے گا اور اسے مکاشفۂ صفاتی کہتے ہیں۔ اس حال میں اگر علمی صفت سے مکاشفہ ہو جائے تو پھر علم لدنی کی سی چیز ظاہر ہو جائے گی جیسے خواجہ خضرؑ پر ہوا اور صفتِ مسمی کی سے مکاشفہ ہو جائے تو کلام و صفات کے سننے کا مقام حاصل ہو جائے گا جیسے موسیٰؑ پر ہوا تھا اور اگر بصری مکاشفہ ہو جائے تو مشاہدہ اور دیدار ظاہر ہو جائے گا' اور صفتِ جلال سے مکاشفہ ہو گا تو حقیقی بقاء حاصل ہو جائے گی اور اگر صفت وحدانیت سے مکاشفہ ہو گا تو وحدت ظاہر ہو جائے گی تو باقی صفات کا بھی یوں ہی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ البتہ کشفِ ذاتی بہت ہی بلند مرتبہ ہے جس کی عبارت واشارت میں بیان کرنا محال ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مکاشفہ وہ ہے جس سے ناسوت اور ملکوت اور جبروت اور لاہوت آشکارا ہوں یعنی نفس اور دل اور روح اور سرّ سے واقف حال ہو جائے۔ گویا کشف سے مراد ہے سالک پر معنوی عوالم اور جہان باطن کے حقایق کا ظاہر ہو جانا۔

ما سوی اللہ :......اللہ کی ذات کے سوا۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے سوا ہو۔ مخلوقات۔ موجودات۔ تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے بغیر تمام موجودات محسوس اور غیر محسوس۔

مجاز :......غیر واقعی (حقیقت کے مقابلے میں)۔ وہ لفظ جسے اس کے غیر حقیقی معنوں میں استعمال کیا جائے۔ کسی لفظ کے وہ معنی جو حقیقی نہ ہوں مثلاً شیر یعنی ایک مشہور درندہ جو اس کے حقیقی معنی ہیں لیکن جب کسی کو میدان کا شیر کہا جائے یا یوں کہیں کہ اس شیر خداؑ نے میدان جنگ میں خوب تلوار چلائی تو یہاں شیر کے معنی دلاور اور بہادر کے ہوں گے۔ حقیقت کی ضد۔ راہ۔ رہگذر۔ گذرنے کی جگہ۔ تصوف کی اصطلاح میں موجودات و مخلوق جو حسن الٰہی کی صفات ہیں اور جن میں اس کی ذات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ عرفان کی اولین منزلوں میں سے یہ بھی ایک منزل شمار ہوتی ہے جس سے عارف گذرتا ہے۔

مراقبہ :......مواظبت۔نگہبانی۔تصوف کی اصطلاح میں دل کو بدی سے محفوظ رکھنا۔مراقبہ سے مراد ہے سالک کا (یا بندۂ خدا کا) یقین اس حقیقت پر کہ اللہ تعالیٰ تمام حالات میں سالک کے قلب وضمیر کا عالم ہے اور اس کے اندرونی بھیدوں پر پوری اور مکمل اطلاع اور واقفیت وآگاہی رکھتا ہے۔سالک کو جب یہ یقین حاصل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کے اندرون کے تمام گوشوں سے واقف ہے تو وہ ناپسندیدہ خیالات واعمال سے، جو کہ ذکر الٰہی سے قلب وضمیر کو روک رکھتے ہیں، باز رہے گا۔مراقبۂ باطن سے مراد ہے اپنے وجدان اور باطن کو آزمانا۔مراقبہ = حفاظت کرنا۔نگاہ رکھنا۔حضور قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔قلب کی طرف رجوع کرنا۔گردن نیچے ڈالنا۔

مکاشفہ :......(دیکھیے: کشف) کشف کرنا۔آشکار کرنا۔تصوف کی اصطلاح میں عارف کی روح کا عوالم مجرد کی حقیقتوں کو پانا۔بعضوں کا کہنا ہے کہ مکاشفہ کے معنی ہیں مشاہدات کے شواہد میں حضورِ دل کا ہونا۔اور مکاشفہ کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی کُنہ عظمت میں حیرانی۔بعضوں نے کہا ہے کہ مکاشفہ کے معنی ہیں تجلی میں شہود۔بعضوں کا کہنا ہے کہ مکاشفہ کے معنی ہیں غور وفکر سے یا قیاس وگمان سے یا کسی خاص واقعہ سے نفس کے حق میں علم کا حاصل ہو جانا۔وجودی طور پر حجاب سے ماوراء میں پہنچنا بھی مکاشفہ ہے۔عارف کو خواب میں جو نظر آئے یا حاصل ہو جائے اسے رویائی صادقہ کہتے ہیں اور جو بیداری میں حاصل ہو جائے یا دیکھے وہ مکاشفہ ہے۔ولی کے دل میں غیبی امور کا ظاہر ہونا اور اسرار کا ظاہر ہونا بھی مکاشفہ کہلاتا ہے۔

نفی :...... بھگانا۔دور کرنا۔کسی چیز کا انکار کرنا۔نیست ونابود ہو جانا۔نابود کر دینا۔کسی کو اس کے ملک سے باہر نکال کر اسے کسی دوسرے شہر میں بھیج دینا۔اخراج کر دینا۔جلاوطن کرنا۔تصوف کی اصطلاح میں بشریت کی صفتوں کو مٹا دینا۔اور عارفوں کے نزدیک لا الہ کے یہی معنی ہیں یعنی ہر چیز کی نابودی نفس کی اور نفس سے ماوراء کی بھی۔اور صفات بشریت یا نفس کو نیست کرنے کے بعد یعنی مکمل طور پر اس کی مالکیت یا الٰہیت کو مٹا دینے کے بعد

اثبات یعنی الا اللہ کو اپنا کر معرفتِ ذاتِ الٰہی پانا۔ اور یہی ہیں معنی اِس مشہور مقولہ کے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ نفی کے اور بھی معنی ہیں: ہوا کا گرد و خاک کو اڑا دینا۔ سکوں کو اچھے اور خراب ہونے کی پرکھ کے سلسلے میں پھینک دینا۔ بادلوں کا پانی برسانا۔ زمین پر سے کنکریوں کو ہٹانا۔ کسی کو زندان میں قید کر دینا۔

وحدت :......ایک ہونا۔ یگانہ ہونا۔ تنہائی۔ اکیلا پن۔ یکتائی۔ ایک ہونا۔ وحدانیت۔ وحدۃ۔ فلسفی اصطلاح میں وحدت کے معنی ہیں کسی چیز کا ایک ایسی حیثیت میں ہونا جو اپنی ماہیت میں ہم شریک حصوں میں منقسم نہ ہو سکے۔ کثرت اس کے مقابل یعنی اس کی ضد ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں صوفیوں کے نزدیک وحدت کے معنی ہیں تعین اول جو حقیقت محمدیہ ہے ﷺ اور خالص قابلیتوں کا مرتبہ' اور اسے برزخِ کبریٰ بھی کہتے ہیں اور احدیت اور واحدیت اس کے اطراف ہیں (احدیت' نسب و اعتبارات کے لحاظ سے اور واحدیت ثبوتِ نسب و اعتبارات کے لحاظ سے)۔ وحدت در کثرت = عالم غیب اور عالم شہادت واحد وجود ہیں جو تجلیات کے مراتب کے مطابق کثرت کی صورتوں میں ظاہر ہیں اور سب کے سب واحد وجود ہیں۔ موجودات اور نمودات کثرتیں ہیں اور تمام مظاہر اور تجلیات وحدت واحد حقیقی ہیں۔

وحدت الوجود :......وحدۃ الوجود یا وحدتِ وجود صوفیانہ اصطلاح ہے اور اس کے معنی ہیں موجودات کو ملا کے حق تعالیٰ کا ایک ہی وجود جاننا اور ماسویٰ کے وجود کو محض اعتبارات سمجھنا یعنی مثلاً موج و حباب اور گرداب اور قطرہ اور اولے ان تمام اشیاء کو ایک ہی پانی جان لینا۔ مسلمان عارفوں اور صوفیوں میں جس شخص نے سب سے پہلے اپنی تعلیم اور نظریے کو وحدت الوجود کی بنیاد پر استوار کیا وہ تھے محی الدین ابوبکر محمد ابن علی ابن عربی حاتمی طائی جنہیں دنیا ابن العربی یا شیخ اکبر اور خاتم الاولیاء کے نام و لقب سے جانتی ہے۔ ابنَ العربیؒ کی عرفانی تعلیمات کا خلاصہ یہی وحدۃ الوجود ہے جس کا انہوں نے اپنے آثار میں خصوصاً اپنی مشہور و معروف کتاب فصوص الحکم میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وحدۃ الوجود یہ ہے کہ وجود ایک ازلی اور واحد حقیقت ہے۔ یہ ازلی وجودِ واحد البتہ خدا ہے اس لئے عالم کا خود اپنا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ یہ محض ایک وہم و خیال ہے اور حقیقی وجود ایک چیز سے زائد نہیں۔ عالم

تمام اختلافات کے باوجود جو اس کی کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں ہیں سوائے واحد حقیقت کے گوناگون مظاہر کے (جو وہی ذات الٰہی ہے) اور کچھ نہیں اور اس لئے ہم دو علیحدہ وجودوں کا کہ ایک خالق ہے اور دوسری مخلوق قائل نہیں ہو سکتے بلکہ فقط ایک واحد وجود کا قایل ہو سکتے ہیں جسے ایک طرف سے دیکھیں تو خلق اور دوسری طرف سے دیکھیں تو حق' اور ان دو طرفوں میں مطلق کوئی ذاتی فاصلہ و تغیر نہیں۔ وجود ایک واحد حقیقت ہے اور اس میں حدوث اور تعداد و کثرت نہیں۔ یہ واحد حقیقت وہی ذاتِ حق ہے جو ازلی ہے اور عالم' حقیقت میں کوئی حقیقی وجود نہیں رکھتا یہ صرف ایک نمود ہے ایک نمائش ہے اور محض وہم۔ واقعی وجود ذاتِ حق سے مخصوص ہے اور اس کے سوا اور کوئی وجود ہے ہی نہیں البتہ جب ہم اس وجود حقیقی یا ذات خداوندی کو مظاہر کے لحاظ سے دیکھیں تو مظاہر متعدد نظر آتے ہیں اور گوناگون صورتوں کو خلق کہتے ہیں لیکن جب اس واحد وجود کو ذات و حقیقت کے لحاظ سے دیکھیں تو ان تمام کثرتوں کو وحدت سے متصل دیکھیں گے اور یہی وحدت عین حق ہے۔ گویا اگرچہ عالم بقول ابن العربیؒ جو خلق ہے عین حق نہیں اور اس کے مساوی بھی نہیں لیکن حق سے الگ نہیں جیسے کہ حق بھی خلق سے الگ نہیں۔ اس کے باوجود اشیاء میں وحدت حق ابن العربیؒ کی نظر میں اس چیز میں مانع نہیں ہے کہ خلق حق سے عشق پیدا کریں کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق خلق اور حق میں تفاوت حقیقت میں ایک اضافی چیز ہے اور ان کی حقیقت ایک ہی ہے اسکے علاوہ ہر چیز اپنی جنس سے عشق کرتی ہے اور سارے عالم میں جو یہ کشش کی قوت ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔

کتابوں کے نام

حبیبُ السّیر :...... فارسی زبان میں ایک معروف تاریخ کا نام جس کے مصنف کا نام غیاث الدّین محمد ابن ھمام الدین تھا اور جو خواندمیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس تاریخ میں آدم کی تاریخ کے ابتدائی واقعات سے شاہ اسمٰعیل صفوی (۹۳۰ھ) کے عہد سلطنت تک کے واقعات کا بیان ہے۔ یہ تاریخ سال ۹۲۷ھ میں شروع کی گئی اور سال ۹۳۰ھ اس کا سال اختتام ہے۔ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے اور اوائل واقعات نیز شاہ اسمٰعیل صفوی پادشاہِ ایران' جس کا مولف ہم عصر تھا' کے دور سلطنت کی تفصیل کے مناسبت کی وجہ سے یہ تاریخ بڑی اہمیت کی

حاصل ہے۔

خزینتہ الاصفیاء :......مفتی مولوی غلام سرور لاہوری تخلص سرورؔ کا تذکرہ عرفاء ہے جو سال ۱۲۸۱ھ میں تالیف ہوا۔ لکھنؤ میں ۱۲۹۰ھ میں، کانپور سے ۱۳۱۲ھ اور ۱۳۳۲ھ میں اور ۱۹۰۲ء میں اور لاہور سے سال ۱۲۸۳ھ میں دو جلدوں میں چھپا ہے۔

خسرو وشیرین نظامیؔ :......نظامیؔ گنجوی کی مشہور مثنوی ہے جو بحر ہزج مسدس مقصور میں چھ ہزار پانچ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ نظامیؔ نے اسے طغرلؔ ابن ارسلان سلجوقی اور جہان پہلوان محمد ابن ایلدگز اور قزل ارسلانؔ ابن ایلدگز کے نام سے شروع اور طغرلؔ اور قزلؔ ارسلان کے نام پر ختم کیا۔ اس مثنوی کی بنیاد خسروؔ پرویز اور شیریںؔ کے باہمی معاشقہ پر ہے جس کا ذکر اس مثنوی سے پہلے کی کتابوں مثلاً المحاسنؔ والاضداد اور غرر سیر الملوکؔ اور شاھنامہ فردوسیؔ میں ہوا ہے۔ نظامیؔ کی یہ مثنوی فارسی زبان کی دلکش ترین شاہکاروں میں سے ہے اور نظامیؔ کے پنج گنج یا پانچ مثنویوں (خمسہ) میں شامل ہے۔ پنج گنج میں یہ مثنویاں ہیں (۱) مخزن الاسرار (۲) خسرو وشیرین (۳) لیلیٰ ومجنون (۴) ہفت پیکر (۵) اسکندر نامہ۔ اہمیت کے لحاظ سے خمسۂ نظامی کی کئی نامور شاعروں نے تقلید کرتے ہوئے خمسے لکھے ہیں جن میں امیر خسروؒ اور مولانا جامیؒ بھی ہیں۔

دیوانِ حافظ :......ایران کے مشہور عارف اور شاعر خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی کے عارفانہ اور عاشقانہ کلام کا مجموعہ ہے جو غزلیات چند قصائد چند مثنویات وقطعات اور رباعیات پر شامل ہے۔ خواجۂ شیرازؒ کی استادی ان کے عارفانہ غزلوں میں ہے اور آج تک کوئی بھی اُن کے پائے تک نہیں پہنچ سکا ہے۔

دیوان کمال :......ایران میں خجند نامی جگہ کے رہنے والے شیخ کمال الدینؔ ابن مسعود کے عارفانہ اور عشقیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ خجند اب تاجکستان کا ایک شہر ہے جس کا نام لینن آباد رکھا گیا تھا لیکن کمیونزم کے تمام مسلمان نشین وسط ایشیائی ریاستوں سے فضل خداوندی سے نیست ونابود ہو جانے کے بعد اب پھر سے یہ اپنے اصلی

نام خجند سے مشہور ہے۔کمال ایک مشہور عارف اور شاعر تھے۔خجند میں متولد ہوئے اور سال ۷۹۳ھ میں یا ۸۰۳ھ میں یا ۸۰۴ھ میں تبریز میں وفات پائی۔کمال خجندی حافظ شیرازیؒ کی طرز و روش سے بہت متاثر تھے اور آپ نے سعدی اور ہمام تبریزی کی بھی تقلید کی ہے۔

رشحات عین الحیاة :.......فخر الدین علی ابن حسین واعظ کاشفی کی تالیف ہے جو صفی تخلص کرتے تھے۔یہ کتاب انہوں نے سال ۹۰۹ھ میں تالیف کی اور چھپ گئی ہے۔ترکی زبان میں بھی استانبول سے اس کا ترجمہ چھپا ہے۔طبقات خواجگان اور نقشبندی سلسلے سے متعلق ایک بہت اچھی تالیف ہے۔حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندیؒ پر بھی کافی اطلاعات پائے جاتے ہیں اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ پر بھی ایک ضخیم اطلاعنامہ ہے۔

شاهنامه :.......فردوسی طوسی کی تالیف ہے جسے اس نے سال ۳۷۰ھ یا ۳۷۱ھ میں لکھنا شروع کیا۔اسے ختم کرنے کے بعد (سال ۳۸۴ھ) وہ اس فکر میں رہا کہ کسی بڑے بادشاہ کے نام پر اسے منسوب کیا جائے۔چنانچہ سال ۳۹۴ھ یا ۳۹۵ھ میں (جو فردوسی کے سلطان محمود غزنویؒ کے دربار کے ساتھ اولین تعارف ہو جانے کا سال تھا) اس نے شاہنامہ پر تجدید نظر کرنے اور اسے مکمل کر چکنے کے بعد شاہنامہ کو سلطان محمود غزنویؒ کے دربار میں پیش کر دیا لیکن شاہنامہ کو قبولیت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔وفات کے نزدیک سالوں میں بھی فردوسی بظاہر شاہنامہ پر تجدید نظر میں مصروف رہا ہے اور اس میں ابیات کا اضافہ بھی کیا۔شاہنامہ کے ابیات کی تعداد ساٹھ ہزار تھی لیکن معمول کے نسخوں میں کبھی یہ تعداد کم اور کبھی غیر اصلی ابیات کے الحاق سے زیادہ نظر آتی ہے۔شاہنامہ کا موضوع ایران قدیم کی تاریخ اور داستانیں ہے جو ایرانی قوم کے تمدن کے آغاز سے عربوں کے ہاتھوں ایرانی حکومت کے زوال پذیر ہونے کے عرصے تک پر حاوی ہے۔فردوسی نے اپنے مآخذ سے روایتوں کو نقل کرنے میں انتہائی امانت داری سے کام لیا ہے اور فطری مناظر اور جنگ کے میدانوں اور پہلوانوں کی خصوصیات کی توصیف میں کمال مہارت دکھائی ہے۔شاہنامہ کی عشقیہ داستانیں باوجود اس کے کہ رزمیہ عناصر سے مرکب ہیں' بڑی دل کش اور جذاب ہیں۔شاہنامہ کے مقدمہ اور داستانوں کے آغاز و انجام میں فردوسی پند و نصائح سے کام لیتا ہے۔

بطور کلی شاعر فردوسی خیالات کے بیان، نقل معانی، سادگی زبان اور کلام کی روشنی اور تخیل کی صراحت اور کلام کی استواری اور ایجاز میں فصاحت و بلاغت کے بلند ترین امکانی مرتبہ پر پہنچ گیا ہے۔

شفاء:......عربی زبان میں یہ کتاب ابوعلی ابن سینا نے لکھی ہے اور منطق و الٰہیات و طبیعیات اسکے موضوعات ہیں۔ یہ کتاب اسلامی فلسفہ پر اہم ترین کتابوں میں سے ہے اور فلسفہ و حکمت میں اس کا وہی مقام ہے جو اسی مصنف کی ایک اور مشہور طبی تصنیف قانون کا ہے۔ شفا پر کئی شرحیں لکھی گئی ہیں اور ان میں مفصل ترین شرح صدرالدین شیرازی کی ہے۔

طبقات الصّوفیه:......خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی امالی نام کی یہ کتاب جو طبقات الصوفیہ کے نام سے بڑی مشہور ہے عرفانی حقایق پر قدیم ہراتی (ہروی) زبان میں لکھی گئی ہے اور دراصل یہ ابوعبدالرحمٰن محمد سلمی (وفات ۴۱۲ھ) کی تالیف طبقات الصوفیہ جو عربی زبان میں تھی، کی تفصیل ہے۔ اس کے متن کو افغانستان کے ایک فاضل محقق حبیبی نے چھاپ دیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے اپنے عہد کی معمول فارسی زبان میں اس کتاب کو بعض اضافوں کے ساتھ نفحات الانس کے نام سے لکھ دیا ہے۔

فصوص الحکم:......عربی زبان میں یہ شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی عرفانی اور فلسفیانہ تالیفات میں سے ایک ہے اور ۲۷ فصوص پر حاوی ہے (فصوص یعنی نگینے)۔ مؤلف نے اس کی تلخیص بھی نقش الفصوص کے نام سے لکھی ہے۔ اس تلخیص کی مولانا جامیؒ نے، دوسرے مفسروں کے اقوال خاص کر شیخ صدرالدین محمد قونوی کے عقاید کو نظر میں رکھتے ہوئے شرح و تفسیر لکھی ہے جس کا نام نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص رکھا ہے۔ حضرت امیر کبیر میر سید علی ھمدانی شاہ ہمدانؒ نے فصوص الحکم کی شرح لکھی ہے اور کولاب (تاجکستان) میں واقع اپنی خانقاہ میں آپ اپنے خلفاء کو اسے درس کے طور پر پڑھاتے بھی تھے۔ داؤد ابن محمود کی شرح قیصری اور صدرالدین قونوی کی شرح نصوص بھی معروف ترین شرحیں ہیں۔ فصوص الحکم پر نظریہ وحدۃ الوجود کا غلبہ ہے اور ابن العربیؒ

کو ہی وحدۃ الوجود کا خالق مانا گیا ہے۔

قانون :.......یہ کتاب اسلامی طب پر ابو علی ابن سینا کی عربی زبان میں لکھی گئی ان کی ایک مفصل ترین کتاب ہے اور سالہا سال تک یورپی اور اسلامی ممالک میں پڑھائی جاتی تھی۔ قانون کو تین مرحلوں میں لکھا گیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ جرجان میں سال ۴۰۳ھ میں' دوسرا حصہ رے میں سال ۴۰۵ھ میں باقی حصہ ھمدان میں سال ۴۰۵ھ اور سال ۴۱۴ھ کے درمیان لکھا گیا۔ اور یہ کتاب پانچ اجزاء میں منقسم ہے جن میں ہر ایک جز چند فنون وتعلیمات اور فصول وجملات میں بانٹ دیا گیا ہے۔ لاتینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جس سے رازی اور جالینوس کی طب کی کتابیں یورپ سے ہٹ گئیں اور ان کی جگہ قانون نے لے لی چنانچہ سترہویں صدی عیسوی تک یورپ کی تمام یونیورسٹیوں میں ابن سینا کی قانون طبی درس کے طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ یورپی طبی سائنس کی ترقی میں اسلامی سائنس دانوں کی تصنیفات کا نہ صرف اہم حصہ ہے بلکہ موجودہ طبی ترقی کی بنیاد ان ہی کے بتائے ہوئے نظریات وعملیات پر ہے جس کا موجودہ یورپی طبیبوں کو اعتراف ہے۔ اور قانون ابن سینا کا اس میں سب سے اہم حصہ ہے۔

کافیہ :......عربی میں کافیۃ۔ کافیہ عرب کی زبان کے نحو پر ابن حاجب کی لکھی ہوئی عربی زبان میں ایک مشہور تصنیف ہے جس کی کئی شرحیں اور حاشیے لکھے گئے ہیں۔ ابن حاجب نے شافیہ نام کی صرف پر عرب زبان سے متعلق بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ ابن مالک نے عرب کے صرف ونحو پر الکافیۃ الشافیۃ کے نام سے کتاب لکھی ہے اور یہ نام اس نے ابن حاجب کی متذکرہ دو کتابوں سے لیا ہے۔

لطائف الطوایف :......کمال الدین ملا حسین ابن علی بیہقی سبزواری کاشفی واعظ کی کتاب ہے جو مختلف طوائف کے لطائف کے بیان میں ہے اور بڑی معروف ہے۔ سال ۱۳۳۶ھ شمسی میں احمد گلچین معانی کی تصحیح سے کتاب خانۂ اقبال نے تہران سے اسے ۴۶۲ صفحات میں چھاپ دیا ہے۔

لمعات :......فخر الدین عراقی (تولد ۶۱۰ھ وفات ۶۸۸ھ) جو ساتویں صدی ہجری کے نامور شاعر اور عارف تھے‘ نے لمعات نامی یہ کتاب عرفانی موضوع اور عرفان سے متعلق لکھی ہے۔ مولانا جامیؒ نے اشعۃ اللمعات کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے۔ اپنے مختلف سفروں میں (جن میں ملتان پاکستان کا سفر بھی شامل ہے اور جہاں آپ نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں آکر سلوک کا آغاز کیا تھا) جب آپ قونیہ (موجودہ ترکی) میں شیخ صدر الدین قونویؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو شیخ موصوف‘ جو شیخ محی الدین ابن العربیؒ کے پیرو تھے‘ کے فصوص الحکم کی شرح وتدریس سے متاثر ہوکر عراقی نے اس شہر میں لمعات لکھی۔

لیلیٰ و مجنون (نظامی):......نظامی گنجوی کی مشہور مثنوی ہے جو چار ہزار پانچ سو ابیات پر مشتمل بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض میں لکھی گئی ہے۔ مثنوی خسرو شیرین کے بعد نظامی نے سال ۵۸۴ھ میں اسے جلال الدین ابو المظفر اختسان ابن منوچہر شروان شاہ کے نام پر لکھا۔ اس مثنوی کا موضوع مجنون (قیس) کا سعد کا بنی لیلیٰ کے ساتھ عشق کا قصہ ہے۔ اس سے پہلے بھی اس داستان کی شہرت تھی۔ ابن الندیم نے مجنون ولیلیٰ نام کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے اور ابن قیتبہ‘ ابو الفرج اصفہانی‘ ابن نباتہ وغیرہ نے اس داستان کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن قیتبہ (دینوری) نے اپنی کتاب الشعر والشعراء میں قیس عامری (مجنون) کے بارے میں اور اس سے منسوب حکایات سے متعلق ایک پورا فصل (باب) لکھا ہے اور ابو الفرج (علی بن الحسین بن محمد بن احمد القرشی) الاصفہانی (۲۸۴ھ۔۳۵۶ھ) نے ان حکایات واخبار کو تفصیل کے ساتھ یکجا کر کے اپنی عمدہ کتاب اغانی میں جگہ دی۔

لیلیٰ ومجنون کے عشقیہ قصے کو بڑی شہرت ہوئی اور فارسی زبان میں ہر فارسی شاعر نے اس سے کوئی نہ کوئی چاشنی ضرور لی ہے۔ مولانا روم اور سعدی اور عراقی نے بھی اس داستان کی طرف اپنے کلام میں اشارے کئے ہیں۔ امیر خسروؒ دہلوی نے بھی حکیم نظامی گنجوی کی طرح اس داستان کو اپنی پانچ مثنویوں میں سے ایک مکمل مثنوی جو اسی مجنون ولیلیٰ کے نام سے دو ہزار چھ سو ساٹھ ابیات پر مشتمل تھی لکھی (سال ۶۹۸ھ) امیر خسروؒ کے علاوہ لیلیٰ ومجنون جامیؒ (تین ہزار آٹھ سو ساٹھ ابیات۔ سال ۸۸۹ھ)‘ لیلیٰ ومجنون ہلالی استر آبادی (وفات ۹۳۶ھ) لیلیٰ ومجنون ہاتفی

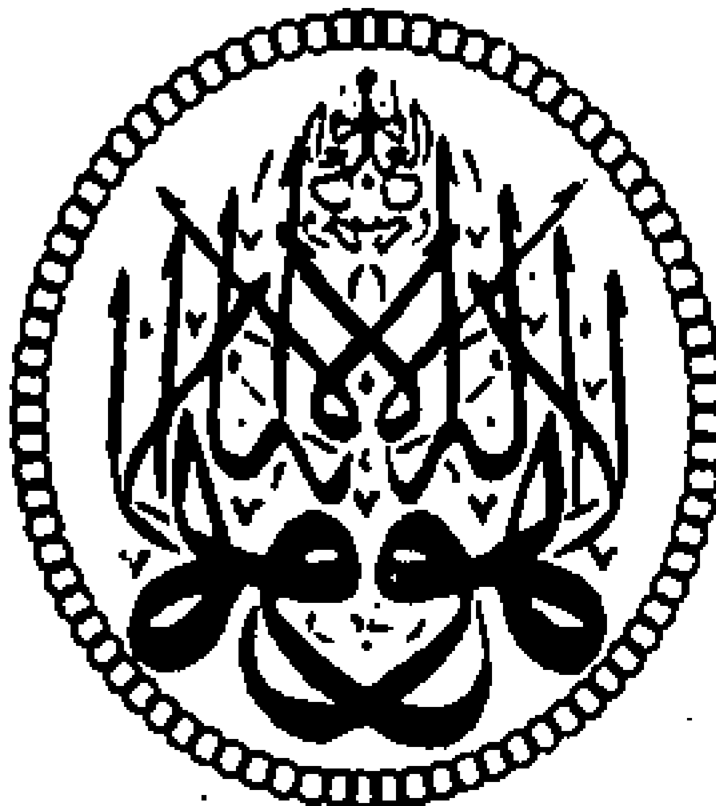
(وفات ۹۲۷ھ) لیلیٰ و مجنون میر حاج (وفات ۹۰۶ھ) لیلیٰ و مجنون سہیلی (وفات ۹۱۸ھ) لیلیٰ و مجنون ضمیری (شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے کا شاعر تھا) لیلیٰ و مجنون مقصود بیگ شیرازی (سام میرزا صفوی کا ہمعصر) لیلیٰ و مجنون مکتبی شیرازی (بسال ۸۸۶ھ میں لکھی گئی) لیلیٰ و مجنون مہدی (وفات ۹۲۴ھ) لیلیٰ و مجنون چیپ نویس (سام میرزا صفوی نے تحفۂ سامی میں لکھا ہے کہ یہ مثنوی اس شاعر نے میرے نام لکھی) مجنون ولیلیٰ امانی اصفہانی (سال وفات ۱۲۰۷ھ) لیلیٰ و مجنون فوقی یزدی (شاہ عباس دوم کا ہمعصر اور تاریخ یزد میں مرحوم آیتی نے اس کا نام لیا ہے) لیلیٰ و مجنون صباحی کاشانی (وفات ۱۲۳۸ھ) لیلیٰ و مجنون عبدی بیگ شیرازی (دسویں صدی ہجری کے اواخر کا شاعر) لیلیٰ و مجنون ثنائی (وفات ۹۹۶ھ) لیلیٰ و مجنون ہدایت اللہ رازی (شاہ طہماسپ اور شاہ عباس کا داروغۂ اصطبل تھا) لیلیٰ و مجنون کاتبی، لیلیٰ و مجنون اشرف مراغی، لیلیٰ و مجنون علی رضا تجلی، لیلیٰ و مجنون حکیم شفائی (وفات ۱۰۳۷ھ) لیلیٰ و مجنون سالم ترکمان، لیلیٰ و مجنون اسیری تربتی، لیلیٰ و مجنون کاشف شیرازی (شاہ عباس اول کا ہمعصر) لیلیٰ و مجنون نصیبی کرمان شاہی، لیلیٰ و مجنون موجی، لیلیٰ و مجنون صاعدی (نویں صدی ہجری کا شاعر) لیلیٰ و مجنون حرفی، لیلیٰ و مجنون ملا مراد ابن میرزا جان (گیارھویں صدی ہجری کا شاعر) لیلیٰ و مجنون سید حسن ابن فتح اللہ (سال ۱۰۳۸ھ میں لکھی گئی) لیلیٰ و مجنون ابوالبرکات لاہوری، لیلیٰ و مجنون داؤد، لیلیٰ و مجنون میرزا محمد تقی ہوس، لیلیٰ و مجنون شعلۂ اصفہانی (گیارھویں صدی ہجری کا شاعر جس نے اس قصے کو چاہ وصال کے نام سے لکھا) لیلیٰ و مجنون ناصر ہندو، لیلیٰ و مجنون روح الامین اصفہانی (گیارھویں صدی ہجری کے اوائل کا شاعر) لیلیٰ و مجنون امیر علی شیر نوائی (۸۴۴ تا ۹۰۶ھ) لیلیٰ و مجنون خیالی (وفات ۹۲۶ھ۔ یہ مثنوی ترکی زبان میں ہے) لیلیٰ و مجنون عیسیٰ نجاتی (وفات ۹۱۴ھ۔ ترکی زبان میں) لیلیٰ و مجنون احمدی (ترکی زبان میں) لیلیٰ و مجنون صالح ابن جلال (وفات ۹۷۳ھ۔ ترکی میں) لیلیٰ و مجنون خلیفہ (وفات ۱۰۶۰ھ۔ ترکی میں) لیلیٰ و مجنون حمد اللہ ابن آقا شمس (وفات ۹۰۹ھ۔ ترکی زبان میں) لیلیٰ و مجنون شاہدی اور نوی (سال ۸۸۱ھ میں لکھی گئی۔ ترکی زبان میں ہے) لیلیٰ و مجنون خلیلی برسوی (لامعی کا بیٹا۔ سال وفات ۹۳۸ھ، ترکی زبان میں ہے) لیلیٰ و مجنون فضولی (سال ۱۲۶۴ھ میں ایران میں چھپ چکی ہے اور ترکی زبان میں ہے) لیلیٰ و مجنون بہشتی (سلیمان چلپی بہشتی۔ ترکی زبان میں) لیلیٰ و مجنون سنان (ترکی زبان میں) اور کشمیری زبان میں محمود گامیؒ نے بھی لیلیٰ مجنون لکھی ہے۔

مجالس العشاق :......کمال الدین حسین گازر گاہی کی تصنیف ہے جو تصوف سے شغف رکھتا تھا۔ مولف نے اسے سال ۹۰۸ھ میں لکھا۔ اس کا مقدمہ صوفیانہ اشعار سے آراستہ ہے اور کتاب مجازی اور حقیقی عشق کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔ کتاب چھہتر مقالات پر مشتمل ہے اور ہر مقالہ کو مجلس کا نام دیا گیا ہے۔ ہر مجلس میں کسی عارف یا مشہور سلطان کی سرگذشت بیان ہوئی ہے اور بیان مجموعی طور پر افسانہ آمیز ہے۔

مجالس النفایس :......امیر علی شیر نوائی کی تالیف ہے۔ اس میں شاعروں کے حالات اور مولف کے ہمعصر ادیبوں کا ذکر ہے۔ اصل میں یہ کتاب ترکی زبان میں لکھی گئی ہے اور شاہ علی نے شاہ عباس کے زمانہ سلطنت میں اس کا نام فارسی میں تبدیل کر دیا۔ کتاب سمرقند میں سال ۹۲۷ھ۔ ۸۹۶ھ کے درمیان لکھی گئی اور ایک مقدمہ اور آٹھ مجلسوں پر مشتمل ہے۔

مفتاح :......مفتاح العلوم عربی زبان میں ادبی علوم سے متعلق بارہ علوم پر مشتمل سکاکی کی تالیف ہے۔ سکاکی (سراج الدین ابو یعقوب یوسف خوارزمی) عربیت کے مشہور ادیبوں میں سے تھا (تولد ۵۵۵ھ۔ وفات ۶۲۶ھ)۔ انواع علوم خاص کر ادبی اور مخصوصاً بلاغی علوم میں متبحر عالم تھا۔

مفتاح الحساب نام کی بھی ایک مشہور کتاب غیاث الدین جمشید کاشانی کی تالیف ہے جو روسی ترجمہ کے ساتھ سال ۱۹۵۶ء میں ماسکو سے شائع ہوئی۔



اولیاء اللہ' اور اہم دانش مندوں اور شخصیتوں کے نام

ابو الحسنؒ خرقانیؒ:......ابوالحسن علی ابن احمد خرقانیؒ بزرگ ترین مشائخ طریقت میں سے تھے۔ آپ بسطام میں خرقان کے گاؤں میں سال ۳۴۸ھ میں متولد ہوئے اور خرقان میں ہی سال ۴۲۵ھ میں رحمت الٰہی سے پیوست ہوئے۔ ابتدا میں ہی دینی علوم پڑھے اور ان میں اپنے عہد کے پیشوا بن گئے لیکن بعد میں طریقت کی طرف مائل ہوئے اور ریاضت و مجاہدت سے درجہ کمال پر پہنچے۔ ابوسعید ابوالخیرؒ ایک بار آپ سے ملنے گئے اور انکو اپنا جانشین بنالیا۔ مولانا جامیؒ نے نفحات الانس اور خواجہ فریدالدین عطارؒ نے تذکرۃ الاولیاء میں ان کا بڑی عقیدت اور قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابو علی سینا:......شرف الملک حجتہ الحق امام الحکماء شیخ الرئیس ابوعلی حسین ابن عبداللہ بن حسن بن علی ابن سینا سال ۳۷۰ھ میں افشنہ یا خرمیثن میں پیدا ہوئے اور ہمدان میں سال ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کے والد بلخ کے تھے اور آپ کی والدہ ستارہ خانم بخارا کے قریب افشنہ نام گاؤں کی رہنے والی تھیں۔ ابن سینا نے بخارا میں تعلیم پائی [میں نے بخارا میں وہ مدرسہ دیکھا ہے جہاں ابن سینا نے پڑھا ہے۔ اسی مدرسہ میں عمر خیام نے بھی پڑھا تھا۔ یہ مدرسہ مدرسۂ میر عرب کے نام سے اچھی حالت میں موجود ہے اور دور علاقوں کے طلباء اب بھی یہاں آکر عربی زبان کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر شمس الدین احمد] اور دس سال کی عمر میں قرآن مجید کو زبانی یاد کیا اور ابوعبداللہ ناتلی کے پاس منطق اور ہندسہ اور نجوم کا علم سیکھا اور ان میں ابن سینا کا مرتبہ استاد سے بھی بڑھ گیا۔ اسکے بعد اس نے طبیعی علوم اور مابعد الطبیعہ اور طب کے علوم سیکھے۔ فارابی کے آثار نے ابن سینا کو متاثر کیا اور اس طرح فلسفیانہ کتابوں کو پڑھنے کا شوق اس میں بڑھ گیا جوانی کی عمر میں ابن سینا نے سامانی بادشاہ نوح ابن منصور کا علاج کیا اور اس کے شاہی کتاب خانے میں ابن سینا کو مطالعہ کرنے کی اجازت مل گئی۔ مشہور ہے کہ اس وقت تک ابن سینا نے اس قدر علوم کا بھرپور مطالعہ کیا تھا کہ اس شاہی کتاب خانہ سے اس نے بہت زیادہ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ بخارا کو ترک کر کے گرگانج آگئے وہاں سے خراسان اور گرگان' رے' ہمدان اور اصفہان چلے گئے اور

ان ہی سفروں میں آپ نے اپنی ذی قیمت آثار کو لکھا۔ ھمدان میں آپ شمس الدولہ کے وزیر ہو گئے اور اپنے آخری سال اصفہان میں علاء الدولہ کا کویہ کے پاس گذارے۔ اسی امیر کیساتھ جب ہمدان جا رہے تھے تو راستے میں بیمار پڑ گئے اور ہمدان میں انتقال کیا۔ آپ کی قبر ہمدان میں مشہور اور مرجع خاص و عام ہے اور اسے جدید طرز تعمیر پر بنایا گیا ہے۔ ایک ہزارویں سال تولد پر سال ۱۳۳۱ھ میں ایران میں ان کے نام پر ایک شاندار جشن منعقد ہوا تھا۔ ابن سینا کی تالیفات ہمیشہ ہی توجہ کا مرکز رہے ہیں اور متعدد شرحیں ان پر لکھی گئی ہیں اور مغربی ممالک کی بعض زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہوئے ہیں۔ آپ کی اہم تصنیفات میں کتاب الشفا' کتاب القانون فی الطب' کتاب اشارات' کتاب النجاۃ اور فارسی میں دانش نامہ علائی وغیرہ شامل ہیں۔

ابو محمد ابن ابی احمد ابدال چشتیؒ :......چشت کے شرفا میں سے تھے (چشت موجودہ افغانستان میں ایک گاؤں ہے) اور آپکے والد خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہ بلند پایہ عارف تھے۔ ان کی وفات کے بعد قائمقام ہوئے۔ چوبیس سال کی عمر میں دینی علوم اور معارف کی تحصیل کی۔ کمال درجے کے زاہد اور پرہیز گار تھے اور دنیا اور دنیا والوں سے اجتناب کر کے ہمیشہ زہد اور ترک دنیا کی طرف مائل رہے۔ کہتے تھے کہ ہمارا اول اور آخر چونکہ ترک دنیا ہی ہے اس لئے خود کو اس کے فریب و مکر سے محفوظ رکھا جانا چاہئے۔

مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمود غزنویؒ سومنات کے غزوہ پر تھا تو خواجہ مذکورؒ کو ایک واقعہ میں کہا گیا کہ سلطان کی مدد کو جائیے۔ ستر سال کی عمر میں آپ چند درویشوں کو ساتھ لے کر جب سومنات پہنچے تو بذات خود آپ نے مشرکوں اور بتوں کے پجاریوں سے جہاد کیا۔ ایک دن مشرکوں کا غلبہ نظر آنے لگا اور اسلامی فوج نے ایک جنگل میں پناہ لی اور قریب تھا کہ شکست ہو جائے۔ خواجہ مذکورؒ کا چشت میں چکی چلانے والا محمد کاکو نام کا ایک مرید تھا۔ حضرت خواجہؒ نے اسے آواز دی کہ: ''کاکو! پکڑ لو نہیں''، فوراً ہی کاکو کو دیکھا گیا کہ سخت اضطراب و تلاش کے ساتھ جنگ کر رہا تھا یہاں تک کہ لشکر اسلام فتح یاب ہوا۔ اور کافروں کو شکست ہوئی۔ اسی وقت چشت میں محمد کاکو کو دیکھا گیا تھا جو چکی کے پاٹ کو اٹھا کر در و دیوار پر مار رہا تھا۔ جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے یہی قصہ بیان کیا تھا۔

ابو یعقوب یوسف ھمدانیؒ :......شیخ عالم ربانی ابو یعقوب یوسف ھمدانیؒ ابتدائے عمر میں بغداد چلے گئے اور علم فقہ خصوصاً علم نظر میں اپنے ساتھی طلباء پر فوقیت حاصل کی۔ علوم کے بعد آپ نے ریاضت و

عبادت اور مجاہدہ کی راہ اختیار کی۔ مشہور ہے کہ تصوف میں آپ نے شیخ ابو علی فارمدیؒ کی رہنمائی پائی اگرچہ شیخ ابوعبداللہ جوینیؒ اور شیخ حسن سمنانیؒ سے بھی آپ کی صحبت رہی ہے۔ آپ مرو میں سکونت پذیر ہوئے اور کچھ مدت تک وہاں رہ کر ہرات آ گئے لیکن مرو کے لوگوں کی التماس پر آپ مرو لوٹ آئے۔ آپ پھر ہرات گئے اور وہاں کچھ عرصہ تک رہ کر پھر مرو چلے آئے لیکن راستے میں ہی سال ۵۳۵ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے اور مرو میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مرو میں معروف و مشہور ہے۔

شیخ محی الدین ابن العربیؒ نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے کہ سال ۶۲۲ھ میں قونیہ میں میرے گھر میں شیخ اوحدالدین حامد کرمانی مہمان تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ہمارے ملک میں خواجہ یوسف ھمدانی ساٹھ سال سے زاید عرصے سے شیخیت وارشاد کے مسند پر تھے۔ ایک دن خلاف معمول اپنے زاویہ سے باہر نکلنے کا اچانک ارادہ کیا اور کبھی بھی جمعہ کے بغیر وہ اپنے صومعہ سے باہر نکلتے نہ تھے اور یہ نکلنا بھی ان پر بڑا گران گذرا اور معلوم نہیں تھا کہ کہاں جائیں۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کو ڈھیلا چھوڑ دیا کہ جہاں اللہ لے جائے چلتے رہو۔ گھوڑا اسے ایک صحرا میں لے آیا جہاں ایک ویران مسجد تھی۔ گھوڑا ٹھیک وہیں پر رک گیا۔ حضرت شیخ گھوڑے سے اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک شخص کو سر جھکائے ہوئے دیکھا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے سر اوپر اٹھایا۔ ایک پر ہیبت جوان تھا اور اس نے کہا: ''اے یوسف! ایک مسئلہ ہے جو میرے لئے مشکل ہو گیا ہے'' اور مسئلہ سنا دیا۔ شیخ نے اس کا جواب دیا اور اسکے بعد کہا: ''فرزند! جب تمہارے لئے کوئی مسئلہ مشکل ہو جائے تو شہر آیا کرو اور مجھ سے پوچھ لیا کرو اور مجھے تکلیف میں مت ڈالو''، شیخ نے فرمایا ہے کہ جب میں نے یہ بات اس جوان سے کہی تو اس نے مجھ پر نظر ڈالی اور کہا: جب مجھے کوئی مشکل پیش آئیگی تو میرے لئے ہر پتھر یوسف ہے تمہاری طرح''۔ شیخ محی الدین ابن العربیؒ کہتے ہیں کہ اس سے میں جان گیا کہ اپنی سچائی سے ایک مرید صادق اپنے مرشد کو اپنی طرف کھینچ کر لا سکتا ہے۔

شیخ نجیب الدین بزغش شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ایک دن مشائخ کے اقوال کے چند اوراق میرے ہاتھ لگے میں نے انہیں پڑھا اور مجھے یہ کلام بہت اچھا لگا۔ میں اس جستجو میں رہا کہ اس کلام کا مصنف کون ہے تا کہ اس کا کچھ اور کلام پڑھوں۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک باوقار و پر جلال آدمی سفید داڑھی اور انتہائی نورانی صورت والا خانقاہ میں داخل ہوا اور جائے وضو کی طرف وضو کرنے کے لئے بڑھا۔ نہایت سفید اور عمدہ کپڑے کی عبا پہن رکھی تھی اور اس لباس پر موٹے حروف میں آب زر سے آیۃ الکرسی لکھی تھی جو اوپر سے نیچے تک چلی گئی تھی۔ میں ان کے پیچھے رہا اور یہ لباس نکال کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کے نیچے اس سے بھی زیادہ خوبصورت سبز رنگ کی عبا تھی اور اس پر بھی آیۃ الکرسی لکھی تھی۔ میرے پاس دونوں لباس رکھ کر کہا کہ ان کو پکڑ لو جب تک میں وضو سے

فارغ ہو جاؤں۔ وضو کر چکے تو مجھ سے کہا کہ میں ان دو لباسوں میں سے تمہیں ایک دوں گا۔ بولو کون سا چاہئے؟ میں نے کوئی انتخاب نہیں کیا اور کہا کہ جون سا آپ دیں گے وہی بہتر ہوگا۔ انہوں نے مجھے سبز جامہ پہنا دیا اور سفید خود پہن لیا۔ اسکے بعد کہا کہ کیا مجھے جانتے ہو؟ میں ہی ان اوراق کا مصنف ہوں جس کی تجھے جستجو ہے۔ میں ابو یوسف ھمدانی ہوں اور ان اوراق کا نام ہے زبدۃ (زینتہ) الحیوۃ اور میری کچھ اور بھی تصنیفات ہیں ان اوراق سے بہتر جیسے منازل السائرین اوور منازل السالکین۔ جب میں خواب سے جاگا تو مجھے عظیم مسرت حاصل ہوئی۔

خواجہ یوسف ھمدانیؒ کے چار خلیفہ تھے خواجہ عبداللہ برقیؒ خواجہ حسن اندقیؒ خواجہ احمد یسویؒ نہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ۔ خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے بعد ان چاروں میں سے ہر ایک مسند ارشاد پر فائز رہے اور ان کے بھی اپنے خلفاء تھے۔ حضرت خواجہ احمد یسویؒ جب ترکستان گئے تو کہا جاتا ہے انہوں نے اپنے مصاحبوں کی جماعت کو خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی متابعت کرنے کو کہا۔ اس سلسلے کے بعض متاخرین مشائخ کے ایک رسالہ میں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔

ارسطو :......ارسطا طالیس (ارسطو) یونان کا ایک نام آور حکیم تھا جو اسطاغیرا میں سال ۳۸۴ اور خالکیس میں سال ۳۲۲ قبل مسیح میں بالترتیب پیدا ہوا اور وفات پائی۔ ارسطو کا باپ مقدونیہ کے بادشاہ کا طبیب تھا اور اس کا نام نیکو ماخس تھا۔ بچپن میں باپ کا سایہ اٹھ جانے کے بعد ارسطو اتھینز چلا گیا اور افلاطون کی خدمت میں آ کر علم حاصل کرنے لگا۔ افلاطون اسے اپنے تمام شاگردوں پر فوقیت دیتا تھا کیونکہ اس کی نظروں میں وہ ادراک میں ان سے برتر تھا۔ استاد کی موت کے بعد ارسطو نے مختلف شہروں میں زندگی گذاری اور آخر کار مقدونیہ چلا گیا اور وہاں اسے اسکندر (بعد میں اسکندر اعظم) کی تربیت سپرد کر دی گئی اور یہی وجہ ہے کہ اسکندر کے عہد کے اواخر تک حکیم ارسطو کے تعلقات اس پادشاہ جہان گیر کے ساتھ کم و بیش قائم رہے۔ اسکندر کی وفات کے بعد وہ مجبوراً اتھینز سے چلا گیا اور خالکیس میں سکونت اختیار کی اور وہیں پر اس کی موت واقع ہوئی۔ ارسطو کے آثار بہت ہی متنوع اور سبھی یونانی علوم و معارف (سوائے ریاضی کے) پر مشتمل ہیں اور بنیادی طور پر منطقیات اور طبیعیات اور الٰہیات اور خلقیات کے موضوع پر حاوی ہیں اور ان میں خاص طور پر فن شعر، فن خطابت، کتاب اخلاق، سیاست اور مابعد الطبیعہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

اسقلینوس :......ایک یونانی حکیم کا نام ہے جو غالباً ان آٹھ حکماء میں سے تھا جو اسکندر اعظم کے

تھے اور اس کے دربار سے وابستہ بھی تھے۔[ضمناً یہ ایک دوائی کا بھی نام ہے جسے شیرازی زبان میں زنگی دارو کہتے ہیں۔اسے اشقونوفندریون اور عربی میں حشیشتہ الطحال کہتے ہیں]۔

افلاطون :......ارسطون یا ارسِتن کا بیٹا اور فیثا غورث کے شاگردوں میں سے تھا اور سقراط کے ساتھ اس کے پاس پڑھتا تھا۔ افلاطون یونانی علماء کے مشہور خاندان اور بزرگزادوں میں سے تھا اور تمام طبیعی فنون پر کامل دسترس رکھتا تھا۔ فلسفی علوم میں آپ کے کئی گراں بہا آثار ہیں اور ان میں بیشتر رمزنویسی سے کام لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ افلاطون اپنے شاگردوں کو چلتے چلتے پڑھاتا تھا اور اسلیئے اس کے پیروؤں کو مشائین کہتے ہیں۔ اواخر زندگی میں تعلیم و تربیت کا کام اپنے قابل شاگردوں کے سپرد کیا اور گوشہ گیری اختیار کی۔ ابتدا میں شعر گوئی کی اور فصاحت کے درجۂ کمال تک پہنچا لیکن سقراط کے یہ کہنے پر کہ شعر گوئی کی بنیاد تخیل پر ہے نہ کہ حقیقت جوئی پر جبکہ حقیقت جوئی انسان کے لائق اور شایان ہے' اس نے شعر گوئی چھوڑ دی اور دس سال تک سقراط کے ساتھ رہا۔ کہتے ہیں افلاطون اکیاسی سال کی عمر میں ۳۴۷ قبل مسیح میں فوت ہوا (تاریخ پیدائش سال ۴۲۷ قبل مسیح)۔ اپنے استاد سقراط کی شہادت کے بعد افلاطون نے سفر اختیار کئے اور یہ سفر اس نے علم حاصل کرنے اور کتابیں پانے اور اپنے نظریہ کی بنیاد پر حکومت چلائے جانے اور اس کی تشکیل دینے کے امکانات کا مطالعہ کرنے کی خاطر اختیار کئے۔ وہ اپنے وطن کو اپنے مقصد کی حکومت کے بارے میں ناقابل ملک سمجھتا تھا لیکن اس نے دیکھا کہ دوسرے ممالک بھی اس کے مقصد کی جمہوری حکومت کا ادراک کرنے کی حد تک ترقی یافتہ نہیں۔ ان ممالک میں وہاں کے حاکم اس سے ناراض بھی ہوئے بلکہ غلامی اور قید سے بھی اسے گذرنا پڑا چنانچہ اپنے ایک عقیدت مند کی کوششوں سے رہا ہوا۔ اسی عقیدت مند دوست نے اس کے لئے اتھینز کے اطراف میں اس کے لئے باغ خرید کر اس کو ہدیہ میں دے دیئے اور ان ہی باغوں میں سے ایک باغ میں اس نے اپنا سکول قائم کیا۔ اس کی درس و تدریس کا زمانہ چوتھی صدی قبل مسیح کا نصف اوّل ہے۔ اپنے اس مدرسہ کا نام اس نے اکاڈمیا رکھا اس لئے اس کے فلسفہ کا نام فلسفۂ اکاڈمی ہوا افلاطون کے لکھے ہوئے آثار کی تعداد تیس رسالوں پر مشتمل ہے جو نہایت عمدہ اور ساتھ ہی قدیم یونان کی حکمت و بلاغت کا فصیح ترین بیان ہے۔ ان میں سے اُسی زمانے میں جب کہ یونانی علوم اسلامی دنیا میں منتقل ہوئے اکثر رسالوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔ سقراط کے ایماء پر شعر و شاعری کو ذلیل سمجھنے کے باوجود افلاطون میں شاعری کا ذوق وسلیقہ بالاترین درجے کا تھا اور اس کا علمی مقام بالخصوص ریاضیات میں بہت بلند تھا اور کہتے ہیں کہ اس نے اکاڈمی کے دروازے پر لکھا تھا: ''جو ہندسہ نہیں جانتا وہ باغ میں داخل نہ ہو''۔ افلاطون حکمت میں

استدلال، تعقل، تو ہ شاعری کو تخیل کو جمع کرنے لموجد تھا اور اگرچہ وہ ایک حکیم کیلئے دنیا سے اور دینوی آلائشوں سے پرہیز کو واجب جانتا تھا لیکن امور معاش اور سیاسیات پر تحقیق بھی کرتا تھا بلکہ حسن سیاست کو ہی حکمت کا مقصد جانتا تھا اور سیاست کے عمل کو فقط ایک حکیم کے ہی شایان سمجھتا تھا۔ جمہوری طرز سیاست کو اس نے اپنے مشہور رسالہ سیاست یا جمہور میں بیان کیا ہے۔

افلاطون کی حکمت و فلسفہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ محسوسات محض ظواہر ہیں حقائق نہیں اور نہ ہی اصیل ہیں اور اسی لئے علم کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے صرف معقولات ہی علم سے متعلق ہیں۔ امور عالم کا حواس سے نہیں بلکہ صرف عقل سے ادراک ہوسکتا ہے۔ افلاطون کے بقول علم و معرفت کے درجے ہیں اور جو محسوس ہوتا ہے وہ حدس و گمان ہے واقعی علم نہیں ہے۔

امام غزالی: ...... حجتہ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد ابن احمد طوسی رحمتہ اللہ علیہ واسعۃ۔ آپ کی کنیت ابو حامد تھی اور لقب حجتہ الاسلام تھا آپ سلجوقی دور کے معروف ترین عالم اور دانش مند تھے۔ طوس میں طابران میں سال ۴۵۰ھ میں متولد ہوئے اور طابران میں سال ۵۰۵ میں رحمت الٰہی سے پیوست ہوئے۔ فقہ و حکمت اور علم کلام میں اپنے زمانے کے پیشوا تھے۔ آپ کے والد ایک عبادت گذار شریف اور نیک آدمی تھے اور جولاہی کا کام کرتے تھے اور غزالی کا لقب اسی پیشے کی مناسبت سے ہے۔ جب محمد اور ان کے بھائی احمد غزالی دونوں چھوٹے تھے تو والد کا سایہ اٹھ گیا اور دونوں ابو حامد احمد ابن محمد رادکانی کی پناہ عافیت میں آگئے اور ان کے پاس دینی علوم سیکھے۔ طوس اور گرگان میں ایک عرصہ تک علم حاصل کر کے غزالی نیشاپور چلے گئے اور امام الحرمین ابوالمعالی جوینی کی خدمت میں پہنچے [ان کے دائرہ درس میں ہر روز تین سو آدمی جو امام بھی تھے، عالم بھی تھے اور طلبا بھی، حاضر ہوتے تھے]۔ اور اس فقیہہ بے بدل کے محضر میں فقہ و کلام کی تحصیل کی اور اپنے زمانے کے تمام دینی علوم میں مسلمہ استادی کا درجہ پایا لیکن پھر بھی امام الحرمین کی وفات تک ان کی خدمت میں ہی رہے۔ اس کے بعد نیشاپور میں سلجوقی وزیر اعظم خواجہ نظام الملک کی خدمت میں آگئے اور وہاں ایک مناظرہ کے نتیجے میں جو وزیر اعظم موصوف کی مجلس میں برپا تھا آپ کا مقام اور آپ کی فضیلت خواجہ موصوف پر روشن ہوگئی۔ آٹھ سال کے بعد یعنی سال ۴۸۴ھ میں نظام الملک نے نظامیہ یونیورسٹی میں آپ کو ۳۵ سال کی عمر میں پروفیسر کا عہدہ سونپ دیا۔ اس کام کو آپ نے ۴؍ سال تک یعنی سال ۴۸۸ھ تک انجام دیا جب کہ اچانک آپ کی روح میں ایک تبدیلی کا احساس ہوا اور اپنے بھائی احمد غزالی کو پروفیسری کا عہدہ سونپ کر آپ شام اور حجاز کی طرف سیر و سلوک کی غرض سے روانہ ہوئے۔ دس سال

کے بعد سال ۴۹۸ھ میں آپ واپس طوس چلے آئے اور ایک سال بعد سال ۴۹۹ھ میں سلطان سنجر سلجوقی اور اس کے وزیر جو نظام الملک کا فرزند تھا' کی درخواست پر نیشاپور کی نظامیہ یونیورسٹی میں آپ نے درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ سال ۵۰۰ھ میں آپ طوس لوٹ آئے اور وہاں ایک خانقاہ کو تشکیل دے کر لوگوں کو رشد و ہدایت دیتے رہے اور اس کے بعد پھر درس و تدریس کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ ہی کسی سے مالی امداد چاہی اور تنہائی میں زندگی گذاری باوجود اس کے کہ امام غزالیؒ فلسفہ کے مخالفین میں سے تھے سفروں اور سیر و سلوک کے نتیجے میں آپ کے مقالات و گفتار میں عرفان کی چاشنی تھی اور فقہاء نے آپ کی تکفیر بھی کی اور بعض لوگوں نے آپ کو اذیت بھی پہنچائی۔ ۱۴ رجمادی الثانی سال ۵۰۵ھ آپ نے طوس کے گاؤں طابران میں انتقال فرمایا۔ آپ کے اہم آثار میں کیمیای سعادت (فارسی)' نصیحۃ الملوک (فارسی) احیاء علوم الدین (عربی) تہافت الفلاسفہ (عربی) مکتوبات' المنقذ من الضلال' جواہر القرآن' شفاء العلیل' منہاج العابدین' الجام العوام عن علم الکلام' المستصفی من علم الاصول' عقیدہ اہل السنۃ کا نام قابل ذکر ہے۔

امام غزالیؒ نے ظاہری علم و تدریس اور مطالعات کے نتیجے میں شکوک و شبہات کی منزلوں سے گذر کر بالآخر دریافت کر لیا کہ ان شبہات سے فقط صوفی طریقہ ہی آدمی کو نجات دے سکتا ہے۔ ان کے دور و دراز روحانی سفر کی داستان المنقذ من الضلال میں درج ہے لیکن اس عارفانہ سلوک و سفر کی حاصل وہ کتاب ہے جو احیاء علوم الدین یا احیاء علوم کہلاتی ہے جس کا خلاصہ آپ نے خود ہی فارسی میں کیمیای سعادت نامی کتاب میں بیان کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں تصوف میں سب سے میٹھی کتابیں سمجھی جاتی ہیں اور دونوں تصوف کو رواج دینے میں بڑی موثر رہی ہیں۔ باوجود اس کے کہ غزالیؒ کا عرفان نو افلاطونی رنگ سے خالی نہیں ہے لیکن ہے اسلامی اور زاہدانہ عرفان جو روحانی مکاشفات سے پر لیکن ہر طرح کے تند دعویٰ سے دور ہے۔ اس کے باوجود کہ امام غزالیؒ کی آراو افکار پر ابن تیمیہ جیسے عالم دین نے بھی تنقید کی ہے لیکن امام غزالیؒ کے اثر و نفوذ اور ان کی حیثیت نے فلسفہ کی گرم بازاری اور رونق کو مٹا کر صوفیوں کے اعتبار کو نیز دینی علوم کی برتری کو بھی بڑھا دیا اور اسی لئے وہ دنیای اسلام میں حجۃ الاسلام کے لقب سے بھی جانے جاتے ہیں۔

امام محمد شیبانیؒ :......امام محمد ابن حسن شیبانیؒ فقہ حنفی کے امام تھے آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ مولانا جامیؒ کے والد نظام الدین احمد کے دادا نے جن کا نام مولانا محمد تھا' امام محمد شیبانیؒ کی بیٹی سے نکاح کیا تھا۔

امیر سیّد کلالؒ :...... امیر سید کلالؒ ابن حمزہ سوخار نامی گاؤں کے رہنے والے تھے جو بخارا سے چھ میل دور ہے۔ آپ پیشے سے کمہار تھے۔ جوانی میں کشتی بھی لڑتے تھے۔ آپ خواجہ محمد بابا سماسی کے خلیفہ اور حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشاؒ کے مرشد بزرگوار تھے اور حضرت مشکلکشاؒ نے آپ ہی کی صحبت میں اور آپ ہی سے طریقت وتلقین کے آداب کی تعلیم پائی۔ ایک دن بھری محفل میں آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کو بلایا اور فرمایا کہ: ''فرزند بہاء الدین! ہم نے خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ کا نفس مبارک پوری طرح آپ میں سمودیا ہے جب کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ جس طرح سے میں نے تمہاری تربیت کی ہے ٹھیک اسی طرح سے میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں انجام دینا اور مطلق کسی طرح کی درنگی سے کام نہ لینا۔ چنانچہ میں نے ویسا ہی کیا'' اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے اپنے پستان آپ کے لئے خشک کردیئے یہاں تک کہ آپ کی روحانیت کا پرندہ بشریت کے انڈے سے باہر نکل آیا۔ لیکن آپ کی ہمت کا پرندہ بلند پرواز والا پرندہ ہے' اب آپ کو ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جہاں بھی کوئی خوشبو آپ کے مشام میں پہنچ جائے خواہ وہ ترک ہو یا تاجیک ضرور جائیں اور اپنی ہمت کے بموجب تلاش وجستجو میں کوئی کوتاہی نہ کریں''۔ تفصیل کیلئے ملاحظ ہو میری کتاب ''خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ''۔ امیر سیّد کلالؒ نے جمعرات کے دن ۸ر جمادی الاول ۷۷۲ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے گاؤں سوخار میں مدفون ہوئے۔

بایزید بسطامیؒ :...... آپ اکابر مشائخ اور اولیائی اعظم میں سے تھے۔ قطب عالم بھی تھے اور مرج اوتاد بھی اور صاحب ریاضات وکرامات بھی۔ ہمیشہ قرب وہیبت کے مقام پر اور انس ومحبت میں غرق رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے بایزیدؒ ہمارے درمیان میں ویسے ہی ہیں جیسے کہ جبرئیلؑ فرشتوں میں۔ خود بایزید فرماتے تھے کہ گلستان پر دوسو سال کا عرصہ بیت جانے کے بعد ہی ہم جیسا پھول نمودار ہوکر کھلتا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم کو میں نے بایزیدؒ سے معمور پایا لیکن بایزید کو درمیان میں نہیں پایا یعنی بایزید جو بھی ہے حق میں محو ہے۔ بایزید کا جد آتش پرست تھا اور آپ کے والد مسلمان ہوئے۔ والدہ نے آپ ہی کی خواہش پر آپ کو راہ خدا میں ڈال دیا۔ آپ بسطام سے چلے گئے اور شام اور دیگر علاقوں کا سفر اختیار کرکے ریاضت' بے خوابی اور گرسنگی میں محو رہے۔ ایک سوتیرہ مرشدوں کی خدمت کی اور ہر ایک سے فیض پایا۔

بایزیدؒ کی تعلیمات میں فنا کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اس بارے میں ان کے کلام میں ان کے حج کا قصہ ہے جو بالآخر اس بات پر اختتام کو پہنچا کہ اپنی ہستی سے توبہ کیا۔ کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ: اے بایزید کیا چاہتے ہو؟ فرمایا: چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں۔ ان سے یہ بھی پوچھا گیا کہ: اس مقام پر کیسے پہنچ گئے فرمایا: یوں کہ خود سے باہر

نکل آیا جیسے کہ سانپ اپنی کھال سے باہر نکل آتا ہے۔ بایزید اپنے قلب کے جذبات کی تعبیر میں آزادروی سے کام لیتے تھے۔ کہا جاتا ہے ایک بار مؤذن نے اذان دی اللہ اکبر بایزید نے سن کر کہا: وانا اکبر منہ (اور میں اس سے بڑا ہوں...... بقولِ بایزید)۔ ایک بار سبحان اللہ سنا تو کہا: سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں میری شان عظیم ہے ...... بقولِ بایزید)۔ بیخودی و مدہوشی و سُکر کے مقام پر محویت کی حالت میں بایزید جو یہ کلام فرماتے تھے البتہ مسلمانوں کے کانوں میں پڑ کر ہلکا یا سہل تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ عوام میں خشم وغصہ بڑھتا تھا لیکن بہرحال صوفی حضرات ان کے اس طرح کے کلام کی تاویلیں اور توجیہات پیش کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رومیؒ نے اپنی مثنوی میں سبحانی کی تاویل میں ایک مبسوط شرح لکھی ہے۔ بایزید نے اپنے حق میں ایک طرح کے روحانی معراج کا بھی ذکر کیا ہے اور خواجہ فرید الدین عطارؒ نے اس بارے میں ایک علیحدہ باب بھی اپنی تصنیف تذکرۃ الاولیاء میں لکھ دیا ہے۔ صوفی حضرات نے ان کے اس مقام و مرتبے کی بھی تاویل پیش کی ہے۔ سکر و محویت کے عالم سے جب کبھی لوٹ آتے تو حضرت رسول اکرم ﷺ کے عشق میں آنسو بہاتے رہتے۔ ایک بار سخت ریاضت کے ایام میں آپ کو کئی برسوں کے بعد نفس نے خربزہ کھانے پر اصرار کیا۔ خلیفوں نے چن کر بازار سے عمدہ خربزہ لا کر خدمت میں پیش کیا چاقو کاٹنے کیلئے منگوایا اور خوشی کا ماحول قائم ہوا کہ مرشد بزرگوار برسہابرس کے بعد اول بار اپنے نفس کو میوہ کھلانے والے ہیں دیر تک آپ خربزہ کو دیکھتے رہے اور آخر اسے سامنے سے ہٹا دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''میں اس خربزے کو کیسے کھاؤں جب کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کس طریقے سے خربزے کو کاٹا کرتے تھے''۔

آپ کے شاگرد ابوموسیٰ نے کہا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کے پاس آنے کا راستہ کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا خود سے جو گذر گئے تو میرے پاس پہنچ گئے۔

بایزیدؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا: مجھ سے پوچھا گیا کہ اے پیر! کیا لائے ہو؟ میں نے جواب دیا: ''ایک مسکین جو کسی بادشاہ کے دربار میں آئے اسے نہیں کہا جاتا کہ کیا لے کر آئے ہو بلکہ اسے کہتے ہیں کہ کیا چاہئے''۔ سال ۲۶۱ھ میں بسطام میں رحمتِ حق سے پیوست ہوئے اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کا روضہ مُبارک بسطام میں فیض و برکت اور رحمت الٰہی کا منبع ہے۔

بُقراط :...... بقراط ایک قدیم طبیب کا نام ہے جو یونان کے جزیروں میں سے ایک جزیرے میں سال ۴۶۰ھ قبل مسیح میں پیدا ہوا وہ جیسا کہ مشہور ہے نہ ہی علم طب کا اختراع کرنے والا تھا اور نہ ہی اس کی بنیاد ڈالنے

والا بلکہ اپنے زمانے میں طب کی علمی اور عملی معرفت پر کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ بقراط کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے عہد میں فرد یگانہ اور تمام اشیاء کے علم میں فضیلت کاملیت اور صراحتِ کامل رکھتا تھا اور ضرب المثل ہو چکا تھا۔ طبیب بھی تھا اور فلسفی بھی تھا اور اس کا مقام علم وفضیلت میں اس درجے پر پہنچ چکا تھا کہ لوگ جیسے خدا کی طرح اس کی پرستش کرتے تھے۔ قیاس اور تجربہ کے فن میں وہ ایک عجیب قوت رکھتا تھا۔ بقراط پہلا آدمی ہے جس نے اجنبی لوگوں کو طب سکھائی تا کہ کہیں علم طب مٹ نہ جائے اور علم طب کے شاگردوں اور خواہش مندوں کو اپنے فرزندوں کی طرح عزیز رکھتا تھا۔ بقراط نے ۹۵ سال کی عمر پائی۔ سولہ سال تک تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد ۷۶ سال تک عالم اور معلم رہا۔ اس میں اختلاف بھی ہے کیونکہ بعضوں کے بقول بقراط نے نوے سال کی عمر پائی تھی۔ بقراط کے تین بچے تھے تاسلوسؔ دراقنؔ اور ایک بیٹی مایا ارسیا جو اپنے دو بھائیوں سے زیادہ عالم تھی۔ بقراط سے بہت سی تالیفات منسوب ہیں جن کے کئی زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے ہیں۔

جنید بغدادیؒ :......آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور قواریریؔ زجاجؔ اور خزّارؔ آپکے القاب تھے وہ اس لئے کہ آپکے والد آبگینہ (شیشہ) فروش تھے۔ کہتے ہیں کہ نہاوند (ایران) آپ کے خاندان کا اصلی وطن تھا اور آپ خود بغداد میں متولد ہوئے۔ آپ نے سری سقطیؒ حارث محاسبیؒ اور محمد قصابؒ کی خدمت میں سیر وسلوک کے مراحل طے کئے اور اس طریق میں سید الطایفہ کا مقام حاصل کیا۔ آپ منبع اسرار تھے اور شیخ الشائخ۔ فنون علم میں کامل اور اصول وفروع میں مفتی اور ریاضات ومعاملات اور کلمات لطیف وارشادات عالی میں تمام صوفیا وعلمای وقت پر سبقت پائی تھی۔ آپ کا کلام طریقت میں حجت مانا جاتا ہے اور اس میں آپ کا درجہ امامت کا ہے چنانچہ آپ کو اس طایفے کا سیّد کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ لسان القوم اعبد الشائخ' طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے خطابات سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ زہد وعشق میں بے نظیر تھے اور آپکے زمانے میں اور آپ کے بعد بھی بغداد کے مشائخ نے آپ ہی کے طریق کو اختیار کیا تھا۔ جنید بغدادیؒ شافعی مذہب کے پیرو تھے صوفی حضرات کی آراء اور مبادیات کے بارے میں حضرت جنید بغدادیؒ کے بیانات خاصے بلند اور اہم ہیں۔ ان سے منسوب بعض رسائل ان کی ذہانت طبع کی دلیل ہیں بلکہ تصوف کی کتابوں میں جو کلام ان سے منسوب ہے اس سے بھی ان کی اہمیت و اعتبار کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ حق میں فنا کا مسئلہ اور انسان کے وجود کا لایزالِ نامحدود کے وجود کیساتھ پیوند واتحاد کی بات آپ کے کلام میں بڑے لطیف بیان کی حامل ہے۔ آپ نے قرآنِ مجید میں جو میثاق الست کا ذکر ہے اور جسے صوفی حضرات محبت اور اطاعت کے عہد و پیمان کی نشانی جانتے ہیں اسے بہت ہی شیرین اور لطیف انداز

بیان میں پیش کیا ہے اور حق میں فنا ہونے کو اصل کی طرف لوٹ جانے سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ چوں کہ تمام چیزیں حق سے نکلی ہیں اس لئے تمام چیزیں حق ہی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ آخر تفرقہ جمع سے مل جاتا ہے اور ایک عارف تب ہی اس مرحلے پر پہنچ سکتا ہے جب وہ فنا کے مقام پر ہوگا۔

حافظ غیاث الدّین محمّد :......مولانا جامیؒ کے ہمعصر اور ایک جیّد عالم تھے اور سلطان حسین میرزا بایقرا کے زمانے میں صدارت کا منصب بھی پایا لیکن خواند میر نے حبیب السیر میں لکھا ہے کہ حافظ موصوف سید غیاث الدین محمد مشہدی فضائل و کمالات انسانی سے عاری تھے۔ اگر یہ وہی حافظ غیاث الدین ہیں تو ان کی کم علمی کی تصدیق مولانا جامیؒ کے اس جواب سے بھی ہو جاتی ہے جو انہوں نے حافظ کی عیادت کے بعد حافظ کی ایک بات کے بارے میں دیا تھا۔ بہر حال حافظ غیاث الدین اپنے عہد میں عالم کی حیثیت سے معروفیت ضرور رکھتے تھے اور قابل احترام بھی تھے۔

خواجہ ابو یوسف ابن محمد سمعان چشتیؒ :......آپ خواجہ ابو محمد بن ابی احمدؒ کے ہمشیرہ زادہ تھے اور ان ہی سے تربیت وارشاد پایا تھا۔ خواجہ ابو محمد نے ۶۵ سال کی عمر تک شادی نہیں کی۔ ان کی ہمشیرہ ہی ان کی خدمت کیا کرتی تھیں اور چالیس سال کی عمر تک بھی ان کی شادی اپنے بھائی کی خدمت کرنے کی وجہ سے نہیں ہو سکی۔ ایک دن خواجہ ابو احمدؒ نے اپنے والد خواجہ ابی احمدؒ کو خواب میں دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ تمہارے شہر میں محمد ابن سمعان نام کا اچھا لکھا پڑھا ایک شخص ہے جو صالح اور خدا دوست ہے اور صلح وصفا میں زندگی گذار رہا ہے۔ تم اپنی بہن کا عقد اس سے کر دو خواجہ ابو محمدؒ نے انہیں بلوایا اور اپنی ہمشیرہ کا نکاح ان سے کر دیا اور وہ بھی چشت میں ہی رہنے لگے اور خواجہ یوسفؒ ان سے متولد ہوئے خود ابو محمدؒ نے بھی ۶۵ رسال کی عمر میں عقد کیا لیکن چونکہ ان کا کوئی بیٹا بلوغت تک نہیں پہنچا تھا اس لئے انہوں نے خواجہ یوسفؒ کو ہی اپنا فرزند قرار دیا اور ان کی تربیت کی اور علوم کی تحصیل اور خداوند تعالیٰ کی راہ سلوک میں ان کی رہنمائی کی۔ خواجہ ابو محمدؒ کے انتقال کرنے کے بعد خواجہ یوسفؒ ان کے قائمقام ہوئے۔ پچاس سال کی عمر میں خواجہ یوسفؒ میں گوشہ گیری کی رغبت پیدا ہوئی اور ایک بزرگ صوفی خواجہ حاجی مکیؒ کے مزار پر چلہ خانہ کھودنے کا ارادہ کیا۔ ہاتف غیبی کے اشارے پر ایک خاص جگہ پر چلہ خانہ کھودنے کا اہتمام کیا اور جب بیل و کلنگ سے زمین کھودی جانے لگی تو زمین کے سخت ہونے کی وجہ سے کوئی بھی اسے کھود نہ سکا۔ خواجہ ابو یوسفؒ نے کدال ہاتھ میں لیا اور اپنے دست مبارک سے صبح سے ظہر کی نماز تک

اسے مکمل کر لیا اور بارہ سال کا عرصہ اس چلہ خانہ میں گذارا۔ آپ پر سکر و دہشت اور حیرت و شیفتگی کا اس قدر غلبہ رہتا تھا کہ کبھی جب خادم آکر وضو کے لئے ان کے ہاتھ پر پانی ڈال دیتا تو وضو کے دوران آپ خود سے غائب ہو جاتے اور ایک ساعت تک کم و بیش غایب ہونے کے عالم میں رہتے اور پھر حاضر ہو جاتے اور وضو کی تکمیل کرتے۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ نے چشت میں آپ سے ملاقات کی ہے۔ خواجہ یوسفؒ سال ۴۵۹ھ میں رحمت الٰہی سے پیوست ہوئے۔ ۸۴ سال کی عمر میں انتقال کا وقت نزدیک آنے پر آپ نے اپنے بڑے فرزند خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کو تحصیل علوم کی وصیت کی اور اپنا قائم مقام بنایا۔

خواجہ احمد ابدال چشتیؒ :......آپ چشت کے شرفا میں سے سلطان فرسنافہ کے فرزند تھے جو وہاں کے ایک وزیر تھے۔ اس کی ایک ہمشیرہ تھی جو حد درجے کی ایک صالح عورت تھی۔ حضرت شیخ اسحٰق شامیؒ ان کے گھر آتے اور ان کے گھر میں کھانا کھاتے۔ ایک دن حضرت شیخؒ نے اسے کہا کہ تمہارے بھائی کا ایک فرزند ہوگا جس کی عجیب شان ہوگی۔ تجھے اپنے بھائی کی بیوی کا خیال رکھنا ہوگا کہ کہیں حمل کے دنوں میں وہ کوئی ایسی چیز نہ کھالیں جس میں حرام ہونے یا کوئی شبہ کی چیز ہونے کا احتمال ہو۔ اس صالح عورت نے شیخ ابو اسحٰق کی فرمائش کے بموجب اپنے ہاتھ سے سوت کات کر بیچنا شروع کیا اور اس طرح سے اس کی ضروریات پوری ہوئیں چنانچہ سال ۲۶۰ھ میں معتصم باللہ کی خلافت کے عہد میں خواجہ ابو احمد متولد ہوئے اور وہی صالح خاتون اپنے گھر میں وجہ حلال سے اس کو پالنے لگیں۔ شیخ ابو اسحاق کبھی کبھی ان کے گھر آتے اور ابو احمد کو لڑکپن کے دوران میں دیکھ کر فرماتے کہ اس بچے سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ ایک بڑا خاندان اس سے نمودار ہوگا اور اس سے عجیب و غریب حالات کا مشاہدہ ہوگا۔ ایک وقت جب خواجہ ابو احمد کی عمر بیس سال کی ہوگئی تھی تو اپنے والد سلطان فرسنافہ کے ہمراہ شکار کھیلنے کیلئے پہاڑ کی طرف نکل پڑے۔ شکار کے دوران اپنے والد اور ہمراہیوں سے جدا ہو کر چند پہاڑوں کے بیچ میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے چالیس اولیاء اللہ کو ایک چٹان پر کھڑے ہوئے دیکھا جن میں شیخ اسحٰق شامی بھی تھے۔ آپ کا حال متغیر ہوگیا اور گھوڑے سے اتر کر شیخ کے قدموں پر آپڑے۔ گھوڑے اور اسلحہ اور دیگر سامان کو چھوڑ کر پشمینہ کا لباس پہنا اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ والد اور ہمراہیوں نے ان کو بہت ڈھونڈا لیکن پا نہ سکے۔ چند دنوں کے بعد پتہ چلا کہ وہ شیخ ابو اسحٰق کے ساتھ فلاں گاؤں میں پہاڑوں کے بیچ میں رہ رہے ہیں۔ والد نے ان کو لانے کیلئے ایک جماعت بھیج دی۔ ان کو لایا گیا لیکن بہت سی نصیحتوں اور قید و بند میں ڈال دیئے جانے کے باوجود وہ ان کو اس چیز سے باز نہ لا سکے جس میں وہ مستغرق ہوگئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے والد کا ایک شراب خانہ تھا۔

فرصت پا کر وہ اس میں داخل ہوئے اور دروازے مضبوطی کے ساتھ بند کرنے کے بعد شراب کے مٹکوں کو توڑنے لگے۔آپ کے والد کو خبر کر دی گئی۔ وہ چھت پر آ گیا اور غصے میں ایک بڑا پتھر اٹھا کر کھڑکی کے اندر سے ان پر مارنا چاہا۔کھڑکی سمٹ گئی اور پتھر اس پر یوں لگا کہ پتھر ہوا میں معلق ہو گیا اور ان کو کوئی گزند نہیں پہنچی والد نے جب یہ حال دیکھا تو آ کر ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔اس طرح کی کئی کرامات ان سے ظاہر ہوتی رہیں۔آپ نے سال ۳۲۵ھ میں وفات پائی۔

خواجہ احمد صدیقؒ:......آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے تین خلیفوں میں سے ایک تھے اور باقی دو خلفاء تھے خواجہ اولیائے کلاںؒ اور خواجہ عارف ریوگرویؒ۔ تفصیل کیلئے دیکھئے میری تصنیف ''حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ''۔

خواجہ احمد نسویؒ:......کہا گیا ہے کہ آپ خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے چار خلفاء میں سے ایک تھے اور باقی تین خلفاء یہ تھے خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ، خواجہ عبداللہ برقیؒ اور خواجہ حسن اندانیؒ۔ تفصیل کیلئے دیکھئے میری تصنیف ''حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ''۔

خواجہ احمد بن مودود چشتیؒ:......بہت بزرگ ولی اللہ تھے اپنے والد گرامی خواجہ مودود بن یوسف چشتیؒ کے قائمقام ہو کر سبھی طائفوں میں مقبول تھے اور عام لوگوں پر بڑے شفیق اور صاحب مروت تھے۔کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ: ''اے احمد! اگر تم ہمارے مشتاق نہیں ہو ہم تو تمہارے مشتاق ہیں''۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے تین عزیز دوستوں کو منتخب کیا اور مخفی طور پر کہ کسی کو خبر نہ ہو حرمین الشریفین کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔حج کے ارکان و شرائط کو انجام دینے کے بعد آپ مدینہ منورہ کے حرم مقدس اور روضۂ اطہر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ آ گئے اور چھ ماہ تک وہاں کے مجاور رہے۔کہا جاتا ہے کہ خدام روضۂ اطہر ﷺ نے ان کی اس طویل مجاورت کو پسند نہیں کیا اور انہیں اذیت دینے کا ارادہ کیا۔روضۂ اطہر ﷺ سے آواز آئی جسے تمام حاضرین نے سنا کہ: ''انہیں مت ستاؤ یہ ہمارے مشتاقوں میں سے ہیں''۔ مدینہ پاک سے آپ بغداد پہنچے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں اترے۔ حضرتؒ نے آپکی بڑی تعظیم کی اور بہت احترام کے ساتھ آپ کو خانقاہ میں رکھا۔خلیفۂ بغداد نے جو خواب دیکھا اس کی وجہ سے اس نے آپ کو اپنے پاس بلوایا اور آپ کی بے حد عزت کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔آپ نے خلیفہ کو بڑی مؤثر نصیحتیں کیں اور وعظ و خطاب سے بھی مستفید کیا اور خلیفہ نے آپ کی تمام نصائح و پند و مواعظ کو

قبول کیا۔ بخششیں اور انعام واکرام آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ خلیفہ کے دل کو رکھنے کے لئے آپ نے تھوڑی سی رقم اٹھالی اور جب دربار سے باہر آ گئے تو یہ رقم محتاجوں میں بانٹ دی اور خراسان روانہ ہوئے۔ آپ ۵۰۷ھ میں متولد ہوئے اور ۵۷۷ھ میں وفات پائی۔

خواجہ اولیای کلانؒ :......آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے تین خلفاء میں ایک خلیفہ تھے۔ باقی دو یہ تھے خواجہ احمد صدیقؒ اور خواجہ عارف ریوگرویؒ۔ ملاحظہ ہو میری کتاب ''حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ''۔

خواجہ بھاء الدین محمد نقشبندؒ :......مکمل حالات کیلئے دیکھئے میری کتاب ''حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ''۔

خواجہ حافظ الدّین ابو نصر پارساؒ :......اپنے والد بلند مرتبت خواجہ محمد پارساؒ کے بعد ان کے جانشین تھے اور ان ہی سے علوم شریعت اور رسوم طریقت کی تربیت پائی اور نفی وجود اور بذل وجود میں ان سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ اپنے حال وکیفیات کو چھپانے میں بڑے مستعد تھے اور معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ تصوف و طریقت اور راہ سلوک میں آپ عالی رتبہ ہیں یا اس طائفہ کے علوم میں بلکہ سارے علوم میں آپ کی دسترس ہے۔ اگر بھی ان سے کسی بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے تھے کتاب دیکھ لوں اور جب کتاب کھولتے تو جواب یا اسی وقت نکل آتا جہاں وہ مسئلہ ہوتا یا بس دو ایک ورق آگے پیچھے اس سے زیادہ ورق نہیں الٹنے پڑتے تھے۔

ایک دن آپ کی مجلس شریف میں حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس اللہ سرہ اور ان کی تصنیفات کا ذکر چھڑ گیا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل۔ نیز فرماتے تھے کہ کہ جو فصوص الحکم کو اچھی طرح سے جانتا ہو اس کا حضرت رسول اکرم ﷺ کی متابعت کرنے کا جذبہ قوی تر ہو جاتا ہے۔

خواجہ ابونصر پارسا (حافظ الدین ابونصر پارسا یا برہان الدین ابونصر پارسا) نقشبندی مشائخ اور ماوراء النہر کے نامور علما میں شمار ہوتے تھے۔ آپ درسی مجلسیں بھی کرتے تھے اور احادیث بھی بیان کرتے تھے بلکہ محدثین کو حدیث روایت کرنے کی اجازت بھی دیتے تھے۔

سال ۸۲۲ھ میں ابونصر پارسا اپنے والد بزرگوار کے ساتھ حج میں شریک تھے۔ طرایق الحقایق میں لکھا ہے کہ

ابونصر پارسا نے مدینہ طیبہ میں سید نعمت اللہ شاہ ولی سے ملاقات کی تھی اور ان کے ساتھ گفتگو بھی ہوئی تھی۔
خواجہ ابونصر پارسا نے بلخ (موجودہ افغانستان) میں سال ۸۶۵ھ میں وفات پائی اور بلخ میں ہی مدفون ہوئے۔ سرخداے بھی آپ کا مادۂ تاریخ نکلتا ہے۔

خواجہ حسن انداقیؒ:...... کہا گیا ہے کہ خواجہ یوسف ھمدانی کے چار خلفا تھے جن میں سے ایک خواجہ حسن انداقی تھے اور باقی تین تھے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ اور خواجہ عبداللہ برقی اور خواجہ احمد نسوی۔ دیکھئے میری کتاب: "حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ"

خواجہ حسن عطّارؒ:...... آپ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کے فرزند ہیں نیز ان کی ولایت کے شجر کا ثمر بھی۔ بڑے صاحب جذبہ تھے اور جذبہ کی حالت میں جب بھی چاہتے کسی پر تصرف کرتے تھے اور کیفیت کے اس عالم میں آپ پر مقام حضور وشعور سے بیخودی اور بے شعوری نازل ہوتی تھی اور غیبت وفنا کا ذایقہ جو شاذ و نادر ہی بعض ارباب سلوک کو میسر آتا ہے اور کافی مشاہدہ کے بعد ہاتھ آتا ہے' آپ کو چکھایا جاتا تھا۔ سارے ماوراء النہر میں اور خراسان میں آپ کے تصرف کی بات آپ کے ملنے والوں اور آپ کے طالبین میں بہت مشہور تھی۔ جو بھی کوئی آپ کے ہاتھ چومنے سے مشرف ہوتا وہ گر پڑتا اور اس پر غیبت وبیخودی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔
مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ اس سلسلہ (یعنی سلسلۂ نقشبندیہ) کا ایک عزیز بزرگ جس کی خدمت میں میں جایا کرتا تھا فرماتے تھے کہ مجھ درویش کا کام سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہمیشہ اور متواتر خواجہ حسن عطارؒ کے چہرہ کو دیکھتا رہوں اور اسی کی طرف لگاتار متوجہ رہوں کہ اسی دیکھنے کی برکت سے ان کے جذبہ کی صفت مجھ پر سرایت کر گئی۔
حضرت خواجہ حسن عطارؒ جیسا کہ سلسلۂ خواجگان کا طریقہ ہے' کبھی بیماروں کی بیماری کا بوجھ اٹھاتے تھے اور ان کی بیماری کو دور کرتے تھے۔ ایک بار جب آپ کا سفر مبارک شیراز کی طرف تھا تو وہاں کے اکابرین میں سے ایک شخص جو خواجہ حسن عطارؒ کا قوی مرید اور مخلص ارادت مند تھا ایک مرض میں گرفتار تھا۔ حضرت خواجہ حسن عطارؒ نے یہ مرض اپنے اوپر لیا۔ وہ شخص صحت مند ہو گیا اور حضرت عطارؒ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا۔ یہ سال ۸۲۰ھ کے عید قربان کی رات تھی اور سوموار کی رات تھی۔ آپ کی میت کو شیراز سے صغانیان لایا گیا اور وہیں پر اپنے والد بزرگوار کے پاس سپرد خاک ہوئے۔ مزید اطلاع کے لئے دیکھئے میری کتاب: "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

خواجہ حاجی شریف زندیؒ:......آپ مشائخ چشتیہ میں سے ہیں اور آپ خواجہ ہارون عثمانیؒ کے مرشد تھے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (اجمیری) کے پیر طریقت تھے۔ خواجہ شریف زندیؒ جو صاحب ولایت صاحب معرفت اور بزرگ مشائخ میں سے تھے' نے حضرت خواجہ قطب الدین مودودؒ سے تربیت پائی تھی اور ان کے مرید تھے۔

خواجہ عارف ریوگریؒ:......حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے تین خلیفے تھے خواجہ احمد صدیقؒ خواجہ اولیای کلانؒ اور خواجہ عارف ریوگرویؒ نقشبندی سلسلہ جو حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہ سے منسوب ہے خواجہ عارف ریوگرویؒ تک پہنچتا ہے اور وہ یوں ہے: خواجہ عارف ریوگرویؒ سے خواجہ محمود انجیر فغنویؒ تک' ان سے خواجہ علی رامتینیؒ ملقب بہ عزیزان تک' ان سے خواجہ محمد بابا سماسیؒ تک' ان سے امیر سید کلالؒ تک اور ان سے خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ تک [خواجہ عارف ریوگرویؒ مرید تھے خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے اور وہ مرید تھے خواجہ ابویعقوب یوسف ہمدانیؒ کے اور وہ مرید تھے شیخ ابوعلی فارمدیؒ کے اور وہ تھے مرید شیخ ابوالقاسم الگرگانیؒ کے اور وہ تھے مرید شیخ ابوعثمان مغربیؒ کے اور وہ تھے مرید شیخ ابوعلی کاتب المصریؒ کے اور وہ تھے مرید ابوعلی رودباریؒ کے اور وہ تھے مرید سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کے اور وہ تھے مرید سری السقطیؒ کے اور وہ تھے مرید شیخ ابومحفوظ المعروف کرخیؒ کے]۔

خواجہ عارف ریوگرویؒ (یا ریوگری) ریوگر کے تھے اور ریوگر شہر بخارا سے چھ فرسنگ (اٹھارہ میل) کی دوری پر ایک گاؤں ہے جہاں سے غجدوان ایک فرسنگ دور ہے۔

خواجہ عارف ریوگرویؒ کی وفات سال ۶۴۹ھ میں اور بعضوں کے بقول سال ۷۱۵ھ میں ہوئی اور اپنے گاؤں ریوگر میں سپرد خاک ہوئے۔

خواجہ عبد اللہ برقیؒ:......آپ خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے خلیفہ تھے اور ان کے چار مشہور خلفا میں شامل تھے۔ باقی تین خلیفے تھے خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ خواجہ حسن انداقیؒ اور خواجہ احمد نسویؒ۔

خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ:......خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ ماوراء النہر کے نامور مشائخ میں سے ہیں۔ سلسلۂ خواجگان آپ سے ہی منسوب ہے اور نقشبندی طریق کے گیارہ اصولوں میں سے آٹھ اصول آپ نے وضع کیے ہیں۔

آپ کے والد کا نام عبدالجمیل تھا جو عبدالجمیل امام کے نام سے معروف تھے اور اپنے وقت کے مقتدیٰ تھے اور ظاہری و باطنی علوم کے عالم۔ آپ کا نسب حضرت امام مالکؒ تک پہنچتا ہے۔ عبدالجمیل روم کے رہنے والے تھے (موجودہ ترکی) لیکن حوادث روزگار کی وجہ سے آپ نے نقل مکان کیا اور ماوراء النہر چلے آئے اور غجدوان میں سکونت اختیار کی جہاں خواجہ عبدالخالقؒ پیدا ہوئے۔

خواجہ عبدالخالق کی روش طریقت میں حجت مانی جاتی ہے اور آپ ہر فرقہ تصوف میں مقبول ہیں۔ آپ نے ہمیشہ صدق و صفا اور شریعت نبویؐ کی متابعت کو اختیار کئے رکھا اور اہل بدعت اور نفس پرست لوگوں کی مخالفت اور ان سے علیحدہ رہنے کی تلقین کی۔ مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے ذکر قلب کا سبق خواجہ خضر علیہ السلام سے لیا اور اس سبق پر آپ قائم رہے چنانچہ خواجہ خضرؑ نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ پانی کے حوض میں اتر جا' ڈبکی لگا اور دل سے کہو لااله الا الله محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ آپ نے ویسا ہی کیا اور یہ سبق لے کر کام میں مشغول ہو گئے اور فتوحات حاصل کئے۔ اول حال سے آخر حال تک جب تک آپ حیات تھے تمام لوگوں میں مقبول اور لائق ستائش تھے۔ جب شیخ الشیوخ عالم عارف ربانی خواجہ امام ابویعقوب یوسف ھمدانیؒ بخارا میں تشریف لائے تو خواجہ عبدالخالقؒ ان کی صحبت شریف میں رہے جب تک وہ بخارا میں تھے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ خضرؑ خواجہ عبدالخالق غجدوانؒ کے پیر سبق تھے اور خواجہ یوسف ھمدانیؒ (۴۴۰۔۵۳۵ھ) پیر خرقہ و صحبت۔ خواجہ یوسفؒ کے بعد خواجہ غجدوانؒ ریاضت میں مشغول ہو گئے اور اپنے احوال کو مخفی رکھا۔ آپ کی ولایت کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ ایک وقت کی نماز کعبہ شریف میں پڑھتے تھے اور پڑھ کر غجدوان میں لوٹ آتے تھے۔ ملک شام میں بھی آپ کے بہت لوگ مرید ہو گئے اور وہاں ایک خانقاہ بھی بنائی گئی۔

عاشوراء کے ایام میں ایک جم غفیر حضرت خواجہ غجدوانؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور معرفت کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ اچانک ایک جوان داخل ہوا جس کی صورت زاہدوں کی سی تھی' خرقہ پہن رکھا تھا اور کندھے پر جائے نماز آویزاں تھی۔ آ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہؒ نے ایک نظر اسے دیکھ لیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ جوان اٹھا اور کہا: ''اِتَّقُوا فِراسَۃَ المؤمِنُ فَاِنّه یُنظُر بِنُورِ اللّٰہِ عزّوجلّ [مومن کی فراست سے ڈرو بیشک وہ خداوند عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے] فرمان حضرت رسالتؐ ہے۔ اس حدیث کا راز کیا ہے؟'' حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ: ''اس حدیث کا راز یہ ہے کہ تم زُنار کاٹ دو اور ایمان لے آؤ''۔ جوان نے کہا: ''نعوذ با الله اگر میرے پاس زنار ہو''۔ حضرت خواجہؒ نے خادموں کو اشارہ کیا۔ خادم اٹھے اور انہوں نے جوان پر سے خرقہ ہٹا

دیا اور اور خرقہ کے نیچے زنار دکھائی دیا۔ جوان نے فی الفور زنار کاٹ دیا اور ایمان لے آیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''دوستو! آؤ کہ ہم بھی اس نئے عہد کی موافقت میں زنار کاٹ دیں اور ایمان لے آئیں۔ جس طرح اس جوان نے ظاہری زنار کو کاٹ دیا ہم بھی اسی طرح باطن کے زنار کو جو تکبر اور ریا کاری کا زنار ہے کاٹ ڈالیں تاکہ جس طرح اس جوان کی مغفرت ہوگئی اسی طرح ہمارے گناہ بھی بخش دیئے جائیں''۔ احباب پر ایک عجیب حالت طاری ہوگئی۔ سب حضرت خواجہؒ کے قدموں پر آ کے گر گئے اور توبہ کی تجدید کی۔

ایک دن ایک درویش حضرت خواجہؒ کے سامنے کہنے لگا: ''اگر اللہ تعالیٰ مجھے اختیار دے تو میں جنت اور جہنم میں سے جہنم کو اختیار کروں گا کیونکہ ساری عمر میں میں نے نفس کی بات نہیں مانی ہے اور چونکہ میرا نفس ضرور جنت مانگے گا اس لئے میں اس کی مخالفت کروں گا اور اللہ تعالیٰ مجھے جہنم ہی دے گا''۔ حضرت خواجہؒ نے اس کی یہ بات رد کر دی اور فرمایا: ''بندہ کو اختیار سے کیا کام؟ جہاں وہ کہے گا جاؤ جائیں گے اور جہاں وہ کہے گا ٹھہر ٹھہریں گے۔ بندگی یہی ہے، وہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو''۔ درویش نے کہا: ''کیا شیطان کی کوئی دسترس ہے طریقت کی راہ چلنے والوں پر؟'' حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''ہر راہ چلنے والا جو فنائی نفس کی سرحد تک نہیں پہنچا ہو جب غصہ کرتا ہے تو شیطان اس کو پکڑ لیتا ہے لیکن وہ راہرو جو نفس کے فناء تک پہنچ چکا ہے اس میں غصہ ہوتا نہیں، اس میں غیرت ہوتی ہے اور غیرت جہاں بھی ہو شیطان اسے دیکھ کر بھاگ جاتا ہے اور یہ صفت صرف اس شخص کے حق میں مسلم ہے جو راہ حق پر چلتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو دائیں ہاتھ میں اور رسول خداؐ کی سنت کو بائیں ہاتھ میں تھام کر ان ہی دو روشنیوں میں راہ سلوک کو طے کرتا رہتا ہو''۔

ایک دن دور جگہ سے ایک مسافر حضرت خواجہ غجدوانی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اچانک ایک خوبصورت جوان بھی داخل ہوا اور اُس نے حضرت خواجہؒ سے دعا کرنے کی التجا کی۔ حضرت خواجہؒ نے دعا فرمائی۔ وہ جوان ناپدید ہوگیا۔ مسافر نے پوچھا: ''حضرت! یہ جوان کون تھا؟'' حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''یہ ایک فرشتہ تھا جس کا مقام چوتھے آسمان پر تھا لیکن کسی تقصیر کی وجہ سے اپنے مقام سے دور ہوگیا تھا اور اب دنیا کے آسمان پر آ گیا تھا۔ اس نے دوسرے فرشتوں سے کہا کہ میں کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ مجھے پھر سے وہی اپنا اصلی مقام عطا کرے؟ فرشتوں نے اسے ہمارے پاس آنے کی ہدایت دی، آ گیا، دعا کی درخواست کی، ہم نے دعا کی، وہ قبول ہو گئی اور اب پھر سے اپنے اصلی مقام پر لوٹ کے چلا گیا''۔ مسافر نے عرض کیا: ''اے خواجہ! ایمان کی دُعا سے میری مدد فرمایئے تاکہ میں شیطان کے دام سے اپنے ایمان کو سلامتی کیساتھ بچا لوں''۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد جو کوئی دُعا مانگے گا وہ مستجاب ہوتی ہے۔ تو کام میں مشغول ہو جا اور

ہمارے حق میں دعائے خیر کر فرائض کی ادائیگی کے بعد' اور ہم بھی تجھے یاد کریں گے اور ہوسکتا ہے کہ اسی اثنا میں دعا کا اثر ظاہر جائے تیرے حق میں بھی اور ہمارے حق میں بھی[1]''۔

حضرت خواجہؒ کے مقامات سے مربوط ایک رسالہ لکھا گیا ہے جس میں حضرت خواجہؒ کے بارے میں یہی بیانات ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو نفحات الانس کے حوالے سے اوپر درج کیا۔ یہ رسالہ لندن کی برٹش میوزیم میں بھی میری نظر سے گذرا ہے[2]

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے چند چھوٹے رسالے بھی منسوب ہیں جن میں ایک رسالہ وصیت نامہ ہے جو نصائح اور وصایا کے نام سے بھی مشہور ہے اور بقول مولانا فخر الدین کاشفی اس رسالے کو انہوں نے اپنے معنوی فرزند خواجہ اولیاء کبیر کے نام لکھا ہے۔ اس رسالہ میں حضرت خواجہؒ نے اپنے مریدوں کو سنت رسولؐ پر قائم رہنے' ہوی وہوس اور بدعتوں سے اجتناب کرنے اور اخلاقی بدکاریوں' فواحش اور بری باتوں اور برے امور نیز جاہل صوفیوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔

حضرت خواجہؒ بزرگ جناب بہاء الدین نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہ حضرت خواجہ غجدوان علیہ الرحمتہ والرضوان کی روحانیت کے پروردہ تھے۔ اور اسی لئے نقشبندی طریق خواجہ غجدوانؒ کی تعلیمات پر قائم ہے۔ خواجہ غجدوانؒ نے اپنے طریقت کی بنیاد آٹھ اصولوں پر رکھی تھی: ہوش دردم' نظر برقدم' خلوت درانجمن' سفر در وطن' بازگشت' نگاہ داشت' یادداشت اور یادکرد' حضرت خواجہ بزرگ نقشبند مشکلکشاؒ نے یہ آٹھوں اصول اپنا لئے اور ان میں تین مزید اصول بڑھا دیئے یعنی وقوف قلبی' وقوف عددی اور وقوف زمانی اور اس طرح سے طریقت نقشبندی یہی گیارہ اصول بن گیا۔

---

(۱) نفحات الانس جامی ص ۳۷۷۔۳۸۰۔

(۲) لندن کی برٹش میوزیم میں یہ رسالہ شمارہ ۲۶۲۹۴۔ کے تحت محفوظ ہے۔ چونکہ اس کتابخانہ میں میری ساری توجہ حضرت شاہ ہمدانؒ سے متعلق مطالعہ اور مواد کی جمع آوری پر تھی اس لئے میں نے اس رسالہ کو جو اتفاقاً میری نظر سے گذرا تحقیق کی نظر سے نہیں دیکھا۔ خوش قسمتی سے قدسیہ کے مصحح نے اس کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس رسالہ کے متن میں خواجہ غجدوانؒ کی تین رباعیاں نقل ہوئی ہیں (جن میں سے دو رباعیاں جو کچھ اور حوالوں سے میں نے دیکھی ہیں ان کا میں نے خواجہ نقشبند کے حالات کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور ان کو نقل بھی کیا ہے اور یہاں پر تیسری رباعی بھی جو مجھے اپنی ایک ذاتی کتاب دستور ادب فارسی میں ملی جو میرے بی اے کے نصاب میں شامل تھی درج کی جاتی ہے۔ ای دل تو مطیع ہیچ فرمان نہ شدی. وزجرم و گناہ خود پشیمان نہ شدی. مفتی وفقیہ و عالم و دانشمند. این جملہ شدی ولی مسلمان نہ شدی. [دستور ادب مفید عالم پریس لاہور ۱۹۳۸ء۔] اور دھقان نامہ کے نام سے نوابیات کا ایک قطعہ اور ایک اور رباعی بھی ان سے منسوب درج ہیں۔ قدسیہ کے مصحح نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے ایک اور رسالہ آداب طریقت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ بظاہر یہ وہی وصیت نامہ ہی ہے کیونکہ دونوں رسالوں کا موضوع اور مطالب ایک ہی ہیں اور ایک ہی شخص یعنی خواجہ اولیاء کبیر سے مخاطب ہیں۔ مزید لکھا ہے کہ رسالہ وصیت نامہ کو بھی چھٹی صدی ہجری کا اثر نہیں مانا جاسکتا اور سیاق واسلوب سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ بعد کی صدیوں میں قلم نے اس رسالہ میں تصرفات کئے ہیں۔ خواجہ ملا ی اصفہانی نے وصیت نامہ یا رسالہ وصایا کا فارسی زبان میں شرح لکھا ہے۔ دیکھئے فہرست نسخہ ہای خطی فارسی تالیف احمد منزوی جلد دوم حصہ اول صفحہ ۱۳۵۷۔ قدسیہ از خواجہ محمد پارسا طبع تہران صفحہ ۳۲۔۳۵۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سال ۵۷۵ھ میں وصل الٰہی سے پیوست اور غجدوان میں ہی سپرد خاک ہوئے۔ مقامات کے حوالے سے قدسیہ کے مصحح نے لکھا ہے کہ: ''حضرت خواجہ عبدالخالقؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر پر کوئی عمارت تعمیر نہ کی جائے۔ اس لئے کسی کو مجال نہیں تھی کہ آپ کی تربتِ منور پر کوئی عمارت بناتا اور وہ ویسے ہی رہی۔ لیکن بعد کے منابع مزار شریف کی تعمیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ایک معتبر زیارت گاہ ہونے کی وجہ سے اس کے مجاور بھی تھے''۔[1]

اس سے پہلے کہ مزار شریف کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جائے دستیاب منابع سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان نامہ بخارا کے مصنف فضل اللہ ابن روز بہان (۸۶۰۔۹۲۵ھ) ترکستان کے بادشاہ سلطان محمد خان شیبانی کے ساتھ مختلف جگہوں کے سفر میں سوموار کے روز ۲۲ رشوال ۹۱۴ھ کو حضرت خواجہؒ کے مزار شریف کی زیارت کرنے کیلئے غجدوان میں داخل ہوئے۔ فضل اللہ جو خواجہ ملای اصفہانی کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں لکھتے ہیں:

''رایاتِ فرخندہ آیات خاقانی صباح روزِ دو شنبہ از موضع غازی دہ متوجہِ صوبِ قصبۂ غجدوان شدند......القصہ چاشتگاہ روز دو شنبہ بیست و دوم شوال عالی حضرت خان صاحب اقبال بہ قصبۂ غجدوان رسیدہ جہت استمداد ہمت و طلب بدرقۂ راہ سعادت و ظفر بر دشمن بافوز با عادت عزم زیارت خواجۂ کلان صاحب المناقب العالیہ والمقامات السّنیہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی کہ مرشد کامل عصر خویش بودند فرمودند و در آن مزار کثیر الانوارآداب زیارت اقدام فرمودہ' تلاوت کتاب اللہ المجید و نشرصدقات بر مجاوزان آن مقدس مزارنمودہ انواع فواید و اضاف عواید در آن مجلس عالی از حَیز اختفا بمنصۂ ظہور آمد............''[2]

[ترجمہ...... برکتوں سے معمور خاقانی (بادشاہی) علم سوموار کی صبح کو غازی دہ گاؤں سے قصبہ غجدوان کی طرف روانہ ہوئے......خلاصہ یہ کہ شوال کی ۲۲ رتاریخ کو سوموار کے دن سورج چڑھنے کے بعد صاحب اقبال خانِ عالی مقام غجدوان کے قصبہ میں وارد ہوئے اور ہمت و حوصلہ کی دعا مانگنے اور راہ سعادت کی رہنمائی اور دشمن پر غلبہ پانے

(۱) دیکھئے مہمان نامہ بخارا تالیف فضل اللہ بن روز بہان خجی باہتمام منوچہر ستودہ۔ بنگاہ ترجمہ نشر کتاب۔ تہران۔
(۲) دیکھئے مہمان نامہ بخارا تالیف فضل اللہ بن روز بہان خجی باہتمام منوچہر ستودہ۔ بنگاہ ترجمہ نشر کتاب۔ تہران۔

کی نیت سے خواجہ کلان (بڑے خواجہ) صاحب اوصاف حمیدۂ عالی اور حامل مقامات عالی خواجہ عبدالخالق غجدوانی جو اپنے وقت کے مرشد کامل تھے کی زیارت کرنے کی فرمائش کی اور اس نور بار مزار شریف پر زیارت کرنے کے آداب بجالائے۔ قرآن پاک کی تلاوت کی اور اس مقدس مزار کے مجاور میں صدقات تقسیم کئے اور اس مجلس عالی میں طرح طرح کے فوائد وانعامات پردۂ خفا سے ظہور میں آگئے]۔

لیکن اس عبارت سے حضرت خواجہ کے مزار شریف پر کسی طرح کی عمارت کے موجود ہونے (جیسے روضوں کی عمارتیں وسط ایشیا میں ابھی بھی گنبدوں اور میناروں سے مزین ہیں) کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ اگر مزار شریف پر عمارت تعمیر ہو چکی ہوتی تو فضل اللہ نے یقیناً اس کی توصیف اسی طرح تفصیل سے لکھی ہوتی جس طرح سے اس نے اپنی تصنیف مہمان نامہ بخارا میں دوسرے بزرگان دین کے روضوں کی زیارت کے ضمن میں لکھی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وصیت حضرت خواجہ کے مطابق ان کی تربت شریف پر نہ کوئی عمارت ہے اور نہ ہی کوئی گنبد وغیرہ۔

طرائق الحقائق کے مولف نے بھی غجدوان کی زیارت کے سلسلے میں لکھا ہے:

"غجدوان ۔در مراصد مذ کور است به ضم غین معجمه و سکون جیم وضم دال مهمله و مِن قراء بخارا. در بسان السیاحة بکسر غین و دال ضبط فرموده و در آنجا مسطور است ارباب وجد و حال از آنجا ظهو ر فرموده اند و شیخ عبد الخالق غجدوانی مرید خواجهٔ یوسف همدانی و خواجه عطاء الله از مشایخ سلسلهٔ نقشبندیه از آنجا بوده اند. راقم گوید مسافت از بخارا تا غجدوان بیست و پنج میل صحیح است و از جای خوب توران و محل مسرت تو أمان است .... دوسه نفر از ایرانی در آنجا به تجارت اشتغال دارند واہالی عموماً به عیش و طرب وادای نماز در اول اوقات خمسه روزگار میگذرانند.......[1]"۔

[ترجمہ.......... مراصد میں غجدوان کا لفظ غین پر پیش، جیم پر جزم اور دال پر پیش کے ساتھ (غُجْدُوان) ضبط ہے اور یہ بخارا کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔ بستان السیاحۃ میں غین اور دال کے نیچے زیر کے ساتھ ضبط ہے (غِجْدِوان)۔ اور اس میں لکھا ہے کہ اس مقام سے ارباب وجد وحال نے ظہور فرمایا ہے اور خواجہ یوسف ھمدانی کے مرید شیخ عبدالخالق غجدوانی، اور خواجہ عطاء اللہ جو نقشبندیہ سلسلے کے مشائخ تھے اسی جگہ کے تھے۔

(۱) طرائق الحقائق جلد ۲ صفحہ ۶۸۸۔

راقم (مصنف طرائق الحقایق) کہتا ہے کہ بخارا سے غجدوان تک کا فاصلہ ٹھیک پچیس میل ہے اور یہ توران کی اچھی جگہوں میں سے ہے اور خوشی و مسرت سے معمور۔ یہاں کے لوگ عیش و نشاط اور اول وقت پر پانچوں نمازوں میں حاضر ہونے کی پابندی میں اپنا وقت گذارتے ہیں]۔

یہ زیارت نایب الصدر معصوم علی شاہ نے سنیچروار کے دن ۲۶ شوال ۱۳۱۶ھ کو کی۔ لیکن انہوں نے مزار شریف کی ساخت اور عمارت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

میں نے بخارا سے غجدوان تک کا جو سفر سال ۱۹۷۲ء/۱۳۹۳ھ میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کی نیت سے کیا اس کی تفصیل یوں ہے:

۲۷ اگست ۱۹۷۲ء اتوار کے روز صبح نو بجے مراد ارعش صاحب [بخارا کے ایک حکومتی افسر] مجھے بخارا کے شہر میں واقع ہوٹل بخارا سے (جو عالی ترین ہوٹل تھا جہاں میں ٹھہرا تھا) اپنے ساتھ غجدوان لینے کے لئے آئے جس کے لئے میں نے ان سے سخت خواہش کی تھی کہ اس سفر میں وہ خود میرے ساتھ رہیں۔ ہم دونوں کار (موٹر) میں بیٹھ گئے اور کوئی سو گز کے فاصلے پر ان کی بیگم صاحبہ جو ہمارا انتظار کر رہی تھیں ہم میں شامل ہوئیں۔ عالیہ نامی یہ خاتون اوسط عمر کی اور کسی مقامی مدرسہ میں استانی تھی۔ بخارا سے غجدوان تک کی دوری مجھے کوئی ۳۵ میل کی لگی۔ بخارا سے ہماری موٹر جو اب دیہاتی فضاؤں میں دوڑنے لگی تو دور سے میں نے دیہاتیوں کو ہتھ ریڑے چلاتے دیکھا جن کے آگے گدھے جُتے ہوئے تھے۔ گاؤں کے بعض معمر آدمیوں کو گدھوں پر سوار ہوتے دیکھا۔ دور تک دائیں بائیں سبزہ اور درخت نظر آئے اور تاحد نظر کپاس کے کھیت۔ کپاس کی پیداوار ازبکستان میں سارے وسط ایشیا میں اپنی نوع اور کثرت کی وجہ سے معروف ہے۔ سڑک کے دائیں بائیں بید کے درخت، سفیدے کے اور توت کے درخت دیکھے اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں سری نگر سے اسلام آباد کی طرف جارہا ہوں سڑک کے کنارے تھوڑے سے فاصلے پر جو گاؤں دکھائی دیئے ان کے ارد گرد مکئی کی خشک گھاس ذخیرہ کر کے رکھی گئی تھی۔ بڑے ہی عمدہ اور ناقابل فراموش نظارے دیکھے جو بیشتر سبزہ و اشجار کے ہجوم پر مشتمل تھے۔ ایک پل سے گذر ہوا جسے سرپل کہتے ہیں (تاجیکی زبان میں پل کو کپرک کہتے ہیں) اس پل کے نیچے سے کسی زمانے میں بخارا کا مشہور دریا زرافشان بہتا تھا۔ تاجکستان کے مشہور ادیب ملا صدر الدین عینی نے بھی اپنے آثار میں کہیں کہیں اس پل کا ذکر کیا ہے۔ بخارا میں دو دریا ہیں ایک زرافشان جس میں اب پانی نہیں اور یہ دریا گلہ آسیا نامی گاؤں کے قریب ہے جہاں سے ہم گذرے۔ اب یہ ایک بڑی سی نالی کے برابر سمٹ کے رہ گیا ہے اور باقی وسیع رقبہ میں وحشی گھاس اگ آئی ہے۔ دوسرا دریا پانی سے خوب بھرا ہوا دیکھا اور اس کا پانی آمو دریا (دریای جیحون) جو قدیم دور سے بخارا کا

مشہور دریا چلا آ رہا ہے اور بخارا کے جنوب میں ایک سو تیس کلومیٹر کی دوری پر ہے سے لایا گیا ہے بخارا آمو دریا سے ساٹھ میٹر اونچا ہے اور ساٹھ میٹر اونچی پائپوں سے آمو دریا کے پانی کو گزار کر کوی مزار نامی جگہ پر جمع کیا جاتا ہے اور وہاں اسے مشینوں سے صاف کر کے ایک بڑی نہر کی صورت میں سال ۱۹۶۴ء سے بخارا کو شاداب و آباد اور سیراب کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ ہم آگے بڑھ رہے تھے راستے میں ایک آدمی کو برف جیسے سفید رنگ کے گدھے پر سوار آتے دیکھا۔ میں نے زندگی میں ایسے خالص سفید رنگ کے گدھے کو نہیں دیکھا تھا جو مجھے گھوڑے سے بھی خوبصورت تر دکھائی دیا۔ واقعی حسن گدھے میں بھی ہو تو حسن ہی کہلائے گا! آگے سے بھیڑ آتے نظر آئے جیسے خالص موٹے موٹے پر گوشت کشمیری دنبے۔ اب ہم ایک گاؤں سے گذرے جس کا نام تھا اَبْ کِنْت۔ سڑکوں پر اور کھیتوں میں ٹریکٹر کھڑے تھے اور تھوڑے فاصلے پر کارخانے اور فیکٹریاں بھی دیکھیں جن کی اونچی چمنیوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ کپاس کے کھیتوں میں کہیں کہیں سیب زار بھی تھے۔ آگے سے گاؤں کی عورتیں گدھوں پر سوار آتے دیکھیں گویا گدھا اس علاقہ اور قصبے کے دور دیہات میں موٹر کا نعم البدل ہے۔ عورتوں کے سر پر دوپٹے تھے اور انہوں نے چھیٹ کے لمبے فراق پہنے تھے جن پر گرم اونی بنیان چڑھا رکھی تھی۔

صبح دس بج کر ۳۵ منٹ پر ہم غجد وان میں داخل ہوئے۔ دائیں بائیں مکانات تھے تقریباً قدیم کشمیری مکانات سے مشابہ اور بازاروں میں واقع مکانوں کے نیچے دکانیں تھیں۔ غیر معمولی طور پر میں نے لوگوں کا ہجوم دیکھا اور مراد ارغش اور ان کی بیگم صاحبہ عالیہ نے بتایا کہ غجد وان میں ہر اتوار کو بازار لگتا ہے (جیسے دوشنبہ میں سوموار کو اور اسی وجہ سے تاجکستان کا یہ دارالخلافہ دوشنبہ کہلاتا ہے) اور آس پاس اور دور و نزدیک دیہاتوں سے لوگ ہفتہ بھر کے لئے خرید و فروخت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ مختلف لباسوں کا بھی ہجوم دیکھا۔ عورتوں کے سروں پر دوپٹے تھے جس کے نیچے ایک ٹوپی سی تھی۔ بعض عورتوں نے سر کے بال ایک ہی بڑی رومال سے باندھ دیئے تھے اور رومال کی گانٹھ آگے پیشانی پر موڑ کے لا کر رکھی تھی جو دیدہ زیب نظر آتی تھی۔ پہلی سڑک کو عبور کرنے کے بعد ہم بائیں طرف مڑے اور بڑا سا میدان دیکھا جس میں فروخت کئے جانے کیلئے لکڑی کے بڑے بڑے گیل اور چھوٹے بڑے لٹھ رکھے تھے اور ضرورت مند خرید کر رہے تھے۔ عام طور پر بوڑھے بزرگ لوگ ہی کثیر تعداد میں نظر آئے اسی میدان کے آغاز میں دائیں طرف حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ کی زیارت یعنی مزار مقدس واقع ہے۔

مقدس صحن میں دائیں طرف سے داخل ہو کر پہلے ایک اچھا سا چبوترہ ہے جس میں مسجد شریف کا پاسبان رہتا ہے۔ یہ ایک طبقہ کا ہے اور غالباً دو کمروں کا۔ مراد ارغش صاحب نے پاسبان کو آواز دی اور وہ کمرے سے فوراً باہر

آ گیا۔اس کے ساتھ اندر اور دو تین آدمی بیٹھے تھے۔ صحن شریف میں ایک کنواں دیکھا، بائیں ہاتھ مسجد تھی جس کی دیوار محراب دار اور نیلے رنگوں کے ٹائیلوں سے اور سبز رنگ کے ٹائیلوں سے مزین تھی۔ محراب میں عربی خط ثلث میں قرآن مجید کی آیات کریمہ لکھی ہوئی نظر آئیں جو زمانے کے دست تطاول سے محو ہو گئی تھی اور انہیں پڑھا نہیں جا سکتا تھا۔ محراب کے قریب آٹھ ستون تھے اور صحن میں اذان کیلئے ایک چھوٹا سا مینار بنایا گیا تھا[1]۔ مسجد اور مزار مقدس کا یہ پاسبان کوئی ۴۳ یا ۴۴ سال کی عمر کا تھا۔ داڑھی رکھی تھی اور صحت مند تھا۔ اس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ مسجد کے صحن کے دائیں طرف چبوترے کے ساتھ مزار مقدس کا الگ حصہ تھا۔ جس کے گرد دیوار تھی اور دیوار کے بیچ میں واقع دروازے پر قفل لگا تھا۔ عبدالرحمٰن نے قفل کھول دیا اور ہم داخل ہوئے۔ ایک چھوٹے سے برآمدے میں سے گذر کر صرف دو زینوں پر سے چڑھکر ہم مزار مقدس کے صحن پاک میں آ گئے۔ صحن کے وسط میں چاروں طرف سے متوسط اندازے کی چار دیواری میں محفوظ مرقد پاک کی زیارت سے میں نے آنکھوں میں تازگی اور روشنی میں تقدس پایا۔ مرقد مقدس بالکل اسی وضع کی تھی جس وضع کی حضرت خواجہ بزرگ نقشبند مشکلکشاؒ کی تھی اور چکور اور اونچی۔ میں نے دل میں سکون پیدا کر کے خواجہ غجدوانؒ کی طرف رجوع کیا اور جو کچھ خواہش تھی وہ ان کے دربار میں گذاری۔ فاتحہ پڑھا۔ کشمیر کے مسلمانوں کے حق میں دعا کی اور دیر تک ان کے دربار میں ایستادہ رہا۔ مرقد مبارک بالکل آسمان کے نیچے ہے۔ عام قبور کی طرح نہ اس پر کوئی عمارت ہے اور نہ گنبد نہ مینار۔

حضرت خواجہ غجدوانؒ کے مرقد پاک کو میں نے اپنے ہاتھ سے ناپا۔ قبر مقدس کی لمبائی میرے ۴۱ کھلے ہاتھ (کشمیری میں پاؤ) کے برابر تھی۔ اونچائی میرے ۱۱ کھلے ہاتھ اور چوڑائی میرے ۳۲ کھلے ہاتھ۔ قبر مبارک سنگ سفید کی ہے لیکن اس کے اوپر کی جو عبارت کندہ تھی وہ مٹ چکی تھی۔ قبر مبارک کے ساتھ توت کا ایک بڑا درخت سایہ افگن تھا۔ قبر مبارک پر میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے پر مل دئے اور پھر سے سورہ فاتحہ پڑھکر حضرت خواجہ غجدوانؒ سے دعا کی۔ اور مسلمانان کشمیر کے حق میں پھر سے ان سے لطف و عنایت کی بھیک مانگی۔ فراغت کے بعد گفتگو کا دور شروع ہوا اور صحن شریف میں موجود چند معمر بزرگ میرے پاس آئے اور ان میں سے ایک صاحب قریب ساٹھ سال کی عمر کے تھے۔ جنہوں نے اپنا نام محمد مستقیم بتایا۔ اور دوسرے ایک اور بزرگ آدمی بھی شامل گفتگو تھے جن کا نام عبدالرحیم ابن عبدالجلیل تھا۔ ہم خواجہ غجدوان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ ان دونوں بزرگ حضرات نے کہا کہ ساڑھے چھ سو سال پہلے یہ جگہ ایک خارزار تھی اور ایک جنگل۔ اوزبک زبان میں غج کثرت یا ہجوم کو کہتے ہیں اور دیوان دیو کی جمع ہے یعنی دیوؤں کی جگہ اور جنوں

(۱) بخارا میں بھی میں نے قصر عارفان میں حضرت خواجہ بزرگؒ کے خاندانی مسجد میں اذان کا مینار نیم فرش پر ہی بنا ہوا دیکھا۔

اور دیوؤں کی کثرت کی وجہ سے یہ جگہ غجد یوآن کہلائی ۔ یہ بھی ان بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اطراف کے دیہات میں تین اور مشائخ مدفون ہیں یعنی راستین میں ۔ خواجہ زعفران اور خواجہ اوبان" اور شفر یقان میں خواجہ ماہ تابان" جبکہ غجد وآن میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجد وانیؒ خواجہ ہردو جہان کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کا آبائی وطن روم (ترکی) تھا جہاں سے آپ کے والد معظم ومکرم نقل مکان کر کے یہاں غجدوان میں سکونت پذیر ہوئے تھے ۔ گفتگو کے بعد میں پھر مرقد مبارک پر الوداعی حاضری و فاتحہ کے لئے حاضر ہوا اور خضوع و خشوع کے ساتھ آداب زیارت کی ادائیگی کے بعد اور سکون قلب پا کر میں دربار خواجگی سے رخصت ہوا۔ عبدالرحمن، محمد مستقیم اور عبدالرحیم کا شکریہ ادا کر کے اب میں مراد ارغش صاحب اور عالیہ کے ساتھ ہفتے کے بازار میں داخل ہوئے۔

بازار ہفتگی غجدوان میں مقامی لوگوں اور دور ونزدیک کے اطراف سے آئے دیہاتیوں کا (جن میں جوان لڑکے، لڑکیاں، متوسط اور بزرگ عمر کی عورتیں اور مرد، بچے، چھوٹی بچیاں، اندھے، لولے لنگڑے وغیرہ سب شامل تھے) کا ایسا ہجوم تھا کہ کندھے سے کندھا لگتا تھا۔ بازار کھلی جگہ پر تھا جس کے دونوں طرف فروخت کرنے والے لوگوں نے معمولی سے فرش بچھائے تھے اور سامنے چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں یا فرش پر اپنے مال کو کھلا چھوڑا تھا۔ بازار میں چنا، پیاز، ٹماٹر، آلو، چاول، سرکہ، اخروٹ، خوبانیوں کی گٹھلیاں (کشمیری میں آنچہ) جڑی بوٹیاں، چٹنی سے ملتی جلتی دہی سے بنائی ہوئی سفید سی کوئی چیز، مہندی، نسوار، (نسوار کو یہاں ناس کہتے ہیں جیسے کشمیر میں ۔ ناس دراصل فارسی لفظ ہے لیکن اوزبکی زبان میں بھی اسے ناس کہتے ہیں ۔ اور بالکل ویسے ہی ذوق وشوق کے ساتھ خریدی جاتی ہے جیسے کشمیر میں ایک مخصوص طبقے کے لوگ اسے خریدا کرتے تھے) خربوزے اور سوکھے میوے، اعلیٰ قسم کا چاول نوبے کو پک میں ایک کلو کے حساب سے اور بیس کو پک میں عمدہ ٹماٹر فی کلو کے حساب سے بکتا تھا (روسی کرنسی میں روبل ہوتا ہے جو ایک سو کو پک کا ہوتا ہے ۔ جیسے ہمارے کشمیر میں روپیہ اور وہ ایک سو پیسوں کے برابر ہے)۔ بازار میں سیخ کباب اور تکہ کباب (کشمیری میں سکہ تج) کے دکان داروں کی گرم بازاری عروج پر تھی اور دیہات کے لوگ قطار اندر قطار تکہ و کباب کھانے کیلئے دکانوں میں آ جا رہے تھے۔ ہم بھی قریب سوا بارہ بجے ایک دکان میں داخل ہوئے اور سولہ عدد تکہ و سیخ کباب کھا کر باہر آئے ۔ کشمیر میں تکوں کو سیخ سے علیحدہ کر کے کھایا جاتا ہے لیکن یہاں سیخ کو ہی منہ کے پاس لاکر دانتوں سے گوشت کے ٹکڑے کو نکال کر کھانیکی رسم ہے اور سیخ انتہائی صاف ستھرا ہوتا ہے۔ دکان میں ہر طرح کے لوگ داخل ہو رہے تھے ۔ دیہات کی جوان لڑکیوں کو ان کے دلچسپ لباس میں دیکھا ۔ انہوں نے چھیٹ کے فراک پہن رکھے تھے اور اسکے اوپر مخمل کا کوٹ ۔ پاجامہ رنگین کپڑے کا اور بالوں میں کشمیری دیہاتی لڑکیوں کی مانند مختلف اندازے کے لمبے لمبے جوڑے جو دو عدد سے دس عدد تک کی گویا بُن کر پیچھے کمر پر لٹکے ہوئے تھے ۔ بعض دیہاتی

عورتوں نے کھلا سا کشمیری پھیرن جیسا کوئی ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا۔ جسے یہاں خلعت یا کم ژُل کہتے ہیں۔ تکہ کباب کھانے کے بعد ایک اور دکان میں داخل ہوئے جہاں مرادغش صاحب نے ایک خاص چیز منگوائی جو سفید رنگ کی تھی اور کشمیری ندر مونجہ سے ملتی جلتی تھی۔ مرادارغش نے کہا کہ یہ مچھلی ہے اور غجدوان کی مچھلی سارے اوزبکستان میں اپنی خوش ذائقگی میں مشہور ہے۔ مچھلی کے کانٹے کی قاشیں بنائی گئی تھیں اور گھی میں تل کر اسے خریداروں کے سامنے لایا جاتا تھا۔ جب میں خود محظوظ ہوا تو مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی ایسی لذت آمیز مچھلی پہلی بار حلق سے اتری ہے۔ دکان سے اتر کر اب ہم واپسی سفر کیلئے موٹر کی طرف جانے لگے۔ عالیہ نے ایک قسم کا نان خریدا اور کہا کہ یہ غجدوان کی سب سے مشہور اور سب سے زیادہ مزہ دار روٹی ہے۔ اور اس نان کا نام اس نے شرمال کلچہ بتایا۔ یہ کوئی کشمیری طرز کا کلچہ نہیں تھا (ایران میں کلچہ کو کلوچہ کہتے ہیں اور یہ لفظ فارسی ہے) بلکہ نان کی ایک موٹی سی روٹی تھی جسے چنے کے پانی میں گوندھ کر اور اسکی خمیر میں دودھ ملا کر تنور میں پکاتے ہیں۔ (ہمارے یہاں تو کشمیر میں جو پانپور کی شرمال ہے وہ صرف نام کی شرمال ہے) موٹر میں سوار ہوئے اور غجدوان کو یعنی عظیم ترین مشائخ کی آرام گاہ کو الوداعی سلام اور خدا حافظی کے بعد واپس بخارا کی طرف چل پڑے اور قریب کے دو چائے کی دکانوں سے جن پر آش خانہ اور دوسرے پر چائے خانہ لکھا تھا گذر کر آخری واپسی گاؤں غجدومک پر موٹر رکوادی اور وہاں سے پانی پی کر ہوٹل بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ ہوٹل میں مرادارغش صاحبؒ اور ان کی بیگم عالیہ نے میری ہمراہی کی اور کمرے میں داخل ہو کر دونوں نے میرے خواجہ غجدوانؒ کی زیارت سے مشرف ہونے پر خوشی ظاہر کی۔ مرادارغش صاحب نے اس زیارت اور دیگر زیارتوں خاص کر خواجہ بزرگ نقشبند مشکلکشاؒ پر میری حاضری پر مجھے مبارکباد دی اور ان بزرگان دین کے بخارا میں آرام کرنے اور بخارا کی دینی اہمیت کے پیش نظر یہ شعر سنایا جو اس سے پہلے میں نے نہیں سنا تھا۔

سمرقند غازۂ روی زمین است
بخارا قوت اسلام دین است [1]

خواجہ عثمان ہارونیؒ :......آپ حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری کے مرشد طریقت تھے۔ مولانا جامیؒ نے نفحات میں حضرت ابواسحاق شامیؒ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ وہ بہت بڑے بزرگ تھے اور عکہ ملک شام میں مدفون ہیں (عکہ آج کل اسرائیل کے غاصبانہ قبضے میں ہے) اور آپ چشت تشریف

[1] مزید اطلاع کے لئے دیکھئے میری کتاب: حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ

لے گئے تھے[1] اور وہاں مشائخ چشت کے بزرگ شیخ خواجہ ابواحمد ابدل چشتیؒ آپ کی خدمت میں آئے اور ان سے تربیت پائی۔

چشتی سلسلہ جو خواجہ ابو اسحاق شامیؒ سے جاری ہوا یوں ہے: حضرت امام محمد باقرؒ سے فیض پہنچا حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کو ان سے شیخ خدیفہ مرعشیؒ کو ان سے شیخ ہبیرہ بصریؒ کو ان سے شیخ ممشاد علوی دینوریؒ کو ان سے شیخ اسحاق شامیؒ کو ان سے خواجہ احمد ابدال چشتیؒ کو ان سے خواجہ ابو محمد ابن ابی احمد ابدل چشتیؒ کو ان سے خواجہ ابو یوسف ابن محمد ابن سمعان چشتیؒ کو ان سے ان کے فرزند شیخ قطب الدین مودود چشتیؒ کو ان سے ان کے فرزند خواجہ احمد ابن مودود ابن یوسف چشتی اور خواجہ شریف زندیؒ کو اور ان سے خواجہ عثمان ہارونیؒ کو ان سے خواجہ معین الدین سنجری اجمیریؒ کو ان سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو ان سے شیخ فرید الدین گنج شکر دہلویؒ کو ان سے خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کو ان سے خواجہ امیر خسرو دہلوی اور خواجہ حسن نجم الدین ابن حسن ابن علاء دہلویؒ کو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے نیشا پور (ایران) کے نواح میں واقع قصبہ ہرون[2] میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی چشتیؒ سے ملاقات کی اور ایک لمبے عرصے تک ان کی خدمت میں رہے اور مجاہدہ و ریاضت کی منزلیں خواجہ ہارونیؒ کی راہنمائی میں طے کر کے ان سے خلافت کا خرقہ حاصل کیا۔

سلطان سکندر لودھی کے ظاہری اور باطنی رہبر مولانا شیخ جمالیؒ نے صوفیائے کرام کا ایک تذکرہ ترتیب دیا ہے جو سیر العارفین کے نام سے ایک مشہور اور معتبر تذکرہ ہے اور یہ تذکرہ انہوں نے حضرت خواجہ اجمیرؒ کی رحلت فرمانے کے کوئی تین سو سال بعد لکھا۔ اس میں انہوں نے خواجہ عثمان ہارونیؒ کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے[3] جو یوں ہے۔

جب خواجہ عثمانؒ حضرت خواجہ اجمیرؒ کی جدائی میں بیقرار ہو گئے تو ان سے ملنے کے لئے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ راستے میں کسی جگہ ایک آتش کدہ دیکھا اور خادم کو وہاں سے آگ لانے کی ہدایت کی۔ ایک بوڑھے موبد جس کے بغل میں ایک لڑکا تھا نے خادم کو آگ لینے سے منع کیا خواجہ عثمان ہارونیؒ خود موبد کے پاس آ گئے اور اس سے گفت و شنید کی اور کہا کہ آگ جیسی فانی چیز کی پرستش چھوڑ دو اور اس کے خالق لاشریک کی پرستش کرو۔ موبد نے کہا

---

(۱) چشت (بروزن خشت) موجودہ افغانستان میں ہرات رود اور اوبہ اور شافلان کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو آب و ہوا کی خوبی اور پانی کی شیرینی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ سلطان ابراہیم ادہمؒ بلکہ حضرت امام محمد باقرؒ سے جو چشتی سلسلہ جاری ہوا اس کے مشائخ جیسے خواجہ ابواحمد ابدالؒ خواجہ مودودؒ اور خواجہ معین الدین اجمیریؒ اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ چشت میں سلطان محمود غزنویؒ کے فرزند سلطان مسعود غزنوی کے بیٹے مودود ابن مسعود کی قبر بھی مشہور ہے۔

(۲) آب کوثر مصنف شیخ اکرام جلد اول صفحہ ۱۹۹۔ لیکن ہارون سیستان کے علاقہ میں ہی ایک جگہ کا نام تھا جو خواجہ معین الدینؒ کے وطن کا صوبہ تھا [جس میں چشت واقع ہے] اور اسی وجہ سے آپ سجزی یا سگزی بھی کہلاتے ہیں (لغت نامہ دہخدا حرف ص ۵۹)

(۳) آب کوثر جلد اول ص ۲۰۰۔ مولف آب کوثر نے لکھا ہے کہ حضرت چراغ دہلوی نے بھی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ بحوالہ سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس ص ۳۶۔

کہ آگ ہمارے مذہب میں بڑا مرتبہ رکھتی ہے اسی لئے ہم اس کو پوجتے ہیں۔ خواجہ عثمانؒ نے فرمایا کہ تم بڑی صدق دلی سے مدتوں سے اسے پوجتے آئے ہو۔ کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ اپنا ہاتھ یا پاؤں اس میں ڈال کر اسے صحیح سلامت نکال سکتے ہو؟ موبد نے کہا کہ جلانا آگ کی خاصیت ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے موبد کے لڑکے کو اپنی بغل میں اٹھایا اور قُلنَا یَا نَارُکُونِی بَرْدَاً و سلاماً علیٰ اِبْراھیم پڑھ کر آگ میں کود پڑے۔ ایک شور برپا ہوا اور لوگ حیران و پریشان۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی مع بچے کے صحیح سلامت آگ سے باہر نکل آئے۔ سارے آتش پرست آپ کی یہ کرامت دیکھ کر ششدر ہو کے رہ گئے اور ان کے ہاتھ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گئے۔ لڑکے کا نام ابراہیم اور موبد کا نام شیخ عبداللہ رکھا گیا۔ شیخ جمالیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا عالی شان مقبرہ میں نے خود دیکھا اور وہاں دو ہفتوں تک قیام کیا۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ:...... یہاں پر ہم حضرت خواجہ احرارؒ کے مرید باصفا' جو خود اپنے وقت میں نقشبندی مشائخ میں سے تھے یعنی مولانا جامیؒ کی معتبر کتاب نفحات الانس سے خواجہ احرار نقشبندیؒ کے متعلق اطلاعات نقل کریں گے۔ البتہ یہ اطلاعات خواجہ احرارؒ کے فرمودات پر ہی مشتمل ہیں جن سے ہم نے مندرجہ ذیل انتخاب کیا ہے[1]

اگر تم حق تعالیٰ کے مقام حضور میں آنا چاہتے ہو تو تجھے شیطان کے مکر و وسوسے سے آزاد ہونا ہوگا بلکہ فرشتے کو بھی تمہارے حضور کی اطلاع نہیں ہونی چاہئے حتیٰ کہ تمہارا نفس بھی تمہارے حضور سے آگاہ نہ ہو جائے۔ اب یہ تم پر ہے کہ تم کو ایک ایسے مرد کا ہم نشین بننا چاہئے جس کا دل اور جس کی جان ذکر حق تعالیٰ میں مستغرق ہوئے ہوں اور جس نے خودی سے رہائی پائی ہو۔ اس حقیقت کو بعض شہود اور بعض وجود کہتے ہیں اور بعض تجلی ذات اور بعض یاد داشت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ سعادت حاصل نہ ہو جائے تو پھر خواجگان کا طریقۂ ذکر یا طریقۂ توجہ اور جذبہ اختیار کرنا چاہئے اور مکمل طور پر اسی طریقہ کی ورزش و ریاضت میں خود کو لانا چاہئے تاکہ تم اس عظیم سعادت اور بڑی خوش بختی تک' جس سے بالاتر اور کوئی خیال نہیں کیا جا سکتا ہے پہنچ جاؤ۔

جانتے ہو کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے کہ جو چیز رسول اللہؐ کی مرضی نہ ہو وہ چیز اس میں مٹ چکی ہو اور جو چیز انؐ سے نہ ہو وہ اس شخص میں رہی ہی نہ ہو بلکہ خود وہ اور اس کی چاہ اس سے گم ہو چکی ہو اور وہ ایک ایسا آئینہ ہو چکا ہو جس میں اوصاف و اخلاق نبویؐ کے بغیر اور کچھ نہ رہا ہو۔ اس مقام میں نبویؐ صفات سے متصف ہونے کی وجہ

(۱) نفحات الانس جامیؒ ص ۴۰۸ سے ۴۱۳ تک۔

سے وہ اللہ تعالیٰ کے تصرف کا مظہر بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تصرف کی وجہ سے وہ طالبوں کے باطن پر حاوی ہو جاتا ہے اور مکمل طور پر خود سے خالی ہو کر حق تعالیٰ کی مراد پانے کا حقدار بن جاتا ہے۔ اور مرید وہ ہے جس کی خواہشات اور چاہتوں کی تاثیر کو محبت و عقیدت کی آگ نے بھسم کر دیا ہو اور اس کے مقاصد ذاتی میں سے کچھ بھی باقی نہ رہ گیا ہو اور دل کی بصیرت سے پیر و مرشد کے آئینے میں اپنے مقصد و مراد کا جمال دیکھا ہو اور تمام قبلہ جات سے رخ موڑ کر اس کا قبلہ فقط مرشد کا حسن و جمال بن چکا ہو' اور مرشد کی بندگی میں آزاد ہو اور اس کے آستانے کے بغیر اور کسی کے آستانے پر اپنا سر نیاز نہ ڈالا ہو' اور تمام دیگر چیزوں سے ہٹ کر صرف مرشد کو ہی قبول کرنے میں اپنی سعادت جانتا ہو اور مرشد کے اسے رد کرنے میں اپنی بدبختی سمجھتا ہو' بلکہ اپنے وجود کو نیست کر کے شعور کے تفرقہ سے یعنی پیر و مرشد کے بغیر کسی اور کے وجود کے تفرقہ کے شعور سے نجات پا چکا ہو۔[1]

خواجہ علی رامتینی:...... نقشبندی سلسلہ میں آپ حضرت عزیزانؒ یا عزیزان کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ خواجہ محمود الخیر فغنویؒ کے خلیفہ تھے آپ رامتین[2] میں متولد ہوئے جو بخارا سے دو فرسنگ (چھ میل) کی دوری پر ایک گاؤں کا نام ہے۔ آپ پیشے سے ایک جولاہا تھے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ آپ صاحب مقامات عالیہ اور کرامات ظاہر سے متصف تھے اور آپ کا پیشہ جولاہی کا پیشہ تھا۔ مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس شعر میں بقول بعض اکابرین اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی
بندہ ' اعیان بخارا ' خواجۂ نساج را[3]

[اگر حال' قال سے بالاتر نہ ہوتا تو بخارا کے اکابر خواجہ جولاہا کے غلام کیوں بن جاتے]۔

قدسیہ کے مصحح نے رشحات عین الحیات کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ خواجہ علی رامتینیؒ شعر بھی کہتے تھے۔ اور رشحات میں ان کا ایک قطعہ اور چار رباعیاں بھی نقل ہوئی ہیں۔ آخری عمر میں آپ خوارزم میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور مدفون بھی ہوئے۔ آپ کی وفات سوموار کے دن ۲۸ ر ذی قعد سال ۷۱۵ھ میں ہوئی اور بعض

(۱) مزید اطلاع کیلئے دیکھیے میری کتاب: "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔
(۲) تاریخ بخارا کے مصنف ابوبکر محمد ابن جعفر النرشخی (۲۸۶-۳۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ رامتین کی ایک قدیم فصیل ہے اور یہ ایک محفوظ گاؤں ہے جو بخارا سے بھی قدیم تر ہے اور بعض کتابوں میں اسی کو بخارا کہا گیا ہے۔ قدیم زمانے سے بادشاہوں کا مقام رہا اور جب بخارا شہر بن گیا تو جاڑے میں بادشاہ اسی گاؤں میں آ کر رہتے تھے۔ اسلام آنے کے بعد بھی یہ بادشاہوں کا مقرر رہا۔ افراسیاب نے اس گاؤں کی تعمیر کی تھی۔ اصل میں یہ رامیتن (رامی تن) تھا۔
(۳) نفحات الانس جامی ص ۳۸۰۔

نسخوں میں سال ۷۲۱ھ درج ہے۔ آپ کی وفات کی تاریخ میں کہا گیا ہے۔

ہفصد و پانزدہ ز ہجرت بود
بیست و ہشتم زماہ ذی قعدہ
کآن جنید زمان و شبلی وقت
زین سرا رفت در پس پردہ

خواجہ رامیتنیؒ کے معاصرین میں ایک حضرت علاء الدولہ سمنانیؒ[1] تھے (وفات ۷۳۶ھ) جن کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی تھی۔ اور دوسرے سید آتا جورؒ کی مشائخ میں[2] سے تھے لیکن ان کے درمیان کدورت و رقابت تھی[3]

خواجہ علی رامیتنیؒ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ کھودنا اور مل جانا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر روی زمین پر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے فرزندوں میں سے کوئی فرزند ہوتا تو منصور ہرگز تختۂ دار پر نہ جاتا۔[4]

خواجہ علاء الدین عطارؒ:......آپ کا نام محمد ابن محمد البخاری ہے۔ حضرت خواجۂ بزرگ نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہ کے اکابر اصحاب میں سے تھے اور انہوںؒ نے اپنے بہت سے طالبوں کی تربیت کا کام آپ ہی کے سپرد کر دیا تھا اور فرماتے تھے کہ خواجہ علاء الدین نے ہمارا بوجھ بہت حد تک ہلکا کر دیا ہے۔ لازمی طور پر ولایت کے انوار اور آثار مکمل طور پر اور پوری طرح سے ان سے ظہور میں آئے اور ان کی صحبت اور حسن تربیت سے بہت سے طالب دوری و کمی کی منزل سے قرب و کمال کے دربار میں پہنچ گئے اور تکمیل و کمال کا مرتبہ پایا۔[5]

مولانا جامیؒ نے لکھا ہے[6] کہ میں نے بعض عزیزوں سے سنا ہے کہ حضرت سید شریف الجرجانیؒ جوان کے

---

(۱) علاء الدولہ سمنانیؒ سمنان کے سلطان تھے۔ ایک جنگ میں جذبہ و حال آپ پر طاری ہوا اور سلطنت چھوڑ کر ۶۸۷ھ میں بغداد جا کر شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقیؒ کے مرید ہو گئے۔ حج کے بعد سال ۶۸۹ھ میں ارشاد کی اجازت پائی۔ سولہ سال کی مدت میں آپ نے خانقاہ سکاکیہ سمنان میں ایک سو چالیس چلے کاٹے اور یہ ان ایک سو تیس چلوں کے علاوہ ہیں جو باقی عمر میں آپ نے کاٹے۔ اپنے زمانے کے شیخ المشائخ اور شمس العارفین تھے۔ حضرت شاہ ہمدانؒ آپ کے ہمعصر تھے ۷۷ سال کی عمر میں صوفی آباد سمنان میں رحمت حق ہوئے اور وہیں پر آپ کا روضہ شریف بھی ہے۔

(۲) آپ کا نام سید احمد تھا لیکن آپ سید آتا کے نام سے معروف تھے۔ ترکی مشائخ میں سے تھے اور زنگی آتا کے خلیفہ۔ (خود زنگی آتا خلیفہ تھے حضرت سلطان احمد یسویؒ کے جو خلیفہ تھے خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے)

(۳) رشحات عین الحیاۃ بحوالہ قدسیہ صفحہ ۳۸

(۴) نفحات الانس جامی صفحہ ۳۸۰ نیز اطلاع کے لئے دیکھئے میری کتاب "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

(۵) نفحات الانس تصنیف مولانا جامیؒ ص ۳۸۹

(۶) ایضاً ص ۳۸۹۔

اصحاب میں شامل تھے اور ان کے خادموں اور ملازموں کی نسبت کامل اخلاص و نیاز کا مظاہرہ کرتے تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین علی[1] کی صحبت میں نہ پہنچا رفض سے رہائی نہیں پائی اور جب تک خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ کی صحبت اختیار نہ کی اللہ کو نہیں پہچانا۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ حضرت خواجہ[2] بزرگ نقشبند مشکلکشاؒ کے داماد[3] تھے جن سے حضرت خواجہ حسن عطارؒ پیدا ہوئے۔ خواجہ بزرگؒ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ ایک صاحبزادی حضرت خواجہ علاء الدین کے عقد میں تھیں۔ حضرت علاء الدین عطار قدس اللہ سرہ خفتن نماز کے وقت بدھوار کی شب ۲۰ ر رجب سال ۸۰۲ھ کو رحمت ایزدی سے پیوست اور صغانیان نامی گاؤں میں مدفون ہوئے۔[4]

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی:...... آپ ماوراء النہر کے اُوش نامی قصبہ میں متولد

---

(۱) طرایق الحقایق کے مصنف معصوم علی شاہ نایب الصدر شیرازی لکھتے ہیں کہ شیخ زین الدین علی کلاہ شیراز کے مشائخ میں سے ہیں اور تصوف میں ان کی نسبت، جیسا کہ خواجہ عبداللہ امامی اصفہانی نقشبندی کہتے ہیں، شیخ رکن الدین جوری کے ساتھ اور ان کی نسبت خواجہ محمد مراغی اور ان کی نسبت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے متصل ہے لیکن مشہور یہی ہے کہ شیخ زین الدین علی کلاہ کا سلسلہ سید احمد رفاعیؒ تک پہنچتا ہے۔

(۲) خواجہ بزرگ کا لقب ابتداء میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے لئے تھا لیکن بعد میں یہ لقب حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشاؒ کیلئے بھی استعمال میں لایا گیا اور مطلق طور پر ان ہی کا لقب ہوا۔ خواجہ غجدوانیؒ کو خواجہ بزرگ کے علاوہ خواجہ کلاں کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ خواجہ کلان کے علاوہ جیسا کہ میں نے اپنے سفر غجدوان میں لکھا ہے غجدوان میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس اللہ سرہ العزیز) کو خواجہ دو جہان کے لقب سے پکارتے ہیں۔ گویا خواجہ بزرگ کا لقب نقشبندی آثار میں صرف دو حضرات کیلئے استعمال ہوا ہے یعنی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ اور حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ کے لئے۔ خواجہ بہاء الدین نقشبند مشکلکشا کو اپنے اصحاب خواجہ ما (ہمارا آقا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مزید اطلاع کیلئے دیکھئے میری کتاب "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

(۳) واقعات کشمیر ۱۶۸۔ قدسیہ۔ طرایق الحقایق کے مولف نے اپنی اس تالیف میں اپنے سفر بخارا کے ضمن میں لکھا ہے: "و شیخ را دختری بماند۔ برحسب وصیت بہ عقد پسر سید شرف الدین در آوردند و اولاد دختری شیخ در انجا بسیار شدہ اند ہمگی با اعتبار و باغات و عمارات خوب و مرغوب دارند و ایشان را خواجگان گویند......" [ترجمہ...... اور شیخ (یعنی حضرت خواجہ بزرگ) کی ایک صاحبزادی باقی رہ گئیں وصیت کے مطابق ان کو سید شرف الدین کے فرزند کے عقد میں لایا گیا اور حضرت شیخ کی صاحبزادی سے اولاد کی تعداد یہاں (بخارا) میں بہت بڑھ گئی ہے اور سب کے سب صاحب اعتبار ہیں اور ان کی تعمیرات و باغات بھی بہت اچھے اور دلکش ہیں اور انہیں خواجگان سے یاد کیا جاتا ہے۔ صاحب طرایق الحقایق نے سید شرف الدین، حضرت خواجہ بزرگ کے داماد کے باپ کا نام بتایا ہے اور داماد کا نام نہیں لکھا ہے جب کہ مولانا جامیؒ نے خواجہ علاء الدین عطارؒ کے والد بزرگ کا نام محمد لکھا ہے۔ [اور انہوں نے خواجہ علاء الدین عطار کے حالات کے ضمن میں خواجہ بزرگؒ کے ساتھ ان کے اس اہم ترین رشتے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے] ہوسکتا ہے محمد نام ہو اور سید شرف الدین لقب ہو خواجہ علاء الدین عطار کے والد بزرگ کا جیسا کہ خواجہ بزرگؒ کا نام محمد تھا اور بہاء الدین لقب۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے دیکھئے میری کتاب "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

(۴) صغانیان: آمودریا (جیحون) کے مسیر یعنی گذرنے والے علاقے میں واقع ہے اور دراصل چغانیان کا معرب ہے۔ اس علاقہ کے مرکز کو بھی صغانیان کہتے ہیں۔ چغان خداہ لقب کے بادشاہ اسی علاقہ پر حکمران تھے۔ ماوراء النہر کا ایک قدیم شہر ہے جو کھیتی باڑی اور جنگی دلاوروں اور درویش حضرات کی وجہ سے مشہور تھا۔ اچھی آب و ہوا اور شیرین پانی کا حامل ہے۔ نیز عمدہ قسم کے گھوڑوں، اونی کپڑوں اور زعفران کی پیداوار کی وجہ سے بھی شہرت پائی تھی (لغت نامہ دھخدا اشارہ مسلسل ۶۳ ص ۲۲۷)۔

ہوئے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں آپ کے والد کا سایہ آپ پر سے اٹھ گیا۔ والدہ محترمہ نے تربیت کی اور پانچ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوئے۔ بغداد پہنچے اور وہاں طریقت کی منزلوں سے گذر کر اور خرقۂ خلافت پہن کر ہندوستان آگئے اور دہلی کو مستقل قیام گاہ بنایا۔ سلطان وقت شمس الدین ایلتمتش نے استقبال کیا لیکن آپ دربار شاہی سے منسلک نہ ہوئے بلکہ جاگیر بھی ٹھکرا دی۔ حضرت قطب الدینؒ کی خدمت میں لوگ عقیدت مندی کی وجہ سے جوق در جوق آتے تھے جس کی وجہ سے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریؒ کو شکایت اور کبیدگی خاطر ہوگئی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر سے اپنے خلیفہ کو لینے کیلئے آئے اور ان کو حکم دیا کہ اجمیر چلا جائے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ چلنے کو تیار ہو گئے لیکن سلطان التمش اور ہزارہا لوگ آنکھیں بچھا کر اشک بار تھے اور جہاں حضرت بختیار کاکیؒ کا قدم پڑتا تھا لوگ خاک پا کو تبرک جان کر اٹھا لیتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے لاکھوں بندگان خدا کا دل مجروح کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھا اور خواجہ قطب الدینؒ کو دلی میں ٹھہرنے کی اجازت دی۔ لوگ اور بادشاہ بے حد خوش ہوئے اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کا شکریہ ادا کیا۔ خواجہ بختیار کاکیؒ فقر و استغنا کے ساتھ دلی میں لوگوں کی تربیت اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے اور کامیابی کے ساتھ اسلامی سلطنت کی رہنمائی کا کام دینوی ہوس سے اپنے دامن کو آلودہ کئے بغیر انجام دیتے رہے۔ اسی بے تعلقی اور بے نیازی کی وجہ سے شاہ و گدا، عوام و خواص سب آپ کے حلقہ بگوش ارادت مند تھے۔ اگرچہ اپنے مرشد طریقت کے بعد آپ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہے، ۴ یا ۵ سال، لیکن جن بلند مقاصد کے لئے حضرت خواجہ معین الدینؒ نے ہندوستان کو منتخب کیا تھا وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی مساعی جمیلہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے۔

پچاس سال کی عمر شریف میں آپ کے دل میں عشق کی آگ شعلہ ور ہوئی جو لوگوں کی تربیت میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کے صبر و ضبط کی وجہ سے مغلوب تھی۔ ایک مرتبہ خانقاہ شیخ علی سکویؒ میں قوال نے محفل سماع میں یہ شعر پڑھا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانی دیگر است

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ چار دن اور چار رات عالم تحیر میں رہے۔ ہوش آتا تو

(۱) اوش ماوراء النہر میں ایک شہر ہے جو بابر بادشاہ (ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے بنیاد گذار) کے وطن فرغانہ کا ایک علاقہ ہے۔ بعض محدثین اوش سے منسوب اور اوشی کہلاتے ہیں۔ آباد جگہ ہے اور وسط ایشیا کے موجودہ قیر قزستان نامی جمہوریہ میں قدیم ترین علاقہ ہے۔ پچھلے ایک ہزار سال سے ریشم کی پیداوار میں معروف ہے۔ تخت سلیمان نامی قیمتی پتھر اسی شہر کے مغربی حصے میں پایا جاتا ہے اس وقت اوش کی آبادی لگ بھگ ساٹھ ہزار کے قریب ہوگی (لغت نامہ دہخدا شمارہ مسلسل ۱۵۷ ص ۴۹۵)۔

اسی شعر کو بار بار سننے کی خواہش کرتے۔ آخر پانچویں رات میں سال ۶۲۳ھ میں وصال فرمایا۔ انتقال فرمانے سے صرف ایک دن پہلے جب کہ عید کا دن تھا آپ قیام گاہ کی طرف لوٹتے وقت ایک غیر آباد میدان سے گذرے اور دیر تک کھڑے رہے۔ خادم نے عرض کیا کہ حضرت عید کا دن ہے اور لوگ منتظر ہوں گے۔ فرمایا اس زمین سے مجھے دلوں کی خوشبو آرہی ہے۔ مالک زمین کو بلایا اور قطعۂ زمین خرید لیا اور اسے دفن کیے جانے کا مقام قرار دیا اور اسی جگہ سپرد خاک ہوئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفوں کی تعداد ایک سو نو سے کم نہیں۔ ان کے نام تذکروں میں محفوظ ہیں لیکن آپ کی جانشینی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے امور عالیہ اور بلند مقاصد کی توسیع و تکمیل کی سعادت حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کا حصہ تھی[1]

طرائق الحقائق کے مصنف نے لکھا ہے: بختیار کاکیؒ خواجہ قطب الدین عظیم عرفا میں سے ہیں اور آپ کی خواجہ معین الدین سجزی سے ارادت تھی۔ کہتے ہیں کاکی کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ریاضات وعبادات کے ایام میں عالم غیب سے ہر روز آپ کیلئے ایک خشک روٹی آیا کرتی تھی۔ نان خشک سے مراد ہے کاک جس کا معرب کعک ہے۔ شاید ایام مجاہدہ میں سوکھی روٹی پر قناعت کرتے تھے اس لئے یہ لقب پایا ہوگا۔ آپ کا مزار دہلی سے تین فرسنگ کی دوری پر جنوب کی طرف میں واقع ہے۔ آپ کے اشعار

من بچندین آشنائی میخورم خون جگر
آشنا را حال چون این وای بر بیگانہ ای
قطب مسکین گر گناہی میکند عیبش مکن
دور بنود گر گناہی میکند دیوانہ ای[2]

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔ ص۳۱-۳۶

(۲) واقعات کشمیر کے مولف خواجہ محمد اعظم دیدہ مرّی نے یہ اشعار سلطان قطب الدین شاہمیریؒ (۷۹۰ھ-۷۹۶ھ) سے منسوب کئے ہیں جو قطب تخلص کرتا تھا اور اس کے یہ تین شعر نقل کئے ہیں۔ ای بگرد شمع رویت عالمی پروانہ ای۔ وزلب شیرین تو شوریست در ہر خانہ ای۔ من بچندین آشنائی میخورم خون جگر۔ آشنا را حال این است وای بر بیگانہ ای۔ قطب مسکین گر گناہی میکند عیبش مکن۔ عیب نبود گر گناہی میکند دیوانہ ای (واقعات کشمیر مطبوعہ غلام محمد نور محمد مہاراج گنج سری نگر صفحہ ۳۵) جب کہ تاریخ حسن کے مولف پیر غلام حسن کھویہامیؒ نے یہ اشعار سلطان زین العابدینؒ شاہمیری پادشاہ کشمیر (۸۲۷ھ-۸۷۸ھ) [جو سلطان قطب الدین شہمیری پادشاہ کے دادا سلطان علیشاہ کے والد تھے] سے منسوب کئے ہیں جو قطب تخلص کرتے تھے اور بقول مورخ موصوف "طبع موزون داشت" یعنی ایک موزون طبیعت پائی تھی۔ غزل کے یہ اشعار تاریخ حسن میں نقل ہوئے ہیں۔ ای بگرد شمع رویت عالمی پروانہ ای۔ وزلب شیرین تو شوریست در ہر خانہ ای۔ ماہ من گر میتوانی رحم کن بیدلان۔ کز تو ماند این حکایت در جہان افسانہ ای۔ من بچندین آشنائی میخورم خون جگر۔ آشنا را حال این است وای بر بیگانہ ای۔ گشتہ ام دیوانہ وجائی ندارد خانہ ام۔ شب بکوی یار باشم روز در ویرانہ ای۔ قطب مسکین گر گناہی میکند عیبش مکن۔ عیب بنود گر گناہی میکند دیوانہ ای (تاریخ حسن جلد سوم ص ۲۰۶) جیسا میں پہلے کہہ چکا ہوں اس طرح کا انتساب تحقیق طلب ہے۔ اور بلاتحقیق دقیق اشعار کو کسی اور سے منسوب کرنا استحقاق وامانت داری کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ کشمیر میں لل دیدؒ اور شیخ العالمؒ کے شلوکوں کا خلط ملط ہونا یا حضرت علاء الدولہ سمنانیؒ اور حضرت شاہ ہمدانؒ کی بعض غزلوں کا ایک دوسرے کے کلام میں ضم ہونا (دیکھئے شاہ ہمدانؒ پر میری مبسوط اور مفصل کتاب "شاہ ہمدانؒ ..... حیات اور کارنامے") یا عمر خیامؒ کی رباعیوں کا ان کے ساتھ بہ غلط منسوب ہونا یا حضرت خواجہ بزرگؒ کی بعض رباعیات کا ان سے اشتباہاً منسوب کیا جانا یہ سب تحقیق اور غور وتلاش چاہتا ہے۔

حضرت بختیار کاکیؒ کے مرید تھے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر دہلویؒ اور ان کے مرید تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلویؒ اور ان کے مرید تھے حضرت شیخ حسن نجم الدین ابن حسن ابن علاء دہلویؒ اور ان کے مرید حضرت امیر خسرو دہلویؒ تھے۔

دہلی میں مہرولی کے علاقے میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا مزار مقدس پر رونق مزار ہے[1] اور ہر روز سینکڑوں لوگ بلاتفریق مذہب آپ کی درگاہ شریف پر حاضر ہو خضوع و خشوع کیساتھ اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔

خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ:......آپ نے سارے قرآن مجید کو مع اس کی وضاحتوں کے سات سال کی عمر میں حفظ کر لیا تھا اور تحصیل علم میں بھی مشغول تھے۔ ۲۶ سال کی عمر میں آپکے والد بزرگوار خواجہ یوسف انتقال فرمانے سے پہلے آپ کو اپنا جانشین بنا کے اس دار فانی سے چلے گئے۔ خواجہ مودودؒ صفات حمیدہ سے متصف تھے اور پسندیدہ کاموں کے انجام دینے کی وجہ سے معروف۔ آپ کے وطن کے لوگ آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور آپ کی نسبت بہت ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی قدس اللہ تعالیٰ روحہ کی صحبت و تربیت پائی تھی۔ ان دنوں جب کہ حضرت شیخ الاسلام احمد[2] جام سے ہرات میں تشریف لائے تھے اور خواص و عوام ان سے کرامتوں اور غیر معمولی واقعات کے ظاہر ہونے اور ان کا چشم دید ملاحظہ کرنے کی وجہ سے سب ان کے مرید اور معتقد ہوئے تھے اور یہ اس جگہ کے سبھی اطراف و جوانب میں مشہور ہو چکا تھا' اور آپ ہرات سے چشت کے مزار متبرکہ کی طرف روانہ ہوئے' اطلاع آئی کہ خواجہ مودود چشتیؒ نے بہت سے مریدوں کو اکٹھا کر لیا ہے اور وہ آرہے ہیں تاکہ شیخ الاسلامؒ کو ملک سے نکال دیا جائے۔ شیخ الاسلامؒ کے اصحاب اس بات کو چھپا رہے تھے جبکہ وہ خود اس بات کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ ایک دن صبح کو جب دستر خوان بچھایا گیا تو فرمایا: تھوڑا ٹھہر جاؤ کیونکہ راستے میں چند قاصد ہیں۔ کچھ

---

(۱) خلیق احمد صاحب نظامی نے لکھا ہے: "قطب صاحبؒ نے ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء کو وصال فرمایا"۔ ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ ص ۱۱۹۔

(۲) شیخ الاسلام ابو نصر احمدؒ ابن ابی الحسنؒ حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اولادوں میں سے ہیں۔ امی تھے لیکن ۲۲ سال کی عمر میں اٹھارہ سال تک پیہم ریاضت و مجاہدہ کے بعد آپ پر علم لدنی کے دروازے کھل گئے اور علم توحید و معرفت' علم اسرار و حکمت اور روش طریقت و حقیقت پر تین سو سے زائد ایسی شاندار کتابیں لکھیں کہ کسی عالم یا دانش مند نے ان پر اعتراض کا ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ ان تمام تصنیفات کو آپ نے قرآنی آیات اور احادیث سے مستحکم کر لیا تھا۔ آپ نے خود فرمایا ہے سراج السائرین نامی کتاب میں کہ بائیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لطف و کرم سے توبہ سے مشرف فرمایا' چالیس سال کی عمر میں اس نے مجھے لوگوں میں آنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس وقت باسٹھ سال کی عمر میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں اور آج تک ایک لاکھ اسی ہزار لوگوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آپ حضرت شیخ احمد جامؒ کے نام سے معروف ہیں سنہ ۵۳۶ھ میں وفات پائی اور جام یا تربت جام میں آپ کا روضہ مبارک بہت مشہور ہے۔

عرصہ گذر گیا تو خادم داخل ہوا کہ وہ جماعت آگئی ہے۔ انہیں داخل کر دیا گیا اور سلام کیا اور جواب سنا اور غذا کھالی اور دستر خوان اٹھا دیا گیا۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا: ''کیا آپ لوگ کہیں گے یا ہم کہیں گے کہ آپ کس کام کیلئے آئے ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ: ''حضرت شیخ ہی فرمائیں''۔ آپ نے فرمایا کہ: ''خواجہ زاہد مودود نے آپ کو بھیجا ہے کہ احمد سے کہہ دو کہ تم ہمارے ملک میں کس کام کیلئے آئے ہو؟ سلامتی کے ساتھ لوٹ جاؤ ورنہ جس طریقے سے لوٹایا جانا چاہئے تجھے لوٹا دیں گے''۔ قاصدوں نے تصدیق کی اس کے بعد فرمایا: ''اگر ملک سے مراد یہ دیہات ہیں تو یہ لوگوں کے دیہات ہیں۔ نہ یہ اس کے ہیں اور نہ ہی میرے۔ اور اگر ملک سے مراد یہ لوگ ہیں تو یہ سارے سنجر کی رعایا ہیں اسلئے شیخ الشیوخ سنجر[1] ہے۔ اور اگر ملک سے مراد وہ ہے جو میں جانتا ہوں اور خدائے عزوجل کے اولیاء جانتے ہیں تو کل میں ان کو دکھا دوں گا کہ ملک وولایت کا کام کیا ہوتا ہے اور کیسا ہوتا ہے''۔ یہ بات فرمانے کے بعد سخت بادل چھا گئے اور دن رات برستے رہے اور بالکل نہیں رکے۔ دوسرے دن صبح کو شیخ الاسلامؒ نے فرمایا: ''حیوانوں کی سواریوں کو آمادہ کرو کہ ہم یہاں سے چلے جائیں''۔ اصحاب نے عرض کیا کہ دو تین روز تک بارش تھم جانے کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی ملاح پانی کو عبور کر سکے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہم خود ملاحی کریں گے۔ اس کے بعد چل پڑے اور جب ایک میدان میں نکل آئے شیخ الاسلامؒ نے نظر دوڑائی اور دیکھا کہ لوگوں کی ایک کثیر و پرہجوم جماعت ہتھیار باندھے ہوئے ان کے ساتھ کھڑی ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ کہا گیا یہ آپ کے مرید اور آپ سے محبت کرنے والے لوگ ہیں اور انہوں نے سنا ہے کہ کوئی جماعت آپ کے خلاف ہو کر آ رہی ہے۔

فرمایا کہ انہیں لوٹا دو کیونکہ تیر و تلوار سنجر کا کام ہے۔ ہماری جماعت کے ہتھیار کچھ اور ہی ہیں۔ شیخ الاسلامؒ چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر آگے روانہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو پانی بہت تھا۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آج طے پایا ہے ہم ملاحی خود کریں گے۔ معرفت الٰہی کی باتوں کا بیان کیا اور دلوں میں ایسا ذوق وشوق سرایت کر گیا

---

(۱) سلطان معزالدین ابوالحارث احمد ابن ملکشاہ سلجوقی جس کا نام سنجر تھا (سنجر ترکی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں شکاری جانور) سلجوقی بادشاہوں کا آخری بزرگ بادشاہ تھا مورخین کے بقول چالیس سال میں خراسان کی اس کی سلطنت میں اسے ۱۹ فتوحات نصیب ہوئیں۔ لیکن قراختائیوں کے خلاف جنگ میں اسے شکست ہوئی جو وسط ایشیا میں مسلمانوں کی بزرگ ترین شکست تھی جس میں ایک لاکھ سلجوقی قتل ہوئے۔ دو سال بعد سنجر نے پھر حملہ کیا لیکن صلح پر آمادہ ہو گیا۔ سنجر کی آخری فتح علاء الدین جہان سوز غوری پر تھی جسے اس نے قید کر لیا۔ غز ترکوں کے خلاف جنگ قطوان میں سنجر کو شکست ہوئی اور اسے قید کیا گیا۔ چار سال تک ان کی قید میں رہا۔ گو وہ قید میں رہ کر اس کا احترام کرتے تھے دن کو تخت پر بٹھاتے اور اسی کے دستخط سے فرامین بھی جاری کرتے لیکن شام کو اسے لوہے کے پنجرے میں ڈال دیتے۔ بالآخر ایک روز جب غز امراء اسے شکار کے لئے اپنے ساتھ لے گئے تو سنجر نے کسی تدبیر سے خود کو دریائے جیحون پر پہنچا دیا اور ایک کشتی کے ذریعہ بھاگ گیا (۵۵۱ھ) اور جب اپنے وطن مرو میں پہنچا تو اس کی ویرانی کو دیکھ کر اس قدر دل شکستہ ہوا کہ زندگی سے بیزار ہو کر ۷۳ سال کی عمر میں چل بسا اور ایک بڑے مقبرہ میں جسے اس نے اپنی زندگی میں بنوایا تھا دفن ہوا۔ مورخین نے سلطان سنجر کو عام طور پر ایک بہادر، عادل، مہربان، جوانمرد اور مقتدر بادشاہ قرار دیا ہے۔

کہ سب حیران اور شیفتہ ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آنکھیں بند کر دو اور کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تین بار اس کی تکرار فرمائی۔ جس کسی نے آنکھ جلدی کھولی اس کے نعلین گیلے ہو گئے اور جس کسی نے دیر سے آنکھ کھولی اس نے خود کو پانی کے دوسری طرف پایا اور نعلین بھی خشک پائے۔ جب قاصدوں نے یہ دیکھا تو وہ بڑی عجلت کیساتھ خواجہ مودودؒ کے پاس پہنچے اور یہ حال بیان کیا۔ کسی کو یقین نہیں آیا۔ خواجہ مودودؒ دو ہزار مسلح مریدوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور راستے میں شیخ الاسلامؒ کے پاس پہنچے۔ جب حضرت شیخ کی نظر ان پر پڑی تو وہ گھوڑے سے اُتر آئے اور شیخ کے پاؤں کو چوم لیا۔ حضرت شیخ نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیا اور فرمایا: ''کیسا پارہ ہے ہو ولایت کے کام کو؟ تجھے معلوم نہیں تھا کہ مردوں کی ولایت خدم وحشم اور ہتھیار نہیں ہوا کرتے! جاؤ اور گھوڑے پر سوار ہو کے چلے جاؤ۔ ابھی تم بچے ہو اور تم جانتے نہیں ہو کہ تم کیا کر رہے ہو!'' جب گاؤں میں داخل ہوئے تو شیخ الاسلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک محلے میں اترے اور خواجہ مودودؒ اپنے مریدوں کے ساتھ دوسرے محلے میں۔

دوسرے روز خواجہ مودودؒ کے مریدوں نے ان سے کہا کہ: ''ہم آئے تھے کہ شیخ احمدؒ کو ملک سے نکال باہر کریں آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں آ کے بیٹھ گیا ہے۔ اس بارے میں ہمیں بہتر طریقے پر پھر سوچنا ہوگا''۔ خواجہ مودودؒ نے کہا کہ: ''ہمیں درست یہی دکھائی دے رہا ہے کہ صبح کو اٹھ کر ہم ان کی خدمت میں جائیں گے اور ان سے اجازت چاہیں گے اور لوٹ کے چلے جائیں گے کیونکہ ان کا معاملہ ہماری قوت بازو کا نہیں ہے''۔ مریدوں نے کہا: ''ہم نے آپس میں مشورہ کر لیا ہے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی جاسوس کو مقرر کر لیں گے کہ جب قیلولہ کے وقت شیخ خلوت میں ہوں گے اور ان کے پاس کوئی نہیں ہوگا تو ہم چند آدمی آپ کی خدمت میں آ کر سماع کو شروع کریں گے اور ایک کیفیت پیدا کریں گے اور اسی حالت کے درمیان اس پر کوئی چیز ماریں گے''۔ خواجہ مودودؒ نے فرمایا: ''یہ درست نہیں کیونکہ وہ صاحب کرامت و ولایت ہیں''۔ لیکن کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا جب قیلولہ کا وقت ہوا شیخ کے اصحاب منتشر ہو گئے۔ خادم نے لیٹ جانے کیلئے فرش ڈالنا چاہا تا کہ شیخ قیلولہ فرمائیں انہوں نے کہا تھوڑا ٹھہر جاؤ کہ ابھی ایک واقعہ کا ہونا باقی ہے۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خادم نے جب دروازہ کھولا تو خواجہ مودودؒ کو دیکھا جو ایک بڑی جماعت کیساتھ اندر آ گئے اور سلام کیا اور سماع کا آغاز کیا اور نعرے مارنے شروع کیے۔ شیخ الاسلامؒ نے اپنا سر بلند کیا اور فرمایا: ''افسوس! افسوس! ارے سہلا کہاں ہو؟'' اور یہ سہلا سرخس کا رہنے

(۱) سرخس ایک قصبہ ہے مشہد کا جو ایران اور روسی سرحد کے پاس واقع ہے۔ اس کی آبادی کوئی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ زمین کی آبپاشی کے لئے دریا ہری رود کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ غلہ زیرہ میوہ کی اقسام یہاں کی پیداوار ہے اور لوگوں کا پیشہ زراعت اور گلہ داری ہے۔ قالین اور دریاں بنانا بھی یہاں کے لوگوں کے پیشے میں شامل ہے۔ سیاسی جغرافیائی اور اقتصادی لحاظ سے اہم جگہ ہے اور اسلام نے قبل اور بعد میں اس شہر نے بہت سے مرحلے طے کیے ہیں۔ قدیم زمانے میں مختلف علوم کے یہاں بہت مدرسے قائم تھے۔ آج کل سرخس میں دو تاریخی جگہیں ہیں ایک رباط شرف جسے سلطان سنجر کے وزیر شرف الدین ابو طاہر نے تعمیر کیا تھا اور دوسری مقبرہ شیخ لقمان سرخسی جو وہاں مقبرۂ بابا لقمان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں ابتدا میں مدرسہ لنگر اور درویشوں کے لئے ایک خانقاہ بھی تھی۔ باقی تاریخی جگہیں کلی طور پر ویران ہیں۔

والا ایک شخص تھا جو صاحب کرامت اور مجنون درویشوں میں عقلمند لوگوں میں سے تھا۔ یہ ہمیشہ شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ فوراً اسی وقت حاضر ہوا اور ان پر للکارا۔ وہ لوگ جوتے اور دستار چھوڑ کر بھاگ چلے۔ صرف خواجہ مودودؒ تنہا رہ گئے اور سراپا شرمندہ۔ کھڑے ہوئے اور معافی و مغفرت کیلئے اپنا سر ننگا کر دیا اور کہا: ''آپ پر روشن ہے کہ اب کی بار میں اس حرکت پر راضی نہیں تھا''۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا: ''سچ کہہ رہے ہو۔ لیکن تم نے ان کے ساتھ آنے پر اتفاق ہی کیوں کیا؟'' خواجہ مودودؒ نے کہا: ''میں نے برا کیا عفو کیجئے'' شیخ الاسلامؒ نے فرمایا: ''میں نے عفو کر دیا۔ جاؤ اس جماعت کو واپس بھیج دو اور دو خدمت گاروں کو رکھ لو اور تین دنوں تک رُک جاؤ''۔ ایسا ہی کیا اور پھر شیخ الاسلامؒ کے پاس آئے اور کہا: ''جیسا آپ نے فرمایا تھا میں نے کیا۔ اب اور کیا حکم ہے کہ بجالاؤں''۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا: ''پہلے جائے نماز طاق پر رکھ دو اور چلے جاؤ اور علم سیکھ لو کیونکہ بے علم زاہد شیطان کا مسخرہ اور فرمان بردار ہوتا ہے''۔ خواجہ مودودؒ نے کہا: ''میں نے قبول کیا۔ اور کیا حکم ہے؟'' فرمایا: ''جب علم سے فراغت پاؤ گے تو اپنے خاندان کو پھر سے زندہ کرلو کیونکہ تمہارے آباؤ اجداد بزرگ لوگ تھے اور صاحب کرامت'' خواجہ مودودؒ نے کہا: ''جب کہ آپ مجھے میرے خاندان کو پھر سے زندہ کرانے کا حکم دے رہے ہیں تو تبرک و برکت پانے کی خاطر مجھے اپنے قریب بٹھائیں'' شیخ الاسلامؒ نے فرمایا: ''آگے آؤ'' وہ آگے بڑھے۔ ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے مسند کے کنارے پر بٹھا دیا اور تین بار فرمایا: ''علم کی شرط ہے''! تین دن تک شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے اور فیض پایا اور نوازشیں پائیں اور واپس چلے گئے۔ اس کے بعد معارف وعلوم کی تحصیل و تکمیل کیلئے بلخ اور بخارا گئے اور چار سال تک وسعت و امکان کے مطابق جد و جہد کیا اور ان ممالک میں ہر جگہ آپ سے عجیب و غریب علامات و کرامات کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد آپ چشت میں لوٹ آئے اور وہاں مریدوں اور مستفید ہونے والوں کی تربیت کرنے میں مشغول رہے۔ اطراف و جوانب سے طالبوں کا ہجوم آپ کی عقیدت و ارادت کیلئے آتا رہا۔

خواجہ حاجی شریف زندی قدس اللہ سرہ جو ایک بہت بڑے صاحب ولایت و معرفت بزرگ تھے خواجہ مودودؒ کے مرید اور تربیت یافتہ تھے۔ ایک اور شخص جن کا نام رکن الدین محمد تھا اور شاہ سنجانؒ کے لقب سے معروف تھے اور خواف کے سنجانؒ نامی گاؤں کے تھے بھی خواجہ مودود چستیؒ کی صحبت میں رہے تھے اور کچھ عرصہ چشت میں ٹھہرے تھے۔ کہتے ہیں کہ چشت میں اپنے قیام کے دوران آپ نے ہرگز طہارت نہیں توڑی۔ جب طہارت کرنا چاہتے تو سوار ہو کر چشت سے باہر چلے جاتے اور دور جا کر طہارت کرتے اور لوٹ آتے اور کہتے کہ مزار شریف چشتؒ ایک متبرک اور پر برکت مقام ہے۔ یہاں پر کوئی بے ادبی کرنا جائز نہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ پہلے انہیں خواجہ سنجان کہتے تھے لیکن خواجہ مودودؒ نے آپ کا لقب شاہ سنجان رکھا جس پر آپ ناز و افتخار کرتے تھے۔ شاہ سنجان کی وفات ۵۹۷ھ ہوئی۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ سال ۵۲۷ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوئے[1]۔

خواجہ کلان :...... مہمان نامہ بخارا کے مؤلف[2] نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ کو خواجۂ بزرگ کے لقب کے علاوہ خواجہ کلان کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

خواجہ سعد الدین کاشغریؒ کے فرزند خواجہ محمد اکبرؒ بھی خواجہ کلان کے لقب سے مشہور تھے بمقابل ان کے بھائی خواجہ محمد اصغرؒ کے جو خواجہ خرد کے لقب سے معروف تھے۔ یہ خواجہ کلان (یعنی خواجہ محمد اکبرؒ) خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے مرید تھے اور ان کا انتقال ۱۲ر جمادی الآخر سال ۹۱۴ھ کو ہوا تھا۔[3]

خواجہ محمد بابای سماسی :...... آپ خواجہ علی رامیتنیؒ ملقب بہ عزیزان کے خلیفہ تھے اور حضرت خواجہ بہاء الدینؒ نقشبند مشکلکشا کو آپ نے اپنی فرزندی میں لیا تھا اور بارہا قصر ہندوان (جو بعد میں قصر عارفان کہلایا) سے گذرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس مٹی سے ایک مرد کی خوشبو آرہی ہے۔ جلد ہی یہ جگہ قصر عارفان بن جائے گی۔ چنانچہ ایک روز امیر سید کلالؒ جو ان کے خلیفوں میں سے تھے' کے دولت کدہ سے قصر ہندوان کی طرف نکلے اور فرمایا کہ اب وہ خوشبو بڑھ گئی ہے۔ یقیناً اس مرد کا تولد ہو چکا ہے۔ جب وہاں نزول فرمایا تو حضرت خواجہ بہاء الدین محمدؒ نقشبند مشکلکشا کی ولادت کے تین دن گذر چکے تھے کہ ان کے جد محترم یعنی دادا نہایت انکساری کے ساتھ ان کو خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "یہ ہمارے فرزند ہیں اور ہم نے ان کو قبول کر لیا"۔ اور پھر اپنے اصحاب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "یہی ہے وہ مرد جس کی خوشبو ہم سونگھ چکے تھے وقت کا مقتدیٰ ہوگا" اور امیر سید کلالؒ سے فرمایا: "میرے فرزند بہاء الدینؒ کے حق میں تربیت اور شفقت کو روک نہ دینا اور اگر تم نے ذرہ بھر کمی سے کام لیا تو بخشوں گا نہیں"۔ امیرؒ نے فرمایا: "مرد نہیں ہوں گا اگر خواجہ سماسیؒ کی وصیت میں کوئی بھی کمی کروں"۔

حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند "مشکلکشا" فرماتے تھے کہ "جب میں نے عقد کرنا چاہا تو میرے دادا صاحب نے مجھے حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی خدمت میں بھیج دیا کہ ان کے قدم مبارک کی برکت ہمارے گھر میں آجائے۔

(۱) نفحات الانس جامی ص ۳۲۶۔۳۳۰۔ طرائق الحقائق ج ۲ ص ۱۳۳۔

(۲) یعنی فضل اللہ بن روزبہان خنجی۔ نیز اطلاع کے لئے دیکھئے میری کتاب "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

(۳) رشحات عین الحیاۃ اور مہمان نامہ بخارا بحوالہ قدسیہ ص ۱۱۵۔

جب میں آپ کے دیدار سے مشرف ہوا پہلی کرامت جس کا میں نے مشاہدہ کیا یہ تھی کہ اس رات میں مجھ میں عاجزی اور انکساری پیدا ہوئی۔ میں اٹھا اور ان کی مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر کو سجدہ میں ڈال کر میں نے بڑی عاجزی و بیچارگی کا اظہار کیا۔ اسی اثنا میں میری زبان سے نکلا کہ: ''الٰہی! مجھے تو اپنی بلا کا بوجھ اٹھانے کی طاقت اور اپنی محبت و محنت کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرما''۔ صبح کو جب میں خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا: ''اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہئے کہ الٰہی! جس چیز میں تیری رضا ہے اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اسی پر رکھ۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر بلا نازل کر دے تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بوجھ کو اٹھانے کی قوت بھی عطا کرتا ہے اور اسکی حکمت بھی اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے بلا کی تلاش کرنا مشکل بات ہے۔ گستاخی نہیں کرنی چاہئے''۔ اس کے بعد غذا لائی گئی۔ جب ہم کھا چکے تو ایک روٹی مجھے دی۔ میرے دل میں یہ بات گذری کہ ابھی یہاں پر پیٹ بھر کر کھالیا اور ابھی تھوڑی دیر میں گھر پہنچ جائیں گے تو پھر یہ روٹی مجھے کس کام آئے گی؟ جب ہم چل پڑے تو نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ ان کے رکاب میں چلتا رہا۔ راستے میں وہ اپنے ایک محبوں میں سے کسی مُحب کے مکان پر پہنچے تو وہ کمال خوشی اور عاجزی کے ساتھ پیش آیا۔ جب اس کے ہاں نزول فرمایا تو اس درویش میں اضطراب کی سی کیفیت پائی۔ پوچھا کہ بات کیا ہے۔ سچ سچ بولو۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت صرف دودھ کی بالائی حاضر ہے روٹی نہیں ہے۔ حضرت خواجہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ روٹی لے آؤ جو آخر کار کام آنی تھی۔ یہ احوال دیکھ کر حضرت خواجہ پر میرا یقین اور بڑھ گیا''۔

یہ تو ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشاؒ کے مرشد طریقت امیر سید کلالؒ تھے اور ان کے مرشد راہ تھے خواجہ محمد بابا سماسیؒ اور انکے مرشد تھے خواجہ علی رامتینیؒ ملقب بہ عزیزان، اور ان کے مرشد تھے خواجہ محمود انجیر فغنویؒ اور ان کے مرشد تھے خواجہ عارف ریوگرویؒ اور ان کے مرشد تھے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور ان کے مرشد تھے خواجہ ابو یعقوب ہمدانیؒ۔ خواجہ محمد بابا سماسیؒ اپنے مرشد[1] طریقت کے بعد ان کے جانشین بن گئے۔

خواجہ محمد بابای سماسی کی وفات سال ۷۵۵ء میں ہوئی اور آپ کی قبر شریف سماس میں ہے[2]

(۱) نفحات الانس جامی ص ۳۸۰-۳۸۲: طرائق الحقائق ج ۲ ص ۳۲۲-۳۵۲: رشحات۔ انیس الطالبین، بحوالہ قدسیہ ص ۳۸-۱۱۷-۱۱۸ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ''

(۲) سماس رامتین میں ایک گاؤں ہے جہاں سے رامتین تین میل دور ہے اور بخارا نو میل

خواجہ محمد پارسا ".......تاریخ وشرح حال وتذکرہ کی کتابوں میں نیز خود آپ کے اپنے آثار کے آغاز و اختتام اور مکاتیب میں آپ کا نام محمد[1] ابن محمد محمود الحافظی البخاری اور کنیت ابوالفتح درج ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ آپ کا نسب حضرت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ تک پہنچتا ہے۔

آپکے جد اعلیٰ مولانا حافظ الدین بخاری تھے جو بخارا میں خواجہ محمود انجیر فغنویؒ (وفات ۷۱۰ھ یا ۷۱۵ھ) کے معاصر اور مشہور عالم تھے اور اسی نسبت سے حافظی بھی تھے۔ خواجہ محمد پارساؒ کے چچا خواجہ حسام الدین یوسف حافظی بخاری بھی علماء اور مدرسین میں سے تھے جو بالآخر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ اور غالباً یہ وہی خواجہ حسام الدین ہیں جو حضرت خواجہ نقشبندؒ کے زمانے میں مقامات نقشبند پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن: "خواجہ ایشان را فرمودند این زمان اجازت نیست بعد ازین اختیار تراست' [حضرت خواجہؒ نے ان سے فرمایا کہ اس وقت اجازت نہیں۔ اس کے بعد تجھے اختیار ہے]۔

خواجہ محمد پارساؒ بخارا میں سال ۷۴۹ھ میں متولد ہوئے۔ آپ کے ابتدائی حالات کے بارے میں بہت اطلاعات دستیاب نہیں لیکن عمر کی ابتدا سے ہی طالبِ علم رہے اور شرعی علوم خاص کر تفسیر و حدیث اور عرفان سے بہرہ اندوز ہوئے۔

فخر الدین کاشفی نے آپ کے نام کے ساتھ پارسا ہونے کا قصہ یوں بیان کیا ہے: "تربیت کے ابتدائی زمانے میں جب آپ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں تھے اور ایک روز مجاہدہ و ریاضت کے دوران حضرت خواجۂ نقشبندؒ کے گھر کے دروازے پر آ گئے تھے اور باہر منتظر تھے اتفاق سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی ایک کنیز جو حضرت اجہؒ کی ایک خادمہ تھی دروازے کے باہر سے اندر آئی۔ حضرت خواجہؒ نے اس خادمہ سے پوچھا کہ باہر دروازے ن ہے؟ اس نے عرض کیا کہ کوئی پارسا سا جوان ہے جو دروازے پر کھڑا منتظر ہے۔ حضرت خواجہ باہر تشریف لے گئے اور خواجہ محمد کو وہاں دیکھا اور فرمایا آپ ہی پارسا صاحب تھے؟ اس دن سے جب کہ یہ لفظ حضرت خواجہؒ کی زبان مبارک پر آیا لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا اور حضرت خواجہ محمد اس لقب سے مشہور ہو گئے"۔

خواجہ پارساؒ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے نزدیک اصحاب میں سے تھے۔ جب خواجہ نقشبندؒ نے مکہ کی طرف دوسرا سفر اختیار کیا تو احباب کی جماعت میں ان کے اس سفر مبارک میں خواجہ محمد پارساؒ بھی یار کی حیثیت سے شریک تھے۔

خواجۂ پارساؒ کی زندگی کے واقعات میں مشہور محدث شمس الدین محمد ابن محمد ابن محمد الجزریؒ (۷۵۱ھ-۸۳۳ھ)

(۱) حبیب السیر بحوالہ قدسیہ ص ۶۵

کے ساتھ ان کی بحث ہے۔ وہ یوں ہے کہ میرزا الغ بیگ تیموری (عہد بادشاہت ۸۵۰ھ۔۸۵۳ھ) کے زمانے میں شمس الدین الجزریؒ سمرقند میں آئے۔ ماوراء النہر کے حافظ اور محدث ان کے پاس اپنی سندوں کی تحقیق وتصحیح کیلئے جاتے رہے۔ بعض خودغرض اور حاسد لوگوں نے ان سے کہا کہ خواجۂ پارساؒ بہت سے ایسے احادیث بیان کرتے ہیں جن کی سند کی درستی معلوم نہیں اور الغ بیگ کو آمادہ کرتے ہیں کہ وہ کسی قاصد کو بخارا بھیج کر خواجۂ پارسا کو سمرقند میں لے آئے۔ خواجۂ پارسا سمرقند آتے ہیں۔ ایک مجلس ترتیب دی جاتی ہے جس میں شمس الدین جزری بھی حاضر ہیں اور سمرقند کے شیخ الاسلام خواجہ عصام الدین اور اکابرین اور علماء کی ایک بڑی جماعت بھی۔ خواجۂ پارسا اپنی سند سے چند احادیث روایت کرتے ہیں۔ یہ اسناد جزری کے لئے نامعلوم اور نامعروف تھیں۔ انہوں نے ان کے مآخذ اور منابع مانگے۔ خواجہ پارسا نے ایک مستند کتاب پیش کردی جو جزری کے لئے بھی ناآشنا تھی لیکن اسناد کے ساتھ یہ ساری حدیثیں اس میں موجود تھیں اور اس طرح سے حدیث وضع کرنے کی اور اسناد کے سلسلے کے ضعیف ہونے کی تہمت خواجۂ پارسا پر سے اٹھ گئی۔

تیمور کا بیٹا شہزادہ شاہرخ خواجہ پارساؒ کی طرف التفات کرتا تھا اور ان کی عقیدت رکھتا تھا۔ خواجہ پارساؒ کے اس کے ساتھ روابط تھے اور خط وکتابت بھی تھی۔ ان روابط کی وجہ سے میرزا خلیل تیموری کے دل میں کدورت تھی۔

سال ۸۲۲ھ کے محرم مہینے میں خواجۂ پارساؒ چند ساتھیوں کے ساتھ جن میں ان کا فرزند ابونصر پارساؒ بھی تھا' بخارا سے حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے نسف اور چغانیان اور بلخ اور ترمذ اور ہرات کی جگہوں سے گذرے۔ جمادی الاوّل کے اواخر میں جام پہنچے۔ مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے: ''مجھ فقیر کے والد مخلصوں اور حاجتمندوں کی ایک بڑی جماعت کیساتھ ان کی زیارت کرنے کے ارادے سے باہر آئے تھے اور میری عمر ابھی پوری پانچ سال کی نہیں تھی۔ میرے والد نے رشتہ داروں میں سے ایک رشتہ دار سے کہا کہ مجھے کندھے پر اٹھالے اور اس نے مجھے آپ کے انوار سے معمور پالکی کے سامنے لاکے رکھ دیا۔ آپ نے میری طرف التفات فرمایا اور قند سفید کرمانی عنایت کیا۔ تب سے آج تک ساٹھ سال گذر چکے ہیں اور ابھی بھی آپ کے چہرۂ منور کی پاکیزگی وصفا میری آنکھوں میں ہے اور آپ کے دیدار مبارک کی لذت میرے دل میں باقی''!

جامیؒ لکھتے ہیں کہ جب آپ نیشاپور پہنچے تو ہوا میں سخت گرمی کی وجہ سے بعض ساتھیوں کے ارادوں میں رخنہ پیدا ہوا۔ مولانا جلال الدین (رومیؒ) کے دیوان سے فال لینے کیلئے اسے کھول دیا گیا تو یہ ابیات نکل آئے۔

رویدِ ای عاشقان حق بہ اقبال ابد ملحق
روان باشید ھمچون مہ بہ سوی برج مسعودی

مبارکباد تان این رہ بہ توفیق و امان اللہ
بہر شہری و ہر جائی' بہ ہر دشتی کہ پیمودی[1]

آخر مکہ معظمہ میں پہنچے اور حج کے مناسک کو مکمل طور پر انجام دیا۔ انجام دیئے جانے کے دوران ہی خواجہ پارساؒ بیمار ہو گئے تھے۔ ۲۳رذی الحجہ کو بدھوار کے دن خواجہ پارساؒ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور بیماری میں اضافہ ہو چکا تھا۔ بالآخر ۲۴رذی الحجہ سال ۸۲۲ھ (مطابق ماہ جنوری سال ۱۴۲۰ء) جمعرات کے دن آپ کا انتقال ہوا[2]۔ شمس الدین محمد فناری رومی (۷۵۱ھ۔۸۳۴ھ) اور اہل قافلہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں نے آپ پر جنازہ کی نماز پڑھی اور حضرت عباسؓ کے قبہ شریف کے ساتھ آپ کو خاک پاک کے سپرد کر دیا گیا۔ شیخ زین الدین خوافی (وفات ۸۳۸ھ) نے مصر سے چھلا ہوا سفید پتھر لایا اور اسے لوح مزار کے طور پر نصب کیا۔ خواجہ پارساؒ کے وفات کی تاریخ کو فصل خطابی سے نکالا گیا ہے (۸۲۲ھ) جو آپکی معروف تصنیف فصل الخطاب کی طرف بھی اشارہ ہے۔

طریقت نقشبندی میں خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمتہ والرضوان کا مقام بہت ہی برتر ہے۔ آپ حضرت نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہ کے دوسرے خلیفہ تھے اور انکے سابقین و مقربین میں سے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی ان پر بڑی عنایات تھیں جو حضرت خواجہ نقشبندؒ کے خواجہ پارساؒ کے حق میں فرمودات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند مشکلکشاؒ نے خواجہ پارساؒ کے حق میں اپنے اصحاب کی موجودگی میں فرمایا: ''خاندان خواجگان کے خلفاء (قدس اللہ اسرارھم) سے مجھ درویش فقیر تک جو حق و امانت پہنچا ہے اور اس راہ میں جو بھی حاصل کیا ہے' ہم نے وہ امانت آپ کے حوالے کر دی ہے جس طرح سے کہ ہمارے دینی بھائی مولانا عارف نے ہمارے حوالے کی۔ آپ کو قبول کرنا چاہیے۔ اور اس امانت کو اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچانا چاہیے''۔ انہوں نے انکساری و عاجزی کا مظاہرہ کر کے قبول کیا۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اپنی آخری علالت میں خواجہ پارساؒ کی غیر موجودگی میں اصحاب و احباب کے سامنے ان کے بارے میں تواضع سے کام لیتے ہوئے فرمایا: ''ہمارے ظہور کا مقصد ان کا وجود ہے۔ میں نے دونوں طریق سے یعنی جذبہ سے بھی اور سلوک سے بھی خواجہ پارسا کی تربیت کی ہے۔ اگر وہ شغل کو جاری رکھیں گے تو ایک دنیا ان سے منور ہو جائیگی''۔

---

(۱) ترجمہ: اے عاشقان حق! جائیے ابدی اقبالمندی کے ساتھ۔ چاند کی مانند بابرکت مقام کی طرف قدم بڑھائیے۔ توفیق خداوندی سے یہ راستہ آپ پر مبارک ہو اور اللہ کی امان میں رہیے ہر شہر میں' ہر جگہ' پر اور ہر دشت میں جہاں سے آپ کا گذر ہو۔

(۲) خزینۃ الاصفیاء کے مولف مولوی غلام سرور لاہوری نے شرف الدین کشمیری کی تالیف روضۃ السلام سے نقل کر کے لکھا ہے کہ خواجہ پارسا ۲۳رذی الحجہ سال ۸۲۲ھ بدھوار کے دن وفات پا گئے اور یہ مادہ تاریخ بھی اسی ماخذ سے نقل کیا ہے چون محمد رفت ہاتف گفتہ است۔ سال وصلش بدر برج عارفین۔

ایک موقع پر بخشش وعطا کی نظر سے ان کو نفس عطا کیا تا کہ جو کچھ کہیں' وہ ہو جائے۔ ایک اور موقع پر فرمایا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے[1] ایک اور بار فرمایا: "جس شخص میں ہماری آرزو پیدا ہو جائے وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھے"۔

خواجہ محمد پارساؒ نے مولانا عارف دیگ گرانیؒ' جو حضرت خواجہ بزرگ نقشبند مشکلکشاؒ کے بھی مرشد راہ رہے ہیں' سے بھی تعلیم وتربیت پائی تھی اور مولانا موصوفؒ کا خواجہ پارساؒ کے حق میں اچھا خاصا اعتقاد تھا۔ چنانچہ اپنے مرض الموت میں آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ کو بلوایا اور ان سے کہا: "میں نے اپنے اور آپ کے اصحاب کو دیکھ لیا ہے۔ میں اس راہ کی قابلیت اور نیستی کی صفت کو دوسروں کی بہ نسبت خواجہ محمد پارسا میں زیادہ پاتا ہوں۔ اس راہ میں جو بھی نظر مجھے نصیب ہوئی اور جو حقیقت تلاش وکوشش سے میں نے حاصل کی' وہ ساری میں نے اس سے وقت گذارنے میں اس پر نچھاور کر دی اور اس کے حوالے کی اور میں نے اپنے اصحاب کو اس کی متابعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ بھی لازماً اس کے حق میں اس بارے میں کوئی کمی نہیں کریں گے کیونکہ وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے"[2]۔

خواجہ پارسا کی بہت سی تالیفات ہیں اور ان میں سے اکثر دنیا کے کتاب خانوں میں قلمی نسخوں کی صورت میں موجود ہیں۔ کچھ چھپ بھی چکی ہیں اور ذیل میں ہم ان کا ذکر کر رہے ہیں:۔

ا۔ فصل الخطاب...... یہ خواجہ پارساؒ کی اہم ترین اور مشہور ترین تالیف ہے اور اس کا نام ہے "فصل الخطاب لوصل الاحباب فی المحاضرات"۔ یہ کتاب تصوف کے بارے میں ہے۔ احادیث اور آثار اور شرح مقامات واحوال عرفانی اور تصوف کے رموز واسرار کے علاوہ اولیاء اللہ کے مناقب اور ان کا کلام' نیز اثنی عشر اماموں کا کلام بھی اس کتاب میں پایا جاتا ہے۔ حبیب السیر کے مولف خواندمیر نے لکھا ہے: "اس نسخہ (فصل الخطاب) میں اثنی عشر اماموں کے بہت سے مناقب ومفاخر درج ہیں لیکن چونکہ شیعہ مذہب کے خلاف بھی مصنف نے بہت کچھ لکھا ہے اس لئے شیعہ علماء نے اس کتاب کی طرف توجہ نہیں کی[3]۔ فصل الخطاب میں منابع و مآخذ کا اکثر ذکر کیا گیا ہے۔ صحاح ستہ کے علاوہ حکیم ترمذی کی کتابوں مثلاً نوادر الاصول اور ختم الولایہ' امام غزالیؒ کی المنقذ من الضلال' نجم الدین عمر نسفی کی شرح التاویلات' سلمی کی حقایق التفسیر' بغوی کی معالم التنزیل' بیضاوی کی انوار التنزیل'

---

(۱) ملاحظہ ہو: نفحات الانس جامیؒ۔ رشحات۔ انیس الطالبین۔ قدسیہ۔

(۲) رشحات عین الحیات نقل از قدسیہ

(۳) حبیب السیر از خواندمیر

سہروردیؒ کی عوارف المعارف اور اس کے ترجمہ کا' امام غزالیؒ کی الجام العوام فی علم الکلام اور المقصد الاسنیٰ' ہجویریؒ کی کشف المحجوب' تاج الدین صدر رازی کی حدائق الحقایق' زمخشری کی کشاف اور طیبی کی شرح کشاف...... وغیرہ۔ اس کتاب کا ترکی اور عربی میں ترجمہ ہوا ہے۔ امور بک ابن تیمور تاش پاشا کے کہنے پر ابوالفضل موسیٰ ابن الحاج حسین الازنیقی نے فصل الخطاب کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا اور بخارا کے بادشاہ محمود امیر بخارا کے بیٹے محمد امین نے مکہ معظمہ میں ۷/رجب ۹۸۷ھ کو اس کا عربی ترجمہ مکمل کیا تھا۔[1] فصل الخطاب تاشقند سے سال ۱۳۳۱ھ میں چھپ چکی ہے۔

۲۔ تفسیر...... حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون کے بقول یہ تفسیر سورۂ ملک اور سورۂ نبا کی تفسیر ہے اور محمد مراد اور اسعد افندی کے کتاب خانوں میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ محمد مراد کے کتاب خانے کا نسخہ (جو شمارہ ۲۷ کے تحت موجود ہے) مولانا جامیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو انہوں نے سال ۸۴۸ھ میں مرقوم فرمایا تھا۔[2]

۳۔ تفسیر ثمانیہ...... یہ قرآن مجید کی آٹھ سورتوں کی تفسیر ہے۔ سٹوری (مشہور برطانوی دانشمند) نے قیاس کیا ہے کہ شاید یہ کتاب اوپر میں درج تفسیر کا ایک حصہ ہو گی لیکن بعض دانشمندوں نے اسے ایک علیحدہ اثر جان لیا ہے۔[3]

۴۔ شرح فصوص الحکم...... شیخ اکبر محی الدین ابن العربی (وفات ۶۳۸ھ) کی فصوص الحکم نے خاص طور پر آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے عرفا پر سخت اثر ڈالا ہے۔ نقشبندی مشائخ بھی ابن العربی کے افکار سے متاثر رہے اور فصوص کو بڑی قدر کی نظروں سے دیکھا۔ خواجہ پارساؒ نے فرمایا ہے کہ: "فصوص[4] جان ہے اور

---

(۱) کشف الظنون تالیف حاجی خلیفہ بحوالہ قدسیہ (ص ۷۰۔۷۱)

(۲) کشف الظنون بحوالہ قدسیہ (ص۔۷۱)

(۳) سٹوری۔ پرشین لٹریچر۔ لندن ۱۹۲۷ء جلد ۲ صفحہ ۸۔ قدسیہ صفحہ ۷۱

(۴) فصوص الحکم ابن عربی کی تصوف پر عمیق ترین اور اہم ترین تالیف ہے۔ اس کتاب میں مولف نے کامل ترین صورت میں وحدۃ الوجود کی بات کی ہے اور اس کے معانی و اصطلاحات کو روشن اور واضح کر دیا ہے اور وحدۃ الوجود کے بیان میں تمام ماخذ و منابع مثلاً قرآن و حدیث و کلام اور مشائی' اشراقی' مسیحی اور یہودی حکمتوں نیز باطنیہ اسماعیلیوں کی اصطلاحات اور اخوان الصفا اور قدیم صوفیوں کے اقوال سے استفادہ کیا ہے اور ان تمام استفادات و اقتباسات کو وحدۃ الوجود مسلک کے ساتھ مناسب اور موافق طور پر جوڑ دیا ہے اور صوفیانہ معارف سے مربوط مخصوص خیالات و الفاظ و معانی و اصطلاحات کے ایک خزانے کا نچوڑ پیش کیا ہے جس سے ان کے ہم عہد اور بعد کے صوفیا حضرات کے عقاید و آراء بہت متاثر ہوئے اور بعد کے صوفیا نے تو ابن العربیؒ کے معارف و الفاظ و اصطلاحات سے کم و بیش فوائد بھی حاصل کئے۔ فصوص الحکم صوفیوں کے وحدۃ الوجود کا خلاصہ ہے۔ اس کتاب کا طرز بیان اور اسلوب تحریر کسی حد تک دقیق اور مشکل اور شاعرانہ بھی ہے۔ پڑھنے والے کی نظر سے کبھی معنی مخفی ہو جاتے ہیں اور کبھی قریب ہی ظاہر ہو جاتے ہیں اور الفاظ و اصطلاحات کے نقاب سے باہر آ کر روشن ہو جاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مولف نے ایک طرح کے عارفانہ الہام و وحی کے تحت یہ کتاب لکھی ہے۔ خود ابن العربیؒ نے جیسے کہ کتاب سے عیاں ہے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتاب حضرت رسول اکرمؐ نے دمشق میں سال ۶۲۷ھ میں ایک خواب میں اس پر املا فرمائی ہے اور وہ صرف اس خواب اور مکاشفہ کا مترجم ہے۔ گویا فصوص الحکم ان کشف و الہامات کا بیان ہے جو ابن العربیؒ پر غیب سے وارد ہوئے۔ بہرحال یہ کتاب ایک کامل ترین اور جامع ترین کتاب ہے جس میں محی الدین ابن العربی نے حکمت ذوقی اور قوت تخیل کو یکجا کیا ہے۔ کتاب ۲۷ فصوص (فص = نگینہ) پر مشتمل ہے۔ ہر فص ایک نبی کے نام پر ہے جس میں اس نبی کی خاص حکمت کا بیان ہے۔ حقیقت میں یہ انبیاء انسان کامل کی تصویریں اور نمونے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے خاص پہلو سے اللہ تعالیٰ کو حق کے ساتھ پہچانتا ہے۔ تمام بیانات کا مولف نے قرآن و حدیث سے استناد کیا ہے۔

فتوحات الول'' نیز فرمایا ہے: ''جو شخص فصوص الحکم کو خوب جانتا ہے اس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کی خواہش اور جذبہ زیادہ قوی ہو جاتا ہے''۔

شرح فصوص الحکم میں خواجہ محمد پارساؒ نے دیباچہ میں کہا ہے کہ بہت سارے لوگوں نے فصوص کی شرح لکھی ہے[2] لیکن اچھی طرح سے عہدہ برآ نہیں ہوئے ہیں اور خواہ مخواہ بات کو طول دیا ہے۔ میں نے اگرچہ اختصار اور ایجاز سے کام لیا ہے لیکن کنجی کو ہاتھ میں دے دیا ہے۔ خواجہ پارساؒ نے اس کے بعد سلسلہ موجودات کے بیان میں ایک مقدمہ لکھا ہے۔

اور اس کے بعد فصوص الحکم کے متن کی شرح لکھی ہے۔[3]

۵۔ الاربعون حدیثا[4]

۶۔ مناسک الحج[5]

۷۔ رمز الاقطاب[6]

۸۔ محبوبیہ...... فارسی میں عرفانی مباحث پر آٹھ صفحات کا رسالہ ہے[7]

۹۔ الفصول الستہ...... حدیث سے متعلق ہے[8]

---

(۱) فتوحات مکیہ ابن العربیؒ کی ایک اور تالیف ہے جس میں تمام صوفیہ علوم کا ذکر ہے۔ فصوص الحکم کی طرح یہ بھی ان کشف والہامات کے بیان میں ہے جو ابن العربیؒ پر غیب سے اترے ہیں۔ امام شعرانیؒ (وفات ۹۳۷ھ) نے فتوحات مکیہ کی تلخیص لکھی ہے۔ یہ کتاب بہت ہی مفصل کتاب ہے عارفوں کے تمام عقاید و معارف پر اور پانچ سو ساٹھ فصول پر حاوی ہے۔ جن حضرات نے تنقیدی نظر سے اسے دیکھا ہے انہوں نے اس پر حرف گیری کی ہے۔ اور ان میں یورپی محقق زیادہ پیش پیش ہیں لیکن چونکہ تصوف کی دنیا سے اور اس کے عجایب و غرایب سے وہ قطعاً آشنا نہیں ہیں اس لئے متصوفانہ عجائبات اور غیر معمولی واقعات سے مربوط ان یورپی نقادوں کی تنقید داغی ہے قلبی نہیں ہے۔

(۲) فصوص الحکم کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ خود مولف محی الدین ابن العربیؒ نے اس کتاب کا خلاصہ لکھا ہے نقش الفصوص کے نام سے۔ مولانا جامیؒ نے نقش الفصوص کی دوسرے مفسرین کے اقوال خاص کر شیخ صدر الدینؒ قونوی کے اقوال و آراء کو پیش نظر رکھ کر شرح و تفسیر لکھی ہے اور اس کا نام نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص رکھا۔ حضرت شاہ ہمدانؒ نے بھی فصوص الحکم کی شرح لکھی ہے (دیکھیے حضرت شاہ ہمدانؒ پر میری مفصل اور مبسوط کتاب...... شاہ ہمدانؒ۔ حیات اور کارنامے) حضرت شاہ ہمدانؒ کی خانقاہ میں جو موجودہ تاجکستان کے کولاب گاؤں میں تھی فصوص الحکم کو درساً پڑھایا جاتا تھا۔ بہر حال فصوص الحکم کی شرحوں میں ملا صدر الدینؒ قونوی کی شرح اور داؤد ابن محمود کی شرح قیصری زیادہ معروف ہیں۔

(۳) اس شرح کے دو نسخے ہیں ایک تہران یونیورسٹی کے مرکزی کتاب خانے میں اور دوسرا مدرسہ عالی سپہسالار تہران کے کتاب خانے میں (ملاحظہ ہو: فہرست کتابخانہ اہدائی سید محمد مشکواۃ بہ دانش گاہ تہران۔ محمد تقی دانش پژوہ۔ تہران ۱۳۳۲ جلد ۳ بخش ۱ ص ۲۶۸۔ فہرست نسخہ ہای خطی فارسی احمد منزوی تہران ۱۳۴۹ ج ۲ بخش ۱ ص ۱۲۴۰۔

(۴) بروکلمان s-ii P.283

(۵) کشف الظنون بحوالہ قدسیہ (ص ۴۷)

(۶) فہرست احمد منزوی جلد ۲ صفحہ ۱۱۷۸

(۷) فہرست چند مجموعہ کتابخانہ مجلس شورای ملی احمد گلچین معانی نسخہ ہای خطی جلد ۵ ص ۱۷۷

(۸) اسکے نسخے شہید علی قاہرہ اور رامپور کے کتاب خانوں میں ہیں۔ بروکلمان S.II. P283

۱۰۔ تحقیقات...... تصوف پر فارسی میں رسالہ ہے۔[1] اسی نام کا ایک اور رسالہ تہران کی مجلس شورائی ملی کتابخانے میں ہے۔ احمد منزوی نے اس کی فہرست کی ہے اور اسے مصر و مشہد کے دو نسخوں کے علاوہ ایک علیحدہ نسخہ مان لیا ہے[2]

۱۱۔ مسألہ خلق الافعال[3]

۱۲۔ رسالہ در تحقیق زمان و مکان...... فصل الخطاب سے ایک مقالہ لیا گیا ہے۔ دارالکتب المصریہ میں شمارہ ۷۰ مجامیع تصوف کے تحت اس کا ایک نسخہ چھ اوراق پر مشتمل موجود ہے جو مذہب اور مزین ہے[4]

۱۳۔ سخن راست.......... تصوف پر ہے اور فصل الخطاب سے انتخاب ہے[5]

۱۴۔ عقاید...... حکیم ابوالقاسم سمرقندی (وفات ۳۴۲ھ) کی تالیف السواد الاعظم سے ایک تازہ تحریر ہے

۱۵۔ رسالہ کشفیہ...... فارسی میں تصوف پر ہے[6]

۱۶۔ انیس الطالبین وعدۃ السالکین ...... حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہ کے مقامات پر ہے[7]۔ اس کتاب کے چند نسخوں میں مولف کا نام خواجہ محمد پارساؒ لکھا گیا ہے[8] اور چند اور نسخوں پر صلاح بن مبارک بخاری[9]۔ اور اس کتاب کی دو تحریریں موجود ہیں ایک مفصل تحریر ہے اور دوسری مختصر۔ لیکن مسلمہ طور پر خواجہ محمد پارساؒ ہی مقامات نقشبند کے مولف ہیں کیونکہ خواجہ علاء الدین عطار بخاریؒ کی سرگذشت کے ضمن میں

(۱) ایضاح المکنون جلد ۱ ص ۲۶۳۔ ہدیۃ العارفین جلد ۲ ص ۱۸۲ بحوالۂ قدسیہ ص ۷۳۔ اس رسالہ کے دو نسخے ایک دارالکتب المصریہ اور دوسرا کتابخانہ مشہد رضوی میں موجود ہیں۔ مصر کا رسالہ پانچ اوراق کا چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن مشہد کا نسخہ اس سے بڑا ہے (۱۵۶/اوراق کا) اور اس میں لکھا ہے کہ کتاب میں عنوانات 'ابواب اور فصل' نہیں ہیں اور خواجہ محمد زاہد کابلی نے اس کے ابواب متعین کئے (فہرس المخطوطات الفارسیہ نصر اللہ الطرازی قاہرہ ۱۹۶۶ جلد ۱ ص ۷۰۔ فہرست کتابخانہ آستان قدس رضوی مشہد ۱۳۴۴ جلد ۶ ص ۹۰۸،۳ بحوالہ قدسیہ ص ۷۳۔

(۲) فہرست احمد منزوی ج ۲ ص ۱۰۷۷

(۳) بروکلمان S.II.P283

(۴) الطرازی ج ۱ ص ۲۶۶ بحوالہ قدسیہ ص ۷۴

(۵) احمد منزوی ج ۲ ص ۱۱۸۹

(۶) فہرست مخطوطات شیرانی بحوالہ قدسیہ ص ۷۴۔

(۷) نقشبندی آثار میں ایک اور کتاب اسی نام یعنی انیس الطالبین سے ہے جو قاسم ابن محمد شہر صفائی مشہور بہ کاتب کی تالیف ہے اور اس کا موضوع ہے تصوف اور نقشبندی سلوک کے آداب۔ قدسیہ ص ۷۴

(۸) جیسے کتابخانہ شیرانی کا نسخہ (فہرست کتابخانہ شیرانی جلد ۲ ص ۲۰۲) اور ہندوستانی قومی آرکاویز کا نسخہ۔ بحوالہ قدسیہ ص ۷۴

(۹) جیسے کتابخانہ بودلیان کا نسخہ (جس کی نقل تہران یونیورسٹی میں زیر شمارہ ۲۸۶۷ موجود ہے)۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ فہرست ایوانوف جلد اول ص ۸۷ فہرست مجموعہ کرزن ۱۷ اور انڈیا آفس لندن کا نسخہ ۱۸۵۱...... بحوالہ قدسیہ ص ۷۵

فخر الدین کاشفی نے لکھا ہے: "حضرت خواجہ علاء الدین قدس سرہ (خلیفۂ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ) کے بعض کلمات قدسیہ کو جنہیں وہ مجلسوں میں فرمایا کرتے حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے لکھ لیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت خواجۂ بزرگؒ کے مقامات کے ساتھ ان کا الحاق کریں۔

لیکن نہیں ہو پایا اور ان میں سے بعض یہ ہیں جو تبرک و برکت کے خیال سے خواجہ محمد پارساؒ کے خط مبارک سے ہم نے نقل کیے......"[1] اور یہی مطلب [یعنی خواجہ علاء الدین عطار کے کلمات کی جمع آوری اور مقامات کے ساتھ ان کا الحاق] انیس الطالبین کے مقدمہ میں درج ہے: "امید واثق ہے کہ ان آثار و احوال کا' جو حضرت مطلع انوار خلافت (یعنی خواجہ علاء الدین عطارؒ) سے بھی ظاہر ہوئے اس لطف و نظر کو خیال میں رکھ کر جو ہمارے خواجہ قدس اللہ سرہ ان پر رکھتے تھے' اتنی سی مقدار کو جو نقل صحیح کی راہ سے ہم تک پہنچے ہیں اور خاص کر جن کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے' مقامات حضرت خواجہ کے ذیل میں ذکر کیا جائے گا ان شاء اللہ عز و جل"۔[2] اس لیے انیس الطالبین کا حضرت خواجۂ پارساؒ کے ساتھ منسوب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

۱۷۔کلمات خواجۂ پارسا...... کلمات نام کا یہ رسالہ عرفان و تصوف اور حدیث و تفسیر کے مختلف موضوعات پر فارسی میں ہے۔ اسکے دو نسخے موجود ہیں ایک کتابخانۂ ملک (تہران) اور دوسرا برٹش میوزیم (لندن) میں[3]۔ کتابخانۂ ملک کے نسخہ کا کوئی عنوان نہیں لیکن گویا اس نسخہ کے مالک نے تازہ خط میں اس رسالہ کا نام کلمات مختلفہ لکھا ہے۔ یہ کتاب جو خواجۂ پارساؒ کی مختلف یادداشتوں کا ایک مجموعہ ہے بظاہر ان کے اصحاب میں سے کسی ایک شاگرد نے جمع کی ہے لیکن جمع کرنے کا نام کہیں لکھا نہیں ہے۔ خواجہ علاء الدین عطار کے بعض کلمات جنہیں خواجہ محمد پارساؒ نے ان کی صحبت میں مجلسوں میں لکھا تھا اس رسالہ میں نقل ہوئے ہیں[4]۔

۱۸۔رسالہ در ذکر ۷۲ فرقۂ اسلام...... اس نام کا رسالہ محمود شیرانی کے کتابخانے میں ۱۱۵۷/ ۴۲۰۸ کے شمارہ کے تحت موجود ہے[5]۔

۱۹۔قدسیہ...... حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہ کے کلمات مقدس اور خواجۂ پارساؒ کی ان کلمات شریفہ کی شرح ہے۔ ان کلمات شریفہ کو خواجۂ بزرگؒ کے وصال کے بعد خواجۂ پارساؒ نے بعض عزیز

(۱) رشحات عین الحیاۃ ص ۱۷ بحوالہ قدسیہ

(۲) ہندوستانی قومی آرکائیوز شمارہ ۴۳۲۹۱ (B13A) ورق ۲ بحوالہ قدسیہ ۷۸۔

(۳) فہرست احمد منزوی جلد ۲ ص ۱۳۲۱۔

(۴) قدسیہ ص ۷۶

(۵) فہرست مخطوطات شیرانی جلد ۲ ص ۲۸۵ بحوالہ قدسیہ ص ۷۶

دوستوں کی فرمائش پر جمع کیا اور ان کی تدوین کی اور چوں کہ ان کلمات متبرکہ کی وضاحت کرنا بعض جگہوں پر ضروری تھی اس لئے خواجہ پارساؒ نے عرفانی کتاب ورسائل سے استفادہ کر کے انکی شرح اور وضاحت تحریر کی۔ اس کام میں حضرت خواجہ بزرگؒ کے جانشین اور خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار نے خواجہ پارساؒ کو شوق دلایا[1]۔

خواجہ محمود انجیر فغنوی :...... خواجہ محمود انجیر فغنویؒ عارف ریوگروی کے جانشین اور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمودؒ وابکنی قصبہ کے انجیر فغنو نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اور وابکنی کا قصبہ بخارا سے نو میل کے فاصلے پر کئی دیہات اور کاشت کی اراضی پر مشتمل تھا[2]۔ خواجہ محمودؒ نے اپنے ہی گاؤں میں عمر گذاری اور وصال کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔ آپ حضرت عزیزان خواجہ علی رامیتنیؒ کے مرشد طریقت تھے اور گلکاری کا پیشہ اختیار کر کے اپنی معاش کماتے تھے۔ اپنے اگلوں کے برعکس آپ ذکر جہر کرتے تھے[3] لیکن آپ کے بعد حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے زمانے سے ذکر جہر منسوخ ہوا اور پھر سے ذکر خفی کا رواج ہوا۔ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کا سال وفات محمد امین الکردی نے ۶۸۵ھ لکھا ہے۔ صاحب سفینۃ الاولیاء نے ۷۱۵ھ اور صاحب تذکرۃ العاشقین نے سال ۷۱۰ھ ضبط کیا ہے[4]۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ :...... حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جو خواجہ غریب نوازؒ اور خواجہ اجمیرؒ کے ابدی القاب سے عالم اسلام میں مشہور و معروف ہیں والد کی طرف سے حسینی سید اور والدہ کی طرف سے حسنی سید ہیں چنانچہ نویں پشت میں آپ کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملتا ہے: خواجہ معین الدین حسن سنجری ابن خواجہ سید غیاث الدین حسن ابن سید کمال الدین حسن[5] ابن سید احمد حسین ابن سید نجم الدین

---

(۱) قدسیہ ص ۸۷۔ خواجہ پارساؒ پر مزید تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب: "حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"۔

(۲) رشحات عین الحیاۃ، بحوالہ قدسیہ ص ۳۶۔

(۳) رشحات عین الحیاۃ ص ۳۳ الحدائق الوردیہ ص ۱۹۹۔ الانوار القدسیہ ص ۱۱۹۔ ۱۲۰...... قدسیہ ص ۳۶

(۴) خلاصۃ المواہب السرمدیہ ص ۴۶ بنقل از قدسیہ ص ۳۶۔ نفحات الانس کے مصحح مہدی توحیدی پور نے صفحہ ۳۸۰ نیز آخری اوراق میں درج فہرست صفحہ ۷۶۱ پر محمود انجیر فغنوی کی بجائے محمود اخیر لکھا ہے جو نادرست ہے...... نفحات الانس من حضرات القدس تالیف مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ بتصحیح و مقدمہ و پیوست مہدی توحیدی پور از انتشارات کتاب فروشی محمودی تہران۔ ایران۔ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ پر مزید اطلاع کے لئے دیکھئے میری کتاب: حضرت خواجہ نقشبندؒ اور طریقت نقشبندیہ"

(۵) تاریخ جہانگیر میں لکھا ہے کہ معین الدین چشتی شیخ مودود کے پوتے اور سیستان کے خواجہ حسن کے لڑکے تھے۔ انہوں نے وسطی اور مغربی ایشیا کی وسیع سیاحت کی اور بیس سال تک شیخ عثمان ہارونی کے پاس بطور شاگرد رہے۔ ان کی علمی فضیلت اور تقدس کا بہت بلند درجہ تھا۔ دیکھئے تاریخ جہانگیر مصنف ڈاکٹر بنی پرشاد مترجم اردو رحم علی ہاشمی ترقی اردو بیورو نئی دہلی 1984 صفحہ ۱۲ افٹ نوٹ (۵)

ظاہر ابن سید عبدالعزیز ابن سید ابراہیم ابن سیدنا امام علی موسیٰ رضا ابن سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ۔ والدہ ماجدہ حضرت ام الورع بی بی ماہ نور بنت سید داؤد ابن سید عبداللہ حنبلی ابن سید یحییٰ زاہد ابن سید محمد مورث ابن سید داؤد ابن سید موسیٰ ابن سید عبداللہ ابن سید حسن مثنیٰ ابن حضرت امام حسنؓ۔

حضرت خواجہ اجمیر ۱۴ رجب ۵۳۷ھ کو سیستان[1] کے قصبہ میں پیدا ہوئے۔ چودہ سال کی عمر تھی کہ آپ کے والدین نے عالم بقا کا سفر اختیار کیا۔ آپ خراسان (ایران) آ گئے اور وہاں ایک عالم دین مولانا حسام الدین بخاری کی شاگردی میں قرآن کریم حفظ کیا پھر مروجہ علوم کی تحصیل کی اور فقہ، حدیث، کلام، منطق، تفسیر اور فلسفہ وغیرہ کی مختلف شہروں میں جا کر تکمیل کی۔ اس کے بعد آپ نیشاپور گئے شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہرونی (یا ہارونی) کی خدمت میں حاضر ہوئے[2] اور انہوں نے آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔ ڈھائی سال تک مجاہدہ و سخت ریاضت و عبادت میں گذار کر مرشد سے سند ولایت حاصل کی۔

زیارت حرمین الشریفین کے لئے مکہ معظمہ میں مشائخ کبار سے بھی فیوض و برکات پائے اور مدینہ منورہ میں کئی دنوں تک روضۂ اطہر حضرت رسول ﷺ میں مراقبہ میں رہے۔ وہاں سے بغداد پہنچے اور سنجار میں[3] حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے[4] ملاقات کی۔

---

(۱) سیستان..... یہ سکستان سگوستان بجستان بھی کہلاتا تھا اور اسی لئے حضرت خواجہ معین الدین کو سگزی یا بجزی بھی کہتے ہیں۔ بعضوں نے بجزی [س ج زی] کو ہجری (ہ ج ری) کر دیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ سیستان میں جب ساکا قوم نے آ کر مہاجرت کی (فرہاد دوم اشکانی (۱۲۸۔۱۳۶ قبل مسیح) اور اردوان دوم ۱۲۸۔۱۲۴ قبل مسیح کے زمانے میں) تو وہ جنوب میں آ کر بس گئے اور وہ سارا علاقہ اسی قوم کی مناسبت سے سکستان (یا بجستان) کہلایا ورنہ سیستان کا اصلی نام زرنگ تھا۔ سیستان میں دریائے ہیرمند بہتا ہے جو افغانستان کے پہاڑوں سے آتا ہے اور ایران میں داخل ہوتا ہے۔ سیستان کی وسعت ۲۳۳۱۲ کلو مربع میٹر ہے۔ گندم، جو، کپاس اور تنباکو یہاں کی پیداوار ہیں۔ اس کا مرکز زابل ہے اور یہی علاقہ قدیم زمانے میں سیستان یا سکستان، بجستان یا سکوستان کہلاتا تھا بلکہ اس کا دوسرا نام نیمروز بھی تھا۔ لیکن فردوسی کے شاھنامہ میں درج زابل نام کو اس شہر کیلئے حکومت ایران نے سال ۱۹۳۲ء میں اختیار کیا۔

(۲) خواجہ عثمان ہارونیؒ کے بارے میں اسی کتاب میں مختصر یادداشت ملاحظہ فرمائیں

(۳) سنجار..... قدیم زمانے میں الجزایر کا علاقہ تھا اور اس کے اور موصل کے درمیان تین دنوں کی مسافت تھی۔ اب سنجار، عراق میں ہے اور اس کی آبادی ایک لاکھ سے زائد نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کا مرکزی شہر بھی سنجار کہلاتا ہے جو پچاس ہزار کی آبادی والا شہر ہے۔ [اسی نام یعنی سنجار کا ایک اور علاقہ شام کا شمال مشرقی پہاڑی علاقہ ہے جو کردی قوم نشین ہے]۔

(۴) حضرت احمد ابن عمر ابن محمد خیوقی خوارزمیؒ۔ آپ کی کنیت ابوالجناب، لقب نجم الدین اور طامۃ الکبریٰ اور معروف بہ شیخ نجم الدین کبریٰ۔ آپ کبروی سلسلے کے بانی ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے مشاہیر اور اکابر عارفوں اور صوفی بزرگوں میں سے تھے نجم الدین رازیؒ، مجدالدین بغدادیؒ، سعدالدین حمویؒ اور سیف الدین باخرزیؒ جیسے اولوالعزم اور عظیم المرتبت بزرگان دین آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کو ولی تراش بھی کہا گیا ہے کیونکہ ساری عمر میں آپ نے صرف بارہ بزرگوں کو اپنا مرید بنا کر انہیں اولیاء اللہ کے درجے تک پہنچا دیا۔ منگولوں کے حملے میں آپ کو منگولوں نے سال ۶۱۸ھ میں شہید کیا (خوارزم میں)۔ رسالۃ الخائف الہائم من لومۃ اللائم، فواتح الجمال (فارسی میں) آپ کی تصنیفات ہیں۔ چند رباعیاں بھی آپ سے منسوب ہیں۔ تاریخ دعوت و عزیمت (صفحہ ۲۹۵، حصہ سوم) مولفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مناقب الاصفیاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ عربی، فارسی اور نظم و نثر میں ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ ان ہی تصنیفات میں ایک کتاب تبصرہ اور ایک رسالہ طریق سلوک کے بیان میں ہندوستان میں مشہور ہے۔ صاحب مناقب الاصفیاء نے آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جن میں عشق و سرشاری کی عجیب کیفیت اور سوز و گداز اور محویت اور استغراق کا عجب عالم نظر آتا ہے۔ یہاں صرف چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ ایک غزل میں فرماتے ہیں: 'درچنین حیرت کہ من دارم چہ گویم وصف خویش۔' 'آتشم خاکم نسیم آب دریا چیستم؟' 'عاقلم دیوانہ ام امروز فرزانم یا وصال۔' 'بیستم مستم نہ بر جایم نہ بی جا چیستم؟' 'دریکی شبنم ہزاران کوہ و صحرا این عجب۔' 'شبنم یا ساحلم یا کوہ و دریا چیستم؟' 'بی نشانی شد نشان و بی زبانی شد زبان۔' 'بی نشان و بی زبان گویا و بینا چیستم؟' 'دوستانم نجم خوارزمی ہمین خوانند من۔ والہ و مدہوش و حیران ناجیم یا چیستم؟'

بغداد میں حضرت غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی یا گیلانیؒ کی خدمت میں آ کر ان سے فیض یاب ہوئے اور بغداد ہی میں کئی اور علماء کرام وصوفیای عظام سے ملاقات کی جن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بھی ہیں اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی۔ دونوں حضرات نے آپ سے فیض پایا بلکہ خواجہ بختیار کاکیؒ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور آپ سے سند خلافت بھی پائی[1]۔ خواجہ معین الدین چشتی نے ھمدان[2] میں شیخ یوسف ھمدانیؒ اور اصفہان[3] میں شیخ محمود اصفہانیؒ سے اور تبریز[4] میں شیخ ابوسعید تبریزیؒ سے ملاقات کی اور ان سے برکت وسعادت کا فیض حاصل کیا[5]

(۱) خواجہ بختیار کاکیؒ بھی اپنی تصنیف دلیل العارفین میں تحریر فرماتے ہیں: "میں بغداد میں مسجد ابواللیث سمرقندی میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ قطب العالم نے منازل سلوک وعرفان طے کرا کے مجھے اپنے اوڑھنے کی کملی مرحمت فرما کر سند خلافت سے سرفراز فرمایا"۔ چنانچہ وصال کے وقت آپ نے یہ خرقہ حضرت بابا شیخ فریدالدین عطارؒ کو مرحمت فرمایا۔ انہوں نے اپنے وصال پر یہ خرقہ شریف شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو اور ان سے شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ کو تفویض ہوا (دیکھیے سوانح خواجہ معین الدین چشتی تالیف عبدالرحمٰن شوق امرتسری۔ لاہور۔ صفحہ ۱۴)

(۲) ھمدان کا قدیم نام ھگمتان یا ھگمتانہ تھا جو ماد قوم کا دارالخلافہ تھا۔ ھمدان ایران کا پیداوار کے لحاظ سے پرمحصول صوبہ ہے۔ اس میں اسدآباد' ورزن' کبودر آہنگ اور سمیہ رود نام کے علاقے شامل ہیں۔ اس صوبہ کا مرکز ھمدان ہی کہلاتا ہے جو ایران کا قدیم ترین شہر ہے اور سطح سمندر سے ۱۸۲۶ میٹر اونچا کوہ الوند کے دامن میں واقع ہے اور اس کی آبادی ڈھائی لاکھ سے زائد نفوس پر مشتمل ہے۔ اس شہر کی بنا کی تاریخ سال ۸۰۰ قبل مسیح تک پہنچتی ہے۔ یہ شہر سرسبز وشاداب پہاڑوں اور پاکیزہ گرمائی علاقوں کے دامن میں گھرا ہوا ہے اور غالباً اس لحاظ سے ایران کا ایک بے نظیر شہر ہے۔ یہ شہر تجارتی شاہراہوں کے ذریعہ سے جو کرمانشاہ' سنندج' بروجرد' اراک اور قزوین سے گذرتی ہیں تہران سے ملتا ہے۔ چمڑے کے کارخانے' دیاسلائی بنانے کے کارخانے یہاں کے مشہور ہیں۔ یہی وہ شہر ہے جہاں سے کشمیری مسلمانوں کے محسن حضرت امیر کبیر میر سید علی ھمدانی شاہ ھمدانؒ نے نقل مکان فرمانے کے بعد تاجکستان سے مبلغین کی ایک بڑی جماعت کی ہمراہی میں کشمیر کے کفرستان کو ظلمت وجہالت سے پاک کر کے اسلام کے دین سے منور کیا۔ اس شہر میں اسلام کے ایک بزرگ ترین فلسفی' طبیب اور دانش مند ابوعلی سینا کا مقبرہ ہے اور ایک شاعر شوریدہ بابا طاہر عریان کا مدفن بھی یہی شہر ہے۔ ھمدان تین اطراف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے اور یہاں کی آب وہوا خشک وسرد' یہاں کے جاڑے پربرف اور یہاں کے گرمائی موسم مختصر اور خوشگوار ہیں۔ کبھی سخت برفباری سے راستے عارضی طور پر بند بھی ہو جاتے ہیں۔ آبپاشی کا پانی کوہ الوند کے دامنوں سے بہتے ہوئے بیشمار چشموں سے آتا ہے۔ اس مشہور پہاڑ سے کئی دریا نکلتے ہیں۔ مثلاً دریائے توری چای' دریائے عباس آباد' سمینہ رود' دریائے درجزین' دریائے خرم رود وغیرہ۔ میووں میں سیب' ناشپاتی' آلوچہ اور گیلاس مشہور ہیں۔ پیداوار میں غلہ' انگور' کپاس معروف ہیں۔ قصبوں اور دیہات میں دستی کاموں میں عورتیں قالین' دریاں اور کمبل بننے میں ماہر ہیں۔ ھمدان سے غلہ' لکڑی' آلو' پیاز' شیرینی' مٹی کے برتن' کتیرا اور چمڑہ برآمد ہوتا ہے۔ لوہے' جست اور سونے کی کانیں بھی ھمدان میں موجود ہیں۔ بہت سے قدیم آثار جیسے برتن' مجسمے' تختیاں' مختلف سکے اور قدیم مقبرے اور تعمیرات وغیرہ جو زمین کی کھدائی سے ظاہر ہو گئے ہیں اس شہر کی قدامت پر گواہ ہیں۔ آج کل کا ھمدان ایک جدید شہر بن چکا ہے ایرانی تاریخ کے قابل لحاظ چند اشخاص مثلاً فقیہہ ھمدانی' بدیع الزمان ھمدانی' بابا طاہر ھمدانی' سید جمال الدین اسدآبادی اور میر تادہ عشقی اسی شہر سے اٹھے ہیں۔ قدیمی عمارات میں مقبرہ استر مردہ خای' مقبرہ بابا طاہر عریان' گنبد علویان' آرامگاہ ابوعلی سینا اور سنگ شیر شہرت کے حامل ہیں۔

(۳) اصفہان کے بارے میں مختصر اطلاع اسی کتاب میں درج ہے۔

(۴) تبریز سے متعلق مختصر اطلاع اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) آب کوثر کے پہلے حصہ میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ کے ساتھ ستاون روز تک بغداد میں آپ ایک ہی حجرے میں تھے۔ قطب الدین بختیار کاکی کے ساتھ اصفہان میں ملاقات کی۔ آب کوثر جلد اول مولفہ شیخ اکرام صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲۔

اصفہان سے آپ خرقان[1] گئے اور دو سال تک وہاں لوگوں کو رشد و ہدایت دیتے رہے اور اس کے بعد استر آباد[2] میں عارف بزرگ شیخ ناصر الدین استر آبادیؒ سے فیضیاب ہو کر ہرات اور حصار اور بلخ[3] میں تشریف لائے۔ بلخ میں آپ شیخ احمد مصرویہ کی خانقاہ میں ٹھہرے اور وہاں سے ارشاد و ہدایت کے کام سے فراغت پا کر غزنی[4] آ گئے جہاں آپ نے شیخ عبدالواحدؒ سے ملاقات کی۔ غزنی سے ہندوستان کے ملک میں آ گئے جہاں اسلام کی عمومی اشاعت اور اسلامی رشد و ہدایت کے مستحکم مرکز کے قیام کا کام آپ کے لئے مقدر ہو چکا تھا[5]

---

(۱) خرقان...... استر آباد کی راہ پر بسطام کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے جہاں حضرت ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہٗ کا مقبرۂ مقدس بہت مشہور اور فیض و برکت کیلئے خاص اور عام لوگوں کے لئے مرجع ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ صاحب کشف و کرامات عارف اور ولی اللہ تھے جن کا وصال ۱۰ ارمحرم سال ۴۲۵ھ کو ہوا۔ سلطان محمود غزنویؒ آپ کے مریدوں میں تھے۔ خرقان بقول صاحب معجم البلدان دامن کوہ میں واقع ہے اور میووں کی کثرت میں بھی معروف ہے۔ حمد اللہ مستوفی نے لکھا ہے کہ خرقان خوش آب و ہوا کا علاقہ ہے اور اکابر اولیاء اللہ میں سے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا مقبرہ اسی گاؤں میں واقع ہے اسی نام کا ایک گاؤں سمرقند کے دیہات میں بھی ہے۔ عمان میں بھی خرقان نام کا ایک شہر ہے۔ ہمدان کے دیہات میں بھی خرقان تھا جو بعد میں قزوین کے مضافات کا حصہ ہوا تبریز کے قریب بھی خرقان نام سے ایک جگہ تھی (دیکھئے: لغت نامہ دھخدا از زیر نظر دکتر محمد معین شمارہ مسلسل ۱۳۱)۔

(۲) استر آباد کا مختصر تعارف اسی کتاب میں دیکھئے۔

(۳) ہرات، حصار اور بلخ کے بارے میں مختصر یادداشت اسی کتاب میں دستیاب ہے۔

(۴) غزنی سے متعلق مختصر اطلاع اسی کتاب میں درج ہے۔

(۵) حضرت خواجۂ اجمیرؒ سے پہلے حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ (وفات ۴۰۹ھ یا ۴۱۱ھ) ہندوستان کے ملک میں آئے تھے جو خواجہ ابو احمد چشتی کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ خواجہ ابو احمد خود حضرت خواجہ اسحٰق شامیؒ کے خلیفۂ اعظم اور خواجہ ناصر الدین ابو یوسف کے مرشد تھے۔ جس وقت سلطان محمود سومنات کی طرف گیا تھا تو خواجہ ابو محمد چشتیؒ کو غیبی اشارہ ہوا کہ سلطان محمود غزنوی کی مدد کو جائیں۔ چنانچہ ستر برس کی عمر میں آپ چند درویشوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور سومنات کی جنگ میں خود حصہ لیا [ملاحظہ ہو نفحات الانس جامی ص ۳۲۴] لیکن مولف تاریخ دعوت و عزیمت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ نے سومنات پر ۴۱۶ھ میں حملہ کیا۔ اگر خواجہ ابو محمدؒ کا سن وفات مذکورہ بالا صحیح ہے تو اس سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ غالباً مولانا جامیؒ کی مراد حملۂ ہندوستان سے ہے انہوں نے اس کو حملہ سومنات سے تعبیر کیا ہے کیونکہ ہندوستان سے باہر سب سے زیادہ اسی کارنامہ کی شہرت ہوئی۔ سومنات پر حملہ کرنے سے پہلے ہندوستان پر محمود کے آٹھ حملے ہو چکے تھے۔ ان میں سے کسی حملے میں (اغلب ہے کہ پہلے حملے میں) شیخ ابو احمدؒ ساتھ رہے ہوں گے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت صفحہ ۲۳)۔ ہندوستان کے ملک کو سیاسی لحاظ سے اگرچہ سلطان محمود غزنویؒ (وفات ۴۲۱ھ) نے فتح کیا اور اسلامی سلطنت قائم کرنے کی خوش بختی سلطان شہاب الدین محمد غوریؒ کی قسمت میں آئی لیکن اخلاقی ایمانی اور روحانی تسخیر و فتح حضرت خواجہ اجمیر معین الدین چشتیؒ کیلئے مقدر ہو چکی تھی۔ اپنے اپنے وقت پر قادریہ نقشبندیہ اور سہروردیہ سلسلوں سے بھی ہندوستان کے ملک کو فیض پہنچا اور اسلامی تعمیر و تکمیل میں ان تینوں کے سرگرم حصے سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اسلامی شجر کاری اور اس شجر کاری کے فوائد سے ایک عالم کو مستفید کرانے کیلئے چشتی سلسلہ سرگروہ اور پیشوا ہے۔

ہندوستان میں حضرت خواجہ اجمیریؒ پہلے لاہور آئے اور وہاں جیسا کہ مشہور ہے آپ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار مقدس پر چلہ کشی کی[1] بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ لاہور سے آپ ملتان گئے جہاں آپ نے طویل عرصہ تک قیام کیا اور ہندوستان کی زبان یعنی ہندوستانی سیکھ لی۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور سونی پت جا کر امام ناصر الدینؒ کے روضہ شریف کے ایک گوشہ میں اعتکاف کیا۔ وہاں سے نارنول (ریاست پٹیالہ) گئے اور سمانہ کی راہ سے اجمیر کا سفر اختیار فرمایا (محرم کی دس تاریخ سال ۵۶۱ھ) اجمیر میں اس وقت ہندو راجہ رائے پتھورا کی حکمرانی تھی[2]۔ رائے پتھورا کو آپ کی اجمیر میں سکونت ناگوار گذری اور اگرچہ آپ کی عظمت کے آگے کچھ کر نہیں

(۱) حضرت علی ابن عثمان ابن علی الجلابی الہجویری قدس اللہ سرہ غزنوی تھے اور آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ پانچویں صدی ہجری کے عظیم صوفیا اور عرفا میں سے تھے۔ بعض علوم میں آپ ابوالعباس شقانی کے شاگرد تھے اور طریقت میں ابوالفضل محمد ابن حسن ختلیؒ کے پیرو۔ خود ابوالفضل بصرہ کے ابوالحسن بصریؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ تین واسطوں سے حضرت ہجویریؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے پیرو طریقت ہیں۔ اپنی مشکلات کو شیخ المشائخ ابوالقاسم گرگانیؒ کے سامنے بیان کرتے تھے۔ آپ ۱۰۰۹ء میں متولد ہوئے اور ۱۰۷۲ء میں وصال فرمایا اور لاہور میں آپ کا روضہ مبارک داتا گنج بخشؒ کے نام سے لاکھوں مسلمانوں اور ارادت مندوں کا مرجع ہے۔ آپ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں کشف المحجوب مشہور ترین ہے۔ یہ کتاب عرفان و تصوف کا ایک معتبر ترین ماخذ ہے اور اسلامی تصوف پر مفید ترین کتاب۔ آپ کے ایک مرید ابوسعید ہجویریؒ کے سوالات کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اس کے علاوہ کتاب فنا و بقا (تصوف پر) اسرار الخرق والملونات، ارعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ، کتاب البیان لاہل العیان، منہاج الدین، نحو القلوب، ایمان، فرق فرق۔ ضمناً کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ میں نے کئی رسالے اور کتابیں لکھی ہیں جنہیں دوسروں نے اپنے نام سے کر دیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا ایک دیوان شعر بھی تھا جو ناپید ہے اور کشف المحجوب کے آغاز میں دوسروں کے اس دیوان کو اپنے نام کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) رائے پتھورا یا پرتھوی راج (۱۱۷۵ـ۱۱۹۲ء) کو دہلی کے راجا آنند پال نے متبنیٰ لیا تھا۔ آنند پال مرا تو دہلی کا ملک اور اس کا باپ مرا تو اجمیر کا صوبہ اس کی حکمرانی کے تحت آ گئے۔ بڑا دلاور، حوصلہ مند اور فوجی مہارت والا راجپوت تھا اور کئی فتوحات پائی تھیں۔ قنوج کے راجا جے چند کی بیٹی کو سویمبر سے لے آنے کی وجہ سے وہ اب تک شمالی ہندوستان کے ہندوؤں میں گائے جانے والے گیتوں کا سورما بن گیا ہے۔ ہندوستان کے ملک کے آخری دور میں فتوحات کی تاریخ میں یہ راجا طاقتور اور بہادر راجاؤں میں شمار کیے جانے کا حقدار ہے۔ شہاب الدین غوریؒ نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو پرتھوی راج نے ترائن (حال تلونڈی کا مقام) پر جو تھا نیسر سے ۱۴ میل دور ہے بہادری سے ایسا مقابلہ کیا سلطان شہاب غوریؒ کو شکست ہوئی لیکن اگلے سال سلطان شہاب الدین غوریؒ نے دوبارہ حملہ کیا اور حملہ بھی ایسا کہ پرتھوی راج نے شکست کھائی گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا اور اس طرح راجپوتوں کی مستقل سلطنت اور ہندوستان کے ملک کی قدیم حکمرانی ختم ہو گئی۔ سلطان شہاب الدین غوریؒ حنفی مسلک کا دلاور بادشاہ تھا جس نے ہندوستان کی قدیم حکومت کو پاش پاش کیا اور بعد میں اسی کے خاندان کے غلاموں کی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی جو خاندان غلامان سے جانی جاتی ہے اور جس کا پہلا بادشاہ اسی شہاب الدین غوریؒ کا درباری غلام قطب الدین ایبک تھا جو سلطان شہاب غوریؒ کی شہادت (۳ شعبان ۶۰۲ھ) کے صرف تین ماہ بعد دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ پرتھوی راج کو قتل کیے جانے کے ضمن میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ ہندوستان میں غوریوں نے جس حکمران کو سب سے پہلے ختم کیا وہ ہندو نہیں بلکہ مسلمان تھا۔ بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ خسرو ملک کے خلاف سلطان شہاب الدین غوریؒ نے کشمیر کے ہندو راجہ سے بھی مدد لی تھی۔ ہندو راجاؤں سے جنگیں ہوئیں تو سیاسی مصلحتیں بھی عمل میں آئیں۔ فتح اجمیر کے بعد اجمیر کو ایک مدت تک پرتھوی راج کے بیٹے کی حکمرانی میں رکھا گیا اور دہلی کو راجا کھانڈی رائے کے جانشین کی نگرانی میں۔ گوالیار کا بھی یہی حال تھا۔ بعض ہندو راجاؤں نے جب غوریوں کا اقتدار اعلیٰ مان لیا تو انہیں بے مزاحمت اپنے علاقوں پر حکومت کی اجازت دی گئی۔ (دیکھئے سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات از خلیق احمد نظامی ندوۃ المصنفین صفحہ ۸۹ـ۹۰)

سکا لیکن تنگ ضرور کیا۔ آپ کی زبان سے ایک روز نکلا: "مارائے پتھورا را زندہ گرفتیم ودادیم" (ہم نے رائے پتھورا کو زندہ پکڑ لیا اور دے دیا)۔ ان ہی دنوں میں سلطان معز الدین غوری کا لشکر دوسری بار غزنی سے ہندوستان میں آیا' رائے پتھورا نے اس کا مقابلہ کیا اور زندہ گرفتار ہوا۔ لیکن قدیم تر مورخین' جن میں طبقات ناصری کا مصنف منہاج الدین جوز جانی بھی شامل ہے' کا بیان ہے کہ خواجہ اجمیر" سلطان شہاب الدین غوری کے اس لشکر کے ساتھ تھے جس نے اجمیر کے حکمران رائے پتھورا (پرتھوی راج) کو شکست دی اور ہندوستان کو فتح کرنے کے کام کو مکمل کیا۔ اس فتح میں حضرت خواجہ اجمیر" کی توجہات اور دعاؤں اور روحانی کرامات کا بڑا حصہ تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی" نے اجمیر کو اپنے قیام کے لئے منتخب کیا اور تب سے یہ شہر مقدس بن گیا اور اجمیر شریف کہلایا۔ حضرت خواجہ" نے اسی پاک قیام گاہ سے دین اسلام کی روشنی سے ظلمت کدہ ہندوستان کو منور فرمانے کی مساعی کا آغاز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آخری مشرقی کناروں تک ملک ہندوستان کفر و شرک کی بستی تھی۔ اہل تمرداور سرکش حکمران فرعون بن گئے تھے۔ شرک کی یہ حالت تھی کہ اینٹ' پتھر' گوبر' گائے' درخت' جانور اور اینٹ تک کی پرستش ہوتی تھی۔ ایسے لوگوں کے دل سیاہ ہو چکے تھے اور سراپا مقفل۔ انسانیت کی قدر ایسے لوگوں میں مفقود تھی۔ برہمنوں نے برہمن پرستی کے علاوہ لنگ پرستی اور بھگ پرستی کو عام کر دیا تھا جس کے اثر سے کئی اور ہندو فرقے وجود میں آ گئے تھے جو ایسی بے حیائیاں کرتے تھے جو درندوں اور وحشی حیوانوں سے ہی ہو سکتی ہیں۔

خواجہ اجمیر" کے قدوم مبارک اجمیر میں پہنچے تو یہ ساری جہالت ویسا ہی نور اسلام کی صاف وشفاف پاکی میں بدل گئی۔ مشرکین کے مقامات منبر ومحراب میں تبدیل ہو گئے اور اللہ اکبر کی پراثر صدائیں ہر طرف سنائی دینے لگیں۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام کو وسعت دینے' دینی شعار کو عام کر دینے' شریعت نبویؐ کو رائج کرنے' تبلیغ وارشاد اور طریقت کی تربیت وتعلیم میں صرف کی۔ اگرچہ تفصیل کے ساتھ ابھی تک آپ کی ان دینی مساعی کا ذکر کسی کتاب یا تذکرے کی صورت میں دستیاب نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ کثیر تعداد میں آپ کے دست مبارک سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور بقول صاحب آئین اکبری ابوالفضل آپ کے انفاس قدسیہ سے جوق در جوق انسانوں نے ایمان کی دولت پائی۔

دہلی میں سلسلہ چشتیہ کا کام آپ نے اپنے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی" کے سپرد کر دیا تھا۔ صرف ایک بار آپ دلی تشریف لے گئے تھے۔ صورت تھی کہ آپ کے صاحبزادوں نے ایک افتادہ زمین میں کاشت شروع کر دی تھی۔ حکام نے شاہی فرمان لانے کے لئے کہا۔ صاحبزادوں نے والد محترم کو دلی جانے پر مجبور کیا۔ دلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی" نے گزارش کی کہ آپ غریب خانہ پر قیام فرمائیں۔ آپ کے جانے کی کیا ضرورت

ہے میں خود بادشاہ سے فرمان لا کر خدمت اقدس میں پیش کروں گا۔ خواجہ بختیارؒ سلطان شمس الدین التمش کے پاس پہنچے اس کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی۔ سلطان نے کئی بار آپ سے تشریف لانے کی التجا کی تھی لیکن کبھی قبول نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال فوراً فرمان شاہی آمادہ کیا گیا اور خواجہ قطب الدینؒ نے لا کر خواجۂ اجمیرؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ دہلی میں آپ کے ایک اور مرید تھے بابا فرید الدین گنج شکرؒ[1] ان ہی دو بزرگوں کے توسط سے آپ کا سلسلۂ چشتیہ اس تیزی سے پھیلا کہ ہندوستان کے تمام سلسلوں پر غالب آ گیا۔

حضرت خواجۂ اجمیر شب و روز باوضو رہتے تھے۔ شب بیداری کی یہ حالت تھی کہ ستر برس تک خواب استراحت نہیں کیا۔ اکثر روزہ سے رہتے اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر افطار کرتے تھے۔ نفس کشی کے حال میں کئی دنوں تک کچھ نہ کھاتے۔ دن قرآن مجید کو ختم کرنے اور رات نوافل و ریاضت میں گزار دیتے۔ آپ کے خلیفہ و مرید خواجہ بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ پورے بیس سال تک میں آپ کی خدمت میں رہا لیکن کبھی بھی میں نے آپ کو اپنی صحت کی دعا مانگتے نہیں سنا۔ فرماتے تھے یا الٰہی! معین الدین کو درد و مشقت عطا فرما۔ میں نے ایک روز دریافت کیا کہ حضرت! آپ ہمیشہ درد و مشقت کی دعا کیوں مانگتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: مومن کا درد میں مبتلا ہونا صحت ایمان کی علامت ہے۔ آپ پر زیادہ تر استغراق کی حالت طاری رہتی تھی۔ حالت استغراق میں آنکھیں بند کئے دنیا و مافیہا سے بے خبر رہتے۔ نماز کے وقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور قاضی حمید الدین آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز بلند کرتے جسے سن کر بعض دفعہ خود ہی عالم استغراق سے نکل آتے اور اکثر مرتبہ اس عالم محویت سے بیدار کرنے کیلئے جب خواجہ قطب الدین آپ کا شانۂ مبارک ہلاتے تو آنکھیں کھول کر فرماتے: شرع محمدیؐ سے کیا عذر ہو سکتا ہے؟ سبحان اللہ! ہم کہاں سے کہاں آ گئے۔ جلالی حالت کا یہ عالم تھا کہ پتھر راکھ ہو جاتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ صاحب کرامات ولی اللہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول فوائد الفواد میں نقل کیا گیا ہے (موضوع ملفوظات میں) کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور دیگر صوفیای کرام بغداد

---

(۱) آب کوثر کے مؤلف نے لکھا ہے کہ آپ (خواجہ معین الدین چشتیؒ) کے مشہور مرید فقط دو ہوئے ہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور سلطان التارکین حمید الدین ناگوریؒ اگرچہ شیخ کبیر بابا فرید گنج شکر نے بھی ایک مرتبہ آپ سے براہ راست فیض حاصل کیا تھا۔ اس کے ذیل میں فٹ نوٹ میں مولف نے لکھا ہے کہ سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کی زبانی لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ اجمیریؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور بابا فرید ایک ہی حجرے میں یکجا تھے۔ شیخ معین الدینؒ نے شیخ قطب الدین کو فرمایا کہ بختیار! اس جوان کو کب تک مجاہدہ سے جلاؤ گے؟ اسے کچھ عنایت کرو۔ شیخ قطب الدین نے عرض کی کہ میری کیا مجال کہ آپ کے روبرو بخشوں۔ شیخ معین الدینؒ نے فرمایا کہ یہ مرید آپ کا ہے۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آؤ دونوں مل کر بخشیں۔ چنانچہ دائیں طرف شیخ معین الدینؒ کھڑے ہوئے اور بائیں طرف شیخ قطب الدین اور بیچ میں آپ کو دونوں صاحبوں نے جو بخشا سو بخشا (سیر الاولیاء صفحہ ۶۴۔۶۵) ملاحظہ ہو: آب کوثر شیخ محمد اکرام۔ ادبی دنیا مٹیا محل دہلی صفحہ ۲۰۴۔۲۰۵۔

میں ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ شمس الدین ایلتمش ایک کمان ہاتھ میں لئے ہوئے اس طرف سے گزرا۔ ان بزرگوں کی نظر اس پر پڑی۔ خواجہ صاحبؒ نے فوراً فرمایا: این کودک پادشاہ دہلی خواہد شد' [یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہوگا][1]

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے طریقت وسلوک کے بارے میں ان کے ملفوظات میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عارف وہ ہے جو اپنا دل دونوں جہانوں سے اٹھالے اور عالم غیب سے دمبدم لاکھوں تجلیات اس پر ظاہر ہوں اور عالم سلوک میں اللہ کے سوا کسی سے امداد کا خواہاں نہ ہو۔ فرمایا: مذہب اہل سلوک میں پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے خواہ علیحدہ علیحدہ ہی دیکھی جائیں والدین کا دیکھنا' مصحف شریف کا دیکھنا' علمای ربانی کا دیکھنا' خانۂ کعبہ کا دیکھنا اور اپنے پیر طریقت کا دیکھنا۔ فرمایا: محبت کے چار درجے ہیں اول ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا' دوم ذکر خداوندی کا کامل ورد اور اس ذکر میں خوش وخرم رہنا' سوم دینوی محبت کے عوض اذکار واشغال واوراد سے محبت رکھنا اور چہارم ہمیشہ روتے رہنا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے دوست بناتا ہے جس میں دریا کی سی سخاوت' آفتاب کی سی شفقت' اور زمین کی سی تواضع ہو۔ فرمایا: ندی نالے اور دریا کے پانی بہنے میں شور وغل ہوتا ہے لیکن جب یہ سمندر میں جا کر مل جاتے ہیں تو شور وغل ختم ہو جاتا ہے۔ اسی پر سلوک کی منزلوں کا قیاس کر لینا چاہئے۔ فرمایا: چپ اور غمگین رہنا عارف کی شناخت ہے۔ فرمایا: صرف قالب اور جسم سے کعبہ کا طواف نہ کرو کیونکہ عارف وہ ہے جس کا دل عرش اور حرمین کے گرد چکر لگاتا ہے۔ فرمایا: تمام عبادتوں سے زیادہ افضل عبادت مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد کو پہنچنا ہے۔ فرمایا: عارفوں پر ایک حال ہوتا ہے۔ ایک قدم میں حجاب عظمت سے گذر کر حجاب کبریائی تک پہنچتے ہیں' دوسرے قدم میں واپس آ جاتے ہیں۔ فرمایا: عارف ہر وقت ولولۂ عشق میں سرشار ہوتا ہے۔ کھڑا ہے تو بس اسی کے عشق کے خیال میں ہے' بیٹھا ہے تو اسی کے ذکر میں محو' سویا ہے تو خیال یار میں بے خبر ہے اور جاگتا ہے تو بس اسی کے دھن میں ہوتا ہے۔

صاحب طرائق الحقائق نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین محمد بن حسن سجزیؒ کا وطن چشت کا گاؤں ہے اور آپ نے خواجہ عثمان ہروی سے تربیت پائی اور ہندوستان میں آپ ہی نے دین نبویؐ اور طریقہ علوی کو رواج دیا۔ صاحب کرامات ومقامات اور خوارق عادات تھے۔ قطب الدین بختیار کاکیؒ ضیاء الدین بلخیؒ شہاب الدین غوری' اور شمس الدین غوری آں جناب کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ کی غزلیات میں سے یہ اشعار ہیں:۔

بحق او کہ بکونین دیدہ نگشایم
کہ تانخست نہ بینم جمال مولا را

(۱) سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ خلیق احمد نظامی صفحہ ۱۰۴۔

اگر در آتش عشقت بسو ختم چہ عجب
کہ کوہ تاب نیا ورد این تجلی را
معین بچشم خرد حسن دوست نہ نماید
ببین بدیدۂ مجنون جمال لیلیٰ را

☆☆☆

سیل رانعرہ از آنست کہ از بحر جداست
و انکہ با بحر در آمیختہ خاموش آمد
نکتہ ہا دوش لبم گفت وشنید از لب یار
کہ نہ ہرگز بہ زبان رفت و نہ در گوش آمد
ہر کرا ہوش و قرار یست میش دہ ساقی
کہ معینش ز ازل بیخود و مدہوش آمد

☆☆☆

ای ترا بر طور دل ہر دم تجلی ای دگر
طالب دیدار تو ہر گوشہ موسیٰ ای دگر
یک دو حرفی خواندہ ام در پیش استاد ازل
تا ابد بر دل رسد ہر لحظ معنی ای دگر

☆☆☆

رُباعی

عاشق ھمہ[1] دم فکر رخ دوست کند
معشوق کرشمہ ای کہ نیکوست کند
ماجرم و خطاکنیم اولطف وعطا
ہر کس چیزی کہ لایق اوست کند

☆☆☆

ایضاً

---

(۱) ھمہ دم کی جگہ ہر دم کئی اور جگہوں (تذکروں) میں آیا ہے۔

ای بعد نبی بر سر تو تاج نبی
دی دادہ شہان ز صولت باج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالاتر شد
یک قامت احمدی ز معراج نبی[1]

☆☆☆

آب کوثر کے مولف نے لکھا ہے کہ آپ شاعر بھی تھے اور آپ کے اشعار کی تعداد سات آٹھ ہزار کے قریب تھی۔ فارسی شعرا کے مشہور تذکرہ آتشکدہ میں آپ کی دو رباعیاں نقل ہوئی ہیں[2]

حضرت خواجہ معین الدینؒ نے ۶؍ رجب ۶۳۳ھ کو وصال فرمایا[3]۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۹۷ برس کے قریب تھی۔ آپ اسی حجرے میں مدفون ہوئے جو آپ کی عبادت گاہ تھا۔

ہر سال اوّل رجب سے ۶؍ رجب تک آپکے روضۂ مبارک پر لاکھوں ارادت مند مختلف ممالک سے آپکی دینی خدمات کے احترام میں جمع ہوکر آپ کی مرقد منورہ پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ سری نگر اور کشمیر کی وادی بھر سے بھی ہزاروں مسلمان اجمیر شریف جا کر اپنی ارادت کا مقدور بھر اظہار کرتے ہیں۔

حضرت خواجہؒ کے آستانۂ عالی کا حلقہ وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور اس میں وقت بہ وقت کے سلاطین، امراء اور وزراء اور نوابوں نے اپنے خلوص و محبت کے اظہار میں کئی شاندار اور خوبصورت عمارتوں کا اضافہ کیا ہے۔

کشمیر کے مسلمان بھی چونکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور سال بھر میں کبھی بھی، عرس شریف کے متبرک ایام کے علاوہ، خاص کر سردیوں کے ایام میں جب کہ ہندوستان کے ملک میں تور کی سی گرمی نہیں ہوتی، حاضر ہوکر آپ کی ذات مقدس سے رجوع کرتے ہیں، اس لئے ہم یہاں اس مقالہ کو حضرت خواجہ اجمیرؒ سے منسوب[4] نعت و مناقب کو جنہیں کبھی کبھی وہ خاص کر مسجدوں میں نمازوں کے بعد درود شریف کے

---

(۱) طرائق الحقائق جلد ۲ ص ۱۳۶ (۲) آب کوثر کے مولف نے اوپر میں درج آخری دو رباعیاں درج کی ہیں۔ آب کوثر جلد اول صفحہ ۲۰۹۔

(۳) عام تذکروں میں یہی تاریخ وفات درج ہے لیکن تاریخ السلف مولفہ مفتی اجمیری نے سال ۶۳۲ھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ اگر سال ۶۳۳ھ کو سال وصال مان لیا جائے تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جن کی معتبر تاریخ وفات ۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ ہے اپنے مرشد سے پہلے وفات پا چکے تھے حالانکہ فرشتہ نے خواجہ بختیار کاکی کا سال وفات ۶۳۴ھ لکھا ہے۔ سیر الاولیاء میں قاضی محی الدین کاشانی نے خواجہ قطب الدین کا سال وفات ۶۳۴ھ ہی لکھا ہے۔ ویسے صحیح تاریخ وفات ۶؍ رجب ۶۳۳ھ ہی ہے اور یہی سال (۶۳۳ھ) حضرت بختیار کاکی کی وفات کا سال بھی ہے۔

(۴) مجھے تحقیقاً معلوم نہیں کہ یہ نعت و مناقب جنہیں ہم کشمیری مسلمان درود و اذکار میں یا ختمات معظمات کی مجلسوں میں یا نمازوں کے بعد مسجدوں میں پڑھا کرتے ہیں واقعی حضرت خواجہ غریب نواز جناب خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تصنیف ہیں یا نہیں لیکن ان کی ذات مبارک سے منسوب کی جاتی ہیں۔ اولین نعت جو میں نے درج کی ہے میرے ذاتی کتاب خانہ میں موجود قدیم قلمی بیاض نعت و منقبت سے ماخوذ ہے۔

ساتھ بلند آواز میں پڑھتے ہیں، درج کر کے ختم کرتے ہیں ۔

(۱)

عالم نمی از رشحۂ بحر کرم اوست
آدم کف خاکی زغبار قدم اوست
عالم شدہ بیدار ہنوز او بشکر خواب
نازم بوجودی کہ طفیل عدم اوست
عیسٰی کہ چو خورشید زند خیمہ بر افلاک
در آرزوی سایۂ عالی علم اوست
آن بندہ کہ دارد حظ آزادیِ دوزخ
آن بندہ غلام وی و آن خط رقم اوست
شادیّ جہان کرد فدای غم امّت
دانست کہ شادیّ جہانی بہ غم اوست
دُرّ درشکم بحر نہان است ولی او
درّیست کہ صد بحر نہان در شکم اوست
داریم امیدی کہ نپرسند بہ محشر
تقصیر معیّنی کہ بنا بر کرم اوست

(۲)

در جان چو کرد منزل جانانِ ما محمدؐ
صد در کشوُد از دل در جان ما محمدؐ لے
ما بلبلیم نالان درگلستان احمدؐ
ما لؤلؤ یَیم و مرجانؑ عمانِ ما محمدؐ
ای آب و گل سرودیؑ وی جان و دل ورودیِ
تابشنود ز طیبہ افغانِ ما محمدؐ

---

(۱) اس نعت شریف کے ہر بیت کے بعد (یہاں کشمیر میں) صلی اللہ علیٰ محمد آل محمد کی تکرار کی جاتی ہے۔

مستغرقِ گناهیم هر چند عذر خواهیم
پژمرده چون گناهیم بارانِ ما محمدؐ
از امتانِ دیگر ما آمدیم بهتر
آن را که نیست باور، برهانِ ما محمدؐ
ما طالب خدائیم در دینِ مصطفائیم
بر درگهش گدائیم سلطانِ ما محمدؐ
از درد و زخم عصیان ما را چه غم که سازد
از مرهم شفاعت درمانِ ما محمدؐ
در ذکر باغ و بستان دیگر مخوان معینی
باغم بس است قرآن، بستانِ ما محمدؐ

(۳)

چو من پر جرم و عصیانم توئی غفار یا اللہ
چومن باعیب و نقصانم توئی ستار یا اللہ
بخواب مستی و غفلت ز سرتا پا گنهکارم
به ذکر و طاعت خود کن مرا بیدار یا اللہ
چنان کن از کرم برمن بنای تو به مستحکم
که رانم بر زبان هر لحظ استغفار یا اللہ
چنان کن از کرم دردل بحق احمد مرسلؐ
عذاب مرگ چون گردد مرا دشوار یا اللہ
چو گور تیره تر وحشت نماید برمن مجرم
بشمع مغفرت گردان پر از انوار یا اللہ
معین الدین عاصی را که می نالد بصد زاری
گناهم بخش، ایمان را سلامت دار یا اللہ[1]

[1] بعض چھاپی بیاضوں میں یہ مناجات معین الدین کاشی سے منسوب ہے

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ :.....مولانا جامیؒ نے آپ کو نفحات الانس میں شیخ نظام الدین خالدی دہلوی معروف بہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے یاد کیا ہے۔ ویسے آپ کا اسم مبارک محمد تھا اور لقب نظام الدین۔ والد گرامی کا نام احمد بن علی تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کا سال تولد سال ۶۳۶ھ ہے اور مقام بدایون۔ پانچ سال کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ محترمہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی اور وقت کے مشہور عالم مولانا علاء الدین اصولی سے فقہ اور دوسرے علوم پڑھے۔ سولہ سال کی عمر میں دہلی چلے گئے۔ یہ سلطان محمود ناصر الدین کا عہد سلطنت تھا جس کا وزیر بلبن تھا۔ حضرت خواجہؒ دہلی کے جید استاد مولانا شمس الدین خوارزمی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور اپنی ذہانت اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے نیز اپنی محنت شاقہ سے اپنے ہم جماعت طلباء پر علمی برتری حاصل کی۔ آپ کی قوت برہان اور زبان کی فصاحت و روانی کی وجہ سے آپ محفل شکن کہلائے جانے لگے۔ مشہور محدث زمانہ شیخ محمد ابن احمد سے (جو کمال الدین زاہد کے نام سے معروف تھے) حدیث پڑھی اور اجازت نامہ حاصل کیا۔ دہلی کے قیام کے دوران آپ کی والدہ محترمہ نے انتقال فرمایا۔

اب آپ اپنے مرشد طریقت کی خدمت میں دہلی سے اجودھن پہنچے اور یہ پہلی نوبت تھی۔ فوائد الفواد میں[1] اس پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی زبانی بیان ہوا ہے کہ جب میں شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا

ای آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ[2]

حضرت مرشدؒ نے آپکی بڑی خاطر فرمائی اور آپ کے لئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھوادی۔ حضرت مرشدؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا کہ تعلیم ختم کردوں اور اوراد و نوافل میں شامل ہو جاؤں؟ حضرت مرشدؒ نے فرمایا میں کسی کو تعلیم سے روکتا نہیں۔ یہ بھی جاری رہے اور وہ بھی۔ دیکھیں کون سی چیز غالب آ جائے گی۔ درویش کو تھوڑا علم بھی چاہئے۔

(۱) فوائد الفواد کے مصنف حضرت امیر حسن علاء سجزی ہیں جن کی وفات سال ۷۲۷ میں ہوئی۔ اس کتاب کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے لفظ بہ لفظ سنا اور تحسین فرمائی۔ اس کتاب کی صحت کو حضرت خواجہؒ کے تمام اصحاب و خدام نے تسلیم کیا ہے اور اس کتاب شریف کو حرز جان بنالیا ہے۔ اس میں ۳ رشعبان ۷۰۷ھ سے ۹ رشعبان ۷۲۰ھ تک کی مختلف مجلسوں کے ملفوظات ہیں۔ تاریخ دعوت و عزیمت از ابوالحسن علی ندوی جلد اول ص ۵۰۔

(۲) اے کہ تیری جدائی کی آگ نے دلوں کو کباب کر کے رکھ دیا اور تیرے شوق کے سیلاب نے جانوں کو ویران کر دیا۔

حضرت مرشدؒ نے حضرت خواجہؒ کو خود پڑھایا اور عالم بنانے کے ساتھ ساتھ خود شکنی کی تربیت بھی کی۔

حضرت خواجہؒ تین بار اپنے مرشد بزرگوارؒ کی زندگی میں اجودھن میں حاضر ہوئے۔ایک حاضری میں ۲۵ رجمادی الاول کی تاریخ کو جمعہ کی نماز کے بعد آپ کو بلوایا اور اپنا لعاب دھن آپ کے منہ میں ڈالا۔قرآن مجید کو حفظ کرنے کی وصیت کی اور فرمایا خدا نے تم کو دین و دنیا دونوں عطا کئے یہاں سب کچھ یہی ہے۔اس کے بعد آپ کو دہلی کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا: ''برو ملک ہند گیر!'' خلافت نامہ لکھ کر دیا اور فرمایا تم ایک سایہ دار درخت ہو گے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پائے گی۔استعداد کی ترقی کے لئے مجاہدہ کرتے رہنا''۔[1]

ارشاد و تربیت اور تبلیغ و دین حق کی پاکیزہ ترین مقصد برآری کے لئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ خدائے مقتدر لاشریک کے توکل کے سہارے دہلی آگئے اور فقر و فاقہ کی حالت میں اپنا کام جاری رکھا لیکن لوگوں کے ہجوم در ہجوم کا سلسلہ شروع ہوا اور جو فتوحات آتے رہے ان کو تقسیم کرواتے گئے اور جب تسکین ہو جاتی کہ یہ فتوحات حاجت مندوں تک پہنچ گئی ہیں تو سکون خاطر ہوتا۔دستر خوان لگتا تو شاہ و گدا سبھی فیضیاب ہوتے لیکن خود ایک یا آدھی روٹی اور کچھ کریلا وغیرہ کی سبزی یا تھوڑے سے چاول تناول فرماتے۔[2]

سلاطین وقت سے لاتعلقی اختیار فرمائی تھی اور اس پر کاربند رہے۔سلطان علاء الدین خلجی کے بعد سلطان قطب الدین مبارکشاہ جو اس کا دوسرا فرزند تھا تخت پر بیٹھا۔اسے بڑا قلق تھا کہ حضرت خواجہ اولیاءؒ شاہی درباروں میں التماس کرنے پر بھی نہیں آتے۔اس لئے اس نے بھرے دربار میں کہا کہ اگر آئندہ ماہ پہلی تاریخ پر وہ حاضر نہ ہو جائیں تو پھر مجھے معلوم ہے کہ ان کو کس طرح سے لایا جائے گا۔گویا یہ حضرت خواجہؒ کے حق میں صریح دھمکی تھی۔ اب لوگ پریشان ہو گئے حضرت خواجہؒ کا اٹل فیصلہ تھا کہ وہ دربار شاہی میں نہ گئے ہیں اور نہ جائیں گے اور ادھر سے بادشاہ صاحب اقتدار بھی اپنے قول پر ثابت۔اسی رات جب کہ دوسرا دن پہلی تاریخ کا تھا سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کا سر رات کے وقت اس کے اپنے دشمن خسرو خان نے کاٹ کر اوپر ہزار ستون کی بام سے نیچے زمین پر پھینک دیا۔[3]

حضرت خواجہؒ سماع سنتے تھے۔بعض علماء نے اس کی عام ممانعت کروانے کے لئے سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں ایک مجلس مباحثہ منعقد کروائی جس میں علماء شریعت کے علاوہ حضرت خواجہ بھی مدعو تھے۔مناظرہ ابتدائے

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت ج اول ص ۶۷

(۲) ایضاً ص ۸۱

(۳) آب کوثر ج ا ص ۲۲۷۔ تاریخ دعوت وعزیمت ج ا ص ۸۸۔ یہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی صریح اور روشن کرامت ہے (ڈاکٹر شمس الدین احمد)

چاشت سے زوال کے وقت تک رہا اور اہل مجلس تحریم کی کوئی دلیل نہیں دے سکے۔ بادشاہ نے حرمت کا کوئی حکم جاری نہیں کیا بلکہ ایک روایت کے مطابق حکم دیا کہ حضرت خواجہ "سماع" سنیں اور انہیں کوئی منع نہ کرے کیونکہ وہ فقط و فقط حظ روحانی کیلئے سنتے ہیں حظ نفسانی کیلئے نہیں۔ بادشاہ نے مجلس کے اختتام پر حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو بڑی تعظیم کے ساتھ رخصت کیا۔ لیکن اس امر کی مستند معاصر شہادت پائی جاتی ہے کہ اخیر عمر میں سماع کی نسبت بالخصوص مزامیر کے ہمراہ سماع کے بارے میں آپ کا نکتہ نظر شریعت سے قریب تر ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے اپنی جانشینی اس بزرگ کو تفویض کی جو علانیہ طور پر سماع بالمزامیر کے منکر تھے[1]

جب عمر شریف اسّی سال سے بڑھ چکی تو آخرت کے سفر کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ایک روز ارشاد فرمایا: ''میں نے حضرت سرور عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور ان کا ارشاد ہوا کہ نظام! ہم کو تمہارا بڑا اشتیاق ہے''۔ خلفاء کے نام اجازت نامے لکھوا دیئے۔ قطب الدین منورؒ اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ دونوں کو خرقۂ خلافت عطا کیا اور اجازت نامہ بھی۔ وفات سے چالیس روز پہلے استغراق و تحیر کی کیفیت پیدا ہوئی۔ غذا بھی ترک فرمادی تھی اور کلام بھی بہت کم کیا۔ آخر بدھوار کے دن ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ کو حقیقت و معرفت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت خواجہؒ علم اور عقل اور عشق کے جامع تھے۔ اخلاص و اخلاق میں اپنے زمانے کی بے مثال شخصیت تھے۔ دشمنوں پر بھی دوستوں کی طرح احسان کرنے سے باز نہیں رہے۔ پردہ پوش تھے اور ایک شفیق ماں کی طرح ہر آدمی سے شفقت برتتے تھے چھوٹوں پر بھی اور بڑوں پر بھی۔

آپ میں جو عشق الٰہی کا جذبہ تھا اس نے پورے ہندوستان کو منور کر دیا۔ اصلاح و تہذیب نفس کی راہ سے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے وہ نظام قائم کیا جس کے تحت اشاعت اسلام کا کام مختلف حصوں میں انجام پایا۔ آپ کے خلفائے کبار میں مولانا حسام الدین ملتانیؒ، مولانا کمال الدینؒ، شیخ برہان الدین غریبؒ اور مولانا سراج الدین عثمانؒ نے گجرات اور دکن اور بنگال میں اسلام پہنچا دیا۔

حرارت عشق اور سرمستی کے عالم میں پیوستہ استغراق کا ایک وسیلہ سماع بھی تھا یعنی عارفانہ ابیات کی سماعت تاکہ آنسوؤں کی گریہ وزاری سے نہ صرف یہ کہ حرارت قلب کم ہو سکے بلکہ مجاہدات سے خستہ و مجروح دل و دماغ میں پھر سے تازگی آجائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''سماع مریدان صادق اہل عقیدت اور اصحاب ریاضت کا کام ہے۔ جب طبیعت اور جسم پوری طرح مجروح ہو جائے تو ان کا حق ہے کہ سماع سے قوت و تازگی حاصل کریں۔

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت ص۱۰۰، طرائق الحقائق کے مولف نے عمر شریف ۷۵ برس لکھی ہے دیکھئے ج ۲ صفحہ ۱۳۹

حدیث میں آیا ہے کہ تمہارے اوپر تمہارے جسم کا حق ہے جب ایک مدت تک نفس سماع کے ذریعہ آرام حاصل کر لیتا ہے تو اسے پھر کام میں لگاتے ہیں"۔ ایک اور حکمت یہ بھی تھی کہ سماع سے حضور کی ایک کیفیت' درد کی لذت اور شوق و ذوق پیدا ہوتا ہے اور یہ لمحات بقیہ اوقات کو بھی اپنے دامن میں لے کر پاک اور نورانی بنا دیتے ہیں۔ لیکن خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے تمام خلاف شرع بدعتوں اور لہو ولعب کے اسباب سے جو خاص کر غیر مسلموں کے اثر سے ہندوستان میں خام کار صوفیوں اور ہوس کاروں نے سماع میں داخل کر دیئے تھے خود کو بھی دور رکھا اور اپنے پیروؤں کو بھی تاکید فرمائی [1]

مشائخ چشت کا خصوصی ذوق قرآن پاک کے حفظ کا اہتمام اور کثرت سے اس کی تلاوت ہے۔ یہ ذوق حضرت خواجہؒ میں بدرجہ کمال تھا مرشد بزرگوار نے اس بارے میں آپ کو جو وصیت کی تھی اس پر خود بھی سختی سے عمل کیا اور خلفاء و مریدین سے بھی کروایا۔ صفف و پیری اور سخت مجاہدات کے باوجود بھی نماز با جماعت پڑھتے تھے اور اتباع سنت کا خاصا اہتمام رکھتے تھے۔ مشائخ کیلئے اور جس کو پیری مریدی کرنا ہو اس کیلئے شریعت کا علم ضروری سمجھتے تھے تا کہ اس سے کوئی عمل شریعت کے خلاف وجود میں نہ آجائے اور نہ ہی دوسروں کو خلاف شرع امور کی تلقین کرے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو اور علوم عالیہ نیز حقایق و معارف سے اولیای کاملین کی طرح آگاہی حاصل تھی اور یہ وہ آگاہی ہے جسے صوفیای کرام نے علم لدنی کا نام دیا ہے۔ فرمایا: دل اور پاک نفس اللہ کی طرف متوجہ رہے پھر جس کام میں رہنا ہو رہو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔: ترک دنیا یہ ہے کہ دنیا میں ہو کر دنیا کے مال میں پھنس کر نہ رہے اور نہ مال دنیا جمع کرے۔

حضرت خواجہؒ نے عشق کے جنون کو اپنے زمانے میں عام کر دیا۔ ہر جگہ عشق و محبت کا تذکرہ تھا۔ حقیقت و معرفت کی گفتگو تھی۔ عارفانہ و عاشقانہ کلام کی گونج تھی اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے ذہنوں اور ان کے دہانوں سے نرمی و شفقت' اخلاص و نیاز مندی اور مروت و تلطف کا سیلاب امنڈ آتا تھا۔ اور اسی وسیلے سے ان کے سراپا اخلاص و دردمند خلفاء نے جو جلیل القدر اور عالی مرتبت تھے جگہ جگہ چشتیہ خانقاہیں قائم کر کے سلسلۂ چشتیہ کو ہندوستان بھر میں عام کر دیا۔

مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے خرقہ حاصل کیا تھا حضرت شیخ فریدالدین (گنج شکر) سے اور انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے

---

(۱) تاریخ دعوت و عزیمت ج ۳ ص ۱۱۵

اور انہوں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے اور نہوں نے حاجی شریف زندنیؒ سے اور انہوں نے شیخ الاسلام قطب الدین مودود چشتیؒ سے رحمہم اللہ تعالیٰ[1]۔

صاحب طرائق الحقایق نے ریاض العارفین کے حوالے سے یہ تین اشعار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے نقل کیے ہیں

از تو نتواند بریدن کس بہ آسانی مرا
گر نمیداند کسم آخر تو میدانی مرا
رونگردانم ز جودت تاسرم برتن بود
گر بسر گرد جہان چون گوی گردانی مرا
گر بر نجانی زنجم زانکہ رنجت راحت است
جانی وآرام جان ہر چند رنجانی مرا[2]

دولت شاہ سمرقندیؒ :......آپ کے والد کا نام علاء الدولہ سمرقندی تھا۔ دولت شاہ نویں صدی ھجری کے مشہور اور جلیل الرتبت امیر زادوں میں سے تھا اور آپ کے والد کو امیر تیمور کے فرزند شاہرخ میرزا کے ندیموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ دولت شاہ خود ہرات (موجودہ افغانستان) میں ابوالغازی حسین میرزا اور اس کے وزیر امیر علی شیر نوائی کے مقرب اصحاب میں سے تھا۔ دولت شاہ سمرقندی کی مشہور کتاب تذکرۃ الشعراء ہے جو سال ۸۹۲ھ میں تالیف ہوئی اور اس میں فارسی زبان کے ۱۰۵ اشاعروں کے حیات وکلام کا تذکرہ ہے۔

سری السقطیؒ :......سری ابن المغلس السقطی رحمتہ اللہ علیہ صاحب زہد وتقویٰ اور متقدمین علماء فانی الہی میں سے تھے۔ بقول صاحب نفحات الانس آپ کی کنیت ابوالحسین تھی۔ طبقہ دوم کے جو مشائخ تھے وہ سارے اپنی نسبت سری السقطیؒ تک پہنچاتے ہیں اور انہیں اہل تصوف کا امام مانتے ہیں۔ آپ علم وحلم اور خلق وایثار اور شفقت کے مراتب میں بے مثال اور کشف حقایق میں وقت کے عجائبات میں سے تھے۔ توحید الٰہی کے بیان میں بے نظیر اور یکتا تھے۔ ابوعبداللہ انطاکی، فتح ابی علی الموصلی، فتح ابن شخرف، حارث محاسبی، حبیب راعی، بشر حافی اور

(۱) نفحات الانس ص ۵۰۵
(۲) حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے یہ مقالہ مختصر لکھا

ذوالنون مصری رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے معاصر تھے۔ ارادت وسلوک اور اجازت کا خرقہ آپکو حضرت معروف کرخیؒ سے ملا اور آپ کو حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی الہادی علیہ السلام کی خدمات عالیہ سے بھی فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ابتدا میں بغداد کے بازار میں سقط فروش (پنساری) تھے اس لئے سقطی کہلاتے تھے۔ خرید و فروخت میں دس دینار میں نصف دینار کا نفع کمانے کا اصول تھا۔ ایک بار بادام کی قیمت ساٹھ دینار ہو گئی اور آپ نے خرید لی۔ اس کے بعد بادام مہنگے ہوئے۔ دلال نے آ کر کہا کہ آپ کے بادام بیچوں؟ فرمایا: کس قیمت پر بیچو گے؟ اس نے کہا: اس وقت قیمت نوے دینار تک پہنچ گئی ہے۔ فرمایا: کچھ بھی ہو میرا فیصلہ ہے کہ ہر دس دینار میں نصف دینار سے زیادہ نفع نہیں کماؤں گا۔ میں اپنے وعدے کو نہیں توڑوں گا۔ دلال نے کہا: میرے لئے بھی جائز نہیں کہ آپ کا مال کم دام میں بیچوں۔ نہ دلال نے مال بیچا اور نہ سری السقطی نے دیا۔

صاحب تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوریؒ نے لکھا[1] ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ابتدائی حالات کا قصہ کیا ہے؟ فرمایا: ایک روز ایک درویش دعا گو کا گذر میری دکان سے ہوا۔ میں انے اسے کچھ دے دیا اور کہا لو اور درویشوں کو دے دو۔ اس نے کہا: جزاک اللہ[2]! اس روز اس دعا کے بعد میرا دل دنیا سے ٹھنڈا ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت معروف کرخیؒ ایک یتیم بچے کو تھامے ہوئے تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ اسے کپڑے پہنا دو۔ میں نے اسے کپڑے پہنا دیئے۔ معروفؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا کو تیرے دل کا دشمن بنا دے اور تجھے اس پیشے سے فراغت حاصل ہو۔ میں حضرت معروفؒ کی دعا سے دنیا سے فوراً آزاد ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی دکان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا اور اس کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ کوہ لکام (جو شام کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ اور بیشتر اوتاد و ابدال حضرات کی قیام گاہ ہے اور بعض کتابوں میں آیا ہے کہ یہ پہاڑ لبنان میں ہے) سے ایک آدمی آپ سے ملنے آیا اور پردہ اٹھا کر آپ کو سلام کیا اور کہا کہ کوہ لکام سے فلاں بزرگ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ سری نے فرمایا: پہاڑوں میں رہتا ہے تو میرا اس سے کیا کام۔ مرد تو وہ ہے جو بازار میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے اور ایک لحظ کے لئے بھی حق تعالیٰ کو نہ چھوڑے۔

شیخ عطارؒ اور ابن خلکانؒ نے بیان کیا ہے کہ سری السقطیؒ نے ایک روز کہا کہ ایک بار بغداد کے بازار کو آگ لگ گئی اور کوئی میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ کی دکان نہیں جلی۔ میں نے کہا الحمد للہ! اور میں سخت نادم اور پشیمان ہو گیا کہ میں نے ایسا کیوں کہا کیونکہ اس میں اپنے نفس کی بات تھی اور لوگوں کی بھلائی نظر میں نہیں رہی۔ تب سے

---

(۱) تذکرۃ الاولیاء عطار۔ طبع تہران چاپ پنجم صفحہ ۳۴۶۔

(۲) طرائق الحقائق کے مولف نے "خیرک اللہ!" لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷۳ جلد ۲

آج تک تیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ آج تک اس روز کے الحمدللہ کہنے کی وجہ سے استغفار کر رہا ہوں۔

شیخ عطارؒ کی ہی روایت ہے کہ ایک دن بغداد کا بازار جل گیا۔ آپ کو اطلاع کی گئی۔ کہا میں بھی فارغ ہو گیا۔ بعد میں جو دیکھا گیا تو آپ کی دکان نہیں جلی تھی۔ آپ نے سب کچھ درویشوں میں بانٹ دیا اور تصوف کی راہ اختیار کی۔

سخاوت وکرم میں اپنے عہد میں یکتا تھے۔ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی تصنیف احیاء العلوم کے باب فقر میں لکھا ہے کہ بشر حافیؒ کہتے ہیں کہ میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا تھا سوائے سری السقطیؒ کے کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کسی چیز کے جانے پر بہت خوش ہو جاتے تھے۔ اسی کتاب میں آیا ہے کہ سری السقطیؒ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے لئے کوئی نہ کوئی چیز بھیجا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے نہیں لی۔ سری نے فرمایا: اے احمد! ہدیہ نہ لینے کی آفت سے ڈرو کیونکہ یقیناً ہدیہ لوٹانا زیادہ سخت ہے نہ لینے سے۔

سری السقطیؒ پرہیز گاری، تقویٰ، بندگی، خوف الٰہی اور خضوع وخشوع میں اس مرتبے پر پہنچ چکے تھے کہ اپنے معاصرین پر سبقت پائی تھی۔ چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ اور ابن خلکانؒ اور مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ سری السقطیؒ پر عمر کے اٹھانوے سال گذر چکے اور کبھی دیکھا نہ گیا کہ آپ نے اپنا پہلو زمین پر رکھا ہو سوائے مرض الموت میں اور غسل دیئے جانے کے وقت۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں دن میں کئی بار آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہوں اس خوف سے کہ گناہگاری کی وجہ سے میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔ تذکرۃ الاولیاء عطارؒ میں آیا ہے کہ حضرت جنیدؒ نے کہا کہ ایک روز میں سری سے ملنے گیا۔ دیکھا تو رو رہا تھا۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ کہا مجھے خیال ہوا کہ آج رات برتن کو لٹکا کے رکھوں تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ میں سو گیا۔ خواب میں ایک حور کو دیکھا اور اسے کہا کہ تم کس کی ہو؟ اس نے کہا میں اس کی ہوں جو برتن کو نہ لٹکا دے تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے اور اس حور نے میرے برتن کو زمین پر دے مارا۔ یہ دیکھ لیجئے۔ جنید نے کہا میں نے ٹھیکری کے ٹوٹے ٹکڑے دیکھے جو دیر سے وہاں بکھرے پڑے تھے۔

سری السقطیؒ مستجاب الدعوات اور صاحب تاثیر انفاس تھے۔ علی ابن عبدالحمید غضائریؒ کو تیس سال تک مجاہدہ میں کھڑا پایا گیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ کیسے سیکھا تو کہا سری السقطیؒ کی دعا سے۔ ایک دن میں ان کے گھر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ خلوت میں تھے اور آواز دی کون ہے؟ میں نے کہا ایک آشنا۔ فرمایا آشنا ہوتے تو اس کی یاد میں مشغول ہوتے اور میرا خیال تک نہ آتا۔ اس کے بعد فرمایا یا اللہ! اسے اپنی طرف مشغول رکھ کہ کسی اور کا خیال تک اسے نہ آجائے۔ جونہی یہ دعا کی تو کوئی چیز میرے سینے میں اتر آئی یہاں تک کہ میں اس حد تک پہنچ چکا۔

تذکرۃ الاولیاء عطار میں آیا ہے کہ ابوعبداللہ جلاءؒ نے بیان کیا ہے کہ میں سری کے گھر میں تھا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذر چکا تو سریؒ نے اٹھ کر کپڑے پہن لئے اور باہر چلا گیا۔ میں نے کہا کہ اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا فتح موصلی کی عیادت کو۔ جب باہر نکلا تو پاسبان نے آپ کو پکڑ لیا اور قید میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو حاکم نے حکم دیا کہ قیدیوں کو پیٹا جائے۔ جلاد نے جب ہاتھ اٹھایا کہ آپ کو پیٹے تو اس کا ہاتھ سوکھ گیا اور اسے ہلا نہ سکا۔ حاکم نے جلاد سے کہا مارتے کیوں نہیں؟ کہا کوئی میرے سامنے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے خبردار مت مارنا۔ اور میرا ہاتھ شل ہو گیا ہے۔ جب دیکھا گیا تو فتح موصلیؒ تھے جو اس طرح کا اشارہ کر رہے تھے۔ شیخ سریؒ کو رہا کر دیا گیا اور انہیں نہیں مارا گیا۔

سری السقطی نے فرمایا:

ہر گناہ جو شہوت کی وجہ سے ہوا امید کی جا سکتی ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے اور ہر وہ گناہ جو گھمنڈ اور تکبر کی وجہ سے ہوا اسکی مغفرت کی امید نہیں کی جا سکتی کیونکہ ابلیس کا گناہ کبر کی وجہ سے تھا اور آدم کی لغزش شہوت کیوجہ سے۔

طاقتور ترین طاقت یہ ہے کہ اپنے نفس پر غالب آیا جائے۔ جو شخص اپنے نفس کو حد ادب میں رکھنے سے عاجز ہے وہ دوسرے کو حد ادب میں رکھنے میں ہزار بار عاجز تر ہوگا لوگوں میں سب سے زیادہ فہیم وہ ہے جو قرآن کے اسرار کو سمجھے اور ان اسرار پر غور و فکر کرے۔

جو شخص نعمت کی قدر نہیں کرتا اس پر زوال نازل ہو جاتا ہے وہاں سے جہاں کی اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ حیا اور شفقت دل کے دروازے تک آ جاتے ہیں۔ اگر دل میں زہد و تقویٰ موجود ہو تو داخل ہو جاتے ہیں ورنہ لوٹ کے چلے جاتے ہیں۔ لوگوں میں سب سے زیادہ صابر وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ صبر کر سکے۔ کل امتوں کو انبیاء کے نام سے پکارا جائے گا اور دوستوں کو اللہ کے نام سے۔ عشق عارف کا برترین مقام ہے۔ عارف وہ ہے جس کا کھانا مریضوں کا سا ہو جس کا سونا سانپ کے کاٹے ہوؤں کا سا ہو اور جس کا آرام غرق ہوئے آدمیوں کا سا ہو۔ عارف آفتاب کی طرح کا ہے جو ساری دنیا پر چمکتا ہے۔ زمین کی مانند ہے جو تمام موجودات کا بوجھ اٹھاتا ہے پانی کی مثال ہے جس پر سارے دلوں کی زندگی کا دار و مدار ہے اور آگ کی مانند ہے جس سے سارا عالم روشن ہو جاتا ہے۔ گناہوں کو ترک کرنے کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔ دوزخ کا ڈر جنت کی رغبت اللہ سے شرم۔ بندہ تب تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک نہ اپنے خواہشات پر دین کو ترجیح دے۔ حسن خلق یہ ہے کہ لوگوں کو دکھ نہ دو اور لوگوں کے دکھ سہے بغیر کینہ و مکافات کے۔[1]

(۱) ملاحظہ ہو۔ نفحات الانس جامی ص ۵۳۔ تذکرۃ الاولیاء عطار ص ۲۴۵۔ طرائق الحقائق ص ۳۶ ج ۲۔

سید شریف جرجانیؒ :......میر سید علی ابن محمد جرجانی گرگان میں سال ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور سال ۸۱۶ھ میں شیراز میں وفات پائی۔ حکمت و عرفان اور ادبی علوم میں مہارت تامہ پائی تھی۔ مولانا سعدالدین تفتازانی نے سال ۷۷۹ھ میں شاہ شجاع مظفری کے قصر زرد میں آپ کا شاہ شجاع بادشاہ سے تعارف کرایا اور بادشاہ اسے اپنے ساتھ شیراز لے گئے اور وہاں مدرسہ دارالشفا میں تدریس کرنے پر مامور کیا۔ تیمور نے جب شیراز کو فتح کیا تو سید کو اپنے ساتھ سمرقند لے گیا۔ تیمور کی وفات کے بعد میر سید شریف جرجانی شیراز لوٹ آئے اور وہیں پر ۷۶ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ شیراز میں محلہ سروزک میں آپ کا مقبرہ زیارت گاہ ہے۔ سعدالدین تفتازانی کے ساتھ آپ کے علمی مباحث رہتے تھے۔ آپ نے کئی کتابیں اور رسالے لکھے جن میں الکبریٰ فی المنطق" رسالہ در مراتب وجود حاشیہ بر شرح مطالع و شرح مواقف عضدالدولہ ایجی مشہور ہیں۔

مولانا جلال الدین دوانی اور سید محمد نور بخش آپکے شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں خواجہ علاء الدین عطار نقشبندیؒ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ سید شریف جرجانی اکثر کہا کرتے تھے کہ جب تک مجھے شیخ زین الدین علی کلاہؒ کی صحبت نہ ملی رفض سے رہا نہ ہو پایا اور جب تک خواجہ علاء الدین عطارؒ کی صحبت نہ پائی خدا کو نہیں پہچانا[1]

شیخ ابو عثمان مغربیؒ :......آپکا نام سعید ابن سلام المغربی ہے۔ آپ ابوالحسین صائغ دینوری کے شاگرد تھے جو قیروان کے علاقے میں رہا کرتے تھے۔ مغربیؒ نے کئی سال تک مکہ معظمہ کی مجاورت کی اور وہاں اس وقت کے مشائخوں میں سے ایک شیخ یگانہ وقت تھے جن سے کچھ اختلافات پیدا ہو گئے۔ وہاں سے آپ نیشاپور آئے اور نیشاپور ہی میں سال ۳۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہاں آپ کو ابو عثمان حیریؒ اور ابو عثمان نصیبیؒ کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ ابو علی کاتبؒ حبیب مغربیؒ ابو عمرو زجاجیؒ سے صحبت رہی اور ابو یعقوب نہر جوریؒ کو بھی دیکھا تھا۔

ابو عثمان مغربیؒ نے بیان کیا ہے کہ تصوف میں میری آمد کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا اور ایک کتا۔ میں ایک جزیرے میں ہمیشہ شکار کیا کرتا تھا اور میرے پاس لکڑی کا ایک برتن تھا جس میں میں دودھ رکھتا تھا۔ ایک دن جب میں دودھ پینا چاہتا تھا تو کتے نے بہت بھونکنا شروع کیا اور مجھ پر گویا حملہ کرنے کو بڑھا اور مجھے دودھ پینے سے روک دیا۔ جب میں نے پھر دودھ پینے کا ارادہ کیا تو وہ پھر میری طرف حملہ آور ہوا۔ جب تیسری بار میں نے

(۱) طرائق الحقائق ج ۲ ص ۶۹۲

دودھ پینا چاہاتو اس نے برتن میں اپنا منہ ڈال دیا اور دودھ پی لیا۔ فوراً ہی اس کا جسم پھول گیا اور مر گیا۔ دراصل اس نے ایک سانپ کو اس برتن سے دودھ پیتے دیکھا تھا۔ اس نے اپنی جان مجھ پر قربان کر دی۔ یہ دیکھ کر میں نے توبہ کی اور تصوف کی راہ اختیار کر لی۔ ابو عثمان مغربیؒ نے فرمایا ہے:

جو کوئی سماع کا دعویٰ کرتا ہے اور پرندوں کی آواز میں، حیوانوں کی صدا میں اور ہوا کے شعور میں اسے سماع محسوس نہیں ہوتا تو ایسا شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ بندہ ذکر کے مقام پر ایک سمندر کی طرح ہو جاتا ہے جس سے ندیاں نکلتی ہیں جو حکم الٰہی سے ہر طرف پھیلتی ہیں اور اس پر سوائے حکم حق تعالیٰ کے اور کسی کا حکم نہیں چلتا اور وہ ساری کائنات کو دیکھتا ہے چنانچہ کائنات میں کوئی بھی چیز آسمان وزمین اور ملکوت سے اس پر چھپی نہیں رہتی حتیٰ کہ اگر کوئی چیونٹی ساری کائنات میں کہیں پر حرکت کرتی ہے تو یہ اسے بھی جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور توحید کی حقیقت یہیں پر ختم ہو جاتی ہے۔ اور ذکر سے اتنی شیرینی اور مٹھاس حاصل کرتا ہے کہ نیست ونابود ہونا چاہتا ہے اور ارادے سے موت چاہتا ہے کیونکہ اس حلاوت وشیرینی کو برداشت کرنے کی اس میں طاقت نہیں ہوتی۔ عارف علم کی روشنی سے روشن ہو جاتا ہے اس کے ذریعہ سے غیب کے عجائبات دیکھ پائے۔[1]

شیخ ابو العباس قصاب آملیؒ :......آپ کا نام احمد بن محمد بن عبدالکریمؒ ہے۔ آمل اور طبرستان کے شیخ تھے اور شیخ محمد ابن عبداللہ طبریؒ کے مرید اور شیخ طبریؒ خود شیخ محمد جریریؒ کے مرید تھے۔ شیخ ابو العباس قصاب آملیؒ بڑے صاحب فراست اور اپنے زمانے میں غوث اور قبلۂ خلایق تھے۔ جب تک حیات تھے تمام لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے مرشد بزرگوار تھے۔

شیخ ابو العباس قصابؒ کو حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ تذکرۃ الاولیا میں ''مقبول اللہ، کامل معرفت، عامل مملکت، قطب اصحاب، شیخ وقت، شیخ عالم، محترم مشائخ اور صدیق وقت'' کے خطابات سے یاد کرتے ہیں۔[2] آپ سے کہا گیا کہ شیخ سلمی نے مشائخ کے بارے میں طبقات لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا میرا نام ان میں لیا ہے؟ کہا گیا: نہیں لیا ہے۔ فرمایا: پھر اس نے کوئی کام نہیں کیا۔ آپ امی تھے لیکن آپ کا کلام اور نکتے عالی مرتبہ کے تھے۔ طبرستان کے مشائخ وائمہ میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو بغیر تعلم وتعلیم کے ایسا

(۱) نفحات الانس۔ تذکرۃ الاولیاء۔ طرائق الحقائق۔

(۲) تذکرۃ الاولیاء حصہ دوم ص ۱۵۵

بنا دیتا ہے کہ جب ہمیں اصول دین اور توحید کے دقیق نکتوں میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ ہے ابوالعباس قصاب"۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی شیخ ابوالعباسؒ کے پاس آیا اور ان سے کرامات کرنے کو کہا۔ شیخ ابوالعباسؒ نے کہا: دیکھ نہیں رہے ہو کہ ہوا کیا ہے؟ کیا یہ کرامات نہیں کہ ایک قصاب کا بیٹا ہے جس نے اپنے باپ سے قصابی سیکھی۔ اسی اثنا میں کوئی چیز اس کے مشاہدہ میں لائی گئی اور اس کو اس کی ذات سے چھین لیا گیا۔ بغداد پہنچایا گیا شبلیؒ کے پاس۔ اور بغداد سے مکہ چلا گیا اور مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے بیت المقدس اور حضرت خضر علیہ السلام سے اس کی ملاقات کروائی گئی اور شیخ احمد نصرؒ کے دل میں جگہ دلوائی گئی جنہوں نے قبول کرلیا اور ان سے صحبت رہی اور پھر یہاں واپس لایا گیا۔ ایک عالم کو اس کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ لوگ شراب خانوں سے اور ظلمتوں سے بیزار ہوکر آرہے ہیں اور توبہ کررہے ہیں اور نعمتوں کو قربان کرتے جارہے ہیں۔ اطراف عالم سے سوختگان عشق آرہے ہیں اور اس کی تلاش میں آرہے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا کرامات ہوسکتی ہے؟ اس شخص نے کہا: اے شیخ! مجھے تو کرامات چاہئے جسے میں دیکھ لوں۔ شیخ نے فرمایا: غور سے دیکھو کیا یہ اس کا کرم نہیں کہ بکریوں کو ذبح کرنے والے ایک شخص کا بیٹا بزرگوں کی مجلس میں جائے صدر پر بیٹھتا ہے۔ زمین میں دھنس نہیں جاتا' یہ دیوار اس پر گر نہیں جاتی' یہ گھر اس کے سر پر نہیں گر پڑتا اور ملک وملک کے بغیر ہی درجہ ولایت پر ہے' بغیر کسی ذریعہ وکسب کے روزی کھاتا ہے اور لوگوں کو بھی کھلاتا ہے۔ کیا یہ کرامات نہیں؟

شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ہی فرمانا ہے کہ ہم آمل میں تھے کہ مصر سے ایک آدمی آیا جس نے شیخ ابوالعباسؒ کے بارے میں سنا تھا۔ یہ شخص خدا سے نادان تھا اور مصر سے آمل میں اس لئے آیا تھا کہ صوفی گری کرے گا اور شیخ ابوالعباسؒ کو ان کی جگہ سے ہٹادے گا۔ جب داخل ہوا تو سلام نہیں کیا اور نعلین بھی پاؤں سے نہیں نکالی۔ طہارت کی جگہ پر گیا۔ اس پر ہاتھ منہ دھونے کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ ان کو اٹھا کر توڑنے لگا یہاں تک کہ ایک بھی برتن باقی نہیں رہا اور کہا کہ اپنے شیخ سے کہدو کہ برتن لے آئے۔ شیخ تک بات پہنچادی گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ اور برتن لے جاؤ۔ عرض کیا گیا جتنے بھی تھے وہ تو اس نے توڑ ڈالے۔ فرمایا کہ بازار سے لے آؤ۔ دیر سے برتن لائے گئے اور وہ غافل آدمی طہارت کی جگہ سے باہر آیا اور کہا کہ برتن ابھی تک کیوں نہیں لائے گئے؟ اگر برتن نہیں تو شیخ سے کہدو کہ یہاں آجائے اور اپنی داڑھی مجھے پکڑوائے تاکہ میں اسی سے استنجا کروں۔ شیخ نے جب یہ بات سنی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی لمبی سفید داڑھی کو ہاتھ میں رکھ کر چلنے لگے اور کہتے گئے کہ ایک قصاب کے بیٹے کی حالت اب یہاں تک پہنچی ہے کہ اس کی داڑھی استنجا کے لائق ہوگئی ہے۔ وہ غافل آدمی یہ سن کر ٹوٹ گیا اور شیخ کے

قدموں پر گر گیا اور کہا اے شیخ اب میں آپ کے ہاتھوں مسلمان ہو رہا ہوں!

ایک دن ایک چھوٹا بچہ اونٹ کی لگام کو تھامے ہوئے آمل کے بازار میں سے گذر رہا تھا۔ اونٹ پر بوجھ لدا تھا اور راہ میں چونکہ کیچڑ تھی اونٹ پھسل کر گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لوگوں نے اونٹ پر سے بوجھ اتار دینا چاہا کہ اتنے میں شیخؒ کا وہاں سے گذر ہوا انہوں نے بھیڑ دیکھ کر کہا کہ یہاں کیا ماجرا ہے؟ واقعہ سننے کے بعد آپ نے اونٹ کی لگام پکڑ لی اور آسمان کی طرف چہرہ بلند کرتے ہوئے فرمایا: اس اونٹ کی ٹانگ کو ٹھیک کر دے اور اگر ٹھیک نہیں کرتے تو پھر اس بچے کے رونے سے کیوں ایک قصاب کے بیٹے کے دل کو جلا ڈالا؟ فوراً ہی اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔

کہتے ہیں کہ شیخ ابوالعباسؒ بہت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک وقت نماز پڑھ رہے تھے تو ایک درویش سلائی کا کام کر رہا تھا اور کپڑے سیتا تھا اور بڑی توجہ و نمائش سے سیتا تھا۔ جب حضرت شیخؒ نماز کا سلام پھیرتے تھے تو دیکھتے تھے جو سلائی درویش نے ٹھیک نہیں سی لی ہوتی اسے وہ پھر سے کھول دیتا تھا۔ شیخ اسے کہتے یہی ہے تمہارا بت یہی ہے تمہارا بت!

شیخ ابوالعباس قصابؒ نے فرمایا:

آپ میں اور مجھ میں ایک چیز سے بڑھ کر فرق نہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ ہم کہتے ہیں جب کہ ہم وہ کہتے ہیں۔ ہم اس سے سنتے ہیں جب کہ آپ ہم سے سنتے ہیں۔ آپ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم اس کو دیکھتے ہیں ورنہ ہم بھی آپ ہی کی طرح کے لوگ ہیں۔ اگر مرید درویش کی بس ایک خدمت پر قائم رہے تو وہ اس کے لئے ایک سو اضافی نمازوں سے بہتر ہے اور اگر غذا کا ایک لقمہ کم کھائے تو وہ اس کے لئے ساری رات نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ مصطفیٰ (ﷺ) مرے نہیں ہیں بلکہ مصطفیٰ (ﷺ) کے دیدار کرنے کا جو حصہ تمہاری آنکھ میں ہے وہ بجھ چکا ہے۔ نیکوں کی صحبت اور بڑے بڑے بقعہ جات ایک بندہ کو اللہ کے نزدیک نہیں لے جاتے بلکہ جو بندہ اللہ کی خدائی کے قریب لے جائے اسی کی صحبت کو اختیار کر کیونکہ اس کی صحبت میں رہنے سے ظاہر اور باطن دونوں منور ہو جاتے ہیں۔ ابلیس اللہ کا مارا ہوا ہے جوانمردی یہ نہیں کہ خدا کے مارے ہوئے پر تم پتھر پھینکو۔ میں حضرت آدمؑ کیلئے مایہ فخر ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک! حضرت آدمؑ فخر کریں گے کہ یہ میری ذریت میں سے ہے اور حضرت پیغمبر ﷺ کی آنکھیں روشن ہوں گی کہ فرمائیں گے یہ میری اُمت میں سے ہے[1]۔

---

(۱) تذکرۃ الاولیا۔ نفحات الانس۔ طرائق الحقائق جلد ۲

شیخ ابو علی فارمدیؒ :......آپ کا نام فضل ابن محمدؒ تھا۔ خراسان کے شیخ الشیوخ اور اپنے عہد کے یگانہ روزگار تھے۔ اپنے مخصوص طریقت میں یکتا تھے اور ذکر و موعظت میں امام استاد ابوالقاسم قشیریؒ کے شاگرد۔ تصوف میں آپ دو اطراف میں منسوب ہیں ایک شیخ بزرگوار ابوالقاسم گرگانی طوسیؒ سے اور دوسرے پیشوائی مشائخ اور قطب زمان حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے۔

شیخ ابو علی فارمدیؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائی جوانی میں میں نیشاپور میں طلب علم میں مشغول تھا۔ میں نے سنا کہ حضرت شیخ ابو سعید بن ابوالخیرؒ مہنہ سے تشریف لائے ہیں اور ایک مجلس منعقد کرنے والے ہیں۔ میں بھی ان کے دیدار کرنے کے لئے گیا۔ جب ان کے حسن پر میری نگاہ پڑی تو میں ان کا عاشق ہو گیا اور اس طائفہ کی محبت کا میرے دل میں اضافہ ہوا۔ ایک روز جب کہ میں مدرسہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا تھا تو میرے دل میں حضرت شیخ کے دیدار کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ابھی شیخ کے باہر آنے میں وقت تھا اس لئے میں نے چاہا کہ کچھ دیر ٹھہروں لیکن ٹھہر نہ سکا۔ میں اٹھا اور باہر چلا گیا۔ جب میں چوراہے پر پہنچا تو میں نے شیخ کو ایک بہت بڑی اور بھاری بھیڑ کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا بیخودی کی حالت میں۔ حضرت شیخ ایک جگہ پر داخل ہوئے اور لوگ بھی۔ میں بھی اندر گیا اور ایک کونے میں بیٹھا رہا یوں کہ حضرت شیخ نے مجھے نہیں دیکھا۔ جب سماع میں مشغول ہوئے تو حضرت شیخ پر وقت خوش گذرتا رہا اور ان پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور انہوں نے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع سے فراغت ہوئی تو حضرت شیخؒ نے کپڑے نکال دیئے اور ان کے سامنے ان کپڑوں کو چاک چاک کر دیا گیا۔ حضرت شیخ نے ایک آستین اور کرتے کی کلی دونوں کو الگ رکھ لیا اور پکار کر کہا: اے ابو علی طوسی کہاں ہو؟ میں نے جواب نہیں دیا۔ سوچا کہ نہ مجھے جانتے ہیں اور نہ ہی مجھے دیکھ رہے ہیں۔ شاید مریدوں میں سے کسی اور کا نام ابو علی طوسی ہوگا۔ حضرت شیخ نے پھر آواز دی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری بار جو پکارا تو حاضرین نے مجھ سے کہا کہ حضرت شیخ تجھے بلا رہے ہیں۔ میں اٹھا اور ان کے سامنے حاضر ہوا۔ آپ نے آستین اور کرتے کی کلی مجھے دی اور فرمایا تو میرے لئے کپڑے میں آستین اور کرتے کی کلی کی مانند ہے۔ میں نے یہ دونوں چیزیں لے لیں۔ احترام بجا لایا اور ان چیزوں کو عزیز ترین جگہ پر رکھ دیا۔ میں حضرت شیخ کی خدمت میں متواتر آتا جاتا رہا اور ان کی خدمت میں مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے اور روشنی پائی اور مجھ پر کیفیتیں طاری ہوتی رہیں۔ جب حضرت شیخ نیشاپور سے چلے گئے تو میں استاد ابوالقاسم قشیریؒ کے پاس گیا اور جو بھی حال مجھ پر غالب آ جاتا میں ان سے بیان کرتا۔ انہوں نے کہا: فرزند! چلے جاؤ اور علم سیکھنے میں مشغول رہو۔ وہ روشنی دن بدن بڑھتی گئی اور تین سال تک میں نے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ ایک دن جب میں نے دوات میں سے قلم باہر نکالا تو وہ سفید

تھا۔ میں اٹھا اور امام صاحبؒ کے پاس گیا اور یہ کیفیت ان سے بیان کی۔ استاد امامؒ نے کہا اب جب کہ علم نے اپنے ہاتھ تجھ سے روک دیئے ہیں تم بھی اس سے اپنے ہاتھ روک دو۔ اب کام میں مشغول رہو اور معاملہ میں منہمک۔ چنانچہ میں اٹھ کے چلا گیا اور مدرسے سے خانقاہ میں آ گیا اور استاد امامؒ کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن استاد امامؒ اکیلے حمام کو گئے تھے۔ میں بھی حمام میں پہنچا اور حمام میں چند ڈول پانی کے ڈال دیئے۔ جب استاد باہر آ گئے اور نماز پڑھی تو کہا کہ یہ حمام میں کس نے پانی ڈالا؟ میں نے خیال کیا میں نے بڑی نادانی کی اس لئے چپ رہا۔ دوسری بار بھی پوچھا۔ میں خاموش رہا۔ جب تیسری بار کہا تو میں نے کہا کہ استاد یہ میں تھا۔ استاد نے فرمایا: ارے ابوعلی! ستر سال کے عرصے میں جو ابوالقاسم پا نہ سکا وہ تجھے پانی کے ایک ڈول میں مل گیا۔ اس کے بعد میں امام کے پاس مجاہدہ کے لئے بیٹھ گیا۔ ایک روز ایسی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی کہ اس کیفیت میں میں گم ہو گیا۔ یہ واقعات میں نے امام کو سنائے۔ انہوں نے فرمایا: اے ابوعلی! میری دوڑ اب اس سے آگے نہیں۔ اس سے آگے کا جو راستہ ہے وہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے سوچا کہ مجھے اب ایک مرشد چاہئے جو اس مقام سے آگے مجھے لے جائے۔ یہ کیفیات اب بڑھتی رہیں۔ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ کا نام سنا تھا۔ میں طوس کی طرف روانہ ہوا۔ ان کی جگہ سے میں ناواقف تھا اور جب میں شہر میں پہنچا تو ان کی جگہ کے بارے میں میں نے پوچھ لیا۔ مجھے پتہ بتلایا گیا اور چل پڑا۔ وہ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ میں نے شکرانے کی دو رکعت نماز پڑھی اور ان کی خدمت میں آ گیا۔ اس وقت وہ سر جھکائے ہوئے تھے۔ میرے بیٹھتے ہی سر اٹھایا اور فرمایا: آؤ آؤ ابوعلی! بولو کیا کہنا ہے؟ میں نے سلام عرض کیا۔ ٹھیک سے بیٹھا اور وہ سارے واقعات بیان کئے۔ شیخ ابوالقاسم نے فرمایا: "ہاں! تیری ابتدا تجھے مبارک ہو! لیکن ابھی تم کسی مقام پر نہیں پہنچے ہو۔ البتہ اگر تربیت پاؤ گے تو ایک بڑے مقام کو پاؤ گے"۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ میرا پیر تو یہی ہے۔ میں ان کے پاس ٹھہرا اور ایک مدت دراز تک ان کے فرمانے کے مطابق مختلف قسم کی جو ریاضتیں اور مجاہدتیں میں نے انجام دیں ان کو دیکھ کر آپ نے مجھے قبول فرمایا اور مجلس منعقد کی جس میں آپ نے مجھے اپنا فرزند بنا لیا۔ نیز خواجہ ابوعلی فارمدیؒ نے فرمایا کہ شیخ ابوالقاسمؒ کی مجلس منعقد ہونے سے پہلے حضرت شیخ ابوسعیدؒ مہنہ سے طوس میں آئے تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: اے ابوعلی! جلدی ہی تجھے ایک طوطی کی طرح سخن گو بنا دیا جائے گا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد شیخ ابوالقاسمؒ نے مجلس کا انعقاد کیا اور مجھے وسعتِ کلام حاصل ہوا۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے مرشد شیخ ابوعلی فارمدیؒ تھے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ باوجود اس کے کہ میں اکثر و بیشتر علوم کا عالم تھا لیکن جب تک میں نے جناب شیخ ابوعلی فارمدیؒ اور دوسرے اہل حال حضرات کی خدمت میں

رجوع نہیں کیا دقیق و تنگ باتوں اور نکتوں کا حل میسر نہ ہوا[1]

شیخ ابو علی رودباریؒ :......آپ کا نام احمدؒ بن القاسم بن المنصور تھا۔ رئیس زادوں اور وزیر زادگان میں سے تھے چنانچہ آپ کا نسب کسریٰ پادشاہ ایران تک پہنچتا ہے۔ حقایق شریعت کے عالم، طریقت و حقیقت کے عارف، راہ نجات کے دانا، اور کوچۂ امیدواری میں طالبوں کو پہنچانے والے شیخ المشائخ تھے۔ آپ رودبار[2] کے رہنے والے تھے اور نشو و نما بغداد میں ہوئی۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے مولف محمد باقر ابن زین العابدین موسوی خوانساری نے رسالہ قشیریہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ شیخ ابو علی رودباریؒ بغداد سے مصر گئے اور وہیں پر سال ۳۲۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ علی رودباریؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ جامع مسجد میں گفتگو فرما رہے تھے۔ شیخ کا جنیدؒ کی مجلس سے گزر ہوا۔ حضرت جنیدؒ کسی سے کہہ رہے تھے "ارے فلانی! بات سنو"۔ ابو علی کو خیال ہوا کہ شاید مجھ سے مخاطب ہیں اس لئے ٹھہر گئے اور ان کی بات سن لی۔ حضرت جنیدؒ کے کلام سے بہت متاثر ہوئے اور ان کا کلام ان کے دل میں نقش پذیر ہوا۔ جو کچھ بھی دل میں تھا اسے ترک کر دیا اور تصوف کی راہ اختیار کی۔

ابو علی کاتبؒ جب بھی شیخ علی رودباریؒ کا نام لیتے تو کہتے: "سیّدی یعنی میرا سید! میرا پیشوا"۔ شاگردوں کو رشک ہو جاتا اور وہ پوچھتے کہ کیا بات ہے آپ ان کو سیّدی کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہاں! وہ شریعت سے طریقت کی طرف گئے اور ہم حقیقت سے شریعت کی طرف آ گئے ہیں۔

شیخ ابو علی رودباریؒ ادب میں تغلب کے شاگرد تھے، حدیث میں ابراہیم الحربی کے، فقہ میں ابوالعباس ابن سریج کے اور توحید کے معارف و نکات میں حضرت جنیدؒ کے۔ خود آپ کے شاگرد شیخ ابو علی کاتبؒ اور شیخ ابوالقاسمؒ نصر آبادی تھے۔ آپ عبداللہ ابن عطاء رودباری کے خالو تھے۔

مولانا جامیؒ نے نفحات میں ابوبکر دقیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ شیخ ابو عبداللہ رودباریؒ کو دریا کے کنارے پر وسوسہ سا ہوا۔ طہارت کر رہے تھے، ہوا آ رہی تھی اور آپکے ہاتھ پاؤں پھٹ رہے تھے اور ان سے خون نکل رہا تھا۔

---

(۱) نفحات الانس ص ۲۶۸۔ طرائق الحقایق ص ۵۵۴، ۵۷ جلد ۲

(۲) رودبار جنوب گیلان (ایران) میں واقع ہے۔ یہاں کا زیتون اور صابن بہت مشہور ہے۔ شہر کا مرکز بھی رودبار کہلاتا ہے جو قزوین سے رشت جانے والی پختہ سڑک پر واقع اور تقریبا تیس ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل ہے۔ گلستان میں سعدیؒ نے اس بیت میں اسی رودبار کا ذکر کیا ہے۔ یکی دیدم در عرصۂ رودبار۔ کہ پیش آمدم بر پلنگی سوار۔ طہران میں اور کرمان و اصفہان میں بھی بعض جگہیں رودبار کے نام سے موجود ہیں۔

آپ حیران ہو گئے اور کہا: الٰہی! میرے حق میں بھلا کر۔ آواز آئی تمہاری بھلائی علم میں ہے یعنی تمہاری عافیت علم شریعت میں ہے اور تمہارے ہاتھ پاؤں پھٹ جانے کی مصیبت اس وسوسہ کی وجہ سے ہے جو شریعت میں نہیں ہے۔

شیخ رودباریؒ نے بہت سارے مشائخ سے ملاقات اور صحبت کی ہے چنانچہ بغداد میں ابوالحسین نوریؒ اور ابوحمزہ خراسانیؒ اور مسوحیؒ اور شام میں ابوعبداللہ الجلاؒ سے بھی ملے ہیں۔

تذکرۃ الاولیا میں حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ شیخ علی رودباریؒ کاملان طریقت اور اہل فتوت میں سے تھے۔ ظریف ترین بزرگوں اور علم حقیقت میں اپنے زمانے کے عالم ترین لوگوں میں سے تھے۔ ریاضت و کرامت اور تصوف و فراست میں ممتاز تھے۔ بغداد کے تمام لوگ انتہائی انکساری میں آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ بھی آپ کی فضیلت کے قائل تھے۔ ہر طرح سے نیک آدمی تھے اور ربانی حقیقتوں کے بیان میں فصیح اللسان تھے۔ مصر میں قیام فرمایا تھا۔

نفحات میں مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ ایک بار آپ حمام گئے۔ جامہ خانہ میں آپ نے ایک لباس پڑا دیکھا تو سوچا کہ درویشوں میں سے بھلا یہاں حمام میں کون آیا ہے۔ جب اندر گئے تو ایک درویش کو دیکھا جو خدمت کے لئے ایک بے ریش جوان کے حق میں کھڑا ہے جو حجام کے سامنے بیٹھا تھا ابوعلیؒ نے کچھ نہ کہا۔ جب وہ بے ریش جوان کھڑا ہوا تو درویش نے اس کے سر پر پانی ڈال دیا اور اس کی اچھی طرح سے خدمت کی۔ اور جب اس نے نہایا تو درویش اس کے خشک کپڑے لے آیا اور جوان باہر آیا۔ درویش بھی اس کے پیچھے باہر آیا اور ابوعلیؒ بھی تماشا دیکھنے کیلئے ٹھیرے۔ اس درویش نے جوان کے آگے اس کا لباس رکھ دیا' عطر گلاب اس پر چھڑکا' عود جلایا اور پنکھا ہاتھ میں اٹھا کر جھلانے لگا اور اس کے آگے آئینہ بھی رکھا۔ اور جو بھی درویش کے بس میں تھا وہ کیا لیکن جوان اس کی طرف ایک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ جوان کھڑا ہو گیا اور باہر جانے لگا۔ درویش کا صبر ٹوٹ گیا اور کہا: لڑکے! مجھے کیا کرنا چاہئے کہ تم میری طرف دیکھ لوگے۔ اس نے کہا: تم مر جاؤ تاکہ نجات پا سکو اور میں تمہاری طرف دیکھ لوں۔ درویش گر پڑا اور مر گیا اور وہ جوان چلا گیا۔ ابوعلیؒ نے فرمایا کہ پھر اس درویش کو خانقاہ میں لے گئے اور وہاں اس کی تجہیز و تکفین ہوئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

اسکے بہت عرصہ بعد شیخ ابوعلیؒ حج کو گئے۔ وہاں آپ نے اسی جوان کو صحرا میں کھردرے لباس میں دیکھا۔ ابوعلیؒ نے اس کو غور سے دیکھا اور کہا: ''تم وہی جوان ہو جس نے اس درویش کو کہا کہ مر جاؤ تاکہ میں تمہاری طرف دیکھوں''؟ اس نے کہا: ''میں وہی ہوں اے شیخ! اور وہ مجھ سے ایک خطا سرزد ہوئی''۔ شیخ نے کہا: ''یہاں کیسے آئے ہو؟'' جوان نے کہا: ''میں نے اس دن سے اب یہ شغل اختیار کیا ہے اس رات میں نے درویش کو خواب میں دیکھا

اور مجھ سے کہا کہ میں مر بھی گیا لیکن تم نے ایک نظر اٹھا کر بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ اب تو ایک بار میری طرف دیکھ۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور توبہ کی اور اس کی قبر پر گیا اور بال کاٹ لئے اور یہ گدڑی پہن لی اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا ہر سال مکہ جاؤں گا اس کے نام پر لبیک کہوں گا اور حج کروں گا اور اس کی مٹی پر جا کر اپنے قول و فعل کی کفارت اس کے سپرد کر دوں گا''۔

ابوعلی رُودباریؒ کا جب وقت وفات تھا تو ان کی ہمشیرہ فاطمہ عارفہؒ نے فرمایا کہ شیخ کا سر میری گود میں تھا اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ آسمان کے دروازں کو کھول دیا گیا ہے' جنت کو آراستہ کیا گیا ہے اور مجھے دکھایا جا رہا ہے اور فرشتے مجھ سے کہہ رہے ہیں''اے ابوعلی! ہم تجھے ایک ایسی جگہ پر پہنچا چکے ہیں جس کا خیال تک تمہارے دل میں نہیں گذرا ہے۔ حوریں نچھاور کر رہی ہیں اور اظہار شوق کر رہی ہیں۔

شیخ ابوعلی رودباریؒ نے فرمایا:

صوفی وہ ہے جو صفا کے لئے صوف پہنے' نفس کو طعمہ ء جفا کھلائے' دنیا کو اپنے پیچھے کی طرف چھوڑ دے اور سلوک کو حضرت رسولؐ کے طریق پر اختیار کرے۔ صوفی اگر پانچ دنوں تک فاقہ رہنے کے بعد فریاد کرنے لگے تو اسے بازار میں بھیج دیجئے اور کوئی کار کسب کرنے کو کہئے۔ تصوف کے معنی ہیں فراق کی مصیبت کے بعد قرب کی عظمت۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر معجزات و براہین کو ظاہر کرنا فرض کیا ہے اسی طرح اس نے اولیاء پر احوال و مقامات کو چھپا دینے کو فرض کیا ہے تا کہ اغیار کی نظر ان پر نہ پڑے اور کوئی نہ ان کو نہ دیکھے اور نہ جانے۔ آفت تین بیماریوں سے پیدا ہوتی ہے' طبیعت کی بیماری سے' عادت کے ساتھ چپکے رہنے کی بیماری سے اور فسادِ صحبت کی بیماری سے۔ طبیعت کی بیماری یعنی حرام خوری' عادت کے ساتھ چپکے رہنا یعنی حرام کی طرف دیکھنا اور غیبت سننا' اور فسادِ صحبت یعنی نفس کی ہر خواہش کی پیروی کرنا۔ سماع سے میں راضی ہوں کیونکہ سماع سے میں سراسر نجات پاتا ہوں۔ سماع میں وجد کے معنی ہیں محبوب کے مشاہدے سے اسرار کا کشف ہو جانا[1]۔

شیخ ابو القاسم گرگانیؒ :......آپ کا نام علی ہے۔ اپنے زمانے کے بے نظیر اور بے مثال مشائخ سے تھے۔ تین واسطوں سے آپ کی نسبت یعنی ابو عثمان مغربیؒ اور شیخ ابوعلی کاتبؒ اور شیخ علی رودباریؒ کے واسطوں سے سید الطایفہ حضرت جنید بغدادیؒ تک پہنچتی ہے۔ بڑی قوی حالت کے مالک تھے چنانچہ کبھی آپ کی درگاہ پر حاضر ہوتے تھے۔ مریدوں کے حق میں ایک روشن آیت تھے۔

(۱) طرایق الحقایق ج ۲ ص ۵۲۷۔ نفحات الانس ص ۲۲۰۔ تذکرۃ الاولیاء معارج ۲ ص ۲۳۹۔ ۲۴۰۔

حضرت داتا گنج بخش علی ھجویریؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ ایک بار مجھ پر ایک واقعہ گذرا جس کو حل کرنا میرے لئے دشوار ہوا۔ میں شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے ملنے کا ارادہ کیا۔ ایک مسجد میں ان کو پایا اور دروازے پر تنہا بیٹھے تھے اور عینا میرا واقعہ ایک ستون کو سنا رہے تھے۔ بلا پوچھے میں نے اپنا جواب پالیا۔ میں نے کہا: ''ای شیخ! یہ تو میرا واقعہ ہے''۔ فرمایا: ''فرزند! اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی اس ستون کو مجھ سے کلام کروایا اور مجھ سے یہ سوال پوچھا''۔

ایک دن شیخ ابوسعیدؒ اور شیخ ابوالقاسمؒ طوس میں ایک ہی تخت پر اکٹھے بیٹھے تھے اور درویشوں کی ایک جماعت ان کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک درویش کے دل سے یہ خیال گذرا کہ آخر ان دو بزرگوں کا درجہ کیا ہے؟ شیخ ابوسعیدؒ نے اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس کسی کو ایک ہی وقت میں دو بادشاہوں کو اکٹھے ایک ہی تخت پر دیکھنا ہو وہ دیکھ لے۔ اس درویش نے جب سنا تو ان دونوں بزرگوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے حجاب ہٹا دیا اور حضرت شیخ کے کلام کی سچائی اس کے دل پر کشف ہوئی اور اس نے ان حضرات کی بزرگواری کا مشاہدہ کرلیا۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ بات گذری کہ ان دو حضرات سے بھی بڑھ کر کیا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا اس وقت روی زمین پر موجود ہے؟ شیخ ابوسعیدؒ نے اس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ایک چھوٹا سا ملک ہے جہاں ہر روز ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستر ہزار آتے جاتے ہیں۔

صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ میں نے شیخ المشائخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ سرہ سے پوچھا کہ کم سے کم چیز ایک درویش میں کیا ہونی چاہئے جس سے وہ فقیر کہے جانے کا لائق اور سزاوار بن سکے؟ فرمایا: تین چیزیں اور ان تین چیزوں سے کم نہیں ہونی چاہئے ایک یہ کہ پھٹی ہوئی چیز کو ٹھیک طرح سے سینا جانتا ہو دوسرے یہ کہ ٹھیک اور صحیح بات کا کہنا سننا جانتا ہو اور تیسرے یہ کہ ٹھیک طرح سے زمین پر چلنا جانتا ہو[1]

شیخ ابو علی الکاتبؒ:......آپ مصر کے مشائخ میں سے تھے۔ ابوبکر مصریؒ اور ابوعلی رودباریؒ سے صحبت تھی اور ابوعلی مشتولیؒ کے مرشد تھے۔ ابوعثمان مغربیؒ آپکی بزرگی کے قائل تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے چنانچہ وہ آپ کو مہ (چاند) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ شیخ ابوعلی الکاتبؒ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھتا اور انؐ سے پوچھ لیتا تھا۔

حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعلی کاتبؒ کا مصر میں ایک مرید تھا جسے وہ کوئی چیز دیا کرتے تھے۔ مرید مر گیا۔ شیخ اس کی قبر پر گئے اور فرمایا: خداوندا! تیرے اور میرے درمیان یہ واسطہ تھا۔ اس کا شرک مٹ

(۱) طرایق الحقایق ج ۲ ص ۱۵۱-۵۵۱، نفحات الانس ص ۳۰۷

گیا اور میری توحید درست ہوگئی۔ اس کے مرجانے سے تمہاری توحید میرے حق میں درست ہوجانے کی تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ نیکی کرنا۔

شیخ احمد غزالی (۱):...... آپ حضرت ابو حامد محمد غزالی حجۃ الاسلامؒ کے بڑے بھائی تھے۔ نفحات الانس میں ہے کہ آپ ابو بکر نساجؒ کے اصحاب میں سے ہیں اور معتبر تصنیفات و تالیفات اور بے نظیر رسائل کے مولف و مصنف۔ ان میں ایک رسالہ ہے سوانح جس کی بنیاد پر شیخ فخر الدین عراقی نے اپنا رسالہ لمعات لکھا تھا۔ لمعات میں عراقی نے سوانح کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت شیخ احمد غزالیؒ نے فرمایا کہ معشوق اپنی ہر حالت میں معشوق ہی ہے اس لئے اس کی صفت استغنا ہے اور عاشق اپنے ہر حال میں عاشق ہے اس لئے محتاجی اس کی صفت ہے۔ عاشق کو ہمیشہ معشوق چاہئے اس لئے محتاجی ہمیشہ اس کی صفت ہے۔ معشوق کو کچھ نہیں چاہئے کیونکہ وہ سب کچھ رکھتا ہے اس لئے لازماً اس کی صفت استغنا ہے۔

ایک دن آپ سے آپ کے بھائی حجۃ الاسلامؒ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کہاں ہیں۔ کہا کہ وہ خون میں ہے۔ پوچھنے والے نے ان کو ڈھونڈا اور ان کو مسجد میں پایا۔ شیخ احمد غزالیؒ کی بات سے اس شخص کو تعجب ہوا اور حجۃ الاسلام کو قصہ سنایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہی تو کہا۔ میں مستحاضہ (عورت کا معمول سے زیادہ حیض کا خون خارج ہونا) کے مسئلوں میں سے ایک مسئلہ پر سوچ رہا ہوں اور میرا وجود گویا اس وقت غرق خون ہے۔ میرے بھائی نے نور ولایت سے میری حالت کا مشاہدہ کیا اور آپ کو مطلع کیا۔

صوفیاء میں سے ایک صوفی بزرگ قزوین سے طوس آگئے اور حجۃ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ان کے برادر شیخ احمد غزالیؒ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کس حال میں ہیں؟ حضرت امام غزالیؒ نے ان کو بتا دیا۔ اس کے بعد صوفی بزرگ نے کہا کہ کیا ان کے کلام میں سے کوئی چیز آپ کے پاس ہے؟ امامؒ کے پاس ایک رسالہ تھا اسے لے آئے۔ انہوں نے اس پر غور کیا اور کہا: سبحان اللہ! جو ہم ڈھونڈتے تھے اسے احمد پا چکے ہیں۔

مرض الموت میں تھے کہ آپ کی سواری کے جانور کھل گئے اور بھاگ کر نکل گئے۔ اس کا ذکر آپ سے کیا گیا یا فراست سے خود جان گئے۔ فرمایا کہ اب جو ہم ان سواریوں سے اتر چکے کوئی بھی سوار ہوجائے۔

مولانا حسین ابن حسن نے جواہر الاسرار نامی کتاب میں لکھا ہے کہ امام محمد غزالیؒ کو طلب عشق اور اللہ کی معرفت اور راہ سلوک کی رہنمائی دراصل اپنے برادر شیخ احمد غزالیؒ سے ملی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دن امام محمد غزالیؒ نے

---

(۱) طرائق الحقائق جلد ۲ ص ۵۳۴۔ نفحات الانس ص ۴۰۳۔

شیخ احمد غزالیؒ سے عتاب کرتے ہوئے کہا کہ مختلف طرح کے لوگ دور دراز علاقوں سے اس شہر میں آتے ہیں تاکہ مجھ دعا گو کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیں اور اسے ایک دینی سعادت اور ذخیرۂ آخرت سمجھیں اور تم میرے بھائی، میرے قریب کے اور ساتھ رہنے والے ہونے کے باوجود میرے پیچھے ایک بھی نماز نہیں پڑھتے ہو اور نہ میری اقتدا کرنے پر مائل دکھائی دیتے ہو اور اس طرح کا رویہ اسرار حقیقت کے طالبوں سے حیران کن اور عجیب سا لگتا ہے۔ اور طریقت کا راستہ طے کرنے والوں سے یہ انحراف انتہائی برا محسوس ہوتا ہے۔ جناب شیخ احمد غزالیؒ نے جواب میں فرمایا: اگر آپ امامت کے لئے کھڑے ہو جائیں اور نماز ختم ہونے تک بذل و ایثار کا مظاہرہ کریں گے تو میں آپکی متابعت سے منہ نہیں موڑوں گا اور آپ کی اقتدا سے باز نہیں رہوں گا۔ امام محمد غزالیؒ نے اپنے بھائی صاحب کو ٹھہرا کے رکھا جب تک ظہر کی نماز کا وقت ہوا اور نماز جماعت شروع کی۔ حضرت شیخ احمد غزالیؒ نے اقتدا کی اور نماز کے درمیان میں ہی صف سے باہر نکل گئے اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ الگ نماز باندھی۔ جب حضرت امام محمد غزالیؒ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے احمد غزالیؒ پر عتاب فرمایا۔ حضرت شیخ احمد غزالیؒ نے جواب میں فرمایا: ہم نے تو اپنی شرط کے مطابق عمل کیا۔ جب تک آپ نماز میں تھے ہم نے آپ کی اقتدا کی۔ جب آپ امامت سے نکل کر اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے تشریف لے گئے تو ہم امام کے بغیر کیسے نماز پڑھ سکتے تھے۔ یہ سن کر حضرت امام محمد غزالیؒ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا: سبحان اللہ! حضرت پروردگار عالم کی ایک جماعت ایسی ہے جو دلوں کے جاسوس ہیں، غیبی اسرار پر آگاہ ہیں، اور دلوں کے اندر رکھی ہوئی امانتیں ان پر روشن ہیں اور چھپے ہوئے راز ان کی نظر بصیرت پر واضح ہیں۔ میرا بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ نماز کے دوران میرے دل میں خیال گذرا کہ اس گھوڑے کو پانی نہیں پلایا گیا ہے اور میرا یہ خیال میرے بھائی کے دل کے آئینے میں نقش ہو کر سامنے آگیا اس لئے نماز توڑ دی اور میری اقتدا سے باہر چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت امام محمد غزالیؒ نے راہ سلوک اختیار کیا۔

نیز اسی کتاب میں درج ہے کہ ایک دن امام ابو حامد محمد غزالیؒ نے اپنے بھائی شیخ احمد غزالیؒ سے کہا: اگر شریعت کی راہ میں اس سے زیادہ کوشش کرتے تو اچھے درویش بن جاتے۔ شیخ احمد غزالیؒ نے کہا: آپ بھی ایک اچھے دانش مند بن جاتے اگر حقیقت کی معرفت کی راہ میں اس سے زیادہ سعی سے کام لیتے۔ امام محمد غزالیؒ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ میدان حقیقت کے شہسواروں پر مجھے سبقت حاصل ہے۔ شیخ احمد غزالیؒ نے کہا: خیال اور گمان کی چیز اسرار حقیقت کے بازار میں چلتی نہیں۔ امام محمد غزالیؒ نے فرمایا: اس کا فیصلہ کرنے کیلئے ثالث چاہئے۔ شیخ احمد غزالیؒ نے کہا: ثالث تو دین کے پیشوا جناب حضرت رسول اکرمؐ ہی ہو سکتے ہیں۔ حضرت امام محمد غزالی

نے فرمایا: ہم ان (ﷺ) کے دیدار کیسے کریں اور ان کا کلام مبارک کیسے سن سکیں گے؟ شیخ احمد غزالیؒ نے کہا: اس آدمی نے حقیقت معرفت الٰہی میں سے کچھ نہیں پایا جو جب چاہے رسول اکرمؐ سے ملاقات نہ کرے اور انؐ سے حقایق کے اسرار نہ سنے۔ یہ بات سن کر حضرت امام محمد غزالیؒ کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی اور اسرار غیرت سے ان کا قلب جلنے لگا۔ غرض حضرت رسول اکرم ﷺ کو فیصل بنا دیا گیا۔ جب رات ہوئی دونوں میں سے ہر ایک بھائی اپنے خلوت خانوں میں عبادت و ریاضت اور توجہ کیلئے چلے گئے۔ امام محمد غزالیؒ گریہ وزاری کرنے لگے اور نالہ و فریاد کرتے کرتے بیقرار ہو گئے اور شرم و خجالت اور عتاب کے خیال سے حضرت رسول اکرم ﷺ کے دامان مبارک کو پکڑنے کی عجز و انکساری کرتے رہے۔ اچانک امام محمد غزالیؒ کی آنکھیں حرارت آمیز ہوئیں اور دیکھا کہ حضرت خواجہ کائنات ﷺ اپنے ایک یارؓ صدیق اکبر حضرت ابو بکرؓ کیساتھ امام موصوف کے حجرہ میں داخل ہوئے اور ان کو معرفت حقیقت کی سعادت پانے کی بشارت عطا فرمائی۔ رسول کریم ﷺ کے رفیقؓ کے ہاتھ میں ڈھکا ہوا ایک طبق تھا۔ اس طبق کے ایک طرف کو کھول کر چند کھجوریں امام محمد غزالیؒ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ امامؒ اپنے حال میں آ گئے۔ دوسرے خوابوں کے برعکس امام محمد غزالیؒ نے کھجوریں اپنے ہاتھ میں موجود دیکھیں۔ کھڑے ہو گئے اور ہزاروں خوشیوں اور فرحتوں کے ساتھ اپنے بھائی کے حجرے کی طرف دوڑ پڑے اور ان کے حجرے کا دروازہ زور سے کھٹکھٹانے لگے۔ شیخ احمد غزالیؒ نے اندر سے آواز دے کر فرمایا: دو تین کھجوروں پر اس قدر اترانا ضروری نہیں۔ امام محمد غزالیؒ کو خیال ہوا تھا کہ اس کا بھائی اس رؤیا کی تصدیق نہیں کرے گا لیکن جب ان سے یہ بات سنی تو بہت حیران ہوئے۔ جب دروازہ کھول دیا گیا تو اندر چلے گئے اور بھائی سے پوچھا کہ تجھے کیسے پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی تشریف فرمائی کی سعادت مجھے عطا کی؟ انہوں نے کہا: حضرت خواجہ کونین ﷺ نے از راہ بندہ نوازی اور اپنے فضل و کرم سے جب تک مجھ حقیر نے سات بار اجازت نہ لی تب تک یہ چند کھجوریں آپ کو نہیں دی گئیں اور اگر آپ میری اس بات کی تصدیق چاہتے ہیں تو اٹھیے اور اس طاقچہ سے طبق اٹھا لیجیے۔ امام محمد غزالیؒ اٹھے تو دیکھا کہ وہی طبق ہے جو رسول اکرمؐ کے رفیق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ میں تھا اور اوپر ڈھکنا بھی وہی تھا۔ ایک کونے سے چند کھجوریں کم ہیں اور باقی اپنی جگہ پر موجود۔ امام محمد غزالیؒ جان گئے کہ یہ سعادت دیدار رسولؐ بھی شیخ احمد غزالیؒ کی ہی ہمت کی برکت سے تھی۔ اس کے بعد آپ نے راہ سلوک میں قدم رکھا اور اسرار حقیقت کے کشف و شہود میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ اصحاب طریقت کے مقتدیٰ اور ارباب حقیقت کے پیشوا بن گئے اور اپنے بھائی حضرت شیخ احمد غزالیؒ کے کمالات کا اعتراف کر لیا اور اپنے آپ کو ان کے حضور میں استاد کے سامنے ایک بچے کی طرح پایا۔

حضرت شیخ احمد غزالیؒ نے سال ۵۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر شریف قزوین (ایران) میں ہے۔[1]

شیخ ابو اسحٰق شامیؒ: ......آپ سے جو سلسلہ چلا وہ یوں ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے فیض پہنچا ہے حضرت ابراہیم ابن ادھمؒ کو ان سے شیخ حذیفہ مرعشیؒ کو ان سے شیخ ہبیرہ بصریؒ کو ان سے شیخ علوی دینوریؒ کو ان سے شیخ اسحٰق شامیؒ کو اور ان سے خواجہ احمد ابدال چشتیؒ کو جن سے سلسلۂ چشتیہ منسوب ہے۔

نفحات الانس میں مذکور ہے کہ شیخ الشیوخ ابو اسحٰق شامیؒ بہت بزرگ تھے۔ آپ کی قبر شریف عکہ (موجودہ اسرائیل) میں ہے۔ آپ شیخ علوی دینوریؒ کے اصحاب میں سے ہیں جو شیخ ہبیرہ بصریؒ کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ حذیفہ مرعشیؒ کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ابراہیم ادہمؒ کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ ابو اسحٰق شامیؒ چشت کے گاؤں میں آئے ہیں اور چشتی سلسلے کے پیشوا خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ سے ملے ہیں اور موخر الذکر نے ابو اسحٰق شامیؒ سے تربیت پائی ہے۔[2]

شیخ حذیفہ مرعشیؒ: ......آپ حضرت ابراہیم ادہمؒ کے مریدوں اور مصاحبوں میں سے تھے اور باکمال صوفیائے کرام میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ خواجہ ھبیرہ بصریؒ آپکے مریدوں میں شمار ہوتے ہیں۔ شیخ خدیفہ مرعشیؒ سے نقل ہے کہ فرمایا شیخ شفیق بلخیؒ اور ابراہیم ادہمؒ مسجد الحرام میں اکٹھے تھے اور لوگوں کی ایک جماعت ان کے گرد بیٹھی تھی۔ ابراہیم ادہمؒ نے شفیق بلخیؒ سے پوچھا کہ سلوک میں آپ کا اصول کس بنیاد پر ہے؟ شفیقؒ نے جواب دیا ہمارا اصول اس بنیاد پر ہے کہ اگر روزی ہمیں دی جاتی ہے تو کھاتے ہیں اور اگر روزی سے ہمیں منع کیا جاتا ہے تو ہم صبر کرتے ہیں۔ ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا یہ تو بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ شفیق نے کہا' اے ابا اسحٰق! آپ نے اپنے اصول کی بنیاد کس چیز پر رکھی ہے؟ ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا: ہمارا اصول یہ ہے ہم کو روزی مل جائے تو ایثار کرتے ہیں (دوسروں کو کھلاتے ہیں) اور نہ مل جائے تو حمد وثنا بجالاتے ہیں۔ شفیقؒ اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت ابراہیم ادہمؒ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور کہا: یا ابا اسحٰق! آپ ہمارے استاد ہیں۔[3]

شیخ زین الدین ابو بکر خوافیؒ: ......حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے بعض مکتوبات میں آپ

(۱) طرایق الحقایق جلد۲ ص ۵۶۴-۵۶۸۔ نفحات الانس ص ۳۷۴-۳۷۵۔ جستجو در تصوف ایران ص ۱۰۳-۱۰۴ از دکتر عبدالحسین زرین کوب

(۲) خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کے ذکر کے ضمن میں بھی خواجہ ابو اسحٰق شامی کا ذکر آگیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نیز دیکھئے طرایق الحقایق ج۲ ص ۱۲۹۔ نفحات الانس ص ۳۲۲۔

(۳) طرایق الحقایق ج۲ ص ۱۲۵۔

کو ان القاب سے یاد کیا ہے: ''ذوالعلم النافع و العمل الرافع' ملاذ الجمھور' شفاء الصدور' صفوة العلماء و العرفا' رافع اعلام السّنہ' قامع اضالیل البد عتہ ' ناہج مناھج الحقیقت' سالك ومسالك الشریعت و الطریقت ' الداعی الی الله سبحانہ علی طریق الیقین ' سیدنا و مولانا زین الملت و الدین !''

ظاہری اور باطنی علوم میں آپ ایک جامع شخصیت تھے۔ اول سے آخر تک آپ کو سنت نبویؐ کی پیروی کرنے اور شریعت کی راہ پر چلنے کی سعادت حاصل رہی جو اس طائفہ کے محققین کے نزدیک سب سے بڑا فیض و کرم الٰہی ہے۔ طریقت میں آپ کی نسبت شیخ نورالدین مصریؒ سے ہے اور شیخ نورالدینؒ نے آپ کو تکمیل وارشاد کے مرتبہ تک کمال تربیت سے پہنچانے کے بعد آپ کو اجازت دیئے جانے کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ نورالدینؒ نے جو اجازت نامہ لکھا تھا وہ خراسان میں لوٹتے وقت بغداد میں رہ گیا تھا۔ ایک مدت دراز کے بعد جب کہ خراسان سے مصر کو واپسی ہوئی اور حضرت شیخ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے میں ان کے خلوتخانہ میں داخل ہوا۔ وہاں میں نے اپنا اجازت نامہ دیکھا جو جوں کا توں تھا مگر فقط چند ہی حروف میں تھا گو کہ وہ خلوت خانہ مضبوط نہ تھا اور اس کا دروازہ کھلا ہی تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اصل مسودہ تھا جو وہیں پر لکھا گیا تھا یا خود انہوں نے نورولایت سے جان لیا تھا کہ میرا اجازت نامہ مٹ گیا ہے اور میں وہاں پہنچ جاؤں گا اس لئے انہوں نے اسے دوبارہ لکھ کر وہاں رکھ چھوڑا تھا۔ بہر حال عرصہ دراز کے بعد اس خلوتخانہ میں میرے نام پر اس اجازت نامہ کا باقی رہ جانا محض ایک کرامت تھی۔

نیز فرمایا کہ جب مصر سے میں بغداد پہنچا تو میرے ساتھ وہ ٹوپی (طاقیہ) بھی تھی جو حضرت شیخ نورالدینؒ نے مجھے دی تھی اور جو دوسرے اکابر مشائخ کے سروں پر رہی تھی۔ بغداد میں پیر تاج گیلانی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھ سے یہ ٹوپی مانگ لی۔ فقر ودرویشی کے تقاضا کے مطابق میں نے ٹوپی ان کو دے دی۔ رات کو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ یہ ٹوپی میرے سامنے فریاد کر رہی ہے اور ان تمام مشائخ کرام کا نام ایک ایک کر کے لے رہی ہے جن کے سروں پر یہ رہی تھی اور مجھ سے کہہ رہی تھی کہ ان باکمال اولیاء کرام کے سروں پر رہنے کے بعد اب آپ نے مجھے ایک شرابی کے سر پر رکھ دیا ہے جو ہمیشہ شراب میں غرق رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ہم اصحاب میں سے ایک صاحب کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم نے سنا کہ وہ شراب خانے میں ہے اور شراب نوشی میں مشغول ہے۔ وہاں پہنچے تو پتہ چلا فلاں کمرے میں ہے۔ ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مست ہو کر پڑا ہے اور وہ ٹوپی اس کے سر پر ہے۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ آپ باہر چلے جائیں میں ٹوپی لے کر آؤں گا۔ میں باہر نکلا اور

اس نے ٹوپی اسکے سر پر سے اٹھالی اور اس کے کمرے کا دروازہ بند کرلیا اور ٹوپی میرے پاس لے آیا۔

شیخ زین الدین ابوبکرؒ کی وفات سال ۸۳۸ھ میں اتوار کے روز کی شب کو ہوئی۔ شوال کی دوسری تاریخ تھی۔

حبیب السیر کے مولف نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک جماعت نے شیخ بہاء الدین عمرؒ سے دعا اور طاعون کے دور ہو جانے کی التماس کی انہوں نے کہا کہ قہر خداوندی کی شدت اس حد تک ہے کہ اگر دعا کے لئے کوئی زبان اور ہاتھ کھول دے تو فوراً ہی اس کے ہاتھ اور زبان پر نازل ہوگا۔ یہ لوگ شیخ زین الدینؒ کی خدمت میں آگئے اور یہ تفصیل ان کو سنادی۔ حضرت شیخ نے دعا فرمائی اور طاعون نے فوراً ہی ان کی زبان کو پکڑ لیا اور اسی مرض میں آپ کا انتقال ہوا۔

نفحات الانس جامی میں آیا ہے کہ آپکو پہلے بالین نامی گاؤں میں دفن کیا گیا اور پھر وہاں سے درویش آباد میں منتقل ہوئے اور وہاں سے ہرات کے عیدگاہ کے اطراف میں مدفون ہوئے اور اسوقت آپ کے مزار متبرک پر ایک عالی شان عمارت تعمیر کی گئی ہے جو اس قدر آباد اور پر ہجوم ہے کہ اب وہاں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے[1]

شیخ علوی دینوریؒ:......شیخ (خواجہ) علی ممشاد علوی دینوری قدس اللہ سرہ عراق کے مشائخ میں سے تھے اور حضرت جنید بغدادیؒ حضرت ریم اور نوریؒ کے قریب ساتھیوں میں سے تھے کہتے ہیں سال ۲۹۹ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عارف کو سر میں ایک آئینہ عطا کیا ہے کہ جب بھی اس میں دیکھے گا اللہ کو پائے گا۔ نیز فرمایا کہ جنت اور اس میں جو کچھ بھی ہے چالیس سال سے مجھے دکھایا جارہا ہے لیکن آنکھ اٹھا کر بھی میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ نیز فرمایا کہ میں کسی مرشد کے پاس نہیں گیا اور نہ ہی کوئی سوال لے کر گیا۔ دل کو صاف کر کے مرشد کے پاس گیا کہ وہ خود مجھ سے کیا کہے۔ نیز فرمایا ساری معرفت اللہ تعالیٰ کے پاس صدق دلی کے ساتھ اپنی محتاجی میں ہے۔ نیز فرمایا کہ جو اس کے دوستوں میں کسی ایک دوست سے منکر ہو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ہرگز وہ چیز نہیں دی جاتی جو اس کے پاس تھی۔

ایک دن خواجہ ممشاد اپنے گھر سے باہر نکلے۔ ایک کتا بھونکنے لگا۔ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔ کتا اسی وقت مرگیا۔[2]

(۱) نفحات الانس ص ۲۹۲۔۲۹۳۔

(۲) نفحات الانس ص ۹۲۔ نیز دیکھیے طرائق الحقائق ج ۲ ص ۲۲۲ تا ۲۲۳۔ تذکرۃ الاولیاء عطار ج ۲ ص ۱۳۳ تا ۱۳۵

شیخ فرید الدین گنج شکرؒ:.....آپ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ (وفات ۱۲۳۵ء) اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (وفات ۱۲۳۵ء) کے جانشین تھے آپکے آبا واجداد کابل کے بلند مرتبہ حضرات میں شمار ہوتے تھے جن میں انکے دادا ہندوستان میں آکر ملتان کے قاضی مقرر ہوئے۔ حضرت فرید الدین ملتان ہی میں پیدا ہوئے تعلیم پانے کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں آپکی ملاقات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی اور ان کی فرمائش پر ظاہری علوم کی تکمیل کرنے کے بعد ان کی خدمت میں دہلی چلے گئے اور حضرت بختیار کاکیؒ سے روحانی تربیت پائی۔ ایک بار جب اجمیر سے حضرت خواجہ اجمیریؒ دہلی آکر خواجہ بختیارؒ سے ملے اور وہاں حضرت فرید الدین کے ذوق وشوق اور روحانی استعداد کو ملاحظ فرمایا تو اپنے مرید خواجہ بختیار کاکیؒ (جو خواجہ فرید الدینؒ کے مرشد تھے) سے فرمایا: ''بابا بختیار! شہباز عظیم بقید آوردہ ای کہ جز بہ سدرۃ المنتھی آشیان نگیرد۔ این فرید شمعی است کہ خانوادہ درویشان منور سازد''۔ [بابا بختیار! ایک عظیم شہباز کو تم نے پکڑ لیا ہے جو سدرۃ المنتھی کے بغیر کسی اور گھونسلے میں نہیں بیٹھے گا۔ یہ تمہارا فرید ایک ایسی شمع ہے جو درویشوں کے گھرانوں کو نورانی کردے گا]۔ حضرت بختیارؒ کی وفات کے بعد آپ پاک پٹن چلے گئے جو ان ایام میں اجودھن کہلاتا تھا اور آخر عمر تک یعنی ۱۲۶۵ء تک جو آپ کا سال وفات ہے اسی جگہ پر ساکن رہے اور اپنی ساری زندگی رشد وہدایت' وعظ وتلقین اور بیعت و یاد الہٰی میں صرف کی۔ اجودھن کا شہر اس زمانے میں زہریلے کیڑے مکوڑوں کا مسکن تھا۔ لوگ بھی درشت مزاج بداعتقاد اور کج فطرت تھے لیکن آپؒ نے جب ڈیرہ ڈال کر اپنی ریاضت وعبادت شروع کی تو کچھ ہی عرصہ بعد لوگ فیض یاب ہونے کے لئے جوق در جوق حاضر ہوئے۔

سلطان ناصر الدین محمود پاشاہ دہلی نے اپنی درویش پرست سیرت کے مطابق غیاث الدین بلبن کو (جو ان دنوں الغ خان کے نام سے نایب السلطنت تھا) تحایف وہدایا اور جاگیر نامہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے بلبن کو محتاجوں میں نقدی تقسیم کرنے کا حکم دیا اور جاگیر نامہ یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ اس کے دوسرے طالب بہت ہیں۔ ارباب دولت وثروت سے دور رہتے تھے گو کہ آپ کے عقیدت مندوں میں ان کی تعداد بہت تھی۔ چنانچہ آخری عمر میں تنگ روزی تھے اور کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا۔

اشاعت اسلام میں آپ پیشواؤں میں تھے۔ زہد اور چلہ کشی میں بے مثال تھے۔ تعلیم وتعلم میں استاد تھے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے عوارف المعارف کے چند ابواب اور کئی اور کتابیں پڑھی تھیں۔ آپ نے بڑے بزرگ حضرات کی تربیت کی اور ہندوستان و پاکستان میں مجموعی وسعت جو چشتیہ سلسلے کو ہوئی وہ آپ کی مساعی سے ہوئی۔ اس سلسلے کی دو بڑی شاخیں صابری اور نظامی آپ ہی کے مرید مخدوم علاء الدین صابر اور حضرت

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے باثور ہوئیں۔

حضرت قطب جمال الدین ہانسویؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت خواجہ صابر کلیرؒ امام الحق سیالکوٹیؒ اور شیخ منتجب الدین دکنیؒ آپکے نامور خلفاء میں سے تھے۔ راحت القلوب اور اسرار الاولیاء نام کے ملفوظات کے دو مجموعے آپ سے منسوب ہیں[1]

شیخ صدر الدین قونویؒ: ......شیخ صدر الدین محمد ابن اسحاق قونوی (وفات ۶۷۳ھ) شیخ محی الدین ابن العربیؒ کے شاگرد اور پروردہ تھے۔ چونکہ صدر الدین کی والدہ ابن العربی کی زوجیت میں آ گئی تھیں اسلئے صدر الدین کی تربیت ان کو کرنی پڑی۔ اسی واسطہ سے صدر الدین نے ابن العربی کی شرح وتقریر کی طرف توجہ کی اور شریعت کے مطابق ان کے عقاید کی توضیح کی اور ان عقاید و آراء کے بیان وصراحت میں مفتاح الغیب اور نصوص اور فکوک اور نفحات الہیہ نام کی کتابیں تالیف کیں۔ صدر الدین کے شاگرد فخر الدین ابراہیم عراقی نے ابن العربی کی فصوص الحکم اور فتوحات نام کی کتابیں صدر الدین کے حلقۂ درس میں پڑھیں اور درس کے دوران ہی فصوص الحکم سے متاثر ہو کر لمعات نام کی کتاب لکھی اور اس میں عراقی نے ایک شاعرانہ اور لطیف بیان کے ساتھ ابن العربی کے عقائد و آراء کی تائید کی[2]

بعض صوفیوں نے جو باطنیہ اور اخوان الصفا صوفی گروہوں سے منسلک ہیں اکثر قرآن مجید کی آیات مبارکہ کی تاویل کا مسلک اختیار کیا۔ چنانچہ قدماء صوفیوں میں سے شاہ نعمت اللہ کرمانیؒ، ابو بکر واسطیؒ شبلیؒ اور دیگر بزرگوں سے قرآنی آیات کے بارے میں تاویلیں نقل ہوئی ہیں۔ اسرار التوحید میں بھی حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ سے قرآن پاک کی آیات کریمہ کی مکرر تاویلات نقل ہوئی ہیں۔ حضرت سہل ابن عبداللہ تستریؒ سے بھی تفسیر میں قرآن کریم کے باطنی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح صدر الدین قونیوی کے سورۂ فاتحہ کی تاویل کے اقوال بھی شہرت رکھتے ہیں صوفیانہ اصطلاحات کی تعداد میں صدر الدین قونیوی کی کتابوں کے منتشر ہو جانے سے بھی خاصا اضافہ ہوا ہے۔

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول۔ آب کوثر صفحہ ۲۱۷۔۲۲۶

(۲) بعض محدثین اور فقہا جیسے ابن تیمیہ اور ابن قیم الجوزیہ جنہوں نے ابن العربیؒ کے مسلک پر طعنہ زنی کی ہے کے علاوہ بعض صوفی بزرگوں نے بھی ان کے طریقہ کی مخالفت کی ہے چنانچہ علاء الدولہ سمنانیؒ نے ان کے نظریہ کو رد کر دیا ہے اور اس بارے میں عبدالرزاق کاشانیؒ کے ساتھ جو ابن العربی کے حامی تھے آپ نے خط وکتابت کی اور یہ مکتوبات مولانا جامیؒ نے نفحات میں نقل کیے ہیں۔

حضرت معروف کرخیؒ سے منسوب جو معروفیہ سلسلے منسلک ہیں ان میں بارہواں سلسلہ قونیوی سلسلہ ہے جسے شیخ صدر الدین قونیوی سے نسبت دی گئی ہے۔ صدر الدین کی علمی قدر و منزلت تقریر و تحریر کی حدوں سے بالاتر ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ (جو صدر الدین کی بے انتہا عزت کرتے تھے) نے اس دوسرے شعر میں ان ہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پای استدلالیان چوبین بود
پای چوبین سخت بی تمکین بود
غیر آن قطب زمانِ دیده ور
کز ثباتش کوه گردد خیره سر

ایک دن مولانا رومؒ شیخ ابوالمعالی صدر الدین بن اسحٰق قونیویؒ کی مجلس میں تشریف لائے۔ شیخ صدر الدین صفہ کے صدر میں سجادہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور عظیم المرتبت عرفا اور اکابر علماء مجلس میں حاضر تھے۔ شیخ صدر الدین نے سجادہ مولانا رومؒ کے بیٹھنے کے لئے چھوڑ دیا۔ مولانا رومؒ نے شیخ صدر الدین کے احترام میں سجادہ پر بیٹھنا پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن میں کیا جواب دوں گا اس بے ادبی کا۔ شیخ صدر الدین نے کہا جو سجادہ آپ کو پسند نہیں مجھے بھی پسند نہیں۔ یہ کہہ کر سجادہ کو کنارے پر رکھ دیا۔

شیخ صدر الدین قونیوی نے مولانا رومؒ (وفات ۶۷۲ھ آخر جمادی الآخر) کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شیخ صدر الدین ظاہری باطنی عقلی اور نقلی علوم کے جامع تھے۔ شیخ قطب الدین علامہ شیرازی حدیث میں آپکے شاگرد تھے اور آپ نے بڑے اکابر و اعاظم بزرگوں کی تربیت کی جن میں شیخ موید الدین جندیؒ مولانا شمس الدین ایکی، شیخ فخر الدین عراقی، شیخ سعد الدین فرغانی وغیرہ شامل ہیں۔ تفسیر سورہ فاتحہ، مفاتیح الغیب، نصوص، فکوک، شرح حدیث اور نفحات الٰہیہ آپکی مشہور تصانیف ہیں[1]

شیخ محی الدین ابن العربی:......مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین محمد ابن علی ابن العربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ وحدۃ الوجود کے قائل حضرات کے پیشوا تھے اور بہت سے فقیہوں اور علماء ظاہر نے آپ پر طعنہ زنی کی ہے اور کم ہی فقہاء و صوفیاء نے آپ کو بزرگ جانا ہے۔ آپ کے اشعار بڑے لطیف و نادر ہیں اور آپ کے قصے عجیب اور ندرت کے حامل ہیں۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔

(۱) طرائق الحقائق جلد دوم۔ نفحات الانس۔ از رش میراث صوفیہ

بغداد کے مشایخوں میں سے ایک بزرگ نے آپ کی مناقب میں ایک کتاب کو اکٹھا کرلیا ہے اور اس میں بیان کیا ہے کہ حضرت شیخؒ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور حضرت شیخ نے بعض اصحاب کے التماس پر اپنی تصنیفات کی فہرست سے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں آپ نے تصوف پر اپنی بہت سی کتابوں اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں کی ڈھائی سو سے بھی زیادہ تعداد کا ذکر کیا ہے اور اس رسالہ کے آغاز میں فرمایا ہے کہ ان کتابوں کے لکھنے کا میرا مقصد' جیسا کہ سب ہی تصنیف و تالیف کی کتابوں کا ہوتا ہے' خالص تصنیف نہ تھا بلکہ بعض تصنیفات کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ایک امر طاری ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے قریب تھا کہ میں جل جاؤں گا اس لئے ایسے اوامر کو بیان کرنے میں میں خود کو مشغول رکھتا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ خواب میں یا مکاشفہ میں مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا تھا۔

تاریخ امام یافعیؒ میں مذکور ہے کہ کہا جاتا ہے حضرت محی الدین ابن العربیؒ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملاقات کی تھی اور ان سے صحبت رہی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر نظر کی اور اس کے بعد ایک دوسرے سے بغیر کوئی کلام کئے جدا ہوئے۔ بعد میں جب آپ سے حضرت سہروردیؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا وہ اول سے آخر تک سنت ہیں اور جب حضرت سہروردیؒ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بحر الحقائق ہیں۔

ابن العربیؒ کے خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے حضرت غوث الاعظم جناب شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ تک پہنچتی ہے اور دوسری نسبت خرقہ میں ایک اور واسطہ سے حضرت خضر علیہ السلام تک جاتی ہے۔

آپ کی مشہور کتاب فصوص الحکم آپ کی زبردست تنقید کا باعث بن گئی اور بقول مولانا جامیؒ اسکی غالب وجہ یا تعصب و تقلید ہے یا ان اصطلاحوں سے ناواقفیت یا معانی کی گہرائی اور حقائق و معارف کا عمق ہے جو ان کی تصنیفات اور بالخصوص فصوص الحکم میں موجود ہے اور کسی اور کتاب میں نہیں پائے جاتے اور نہ ہی اس طائفہ (صوفیا) کے کسی اور شخص سے ظاہر ہوئے ہیں۔ مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت خواجہ برہان الدین ابونصر پارسا قدس سرہ سے سنا ہے کہ فرمایا کہ میرے والد فرماتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل۔ اور جہاں کتاب فصل الخطاب میں کبیر العارفین کا لقب استعمال کیا ہے اس سے مراد ہے حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ۔

شیخ صدر الدین (قونیوی) قدس سرہ اپنی تصنیف فلوک میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخؒ ہمارے لئے ایک مخصوص ناظر تھے کہ جب کسی کے حال سے مطلع ہونا چاہتے تو اس شخص پر بس ایک نظر ڈال دیتے اور اس کی اخروی اور دینوی حالت سے باخبر ہو جاتے تھے۔

فتوحات کے چوالیسویں باب میں مذکور ہے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں مجھے مجھ سے چھین لیا گیا اور ایک عرصہ تک اس حالت میں رکھا گیا کہ نماز جماعت پڑھتا تھا اور امامت بھی کرتا تھا اور جیسے کہ ہونا چاہیے نماز کے سبھی اعمال بجالاتا تھا لیکن ان چیزوں کا مجھے کوئی شعور نہیں تھا نہ ہی جماعت کا' نہ جگہ کا اور نہ ہی عالم محسوس کی کسی بھی ایک چیز کا۔ اور یہ جو میں کہہ رہا ہوں کہ اقامت کے بعد مجھے خبردار کر دیا گیا میں جان گیا کہ جو کچھ مجھ سے واقع ہوا تھا وہ نیند میں پڑے ہوئے آدمی کی حرکتوں کی مانند تھا جو اس سے صادر ہوتی ہیں لیکن وہ ان سے واقف نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے وقت کو میرے لئے محفوظ کر رکھا تھا اور میرے ساتھ وہی معاملہ کیا جو شبلیؒ سے کیا تھا جسے نماز کے اوقات میں اس کو خود میں لوٹا دیا جاتا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اسے اس کا شعور تھا یا نہیں۔

فتوحات میں آپ نے بیان کیا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد میں طواف کر رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا ہے اور نہ وہ کسی کی مزاحمت کرتا ہے نہ ہی کوئی اس کی۔ دو آدمیوں کے درمیان میں آکر بھی وہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ کوئی روح ہے جو جسد انسانی کی صورت میں آیا ہے۔ میں اس کی راہ میں کھڑا ہو گیا اور اسے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلا اور ہمارے درمیان بات چیت بھی ہونے لگی۔ میں جان گیا کہ یہ آدمی سبتی ہے یعنی سنیچر کے دن کا معتقد۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے ہفتہ کے دنوں میں سے سنیچر کے دن کو ہی کسب وکار کیلئے کیوں مخصوص رکھا ہے؟ کہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن دنیا کو پیدا کرنے کی ابتدا کی اور جمعہ کے روز فارغ ہوا۔ اس لئے ان چھ دنوں میں جب کہ وہ ہمارا کام کر رہا تھا میں اس کے کام میں رہا۔ میں نے اپنے نفس کی لذت کے لئے کوئی کام نہ کیا۔ جب سنیچر کا دن آ گیا تو اس دن کو میں نے اپنے لئے مخصوص کر لیا اور اس دن کسب وکار میں مشغول رہا تا کہ بقیہ چھ دنوں کی قوت لایموت کا گذارہ ہو جائے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے وقت میں قطب زمان کون تھا؟ کہا میں تھا۔ اس کے بعد مجھے الوداع کہی اور چلا گیا۔ جب میں اس جگہ پر لوٹ آیا جہاں میں بیٹھا کرتا تھا تو اصحاب میں سے ایک صاحب نے مجھ سے کہا آج میں نے ایک عجیب وغریب آدمی کو دیکھا جسے میں نے مکہ میں نہیں دیکھا تھا وہ آپ کیساتھ طواف میں محو گفتگو تھا۔ یہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا؟ میں نے قصہ بیان کیا تو حاضرین نے تعجب کا اظہار کیا۔

فتوحات ہی میں لکھا ہے کہ مشائخ میں سے ایک بزرگ نے ہم سے کہا کہ فلاں بادشاہ کی بیٹی جس سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے اور آپ کی نسبت کامل اعتماد وعقیدت رکھتی ہے بیمار ہے اور ہمیں وہاں چلنا چاہئے۔ شیخ وہاں گئے اور اس کے شوہر نے استقبال کیا اور آپ کو اس کے سرہانے پر لے آیا۔ آپ نے دیکھا کہ نزع کی حالت میں ہے۔ فرمایا کہ اس سے پہلے کہ چلی جائے اس کو بچالو۔ اس کے شوہر نے کہا کیسے بچالوں؟ آپ نے اسے کہا کہ

اسے خرید لیجئے۔ مکمل معاوضۂ خرید جان حاضر کر دیا گیا اور بیمار کی حالت نزع و جان کنی رک گئی اور شہزادی نے آنکھیں کھول دیں اور شیخ کو سلام کیا۔ شیخ نے اسے کہا کہ اب تجھے کوئی ڈر نہیں لیکن یہاں پر ایک باریک نکتہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ملک الموت نازل ہوتا ہے تو وہ خالی ہاتھ ہو کر نہیں لوٹتا۔ ہم نے تجھے معاوضہ سے خلاص تو کر دیا ہے لیکن مجبوراً یہ ہم سے ابھی اپنا حق طلب کرے گا اور لوٹ کے نہیں جائے گا جب تک کوئی دوسری جان قبض نہ کرے۔ اگر تم زندہ رہو گی تو لوگوں کو تجھ سے بہت آسایش ہو گی۔ تم ایک عظیم القدر ہستی ہو اور تم پر ایک عظیم القدر ہستی کو ہی قربان کیا جا سکتا ہے۔ میری ایک بیٹی ہے جو ساری بیٹیوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اس کو تم پر قربان کروں گا اس کے بعد آپ نے ملک الموت کی طرف منہ کر کے کہا کہ تم تو ایک جان کو لئے بغیر اپنے پروردگار کے پاس جا نہیں سکتے۔ میری بیٹی کی جان اس شہزادی کی جان کے عوض لے لے کیوں کہ اس کو تو میں نے اب اللہ تعالیٰ سے خرید لیا ہے۔ اس کے بعد شیخ اپنی بیٹی کے پاس گئے جسے کوئی بیماری لاحق نہیں تھی اور اسے کہا: میری بیٹی! تم اپنی روح مجھے بخش دو کیونکہ احسان و بخشش میں تم شہزادی کا قائمقام نہیں بن سکتی۔ بیٹی نے جواب دیا: ابا حضور! میری جان آپ کے حکم کی تحویل میں ہے۔ آپ نے ملک الموت سے کہا اس کی جان لے لو۔ فوراً حضرت شیخ کی صاحبزادی گر پڑی اور مر گئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ کہتے ہیں کہ ہم تو یہی خیال کرتے ہیں کہ کوئی چیز دی جائے اور مریض کی جان کو خرید لیا جائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لازم نہیں کہ معاوضہ میں کوئی دوسری جان بخش دی جائے کیونکہ ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ ہم نے کسی کی جان کو خرید لیا لیکن اس کے معاوضہ میں کوئی دوسری جان نہیں دی۔

فتوحات ہی میں بیان کیا ہے کہ سال ۵۸۶ھ میں ہماری مجلس میں ایک عالم آیا جو فلسفیوں کے مسلک پر تھا اور انبیاء کے خوارق عادات اور معجزات سے منکر۔ اتفاق سے یہ جاڑے کا زمانہ تھا اور مجلس میں منقل میں آگ روشن تھی۔ اس فلسفی نے کہا کہ عام لوگوں کا کہنا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جو روشن کر دی گئی تھی ڈال دیا گیا لیکن وہ نہیں جلے۔ اور یہ ناممکن ہے کیونکہ آگ اجسام لائقہ کے حق میں جلانے کی خاصیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد اس نے تاویل کرنا شروع کیا اور کہا یہ جو قرآن مجید میں آگ کا ذکر آیا ہے یہ دراصل نمرود کے غصے کی آگ کی طرف اشارہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالے جانے سے مراد ہے کہ اس غصے کی آگ ان پر ڈال دی گئی اور آگ نے ان کو نہیں جلایا جس سے مراد یہ ہے کہ غصے کی آگ ان پر اثر انداز نہیں ہو پائی اس دلیل و حجت کی وجہ سے جو اس آگ پر غالب آئی۔ جب فلسفی اپنے کلام سے فارغ ہوا تو مجلس میں حاضر بعض اصحاب نے حضرت شیخ کے بارے میں سوچا کہ آپ خود ہی فلسفی کا جواب دیں گے۔ آپ نے فلسفی سے کہا کہ کیسا رہے گا کہ تجھے اللہ کے

اس کلام مبارک کی سچائی دکھادی جائے جواس نے فرمایا ہے کہ میں نے آگ کوابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈا اور سلامتی بنادیا اور ثبوت پیش کر کے میرا مقصد یہ ہے کہ معجزے سے انکار نہ کیا جائے۔ میرا مقصد ہرگز اپنی کرامت کا اظہار نہیں۔ منکر نے جواب دیا کہ ایسا آپ نہیں کر سکتے یہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ آگ جواس منقل میں ہے کیا وہی آگ ہے جو تم کہہ رہے ہو طبعًا جلا دینے والی ہے؟ منکر نے جواب دیا ہاں وہی ہے۔ آپ نے منقل اٹھالی اور اسے منکر کے دامن میں انڈیل دیا۔ کچھ وقت گذرا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے ادھر ادھر ہلا بھی دیا لیکن منکر کے کپڑے نہیں جلے اور آگ کو پھر سے منقل میں لوٹا دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے منکر سے کہا کہ اپنا ہاتھ آگے بڑھا دو۔ جب اس کا ہاتھ آگ کے قریب آیا تو جل گیا۔ آپ نے فرمایا اب تو یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ آگ کا جلنا یا نہ جلنا فقط اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے نہ کہ خالص طبیعت کے؟ منکر نے اعتراف کیا اور ایمان لے آیا۔

فتوحات میں ہی درج ہے کہ شیخ ابوالعباس حریری نے سال ۶۰۳ھ میں مصر میں مجھ سے کہا کہ ہم شیخ ابوعبداللہ قربانی کیساتھ بازار سے گذر رہے تھے اور انہوں نے اپنے چھوٹے فرزند کے لئے ایک قصریہ خرید لیا تھا۔ قصریہ شیشہ کا ایک برتن ہوتا ہے جس میں چھوٹے بچے پیشاب کیا کرتے ہیں۔ صالح لوگوں کی ایک جماعت ہم سے مل گئی اور ہم ایک جگہ پر بیٹھ گئے کہ کچھ کھالیا جائے۔ دل میں خیال آیا کہ روٹی کھانے کے ساتھ کچھ دودھ شکر بھی ہو۔ لیکن برتن نہیں تھا۔ بعضوں نے کہا قصریہ نیا ہے کوئی ناپاکی اس میں داخل نہیں ہوئی ہے اسے کام میں لاسکتے ہیں۔ چنانچہ دودھ شکر اس میں ڈال کر مصرف میں لایا گیا۔ کھانے کے بعد ہمراہی چلے گئے اور ہم ابوعبداللہ قربانی کے ساتھ چلتے رہے اور قصریہ ان کے ہاتھ میں تھا کہ میں نے اور ابوعبداللہ قربانی دونوں نے سنا کہ اس قصریہ سے آواز آئی کہ اب جو اولیاء اللہ حضرات نے مجھے کھانے کی چیز کے طور پر استعمال میں لایا ہے میں اب بول و براز اور نجاست و ناپاکی کا ظرف نہیں رہ سکتا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور برتن ان کے ہاتھ سے لڑھک کر زمین پر گر گیا اور ٹوٹ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ہم پر عجیب حالت طاری ہوئی۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ نے فرمایا کہ میں نے شیخ ابوالعباس حریری سے کہا کہ آپ اس قصریہ کی بات سے غافل رہے۔ جیسا آپ لوگوں نے خیال کیا ویسا دراصل نہ تھا۔ بہت سے ایسے ظروف ہیں جن سے تم سے بہتر اولیاء اللہ نے کھایا پیا ہے اور بعد میں وہ ناپاکی کے برتن کے طور پر استعمال میں رہے۔ قصریہ کی تنبیہ سے دراصل مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بھرے ہوئے تمہارے دل اب غیروں کی جگہ نہ بننے پائیں اور ان میں اب ان چیزوں کو جگہ نہ دی جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور برتن کے ٹوٹ جانے سے مراد ہے کہ خداوند کریم کے سامنے اسی ٹوٹے ہوئے برتن کی مانند شکستہ رہنا چاہئے۔ شیخ ابوالعباس نے انصاف سے کام لے کر کہا کہ واقعی اس سے ہم مطلق غافل تھے جو آپ نے فرمایا۔

نیز فتوحات میں آپ نے لکھا ہے کہ میرے ماموں حضرات میں سے ایک ماموں تلمسان کا بادشاہ تھا اور اس کا نام تھا یحییٰ بن یعان۔ اس کے عہد سلطنت میں ایک شیخ تھے جنہیں ابوعبداللہ تونسی کہا کرتے تھے۔ لوگوں سے قطع تعلق کیا تھا اور تلمسان سے دور ایک جگہ پر عبادت میں مشغول تھے۔ ایک روز وہاں سے تلمسان جا رہے تھے اور بادشاہ یحییٰ بن یعان اپنے خیل و حشم کے ساتھ اسی راستے پر سے گذرے۔ بادشاہ سے کہا گیا کہ یہ ابوعبداللہ تونسی ہیں۔ بادشاہ نے گھوڑا روک دیا اور انہیں سلام کیا اور اپنے جسم پر پہنے ہوئے قیمتی لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ حضرت شیخ! کیا اس لباس میں نماز میرے لئے جائز ہے؟ شیخ ہنس دیئے۔ یحییٰ نے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا تمہاری نادانی اور کم عقلی پر۔ تیرا حال اس کتے کی طرح کا ہے جو نجاست میں پڑا پیٹ بھر کر اس نجاست میں سے کھا رہا ہو اور سر سے پاؤں تک خون اور گندگی سے آلودہ ہو اور جب اسے پیشاب آئے تو اپنی ٹانگ اوپر کرے اور اس پیشاب سے اسے ایک بوند بھی نہ ملے۔ تمہارا پیٹ حرام سے بھر گیا ہے اور بندگان خدا پر تیرے مظالم تیری گردن پر بہت ہیں اور پھر تم پوچھ رہے ہو کہ کیا تیری نماز ان کپڑوں میں جائز ہے یا نہیں؟ یحییٰ رو پڑا۔ گھوڑے سے نیچے اترا اور شیخ کے پاؤں پر گر گیا اور بادشاہت چھوڑ دی اور شیخ کا ملازم ہو گیا۔ تین دنوں تک شیخ کے پاس رہنے کے بعد شیخ نے ایک رسی منگوالی اور کہا مہمانی کے دن ختم ہو گئے۔ اٹھو لکڑی کاٹ کر بیچا کرو۔ یحییٰ نے رسی ان سے لے لی اور وہ لکڑی کا ڈھیر سر پر رکھ کر بازار میں جاتا اور بیچ دیتا۔ بادشاہت کے بعد اس کی رعایا اسے اس حال میں دیکھ کر روتی رہتی۔ لکڑی بیچ کر وہ صرف اپنی غذا کو مہیا کیا کرتا اور باقی صدقہ میں دے دیتا اور جب تک زندہ رہا اپنے شہر میں اسی حال میں رہا۔ جب کوئی شیخ سے دعا کے لئے التماس کرتا تھا تو وہ فرماتے تھے کہ یحییٰ بن یعان سے التماس دعا کیجئے جو بادشاہی سے زہد میں آیا اور شاید میں زہد میں نہ آتا اگر میں بادشاہت میں مبتلا ہو چکا ہوتا!

اسلامی عارفوں اور صوفیوں میں پہلا شخص جس نے وحدت وجود کو اپنے نظریہ اور تعلیم کی بنیاد قرار دیا یہی محی الدین ابوبکر محمد ابن علی ابن عربی حاتمی طائی تھے جو اندلس کے رہنے والے تھے اور جنہیں محض اختصار کے طور پر اکثر و بیشتر ابن عربی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وحدت الوجود کا قول اور اعتقاد ابن العربی کا عرفانی مشرب و مسلک ہے اور ان ضوابط پر مبنی ہے جو ان کے نظریہ کی بنیاد مانے جاتے ہیں۔ گویا ابن عربی کا مسلک اصل وحدت کی اساس پر قائم ہے یعنی اس خیال پر کہ وجود ایک واحد چیز ہے جو حق ہے اور جو کچھ ماسوی کہلاتا ہے اس کا کوئی حقیقی اور مستقل وجود نہیں ہے۔ بایزید بسطامیؒ اور منصور حلاجؒ کا مسلک دوئیت پر مبنی ہے یعنی یہ کہ دو مستقل علیحدہ وجود ہیں جن میں سے ایک دوسرے کا خالق ہے ایک لاہوت ہے اور دوسرا ناسوت اور لاہوت نے ناسوت میں

حلول کیا ہے یا اس کے ساتھ گھل مل گیا ہے۔
ابن العربی یا ابن عربی بزرگ مسلمان صوفیوں میں سے ہیں اور ان کو الشیخ الاکبر اور ابن افلاطون کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے بلکہ خاتم اولیاء بھی کہا جاتا ہے۔ سال ۵۶۰ھ میں آپ رمضان کی ۱۷ تاریخ کو اندلس کے جنوب مشرقی علاقے مرسیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان ثروتمند لیکن دین دار اور پرہیزگار خاندان تھا۔ مرسیہ پر موحدین کے غالب آجانے کے عہد کے قریب آپ کا خاندان اشبیلیہ میں آگیا اور آپ کے بچپن کا وقت اسی شہر میں گذرا۔ اسی شہر میں آپ نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی اور ابن حزم کے ایک شاگرد سے فقہ و حدیث کے علوم سیکھے۔ قرطبہ میں جب کہ آپ جوانی کے عہد میں تھے آپ اندلس کے فلسفہ دان ابن رشد' جو اس وقت قرطبہ کے قاضی تھے' کی خدمت میں پہنچے۔ جب آپ نے اپنے لئے بیوی اختیار کی تو بیوی اور ماں دونوں کے اصرار پر آپ نے' جب کہ آپ کو دین اور حدیث اور زہد کے مقابلے میں ادب اور شکار و تفریح کے ساتھ زیادہ دلچسپی تھی' زہد و معرفت کی طرف بیشتر توجہ مبذول کی۔ اس کے بعد آپ بیمار ہوگئے اور کچھ عرصے تک صاحب فراش تھے۔ بیماری میں آپ نے خواب دیکھے کہ جہنم کا عذاب آپ پر ظاہر کر دیا گیا۔ آپ کے والد کا بھی انتقال ہوگیا اور ان کی موت سے دو ہفتہ پہلے آپ نے اس کی خبر کر دی۔ ان عوامل سے آپ زہد و تصوف کی طرف بیشتر مائل ہوگئے حالانکہ والد کی وفات سے پہلے ہی تصوف اور زہد کی طرف آپکے شوق میں تحریک آچکی تھی۔ اس زمانے میں اگرچہ آپ نے بعض صوفی حضرات کے ساتھ روابط پیدا کر لئے تھے اور ان سے اثر پانے کے نتیجے میں اور ان کے ارشاد و ہدایت سے آپ باطنی مراقبت اور محاسبۂ نفس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے لیکن آپ کا حقیقی مرشد اور اصلی راہنما آپ کی گوشہ گیری اور تنہائی پسندی تھی۔ آپ قبرستانوں میں اکیلے گھومتے تھے اور زندگی کے احول واطوار پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ دن خلوت میں مقبروں میں گذارتے تھے اور مردوں کے ساتھ راز و نیاز رکھتے تھے۔ ایک واقعہ میں آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی۔ مراکش میں آپ نے ابومدین صوفی اور ٹیونس میں ابوالقاسم ابن قسی زاہد سے ملاقات کی۔ فاس میں آکر آپ نے قیام کیا اور وہاں پر ریاضت کی اور روحانی انوار اسی شہر میں آپ کو حاصل ہوئیں۔ وہاں سے آپ پھر مرسیہ چلے گئے اور اپنی تصنیف مواقع النجوم لکھی اس میں آپ نے لکھا کہ شیخ و مرشد کی حاجت کے بغیر ایک مبتدی کے لئے سلوک ممکن ہے۔ یہاں سے پھر مراکش گئے اور وہاں بھی روحانی الہامات آپ پر وارد ہوئے اور عجیب طرح کے خواب دیکھے۔ ان میں سے ایک خواب یہ دیکھا کہ آپ کا حروف اور نجوم کے ساتھ پیوند ہوگیا ہے جب اس شخص کے سامنے یہ خواب بیان کیا گیا جو خوابوں کی تاویل و تعبیر کرنے میں دستگاہ رکھتا تھا تو اس نے کہا کہ اس خواب کا مالک ایک بے پایان سمندر

ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے علوم کے اسرار سے ایک حصہ عطا فرمایا ہے۔ اس طرح کے خوابوں اور غیبی اشارات اور حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ملاقات نے آپ کو اندلس اور مراکش کو ترک کرنے پر اکسایا اور مکہ معظمہ جانے اور وہاں مجاورت اختیار کرنے کی طرف آمادہ کیا۔ وہاں سے آپ نے مشرق کا سفر اختیار کیا۔ کچھ عرصہ تک مکہ معظمہ میں مجاورت کی اور وہاں شیخ مکین الدین ابوشجاع زاہر الاصفہانی' جو مکہ معظمہ میں مقیم اور مہمان تھے' کی بیٹی پر عاشق ہو گئے اور اسی کے لئے اپنا دیوان ترجمان الاشواق لکھا۔ اس لڑکی کا نام نظام تھا۔ اس کتاب میں' گو کہ آپ نے اعتراف کیا ہے کہ یہ اشعار اسی لڑکی نظام کے لئے لکھے ہیں' لیکن ساتھ ہی پڑھنے والے سے امید رکھتے ہیں کہ وہ آپ کے حق میں بدگمان نہ ہو۔ بہر حال بظاہر اسی تالیف کی وجہ سے آپ نے مجبوراً مکہ معظمہ چھوڑ دیا اور سیاحت کا سفر اختیار کیا لیکن مکہ معظمہ میں آپ کی بار بار آمدورفت سے واضح ہوتا ہے کہ بعد کے زمانے میں بھی آپ اس عشق کے غلبہ سے رہائی نہیں پا چکے تھے اور اس لڑکی کا عشق آپ کے دل سے ختم نہیں ہوا تھا۔

محی الدین ابن العربیؒ نے بغداد اور موصل میں سیاحت کی اور علوم و معارف کی تحصیل بھی کرتے رہے۔ حلب میں آپ نے ترجمان الاشوق کی شرح لکھی اور اس شرح' جو عرفانی اور فلسفیانہ رنگ کی حامل ہے' کا نام الذخائر والاعلاق فی شرح ترجمان الاشواق رکھا۔ بہر حال ابن العربیؒ سیاحت مشرق میں قاہرہ' اسکندریہ' قونیہ اور حلب اور کئی بار مکہ معظمہ گئے اور بالآخر دمشق میں سکونت اختیار کی جہاں سال ۶۳۸ھ میں آپ نے وفات پائی اور دمشق میں صالحیہ نامی جگہ پر' جو صالح اور درویش لوگوں کا مقام تھا' مدفون ہوئے۔

ابن عربیؒ کا حکمت و عرفان کے علاوہ' شعر و ادب میں بھی ایک بلند مقام تھا۔ آپ نے معرفت آموزی کے ذوق اور سلیقہ شعر گوئی کو آپس میں ملا دیا تھا۔ حضرت امام غزالیؒ کی طرح آپ طریقت و شریعت میں صاحب نظر تھے لیکن غزالیؒ کے برابر شریعت میں آپ کی احتیاط اور دقت نظر نہیں تھی اور گویا فقہ و شریعت کو آپ قلبی کیفیات کا مقدمہ جانتے تھے لیکن اس کے باوجود اہل زہد دانز وا تھے اور مال و جاہ اور قبولیت عام کی طرف مطلق متوجہ نہیں رہے۔ جس ملک میں جاتے وہاں کے صوفی بزرگوں میں گھل مل جاتے۔ اہل توکل تھے اور بغیر توشہ و زادراہ کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتے تھے۔ کسی شہر میں بعض مالدار لوگوں نے آپکو کچھ رقم پیش کی تو آپ نے اسے فوراً ہی مسکینوں اور مستحقین میں تقسیم کر دیا چنانچہ کہتے ہیں ایک سائل آپ کے پاس آیا اور آپ سے کوئی چیز مانگی آپ نے وہ مکان ہی سائل کو بخش دیا جس میں آپ رہتے تھے۔

جس کسی شہر میں داخل ہوتے آپ فقیہوں اور صوفی حضرات میں مل جاتے اور ان کے ساتھ مباحثوں میں مشغول رہتے۔ اس زمانے میں آپ اسلام کے اکثر ممالک میں اہل نظر کے پاس بڑے مشہور ہو گئے تھے اور بیشتر

علماء کے ساتھ آپ کی خط و کتابت اور مصاحبت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے فخر الدین رازی کو خط لکھا اور ان سے کہا کہ وہ رسمی علوم کو ترک کر کے علوم الٰہی کو اختیار کریں۔ نیز کہتے ہیں آپ نے ابن فارض سے ان کے قصیدۂ تائیہ کی شرح لکھنے کی اجازت چاہی اور انہوں نے جواب میں کہا آپ کی فتوحات مکیہ تو اسی کی شرح ہے۔ محی الدین ابن العربی فقہ اور شریعت میں بھی صاحب نظر تھے اور گو کہ عبادتوں میں اہل ظاہر کا مسلک رکھتے تھے لیکن خود کو صاحب سر جانتے تھے آپ کی نظر میں شریعت قلبی کیفیتوں کے لئے ایک مقدمہ تھا اس لئے آپ کی باتیں کبھی کبھی شطحیات و دعوی کے رنگ کا حامل ہو جاتی تھیں اور خود کو خاتم الاولیاء جان کر خاتم الانبیاءؐ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی بات اسی طرح کا دعویٰ ہے۔ نیز حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار کرنا' اسم اعظم پر اطلاع ہونا اور کیمیا کی جان پہچان رکھنا بھی اسی قسم کی باتیں ہیں اور شاید اسی نوع کی باتوں کی وجہ سے ایک دفعہ اہل شریعت نے مصر میں آپ کے دعویٰ کرنے کی باتوں سے سخت انکار کیا اور آپ کے قتل کئے جانے کے درپے ہو گئے جس مخمصے سے بالآخر شیخ البجائی نے آپ کو نجات دلوا دی۔

ابن العربیؒ کے کلام میں ایسے مطالب ہیں جن کے ظاہر میں الحاد پایا جاتا ہے اور اس لئے مسلمانوں میں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض آپ کو ملحد اور زندیق سمجھتے ہیں اور بعض قطب اور ولی۔ جن حضرات نے آپ کی تعریفیں کی ہیں ان میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ' قاموس کے مصنف فیروز آبادیؒ' امام فخر الدین رازی اور سبکی ہیں اور جنہوں نے آپ پر رد و قدح کی ہے ان میں حافظ ذہبیؒ' ابن ایاس' علامہ تفتازانیؒ اور خاص کر امام ابن تیمیہ شامل ہیں۔ ابن تیمیہ نے ابن العربی کے بارے میں منکرین کے اقوال کو اکٹھا کیا ہے اور آپ پر بہت طعنہ زنی کی ہے۔ فیروز آبادی صاحب قاموس' جنہوں نے اپنے ہاتھ سے ابن العربی کے بعض تالیفات کو لکھا اور وہ موجود ہیں' کہتے ہیں کہ محی الدین کے بارے میں اور ان کے لقب کے معنی کے بارے میں علامہ قاضی بیضاویؒ سے فتویٰ طلب کیا گیا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ وہ (یعنی محی الدین ابن العربیؒ) شیخ ہیں اور امام ہیں اور معالم کے محی (زندہ کرنے والے) ہیں اور ان کی بڑی تعریف کی۔ امام شعرانیؒ نے بھی کہا ہے کہ جلیل القدر محققین نے ابن العربیؒ کے عظیم المرتبت عالم بلکہ تمام علوم میں عظیم القدر عالم ہونے میں ان کی تصدیق کی ہے اور جن لوگوں نے آپ کو انکار کی نظر سے دیکھا ہے وہ دراصل آپکے کلام کو مشکل پاتے ہیں اور کبھی نے انکے الفاظ کے معانی کو سمجھ نہیں پایا ہے۔

ابن العربی کے آثار کی تعداد بڑی ہے۔ آپ نے بہت سے مسائل پر کتابیں لکھی ہیں جن میں اسرار العلوم' ادب' تاریخ اور تفسیر بھی شامل ہیں۔ مولانا جامیؒ نے آپ کی تالیفات کی تعداد پانچ سو کتابیں (مع رسائل) لکھی ہے لیکن معجم المطبوعات میں آپ کی ۲۸ رکتابوں کا تعارف موجود ہے جن میں بعض ان کے متعدد رسائل کا مجموعہ

ہیں۔ یہ ساری کتابیں تصوف کے مباحث پر مشتمل ہیں اور ان میں اہم اور دقیق اور لطیف و نازک قصائد و موشحات نقل ہوئے ہیں۔ ان میں ایک اہم ترین کتاب ہے الفتوحات المکیہ جو چار جلدوں میں ہے اور آپ کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے جس میں تمام علوم تصوف آ گئے ہیں۔ دوسری کتاب ہے فصوص الحکم جو ابن العربی کے مسلک کے خلاصہ پر مشتمل ہے اور خاص کر وحدت وجود پر آپ کے دقیق عقاید اور مکمل بیان کا وضاحت نامہ ہے۔ لیکن یہ کتاب رموز و غامض نکات اور بہت ہی مشکل اور شرح کے محتاج معانی و مطالب سے پر ہے۔ دوسری ایک اور کتاب ہے ترجمان الاشواق جو آپ کے عاشقانہ اشعار کا مجموعہ ہے اور باوجود یکہ ابن العربی اس مجموعہ کو بالکل ہی معارف الٰہیہ سمجھتے ہیں لیکن اس کتاب سے بشری عشق کی خوشبو بھی سونگھی جا سکتی ہے۔ ایک اور کتاب ہے اسی مجموعہ کی شرح جسے الذخائر والاعلاق کا نام دیا ہے اور یہ ایک صوفیانہ شرح ہے اور شرح کرنے والے نے' جو خود مصنف ہیں' اپنے بشری عشق پر ابہام اور پیچیدگی کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ایک اور تصنیف ہے محاضرات الابرار و مسامرات الاخیار۔ ایک اور ہے التدبیرات الالٰہیہ باصلاح المملکۃ الانسانیہ۔ اسی طرح ایک کتاب ہے مشکوٰۃ الانوار فی ماروی عن اللہ عزوجل من الاخبار۔ ایک دوسری کتاب ہے مواقع النجوم۔ ایک اور ہے روح القدس۔ ایک دیوان بھی لکھا ہے جسے الدیوان الاکبر کہتے ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ ابن العربی کی کئی اور کتابیں اور رسالے ہیں۔

فصوص الحکم میں ابن عربی کا طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے آیات کے فصوص میں سے کسی نص کو یا احادیث مبارکہ میں سے کسی حدیث شریف کو لیتے ہیں اور اس کی تاویل کرتے ہیں اور اسی کو ابھار کر تاویل کی راہ سے اس پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس کتاب میں آپ کی آراء کو سمجھنا مشکل ہے اور ان سے مشکل تر ہے آپ کی ان آراء کی شرح و تفسیر کیونکہ جو زبان و بیان آپ استعمال کرتے ہیں وہ خاص اصطلاحات سے پر ہے اور اکثر جگہوں پر تعقید و مجاز سے مملو ہے اور حرفی تفسیر سے اس کے معانی ویران ہو جاتے ہیں اور اگر استعمال شدہ اصطلاحات سے عدول کیا جائے تو ان کے مطالب کے معانی کلی طور پر دشوار بن جاتے ہیں اور مقصد تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مطالب غیر معمولی طور پر مشکل ہو گئے ہیں اور اس طرح سے گویا اس کتاب کے مطالب تصوف ایک عمیق اور پیچیدہ فلسفہ میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

فصوص الحکم ۲۷ فصوص پر مشتمل ہے اور تصوف میں ابن العربی کے اہم ترین اور عمیق ترین آثار میں سے ہے اور اس میں شک نہیں کہ صوفی حضرات کے عقاید و آراء میں' خواہ وہ ان کے معاصر تھے یا بعد کے عہد کے' بڑی حد تک اثر انداز رہی ہے۔ ابن العربی نے اس کتاب میں وحدۃ الوجود کے مسلک کو کامل ترین طریقے سے بیان کیا ہے اور

اس کے معانی واصطلاحات کو واضح اور مشروح کیا ہے۔اس مسلک کے بیان میں آپ نے تمام ماخذ و منابع جیسے قرآن مجید، احادیث، کلام و حکمت مشائی واشراقی و مسیحی و یہودی اور باطنیہ اسماعیلیوں کے مصطلحات اور اخوان الصفا اور قدیم صوفیوں کے کلام و بیان سے استفادہ کیا ہے اور ان تمام اقتباسات واستفادات کو اپنے وحدت وجود کے مسلک کے موافق و مناسب رنگ میں رنگ دیا ہے اور صوفیہ معارف کے مخصوص معانی والفاظ وافکار و اصطلاحات کے خزانے کا ایک خلاصہ اپنے بعد باقی چھوڑ دیا ہے۔ جس سے ساری صوفیانہ میراث متاثر ہو کے رہ گئی ہے اور اکثر صوفی حضرات نے جو آپ کے بعد آئے کم وبیش آپ کے معانی و معارف اور الفاظ واصطلاحات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ گو کہ یہ فوائد و مطالب ان کی ایک اور کتاب الفتوحات المکیہ سے ہیں لیکن فصوص الحکم کا معاملہ کچھ اور ہے۔ یہ محی الدین ابن عربی کے معارف کے خلاصہ و نچوڑ پر مشتمل ہے بالخصوص جب کہ وحدت الوجود سے مربوط مسائل کی تحقیق اس کتاب میں زیادہ جامع اور زیادہ دقیق ہے گویا فصوص الحکم صوفیوں کے وحدت وجود کے فلسفہ کا خلاصہ ہے اور ایرانی صوفیوں نے خاص طور پر اس کتاب سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔اس کتاب کی طرز تحریر کسی حد تک شاعرانہ اور دشوار ہے۔ کبھی پڑھنے والے کی نظر سے معنی مخفی اور پوشیدہ رہتے ہیں اور پھر ظاہر ہو جاتے ہیں اور الفاظ واصطلاحات کے پردوں کے پیچھے سے باہر نکل آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مولف نے ان معانی کو ایک طرح کے عارفانہ وحی والہام کے زیر اثر لکھا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے مقدمہ اور بعض مطالب سے سمجھ میں آتا ہے۔ ابن العربی خود مدعی اور معتقد ہیں کہ اس کتاب کو دمشق میں سال ۶۲۷ھ میں ایک خواب میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے آپ کو املاء کیا تھا اور ابن العربی اس مکاشفہ اور رویا کا محض ایک ترجمان ہے۔ حقیقت میں فصوص الحکم بھی الفتوحات المکیہ ہی کی طرح ان الہامات اور مکاشفات کا بیان ہے جو غیب سے ان پر وارد ہوئے ہیں اور ان کتابوں کی سی کتاب نہیں ہے جنہیں دوسرے غور وفکر کرنے سے لکھا کرتے ہیں۔غرض یہ کہ فصوص الحکم کامل ترین و جامع ترین کتاب ہے جس میں ابن العربی نے حکمت ذوقی اور قوت فکر کے درمیان کی چیز جمع کر دی ہے۔ یعنی یہ کتاب معانی و مطالب کے لحاظ سے بھی اور اسلوب وطرز تحریر کے لحاظ سے بھی ابن العربی کی تمام کتابوں میں مستحکم اور ممتاز کتاب ہے۔

ابن العربی کی کتاب فتوحات مکیہ کا امام شعرانی (وفات ۹۳۷ھ) نے خلاصہ لکھا۔اس کتاب میں عارفوں کے عقاید و معارف کا مفصل بیان موجود ہے اور پانچ سو ساٹھ فصول پر مشتمل ہے اور آخری سے پہلے فصل میں ابن عربی نے کتاب میں درج تمام مضامین کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ جن اشخاص نے تنقید کی نظر سے اس کتاب کو دیکھا ہے انہوں نے اس پر نکتہ چینی کی ہے جن میں بالخصوص ابن عربی کی نفسانی کیفیتوں کے پس منظر میں ان کے عجیب و

غریب دعاوی ہیں جو کتاب میں اور عجیب خوابوں کے احوال کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں مثلاً کئی بار اس کتاب میں بیان ہوا ہے کہ میں نے ایک شیر خوار بچی سے فقہ کا ایک مسئلہ پوچھا۔ اس نے سنا اور جواب بھی دیا۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ایک بچہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ جب ماں نے چھینک ماری تو بچے نے پیٹ کے اندر سے آواز دی یَرحمكَ الله! اور بچے کی یہ آواز اتنی پہنچ والی تھی کہ تمام حاضرین نے اسے سنا۔ ابن عربی اپنے ان عجیب دعاوی کو اس قوت بیان کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ گویا ان میں شک کرنے کی کوئی گنجایش نہیں۔ دراصل اس کتاب میں اس قدر عجیب و غریب مطالب و دعاوی ہیں کہ معمولی عقل اور متوسط ذہن والے اور وہ لوگ جو تاویل کے بغیر اس کے رموز و اسرار کو معمولی نظروں سے دیکھنا چاہیں' ان باتوں کے متحمل نہیں ہو سکتے جو اس کتاب میں درج ہیں۔[1]

شیخ معروف کرخیؒ :......آپ قدیم مشائخ میں سے ہیں اور سری سقطیؒ کے استاد۔ آپ کی کنیت ابحفوظ اور آپ کے والد کا نام فیروز یا فیروزان تھا بعضوں نے آپ کا نام معروف ابن علی الکرخی لکھا ہے۔ آپ کے والد مولیٰ تھے۔ آپ حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے دربان تھے اور انؑ ہی کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے۔ ایک دن امام علیہ السلام کا بار عام تھا۔ لوگوں نے قیامت کی بھیڑ کی اور اسی بھیڑ میں معروف گر کر ہلاک ہو گئے۔

حضرت معروف کرخیؒ کی داؤد طائیؒ سے صحبت رہی ہے۔ داؤد طائیؒ کا انتقال ۱۶۵ھ میں ہوا اور معروف کرخیؒ کا سال ۲۰۰ھ میں۔ معروفؒ نے فرمایا ہے کہ صوفی یہاں مہمان ہے۔ مہمان کا میزبان سے تقاضا کرنا ظلم ہے۔ جو مہمان باادب ہو وہ منتظر رہتا ہے تقاضا نہیں کرتا۔

معروف کرخیؒ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں رہ کر ان کی ذاتی تربیت سے علوم ظاہری و باطنی اور صفای باطن و ظاہر کے بلند درجے پر فائض ہوئے اور اس حد تک کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی حرمت کی قسم دی جاتی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی حاجت پوری کر دیتا۔ مولانا جامیؒ نے نفحات میں لکھا ہے کہ ایک دن معروف نے اپنے بھانجے سے کہا جب تجھے اُس کی حاجت پڑے تو اسے میری قسم دے دینا۔

کہتے ہیں ایک دن اپنے ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ جوانوں کا ایک گروہ بڑی خرابیاں برپا کرتے ہوئے سامنے سے آ رہا تھا۔ ساتھیوں نے کہا حضرت اللہ سے دعا کریں کہ یہ سارے دجلہ میں غرق ہو جائیں تا کہ ان کے شر سے لوگ محفوظ رہ سکیں۔ معروف نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: الٰہی! جس طرح سے اس دنیا میں تم

(۱) نفحات الانس ص ۵۴۶ تا ۵۵۵

نے ان کو خوش رکھا ہے اسی طرح اس دنیا میں بھی انہیں خوشی اور عیش و عشرت عطا فرما۔ اصحاب متعجب ہوئے اور کہا بالآخر اس دعا میں کیا راز چھپا ہے؟ فرمایا جس سے میں نے یہ دعا مانگی ہے وہ جانتا ہے۔ ذرا ٹھہریئے ابھی یہ راز آشکار ہوا چاہتا ہے۔ جوانوں نے جونہی حضرت معروف کو دیکھا تو انہوں نے اپنے رباب توڑ ڈالے شراب الٹ دی اور تھر تھر کانپنے لگے اور حضرت معروف کے پاؤں پر گر کر توبہ کر لی۔ حضرت شیخ کرخی نے فرمایا: دیکھا کیسے مراد حاصل ہوگئی نہ وہ غرق ہی ہوئے اور نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچی۔

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ سری سقطیؒ نے بیان کیا کہ میں نے عید کے دن معروف کو دیکھا آپ کھجوروں کے دانے کاٹ رہے تھے میں نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا: میں نے اس بچے کو دیکھا کہ رو رہا تھا۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ رو کیوں رہے ہو تو جواب دیا کہ میں یتیم ہوں میرا نہ باپ ہے اور نہ ماں۔ دوسرے بچوں کے پاس کپڑے ہیں میرے پاس نہیں ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں اخروٹ ہیں اور میرے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں۔ اب کھجوریں اس لئے کاٹ رہا ہوں کہ انہیں بیچ دوں گا اور اس کے لئے اخروٹ خریدوں گا تاکہ جا کر کھیلے۔ سری نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا تاکہ آپ کا دل فارغ ہو جائے۔ میں بچے کو اپنے ساتھ لے گیا اور اسے کپڑے پہنائے اور اخروٹ خریدے اور اس کے دل کو خوش کیا۔ فوراً ایک نور میرے دل میں ظاہر ہوا اور میری کیفیت کا رنگ ہی بدل گیا۔

نیز فرمایا کہ خانقاہ میں ایک روز معروف کے پاس ایک مسافر اترا۔ اسے قبلہ معلوم نہ تھا اس لئے دوسری طرف کو رخ کر کے نماز ادا کی۔ جب نماز کا وقت آ گیا تو اصحاب نے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ مسافر شرمندہ ہوا اور کہا آپ لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ حضرت شیخ نے فرمایا: بھائی ہم تو درویش لوگ ہیں اور درویش کو دخل دینے سے کیا کام؟

بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز آپ کی طہارت ٹوٹ گئی۔ آپ نے فوراً تیمم کیا۔ عرض کیا گیا یہ رہا دجلہ! آپ تیمم کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا: وہاں تک پہنچنے کے عرصے میں ہوسکتا ہے میں زندہ نہ رہوں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا: حقیقتوں کو پانا' دقیق نکتوں کو بیان کرنا اور خلائق کے ہاتھوں میں جو کچھ بھی ہے اس سے ناامید ہونا۔

فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگو' تمہارے پاس کچھ نہ ہو کہ کوئی دوسرا تجھ سے مانگے۔ ہر جو کوئی امیری کا عاشق ہے وہ ہرگز فلاح نہیں پائے گا۔

آپ سے پوچھا گیا کہ ہم کس چیز سے طاعت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ فرمایا اس چیز سے کہ اپنے دل سے دنیا کو

نکال دیجئے۔ اگر دنیا سے کوئی معمولی چیز بھی تمہارے دل میں لگ جائے تو ہر سجدہ تمہارا اسی چیز کے لئے ہوگا۔

فرمایا خدا کے دوستوں کی تین علامتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ ان کا خیال خدا کے ساتھ ہوتا ہے' ان کا سکون وقرار خدا کے ساتھ اور ان کا شغل خدا کی ذکر کے ساتھ ہوتا ہے۔[1]

شیخ نجم الدین حسن دہلوی: ...... شیخ نجم الدین حسن ابن علاء السجزیؒ الدہلویؒ ایک فاضل عارف اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے کاتب اور مرید تھے۔ نفحات الانس میں تاریخ ہندوستان کا حوالہ دے کر مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ حسن سجزیؒ بلندی اخلاق' نیکو اوصاف' پاک باطنی' ظرافت طبع' عقلمندی' صوفیانہ روش' قناعت کی پسندیدگی' پاک اعتقادی' دنیاوی تعلقات سے علیحدگی' گوشہ گیری' خوش گذرانی اور دینوی اسباب سے قطع تعلق میں نادر الوقت تھے۔ مجلس میں شیرین صحبت تھے اور بڑے ہی مہذب اور مودب! مولانا جامیؒ نے اسی تاریخ کے مورخ کا حوالہ دے کر مزید لکھا ہے کہ سالہا سال سے میری (یعنی مورخ کو) امیر خسروؒ اور امیر حسنؒ کے ساتھ دوستی والفت تھی۔ نہ وہ میرے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ ہی میں ان کے بغیر اور میری وساطت سے ان دو استادوں کے درمیان محبت اور دوستی کا ایک ایسا مضبوط رشتہ قائم ہوگیا تھا کہ ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے رہتے تھے امیر حسنؒ کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی ذات بابرکات کے ساتھ جو کمال اعتقاد تھا اس کی وجہ سے اس نے ان کے انفاس متبرکہ سے نکلے ہوئے ملفوظات کو جو اس نے خود ان کی مجلسوں میں سماعت کئے تھے کئی جلدوں میں جمع کیا اور ان کا نام فراید الفواید رکھا۔ اس ملک میں آج کل کے عہد میں یہ ملفوظات ارباب ارادت کے پیشوا بن گئے ہیں۔ اس کے علاوہ امیر حسنؒ کے کئی دیوانِ نثری کتابیں اور مثنویاں بھی ہیں۔

تذکرہ دولت شاہ سمرقندی میں آیا ہے کہ ملک الکلام خواجہ حسن دہلویؒ حضرت شیخ نظام الاولیاءؒ کے اصحاب اور مریدوں میں سے تھے آپ دہلی کے خواجہ زادوں میں سے تھے اور شعر گوئی میں خواجہ امیر خسروؒ کی پیروی کرتے تھے۔ شیرین کلام شاعر ہے اور کلام پُر حال اور درویشانہ ہے گو کہ صنایع سے مملو نہیں لیکن روان کلام ہے اور دل کے بہت قریب۔ دنیا کو خیر باد کہنے والا ایک مرد ہے اور اہل طریق میں سے ہے۔ امیر خسروؒ کی طرح آپ نے بھی دنیا اور استعداد کو اپنے شیخ کے قدموں پر نچھاور کر دیا اور فقر میں مردانہ روش اختیار کی۔

کہا جاتا ہے کہ خواجہ حسن نانوائی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بازار سے گذر رہے تھے اور حضرت امیر خسروؒ بھی حضرت خواجہؒ کے ہمراہ تھے۔ امیر خسروؒ کی نظر

(۱) نفحات الانس ص ۳۸ تذکرہ الاولیا ص ۲۴۱ تا ۲۴۵

جب حسن پر پڑی تو ایک خوبصورت چہرہ دیکھا اور موزون حرکات وسکنات والی شخصیت جو پرسکون وجذاب تھی۔ آپ نے حسن سے پوچھا روٹی کس طرح بیچ رہے ہو؟ حسن نے کہا روٹی کو ترازو کے پلڑے میں ڈالتا ہوں اور سودا لینے والوں سے کہتا ہوں کہ مقابل کے پلڑے میں پیسے ڈال دیں۔ اگر پیسہ بھاری ہو تو خریدار کو چلتا کر دیتا ہوں۔ خواجہ خسرو نے کہا اگر خریدار مفلس ہو تو پھر مصلحت کیا ہوتی ہے؟ کہا تو پھر اسکے درد اور حاجت کو قیمت متصور کر لیتا ہوں۔ خواجہ امیر خسرو حسن کے اس طرح کے کلام سے حیرت زدہ ہو گئے اور حضرت شیخ سے کیفیت عرض کر دی۔ حسن میں بھی طلب کا درد اُمڈ آیا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ میں پہنچے اور دکان اور دکانداری کو چھوڑ دیا۔ نمونۂ کلام

رباعی

دارم دلکی غمین بیامرز و مپرس
صدواقعه در کمین بیامرز ومپرس
شرمنده شوم اگر بپرسی عملم
ای اکرم الاکرمین! بیامرز و مپرس[1]

رباعی

یک حرف تو چل صباح عالم را نور
یک حرف تو ہشت خلد رامایۂ حور
حرف سیمین چہل ولی را دستور
زان چار چہار رکن عالم معمور

☆☆☆

اشعار

مشتاق تو ہیچ جمالی نظر نه کرد
بیمار تو زہیچ طبیبی دوانخواست

(۱) یہ رباعی حضرت خواجہ بخارا جناب بہاء الدین محمد نقشبند مشکلکشا قدس اللہ سرہٗ سے بھی منسوب ہے۔ بزم نقشبندیہ ومجلس تحقیقات نشریات اسلام سری نگر نے رباعیات خواجہ بہاء الدین نقشبند البخاریؒ نام کے کتابچے میں یہ رباعی حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے منسوب کی ہے۔ دیکھیے صفحہ ۲۸۔۲۹۔

بر ما دلت نسوخت ندانم چرا نسوخت
مارا دلت نخواست ندانم چرا نخواست
☆☆☆
گفتی چرا سخن نکنی چون بمن رسی
نظارۂ جمال تو خاموشی آورد
☆☆☆
عشقبازان دیگر ند و عشقسازان دیگر ند
آنچه در فرہادی بینم کجا پرویز داشت
☆☆☆
ای بعہدت پارسایہا برسوائی بدل
من یکی زان پارسا یانم کہ رسوا کردہ ای
☆☆☆
از خویش برون رو ز در خویش درون آی
تا گم نشوی گمشدۂ خویش نیابی
☆☆☆
ای خونِ خلقی ریختہ، وانگہ از آن خون ریختن
نہ دست تو دارد خبر' نہ تیغ تو آلودگی
☆☆☆
گفتم برغم دوستان آسایشی یابم ز تو
استغفر اللہ زین سخن عشق تو و آسودگی

صاحب طرائق الحقایق لکھتے ہیں کہ آج کل کے عہد میں دیوان خواجہ حسن بہت عزیز اور مکرم ہے اور صاحب نظر اور مستعد حضرات نے خواجہ حسن کے کلام کے ساتھ تصور سے کہیں زیادہ اعتقاد کا اظہار و توجہ کی ہے۔ چونکہ خواص و عوام میں ان کا کلام ایک عظیم شہرت رکھتا ہے اس لئے یہاں پر ایک غزل درج کی جاتی ہے

ساقیا می دہ کہ ابری خاست از ساغر سفید
سرو را سر سبز شد صد برگ را چادر سفید

بادہ در جام بلورین دہ مرا گرمی دہی
خوب می آید شراب لعل را ساغر سفید
ابر چون چشم زلیخا بہر یوسف ژالہ بار
ژالہ ہا چون دیدۂ یعقوب پیغمبر سفید
عنکبوت غار راگفتم کہ این پردہ چہ بود
گفت مہمان عزیز آمد کہ کردم در سفید
ای حسن اغیار را ہرگز نہ باشد طبع راست
راست است این زاغ را ہرگز نباشد پر سفید

اور فضلا نے اس غزل کے جواب میں بہت غزلیں لکھی ہیں لیکن کوئی بھی جواب پر حال تر نہیں اس غزل کے مقابلے میں۔[1]

فیثا غورث......فیثا غورث یا فیثا غورس یا پیثا گوراس یا پیتا گر' یونان کے عظیم فلسفیوں میں سے تھا جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے سال ۵۸۳ھ سے سال ۵۷۲ھ تک کے درمیانی سالوں میں پیدا ہوا۔ سامس نامی شہر میں آپ کا تولد ہوا اور جب پیکراتس نے وہاں ظالمانہ حکومت کا آغاز کیا تو آپ وطن چھوڑ کر اٹلی چلے گئے۔ اس سے قبل آپ نے مصر اور یونان کے مختلف شہروں کی سیاحت کی تھی۔ غالباً ہندوستان اور مشرق کے ممالک میں آپ کے سفر کرنے کی حقیقت بے بنیاد ہے۔ فیثا غورث اس عوامی حکومت کا اور مطلق العنانیت کا سخت مخالف تھا جس کے حق میں ڈماگوگ کے طرفدار تبلیغ کیا کرتے تھے اور اسی لئے آپ نے دریس کی اشرافی حکومت کی طرفداری اختیار کی اور لوگوں کو علوم کی طرف راغب کرنے کا تہیہ کرلیا اور آہستہ آہستہ ان کے عقاید و اخلاق کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کرلیا۔

فیثا غورث کو ریاضی کے ساتھ عشق اور اعتقاد تھا چنانچہ اعداد کی فلسفیانہ اور طبیعی و الٰہی علوم اور رُوح کی معرفت اور اخلاق کے ساتھ ان کی مطابقت کی اصل فیثا غورث کے تخیل کا حاصل ہے۔ جیسا کہ قدیم مورخین نے لکھا ہے آپ نے ریاضی' فزیکس اور نجوم میں بڑے اختراعات کئے اور کئی کشفیات بھی' لیکن ان اختراعات و کشفیات کی حقیقت ابھی تک ہم پر واضح نہیں۔ جدول ضرب بھی آپ سے منسوب ہے اور کہتے ہیں کہ فلسفہ کا لفظ بھی پہلے آپ

(۱) طرائق الحقائق ج ۲، ص ۱۳۹ تا ۱۳۱؛ نفحات الانس ص ۶۱۰

ہی نے استعمال کیا۔آپ کی وفات کی تاریخ معلوم نہیں (مزید اطلاع کیلئے دیکھئے فرہنگ معین تالیف دکتر محمد معین جلد ۵/اعلام۔ص ۱۳۹۱۔۱۳۹۲۔ چھاپ ۱۳۴۵ھ شمسی۔امیر کبیر تہران)

قاسم انوار.........سیّد علی ابن نصر ابن ہارون ابن ابوالقاسم حسینی یا موسوی تبریزی نام تھا اور لقب معین الدّین تھا یا صفی الدّین۔قاسم تخلص کرتے اور شاہ قاسم اور قاسمی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ایک فاضل عارف اور شاعر تھے۔نویں صدی ہجری میں بڑے مشہور صوفیوں میں گذرے ہیں۔اصول طریقت اور سیر وسلوک میں سلطان صدر الدّین موسیٰ ابن شیخ صفی الدّین سید اسحٰق اردبیلی کے مرید تھے اور ان ہی کی طرف آپ کو قاسم انوار کا لقب ملا۔قاسم انوار نے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی صحبت بھی پائی اور قزوین' سمرقند' گیلان' ہرات اور خراسان میں سیاحت کی۔ہرات میں لوگوں کی رشد وہدایت میں مشغول رہے لیکن شاہ رخ میرزا نے ان کو وہاں سے نکال دیا قاسم انوار نے بلخ اور سمرقند میں کافی وقت بسر کیا اور الغ بیگ کی خدمت میں آتے رہے۔وہاں سے بھی نکلے تو وطن جاتے ہوئے نیشاپور کے مضافات میں واقع خرجرد یا لنگر جام قصبہ میں ساکن ہوئے اور سال ۸۳۵ھ یا ۸۳۷ھ یا ۸۳۸ھ میں وہیں وفات پائی۔امیر علی شیر نوائی کے حکم سے آپ کے مقبرہ پر ایک خوبصورت عمارت تعمیر ہوئی۔آپ کی کئی تالیفات ہیں: (۱) انیس العاشقین۔یہ ایک فارسی مثنوی ہے (۲) تذکرۃ الاولیاء یا مقامات العارفین۔یہ بھی ایک مثنوی ہے (۳) دیوان شعر۔یہ اچھا دیوان ہے جو غزلیات اور قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔بیشتر تصوف اور نصائح سے متعلق ہے۔

قاسم انوار نے چار بار پیادہ حج کیا ہے جن میں دو حج ننگے پاؤں ادا کئے۔مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ قاسم انوار کے رد وقبول میں دو فرقے ہو گئے ہیں۔آپ سے دو اثر باقی رہ گئے ہیں ایک دیوان شعر ہے جو آپ کے اسرار و حقایق پر مشتمل ہے جس سے کشف وعرفان کے انوار اور ذوق وجدان کے آثار ظاہر ہیں اور دوسرا' وہ جماعت جو خود کو آپ سے منسوب کرتی ہے اور اپنے آپ کو ان کا مرید جانتی ہے۔میں نے (یعنی مولانا جامیؒ نے) ان میں سے بعض کو دیکھا ہے اور بعضوں کے حالات بھی سنے۔ان میں سے اکثر دین اسلام کے دائرے سے خارج تھے اور شریعت وسنت سے اباحت وحقارت کے زمرے میں داخل تھے اور شاید اس کی اصل یہ تھی کہ حضرت سید قدس سرہ پر توحید کا مسلک غالب تھا اور تمام امور میں ان کی نظر مبدأ پر تھی اور اسباب سے بے نیاز ہو گئے تھے چنانچہ ذاتی بخشش وعطا کے تقاضا کے مطابق جو نذر ونیاز آپ کے پاس آتے تھے وہ سب لنگر میں کام میں لایا جاتا تھا اور اصحاب نفس وطمع کے مقاصد وہیں سے پورے ہو جاتے تھے اور اس میں انہیں رکاوٹ درپیش نہیں تھی گویا اہل

طبیعت کی ایک جماعت تھی وہ آپ کے معارف کو بھی سنتی تھی اور نفس ولالچ کی وجہ سے دنیاوی متاع پر بھی تصرف کرتی تھی اوراس طرح سے نفس کے مرغوبات کی طرف مائل ہو کر وہ شریعت وسنت سے لاپرواہ ہو گئے تھے اور خود سید قاسم انوار ان چیزوں اور آلودگیوں سے پاک تھے۔ مولانا جامیؒ نے ہی نفحات الانس میں لکھا ہے کہ امیر سید قاسم کی ارادت اوائل میں شیخ صدرالدّین اردبیلی رحمۃ اللہ کے ساتھ تھی۔ اس کے بعد آپ شیخ اوحدالدّین کرمانی قدس روحہما کے اصحاب میں سے شیخ صدرالدّین علی یمنی کی خدمت میں آگئے اور میں نے سنا ہے کہ حضرت سید قاسم شیخ صدرالدّین علی یمنی کو بہت پسند کرتے تھے اور ان سے ارادت کا اظہار کرتے تھے۔ میرے بعض عزیزوں کا کہنا ہے کہ جب حضرت سید سمرقند میں تھے تو ہم نے ان سے ملاقات کی۔ معارف کے بیان کرنے کے دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات کو بہت بیان کیا کرتے اور ہر بار جب بھی حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے گرنے لگ جاتے۔ مرید اور معتقد کہتے کہ آپ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے مقام میں ہیں۔ حضرت خواجہ ناصرالدین عبیداللہ مداللہ تعالیٰ ظلال نے فرمایا کہ حضرت سید قاسم انوار نے ابیورد کے علاقے میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاءالدّین محمد نقشبند قدس اللہ سرہ سے ملاقات کی تھی اور ان کی صحبت میں رہے اور ان کے طریقہ کے حق میں اعتقاد پیدا کیا تھا اور ان سے سمجھ میں آتا تھا کہ خود کیلئے اسی طریقے کو اپنے اوپر اختیار کیا تھا۔

آپ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ سال ۷۷۹ھ میں میں ہرات میں مولانا ظہیرالدّین خلوتی رحمۃ اللہ کے ساتھ والی جدید خانقاہ میں ساکن تھا۔ اچانک ایک دن صبح کو مولانا اپنی خلوت سے روتے ہوئے باہر آئے اور میری خلوت میں داخل ہو کر چلانے لگے کہ خدا تعالیٰ کیلئے کہیے کہ اس نے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید فرمایا ہے ساٹھ سال سے مجھے دوڑایا جا رہا ہے اور میں ابھی بھی نہیں پہنچا ہوں۔ فقیروں میں سے ایک فقیر نے جو حاضر تھا کہا کہ یہ تو وہی ماوراءالنہر کے مجنون کی سی کہانی ہے جو لوگوں کے گھروں میں جاتا تھا اور وہاں سے کھا کر جب باہر آتا تو لوگ اسے پوچھتے کہ کچھ کھالیا تو وہ ان کو برا بھلا کہتا کہ وہاں تھا کیا۔ میں نے تو کچھ نہیں کھایا۔ ایک دن ایک امیرزادہ اسے اپنے گھر لے گیا اور ہر طرح کی نعمت اس کے سامنے رکھ دی دیوانہ جتنا کھانا چاہتا تھا کھالیا۔ امیرزادے نے تلوار نکالی کہ اور کھاؤ۔ دیوانے نے اتنا اور کھالیا جتنا ممکن تھا اور کہا اگر مجھے مارنا ہے تو مار لو کیونکہ اب تو کھانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ دیوانہ جب باہر نکلا تو لوگوں نے پوچھا کہ کچھ کھایا؟ کہا نعمت تو کھانے کو بہت مہیا تھی لیکن کیا کوئی تلوار کے ڈر سے کچھ کھا سکتا تھا؟

ایک عزیز نے جس کی باتوں پر سب کو اعتماد ہے بعض مسافروں سے جو واقعتاً قابل اعتماد ہیں بیان کیا کہ تربت

مقدس جام سے مشہد مقدس طوس، علی ساکنہ السلام، تک کے سفر میں رات کو صبح کیا تو راہ میں جب چل رہے تھے خرد جرد کی طرف انہیں روشنی دکھائی دی جو زمین سے بلند ہو کر آسمان تک چلی گئی۔ سب حیران ہو گئے کہ یہ کیا روشنی ہے۔ شب کو ہی خرجرد پہنچے اور دیکھا کہ یہ روشنی حضرت سید کے لنگر کی طرف سے بلند ہے۔ جب لنگر میں آ گئے اور آپ کی زیارت کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ یہ ایک روشنی ہے جو اس حجرے سے چمک رہی ہے جس میں آپ کی قبر منوّر ہے۔ بعض درویشوں نے اور خود میں نے بھی دریافت کیا کہ آپ کی منوّر مرقد شریف جمعیت خاطر کا موجب ہے واللہ اعلم!

سید قاسم انوار کی وفات سال ۸۳۷ھ میں ہوئی اور خرجرد جام میں آپ کی قبر موجود ہے[1]

محمد ابن عبد اللہ طبریؒ :......آپ شیخ ابو العباس احمد ابن محمد ابن عبد الکریم القصابؒ الآملی کے مرشد بزرگوار تھے۔ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ اور شیخ محمد قصاب آملی آپ کے مرید تھے۔ خود محمد ابن عبد اللہ طبری، ابو محمد جریری کے مرید تھے اور وہ سید الطایفہ جنید بغدادی کے مرید تھے اور وہ مرید تھے سری السقطی کے جو معروف کرخی کے مرید تھے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو طرائق الحقائق ج ۲، ص ۵۰۹)

مولانا رضی الدین عبد الغفور لاریؒ :......آپ فارس کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں آپ حضرت سعد بن عبادہ الانصاریؓ کی اولاد میں تھے ہیں اور مولانا جامیؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ علوم متداولہ میں یکتای روزگار تھے۔ شرح جامی اور نفحات الانس کے آپ کے حواشی مشہور ہیں۔ تصوف میں آپ نقشبندی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔

مولانا لاری کی وفات انوار کی صبح کو شعبان کی ۵ رتاریخ سال ۹۱۲ھ میں ہوئی۔

مولانا سعد الدین تفتازانیؒ :......شیخ الاسلام تھے اور علامہ، روزگار۔ تصوف میں مشائخ میں سے تھے چنانچہ جلال الدین یوسف اوبھی کی آپ ہی نے باطنی تربیت کی نیز خواجہ معین الدین محمد جامی کے ایک فرزند خواجہ ضیاء الدین یوسف نے ظاہری علوم میں مولانا تفتازانی سے درس لیا تھا۔

مولانا سعد الدین کاشغریؒ :...... مولانا جامیؒ آپ کے داماد

(۱) نفحات الانس ص ۵۹۲ تا ۵۹۴۔ طرائق الحقائق جلد ۲۔ ص ۳۲۳ تا ۵۲۶

تھے۔ آپ بڑے متقی' دین دار اور صوفی تھے چنانچہ شمس الدین محمد روجی کی باطنی تربیت آپ ہی نے کی۔ مولانا کاشغری نقشبندی سلسلے سے وابستہ تھے۔

مولانا کاشغری نے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد تصوف کی طرف توجہ کی اور مولانا نظام الدین کی صحبت پائی۔ کہتے تھے کہ ان کی صحبت میں چند سال گذارنے کے بعد میرے دل میں حرمین الشریفین زادھما اللہ تشریفاو تکریما کی زیارت کی سخت خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے ان سے اجازت چاہی۔ فرمایا کہ جس قدر میں دیکھ چکا ہوں، آپ کی جگہ کو حاجیوں کے قافلے میں دیکھ نہیں رہا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے کئی واقعات ایسے دیکھ لئے تھے جن سے میں خوفزدہ ہوا تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ جاؤ اور مت ڈرو۔ فرمایا جب جا ہی رہے ہو تو ان واقعات کو مولانا زین الدین کی خدمت میں بھی عرض کر دینا کیونکہ وہ ایک صاحب شرع بزرگ ہیں اور سنت کی راہ میں بڑے ثابت قدم۔ اور ان کی مراد شیخ زین الدین خوافی سے تھی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو ان دنوں خراسان میں ارشاد و شیخیت کے مقام پر مقرر اور متعین تھے جب میں خراسان میں پہنچا تو جیسا کہ مولانا نظام الدین نے فرمایا تھا میرا حج کو جانا درنگی میں پڑ گیا اور کئی سال کے بعد میسر ہوا۔ جب میں شیخ زین الدین رحمتہ اللہ کی خدمت میں پہنچا اور وہ واقعات عرض کئے تو انہوں نے فرمایا کہ ہماری بیعت کرو اور ہماری مریدی کے حلقے میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ ایک صاحب جن سے میں نے طریق سلوک پایا ہے ابھی بقید حیات ہیں۔ آپ خود امین ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس جماعت کے طریقے میں میرا ایسا کرنا جائز ہے تو میں ایسا ہی کروں گا۔ فرمایا استخارہ کرو۔ میں نے کہا مجھے اپنے استخارہ پر کوئی اعتماد نہیں آپ استخارہ کیجئے۔ فرمایا تم استخارہ کرو تو ہم بھی استخارہ کریں گے۔ جب رات ہوئی تو میں نے استخارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ خواجگان کی ایک جماعت ہرات میں' جہاں اس زمانے میں مولانا زین الدین ہوا کرتے تھے' زیارت گاہ میں داخل ہوئے' درخت اکھیڑ دیئے' دیواریں گرا دیں اور قہر و غضب کے آثار ان کے چہرے پر نمودار تھے۔ میں جان گیا کہ یہ دوسرے طریقے کو اختیار کرنے سے منع کرنے کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میں نے فراغت خاطر کے ساتھ رات کو آرام کیا اور جب صبح شیخ کی مجلس میں آیا تو میں نے اپنا واقعہ ابھی سنایا ہی نہ تھا کہ انہوں نے فرمایا طریقہ یکساں ہے اور سب ہی ایک کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں۔ تم اپنے طریق پر ہی کاربند رہو اور اگر کوئی واقعہ یا مشکل پیش آئے تو ہم کو بتا دینا ہم بقدر امکان تمہاری مدد کریں گے۔

مولانا سعد الدین کاشغریؒ پر غلبہ اور استیلاء کی کیفیت واضح طور پر دکھائی دیتی تھی۔ تھوڑی سی توجہ سے غیبت اور بے خودی کے احوال آپ پر چھا جاتے تھے۔ جو کوئی ناواقف ہوتا اسے خیال ہوتا کہ آپ کو نیند آ رہی ہے۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اول ایام میں آپ کی خدمت میں گیا تو میں جامع مسجد میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا

تھا۔ جیسے کہ آپ کی عادت تھی آپ خود سے غائب ہو چکے تھے اور مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ گویا سو رہے ہیں۔ میں نے کہا اگر آپ کچھ دیر تک آرام فرمائیں تو کیا حرج ہے۔ آپ نے تبسم کیا اور کہا کیا تجھے یقین نہیں کہ نیند سے ماوراء کوئی اور چیز بھی ہے؟ ایک دن آپ نے فرمایا کہ بعض درویش لوگ خواب اور بیداری میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر پاتے کہ اپنے اندر نیند (خواب) کے بعد ایک خفت سی (ہلکا پن) پاتے ہیں ورنہ نیند اور بیداری میں ان کی مشغولیت کی کیفیت ایک ہی طرح کی ہوتی ہے بلکہ نیند کی حالت میں جب کہ موانع دور ہو جاتے ہیں یہ کیفیت زیادہ صاف اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔ میرا (یعنی مولانا جامی کا) خیال ہے کہ یہ انہوں نے اپنے بارے میں فرمایا واللہ اعلم۔

مولانا جامی بیان کرتے ہیں کہ ایک درویش نے' جو مولانا کاشغری کی خدمت میں آتا جاتا تھا' تذکرہ کیا کہ وعظ کی مجلس میں جہاں درویشوں کی معرفت کا بیان ہوتا تھا میری حالت غیر ہو جاتی تھی اور میں نعرہ زنی اور چیخ و پکار کیا کرتا تھا اور اس سے مجھے شرمندگی ہوتی تھی۔ ایک روز میں نے مولانا سعد الدین کاشغری سے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا جب تجھے یہ تغیر ہو گا تو دل میں مجھے یاد کرنا۔ اس زمانے میں جب مولانا حجاز کے سفر میں تھے مجھ پر ایک مدرسے میں جہاں ایک بزرگ وعظ پڑھ رہے تھے یہ حالت طاری ہوئی۔ میں نے مولانا کو دل میں یاد کیا تو دیکھا کہ مولانا مدرسے کے دروازے سے داخل ہو کر میرے پاس آ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیئے۔ میں خود سے بیخود ہو گیا اور بے ہوشی غالب آ گئی۔ جب میں اپنے حال میں لوٹ آیا تو وعظ کی مجلس ختم ہو چکی تھی اہل مجلس چلے گئے تھے اور دھوپ مجھ پر پڑ رہی تھی اور یہ ماہ رمضان کی آخری جمعرات کا دن تھا اور عید الفطر کے دن تک اب کوئی اور جمعرات کا دن باقی نہیں تھا۔ میں نے اسے یاد رکھا اور ارادہ کر لیا کہ جب مولانا مکہ سے لوٹ آئیں گے تو میں یہ واقعہ ان کو سنا دوں گا۔ جب آپ مکہ سے لوٹ آئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف ہوا۔ ان کے سامنے ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اس لئے میں وہ واقعہ عرض نہ کر سکا۔ آپ نے میری طرف رخ پھیر کر فرمایا کہ جمعرات کا ہی دن تھا جس کے بعد سے عید الفطر تک اور کوئی جمعرات کا دن نہیں تھا۔

مولانا سعد الدین کاشغری ظہر کی نماز کے بعد جمادی الاول کی ۷ رتاریخ کو سال ۸۶۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔[1]

مولانا شرف الدین علی یزدیؒ :...... آپ شیخ حاجی یزدی کے فرزند تھے اور آپ کا لقب شرف الدین تھا۔ مشہور مورخ اور ادیب اور یزد کے عالی مقام شعراء میں سے تھے۔ آپ ملاحسین اخلاطی حروفی

(۱) طرائق الحقائق، نفحات ۶۵۔۶۸۔۷۱۔۱۱۱۔۱۱۵۔۱۱۶۔ لمحات الانس جامی صفحات ۳۰۲۔۳۰۳۔۳۰۴۔۳۰۵

کے مرید تھے اس لئے حروف کی خاصیتوں میں آپ کا اعتقاد بڑا سخت تھا۔ آپ کے سال وفات کو سال ۸۳۰ھ، ۸۳۴ھ، ۸۵۰ھ، ۸۵۳ھ اور ۸۵۸ھ کے اختلافات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں: ا۔ تمر نامہ، ۲۔ حقائق التہلیل، ۳۔ حلل مطرز (در معما و لغز)، ۴۔ دیوان شعر، ۵۔ شرح قصیدہ بردہ در مدح نبیؐ، ۶۔ ظفر نامہ (تاریخ تیمور)، ۷۔ اسطرلاب، ۸۔ کنہ المراد در علم وفق اعداد، ۹۔ منتخب حلل اور ۱۰۔ مواطن۔

مولانا شمس الدین محمد روجیؒ :...... ہرات (افغانستان) سے نو فرسنگ کی دوری (۲۷ میل) پر مغرب کی جانب روج ایک گاؤں ہے مولانا شمس الدین اسی گاؤں کے تھے۔ آپ مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے مرید تھے۔

سال ۹۰۴ھ میں سنیچر وار ۱۶ رمضان المبارک کو آپکی وفات ہوئی۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ امیر علی شیر نوائی جہاں مناسب سمجھیں مجھے دفن کریں۔ تجہیز ولوازم غسل وکفن کے بعد امیر نے ان کو باپ کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ چند دنوں کے بعد نصف شب کو آپ کے بعض مریدوں نے آپ کو وہاں سے نکال کر حضرت خواجہ عبداللہ انصاریؒ کے مزار شریف کے قریب دفن کر دیا۔

امیر صدر الدین سلطان ابراہیم الامینی نے آپ کی وفات پر یہ قطعہ لکھا

آن پیر کہ سر عشق اورا
از عین شہود بود مشہود
شد سوی جنان و گشت تاریخ
شنبہ کہ ز صوم شانزدہ بود

مولانا فخر الدین علیؒ :...... آپ مولانا حسین واعظ الکاشفی کے فرزند تھے اور مشہور ادیب۔ درجات نقشبندیہ سے متعلق آپ کی معتبر اور یکتائی روزگار تصنیف رشحات عین الحیاۃ ہے۔ آپ فخر الدین علی صفی کے نام سے مشہور ہیں۔ مولانا جامیؒ آپ کے ہم زلف تھے۔

مولانا محمد جامیؒ آپ مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ کے برادر تھے۔ شاعر تھے اور مولانا جامیؒ سے پہلے وفات پائی۔ مولانا جامیؒ نے ان کی وفات پر لکھا

من بودم از جہان و گرامی برادری
درسلک اہل فضل گر انمایہ گوہری
ز آنسان برادری کہ دراطوار علم و فضل
چون او نزاد مادر ایام دیگری

اس سے معلوم ہوتا ہے مولانا محمد شاعر ہونے کے علاوہ اہل علم وفضل میں سے تھے اور علوم میں اپنے زمانے میں منفرد تھے۔ مجالس النفائس میں میر علی شیر نوائی نے آپ کی یہ رباعی نقل کی ہے

این بادہ کہ من بی تو بلب می آرم
نی از پی شادی و طرب می آرم
زلف سیہ تو روز من کرد سیاہ
روز سیہ خویش بہ شب می آرم

مولانا یعقوب چرخیؒ ......آپ غزنی کے ایک گاؤں چرخ کے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبند مشکلشا کے اصحاب میں سے تھے اور انکے وصال کے بعد آپ نے حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کی صحبت شریف اختیار کی۔

آپ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب میں پہلی بار حضرت خواجہ بزرگؒ کی صحبت اقدس میں پہنچا میں نے عرض کیا مجھے قبول فرمائیں۔ فرمایا ہم خود سے کوئی کام نہیں کرتے۔ آج رات کو دیکھ لیں گے اگر تجھے قبول کیا گیا تو ہم بھی تجھے قبول کرلیں گے۔ مولانا یعقوب فرماتے ہیں کہ اس رات سے زیادہ سخت رات مجھ پر اور کوئی رات نہیں گذری کیونکہ میری ساری رات اس فکر میں گذری کہ کیا مجھے قبول کیا جائے گا یا رد کر دیا جائے گا۔ جب صبح کو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا آپ کو قبول کیا گیا لیکن خواجہ علاء الدین کی صحبت میں رہو گے۔ اس کے بعد میں بدخشان گیا۔ حضرت خواجہ علاء الدینؒ خواجہ بزرگؒ کے وصال کے بعد صغانیان میں آگئے اور وہیں ساکن ہو گئے۔ آپ نے کسی آدمی کو میرے پاس بھیج دیا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا تھا کہ تم میری صحبت میں رہو گے۔ میں ان کی خدمت میں آگیا اور ان کی حیات تک ان کی صحبت میں رہا۔

مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ میرے مخدوم ومرشد خواجہ ناصر الدین عبید اللہ مولانا یعقوب چرخیؒ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ فرمایا کہ میں ہرات میں تھا مجھے حضرت مولانا یعقوب کی خدمت میں جانے کی خواہش

ہوئی اور میں صغانیان کی طرف روانہ ہوا اور سخت مشکلات اور صعوبتوں کے بعد وہاں پہنچا اور آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے سارا راستہ یا اس کا اکثر حصہ پیدل چل کر طے کیا تھا۔ فرمایا جب میں ان کی صحبت سے مشرف ہوا تو ان کے روئے مبارک پر طبیعت کی منافرت کے کچھ قلیل آثار نمودار تھے اور مجھ سے درشت کلامی اور سختی کے ساتھ پیش آئے اور اس حد تک کہ قریب تھا میرا باطن ان سے بالکل منقطع ہو جائے اور میں مطلق طور پر ان سے ناامید ہو جاؤں گا۔ میں سخت غمزدہ اور رنجیدہ ہو گیا اور جب دوسری بار ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس قدر محبوبانہ انداز میں میری طرف متوجہ ہوئے کہ میں نے ہرگز کسی کو اتنا محبوب نہیں دیکھا اور میرے ساتھ بہت زیادہ لطف و محبت سے پیش آئے۔

سنا ہے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ فرماتے تھے کہ ایک طالب جب کسی بزرگ کی صحبت میں آئے تو اسے خواجہ عبیداللہ کی مانند آنا چاہئے چراغ مہیا' تیل اور فتیلہ تیار بس ایک دیا سلائی لگانے کی ضرورت!

حضرت خواجہ عبیداللہ نے فرمایا کہ مولانا یعقوب چرخیؒ شیخ زین الدین خوافیؒ کے ہم سبق تھے۔ ایک روز آپ نے مجھ سے مولانا شہاب الدین سیرامیؒ کے سامنے پوچھا کہ کہتے ہیں شیخ زین الدین واقعات کی پیشگوئی اور خوابوں کی تعبیر میں بھی مشغول رہتے ہیں اور اس بارے میں خاصا اہتمام برتتے ہیں میں نے کہا حضرت ایسا ہی ہے۔ یہ سن کر آپ خود سے غائب ہو گئے اور آپ کا طریقہ تھا کہ آپ ساعت بہ ساعت خود سے غائب ہو جاتے تھے۔ جب لوٹ آئے تو یہ شعر پڑھا[1]

چو غلام آفتابم همه ز آفتاب گویم
نه شبم نه شب پرستم که حدیث خواب گویم

مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہ تاجکستان میں گلستان نامی گاؤں میں مدفون ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے روضہ شریف کی زیارت کرنے کی سعادت عطا فرمائی اس لئے مناسب ہے کہ اس گاؤں اور روضۂ شریف حضرت چرخیؒ کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جائے۔

تاجکستان کے دارالخلافہ دوشنبہ سے میں علوم شرقی کے ایک کارکن محقق سید مراد اور محقق (جو مولانا جامیؒ پر تحقیق میں مصروف تھے) اعلیٰ خان افسر زادہ اور نذر اللہ (جو میرے ذاتی سکرٹری کی حیثیت میں میرے ساتھ تھا) کے ساتھ موٹر میں روضۂ مبارک کی زیارت کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ عمر خیام سڑک سے نکل کر سفر شروع ہوا۔ اس سڑک کے دائیں بائیں چنار کے درخت لگے تھے جو ابھی کم سن تھے۔ یہ سڑک کوئی بارہ کلومیٹر لمبی ہے۔ اس کو طے

(۱) نفحات الانس ص ۳۹۸

کر کے ہم عینی سڑک میں آگئے جو مشہور فاضل ملا عین الدین کے نام پر ہے۔ بائیں طرف بالکل کشمیری دیہات کے سے ٹیلے نظر آئے۔ دائیں بائیں اونچے پہاڑ تھے ویسے ہی جیسے سری نگر میں واقع نشاط باغ کے عین عقب میں ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم گاؤں میں داخل ہوئے۔ گاؤں کی عورتوں کے سر پر دوپٹے اور کھلے کرتہ نما کشمیری پھرن سے مشابہ لباس دکھائی دیا یہ غیر مردوں کو دیکھ کر کچی دیواروں کی آڑ میں اور چہرے کو دوپٹے کے ایک گوشے سے چھپا دیتی تھیں۔ مکانوں کی دیواریں کچی اور مکان بھی بیشتر کچے تھے اگرچہ چند سرکاری پختہ عمارتیں بھی بن چکی تھیں۔ فضا اور رہن سہن بالکل کشمیر کے کسی بھی گاؤں سے ملتا جلتا تھا۔ یہ گاؤں جو حضرت مولانا گاؤں یا گلستان گاؤں کے نام بلکہ دونوں ناموں سے مشہور ہے بہت سبز و شاداب ہے۔ سڑکیں پختہ اور مال بردار گاڑیاں بھی رواں دواں ہیں۔ بید' توت' سفیدہ اور چنار کے درختوں کی بہتات نظر آئی۔ ہماری موٹر پختہ اینٹوں کی ایک اونچی اور لمبی دیوار میں بنے ایک بہت بڑے محراب والے دروازے کے سامنے رکی۔ اس دروازے کے دو پٹ تھے لکڑی کے جو نقشدار تھے اور دونوں پٹ میں لوہے کے دو کڑے لگے تھے۔ اس دروازے کے اوپر کے نقش کئے ہوئے ایک حصے میں یہ الفاظ کندہ کئے گئے تھے: ''عمل استاد حیدر بن مرتضیٰ'' اور بائیں طرف کے پٹ کے اوپر کے حصے میں یہ عبارت نقش کی گئی تھی: ''درایامی کہ میر نیک اختر۔ بنا شد این چنین شایستہ یک در'' دروازہ بند تھا۔ اس دروازے کے قریب ایک چھوٹا کھلا دروازہ ہے اور ہم اسی دروازے سے داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی دائیں بائیں لکڑی کا جنگلہ لگا تھا جس پر نیلے رنگ کا روغن چڑھا تھا۔ دائیں طرف ایک وسیع باغ سیبوں کا تھا اور بائیں طرف نسبتاً چھوٹا باغ تھا۔ سامنے سیمنٹ کے فرش کا ایک بڑا صحن تھا جسکے وسط میں ایک حوض تھا اور اس میں بڑی خوبصورت سرخ رنگ کی چند مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ حوض کے قریب ہی اس طرف ایک طبقہ مکان تھا اور حوض کے ساتھ ہی چار بڑے وسیع اور عظیم الشان چنار ایستادہ تھے جنہیں دیکھ کر کشمیر کے شالہ مار اور نشاط باغ کے چنار یاد آئے۔ حوض کے اُس طرف صحن کے ہی حصے میں دو بڑی چوکیاں تھیں اور دونوں پر فرش بچھا تھا اور کوئی سات آٹھ معمر اور ریش دراز بزرگ آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں محو کلام تھے۔ مذکورہ مکان میں سے' جو خوبصورت تھا اور شیشے کی کھڑکیوں سے آراستہ اور پاکی وصفائی سے مزین' ایک نسبتاً چھوٹے قد کا آدمی جس کی داڑھی گہرے سیاہ رنگ کی تھی (شاید داڑھی خضاب زدہ ہوگی) اور صحت مند تھا' باہر آگیا اور میرا استقبال کیا۔ میرے یہاں آنے کی اطلاع پہلے ہی ان لوگوں کو مل گئی تھی۔ سید مراد نے میرا تعارف کرایا۔ اس آدمی نے بڑے ہی پرخلوص اور پر محبت انداز میں میری پذیرائی کی اور اندر مکان سے چند اور آدمی جو بزرگ عمر کے تھے باہر آئے اور انہوں نے بھی یکساں طور پر میری آؤ بھگت کی' مصافحہ کیا اور ہاتھوں کو اپنے چہروں پر مل دیا۔ میں نے سب سے پہلے سامنے مسجد شریف کو دیکھنے

کی خواہش کی۔ یہ مسجد اسی مکان کے مقابل میں واقع صحن میں دائیں طرف اور صحن سے دوزینے نیچے اتر کر بنی ہے۔ دوزینے اتر کر مسجد کا کشادہ برآمدہ ہے جس میں آٹھ ستون ہیں اور ان پر نیلے رنگ کا روغن کیا گیا ہے۔ دروازہ دوپٹ کا ہے جیسے قدیم مساجد میں کشمیر میں بھی ہوا کرتا تھا۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ مسجد لمبی تھی اور قالینوں سے مفروش۔ اوپر کے حصے میں قالینوں کے اوپر نقش دار کپڑے کی چادریں بچھی تھیں۔ مسجد شریف بڑی صاف شفاف اور پاکیزہ تھی۔ دیواروں پر سفید روغن چڑھا تھا۔ محراب بالکل سادہ اس کے اوپر سادہ خط میں نیلے رنگ میں دائیں طرف لکھا تھا۔ الله جل جلاله اور بائیں طرف محمد صلى الله عليه وسلم ۔محراب کی گولائی کے ساتھ ساتھ لکھا تھا: لا اله الا الله محمد الرسول الله(صلى الله عليه وسلم) ۔مسجد شریف زیادہ سے زیادہ ساٹھ گز لمبی اور زیادہ سے زیادہ بیس گز کشادہ ہے۔ محراب کے دائیں طرف کی دیوار پر مرقوم ہے: قال الله سبحانه :اعوذ با لله من الشيطن الرجيم' و من حيث خرجت فول و جهك شطرالمسجد الحرام وحيث ماكنتم فولوا و جوهكم شطره لئلا يكون للناس عليكم حجتهالاالّذين ظلمو امنهم فلا تخشو هم و اخشونى و لاتم نعمتى عليكم و لعلكم تهتدون كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم ايتنا و يزكيكم و يعلمكم الكتب والحكمته و يعلمكم مالم تكونو اتعلمون[1] گہرے سیاہ ریش کے نسبتاً پست قد کے صاحب جو میرے استقبال کے لئے مکان سے باہر آئے تھے دراصل اس مسجد شریف کے متولی تھے اور ان کا نام محمد علی طالبان تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ مسجد شریف امیر بخارا عبداللہ خان شیبانی نے ۴۷۶ سال پہلے بنائی تھی (گویا دسویں صدی ہجری میں) کلال سرخ اس کی تاریخ ہے (۹۴۱ھ)

مسجد سے نکل کر دائیں طرف باغ ہے اور سامنے بالکل سیدھ میں حضرت مولانا جناب شیخ یعقوب چرخی قدس اللہ سرہ کا مزار مبارک ہے۔ ہم زیارت کے لئے مزار مقدس میں پہنچے۔ مزار میں داخل ہونے کے لئے دو پٹ کا بنا ہوا ایک خوبصورت نقش دار دروازہ ہے جن میں لوہے کے دو کڑے لگے ہیں۔ یہ دروازہ جیسا کہ اس پر تاریخ کندہ تھی سال ۱۲۲۷ھ میں بنا ہے۔ دوسرے پٹ پر کندہ تھا: عمل ملّا بالتہ (یعنی ملّا بالتہ کا نقش کیا ہوا ہے)۔ داخل ہوتے ہی دائیں بائیں حجرے بنے ہیں جو اب بند ہیں۔ سامنے صحن ہے جس کے وسط میں جنگلے کے گرد تھوڑی سی بلندی پر ایک احاطہ ہے جس کے درمیان میں سنگ سفید کی بنی ہوئی قبر شریف واقع ہے۔ یہ احاطہ انتہائی پاکیزہ و خوبصورت ہے اور چوکور پتھروں سے مفروش ہے۔ جوتے نکال کر ہم بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ قبر مقدس کے قریب آ کر

---

(۱)۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۰، ۱۵۱

کھڑا رہا۔ قبر مبارک گویا تین طبقہ ہے۔ اول سنگ سفید کا فرش ہے۔ اس فرش کے چاروں طرف قریب چھ گرہ کا حاشیہ چھوڑ کر قبر مبارک کا پہلا طبقہ ہے۔ اس کے چاروں طرف تین گرہ کے چاروں طرف کا حاشیہ چھوڑ کر دوسرا طبقہ ہے اور اس کے چاروں طرف ایک یا دو گرہ کا حاشیہ چھوڑ کر تیسرا طبقہ ہے جس کا اوپری حصہ گولائی مانند ہے۔ جنگلے کے اردگرد ایک باغ ہے۔ ویسے جنگلے سے باہر داخل ہوتے ہی بائیں طرف پستہ کا ایک درخت ہے اور باغ میں دائیں طرف کو شمشاد' توت اور آلوچہ کے درخت ہیں۔

میں نے قبر مبارک کو ماپ لیا۔ قبر مبارک تقریباً بارہ فٹ لمبی اور سات فٹ کشادہ ہے۔ فرش سے اوپر کے طبقے تک دو گز اونچی ہے۔ قبلہ کی طرف قبر مبارک پر سنگ سفید کی ایک لوح لگی ہے جس پر اچھے نستعلیق خط میں لا اله الا الله محمد الرسول الله (ﷺ) کندہ ہے اور اس کے نیچے کندہ ہے: "هذا مقبرة جامع العلوم الظاہری و الباطنی من اصحاب حضرت بہاء الدین النقشبندی البخاری' حضرت مولانا یعقوب بن عثمان الجرخی الغزنوی المتوفی ۸۵۱ھ۔ تاریخ وفات: شمس الہدایت"

محمد علی طالبان نے فاتحہ پڑھی' میری آمد پر مجھے مبارکباد دی اور میرے حق میں دعا کی۔ میں نے دیر تک حضرت خواجہ چرخیؒ کی طرف رجوع کیا اور اپنے حق میں' اپنے افراد خانوادہ' اپنے برادروں' دوستوں اور کشمیر کے مسلمانوں کے حق میں دعا کی۔

صحن میں سے گذر کر حوض کے پاس بنی ہوئی چوکیوں پر محو کلام بزرگوں کو سلام کرتے ہوئے ہم متولی صاحب کے ایک طبقہ مکان میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی ایک برآمدہ کے دائیں طرف ایک کمرہ تھا جو بند تھا اور ہم بائیں طرف کے کمرے میں داخل ہوئے۔ جوتے برآمدے میں نکال دیئے۔ کمرے میں قالین بچھے تھے۔ بالکل سیدھ میں ایک میز اور کرسی تھی اور یہ میز متولی کے استعمال میں تھا۔ کمرے کے گرد اطلاس کے کپڑے کا پہناوا چڑھے ہوئے چھوٹے عرض کے مٹرس بچھائے گئے تھے اور عین وسط میں سفید چادر کپڑے کی بچھی تھی جس پر بڑے بڑے نان' انگور' مٹھائی' کشمش' روغنی نان اور چائے رکھی تھی۔ ہم مٹرسوں پر بیٹھ گئے۔ ہماری آمد کو خوش آمدید کہا گیا۔ اس کے بعد طشت اور آفتابہ لائے گئے۔ طشت جو فارسی لفظ ہے اور اسی نام سے جانی جاتی ہے بالکل اسی ساخت کی ہے جیسی کہ ہمارے کشمیر میں۔ آفتابہ مٹی کا تھا جس پر روغن چڑھا تھا۔ ہم نے طشت میں ہاتھ دھوئے اور نان خوری شروع کی۔ نان بڑے میٹھے' نرم اور لذیذ تھے۔ انگور بھی خاصے لذت بخش تھے۔ کمرے میں نیلے رنگ کی قبا پہنے اور سر پر سفید دستار باندھے ہوئے ایک بزرگ حضرت داخل ہوئے۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ غالباً یہ حضرت امام صاحب ہوں گے۔ ہم ان کے احترام میں کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور مصافحہ بھی ہوا۔

حاضرین سے بھی ہاتھ ملایا اور اس کے بعد میرے پاس بیٹھ گئے اور درود وسلام پڑھا۔ متولی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہی ہیں تاجکستان میں ہمارے عزیز مہمان ڈاکٹر شمس الدین احمد صاحب۔ امام صاحب کے ہاتھ میں کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب تھی جس کو انہوں نے نیچے رکھ دیا اور ایک دوسرے سے ہم نے خیر وعافیت پوچھی۔ انہوں نے میرے استفسار پر اپنا نام بتایا سید نعمت اللہ حاجی۔ یہ سولہ سال سے اس مسجد شریف میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ امام صاحب قریب کے ہی نیکان نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ فرمایا کہ اس وقت میں ۶۲ رسال کا ہوں اور میرے تیرہ بچے دو بیویوں سے ہیں۔ میری پہلی بیوی وفات پا چکی ہیں۔ روس میں اگر کسی عورت کے دس بچے ہوں تو حکومت کی طرف سے اسے تمغہ دیا جاتا ہے اور بچوں کو وظیفہ۔ اسی دوران پلاؤ سے بھرا ایک طبق لایا گیا۔ طبق بالکل کشمیر کی ترامی کی طرح کا تھا اور خاص کشمیری مسلمانوں کی طرح چار آدمی ترامی میں شامل ہوئے اور ہاتھ سے کھانے لگے۔ گویا یہ رسم تاجکستان سے ہی کشمیر میں منتقل ہوئی ہے۔ پلاؤ کے بعد دودھ اور مکھن میں پکا ہوا کھیر حاضر کیا گیا۔ کشمیری گھرانوں میں کھیر (کشمیری لفظ وگرہ) نسبتاً پتلا ہوتا ہے لیکن یہ کھیر خاصا موٹا تھا اور مکھن اس میں خوب ملا دیا گیا تھا۔ اس میں سے بھی ہم نے تھوڑا سا کھا لیا اور ہاتھوں سے کھایا۔ اس کے بعد حمد پڑھا اور ہاتھ دھو لئے۔

امام صاحب کے ساتھ کپڑے میں جو کتاب لپٹی ہوئی تھی اسے میں نے کھول کر دیکھا۔ یہ دراصل حضرت مولانا شیخ یعقوب چرخیؒ کی قرآن پاک کے دو سورہ مبارکہ یعنی تبارک الذی اور عم یتساءلون کی تفسیر تھی جو سال ۱۳۲۶ھ میں بمبئی (ہندوستان) میں چھپی تھی۔ مجھے تفسیر چرخی (تفسیر نقط) سے متعلق معلوم تھا کہ یہ بمبئی سے سال ۱۳۰۸ھ میں چھپی تھی۔

ذاتی تحقیق کے پس منظر میں امام صاحب سے میں نے پوچھا کہ آپ کے بچپن میں تاجکستان کی عورتیں آرائش و پیرائش کی کیا چیزیں استعمال کرتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ برقعہ کا استعمال عورتوں کے لئے فرضِ عین تھا۔ ماتھے کے گرد رومال باندھتی تھیں اور مضبوطی کے لئے رومال کے اندر مضبوط قسم کے کاغذ کو بھی رکھ دیا جاتا تھا۔ لمبا ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنتی تھیں جسے پیرہن کہتے تھے [گویا یہ لباس کشمیر میں بھی رائج ہو گیا اور پیرہن کا لفظ فرہن یا فرن ہو گیا]۔ پیرہن کے نیچے ازار پہنتی تھیں[1]۔ پاؤں میں پا افزار لگاتی تھیں[2]۔ زیورات میں گوشوارہ، ماتھے کا ٹکہ اور ہار کو استعمال میں لاتی تھیں۔

---

(۱) ازار کا فارسی لفظ کشمیر میں بھی مستعمل ہے البتہ یہ زار کی صورت میں

(۲) پا افزار بھی ہمارے یہاں استعمال میں ہے۔ لیکن پوزار کی شکل میں۔ ویسے پیزار بھی مستعمل ہے اور یہ بھی فارسی لفظ ہے۔

امام صاحب سے میں نے پوچھا کہ روٹیوں کی یہاں کتنی اقسام ہیں؟ کہا بہت سی قسمیں ہیں مثلاً قتلمہ' نان' گردہ' لواس[1] فطیر (موٹی روٹی) فطیر خمیر (خاصی موٹی روٹی) چپاتی (توے پر بڑی روٹی بنائی جاتی ہے)[2] کُوماچ' آگ کے اوپر گرم خاکستر پر رکھے ہوئے ایک ہموار پتھر پر بنائی جاتی ہے) اور لاچورہ (تنور میں ڈال کر جلدی ہی اس روٹی کو باہر نکال دیا جاتا ہے)۔ گھی کے ساتھ جو روٹیاں بنتی ہیں ان میں قتلمہ' برساق' چلپق' فطیر ورقہ یا فطیر قطعہ قطعہ (گویا ورق دار روٹیاں) تہمال' شیر مال' مکئی کی بنی ہوئی روٹی زگارہ کہلاتی ہے اور مکئی کو مکا کہتے ہیں۔

امام صاحب کے سر پر دستار تھا۔ میں نے پوچھا اسے آپ کیا کہتے ہیں۔ کہا اسے ہم داکہ کہتے ہیں۔ چونکہ بہترین قسم کا ململ ڈھاکہ (موجودہ بنگلا دیش) سے آتا تھا اس لئے ململ کا دستار داکہ کہلایا جانے لگا۔ دستار کی ٹوپی کے نیچے میں نے اس کے سر پر عرق چین بھی دیکھی۔ میرے استفسار پر امام صاحب نے کہا کہ یہ عرق چین ہے۔ اس کے بعد میں نے قصابہ کے بارے میں پوچھا۔ امام صاحب نے کہا کہ قصابہ کا دیہات میں اب بھی استعمال ہے بلکہ ازبکستان میں اس کا اچھا خاصا استعمال ہے۔

اس کے بعد ہم جمعہ کے ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد شریف کی طرف بڑھے۔ یہ تاجکستان میں میرے قیام کے دوران کا پہلا جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کی ظہر کی پہلی نماز۔ امام صاحب آگے آگے تھے اور ہم ان کے عقب میں چل رہے تھے۔ متولی صاحب میرے ساتھ ساتھ تھے اور ہم مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ صفوں میں ریش دراز' چوغہ پوش' دستار بند اور گھٹنوں تک لمبی لمبی میاں پہنے ہوئے بزرگ اور روشن چہرہ مسلمانانِ پاک دل خامشی کے ساتھ اور عالم انکساری میں بیٹھے تھے۔ متولی صاحب نے کسی اور کمرے سے ایک چوغہ' ایک ٹوپی اور ایک دستار لا کر مجھے پہنا دیا اور اگلی صف میں بٹھا دیا۔ حاضرین میری طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے بعد دوبارہ اپنے عالم رویا میں ڈوب گئے۔ مسجد میں مطلق خاموشی کی حکم فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ کھانسنے تک کی آواز نہیں آتی تھی۔ باہر کے مینار سے صدائے اذان جو بلند ہوئی تو سب دوزانو ہو کر ادب کے ساتھ سر جھکائے سنبھل کے بیٹھ گئے۔ اذان ختم ہوئی تو حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر دعائے اذان مانگی۔ اس کے بعد سب خاموشی کیساتھ اٹھ کر سنت کی چار رکعت نماز پڑھنے لگے۔ سنت کی نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد موذن نے خطبہ کی اذان دی۔ امام صاحب محراب سے اٹھ کر منبر پر آ گئے۔ سر جھکا کر سب ہمہ تن گوش تھے نہ کوئی آواز نہ کوئی صدا۔ نہ ہی کوئی بات اور نہ ہی کوئی گفتگو یا کانا پھوسی۔ نہ کھانسنے کی قطار در قطار مقابلہ آرائی اور نہ ہی کسی سے زوردار گرج میں مخاطب ہونے کی گستاخیاں! امام صاحب

---

(۱) یہ چاروں انواع ان ہی ناموں سے کشمیر میں بھی مروج ہیں۔ البتہ لواس کو ایران میں لواش کہتے ہیں اور تاجکستان اور کشمیر میں لواس۔

(۲) چپاتی فارسی لفظ ہے اور چاپاتی کا مخفف ہے جسے ہم پھلکا یا چپاتی ہی کہتے ہیں۔ کشمیریوں میں چپاتی کا رواج نہیں۔

نے خطبہ قرائت پڑھا اور محراب میں لوٹ آئے۔ نماز ادا کرنے کی اذان میں قد قامت الصلوۃ کا جملہ ادا ہوتے ہی امام صاحب نے اللہ اکبر کہا۔ امام صاحب کی قرأت بہت اچھی تھی۔ پہلی رکعت میں الم نشرح لك صدر ك کا سورہ شریف پڑھا اور دوسری رکعت میں انا انزلنا ہ فی لیلة القدر کا سورہ مبارکہ۔ سلام پھیرنے کے فوراً بعد سب نے اٹھ کر نماز کی باقی رکعتیں پڑھیں۔ فارغ ہو کر امام صاحب نے مقتدیوں کی طرف اپنا رخ پھیر دیا۔ درود شریف پڑھا اور ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار کی دعا کی۔ مؤذن نے لوگوں کے حق میں دعا کرنے کی امام صاحب سے درخواست کی۔ امام صاحب نے بس ایک دعا کی اور اسی پر سب کچھ ختم ہوا۔ اس کے بعد فوراً ہی متولی محمد علی طالبان کھڑے ہوئے اور ایک مختصر سی تعارفی تقریر میں حاضرین سے کہا کہ ہندوستان سے ہمارے یہاں فارسی زبان وادب کے ممتاز استاد اور پروفیسر جناب ڈاکٹر شمس الدین احمد صاحب ایک معزز مہمان کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔ یہ کشمیر کے ہیں اور وہاں کی یونیورسٹی میں شعبۂ فارسی کے صدر اور آرٹس فیکلٹی کے ڈین ہیں۔ اصیل کشمیری ہیں اور کشمیران کا وطن ہے۔ آج آپ یہاں ہماری مسجد میں حضرت مولانا شیخ یعقوب چرخیؒ کی زیارت کیلئے تشریف فرما ہیں اور ساتھ ہی تاجکستان کے تمام مسلمانوں کیلئے اپنی طرف سے اور کشمیر کے مسلمانوں کی طرف سے سلام کا بہترین ہدیہ لائے ہیں ہم تاجکستان میں بالخصوص اس گلستان میں آپ کے قدوم مبارک کا استقبال کرتے ہیں اور ان سے التماس کرتے ہیں کہ ہماری اور تاجکستان کے تمام مسلمانوں کی طرف سے کشمیر کے سبھی مسلمانوں کی خدمت میں ہمارا اسلام علیکم ورحمتہ اللہ پہنچا دیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر شمس الدین احمد صاحب کی حفاظت اور ان کا اقبال بلند کرے۔ حاضرین نے آمین کہی اور میں نے متولی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے یکے بعد دیگرے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہہ کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ میں جواب میں اللھم صلی علی محمدؐ کہتا رہا۔ ایک بھی ایسا شخص نہ تھا جس نے میرے ساتھ مصافحہ نہ کیا ہو۔ سفید برف جیسی داڑھی والے کئی بزرگوں نے میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد مجھے گلے لگایا۔ میں ان کی داڑھیوں کو چومتا رہا اور وہ اشکبار آنکھوں سے اپنی حالت زار کو مجھے سمجھاتے رہے۔ ایک بزرگ مسلمان نے باآواز بلند رونا شروع کیا۔ مجھ سے بغل گیر ہوا اور روتا گیا تقریباً پانچ منٹ تک مجھ سے لپٹا رہا۔ مسجد میں ایک عجیب ماحول پیدا ہو گیا اور یہ بزرگ فارسی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا میرے مسلمان بھائی! ہم مسلمان کیوں پراگندہ ہو گئے ہیں؟ آخر ہم ایک آزاد قوم کیوں نہیں؟ کیا ہمیں ہمیشہ کیلئے ذلیل وخوار رہنا ہے؟ اس بزرگ مسلمان کے دل میں دبی ہوئی آگ کی یہ چند چنگاریاں تھیں جن کی حرارت نے میرے دل وجگر کو جھلس دیا۔ چند اور بزرگ مسلمان مجھے دیکھ کر صرف رو رہے تھے

اور وہ بھی ان چنگاروں میں اپنے فکر و خیال اور مظلوم ضمیر و ذہن کی آگ کی حدت کو شامل کر کے مجھ تک پہنچا رہے تھے۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں بھی رونے لگا۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی غیر ملکی مسلمان کو محبت و اخوت کے جوش و خروش میں اسلام کے حق میں اور مسلمانوں کے حق میں اتنی شدت کے ساتھ رو رو کر اظہار شفقت کرتے نہیں دیکھا اور نہ ہی اپنی مظلومیت کا اتنا برملا اظہار! یہ دراصل ظلم و جبر اور استبداد اور رفتار زندگی کے ناقابل تحمل بوجھ کے تلے دب کر زندگی گذارنے کی کیفیت کا اظہار نفرت تھا جس سے بغاوت کی بو آتی تھی[1] ان بزرگوں نے اپنا بوجھ رو رو کر ہلکا کرنے کے بعد ہاتھ بلند کر کے میرے حق میں دعا کی اور اپنے ہاتھ میرے چہرے پر مل دیئے اور میں نے بھی ان کے پرنور چہروں پر اپنا ہاتھ پھیر کر اپنے چہرے پر مل دیا۔ اس سارے عرصہ میں جو اور حضرات صحن مسجد میں آ چکے تھے وہ میرے انتظار میں تھے اور جونہی میں مسجد شریف سے باہر آیا انہوں نے یکے بعد دیگرے مجھ سے ہاتھ ملایا اور گلے لگایا۔

اس کے بعد متولی محمد علی طالبان نے مجھ سے کہا کہ آپ کو اب میرے گھر تشریف لانا ہے چنانچہ امام صاحب نے بھی اس دعوت کی تائید کی۔ امام صاحب نے مجھ سے رخصت چاہی اور بغل گیر ہو کر مجھے وداع کیا۔ متولی اور نذر اللہ دونوں متولی کے گھر موٹر میں گئے۔ ان کی واپسی تک میں نے فرصت غنیمت جان کر دوسری بار حضرت مولانا شیخ یعقوب چرخیؒ کے روضۂ پاک کی زیارت کی اور پھر سے اپنے تمام افراد خانہ، اپنے بھائیوں، رشتہ داروں، دوستوں، احباب اور مسلمانان کشمیر کے حق میں دعا کی۔ قبر شریف کے صحن میں کسی جگہ سنگ مرمر کی فرش کے دو پتھروں کے درمیان میں واقع ایک شگاف میں سے میں نے تبرک کے طور پر مٹی نکال کر اپنے پاس محفوظ رکھ لی۔ اس کے بعد قبر شریف پر ہاتھ مل کر اپنے چہرے پر مل دیا اور وداعی سلام عرض کر کے باہر آیا۔ باہر سڑک پر موٹر کی واپسی کا انتظار تھا اور اس اثنا میں میں غور سے اس گاؤں کے مکانوں کو دیکھ رہا تھا اور خراماں خراماں چلتا بھی رہا۔ پانی کی ایک ندی کو بہتے ہوئے دیکھا جس کے کنارے پر دونوں طرف بید کے درخت تھے۔ مکان کچی اینٹوں کے بنے تھے اور دیواریں بھی خام۔ صحنوں میں عورتیں دیواروں کی شگاف میں سے مجھے دیکھ رہی تھیں، چہرہ چھپانے لگتی تھیں اور حیاداری کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ چھوٹے دیہاتی بچے ہمیں دیکھ کر السلام علیکم کہتے اور اپنے ہاتھوں میں میرے ہاتھوں کو

---

(۱) میں نے روس سے کشمیر میں آ کر اپنے خاندان کے افراد اور دوستوں و رشتہ داروں سے یقین کے ساتھ کہہ دیا کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ روس کے مسلمانوں کو ظلم سے آزاد کرے گا اور ان کی بخشش فرمائے گا۔ کیونکہ ظلم و استبداد کی حد وہاں حدود کے حدود سے بھی بڑھ چکی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہ صرف دین اسلام کے حافظ خدا نے روسی مسلمانوں کو آزاد کر دیا اور اسلام کی احیاء کی بلکہ روس کو صفحۂ ہستی سے مٹا ہی دیا! سبحان اللہ۔ اسی کو کہتے ہیں ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ ظلم اور ظالم کو اللہ تعالیٰ یوں مٹا دیتا ہے کہ نہ مظلوم کی عقل اسے درک کر سکتی ہے اور نہ ہی ظالم کا تکبر اور غرور۔

پکڑ لیتے تھے۔ایک چھوٹی سی بچی دور کھڑی تھی میں اس کے قریب گیا اور اس نے بھی السلام علیکم کہہ کر دل ہلکا کر دیا۔ میں نے اس کی پیشانی چوم لی۔اب ہم سید مراد اور اعلیٰ خان قریب کے چائے خانہ میں داخل ہوئے۔اس کا صحن وسیع تھا۔صحن میں لکڑی کی چوکیاں بنی تھیں جن پر فرش ڈال دیا گیا تھا اور چائے پینے والے دوزانو ہو کر چائے پی رہے تھے اور نان بھی کھا رہے تھے بالکل کشمیریوں کی طرح جو چائے کے ساتھ روٹی کھانے کی عادت رکھتے ہیں۔ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے صحن کے وسط میں سے پانی کی ندی بہہ رہی تھی اور ہم اسی کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ نلکے میں سے پانی رواں تھا اور میں نے پانی منگوایا۔ہوٹل کے ملازم نے السلام علیکم کہہ کر پانی کا پیالہ پیش کیا۔پانی ٹھنڈا تھا اور میٹھا اور پیالی وہی گول اور کشادہ جو یہاں کشمیر میں چینی پیالہ کہلاتی ہے اور باہر سے منقش ہوتی ہے۔تاجکستان بلکہ مشرق وسطیٰ کے تمام علاقوں میں اسی پیالی کا استعمال گھروں میں بھی ہوتا ہے اور بیشتر ہوٹلوں میں بھی۔

موٹر آ گئی اور نذر اللہ ہم کو اپنے ساتھ متولی کے گھر لے گیا۔متولی صاحب کے مکان تک سڑک پر سے وہی نظارے دیکھے جو سری نگر سے سوپور جاتے ہوئے دیکھنے میں آتے ہیں۔فصل سے بھرپور میدان اور کھیت' چنار' سفیدے اور بید کے درختوں کا ہجوم۔میدانوں میں البتہ کپاس کا فصل ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ تاجکستان میں ساڑھے سات لاکھ ٹن کپاس کی پیداوار ہوتی ہے۔ہم متولی صاحب کے گھر کی طرف مڑے جو ایک خام گلی میں تھا۔بائیں طرف بھی کچے مکان تھے جیسے گوجروں کے ڈوکے اور وہ بھی خام اینٹوں کے۔دائیں طرف گھروں کے لئے سبزی پیدا کرنے والی زمینوں میں گائیں گھاس چر رہی تھیں۔متولی صاحب کے مکان کے دروازہ پر موٹر رکی اور ہم اتر آئے۔متولی صاحب دروازے پر استقبال کے لئے منتظر تھے۔میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مبارکباد کہی کہ میں ان کے گھر میں داخل ہو رہا ہوں۔دروازے سے اندر چلا گیا تو بائیں طرف صحن تھا جو جنگلے سے مشخص تھا اور اس کا سارا رقبہ سبزی پیدا کرنے کے لئے مخصوص۔اس وقت سارے رقبہ میں ٹماٹر کی فصل آمادہ ہو رہی تھی۔بیچ بیچ میں سیب کے درخت بھی تھے۔دائیں طرف لکڑی کا زینہ تھا جو اوپر مکان کے کمروں میں لے جاتا تھا جیسے ہمارے بیشتر دیہات میں صحن میں ہی سیڑھی بنی ہوتی ہے۔زینہ طے کر چکنے کے بعد چھوٹا سا دالان تھا۔جوتے وہاں نکال دیئے اور ایک بڑے کمرے میں آ گئے۔سارے کمرے میں قالین بچھے تھے۔اردگرد یہی کوئی چار گرہ کے عرض کے اطلاس کا کپڑا پہنائے ہوئے لمبے لمبے مٹرس اور تکیے لگائے ہوئے تھے۔کمرے کی دیواروں کے نچلے حصے میں جسے گلکاروں کی اصطلاح میں ازار کہتے ہیں' نیلے رنگ کا روغن کیا گیا تھا اور اس سے اوپر سفید چونے کا لیپ تھا جس پر پھولوں کی شکل چھاپ دی گئی تھی۔درمیان کے مٹرس پر دسترخوان بچھا ہوا تھا اور دسترخوان پر الگ الگ طبقوں میں سیب' مختلف اقسام کی روٹیاں مثلاً قتلمہ (کشمیری ترامی کے انداز کے برابر گھی میں بنا ہوا قتلمہ جس پر سے ورق

اٹھ رہے تھے) چپاتی (گھر میں بنی ہوئی لیکن ذرا موٹی اور کشمیری ترامی کے برابر) کشمش، نبات، ٹافیاں اور انگور۔
اول طشت اور آفتابہ آ گیا۔ آفتابہ روغن کیا ہوا اور مٹی کا بنا تھا۔ ہاتھ دھلائے گئے اور اس کے بعد ہم نے ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اٹھا کر نوش جان کیا۔ چائے آ گئی۔ وہ بھی پی لی۔ میں نے ضمناً متولی صاحب سے پوچھا آپ کے کتنے بچے ہیں؟ فرمایا گیارہ۔ پانچ بیٹیاں اور چھ بیٹے۔ سب سے بڑے بیٹے کو بلا لیا اور وہ بھی صاحب اولاد تھا۔ متولی صاحب نے تعارف کراتے ہوئے کہا یہ میرے بڑے فرزند ہیں ان کا نام ہے عبداللہ اور یہ ماشاءاللہ قاری ہیں۔ اگرچہ میں خود بے سواد ہوں لیکن قرآن مجید پڑھنا میں نے ہی ان کو سکھایا ہے۔ اس کے بعد میری خواہش پر عبداللہ نے سورہ یوسف میں سے چند آیات کریمہ اچھے لحن میں سنا دیئے۔ میں نے جزاک اللہ کہہ دیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں زیادہ تر دلائل الخیرات کا رواج ہے اور اسی کا ورد کیا جاتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے یا خواجہ بہاء الدین کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ جناب بہاء الدین نقشبند مشکلکشاؒ تاجکستان میں بھی بہت معروف ہیں اور دیہات میں ان کو خواجہ بہاء الدین بلاگردان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے کسی سورہ شریف کا نام لیتے وقت حضرت کے لفظ کا استعمال کرتے ہیں جیسے حضرت بقر، حضرت فتح، حضرت نساء، حضرت عم وغیرہ۔ حاضرین کو میں نے بھی کشمیر میں درود واذ کار کے طریق کار سے واقف کر دیا اور نعت و منقبت کے بیان میں چند نعت شریف بھی ان کو سنا دیئے اور خواجہ بخاراؒ کے منقبت میں کہی گئیں چند منقبتیں بھی۔ بہت خوش ہو گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اسی دوران گوشت سے بھرا ہوا ایک بڑا طبق آ گیا جس کے نیچے پکا ہوا خوشبودار چاول بھی تھا۔ چار آدمی اکٹھے کشمیری طرز پر ہاتھوں سے کھانے لگے۔ اور جتنا کھایا جا سکتا تھا کھا لیا۔ گوشت مثل روغن جوش، قورمہ اور آب گوشت میں پکا گوشت، سیخ کباب اور شامی کباب تھے۔ طشت اور آفتابہ آ گیا، ہاتھ دھو کر حمد پڑھی گئی۔

متولی صاحب اٹھ کر نیچے چلے گئے اور کوئی دس منٹ یا بارہ منٹ کے بعد ایک بقچہ ساتھ لے کر لوٹ آئے۔ بقچہ کو کھول دیا اور اس میں سے بالکل نیا چوغہ، نئی بڑی ریشمی رومال، نئی ٹوپی نکالی ۔خود مجھے اٹھا لیا اور یہ کپڑے پہنائے۔ سر پر ٹوپی پہنا دی۔ سید مراد اور افصح خان اور متولی صاحب اور اس کے فرزند عبداللہ صاحب اس تاجیک لباس میں مجھے دیکھ کر بیحد خوش ہوئے۔ اس کے بعد متولی صاحب نے اپنے سر پر باندھا ہوا دستار اتار کر میرے سر پر باندھا اور کہا کہ یہ آپ کے میرے گھر میں قدم مبارک داخل ہونے کی خوشی میں ایک ہدیہ ہے تاکہ کشمیر میں میری یاد آپ کے دل میں ہمیشہ تازہ رہے۔ اس کے بعد جیب میں سے مروجہ سکے نکال کر سر سے پاؤں تک مجھ پر نثار کئے۔ میں اسی لباس میں بیٹھا رہا اور دل ہی دل میں رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے آسمانی دین کی عظمت و صداقت پر غور و فکر کرتا رہا کہ سبحان اللہ! کیا ہی بہترین دین لائے ہیں کہ عرب و عجم کے تمام مسلمانوں کو

بس ایک اشارے سے حقیقی بھائیوں کی مانند کر دیا۔ ایک زندہ وتابندہ مثال یہی ہے۔ جو میں یہاں بیان کر چکا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد و اصحاب محمد!

رخصت کا وقت آیا نذر اللہ نے یہ لباس میرے لئے الگ بقچے میں باندھ دیا اور متولی محمد علی طالبان سے اجازت چاہی چلتے وقت میں نے اس کے حق میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رہن سہن کو قائم ودائم رکھے مع اہل و عیال کے خوش وخوشحال رکھے اور ترقی و برکت عطا فرمائے۔ اپنی بیگم صاحبہ اور دیگر فرزندوں تک میرا اسلام پہنچا دیجئے اور اتنی بڑی ضیافت اور لذیذ غذا تیار کرنے کیلئے ان کا شکریہ اور آپ کا بھی ایک دنیا شکریہ!

موٹر میں داخل ہونے سے پہلے روبوسی ہوئی۔ بغل گیر ہوئے اور نمناک آنکھوں سے الوداع کہی اور جب تک متولی صاحب آنکھوں سے اوجھل ہوئے اپنے گھر کے دروازے پر ہمیں دور تک دیکھتے رہے[1]

میر علی شیر نوائیؒ :......آپ کا نام نظام الدین تھا اور امیر علی شیر نوائی کے نام سے معروف اور سلطان حسین بایقرا کے امراء میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی کمالات میں بھی بلندرتبہ تھا۔ مولانا جامیؒ کی تصنیف نفحات الانس من حضرات القدس کا دیباچہ آپ ہی کے نام پر لکھا گیا ہے۔ دولت شاہ سمرقندی نے اپنے معاصرین میں سے آپ کا شرح حال لکھا ہے نیز تاریخ حبیب السیر کے مولف نے بھی آپکے حالات وشعر گوئی پر مکارم الاخلاق نام کی کتاب لکھی ہے۔ نوائی آپ کا تخلص تھا اور فانی یا فنائی بھی تخلص کرتے تھے۔ ترکی اشعار میں نوائی اور فارسی اشعار میں فانی اور فنائی کا تخلص اختیار کیا تھا۔ عظیم دانش مند اور نویں صدی ہجری کے مشہور ادیبوں میں سے تھے۔ ترکی اور فارسی دونوں زبانوں میں آپ کا دیوان موجود ہے اور مختلف تصنیفات کے مصنف بھی ہیں۔ ایام اقتدار و وزارت میں آپ شاعروں ادیبوں اور فن کاروں کے حامی اور حوصلہ افزا رہتے تھے۔ مولانا جامیؒ کی ذات کیساتھ آپ کو غیر معمولی عقیدت تھی اور ان کی صحبت میں زیادہ وقت گذارتے تھے۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں:

۱۔ دیوان فارسی (چھ ہزار ابیات مشتمل ہے) ۲۔ اربعین (منظوم) ۳۔ تاریخ الانبیاء (ترکی زبان میں) ۴۔ تاریخ ملوک عجم (ترکی زبان میں) ۵۔ ترجمۃ اللغۃ الترکیہ (فارسی میں) ۶۔ نسائم المحبۃ (مولانا جامیؒ کی نفحات

---

(۱) ذکر واذکار کے سلسلے میں میں نے جو انتہائی خاموشی واختصار سے اس گاؤں میں لوگوں کی طرف سے کام لئے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ نقشبندی طریق میں ذکر خفی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس گاؤں میں حضرت مولانا شیخ یعقوب چرخیؒ (جو حضرت خواجہ نقشبندؒ کے ایک خلیفۂ خاص تھے) کی وساطت سے چونکہ طریقہ نقشبندی رائج ہوا اسی لئے ذکر واذکار مخفیانہ ہے۔ نیز قدرے تفصیل کے ساتھ جو اس گاؤں میں میں نے اپنا سفر بیان کیا ہے وہ اس لئے بھی کیا کہ کشمیر اور تاجکستان کے باہمی دینی ثقافتی اور تہذیبی رشتوں کی اصالت اور باہمی اثرات کو بھی کسی حد تک واضح ہو جائیں۔ اس بارے میں تفصیلی مطالعہ کے لئے دیکھئے میری ضخیم تصنیف: "شاہ ہمدانؒ حیات اور کارنامے"۔ پبلشر حاجی شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب مائسمہ بازار۔ سرینگر

کا ترکی ترجمہ) ۷۔حیرۃ الابرار ۸۔لیلیٰ ومجنون ۹۔فرہادوشیرین ۱۰۔سبعہ سیارہ ۱۱۔سداسکندری یا اسکندر نامہ (یہ آخری پانچ کتابیں نظامی کے خمسہ کی پیروی میں ترکی زبان میں لکھی ہیں)' ۱۲۔خمسۃ المتحرین مولانا جامیؒ کے حالات پر ترکی زبان میں کتاب) ۱۳۔دیوان ترکی (اس میں چار کتابیں شامل ہیں: غرایب الصغر یا غرایب النوایب' نوادر الشباب' بدایع الوسط اور فوائد الکبر) ۱۴۔سراج المسلمین ۱۵۔عروض ترکی ۱۶۔مثنوی لسان الطیر ۱۷۔محاکمۃ اللغتین ۱۸۔محبوب القلوب ۱۹۔مفردات در معما ۲۰۔منشآت ترکی ۲۱۔منشآت فارسی ۲۲۔نظم الجواہر ۲۳۔مجالس النفالیس۔ (یہ کتاب آپ کی اہم ترین تصنیفات میں سے ہے جو ترکی زبان میں لکھی گئی ہے اور معاصر دانشمندوں اور شاعروں کے حالات زندگی پر جن کی تعداد تقریباً ساڑھے تین سو مشتمل ہے)۔ نمونۂ کلام فارسی مہ

رسد ہر کس بہ مقصودی زیارب یارب شبہا
چرا مقصود من حاصل نہ شد یارب ز یاربہا

☆☆☆

نگویم بہر تشریف قدومت خانہ ای دارم
غریبم خاکسارم گوشۂ ویرانہ ای دارم

امیر علی شیر نوائی کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں سال ۹۰۶ھ میں ہوا۔

نظام الدین خاموشؒ :......آپ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کے اصحاب میں سے تھے۔آپ نے بخارا کے نواحی میں حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ کو ایک عالم کی صحبت میں دیکھا تھا جب کہ آپ تحصیل علم میں مشغول تھے۔اس کے بعد آپ خواجہ عطارؒ کی صحبت میں پہنچے اور ان کی صحبت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ مختلف ریاضتوں اور مجاہدوں میں سے گذر چکے تھے اور تزکیہ وتصفیۂ نفس کیلئے خاصی جدوجہد کی تھی۔آپ نے فرمایا کہ جب میں نے پہلی بار خواجہ علاء الدین عطارؒ کی صحبت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت خواجہ بزرگؒ کے اصحاب میں سے ایک بزرگ کو ان کے گھر کے باہر بیٹھا ہوا دیکھا۔جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: مولانا نظام الدین! اب تو تمہاری زہد و پاکی کا وقت گذر چکا۔یہ بات سن کر میرے دل کو ٹھیس لگی جب میں خواجہ کی خدمت میں آیا انہوں نے بھی یہی بات فرمائی لیکن میرے دل کو برا نہیں لگا۔

مولانا سعد الدین کاشغریؒ فرماتے تھے کہ خواجہ نظام الدین خاموش کے لباس کا اگلا حصہ ہمیشہ چکنا اور میلا رہتا

تھا اور میں اس مشکل میں پڑ چکا تھا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ غذا کھانے کے دوران حال کے غالب آجانے سے آپ کے دست مبارک سے چمچہ گر جاتا ہے اور کھانے کا شوربا آپکے کپڑوں پر گر جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خراب ہو جاتے ہیں۔

مولانا سعد الدینؒ نے ہی فرمایا کہ چونکہ خواجہ علاء الدین عطار کی خدمت میں آپ پر حال کی اکثر کیفیتیں طاری ہو جاتی تھیں تو حضرت خواجہ عطارؒ نے چاہا کہ آپ کو اس کیفیت سے واپس لایا جائے۔ خواجہ عطارؒ نے بغرا پکانے کی فرمائش کی[1] اور آپ خود لنگی باندھنے میں مشغول رہے جب بغرا برتن میں ڈالنے کا وقت آگیا تو آپ نے مولانا نظام الدین کو بلوایا اور ان کے ہاتھ میں بڑا چمچہ دے کر فرمایا کہ بغرا ڈال دو۔ جب مولانا خاموش نے پہلا چمچہ برتن میں ڈال دیا تو حال آپ پر طاری ہو گیا اور چمچہ انکے ہاتھ سے گر گیا۔ خواجہ علاء الدین عطارؒ نے فرمایا: ''مولانا نظام الدین کھڑے ہو جاؤ۔ جس شخص کو خدائے حق سبحانہ نے اپنی طرف مشغول رکھا ہو ہم اسے اس حالت و کیفیت سے واپس نہیں لا سکتے''۔

نیز مولانا سعد الدینؒ نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین خاموشؒ نے فرمایا ایک دن حضرت خواجہ نے خواجہ محمد علی حکیم ترمذیؒ کی زیارت کرنے کا ارادہ کیا اور میں آپ کے ساتھ (یعنی خواجہ علاء الدین عطارؒ کے ساتھ) نہیں گیا اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر ہی میں متوجہ رہا اور آپ کی روحانیت حاضر ہو کر میرے سامنے تھی۔ جب حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ ان کے مزار شریف پر پہنچے تو ان پر ایک کیفیت طاری ہوگئی جس کی وجہ آپ کو معلوم ہوگئی۔ جب لوٹ آئے تو میری طرف مشغول ہونا چاہا اور مجھ پر ایک طرح کا تصرف کرنے کا ارادہ فرمایا۔ میں بھی متوجہ ہو گیا۔ میں نے خود کو ایک کبوتر کی مانند پایا اور حضرت خواجہ عطارؒ کو ایک شاہباز کی طرح جو میرے پیچھے پرواز کر رہے تھے اور جہاں کہیں بھی میں جاتا تھا آپ میرے تعاقب میں تھے۔ آخر میں سخت بے چین و مضطرب ہوا اور میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس رسالت میں پناہ لی اور ان کی بے نہایت روشنی میں محو ہو گیا۔ حضرت خواجہ عطارؒ میں تصرف کرنے کی قوت نہیں رہی اور اس غیرت کی وجہ سے بیمار ہو گئے اور کسی کو بھی آپ کی بیماری کا سبب معلوم نہ تھا۔

مولانا سعد الدین کاشغریؒ فرماتے ہیں کہ مولانا نظام الدین خاموشؒ کے ایک معتقد اور مخلص آدمی بیمار ہوئے اور ان پر سخت بیماری عارض ہوئی۔ آپ نے ان کی عیادت کے لئے جانے کا ارادہ کیا اور روانہ ہو گئے۔ راستے میں کہتے جاتے تھے کہ اس شخص نے ہماری بڑی خدمت کی ہے ہمیں ان کی عیادت کرتے وقت ان کا بوجھ اٹھانا ہی

---

(۱) چاول اور گوشت ملا کر ایک کھانا پکاتے ہیں جو بغرا کہلاتا ہے۔ کہتے ہیں اس کا موجد تاتاری بادشاہ بغرا خان تھا اسی لئے بغرا کہلایا۔ غالباً کشمیری میں بھی لفظ وفرا ہو گیا ہے۔

چاہئے اوران کی بیماری کو ہٹا دینا چاہیئے۔ میرا دل یہ باتیں سن کر ڈر گیا۔ جب آپ بیمار کے سرہانے بیٹھ گئے تو دیکھا کہ وہ بستر پر دراز ہے اوراس میں نہ حرکت کرنے کی طاقت ہے نہ ہی بات کرنے کی۔ لمحہ بھر تک ہوا نا متوجہ رہے اور بیمار اٹھ بیٹھا اور باتیں کرنے لگا۔ آپ نے سر اٹھایا اور اسے کہا کہ یہ بوجھ بھی تمہارے سپرد ہے کیونکہ بہت بولتے ہو۔ جب باہر آئے تو فرمایا کہ ہم نے دیکھا یہ شخص جانے والا ہے اوراس کا بوجھ ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے یہ بوجھ ہم نے اسی کے حوالے کر دیا۔ اور وہ شخص اسی بیماری میں چل بسا۔

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ جناب مخدومی خواجہ عبید اللہ نقشبندی ادام اللہ تعالیٰ بقائہم نے فرمایا کہ ایک روز میں نے مولانا نظام الدین خاموشؒ کی خدمت شریف میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ راستے میں ایک جانے پہچانے آدمی سے ملاقات ہوئی جس نے شراب پی لی تھی اور اس کی نشانیاں اس کے چہرے پر عیاں تھیں۔ اس شخص نے بات کرنے کی غرض سے مجھے روکے رکھا۔ جب حضرت مولانا کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کیا آپ نے شراب پی لی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر یہ کیا حالت ہے تمہاری؟ میں نے کہا راستے میں ایک مستِ شراب آدمی سے ملاقات ہوئی اور ہم دونوں میں بات چیت بھی ہوئی۔ فرمایا اچھا تو پھر یہ اس کی حالت ہے جو تم پر اثر انداز ہوئی ہے۔

نیز حضرت خواجہ عبید اللہؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نظام الدین خاموشؒ نے فرمایا کہ سمرقند کا ایک بڑا آدمی جو ہمارا سخت محب، مخلص اور معتقد تھا بیمار پڑ گیا اور قریب المرگ ہوا۔ اس کے فرزندوں اور رشتہ داروں نے آکر بڑی سماجت کی۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور دیکھا اس کے زندہ رہنے کا کوئی امکان نہیں سوائے درمیانی عرصہ میں۔ میں نے اسی درمیانی عرصہ میں اسے پکڑ رکھا اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہماری نسبت تہمت باندھ دی گئی جس سے ہماری توہین اور بدنامی ہو سکتی تھی اور وہ شخص اس تہمت کو ہم سے دور کر دینے کے بارے میں کوشش کر کے مٹا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور پرواتک نہ کی۔ میرا دل اس شخص سے آزردہ ہو گیا اور میں نے اسے درمیانی عرصے کی گرفت سے آزاد کر دیا۔ وہ شخص اسی وقت گر پڑا اور مر گیا۔

حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندیؒ نے مزید فرمایا کہ ایک روز مجھے مطلع کر دیا گیا کہ حضرت مولانا نظام الدین خاموشؒ بیمار پڑ گئے ہیں۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا زبردست ٹھنڈک اور تھرتھراہٹ آپ پر غالب ہے چنانچہ آپ کے قریب آگ بھی جلائی گئی تھی اور بہت سے کپڑے آپ کے اوپر ڈال دیئے گئے تھے لیکن پھر بھی سردی میں کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں کچھ عرصہ بیٹھا رہا ایک شخص جو آپ کے اصحاب میں سے تھا اور گندم کو چکی پر لے گیا تھا سخت گیلے کپڑوں میں تر اور سردی میں کانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا یہ آدمی راستے

میں پانی میں گر گیا تھا۔ حضرت مولانا خاموشؒ نے جب اس شخص کو دیکھا تو فرمایا کہ اسے گرم کر دو۔ اسی آدمی کی سردی مجھ میں اتر چکی ہے۔ جب اس شخص کو گرم کر دیا گیا تو مولانا کی سردی غائب ہو گئی اور اپنی حالت میں لوٹ آئے۔

خواجہ ناصر الدین عبید اللہ نقشبندیؒ نے مولانا شیخ یعقوب چرخیؒ کے علاوہ مولانا نظام الدین خاموشؒ سے بھی روحانی تربیت پائی تھی۔ مولانا خاموشؒ کا انتقال ۸۰۶ھ میں ہوا۔ بندۂ خاص حق سے آپ کی تاریخ نکلتی ہے۔[1]

ہبیرہ بصریؒ :...... شیخ علی ممشاد علوی دینوری آپکے خلیفہ تھے اور آپ خود شیخ حذیفہ مرعشیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ صاحب کرامات اور مشہور عارف تھے۔

ہرمس :...... صاحب طب و کیمیا اسقلیوس کا شاگرد تھا۔ بقول قاضی صاعد اندلسی یہ فیثا غورث کا شاگرد اور مصر کا باشندہ تھا اور یہ بابل کے ہرمس' سے ایک الگ شخصیت تھی۔ ہرمس' جو ہرمس سوم کہلاتا ہے' نے تعذیذات دعزائم پر بقول ابن الندیم ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کے علاوہ صنعت کیمیا اور کتاب الی ابنہ فی الصنعۃ' کتاب الذہب السائل' کتاب عمل العقود' کتاب الاسرار' کتاب الہاریطوس' کتاب الملاطیس' کتاب الاسطماخس' کتاب السلماطیس' کتاب ارمینس (ارمینس' ہرمس سوم کا شاگرد تھا) اور کتاب دامانوس اس کے آثار میں سے ہیں۔ اخبار العلماء میں قفطی نے لکھا ہے کہ یہ ہرمس سوم تھا اور طوفان کے بعد مصر کے حکماء میں بڑا مشہور حکیم تھا۔ یہ فلسفی سیاح بھی تھا جس کو طبائع اور ملکوں کے حالات سے خاصی واقفیت تھی۔ صنعت کیمیا پر کتاب لکھی ہے اور زہریلے حیوانات پر بھی اس کی تصنیف ہے۔ چھپے ہوئے آثار میں سے اس کی یہ کتابیں موجود ہیں: ا۔ رسالہ معاتبۃ النفس' ۲۔ زجر النفس' ۳۔ کتاب السبع کواکب السیارہ' ۴۔ کتاب نفع الریہ (جو زجر النفس کا دوسرا چھاپ ہے)[2]

---

(۱) دیکھئے نفحات الانس ص ۴۰۰

(۲) ایک ہرمس تو بالکل اساطیری شخصیت ہے جو یونانی دیوتا زیس کا بیٹا تھا۔ ہرمس ہرمزی کتاب کا بھی نام ہے (حاشیہ برہان قاطع از ڈاکٹر معین) ایرانی شمسی مہینے کے ہر پہلے دن کو ہرمس کہتے تھے۔ مشتری ستارہ بھی ہرمس کہلاتا ہے۔ ادریس پیغمبر علیہ السلام کا نام بھی ہرمس بتلایا گیا ہے۔ ادریس پیغمبر علیہ السلام میں بادشاہی اور حکمت دونوں ملی ہوئی تھیں اور علم ریاضی یعنی حساب' ہندسہ اور ہیات اس دنیا میں وہی لائے ہیں۔ ایک اور ہرمس بابل کا تھا جو علم اعداد و حکمت کا جامع عالم اور فیثا غورث کا شاگرد تھا بقول ابن الندیم مشہور کلدانی فلسفی اور بزرگ عالم تھا جو صابی کے لقب سے جانا جاتا تھا۔ ملاحظہ ہو لغت نامہ دہخدا حرف ھ صفحہ ۱۹۱۔ اس باب میں چند ایک بزرگوں کا ذکر تفصیل سے نہیں آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ متن کتاب میں بھی ان کا فقط ضرورت سے نام لیا گیا ہے اور اہم ماخذ و منابع میں بھی فقط ان کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان کے حالات نظروں سے اوجھل رہ گئے ہیں (مصنف)

بادشاہوں اور سلاطین کے نام

ابو سعید گورکانی :...... میرزا (سلطان ۔۔) ابن محمد ابن میران شاہ ابن امیر تیمور گورکانی، تیموری خاندان کا ماوراء النہر اور ہرات و بلخ اور خراسان میں آخری بادشاہ تھا۔ سال ۸۵۴ھ سے ۸۷۳ھ تک بادشاہی کی۔ سال ۸۳۰ھ میں پیدا ہوا۔ باپ نے اس سے مرضِ موت میں میرزا الغ بیگ شاہرخ، جو عیادت کے لئے آیا تھا، کے حوالے کر دیا اور اس ہئیت شناس امیر نے میرزا محمد کی وصیت پر عمل کر کے اپنی ذاتی سرپرستی میں اس کی تربیت کی اور ابو سعید اچھے اخلاق اور پسندیدہ اطوار و عادات والا آدمی بن گیا اور علوم وقت کی تحصیل میں بھی کمال کے درجے پر پہنچ گیا۔ آئین اکبری میں شیخ ابوالفضل لکھتا ہے کہ ابو سعید قول و فعل میں صادق اور روشن عمل تھا اور تقوی اور پرہیزگاری سے بھی مالا مال تھا۔ ملیح صورت تھا۔ گھنی داڑھی اور خوبصورتی میں باقی مغل شاہزادوں میں صاحب امتیاز تھا۔ ۲۳ رسال کی عمر میں سال ۸۵۳ھ میں الغ بیگ اور اس کے بیٹے عبداللطیف میں جنگ ہوئی۔ ابو سعید نے فرصت غنیمت جان کر ترکمانوں کے ارغون قبیلے کی مدد سے الغ بیگ کے بھتیجے عبدالعزیز سے سمرقند چھیننے کے لئے جنگ کی لیکن جب عبدالعزیز نے اپنے باپ سے مدد کی درخواست کی تو ابو سعید کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک سال بعد یعنی ۸۵۴ھ میں عبداللطیف مارا گیا اور ابو سعید نے بخارا میں سلطنت کا دعویٰ کیا اور اپنے ایک چچیرے بھائی عبداللہ، جو فارس میں حکمران تھا، کیساتھ جنگ میں ہار گیا اور ابو سعید شمال کی طرف چلا گیا اور یسی شہر کو اپنا مستقر بنا لیا۔ عبداللہ نے ترکستان کے اس شہر کا محاصرہ کیا لیکن اسے فتح نہ کر سکا۔ سال ۸۵۵ھ میں ابو سعید نے اوزبک بادشاہ ابوالخیر کی مدد سے ماوراء النہر پر حملہ کر دیا اور سال ۸۶۱ھ سے ۸۶۳ھ تک آہستہ آہستہ خراسان پر غلبہ پالیا اور ہرات کو دارالخلافہ بنایا۔ اسکے بعد عراق پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن یسیون بغا خان چغتائی مغلی کے جنگوں نے اسے اس سے باز رکھا۔ ابو سعید نے غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے یسیون بغا خان چغتائی کے بڑے بھائی یسیون بغا یونس خان، جو شیراز میں گمنامی میں بسر کر رہا تھا، کو بلا کر اس کے ساتھ معاہدہ کر لیا کہ اپنی تابعیت میں رکھ کر اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اسطرح سے تیموری اور چنگیزی خاندانوں میں یونس خان کی مساعی سے صلح و رشتہ داری قائم ہوگئی اور یونس خان کی تین بیٹیوں کیساتھ ابو سعید نے اپنے تین بیٹوں کا عقد کر لیا۔

سال ۸۵۵ھ سے جب کہ ابو سعید کا سمرقند پر غلبہ ہوا اس نے اپنے علاقہ جات کو وسیع تر بنانے کی کوششیں کیں اور آہستہ آہستہ ماوراء النہر، خراسان، بدخشان، کابل، قندھار اور ہندوستان کی حدود تک اس کے تصرف میں آگئے اور

اپنے چچیرے بھائیوں یعنی شاہرخ کی اولاد پر غالب آ گیا۔ تیموری بادشاہوں میں سے حسین میرزا بایقرا نے ابوسعید کیساتھ جنگ کی اور آخرکار جب کہ ابوسعید ترکمانوں کی لڑائیوں میں مداخلت کر رہا تھا ابوسعید قتل ہوا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ سال ۸۷۱ھ میں قرہ قویونلو ترکمانوں کا سردار جہان شاہ آق قویونلو قبیلے کے سردار اوزون حسن کے ساتھ جنگ میں مارا گیا اور جہان شاہ کے بیٹے نے اپنے باپ کے خون کے مطالبے میں ابوسعید سے مدد چاہی ابوسعید نے اس کے ساتھ مدد دینے کا وعدہ کیا اور سال ۸۷۲ھ میں وہ اوزون حسن کے موسم گرما کے مستقر قرہ باغ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اوزون حسن نے اس اثنا میں صلح وصفائی کی خواہش کا کئی بار اظہار کیا جسے ابوسعید نے رد کر دیا اور اپنی روانگی جاری رکھی یہاں تک کہ ایک منزل پر جس کے حالات سے اوزون حسن پوری طرح واقف تھا اوزون حسن نے رسد اور خوراک پہنچائے جانے کا راستہ مسدود کر دیا چنانچہ ابوسعید کے سپاہی تنگی وفاقہ سے مجبور ہو کر بھاگ گئے اور ابوسعید بھی نہ ٹھہر سکا اور اپنے درباریوں اور خاص ملازمین کی ایک جماعت کے ساتھ لوٹ آیا۔ اوزون حسن کے بیٹوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کو گرفتار کر کے ترکمانوں کے خیمے میں لے آئے جہاں سرداروں کے اصرار پر اوزون حسن نے ابوسعید کو ۲۵ رجب کے دن سال ۸۷۲ھ میں قتل کر دیے جانے کا فرمان جاری کیا۔ ابوسعید کی عمر اس وقت چالیس یا اکتالیس سال تھی۔ ابوسعید سال ۸۳۰ھ (یا ۸۳۱ھ) میں پیدا ہوا تھا اور اس کی سلطنت کی مدت بیس سال تھی۔ ابوسعید کا بیٹا عمر شیخ میرزا تھا۔ اور عمر شیخ میرزا الغ بیگ اور بابر کا باپ تھا۔ یہ وہی بابر ہے جس نے ہندوستان کو اپنے تسلط میں لا کر مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔ مزید مطالعہ کیلئے دیکھئے: آئین اکبری، مطلع السعدین عبدالرزاق سمرقندی، تاریخ رشیدی میرزا حیدر دوغلات، ھمایون نامہ گلبدن بیگم اور حبیب السیر۔ نیز لغت نامہ دہخدا حرف ابوسعید صفحہ ۵۱۵۔۵۱۶۔

الغ بیگ ......شاہرخ کا بیٹا اور امیر تیمور کی اولاد میں سے تھا۔ با اقتدار تھا اور علوم وفنون میں تبحر پانے میں بڑی شہرت پائی تھی۔ علم ھیات میں خاص طور پر نامور تھا چنانچہ اس علم میں معلومات کی وسعت کی وجہ سے اسلام کے عظیم المرتبت حکماء میں اس کا شمار تھا۔ انتہائی مقبول کتاب کا مصنف تھا جو زیج الغی کے نام سے مشہور تھی اور دوسرے فنی آثار کا بھی موجد تھا۔ ایک رصدگاہ سمرقند میں بنائی[2]۔ الغ بیگ پر قدیم ھیات شناسی ختم ہوئی اور وہ اسلام کے اختر شناسوں میں سے بھی ایک مایہ افتخار نجومی تھا۔ الغ بیگ اپنے باپ کی زندگی میں ہی سال ۸۱۴ھ میں سمرقند کا بادشاہ تھا اور سال ۸۵۰ھ میں باپ کی سلطنت کے تخت پر بیٹھا اور اپنے بیٹے عبداللطیف کیساتھ ایک مدت

(۱) زیج الغی سال ۱۶۶۵ء میں انگلستان کے شہر آکسفورڈ سے شائع ہوئی اور یورپ کی اکثر زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے۔

(۲) یہ رصدگاہ میں نے سمرقند میں دیکھی ہے اور قابل عمل حالت میں ہے (مصنف)

تک کارزار میں مشغول رہا اور کئی بار اسے مغلوب کیا اور معاف کر دیا لیکن آخر کار سال ۸۵۳ھ میں عبداللطیف نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ الغ بیگ نے ۳۹ رسال تک حکومت کی اور اس کی عمر ۵۶ سال تھی۔ الغ بیگ نے زندگی کے ایام کو علوم و فنون کی خدمت اور مطالعہ میں گذار دیا اس کا دربار ہمیشہ ادیبوں کا مجمع اور عالموں کی محفل اور وقت کے دانشمندوں کی انجمن رہا۔ اس نے بعض صاحب نظر دانشمندوں کو فنی تحقیق کے لئے چین بھی بھیج دیا۔

میر علی شیر نوائی نے مجالس النفائس میں لکھا ہے: الغ بیگ میرزا ایک عالم و فاضل بادشاہ تھا اور کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا۔ یہ مطلع الغ بیگ کا ہے

ہر چند ملک حسن بزیر نگین تست
شوخی مکن کہ چشم بدان در کمین تست

تاریخ ایران کے مولف سر پرسی سائیکس نے 'الغ بیگ پادشاہ ستارہ شناس' کے عنوان کے تحت لکھا ہے، باپ کے تخت سلطنت پر بیٹھنے سے پہلے الغ بیگ نے ۳۸ رسال تک سمر قند پر حکومت کی اور یہ مدت اس ملک' جو بار بار غارتگری اور ویرانی کی آماجگاہ رہا ہے' کیلئے ایک رونق اور خوش بختی کا زمانہ تھا۔ ہنر مندوں کی حوصلہ افزائی اور علم و دانش کا رواج' جس کا یہ بادشاہ خود ایک عاشق تھا' اسکے اہم وسائل شہرت تھے۔ معروف نجومی جدولوں' جو بالکل صحیح اور مکمل ہیں کے مولف کی حیثیت سے بھی الغ بیگ کا نام ہمیشہ کیلئے باقی رہے گا۔ سسلی کے ایک عالم جان گریوز نے' جو آکسفورڈ میں ھیأت و نجوم کا پروفیسر ہے لاتینی زبان میں اس کتاب کو شائع کیا اور بعد میں بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔ ایران بھی الغ بیگ کے اس کیلنڈر کا احسان مند ہے جو اس نے بنا کر رائج کر دیا اور جو آج تک ایران میں باقی اور معمول ہے۔

الغ بیگ ایک لحاظ سے بد قسمت بادشاہ تھا کیونکہ تخت نشین ہونے کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدولہ ہرات پر قابض ہوا اور اس کے بیٹے عبداللطیف کو بھی قید کر دیا اور جونہی علاء الدولہ کو شکست ہوئی ہرات ترکمانوں کے ہاتھوں غارت ہوا اور ان ہی ایام میں سمرقند بھی اوزبکوں نے ویران کر دیا۔ ان مصائب کی تکمیل کے طور پر عبداللطیف کی وہ بغاوت تھی جو اس نے رہائی پاتے ہی شروع کر دی اور آخر کار (الغ بیگ) اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔

خواند میر نے حبیب السیر میں لکھا ہے میرزا الغ بیگ' جس کا نام محمد تراغای تھا' خاقان سعید (شاہرخ میرزا) کی ساری اولاد میں فضیلت علم اور ہنر پروری میں یکتا اور انصاف و دادگستری میں سب میں منفرد تھا۔ اس میں جالینوس کی دانش اور کیکاؤس کی حشمت جمع ہو گئی تھی اور تمام فنون میں بالخصوص علم ریاضی اور نجوم میں اس زمانے

میں اس کا کوئی ثانی اور نظیر نہیں تھا۔ قرآن مجید کو سات قراتوں میں پڑھتا تھا اور ہمیشہ اہل فضل وکمال کی تربیت اور حوصلہ افزائی کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ اتوار کے دن ۱۹ر جمادی الاول ۷۹۶ھ کو پیدا ہوا اور جب گیارہ سال کا ہوا تو امیر تیمور کی وفات ہوئی۔ اپنے والد کی تربیت کے سائے میں پلا بڑھا جب تک سال ۸۲۴ھ میں ماوراء النہر کا بادشاہ ہوگیا۔ یہ ملک بہت کم عرصے میں اس کی انصاف پسندی اور رعیت پروری کی وجہ سے آباد ہوا۔ سمرقند کے وسط میں ایک خانقاہ اور مدرسہ بنایا اور کئی دیہات اور آباد زمینوں کو ان کیلئے وقف کر دیا اور ایک رصدگاہ بنائے جانے کا بھی فرمان صادر کیا۔ غیاث الدین جمشید اور معین الدین کاشی نے اس رصدگاہ کو ترتیب دینے کیلئے بہت کوشش کی اور اس رصدگاہ کے نتائج سے ایک زیچ مرتب ہوئی جو زیچِ جدیدِ گورکانی کہلائی جانے لگی اور اب اسی زیچ سے تقویمیں بنائی جاتی ہیں۔

میرزا الغ بیگ گورکان اپنے والد بزرگوار کے ایام دولت میں کمال سعادت واقتدار کے ساتھ بسر کرتا رہا اور باپ کی وفات کی خبر سن کر تخت سلطنت پر بیٹھا اور خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ اگرچہ میرزا علاء الدولہ پر غالب آ گیا اور خراسان کو بھی مسخر کر لیا لیکن اسے سنبھال نہ سکا۔ آخر اس کا بیٹا میرزا عبداللطیف مخالف ہوگیا اور اس پر غلبہ پا کر سمرقند کے تخت پر بیٹھا اور میرزا الغ بیگ کو سال ۸۵۳ھ میں اپنے کم عقل بیٹے کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

الغ بیگ کے معروف وزیروں میں خواجہ ناصر الدین نصر اللہ خوافی اور سید عماد الدین گنابادی تھے فضلا اور دانشمندوں میں مولانا غیاث الدین جمشید کاشانی تھے جو ہیات اور ریاضی اور نجوم میں بے مثال تھے اور جب الغ بیگ رصدگاہ بنا رہا تھا تو اس عالم نے مولانا معین الدین کاشی ہمولانا صلاح الدین موسیٰ (جو قاضی زادہ رومی کے نام سے مشہور تھا) کی ہمراہی میں اس رصدگاہ کی تکمیل کی۔ کچھ اور فضلا تھے مولانا نفیس طبیب اور سید عاشق اور مولانا محمد اردستانی جو علم رمل اور طالع میں استاد تھا۔ قاضی شمس الدین مسکین قاضی القضاۃ سمرقند تھے اور مولانا خیالی بخارا کے شاعر تھے اور یہ دونوں اپنے زمانے میں بڑے معروف تھے۔

مزید مطالعہ کیلئے دیکھئے: تاریخ ادبیات ایران (براؤن) سبک شناسی (بہار) تاریخ ادبیات در ایران (صفا)۔ لغت نامہ دھخدا حرف ال صفحہ ۳۶-۳۷۔

ابو القاسم بابر میرزا :......ابو القاسم بابر میرزا فرزند بایسنقر ابن شاہرخ ابن امیر تیمور ۱۷ر رجب سال ۸۲۵ھ میں پیدا ہوا اور ۲۵ر ربیع الثانی ۸۶۱ھ میں مشہد میں وفات پائی اور وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضۂ مبارک کے متصل سپرد خاک ہوا۔ جب ابو القاسم پیدا ہوا تو میرزا شاہرخ نے اس کا نام بابر رکھا

اور کنیت ابوالقاسم رکھی۔ ابوالقاسم بابر[1] میرزا لطف طبع، حسن خلق اور شائستگی میں معروف تھا۔ عیش و نشاط[2] میں بھی مشغول رہتا اور کسر نفسی و تواضع سے کام لے کر سلطنت کے عرصے میں تخت شاہی پر نہیں بیٹھا۔ اخلاق کی بلندی اور طبیعت کی پاکیزگی کی وجہ سے کبھی بھی تند کلامی سے کسی کا دل آزردہ نہیں کیا۔ میدان جنگ میں ایک خنجر گداز پلنگ تھا اور محفل احباب و بزم یاران میں ابر گوہر بار۔ سخاوت میں پتھر کے ٹکڑوں اور ہیروں میں کوئی فرق نہیں کرتا تھا۔ ایک دن میں سونے کی کان کو بھی بخشش و عطا میں صرف کر سکتا تھا۔

میرزا ابوالقاسم بابر اپنے بھائیوں میرزا علاء الدولہ اور میرزا سلطان محمد کے ساتھ دل خوش نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے جو روزینہ اس کیلئے مقرر کر رکھا تھا اسی پر گذران اور جفای ایام پر صبر کرتا تھا۔ جب سلطان بایسنقر کا رے میں انتقال ہوا تو میرزا بابر نے میرزا خلیل سلطان ابن میرزا محمد جہانگیر کی ہمراہی میں خراسان کا رخ کیا اور جب بسطام میں پہنچے تو امیر ہندو، جوان ایام میں میرزا بایسنقر کے حکم کے مطابق جرجان میں 'استقامت پذیر تھا' کے قاصدوں نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو مازندران کی بادشاہت کی بشارت دی اور اپنے ساتھ لے گئے۔ امیر ہندو نے آپ کا استقبال کیا اور خیمہ و خرگاہ، سراپردہ و بارگاہ اور باقی سارے لوازم بادشاہی کے اسباب آپ کو پیش کئے اور اس طرح سے وہ ملک ابوالقاسم بابر میرزا کے زیر اقتدار آ گیا۔ سال ۸۵۳ھ میں بابر میرزا نے خراسان کو فتح کیا اور ہرات پر قابض ہوا اور اپنے بڑے بھائی میرزا علاء الدولہ کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر اسے اندھا کر دیا۔ سال ۸۵۵ھ میں چناران کے علاقہ میں ایک اور بھائی میرزا سلطان محمد کے ساتھ جنگ کی اور اسے قید کر دیا اور پھر قتل کر دیا۔ اس کے بعد عراق عجم اور فارس کو مسخر کر لیا اور وہاں حاکم مقرر کر دیئے اور خراسان لوٹ آیا۔

ابوالقاسم میرزا بابر کی وفات بروز منگلوار ۲۵ ربیع الآخر سال ۸۶۰ھ کو مشہد شریف میں ہوئی۔ خواجہ وجیہ الدین اسماعیل سمنانی اور خواجہ قطب الدین طاؤس آپکے وزراء تھے اور شیخ زادہ پیر قوام الدین اور مولانا محمد بخاری معماری صدارت کے عہدوں پر فائز تھے (ملاحظہ ہو حبیب السیر۔ چھاپ خیام تہران صفحہ ۲۲۔۲۳)

قاموس الاعلام کے مولف نے لکھا ہے کہ بابر میرزا کے جد میرزا شاہرخ کے وفات (۸۵۰ھ) پر بابر میرزا نے لشکر کو لوٹ لیا اور استر آباد کی طرف بھاگ نکلا اور سال ۸۵۴ھ میں میرزا الغ بیگ کی وفات کے بعد خراسان پر قابض ہو گیا اور ہرات میں تخت نشین ہوا اور اپنے بھائی سلطان محمد کیساتھ کئی جنگیں لڑیں اور سات

---

(۱) ابرتر کی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں پلنگ یا ببر۔ ببر ایک قوی ہیکل درندہ ہے شیر کی مانند جو البتہ شیر کا دشمن ہے (ہندوستان میں ببر کو شیر کہتے ہیں اور شیر کو ببر بھی کہا جاتا ہے) کہتے ہیں ببر شیر سے چھوٹا اور باریک ہوتا ہے۔ گویا یہ نارنجی رنگ کا سیاہ لکیروں والا درندہ ہے جو بلی کے خاندان سے مربوط ہے۔ قوی اور طاقتور ہونے کی وجہ سے ترکی بادشاہ یہ نام (ببر یا بابر) اپنے لئے لقب کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔

(۲) یہ مشہور شعر جو اشتباہاً شہنشاہ ظہیر الدین بابر سے منسوب ہے نوروز و نو بہار و می و دلبری خوش است ☆ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست ☆ دراصل اسی میرزا ابوالقاسم بابر کا ہے۔

سال کی حکومت کے بعد سال ۸۶۱ھ میں ۳۶ رسال کی عمر میں مشہد میں انتقال کیا۔ شاعر اور ادیب تھا۔ یہ شعر اسی کا ہے ؎

گفتم بیا چہ چارہ کنم در غم تو گفت
اینجا جز آنکہ جان بسپارند چارہ نیست

مولانا برہان الدین عطاء اللہ رازیؒ جو ہرات کے بزرگ زادگان میں سے ہے' نے بابر میرزا کے نام پر رسالہ معما لکھا ہے۔ یہ معما جس سے شاہ بابر حاصل ہوتا ہے اسی رسالہ میں سے ہے ؎

پس از بہار جوانی کشیم آہ بہ حسرت
خزان عمر چو آخر رسید از پی غارت

مجالس النفائس (تصحیح علی اصغر حکمت صفحہ ۳۷۸) میں ابوالقاسم بابر میرزا کی یہ غزل مولانا خزائی کے توسط سے نقل ہوئی ہے ؎

در دور ما ز کہنہ سواران یکی می است
وان کو دم از قبول نفس میزند نی است
دانی کمان ابروی خوبان سیہ چراست
کز گوشہا ش دود دل خلق درپی است
سنگ محک می است می آرید در نظر
پیداکنندۂ کس و ناکس ھمین می است
این سلطنت کہ ماز گدائیش یافتیم
داراانداشت ہرگز وکاووس را کی است
بابر رسید نالۂ زارت بگوش یار
لیلیٰ وقوف یافت کہ مجنون درین حی است

مرآۃ الخیال کے مولف نے لکھا ہے کہ سلطان دانش آگاہ بابر شاہ ایک درویش دل خسرو اور مسکین نواز صفدر تھا۔ باطنی طور پر مردان صاحب دل سے باخبر تھا۔ آپ کا دست عطا ابر نیسان کی مانند پر گہر تھا۔ آراستہ و پیراستہ فوج کا مالک تھا بہادر جوانوں اور نو خاستہ نو جوانوں کی خاصی تعداد بھی موجود رہتی تھی۔ طریق سخاوت میں بے پروا تھا۔ کئی باتیں ان کے بارے میں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کنجاہ کا قلعہ فتح کیا تو ہیرے جواہرات کی کئی

بیش قیمت تھیلیاں آپ کو پیش کی گئیں۔ ان میں سے ویسے ہی ایک بند تھیلی ایک درباری مقرب کو بخش دی۔ خواجہ وجیہ الدین سمنائی' جو آپ کا وزیر تھا' نے کہا: اے سلطان عالم! پہلے تھیلی کو کھول تو دیجئے شاید اس میں ایک ملک کے خراج کے برابر ہیرے ہوں۔ بادشاہ نے جواب دیا: یہ تو معلوم ہے کہ اس تھیلی میں عمدہ اور نفیس ہیرے ہی ہوں گے۔ اگر میں تھیلی کو کھول دوں تو یہ دل پذیر ہیرے مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیں گے اور میں خواہ مخواہ اپنے قول سے شرمندہ ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

از شمع رخش دیدہ همان به که بدوزیم
چون فائده ای نیست نه بیلیم و نه سوزیم

اس دریا دل شہریار کی موزوں طبیعت نے کتنے ہی آبدار موتی زمانے کے طبق پر باقی چھوڑے ہیں اور یہ غزل آپکے طبع فیاض کی ارادت کا ایک نمونہ ہے (غزل وہی ہے جو اوپر مجالس النفائیس بہ تصحیح علی اصغر حکمت صفحہ ۲۷۸ کے حوالے سے نقل ہوئی)

ایک صاحب نے آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے ؎

شاہ بابر شہی کہ از عدلش
عدل نوشیروان بدی نا سخ
بود راسخ چودر سخا وکرم
گشت تاریخ فوت اور راسخ[1]

شیراز میں ایک خوبصورت باغ میں خواجہ حافظ کا مقبرہ جو حافظیہ کے نام سے مشہور ہے ابوالقاسم بابر میرزا نے ہی مزین کیا ہے جب بابر میرزا سال ۸۵۶ھ (۱۴۵۲ء) میں شیراز میں آیا تو اس نے مولانا محمد معمائی کو اس مقبرے کی تعمیر اور آرائش کا حکم دیا (دیکھئے دولت شاہ سمرقندی کا تذکرہ اور تاریخ ادبیات ایران جلد سوم از براؤن)

اوزون حسن:......اوزون حسن کا نام امیر حسین بیگ تھا اور کنیت ابو النصر تھی۔ آپ حسن دراز بھی کہلائے جاتے تھے۔ آپکا سال وفات ۸۲۲ھ ہے۔ علی بیگ ترکمان آپکے والد کا نام تھا اور معروف امیروں کے سلسلے آق قویونلو میں سے تھے۔ سال ۸۵۷ھ میں اپنے بھائی جہانگیر ترکمان کی جگہ قلعۂ آمد میں تخت پر بیٹھا اور سال ۸۶۱ھ میں جہانگیر ترکمان کی بغاوت کو' جس نے قرہ قونیلو قبیلے کے امیر جہان شاہ سے مدد لی تھی' فرات کے

(۱) (مرآت الخیال چھاپ بمبئی صفحہ ۶۹۔۷۰)

قریب مٹا دیا۔ کچھ عرصہ بعد حصن کیف (کیفا) نامی مشہور قلعہ کو سلاطین ایوبی سے چھین لیا (۸۶۴ھ) اس کے بعد جہان شاہ قراقویونلو کو قتل کیا اور عراق و آذربائیجان کو اپنی سلطنت میں ملا دیا۔ چند سال کے بعد عثمانی بادشاہ سلطان محمد فاتح کے ساتھ جنگ کی لیکن مغلوب ہو گیا (۸۷۸ھ)۔ اس کے بعد اپنے بیٹے کو مختلف حیلوں سے بلوا کر قتل کر ڈالا۔ اغورلو محمد نام کا یہ بیٹا پادشاہ عثمانی کے دربار میں پناہ گزین تھا۔ دو سال کے بعد گرجستان پر لشکر کشی کی اور تفلس کو فتح کیا (۸۸۱ھ) لیکن کچھ عرصہ بعد تبریز میں وفات پائی اور اس کا بیٹا سلطان خلیل ترکمان اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔

اوزون حسن آق قویونلو قبیلے کا سب سے زیادہ مقتدر اور مشہور بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ اس کی بیوی دسپنا خاتون طرابوزون کے آخری مسیحی فرمان روا کالو یو آنس کی بیٹی تھی اور طرابوزون کے بادشاہوں اور یورپ کے مسیحی سلاطین کیساتھ مذاکرات و مشورے کرنے اور ان کیساتھ تعلقات و روابط پیدا کرنے کی وجہ سے سلاطین عثمانی اوزون حسن سے نفرت کرتے تھے اور اس کو اپنا دشمن قرار دیتے تھے۔ اوزون حسن نے حسن تدبیر سے آذربائیجان، عراق، فارس، کرمان، کردستان اور ارمنستان کو اپنے قبضے میں لایا۔ لیکن مسیحیوں کیساتھ اور وینس و یورپ کے سلاطین و امراء کے ساتھ ساز باز رکھنے کی وجہ سے اسے مقتدر سلطان محمد فاتح پادشاہ عثمانی کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وینس کے سیاحوں نے جو اوزون حسن کے دربار میں آئے اس کے دربار کے جلال و عظمت کی ستائش کی ہے اور اسے قد کی بلندی کے سبب اوزون دراز کہہ کر یاد کیا ہے۔ مولانا ابوبکر طہرانی نے، جو اوزون حسن کا ہمعصر تھا، اس کی سوانح حیات لکھی ہے۔ (دیکھئے تاریخ لین پول، قاموس الاعلام ترکی، لغت نامہ حرف ا وصفحہ ۴۹۲)

بایسنقر میرزا :...... بایسنقر، شاہرخ کا بیٹا اور امیر تیمور کا پوتا تھا۔ سال ۸۰۲ھ میں پیدا ہوا اور بقول دولت شاہ سمرقندی کمال کا حسن پایا تھا اور خسرو پرویز کے بعد بایسنقر سلطان کی مانند کسی نے عیش و عشرت اور تجمل میں زندگی نہیں گذاری۔ ترکی اور فارسی میں شعر کہتا بھی تھا اور سمجھتا بھی تھا۔ چھ خطوں میں عبارتیں لکھتا تھا۔ ایک رات کثرت شراب کی وجہ سے فنا کی ابدی نیند سو گیا اور ہرات کے لوگ اس کی موت کو سکتہ کا نتیجہ جانتے تھے۔ بایسنقر کی موت ہرات میں باغ سفید نامی جگہ پر سال ۸۳۷ھ میں ۳۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ سنیچر وار کی صبح کا وقت تھا (دیکھئے تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۳۵۰)۔ وقت کے فضلاء میں سے ایک صاحب نے بایسنقر کی وفات پر یہ تاریخ کہی ؂

سلطان سعید بایسنقر سحرم

گفتا که بگو باہل عالم خبرم
من رفتم و تاریخ وفاتم این است
بادا بجہان عمر دراز پدرم

بایسنقر کے تین بیٹے تھے میرزا رکن الدین علاؤ الدولہ میرزا سلطان محمد اور میرزا ابوالقاسم بابر۔ (ملاحظہ ہو حبیب السیر چھاپ کتابخانۂ خیام تہران جلد ۳ ص ۶۲۳)۔ بایسنقر میرزا کے حکم سے شاہنامہ فردوسی پر مقدمہ لکھا گیا جو بقول ملک الشعراء محمد تقی بہار 'سراسر خلاف حقیقت' خلاف منطق اور تاریخ کے بالکل برعکس ہے' (دیکھئے سبک شناسی جلد ۳ ص ۹۱)۔ بایسنقر ایک خوش طبع' خوش سخن' ہنر پرور اور عیش پسند بادشاہ تھا...... جیسے کہ اس کے امکان میں تھا زندگی خوشی میں گذار دی۔ یہ مطلع بایسنقر کا ہے ؎

ندیدم آن دو رخ اکنون دو ماہ است
ولی مہرش بسی در جان ماہست

اور ایک غزل میں تخلص کا استعمال یوں کیا ہے ؎

غلام روی او شد بایسنقر
غلام روی خوبان پادشاہ است

(دیکھئے مجالس النفائس ص ۱۲۵۔ ۳۱۴)

بایسنقر ایران میں خوبصورت ترین کتاب نویسی کا بانی ہے۔ اس کی ذاتی حمایت میں چالیس کاتب اور خطاط مولانا جعفر تبریزی (جو خود عبداللہ ابن میر علی کا شاگرد تھا) کی راہنمائی میں کتابیں لکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ غیر معمولی اجرت اور بخشش دے کر اس نے ہنرمند ترین استادان خط اور ماہرین تذہیب کاری کو اپنے پاس رکھا تھا جو اس کیلئے تذہیب و جلد بندی اور خط وصحافی کے فنی آثار کی عمدہ ترین اور نازک ترین کتابیں وجود میں لے آتے تھے۔ اس بادشاہ خوش مذاق و خوش سلیقہ کے وسیع کتابخانے کی کتابیں اس وقت بھی تمام دنیا میں پھیلی ہوئیں ہیں اور جہاں بھی ہیں کمال حفاظت و عزت کیساتھ محفوظ ہیں (دیکھئے از سعدی تا جامی ص ۴۳۱)۔ حافظ ابرو نے اپنی تاریخ کبیر جو زبدۃ التواریخ کے نام سے مشہور ہے بایسنقر کے نام پر لکھی اور فصیحی خوافی اس تاریخ کو مجمع التواریخ سلطانی کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ظاہراً یہ تاریخ سال ۸۲۹ھ یا سال ۸۳۰ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو حبیب السیر' از سعدی تا جامی' سبک شناسی جلد سوم' جامع التواریخ مقدمہ۔ بہ تصحیح دکتر بیانی' لغت نامہ دہخدا حرف با نوص ۶۲۲)۔

جهان شاہ :...... جہانشاہ (۸۳۹ھ-۸۷۲ھ) کا نام مظفر الدین تھا اور یہ قراقویونلو قبیلے کا تیسرا بادشاہ گذرا ہے۔شاہرخ میرزا کے بعد تیموریوں کی اطاعت سے منہ موڑ لیا اور عراق عجم پر لشکر کشی کی اور اصفہان میں قتل عام کیا اور فارس اور کرمان پر قابض ہو گیا۔ سال ۸۶۲ھ میں علاء الدولہ تیموری کو شکست دی اور ہرات میں تخت نشین ہوا۔ سال ۸۷۲ھ میں اوزون حسن آق قویونلو کو زیر کرنے کے لئے دیار بکر پر حملہ کیا لیکن گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا اور تبریز میں مدفون ہوا۔

جہان شاہ ایک شعر دوست اور ہنر پرور بادشاہ تھا۔ چونکہ راتوں کو عیش و نشاط میں بیدار رہتا تھا اس لئے چمگاڈر کہلاتا تھا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ایران از ای جی براؤن جلد ۳ نیز ملاحظہ ہو حبیب السیر)

سکندر اعظم :......سکندر مقدونی جو اسکندر اعظم کے نام سے مشہور ہے ۳۵۶ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ ۳۳۶ ق م میں تخت پر بیٹھا اور ۳۲۳ ق م میں وفات پائی۔ اس کا نام الکساندر[1] تھا لیکن اسلامی مورخین اسے اسکندر الرومی[2] یا اسکندر ذوالقرنین[3] کے نام سے یاد کرتے ہیں اور بعض اسے اسکندر المقدونی کہتے ہیں (روم کو یونان یا مقدونیہ سمجھنا چاہئے کیونکہ بیزانس یا مشرقی روم کو ایرانی ساسانی بادشاہوں کے عہد اور اولین اسلامی صدیوں میں روم ہی کہتے تھے)۔ تاریخ کی ترتیب کے پیش نظر یہ مقدونی بادشاہوں میں تیسرا اسکندر تھا کیونکہ اس سے پہلے اسکندر نام کے دو اور بادشاہ مقدونیہ کے تخت پر بیٹھ چکے تھے۔ عہد قدیم کے اکثر مورخین اسے اسکندر ابن فیلپ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جدید مورخین اسے عام طور پر الکساندر مقدونی یا الکساندر اعظم لکھتے تھے اور لکھتے ہیں۔ اس کے باپ کا نام فیلپ تھا اور اس کی ماں کا نام المپیاس تھا جو مولوسس کے بادشاہ نیوپ تولی می کی بیٹی تھی۔ مولوسس کے بادشاہ اسی دیز کے خاندان میں شمار ہوتے تھے اور یہ خاندان اپنے نسب کو یونان کے داستانی پہلوان اچل یا اشل (ACHILLE) تک پہنچاتے تھے جو ترائے (TROY) کے جنگ کا ہیرو تھا۔

اسکندر اعظم شہر پلا میں جولائی کے مہینے میں سال ۳۵۶ ق م میں پیدا اور بیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کے جسمانی صفات کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ اس کے بدنی اعضا قوی اور متناسب تھے۔ قد پست تھا اور بدن کی

---

(۱) ALEXANDRE LE GRAND

(۲) مسعودی (مروج الذہب جلد ا ص ۹۹) ابن الندیم الوراق (الفہرست ص ۳۴۵) ابو ریحان اور حمزہ اصفہانی بحوالہ کتب مذکور

(۳) تاریخ کامل جلد ا ص ۲۱ (ابن اثیر...... دیکھئے ذوالقرنین)

کھال سفید تھی لیکن رخساروں اور سینے کا رنگ سرخ تھا۔ ناک عقاب کی مانند تھی اور آنکھوں کا رنگ مختلف نظر آتا تھا۔اس کی بائیں آنکھ سبز گون تھی اور دائیں سیاہ رنگ کی۔اس کی آنکھوں میں اتنی تاثیر تھی کہ کوئی ان میں جھانک نہیں سکتا تھا۔حرکات ورفتار میں چست اور چالاک تھا اور اس صفت کو جنگی سفروں میں بھی ورزشوں سے محفوظ رکھتا تھا۔سختیوں اور مشکلات میں اعلیٰ درجے کا بردبار آدمی تھا اور اس کی برکت سے خود کو اور لشکر کو بڑے بڑے خطروں سے رہائی دلاتا تھا۔بچپن سے ہی اس میں غیر معمولی ذہانت تھی اور اس کا گفتار و کردار لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا تھا۔جاہ طلبی اور نام پانے کا جذبہ اس میں بدرجۂ کمال موجود تھا چنانچہ اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ جب بھی اس کا باپ فیلپ کسی بڑے شہر کو فتح کرتا تھا اور مقدونیہ کے لوگ خوشی و مسرت کے جشن میں غرق ہو جاتے تھے تو اسکندر اپنے دوستوں کے حلقے میں افسردگی و اداسی کا اظہار کرتا تھا اور کہتا تھا: ''جب تک ہم لڑکپن سے باہر آ جائیں گے ہمارا باپ ہمارے لئے فتح کرنے کی کوئی چیز باقی نہیں رکھے گا''۔ (پلوتارک' اسکندر' بند ۶)۔مذہبی عقاید کا پابند تھا اور یونانی دیوتاؤں کیلئے قربانیاں بھی کیا کرتا تھا۔تند مزاج تھا اور غصہ بہت جلد اس پر غالب آ جاتا تھا۔اس بات کا اس کو خاص خیال رہتا تھا کہ نقاش و مجسمہ ساز اس کی صورت اور مجسمہ کو یوں کھینچیں یا بنائیں کہ خوبصورت اور خوش منظر اور باصباحت دکھائی دے (پلوتارک بند ۲)

اسکندر کی تربیت میں اس کے باپ فیلپ کا بڑا ہاتھ تھا چنانچہ اس نے مشہور یونانی فلسفی ارسطو یا ارسطا طالیس کو اس کی تعلیم پر مقرر کر دیا اسکندر نے یونانی زبان کی صرف ونحو اسی استاد سے سیکھی۔فیلپ نے ارسطو کے علاوہ کئی اور اساتذہ بھی اس کی تربیت کے لئے متعین کئے اور اس نے اسپ سواری' تیر اندازی اور مختلف ورزشیں بھی سیکھ لیں۔ارسطو نے سکندر کو طبیعات بھی سکھائی اور تب تک مقدونی دربار میں رہا جب تک کامل طور پر مختلف علوم میں اسے آگاہ بادشاہ بنا دیا اور وہ تخت نشین ہوا اور جنگ کیلئے ایشیا کی طرف چل پڑا۔علوم میں اسکندر کو بالخصوص علم طبیعی اور علم طب کیساتھ دلچسپی رہی اور فنون لطیفہ میں موسیقی کیساتھ۔فصاحت و بلاغت کو بھی سکندر بڑی اہمیت دیتا تھا چنانچہ رھٹارک (RHETORIQUE) نامی (فنّ خطابت) کتاب جسے ارسطو نے لکھا تھا ارسطو سے مانگی اور اسے تاکیداً منع کیا کہ یہ کتاب کوئی اور نہ پڑھے تاکہ علم ودانش میں دوسروں سے برتر ہو جائے۔

سکندر جب جوان ہوا تو فیلپ نے اسے جنگوں میں دخل انداز رکھا چنانچہ بیزانس کے محاصرے اور اتھینوں کی جنگ میں اسے شریک کیا۔سکندر کے حالات کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ آرائش اور قیمتی لباس سے پرہیز کرتا تھا اور کہتا تھا کہ آرائش اور سجاوٹ عورتوں کا حق ہے کیونکہ خوبصورت ان ہی کی لوازمات میں شامل ہے۔مرد کی خوبصورتی اس کی فضیلتوں میں ہے۔جوانی میں عورتوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے دور رہتا تھا چنانچہ اس کی ماں کو

خیال گذرا کہ گویا نامرد ہے لیکن فتوحات کے بعد ایشیا میں اس کے پاس تین سو ساٹھ عورتیں تھیں۔ شراب کو بچپن سے ہی عزیز رکھتا تھا لیکن اس حد تک کہ مستی کا باعث نہ بن جائے البتہ بعد میں جب اسے فتح پر فتح ملی تو جیسا کہ مورخوں نے لکھا ہے سادگی اور پرہیز کو چھوڑ دیا۔ ہر فتح کے بعد ضیافت ترتیب دیتا اور شراب خوری و مستی میں غرق ہو جاتا اور اس قدر عیش و عشرت میں ڈوب جاتا کہ بالآخر اسی ناپرہیزی اور حد سے زیادہ عیش و نشاط نے اسے مار ڈالا۔

سکندر سال ۳۳۵ ق م میں تخت نشین ہوا اور سب سے پہلے اس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو سزا دی اور اس کے بعد امور بادشاہی کو ہاتھ میں لیا۔ ان امور میں اس نے سب سے اول افواج کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ کی۔ اس کے بعد یونان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور لوگوں کو اپنی شاہانہ اور راہنمایانہ صفات سے متعارف کیا۔ نیز چھوٹی چھوٹی شورشوں کو زیر کیا اور بعض خطرناک باغیوں کو حسن تدبیر سے مطیع کیا۔ اس طرح سے سکندر کل یونان کا فرمان روا بن گیا اور یونانیوں نے اسے اپنے قدیمی دشمن ایران کو زیر کرنے کے لیے تمام اختیارات سونپ کر اسے سپہ سالار کل کا خطاب دیا۔ سکندر نے ایران پر لشکر کشی کی اور وہاں کے مقتدر شہنشاہ دارا (داریوش) کو قتل کر دیا سکندر نے مصر اور شام کو بھی زیر کیا اور ہندوستان کو بھی فتح کیا۔ گویا اپنے عہد سلطنت میں یہ بادشاہ ناقابل تسخیر رہا[1]

سلطان حسین بایقرا :......اس کا لقب سلطان صاحبقران تھا۔ امیر منصور کا بیٹا تھا اور امیر منصور تیمور کے پوتے بایقرا کا بیٹا تھا۔ سلطان حسین کا انتقال ۹۱۱ھ میں ہوا۔ حسین گورکانی تخلص کرتا تھا اور سلطان حسین میرزا کے نام سے معروف ہے۔ ایک دیوان شعر بھی لکھا ہے اور تصوف میں تنزیل نامی کتاب بھی اس سے منسوب ہے۔ کمال الدین حسین فنائی نے مجالس العشاق نامی کتاب سلطان حسین کے نام سے تالیف کی۔ یہ جو ہندوستان میں اسی کے نام سے چھپی ہے۔ (دیکھئے: ہدیۃ العارفین جلد ا ص ۳۱۷، از سعدی تا جامی، حبیب السیر، مجالس النفائس، سبک شناسی جلد ۳، لغت نامہ دھخدا احرف حسن فروش صفحہ ۶۴۶)

سلطان بایزید ایلدرم :......سلطان بایزید ایلدرم[2] ثانی بادشاہوں میں سے چوتھا بادشاہ تھا جو مراد خان اول کے بعد تخت نشین ہوا۔ سال ۱۳۴۷ء میں پیدا ہوا اور سال ۱۳۸۹ء (۷۹۲ھ) میں اپنے والد سلطان

(۱) سکندر اعظم کی فتوحات کی داستانوں سے تاریخ کی مختلف کتابیں بھری پڑی ہیں اسی لئے ہم نے اس کی فتوحات تفصیل سے نہیں لکھے (مصنف)
(۲) ایلدرم ترکی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں آسمانی بجلی۔

مراد خان کی جگہ پر تخت پر بیٹھا۔ سال ۱۳۹۶ء میں بایزید نے نیکوپولس پر قبضہ کیا اور اپنے طاقتور مشرقی دشمن امیر تیمور کے ساتھ سال ۸۰۴ھ میں جنگ کی۔ لیکن اپنے ہی ملک انقرہ میں گرفتار ہوا۔ ابن عربشاہ نے لکھا ہے کہ امیر تیمور نے لوہے کے پنجرے میں اسے قید رکھا اور آٹھ ماہ پنجرے میں رہ کر وفات پائی (۱۴۰۳ء)۔ دیکھئے: از سعدی تا جامی، تاریخ ادبیات در ایران تالیف ڈکتر صفا، لغت نامہ حرف بانوص ۶۱۸)

سلطان محمود غزنویؒ :......ابو القاسم یمین الدولہ سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ سبکتگین کا فرزند ارجمند تھا۔ غزنوی سلسلے کا تیسرا اور مقتدر ترین بادشاہ تھا۔ اپنے بھائی اسمٰعیل کو زیر کرنے کے بعد سال ۳۸۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ سال ۳۸۹ھ میں سامانی بادشاہ عبدالملک ابن نوح کو شکست دے کر خراسان پر قابض ہوا۔ سال ۳۹۳ھ میں امیر سیستان احمد صفاری کے بیٹے خلف کو مغلوب کر کے اسے قید کر لیا اور سیستان و قہستان کو اپنی قلمرو میں شامل کیا۔ سال ۴۰۱ھ میں خوارزم کو فتح کیا اور سترہ بار ہندوستان پر لشکرکشی کی۔ سال ۳۹۶ھ میں ملتان کو مسخر کیا۔ سال ۴۲۰ھ میں ایران کے رے اور اصفہان صوبوں کو زیر کیا جو مجد الدولہ دیلمی کے تصرف میں تھے۔ رے میں جانے سے ایک سال پہلے سخت کوشی، لشکرکشی، جنگی مصروفیات اور سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے بہت لاغر ہو کر تپ دق یعنی سل کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس بیماری نے سلطان کو روز بروز کمزور کر دیا یہاں تک اس کے قوی بے طاقت ہو کر رہ گئے۔ سال ۴۲۱ھ کے موسم بہار کے آغاز میں جیسے بھی ہو سکا رے سے خود کو بلخ میں اور بلخ سے غزنی میں پہنچا دیا اور چند دنوں کے بعد ۳/ ربیع الثانی سال ۴۳۱ھ میں دنیا سے آنکھیں بند کر لیں۔ آپ کی مدت سلطنت ۳۴/ سال اور مدت حیات ۵۱/ سال تھی۔

سلطان محمود علیہ الرحمتہ ایک متدین، عاقل اور خبردار بادشاہ تھا۔ ارباب علم و معرفت کو آپ نے اطراف و جوانب عالم سے جمع کر رکھا تھا جن کی موجودگی سے غزنی کا ملک پر رونق اور قلعہ اسلام بن گیا تھا۔

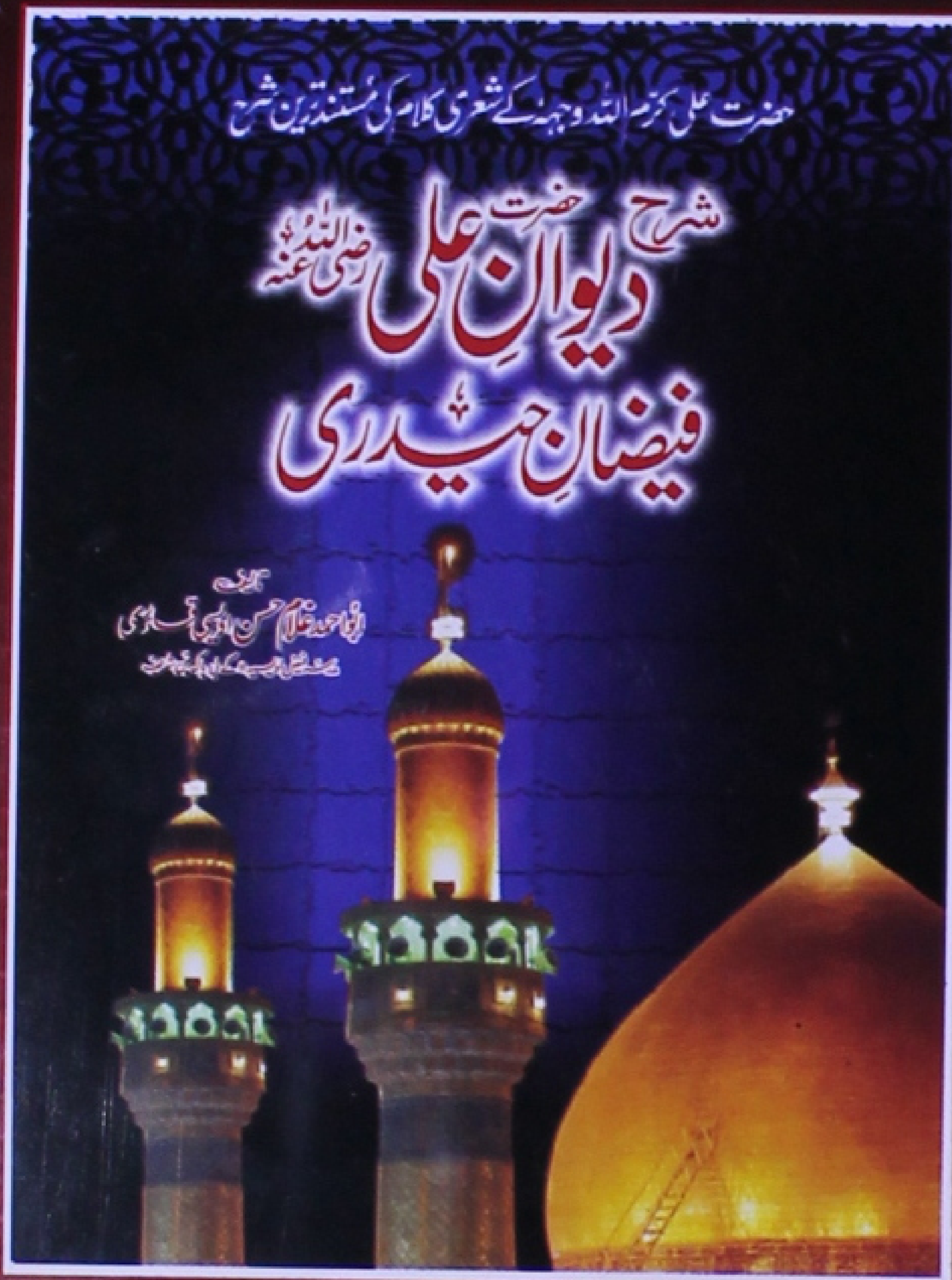
شاہزادہ سام میرزا :......شاہ اسماعیل صفوی کا بیٹا اور شاہ طہماسپ صفوی (وفات ۹۴۰ھ) کا بھائی تھا۔ فنون شعر و انشا میں ماہر اور عیش و عشرت کا رسیا تھا۔ چند سال تک خراسان میں حکومت پر فائز رہا۔ نظم و نثر کی انواع میں شوخ طبع اور استوار تھا۔ تحفۂ سامی کے نام سے شاعروں کا ایک تذکرہ بھی لکھا۔ آخر شیخ صفی الدین کے آستانہ میں گوشہ گیری اختیار کی اور شعر و شاعری میں مشغول رہا۔ یہ رباعی اسی کی ہے ؎

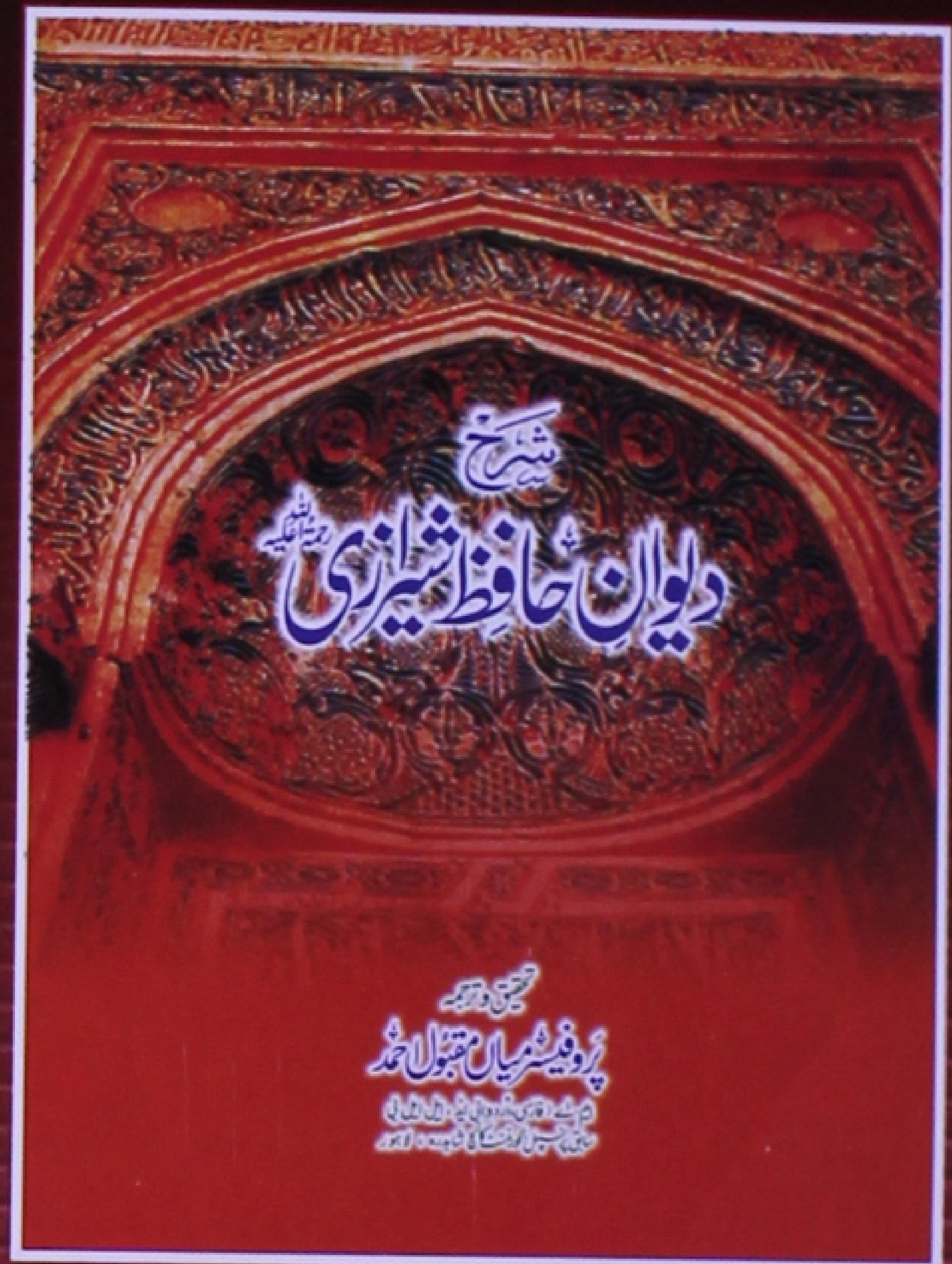
ہر گاہ کہ عشوہ آن دلاویز کند

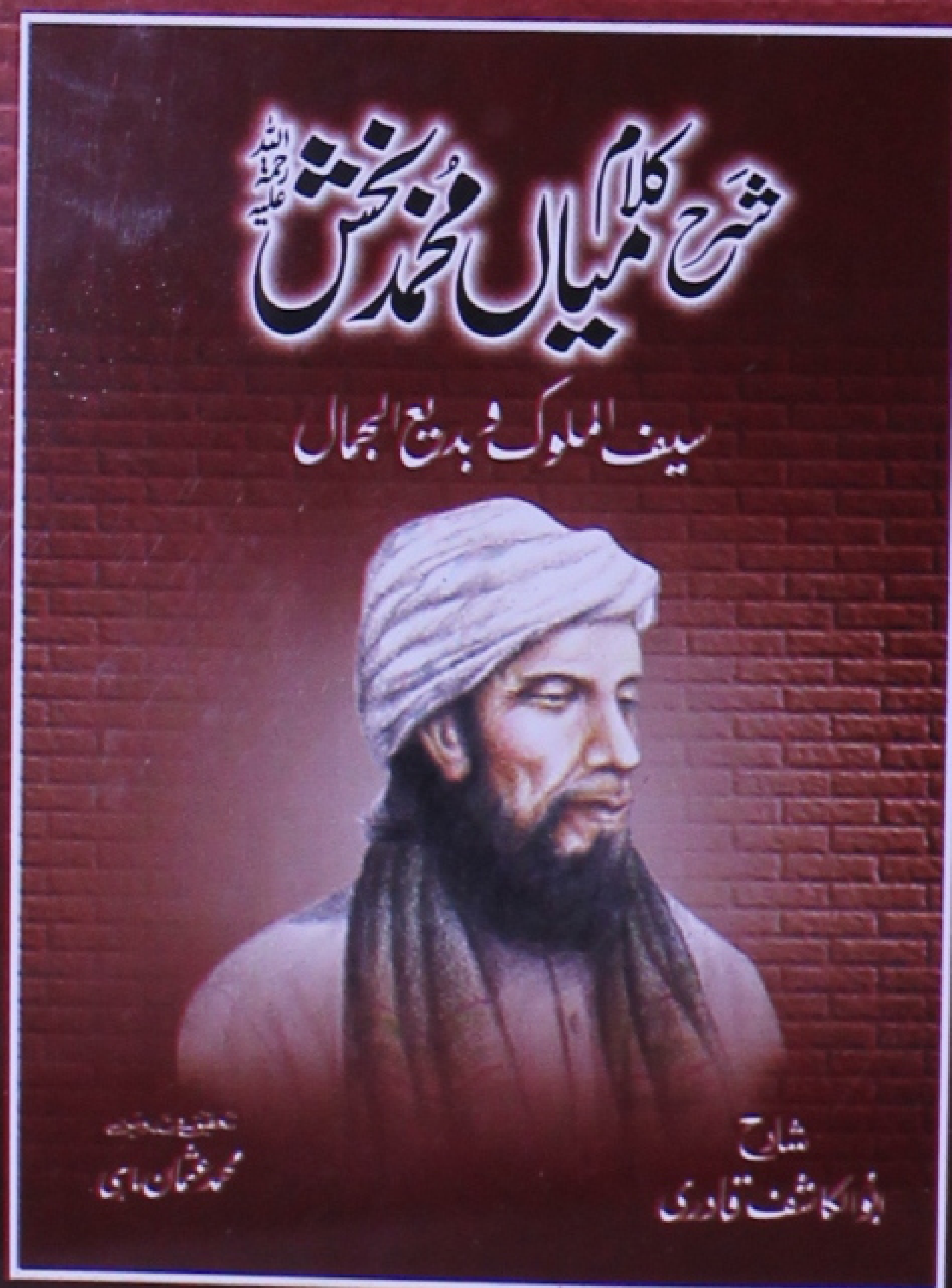
عاشق زبلا چگونہ پرہیز کند
باداست نصیحت کسان درگوشم
اما بادی کو کہ آتشم تیز کند

سال ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔ (دیکھئے آتشکدہ آذر۔ تاریخ ادبیات براؤن۔ تاریخ ادبیات در ایران دکتر صفا۔ فرہنگ معین جلد اعلام ۲ ص ۲۰۷ لغت نامہ دھخدا حرف سازمان ملل ص ۱۹۷)[1]

(۱) کچھ بادشاہوں اور امراء یا شہزادوں کے نام کی تفصیل کو جو مندرجہ بالا بادشاہوں کے علاوہ اس کتاب مولانا جامیؒ کے متن میں مرقوم ہیں ہم نے تاریخ میں ان کی غیر اہمیت اور سرسری ذکر کے پیش نظر بیان کرنے سے صرف نظر کیا (مصنف)









مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور